تالیف

علامہ محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ کمال الدین الدمیری رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

مولانا ناظم الدین مدظلہ

نظرِ ثانی

مولانا عبدالرشید ارشد رحمۃ اللہ علیہ

حیات الحیوان (اردو)

جلد دوم

تألیف

علامہ محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ کمال الدین الدمیری رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

مولانا ناظم الدین مدظلہ

نظر ثانی

مولانا عبدالرشید ارشد مدظلہ

اسلامی کتب خانہ

فضل الٰہی مارکیٹ چوک اردو بازار لاہور فون: ۷۲۲۳۵۰۶

مضامین	صفحہ

باب الدال

اَلدَّابَة

''اَلدَّابَۃُ'' زمین پر چلنے والے تمام حیوانات کے لئے عربی میں ''اَلدَّابَۃ'' کا لفظ مستعمل ہے۔ بعض حضرات نے پرندوں کو ''اَلدَّابَۃ'' سے خارج کر دیا ہے اور دلیل کے طور پر قرآن کریم کی یہ آیت پیش کی ہے ''وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا وَلَا طَائِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْہِ اِلَّا اُمَمٌ'' اَمْثَالُکُمْ'' (زمین میں چلنے والے کسی جانور اور ہوا میں پروں سے اڑنے والے کسی پرندے کو دیکھ لو' یہ سب تمہاری ہی طرح انواع ہیں۔ الانعام آیت ۳۸)

اس آیت کی تردید قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ سے ہوئی۔ ''وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَاوَ یَعْلَمُ مُسْتَقَرَّھَا وَ مُسْتَوْدَعَھَا کُلٌّ'' فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ'' (زمین میں چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو اور جس کے متعلق وہ نہ جانتا ہو کہ کہاں وہ رہتا ہے اور کہاں وہ سونپا جاتا ہے' سب کچھ صاف دفتر میں درج ہے۔ سورۃ ھود۔ آیت ٦)

شیخ تاج الدین بن عطاءؒ نے فرمایا ہے کہ یہ آیت اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ رزق کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے اور اس کے ذریعے سے مومنین کے دلوں میں پیدا ہونے والے وساوس وخطرات دور ہو جاتے ہیں اور اگر کسی وقت مومنین کے دل میں کسی قسم کے وساوس وخطرات پیدا ہو بھی جائیں تو وہ ایمان باللہ کے جذبہ سے دور ہو جاتے ہیں۔ پس پرندہ بھی بعض حالات میں اپنے پاؤں کی مدد سے زمین پر چلتا ہے۔

چنانچہ اعشٰی شاعر نے کہا ہے کہ

بَنَات'' کَغُصْنِ الْبَانِ تَرْتَجُ اِنْ مَشَتْ   دَبِیْبُ قَطَا الْبَطْحَاء فِیْ کُلِّ مَنْھَلٍ

''لڑکیاں ہیں گویا کہ شاخ آہو کہ جب چلتی ہیں تو شاخیں حرکت میں آجاتی ہیں اور چشموں پر یوں محسوس ہوتی ہیں گویا کہ وہ سنگلاخ علاقوں کے قطاء جانور ہوں۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے'' وَکَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّۃٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَھَا اللّٰہُ یَرْزُقُھَا وَ اِیَّاکُمْ وَھُوَالسَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ'' (اور کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے' اللہ ان کو رزق دیتا ہے اور تمہارا رازق بھی وہی ہے اور وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ العنکبوت آیت ٦٠) ایک دوسری جگہ پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اِنَّ شَرَّ الدَّوَّاب عِنْدَ اللّٰہِ الصُّمُّ الْبُکْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ'' (یقیناً خدا کے نزدیک بدترین قسم کے جانور وہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ الانفال۔ آیت ۲۲)

ابن عطیہ نے فرمایا ہے کہ اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ کفار کی یہ جماعت جس کا ذکر اس آیت میں ہے سرکش ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہے اور ان کا شمار ذلیل ترین طبقہ میں ہوتا ہے۔ نیز کفار کو ''دَوَّاب'' جانوروں سے تشبیہ دینے کا مقصد ان کی

برائی کو ثابت کرنا ہے اور کتے، خنزیر اور "فواسق الخمس" (سانپ، بچھو، کوا وغیرہ) کی فضیلت ان کافرین پر ثابت کرنا ہے۔ پس "الدّواب" سے مراد تمام حیوانات ہیں۔

حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک جنازہ گزرا، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آرام پانے والا ہے اور اپنے سے راحت دینے والا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ "المستریح والمستراح" سے کیا مراد ہے؟ پس آپؐ نے فرمایا بندہ مومن دنیا کی الجھنوں سے چھٹکارا حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کے جوار رحمت میں پہنچ جاتا ہے تو وہ مستریح (یعنی آرام پانے والا ہے) اور بندہ فاجر کی موت کے بعد دوسرے بندے، شہر، شجر اور چوپائے سکون حاصل کرتے ہیں۔ اس لئے وہ "مستراح منہ" (یعنی اپنے سے راحت دینے والا) ہے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین پر چلنے والا کوئی چوپایہ ایسا نہیں ہے مگر یہ کہ وہ جمعہ کے دن خاموش طریقہ سے متوجہ ہوتا ہوا اس خوف سے کہیں قیامت قائم نہ ہو جائے۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی)

الحلیۃ میں حضرت ابولبابہؓ جو اصحاب صفہ میں سے تھے کے حالات میں مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بے شک جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا مرتبہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ سے بھی بلند تر ہے۔ نیز کوئی مقرب فرشتہ، آسمان، زمین، پہاڑ، ہوا، دریا میں ایسا نہیں ہے جو اس بات سے خوفزدہ نہ ہو کہ کہیں قیامت قائم نہ ہو جائے"۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے مٹی کو ہفتہ کے دن تخلیق فرمایا اور اس میں اتوار کے دن پہاڑ کو پیدا کیا اور درخت کو پیر کے دن، ناپسندیدہ چیزوں کو منگل کے دن، نور کو بدھ کے دن پیدا فرمایا اور اس میں جمعرات کے دن چوپایوں کو پھیلایا اور حضرت آدم علیہ السلام کو عصر کے بعد جمعہ کے دن جمعہ کی آخری گھڑیوں میں عصر اور مغرب کے درمیان پیدا فرمایا۔ (رواہ مسلم)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں اس بات کو جان لو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بغیر محنت و مشقت جو چاہتے ہیں پیدا فرمادیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں بغیر کسی سبب و مرتبہ کے منتخب فرمادیتے ہیں اور اپنی ربوبیت کا علم دینے کے لئے جو چاہتے ہیں پیدا کردیتے ہیں اور اپنی واحدانیت پر دلالت کرنے کے لئے جو چاہتے ہیں منتخب فرمالیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بلند و پاک ہے اس سے جو ظالم اور جابر لوگ اس کے متعلق کہتے ہیں "کامل ابن اثیر" میں مذکور ہے کہ کسریٰ کے پاس پچاس ہزار چوپائے اور تین ہزار عورتیں تھیں۔

ایک عجیب وغریب واقعہ تاریخ ابن خلکان میں رکن الدولہ بن بویہ کے حالات زندگی میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ رکن الدولہ کی کسی دشمن سے جنگ ہوئی تو دونوں گروہوں میں خوراک کی اس قدر کمی واقع ہوگئی کہ دونوں گروہوں نے اپنے اپنے چوپایوں کو ذبح کرنا شروع کردیا اور اس کیفیت میں یہ بات نظر آرہی تھی کہ رکن الدولہ شکست قبول کرلے گا۔ پس رکن الدولہ نے اپنے وزیر ابوالفضل بن عمیر سے مشورہ کیا۔ پس وزیر نے کہا کہ نہیں ہے آپ کے لئے جائے پناہ مگر اللہ تعالیٰ کی ذات۔ پس آپ مسلمانوں کی خیر خواہی کا ارادہ رکھیں اور حسن سیرت اور احسان کا مصمم ارادہ فرمالیں کیونکہ انسان کے قبضہ قدرت میں جتنی بھی تدابیر فتح کے لئے کارگر ہوسکتی تھیں وہ منقطع ہوگئیں ہیں۔ پس اگر ہم لڑائی سے فرار اختیار کریں تو دشمن ہمارا تعاقب کرکے ہمیں قتل کردے گا کیونکہ وہ

تعداد میں ہم سے زیادہ ہیں۔ پس بادشاہ نے کہا ہے کہ اے ابوالفضل تحقیق میں تو تمہارے مشورہ سے قبل یہی رائے قائم کر چکا تھا۔ ابوالفضل کہتے ہیں کہ جب تہائی رات باقی رہ گئی تو رکن الدولہ نے مجھے بلایا اور کہا کہ ابھی میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں ایک چوپائے (یعنی گھوڑے) پر سوار ہوں جس کا نام فیروز ہے اور تحقیق ہمارا دشمن بھاگ چکا ہے اور تم میرے پہلو میں چل رہے ہو اور تحقیق ہمیں ایسی جگہ سے کشادگی ملی کہ جہاں ہمارا گمان بھی نہ تھا۔ پس میں نے نگاہ نیچی کر کے زمین کی جانب دیکھا تو ایک انگشتری نظر آئی' پس میں نے انگشتری اٹھالی اور میں نے دیکھا کہ اس میں فیروزہ کا نگینہ لگا ہوا تھا۔ پس میں نے اسے متبرک سمجھ کر اپنی انگلی میں پہن لیا' پس میرا خواب ختم ہوگیا اور میں بیدار ہوگیا۔ تحقیق میرا یقین ہے کہ ہمیں ضرور کامیابی حاصل ہوگی۔ اس لئے کہ فیروزہ اور فتح دو مترادف الفاظ ہیں اور میرے چوپائے کا نام بھی فیروز ہے۔ ابوالفضل بن عمید کہتے ہیں کہ ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ہمیں یہ خوشخبری ملی کہ دشمن نے راہ فرار اختیار کرلی اور اپنے خیمے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ پس مسلسل خبروں کی آمد سے ہمیں دشمن کی شکست کی تصدیق ہوگئی۔ پس ہمیں دشمن کی شکست کے اسباب کی کوئی خبر نہیں تھی اس لئے ہم حالات کا جائزہ لینے کے لئے آگے بڑھے کہ کہیں کسی نے ہمیں دھوکہ نہ دیا ہو اس لئے ہم نے احتیاط کا دامن نہ چھوڑا اور احتیاطاً میں بادشاہ کے ایک جانب ہو کر چلنے لگا اور بادشاہ فیروز نامی گھوڑے پر سوار تھے۔ پس ابھی ہم چند قدم آگے بڑھے تھے کہ بادشاہ نے چیختے ہوئے غلام کو حکم دیا یہ انگشتری اٹھا کر مجھے دو' پس غلام نے وہ انگشتری زمین سے اٹھائی اور بادشاہ کو دے دی۔ اس انگشتری میں ایک فیروزہ جڑا ہوا تھا۔ پس بادشاہ نے وہ انگشتری اپنی انگلی میں پہن لی اور کہا کہ یہ میرے خواب کی تعبیر ہے اور یہ وہی انگشتری ہے جسے میں نے خواب میں دیکھا تھا۔

رکن الدولہ کا نام حسن ابوعلی تھا اور وہ ایک بارعب اور عظیم بادشاہ تھا اس کی مملکت میں اصفہان' رے' ہمدان اور عراق وعجم کے علاقے شامل تھے۔ نیز اس نے بہت سے ممالک فتح کر کے اپنی حکومت میں شامل کرلئے تھے اور ان ممالک میں اس نے اپنے قوانین بھی نافذ کئے تھے۔ اس عظیم بادشاہ کی حکومت ۴۴ سال تک قائم رہی اور اس کی وفات ماہ محرم ۳۶۶ھ میں ہوئی نیز اس بادشاہ نے ۹۹ سال کی عمر پائی۔

چوپاؤں کے چہروں پر مارنے کی ممانعت ابن سبع سبتی کی کتاب ''شفاء الصدور'' میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم چوپاؤں کے چہروں پر نہ مارو اس لئے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کرتی ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے اسی مفہوم کی ایک حدیث ''البھیمۃ'' کے عنوان کے تحت نقل کی ہے۔

کتاب الاحیاء کے باب ''کسر الشھوتین'' میں مذکور ہے کہ روٹی تیار کر کے اس وقت تک تیرے سامنے نہیں رکھی جاتی جب تک کہ اس میں تین سو ساٹھ کاریگر کام نہ کرلیں۔ ان کاریگروں میں سب سے پہلے حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانوں سے پانی ناپنے کا کام سرانجام دیتے ہیں اور ان کے بعد دوسرے فرشتے ہیں جو بادلوں کو ہنکاتے ہیں اور پھر ان کے بعد سورج' چاند' افلاک' ہوا کے فرشتے اور زمین کے چوپائے ہیں اور سب سے آخر میں روٹی پکانے والا (یعنی نان بائی) ہے اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔

حکایت | امام احمدؒ اور بیہقی نے محمد بن سیرینؒ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ایک ''دابۃ'' نمودار ہوا جو لوگوں کو قتل کر دیتا تھا۔ پس جو بھی اس ''دابۃ'' کے قریب جاتا وہ ''دابۃ'' اسے قتل کر دیتا۔ پس ایک دن ایک کانا شخص آیا اور اس نے کہا کہ تم اس جانور کو میرے لئے چھوڑ دو میں اس سے نبٹ لوں گا۔ پس وہ کانا شخص اس جانور کے قریب پہنچا تو اس جانور نے اس کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا بلکہ اپنی گردن اس کے سامنے جھکا دی اور اس آدمی نے جانور کو قتل کر دیا۔ پس لوگوں نے اس آدمی سے پوچھا کہ آپ ہمیں اپنے اس معاملے کے بارے میں آگاہ کریں۔ پس اس شخص نے کہا میں نے زندگی بھر ایک گناہ کے علاوہ کبھی کوئی گناہ نہیں کیا اور وہ ایک گناہ بھی میری آنکھ کی وجہ سے ہوا۔ پس میں نے اس آنکھ کو تیر سے نکال کر پھینک دیا اور اسی لئے میری یہ حالت ہوگئی کہ میں ایک آنکھ سے معذور (یعنی کانا) ہوں۔

امام احمدؒ نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل کی شریعت یا ہم سے پہلے کسی اور شریعت میں تو توبہ کا ایسا طریقہ شاید جائز ہوگا۔ لیکن ہماری شریعت میں اگر کسی نامحرم عورت پر قصداً نگاہ ڈالی جائے تو اس آنکھ کا نکال دینا جائز نہیں ہے بلکہ اپنے اس گناہ پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہئے اور آئندہ کے لئے اس گناہ سے رک جانا چاہیے۔

ابن خلکان نے ربیع الجیزی کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ ایک مرتبہ گھوڑے پر سوار ہو کر مصر کی کسی شاہراہ سے گزر رہے تھے کہ اچانک کسی نے ایک مکان کی چھت سے راکھ سے بھرا ہوا ایک ٹوکرا آپ پر پھینک دیا۔ پس آپ اپنی سواری سے اتر گئے اور اپنے کپڑوں کو جھاڑنے لگے۔ پس لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ اس گھر والے کو ڈانٹتے کیوں نہیں؟ پس ربیع نے فرمایا جو آدمی آگ کا مستحق ہو اس کے سر پر راکھ پڑنے سے آگ سے نجات مل جائے تو اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ غصہ کرے۔ ربیع بن سلیمان شافعی المسلک تھے اور امام شافعیؒ کے جدید اقوال کو روایت کرنے والوں میں شامل تھے۔ ان کی وفات ۲۰۵ھ میں ہوئی۔ ربیع کو جیزی اس لئے کہتے ہیں کہ ''جیزہ'' میں مقیم تھے اور جیزہ قاہرہ سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس علاقے کے اہرام بہت مشہور ہیں اور یہ دنیا کے عجائبات میں شمار ہوتے ہیں۔ اہرام درحقیقت مصری بادشاہوں کے مقبرے ہیں اور بادشاہوں نے ان کو اس لئے تعمیر کروایا تھا تاکہ ہم جیسے دنیا میں دوسرے لوگوں سے ممتاز ہیں اسی طرح مرنے کے بعد بھی ہمارا یہ فرق باقی رہے۔ چنانچہ جب خلیفہ مامون الرشید مصر پہنچا تو اس نے حکم دیا کہ دو اہراموں میں سے ایک اہرام کو توڑا جائے۔ پس ایک اہرام کو توڑا گیا اور اس کے توڑنے سے سخت محنت و مشقت اٹھانی پڑی اور بہت سا مال بھی خرچ ہوا۔ پس جب اہرام کو توڑنے کے بعد مامون اس کے اندر داخل ہوا تو اس نے وہاں ہر چند بے کار چیزیں' ٹاٹ کے ٹکڑے اور بوسیدہ رسیاں دیکھیں۔ اہرام کی اندرونی زمین پر سیلابی اس قدر غالب تھی کہ اس پر چلنا بھی مشکل تھا اور عمارت کے بالائی حصہ میں ایک چوکور حجرہ تھا جس کے ہر ضلع کا طول آٹھ ہاتھ تھا اور اس کے عین وسط میں ایک حوض بھی تھا۔ پس مامون الرشید نے ساری صورتحال کا مشاہدہ کرنے کے بعد دیگر اہراموں کو توڑنے سے روک دیا۔ یہ بات بھی نقل کی گئی ہے کہ ہرمس اول یعنی اخنوع (حضرت ادریس علیہ السلام) نے ستاروں کا مشاہدہ کرنے کے بعد ایک طوفان کی پیشین گوئی کی تھی اور اس طوفان سے محفوظ رہنے کے لئے اہراموں کی تعمیر کا حکم صادر فرمایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ان اہراموں کی تعمیر چھ مہینوں میں مکمل ہوئی تھی اور حضرت ادریس علیہ السلام نے ان اہراموں پر یہ عبارت بھی تحریر کرائی تھی کہ ''جو شخص ہمارے بعد یہاں آئے اس

سے کہہ دیا جائے کہ ان اہراموں کو گرانے کیلئے چھ سو سال کا عرصہ درکار ہوگا حالانکہ کسی بھی عمارت کو گرانا اس کی تعمیر سے زیادہ آسان ہوتا ہے۔ ہم نے ان اہراموں کو دیباج بطور لباس پہنایا ہے۔ پس اگر وہ چاہے تو ان کو ٹاٹ کا لباس پہنا دے حالانکہ ٹاٹ کا لباس دیباج کے لباس پہنانے سے زیادہ آسان ہے''۔

امام ابوالفرج جوزیؒ نے اپنی کتاب ''سلوۃ الاحزان'' میں اہراموں کے متعلق تحریر کیا ہے کہ ان اہراموں میں یہ بات بڑی عجیب ہے کہ ہر اہرام کی بلندی چار سو ذراع ہے اور ان کی ساخت سنگ رخام اور سنگ مرمر کی ہے اور ان پتھروں پہ عبارت لکھی ہوئی ہے کہ میں نے اپنی حسن تدبیر سے اس عمارت کی تعمیر کی ہے۔ پس اگر کوئی شخص قوت کا دعویدار ہو تو وہ اس عمارت کو گرا دے کیونکہ عمارت کا گرانا اس کی تعمیر سے زیادہ سہل ہوتا ہے۔''

ابن المنادی نے کہا ہے کہ ہمیں اس عبارت کا مفہوم یہ معلوم ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص پوری دنیا کا خراج وصول کر لے اور اس خراج کو اس عمارت کے گرانے کے لئے خرچ کرے تو بھی اس عمارت کو منہدم نہیں کر سکتا۔ واللہ اعلم۔

صحیح مسلم میں امام مسلمؒ نے حضرت صہیبؓ سے مروی یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بادشاہ تھا اور اس کے ہاں ایک کاہن بھی تھا اور ایک روایت کے مطابق ایک جادوگر تھا۔ پس ساحر نے بادشاہ سے کہا کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور مجھے خوف ہے کہ اگر میری موت واقع ہوگئی تو میرا علم بھی منقطع ہو جائے گا۔ پس آپ میرے لئے ایک ذہین لڑکا تلاش کریں تا کہ میں اسے اپنا علم سکھا دوں۔ پس بادشاہ نے ساحر کے لئے ایک لڑکا تلاش کیا جس میں وہ تمام اوصاف موجود تھے جن کا مطالبہ ساحر نے کیا تھا نیز بادشاہ نے اس لڑکے کو حکم دیا کہ وہ شاہی ساحر کے پاس حاضر ہوا کرے۔ پس لڑکے نے بادشاہ کے حکم پر ساحر کے پاس علم سیکھنے کے لئے آمد و رفت کا سلسلہ شروع کر دیا چنانچہ لڑکا جس راستے سے گزر کر ساحر کے پاس آتا تھا اس راستے میں کسی راہب کی ایک خانقاہ بھی تھی۔ (معمر نے کہا ہے کہ میرا خیال یہ ہے کہ نصاریٰ اس وقت تک دین اسلام پر قائم تھے) پس جب لڑکا ساحر کے پاس آتا تو راستہ میں راہب کے پاس بھی قیام کرتا اور اس سے سوالات پوچھتا یہاں تک کہ راہب اسے جواب دیتا۔ پس راہب نے لڑکے سے کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ پس لڑکا راہب کے پاس گفتگو کے سلسلے میں قیام کرتا تو اسے ساحر کے پاس جانے میں دیر ہو جاتی۔ پس ساحر نے لڑکے کے گھر والوں کی طرف پیغام بھیجا کہ تمہارے لڑکے نے میرے پاس حاضری میں کمی کر دی ہے۔ پس لڑکے نے یہ بات راہب کو بھی بتا دی کہ ساحر نے میرے گھر والوں سے میری غیر حاضری کی شکایت کی ہے۔ پس راہب نے لڑکے سے کہا کہ جب تمہیں ساحر سے خوف محسوس ہو تو تم اس سے کہہ دینا کہ مجھے گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب تجھے گھر والوں کا خوف محسوس ہو تو ان سے کہہ دینا کہ مجھے ساحر نے روک لیا تھا۔ پس لڑکے نے ایک مدت اسی طرح گزار دی۔ چنانچہ جب ایک دن لڑکا ساحر کی طرف آ رہا تھا تو اس نے ایک بہت بڑا جانور دیکھا جس کے خوف کی وجہ سے بہت سے لوگ راستہ چلنے سے رک گئے تھے۔ پس لڑکے نے دل ہی دل میں کہا کہ آج راہب اور ساحر کے متعلق فیصلہ ہو جائے گا کہ کون سچا ہے؟ پس لڑکے نے ایک پتھر اٹھایا اور کہا اے اللہ اگر راہب کا عمل تیرے نزدیک ساحر کے عمل سے پسندیدہ ہے تو اس جانور کو ہلاک کر دے۔ پھر لڑکے نے پتھر اس جانور کی طرف پھینک دیا۔ پس وہ جانور ہلاک ہو گیا۔ پس لوگوں نے ایک دوسرے سے پوچھا کہ اس جانور کو کس نے قتل کیا ہے۔ پس کچھ

لوگوں نے کہا کہ اس لڑکے نے قتل کیا ہے۔ پس لوگ حیران ہو گئے اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ تحقیق اس لڑکے پاس ضرور ایسا علم ہے جو کسی اور کے پاس نہیں ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ لوگوں کی اس بات کو ایک نابینا شخص نے سنا جو بادشاہ کا مصاحب تھا۔ پس اس نابینا آدمی نے لڑکے سے کہا کہ اگر تم میری بینائی واپس لادو تو میں تمہیں اتنا انعام دوں گا پس لڑکے نے اس نابینا شخص سے کہا کہ میں کسی چیز کا ارادہ نہیں رکھتا لیکن میری شرط یہ ہے کہ اگر تمہاری بینائی واپس آگئی تو کیا تم اس ذات پر ایمان لے آؤ گے جس نے تمہاری بینائی واپس کی ہوگی؟ پس اس نابینا آدمی نے کہا کہ جی ہاں' پس لڑکے نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ وہ نابینا شخص شفایاب ہو گیا پس وہ نابینا شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا۔ چنانچہ وہ شخص بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا اور حسب معمول مجلس میں بیٹھ گیا۔ پس بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تمہاری بینائی کس نے لوٹا دی ہے؟ اس آدمی نے جواب دیا میرے پروردگار نے۔ پس بادشاہ نے کہا کہ کیا میرے سوا تمہارا اور بھی کوئی پروردگار ہے؟ اس آدمی نے جواب دیا اللہ میرا اور تمہارا رب ہے۔ پس بادشاہ نے ایک آرا لانے کا حکم دیا۔ پس بادشاہ نے اس آرے پر اس آدمی کے سر کو رکھا یہاں تک کہ اس کے سر کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

امام ترمذیؒ کی روایت کے مطابق وہ ''دابۃ'' (جس کو لڑکے نے قتل کیا تھا) شیر تھا اور لڑکے نے جب راہب کو اس عظیم جانور (یعنی شیر) کے قتل کی خبر دی تو راہب نے کہا کہ بے شک تیری ایک شان ہے اور بلاشبہ تو آزمائش میں مبتلا ہوگا۔ پس تم میرے متعلق کسی کو کچھ بھی نہ بتلانا۔ پس جب بادشاہ کو ان تینوں آدمیوں کا حال معلوم ہوا پس اس نے ان کو اپنے دربار میں بلایا۔ پس جب ان تینوں آدمیوں کو لایا گیا تو بادشاہ نے کہا کہ میں تم سب کو قتل کر دوں گا۔ پھر بادشاہ نے راہب اور نابینا آدمی کو آرا کے ذریعے چروا دیا۔ پھر لڑکے کے لئے حکم دیا کہ اسے پہاڑ پر لے جا کر سر کے بل نیچے گرا دیا جائے۔ پس بادشاہ کے غلام اس لڑکے کو لے کر پہاڑ پر گئے۔ پس جب انہوں نے لڑکے کو پہاڑ سے نیچے گرانے کا ارادہ کیا تو لڑکے نے دعا مانگی۔ اے اللہ تو جس طرح چاہتا ہے ان سے بدلہ لے لے۔ پس بادشاہ کے بھیجے ہوئے آدمی پہاڑ سے لڑھکنے لگے اور ہلاک ہو گئے۔ یہاں تک کہ صرف لڑکا باقی رہ گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ لڑکا واپس بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ پس بادشاہ نے اس سے کہا کہ تو نے میرے آدمیوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے؟ لڑکے نے جواب دیا کہ میرے رب نے جیسے بھی چاہا ان سے بدلہ لے لیا۔

پس بادشاہ نے لڑکے کو سمندر میں ڈالنے کا حکم دیا۔ پس بادشاہ کے آدمی اسے لے کر سمندر کی طرف گئے۔ پس لڑکے نے دعا مانگی اے اللہ جیسے تو چاہتا ہے ان سے نمٹ لے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان افراد کو سمندر میں غرق کر دیا اور لڑکے کو نجات دے دی۔ پس لڑکا پانی پر چلتا ہوا باہر نکل آیا۔ یہاں تک کہ بادشاہ کے دربار میں پہنچ گیا۔ پس بادشاہ لڑکے کو زندہ دیکھ کر حیران ہو گیا۔ پس لڑکے نے بادشاہ سے کہا کیا تم میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہو؟ بادشاہ نے جواب دیا ہاں چنانچہ لڑکے نے کہا کہ تم ہرگز مجھ پر غالب نہیں آسکتے' یہاں تک کہ مجھے ایک تختہ سے باندھ دو اور مجھے تیر یہ کہہ کر مارو ''بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ ھٰذَا الْغُلَامِ'' مگر مجھے تیر مارنے سے پہلے تمام لوگوں کو ایک میدان میں اکٹھا کر لینا۔ راوی کہتے ہیں کہ بادشاہ نے لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا اور حکم دیا کہ لڑکے کو ایک تختے کے ساتھ باندھ دیا جائے۔ پس لڑکے کو ایک تختے کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ پس بادشاہ نے لڑکے کے ترکش سے ایک تیر نکالا اور کہا ''بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ ھٰذَا الْغُلَامِ'' اور اس لڑکے کو تیر مارا۔ پس تیر سیدھا لڑکے کی کنپٹی پر جا لگا۔ پس

اس طرح بادشاہ نے لڑکے کو قتل کر دیا۔ پس لڑکے نے شہید ہوتے وقت اپنا ہاتھ اپنی کنپٹی پر رکھ لیا تھا۔ پس یہ منظر دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ پس بادشاہ نے حکم دیا کہ خندقیں کھود کر ان میں آگ اور لکڑیاں بھر دی جائیں اور پھر ان تمام لوگوں کو اس میں ڈال دیا جائے۔ پس بادشاہ نے اپنے مصاحبوں سے کہا کہ جو لڑکے کے دین کو چھوڑ دے تو اسے چھوڑ دیا جائے اور جو اس کے دین کو نہ چھوڑے تو اسے آگ میں ڈال دیا جائے۔ پس تمام اہل ایمان کو ان خندقوں میں (جن میں آگ بھڑکائی گئی تھی) ڈال دیا گیا پس اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے"قُتِلَ اَصْحَابُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ ذَاتَ الْوَقُوْدِ"(مارے گئے گڑھے والے (اس گڑھے والے) جس میں خوب بھڑکتے ہوئے ایندھن کی آگ تھی' البروج آیت ۴)

امام مسلمؒ نے اپنی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ جب خندقیں کھود کر اور ان میں آگ جلا کر اہل ایمان کو ان میں ڈالا جا رہا تھا تو بادشاہ کے مصاحب ایک عورت کو آگ میں ڈالنے کے لئے لائے جس کی گود میں ایک شیر خوار بچہ تھا۔ پس وہ عورت اپنے بچے کی وجہ سے گھبرا گئی پس اس بچے نے اپنی ماں سے کہا اے اماں جان خوفزدہ نہ ہو اس لئے کہ تو حق پر ہے۔ ابن قتیبہؒ نے کہا ہے کہ اس شیر خوار بچہ کی عمر صرف سات مہینے تھی۔

امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے کہ وہ لڑکا (جس کو بادشاہ نے تیر کے ذریعے شہید کر دیا تھا) حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں قبر سے برآمد ہوا تھا اور اس کا ہاتھ اس کی کنپٹی پر رکھا ہوا تھا جیسے کہ اس نے شہید ہوتے وقت رکھا تھا۔

محمد بن اسحٰقؒ صاحب سیرت نے لکھا ہے کہ اس لڑکے کا نام عبداللہ بن التامر تھا اور اہل نجران کے کسی آدمی نے حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے ایک ویران جگہ کھودی پس انہوں نے دیوار کے نیچے اس لڑکے کی لاش کو پایا اور اس لڑکے کا ہاتھ اس کی کنپٹی پر رکھا ہوا تھا جہاں پر تیر لگا تھا اور اس کی انگلی میں ایک انگوٹھی بھی تھی جس پر"رَبِّیَ اللہُ"کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ پس لوگوں نے بذریعۂ تحریر اس واقعہ کی اطلاع حضرت عمرؓ کو دی۔ پس حضرت عمرؓ نے ان لوگوں کو جواب میں تحریر کیا کہ اس لاش کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ پس لوگوں نے حضرت عمرؓ کے حکم کے مطابق اس لڑکے کی لاش کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔

سہیلیؒ نے کہا ہے کہ اس لاش کے اپنی اصلی حالت پر قائم رہنے کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے"وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللہِ اَمْوَاتًا"(جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو۔ آل عمران ۱۶۹)

نیز اس کی تصدیق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانِ عالی شان سے بھی ہوتی ہے۔"اِنَّ اللہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ"بے شک اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو کھائے" یہ حدیث امام ابو داؤدؒ نے اپنی کتاب سنن ابو داؤد میں نقل کی ہے اور ابو جعفر داودی سے بھی یہ حدیث مروی ہے لیکن ان کی روایت میں شہداء' علماء اور موذنین کے الفاظ کا اضافہ ہے۔ (یعنی ان حضرات کے جسموں کو بھی زمین نقصان نہیں پہنچاتی)۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ الداؤدی کی جانب سے"شہداء' علماء اور موذنین کے الفاظ کا اضافہ غریبہ ہے لیکن اس کے باوجود ابو جعفر داؤدی ثقہ اور بہت بڑے عالم ہیں"۔

ابن بشکوال نے کہا ہے کہ جس بادشاہ کے زمانے میں"واقعہ اخدود النار"ہوا تھا اس کا نام یوسف ذانواس ہے اور یہ نجران میں مقیم تھا نیز اس کی بادشاہت میں حمیر اور مضافات حمیر کے علاقے شامل تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس بادشاہ کا نام زرعۃ ذونواس تھا

اور یہ یہودی تھا' سمرقندی کا یہی قول ہے۔"واقعہ اخدود النار" نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے ستر سال قبل رونما ہوا تھا اور واقعہ میں مذکور راہب کا نام قیتمون تھا۔

امام ترمذیؒ نے زید بن اسلمؓ سے مروی روایت کتاب ترمذی میں نقل کی ہے' حضرت زید بن اسلمؓ فرماتے ہیں کہ اشعریین کی ایک جماعت نے ابوموسیٰؓ' ابو مالکؓ اور ابو عامرؓ کے ہمراہ ہجرت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا تو ان افراد کی زادراہ ختم ہوگئی' پس انہوں نے اپنا قاصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تا کہ وہ ان سے کھانے وغیرہ کا سوال کرے؟ پس جب قاصد نبی اکرمؐ کے قریب پہنچا تو اس نے آپؐ کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا "وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا" (زمین پر چلنے والا کوئی جانور ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو) پس اس آدمی نے اپنے دل میں کہا کہ کیا اشعریون اللہ تعالیٰ کے نزدیک چوپاؤں سے بھی حقیر ہیں۔ پس وہ واپس لوٹ گیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (کھانا مانگنے) حاضر نہیں ہوا۔ پس اس آدمی نے اپنے ساتھیوں سے کہا خوش ہو جاؤ تحقیق تمہارے پاس مدد آرہی ہے۔ پس قاصد کے ساتھیوں نے سمجھا کہ تحقیق ہمارے حال کی اطلاع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچ چکی ہے۔ پس وہ اسی حالت میں تھے کہ دو آدمی ان کے پاس ایک پیالہ لے کر آئے جو روٹی اور گوشت سے بھرا ہوا تھا۔ پس انہوں نے خوب کھایا جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر اس کے بعد ان کے بعض لوگ بعض سے کہنے لگے کہ بقیہ کھانا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس لوٹا دو۔ پس انہوں نے واپس بھیج دیا۔ پھر اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ جو کھانا آپؐ نے ہمارے پاس بھیجا تھا اس سے زیادہ لذیذ اور کثیر کھانا ہم نے نہیں دیکھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہاری طرف کوئی چیز نہیں بھیجی۔ پس انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے اپنے ساتھی کو آپؐ کی خدمت میں کھانا لانے کے لئے بھیجا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاصد سے اس کے متعلق سوال کیا تو قاصد نے اپنے آنے اور واپس جانے کا پورا واقعہ بیان کر دیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کھانا اللہ کا رزق تھا جو اس نے تمہارے لئے بھیجا تھا۔ (رواہ الترمذی)

شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ اسکندریؒ فرماتے ہیں کہ "وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا" اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو رزق پہنچانے کی ضمانت فراہم کی ہے اور اس ضمانت کے ذریعہ مومنین کے دلوں میں پیدا ہونے والے وساوس و خطرات دور ہو جاتے ہیں اور اگر کبھی یہ خطرات ان کے دلوں میں نشوونما پانے کی کوشش بھی کریں تو اللہ تعالیٰ پر ایمان کا جذبہ ان سارے وساوس و خطرات کو ملیامیٹ کر دیتا ہے۔

ابن السنیؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کسی کا کوئی "دابۃ" (جانور) کھل کر کسی بیابان میں پہنچ جائے۔ پس اسے چاہیے کہ وہ ان الفاظ میں منادی کرے "يَا عِبَادَ اللّٰهِ اِحْبِسُوْا" (اے اللہ کے بندو اس کو روک لو) پس اللہ تعالیٰ کا کوئی نہ کوئی روکنے والا (فرشتہ) اس جانور کو روک دیتا ہے۔ امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ مجھے بعض راسخ العلم شیوخ میں سے کسی شیخ سے یہ حکایت پہنچی ہے کہ ان کا ایک "دابۃ" (غالباً خچر) کہیں فرار ہو گیا تھا' اور میرے شیخ کو یہ حدیث یاد تھی۔ پس انہوں نے حدیث میں مذکور دعا پڑھی "يَا عِبَادَ اللّٰهِ اِحْبِسُوْا" پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ

جانور اسی وقت رک گیا۔ شیخ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ کسی قافلہ کے ہمراہ سفر میں تھا کہ ان قافلہ والوں میں سے کسی کا جانور کہیں فرار ہوگیا۔ پس لوگ اس کو تلاش کرتے رہے لیکن وہ جانور کسی کو بھی نہیں ملا۔ پس میں نے حدیث میں مذکور دعا پڑھی تو وہ جانور تھوڑی ہی دیر کے بعد خود بخود اپنی جگہ پر آکر کھڑا ہوگیا۔ پس اس جانور کی واپسی صرف اور صرف اسی دعا کی وجہ سے ہوئی تھی۔

ابن سنی نے امام ابوعبداللہ یونس بن عبید بن دینار مصری تابعی (جو بہت بڑے عالم اور متقی تھے) سے روایت کی ہے کہ اگر کوئی آدمی ایسے جانور پر سوار ہو جو رکتا نہ ہو۔ پس اسے چاہیے کہ وہ اس جانور کے کان میں یہ آیت پڑھے ''اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ'' (پس کیا لوگ اللہ کی اطاعت کا طریقہ (دین اللہ) کو چھوڑ کر کوئی اور طریقہ چاہتے ہیں' حالانکہ آسمان و زمین کی ساری چیزیں چارو ناچار اللہ کی تابع فرمان (مسلم) ہیں اور اسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔ (آل عمران آیت: ۸۳) پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ جانور رک جائے گا۔ طبرانی نے معجم الاوسط میں حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ اگر کسی کا کوئی غلام یا کوئی جانور یا کوئی لڑکا بد خلق ہو تو اس کے کان میں یہ آیت کریمہ پڑھے ''اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ''۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ''باب الباء'' میں ''البغلة'' (خچر) کے عنوان سے اس بات کا ذکر ہو چکا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خچر پر سوار ہوئے۔ پس وہ خچر شوخی کرنے لگے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو روک لیا اور ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ اس کے کان میں ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ'' پڑھے۔ پس خچر کی شوخی ختم ہوگئی۔

مسئلہ: حنابلہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ کسی جانور سے ایسا کام لینا جس کیلئے وہ پیدا نہیں کیا گیا جائز ہے جیسے گائے سے سواری اور بوجھ اٹھانے کا کام لینا اسی طرح اونٹ اور گدھے سے کھیتی کا کام لینا جائز ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ ایک آدمی گائے کو ہانکے لئے جارہا تھا' جب اس نے ارادہ کیا کہ وہ گائے پر سوار ہو جائے' پس گائے بولنے لگی کہ ہم سواری کے لئے پیدا نہیں کیے گئے۔ (بخاری و مسلم)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ گائے کی نفع بخش چیز دودھ ہے۔ یہ اس امر کے منافی نہیں ہے کہ گائے سے کوئی دوسرا کام نہ لیا جائے۔

امام احمدؒ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی کسی جانور کو گالی دے تو اس کی شہادت قبول نہیں جائے گی جیسے کہ اس حدیث میں وعید آئی ہے جس میں ایک عورت نے اپنی اونٹنی پر لعنت کی تھی۔

شہادت قبول نہ کرنے کی دوسری دلیل مسلم شریف کی یہ حدیث ہے۔ حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ کثرت سے لعنت کرنے والے قیامت کے دن نہ کسی کی سفارش کر سکیں گے اور نہ ہی گواہ ہوں گے۔

مسئلہ: جانور کے مالک پر اس کی حفاظت کرنا' اس کو چارہ کھلانا' اور اس کو پانی پلانا واجب ہے۔ ''حدیث صحیح میں مذکور ہے کہ ایک عورت عذاب میں صرف اس لئے مبتلا ہوئی کہ اس نے ایک بلی کو روک رکھا تھا' جس کی وجہ سے بلی کو نہ کچھ کھلایا نہ پلایا' چنانچہ بھوک کی وجہ سے بلی ہلاک ہوگئی تھی'' پس چوپایہ اس صورت میں غلام کے مشابہ ہوگیا۔ پس اگر جانور کا مالک اس کو جنگل میں نہ چرائے تو اس پر واجب ہے کہ وہ جانور کو گھر میں اتنا چارہ دے اور پانی دے کہ وہ پیٹ بھرنے اور پانی سے سیراب ہونے کے اول

درجہ میں آجائے۔ پس اگر جانور کو جنگل میں چرنے کے لئے چھوڑا تو اس کو اس وقت تک واپس نہ لائے یہاں تک کہ وہ پیٹ بھر کر کھائے اور پانی سے سیراب ہولےلیکن جانور کو جنگل میں چرنے کے لئے چھوڑنے کی ایک شرط یہ ہے کہ اس جنگل میں کوئی درندہ نہ ہو اور پانی بھی وہاں موجود ہو۔ پس اگر جانور کے لئے گھر پر بھی چارہ میسر ہو اور جنگل میں بھی چرانے کی سہولت ہو تو پھر جانور کے مالک کو اختیار ہے کہ وہ اپنی مرضی سے جو بھی صورت اختیار کرنا چاہے کرسکتا ہے۔ پس اگر جانور کے لئے جنگل میں چرانا اور گھر پر چارہ ڈالنا دونوں ضروری ہوں تو پھر دونوں کا انتظام کرنا مالک پر واجب ہے۔ پس اگر جانور پیاسا ہے اور جانور کے مالک کے پاس پانی ہے کہ یا تو وہ جانور کو پلادے یا اس سے طہارت حاصل کرے۔ اس صورت میں جانور کے مالک کے لئے ضروری ہے کہ وہ جانور کو پانی پلادے اور خود تیمم کرلے۔ پس اگر مالک اپنے جانور کو بھوکا اور پیاسا رکھے تو اس پر سختی کی جائے گی کہ یا تو وہ جانور کو چارہ وغیرہ کھلائے یا اس کو فروخت کردے یا اسے ذبح کرلے۔ اس لئے کہ جانور کو ہلاک ہونے سے بچانا بے حد ضروری ہے۔ پس اگر جانور کے مالک نے جانور کو چارہ وغیرہ نہ ڈالا تو حاکم کو اختیار ہے کہ وہ جو مصلحت سمجھے وہ کرے اور اگر جانور کے مالک کا کوئی ظاہری مال ہو تو وہ نفقہ میں فروخت کردیا جائے ورنہ بیت المال سے جانور کے لئے چارہ وغیرہ کا بندوبست کیا جائے۔

فائدہ مستحب ہے کہ جانور پر سوار ہوتے وقت وہ دعا پڑھی جائے جس کو حاکم و ترمذی نے نقل کیا ہے۔ حضرت علی بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کی خدمت میں موجود تھا تو آپ کے لئے ایک جانور لایا گیا تا کہ آپ اس پر سوار ہوں۔ پس جب آپ نے رکاب میں پاؤں رکھا تو ''بسم اللہ'' کہا پس جب آپ اس کی پشت پر بیٹھ گئے تو ''الحمد للہ'' کہا پھر یہ کلمات کہے ''سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ'' (اور کہو کہ پاک ہے وہ جس نے ہمارے لئے ان چیزوں کو مسخر کردیا ورنہ ہم انہیں قابو میں لانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ الزخرف آیت ۱۳) پھر اس کے بعد تین مرتبہ ''الحمد للہ'' اور تین مرتبہ اللہ اکبر کہا پھر اس کے بعد یہ کلمات کہے ''سُبْحَانَکَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ'' پھر اس کے بعد آپ مسکرائے۔ پس آپ سے کہا گیا اے امیر المومنین کونسی وہ چیز ہے جس پر آپ مسکرائے؟ آپؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی کرتے دیکھا ہے جیسے میں نے کیا ہے۔ پس میں نے پوچھا یا رسول اللہؐ آپ کیوں مسکرائے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک تیرے رب کو وہ بندہ بہت اچھا لگتا ہے جو کہتا ہے ''رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ'' اور وہ بندہ یہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی گناہ معاف نہیں کرسکتا۔

ابو القاسم طبرانی نے کتاب الدعوات میں عطاء سے اور انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ چوپائے (گھوڑے وغیرہ پر) سوار ہو اور اللہ کا نام لے تو شیطان اس کا ردیف بن جاتا ہے۔ پس شیطان اس سے کہتا ہے کہ گانا گاؤ' پس اگر سوار کو گانا اچھی طرح نہیں آتا تو شیطان اس کے دل میں طرح طرح کی خواہشات ڈالتا رہتا ہے یہاں تک کہ سوار اپنی سواری سے نیچے اتر جاتا ہے''

کتاب الدعوات میں حضرت ابو درداءؓ کی یہ روایت بھی مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سواری پر سوار ہوتے وقت یہ کلمات کہتا ہے ''بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ'' سُبْحَانَہٗ لَیْسَ لَہٗ سمی سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا

هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَ اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ''تو جانور کہتا ہے کہ اے ایمان والے اللہ تعالیٰ تجھے برکت عطا فرمائے تو نے میری پیٹھ کا بوجھ ہلکا کر دیا اور تو نے اپنے رب کی اطاعت کی اور اپنے لئے بھلائی کی۔ اللہ تعالیٰ تیرے سفر کو بابرکت بنائے اور تیری حاجت کو پورا فرمائے''

ابن ابی الدنیا نے محمد بن ادریس سے انہوں نے ابوالنضر دمشقی سے انہوں نے اسمٰعیل بن عیاش سے اور انہوں نے عمرو بن قیس ملائی سے روایت کی ہے کہ جب کوئی آدمی کسی دابہ (جانور) پر سوار ہوتا ہے تو وہ جانور کہتا ہے اے اللہ تو اس کو میرا دوست اور مجھ پر رحم کرنے والا بنا دے۔ پس جب آدمی اس جانور پر لعنت کرتا ہے تو وہ جانور کہتا ہے کہ جو ہم میں سے اللہ کا نافرمان ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

کامل ابن عدی میں مذکور ہے حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم جانوروں کو اڑنے پر مارو لیکن جانوروں کو پھسلنے پر نہ مارو۔''

مسئلہ: کسی بھی جانور پر دوسرے شخص کو اپنا ردیف بنا (یعنی اپنے پیچھے بٹھانا) لینا جائز ہے بشرطیکہ اس جانور میں دو سواریوں کا بوجھ اٹھانے کی استطاعت ہو اور اگر جانور کمزور ہو تو پھر جائز نہیں ہے۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے مجھے اپنا ردیف بنایا جب آپ عرفات سے مزدلفہ تشریف لائے پھر مزدلفہ سے منیٰ تک حضرت فضل بن عباسؓ کو اپنا ردیف بنایا اور نبی اکرم ﷺ نے واپسی پر حضرت معاذؓ کو اپنے ساتھ سوار کیا۔ آپؐ نے ان کو اس خچر پر سوار کیا تھا جس کو عفیر کہا جاتا تھا اور آپؐ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کو حکم دیا کہ وہ اپنی بہن عائشہؓ کو تنعیم لے جا کر عمرہ کرالائیں۔ پس حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے حضرت عائشہؓ کو اپنی سواری پر اپنے پیچھے ردیف بنایا اور نبی اکرم ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو اپنے پیچھے ردیف بنایا تھا جب آپؐ کا نکاح حضرت صفیہؓ سے خیبر کے مقام پر ہوا تھا (رواہ البخاری ومسلم)

جب سواری کا مالک کسی دوسرے آدمی کو اپنا ردیف بنائے تو سواری کا مالک آگے بیٹھنے کا زیادہ مستحق ہے اور سواری کا مالک ردیف کو اپنے پیچھے یا بائیں جانب بٹھائے۔ پس اگر سواری کا مالک ردیف کو اس کے احترام کی وجہ سے سواری پر اپنے آگے یا دائیں جانب بٹھائے تو یہ بھی جائز ہے۔

حافظ بن مندہ کی تحقیق کے مطابق جن افراد کو رسول اللہ ﷺ نے اپنا ردیف بنایا تھا ان کی تعداد ۳۳ ہے لیکن عقبہ بن عامر جہنیؓ ان میں شامل نہیں اور نہ ہی علماء حدیث وسیر نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے عقبہ بن عامر جہنیؓ کو اپنا ردیف بنایا تھا۔

طبرانی نے حضرت جابرؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ تین آدمی ایک جانور پر سوار ہوں۔

زمین کا وہ ''دابۃ'' (یعنی کیڑا) جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورہ سباء میں کیا ہے۔ اس سے مراد وہ کیڑا ہے جو لکڑی کو کھا جاتا ہے اور اسے گھن بھی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے'' فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ '' (پھر جب سلیمانؑ پر ہم نے موت کا فیصلہ نافذ کیا تو جنوں کو اس کی موت کا پتہ دینے والی کوئی اس گھن کے سوا نہ تھی جو اس کے عصا کو کھا رہا تھا۔ سورۃ سبا آیت ۱۴)

اس کی تفسیر یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنوں کو حکم دیا تھا کہ وہ ان کے لئے ایک محل تعمیر کریں۔ پس جب وہ محل تیار ہو گیا تو

حضرت سلیمان علیہ السلام خفیہ طور پر اس محل میں داخل ہوئے تا کہ اس میں آرام کریں۔ پس ایک نوجوان آپ کے محل میں داخل ہوا اور آپ کے پاس پہنچ گیا۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس نوجوان سے فرمایا کہ تم بلا اجازت اس محل میں کیسے داخل ہو گئے؟ پس اس نوجوان نے کہا کہ اجازت لے کر محل میں داخل ہوا ہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہیں کس نے اجازت دی ہے؟ پس اس نوجوان نے جواب دیا کہ مجھے اس محل کے مالک نے اجازت دی ہے۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ ملک الموت ہے اور یہ اس لئے آیا ہے تا کہ میری روح قبض کر لے۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے عصا پر ٹیک لگائی اور بیت المقدس کی تعمیر کا کام جاری تھا اس لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ بیت المقدس کی تعمیر جن وانس کے ہاتھوں پورا فرما۔ اس کے بعد ملک الموت نے آپ کی روح قبض کر لی چنانچہ جب بیت المقدس کی تعمیر مکمل ہو گئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے عصاء میں گھن کا کیڑا پیدا ہو گیا اور اس کیڑے نے آپ کے عصاء کو کھا کھا کر کھوکھلا کر دیا۔ پس وہ ٹوٹ گیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام بھی گر پڑے۔ اس وقت جنوں کو معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا وصال تو پہلے سے ہو چکا تھا پس جن آپس میں سرگوشی کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اگر ہمیں غیب کا علم ہوتا تو ہم اس ذلت سے دوچار نہ ہوتے یعنی بیت المقدس کی تعمیر کا کام نہ کرتے۔ پس جنات اس سے قبل یہ دعویٰ کرتے تھے کہ وہ غیب دان ہیں۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں کہ ملک الموت نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس بات سے آگاہ کر دیا تھا کہ آپ کی موت میں ایک ساعت باقی ہے۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کو طلب کیا اور انہیں محل تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ پس جب محل تعمیر ہو گیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے عصاء کے سہارے نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ پس آپ کا انتقال ہوا اس حال میں کہ آپ اپنے عصاء کے سہارے حالت قیام میں تھے چنانچہ جنات کا یہ معمول تھا کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے محراب کے گرد جمع ہو جاتے لیکن کسی کو جرأت نہیں ہوتی تھی کہ وہ نماز پڑھتے ہوئے آپ کو دیکھ سکے۔ پس جب بھی کوئی جن نماز کی حالت میں آپ کو دیکھتا تو وہ جل جاتا۔ پس ایک جن آپ کے قریب سے گزرا تو اسے کسی قسم کی آواز سنائی نہیں دی' پس وہ چلا گیا اور واپسی پر آپ کو سلام کیا لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے سلام کا جواب نہ سن کر جن نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو غور سے دیکھا تو اسے معلوم ہوا کہ آپ کی وفات ہو چکی ہے۔

پس لوگوں نے اس بات کو جان لیا کہ اگر جنات کے پاس غیب کا علم ہوتا تو وہ ایک سال تک ذلت کے عذاب میں کیوں مبتلا ہوتے۔ حضرت سلیمانؑ کی عمر ۵۳ سال تھی' اور آپ کے عصاء کو گھن نے کھا کھا کر کھوکھلا کر دیا اور آپ عصاء ٹوٹنے کی وجہ سے گر پڑے تھے۔

حضرت سلیمانؑ کا عصاء خروب کی لکڑی کا تھا' اس کے متعلق وضاحت کچھ یوں ہے کہ حضرت سلیمانؑ بیت المقدس میں عبادت فرماتے تھے تو ہر سال آپ کی محراب میں ایک درخت اگتا تھا۔ پس آپ اس سے سوال کرتے تیرا کیا نام ہے۔ پس وہ درخت جواب دیتا کہ میرا فلاں نام ہے' پس حضرت سلیمانؑ پوچھتے کہ تو کس چیز کیلئے کارآمد ہے؟ پس وہ درخت عرض کرتا کہ میں فلاں کام کے لئے کارآمد ہوں۔ پس اگر وہ درخت پھل دار بونے کے قابل ہوتا تو آپ اسے اکھڑوا دیتے' پس آپ حسب معمول بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کو ایک درخت اپنے سامنے اگا ہوا نظر آیا۔ پس آپ نے اس سے پوچھا تیرا کیا نام ہے' اس نے جواب دیا کہ میرا نام "خروبة" ہے اور میں اس لئے اگایا گیا ہوں کہ تا کہ آپ کی بادشاہت کو خراب کروں۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے کہ تحقیق میری

موت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ پس حضرت سلیمانؑ اس کیلئے مستعد ہو گئے اور اس درخت کا عصاء بنوالیا اور ایک سال کے کھانے پینے کا سامان اکٹھا کر لیا پس جن یہ سمجھتے تھے کہ شاید حضرت سلیمانؑ رات کو کھانا تناول فرماتے ہوں اور جو اللہ کا حکم تھا بالآخر وہ ہو کر ہی رہا۔

بیت المقدس کی تعمیر بیت المقدس کی تعمیر کا آغاز سب سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام نے کیا تھا' پس آپ بیت المقدس کو صرف ایک آدمی کے قد کے برابر کر سکے تھے کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ پس آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام آپ کے جانشین ہوئے تو انہوں نے بیت المقدس کی تعمیر کو مکمل کرنے کو پسند فرمایا۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات اور شیاطین کو جمع کیا اور ان کے درمیان کام تقسیم کر دیا۔ پس ہر جماعت کو اس کام کے لئے مخصوص کیا گیا جس کو وہ اچھی طرح کر سکتے تھے۔ پس جنات اور شیاطین کو سنگ رخام اور سنگ مرمر اکٹھا کرنے کے لئے بھیجا اور شہر کے متعلق حکم دیا کہ اسے سنگ رخام اور بڑے چوکور پتھروں سے تعمیر کیا جائے اور اس میں بارہ آبادیاں رکھی جائیں اور ہر آبادی میں ایک ایک خاندان رہے۔ پس جب شہر کی تعمیر سے فراغت حاصل ہوئی تو بیت المقدس کی تعمیر شروع کرنے کا حکم دیا۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کام کے لئے بھی شیاطین کے گروہوں کو حکم دیا۔ پس آپ نے شیاطین اور جنات کی جماعت کو کانوں سے سونا' چاندی اور یاقوت نکالنے اور شیاطین کی ایک جماعت کو سمندر سے موتی نکالنے اور ایک جماعت کو سنگ مرمر لانے کے لئے حکم دیا تھا۔ اس کے بعد ایک جماعت کو مشک و عنبر و دیگر خوشبوؤں کی تمام اشیاء کے حصول کیلئے روانہ کیا۔ پس جب یہ تمام چیزیں جمع ہو گئیں جن کی مقدار اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے۔ پھر اس کے بعد کاریگروں کو حاضر کیا گیا اور انہیں حکم دیا گیا کہ وہ بلند پتھروں کو تراش کر تختیاں بنائیں' یاقوت اور موتیوں میں سوراخ کریں اور جواہرات درست کریں۔ پس اس کے بعد مسجد کی تعمیر کا آغاز کر دیا گیا۔ پس مسجد کی دیواریں سفید' زرد اور سبز سنگ مرمر سے بنائی گئیں اور اس کے ستون بلور کے بنائے گئے اور اس کی چھت قیمتی جواہرات کی تختیوں سے پاٹ دی گئی' چھتوں' دیواروں اور ستونوں میں مروارید' یاقوت اور دیگر قسم کے یاقوت جڑ دیئے گئے۔ مسجد کے صحن میں فیروزہ کی تختیاں نصب کر دی گئیں' پس جب مسجد کی تعمیر مکمل ہو گئی تو زمین پر کوئی بھی عمارت اس جیسی خوبصورت نہیں بنائی گئی تھی اور یہ مسجد رات کو چودھویں کے چاند کی طرح چمکتی تھی۔ پس جب حضرت سلیمان علیہ السلام اس کام سے فارغ ہوئے تو آپ نے بنی اسرائیل کے علماء کو جمع کیا اور فرمایا کہ میں نے بیت المقدس کو صرف اور صرف اللہ کیلئے بنایا ہے اور ''مسجد بیت المقدس'' کی تعمیر کے دن کو عید کا دن بنایا ہے۔

فائدہ بعض اہل علم کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے جنات کو مسخر کر دیا تھا اور ان کو حکم دیا تھا کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی اطاعت کریں اور جنات کو احکام کا پابند کرنے کے لئے ان پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا تھا جس کے ہاتھ میں آگ کا ایک کوڑا ہوتا تھا پس جنات میں سے کوئی ایک بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کی نافرمانی کرتا تو وہ فرشتہ اس کو کوڑے سے مارتا جس سے وہ جن جل جاتا۔

مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تانبے کا ایک چشمہ جاری فرمایا تھا جو تین دن اور تین رات تک اس طرح بہتا رہتا تھا جیسے پانی بہتا ہے اور یہ چشمہ ملک یمن میں تھا۔ پس لوگ آج تک تانبے سے مستفید ہو رہے ہیں یہ اسی چشمہ کا فیض ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے جاری فرمایا تھا۔

حاکم نے حضرت ابن عباسؓ سے مروی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب نماز کے لئے اپنی نماز کی جگہ کھڑے ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک درخت اگا ہوا ہے۔ پس آپ نے فرمایا تیرا کیا نام ہے۔ پس درخت نے جواب دیا کہ میرا فلاں نام ہے پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ تو کس چیز کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ پس اس نے جواب دیا کہ میں فلاں فلاں کام کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ پس اگر وہ درخت کسی بیماری کے لئے بطور دوا کارآمد ہوتا تو حضرت سلیمان علیہ السلام اس کو قلمبند کر لیتے اور اگر وہ کوئی پھل دار درخت ہوتا تو اس کو دوسری جگہ لگوا دیتے پس حضرت سلیمانؑ حسب معمول اپنی عبادت کی جگہ پر تشریف لائے تو آپ نے ایک درخت دیکھا۔ پس آپ نے فرمایا تیرا کیا نام ہے۔ اس درخت نے جواب دیا کہ میں خروب ہوں، پس حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ تو کس لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس نے کہا کہ اس گھر کو تباہ و برباد کرنے کیلئے۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا اے اللہ میری موت کو جنات پر مخفی کرنا یہاں تک کہ انسانوں کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ جنات کو غیب کا علم نہیں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ (اے سلیمان اگر تمہاری یہ خواہش ہے کہ تمہاری موت جنات سے مخفی رہے تو) تم خروب کے درخت کا ایک عصاء بناؤ اور اس پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو جاؤ۔ پس حضرت سلیمانؑ نے ایسا ہی کیا۔ پس گھن نے عصاء کو کھا کر کھوکھلا کر دیا اور آپ عصاء کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے گر پڑے۔ پس اس وقت جنات کو معلوم ہوا کہ حضرت سلیمانؑ کا انتقال ہو چکا ہے۔ پس انسانوں کو معلوم ہو گیا کہ اگر جنات کے پاس غیب کا علم ہوتا تو وہ ایک سال تک ذلت کے عذاب میں مبتلا نہ ہوتے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جنات آپس میں کہنے لگے کہ اگر ہمیں علم غیب ہوتا تو ہم ایک عرصہ تک اس ذلت کے عذاب کو کیوں برداشت کرتے بلکہ جس وقت حضرت سلیمانؑ کی روح قبض کی گئی اسی وقت تک بیت المقدس کی تعمیر کا کام چھوڑ دیتے۔

قرب قیامت کی ایک نشانی

وہ ''دابۃ'' جو قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ'' (اور جب ہماری بات پوری ہونے کا وقت آ پہنچا تو ہم ان کے لئے ایک جانور زمین سے نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گے۔ سورۃ النمل آیت ۸۲)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس ''دابۃ'' کا خروج اس وقت ہوگا جب لوگ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا ترک کر دیں گے۔ اس ''دابۃ'' کی لمبائی ساٹھ ہاتھ ہوگی' اس کے ہاتھ پاؤں ہوں گے اور بدن پر بال بھی ہوں گے اور یہ ''دابۃ'' متعدد جانوروں کے مشابہ ہوگا۔ پس کوہ صفا پھٹے گا اور اس میں سے یہ ''دابۃ'' نمودار ہوگا۔ پس یہ ''دابۃ'' جمعہ کی رات کو نکلے گا جبکہ لوگ منیٰ میں جانے کے لئے اکٹھے ہوں گے۔ اس ''دابۃ'' کے خروج کے متعلق اہل علم کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض اہل علم کے نزدیک یہ ''دابۃ'' پتھر سے نکلے گا اور بعض کے نزدیک اس کا خروج طائف کے علاقے سے ہوگا اور بعض اہل علم کا یہ قول ہے کہ اس ''دابۃ'' کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی اور اگر کوئی شخص اس کو پکڑنے کی کوشش کرے گا تو نہیں پکڑ سکے گا اور کوئی اس سے بھاگنا چاہے گا تو بھاگ بھی نہیں سکے گا۔ پس یہ ''دابۃ'' عصاء سے مومن کو مارے گا اور اس کی پیشانی پر مومن لکھ دے گا اور انگوٹھی سے کافر پر مہر لگائے گا اور کافر کی پیشانی پر کافر لکھ دے گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں ''دابۃ'' کا خروج تین مرتبہ ہوگا۔ پہلی

مرتبہ ''دابة'' (جانور) اقصائے یمن سے نکلے گا۔ پس اس کا تذکرہ جنگل میں پھیل جائے گا لیکن اس کا تذکرہ مکہ مکرمہ میں نہیں ہوگا پھر طویل عرصہ کے بعد دوسری مرتبہ یہ جانور مکہ مکرمہ کے قریب سے نمودار ہوگا۔ پس اس کا تذکرہ مکہ مکرمہ میں بھی ہوگا اور اس کا ذکر جنگل میں بھی ہوگا۔ پھر ایک مدت گزر جائے گی تو ایک دن لوگ ایسی عظیم مسجد میں ہوں گے جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے اور اللہ کی پسندیدہ ترین مسجد مسجد حرام ہے۔ پس وہ جانور مسجد حرام میں داخل نہیں ہوگا بلکہ وہ مسجد کے ایک کونے میں رکن اسود اور باب بنی مخزوم کے درمیان ہوگا۔ پس لوگ وہاں سے متفرق ہو جائیں گے اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کے پاس ٹھہری رہے گی اور وہ جان لیں گے کہ راہ فرار اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کیا جاسکتا۔ پس وہ اپنے چہروں سے گرد جھاڑیں گے جس سے ان کے چہرے چمک کر ایسے ہو جائیں گے جیسے چمکتے ہوئے ستارے ہوں' اس کے بعد ''دابة'' (جانور) زمین پر اس طرح چلے گا کہ نہ کوئی پانے والا اسے پا سکے گا اور نہ کوئی اس سے فرار ہونے والا فرار ہو سکے گا۔ یہاں تک کہ ایک آدمی نماز کے ذریعے اس جانور سے پناہ مانگتا ہوگا تو یہ اس کے پاس اس کی پیٹھ کی طرف آ کر کہے گا اے فلاں اب تو نماز پڑھتا ہے۔ پس وہ آدمی اس کی طرف متوجہ ہوگا تو وہ جانور اس کے چہرہ پر داغ لگائے گا۔ پھر وہ چلا جائے گا اور لوگ اپنے شہروں میں ایک دوسرے کی ہم نشینی میں رہیں گے اور سفر میں ایک دوسرے کے ساتھ اور مالوں میں ایک دوسرے کے شریک ہوں گے۔ مومن کافر سے ممتاز ہوگا یہاں تک کہ کافر کہے گا اے مومن میرا فیصلہ کر اور مومن کہے گا اے کافر میرا فیصلہ کر۔ (رواہ الحاکم فی المستدرک)

سہیلیؒ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے سوال کیا کہ مجھے وہ جانور دکھلائیں جو لوگوں سے گفتگو کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس جانور کو زمین سے نکالا' پس موسیٰ علیہ السلام نے دہشت ناک منظر دیکھا اور عرض کیا اے میرے پروردگار اس کو واپس کر دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو واپس کر دیا۔

وہ ''دابة'' (جانور) جو قیامت کے قریب ظاہر ہوگا اس کا نام ''اقصد'' ہے جیسا کہ محمد بن حسن المقری نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ اس جانور کے متعلق ایک روایت یہ ہے کہ اس کا خروج اس وقت ہوگا جب بھلائی ختم ہو جائے گی اور لوگ نہ تو نیکی کا حکم دیں گے اور نہ ہی منکرات سے کسی کو روکیں گے اور نہ کوئی منیب ہوگا اور نہ ہی کوئی تائب ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ ''دابة'' (جانور) کا خروج اور مغرب سے سورج کا طلوع ہونا قیامت کی شرائط میں سے پہلی شرط ہے لیکن اس بات کا یقین نہیں ہے کہ جانور کا خروج پہلے ہوگا یا سورج کا مغرب سے طلوع ہونا پہلے ہوگا اور اسی طرح دجال کے متعلق بھی یہی بات ہے۔ حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ طلوع شمس آخر میں ہوگا اور وہ جانور جو قیامت کے قریب نکلے گا وہ ایک ہوگا اور یہ روایت کہ وہ جانور ہر شہر میں نمودار ہوگا اس سے مراد اس کی نوع ہے جو روئے زمین میں پھیلی ہوئی ہے اور وہ ایک نہیں ہے پس اس توضیح کے مطابق اللہ تعالیٰ کا قول ''دابة'' اسم جنس ہوگا۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس جانور سے مراد وہ سانپ ہے جو خانہ کعبہ کے اندر تھا اور جب قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر کا ارادہ کیا تھا تو عقاب نے اس سانپ کو خانہ کعبہ سے اچک لیا اور اسے اٹھا کر حجون کے اندر ڈال دیا تھا۔ پس وہاں کی زمین اس

سانپ کونگل گئی تھی، پس یہی ''دابۃ'' (جانور) زمین سے نکلے گا اور لوگوں سے کلام کرے گا۔ نیز یہ جانور مقام صفا کے پاس سے نکلے گا۔ محمد بن حسن المقری نے کہا ہے کہ یہ روایت غریب ہے اور دوسرے اہل علم کا بھی یہی قول ہے۔

قرطبیؒ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے قریب نکلنے والے جانور سے مراد حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا بچہ ہے۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ وہ جانور نکلے گا لیکن اس کے لئے رَغَا (یعنی بلبلانا) ہوگا اور لفظ ''رَغَا'' (یعنی بلبلانا) صرف اونٹ کے لئے خاص ہے۔ یہ قول غریب ہے۔

امام ذہبی کی میزان میں مذکور ہے کہ جابر جعفر سے مروی ہے کہ ''دابۃ الارض'' سے مراد حضرت علیؓ ہیں۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ جابر جعفی شیعہ تھا اور رجعت کا قائل تھا یعنی اس کا نظریہ یہ تھا کہ حضرت علیؓ دنیا میں دوبارہ آئیں گے۔

امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا اور عطاء بن ابی رباح سے زیادہ افضل کسی کو نہیں پایا۔ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مجھے سفیان بن عیینہ نے خبر دی ہے کہ ہم جابر جعفی کے گھر میں تھے۔ پس اس نے مجھ سے کچھ کہا، پس ہم وہاں سے اس خوف سے باہر نکلے کہ کہیں ہم پر مکان کی چھت نہ گر پڑے۔

اہل علم کے درمیان جانور کی کیفیت اور اس کے حالات کے متعلق سخت اختلاف ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک وہ جانور انسانی صورت میں ہوگا اور بعض اہل علم کے نزدیک اس جانور میں تمام مخلوق کی صفات پائی جائیں گی۔

فائدہ مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے ''اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ'' (یعنی ہم ان کے لئے ایک جانور زمین سے نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا۔ سورۃ النمل آیت ۸۲) پس وہ جانور انسانوں کے ساتھ کیا کلام کرے گا۔ سدی نے کہا ہے کہ اس جانور کی گفتگو یہ ہوگی کہ وہ دین اسلام کے علاوہ تمام ادیان کو باطل قرار دے گا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس جانور کا کلام یہ ہوگا کہ وہ ایک آدمی سے کہے گا کہ یہ مومن ہے اور دوسرے سے کہے گا کہ یہ کافر ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس جانور کا کلام وہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور وہ یہ ہے ''اِنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ'' (بے شک لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے) نیز وہ جانور عربی زبان میں لوگوں کے ساتھ گفتگو کرے گا۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ وہ ''دابۃ'' نہیں ہوگا مگر یہ کہ اس کے سانپ جیسی دم ہو۔ گویا کہ حضرت علیؓ کا اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ وہ جانور انسانی شکل میں زمین سے نکلے گا لیکن اکثر اہل علم کا یہی قول ہے کہ وہ چوپایہ کی شکل میں نمودار ہوگا۔

دابۃ کی شکل وصورت ابن جریج نے حضرت ابو زبیرؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ''دابۃ'' کے یہ وصف بیان کئے ہیں۔ پس انہوں نے فرمایا کہ اس جانور کا سر بیل کا سر اور آنکھیں خنزیر کی اور اس کے کان ہاتھی کے کانوں کی طرح ہوں گے اور اس کے سینگ بارہ سنگھے کے سینگوں کی طرح اور اس کا سینہ شیر کے سینے کی طرح، رنگ چیتے جیسا اور اس کی کوکھ بلی جیسی ہوگی اور اس کی دم مینڈھے کے مشابہ اور اس کے پاؤں اونٹ کے پاؤں کی طرح ہوں گے اور اس کے ہر جوڑ کے درمیان کا فاصلہ بارہ ہاتھ کا ہوگا۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ''دابۃ'' صفا کے پھٹنے کے بعد صفا سے نکلے گا اور وہ گھوڑے کی طرح تیز رفتار ہوگا۔

حضرت حذیفہ بن یمانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک ''دابۃ'' اس مسجد کے قریب سے نمودار ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مساجد سے افضل ہے۔

پس جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیت اللہ کا طواف کررہے ہوں گے اور مسلمان بھی آپ کے ہمراہ ہوں گے پس زمین ان کے نیچے سے حرکت کرے گی اور مسعی کے قریب سے صفا پہاڑ پھٹ جائے گا اور صفا پہاڑ چمکدار اور پروں والا ہوگا نہ تو کوئی تلاش کرنے والا اس جانور کو پاسکے گا اور نہ ہی کوئی راہ فرار اختیار کرنے والا اس جانور سے مامون ہوگا۔ پس وہ جانور لوگوں پر مومن و کافر ہونے کی علامت لگائے گا۔ پس وہ مومن کے چہرہ کو اس حالت میں چھوڑ دے گا کہ مومن کا چہرہ اس طرح چمکے گا جیسے ستارے چمکتے ہیں اور مومن کی دونوں آنکھوں کے درمیان لفظ مومن لکھ دے گا۔ اسی طرح وہ جانور کافر کے چہرہ پر ایک سیاہ نقطہ لگا کر اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لفظ کافر لکھ دے گا۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے عصاء سے صفا پہاڑ کو کھٹکھٹایا حالانکہ آپ حالت احرام میں تھے اور فرمایا کہ بے شک ''دابۃ'' میرے اس عصا کی آواز کو سن رہا ہے (جس سے میں پہاڑ کو کھٹکھٹا رہا ہوں) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ''دابۃ'' کا خروج ابوقبیس کی گھاٹی سے ہوگا اور اس کا سر بادلوں میں ہوگا اور اس کے پاؤں زمین میں ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ فرمایا سب سے بری گھاٹی اجیاد کی گھاٹی ہے۔ آپؐ سے پوچھا گیا یارسول اللہ ﷺ اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس سے ''دابۃ'' کا خروج ہوگا۔ پس وہ جانور تین مرتبہ ایسی چیخ مارے گا کہ مشرق و مغرب کا ہر شخص اس چیخ کو سن لے گا۔

بعض اہل علم نے فرمایا ہے کہ اس جانور کا چہرہ انسان کے چہرہ کے مشابہ ہوگا اور بقیہ تمام جسم پرندے کے مشابہ ہوگا۔ پس وہ جانور ہر اس شخص سے کلام کرے گا جو اس کو دیکھے گا۔ وہ کہے گا کہ مکہ والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید پر یقین نہیں رکھتے تھے۔

مسئلہ: اگر کسی آدمی نے کسی کے لئے ''دابۃ'' کی وصیت کی تو اس سے مراد گھوڑا' گدھا اور خچر ہوں گے۔ اس لئے کہ ''دابۃ'' ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جو زمین پر چلتی ہے لیکن عرف عام میں یہ لفظ صرف چوپاؤں کے لئے مستعمل ہے۔ اس لئے عرف کے اعتبار سے ہی وصیت پر عمل کیا جائے گا اور اگر ایک شہر میں عرف ثابت ہوگیا تو یہی عرف دوسرے شہروں میں قابل قبول ہوگا۔ جیسا کہ کسی نے قسم کھائی کہ وہ ''دابۃ'' پر سواری نہیں کرے گا' پس اگر وہ شخص کسی کافر پر سوار ہوگیا تو وہ حانث نہیں ہوگا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کافر کے لئے بھی ''دابۃ'' کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

اسی طرح اگر کسی نے قسم اٹھائی کہ وہ روٹی نہیں کھائے گا لیکن اس نے چاول کی روٹی کھالی تو وہ حانث ہو جائے گا۔

ابن سریج نے کہا ہے کہ امام شافعیؒ نے اس کو اہل مصر کے عرف پر محمول کیا ہے کہ اگر سواری سے ان کی مراد تمام جانور ہیں تو لفظ ''دابۃ'' سے بھی وہی مراد ہوگا لیکن اگر عرف عام میں ''دابۃ'' سے مراد گھوڑا ہو تو پھر جس کے لئے وصیت کی گئی ہے اسے گھوڑا ہی دیا جائے گا جیسے کہ اہل عراق کا طریقہ ہے۔ لفظ ''دابۃ'' کے مفہوم میں چھوٹا' بڑا' مذکر و مونث' عمدہ و خراب ہر قسم کا جانور شامل ہوگا۔

متولی کا قول ہے کہ وصیت میں ہر وہ جانور دیا جائے گا جس پر سواری ممکن ہو۔

مسئلہ : سواری پر بلاضرورت دیر تک ٹھہرنا اور اس سے کسی ضرورت کے لئے بھی نیچے نہ اترنا مکروہ ہے۔

سنن ابی داؤد اور بیہقی میں حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے جانوروں کی پشتوں کو منبر نہ بناؤ۔ پس اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے تا کہ تم ان کے ذریعے ایسے مقام تک پہنچ سکو جہاں تم بغیر مشقت کے نہیں پہنچ پاتے اور تمہارے لئے زمین میں رہنے کی جگہ بنائی۔ پس تم انہی جانوروں سے اپنی ضروریات کو پورا کرو۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ جانوروں کی پشت پر کسی ضرورت کی بناء پر ٹھہرنا جائز ہے اور اس کی دلیل مسلم و ابو داؤد کی یہ روایت ہے۔ حضرت ام حصین احمیسہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا اور یہ حج حجۃ الوداع تھا۔ پس میں نے حضرت اسامہؓ اور بلالؓ کو دیکھا کہ ان میں سے ایک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹ کی نکیل تھامے ہوئے تھا اور دوسرا کپڑے کو بلند کر کے آپ کی گرمی سے حفاظت کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ آپؐ نے جمرہ عقبہ کی رمی فرمائی۔'' امام احمد نے بھی اسی قسم کی روایت نقل کی ہے۔

شیخ عز الدین بن عبدالسلام نے فتاویٰ موصلیہ میں نقل کیا ہے کہ چوپایوں پر سواری اس وقت ممنوع ہے جس وقت سواری بطور تفریح ہو لیکن جانور پر طویل وقت تک سواری صحیح مقاصد کے لئے مستحب ہے جیسا کہ وقوف عرفات میں سواری روک کر وقوف کرنا۔ اسی طرح بعض صورتوں میں جانور پر طویل وقت تک سواری کرنا واجب ہوگا جیسے کہ مشرکین کے ساتھ جنگ کے موقع پر اپنی سواری پر سوار رہنا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتے ہوئے سواری پر طویل مدت تک سوار رہنا واجب ہے اور جہاد فی سبیل اللہ کے وقت جبکہ دشمن کی طرف سے حملہ کا اندیشہ ہو تو سواری پر طویل وقت تک سوار رہنا واجب ہے اور ان مسائل میں علماء کے درمیان اختلاف نہیں ہے۔ ام حصینؓ کی حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ محرم کے لئے جائز ہے کہ وہ جب سواری پر سوار ہو یا سواری سے اترے تو وہ سایہ گیر ہو سکتا ہے اور اکثر اہل علم نے اس کی اجازت دی ہے لیکن امام مالکؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ محرم کے لئے مکروہ ہے کہ وہ سواری پر سوار ہونے کی حالت میں سایہ گیر ہو۔ ان کی دلیل حضرت ابن عمرؓ کی یہ روایت ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے اپنے کجاوے پر ایسی لکڑی رکھی تھی جس کی دو شاخیں تھیں اور اس نے اس لکڑی پر کپڑا ڈال رکھا تھا تا کہ وہ اس کے ذریعے سایہ حاصل کر سکے اور وہ حالت احرام میں تھا۔ پس حضرت ابن عمرؓ نے اس سے فرمایا اس کی حرمت اسی طرح واضح ہے جیسے سورج کی روشنی واضح ہوتی ہے۔

چنانچہ '' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ جانوروں کی پشت کو منبر نہ بناؤ'' سے مراد یہ ہے کہ جانوروں کی پشت کو بغیر کسی ضرورت کے اپنی جائے قیام نہ بناؤ۔

ریاشی نے کہا ہے کہ میں نے احمد بن معدل کو سخت گرمی کے دنوں میں کھڑے ہوئے دیکھا اور سورج کی تپش اس وقت بہت زیادہ تھی۔ پس میں نے ان سے کہا اے ابوالفضل جانور پر سواری کے دوران سایہ حاصل کرنے کے متعلق آپ نے اختلاف کیا ہے۔ پس اگر آپ وسعت سے کام لیتے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ پس اس پر ابوالفضل نے یہ اشعار کہے ؎

ضَحَّیۡتُ لَهٗ کَیۡ اسۡتَظِلُّ بِظِلِّهٖ   اِذَا الظِّلُّ اَضۡحٰی فِی الۡقِیَامَةِ قَالِصًا

''میں دھوپ میں کھڑا ہوں تا کہ قیامت میں (اللہ تعالیٰ) کا سایہ حاصل کروں جبکہ سایہ کا نام ونشان بھی نہ ہوگا''

فَوَا أَسَفَا اِنْ كَانَ سَعُيُكَ بَاطِلًا وَيَاحَسُرَتَا اِنْ كَانَ حَجُّكَ نَاقِصًا

''پس افسوس ہے کہ اس کے باوجود کوششیں باطل ہو جائیں گی اور اگر حج ناقص رہ جائے تو کیسی حسرت ہوگی''۔

احمد بن معدل بصری تھے اور امام مالکؒ کے مسلک پر عمل پیرا تھے نیز ان کا شمار بصرہ کے زاہدوں میں ہوتا تھا۔ احمد بن معدل کے بھائی عبدالصمد بن معدل بہت بڑے شاعر تھے۔

الداجن

''الداجن'' اس سے مراد وہ بکری ہے جس کو لوگ گھروں میں پالتے ہیں۔ اسی طرح اونٹنی اور گھریلو کبوتروں کے لئے بھی ''الداجن'' کا لفظ مستعمل ہے۔ اہل لغت نے کہا ہے کہ ''دواجن البیوت'' سے مراد وہ بکری اور پرندے ہیں جو مانوس ہو جائیں اور ان کا قیام گھر میں ہو۔ ابن السکیت نے کہا ہے ''شاۃ داجن'' یا ''شاۃ راجن'' سے مراد وہ بکری ہے جو گھر سے مانوس ہو جائے۔ بعض عرب ''داجن'' کی بجائے ''ہا'' کے ساتھ ''داجنۃ'' بولتے ہیں۔ اسی طرح بکری کے علاوہ دوسرے جانوروں پر جیسے شکاری کتا وغیرہ پر بھی ''الداجن'' کا اطلاق ہوتا ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ جوہری نے لبیدؓ کے متعلق اشعار کہے ہیں اس کا تذکرہ انشاء اللہ عنقریب ''قنفذ'' کے تحت آئے گا اور ابو دجانہ جس کی کنیت سماک بن خرشہ ہے کا ذکر بھی اسی عنوان کے تحت آئے گا۔

حدیث میں ''داجنۃ'' کا تذکرہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت میمونہؓ نے انہیں خبر دی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج مطہرات کے پاس ایک گھریلو بکری تھی۔ پس اس کی موت واقع ہو گئی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے بکری کی کھال کیوں نہیں نکالی کہ تم اس سے نفع حاصل کرتی۔ (رواہ مسلم)

سنن اربعہ میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رجم اور رضاعۃ الکبیر کے متعلق قرآن کریم کی دس آیتیں نازل ہوئی تھیں اور وہ ایک صحیفہ میں لکھی ہوئی میرے بستر کے نیچے رکھی ہوئی تھیں۔ پس جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو ایک پالتو بکری کمرے میں داخل ہوئی اور ان کو کھا گئی''۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ ہمارے پاس ایک پالتو بکری تھی۔ پس جب رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف فرما ہوئے تو وہ بکری بھی وہاں بیٹھی رہتی اور جب آپ ﷺ باہر تشریف لے جاتے تو وہ بکری بھی باہر چلی جاتی۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ''دواجن'' کا مثلہ کرنے والے پر لعنت کرتا ہے۔

عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ عضباء گھریلو اونٹنی تھی۔ پس اسے کسی حوض اور کسی گھر سے نہیں روکا جاتا تھا اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی تھی۔

حدیث افک میں مذکور ہے کہ ''الداجن'' (پالتو بکری) گھر میں داخل ہوتی، پس وہ گوندھے ہوئے آٹے کو کھا جاتی جو حضرت عائشہؓ نے گوندھا تھا۔

اختتامیہ دجین بن ثابت ابوالغصن یربوعی بصری نے عمرو بن ہشام بن عروہ بن زبیر کے غلام اسلم سے روایت کی ہے چنانچہ ان کے متعلق محدثین کرامؒ کی رائے درج ذیل ہے۔

ابن معینؒ نے فرمایا ہے کہ ان کی حدیث کچھ بھی نہیں ہے۔ ابو حاتمؒ اور ابو زرعہؒ نے فرمایا ہے کہ یہ ضعیف ہیں۔ امام نسائیؒ نے فرمایا ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہیں۔ دار قطنی وغیرہ کا یہ قول ہے کہ یہ قوی الحدیث نہیں ہیں۔ ابن عدیؒ نے فرمایا ہے کہ ہمیں ابن معین سے یہ روایت پہنچی ہے کہ دجین سے مراد جحا ہے۔ امام بخاریؒ نے فرمایا ہے کہ دجین سے مراد دجین بن ثابت الغصن ہیں جنہیں سلمہؒ اور ابن مبارک سے حدیث کی سماعت کا شرف حاصل ہے اور ان سے وکیعؒ نے روایت کی ہے۔

عبدالرحمٰن بن مہدی نے فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ دجین یعنی جحا نے ہم سے کہا کہ ''حَدَّثَنِی مَوْلٰی لِعُمَرَ بِنَ عَبْدَالْعَزِیْزُ'' پس ہم نے دجین سے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز کے غلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نہیں پایا۔ پس دجین نے جواب دیا کہ میری مراد تو اسلم ہے جو حضرت عمر بن خطابؓ کے غلام تھے۔

عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کیوں نہیں بیان فرماتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا پس اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔''

حمزہ اور میدانی نے ''الامثال'' میں کہا ہے کہ جحا کا تعلق بنی فزارہ سے تھا اور اس کی کنیت ابوالغصن تھی اور یہ لوگوں میں سب سے زیادہ بے وقوف تھا۔ پس جحا کی حماقت کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔ موسیٰ بن عیسیٰ ہاشمی کہتے ہیں کہ ایک دن میں جحا کے پاس گیا تو وہ زمین کھودرہا تھا؟ میں نے اس سے پوچھا اے ابوالغصن تجھے کیا ہوا کہ تو زمین کھودرہا ہے؟ پس اس نے کہا کہ میں نے اس صحرا میں چند درہم دفن کئے ہیں لیکن میں اس مقام کو بھول گیا ہوں جہاں ان کو دفن کیا تھا۔ پس میں نے جحا سے کہا کہ تمہیں چاہیے تھا کہ درہم کو دفن کرنے کی جگہ پر کوئی نشان وغیرہ لگا دیتے۔ پس اس نے کہا تحقیق میں نے ایسا ہی کیا تھا۔ پس میں نے کہا کہ وہ کیا علامت تھی۔ پس جحا نے جواب دیا کہ اس وقت بادل کا ایک ٹکڑا اس پر سایہ فگن تھا لیکن اب مجھے وہ بھی دکھائی نہیں دیتا۔

جحا کی حماقت کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ جحا اپنے گھر رات کے وقت باہر نکلا' اتفاقاً اس کے دروازے کے قریب کسی مقتول کی لاش پڑی تھی لیکن اندھیرا ہونے کی وجہ سے جحا کو وہ نظر نہیں آئی اور وہ اس سے ٹکرا کر گر پڑا۔ پس جحا نے اس لاش کو اٹھا کر کنویں میں ڈال دیا۔ پس جب جحا کے باپ کو اس کی حرکت کا پتہ چلا تو اس نے کنویں سے لاش نکال کر کہیں دفن کردی اور ایک مینڈھے کا گلا گھونٹ کر ہلاک کردیا اور اسے کنویں میں ڈال دیا۔ چنانچہ مقتول کے ورثا کوفہ کی گلیوں میں اس کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ پس جحا نے ان سے ملاقات کی اور کہا کہ ہمارے گھر کے کنویں میں ایک مقتول کی لاش پڑی ہے پس تم اسے دیکھ لو شاید کہ وہ تمہارے ساتھی ہی کی لاش ہو۔ پس وہ لوگ جحا کے ساتھ چل دیئے۔ پس انہوں نے جحا کو لاش نکالنے کے لئے کنویں میں اتارا۔ پس جب وہ کنویں میں اترا تو اس نے وہاں ایک سینگوں والا مینڈھا پایا چنانچہ جحا بہت نادم ہوا اور کہنے لگا کہ کیا تمہارے ساتھی کے سینگ بھی تھے۔ پس وہ لوگ ہنس پڑے اور وہاں سے واپس لوٹ گئے۔

جحا کی حماقت کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ ابومسلم خراسانی صاحب الدعوۃ جب کوفہ پہنچے (تو لوگ آپ کا استقبال کرنے کے لئے جمع ہوگئے) پس آپ نے ان سے پوچھا کہ تم میں کوئی جحا کو پہچانتا ہے تو اسے میرے پاس لاؤ۔ پس یقطین نے کہا کہ میں جحا سے واقف ہوں۔ پس وہ جحا کو بلانے کے لئے گیا۔ پس جب جحا ابومسلمؒ کے پاس پہنچا تو وہاں ابومسلمؒ اور یقطین کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ پس جحا نے کہا اے یقطین تم میں سے ابومسلم کون ہے؟

''اسم جحا'' غیر منصرف ہے کیونکہ یہ ''جاح'' سے معدول ہے جیسے کہ عمر' عامر سے معدول ہے۔ جب تیر پھینک دیا جائے تو اس وقت کہا جاتا ہے ''جَحَا یَجْحُو جَحْوا''۔

الدارم

''الدارم'' اس سے مراد سیہی ہے۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس کا مفصل ذکر انشاءاللہ عنقریب باب القاف میں القنفذ کے تحت آئے گا۔

الدبیٰ

''الدبیٰ'' (دال کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد ٹڈی ہے نیز اس کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ''الدبیٰ'' سے مراد وہ ٹڈی ہے جو اڑنے کے قابل نہ ہوئی ہو۔ اس کے واحد کے لئے ''دباۃ'' کا لفظ مستعمل ہے۔ راجز شاعر نے کہا ہے کہ ؎

کان خوف قرطها المعقوب   علی دباة أو علی يعسوب

''جیسا کہ ہدہد کہ اس کے بازو تیر انداز نے توڑ دیئے ہیں اور اب وہ راستہ میں پھڑ پھڑاتا ہے لیکن اڑنے کی استطاعت نہیں پاتا۔''

''ارض مدبیۃ'' وہ زمین ہے جہاں ٹڈیاں بکثرت ہوں۔ اہل عرب ضرب المثل کے طور پر کہتے ہیں ''اکثر من الدبی'' (وہ ٹڈی سے بھی زیادہ ہیں)

حدیث میں ''الدبیٰ'' کا تذکرہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹڈی کی مانند کہ طاقتور کمزور کو کھائے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ تحقیق ''الجراد'' کے عنوان کے تحت ٹڈی پر گفتگو ہو چکی ہے۔

الدُب

''الدُب'' اس سے مراد ریچھ ہے اور یہ ایک معروف درندہ ہے۔ اس کے مونث کے لئے ''دُبَۃ'' کا لفظ مستعمل ہے اور اس کی کنیت ابوجہینہ' ابوالجلاح' ابوسلمہ' ابوحمید' ابوقتادہ اور ابواللماس ہیں۔ ''ارض مدبہ'' اس زمین کو کہا جاتا ہے جہاں ریچھ بکثرت پائے جاتے ہوں۔

ریچھ کی عادات وخصوصیات ریچھ تنہائی پسند ہوتا ہے' پس جب موسم سرما آتا ہے تو اپنی قیام گاہ میں داخل ہو جاتا ہے جو اس نے

نشیبی علاقوں میں بنائی ہوئی ہوتی ہے اور یہ وہاں سے باہر نہیں نکلتا یہاں تک کہ ہوا معتدل نہ ہو جائے۔ پس جب اسے بھوک محسوس ہوتی ہے تو یہ اپنے ہاتھ پاؤں چاٹ لیتا ہے۔ پس اس کی بھوک ختم ہو جاتی ہے۔ ریچھ موسم ربیع میں اپنی قیام گاہ سے باہر نکلتا ہے تو اس وقت یہ بہت فربہ ہو جاتا ہے۔ ریچھ مختلف طبیعتوں کا حامل درندہ ہے کیونکہ اس کی خوراک میں وہ تمام چیزیں بھی شامل ہیں جو درندے کھاتے ہیں اور وہ چیزیں بھی جو چوپائے کھاتے ہیں۔ نیز یہ وہ چیزیں بھی کھاتا ہے جو انسان کی غذا ہے۔ ریچھ کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ جب اس پر شہوت کا غلبہ ہوتا ہے تو یہ اپنی مادہ کو لے کر کسی ویران جگہ پہنچ جاتا ہے اور مادہ کو چت لٹا کر جفتی کرتا ہے۔ پس جب مادہ بچے جنتی ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا گوشت کا لوتھڑا ہے اور ان بچوں کے ہاتھ' پاؤں اور دم وغیرہ کی تمیز نہیں کی جا سکتی۔ پس ریچھنی اپنے بچوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتی رہتی ہے اس خوف سے کہ کہیں چیونٹیاں ان کو اذیت نہ پہنچائیں اور ان کو چاٹتی رہتی ہے یہاں تک کہ ان کے اعضاء نمایاں ہو جاتے ہیں اور وہ سانس لینے لگتے ہیں۔ مادہ کو بچوں کی ولادت کے وقت سخت اذیت برداشت کرنی پڑتی ہے یہاں تک کہ بعض اوقات اس کی ہلاکت کا بھی خطرہ ہوتا ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ ریچھنی منہ کی جانب سے بچے جنتی ہے اور مادہ بچوں کو ناقص جنتی ہے۔ اس شوق سے کہ وہ ان کو دیکھ سکے اور بعض لوگوں کے نزدیک مادہ وطی کی حریص ہوتی ہے اس لئے قبل از وقت بچوں کو جنتی ہے۔ پس بعض اوقات شدت شہوت کی وجہ سے مادہ ریچھنی انسان کی طلب گار ہوتی ہے۔ ریچھ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ موسم سرما میں بہت زیادہ موٹا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے یہ حرکت کرنے میں بوجھ محسوس کرتا ہے اور اس دوران مادہ بچے جنتی ہے۔ پس جب ریچھ موٹا ہو جاتا ہے تو یہ ایک جگہ بیٹھ جاتا ہے تو یہ چودہ دن تک اس جگہ سے حرکت نہیں کرتا۔ پس اس کے بعد اس میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور مادہ بچے جننے کے بعد انہیں اپنے سامنے رکھ کر اپنا دل بہلاتی رہتی ہے۔ پس جب مادہ کو کسی قسم کا خوف محسوس ہوتا ہے تو وہ اپنے بچوں سمیت درخت پر چڑھ جاتی ہے۔ ریچھ میں قبول تادیب کی بھی صلاحیت ہوتی ہے لیکن یہ اپنے معلم کی اطاعت بغیر سختی کے قبول نہیں کرتا۔

ریچھ کا شرعی حکم ریچھ کا کھانا حرام ہے اس لئے کہ یہ ''ناب'' (سامنے کے چار دانتوں کے برابر والے دو دانتوں) سے غذا حاصل کرنے والا درندہ ہے۔ امام احمدؒ نے فرمایا ہے کہ اگر اس کے ''ناب'' نہ ہوتے تو پھر اس کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں تھا کیونکہ اباحت ہی اصل ہے اور حرمت کا وجود نہیں ہے۔

فائدہ امام ابوالفرج بن جوزی ''کتاب الاذکیا'' کے آخر میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص شیر سے خوفزدہ ہو کر بھاگ نکلا۔ پس اس نے ایک کنویں میں چھلانگ لگا دی۔ پس شیر بھی اس آدمی کے تعاقب میں کنویں میں کود پڑا۔ پس کنویں میں ایک ریچھ بھی موجود تھا۔ پس شیر نے ریچھ سے کہا کہ تم اس کنویں میں کتنی مدت سے ہو؟ ریچھ نے کہا کہ مجھے اس کنویں میں پڑے ہوئے کئی دن گزر گئے ہیں اور تحقیق بھوک مجھے قتل کر ڈالے گی۔ پس شیر نے ریچھ سے کہا کہ میں اور تم مل کر اس انسان کا گوشت کھاتے ہیں۔ پس ریچھ نے کہا کہ اگر ہم نے آج اپنی بھوک انسان کو کھا کر مٹا بھی لی تو کل کیا کریں گے؟ پس میری رائے یہ ہے کہ ہم انسان سے عہد کر لیں کہ ہم اسے اذیت نہیں پہنچائیں گے اور پھر اس سے کہیں کہ وہ ہمیں کنویں سے نکالنے کی کوئی تدبیر نکالے۔ اس لئے کہ وہ ہم سے زیادہ عقلمند ہے۔ پس شیر اور ریچھ نے قسمیں کھا کر آدمی کو مطمئن کر دیا۔ پس اس آدمی نے کنویں کو ٹٹولنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اس میں ایک سوراخ پایا پس وہ سوراخ تک پہنچا اور اسے چوڑا کرنا شروع کر دیا۔ پس جب وہ سوراخ چوڑا ہو گیا تو اس میں سے سر نکال کر باہر آ گیا اور پھر

اس کے بعد شیر اور ریچھ کو بھی کنویں سے خلاصی مل گئی۔ اس حکایت کا مفہوم یہ ہے کہ عقلمند کے لئے ضروری ہے کہ وہ احتیاط سے کام لے اور اپنی نفسانی خواہشات کے اتباع سے اجتناب کرے۔

قزوینی نے ''عجائب المخلوقات'' میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شیر کسی آدمی پر حملہ آور ہوا۔ پس وہ آدمی بھاگ کر ایک درخت پر چڑھ گیا ہے۔ پس اس درخت کی ایک شاخ پر ایک ریچھ بیٹھا ہوا تھا وہ اس کے پھل توڑ کر کھا رہا تھا۔ پس جب شیر نے دیکھا کہ آدمی دخت پر چڑھ گیا تو وہ بھی اس درخت کے نیچے آ کر بیٹھ گیا اور اس شخص کے اترنے کا انتظار کرنے لگا۔ قزوینی کہتے ہیں کہ جب اس شخص نے ریچھ کو دیکھا تو وہ انگلی کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ شیر کو میری موجودگی کا احساس نہ ہونے پائے۔ وہ آدمی کہتا ہے کہ میں شیر اور ریچھ سے خلاصی کے لئے متحیر تھا۔ چنانچہ میرے پاس ایک چھوٹا چاقو تھا۔ پس میں نے وہ چاقو نکالا اور اس کے ذریعے درخت کی اس ٹہنی کو کاٹنا شرع کر دیا جس پر ریچھ بیٹھا ہوا تھا یہاں تک کہ جب شاخ تھوڑی سی باقی رہ گئی تو وہ ریچھ کے وزن سے ٹوٹ گئی اور ریچھ نیچے گر گیا۔ پس شیر ریچھ پر حملہ آور ہوا چنانچہ تھوڑی دیر کی کشمکش کے بعد درخت سے شیر کو ریچھ پر غلبہ حاصل ہوا اور اس نے ریچھ کو چیر پھاڑ کر اپنا لقمہ بنالیا اور پھر وہاں سے چلا گیا۔

امثال اس سے پہلے تفصیل گزر چکی ہے کہ اہل عرب کہتے ہیں ''احمق من جهبر'' (وہ جہبر سے بھی زیادہ بے قوف ہے) جہبر مادہ ریچھ کو کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں ''اَلْوَطُ مِنْ دُب'' (ریچھ سے بھی زیادہ لواطت کرنے والا)۔

یہ مثال اس شخص کے لئے مستعمل ہے جو لواطت کا عادی ہو۔ اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں کہ ''اَلْوَطُ مِنْ ثغو'' (ریچھ سے زیادہ لواطت کرنے والا) اور یہ مثال اس لئے دی جاتی ہے کہ ریچھ لواطت کا اتنا حریص ہوتا ہے کہ وہ مفعول ریچھ کی دبر سے جدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں ''اَلْوَطُ مِنْ رَاهِبٍ'' (راہب سے زیادہ لواطت کرنے والا) یہ قول شاعر کے اس شعر سے ماخوذ ہے۔

وَاَلْوَطُ مِنْ رَاهِبٍ يدعى ۔۔۔ بِأَنَّ النِّسَاءَ عَلَيْهِ حَرَام''

اور اس راہب سے بھی زیادہ لواطت کا عادی جو اس بات کا مدعی ہے کہ عورتیں اس پر حرام ہیں۔ (یعنی عورتوں سے صحبت کرنا اس کیلئے حرام ہے)

خواص اگر ریچھ کے سامنے کے چار دانتوں کے برابر والے دو دانت عورت اپنے دودھ میں ڈال کر اپنے بچہ کو پلادے تو بچہ کے دانت بآسانی نکل آئیں گے۔ ریچھ کی چربی برص کو زائل کر دیتی ہے۔ اگر ریچھ کی داہنی آنکھ کسی دائمی بخار والے مریض کے بدن پر لٹکا دی جائے تو وہ شفایاب ہو جائے گا۔ اگر ریچھ کا پتہ شہد اور سونف کے عرق میں حل کر کے آنکھوں میں بطور سرمہ استعمال کیا جائے تو آنکھ کی دھند ختم ہو جائے گی اور اگر اسے بال جھڑنے کی بیماری میں استعمال کیا جائے تو بال اگنے لگتے ہیں۔ ریچھ کے پتہ کو ایک درہم کے چھٹے حصہ کے برابر گرم پانی اور شہد میں حل کر کے پینے سے بواسیر اور ریح کی بیماری کے لئے مفید ہے۔ اگر ریچھ کے پتہ کو داہنی ران پر باندھ کر انسان وطی کرے تو وہ اپنی خواہش کے مطابق وطی کرتا رہے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ریچھ کی چربی کی مالش اگر کسی بچے پر کی جائے تو وہ ہر برائی سے محفوظ رہے گا۔ ریچھ کی چربی کو اگر ناسور میں بھر دیا جائے تو ناسور زائل ہو جائے گا اور اگر ریچھ کی چربی کی مالش کسی کتے پر کی جائے تو وہ پاگل ہو جائے گا۔ اگر کسی بدخلق بچہ کے گلے میں ریچھ کی کھال کا ٹکڑا (بطور تعویذ) لٹکایا جائے تو بچہ کی بدخلقی زائل ہو جائے گی۔ اگر ریچھ کی داہنی آنکھ خشک کر کے اس بچہ کے گلے میں ڈال دی جائے جو سوتے میں ڈرتا ہو تو وہ کبھی بھی نیند میں خوفزدہ نہیں ہوگا۔

تعبیر | ریچھ کو خواب میں دیکھنا، شر، سختی، فتنہ کی علامت ہے اور بعض اوقات مکر وفریب کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور کبھی ریچھ کا خواب میں دیکھنا فربہ عورت کی طرف اشارہ ہے جس کے دیکھنے سے دہشت پیدا ہو اور اس عورت کا پیشہ گانا بجانا ہو۔ اسی طرح بعض اوقات ریچھ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر قید اور قید خانہ سے دی جاتی ہے یا کسی ایسے دشمن سے دی جاتی ہے جو مکار چور ہونے کے ساتھ ساتھ مخنث بھی ہو۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ ریچھ پر سوار ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے ولایت حاصل ہوگی بشرطیکہ اس میں اس کی اہلیت موجود ہو۔ بصورت دیگر اس کی تعبیر خوف وغم سے دی جائے گی جس سے بعد میں نجات مل جائے گی اور بسا اوقات اس کی تعبیر سفر اور سفر سے گھر کی طرف واپسی سے دی جاتی ہے۔

الدبدب

''الدبدب[1]'' اس سے مراد گورخر ہے۔ تحقیق اس کا تفصیلی ذکر ''باب الحاء'' میں گزر چکا ہے۔

اَلدَّبَرُ

''اَلدَّبَرُ'' اس سے مراد شہد کی مکھیوں کی جماعت ہے۔ سہیلیؒ نے کہا کہ ''اَلدَّبَرُ'' بھڑوں کو کہا جاتا ہے اور ''اَلدِّبَرُ'' دال کے کسرہ کے ساتھ چھوٹی ٹڈیوں کو کہا جاتا ہے۔ اصمعی نے کہا ہے کہ ''الدبر'' کا کوئی واحد نہیں آتا۔ البتہ واحد کے لئے ''خشرمة'' کا لفظ مستعمل ہے۔ اس کی جمع ''الدبور'' آتی ہے۔ ہذلی شاعر نے عسال کے وصف میں کہا ہے کہ ؎

''اِذَا لِسَعَتُهُ الدَّبُرُ لَمْ يَرْجُ لَسُعُهَا''

جب شہد کی مکھیاں عسال کو کاٹ لیتی ہیں تو وہ پھر ان کے کاٹنے سے بے خوف ہو جاتا ہے

علامہ دمیریؒ کے نزدیک اس شعر میں ''لم یرج''، ''لم یخف'' کے معنی میں مستعمل ہے کہ وہ شہد کی مکھیوں کے کاٹنے سے خوفزدہ نہیں ہوتا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّهٖ'' (پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے۔ سورۃ مریم آیت ۱۱۰) ''مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ'' (جو کوئی اللہ سے ملنے کی توقع رکھتا ہو (اسے معلوم ہونا چاہیے) کہ اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آنے ہی والا ہے۔ العنکبوت آیت ۵)۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ان دونوں آیات میں لفظ ''یَرْجُوا'' خوف کے معنوں میں مستعمل ہے۔

نحاس نے کہا ہے کہ تمام مفسر اس بات پر متفق ہیں کہ ان دونوں آیات میں ''یَرْجُوا'' خوف کے معنوں میں مستعمل ہے۔ ''یعنی جسے اللہ تعالیٰ سے ملنے کا شوق اور اس کے سامنے حاضر کئے جانے کا خوف ہو''۔

شہد کی مکھیوں کی نسبت سے حضرت عاصم بن ثابت انصاریؓ کو ''حمی الدبر'' کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مشرکین نے

---

[1] گورخر ''Zebra'' (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۵۳۰)

آپ کو شہید کر دیا تو انہوں نے آپ کی لاش کا مثلہ کرنا چاہا۔ پس اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کے ذریعے مشرکین کے ناپاک ارادہ سے آپ کو بچا لیا پس کفار شہد کی مکھیوں سے گھبرا کر لاش کو چھوڑ کر چلے گئے یہاں تک کہ مسلمانوں نے آپ کو دفن کر دیا۔ حضرت عاصمؓ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا کہ نہ میں کسی شرک کو چھوؤں اور نہ کوئی مشرک میرے جسم کو چھوئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصمؓ کی شہادت کے بعد مشرکین سے شہد کی مکھیوں کے ذریعے آپ کے جسم کی حفاظت فرمائی۔

تاریخ نیشاپور میں ثمامہ بن عبداللہ کی ایک روایت مذکور ہے جو انہوں نے حضرت انس بن مالکؓ سے نقل کی ہے۔ ثمامہ وہ شخصیت ہیں جن سے ایک جماعت نے روایت کی ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم خراسان سے آرہے تھے اور ہمارے ساتھ ایک آدمی تھا جو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو برا بھلا کہتا تھا۔ پس ہم نے اس کو منع کیا لیکن وہ اپنی حرکت سے باز نہ آیا۔ پس ایک دن صبح ناشتہ کے بعد وہ شخص قضاء حاجت کے لئے نکلا لیکن واپس نہیں آیا۔ پس ہم نے اس کی طرف ایک قاصد بھیجا۔ پس کچھ دیر بعد قاصد آیا اور کہنے لگا کہ تم اپنے ساتھی کی حالت تو دیکھو؟ پس ہم اس کی طرف گئے تو دیکھا کہ وہ ایک سوراخ پر قضاء حاجت کے لئے بیٹھا ہوا ہے اور اسے شہد کی مکھیوں کا ایک پورا چھتہ چمٹا ہوا ہے اور شہد کی مکھیوں نے کاٹ کاٹ کر اس کے جسم کا ہر عضو جدا کر دیا ہے۔ پس ہم نے اس کے بدن کی ہڈیاں جمع کیں لیکن مکھیوں نے ہمیں اذیت نہیں پہنچائی بلکہ وہ اسی شخص کے اعضاء کے ساتھ چمٹی رہیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم ضرور ان لوگوں کے راستوں پر دست بدست چلو گے جو تم سے پہلے تھے یہاں تک کہ اگر وہ شہد کی مکھیوں کے چھتوں پر بھی پہنچ جائیں گے تو تم بھی وہیں پہنچو گے۔

فائق میں مذکور ہے کہ حضرت سکینہ بنت سیدنا حسینؓ اپنی والدہ محترمہ ام رباب کے پاس روتی ہوئی آئیں اور اس وقت حضرت سکینہؒ کم سن تھیں۔ پس حضرت سکینہؒ نے کہا امی جان مجھے شہد کی مکھی نے کاٹ لیا ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سکینہؒ کے قول "مَرَّتْ بِیْ دبیرة فلسعتنی بأبیرة" میں لفظ "دبیرة" اور "ابیرة" تصغیر کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔

الدَبُسِی

"الدَبُسِی" دال پر زبر اور سین کے کسرہ کے ساتھ اور ایک قول کے مطابق دال کے ضمہ کے ساتھ یہ ایک چھوٹا پرندہ ہے۔ جو جنگلی کبوتر کی طرف منسوب ہے۔ اس کا رنگ سیاہ مائل بہ سرخی ہوتا ہے۔ اس کی مختلف اقسام ہیں جو مصری، حجازی اور عراقی کہلاتی ہیں۔ جاحظ نے کہا ہے کہ منطق الطیر کا قول ہے کہ "الدَبُسِی" جنگلی کبوتر، قمری اور فاختہ کے لئے مستعمل ہے۔ پس جب یہ آواز نکالتا ہے تو اس کو "هدل یهدل هدیلا" سے تعبیر کرتے ہیں اور جب گاتا ہے تو "غرد یغرد تغرید او التغرید" سے تعبیر کرتے ہیں۔ بعض اہل علم کے نزدیک "الهدیل" کبوتر کا نام ہے۔ راجز نے کہا ہے ۔

کهدا هد کسر الرماة جناحه ... یدعوا بقارعة الطریق هدیلا

"تیراندازوں نے بازو کاٹ دیئے ہیں جس کی وجہ سے پھڑ پھڑاہٹ پیدا ہوتی ہے، اسی لئے راستے کے غاروں کو ہدیل کہا جاتا ہے"

عنقریب انشاء اللہ "باب الهاء" میں "الهدیل" کا ذکر آئے گا۔

حدیث میں ''الدَّبسِی'' کا تذکرہ

یحییٰ بن عمارہ اپنے دادا حنش سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں اسواف (سخت اور ریتلی زمین کا درمیانی حصہ) میں داخل ہوا۔ پس میں نے دو جنگلی کبوتر پکڑے اور ان کی ماں (ان کی گرفتاری پر) پھڑ پھڑا رہی تھی اور میرا ارادہ یہ تھا کہ میں ان کو ذبح کروں۔ راوی کہتے ہیں کہ میرے پاس ابوحنشؓ تشریف لائے۔ پس انہوں نے کھجور کی جڑ لی اور مجھے مارنے لگے اور فرمایا کیا تو نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے ان دو سنگلاخوں کے درمیان رہنے والے جانوروں کو حرام قرار دیا ہے۔ (رواہ احمد)

''المتیخۃ'' سے مراد کھجور کے درخت کی جڑ ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ انصاریؓ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ پس ایک جنگلی کبوتر اڑا' پس وہ آپ کو اچھا معلوم ہوا اور وہ کبوتر درخت میں اڑتا ہوا باہر نکلنے کا راستہ تلاش کر رہا تھا۔ پس حضرت ابوطلحہؓ کی نگاہ دوران نماز ہی ایک لحہ کے لئے اس پر پڑی۔ پس آپ کو یہ یاد نہ رہا کہ آپ نے کتنی نماز پڑھی۔ پس حضرت ابوطلحہؓ نے اس فتنہ کا تذکرہ نبی اکرمؐ سے کیا پھر کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ باغ صدقہ ہے۔ پس آپ جہاں چاہیں اس کو خرچ کر لیں۔ (موطا امام مالک)

حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ سے مروی ہے کہ ایک انصاری آدمی اپنے باغ میں جو وادی قف میں تھا نماز پڑھ رہا تھا اور ان دنوں کھجوروں کے پکنے کا موسم تھا اور کھجور کے خوشہ لٹکے ہوئے تھے۔ پس اس نے دیکھا کہ ایک جنگلی کبوتر پھلوں پر بیٹھا ہوا ہے۔ پس اس کو یہ منظر بہت اچھا معلوم ہوا۔ پھر اس کے بعد وہ اپنی نماز کی طرف لوٹا تو اسے یاد نہ رہا کہ اس نے کتنی نماز پڑھی ہے۔ پس اس نے کہا کہ تحقیق مجھے اس مال نے فتنہ میں مبتلا کر دیا ہے۔ پس وہ آدمی حضرت عثمان بن عفانؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ (آپ اس وقت امیر المومنین تھے) پس اس نے تمام واقعہ سنایا اور عرض کیا یہ باغ صدقہ ہے۔ پس آپ اس کو بھلائی کے راستے میں لگا دیں۔ پس حضرت عثمان بن عفانؓ نے اس باغ کو پچاس ہزار میں بیچ دیا۔ پس اس باغ کا نام ''خمسون'' (پچاس) پڑ گیا۔ (موطا امام مالک) ''القف'' مدینہ منورہ کی ایک وادی کا نام ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کا معمول تھا کہ جب آپ کو اپنے مال میں سے کوئی چیز اچھی معلوم ہوتی تھی تو آپ اس چیز کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں صدقہ کر دیتے تھے۔ چنانچہ آپ کے غلام آپ کی اس نیک عادت کو پہچانتے تھے۔ پس اگر ان غلاموں میں سے کوئی غلام آزادی کا خواہش مند ہوتا تو وہ مسجد کی حاضری میں مداومت اختیار کرتا۔ پس جب حضرت ابن عمرؓ اپنے غلام کی اس نیک عادت کو دیکھتے تو اسے آزاد کر دیتے۔ پس آپ کے ساتھی آپ سے کہا کرتے تھے کہ یہ غلام آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ پس آپ فرماتے کہ جو شخص ہمیں اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں دھوکہ دے تو ہم اس کے دھوکہ میں آ جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ ابن عامر نے آپ کے ایک غلام کو تین ہزار درہم کے عوض خریدنے کا ارادہ کیا۔ پس حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ یہ دراہم مجھے فتنہ میں مبتلا نہ کر دیں۔ پس آپ نے غلام سے فرمایا کہ جاؤ تم اللہ کے لئے آزاد ہو۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرمایا کرتے تھے کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کو دنیا نے اپنی طرف مائل نہ کیا ہو سوائے حضرت ابن عمرؓ کے۔ پس حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے قبل ایک ہزار یا اس سے زائد غلاموں کو آزاد کر دیا تھا۔ آپ کے فضائل و مناقب لاتعداد ہیں انہیں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ صحابہ کرامؓ خواہشات

نفسانی کو جڑ سے اکھاڑنے اور نماز میں کمی پوری کرنے کیلئے اس قسم کے نیک کام کرتے تھے اور کسی علت کے مادہ کو منقطع کرنے کے لئے صرف یہی دوا ہے اور اس کے علاوہ کوئی دوا کارگر نہیں ہو سکتی۔

دَبْسِی کی خصوصیات اس پرندے کی خصوصیت یہ ہے کہ آج تک اس کو زمین پر مردہ حالت میں نہیں دیکھا گیا اور یہ پرندہ سردیوں اور گرمیوں میں اپنی سکونت کیلئے الگ الگ مقام کا انتخاب کرتا ہے نیز اس پرندے کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ آج تک کسی نے اس کا گھونسلہ نہیں دیکھا۔

دَبْسِی کا شرعی حکم اس پرندے کا گوشت بالاتفاق حلال ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی محرم خضری، دبسی، قمری، قطاء اور چکور وغیرہ کو قتل کردے تو اس پر ضمان کے طور پر ایک بکری واجب ہوگی۔ (سنن بیہقی)

خواص دبسی کے طبی خواص کے متعلق صاحب المنہاج نے کہا ہے کہ جنگلی پرندوں میں سب سے افضل واعلیٰ پرندہ دبسی ہے پھر شحرور (ایک سیاہ رنگ کا پرندہ) پھر چکور اور درشان اور اس کے بعد کبوتر کے بچے ہیں۔ دبسی کا گوشت گرم اور خشک ہوتا ہے۔

التعبیر دَبسِی کی خواب میں تعبیر بٹیر کی تعبیر کی طرح ہے۔ بٹیر کا تفصیلی ذکر عنقریب انشاء اللہ ''باب السین'' میں آئے گا۔

اَلدَجَاجُ

''اَلدَجَاجُ'' (دال پر زبر، زیر پیش تینوں اعراب پڑھ سکتے ہیں) اس سے مراد مرغی[1] ہے۔ اس کے واحد کے لئے ''دجاجۃ'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ آہستہ چلتی ہے۔ مرغی کی کنیت ام الولید، ام حفصہ، ام جعفر، ام عقبہ، ام احدی وعشرین، ام قوب، ام نافع وغیرہ آتی ہے۔ جب مرغی بوڑھی ہو جاتی ہے تو اس کے انڈوں سے مادۂ تولید ختم ہو جاتا ہے اور اس کے انڈوں سے بچے پیدا نہیں ہو سکتے۔ مرغی کی ایک عجیب وغریب عادت یہ ہے کہ جب اس کے پاس سے کسی درندہ کا گزر ہو تو یہ خوفزدہ نہیں ہوتی لیکن اگر اس کے قریب سے گیدڑ کا گزر ہو تو یہ خوفزدہ ہو جاتی ہے۔ اگرچہ یہ کسی مکان کی چھت یا دیوار پر ہی کیوں نہ بیٹھی ہو فوراً گیدڑ کے سامنے گر جاتی ہے۔ مرغی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ بہت کم سوتی ہے اور اگر اسے نیند آ بھی جائے تو بہت جلد بیدار ہو جاتی ہے۔ مرغی کی نیند اور بیداری کی مدت صرف اور صرف اتنی ہے جتنی دیر میں سانس کا آنا اور جانا ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قلت نوم کی وجہ اس کو اپنی جان کا ڈر ہے چنانچہ مرغی اپنی حفاظت کے لئے یہ حیلہ اختیار کرتی ہے کہ یہ زمین پر نہیں سوتی بلکہ کسی بالا خانے یا دیوار یا ان جیسی کسی چیز پر بیٹھ جاتی ہے اور جب سورج غروب ہوتا ہے تو اپنی عادت کے مطابق مرغی خوفزدہ ہو جاتی ہے۔ مرغی کے بچے جب انڈوں سے نکلتے ہیں تو ان پر بال و پر پہلے ہی موجود ہوتے ہیں اس لئے وہ فوراً چلنے پھرنے لگتے ہیں۔ شروع شروع میں وہ بہت خوبصورت اور خوشنما معلوم ہوتے ہیں اور جب انہیں بلایا جائے تو دوڑتے ہوئے آجاتے ہیں لیکن جوں جوں ان کی عمر میں اضافہ ہوتا ہے ان کی خوشنمائی میں کمی آجاتی ہے یہاں تک کہ یہ سوائے ذبح

[1] مرغی Hen (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۵۸۱)

کرنے اور انڈے حاصل کرنے کے علاوہ کسی مصرف کے نہیں رہتے۔ مرغی فطری طور پر مشترک الطبیعت واقع ہوئی ہے کیونکہ یہ گوشت مکھیاں اور روٹی وغیرہ بھی کھاتی ہے۔

انڈے کے اندر بچے کی جنس معلوم کرنے کا طریقہ انڈے کے اندر بچے کی جنس معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انڈے کو غور سے دیکھا جائے اگر انڈا مستطیل اور محدود اطراف ہے یعنی اس کی لمبائی چوڑائی سے زیادہ ہے اور کنارے دبے ہوئے ہیں تو اس کے اندر مرغی ہے۔ اور اگر انڈا گول ہے اور اس کے کنارے ابھرے ہوئے ہیں تو اس کے اندر مرغ ہے۔ انڈے سے بچے نکالنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ مرغی خود انڈے سیوے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ انڈوں کو کسی گھاس یا کوڑے جیسی کسی چیز میں دبا دیا جائے۔ مرغی دس ماہ انڈے دیتی ہے اور سردیوں کے دو مہینے انڈے نہیں دیتی۔ انڈے کی پیدائش دس دن میں پایہ تکمیل تک پہنچ جاتی ہے۔ مرغی کے پیٹ سے نکلتے وقت انڈہ بہت نرم ہوتا ہے۔ پس جب اس کو ہوا پہنچتی ہے تو وہ سخت ہو جاتا ہے۔ انڈے سفیدی اور زردی پر مشتمل ہوتے ہیں اور سفیدی پر ایک باریک جھلی ہوتی ہے اور زردی ایک نرم رطوبت ہوتی ہے جو جمے ہوئے خون سے مشابہ ہوتی ہے۔ اس کے ذریعے انڈے کے اندر بچے کو غذا پہنچتی ہے جبکہ سفیدی سے بچے کی آنکھ' دماغ اور سر بنتے ہیں بقیہ سفیدی بچہ کی کھال میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح زردی سکڑ کر اور جھلی بن کر بچہ کی ناف ہو جاتی ہے۔ اس کے ذریعے بچے کو غذا پہنچتی ہے جیسے کہ انسانی بچے کو ماں کے پیٹ میں حیض کے خون سے ناف کے ذریعہ غذا کی ترسیل ہوتی ہے۔ بعض اوقات ایک انڈے میں دو زردیاں ہوتی ہیں۔ پس جب مرغی اس انڈے کو سیتی ہے تو اس سے دو بچے پیدا ہوتے ہیں۔ تحقیق اس کا مشاہدہ بھی ہوا ہے کہ انڈوں میں سب سے زیادہ لذیذ اور غذائیت سے بھرپور انڈہ وہ ہوتا ہے جس میں زردی بکثرت ہو اور جو انڈا مرغ کی جفتی کے بغیر یعنی خاکی پیدا ہوتا ہے اس میں غذائیت کی مقدار قلیل ہوتی ہے اور ایسے انڈے سے بچہ پیدا نہیں ہوتا۔ عموماً بچہ اس انڈے سے پیدا ہوتا ہے جو چاند کے گھٹنے کی مدت میں مرغی دیتی ہے اس کے برعکس جو انڈا اوائل ماہ میں دیا گیا ہو وہ رطوبت سے بھر جاتا ہے اس لئے اس میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رہتی۔

نر اور مادہ کی شناخت کا طریقہ بچہ کی پیدائش کے دس روز بعد یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ وہ مذکر ہے یا مونث' پس جب بچہ دس دن کا ہو جائے تو اس کی چونچ پکڑ کر اس کو لٹکایا جائے' پس اگر وہ حرکت کرے تو مذکر یعنی مرغ ہوگا اور اگر حرکت نہ کرے تو پھر مادہ یعنی مرغی ہے۔

حدیث میں مرغی کا ذکر حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اغنیاء کو بکریاں اور فقراء کو مرغیاں پالنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جب امیر لوگ مرغیاں پالنے لگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بستی کی ہلاکت کا حکم فرماتا ہے۔ (ابن ماجہ)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی اسناد میں علی بن عروہ دمشقی ہیں۔ ابن حبان نے کہا ہے کہ یہ احادیث وضع کرتے تھے۔ عبداللطیف بغدادی نے کہا ہے کہ امیر لوگوں کو بکریاں پالنے اور فقیر لوگوں کو مرغیاں پالنے کا حکم دینے کی حکمت یہ ہے کہ ہر قوم کا معاملہ اس کے حسب کے مطابق ہے اور اسی کے مطابق اس کی روزی کا معاملہ ہے اور اس حکم سے مقصود یہ تھا کہ کہیں لوگ کام کرنا ترک نہ کر دیں اور تدبیر سے کنارہ کشی نہ اختیار کر لیں کیونکہ کسب پاکبازی اور قناعت کا سبب ہے اور بعض اوقات اس سے آدمی غنی

ہوجاتا ہے اور کسب کو ترک کردینا بھیک مانگنے پر مجبور کردیتا ہے اور لوگوں سے سوال کرنا شرعاً ممنوع ہے اور حضور اکرم ﷺ کا یہ قول کہ جب امیر آدمی مرغیاں پالنے لگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آبادی کی ہلاکت کا حکم فرماتا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب امیر آدمی وہ کام کریں گے جو فقراء کرتے ہیں تو فقراء کی معیشت کے اسباب معطل ہوجائیں گے اور اس طرح ان کی ہلاکت کا اندیشہ ہے اور فقراء کی ہلاکت عام ہلاکت ہے جو آبادیوں کی ہلاکت کا سبب ہے۔

امام علامہ ابو الفرج بن الجوزی نے کتاب الاذکیاء میں احمد بن طولون جو مصر کا بادشاہ تھا کے متعلق لکھا ہے کہ ایک دن وہ کسی ویران جگہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ پس انہوں نے ایک سائل کو دیکھا جس کے کپڑے میلے کچیلے تھے۔ پس بادشاہ نے ایک روٹی' ایک تلی ہوئی مرغی' ایک گوشت کا ٹکڑا اور فالودہ اپنے ایک غلام کو دیا اور حکم دیا کہ یہ اس سائل کو دے آؤ۔ پس غلام نے کھانا لیا اور سائل کو دے آیا۔ پس جب غلام واپس آیا تو بادشاہ سے کہا کہ سائل کھانا اور دوسری چیزیں لے کر خوش نہیں ہوا۔ پس ابن طولون نے غلام سے کہا کہ سائل کو میرے پاس لاؤ۔ پس سائل کو غلام نے حاضر کیا' پس بادشاہ نے سائل سے چند سوالات پوچھے۔ پس سائل نے احسن طریقہ سے ان تمام سوالات کے جواب دیئے اور وہ بادشاہ کے رعب و دبدبہ سے پریشان نہیں ہوا۔ پس سلطان نے سائل سے کہا کہ جو کاغذات تمہارے پاس ہیں وہ مجھے دے دو اور صحیح صحیح بتاؤ کہ تمہیں یہاں کس نے بھیجا ہے۔ پس مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم جاسوس ہو۔ پس بادشاہ نے کوڑے مارنے والے کو بلایا' پس جونہی کوڑے مارنے والا حاضر ہوا تو سائل نے گھبرا کر کہا کہ ہاں میں جاسوس ہوں۔ پس حاضرین میں سے کسی آدمی نے بادشاہ سے کہا کہ بادشاہ سلامت آپ نے تو واقعی جادو کردیا ہے۔ پس احمد طولون نے کہا کہ کوئی جادو نہیں ہے بلکہ قیاس اور فراست ہے کیونکہ جب میں نے اس کی بری حالت دیکھی تو میں نے اس کے پاس ایسا عمدہ کھانا بھیجا کہ شکم سیر بھی اس کو دیکھ کر خوش ہوجاتا لیکن اس نے بالکل خوشی کا اظہار نہیں کیا اور نہ ہی یہ کھانے کی طرف متوجہ ہوا' پس میں نے اس کو اپنے پاس بلایا اور اس سے مخاطب ہوا۔ پس اس نے دیدہ دلیری کے ساتھ میرے سوالات کے جواب دیئے اور اس پر میری ہیبت کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ پس میں نے سائل کی حالت' حاضر جوابی اور دیدہ دلیری سے اندازہ لگایا کہ یہ آدمی فقیر نہیں بلکہ مخبر ہے۔ ابن خلکان نے ابو العباس احمد بن طولون کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ وہ مصر' شام اور اس کے سرحدی علاقے کا حکمران تھا۔ نیز یہ ایک عادل' بہادر' متواضع' اچھے اخلاق والا علم دوست اور سخی بادشاہ تھا۔ خاص و عام اس کے دسترخوان پر کھانا کھانے کے لئے حاضر ہوتے تھے اور یہ بکثرت صدقہ و خیرات کرتا تھا۔ ابن خلکان نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ اس کے وکیل نے اس سے دریافت کیا کہ بعض اوقات ایک ایسی عورت صدقہ و خیرات طلب کرتی ہے کہ وہ بڑے پائنچے کا پاجامہ اور سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے ہوتی ہے تو کیا میں ایسی عورت کو آپ کے مال میں سے صدقہ و خیرات عطا کروں؟ پس ابن طولون نے کہا کہ جو بھی تیری طرف ہاتھ پھیلائے اسے ضرور کچھ نہ کچھ مال دو۔ ابن طولون حافظ قرآن تھا اور اس کی آواز بھی بہت اچھی تھی مگر اس کے باوجود ابن طولون بہت ظالم بادشاہ تھا۔ اس کی تلوار خونریزی کے لئے ہمیشہ میان سے باہر رہتی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ جو لوگ ابن طولون کے ہاتھوں قتل ہوئے اور جن کو اس نے اپنی حراست میں رکھا تھا ان کی تعداد اٹھارہ ہزار کے قریب تھی۔ کہا جاتا ہے کہ طولون کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی اس لئے اس نے ابن طولون کو گود لے لیا تھا۔ ابن طولون کا انتقال ۲۷۰ھ میں ہوا۔

روایت ہے کہ ابن طولون کی قبر پر ایک آدمی روزانہ تلاوت کرتا تھا' پس ایک دن اس آدمی نے ابن طولون کو خواب میں دیکھا کہ ابن طولون اسے کہہ رہا ہے کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ تم میری قبر پر قرآن کریم کی تلاوت نہ کیا کرو۔ پس اس شخص نے پوچھا کیوں؟ ابن طولون نے کہا کہ نہیں گزرتی کوئی آیت مگر میرا سر ٹھونک کر مجھ سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا تو نے اس آیت کی سماعت نہیں کی یا تجھے یہ آیت نہیں پہنچی تھی۔

حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ سلمان بن عبدالملکؒ کھانے کا بے حد حریص تھا۔ تحقیق اس کے متعلق بہت سے عجیب وغریب واقعات مشہور ہیں۔ پس ان میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

(۱) سلیمان بن عبدالملکؒ بعض دن صبح کے ناشتہ میں چالیس تلی ہوئی مرغیاں' چالیس انڈے' چوراسی کلیجیاں ان کی چربی سمیت اور (80) اسی گردے تناول کرتا تھا اور پھر اس کے بعد عام دستر خوان پر لوگوں کے ساتھ کھانا بھی کھاتا تھا۔

(۲) سلیمان بن عبدالملکؒ کے متعلق مشہور ہے کہ ایک مرتبہ وہ باغ میں داخل ہوا اور باغ کے محافظ کو حکم دیا کہ وہ عمدہ قسم کے پھل توڑ کر لائے۔ پس محافظ نے پھل توڑ کر خلیفہ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ پس خلیفہ اور اس کے ساتھی پھل کھانے لگے' یہاں تک کہ خوب سیر ہو گئے لیکن خلیفہ سلیمان بن عبدالملکؒ پھل کھاتا رہا۔ پھر اس کے بعد اس نے ایک تلی ہوئی بکری لانے کا حکم دیا۔ پس اس بکری کو اکیلا ہی کھا گیا اور پھر اس کے بعد پھل منگوائے اور کھانے شروع کر دیئے پس جب خلیفہ نے پھل کھا کر ختم کر دیئے تو اس کے سامنے ایک قعب لائی گئی جو اپنے حجم کے لحاظ سے اتنی بڑی تھی کہ اس کے اندر ایک آدمی بیٹھ سکتا تھا۔ اور یہ قعب گھی اور ستو سے بھری ہوئی تھی۔ پس اکیلا ہی پوری قعب کھا گیا پھر اس کے بعد دارالخلافہ کی طرف چل پڑا۔ پس جب خلیفہ دارالخلافہ پہنچا تو اس کے سامنے دستر خوان بچھا دیا گیا۔ پس خلیفہ نے یہاں بھی بہت سی چیزیں تناول کیں۔

(۳) خلیفہ کے متعلق اسی طرح کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ سلیمان بن عبدالملکؒ حج کیلئے گیا۔ پس جب وہ طائف پہنچا تو اس نے سات سو انار' مرغی کے چوڑے اور ایک ٹوکرا کشمش کا تناول کیا۔

کہا جاتا ہے کہ خلیفہ سلیمان بن عبدالملکؒ کا ایک باغ تھا۔ پس ایک آدمی اس کے پاس آیا تاکہ وہ اس باغ کو خرید لے۔ پس اس نے باغ کی خریداری کیلئے کچھ رقم خلیفہ کو دی۔ پس خلیفہ باغ میں داخل ہوا تاکہ وہ اس کا جائزہ لے۔ پس خلیفہ نے پھل کھانا شروع کر دیئے۔ پھر اس کے بعد خریدار کو بلایا اور مزید رقم کا تقاضا کیا۔ پس خریدار نے کہا اے امیر المومنین آپ کی مطلوبہ رقم آپ کو باغ میں داخل ہونے سے پہلے مل سکتی تھی۔ اب تو باغ میں پھل ہی موجود نہیں ہیں تو میں آپ کو مزید رقم کیسے ادا کروں۔

کہا جاتا ہے کہ خلیفہ سلیمان بن عبدالملکؒ کی موت کا سبب یہ ہوا تھا کہ ایک دن اس نے چار سو انڈے اور آٹھ سو دانے انجیر اور چار سو کلیجیاں بمعہ چربی اور بیس مرغیاں کھالی تھیں۔ پس زیادہ کھانے کی وجہ سے وہ ہیضہ میں مبتلا ہو گیا اور اسی مرض کی وجہ سے مرج دابق کے مقام میں اس کی موت واقع ہو گئی۔

فائدہ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص نے زیادہ کھانا کھا لیا ہو اور اسے اس بات کا خوف ہو کہ وہ ہیضہ کے مرض میں مبتلا ہو جائے گا تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے یہ کلمات کہے "اَللَّیْلَۃُ لَیْلَۃُ عِیْدِی یَا

کَرْشِیُّ وَ رَضِیَ اللّٰہُ کَثِیْرًا ''پس وہ شخص یہ کلمات تین مرتبہ پڑھے اور ہر مرتبہ اپنے پیٹ پر بھی ہاتھ پھیرتا رہے۔ پس ان کلمات کے پڑھنے کی وجہ سے اس کے لئے زیادہ کھانا مضر نہیں ہوگا۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی کرامت علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں مستند اور مختلف ذرائع سے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک عورت اپنے لڑکے کو لے کر حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میں دیکھتی ہوں کہ میرے بیٹے کا دل آپ کی جانب مائل ہے اور تحقیق میں نے اس کو اپنے حق سے اللہ کے لئے خارج کر دیا۔ پس آپ اس کو قبول کر لیجئے۔ پس شیخ نے اسے قبول کرلیا اور اسے مجاہدہ اور سلوک وطریقت کا حکم دیا۔ پس کچھ دنوں کے بعد اس کی ماں شیخ کے پاس آئی' پس اس نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ وہ بہت کمزور ہوگیا ہے اور بھوکا رہنے کی وجہ سے اس کا رنگ زرد ہوگیا ہے نیز اس نے یہ بھی دیکھا کہ اس کے بیٹے کے لئے جو کھانا لایا گیا اس میں صرف جو کی ایک روٹی تھی۔ پس وہ عورت شیخ کے پاس پہنچی' پس اس نے دیکھا کہ شیخ کے پاس ایک برتن پڑا ہوا ہے جس میں ایک تلی ہوئی مرغی کی ہڈیاں پڑی ہوئی ہیں۔ تحقیق شیخ نے مرغی کا گوشت تناول کیا تھا' پس اس عورت نے کہا کہ حضور آپ مرغی کا گوشت کھاتے ہیں اور میرے بیٹے کو جو کی روٹی کھلاتے ہیں۔ پس شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے ان ہڈیوں پر ہاتھ رکھا اور فرمایا ''قُوْمِیْ بِاِذْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی الَّذِیْ یُحْیِی الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ '' (اللہ کے حکم سے کھڑی ہوجا جو کھوکھلی ہڈیوں کو زندگی عطا فرماتا ہے) پس مرغی صحیح وسالم کھڑی ہوئی اور چیخنے لگی۔ پس شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اس عورت سے فرمایا کہ جب تیرا بیٹا ولایت کے اس مقام پر پہنچ جائے گا تو یہ اپنی چاہت کے مطابق کھائے گا۔

ابن خلکان نے ہیثم بن عدی کے حالات میں نقل کیا ہے کہ پہلے زمانے کے لوگوں میں سے ایک آدمی کھانا کھا رہا تھا اور اس کے سامنے ایک تلی ہوئی مرغی رکھی ہوئی تھی۔ پس ایک سائل اس کے پاس آیا۔ پس اس نے سائل کو خالی ہاتھ لوٹا دیا۔ حالانکہ وہ آدمی بہت مالدار تھا۔ پس اچانک اس آدمی اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ہوگئی اور اس کا مال ضائع ہوگیا اور اس کی بیوی نے دوسرا نکاح کرلیا۔ پس ایک دن اس عورت کا دوسرا خاوند کھانا کھا رہا تھا اور اس کے سامنے ایک تلی ہوئی مرغی رکھی ہوئی تھی۔ پس ایک سائل آیا تو اس نے اپنی بیوی کو حکم دیا کہ یہ مرغی اس سائل کو دے دو۔ پس عورت نے مرغی سائل کو دے دی اور سائل کی طرف غور سے دیکھا تو اسے معلوم ہوا کہ سوال کرنے والا شخص تو اس کا پہلا شوہر ہے۔ پس اس عورت نے اپنے دوسرے شوہر کو اس واقعہ کی خبر دی۔ پس اس عورت کے دوسرے خاوند نے کہا کہ اللہ کی قسم میں بھی تو وہی مسکین ہوں جس کو تمہارے پہلے شوہر نے دروازے سے خالی ہاتھ لوٹا دیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کی نعمتیں (یعنی اس کا مال اور اس کی بیوی) مجھے عطا فرما دیں اور میں ان کا اہل اس لئے ہوا کہ وہ پہلا شخص اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتا تھا۔

حکایت ہیثم بن عدی نے کہا ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر سفر کے لئے نکلا' پس دوران سفر مجھے ایک اعرابی کے خیمہ کے پاس شام ہوگئی۔ پس میں وہاں اترا اور خیمہ میں داخل ہوا' پس خیمہ کے مالک کی بیوی نے کہا تم کون ہو؟ پس میں نے کہا مہمان ہوں۔ اس عورت نے کہا کہ ہمارے پاس مہمان کا کیا کام ہے بلاشبہ صحرا وسیع ہے تم کسی اور جگہ قیام کرلیتے۔ پھر اس عورت نے گیہوں پیسے اور آٹا گوندھ کر روٹی پکائی اور پھر روٹی کھانے کے لئے بیٹھ گئی۔ پس ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اس کا شوہر آیا اور وہ اپنے

ساتھ دودھ بھی لایا تھا۔ پس اس نے سلام کیا پھر کہا کہ یہ آدمی کون ہے؟ پس میں نے کہا کہ مہمان ہوں۔ پس اس نے کہا خوش آمدید' اللہ آپ کی زندگی دراز فرمائے اور پھر اس نے ایک بڑا پیالہ دودھ کا مجھے پلایا' پھر کہا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کچھ نہیں کھایا اور نہ ہی اس عورت نے آپ کو کچھ کھلایا ہوگا۔ پس میں نے جواب دیا اللہ کی قسم میں نے کچھ نہیں کھایا۔ پس وہ غصہ کی حالت میں اپنی بیوی کے پاس پہنچا اور اس سے کہا کہ تیرا برا ہو تو نے خود تو کھالیا اور مہمان کو بھوکا چھوڑ دیا۔ پس عورت نے جواب دیا کیا میں اپنا کھانا مہمان کو کھلاتی ؟ پس میاں' بیوی کے درمیان تلخ کلامی ہوئی' یہاں تک کہ خاوند نے اپنی بیوی کو زخمی کر دیا' پھر اس کے بعد اس آدمی نے چھری لی اور میری اونٹنی کو ذبح کر دیا۔ پس میں نے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے تم نے یہ کیا کیا ہے؟ پس اس نے کہا اللہ کی قسم میرا مہمان بھوک کی حالت میں رات نہیں گزار سکتا۔ پھر اس کے بعد اس نے لکڑیاں جمع کر کے آگ جلائی اور گوشت پکایا پس اس نے میرے ساتھ بیٹھ کر گوشت کھایا اور اپنی عورت کو بھی گوشت دیا اور کہا کھاؤ اللہ تعالیٰ تجھے نہ کھلائے۔ پس جب صبح ہوئی تو وہ مجھے گھر میں چھوڑ کر باہر چلا گیا۔ پس میں مغموم بیٹھا رہا۔ پس جب دوپہر ہوئی تو وہ واپس آیا اور اس کے ساتھ ایک خوبصورت اونٹنی تھی۔ پس اس نے مجھے وہ اونٹنی دے دی اور کہا کہ یہ تمہاری اونٹنی کے عوض میں ہے۔ پھر اس نے بقیہ گوشت مجھے دے دیا تا کہ میں اسے دوران سفر تناول کرسکوں۔ پس میں وہاں سے نکلا اور اپنی منزل کی طرف چل پڑا۔ پس دوران سفر ایک دوسرے اعرابی کے خیمہ کے پاس مجھے شام ہوگئی۔ پس میں وہاں اترا اور اعرابی کے خیمہ کی طرف گیا۔ پس میں نے سلام کیا۔ پس خیمہ کے مالک کی بیوی نے مجھے سلام کا جواب دیا اور کہا تم کون ہو؟ پس میں نے کہا کہ مہمان ہوں۔ پس اس نے مجھے خوش آمدید کہا اور اس کے بعد آٹا پیسا اور گوندھ کر روٹی تیار کی اور کھانے کے لئے میرے سامنے رکھ دی اور ایک پلیٹ میں ایک تلی ہوئی مرغی بھی میرے سامنے رکھ دی۔ پس اس عورت نے مجھے کہا کہ آپ کھانا کھائیے اور ہمیں معذور سمجھئے کہ ہم آپ کی خاطر خواہ تواضع نہیں کر سکے۔ پس ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک اعرابی آیا جو بدشکل دکھائی دیتا تھا۔ پس اس نے مجھے سلام کیا' پس میں نے سلام کا جواب دیا۔ پس اس نے کہا تم کون ہو؟ میں نے جواب دیا مہمان ہوں۔ پس اس نے کہا کہ مہمان کا ہمارے یہاں کیا کام' پھر وہ اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس سے کہا کھانا کہاں ہے؟ اس عورت نے کہا کہ میں نے کھانا مہمان کو کھلا دیا ہے۔ پس اس آدمی نے کہا کہ تم میرا کھانا مہمان کو کھلاؤ اور میں بھوکا رہوں' پھر اس کے بعد میاں بیوی کے درمیان تلخ کلامی ہوئی یہاں تک کہ خاوند نے اپنی بیوی کو مارا۔ ہیثم بن عدی کہتے ہیں کہ میں اس منظر کو دیکھ کر ہنسنے لگا' پس وہ اعرابی میری طرف آیا اور کہنے لگا کہ تم کیوں ہنس رہے ہو' پس میں نے اس کو پہلے خاوند اور بیوی کا قصہ سنایا جن کے پاس میں نے پہلی رات کا قیام کیا تھا' پس اس اعرابی نے قصہ سن کر کہا میری بیوی اس اعرابی کی بہن ہے جس کے ہاں آپ نے پہلی رات قیام کیا تھا اور اس کی بیوی میری بہن ہے۔ ہیثم بن عدی کہتے ہیں کہ میں نے بڑی حیرانی سے رات گزاری اور جب صبح ہوئی تو وہاں سے اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگیا۔

الحکم | مرغی حلال ہے۔

امام ترمذیؒ اور امام نسائیؒ نے مرغی کی حلت کے متعلق یہ روایت نقل کی ہے

حضرت زید بن مضرب جرمی کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس تھے پس آپ نے کھانا کھانے کے لئے دستر خوان لگایا جس پر مرغی کا گوشت بھی تھا۔ پس قبیلہ بنی تیم اللہ کا ایک آدمی جو شکل وصورت سے غلام معلوم ہوتا تھا، آیا۔ پس آپ نے اسے

دستر خوان پر مدعو کیا۔ پس وہ کترانے کی کوشش کرنے لگا' پس حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ بلا خوف وخطر آؤ اس لئے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغی کا گوشت تناول فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔

ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مرغی کا گوشت تناول فرماتے تھے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس شخص کے کترانے کی وجہ یہ ہوگی کہ عموماً مرغیاں گندی جگہوں پر پھرتی ہیں' یا مرغی کی حلت وحرمت کا حکم اسے معلوم نہیں ہوگا۔ اسی لئے وہ متردد ہوا شاید مرغی کا گوشت حلال ہے یا حرام ہے۔ تحقیق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ کے دودھ' گوشت اور انڈے سے منع فرمایا ہے۔ جلالہ سے مراد وہ جانور ہے جو گندگی میں چلتا پھرتا ہے اور اس کی خوراک بھی گندگی ہی ہو۔

کامل والمیز ان میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی یہ ارادہ کرے کہ وہ مرغی کا گوشت کھائے تو اسے چاہیے کہ وہ مرغی کو چند دن تک محبوس رکھے (یعنی گھر میں روک کر دانہ وغیرہ ڈالے) پھر اس کے بعد مرغی کا گوشت کھائے۔

فقہی مسائل (۱) فتاویٰ قاضی حسین میں مرقوم ہے کہ اگر کسی آدمی نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ اگر تو نے یہ مرغیاں فروخت نہ کیں تو تجھے طلاق ہے۔ پس اگر عورت نے ان مرغیوں میں سے مرغی ذبح کردی تو اس پر طلاق پڑ جائے گی اور اگر اس عورت نے مرغی کو زخمی کیا پھر فروخت کر دیا تو پھر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ پس اگر اس عورت نے مرغی کو شدید زخمی کر دیا کہ اسے ذبح کرنے کی گنجائش نہ رہے تو پھر بیع صحیح نہیں ہوگی اور طلاق واقع ہو جائے گی۔

(۲) ایسی مرغی جس کے پیٹ میں انڈے ہوں تو اس کو انڈوں کے عوض فروخت کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ کسی ایسی بکری کو جس کے تھنوں میں دودھ ہو دودھ کے عوض فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

(۳) وہ انڈہ جو مردہ پرندے کے پیٹ میں ہو اس کے متعلق فقہاء کرام کے تین مذاہب ہیں۔ پہلا مذہب جس کو الماوردی' رویانی اور ابوالقطان' ابوالفیاض وغیرہ نے نقل کیا ہے' یہ ہے کہ اگر وہ انڈا سخت ہو تو پاک ہے ورنہ نجس ہے۔ دوسرا مذہب یہ ہے کہ وہ انڈہ مطلقاً پاک ہے کیونکہ وہ پیٹ سے جدا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کا یہی قول ہے' تیسرا مذہب یہ ہے کہ وہ انڈا مطلقاً نجس ہے۔ امام مالکؒ کا بھی یہی قول ہے کیونکہ پرندے کے پیٹ سے خارج ہونے سے پہلے انڈہ ایک جزء کی حیثیت رکھتا ہے۔ امام شافعیؒ کا بھی یہی قول ہے۔

صاحب حاوی نے فرمایا ہے کہ اگر کسی نے مرغی کے انڈے کو کسی پرندے کے نیچے رکھا جس کی وجہ سے بچہ پیدا ہو گیا تو وہ بچہ بالاتفاق طاہر ہوگا' جیسے تمام حیوانات کے بچے پاک ہوتے ہیں۔ پس اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ انڈے کا ظاہری حصہ نجس ہوتا ہے اور وہ انڈا جو مرغی کے بطن سے خارج ہو اس کا ظاہری حصہ بھی ناپاک ہے۔ پس کیا اس پر نجس ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ پس اس کے متعلق دو صورتیں ہیں۔ الماوردی' الرویانی' بغوی وغیرہ نے مرغی کے بطن سے نکلنے والے انڈے پر نجاست کے حکم کے متعلق کہا ہے کہ اس کی نجاست کا حکم عورت کی شرمگاہ سے نکلنے والی رطوبت پر موقوف ہے۔ عورت کی شرمگاہ کی رطوبت کو بعض اہل علم نے نجس قرار دیا ہے اور بعض نے طاہر کہا ہے۔ الماوردی نے کہا ہے کہ امام شافعیؒ نے اپنی بعض کتابوں میں عورت کی شرمگاہ کی رطوبت کو طاہر

قرار دیا ہے۔ امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ شرمگاہ کی رطوبت مطلقاً پاک ہے خواہ رطوبت کسی چوپائے کی ہو یا کسی عورت کی اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ امام نوویؒ نے شرح المھذب میں لکھا ہے کہ بچہ کو پیدا ہونے کے بعد بالا جماع غسل دینا واجب نہیں ہے نیز امام نوویؒ نے ہی ''شرح مہذب'' کے ''باب الآنیہ'' میں لکھا ہے کہ اگر پانی میں رطوبت گر جائے تو پانی نجس نہیں ہوتا پس ممکن ہے کہ پانی کے ناپاک نہ ہونے کی وجہ یہ ہو کہ پانی میں گرنے والی رطوبت قلیل ہے جو معاف ہے اور بچہ کے اوپر لگی ہوئی تری نجس ہے جیسا کہ امام نوویؒ نے شرح مہذب میں اور امام رافعیؒ نے شرح صغیر میں لکھا ہے۔ پس وہ رطوبت جو شرمگاہ کے اندرونی حصہ سے خارج ہو وہ ناپاک ہے جیسا کہ ماقبل میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ کفایہ میں مذکور ہے کہ عورت کی شرمگاہ کی رطوبت اور مرد کے آلہ تناسل کی اندرونی رطوبت میں فرق یہ ہے کہ مرد کی اندرونی رطوبت میں چکناہٹ ہوتی ہے اس لئے وہ بدن کی رطوبت سے مخلوط نہیں ہوتی۔ پس اس کو اس حکم میں شامل نہیں کیا جائے گا۔ نیز عورت کی شرمگاہ کی رطوبت مذی اور پسینہ کے درمیان کے سفید پانی کی مانند ہوتی ہے جیسا کہ امام نوویؒ نے اپنی کتاب ''الشرح المھذب'' میں لکھا ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ عنقریب انشاء اللہ'' جلالہ'' (گندگیوں میں پھرنے والی مرغی) کا ذکر ''باب السین'' میں آئے گا۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''**اعطف من أم احدی و عشرین**'' (فلاں آدمی ''احدی وعشرون'' یعنی مرغی سے بھی زیادہ رحیم ہے)

مرغی کے طبی خواص

مرضی کے طبی خواص درج ذیل ہیں۔

(۱) مرغی کا گوشت معتدل ہے اور بے حد عمدہ ہوتا ہے۔ (۲) نوجوان مرغی کا گوشت کھانے سے عقل اور منی میں اضافہ ہوتا ہے اور اس سے آواز بھی صاف ہوتی ہے لیکن یہ معدے کے لئے مضر ہوتا ہے اور خصوصاً ریاضت کے عادی افراد کے لئے مضر ہے۔ پس اس مضرت کا ازالہ اس طرح ممکن ہے کہ اس کو کھانے کے بعد شہد کا شربت پی لیا جائے۔ اس سے غذا میں اعتدال پیدا ہوتا ہے جو معتدل مزاج والوں کے لئے مفید ہے۔ نیز نوجوان افراد کے لئے نوجوان مرغی کا گوشت موسم ربیع میں موافق ہوتا ہے۔ (۴) پس اس بات کو جان لے کہ مرغی کا گوشت معتدل ہوتا ہے نہ ہی اتنا گرم ہوتا ہے کہ صفراء پیدا کرے اور نہ ہی اتنا سرد کہ بلغم پیدا کرے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات میرے لئے باعث حیرت ہے کہ عوام اور اطباء نے اس بات پر کیسے اجماع کرلیا کہ مرغی کا گوشت کھانے سے نقرس پیدا ہوتا ہے۔

لوگوں کو مرغی کی خاصیات کا علم نہیں ہے حالانکہ مرغی کا گوشت کھانے سے انسان کی رنگت میں نکھار پیدا ہوتا ہے۔ نیز مرغی کا گوشت کھانے سے دماغ اور عقل میں اضافہ ہوتا ہے۔ دراصل مرغی آسودہ حال افراد کی غذا ہے بالخصوص جبکہ اس کا گوشت انڈے دینے سے قبل کھایا جائے۔ (۵) مرغی کے انڈے گرم اور رطوبت سے بھرے ہوتے ہیں۔ بیاروق نے کہا ہے کہ مرغی کا انڈا انتہائی سرد اور اس کی زردی گرم ہوتی ہے لیکن قوت باہ کے لئے بے حد مفید ہے۔

(۶) اگر مرغی کا انڈا ہر روز کھایا جائے تو چہرے پر داغ پیدا ہو جاتے ہیں' نیز انڈا دیر سے ہضم ہوتا ہے اس لئے اس کے ضرر کو دفع کرنے کے لئے صرف زردی پر اکتفا کیا جائے۔

(۷) جان لو کہ انسان کے لئے سب سے بہترین انڈا مرغی اور تیتر کا ہے بشرطیکہ تازہ اور نیم برشت ہو نیز سخت انڈا ابخار کا باعث ہوتا ہے۔ پس اگر انڈا ہضم ہو جائے تو بہت زیادہ غذائیت فراہم کرتا ہے۔

(۸) اگر انڈے کو سرکہ کے ساتھ ملا کر کھایا جائے تو پیٹ ....

(۹) مرغی کا سادہ انڈہ معدہ اور مثانہ کی گرمی اور خون کے سیلان کے لئے مفید ہے آواز کو صاف کرتا ہے۔

(۱۰) سب سے زیادہ مفید وہ انڈا ہے جسے سومرتبہ ابال کر نکالا جائے اور پھر کھایا جائے۔

شہوت کو کھولنے کا عمل یہ عمل اس شخص کیلئے بے حد مفید ہے جس کی شہوت بند کر دی گئی ہو یا خود بخود بند ہوگئی ہو۔ پس مذکورہ شخص تلوار کی دونوں طرف یہ کلمات ''بکصم لا لا وم ما ما لا لا لا ہ ہ ہ'' لکھے اور اس تلوار سے سیاہ مرغی کا ابلا ہوا اور صاف انڈا دو حصوں میں کاٹے، پس ایک حصہ آدمی خود کھالے اور دوسرا حصہ اپنی بیوی کو کھلا دے۔ یہ عمل مجرب ہے۔ انشاء اللہ اس عمل سے شہوت میں اضافہ ہوگا۔

(۲) شہوت کو کھولنے کے لئے یہ عمل بھی مفید ہے وہ آدمی جس کی شہوت بند کر دی گئی ہو یا خود بخود بند ہوگئی ہو، درج ذیل آیت لکھ کر اپنے گلے میں ڈال لے، آیت یہ ہے۔

''فَفَتَحْنَا اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُنْهَمِرٍ وَ فَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْناً فَالْتَقَى السَّمَاءَ عَلٰى اَمْرٍ قَدْ قَدَر وَ حَمَلْنَاهُ عَلٰى ذَاتَ اَلْوَاحِ وَ دُسُر'' تَجْرِىْ بِاَعْيُنِنَا جَزَاءً لِمَنْ كَانَ كَفَرَ''

(۳) یہ عمل بھی شہوت کو کھولنے کے لئے مجرب ہے۔ پس جس شخص کی شہوت بند کر دی گئی ہو یا خود بخود بند ہوگئی ہو اسے چاہیے کہ سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۃ الناس اور یہ آیات وَيَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّىْ نَسْفًا فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا لَا تَرىٰ عِوَجًا وَلَا أَمْتا اَوْ لَمْ يَرَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا أَنَّ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَا هُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَىْءٍ حَى'' أَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَاهُوَ شِفَاء'' وَ رَحْمَة'' لِّلْمُوْمِنِيْنَ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبَّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَ خَرَّمُوْسٰى صَعِقًا مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخ'' لَّا يَبْغِيَان . فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاکَ الْبحر فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ وَ هُوَالَّذِى خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَ صِهْرًا وَ كَانَ رَبُّکَ قَدِيْراً وَ عَنَتِ الْوُجُوْهِ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْم وَ قَدْ خَابَ مَنْ حمل ظُلْمًا وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَحَسْبُهُ اِنَّ اللهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قد جَعَلَ اللهُ لِكُلِّ شَىْءٍ قَدْرًا کاغذ پر لکھ کر آخر میں مرد اور عورت (یعنی میاں بیوی) کا نام لکھے اور درج ذیل دعا پڑھ کر لکھے ہوئے کاغذ پر دم کرے اور (مرد) اپنے گلے میں ڈال لے۔ دعا یہ ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ أَسَأَلُکَ أَنْ تَجْمَعُ بَيْنَ فلاں بن فلانة و بين فلانة بنت فلانة بِحَقِّ هٰذِهِ الْاَسْمَاءِ وَ الْاٰيَاتِ اِنَّکَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْر'' بَاهِيًا شَرَاهِيًا أصبأوت آل شداى وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِىِّ الْعَظِيْمُ فِى فِى فِى فِى ثُمَّ وَ كَمَّلَ اس دعا میں ''فلاں بن فلانۃ'' کی جگہ مرد اپنا اور اپنی ماں کا نام پڑھے اور ''فلانۃ بنت فلانۃ'' پر عورت اور اس کی ماں کا نام پڑھے۔

مرغی کے متعلق ابن وحشیہ کی تحقیق ابن وحشیہ نے کہا ہے کہ اگر مرغی کا دماغ سانپ کے کاٹے ہوئے پر رکھ دیا جائے تو زہر ختم ہو جائے گا۔

مرغی کے متعلق علامہ قزوینیؒ کی تحقیق علامہ قزوینیؒ نے فرمایا ہے کہ اگر مرغی کو دس عدد پیاز ڈال کر پکایا جائے اور اس میں ایک مٹھی چھلے ہوئے تل بھی ڈال دیئے جائیں اور اس قدر پکایا جائے یہاں تک کہ پتیلی آواز دینے لگے۔ پس پھر اس گوشت کو کھایا جائے اور اس کا شوربہ نوش کرلیا جائے تو اس سے قوت باہ میں زبردست اضافہ ہوگا۔ علامہ قزوینیؒ مزید فرماتے ہیں کہ بعض حضرات کا یہ قول کہ مرغی کا گوشت کھانے سے بواسیر اور نقرس پیدا ہوتے ہیں صحیح نہیں ہے یہ بے وقوف اور جاہل اطباء کا قول ہے۔ قزوینیؒ نے فرمایا ہے کہ مرغی کے پیٹ میں ایک پتھری ہوتی ہے۔ پس اگر اس پتھری کو مرگی کے مرض میں مبتلا شخص کے بدن پر ملا جائے اور پھر وہ پتھری اس کے گلے میں پہنا دی جائے تو مرگی کے مرض میں مبتلا شخص شفایاب ہو جائے گا اور اگر یہ پتھری کسی تندرست آدمی کے گلے میں پہنا دی جائے تو اس کی قوت باہ میں زبردست اضافہ ہوگا اور وہ نظر بد سے محفوظ رہے گا اور اگر یہ پتھری کسی بچہ کے سر کے نیچے رکھ دی جائے تو سوتے ہوئے خوفزدہ نہیں ہوگا۔ پس اگر کسی سیاہ مرغی کی بیٹ کسی کے دروازے پر مل دی جائے تو مکان والوں کے درمیان لڑائی جھگڑا شروع ہو جائے گا۔ پس اگر کوئی آدمی سیاہ مرغی کا پتہ اپنے عضو تناسل پر مل کر کسی عورت سے جماع کرے تو وہ عورت اس کے علاوہ کسی اور مرد کو جماع کے لئے پسند نہیں کرے گی۔

اگر سیاہ مرغی کا سر کسی نئے برتن میں رکھ کر کسی مرد کے پلنگ کے نیچے دفن کر دیا جائے جو اپنی بیوی سے لڑائی جھگڑا کرتا ہو تو وہ اپنی بیوی سے اسی وقت صلح کر لے گا۔ پس اگر کوئی آدمی سیاہ مرغی کی چربی چار درہم کے ہم وزن اپنے پاس رکھے تو اس کی قوت باہ میں زبردست ہیجان پیدا ہوگا۔

پس اگر سیاہ مرغی اور سیاہ بلی کی آنکھیں لے کر خشک کر لی جائیں اور پھر ان کو بطور سرمہ استعمال کیا جائے تو جو شخص بھی اس سرمہ کو استعمال کرے گا روحانین کو دیکھنے لگے گا۔ پس وہ ان سے جو بھی سوال پوچھے گا وہ اس کو اس کے متعلق جواب دیں گے۔ واللہ اعلم۔

التعبیر مرغیوں کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر ذلیل وخوار عورتوں سے دی جاتی ہے اور مرغیوں کے بچوں کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر اولاد زنا سے دی جاتی ہے۔ بعض اوقات خواب میں مرغی کو دیکھنا کسی ایسی عورت کی طرف اشارہ ہے جو زیادہ اولاد والی ہے۔ پس اگر مریض خواب میں مرغی کو دیکھے تو اس کی تعبیر مریض کی صحت سے دی جائے گی اور کبھی مصائب اور غم سے نجات کی علامت ہوتی ہے۔ کبھی مرغی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر حسین وجمیل بے وقوف عورت سے دی جاتی ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ مرغیوں کو ادھر ادھر بھگایا جا رہا ہے تو اس کی تعبیر قیدیوں سے دی جائے گی اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس کے گھر میں مرغ کرا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا شخص فاسق وفاجر ہے۔

مرغ کے پر کو خواب میں دیکھنا مال کی علامت ہے اور مرغی کے انڈوں کو خواب میں دیکھنا عورت کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ'' میں عورتوں کو انڈوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ کچا انڈا کھا رہا ہے تو یہ حرام مال کی طرف اشارہ ہے۔ اگر حاملہ عورت نے خواب میں دیکھا کہ اسے صاف کیا ہوا

انڈا دیا گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوگی۔ اگر کوئی شخص خواب دیکھے کہ وہ انڈا چھیل کر سفیدی کھا رہا ہے اور زردی کو پھینک رہا ہے تو یہ اس کے کفن چور ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ امام ابن سیرین سے مروی ہے کہ ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں انڈا چھیل کر اس کی سفیدی کھا رہا ہوں اور زردی پھینک رہا ہوں۔ امام ابن سیرین نے فرمایا کہ یہ آدمی اہل قبور کے کفن چراتا ہے پس آپ سے کہا گیا کہ آپ نے یہ تعبیر کیسے اخذ کرلی۔ پس آپ نے فرمایا کہ انڈا قبر ہے اور اس کی زردی جسم ہے اور اس کی سفیدی کفن پر دلالت کرتی ہے۔ پس یہ شخص مردہ کو پھینک دیتا ہے اور اس کے کفن کی قیمت کھاتا ہے۔ سفیدی سے مراد کفن ہے۔ یہ حکایت بھی بیان کی گئی ہے کہ ایک عورت ابن سیرین کے پاس آئی۔ پس اس نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں لکڑیوں کے نیچے انڈے رکھتی ہوں اور پھر ان انڈوں سے بچے نکل آتے ہیں۔ پس ابن سیرینؒ نے فرمایا تو ہلاک ہو جائے اللہ سے ڈر' پس تو ایسی عورت ہے جو ایسے فعل (یعنی زنا) میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت نہیں رکھتا۔ پس ابن سیرین کے ساتھیوں نے کہا کہ اے محمد بن سیرین آپ اس عورت پر الزام لگا رہے ہیں۔ آپ نے تعبیر کہاں سے اخذ کی ہے۔ پس امام ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ میں نے یہ تعبیر اللہ تعالیٰ کے اس قول سے اخذ کی ہے جس میں عورتوں کو ''بیض'' سے تشبیہ دی گئی ہے کہ ''كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَكْنُونٌ'' اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُسَنَّدَةٌ'' پس انڈوں سے مراد عورتیں اور ''خُشُبٌ'' (لکڑیوں) سے مراد مفسدین اور بچوں سے مراد اولاد زنا ہیں۔ (واللہ اعلم)

الدجاجة الحبشية

''الدجاجة الحبشية'' حبشی مرغی۔ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ احرام باندھنے والے آدمی کے لئے اس مرغی کا شکار حرام ہے کیونکہ یہ وحشی ہے لیکن بعض اوقات گھروں سے مانوس بھی ہو جاتی ہے۔ قاضی حسینؒ نے فرمایا کہ ''الدجاجة الحبشية'' تیتر کے مشابہ ہے اور اہل عراق اس کو ''الدجاجة السندية'' کے نام سے پکارتے ہیں۔ پس اگر احرام باندھنے والا شخص اس کو ہلاک کردے تو اس کی جزاء دینی پڑے گی۔ امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ ''الدجاجة الحبشية'' کو ہلاک کرنے کی وجہ سے محرم پر کوئی جزاء نہیں ہے کیونکہ یہ آبادی سے مانوس ہو جاتی ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک ہر اس جانور کو ہلاک کرنے کے عوض محرم پر ضمان واجب ہے جو اصلاً وحشی ہو لیکن اتفاقیہ طور پر مانوس ہو جائے۔ امام مالکؒ کے نزدیک حبشی مرغی پالتو مرغی کے مشابہ ہے اور یہ اکثر ساحلی علاقوں میں اور بلاد مغرب میں کثیر تعداد میں پائی جاتی ہے۔ اس کے بچے بھی پالتو مرغیوں کے بچوں کی طرح دانہ وغیرہ چگتے ہیں اور انڈے دیتے ہیں۔ اس لئے اس کو ہلاک کرنے کی وجہ سے محرم پر کوئی ضمان نہیں ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس پر مزید تفصیل عنقریب انشاء اللہ ''باب الغین'' میں آئے گی۔

الدج

''الدج''اس سے مراد کبوتر کے برابر ایک چھوٹا بحری پرندہ ہے جس کا گوشت بہت عمدہ اور لذیذ ہوتا ہے اور یہ اسکندریہ اور اس جیسے ساحلی علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ابن سیدہ کا بھی یہی قول ہے۔

الدحرج

''الدحرج''(دال کے پیش کے ساتھ)ابن سیدہ نے کہا ہے کہ یہ ایک چھوٹا جانور ہے۔

الدخاس

''الدخاس''(بروزن نحاس)یہ ایک چھوٹا جانور ہے جو مٹی میں چھپ جاتا ہے اس کی جمع کے لئے''الدخاخیس'' کا لفظ مستعمل ہے۔

الدخس

''الدخس''(دال پر پیش اور خاء کی تشدید کے ساتھ)ابن سیدہ نے کہا ہے کہ یہ مچھلی کی مانند ایک بحری جانور ہے جس کو ''دلفین'' بھی کہا جاتا ہے۔جوہری نے کہا ہے کہ اس کو''الصرد'' بھی کہا جاتا ہے اور یہ جانور سمندر میں ڈوبنے والوں کو اپنی پشت پر سہارا دے کر تیرنے میں ان کی مدد کرتا ہے۔اس کا تفصیلی ذکر عنقریب انشاءاللہ آگے آئے گا۔

الدخل

''الدخل''(خاء کی تشدید کے ساتھ)یہ ایک چھوٹا پرندہ ہے جس کا رنگ خاکستری ہوتا ہے' اس کی جمع کے لئے''الدخاخیل'' کا لفظ مستعمل ہے۔یہ پرندہ خاص طور پر کھجور کے درختوں پر رہتا ہے۔

الدُراج

''الدُراج''(دال پر پیش اور را پر زبر ہے)اس سے مراد تیتر ہے۔اس کی کنیت کے لئے''ابوالحجاج' ابوخطار اور ابوضبۃ'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔عنقریب انشاءاللہ''باب الضاد'' میں اس کا تفصیلی ذکر آئے گا۔اس کے واحد کے لئے''دُراجۃ'' کا لفظ مستعمل ہے۔یہ ایک بابرکت پرندہ ہے جو زیادہ بچے دیتا ہے اور موسم بہار کی خوشخبری سناتا ہے' نیز یہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہوئے کہتا ہے ''بِالشُّکرِ تَدُوْمُ النِّعَمِ''(اللہ تعالیٰ کا شکر نعمتوں کے دوام کا باعث ہے)یہ الفاظ پرندے کی آواز سے معلوم ہوتے ہیں۔ صاف اور شمالی ہوا تیتر کو بہت پسندیدہ ہے لیکن جنوبی ہوا اسے بدحال کر دیتی ہے یہاں تک کہ اڑنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا۔یہ ایسا پرندہ ہے جس کے پروں کا اندرونی حصہ سیاہ اور بیرونی حصہ قطا(ایک پرندہ)کی طرح پیلا ہوتا ہے لیکن تیتر کا گوشت قطا سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔

لفظ ''الدُّراج'' اسم ہے اور اس کا اطلاق مذکر و مونث دونوں پر ہوتا ہے یہاں تک کہ جب ہم ''الحیقطان'' کہتے ہیں تو اس سے مراد نر تیتر ہی ہوتا ہے اور ایسی زمین جس میں تیتر بکثرت رہتے ہوں اسے ''اَرْض'' ''مدرجة'' کہا جاتا ہے۔ علامہ جوہری نے اسی طرح کہا ہے۔ سیبویہ نے کہا ہے کہ ''الدُّراج'' کا واحد درجوج آتا ہے اور تیتر کیلئے ''الدیلم'' کا لفظ بولا جاتا ہے۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ ''دراج'' تیتر کے مشابہ ایک پرندہ ہے جو عراق میں پایا جاتا ہے۔ جاحظ نے کہا ہے کہ ''دراج'' کبوتر کی اقسام سے ہے کیونکہ جس طرح کبوتر اپنے پروں کے نیچے انڈے سیتا ہے اسی طرح ''دراج'' بھی اپنے پروں کے نیچے انڈے سیتا ہے۔ نیز ''دراج'' کی عادت یہ ہے کہ یہ اپنے انڈوں کو ایک جگہ نہیں رکھتا بلکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیتا ہے تاکہ کوئی اس کی سکونت کی جگہ کو پہچان نہ سکے اور ''دراج'' کی یہ بھی عادت ہے کہ یہ اپنی مادہ کے ساتھ اپنے رہنے کی جگہ میں جفتی نہیں کرتا بلکہ باغات میں اس کام کو سرانجام دیتا ہے۔ ابوطیب مامونی نے تیتر کی تعریف میں یہ اشعار کہے ہیں۔

قَدْ بَعَثْنَا بِذَاتِ حُسْنٍ بَدِیْعٍ　　　کَنَبَاتِ الرَّبِیْعِ بَلْ هِیَ اَحْسَنُ

''تحقیق ہمیں ایک انوکھے حسن کے ساتھ تخلیق کیا گیا ہے جیسے بہار کا سبزہ بلکہ اس سے بھی زیادہ حسین''

فِی رِدَاءٍ من حلنا روآس　　　و قمیص مِنْ یَاسمِیْن وَ سوسن

''اور آبنوس کی چادروں میں چنبیلی اور سوسن کی قمیص پہنے ہوئے''

الحکم ''تیتر کا شرعی حکم یہ ہے کہ یہ حلال ہے کیونکہ یہ کبوتر کی نسل سے ہے یا قطاء کی نسل سے ہے اور یہ دونوں پرندے حلال ہیں''

الامثال اہل عرب کہتے ہیں ''فُلان'' یَطْلُبُ الدُّرَاجُ مِنْ خَیْسِ الْاَسَد ''(فلاں آدمی شیر کی جھاڑی سے تیتر تلاش کرتا ہے) اہل عرب یہ مثال اس شخص کیلئے بولتے ہیں جو ناممکن چیز کا مطالبہ کرے۔

خواص تیتر کے طبی خواص درج ذیل ہیں (ا) تیتر کی چربی لے کر اسے کیوڑہ میں پگھلا لیا جائے اور درد ہوتے ہوئے کان میں تین قطرے ڈالے جائیں تو انشاء اللہ کان کا درد ختم ہو جائے گا۔ ابن سینا نے کہا ہے کہ تیتر کا گوشت بہت عمدہ اور لذیذ و معتدل ہوتا ہے اور اس کا گوشت کھانے سے عقل اور قوت باہ میں اضافہ ہوتا ہے۔

التعبیر خواب میں تیتر کو دیکھنے کی تعبیر مال، عورت اور غلام سے دی جاتی ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ تیتر کا مالک بن گیا ہے یا اس نے تیتر کو اپنے قریب دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے مال حاصل ہوگا یا وہ کسی جنگ میں کامیاب ہوگا یا وہ کسی عورت سے شادی کرے گا۔ واللہ اعلم

الدَّرَاجُ

''الدَّرَاجُ'' (دال اور را پر زبر ہے) اس سے مراد سیہی ہے۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ ''دَرَاجُ'' کو ''دَرَاج'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ پوری رات چلتی رہتی ہے۔

فائدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کے لئے استدراج (یعنی چھوٹ مل جانا) یہ ہے کہ آدمی جب بھی کوئی غلطی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ

اس کیلئے اپنی نعمتوں میں اضافہ کر دیتا ہے اور اس کو توبہ و استغفار کی توفیق نہیں دیتا اور پھر اللہ تعالیٰ اس کو اچانک پکڑنے کی بجائے آہستہ آہستہ اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو اس کی نافرمانی کے باوجود دنیا کی وہ نعمتیں عطا فرماتا ہے جو اسے محبوب ہوں تو یہ استدراج کے سوا کچھ نہیں (یعنی بندے کو مہلت دینا ہے) پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی ''**فَلَمَّا نَسُوْا مَاذکروا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِم أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى إِذَا فَرِحُوْا بِمَا أُتُوا أَخَذْنَا هُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُوْن**'' (پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو جو انہیں دی گئی تھی بھلا دیا تو ہم نے ہر طرح کی خوشحالیوں کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے' یہاں تک کہ جب وہ ان بخششوں میں جو انہیں عطا کی گئی تھیں خوب مگن ہو گئے تو اچانک ہم نے انہیں پکڑ لیا اور اب حال یہ تھا کہ وہ ہر خیر سے مایوس تھے۔ الانعام آیت ۴۴)

ابن عطیہ نے کہا ہے کہ بعض علماء کرام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو اس آیت پر غور کرے ''**حَتَّى إِذَا فَرِحُوْا بِمَا أُتُوا أَخَذْنَا هُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُوْن**''

محمد بن نضر حارثی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو بیس سال تک مہلت عطا فرمائی تھی۔

حسنؒ نے کہا ہے کہ اللہ کی قسم! اگر کسی انسان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی نعمتوں سے نوازا۔ پس وہ انسان یہ خیال نہ کرے کہ دنیا کی نعمتیں درحقیقت میرے لئے مکر و فریب کا جال ہے تو اس انسان کا عمل ناقص اور اس کی رائے غلط ہے۔ پس وہ شخص جس سے اللہ تعالیٰ نے دنیا کی نعمتیں روک لی ہوں اور وہ یہ گمان کرے کہ یہ اس کے حق میں بہتر ہے تو اس کی رائے اور اس کا عمل دونوں عمدہ ہوتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ جب تم فقر کو اپنی طرف بڑھتا دیکھو تو تم کہو ''**مَرْحَباً بِشِعَارِ الصَّالِحِيْن**'' اور جب تم مال و دولت کو اپنی طرف بڑھتا ہوا دیکھو تو کہو ''**ذَنْب**'' **عَجِلَتْ عقُوْبَتُهٗ**'' کہ کسی گناہ کے سبب بعجلت سزا دی جارہی ہے۔

الدرباب

''الدرباب'' باز کو کہا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا پرندہ ہے جو شقراق اور کوے کی مشترکہ نسل ہے اور اس کا رنگ بھی انہی کے مشابہ ہوتا ہے۔ ارسطاطالیس نے ''النعوت'' میں لکھا ہے کہ یہ ایسا پرندہ ہے جو انسانوں کی طرف مانوس ہوتا ہے اور تادیب و تربیت کو قبول کرتا ہے۔ اس کی آواز عجیب و غریب ہوتی ہے۔ یہ پرندہ بسا اوقات قمری کی طرح آواز نکالتا ہے اور کبھی گھوڑے کی طرح ہنہناتا ہے اور کبھی بلبل کی طرح آواز نکالتا ہے۔ اس پرندے کی غذا نباتات' پھل اور گوشت وغیرہ ہیں۔ یہ پرندہ اکثر جھاڑیوں اور چھوٹے درختوں میں سکونت اختیار کرتا ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کے نزدیک مذکورہ بالا صفات ''ابو زریق'' نامی پرندے میں پائی جاتی ہیں اور ان صفات کے حامل پرندے کو ''القیق'' بھی کہا جاتا ہے۔ عنقریب انشاء اللہ مزید تفصیل ''باب القاف'' میں آئے گی۔

الدرحرج

''الدرحرج'' یہ ایک چھوٹا سا پرندہ ہے۔ علامہ قزوینیؒ نے فرمایا ہے کہ اس پرندے کے پر سرخ اور سیاہ ہوتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ پرندہ بہت زہریلا ہوتا ہے۔ پس اگر کوئی آدمی اس کا گوشت کھالے تو اس کا مثانہ پھٹ جاتا ہے اور اس کا پاخانہ بند ہوجاتا ہے اور اس کی آنکھوں کی روشنائی ختم ہوجاتی ہے اور اس کی عقل بھی ختم ہوجاتی ہے۔

حکم شرعی اس پرندے کا گوشت کھانا حرام ہے کیونکہ یہ جسم اور عقل کے لئے نقصان دہ ہے۔

الدِرص

''الدِرص'' (دال کے کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد بلی' بھیڑیئے کا بچہ' خرگوش' سیہی' چوہا اور جنگلی چوہا ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''ادراص'' اور ''درصة'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔ سہیلیؒ نے ''التعریف والاعلام'' میں لکھا ہے کہ اہل عرب احمق آدمی کو ''ابو دراص'' کہتے ہیں۔ اصمعی نے کہا ہے کہ جنگلی چوہے کی کنیت کے لئے ''اُمِ دِراص'' کا لفظ مستعمل ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں کہ ''ضَلَّ دِریص نَفَقَهٗ'' (بے وقوف آدمی نے اپنا نفقہ گم کردیا) یہ مثال ایسے آدمی کے لئے مستعمل ہے جسے اپنے معاملات کی کوئی پرواہ نہ ہو۔ طفیل نے کہا ہے کہ ۔

فما أم ادراص بارض مضلة   باغدر من قیس اذا اللیل أظلما

پس ''ام دراص'' تاریک زمین میں قیس کے حال سے بھی زیادہ مفلوک الحال تھی جبکہ رات اندھیری ہو

الدُرة

''الدُرة'' (دال پر پیش ہے) اس کا تفصیلی ذکر ''باب الباء'' میں گزر چکا ہے۔ شیخ کمال الدین جعفر ادفوی نے اپنی کتاب ''الطالع السعید'' میں الفاضل المحدث محمد بن محمد نصیبی قوصی کے حالات میں یہ حکایت نقل کی ہے کہ محمد بن محمد کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ عزالدین بن بصراوی کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کی مجلس میں بہت سے رؤسا' فضلاء اور ادیب بھی موجود تھے۔ پس شیخ علی حریری تشریف لائے اور انہوں نے حکایت بیان کی کہ میں نے ایک طوطا دیکھا ہے جو سورۂ یٰسین پڑھ رہا تھا۔ پس نصیبی نے کہا کہ کوا سورۂ سجدہ پڑھتا ہے۔ پس جب آیت سجدہ آتی ہے تو وہ سجدہ بھی کرتا ہے اور سجدہ میں یہ الفاظ بھی پڑھتا ہے ''**سَجَدَ لَکَ سَوَادِیْ وَاطْمَأَنَّ بِکَ فُؤَادِیْ**'' (میری پیشانی نے تیرے لئے سجدہ کیا اور تیری وجہ سے میرا دل مطمئن ہوگیا)

الدساسة

''الدساسة'' (دال پر زبر ہے) اس سے مراد سانپ ہے۔ یہ سانپ زمین میں چھپا رہتا ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک ''الدساسة'' سے مراد کچھوا ہے۔ عنقریب انشاء اللہ اس کا ذکر ''باب الشین'' میں آئے گا۔

الدَعسوقة

''الدَعسوقة ''(دال پر زبر ہے) گبریلا کی شکل وصورت کا ایک جانور ہے۔بعض اوقات بچی اور چھوٹے قد والی عورت کو اس سے تشبیہ دیتے ہوئے''الدَعسوقة '' کہا جاتا ہے۔

الدُعموص

''الدُعموص ''پانی میں رہنے والا جانوراس کی جمع دعامیص آتی ہے جیسے برغوث کی جمع براغیث آتی ہے۔ سہیلیؒ نے فرمایا ہے کہ''دعموص'' سے مراد چھوٹی مچھلی ہے جو پانی کے سانپ کی طرح ہوتی ہے۔نیز''دعمیص''ایک آدمی کا نام بھی تھا جو بہت مکار تھا۔اس کا ذکرانشاءاللہ امثال میں آئے گا۔کہا جاتا ہے کہ''هٰذَا دعميص هذاالامر ''(یعنی یہ اس کام میں مہارت رکھتا ہے)

حدیث میں''الدعموص ''کا تذکرہ حضرت ابوحسانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا کہ میرے دو بیٹوں کا انتقال ہوگیا ہے۔پس کیا آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایسی حدیث سنائیں گے جوان کی موت کے متعلق ہمارے دلوں کے لئے باعث تسکین ہو؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا جی ہاں' تمہارے چھوٹے بچے''دعا میص الجنة''ہیں۔ یعنی ان پر کسی بھی جگہ آنے جانے کی ممانعت نہیں ہوگی۔پس ان میں کوئی اپنے باپ یا فرمایا اپنے والدین سے ملے گا اوران کا ہاتھ یا کپڑا پکڑے گا جیسے میں نے تمہارے کپڑے کا بعض حصہ پکڑا ہوا ہے۔پس وہ بچہ کہے گا یہ فلاں ہے۔پس وہ نہیں رکے گا یہاں تک کہ وہ بچہ اوراس کا والد(دونوں) جنت میں داخل ہوجائیں گے۔(رواہ مسلم)

دوسری حدیث میں مذکور ہے کہ ایک آدمی نے زنا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی شکل وصورت''دعموص'' کی شکل وصورت میں تبدیل کردی علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم کے نزدیک''دعموص'' سے مراد بادشاہوں کے دربان ہیں۔امیہ بن ابی الصلت نے کہا ہے کہ

دُعموص اَبْوَابُ المُلُوْکِ ۔۔۔ وَحَاجِب'' لِلْخَلْقِ فَاتِح''

''دربان بادشاہوں کے دروازوں کے اورمخلوق کے لئے روکنے والے اورکھولنے والے''

حافظ منذری نے''الترغیب والترهیب''میں اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے کہا ہے کہ''الدعامیص''دال کے فتحہ کے ساتھ''دعموص'' کی جمع ہے اور''الدعموص'' دال کے ضمہ کے ساتھ ایک چھوٹا سا جانور ہے جس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے اور حدیث میں جنت میں چھوٹے بچوں کواس جانور سے تشبیہ دینے کا مقصداس کے صغیراورتیز رفتار ہونے کی وجہ سے ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ''دعموص''ایک آدمی کا نام ہے جو بادشاہوں کی زیارت کے لئے بکثرت آتا جاتا تھا اوراسے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں تھی اور وہ بلاخوف بادشاہوں کے محلات میں جہاں چاہتا چلا جاتا۔پس حدیث میں چھوٹے بچوں کو''دعامیص الجنة'' کہنے کا مطلب بھی یہی ہے کہ یہ چھوٹے بچے جنت میں جہاں جانا چاہیں جاسکتے ہیں ان کے لئے کسی قسم کی کوئی رکاوٹ اورممانعت نہیں ہے۔

علامہ جاحظؒ نے کہا ہے کہ جب''دعموص'' بڑا ہوتا ہے تو وہ''دعامیص''بن جاتا ہے اور یہ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیدا ہوتا ہے اور

جب بڑا ہوتا ہے تو چلنے پھرنے لگتا ہے اور یہ بحری ٹڈی سے عمدہ ہوتا ہے۔ نیز ''الدعموص'' اس مخلوق سے تعلق رکھتا ہے جو ابتداء میں پانی میں زندگی گزارتی ہے۔

فائدہ فتاویٰ قاضی حسین میں مرقوم ہے کہ اگر پانی کے کیڑے پھٹ جائیں یا دب جائیں اور ان سے پانی نکل پڑے تو اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔ اس کی علت یہ ہے کہ پانی کے کیڑے حیوان نہیں ہیں بلکہ پانی کے بخارات جمنے کے بعد کیڑوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ پس اس سے یہ بات بھی صراحتاً معلوم ہوتی ہے کہ ''دعامیص'' حشرات الارض میں سے ہیں اس لئے یہ حرام ہیں۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''اهدی من دعمیص الرمل'' (ریگ زار کے دعمیص سے بھی زیادہ دینے والا) اس مثال کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک حبشی غلام تھا جس کی دہشت بہت زیادہ تھی۔ وہ شہری آبادی میں کبھی داخل نہیں ہوتا تھا۔ پس وہ موسم بہار میں کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

فَمَن يُعْطِنِىْ تِسعًا وَّ تِسعِيْنَ بَقَرَة مَجَانًا وَادما اهدها لَوُبَارَ ''پس کون مجھے ایسی ننانوے گائیں عطا کرے گا جو سیاہ رنگ کی ہوں اور ان کا کوئی معاوضہ بھی نہ ہو''

الدغفل

''الدغفل'' (بروزن جعفر) اس سے مراد ہاتھی کا بچہ ہے۔ بعض اہل علم نے اس سے مراد لومڑی کا بچہ لیا ہے اور دغفل بن حنظلہ جن کا تعلق بنی شیبان سے تھا کا نام بھی اسی ''دغفل'' سے ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ نے دغفل بن حنظلہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اقوال روایت کئے ہیں لیکن اس کے متعلق حضرت حسن بصریؒ کی مخالفت کی گئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دغفل بن حنظلہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے اور احمد بن حنبلؒ بھی اس کے متعلق نہیں جانتے۔ حضرت حسن بصریؒ نے دغفل سے روایت کی ہے، دغفلؒ کہتے ہیں کہ نصاریٰ پر ایک مہینے کے روزے فرض تھے۔ پس ایک مرتبہ ان کا بادشاہ بیمار ہو گیا۔ پس اس نے نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا عطا فرمائی تو میں دس روزوں کا اضافہ کروں گا۔

پھر نصاریٰ کا دوسرا بادشاہ جو گوشت کا شوقین تھا کسی مرض میں مبتلا ہوا۔ پس اس نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا عنایت فرمائی تو میں گوشت نہیں پکاؤں گا اور مزید آٹھ روزے رکھوں گا۔ پھر اس کے بعد نصاریٰ کا تیسرا بادشاہ بیمار ہوا۔ پس اس نے کہا کہ اگر میں ٹھیک ہو گیا تو پچاس روزے مکمل کروں گا۔ نیز ہم یہ روزے موسم بہار میں رکھیں گے، پس اس طرح نصاریٰ پر پچاس روزے فرض ہو گئے۔ امام بخاریؒ نے فرمایا کہ دغفل کی روایت قابل قبول نہیں ہے اور حضرت حسن بصریؒ کا ان سے سماع بھی معروف نہیں ہے۔

ابن سیرینؒ نے فرمایا ہے کہ دغفل ایک عالم آدمی تھا لیکن وہ عورتوں کا شوقین بھی تھا۔

حضرت امیر معاویہؓ نے دغفلؒ سے انساب العرب، نجوم، عربیت اور قریش کے انساب کے متعلق سوال کیا۔ پس دغفلؒ نے حضرت امیر معاویہؓ کو اس کے متعلق جواب دیا کیونکہ وہ عالم آدمی تھا۔ پس امیر معاویہؓ نے اس سے فرمایا کہ اے دغفلؒ تم نے یہ کہاں سے یاد کر لیا۔

دغفلؒ نے جواب دیا سوال کرنے والی زبان اور ہوشیار دل سے۔ پس حضرت امیر معاویہؓ نے دغفلؒ کو حکم دیا کہ وہ ان کے بیٹے یزید کو بھی یہ علوم سکھائے۔

الدغناش

''الدغناش'' یہ چھوٹا سا پرندہ ہے جو چڑیا کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس کی پشت پر سرخ دھاریاں اور گردن میں سیاہ وسفید دھاریاں ہوتی ہیں۔ یہ بہت شریر پرندہ ہے اور اس کی چونچ بہت سخت ہوتی ہیں۔ یہ پرندہ ساحلی علاقوں میں بکثرت پایا جاتا ہے۔

شرعی حکم یہ پرندہ حلال ہے کیونکہ یہ چڑیوں کی اقسام ہے اور چڑیاں حلال ہوتی ہیں۔

الدُقَیش

''الدُقَیش'' (دال پر پیش اور قاف پر زبر ہے) یہ ایک چھوٹا پرندہ ہے۔ عام لوگ اسے ''الدقناس'' بھی کہتے ہیں۔

شرعی حکم اس کا شرعی حکم ''الدغناش'' کی مانند ہے۔ پس شاید یہ ''الدغناش'' ہی کا دوسرا نام ہو۔ پس کبھی اس کو ''الدغناش'' اور کبھی ''الدقیش'' کہا جاتا ہے۔

صحاح میں مذکور ہے کہ ابی الدقیش شاعر سے کہا گیا ہے کہ ''الدقیش'' کیا ہے؟ پس اس نے کہا کہ میں اس کے متعلق نہیں جانتا۔ پس یہ ایک نام ہے جو میں نے لوگوں سے سنا ہے۔ پس اسی لئے ہم اس کو ''الدُقَیش'' کہتے ہیں۔

الدُّلدُل

''الدُلدُل'' اس سے مراد سیہہ ہے۔ نیز ''الدُّلدُل'' اضطراب کو کہتے ہیں اور تحقیق بادل کو بھی ''دلدل'' کہا جاتا ہے جبکہ وہ مسلسل حرکت کررہے ہوں۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خچر کو بھی ''دلدل'' کہا جاتا ہے جو مقوقس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور ہدیہ دیا تھا۔ اس کی تفصیل انشاء اللہ حدیث ابو مرثد ''باب العین'' میں آئے گی۔ عناق نے کہا اے اہل خیمہ یہ ''دلدل'' ہے جس نے تمہارے سردار کو اپنے اوپر سوار کر رکھا ہے۔ اس جانور کو ''قنفذ'' (سیہی) سے اس لئے تشبیہ دی جاتی ہے کہ یہ اکثر رات میں نمودار ہوتا ہے اور اپنے سر کو اپنے بالوں سے جس قدر ممکن ہو چھپا لیتا ہے۔ جاحظؒ نے فرمایا ہے کہ ''دلدل'' اور ''قنفذ'' کے درمیان ویسا ہی فرق ہے جیسے بقر (گائے) اور جوامیس (بیل) کے درمیان فرق ہے۔ یہ جانور شام' عراق اور مغربی ممالک میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ امام رافعیؒ نے فرمایا ہے کہ ''دلدل'' ایک ایسا جانور ہے جو بکری کے بچہ کے برابر ہوتا ہے۔ جس کی عادت یہ ہے کہ یہ کھڑے ہو کر مونث سے جفتی کرتا ہے اور اپنی پشت کو مادہ کی پشت سے ملا لیتا ہے اس کی مادہ پانچ انڈے دیتی ہے اور اس کے انڈے درحقیقت انڈے نہیں ہوتے بلکہ انڈے کی شکل میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہوتا ہے۔ اس جانور کی یہ بھی عادت ہے کہ یہ اپنے گھر میں دو دروازے ایک جنوب اور ایک شمال میں بناتا ہے۔ پس جس سمت سے تیز ہوا چلتی ہے تو یہ اس سمت کے دروازے کو بند کر دیتا ہے۔ اس کی یہ بھی عادت ہے کہ جب یہ ناپسندیدہ بات دیکھتا ہے تو اس کی پیٹھ پر ایک کانٹا ظاہر ہو جاتا ہے۔ پس جس کو یہ کانٹا لگ جاتا ہے تو اس کو زخمی کر

دیتا ہے۔اس کانٹے کی لمبائی ایک ہاتھ کے برابر ہوتی ہے۔بعض ماہرین حیوانات کا خیال ہے کہ یہ کانٹا جو اس جانور کی پیٹھ پر ظاہر ہوتا ہے درحقیقت بال ہیں جو بخار کی شدت کے باعث مسام سے نکلتے وقت خشکی سے مغلوب ہو کر کانٹے میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

الحکم ابن ماجہؒ وغیرہ نے امام شافعیؒ کا ایک قول نقل کیا ہے جو اس جانور کے حلال ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے لیکن امام رافعیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ جانور حرام ہے۔شیخ ابومحمد کا بھی یہی قول ہے۔''الوسیط'' میں مذکور ہے کہ امام رافعیؒ اس جانور کو خبائث میں شمار کرتے ہیں۔ ابن صلاح نے امام رافعیؒ کے قول کو غیر صحیح قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ دراصل امام رافعیؒ نے ''دلدل'' کی حقیقت کو نہیں پہچانا اور صرف شیخ احمد کے اس قول پر اعتماد کر لیا کہ ''دلدل'' سے مراد بڑا کچھوا ہے اور پھر اس کی حرمت کا فتویٰ دے دیا اور یہ ٹھیک نہیں ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ ''الدلدل'' سے مراد مذکر سیہی ہے۔الماوردی' الرویانی وغیرہ نے بھی اس کو حرام قرار دیا ہے۔

الامثال اہل عرب کہتے ہیں'' أَسْمَعُ مِن دُلْدُل ''(وہ سیہی سے بھی زیادہ سننے والا ہے) یہ مثال اس وقت بولی جاتی ہے جب کسی کی قوت سماعت کی تیزی کو ظاہر کرنا مقصود ہو۔

خواص اور تعبیر ''دلدل'' کے طبی خواص اور تعبیر ''قنفذ'' (سیہی) ہی کی طرح ہیں اور سیہی کے طبی خواص اور تعبیر کا تذکرہ انشاء اللہ عنقریب ''باب القاف'' میں آئے گا۔

الدلفین

''الدلفین'' یہ مچھلی کے مشابہ ایک دریائی جانور ہے جو سمندر میں ڈوبنے والے کو نجات دیتی ہے اور اس کو اپنی کمر پر اٹھا کر اسے تیرنے میں مدد فراہم کرتی ہے۔اسی لئے اسے ''الدلفین'' کہا جاتا ہے۔بعض اہل علم نے کہا ہے کہ یہ دریائی خنزیر ہے اور یہ ڈوبنے والے کو بچاتا ہے۔یہ مچھلی مصر کے دریائے نیل کے اس حصہ میں جہاں وہ سمندر میں گرتا ہے بکثرت پائی جاتی ہے کیونکہ جب سمندر میں طغیانی آتی ہے تو یہ مچھلی پانی کے سہارے دریائے نیل میں آ جاتی ہے اس کی ہیئت اس مشک کی مانند ہے جو ہوا کے ذریعے پھیلا دی گئی ہو۔اس مچھلی کا سر بہت چھوٹا ہوتا ہے۔بحری جانوروں میں اس کے علاوہ کوئی جانور ایسا نہیں جو پھیپھڑے رکھتا ہو۔پس اسی لئے اس کے اندر تنفس کی آواز سنی جا سکتی ہے۔پس اگر کوئی ڈوبنے والا شخص خوش قسمتی سے اس مچھلی کو مل جائے تو ڈوبنے والے کی نجات کے لئے اس مچھلی سے زیادہ طاقتور اور کوئی ذریعہ نہیں کیونکہ یہ مچھلی اس کو خشکی تک پہنچا دیتی ہے یہاں تک کہ یہ ڈوبنے والے کو بچا لیتی ہے۔یہ مچھلی کسی کو بھی اذیت نہیں دیتی اور اس کی غذا صرف اور صرف مچھلیاں ہیں۔بعض اوقات یہ پانی کی سطح پر اس حالت میں نمودار ہوتی ہے گویا کہ وہ مردہ ہے۔یہ مچھلی بچے دیتی ہے اور اپنے بچوں کو دودھ بھی پلاتی ہے اور جہاں بھی جاتی ہے بچے اس کے ساتھ رہتے ہیں۔یہ صرف موسم گرما میں بچے دیتی ہے۔اس مچھلی کو انسان اور اپنے بچوں سے محبت ہوتی ہے۔جب کوئی شکاری اس مچھلی کو پکڑ لیتا ہے تو اس کی ہم جنس مچھلیاں شکاری سے لڑنے کے لئے آ جاتی ہیں۔اگر یہ مچھلی پانی کی تہہ میں کچھ مدت تک ٹھہری رہے تو اس کا سانس رک جاتا ہے۔پس یہ سانس لینے کے لئے تیزی سے پانی کے اوپر آ جاتی ہے اور اگر اس دوران اس کے سامنے کوئی کشتی حائل ہو تو یہ اس زور سے اچھلتی ہے کہ کشتی کے اوپر آ جاتی ہے' اس مچھلی کا نر ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔

الحکم

یہ مچھلی عام مچھلیوں کی طرح حلال ہے۔

خواص "دلفین" کے طبی خواص درج ذیل ہیں' اگر اس کی چربی کولوہے میں پگھلا کر کان میں ڈالا جائے تو یہ بہرے پن کے لئے بے حد مفید ہے۔ اس کا گوشت سرد اور دیر سے ہضم ہوتا ہے۔ اگر اس کے دانت بچوں کے گلے میں ڈال دیئے جائیں تو بچے خوفزدہ نہیں ہونگے۔

اس کی چربی جوڑوں کے درد کیلئے مفید ہے۔ اگر اس کی چربی اور پارہ کو آگ میں پگھلا کر کسی عورت کے چہرے پر لیپ کر دیا جائے تو اس کا شوہر اس سے محبت کرنے لگے گا اور اس کی خواہشات کو پورا کرے گا۔ اگر اس کے داہنے کلے کو سات دن تک عرق گلاب میں ڈال کر کسی آدمی کے چہرے پر لیپ کر دیا جائے تو تمام لوگ اس سے محبت کرنے لگیں گے اور اس کے بائیں نابہ کلے کی تاثیر اس کے برعکس ہے۔

التعبیر "الدلفین" کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر وہی ہے جو مگرمچھ کی ہے۔ بعض اوقات اس مچھلی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر بکثرت بارش سے دی جاتی ہے اور بعض اوقات اس مچھلی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر مکر و فریب' چوری اور غیبت وغیرہ سے دی جاتی ہے۔ مقدسی نے کہا ہے کہ اگر کوئی خوفزدہ شخص اس مچھلی کو خواب میں دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس شخص کا خوف ختم ہو جائے گا اور یہ تعبیر اس لئے دی جاتی ہے کہ یہ مچھلی ڈوبنے والے کو نجات دیتی ہے۔ ہر وہ حیوان جس کو حالت بیداری میں دیکھنے سے وحشت طاری ہو جیسے مگرمچھ اور اس قسم کے دوسرے حیوان' پس اگر کسی نے خواب میں ایسے جانور کو پانی سے باہر دیکھا تو بے ضرر دشمن کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اس کی قوت اور گرفت پانی کے اندر ہے اور جب وہ پانی سے باہر آ گیا تو اس کی قوت اور گرفت ختم ہوگی۔ واللہ اعلم

الدلق

"الدلق" یہ فارسی سے معرب ہے۔ اس سے مراد ایک جانور ہے جو نیولے کے مشابہ ہے۔ عبداللطیف بغدادی نے کہا ہے کہ یہ جانور چیر پھاڑ کر اس کا خون چوس لیتا ہے۔ ابن فارس نے "المجمل" میں نقل کیا ہے کہ "الدلق" سے مراد "النمس" ہے اور "النمس" بلی کے مشابہ ایک جانور ہے جس کی ٹانگیں چھوٹی اور دم لمبی ہوتی ہے نیز یہ چوہے اور سانپ کا شکار کرتا ہے۔ امام رافعیؒ نے فرمایا ہے کہ "الدلق" ابن مقرض کو کہا جاتا ہے جو ایک وحشی جانور ہے۔ قزوینی نے کہا ہے کہ "الدلق" یہ وحشی جانور ہے جو کبوتروں کا دشمن ہے۔ پس یہ جب کسی برج (کبوتروں کے رہنے کی جگہ) میں داخل ہو جاتا ہے تو تمام کبوتروں کو کھا جاتا ہے۔ نیز سانپ اس جانور کی آواز سن کر خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ عنقریب انشاء اللہ "باب المیم" میں "ابن مقرض" اور اس کے متعلق امام نوویؒ اور رافعیؒ کے اختلاف کا بھی تذکرہ آئے گا۔

ابن صلاح نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے کہ: فنک' سنجاب' دلق اور حوصل کا گوشت حلال ہے۔ پس ابن صلاح نے جو کچھ بھی لکھا ہے اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ابن صلاح کے نزدیک "الدلق" کا کھانا حلال ہے۔

خواص اس جانور کی داہنی آنکھ اگر کسی چوتھیا بخار والے مریض کے گلے میں ڈال دی جائے تو وہ شفایاب ہو جاتا ہے اور اگر اس کی داہنی آنکھ کسی تندرست آدمی کے گلے میں ڈالی جائے تو وہ چوتھیا بخار میں مبتلا ہو جائے گا۔

اگراس کی چربی کی دھونی ایسی جگہ میں دی جائے جہاں کبوتر رہتے ہوں تو تمام کبوتر بھاگ جائیں گے نیز اس کی چربی کی دھونی انسان کے کوڑھ کو ختم کر دیتی ہے۔اس جانور کا خون نصف دانق کے بقدر مرگی کے مریض کی ناک میں ٹپکانے سے مریض شفایاب ہو جائے گا۔اس جانور کی کھال پر قولنج اور بواسیر کے مریض کا بیٹھنا بے حد مفید ہے۔

الدلم

''الدلم ''اس سے مراد چیچڑیوں کی ایک قسم ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں'' فَلان '' أَشَدُّ مِنَ الدلم ''(فلاں آدمی چیچڑی سے بھی زیادہ سخت ہے) یہ مثال کسی آدمی کی سختی کو ظاہر کرنے کے لئے دی جاتی ہے کہ جس طرح چیچڑی جسم سے چمٹ جاتی ہے تو اس سے نجات حاصل کرنا مشکل ہوتا ہے اسی طرح ایسے آدمی سے جو سخت ہو پیچھا چھڑانا دشوار ہوتا ہے۔

الدلھاما

''الدلھاما'' علامہ قزوینیؒ نے کہا ہے کہ یہ ایسا جانور ہے جو سمندری جزیرہ میں پایا جاتا ہے اور یہ شتر مرغ پر سوار انسان کی شکل میں پایا جاتا ہے۔اس کی غذا ان انسانوں کا گوشت ہے جو سمندر میں ڈوب جاتے ہیں۔بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ ایک مرتبہ سمندر میں یہ ایک کشتی کے مدمقابل آ گیا پس اس نے کشتی والوں سے لڑائی کی اور کشتی والوں نے اس سے جنگ کی' پس اس نے زبردست چیخ ماری جس سے کشتی والے بے ہوش ہو گئے' پس اس نے ان بے ہوش انسانوں کو پکڑ لیا۔

الدم

''الدم ''(دال کے کسرہ کے ساتھ)اس سے مراد سنور ہے۔نضر نے'' کتاب الوحوش'' میں یہی لکھا ہے۔

الدّنة

''الدّنة ''(نون کے تشدید کے ساتھ)ابن سیدہ نے کہا ہے کہ یہ چیونٹی کے مشابہ ایک جانور ہے۔

الدنیلس

''الدنیلس ''اس سے مراد سیپی میں رہنے والا ایک جانور ہے۔جبریل بن بختیشوع نے کہا ہے کہ رطوبت معدہ اور استسقاء کی بیماری کے لئے'' الدنیلس'' کا استعمال بے حد نفع بخش ہے۔

شرعی حکم اس کا کھانا حلال ہے کیونکہ یہ بحری طعام ہے اور یہ سمندر میں ہی زندگی بسر کرتا ہے اور اس کے حرام ہونے پر بھی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔شیخ شمس الدین بن عدلان اور ان کے ہم عصر علماء نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔پس شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے اس

کے متعلق حرام ہونے کا فتوٰی دیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ پس امام شافعیؒ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ سمندر میں رہنے والے وہ تمام جانور جن کی زندگی کا دارومدار پانی پر ہے سب کے سب حلال ہیں۔ قرآن کریم کی آیت کے عموم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی بناء پر کہ ''**هُوَ الطُّهُوْرُ مَاؤُهُ الحل ميتة**'' (سمندر کا پانی پاک اور اس کا مردہ حلال ہے)

اس کے متعلق دو قول ہیں' پہلا قول یہ ہے کہ حرام ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سمندر کے جانوروں میں سے خاص طور پر مچھلی کو حلال قرار دیا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جن سمندری جانوروں کا مشابہ خشکی کا جانور حلال ہے جیسے بکری' گائے وغیرہ ان کا کھانا حلال ہے اور جن سمندری جانوروں کا مشابہ حرام ہے جیسے خنزیر وغیرہ تو ان کا کھانا حرام ہے۔ اسی طرح پانی کا کتا اور سمندری گدھا حرام ہے اگرچہ ان کے مشابہ خشکی کا جانور ''**الحمار الوحشی**'' گورخر حلال ہے۔

شیخ عماد الدین اقفسی نے اپنی کتاب ''**التبیان فیما یحل و یحرم من الحیوان**'' میں لکھا ہے کہ شیخ عزالدین ابن عبدالسلام نے ''**الدنیلس**'' کی حرمت کا فتوٰی دیا ہے۔ پس یہ ایسا مسئلہ ہے جس میں سلیم الطبع آدمی اختلاف نہیں کر سکتا۔ میں (یعنی دمیریؒ) کہتا ہوں کہ تحقیق ارسطاطالیس نے اپنی کتاب ''نعوت الحیوان'' میں لکھا ہے کہ کیکڑا بذریعہ تولید پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کی تخلیق سیپی میں ہوتی ہے اور پھر مکمل ہونے کے بعد یہ سیپی سے باہر نکل آتا ہے جس طرح مچھر پانی کے میل وغیرہ سے پیدا ہوتا ہے۔ پس ہم نے ارسطاطالیس کے کلام سے استفادہ حاصل کر کے یہ اخذ کیا ہے کہ جو کچھ ''**الدنیلس**'' اور دیگر سیپیوں میں ہوتا ہے وہ کیکڑے کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ پس جن جانوروں کا کھانا حرام ہے اس کی اصل کا کھانا بھی حرام ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ بعض فقہاء نے ''دنیلس'' کی حلت کا فتوٰی بھی دیا ہے۔ پس انہوں نے بعض اہل علم کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ خشکی کا جانور حلال ہو تو اس کے مشابہ بحری جانور بھی حلال ہوگا۔ پس ان حضرات کا قول ہے کہ ''دنیلس'' کے مشابہ خشکی کا جانور ''الفستق'' پشہ ہے لیکن یہ استدلال ان کے غبی ہونے کی دلیل ہے کیونکہ یہ قول کہ اگر بحری جانور کے مشابہ خشکی کا جانور ہو اور اس کا گوشت کھانا حلال ہو تو بحری جانور کا گوشت بھی حلال ہوگا۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان بحری جانوروں میں سے ہر ایک کو ذبح کرنا بھی واجب ہے یا نہیں؟ پس اس کی دو صورتیں ہیں' پس جن حضرات نے بحری جانوروں کو بری جانوروں کے مشابہ قرار دے کر ''**الدنیلس**'' کو حلال قرار دیا ہے گویا انہوں نے ناپاک کو پاک پر قیاس کیا ہے۔ پس اس سے یہ بھی لازم آئے گا کہ تمام سیپیاں حلال ہیں کیونکہ ''دنیلس'' چھوٹی سیپی ہوتی ہے اور بتدریج بڑی ہو جاتی ہے پس ضروری ہے کہ ''دنیلس'' کو حرام قرار دیا جائے کیونکہ یہ اصداف کی ایک قسم ہے اور اصداف طیب نہیں ہے بلکہ خبیث ہے جیسے کچھوا' سنگھ وغیرہ' جاحظ نے کہا ہے کہ ملاح (کشتی چلانے والے) سیپی میں پائے جانے والے جانور کو کھاتے ہیں۔ پس جاحظ کا یہ قول ''دنیلس'' کی حرمت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ جاحظ نے اسے ملاح کے ساتھ خاص کیا ہے کہ وہ ہی اسے کھاتے ہیں۔ اہل مصر سرطان کھانے کی وجہ سے اہل شام کو برا بھلا کہتے ہیں اور اہل شام ''دنیلس'' کھانے کی وجہ سے اہل مصر کو برا بھلا کہتے ہیں۔ پس دونوں گروہ غلط راستے کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ان کی مثال شاعر کے اس قول کی طرح ہے۔

ومن العجائب و العجائب جمة ان یلھج الاعمیٰ بعیب الاعمش

''اور عجیب و غریب باتوں میں سے ایک بات یہ ہے کہ نابینا شخص ایسے شخص کے عیب سے متحیر ہو جس کی آنکھوں کی روشنی صحیح وسلامت ہو۔''

الدھانج

''الدھانج ''اس سے مراد وہ اونٹ ہے جس کے دو کوہان ہوں' عنقریب انشاء اللہ ''باب الفاء'' میں اس کا تفصیلی ذکر ہوگا۔

الدوبل

''الدوبل ''اس سے مراد چھوٹا گدھا ہے جو متکبر نہیں ہوتا۔ اخطل کا لقب بھی اسی سے ہے۔ جریر نے کہا ہے کہ

بکی دوبل لا یرقی اللہ دمعہ   الا انما یبکی من الذل دوبل

''چھوٹا گدھا رویا اور مسلسل روتا ہے اس لئے کہ اس کا رونا اپنی حقارت کی وجہ سے ہے۔''

الدود

''الدود'' کیڑوں کی بہت سی اقسام ہیں۔ ان میں سے معروف درج ذیل ہیں' کیچوا' سرکہ کا کیڑا' پھول کا کیڑا' ریشم کا کیڑا' صنوبر کے درخت کا کیڑا' انسان کے پیٹ میں پیدا ہونے والا کیڑا۔

حدیث شریف میں کیڑے کا تذکرہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہار منہ کھجور کھایا کرو کیونکہ یہ پیٹ کے کیڑوں کو قتل کر دیتی ہے۔ (ابن عدی)

حکماء نے کہا ہے کہ ''الوخشیرق'' کے پینے سے پیٹ کے کیڑے ختم ہو جاتے ہیں اور اسی طرح ''ورق الخوخ'' (شفتالو) کے پتوں کا اگر ناف پر لیپ کیا جائے تو پیٹ کے کیڑے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ بیہقی میں یہ روایت مذکور ہے صدقہ بن یسار سے مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن اپنے عبادت خانہ میں داخل ہوئے تو انہیں وہاں ایک چھوٹا کیڑا نظر آیا۔ پس آپ نے اس کی تخلیق کے متعلق غور و فکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کیڑے کو کس لئے پیدا فرمایا ہے؟ پس اللہ تعالیٰ نے اس کیڑے کو بولنے کی قوت عطا فرمائی تو اس نے کہا اے داؤد علیہ السلام کیا آپ اپنی جان کو محبوب سمجھتے ہیں حالانکہ میں کمزور ہونے کے باوجود آپ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہوں اور اس کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ'' (اور کوئی چیز بھی ایسی نہیں مگر یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کرتی ہے)

پھلوں کے کیڑے علامہ زمخشری نے اللہ تعالیٰ کے اس قول ''وَ اِنِّیْ مُرْسِلَۃٌ اِلَیْھِمْ بِھَدِیَّۃٍ'' (اور میں ان کی طرف ایک ہدیہ ارسال کرنے والی ہوں) کی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ بلقیس ملکۂ سباء نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پانچ سو غلام جو کنیزوں کے لباس و زیورات سے آراستہ تھے' پانچ سو لونڈیاں جو غلاموں کے لباس میں ملبوس تھیں اور شریف النسل گھوڑوں پر سوار تھیں جن کی زین سونے کی تھی' ایک ہزار سونے اور چاندی کی اینٹیں' ایک تاج جس میں موتی اور یاقوت جڑے ہوئے تھے' مشک و عنبر اور ایک ڈبہ جس میں ایک در یتیم اور ایک مہرہ تھا جس کو ٹیڑھا باندھا گیا تھا بطور ہدیہ بھیجا۔ ملکہ سباء نے یہ تحائف اپنی قوم کے دو

معزز آدمیوں کے ذریعے بھیجے تھے۔ ان میں پہلا شخص منذر بن عمرو تھا اور دوسرا ایک عقل مند اور ذی رائے شخص تھا۔ پس ملکہ سبا نے ان دو آدمیوں کی روانگی کے وقت ان سے کہا تھا کہ اگر وہ نبی ہوئے تو وہ غلاموں اور لونڈیوں کے درمیان تمیز کریں گے اور دریتیم میں سیدھا سوراخ کریں گے اور مہرہ میں دھاگہ پرو دیں گے۔ پھر ملکۂ سبا نے منذر سے کہا کہ اگر وہ (یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام) تیری طرف غصیلی نظروں سے دیکھیں تو وہ بادشاہ ہوں گے۔ پس ان سے خوفزدہ نہ ہونا اور اگر تو ان میں لطف و کرم کو دیکھے تو وہ نبی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کو وحی کے ذریعے ان باتوں سے آگاہ فرما دیا۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کو حکم دیا تو انہوں نے ایک میدان میں جس کی لمبائی سات فرسخ تھی اس پر سونے اور چاندی کی اینٹوں کی سڑک تعمیر کر دی اور اس میدان کے چاروں طرف ایک دیوار بنا دی اور اس دیوار پر سونے اور چاندی کے کنگرے بنا دیئے۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کو خشکی اور سمندر کے عمدہ جانور اکٹھے کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے ان کو جمع کر کے اس میدان کے دائیں اور بائیں سونے اور چاندی کی اینٹوں کے ساتھ باندھ دیا۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کی اولاد جو تعداد میں بہت زیادہ تھی کو لانے کا حکم دیا تو جنات نے اس سڑک کے دائیں اور بائیں جانب اپنی اولاد کو کھڑا کر دیا۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام ایک کرسی پر بیٹھ گئے اور آپ کے دائیں بائیں اور کرسیاں بھی موجود تھیں اور شیاطین' جنات اور انسان میلوں تک صفوں کی شکل میں کھڑے ہو گئے تھے۔ اسی طرح جانور' درندے اور پرندے بھی صفوں کی شکل میں وہاں موجود تھے۔ پس جب قوم سباء کا وفد قریب پہنچا تو انہوں نے جانوروں کو سونے اور چاندی کی اینٹوں پر گوبر و لید کرتے ہوئے دیکھا۔ پس انہوں نے سونے اور چاندی کی اینٹیں جو وہ تحفہ میں لائے تھے پھینک دیں۔ پس جب وفد کے افراد حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں محبت بھری نظروں سے دیکھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہاں ہے وہ ڈبہ جس میں فلاں فلاں چیزیں ہیں۔ پس وفد نے وہ ڈبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے زمین کے کیڑے کو حکم دیا' پس اس کیڑے نے ایک بال لیا اور اس ڈبہ میں سوراخ کر دیا۔ پھر اس کے بعد سفید کیڑے نے اپنے منہ میں دھاگہ لیا اور اس مہرہ میں ڈال دیا جو ٹیڑھا بندھا ہوا تھا۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سفید کیڑے کا رزق پھلوں میں مقرر کر دیا۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے پانی منگوایا پس پانی لایا گیا۔ پس لونڈی نے ایک ہاتھ میں پانی لیا اور پھر دوسرے ہاتھ میں پانی ڈال کر اپنے منہ پر ڈالا تا کہ اپنا منہ دھو لے اور غلام نے جس ہاتھ میں پانی لیا اور اسی ہاتھ سے منہ بھی دھویا۔ اس طریقہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے لونڈی اور غلام میں تمیز کی' پھر اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدیہ واپس کر دیا اور منذر سے فرمایا کہ تم اپنی قوم کی طرف لوٹ جاؤ۔ پس جب وہ وفد واپس پہنچا تو اس نے تمام حالات ملکۂ سبا کو بتائے تو اس نے کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور ہم ان سے مقابلہ کی استطاعت نہیں رکھتے۔ پس اس کے بعد ملکۂ سبا بارہ ہزار سرداروں کے ہمراہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف روانہ ہوئی اور ہر سردار کے ماتحت بارہ ہزار سپاہیوں کا لشکر تھا۔

ریشم کا کیڑا اسے ہندی کیڑا بھی کہا جاتا ہے اور یہ عجیب و غریب مخلوق ہے اپنی پیدائش کے ابتداء میں یہ دانہ کے برابر ہوتا ہے اور پھر جب فصل ربیع میں کیڑے کے پیٹ سے نکلتا ہے تو سرخ چیونٹی سے چھوٹا ہوتا ہے اور اس کا رنگ سرخ چیونٹی کی مثل ہوتا ہے۔ یہ کیڑا گرم علاقوں میں اپنی ماں کے پیٹ کی بجائے ایک گٹھلی سے پیدا ہوتا ہے۔ بعض اوقات اس کے خروج میں تاخیر ہوتی ہے تو عورتیں اس گٹھلی کو

اٹھا کر اپنی چھاتیوں کے نیچے رکھ کر حرارت فراہم کرتی ہیں جس کی وجہ سے یہ جلدی نکل آتا ہے' پس جب یہ گٹھلی سے نکل آتا ہے تو اسے سفید توت کے پتے کھلائے جاتے ہیں یہاں تک کہ یہ بڑھتے بڑھتے ایک انگلی کے برابر ہوجاتا ہے۔ ابتداء میں اس کیڑے کا رنگ سیاہ ہوتا ہے لیکن بعد میں اس کا رنگ سفید ہوجاتا ہے' اس کے رنگ کی تبدیلی زیادہ سے زیادہ آٹھ دنوں میں پایہ تکمیل تک پہنچ جاتی ہے پھر اس کے بعد یہ کیڑا اپنے منہ سے نکلنے والے مادہ سے اپنے اوپر جالا بننا شروع کردیتا ہے اور اپنے پیٹ سے سارا مادہ باہر نکال دیتا ہے اور جب اس کا جالا مکمل ہوجاتا ہے تو اس کی شکل اخروٹ کی طرح ہوجاتی ہے اور یہ کیڑا دس دنوں تک اس جالا میں مقید رہتا ہے پھر اس میں سوراخ کرکے باہر نکل آتا ہے۔ پس اس کے بعد اس کی شکل ایک سفید پروانہ کی طرح ہوتی ہے اور اس کے دو بازو ہوتے ہیں۔

یہ کیڑا جب اپنے جالے سے باہر نکلتا ہے تو اس پر مستی غالب ہوجاتی ہے۔ پس مذکر اپنی مونث کی دم سے اپنی دم جوڑ لیتا ہے اور ایک مدت تک اسی طرح ایک دوسرے کے ساتھ لپٹے رہتے ہیں پھر اس کے بعد یہ دونوں علیحدہ ہوجاتے ہیں اور مونث کے پیٹ سے بیج نکلتا ہے جس کا تذکرہ آغاز میں کردیا گیا ہے۔ اگر اس کیڑے سے محض بیج لینا مقصود ہو تو اس کے نیچے ایک کپڑا بچھا دیا جاتا ہے تاکہ تمام بیج نکل آئیں پھر اس کے بعد دونوں (یعنی نر و مادہ) کی موت واقع ہوجاتی ہے۔ پس اگر اس کیڑے سے ریشم لینا مقصود ہو تو جب وہ اپنے اوپر جال بن لیتا ہے تو اسے دس دن تک دھوپ میں رکھتے ہیں پھر وہ ہلاک ہوجاتا ہے۔ اس کیڑے کی عجیب و غریب طبیعت ہے کہ یہ بجلی کی کڑک' طشت بجانے' اوکھلی (لکڑی یا پتھر کی بنی اور زمین کی گڑی ہوئی کونڈی جس میں غلہ وغیرہ موصلوں سے کوٹتے ہیں) کی آواز' سرکہ کی بو اور حائضہ و جنبی کے چھونے سے ہلاک ہوجاتا ہے' نیز چوہے' چڑیا' چیونٹی چھپکلی اور سخت گرمی و سخت سردی سے بھی اسے جان کا خطرہ رہتا ہے۔

تحقیق بعض شعراء نے اس کے متعلق پیچیدہ اشعار کہے ہیں ؂

وَ بَیْضَۃ تَخضِنُ فِیْ یَومَیْنِ حَتّٰی اِذَا دیت علی رجلین واستبدلت بلونها لونین

''اور وہ اپنے انڈوں کو دو دن سیتی ہے یہاں تک کہ جب وہ اپنے پاؤں پر چلنے لگتی ہے تو اس کا ایک رنگ دوسرے رنگ میں تبدیل ہوجاتا ہے۔''

حاکت لها خیسا بلا نیرین بلا سماء و بلا بابین و نقبته بعد لیلتین

پس اس کے لئے بغیر ستاروں کے ایک قباء بنی جاتی ہے جس پر نہ تو آسمان ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے دروازے اور پھر وہ دو راتوں کے بعد اس میں سوراخ کرلیتی ہے''

فخرجت مکولة العینین قدصبغت بالنقش حاجبین قصیرة ضیئلة الجنبین

پس وہ سرمگین آنکھوں کے ساتھ اپنے خول سے باہر نکلتی ہے۔ تحقیق اس کے بھنوؤں کا نقش بہت قلیل اور غیر کشادہ ہوتا ہے۔

کانها قد قطعت نصفین لها جناح سابغ البردین مانبتا الا لقرب الحین

''گویا کہ اسے دو حصوں میں تقسیم کردیا گیا ہو' اس کے پر بھی ہوتے ہیں جو نیچے تک پہنچ جاتے ہیں''

ان الردی کحل لکل عین

''یہ کیڑا قلیل وقت کے لئے پیدا ہوا ہے لیکن اس نے ہر آنکھ میں کثافت کو پہنچا دیا''

مثال امام ابو طالب مکی نے اپنی کتاب ''قوت القلوب'' میں لکھا ہے کہ تحقیق بعض حکماء ابن آدم کی مثال ریشم کے کیڑے سے دیتے ہیں۔ پس جس طرح ریشم کا کیڑا جہالت کی وجہ سے اوپر جال بنتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اس جال سے نجات حاصل نہیں کرسکتا اور اپنے بنے ہوئے جال میں اپنے آپ کو ہلاک کرلیتا ہے اور اس طرح دوسروں کے لئے ریشم بن جاتا ہے' پس یہی صورت اس جاہل آدمی کی ہے جسے اس کے مال اور اہل کی فکر ہلاک کردیتی ہے۔ پس وہ اپنے وارثین کو مالدار کرجاتا ہے' پس اگر اس کے ورثاء مال کو اللہ کی نافرمانی میں خرچ کریں گے تو اس نافرمانی میں وہ بھی برابر کا حصہ دار ہے کیونکہ اسی نے مال کما کر ان کیلئے چھوڑا ہے۔

پس اس بات کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا ہے کہ کونسی حسرت اس کے لئے زیادہ گراں ہوگی' اپنی عمر کو دوسروں کیلئے ضائع کرنا' یا اپنا مال دوسروں کے میزان میں دیکھنا' تحقیق ابو الفتح بستی نے اپنے اشعار میں اسی جانب اشارہ کیا ہے۔

الم تر ان المرء طول حیاته		معنی بامر لا یزال یعالجه

''کیا تو نے دیکھا کہ آدمی اپنی طویل زندگی میں جدوجہد کرتا رہتا ہے''

کدود کدود القز ینسج دائماً		ویهلک غما وسط ماهو ناسجه

''جیسا کہ ریشم کا کیڑا ہمیشہ اپنے اوپر جال بنتا ہے اور بالآخر اپنے ہی تیار کردہ جال میں ہلاک ہوجاتا ہے''

لا یغرنک اننی لین اللمسس		فعزمی اذا انتضیت حام

''نہ تجھے دھوکے میں ڈالے یہ بات کہ میں نرم جسم والا ہوں کیونکہ جب میں کسی کام کی تیاری کرتا ہوں تو میرا عزم تلوار سی کاٹ دکھاتا ہے''

أنا کالورد فیه راحة قوم		ثم فیه الآخرین زکام

''میں گلاب کے اس پھول کی طرح نہیں ہوں جس میں ایک قوم کے لئے سکون ہے اور دوسروں کے لئے زکام''

یہ اشعار بھی اسی معنی میں ہیں۔

یفنی الحریص یجمع المال مدته		وللحوادث ما یبقی ومایدع

''لالچی آدمی مال جمع کرنے میں اپنی زندگی فنا کردیتا ہے اور اس کا بقیہ مال حوادث کی نظر ہوجاتا ہے''

کدودۃالقز ما تبنیه یهلکها		وغیرها بالذی تبنیه ینتفع

''ریشم کے کیڑے کی طرح وہ جس چیز کو بناتا ہے وہ اس کو ہلاک کرڈالتی ہے اور اس کے علاوہ دوسرے اس کی بنائی ہوئی چیز سے نفع اٹھاتے ہیں''

ریشم کے کیڑے اور مکڑی کا مکالمہ ایک مرتبہ مکڑی نے اپنے آپ کو ریشم کے کیڑے سے تشبیہ دیتے ہوئے کہا میں بھی جالا بنتی ہوں اور تو بھی اپنے جسم پر خول بنتا ہے۔ پس ریشم کے کیڑے نے کہا کہ میں بادشاہوں کا لباس بنتا ہوں اور تو مکھیوں کا لباس بنتی ہے۔ پس اسی ایک فرق سے میرے اور تیرے درمیان فرق کی وضاحت ہوجاتی ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ۔

اذا اشتبکت دموع فی خدود		تبین من بکی ممن تباکی

''جب آنسوؤں کا بہاؤ رخساروں پر ہوتا ہے تو بناوٹی رونے والے اور اصلی رونے والے میں فرق واضح ہوجاتا ہے''۔

اختتامیہ صنوبر کا درخت ہر تیس سال کے بعد ایک مرتبہ پھیلتا ہے لیکن کدو کا درخت دو ہی ہفتہ میں بہت بلند ہو جاتا ہے۔ پس کدو کے درخت نے صنوبر کے درخت سے کہا کہ تو جو مسافت تیس سالوں میں طے کرتا ہے' وہ مسافت میں دو ہفتہ میں طے کر لیتا ہوں۔ پس کیا تو درخت کہلانے کا حق دار ہے یا میں درخت کہلانے کا مستحق ہوں؟ پس صنوبر کے درخت نے جواب دیا کہ جب خزاں کی تیز ہوا چلے گی تو تیرا غرور ختم ہو جائے گا اور تجھے معلوم ہو جائے گا کہ کون درخت کہلانے کا مستحق ہے۔

مسعودی نے الراضی کے حالات میں لکھا ہے کہ طبرستان میں ایک مثقال سے تین مثقال کے وزن کا ایک کیڑا ہوتا ہے جو رات کو چمکتا ہے جیسے شمع چمکتی ہے اور دن میں پرواز کرتا رہتا ہے۔ اس کا رنگ سبز ہوتا ہے۔ اس کے پر دکھائی دیتے ہیں لیکن جب اسے چھوا جائے تو پھر معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پر نہیں ہیں۔ درحقیقت اس کی غذا مٹی ہے لیکن کبھی بھی پیٹ بھر کر مٹی نہیں کھاتا اس خوف سے کہ اگر کہیں زمین کی مٹی ختم ہوگئی تو بھوک کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو جائے گی۔

الحکم ماکولات (یعنی پھل وغیرہ) میں پیدا ہونے والے کیڑوں کے علاوہ تمام اقسام کے کیڑے حرام ہیں۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے (یعنی شوافع کے) نزدیک ماکولات میں پیدا ہونے والے کیڑوں کے متعلق تین صورتیں ہیں۔ پہلی صورت اس کے جواز کی ہے کہ اسے اس چیز کے ساتھ کھایا جاسکتا ہے جس میں وہ پیدا ہوا ہے لیکن تنہا کھانا صحیح نہیں ہے اور یہ صورت صحیح ترین ہے۔ دوسری صورت ان کے عدم جواز کی ہے کہ انہیں کسی بھی صورت میں نہیں کھایا جاسکتا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ اسے اس چیز کے ساتھ بھی کھایا جاسکتا ہے جس میں یہ پیدا ہوا ہے اور علیحدہ بھی کھانا جائز ہے نیز کیڑوں کی خرید وفروخت بھی جائز نہیں ہے سوائے اس کیڑے کے جو سرخ رنگ کا ہوتا ہے اور بعض ممالک میں بلوط (اس کی چھال دباغت کیلئے استعمال کی جاتی ہے) کے درخت میں پایا جاتا ہے۔ پس ریشم کے کیڑے کی خرید وفروخت جائز ہے اور اسے شہتوت کے پتے کھلانا بھی واجب ہے اور اس کیڑے کو دھوپ میں ڈالنا بھی جائز ہے اگرچہ اس کی موت واقع ہو جائے کیونکہ اس سے نفع حاصل ہوتا ہے۔

خواص اگر ریشم کے کیڑے کو زیتون میں حل کر کے ایسے شخص کے جسم پر مالش کی جائے جسے کسی زہریلے جانور نے ڈس لیا ہو تو یہ اس کیلئے نفع بخش ہے۔ اگر ریشم کا کیڑا مرغی کھالے تو وہ بہت فربہ ہو جائے گی۔ اگر زبل اصغر کا کیڑا پرانے زیتون کے تیل میں ملایا جائے اور پھر اس تیل سے گنجے سر کی مالش کی جائے تو گنجا پن زائل ہو جائے گا۔ اگر اس نسخہ پر مداومت اختیار کی جائے تو یہ بہت مجرب اور مفید ہے۔

التعبیر کیڑوں کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر آپس کے دشمنوں سے کی جاتی ہے۔ ریشم کے کیڑے کو خواب میں دیکھنا تاجر کے لئے گاہکوں کی طرف اشارہ ہے اور بادشاہ کے لئے رعیت کی جانب اشارہ ہے۔ پس اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس نے ریشم کا کیڑا پکڑ لیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے نفع حاصل ہوگا۔ بعض اوقات کیڑوں کو خواب میں دیکھنا مال حرام کی طرف اشارہ ہوگا یا کسی ضرر کی علامت ہے۔

پس اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کے ہاتھ سے کیڑا فرار ہو گیا ہے تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ اسے تکلیف سے نجات حاصل ہوگی۔ بعض اوقات کیڑوں کو خواب میں دیکھنا موت کی قربت اور عمر کے خاتمے کی علامت ہے۔ واللہ اعلم

دوالة

''دؤالة''(بروزن نخالة)اس سے مراد لومڑی ہے اور لومڑی کو''دوالة ''اس کے نشاط کی وجہ سے کہا جاتا ہے کیونکہ ''الدألان''نشاط کی چال کو کہتے ہیں۔

الدودمس

''الدودمس ''سانپ کی ایک قسم ہے۔ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس قسم کا سانپ بہت زیادہ زہریلا ہوتا ہے۔پس جہاں تک اس کی پھنکار پہنچتی ہے وہ تمام جگہ جل جاتی ہے۔اس کی جمع کے لئے''دودمسات''اور''دوامیس'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔

الدوسر

''الدوسر ''اس سے مراد وہ اونٹ ہے جو فربہ ہو'اس کی مونث کو''دوسرة'' کہتے ہیں۔

الدیسم

''الدیسم ''ریچھ کے بچے کو کہا جاتا ہے۔جوہری نے کہا ہے کہ میرے نزدیک''الدیسم'' سے مراد لومڑی کا بچہ ہے۔بعض اہل علم کے نزدیک بھیڑیئے اور کتے کے مشترکہ بچے کو''الدیسم'' کہا جاتا ہے۔علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہی ہے کہ ''الدیسم'' سے مراد ریچھ کا بچہ ہے۔

شرعی حکم ''الدیسم'' سے مراد خواہ ریچھ کا بچہ ہو یا کسی درندے کا اس کا کھانا حرام ہے۔

الدیک

''الدیک ''اس سے مراد مرغ[1] ہے۔اس کی جمع کیلئے''دیوک''اور''دیکة'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔اس کی تصغیر''ودیک'' آتی ہے۔اس کی کنیت کیلئے ابوحسان' ابوحماد' ابوسلیمان' ابوعقبہ' ابومدلج' ابوالمنذر' ابونبہان' ابویقظان' ابو برائل کے الفاظ مستعمل ہیں۔

مرغ کی خصوصیات کہا جاتا ہے کہ مرغ کی یہ خاصیت ہے کہ اسے نہ اپنے بچے سے محبت ہوتی ہے اور نہ ہی وہ کسی اپنی بیوی (مرغی) سے محبت کرتا ہے بلکہ یہ طبعی طور پر احمق ہوتا ہے۔اسی لئے جب یہ کسی دیوار سے گر جاتا ہے تو یہ اپنے گھر کا راستہ بھول جاتا ہے۔نیز مرغ میں احمق ہونے کے ساتھ ساتھ بعض اچھے خصائل بھی پائے جاتے ہیں۔پس مرغ کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ اپنی تمام مرغیوں کے درمیان مساوات قائم رکھتا ہے اور کسی ایک کو دوسری پر ترجیح نہیں دیتا۔مرغ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ رات کے اوقات سے واقف ہوتا ہے۔پس جب اس کے بولنے کا وقت آتا ہے تو یہ عین اسی وقت بولتا ہے اور اپنے بولنے کے اوقات میں

[1] مرغ Cock (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۵۸۱)

کمی بیشی نہیں کرتا۔ نیز یہ طلوع فجر سے پہلے اور طلوع فجر کے بعد مسلسل بولتا رہتا ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو یہ خاصیت عطا فرمائی۔ پس مرغ کی اسی خصوصیت کی وجہ سے قاضی حسینؒ متولی' رافعی' وغیرہ نے تجربہ کار مرغ کی آواز پر اعتماد کرتے ہوئے نماز کے اوقات کے متعین کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ مرغ کی ایک عجیب وغریب خاصیت یہ ہے جب کسی جگہ پر مرغیاں ہوں اور یہ وہاں چلا جائے تو یہ تمام مرغیوں سے (بلاتفریق) جفتی کرتا ہے۔ تحقیق ابوبکر صنوبری نے مرغ کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ

مغرد الليل ما يالوک تغريدا ... مل الكرى فهو يدعو االصبح مجهودًا

''رات کو بولنے (یعنی بانگ دینے) والا جو کبھی اپنے بولنے میں کوتاہی نہیں کرتا حالانکہ نینداس پر غالب ہوتی ہے لیکن وہ ٹھیک وقت پر بانگ دیتا ہے''

لما تطرب هزا العطف من طرب ... و مدالصوت لما مده الجيدا

''جب اس پر سرور غالب ہوتا ہے تو یہ حرکت کرتا ہے اور بانگ دیتے وقت اپنی آواز کو خوب کھینچتا ہے''

كلابس مطرفامرخ ذوائبه ... تضاحک البيض من اطرافه السودا

''اس نے ایسا عباء پہنا ہے جس کی گھنڈیاں لٹکی ہوئی ہیں اور اس کے سیاہ بالوں کے ساتھ دو سفید حصے دکھائی دیتے ہیں''

حالى المقلد لو قيست قلائده ... بالورد قصر عنها الورد توريدا

''اس کے گلے میں ایسا ہار ہے جسے پھول کے ہار پر قیاس نہیں کیا جاسکتا''

تاریخ ابن خلکان میں محمد بن معن بن محمد بن صمادح معتصم کے حالات میں ابوالقاسم اسعد بن بلیط کے قصیدے کے اشعار (جو اس نے اس کی مدح میں کہے تھے) میں مرغ کی صفات مذکور ہیں۔

كان أنو شروان أعطاه تاجه ... وناط عليه كف مارية القرطا

''نوشیروان نے اپنا تاج عطا کیا ہے اور ماریہ نے اس کے (یعنی مرغ کے) کانوں میں بالیاں پہنائی ہیں''

سبى حلة الطاوس حسن لباسه ... ولم يكفه حتى سبى المشية البطا

''گویا اس نے مور کی پوشاک حاصل کرلی اور مور کی پوشاک کے نقص سے اپنے آپ کو بچا لیا''

جاحظ نے کہا ہے کہ جلاسی 'نبطی' سندھی اور حبشی مرغ بھی ہندوستانی مرغ کے حکم میں داخل ہیں۔ تجربہ کار لوگوں کا خیال ہے کہ سفید مرغ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ جس گھر میں رہتا ہے اس کی حفاظت کرتا ہے نیز تجربہ کار لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر کوئی آدمی سفید مرغ کو ذبح کرے تو اس کا گھر برکت سے خالی ہوجائے گا۔

حدیث میں مرغ کا تذکرہ عبدالحق بن قانع نے جابر بن اثوب کی سند سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفید مرغ میرا خلیل (دوست) ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند درست نہیں ہے بلکہ ایک دوسری روایت میں مذکور ہے کہ سفید مرغ میرا دوست ہے۔ شیطان اسے ناپسند کرتا ہے کیونکہ یہ اپنے مالک کو بروقت جگاتا ہے اور اس کے گھر کا محافظ بھی ہے۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اور گھر میں مرغ پالنے کا حکم دیتے تھے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفید کہر دار مرغ میرا دوست ہے اور میرے دوست جبرئیل علیہ السلام کا دوست ہے۔ یہ اپنے گھر کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اپنے پڑوس کے سولہ گھروں کا بھی محافظ ہے۔(الحدیث) علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں یہ روایت کتاب التہذیب سے نقل کی گئی ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے۔

شیخ محبّ الدین طبری سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرغ تھا اور صحابہ کرامؓ نمازوں کے اوقات کی پہچان کے لئے دوران سفر مرغ بھی لے جایا کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مرغ کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو کیونکہ مرغ نے فرشتہ کو دیکھا ہے۔ پس جب تم گدھے کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو کیونکہ گدھے نے شیطان کو دیکھا ہے۔(رواہ الترمذی' وابی داؤد والنسائی)

قاضی عیاض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کہ مرغ کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ فرشتے بندہ مومن کی اس دعا پر آمین کہتے ہیں اور اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور اس کے اخلاص کی گواہی دیتے ہیں اور یہ دعا کی قبولیت کا وقت ہے نیز گدھا شیطان کو دیکھنے پر آواز نکالتا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ گدھا' شیطان کو دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ پس ضروری ہے کہ بندہ مومن تعوذ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے سایۂ رحمت میں آجائے۔

معجم طبرانی اور تاریخ اصفہان میں یہ روایت مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک سفید مرغ ہے جس کے دونوں بازو زبرجد، یاقوت اور موتیوں کے ہیں۔ اس کا ایک بازو مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے اور اس کا سر عرش کے نیچے ہے اور اس کی ٹانگیں ہوا میں ہیں۔ یہ مرغ روزانہ صبح کے وقت اذان دیتا ہے۔ پس اس کی آواز جن وانس کے علاوہ آسمان وزمین کی تمام مخلوق سنتی ہے۔ پس زمین کے مرغ اس آواز کا جواب دیتے ہیں۔ پس جب قیامت کا دن قریب ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس مرغ سے فرمائے گا اپنے بازو آپس میں ملالے اور اپنی آواز کو پست کر لے۔ پس جن وانس کے علاوہ تمام مخلوق اس بات کو جان لے گی کہ تحقیق قیامت قریب آگئی ہے۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک مرغ ہے جس کے پاؤں تحت الثریٰ میں ہیں اور اس کی گردن عرش کے نیچے ہے۔ پس جب رات کا کچھ حصہ گزرتا ہے تو پکارنے والا ''سُبُّوح'' ''قُدُّوس'' پکارتا ہے تو وہ مرغ بھی اذان دیتا ہے۔(معجم طبرانی' بیہقی)

کامل ابن عدی میں علی بن ابی علی الہبی کے حالات میں مذکور ہے کہ وہ منکر روایات نقل کرتے تھے۔ نیز حضرت جابرؓ سے بھی انہوں نے ہی روایت کی ہے۔

کتاب فضل ذکر میں علامہ جعفر بن محمد بن حسن فریابی نے حضرت ثوبانؓ جو رسول اللہ ﷺ کے غلام ہیں کی روایت نقل کی ہے۔ حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک مرغ ہے جس کے پاؤں تحت الثریٰ میں اور اس کی گردن عرش کے نیچے تک پہنچتی ہے اور اس کے دونوں بازو ہوا میں ہیں۔ پس وہ ان دونوں بازوؤں کو ہر رات سحری کے وقت

پھڑ پھڑاتا ہے اور کہتا ہے "سُبحَانَ المَلِکُ القُدُوس رَبُّنَا المَلِک الرَّحمٰن لَا اِلٰهَ غَیرَہ"ثعلبی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین آوازیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں ۔ مرغ کی آواز' قرآن پڑھنے والے کی آواز اور صبح کے وقت استغفار کرنے والوں کی آواز۔

حضرت زید بن خالد جہنیؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مرغ کو گالی نہ دو کیونکہ یہ تمہیں نماز کے لئے بیدار کرتا ہے۔ (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ) علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند جید ہے ۔ امام حلیمی نے فرمایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ مرغ تمہیں نماز کے لئے بیدار کرتا ہے ۔ اس بات کی دلیل ہے کہ جس چیز سے خیر حاصل ہو اس کو گالی نہ دی جائے اور نہ ہی اس کی توہین کی جائے بلکہ وہ چیز تکریم کی مستحق ہے اور اس کے احسان پر اسکا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ مرغ کا نماز کے لئے بیدار کرنا اس معنیٰ میں نہیں ہے کہ مرغ کی آواز حقیقت میں نماز کا ہی وقت ہو گیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے مرغ کی فطرت میں یہ بات رکھی ہے کہ وہ طلوع فجر کے وقت بار بار آواز دیتا ہے جس کی وجہ سے لوگ نماز کے لئے بیدار ہو جاتے ہیں' پس مرغ نماز کے لئے بیداری کا ایک ذریعہ ہے اور اس کو مجازی طور پر "دعاء الدیک الی الصلوۃ" (یعنی مرغ نماز کیلئے بلاتا ہے) سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔ پس اگر مرغ نماز فجر کے وقت کے علاوہ کسی اور وقت میں اذان دینے لگے (حالانکہ ابھی فجر کا وقت بھی نہ ہوا ہو) تو اس کی آواز پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اکثر تجربات سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ بعض مرغ انسانوں کی آہٹ سن کر صبح صادق سے قبل ہی بانگ دینا شروع کر دیتے ہیں یعنی چیخنے لگتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت دی ہے کہ میں اس مرغ کا تذکرہ کروں جس کے پاؤں زمین میں ہیں اور اس کی گردن عرش کے نیچے ہے اور وہ یہ کہتا ہے "سُبحَانَکَ مَا اعظَمُ شَانُکَ" (پاک ہے تو اور تیری شان بہت بلند ہے)

ابو طالب مکی اور حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے میمونؒ بن مہران سے روایت نقل کی ہے۔ میمونؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ بے شک عرش کے نیچے ایک فرشتہ ہے جس کی شکل وصورت مرغ کی طرح ہے۔ اس کے پنجے موتیوں کے ہیں اور اس کا صیصہ زبرجد کا ہے جو سبزی مائل ہے۔ پس جب تہائی رات کا پہلا حصہ گزرتا ہے تو یہ اپنے پروں کو ہلاتا ہے اور کہتا ہے "لیقم القائمون" (رات کو قیام کرنے والوں کو کھڑے (یعنی بیدار) ہو جانا چاہیے ۔ پس جب نصف رات گزر جاتی ہے تو یہ اپنے پروں کو حرکت دیتے ہوئے کہتا ہے "لیقم المصلون" (نمازیوں کو بیدار ہو جانا چاہیے) پس جب فجر طلوع ہو جاتی ہے تو یہ اپنے پروں کو حرکت دیتے ہوئے کہتا ہے "لیقم الغافلون و علیھم اوزارھم" (غافلین کو بیدار ہو جانا چاہیے) اور ان پر ان کا (یعنی ان کے گناہوں کا) بوجھ ہے۔

نکتہ سہل بن ہارون بن راہویہ خلیفہ مامون الرشید کی خدمت پر مامور تھا نیز سہل بن ہارون حکیم شاعر اور فارسی الاصل فصیح شاعر تھا۔ اس نے شیعہ مذہب اختیار کیا ہوا تھا اس لئے یہ عربوں سے شدید تعصب رکھتا تھا۔ اس نے ادب وغیرہ میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ جاحظ نے اس کی حکمت وشجاعت کو سراہا ہے لیکن ان تمام خوبیوں کے باوجود یہ بے حد بخیل تھا۔ اس کے بخل کے متعلق بہت سی عجیب وغریب حکایات مشہور ہیں۔ پس ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ دعبل نے کہا ہے کہ ایک دن ہم سہل بن ہارون کی مجلس میں موجود تھے۔ پس باتوں

باتوں میں ہماری مجلس طویل ہوگئی یہاں تک کہ سہل بن ہارون کو سخت بھوک محسوس ہوئی اور قریب تھا کہ شاید بھوک کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو جائے گی۔ پس سہل بن ہارون نے کہا اے غلام تو ہلاک ہو ہمارے لئے کھانا لے آ۔ پس غلام ایک پیالہ لے کر آیا جس میں پکا ہوا مرغ تھا۔ پس سہل نے اسے غور سے دیکھا اور کہا کہ اے غلام اس کا سر کہاں ہے؟ غلام نے کہا کہ میں نے اس کا سر پھینک دیا ہے۔

پس سہل نے کہا اللہ کی قسم کہ سر تو بہت اعلیٰ چیز ہے میں تو مرغ کی ٹانگ کو پھینکنا بھی پسند نہیں کرتا۔ پس کیا تجھے اس بات کا علم نہیں کہ سر تو تمام اعضاء کا سردار ہے اور مرغ اس سے اذان دیتا ہے اور اگر اس کا سر نہ ہوتا تو مرغ اذان کیسے دیتا۔ نیز مرغ کے سر پر ایک ایسی چیز ہوتی ہے جس کی وجہ سے لوگ اسے متبرک سمجھتے ہیں اور اس کے سر ہی میں اس کی آنکھیں ہوتی ہیں جو صفائی میں ضرب المثل ہیں۔ پس صاف و شفاف شراب کو مرغ کی آنکھ سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ مرغ کا دماغ درد گردہ کے لئے بے حد مفید ہے۔ پس اگر تو یہ سمجھتا تھا کہ میں اسے نہیں کھاؤں گا تو اس کو کھانے کے لئے میرے اہل وعیال موجود تھے۔ پس جا اور اسے تلاش کر کے لا۔ غلام نے عرض کیا اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ میں نے اسے کہاں پھینکا ہے۔ پس سہل بن ہارون بن راہویہ نے کہا اللہ تجھے ہلاک کرے تو نے اسے اپنے پیٹ میں ڈال لیا ہے۔

شرعی حکم مرغ کا کھانا حلال ہے۔ اس کو گالی دینا مکروہ ہے جیسا کہ اوپر زید بن خالد جہنیؓ کی روایت میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے نیز مرغ کی آواز پر اوقات نماز کی تعین بھی جائز ہے جیسا کہ پہلے اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

زید واسطی سے مروی ہے کہ حضرت سعید بن جبیرؒ کا ایک مرغ تھا پس حضرت سعید بن جبیرؒ اس کی آواز سن کر (نماز کے لئے) بیدار ہو جاتے۔ پس ایک رات اس مرغ نے اذان نہیں دی یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور حضرت سعید بن جبیرؒ نے نماز بھی نہیں پڑھی (یعنی نماز قضا ہوگئی) پس حضرت سعیدؒ پر یہ بات گراں گزری۔ پس آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی آواز کو قطع کر دیا ہے۔ پس اس کے بعد حضرت سعیدؒ مرغ کی آواز نہیں سنتے تھے (یعنی مرغ کی آواز پر بھروسہ نہیں کرتے تھے۔)

امام شافعیؒ کے مناقب میں مذکور ہے کہ ایک آدمی نے آپ سے سوال کیا کہ میرے مرغ کو کسی آدمی نے خصی کر دیا ہے۔ پس امام شافعیؒ نے فرمایا کہ خصی کرنے والے پر جنایت (جرمانہ وغیرہ) واجب ہے۔

کامل میں حضرت ابن عمرؓ کے غلام عبداللہ بن نافع حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرغ، بکروں اور گھوڑوں کو خصی کرنے سے منع فرمایا ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ گھوڑے کو خصی کرنے سے اس کی نشو ونما رک جاتی ہے اور مرغوں کو آپس میں لڑانا بھی حرام ہے۔ اس پر تفصیلی بحث عنقریب انشاء اللہ باب الکاف میں آئے گی۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''اَشْجَعَ مِنْ دِیْکَ'' (فلاں مرغ سے زیادہ بہادر ہے)

امام مسلمؒ اور دیگر محدثین سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت عمرؓ نے لوگوں سے خطاب فرمایا۔ پس آپ نے حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس سے مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ میری وفات کا وقت قریب آ گیا ہے۔ پس وہ خواب یہ ہے کہ ایک مرغ مجھے تین ٹھونگیں مار رہا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک سرخ مرغ ہے جس نے مجھے ایک ٹھونگ یا دو ٹھونگیں

ماریں۔ پس میں نے یہ خواب حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے بیان کیا ہے۔ پس انہوں نے مجھے بتلایا کہ ایک عجمی شخص آپ کو قتل کرے گا۔
حضرت عمرؓ نے یہ خطبہ جمعہ کے دن ارشاد فرمایا تھا۔ پس اگلے ہی بدھ کو حضرت عمرؓ پر حملہ ہو گیا اور آپؓ شہید ہو گئے۔

حاکم نے سالم بن ابی جعد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے معدان بن ابی طلحہ سے روایت کی ہے وہ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے منبر پر خطبہ ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک مرغ مجھے تین ٹھونگیں مار رہا ہے۔ پس میں اس کے متعلق یہ کہتا ہوں کہ ایک عجمی شخص مجھے قتل کرے گا۔ پس میں اپنا معاملہ ان چھ افراد کے سپرد کرتا ہوں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ راضی رہے۔ وہ چھ افراد یہ ہیں۔

حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبداللہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

پس ان میں سے ہر ایک فرد خلافت کے منصب پر فائز ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ جب حضرت عمرؓ پر حملہ ہوا تو آپ زخمی ہو گئے۔ پس آپ نے صحابہ کرامؓ میں سے چھ افراد کو خلافت کے معاملات نبٹانے کے لئے منتخب فرمایا ان کے ناموں کا تذکرہ اوپر گزر چکا ہے۔ اس وقت حضرت سعد بن ابی وقاص ان میں موجود نہیں تھے۔ نیز حضرت عمرؓ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ بن عمرؓ کو صرف مشورہ دینے کا اختیار دیا تھا اور اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کا نام منصب خلافت کے امیدوار ان میں شامل نہیں فرمایا۔ پس حضرت عمرؓ نے مسور بن مخرمہ اور انصار کے تین افراد کو حکم دیا کہ اگر ان افراد میں سے کسی نے اپنے آپ کو منصب خلافت کی ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے کے لئے پیش کر دیا تو ٹھیک ہے ورنہ تم ان سب کی گردنیں اڑا دینا کیونکہ اس کے بعد مسلمانوں کو ان سے بھلائی کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ پس اگر ان کے درمیان افتراق کی صورت میں دو گروہ ہو گئے تو جس گروہ میں عبدالرحمٰن بن عوف ہوں گے ان کی رائے قابل قبول ہوگی پھر حضرت عمرؓ نے وصیت فرمائی کہ حضرت صہیبؓ لوگوں کو تین دن تک نماز پڑھائیں۔ پس حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے خود کو امیدوار خلافت سے سبکدوش کر کے حضرت عثمانؓ کا نام پیش کیا اور ان کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی۔ پس دوسرے لوگوں نے بھی حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی۔

حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت اس وقت کی گئی جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات ہوئی تھی۔ اس کا مفصل تذکرہ ''باب الھمزہ'' میں گزر چکا ہے۔

ابولؤلؤ فارسی حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کا غلام تھا اور مجوسی تھا اس کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ نصرانی تھا۔ ابولؤلؤ نے حضرت عمرؓ پر تین وار کئے اور ان میں سے ایک وار ناف کے نیچے کیا۔ پس حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ایک کتا مجھ پر حملہ آور ہو گیا ہے۔ پس آپ محراب سے نکل گئے، پس حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ محراب میں داخل ہوئے اور لوگوں کی امامت کی اور نماز مکمل کی۔ پس ابولؤلؤ نے حملہ کے بعد فرار اختیار کی اور اس کے ہاتھ میں خنجر تھا جس کو وہ اپنے دائیں بائیں گھما رہا تھا۔ پس ابولؤلؤ کی اس مکارانہ حرکت پر ایک انصاری آدمی نے اپنی چادر ڈال کر اسے گرفتار کرنے کی کوشش کی۔ پس جب ابولؤلؤ کو معلوم ہو گیا کہ وہ اس چادر سے نجات حاصل نہیں کر سکتا تو اس نے اپنے ہی خنجر سے اپنے آپ کو ذبح کر لیا۔ پس بعض حضرات جو مسجد میں موجود تھے ان کو حضرت عمرؓ پر حملہ کا پتہ نہ چل سکا کیونکہ وہ نماز میں مشغول تھے۔ پس جب نمازیوں کو حضرت عمرؓ کے قرآن مجید پڑھنے کی آواز نہ آئی تو انہیں احساس ہوا لیکن وہ یہ نہ جان سکے کہ

آواز نہ آنے کا سبب کیا ہے۔ پس حضرت عمرؓ زخمی تھے تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ کیا پینا پسند فرمائیں گے۔ آپؓ نے فرمایا کہ نبیذ۔ پس آپ کو نبیذ پلائی گئی، پس وہ زخم کے راستے خارج ہوگئی۔ پس بعض لوگوں نے کہا کہ یہ نبیذ ہے اور بعض نے کہا کہ زخم سے خون خارج ہورہا ہے۔ پس آپؓ کو دودھ پلایا گیا۔ پس وہ بھی زخم کے راستے خارج ہوگیا۔ پس آپ سے کہا گیا اے امیر المومنین وصیت فرمادیجئے۔ پس آپؓ نے (انتخاب خلیفہ کیلئے) شوریٰ کی وصیت کی جس کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔

حضرت عمرؓ پر ۲۷ ذی الحجہ ۲۳ھ کو حملہ کیا گیا اور آپؓ کی وفات ۲۸ ذی الحجہ ۲۳ھ کو ہوئی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عبیداللہ بن عمرؓ نے ہرمزان پر حملہ کر کے اسے قتل کردیا اور اس کے ساتھ ایک نصرانی کو بھی قتل کردیا جو اہل نجران کا مشہور آدمی تھا۔ ان دونوں نے ابولؤلؤ کو حضرت عمرؓ کے قتل پر آمادہ کیا تھا نیز حضرت عبیداللہ بن عمرؓ نے ابولؤلؤ کی ایک بچی کو بھی قتل کردیا تھا۔ پس اس کی دیت حضرت عثمانؓ نے بچی کے خاندان والوں کو ادا کی تھی۔ حضرت عبیداللہ بن عمرؓ نے حضرت علیؓ کے دور خلافت میں حضرت معاویہؓ سے الحاق کرلیا تھا۔

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں ہی مسلمانوں کو عظیم الشان فتوحات حاصل ہوئیں۔ حضرت عمرؓ ہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے غزوات کی تقسیم گرمی اور سردی کے لحاظ سے ادا کی تھی اور آپ ہی نے سال کو ہجری کے اعتبار سے متعین کیا تھا۔ آپ ہی وہ پہلے خلیفہ ہیں جن کو امیر المومنین کے خطاب سے پکارا گیا۔ آپ ہی وہ پہلے فرد ہیں جنہوں نے خطوط پر مہر لگانے کا آغاز کیا لیکن یہ بات ٹھیک معلوم نہیں ہوتی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں بھی خطوط پر مہر لگائی جاتی تھی۔ آپ ہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے درے سے پٹائی کا آغاز کیا اور آپ اپنے ساتھ ایک دُرہ (کوڑا) رکھتے تھے۔ آپ ہی وہ پہلے فرد کامل ہیں جنہوں نے یہ دعا فرمائی ''اَلْحَالَ اللّٰہُ بَقَائَکَ'' (اللہ تعالیٰ تمہاری عمر دراز کرے) حضرت عمرؓ نے یہ دعا حضرت علیؓ کے لئے کی تھی۔ مقام ابراہیمؑ کو پیچھے ہٹانے کا اعزاز بھی حضرت عمرؓ کو حاصل ہے ورنہ پہلے یہ بیت اللہ سے جڑا ہوا تھا یعنی بہت قریب تھا۔ حضرت عمرؓ وہ پہلے صحابی ہیں جنہوں نے تراویح پڑھنے والوں کو ایک امام کی اقتداء میں جمع کردیا۔ حضرت عمرؓ دس سال تک امیر الحج رہے اور آپ نے آخری حج ۲۳ھ میں کیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بھی ہم سفر تھیں۔ پس جب حضرت عمرؓ مدینہ واپس تشریف لائے تو آپ نے خواب دیکھا جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی صاحبزادی ام کلثوم سے بھی نکاح کیا تھا اور ان کا مہر چالیس ہزار درہم مقرر کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے شراب نوشی کی بناء پر اپنے بیٹے عبیداللہ پر حد جاری کی تھی۔ پس جب عبیداللہ پر حد جاری ہورہی تھی تو وہ چیختے ہوئے کہہ رہا تھا اے اباجان کیا آپ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ پس حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا اے بیٹے جب تو اپنے رب سے ملاقات کرے تو ان سے عرض کرنا کہ میرے والد محترم نے مجھ پر حد قائم کی ہے۔ بعض روایات میں مذکور ہے کہ شراب نوشی کی بناء پر ''ابوشحمہ'' (جن کا نام عبدالرحمٰن تھا) پر حد جاری کی گئی تھی۔ ابوشحمہ کی والدہ ام ولد تھیں اور ان کو ہیبت کہا جاتا تھا۔ بعض اہل علم کے نزدیک یہ بات صحیح نہیں ہے کہ حضرت عبیداللہ بن عمرؓ نے دو آدمیوں اور ابولؤلؤ کی بچی کو قتل کردیا تھا۔

پس کچھ معتبر علماء نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو حضرت عثمانؓ کے نکاح میں تھیں کے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوا اسے عبداللہ کہا جاتا تھا اور اسی بچہ کی وجہ سے حضرت عثمانؓ کو ابوعبداللہ کہا جانے لگا۔ پس جب یہ

بچہ سات سال کی عمر کو پہنچا تو ایک (قاتل) مرغ نے اس کے چہرے پر ٹھونگیں ماریں ۔ پس یہ بچہ اسی وجہ سے انتقال کر گیا اور اس کی والدہ محترمہ کی وفات اس سے قبل ہو چکی تھی ۔ نیز اس بچہ کی وفات کا حادثہ ۴ھ میں پیش آیا ۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کے ہاں اس بچہ کے علاوہ کسی اور بچہ کی ولادت نہیں ہوئی ۔ پس جب حضرت رقیہ ہجرت کر کے حبشہ پہنچی تو حبشہ کے نوجوان آپ کے حسن و جمال کو دیکھ کر متحیر ہو جاتے اور آپ کو نوجوانوں کے اس طرز عمل سے تکلیف محسوس ہوتی ۔ پس آپ نے ان کے حق میں بددعا کی پس وہ ہلاک ہو گئے ۔ ان لڑکوں کا کلام حضرت رقیہؓ کے متعلق یہ تھا کہ رقیہؓ کا زخم مرغ کی ٹھونگوں کی طرح لگتا ہے ۔ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

و یوما کحسو الدیک قدبات صحبتی　ینالونه فوق القلاص العیاهل

''اور ایک دن مرغ کی ٹھونگوں کی طرح وہ مجھے اپنی صحبت میں محو کیے ہوئے تھی اور کس قدر جلد اس نے مجھے اپنی صحبت میں لگا لیا''

مرغ کی آنکھ کی سفیدی بہت مشہور ہے اور اسے بطور ''ضرب المثل'' بھی استعمال کیا جاتا ہے ۔ پس اہل عرب کہتے ہیں ''اصفی من عین الدیک'' (فلاں کی آنکھ مرغ سے بھی زیادہ صاف ہے)

بکر العاذ لون فی وضح الصبح　یقولون لی اما تستفیق　ویلومون فیک یاابنة عبداللہ

''ملامت کرنے والیوں نے صبح سویرے ہی مجھ سے کہا کیا تو ہوش میں نہیں آئے گا اور اے عبداللہ کی بیٹی یہ مجھے ملامت کرتی ہیں''

والقلب عندکم موهوق　لست أدری اذ أکثر واالعذل فیها　أعدوّیلومنی أم صدیق

''اور میرا دل ان کے پاس مقید ہے میں نہیں جانتا جب وہ بکثرت ملامت کرتی ہیں تو دشمنی کی وجہ سے ایسا کرتی ہیں، یا دوستی کی وجہ سے''

ودعوا بالصبوح یوما فجاء ت　قینة فی یمینها ابریق

''اور صبح سویرے شراب طلب کی تو ایک باندی آئی جس کے ہاتھ میں شراب تھی''

قدمته علی عقار کعین الدیک　صفی سلافها الراووق

''وہ چلی آرہی تھی اس حال میں کہ اس کی آنکھیں مرغ کی آنکھوں سے زیادہ شفاف تھیں''

خواص مرغ کا گوشت گرم خشک ہونے کے ساتھ ساتھ معتدل بھی ہوتا ہے ۔ اس مرغ کا گوشت بہت عمدہ ہوگا جس کی آواز معتدل ہوگی ۔ مرغ کا گوشت قولنج کے مرض میں مبتلا افراد کے لئے نفع بخش ہے ۔

مرغ کا گوشت کھانے سے جسم کو عمدہ غذا فراہم ہوتی ہے ۔ اس کا گوشت سرد مزاج والوں اور ضعیف افراد کیلئے بے حد مفید ہے نیز موسم سرما میں اس کے گوشت کا استعمال نفع بخش ہے ۔ بوڑھے مرغ کو پکانے سے اس کی قوت ضائع ہو جاتی ہے جوان مرغ کا گوشت پیٹ کے لئے مفید ہے اور دافع قبض ہے ۔ نیز اس کا گوشت جوڑوں کے درد، رعشہ، پرانے بخار کیلئے بھی بے حد نفع بخش ہے ۔ خصوصاً اس وقت جب اس میں ''ماء کرنب''، ''اسفاناخ'' اور زیادہ نمک ڈال کر پکایا جائے ۔

مرغی کے بچوں کا گوشت تمام انسانوں کے لئے نفع بخش ہے بشرطیکہ انہوں نے ابھی آواز (یعنی بانگ) شروع نہ کی ہو ۔ مرغی کا گوشت انڈے دینے سے پہلے تک بے حد مفید ہے ۔ اگر مرغ کا گوشت کھانے پر مداومت اختیار کی جائے تو یہ صحت کیلئے

بے حد مفید ہے۔ پس مرغوں کا خون یا اس کا دماغ اگر کیڑے کے کاٹنے کی جگہ پر ملا جائے تو بے حد نفع بخش ہے۔ مرغ کا خون بطور سرمہ آنکھ میں لگانا آنکھ کی سفیدی کے لئے نفع بخش ہے۔ پس اگر مرغ کی کسیر جلا کر بستر پر پیشاب کرنے والے کو نوش کرادی جائے تو اس کا مرض ختم ہو جائے گا پس اگر مرغ کے سر اور کسیر پر تیل لگا دیا جائے تو وہ اذان دینے سے رک جائے گا۔ مرغ کے دونوں کندھوں کے کنارے پر ہڈیاں ہوتی ہیں پس اگر مرغ کے داہنے بازو کی ہڈی کو بخار میں مبتلا شخص کے گلے میں ڈال دیا جائے تو اسکا بخار ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا نیز اگر اس کے بائیں بازو کی ہڈی چوتھیا بخار کے مریض کے گلے میں ڈال دی جائے تو وہ شفایاب ہو جائے گا۔ پس اگر مرغ کے خصیہ کو ایسی عورت پانی میں ابال کر کھالے جس کے حمل نہ قرار پاتا ہو تو حمل ٹھہر جائے گا لیکن عورت اس خصیہ کو طہر سے پہلے حالت حیض میں ہی مسلسل تین دن تک کھائے اور پھر اسی دوران اس کا شوہر اس سے جماع کرے تو انشاء اللہ حمل ٹھہر جائے گا۔

پس اگر کوئی شخص بکثرت جماع کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ مرغ کے خصیہ کو کسی کاغذ میں لپیٹ کر اپنے بائیں بازو میں باندھ لے تو جب تک یہ خصیہ اس کے بندھا رہے گا اسے انزال نہیں ہوگا اور عضو تناسل میں عجیب و غریب سختی پیدا ہو جائے گی اگر سفید یا سرخ مرغ کی کسیر (مرغ کے سر پر گوشت کا سرخ ٹکڑا) کی دھونی کسی پاگل شخص کو دی جائے تو عجیب و غریب نفع حاصل ہوگا۔ اگر مرغ کے پتا کو بکرے کے شوربہ میں ملا کر نہار منہ پی لیا جائے تو نسیان کا مرض ختم ہو جائے گا اور بھولی ہوئی چیزیں یاد آ جائیں گی۔ اگر مرغ کے خون کو شہد میں حل کر کے آگ پر پکایا جائے اور پھر عضو مخصوص پر اس کی مالش کی جائے تو عضو مخصوص اور قوت باہ کے لئے بے حد مفید ہے اگر مرغ کا خصیہ کسی ایسے مرغ پر لگا دیا جائے جو دوسرے مرغوں سے لڑنے والا ہو تو اس مرغ کو غلبہ حاصل ہوگا۔

التعبیر مرغ کو خواب دیکھنے کی تعبیر مؤذن، خطیب اور ایسے قاری سے دی جاتی ہے جو گانے کے انداز میں قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ بعض اوقات مرغ کو خواب میں دیکھنا ایسے مرد کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو نیکی کا حکم دیتا ہے لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتا یہ تعبیر اس لئے دی جاتی ہے کہ مرغ اس کو اپنی آواز کے ذریعے نماز کے لئے بیدار کرتا ہے لیکن مرغ خود نماز نہیں پڑھتا۔ بعض اوقات مرغ کو خواب میں دیکھنا ایسے مرد پر دلالت کرتا ہے جو بکثرت نکاح کرنے والا ہو نیز اس کی تعبیر ایسے شخص سے بھی دی جاتی ہے جو بکثرت بانسری بجانے والا ہو اور عورتوں کے پاس اس کا آنا جانا ہو۔ بسا اوقات مرغ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر چوکیدار سے بھی دی جاتی ہے اور کبھی مرغ کو خواب میں دیکھنا ایسے سخی آدمی پر دلالت کرتا ہے جو خود نہیں کھاتا بلکہ دوسروں کو کھلاتا ہے۔ پس مرغ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر گھر کے مالک یا مملوک سے بھی دی جاتی ہے اور کبھی مرغ کو خواب میں دیکھنا علماء اور حکماء کی صحبت کی علامت ہوتی ہے۔

مرغ کی تعبیر کے متعلق ایک حکایت بیان کیا جاتا ہے کہ ایک آدمی امام ابن سیرینؒ کے پاس آیا، پس اس نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک مرغ میرے گھر میں داخل ہوا۔ پس اس نے جو کے دانے چگ لئے، پس ابن سیرینؒ نے اس شخص سے فرمایا اگر تمہارے گھر سے کوئی چیز چوری ہو جائے تو مجھے اس سے آگاہ کرنا۔ پس کچھ دنوں کے بعد وہ شخص ابن سیرینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ میرے گھر کی چھت سے کسی نے ایک چٹائی چرالی ہے۔ پس امام ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ تمہاری چٹائی موذن نے چرائی ہے۔ پس جب تحقیق ہوئی تو امام ابن سیرینؒ کی تعبیر صحیح ثابت ہوئی۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص امام ابن سیرینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس اس نے کہا کہ میں نے خواب میں اپنے دروازے پر ایک مرغ کو یہ شعر پڑھتے ہوئے دیکھا ہے

قَدْ کَانَ مِنْ رَبِّ ھٰذَا الْبَیْتِ مَا کَانَا ہَیِّئُوا لِصَاحِبِہٖ یَا قَوْمِ اکفانا

''تحقیق اس گھر کے مالک کو حادثہ پیش آیا تو بوقت حادثہ اس کے ساتھی نے چیخ و پکار کرتے ہوئے کہا کہ اے قوم اپنے کفن کا انتظام کرلو (کیونکہ سخت وقت آ پہنچا ہے)''

پس ابن سیرینؒ نے فرمایا اس گھر کے مالک کا چونتیس دن کے بعد انتقال ہو جائے گا۔ پس ایسا ہی ہوا۔ پس ''الدیک'' کے اعداد کی تعداد بھی چونتیس ہی ہے۔

پس ایک اور شخص نے امام ابن سیرینؒ سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مرغ ''اللہ اللہ اللہ'' کہہ رہا ہے۔ پس امام ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ تیری زندگی کے صرف تین دن باقی ہیں پھر تیرا انتقال ہو جائے گا۔ پس ایسا ہی ہوا۔

دیک الجن

''دیک الجن'' ایک جانور ہے جو باغات میں پایا جاتا ہے۔ قزوینیؒ نے کہا ہے کہ اس جانور کی خاصیت یہ ہے کہ اگر اسے پرانی شراب میں ڈال دیا جائے یہاں تک کہ یہ اس میں ہلاک ہو جائے پھر اس شراب کو کسی برتن وغیرہ میں ڈال کر گھر کے صحن میں دفن کر دیا جائے تو اس گھر میں کبھی دیمک نظر نہیں آئے گی۔ ''دیک الجن'' دولت عباسیہ کے مشہور شاعر ابو محمد بن عبدالسلام حمصی کا لقب تھا۔ یہ شیعہ تھا اور اس نے حضرت حسینؓ کے متعلق کئی مرثیے لکھے ہیں۔ یہ شاعر انتہائی بے حیاء' بے ادب اور کھیل کود کا شوقین تھا۔ اس کی ولادت ۱۶۱ھ میں ہوئی' اس کی عمر ستر سال ہوئی اور اس کا انتقال ۲۳۶ھ میں متوکل کے دور خلافت میں ہوا۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات مشہور ہے کہ جب ابونواس شاعر مصر میں خصیب کی مدح کرنے کے لئے گیا۔ پس جب ابونواس گھر کے قریب پہنچا تو ''دیک الجن'' شاعر اسے دیکھ کر چھپ گیا۔ پس ابونواس نے اس کی لونڈی سے کہا کہ اپنے آقا سے جا کر کہو کہ (میرے مقابلے کے لئے) باہر آئے کیونکہ تو نے اپنے شعر سے اہل عراق کو فتنہ میں مبتلا کر دیا ہے۔ وہ شعر یہ ہے

موردۃ من کف ظبی کَاَنَّمَا تناولھا من خدہ فادارھا

''ایک ہرن کے ہاتھوں سے اس طرح حاصل کیا گویا کہ ہرن کے رخسار گھما دیئے گئے''

پس جب ''دیک الجن'' نے ابونواس کا پیغام سنا تو باہر آ گیا اور ابونواس سے ملاقات کی اور اس کی ضیافت کی۔ تاریخ ابن خلکان میں یہ واقعہ اس طرح مذکور ہے کہ دعبل خزاعی جب مصر پہنچا تو ''دیک الجن'' اس کی آمد کی اطلاع سن کر چھپ گیا۔ پس ''دعبل'' اس کے گھر پہنچا اور اس کا دروازہ کھٹکھٹایا اور گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی؟ پس ''دیک الجن'' کی لونڈی نے کہا کہ وہ یہاں نہیں ہے۔ پس ''دعبل'' سمجھ گیا کہ ''دیک الجن'' کی مرضی کیا ہے۔ پس اس نے ''دیک الجن'' کی لونڈی سے کہا کہ اس سے کہو کہ باہر آ جائے کیونکہ ان اشعار کی وجہ سے جنوں اور انسانوں میں سب سے بڑا شاعر بن گیا ہے۔ اشعار یہ ہیں

فقام تکاد الکأس تحرق کفه من الشمس أو من وجنتیه استعارها

''پس وہ کھڑا ہوا کہ لوگوں کی ہتھیلیوں کو جلاتا تھا۔ اس کا یہ جلانا سورج کی حرارت کی وجہ سے تھا یا اس حرارت کی وجہ سے تھا جو اس کے رخسار سے مستعار لی گئی تھی''

موردۃ من کف ظبی کانما تناولها من خدہ فادارها

''پس جب ''دیک الجن'' نے دعبل کا پیغام سنا تو وہ گھر سے باہر نکل کر دعبل کی طرف آیا اور اس کی ضیافت کی''

الدیلم

''الدیلم'' اس سے مراد تیتر ہے۔ اس کا مفصل بیان پہلے گزر چکا ہے۔

ابن دایة

''ابن دایة'' اس سے مراد سیاہ سفید داغدار کوا ہے۔ اس کو ''ابن دایة'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب اسے اونٹ کی پشت یا اس کی گردن پر کوئی زخم نظر آتا ہے تو یہ اسے (اپنی چونچ سے) کرید کرید کر ہڈیوں تک پہنچا دیتا ہے۔

فائدہ ''الدیات'' سے مراد گردن اور ریڑھ کی ہڈیاں ہیں۔ ابن اعرابی نے اپنی کتاب ''النوادر'' میں لکھا ہے کہ اونٹ کی کمر کے مہرے کم از کم اٹھارہ اور زیادہ سے زیادہ اکیس ہوتے ہیں جبکہ انسان کی کمر کے سترہ مہرے ہیں۔ جالینوس نے کہا ہے کہ انسان کی پشت میں اس کے دماغ کی جڑ سے لے کر اس کی سرین تک چوبیس گرہیں (منکے) ہیں۔ سات اس کی گردن میں اور سترہ اس کی کمر میں۔ اس کے علاوہ بارہ پشت میں اور پانچ اس کے پیٹ میں۔ پس صلب اور پیٹ کو سرین میں ہی شمار کیا جاتا ہے۔ جالینوس نے کہا ہے کہ انسان کی پسلیوں کی تعداد چوبیس ہے۔ یعنی دائیں طرف بارہ پسلیاں ہیں اور اسی طرح بائیں جانب بھی بارہ پسلیاں ہیں۔ پس انسان کی دو سو اڑتالیس ہڈیاں ہیں لیکن دل کی ہڈی ان میں شامل نہیں ہے۔ انسانی جسم میں بارہ سوراخ' دو آنکھیں' دو کان' دو نتھنے ایک منہ' دو پستان' دو فرج اور ایک ناف ہے۔ پس انسانی جسم کے وہ سوراخ جو مسامات کی صورت میں ہوتے ہیں ان کو شمار نہیں کیا گیا کیونکہ ان کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔

ایک قصہ عتبہ بن ابی سفیان اپنے اہل و عیال میں سے کسی آدمی کو طائف کا امیر مقرر کیا۔ پس اس نے قبیلہ ازد کے کسی آدمی پر ظلم کیا۔ پس وہ ازدقبیلہ کا آدمی عتبہ کے پاس آیا اور کہنے لگا اللہ تعالیٰ امیر کی اصلاح کرے کیا آپ نے یہ حکم دے رکھا ہے کہ جو مظلوم ہو وہ آپ کے پاس آئے۔ پس تحقیق میں غریب الوطن مظلوم آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ پھر اس شخص نے بلند آواز سے اپنے اوپر ہونے والے ظلم کی شکایت بیان کی۔ پس عتبہ نے کہا کہ اللہ کی قسم تم مجھے بے ادب اعرابی معلوم ہوتے ہو جسے یہ بھی معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رات' دن میں کتنی رکعت نماز فرض کی ہے۔ پس ازدی نے کہا ہے کہ اگر میں آپ کو فرض نمازوں کی تفصیل بتا دوں تو کیا آپ مجھے اس بات کی اجازت دیں گے کہ میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھ سکوں؟ عتبہ نے کہا ہاں' پس اس ازدی نے کہا

اِنَّ الصَّلَاۃَ أَرْبَعٌ وَ أَرْبَعٌ ثُمَّ ثَلَاثٌ بَعْدَ هُنَّ أَرْبَعٌ ثُمَّ صَلَاۃُ الْفَجرِ لَا تضیع

''بے شک نماز چار (یعنی ظہر) چار (یعنی عصر) پھر تین (یعنی مغرب) اس کے بعد چار (یعنی عشا) پھر نماز فجر جو ضائع نہیں ہوسکتی''

پس عتبہ نے کہا کہ تو نے سچ کہا۔ پس تو کیا مسئلہ پوچھنا چاہتا ہے؟ پس ازدی نے کہا کہ آپ کی کمر کی ہڈیوں کی تعداد کتنی ہے؟ عتبہ نے کہا کہ میں اس کے متعلق نہیں جانتا۔ پس ازدی نے کہا کہ کیا آپ لوگوں پر حکمرانی کرتے ہیں حالانکہ آپ اپنے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ پس عتبہ نے کہا کہ اس کو میرے پاس سے نکال دو اور اس کا مال اسے واپس کردو۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اونٹ کوے کو اچھی طرح پہچانتا ہے کیونکہ وہ اسے اذیت دیتا ہے۔ اس لئے اونٹ کوے سے خوفزدہ رہتا ہے۔ اہل عرب اس کوے کو ''اعور'' کے نام سے پکارتے ہیں اور اسے منحوس تصور کرتے ہیں۔ عنقریب انشاء اللہ مزید تفصیل ''باب العین'' میں آئے گی۔

الدُئِل

''الدُئِل '' (دال پر ضمہ اور ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد نیولے کے مشابہ ایک جانور ہے۔ کعب بن مالک انصاریؓ نے فرمایا ہے کہ

جاؤا بجیش لو قیس معرسه ما کان الا کمعرس الدئل

''وہ آئے ایسے لشکر کے ساتھ کہ اگر اس کے ٹھہرنے کی جگہ کی پیمائش کی جائے وہ نیولے کے بل کے برابر ہوگی''

احمد بن یحیٰ نے کہا ہے کہ ہم ''الدُئِل '' کے علاوہ کوئی ایسا اسم نہیں جانتے جو فعل کے وزن پر آتا ہے۔ اخفش نے کہا ہے کہ بصرہ کے قاضی ابوالاسود الدئلی کو اسی جانور کی طرف منسوب کرتے ہوئے ''الدُئِلی '' کہا جاتا ہے۔ ابوالاسود کا نام ظالم بن عمرو بن سلیمان بن عمرو تھا لیکن آپ کے نام و نسبت کے متعلق اہل سیر کے درمیان بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ آپ معزز تابعین میں سے تھے۔ آپ نے حضرت علیؓ، ابوموسیٰؓ، ابوذرؓ اور عمران بن حصینؓ سے حدیث روایت کی ہے۔ آپ کو حضرت علیؓ کی صحبت کی سعادت حاصل ہوئی ہے اور آپ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔ آپ بصری ہیں آپ کامل الرائے اور سلیم الطبع افراد میں شمار کئے جاتے ہیں نیز آپ کو محدثین، نحویین اور شعراء میں بھی شمار کیا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود آپ کو بخل، گندہ ذہنی، اور مفلوجی میں بھی شہرت حاصل ہے۔ سب سے پہلے آپ ہی نے علم نحو کو وضع کیا تھا۔ پس کہا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک کلام جس میں اسم فعل اور حرف کا ذکر تھا وضع کر کے ابوالاسود کو دیا تھا اور فرمایا تھا کہ ان تینوں پر کلام کو مکمل کرو۔

علم نحو کی وجہ تسمیہ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ علم نحو کو نحو کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ابوالاسود نے حضرت علیؓ سے اجازت مانگی کہ کیا میں آپ کے کلام کی مثل کلام وضع کرلوں۔ پس اس طرح اس علم کا نام علم نحو پڑ گیا کیونکہ عربی لغت میں نحو کا معنیٰ 'مثل' مانند آتا ہے۔

ابوالاسود کے متعلق مشہور واقعات

(۱) ابوالاسود نے ایک مرتبہ ایک سائل کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا کون ہے جو رات کے وقت بھوکے کو کھانا کھلادے؟ پس ابوالاسود نے اسے بلایا اور کھانا کھلایا۔ پس جب سائل جانے لگا تو ابوالاسود نے اس سے کہا کہ میں نے تجھے اس لئے کھانا کھلایا ہے تاکہ تو

رات کے وقت اپنے سوال کے ذریعے لوگوں کو پریشانی میں مبتلا نہ کرے۔ پھر آپ نے اس کے پاؤں میں بیڑی ڈال کر اسے قید کرلیا یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔

(۲) ایک مرتبہ کسی آدمی نے ابوالاسود سے کہا کہ آپ عالم ہونے کے ساتھ ساتھ بردبار بھی ہیں لیکن آپ میں جو نقص پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ بخیل ہیں۔ پس ابوالاسود نے فرمایا اس برتن میں بھلائی نہیں جو اپنے اندر اس چیز کو سمو نہ سکے جو اس میں بھری جائے۔

(۳) ایک مرتبہ ابوالاسود نے ایک گھوڑا نو دینار میں خریدا۔ پس آپ اسے لے کر ایک بھینگے شخص کے قریب سے گزرے، پس اس نے کہا کہ آپ نے یہ گھوڑا کتنے (دینار) میں خریدا ہے؟

پس ابوالاسود نے کہا کہ آپ کی نظر میں اس کی کیا قیمت ہوگی، پس اس بھینگے آدمی نے جواب دیا کہ اس کی قیمت ساڑھے چار دینار ہوگی۔ پس ابوالاسود نے کہا کہ تو اس کی قیمت کا تخمینہ لگانے میں معذور ہے کیونکہ تو نے اسے ایک آنکھ سے دیکھا ہے اس لئے تو نے اس کی نصف قیمت لگائی ہے۔ اگر تو دوسری آنکھ سے بھی اس کو دیکھ سکتا تو پھر تو اس کی صحیح قیمت لگاتا۔ پس آپ اپنے گھر کی طرف چل پڑے۔ پس جب آپ گھر پہنچے تو گھوڑے کو باندھنے کے بعد سو گئے۔ پس جب آپ بیدار ہوئے تو گھوڑے کے چبانے کی آواز سنی، پس آپ نے کہا یہ کیا ہے؟ پس گھر والوں نے کہا کہ گھوڑا جو کھا رہا ہے۔ پس ابوالاسود نے کہا کہ میں اپنا مال ایسے لوگوں کے پاس نہیں چھوڑ سکتا جو اسے برباد کردیں۔ پس میں اسے ایسے افراد کے سپرد کردوں گا جو اس میں اضافہ کریں گے۔ پس آپ نے گھوڑا فروخت کردیا اور اس کی قیمت سے زراعت کے لئے زمین خرید لی۔

(۴) ابوالاسود کے متعلق یہ واقعہ بھی مشہور ہے کہ بصرہ میں آپ کے پڑوسی عقائد میں آپ کی مخالفت کرتے تھے۔ پس وہ آپ کو اذیت دیتے اور رات کے وقت آپ کے مکان پر پتھر برساتے تھے اور کہتے تھے کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں سنگسار کررہا ہے۔ پس ابو الاسود ان سے کہتے کہ تم جھوٹے ہو کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے سنگسار کرنے کا ارادہ فرماتے تو یہ پتھر ضرور مجھے لگتے۔ پس تم مجھے پتھر مارتے ہو اس لئے یہ میرے قریب بھی نہیں گرتے۔ پھر آپ نے اپنا مکان فروخت کردیا پس آپ سے کہا گیا کہ آپ نے اپنا گھر فروخت کردیا ہے۔ پس آپ جواب دیتے کہ میں نے اپنے مکان کی بجائے اپنے پڑوسیوں کو فروخت کردیا ہے۔

ابوجہم عدوی کا قصہ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ابوالاسود کا مذکورہ بالا واقعہ ابوجہم عدوی کے واقعہ کے برعکس ہے۔ ابوجہم کا قصہ یہ ہے کہ انہوں نے ایک لاکھ درہم میں اپنا مکان بیچ دیا اور پھر مکان خریدنے والوں سے کہا کہ تم کتنی رقم میں حضرت سعید بن عاصؓ کا پڑوس خرید سکتے ہو۔ پس انہوں نے جواب دیا کہ کیا پڑوس بھی فروخت ہوتا ہے۔ پس ابوجہم نے کہا کہ میرا گھر مجھے لوٹا دو اور اپنے درہم مجھ سے لے لو۔ اللہ کی قسم میں ایسے آدمی کا پڑوس ہرگز نہیں چھوڑ سکتا جس کی شان یہ ہے کہ اگر میں لاپتہ ہوجاؤں تو مجھے تلاش کرتا ہے اور اگر مجھے دیکھ لے تو خوش ہوجاتا ہے اور اگر میں کہیں باہر چلا جاؤں تو میرے گھر کی حفاظت کرتا ہے اور اگر میں گھر میں موجود رہوں تو وہ میرا حق قرابت ادا کرتا ہے اور اگر میں اس سے کسی چیز کا سوال کروں تو وہ مجھے عطا کرتا ہے۔ پس جب حضرت سعید بن عاصؓ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ نے ابوجہم کی طرف ایک لاکھ درہم بھیج دیئے۔

(۵) ایک مرتبہ ابوالاسود حضرت امیر معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پس گفتگو جاری تھی کہ ابوالاسود کی ریح خارج ہوئی تو

اس کی آواز سنائی دی۔ پس حضرت امیر معاویہؓ ہنس پڑے۔ پس ابوالاسود نے کہا اے امیر المومنین کسی کو اس واقعہ کی خبر نہ دیجئے گا۔ پس جب حضرت امیر معاویہؓ کی مجلس سے ابوالاسود اٹھ کر چلے گئے تو حضرت عمرو بن عاصؓ حاضر ہوئے۔ پس حضرت امیر معاویہؓ نے ابوالاسود کا قصہ ان کو سنایا۔ پس جب حضرت عمرو بن عاصؓ نے ابوالاسود کو دیکھا تو فرمایا اے ابوالاسود تو نے امیر المومنین کے سامنے ایسی حرکت کیوں کی؟ پس جب دوبارہ ابوالاسود حضرت معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان سے کہا اے امیر المومنین کیا میں نے آپ سے سوال نہیں کیا تھا کہ آپ اس واقعہ کی کسی کو خبر نہ دیں؟ پس حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ میں نے عمرو بن عاصؓ کے علاوہ کسی کے سامنے اس واقعہ کا تذکرہ نہیں کیا۔ پس ابوالاسود نے کہا مجھے پہلے ہی اس بات کا اندیشہ تھا کہ آپ خلافت کے اہل نہیں ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا کیسے؟ ابوالاسود نے کہا کہ جب آپ نے خروج ریح کے متعلق امانت داری کا ثبوت نہیں دیا تو آپ مسلمانوں کے جان و مال کے متعلق کیسے امانت داری کا مظاہرہ پیش کریں گے؟ پس حضرت امیر معاویہؓ مسکرائے اور ابوالاسود کو انعام دیا۔

(۶) ابوالاسود سے کہا گیا کہ کیا امیر معاویہؓ غزوہ بدر میں موجود تھے۔ پس ابوالاسود نے جواب دیا ہاں موجود تھے مگر اس جانب سے (یعنی خلیفہ کی حیثیت سے موجود تھے)

(۷) ابوالاسود عراق کے گورنر زیاد بن ابیہ کے بچوں کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ پس ایک دن ابوالاسود کی بیوی نے زیاد کی عدالت میں اپنے بچے کی تولیت کا مقدمہ دائر کر دیا۔ پس عورت نے کہا کہ ابوالاسود مجھ سے میرا بچہ چھیننا چاہتے ہیں حالانکہ وہ میرے پیٹ میں رہا ہے اور میں نے اسے دودھ پلایا ہے اور میری گود اس کی سواری رہی ہے۔ پس ابوالاسود نے کہا کہ کیا تو اس طریقہ سے مجھ پر غلبہ چاہتی ہے حالانکہ تیرے حاملہ ہونے سے قبل میں نے اس لڑکے کو تیرے شکم میں رکھا اور تیرے وضع حمل سے قبل میں نے اسے نطفہ کی حالت میں وضع کیا تھا۔ پس عورت نے کہا کہ میں اور تو اس سلسلے میں برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ جب یہ تیرے شکم میں تھا تو بہت ہلکا تھا اور جب میرے پیٹ میں منتقل ہوا تو بوجھل ہو گیا۔ پس تو نے اسے شہوت کے ذریعے وضع کیا اور میں نے اسے تکلیف کے ساتھ وضع کیا۔ پس زیاد نے ابوالاسود سے کہا کہ مجھے یہ عورت عقل مند معلوم ہوتی ہے۔ پس آپ اسے اس کا لڑکا واپس کر دیں کیونکہ یہ احسن طریقہ سے بچے کی پرورش کرے گی۔ ابوالاسود کی وفات بصرہ میں طاعون کے مرض کی وجہ سے ہوئی۔ نیز ابوالاسود نے اسی (80) سال کی عمر پائی۔ بصرہ میں طاعون کی بیماری کی وجہ سے بڑی بڑی اہم شخصیات ہلاک ہو گئی تھیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ کے تیس بیٹے بھی اسی بیماری کی وجہ سے وفات پا گئے تھے۔

باب الذال

''ذؤالة ''اس سے مراد بھیڑیا ہے اور اسے ''ذؤالة'' اس لئے کہا جاتا ہے یہ دبی ہوئی چال چلتا ہے اور ''ذؤالة'' کے معنی ہیں ہلکی چال چلنے والا۔

حدیث میں بھیڑیئے کا تذکرہ حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک سیاہ لونڈی کے پاس سے ہوا جو اپنے لڑکے کو اچھالتے ہوئے یہ الفاظ کہہ رہی تھی (ذوال یا ابن القرم یا ذؤال) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ''ذؤالة'' نہ کہو کیونکہ یہ شریر ترین درندہ ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ذوال ذؤالة کی ترخیم[1] ہے اور ''قرم'' سردار کے معنوں میں مستعمل ہے۔

الذباب

''الذباب ''اس سے مراد مکھی ہے۔ یہ ایک مشہور جانور ہے۔ اس کا واحد ''ذبابۃ'' ہے اور جمع قلت ''اذبۃ'' اور جمع کثرت ''ذبان'' ہے نابغہ نے کہا ہے کہ ؂

یا واهب الناس بعیرا صلبه ضرابة بالمشفر الاذبه

''اے لوگوں کو سواری کے لئے اونٹ دینے والے جو بہت چلتے ہیں اور مسلسل چلنے کی بناء پر ان کے ہونٹوں پر مکھیاں بھنبھنا رہی ہیں'' مکھیوں کے لئے ''ذبابات'' کا لفظ بطور جمع قرض کے علاوہ کسی اور جگہ مستعمل نہیں ہے۔

راجز نے کہا ہے کہ ؂

اَوْ یَقْضِیُ اللّٰہُ ذُبَابَاتُ الدَّیُّوْنِ ''کیا اللہ تعالیٰ قرضوں کی مکھیوں کا خاتمہ کردے گا''

''أَرْض '' مَذَبَۃ''' (میم اور ذال کے فتحہ کے ساتھ) ایسی جگہ کو کہتے ہیں کہ جہاں مکھیوں کی کثرت ہو۔ فراء نے کہا ہے کہ ایسی جگہ کو جہاں بکثرت مکھیاں ہوں ''أَرْض '' مَذْبُوْبَۃ''' جیسے ''أَرْض '' موحوشة'' ایسی جگہ کو کہا جاتا ہے جہاں جنگلی جانوروں کی کثرت ہو۔ مکھی کو ''ذباب'' اس کی کثرت حرکت اور اضطراب کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ اس کی کنیت کیلئے ابوحفص' ابوحکیم' ابوالحدرس کے الفاظ مستعمل ہیں۔ مکھی مخلوقات میں سے سب سے زیادہ جاہل ہے کیونکہ یہ اپنے آپ کو خود ہی ہلاکت میں ڈال لیتی ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ اڑنے والے جانوروں میں کوئی جانور ایسا نہیں ہے جو کھانے پینے کی چیزوں میں منہ ڈالتا ہو مگر مکھی ایسا کرتی ہے۔ عنقریب انشاء اللہ ''باب العین'' میں ''العنکبوت'' کے تحت افلاطون کے اس قول ''کہ مکھی مخلوقات میں سے حریص ترین جانور ہے'' کا مفصل تذکرہ آئے گا۔ مکھی کی آنکھوں کا حلقہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے اس کی پلکیں نہیں ہوتیں۔ پلکیں آنکھوں کی پتلی کو گرد و غبار سے محفوظ رکھتی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے مکھی کی پلکوں کے عوض میں دو ہاتھ عطا فرمائے ہیں جس کی وجہ سے اپنی آنکھوں کی پتلی کو صاف

[1] ترخیم دم کاٹنے کو کہتے ہیں اور نحویوں کے نزدیک منادیٰ کے آخری حرف کو ختم کردینا ''ترخیم'' کہلاتا ہے۔

کرتی رہتی ہے۔ پس آپ اکثر دیکھتے ہوں گے کہ مکھی اپنے ہاتھوں کو ہمیشہ اپنی آنکھوں پر پھیرتی رہتی ہے۔ مکھی کی بہت سی اقسام ہیں جن کی پیدائش گندگی سے ہوتی ہے۔ جاحظ نے کہا ہے کہ اہل عرب کے نزدیک ''الذباب'' سے مراد بھڑ' شہد کی مکھی' مچھر کی تمام اقسام' جوئیں' کتے کی مکھی وغیرہ ہیں۔ مکھیوں کے بھی مچھروں کی طرح ایک ڈنگ ہوتا ہے۔ جس کے ذریعہ یہ ڈستی ہیں۔ وہ مکھیاں جو انسانوں کے قریب رہتی ہیں کبھی نر اور مادہ کی جفتی سے پیدا ہوتی ہیں اور کبھی یہ جسموں سے ہی پیدا ہو جاتی ہیں۔ پس کہا جاتا ہے کہ اگر باقلا کو کسی جگہ لٹکا دیا جائے تو اس کے بیج سے مکھیاں بن کر اڑ جائیں گی اور اس جگہ صرف چھلکا ہی باقی رہ جائے گا۔

حدیث الشریف میں مکھی کا تذکرہ حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ خبردار دنیا نہیں باقی رہی مگر مکھی کے برابر جو فضا میں پرواز کرتی ہے۔ پس تم اپنے ان بھائیوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو جن کو تم نے قبروں میں پہنچا دیا ہے۔ پس تمہارے اعمال ان پر پیش کئے جاتے ہیں۔ (رواہ الحاکم)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ''تمور'' کے معنی مکھی کی ہوا میں آمد و رفت ہے کہ مکھی ہوا میں زمین و آسمان کے درمیان پرواز کرتی ہے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکھی کی عمر چالیس راتیں ہیں اور شہد کی مکھی کے علاوہ تمام مکھیاں آگ میں داخل ہوں گی۔ (مسند ابو یعلٰی)

کامل میں عمرو بن شقیق کے حالات میں مذکور ہے کہ مجاہد حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہد کی مکھی کے علاوہ تمام مکھیاں آگ میں جائیں گی۔

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ محدثین نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ مکھیوں کا آگ میں داخل ہونا عذاب کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ان کو اہل دوزخ کے لئے عذاب بنا کر مسلط کیا جائے گا تاکہ یہ ان کو تکلیف پہنچائیں۔

ابوالملیح اپنے والد اسامہ بن عمیر بن عامر الاقیش ہزلی بصری سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ردیف تھا۔ پس ہمارے اونٹ نے ٹھوکر کھائی۔ پس میں نے کہا کہ شیطان ٹھوکر کھائے۔

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ''تعس الشیطان'' (یعنی شیطان ٹھوکر کھائے) کے الفاظ نہ کہو اس لئے کہ وہ اس سے اپنی بڑائی ظاہر کرتا ہے یہاں تک کہ وہ پھول کر گھر کی مثل ہو جاتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میرے اندر اتنی قوت ہے بلکہ تم یہ الفاظ کہا کرو ''بِسمِ اللہِ'' پس یہ الفاظ کہنے سے شیطان چھوٹا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ مکھی کے برابر ہو جاتا ہے۔ (رواہ النسائی والحاکم)

امام ابوداؤد نے یہ روایت اس طرح نقل کی ہے کہ ابوالملیح ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ردیف تھا۔ پس ہماری سواری نے ٹھوکر کھائی۔ پس میں نے یہ الفاظ کہے۔ باقی روایت اسی طرح ہے آخر تک جو ابن سنی' نسائی اور حاکم نے روایت کی ہے لیکن ابن سنی نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ابوالملیح اپنے والد اسامہ بن مالک سے روایت کرتے ہیں (جبکہ نسائی کی روایت میں ابوالملیح کے والد کا نام اسامہ بن عمیر نقل کیا گیا ہے) یہ دونوں روایتیں صحیح ہیں کیونکہ ابو داؤد میں ابوالملیح نے نقل کردہ حدیث جس آدمی سے روایت کی ہے وہ صحابیؓ اور تمام صحابہؓ عادل ہیں۔

علامہ ذہبی نے فرمایا ہے کہ اس نامعلوم آدمی کا نام ابوعزہ ہے اور اس سے خالد الحذاء نے روایت کی انہوں نے ابوتمیمہ جُہیمی سے انہوں نے اپنے باپ خالد سے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ردیف تھا پس ہماری اونٹنی نے ٹھوکر کھائی۔ پس اس کے بعد روایت آخر تک اسی طرح ہے جیسا اوپر نقل کی گئی ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ''تعس'' کے متعلق محدثین کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض محدثین کے نزدیک ''تعس''، ''ھلک'' ہلاکت کے معنوں میں مستعمل ہے۔ بعض کے نزدیک ''تعس''، ''سقط'' گرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

بعض محدثین نے ''تعس'' سے ''عثر'' پھسلنے کے معانی اخذ کئے ہیں۔ بعض محدثین نے کہا ہے کہ ''تعس'' سے مراد ''لزمہ الشر'' (اسے شر پکڑے) ہے۔ لفظ ''تعس'' عین کے فتحہ اور کسرہ دونوں طرح استعمال ہوتا ہے البتہ عین کے فتحہ کے ساتھ معروف ہے۔ علامہ جوہری نے لفظ ''تَعَس''''عین کے فتحہ کے علاوہ کبھی نقل نہیں کیا۔

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کو ایک سو ساٹھ فرشتوں کی نگرانی میں دیا گیا ہے۔ وہ اس کی اپنی طاقت کے مطابق حفاظت کرتے ہیں' پس ان میں سات فرشتے مومن کی حفاظت کیلئے اس پر اس طرح چکر لگاتے ہیں جیسے مکھی شہد کے پیالے پر چکر لگاتی ہے۔ پس اگر وہ تمہارے لئے ظاہر کر دیئے جائیں تو تم انہیں ہر پہاڑ اور ہموار زمین پر دیکھو گے کہ ہر فرشتہ اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے اور منہ کھولے ہوئے ہے۔ پس اگر بندے کو ایک لمحہ کے لئے بھی اس کے نفس کے سپرد کر دیا جائے تو شیطان اسے اچک لیں گے۔ (رواہ الطبرانی وابن ابی الدنیا)

عربوں کے نزدیک الذباب کا اطلاق کتے کی مکھی' شہد کی مکھی اور دوسری مکھیوں پر ہوتا ہے جن کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔ جالینوس کہتے ہیں یہ مختلف رنگوں میں ہوتی ہے جیسے اونٹ کی مکھیاں' بکریوں کی مکھیاں اور اس کی اصل یہ ہے کہ یہ ایک چھوٹا کیڑا ہے جو اونٹ اور بکریوں کے اجسام سے خارج ہو کر مکھی کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

انسانوں کے قریب رہنے والی مکھیاں نر و مادہ کی جفتی سے پیدا ہوتی ہیں۔ پس جب جنوب کی طرف سے ہوا چلتی ہے تو اسی وقت مکھیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور ان کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے لیکن جب شمال کی طرف سے ہوا چلتی ہے تو مکھیاں کم ہو جاتی ہیں۔

مکھی کی ایک عجیب و غریب عادت ہے کہ یہ سفید چیز پر اور سیاہ چیز پر سفید پاخانہ کرتی ہے اور یہ کدو کے درخت پر کبھی نہیں بیٹھتی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت یونس علیہ السلام پر کدو کی بیل اگائی تھی' کیونکہ اس وقت آپ مچھلی کے پیٹ سے باہر نکلے تھے۔ اگر مکھیاں آپ پر بیٹھتی تو آپ کو تکلیف محسوس ہوتی پس اللہ تعالیٰ نے مکھیوں کو وہاں سے منع فرما دیا تھا۔

اور اکثر مکھیاں گندے مقامات پر ہوتی ہیں اور ان کی پیدائش بھی گندگی سے ہوتی ہے اور بعض اوقات نر اور مادہ کی جفتی سے بھی مکھیوں کی پیدائش ہوتی ہے۔ مکھی حیوانات شمسیہ میں سے ہے کیونکہ یہ موسم سرما میں اس وقت تک غائب رہتی ہے جب تک سورج کی روشنی میں حرارت پیدا نہ ہو جائے اس کے برعکس موسم گرما اور خاص طور پر موسم برسات میں ان کی کثرت ہوتی ہے۔ مکھی کی بقیہ اقسام ناموس' فراش' نعر' قمع وغیرہ کا تذکرہ اپنے اپنے باب میں انشاء اللہ آئے گا۔ ابوالعلاء المصری شاعر نے کیا خوب اشعار کہے ہیں۔ ابوالعلاء کی وفات ۴۴۹ھ میں ہوئی۔

يَا طَالِبُ الرِّزْقِ الهَنِى بِقُوَّةٍ ہَيْهَاتَ أَنْتَ بِبَاطِلٍ مَشْغُوْف''

''اے اس رزق کو قوت سے حاصل کرنے کے طالب جو آسانی سے حاصل ہوتا ہے دور ہو جا کیونکہ تو باطل کام میں مصروف ہے''

رَعَتَ لَاَسْوَدُ بِقُوَّةٍ جِيَفِ الفَلَاءِ وَ رَعَى الذُّبَابُ الشهد وَ هُوَ ضَعِيْفٌ''

''اسود طاقتور ہونے کے باوجود مردہ گدھے کو کھاتا ہے اور مکھی کمزور ہونے کے باوجود شہد کھاتی ہے''

محمد اندلسی کے شعر بھی اسی معنیٰ میں ہیں ۔

مثلُ الرزقِ الَّذِىْ تَطْلُبُهٗ مِثْلَ الظِلِّ الَّذِىْ يَمْشِىْ مَعَکَ

''اس رزق کی مثال جسے تو طلب کر رہا ہے اس سایہ کی طرح ہے جو تیرے ساتھ چل رہا ہے''

أَنْتَ لَا تُدْرِ كُهٗ مُتبِعًا وَاِذَا وَلَّيْتَ عَنْهُ تَبِعَکَ

''تو اس کے پیچھے چل کر اسے نہیں پا سکتا اور جب تو اس سے پیٹھ پھیرے گا تو وہ تیرے پیچھے چلے گا''

ابوالخیر واسطی نے بھی اسی معنیٰ میں یہ اشعار کہے ہیں ۔

جَرٰى قَلَمُ القَضَاء بِمَا يَكُوْنُ فَسِيَانَ التَحرُّکِ وَالسُّكُوْنِ

''تقدیر کا قلم چل چکا اس چیز پر جو ہونے والی ہے پس حرکت کرنا یا ساکن رہنا دونوں برابر ہیں''

جَنُوْن'' مِنکَ أَنْ تَسْعٰى لِرِزْقٍ وَ يُرْزَقُ فِىْ غِشَا وَ تَهُ الْجَنِيْنُ

''تیرا پاگل پن ہے کہ تو رزق کیلئے دوڑ دھوپ کرے اور وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) تو جنین کو اس کی جھلی میں رزق فراہم کرتا ہے''

تحقیق امیر سیف الدین علی بن فلیح ظاہری نے اپنے دشمن کو کمزور نہ سمجھنے کے متعلق کیا خوب اشعار کہے ہیں ۔

لَا تَحْقِرَنَّ عَدُوًّا لِاَنَّ جَانِبِهٖ وَ اِنْ تَرَاهُ ضَعِيْفَ الْبُطْشِ وَالْجِلْدِ

''تو اپنے دشمن کو کمزور نہ سمجھ اگر وہ ایک جانب سے تجھے کمزور جلد اور کمزور پکڑ کا محسوس ہوتا ہے''

فَلِلذُّبَابَةِ فِى الجَرحِ الْمَدِيْدِيَد تَنَالُ مَا قَصُرَتْ عَنْهُ يَدُ الْاَسَدِ

''پس مکھی اپنے پنجوں سے پرانے زخم میں اس چیز کو پا لیتی ہے جس چیز تک شیر کا ہاتھ پہنچنے سے قاصر ہے''

امام یوسف بن ایوب بن زہرہ ہمدانی کا واقعہ تاریخ ابن خلکان میں امام یوسف بن زہرہ ہمدانی جو صاحب کشف و کرامات تھے، کے حالات میں مذکور ہے کہ ایک دن آپ وعظ کیلئے تشریف فرما ہوئے تو لوگوں کا جم غفیر وعظ سننے کے لئے جمع ہو گیا۔ پس اس مجمع میں ابن سقاء نامی ایک فقیہ بھی موجود تھا وہ کھڑا ہوا اور شیخ کو اذیت دینے کے لئے کسی مسئلہ کے متعلق سوالات شروع کر دیئے۔ پس امام ابو یوسفؒ نے اس سے فرمایا بیٹھ جا۔ پس میں تیرے کلام سے کفر کی بو محسوس کر رہا ہوں ۔ شاید تیری قوت اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر ہو۔ پس ایسا ہوا کہ روم کے بادشاہ کا ایک سفیر خلیفہ وقت کے پاس آیا۔ پس جب وہ واپس جانے لگا تو ابن سقاء بھی اس کے ساتھ قسطنطنیہ چلا گیا۔ پس وہ نصرانی ہو گیا اور اس کی موت آئی اس حال میں کہ وہ نصرانی تھا۔ ابن سقاء قرآن کریم بہت عمدہ لحن میں پڑھتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ قسطنطنیہ جانے کے بعد ایک شخص ابن سقاء سے ملا تو دیکھا کہ ابن سقاء بیمار ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک پنکھا جس کے ذریعے وہ اپنے چہرے سے مکھیوں کو بھگا رہا ہے۔ پس اس آدمی نے ابن سقاء سے پوچھا کہ تمہیں اب بھی

قرآن کریم یاد ہے؟ پس ابن سقاء نے کہا کہ مجھے صرف یہ آیت ''رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ'' (بعید نہیں کہ ایک وقت وہ آجائے جب وہی لوگ جنہوں نے آج (دعوت اسلام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔) پچھتا کہیں گے کہ کاش ہم مسلمان ہو جائیں۔ سورۃ الحجرات آیت ۱) یاد ہے اور باقی سارا قرآن میں بھول گیا ہوں۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اس کے غصے میں اس کی پکڑ سے اور ہم اس سے خاتمہ بالخیر کا سوال کرتے ہیں۔
علامہ دمیریؒ ہی فرماتے ہیں کہ اے میرے بھائی دیکھ لے کہ یہ آدمی ترک اعتقاد اور انتقاد کی وجہ سے کیسے ذلیل ہو کر ہلاک ہوا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔ پس اے میرے بھائی تیرے لئے ضروری ہے کہ تو مشائخ العارفین، علماء العاملین اور مومنین صالحین کے متعلق حسن ظن رکھے اور ان کا امتحان لینے کی غرض سے مناظرہ نہ کرے۔ پس اگر ان سے جھگڑا کرے گا تو ہلاک ہو جائے گا۔ پس اگر تو سلامتی کا طلبگار ہے تو ان کے ساتھ حسن اعتقاد کا معاملہ کر ورنہ شرمندگی سے دو چار ہونا پڑے گا اور تو امام العارفین رأس الصدیقین علامۃ العلماء العاملین شیخ محی الدین عبدالقادر گیلانیؒ کی پیروی کر۔ پس جب شیخ عبدالقادر گیلانیؒ نے مکہ معظمہ میں قطب الغوث کی زیارت کا عزم فرمایا تو آپ کے دو ساتھیوں سے چند الفاظ ایسے صادر ہو گئے جو ان کی مرضی کے خلاف تھے۔ پس شیخ نے فرمایا کہ میں ان کی زیارت کی غرض سے اور برکت حاصل کرنے کے لئے جا رہا ہوں۔ پس میں ان کے امتحان اور انکار کی غرض سے نہیں جا رہا ہوں۔ پس اس حسن ظن کا یہ فائدہ ہوا کہ آپ بلند مرتبہ پر فائز ہو گئے۔ پس آپ نے فرمایا ''قَدَمِي هٰذَا عَلٰى رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيٍّ'' (میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے) پس آپ کے دو رفیق جو آپ کے ہمراہ تھے ان کا انجام یہ ہوا کہ ایک کو کفر کی حالت میں موت آئی اور دوسرا دنیا کے کاموں میں مشغول ہو کر اپنے آقا کی خدمت کو چھوڑ بیٹھا۔ پس ان کا یہ انجام انتقاد اور ترک اعتقاد اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے نیک کام کرنے کی توفیق نہ ملنے کی وجہ سے ہوا۔ پس ہم اللہ تعالیٰ سے نیک کام کرنے کی توفیق و ہدایت اور ایمان پر خاتمہ کا سوال کرتے ہیں۔

ابو جعفر منصور کا قصہ یحییٰ بن معاذ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ خلیفہ ابو جعفر منصور بیٹھا ہوا تھا۔ پس ایک مکھی اس کے منہ پر بیٹھ گئی، یہاں تک کہ اس کو پریشان کر دیا۔ پس خلیفہ نے حکم دیا کہ دیکھو دروازے پر کوئی ہے؟ پس خدام نے کہا کہ مقاتل بن سلیمان ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ اسے میرے پاس لاؤ، پس جب مقاتل خلیفہ کے دربار میں داخل ہوا تو خلیفہ نے اس سے کہا کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکھیوں کو کس لئے پیدا فرمایا ہے؟ پس مقاتل نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مکھیوں کو اس لئے پیدا فرمایا ہے تاکہ وہ ان کے ذریعے ظالموں اور جابروں کو ذلیل و رسوا کرے۔ پس منصور خاموش ہو گیا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ مقاتل بن سلیمان کی شہرت قرآن کریم کی تفسیر لکھنے کی وجہ سے ہوئی۔ نیز مقاتل نے صحابہؓ کی ایک جماعت سے حدیث سنی ہے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ تمام اشخاص تین شخصیات کے عیال ہیں۔ تفسیر قرآن میں مقاتل بن سلیمان کے، شعر پڑھنے میں زہیر بن ابوسلمہ کے اور فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے۔

کہتے ہیں کہ مقاتل بن سلیمانؒ ایک دن تشریف فرما تھے۔ پس آپ نے فرمایا کہ عرش الٰہی کے علاوہ مجھ سے جو پوچھنا چاہو پوچھ لو؟ پس ایک آدمی نے آپ سے پوچھا کہ کیا آدم علیہ السلام نے جب پہلی مرتبہ حج کیا تو سر بھی منڈوایا تھا؟ پس مقاتل نے فرمایا کہ میں اس سوال کے متعلق تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا۔ پھر فرمایا کہ میں نے اپنے عجب کی وجہ سے اپنے آپ کو آزمائش میں ڈال لیا ہے۔

پس ایک مرتبہ آپ سے پوچھا گیا کہ سرخ چیونٹی کی آنتیں اس کے اگلے حصہ میں ہوتی ہیں یا پچھلے حصہ میں؟ پس مقاتل بن سلیمان اس سوال کا جواب نہ دے سکے۔ پس یہ ایک قسم کی سزا تھی جو مقاتل بن سلیمان کو دی گئی۔ ابو عمرو بن علاء نے اسی سلسلہ میں کہا ہے کہ ؎

مَنْ تَحلّٰی بِغَیْرِ مَاھُوَ فِیْہِ فَضَحَتْہُ شَوَاھِدُ الْاِمْتِحَان

''جو ایسی چیز کا دعویٰ کرے جو اس میں موجود نہ ہو تو امتحان کے وقت اسے رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔''

مقاتل بن سلیمانؒ کے متعلق اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک وہ ثقہ راوی تھے جبکہ بعض اہل علم نے ان کی تکذیب کی ہے اور ان کی روایت کردہ احادیث کو ترک کر دیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مقاتل بن سلیمان علم قرآن کے متعلق یہود و نصاریٰ کی روایات جو ان کی کتابوں میں ہیں اخذ کیا کرتے تھے' لیکن ابن خلکان اور دوسرے مؤرخین نے کہا ہے کہ مقاتل بن سلیمان کے متعلق یہ اعتقاد صحیح نہیں ہے۔ مقاتل بن سلیمان کی وفات ۱۵۵ھ میں ہوئی۔

امام شافعیؒ کے متعلق ایک قصہ مناقب امام شافعیؒ میں مذکور ہے کہ خلیفہ مامون الرشید نے آپ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے مکھیوں کو کس لئے پیدا فرمایا ہے۔ پس امام شافعیؒ نے فرمایا کہ بادشاہوں کو ذلیل کرنے کے لئے' پس مامون ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ مکھی میرے جسم پر بیٹھی ہے۔ پس امام شافعیؒ نے فرمایا جی ہاں جب آپ نے مجھ سے سوال کیا تھا تو میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا لیکن جب میں نے دیکھا کہ مکھی آپ کے جسم کے اس حصہ پر بیٹھی ہے جہاں کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے آپ کے سوال کا جواب منکشف فرما دیا۔ پس خلیفہ مامون الرشید نے کہا کہ اللہ کی قسم آپ نے بہت عمدہ جواب دیا ہے۔

شفاء الصدور اور تاریخ ابن نجار میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک اور لباس مبارک پر کبھی مکھی نہیں بیٹھی۔

الحکم مکھی کا شرعی حکم یہ ہے کہ مکھیوں کی تمام اقسام کا کھانا حرام ہے۔ رافعی نے اس کی حلت کا قول نقل کیا ہے۔ ماوردی نے کہا ہے کہ فقہاء سے مکھی کی اباحت منقول ہے کیونکہ یہ کھانے والی چیزوں سے پیدا ہوتی ہے اور شاید مکھی کو مباح اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ پھلوں سے پیدا ہوتی ہے۔

فرع الاحیاء میں ''کتاب الحلال والحرام'' میں مذکور ہے کہ اگر مکھی یا چیونٹی سالن وغیرہ میں گر جائے اور اس کے اجزاء سالن میں حل ہو جائیں تو اس سالن کو استعمال کرنا حرام نہیں ہے کیونکہ مکھی اور چیونٹی وغیرہ کے کھانے کی تحریم گندگی کی وجہ سے ہے لیکن سالن میں مکھی یا چیونٹی کے گر جانے کی وجہ سے گندگی اور گھن نہیں ہوتا۔ پس اگر آدمی کے گوشت کا ٹکڑا سالن وغیرہ میں گر جائے تو اس سالن کو کھانا حرام ہے اگرچہ اس کی مقدار ایک دانق کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ پس یہ حرمت نجاست کی وجہ سے نہیں بلکہ آدمی کے محترم ہونے کی وجہ سے ہے۔ یہ تفصیل امام غزالی نے احیاء العلوم میں نقل کی ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ ''شرح مہذب'' میں مذکور ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ آدمی کے گوشت کا ٹکڑا سالن میں گر جانے سے سالن کا کھانا حرام نہیں ہے کیونکہ وہ انسانی گوشت کا معمولی سا ٹکڑا سالن میں گر کر کالعدم ہو گیا ہے جیسے دو مٹکے پانی میں پیشاب گر جائے تو پانی نجس نہیں ہوگا کیونکہ پیشاب پانی میں معدوم ہو گیا ہے۔

بخاریؒ، ابوداؤدؒ، نسائیؒ ، ابن ماجہؒ، ابن خزیمہؒ اور ابن حبانؒ نے یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مکھی تمہارے برتن میں گر جائے۔ پس تم اسے ڈبو دو کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفاء ہے' پس مکھی پہلے اس پر کو ڈبوتی ہے جس میں بیماری ہے۔

نسائی اور ابن ماجہ میں یہ روایت مختلف الفاظ سے مذکور ہے لیکن مفہوم سب کا ایک ہی ہے۔ خطابی نے کہا ہے کہ تحقیق بے ادب افراد نے اس حدیث پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ مکھی کے پروں میں بیماری اور شفا کیسے جمع ہو سکتی ہے۔ نیز مکھی کو کیسے معلوم ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ بیماری والے پر کو پہلے ڈبوتی ہے اور شفاء والے پر کو آخر میں ڈبوتی ہے۔ پس یہ سوال جہالت پر مبنی ہے کیونکہ وہ ذات جس نے تمام حیوانات میں حرارت' سردی' رطوبت اور مایوسی کو جمع کیا ہے حالانکہ یہ تمام متضاد چیزیں ہیں پھر وہ دیکھے کہ اللہ تعالیٰ نے الفت اور غصہ کو جانوروں میں جمع کیا اور جانوروں کی بقا وحفاظت کا ذریعہ بنایا۔ پس ایک جانور میں دو اجزاء بیماری اور شفا ہونے کا انکار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ ذات جس نے شہد کی مکھی کو حکم دیا کہ وہ عجیب وغریب گھر بنائے اور اس میں شہد جمع کرے اور جس نے چیونٹی کو اپنی روزی کمانے اور جمع کرنے کا حکم دیا اسی ذات نے مکھی کو پیدا کیا اور اسے اس بات کا شعور بخشا کہ وہ ایک پر کو مقدم کرے اور دوسرے کو مؤخر کرے۔ پس اس کی پیدا کردہ ہر چیز میں حکمت ہے اور اس کا عنوان یہ ہے ''**وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوْ الْاَلْبَابِ**'' (اور نہیں نصیحت حاصل کرتے مگر عقلمند لوگ) تحقیق مکھی اپنے بائیں پر کو پہلے ڈالتی ہے اور اس مناسبت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیماری کے لئے موزوں ہے اور دائیں پر کو بعد میں ڈالتی ہے تو یہ شفا کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔

پس حدیث سے یہ فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ جب مکھی پانی میں گر کر مر جائے تو وہ پانی نجس نہیں ہوگا کیونکہ اس کا خون نہیں بہتا۔ یہ مشہور قول ہے لیکن ایک قول یہ ہے کہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے جیسے مردہ وغیرہ کے گرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اگر ایسا جانور جو عام ہو جیسے مکھی اور مچھر وغیرہ تو پانی ناپاک نہیں ہوگا اور اگر ایسا جانور پانی میں گر جائے جو عام نہ ہو جیسے خفس اور بچھو وغیرہ تو پانی نجس ہو جائے گا۔ پس اگر پھلوں کے کیڑے وغیرہ پانی میں گر کر مر جائیں تو بالا تفاق پانی نجس نہیں ہوگا۔

فرع اگر بھڑ' فراش' شہد کی مکھی وغیرہ کسی کھانے والی چیز یعنی سالن وغیرہ میں گر جائے تو کیا ان کو حدیث کے عموم کی وجہ سے سالن وغیرہ میں ڈبونے کا حکم دیا جائے گا کیونکہ ان تمام چیزوں پر مکھی کا اطلاق ہوتا ہے جیسے جاحظ نے کہا ہے۔ تحقیق حضرت علیؓ نے شہد کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ مکھی کا رس ہے اور حدیث میں ہے کہ شہد کی مکھی کے علاوہ تمام مکھیاں جہنم میں جائیں گی۔ پس ظاہر عبارت سے یہ مفہوم لیا جا سکتا ہے کہ شہد کی مکھی کے علاوہ تمام مکھیاں ڈبونے کے حکم میں داخل ہیں۔ لیکن بعض اوقات کسی چیز کا ڈبونا اس کی موت کا باعث بن سکتا ہے اور کسی مفید جانور کو بلاوجہ قتل کرنا حرام ہے۔

الامثال قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''**يَا اَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا** .... **وَلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ**'' اے لوگو ایک عجیب مثال بیان کی جاتی ہے۔ پس تم اسے غور سے سنو' بے شک وہ لوگ جنہیں تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے' اگر چہ سب اکٹھے کیوں نہ ہو جائیں۔ (سورۃ الحج آیت ۷۳)

ضرب کے معانی ''اَثْبَتُ وَ الْزَمُ'' (ثابت کرنا اور لازم کرنا) کے آتے ہیں۔ جیسے **ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ** (مسلط کر دی گئی

ان پر ذلت) اور "ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْجِزْيَةُ" (ان پر جزیہ مسلط کر دیا گیا) کہا گیا ہے اور بیان کی جانے والی چیز وہ مثال ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ قریش کی جہالت اور ان کی عقل کا حال بیان کر رہے ہیں اور یہ اس بات کی شہادت ہے کہ شیطان ان کو دھوکہ دے رہا ہے اور وہ معبود حقیقی کے متعلق طرح طرح کی صفات بناتے ہیں اور قرآن کریم کی یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ جھوٹے معبود مکھی جو ذلیل ترین مخلوق ہے کو بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ پس اگر مشرکین اور ان کے معبود جمع بھی ہو جائیں تب بھی وہ مکھی کو پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ کعبۃ اللہ میں تین سو ساٹھ بت تھے، پس کفار ان پر طرح طرح کی خوشبو لگانے کے ساتھ ساتھ اور ان کے سروں پر شہد لگاتے پس مکھی آ کر ان پر بیٹھ جاتی، پس اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ مثال بیان کی ہے۔

اہل عرب کہتے ہیں "اجرأ من ذبابة و أهون من ذبابة" (مکھی سے زیادہ جری اور مکھی سے زیادہ حقیر) اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں "و اطيش من ذبابة و اخطأ من الذباب" (مکھی سے زیادہ جلد باز اور مکھی سے زیادہ خطا کار) یہ مثال اس لئے بیان کی جاتی ہے کہ بعض اوقات مکھی کسی گرم یا سہک دار چیز میں گر جائے تو اس سے موت کے سوا خلاصی نہیں ہوتی۔ اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں۔ "أَوْغَلُ مِنْ ذُبَاب" (مکھی سے زیادہ بن بلایا مہمان) شاعر نے کہا ہے کہ

أَوْغَلُ فِي التَّطْفِيلِ مِنْ ذُبَابٍ ۔۔۔ عَلَى طَعَامٍ وَ عَلَى شَرَابٍ

"مکھی سے زیادہ کھانے اور پینے کی چیزوں پر جانے والا بن بلایا مہمان"

لَوْ أَبْصَرَ الرُّغْفَانَ فِي السَّحَابِ ۔۔۔ لَطَارَ فِي الْجَوِّ بِلَا حِجَابِ

"اگر وہ بادلوں میں روٹیاں دیکھ لے تو ہوا میں پرواز کرتا ہوا بلا حجاب وہاں پہنچ جائے"

ابو عبید نے کہا ہے کہ کوفہ میں ایک آدمی رہتا تھا جسے طفیل بن دلال کہا جاتا تھا۔ اس کا تعلق بنی عبداللہ بن غطفان سے تھا۔ یہ ولیمہ میں حاضر ہو جاتا اگرچہ اسے اس میں شرکت کی دعوت نہ دی گئی ہو۔ پس اسی وجہ سے اسے "طفیل الاعراس" (شادیوں کا طفیلی) کہا جانے لگا۔ اور یہ پہلا آدمی تھا جس نے یہ طرز عمل اختیار کیا تھا۔ پس اس کے بعد جو بھی اس کی پیروی کرتا اس کو اسی لقب (یعنی طفیلی) سے منسوب کیا جاتا۔ اہل عرب کہتے ہیں "أَصَابَهُ ذُبَابٌ لَادِغٌ" یہ مثال اس آدمی کے لئے مستعمل ہے جس کو بڑا حادثہ پیش آ جائے جس کو سن کر یہ آدمی غمگین ہو جائے۔ اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں "مَا يُسَاوِي مَتْكَ ذُبَاب" یہ مثال کسی حقیر چیز کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ "اَلْمَتْكُ" انسان کے آلہ تناسل کی باریک سی رگ کو کہتے ہیں جو دھاگہ کی طرح ہوتی ہے۔

ابن ظفر نے "کتاب النصائح" میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کو اس کے وزیر نے مال جمع کرنے اور اسے محفوظ کرنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ اگر لوگ آپ سے علیحدگی اختیار کر لیں تو آپ اس مال و دولت کے ذریعے انہیں اپنے گرد جمع کر سکتے ہیں۔ پس بادشاہ نے کہا ہے کہ کیا تیرے پاس اس کی کوئی دلیل ہے۔ وزیر نے کہا کہ جی ہاں، پس وزیر نے بادشاہ سے کہا کہ کیا اس وقت ہمارے پاس کوئی مکھی موجود ہے۔ بادشاہ نے کہا نہیں، پس وزیر نے ایک پیالہ منگوایا جس میں شہد تھا۔ پس مکھیاں اس پیالہ پر جمع ہو گئیں اور زیادہ ہونے کی وجہ سے پیالہ کے اندر گرنے لگیں، پس وزیر نے کہا یہ ہے میرے مشورے کی دلیل۔ پس بادشاہ نے اپنے بعض خاص ساتھیوں سے

وزیر کی رائے پر عمل کرنے کے متعلق مشورہ کیا۔ پس اس کے ساتھی نے اسے اس سے منع کر دیا اور کہا کہ لوگوں کے دلوں کو مال کے ذریعے تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہر وقت ان کو مال کے ذریعے لالچ دے کر حاضر نہیں کیا جاسکتا۔ پس بادشاہ نے اپنے ساتھی سے پوچھا کیا اس کی کوئی دلیل ہے۔ اس نے جواب دیا جی ہاں جب رات ہو جائے گی تو میں اس کی دلیل پیش کروں گا۔ پس جب رات ہوگئی تو اس بادشاہ نے کہا کہ ایک شہد کا پیالہ لے آئیں' پس شہد کا پیالہ لایا گیا لیکن مکھیاں اس پیالہ کے گرد جمع نہیں ہوئیں' پس بادشاہ نے اپنی پہلی رائے کو چھوڑ دیا اور اپنے ساتھی کے مشورے کو اختیار کرلیا۔

خواص جاحظ نے کہا ہے کہ اگر دودھ کو کدو میں ملا دیا جائے اور پھر اسے گھر میں چھڑک دیا جائے تو وہاں مکھیاں داخل نہیں ہوں گی۔ اگر مکھی کو پکڑ کر اس کے سر جدا کر دیا جائے اور بھڑ کے کاٹنے کی جگہ پر اس کا لیپ کر دیا جائے تو درد ختم ہو جائے گا۔ اگر مکھیوں کو جلا کر شہد میں حل کر لیا جائے اور اس کے بعد گنجے شخص کے سر پر اس کا لیپ کر دیا جائے تو اس کے سر پر بہترین بال نکل آئیں گے۔ جب مکھی مرجائے تو اس پر لوہے کا میل کچیل چھڑک دینے سے مکھی اسی وقت زندہ ہو جائے گی اگر گھر میں کدو کے پتوں کی دھونی دی جائے تو وہاں مکھیاں داخل نہیں ہوں گی۔

مکھیوں کو دور کرنے کا طریقہ کندس جدید اور زرد ہڑتال ہم وزن لے کر پیس لئے جائیں اور جنگلی پیاز کے عرق میں حل کر کے اس میں تیل ملالیں۔ پھر اس کے بعد ایک تصویر تیار کرلیں اور اسے دستر خوان پر رکھ دیں۔ پس جب تک یہ تصویر دستر خوان پر موجود رہے گی مکھیاں اس کے قریب نہیں آئیں گی۔ اگر سادریون گھاس کو گھر کے دروازے پر لٹکا دیا جائے تو جب تک دروازے پر یہ گھاس لٹکی رہے گی گھر میں مکھیاں داخل نہیں ہوں گی۔

مکھی کے مزید طبی خواص اگر بہت سی مکھیوں کو پکڑ لیا جائے اور ان کے سر کاٹ کر پڑبال اگنے والی جگہ پر رگڑ دیے جائیں تو اس جگہ دوبارہ پڑبال نہیں اگیں گے۔ اگر مکھیوں کو پکڑ لیا جائے اور ان کو کتان (کاغذ کی مانند کپڑا) کے کپڑے میں لپیٹ کر آشوب چشم میں مبتلا شخص اپنے گلے میں ڈال لے تو شفایاب ہو جائے گا۔ اگر مکھی کو پکڑ کر اس کا سر کاٹ کر پھینک دیا جائے اور بقیہ جسم کو آنکھ کے زخم پر مل دیا جائے تو آنکھ کا زخم ٹھیک ہو جائے گا۔ محمد بن زکریا قزوینیؒ نے کہا ہے کہ میں نے رومی کتب طبیعات میں (لکھا ہوا) دیکھا ہے کہ مکھی کے پر کو دانت کے درد میں مبتلا شخص کے بازو میں لٹکانے سے اس کے دانت کا درد ختم ہو جائے گا۔ پس اگر کسی شخص کو باؤلے کتے نے کاٹ لیا ہو تو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے چہرہ کو مکھیوں سے چھپائے کیونکہ مکھیاں اسے اذیت میں مبتلا کر دیں گی۔ واللہ اعلم۔

التعبیر مکھیوں کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر کینہ رکھنے والے دشمن' کمزور لشکر سے دی جاتی ہے اور بعض اوقات مکھیوں کا خواب میں دیکھنا پاکیزہ رزق کی علامت ہے نیز بعض اوقات مکھیوں کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر بیماری اور دوا سے دی جاتی ہے۔ مکھیوں کا خواب میں دیکھنا برے اعمال کی طرف اشارہ ہے۔ بعض اوقات مکھیوں کا خواب میں دیکھنا ذلت و رسوائی والے کام میں مشغولیت کی جانب اشارہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَ اِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ'' (جن معبودوں کو تم خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہو وہ سب مل

کر ایک مکھی بھی پیدا کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے' بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے جائے تو وہ اسے چھڑا بھی نہیں سکتے۔ مدد چاہنے والے بھی کمزور اور جن سے مدد طلب کی جاتی ہے وہ بھی کمزور۔ سورۃ الحج آیت ۷۳)

الذر

''الذر'' ایک چھوٹی سرخ چیونٹی کو کہا جاتا ہے۔ اس کے واحد کے لئے ''ذَرَّۃ'' کا لفظ مستعمل ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اِنَّ اللہ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ'' (بے شک اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کسی عمل کے ثواب میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں کرے گا۔ یعنی چیونٹی کے وزن کے برابر بھی کمی نہیں کرے گا۔ ثعلب سے چیونٹی کے وزن کے متعلق پوچھا گیا۔ پس انہوں نے فرمایا ایک سو چیونٹیوں کا وزن ایک ''حَبَّۃ'' (دانہ) کے برابر ہوتا ہے۔ ''الذرۃ'' واحد کے لئے ہے۔ کہا جاتا ہے کہ چیونٹی کا وزن نہیں ہوتا۔ حکایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک آدمی نے ایک روٹی رکھ دی یہاں تک کہ اس کے اوپر اتنی چیونٹیاں اکٹھی ہوگئیں کہ انہوں نے روٹی کو ڈھانپ لیا۔ پھر اس روٹی کا وزن کیا گیا۔ پس اس میں کچھ بھی اضافہ نہیں ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ ''الذرۃ' سوراخ میں موجود غبار کو کہا جاتا ہے جس کا کوئی وزن نہیں ہوتا۔ صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت انسؓ کی حدیث جو قیامت کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے متعلق ہے۔ اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ پھر آگ سے اس کو بھی نکال دیا جائے گا جو ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ'' کہے گا اور اس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ کو بعض حضرات نے ذال کے پیش اور راء مخفف سے بھی پڑھا ہے یعنی ''مِثْقَالَ ذُرَۃٍ''۔ ابن بطہ حنبلیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ مِثْقَال'، مِفْعَال'' کے وزن پر ہے اور ثقل سے ماخوذ ہے۔ پس ''الذر'' سے مراد سرخ رنگ کی وہ چیونٹی ہے جس پر ایک سال گزر جائے کیونکہ اس کی زندگی کے ایام گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی جسامت گھٹتی رہتی ہے جیسے افعیٰ سانپ ایام گزرنے کے ساتھ ساتھ چھوٹا ہوجاتا ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں ''اِفْعَیٰ حَارِیَۃ'' (وہ افعی سانپ جو عمر گزرنے کے ساتھ ساتھ چھوٹا ہوجاتا ہے) اس سانپ کا زہر بہت سخت ہوتا ہے۔ امرؤالقیس نے کہا ہے کہ ؎

مِنَ الْقَاصِرَاتِ الطَّرْفِ لَو دَبَّ مِحْوَلِ مِنَ الذر فَوْقَ الاتب مِنْهَا لاثرا

''اگر نیچی نگاہوں والیاں گھوم جائیں تو اس کے نقش قدم ہمیشہ زمین پر قائم رہیں''

''محول'' اس چیز کو کہا جاتا ہے جس پر ایک سال کا عرصہ گزر گیا ہو اور ''اتب'' سے مراد وہ کپڑا ہے جو عورت اپنے گلے میں ڈالتی ہے حسان نے کہا ہے کہ ؎

لویدب الحولی من ولد الذر علیھا لا ند بتھا الکلوم

''اگر وہ چیونٹی کی چال کی طرح میرے اردگرد چلے تو اس کی چال ہمیشہ قائم رہے گی''

سہیلیؒ وغیرہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم جرہم کو چیونٹی اور نکسیر کے ذریعے ہلاک کیا تھا۔ یہاں تک کہ ان کی قوم میں سب سے آخری ہلاکت ایک عورت کی ہوئی تھی۔ پس وہ عورت اپنی قوم کی ہلاکت کے ایک عرصہ بعد تک بیت اللہ شریف کا طواف

کرتے ہوئے دیکھی گئی۔ پس لوگ اس کے لمبے قد ہونے اور اس کی زندگی کے متعلق متعجب ہوئے۔ یہاں تک کہ ایک کہنے والے نے اس عورت سے کہا کیا تم جن ہو یا انسان؟ پس اس عورت نے کہا کہ میں جن نہیں بلکہ انسان ہوں اور میرا تعلق قبیلہ جرہم سے ہے۔ پھر اس عورت نے قبیلہ جہنیہ کے دو آدمیوں سے خیبر جانے کیلئے ایک اونٹ کرایہ پر لیا۔ پس جب ان دو آدمیوں نے اسے خیبر پہنچا دیا تو اس سے پانی کے متعلق پوچھا پس اس عورت نے پانی کے متعلق انہیں خبر دی' پس وہ دونوں جب واپسی کیلئے مڑے تو ایک سرخ چیونٹی اس عورت سے چمٹ گئی اور پھر آہستہ آہستہ اس کے ناک کے نتھنوں میں داخل ہوگئی' پھر حلق تک پہنچ گئی۔ پس اس طرح چیونٹی نے عورت کو ہلاک کر دیا۔ یزید بن ہارون نے ''ذرۃ'' کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک سرخ کیڑا ہے لیکن اس کا یہ قول فاسد ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ''الذرۃ'' سے مراد چیونٹی کا سر ہے۔ بعض اہل علم میں سے کسی عالم کا قول ہے کہ اگر میری نیکیاں میری برائیوں سے ذرہ برابر بھی زیادہ ہو جائیں تو یہ مجھے دنیا اور اس میں موجود تمام اشیاء سے زیادہ محبوب ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''**فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ**'' (پس جو شخص ذرہ برابر بھی نیک عمل کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر بھی برا عمل کرے گا وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔ (سورۃ الزلزال آیت ۷۔۸)

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان آیات کو مفہوم کے لحاظ سے جامع قرار دیتے تھے یعنی منفرد سمجھتے تھے۔

حدیث میں چیونٹی کا تذکرہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک سائل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک کھجور دی' پس سائل نے کہا ''سبحان اللہ'' کہ اللہ کے انبیاء میں سے ایک نبی کھجور بطور صدقہ دے رہا ہے' پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو نہیں جانتا ہے کہ اس کھجور میں بہت بڑی مقدار میں نیکیاں بھری ہوئی ہیں۔ پھر اس کے بعد دوسرا سائل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس اس نے سوال کیا پس آپؐ نے اسے کھجور دی پس اس نے کہا کہ یہ کھجور اللہ کے انبیاء میں سے ایک نبی نے مجھے بطور صدقہ دی ہے۔ پس میں اس کھجور کو کبھی جدا نہیں کروں گا جب تک میری زندگی باقی ہے اور میں اس سے ہمیشہ برکت حاصل کرتا رہوں گا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نیکی کا حکم دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لونڈی سے فرمایا تم جا کر ام سلمہؓ سے کہو کہ ان کے پاس جو چالیس درہم ہیں وہ اس سائل کو دے دیں۔ حضرت انسؓ نے فرمایا ہے کہ کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ وہ سائل غنی ہوگیا۔ (رواہ البیہقی)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کسی سائل کو دو کھجوریں دیں تو اس نے ہاتھ کو روک لیا۔ پس حضرت سعدؓ نے اس سے فرمایا کہ یہ لے لو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے ذرہ برابر اشیاء کو بھی قبول کر لیا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے بھی ایک انگور کے دانہ کے بارے میں اسی کی مثل فرمایا تھا۔ پس صعصعہ بن عقال نے جب یہ آیت سنی اور اس وقت آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ پس صعصعہ نے فرمایا میرے لئے یہی آیت کافی ہے اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے کہ اس کے علاوہ میں کسی اور آیت کو نہ سن سکوں۔ پس اس آیت کو جب ایک آدمی نے سنا اور وہ حضرت حسن بصریؒ کی خدمت میں حاضر تھا تو اس نے کہا نصیحت انتہاء کو پہنچ گئی۔ پس حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ یہ آدمی فقیہ ہوگیا ہے۔

حضرت ابو اسماء رجبی سے روایت ہے کہ جب اس سورۃ (زلزال) کا نزول ہوا تو حضرت ابو بکر صدیق ؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے' پس حضرت ابو بکرؓ نے کھانا چھوڑ دیا اور رونے لگے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کس چیز نے تجھے رلایا ہے؟ پس حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم سے ''مثاقیل الذر'' (یعنی ذرہ برابر غلطی) کے متعلق بھی سوال کیا جائے گا؟ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو بکر تو نے دنیا میں کوئی مکروہ چیز دیکھی ہی نہیں تو ذرہ برابر شر کا تو ذکر ہی کیا ہے' لیکن اللہ تعالیٰ بہت سے ذرات کے برابر تمہارے لئے قیامت تک نیکیاں جمع فرماتا رہے گا۔ (رواہ الحاکم فی المستدرک)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبارین اور متکبرین کو قیامت کے دن سرخ چیونٹی کی شکل میں لایا جائے گا اور لوگ ان کو روندیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو کم تر سمجھا تھا۔ یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا۔ پھر ان کو ''نار الانیار'' پر لے جایا جائے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ''جہنمیوں کا پسینہ ہے''۔ (رواہ احمد فی الزہد)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا متکبرین کو قیامت کے دن چھوٹی چھوٹی چیونٹی کے برابر انسانی شکل میں اکٹھا کیا جائے گا اور ہر جگہ سے انہیں ذلت گھیر لے گی۔ نیز ان کو جہنم کی قید کی طرف ہنکایا جائے گا اسے بولس کہا جاتا ہے' ان پر آگ بلند ہوگی اور انہیں جہنمیوں کا پسینہ پلایا جائے گا۔ (الترغیب والترہیب)

امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

امام بیہقیؒ کی کتاب ''شعب الایمان'' میں مذکور ہے کہ اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ میرا گزر ایک اعرابیہ پر ہوا جو ''بادیہ'' میں نرکل کے گھر میں بیٹھی ہوئی تھی۔ پس میں نے اس سے کہا اے اعرابیہ تیرا دل کون بہلاتا ہے؟ پس اس نے کہا کہ میرا مونس وہ ہے جو قبروں میں مردوں کا مونس ہے۔ پس میں نے کہا تو کہاں سے کھاتی ہے؟ پس اس نے کہا کہ مجھے وہ کھلاتا ہے جو سرخ چیونٹیوں کو کھلاتا ہے حالانکہ وہ مجھ سے چھوٹی ہیں۔

علامہ ابوالفرج بن جوزیؒ نے اپنی کتاب ''المدھش'' میں لکھا ہے کہ ایک آدمی جس کا تعلق عجم سے تھا علم کی تلاش میں نکلا' پس راستے میں اسے ایک پتھر کا ٹکڑا نظر آیا جس پر سرخ چیونٹی چل رہی تھی۔ پس اس نے پتھر کا مشاہدہ کیا تو اسے معلوم ہوا کہ چیونٹی کے پاؤں کے نشانات پتھر پر موجود ہیں۔ پس اس نے غور و فکر کیا اور کہا کہ ایک چیونٹی کے بار بار چلنے سے اس سخت پتھر پر نشان پڑ سکتے ہیں تو اگر میں بھی علم کے حصول پر مداومت اختیار کروں تو شاید میں کامیاب ہو جاؤں۔ پس ہر اس طالب علم کے لئے چاہے وہ دنیا کا علم حاصل کرنے والا ہو یا دین کے علم کا حاصل کرنے والا ہو یا توحید و معرفت کو سیکھنے والا ہو ضروری ہے کہ وہ اپنی جدوجہد کو جاری رکھے اور اس میں کوتاہی نہ کرے۔ پس اسے کامیابی حاصل ہوگی یا شہادت نصیب ہوگی۔

صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہوگا۔ پس ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اس کا جوتا عمدہ ہو' پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ کبر کے معنی ہیں اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔ امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ بعض محدثین

کے نزدیک "یہاں" کبر سے مراد ایمان کے متعلق کبر ہے کہ کبر رکھنے والا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ بعض نے یہ معنیٰ مراد لیا ہے کہ جنت میں داخل ہوتے وقت اس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر نہیں ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے "وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ" (اور ہم ان کے دلوں سے کھوٹ کو الگ کر دیں گے۔ الاعراف آیت ۴۳)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ان دونوں تاویلوں میں مفہوم سے دوری پائی جاتی ہے کیونکہ حدیث تو معروف کبر کی نفی کے متعلق ہے۔ جس سے مراد لوگوں سے اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور انہیں حقیر سمجھنا ہے۔ ظاہر مسلک وہ ہے جس کو قاضی عیاضؒ اور دیگر محققین نے اختیار کیا ہے کہ کبر رکھنے والا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا یعنی اس کو دخول اولین حاصل نہیں ہوگا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں حدیث میں "فَقَالَ رَجُل" کے الفاظ جو آئے ہیں اس میں "رَجُل" سے مراد قاضی عیاضؒ کے قول کے مطابق مالک بن مرارہ رہاوی ہیں۔ نیز ابن عبدالبر نے بھی اسی جانب اشارہ کیا ہے۔ ابو القاسم خلف بن عبدالملک بن بشکوال نے کہا ہے کہ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ اس آدمی سے مراد ابو ریحانہ ہیں جس کا نام شمعون ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ شخص ربیعہ بن عامر ہیں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ حدیث میں مذکور آدمی کا نام سواد بن عمرو ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اس آدمی سے مراد معاذ بن جبل ہیں۔

ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب "الخمول والتواضع" میں لکھا ہے کہ حدیث میں مذکور آدمی سے مراد عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ ہیں۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں مذکور "اِنَّ اللهَ جَمِیْل" کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام و افعال جمیل اور حسن ہیں۔ پس اس کے لئے اچھے نام ہیں اور اس کی صفات جمیل اور کامل ہیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ "جَمِیْل" "مُجْمِل" اور "مُکْرِم" کے معنوں میں ہے جیسے "سَمِیْع"، "مُسْمِع" کے معنوں میں آتا ہے۔ ابو القاسم قشیریؒ نے فرمایا ہے کہ "جَمِیْل" سے مراد نور اور رونق کا مالک ہے۔ بعض اہل علم نے یہ بھی کہا ہے کہ "جَمِیْل" کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال بندوں کے ساتھ جمیل ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آسان باتوں کا مکلف بناتا ہے اور اس پر بندوں کی مدد فرماتا ہے اور پھر ان اعمال پر ثواب بھی عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اپنی بزرگی کے ساتھ۔ شیخ الاسلام یحییٰ نوویؒ نے فرمایا ہے کہ یہ نام (یعنی جَمِیْل) حدیث صحیح اور اسماء حسنیٰ میں وارد ہوا ہے اور اس کی اسناد میں کلام ہے لیکن اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز ہے۔ یہی قول دیگر اہل علم کا بھی ہے۔ امام الحرمین ابو المعالی نے فرمایا ہے کہ جو شریعت میں وارد ہوا ہے ہم جائز سمجھتے ہیں کہ اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات پر کیا جائے اور جس کے متعلق شریعت میں جواز و نہی کچھ وارد نہیں ہے ہم اس کے متعلق جواز اور عدم جواز کا فیصلہ نہیں کرتے۔ اس لئے کہ احکام شریعت کا تعلق صرف اسی سے ہے جو شریعت میں وارد ہوا ہے پس اگر ہم حرمت یا حلت کا فیصلہ کر دیں تو ہم ایسے حکم کو ثابت کرنے والے ہوں گے جو شریعت میں وارد نہیں ہوا ہے۔ امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ اہل سنت کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اللہ کا نام یا اس کی صفات کمالی اور جلالی اور اس کی مدح کا بیان ایسے لفظ کے ذریعہ کرنا جس کے متعلق شریعت میں نہ تو جواز ہے اور نہ ہی نہی کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ پس ایک گروہ نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور دوسرے گروہ نے اسے ممنوع قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک صرف ایسے لفظ کا استعمال صحیح ہے جو قرآن کریم اور سنت متواترہ اور اجماع سے ثابت ہو۔ پس اگر

کسی لفظ کا اثبات خبر واحد سے ہے تو اس میں بھی اختلاف ہے۔ پس ایک گروہ نے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی تعریف اور دعا کو جائز قرار دیا ہے کیونکہ اس کا تعلق ''باب العمل'' سے ہے اور خبر واحد پر عمل کرنا جائز ہے لیکن دوسرے گروہ نے اس سے منع کیا ہے کیونکہ اس کا تعلق عمل سے ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے'' وَ لِلّٰہِ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بھا '' (اور اللہ کیلئے اچھے نام ہیں پس اس کو ان ناموں کے ذریعہ پکارو) علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ''غمط الناس '' کے الفاظ جو مسلم میں مذکور ہیں سے مراد لوگوں کو اپنے سے حقیر سمجھنا ہے۔ اسی طرح ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ وغیرہ نے اپنی کتابوں میں ''غمص'' کے الفاظ نقل کئے ہیں جن کا معنی بھی اسی کے مثل ہے۔

التعبیر خواب میں چیونٹی دیکھنے کی تعبیر نسل سے دی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے'' وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ '' (اور اے نبی لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جب کہ تمہارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا۔ الاعراف آیت ۱۷۲) نیز کبھی چیونٹی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر کمزور لوگوں سے دی جاتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چیونٹی کو خواب میں دیکھنا لشکر پر دلالت کرتا ہے۔ واللہ اعلم۔

الذراح

''الذراح'' جوہری نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک سرخ رنگ کا کیڑا ہے جو اڑتا ہے اور بہت زہریلا ہوتا ہے اس کی جمع کیلئے ''الذراتح'' کا لفظ مستعمل ہے۔ سیبویہ نے کہا ہے کہ اس کے واحد کے لئے ''ذرحرح'' کا لفظ مستعمل ہے۔ ''الذراح'' کی مختلف اقسام ہیں۔ بعض وہ ہیں جو کھجور سے پیدا ہوتے ہیں اور بعض صنوبر کے کیڑے ہیں اور بعض دیگر درختوں پر پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے پروں پر زرد رنگ کی لکیریں ہوتی ہیں۔ ان کا جسم لمبا بھرا ہوا اور ''نبات وردان'' کے مشابہ ہوتا ہے۔

الحکم اس قسم کے کیڑوں کا کھانا حرام ہے کیونکہ ان میں گندگی پائی جاتی ہے۔

خواص یہ کیڑا خارش اور جلدی بیماری کے لئے مفید ہے نیز یہ کیڑا ورم کی دواؤں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ امام رازیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کیڑے کو بطور سرمہ استعمال کرنا آنکھ کی سرخی کے لئے بے حد مفید ہے نیز اگر اس کیڑے کی سر پر مالش کی جائے تو سر کی جوئیں ہلاک ہو جائیں اور زیتون کے تیل میں ملا کر سر پر اس کی مالش بال گرنے کے مرض میں بے حد مفید ہے۔ قدیم اطباء کا خیال ہے کہ اگر ''ذراح'' کو پکڑ کر سرخ کپڑے میں لپیٹ لیا جائے اور پھر بخار میں مبتلا شخص کے گلے میں ڈال دیا جائے تو اس کا بخار ختم ہو جائے۔ یہ اس کیڑے کی عجیب وغریب خاصیت ہے۔

الذرع

''الذرع ''نیل گائے کے بچے کو کہا جاتا ہے۔

الذعلب

''الذعلب ''ایسی اونٹنی کو کہا جاتا ہے جو تیز رفتار ہو۔ سواد بن مطرف کی حدیث میں ''الناقۃ الوجنا '' کے الفاظ تیز رفتار اونٹنی کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔

الذئب

''الذئب '' بھیڑیا کو کہا جاتا ہے۔ اس کی مونث ''ذئبة '' آتی ہے اور جمع قلت کے لئے ''أذؤب '' اور جمع کے لئے'' ذئاب و ذؤبان'' کے الفاظ مستعمل ہیں نیز اسے خاطف' سید' سرحان' ذؤالة' عملس' سلق (مونث کیلئے سلقة) اور سمسام بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی کنیت کے لئے ''أبو مذقة '' کالفظ مستعمل ہے۔

شاعر نے کہا ہے کہ ؎

حَتّٰی اِذَا جَنَّ الظَّلَامُ وَ اخْتَلَطَ　　جَاؤْ بِمذُقٍ هَل رَأَيْتُ الذِئب قَطُّ

''یہاں تک کہ جب اندھیرے نے ڈھانپ لیا اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا تو وہ چلاتے ہوئے آئے کہا کہ کیا کسی نے اس وقت بھیڑیئے کو دیکھا ہے''

بھیڑیئے کی سب سے زیادہ مشہور کنیت ''أبو جعدہ '' ہے۔ پس عبید بن اترص نے منذر بن اسماء کے لئے یہ شعر اس وقت پڑھا جب اس نے عبید کو قتل کرنے کا ارادہ کیا ؎

وَقَالُوْا هِيَ الْخَمْرُ تُكَنّٰى الطِّلَاءِ　　كَمَا الذِئبُ يُكْنٰى اَبَا جَعْدَةً

''اور وہ کہتے ہیں کہ شراب کی کنیت طلاء ہے جیسے بھیڑیئے کی کنیت ابو جعدہ ہے''

شاعر نے یہ بطور مثل کہا ہے اور اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ آپ بظاہر تو میری عزت کرتے ہیں لیکن آپ نے میرے قتل کا ارادہ کر رکھا ہے جیسے شراب (بری چیز ہے) لیکن اس کا نام طلاء رکھ دیا جائے جو ایک اچھی چیز کا نام ہے پس بھیڑیا بھی ایک خوفناک درندہ ہے لیکن اس کی کنیت کے لئے'' جعدہ'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جو ایک اچھا لفظ ہے۔ پس ''جعدہ'' بکری کو کہا جاتا ہے اور ایک ایسی بوٹی کو'' جعدہ'' کہا جاتا ہے جو موسم بہار میں اگتی ہے اور بہت جلد خشک ہو جاتی ہے پس جب ابن زبیر سے متعہ کے متعلق پوچھا گیا۔ پس انہوں نے فرمایا کہ بھیڑیا کو کنیت کے اعتبار سے ''ابو جعدہ'' کہا جاتا ہے یعنی متعہ اچھا اسم ہے لیکن باعتبار معنی برا ہے جیسے بھیڑیا خود تو بہت برا درندہ ہے لیکن اس کی کنیت کیلئے ''ابو جعدہ'' جیسا اچھا لفظ مستعمل ہے۔ بھیڑیئے کی کنیت کیلئے ابو ثمامہ' ابو جاعد' ابو رعلة' ابو سلعامة' ابو العطس' ابو کاسب اور ابو سبلة کے الفاظ مستعمل ہیں نیز ''اویس '' بھی اس کے مشہور ناموں میں سے ہے۔

شاعر ہذلی نے کہا ہے کہ ؎

يَا لَيْتَ شِعْرِيْ عَنْكَ وَلَامْرُ عمم　　مَا فَعَلَ الْيَوْمَ أُوَيس'' بِالْغَنَمِ

''اے کاش تیری بات کو میں سمجھ لیتا حالانکہ معاملہ عام ہے کہ آج بکریوں کے ساتھ بھیڑیوں نے کیا برتاؤ کیا''

بھیڑیئے کے اوصاف ''غبش'' کو بھی اہمیت حاصل ہے اس سے مراد خاکستری رنگ ہے۔ پس کہا جاتا ہے کہ ''ذِئبٌ أَغْبَش وَذِئبَةٌ غَبْشَاءُ'' (خاکستری رنگ کا بھیڑیا اور خاکستری رنگ کی بھیڑن یعنی بھیڑیئے کی مادہ) امام احمدؒ ابو یعلی موصلی اور عبد الباقی بن قانع سے مروی ہے کہ اعشی شاعر مازنی حرمازی جس کا نام عبد اللہ بن اعور تھا کی ایک بیوی تھی جسے معاذة کہا جاتا تھا۔ پس جب وہ

رجب کے مہینے میں اپنے گھر سے کھانے پینے کا سامان لینے نکلا۔ پس شاعر کے جانے کے بعد اس کی بیوی گھر سے فرار ہوگئی۔ پس اس عورت نے اپنے ہی خاندان ایک آدمی جسے مطرف بن بہصل بن کعب بن قمیع بن دلف بن اہصم بن عبداللہ بن خرماز کہا جاتا تھا کے ہاں پناہ لے لی۔ پس اس نے اسے ایک کمرہ کے پیچھے چھپا دیا۔ پس جب اعشیٰ شاعر بازار سے واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی گھر میں موجود نہیں ہے پس اس کو کسی نے خبر دی کہ اس کی بیوی فرار ہوکر فلاں شخص کی پناہ میں چلی گئی ہے۔ پس اعشیٰ نے مطرف سے اپنی بیوی کا مطالبہ کیا پس اس نے اسے واپس لوٹانے سے انکار کر دیا۔ نیز مطرف اپنی قوم میں اعشیٰ سے زیادہ معزز تھا۔ پس اعشیٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی شکایت بیان کی اور یہ اشعار پڑھے

یَا سَیِّدُ النَّاسِ وَدِیَانِ العَرَبِ أَشْکُو اِلَیْکَ ذِرْبَةً مِنَ الذِرَبِ

''اے لوگوں کے سردار اور عرب کو مطیع کرنے والے میں آپ ﷺ کی خدمت میں ایک بدزبانی کی شکایت لے کر آیا ہوں''

کَالذِئبَةُ الغَبْشَاءُ فِیْ ظِلِّ السَّرِبِ خَرَجْتُ أَبْغِیهَا الطَّعَامَ فِیْ رَجَبِ

''میں خاکستری بھیڑنی کی طرح درختوں کے سایہ میں رزق کی جستجو میں رجب کے مہینے میں باہر نکلا''

فَخَا لَفَتْنِیْ بِنِزَاعٍ وَ هَرَبِ وَ قَدْ فَتَنِی بَیْنَ عَیْصٍ مُؤتَشَبِ

''پس اس نے میری مخالفت کی اور جھگڑا کر کے فرار ہوگئی اور تحقیق مجھے گنجان درختوں کے جھنڈ میں چھوڑ گئی''

اَخْلَفَتِ العَهْدَ وَلَطَتْ بِالذَّنَبِ وَهُنَّ شَرٌّ غَالِبٍ لِمَنْ غَلَبَ

''اس نے وعدہ خلافی کی اور مجھ سے اس طرح چھپ گئی جیسے اونٹنی اپنی شرمگاہ دم سے چھپا کر نر کو جفتی سے روکتی ہے اور عورتوں کا شر اس قدر غالب ہوگیا کہ وہ جس پر چاہتی ہے غلبہ پا لیتی ہے''

پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اعشیٰ شاعر کی موجودگی میں فرمایا کہ عورتیں اپنے شر کی وجہ سے جس پر چاہتی ہیں غالب ہوجاتی ہیں۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد بدزبانی کی وجہ سے فساد کرنا اور عورت کی خیانت ہے۔ اس کا اصل ''مِنْ ذَرَبِ المِعْدَة'' اس سے مراد معدہ فساد یعنی اس کا خراب ہونا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زبان درازی اور بدکلامی بھی شاعر کے قول ''ذرب لسانه'' سے ماخوذ ہے۔ پس شاعر کے اس قول ''العیص'' سے مراد درخت کی جڑ ہے اور ''الموتشب'' سے مراد درختوں کے جھنڈ ہیں اور شاعر کے قول ''لطت بالذنب'' سے مراد یہ ہے کہ میری بیوی مجھ سے اس طرح چھپ رہی ہے جیسے اونٹنی اپنی فرج کو دم کے ذریعے چھپا کر اپنے نر کو جفتی سے روکتی ہے اور اعشیٰ جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے نے نبی اکرم ﷺ سے اپنی بیوی کی شکایت کی اور جو اس نے معاملہ کیا اسکا بھی تذکرہ کیا اور وہ جس شخص کی پناہ میں تھی اس کا نام مطرف بن بہصل تھا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مطرف کی طرف خط لکھوایا کہ اگر تمہارے پاس اس شخص کی بیوی معاذہ ہے تو اسے واپس کر دو۔

پس اعشیٰ نبی اکرم ﷺ کے خط کے ساتھ مطرف کے پاس آیا اور مطرف کو خط پڑھ کر سنایا۔ پس مطرف نے کہا اے معاذہ یہ خط رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے اور اس میں لکھا ہے کہ میں تجھے تیرے شوہر کے حوالے کر دوں۔ پس عورت نے کہا کہ تم اعشیٰ سے پختہ عہد لے لو کہ وہ مجھے میرے عمل پر سزا نہیں دے گا۔ پس مطرف نے اعشیٰ سے عہد لے کر اس کی بیوی کو اس کے سپرد کر دیا۔ پس اعشیٰ نے کہا

لِعُمرِکَ مَاحُبِیْ مَعَاذَۃَ بِالَّذِیْ — یُغَیِّرُہُ الْوَاشِی وَلَا قدم العَھدِ

''تیری زندگی کی قسم معاذۃ کے ساتھ میری محبت ایسی نہیں کہ بدکلام اور زمانہ کی سختی اسے تبدیل کردے''

وَلَا سُوءِ مَا جَاءَ تْ بِہٖ اِذَا زَلَّھَا — غَوَاۃُ رِجَالٍ اَذْیْنَا جُوْنِھَا بَعْدِی

''اور نہ وہ برائی جس کی معاذہ مرتکب ہوئی ہے میری محبت کو ختم کرسکتی ہے جبکہ میری عدم موجودگی میں برے افراد نے اسے اس پر آمادہ کیا ہے''

علامہ زمخشری نے اللہ تعالیٰ کے اس قول ''اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ '' کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے مکروفریب کو شیطان کے مکروفریب سے عظیم قرار دیا ہے۔ اگرچہ مردوں میں بھی مکروفریب پایا جاتا ہے لیکن عورتوں کا مکر مردوں کے مکر سے زیادہ لطیف یعنی غیر محسوس ہوتا ہے اور ان کا حیلہ مردوں پر نافذ ہوجاتا ہے۔ پس عورتیں نرمی سے کام لیتی ہیں اور اس نرمی کی بناء پر وہ مردوں پر غلبہ حاصل کرلیتی ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ'' (اور میں گرہوں پر پھونکنے والیوں کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہوں) پس ''نَفَّاثَات'' ان عورتوں کو کہا جاتا ہے جن کا شر دوسری عورتوں سے زیادہ ہے۔ پس بعض اہل علم میں سے ایک عالم کا قول ہے کہ میں شیطان سے زیادہ عورت کے شر سے خوفزدہ رہتا ہوں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا'' (بے شک شیطان کا مکروفریب بہت کمزور ہے) اور عورتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ '' (بے شک تمہارا مکروہ فریب بہت بڑا ہے)۔

تاریخ ابن خلکان میں عمر بن ابی ربیعہ کے حالات میں مذکور ہے کہ عمر بن ابی ربیعہ ایک مرتبہ بیت اللہ کا طواف کررہے تھے کہ ان کی نظر ایک عورت پر پڑی جو بیت اللہ کے طواف میں مصروف تھی۔ پس وہ اس عورت کی محبت میں گرفتار ہوگئے۔ پس عمر بن ابی ربیعہ اس سے سوالات کرنے لگے۔ پس وہ عورت بصرہ کی رہنے والی تھی۔ پس عمر ابن ابی ربیعہ نے اس عورت سے گفتگو کرنے کی کوشش کی لیکن اس نے اس طرف کوئی توجہ نہیں کی اور کہنے لگی آپ مجھ سے دور رہیں کیونکہ آپ حرم مقدس میں ہیں اور یہ حرمت والا عظیم مقام ہے۔ پس جب عمر بن ابی ربیعہ اس کے پیچھے پڑ گئے اور اسے طواف سے روک دیا تو وہ اپنے کسی محرم کے پاس گئی اور اس سے کہا کہ میرے ساتھ آؤ اور مناسک حج ادا کرو۔ پس وہ محرم شخص اس عورت کے ساتھ طواف میں مصروف ہوگیا۔ پس جب عمر بن ابی ربیعہ نے اس عورت کے ساتھ اس کے رشتہ دار کو دیکھا تو اس سے دور ہوگیا۔ پس عورت نے زبرقان بن سعدی کا یہ شعر پڑھا۔

تعد والذئاب علی من لا کلاب لہ — و تتقی مربض المستأ سدالضاری

''جس کے پاس حفاظت کے لئے کتے نہیں ہوتے بھیڑیئے بھی حملہ کرنے کے لئے اس کی جانب دوڑتے ہیں اور شیر ضرر پہنچانے والے کی خواب گاہ سے دور رہتے ہیں''

پس جب منصور کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو اس نے کہا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ کوئی پردہ نشین عورت باقی نہ رہے یہاں تک کہ وہ اس واقعہ کو سن لے۔ عمر ابن ابی ربیعہ کی پیدائش اس رات کو ہوئی جس رات حضرت عمر بن خطابؓ کو شہید کیا گیا۔ حضرت حسن بصریؒ کے سامنے جب عمرو بن ربیعہ کا تذکرہ ہوتا تو فرماتے کون سا حق اٹھا اور کون سا باطل وجود میں آیا۔ عمر ابن ابی ربیعہ نے

بحری غزوہ میں شرکت کی تھی۔ پس دشمنوں نے ان کی کشتی کو آگ لگا دی تھی جس کی وجہ سے وہ بھی اسی آگ میں جل گئے۔ یہ واقعہ ۸۳ ھ میں رونما ہوا۔ شیر اور بھیڑیئے میں بھوک کی صورت میں صبر کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے وہ دوسرے حیوانات میں نہیں ہوتی لیکن شیر بہت زیادہ حریص ہونے کے باوجود اس بات کی استطاعت رکھتا ہے کہ وہ کئی دن بھوک کی حالت میں گزار دے لیکن بھیڑیا اگرچہ شیر سے کم تر اور تنگدست ہے لیکن شیر سے زیادہ دوڑ دھوپ کرنے والا ہے۔ پس جب اسے کھانے کے لئے کوئی بھی چیز نہ ملے تو یہ ہوا پر ہی گزارہ کرلیتا ہے اور اسی سے قوت حاصل کرتا ہے۔ بھیڑیئے کا معدہ بڑی سے بڑی ہڈی کو بھی ہضم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن کھجور کی گٹھلی کو ہضم نہیں کرسکتا۔ بھیڑیا جب اپنی مادہ سے جفتی کرتا ہے تو اس وقت اس کی حالت ایسی ہی ہوتی ہے جیسی کتے کی ہوتی ہے۔ پس اگر اس حالت میں ان پر حملہ کیا جائے تو ان کو آسانی سے قتل کیا جاسکتا ہے لیکن ان کو اس حالت میں پانا بہت مشکل ہے کیونکہ یہ جفتی کیلئے ایسی جگہ تلاش کرتے ہیں جہاں سے انسان کا گزر نہ ہو پس بھیڑیا جب اپنی مادہ سے جفتی کرنا چاہتا ہے تو اسے زمین پر چت لٹا دیتا ہے اور پھر التحام ہوجانے پر یہ دونوں پلٹ جاتے ہیں اور ان کے چہرے ایک دوسرے کے مخالف سمت میں ہوجاتے ہیں جیسے کتوں میں جفتی کرتے وقت یہ کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔ بھیڑیا منفرد صفات کا حامل درندہ ہے۔ پس جب یہ فرار ہونا چاہتا ہے تو جست لگاتا ہے اور جب یہ ایک مرتبہ کسی شکار کو قتل کرکے اور اسے کھا کر اپنا پیٹ بھرلیتا ہے تو شکار کے بقیہ گوشت کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اس کی عجیب وغریب خاصیت یہ ہے کہ یہ ایک آنکھ سے سوتا ہے اور دوسری آنکھ سے بیدار رہتا ہے یہاں تک کہ یہ ایک آنکھ کی نیند پوری کرلیتا ہے تو اسے کھول لیتا ہے اور پھر دوسری کی نیند پوری کرنے کیلئے اسے بند کرلیتا ہے۔ بھیڑیا ایسا اس وجہ سے کرتا ہے تاکہ کھلی ہوئی آنکھ سے اپنی حفاظت کا کام لے اور بند آنکھ سے نیند کے ذریعے سکون حاصل کرے۔ حمید بن ثور نے بھیڑیئے کی تعریف میں کہا ہے کہ

اَکلتُ طَعَامًا مَا دُوْنَہٗ وَ ھُوَ جَائِعٌ وَ نِمتُ کَنُومِ الذِئبِ فِیْ ذِی حَفِیْظَۃِ

''اور میں بھیڑیئے کی نیند سویا ایک ظالم شخص کے پاس' میں نے اس کے یہاں کھانا کھایا لیکن وہ بھوکا ہی رہا''

یَنَامُ بِاِحْدٰی مقلتیہ وَ یَتَّقِیْ بِاُخْرٰی الْاَعَادِی فَھُوَ یَقْظَانِ ھَاجِعٌ

''وہ (یعنی بھیڑیا) ایک آنکھ سے سوتا ہے اور دوسری آنکھ سے دشمنوں سے محفوظ رہنے کا کام لیتا ہے۔ پس وہ ایک ہی وقت میں نیند بھی کرتا ہے اور بیدار بھی رہتا ہے''

بھیڑیا تمام حیوانات میں سے ایسا حیوان ہے جو زیادہ بولتا ہے لیکن جب یہ پکڑ لیا جائے تو اس کو مارا جائے یا تلوار کے ذریعے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے جائیں اس کی آواز نہیں نکلے گی یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہوجائے۔ بھیڑیئے سونگھنے کی زبردست قوت موجود ہوتی ہے اس لئے یہ میلوں سے کسی چیز کی بو محسوس کرلیتا ہے۔ بھیڑیا اکثر بکریوں کے شکار کے لئے صبح کے وقت نکلتا ہے کیونکہ اسے توقع ہوتی ہے کہ رات بھر بکریوں کی حفاظت کے لئے بیدار رہنے کی وجہ سے تھک کر سو گئے ہوں گے۔ بھیڑیئے کی عجیب و غریب خاصیت یہ ہے کہ اس کی کھال کے ساتھ بکری کی کھال رکھ دی جائے تو بکری کی کھال کے بال گر جاتے ہیں۔ جنگلی پیاز کے پتہ پر بھیڑیا اگر اپنا پاؤں رکھ دے تو اس کی اسی وقت موت واقع ہوجاتی ہے۔

بھیڑیا جب سخت بھوکا ہو تو وہ چیختا ہے۔ پس تمام بھیڑیے اس کی چیخ سن کر اس کے قریب قطار میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پس جو بھیڑیا چیخنے والے بھیڑیے کے قریب ہوتا ہے باقی بھیڑیے اس پر حملہ آور ہو کر اسے ہلاک کر دیتے ہیں اور اس کا گوشت کھاتے ہیں۔ پس بھیڑیا جب انسان کو دیکھ لے اور اس کا مقابلہ نہ کر سکے تو زور سے چیختا ہے جس کی وجہ سے جنگل کے تمام بھیڑیے چیخنے والے بھیڑیے کی مدد کیلئے جمع ہو جاتے ہیں اور انسان پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ پس اگر انسان ان بھیڑیوں میں سے کسی بھیڑیے کو زخمی کر دے تو بھیڑیے انسان کو چھوڑ کر بھیڑیے کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور اس کا گوشت کھاتے ہیں۔ شاعر نے یہ اشعار اپنے دوست پر جس کی اس نے مدد کی تھی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہے ہیں ۔

وَ كُنتَ كَذِئبِ السُوءِ لَمَّا رَاٰى دَمًا　　　بصَاحِبِهٖ يومًا أحال عَلَى الدَّمِ

''اور تیری مثال اس بری خصلت والے بھیڑیے کی طرح ہے کہ جب اس نے اپنے ساتھی کا خون دیکھا تو اس کو اپنی غذا بنانے کیلئے اس پر پل پڑا''

بیہقی نے شعب الایمان میں لکھا ہے کہ اصمعی کہتے ہیں کہ میں ایک دیہات میں داخل ہوا۔ پس میں نے ایک بڑھیا کو دیکھا جس کے سامنے ایک بکری مردہ حالت میں پڑی ہوئی تھی اور ایک بھیڑیے کا بچہ بھی کھڑا ہوا تھا جسے بڑھیا برا بھلا کہہ رہی تھی۔ پس میں بڑھیا کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ میں بھیڑیے کو بچے کو برا بھلا کیوں کہہ رہی ہوں؟ میں نے کہا کہ مجھے اس کا علم نہیں' بڑھیا نے کہا یہ بھیڑیے کا بچہ جب چھوٹا تھا تو میں اسے پکڑ کر اپنے گھر لے آئی اور اسے اس بکری کا دودھ پلاتی رہی۔ پس جب یہ جوان ہو گیا تو اس نے بکری کو قتل کر دیا۔ پس اس کی بے وفائی پر میں نے یہ اشعار کہے ہیں۔ میں نے بڑھیا سے کہا وہ کون سے اشعار ہیں۔ پس بڑھیا نے وہ اشعار مجھے سنائے ۔

بَقَرت شوَيهَتِي وَ فَجَعتَ قَلْبِيْ　　　وأَنْتَ لِشَاتِنَا وَلَدٌ رَبِيبٌ

''تو نے میری بکری کو چیر پھاڑ کر میرے دل کو صدمہ پہنچایا حالانکہ ہماری بکری ہی سے تیری پرورش ہوئی ہے''

غَذَيتَ بدرها وَ رَبِيتُ فِينَا　　　فَمَنْ أنبَاکَ انَّ أبَاکَ ذِئبٌ

''تو نے اس سے غذا حاصل کی اور ہمارے یہاں پرورش پائی پس تجھے کس نے بتلایا کہ تیرا باپ بھیڑیا ہے''

اِذَا كَانَ الطباع طباع سُوءٍ　　　فَلَيسَ بِنَافِعٍ فِيهَا الْاَدِيبُ

''جب فطری طور پر طبیعت میں خرابی ہو تو اس کیلئے اصلاح کرنے والی تدابیر نفع بخش نہیں ہو سکتی''

پس اگر انسان بھیڑیے سے گھبرا جائے تو وہ اس پر غالب آ جاتا ہے لیکن اگر انسان بھیڑیے کے سامنے ثابت قدمی کا مظاہرہ کرے تو بھیڑیا خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ بھیڑیا ہڈی کو اپنی زبان سے ہی توڑ دیتا ہے اور ہڈی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے بالکل اسی طرح جیسے تلوار کے ذریعے ہڈی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں لیکن ہڈی کے ٹوٹنے کی آواز تک سنائی نہیں دیتی۔ کہا جاتا ہے کہ بھیڑیا کتے کی طرح بھونکتا ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ

عَوى الذِئب فَاستأنَستُ لِلذئبِ اذعَوٰى　　　وَ صَوتُ اِنسَان فَكِدتُ أَطِيرُ

''بھیڑیے کی چیخ وپکار کی آواز سے دوسرے بھیڑیے بھی مانوس ہوجاتے ہیں جب وہ چیختا ہے اور انسان کی آواز سنتے ہی بھیڑیے فرار ہوجاتے ہیں۔''

دوسرے شاعر نے بھی اسی معنی میں کہا ہے کہ

لَيۡتَ شِعۡرِیۡ كَيۡفَ الۡخَلَاصُ مِنَ النَّاسِ   وَ قَدۡ اَصۡبَحُوۡا ذِئَابَ اعۡتِدَاءِ

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگوں سے نجات کیسے حاصل ہوگی جبکہ وہ ظالم بھیڑیے بن چکے ہیں''

قُلۡتُ لَمَّا بَلَاهُمۡ صِدۡقُ خَبِرِیۡ   رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡ اَبِیۡ الدَّرۡدَاءِ

''جب انہوں میری بات کی تصدیق کرنا چاہی تو میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوابو درداءؓ سے (کہ ان کی نصیحت بہت عمدہ ہے)''۔

شاعر اپنے اس شعر میں حضرت ابو درداءؓ کے اس قول ''اِيَّاكُمۡ وَ مَعَاشِرَةُ النَّاسِ فَاِنَّهُمۡ مَارَكِبُوۡا قلب امرئ اِلَّا غيروه ولا جواد الا عقروه ولا بعيرا الا أدبروه''(تم لوگوں کے ساتھ اختلاط سے بچو کیونکہ نہیں وہ سوار ہوئے کسی کے دل پر مگر اس کو بدل دیا اور نہیں وہ سوار ہوئے کسی عمدہ گھوڑے پر مگر اس کے پاؤں کو کاٹ دیا) کی طرف اشارہ کیا ہے۔

سہیلیؒ نے لکھا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی ولادت ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر فرمایا کعبہ کے رب کی قسم یہ تو وہی ہے۔ پس جب حضرت عبداللہ کی ماں اسماءؓ نے یہ الفاظ سنے تو بچے کو دودھ پلانا چھوڑ دیا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماءؓ سے فرمایا اسے دودھ پلاؤ اگرچہ تمہاری آنکھوں کا پانی ہی کیوں نہ ہو' یہ بچہ مینڈھا ہوگا ایسے بھیڑیوں کے درمیان جو انسان ہی ہوں گے (لیکن ان میں بھیڑیے کی صفات پائی جائیں گی)۔ وہ اس بچہ کو بیت اللہ کی حفاظت سے روکیں گے اور قتل کردیں گے یا اسے بیت اللہ کے قریب ہی اسے قتل کردیں گے۔

حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا دو بھوکے بھیڑیے جنہیں بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا اتنا نقصان نہیں کرتے جتنا کسی شخص کی مال اور دنیاوی عظمت کی حرص اس کے دین کو نقصان پہنچاتی ہے۔ (رواہ ابن ماجہ والبیہقی وقال حدیث صحیح حسن)

تحقیق حرص کی مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''وَلَتَجِدَنَّهُمۡ أَحۡرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيَاةٍ ''(اور البتہ تو ان لوگوں کو زندگی کا زیادہ حریص پائے گا۔)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل کیا گیا۔ پس میں نے اس میں ایک بھیڑیا دیکھا۔ پس میں نے کہا کیا بھیڑیا جنت میں داخل ہوگیا ہے۔ پس بھیڑیے نے کہا کہ میں نے ایک شرطی (سپاہی) کے بیٹے کو کھایا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں بھیڑیے کا جنت میں دخول سپاہی کے لڑکے کو کھانے کی وجہ سے ہے لیکن اگر یہ شرطی (سپاہی) کو کھالیتا ہے تو اسے علیین کے مقام پر پہنچا دیا جاتا ہے۔ (رواہ ابن عدی)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ تحقیق میں نے یہ روایت تاریخ نیشاپور میں علی بن محمد بن اسمٰعیل طوسی کے حالات زندگی میں ملاحظہ کی ہے اور یہ حدیث موضوع ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک چرواہا ''مقام حرہ'' میں بکریاں چرا رہا تھا کہ ایک بھیڑیئے نے اس کی بکریوں پر حملہ کر دیا۔ پس چرواہا بکری اور بھیڑیئے کے درمیان حائل ہوگیا۔ پس بھیڑیا اپنی سرین پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا اے اللہ کے بندے تو میرے اور میرے رزق کے درمیان جو اللہ نے میرے لئے بھیجا ہے حائل ہوگیا ہے۔ پس وہ آدمی حیران ہوگیا کہ بھیڑیا اس سے گفتگو کر رہا ہے۔ پس بھیڑیا کہنے لگا کہ میں تجھے اپنے کلام کرنے سے بھی بڑی عجیب بات کی خبر نہ دوں اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''حُرَّتَيْن'' (دو گرم علاقوں) کے درمیان لوگوں کو گزرے ہوئے واقعات کی خبریں سنا رہے ہیں۔ پس چرواہے نے مدینہ میں اپنی بکریوں کو جمع کیا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو سارا واقعہ سنایا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس چرواہے نے سچ کہا ہے۔ (رواہ الحاکم)

فائدہ ابن عبدالبر وغیرہ نے کہا ہے کہ بھیڑیئے نے صحابہ کرامؓ میں سے صرف تین افراد حضرت رافع بن عمیرؓ، سلمہ بن اکوعؓ اور اہبان بن اوس سلمیؓ سے کلام کیا۔

ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ اسی لئے اہل عرب کہتے ہیں ''هُوَ كَذِئْبِ أَهْبَان'' (وہ اہبان کے بھیڑیئے کی طرح ہے)

حضرت اہبان بن اوس سلمیؓ سے بھیڑیئے کی گفتگو کا واقعہ اس طرح ہے کہ اہبان بن سلمیؓ جنگل میں بکریاں چرا رہے تھے کہ ایک بھیڑیے نے ان کی بکریوں پر حملہ کر دیا۔ پس حضرت اہبانؓ نے شور مچایا۔ پس بھیڑیا کھڑا ہوا اور کہنے لگا کیا تم مجھے روکنا چاہتے ہو میرے اس رزق سے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے۔ حضرت اہبانؓ نے فرمایا کہ میں نے بھیڑیئے کو کلام کرتے ہوئے نہ ہی دیکھا اور نہ ہی سنا اور اب بھیڑیئے کی گفتگو سن کر بہت متعجب ہوئے۔ پس بھیڑیئے نے کہا کیا آپ میرے بولنے پر حیران ہو گئے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کھجوروں کے درمیان (اور اس نے اپنے ہاتھ سے مدینہ منورہ کی طرف اشارہ کیا) موجودہ اور گزشتہ واقعات کی خبریں بتا رہے ہیں اور لوگوں کو اللہ کی عبادت کی طرف بلا رہے ہیں لیکن لوگ ان کی دعوت کا جواب نہیں دیتے۔

حضرت اہبانؓ نے فرمایا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس قصہ کی خبر دی اور میں مسلمان ہوگیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ یہ واقعہ لوگوں کو سنا دو۔ عبداللہ بن ابی داؤد سجستانی الحافظ نے فرمایا کہ اہبان نے بھیڑیئے سے کلام نہیں کیا اور نہ ہی ان کی اولاد میں سے کسی نے بھیڑیئے سے کلام کیا ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت رافع بن عمیرہؓ اور سلمہ بن اکوعؓ کے متعلق اسی قسم کا واقعہ مشہور ہے۔ امام بخاریؒ نے فرمایا ہے کہ ہمیں خبر دی شعیب نے ان کو زہری نے اور انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک چرواہا اپنے ریوڑ میں تھا کہ ایک بھیڑیئے نے ریوڑ پر حملہ کر دیا۔ پس بھیڑیا ایک بکری کو لے کر فرار ہوگیا۔ پس چرواہے نے بھیڑیئے سے بکری کا مطالبہ کیا۔ پس بھیڑیا اس کی جانب متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ یوم سبع میں اس کی حفاظت کون کرے گا جب میرے سوا ان کا کوئی محافظ نہیں ہوگا اور ایک شخص بیل پر بوجھ لاد کر لے جا رہا تھا۔ پس

بیل اس کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ میں بوجھ لادنے کے لئے نہیں پیدا کیا گیا بلکہ میں زراعت کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ پس لوگوں نے کہا ''سبحان اللہ'' بھیڑیا بھی کلام کرتا ہے اور بیل بھی کلام کرتا ہے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایمان لایا اس پر اور ابوبکرؓ وعمرؓ بھی اس پر ایمان لائے۔ (رواہ البخاری)

ابن الاعرابی نے ''سبع'' کے متعلق کہا ہے کہ اس سے مراد وہ جگہ ہے جس جگہ قیامت کے دن لوگوں کو جمع کیا جائے گا۔ پس ''مَنْ لَهَا يَوْمُ السَّبُعِ'' کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن ان کی کون حفاظت کرے گا۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس کی یہ تفسیر حدیث میں منقول بھیڑیئے کے اس قول کہ اس دن میرے علاوہ اس کا کوئی بھی محافظ نہیں ہوگا سے فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ بھیڑیا قیامت کے دن اس کا (یعنی بکری کا) محافظ نہیں ہوگا۔ بعض اہل علم کے نزدیک ''یوم سبع'' سے مراد ''یوم الفتن'' ہے کہ لوگ اس دن مویشیوں کو چھوڑ دیں گے اور کوئی بھی ان کا نگہبان نہیں ہوگا۔ پس درندے اور بھیڑیئے ان کے محافظ بن جائیں گے۔ پس اگر ''سُبُع'' با کے پیش کے ساتھ ہو تو اس کا معنیٰ یہ ہوگا کہ اس سے فتنوں سے ڈرانا مقصود ہے کہ ان فتنوں میں لوگ اپنے جانوروں کو کھلا چھوڑ دیں گے یہاں تک کہ درندے ان پر قابض ہو جائیں گے۔ ابو عبیدہ معمر بن مثنی نے ''یوم السبع'' کے متعلق کہا ہے کہ اس سے مراد دور جاہلیت کی عید ہے۔ اس دن مشرکین کھیل کود میں مشغول رہتے تھے اور کھانے میں مصروف رہتے تھے یہاں تک کہ بھیڑیا آ کر ان کی بکریوں کو لے جایا کرتا تھا۔ پس اس صورت میں ''سبع'' سے مراد درندہ نہیں ہوگا۔ حافظ ابو عامر العبدی نے لفظ ''سبع'' کو با کے پیش کے ساتھ لکھوایا ہے۔ ابو عامر بہت بڑے ثقہ عالم تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو عورتیں تھیں اور دونوں کے ساتھ ان کے لڑکے بھی تھے۔ پس جب بھیڑیا آیا تو ان میں ایک کا بیٹا اٹھا کر لے گیا۔ پس وہ عورت اپنی ساتھی (عورت) سے کہنے لگی کہ بھیڑیا تیرا بیٹا اٹھا کر لے گیا ہے۔ دوسری نے کہا نہیں بلکہ بھیڑیا تیرا بیٹا اٹھا کر لے گیا ہے۔ پس وہ دونوں اپنا مقدمہ لے کر حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ پس حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ پس وہ دونوں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس گئیں اور ان سے یہ واقعہ بیان کیا۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تم مجھے چھری دو تا کہ میں اس لڑکے کو کاٹ کر دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دوں۔ پس چھوٹی عورت نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے ایسا نہ کیجئے یہ بیٹا اسی بڑی عورت کو دے دیجئے' پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے چھوٹی عورت کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم ہم نے آج سے قبل ''السکین'' کا لفظ نہیں سنا تھا بلکہ ہم اس کی بجائے ''المدیہ'' کہا کرتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

پس جو اہل علم اس بات کو جائز قرار دیتے ہیں کہ عورت لقیط (گرے ہوئے بچے) کو اپنے سے ملحق کر سکتی ہے ان حضرات نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کیونکہ یہ بھی والدین میں سے ہے۔ یہ مسلک صاحب تقریب نے ابن سریج سے نقل کیا ہے لیکن صحیح بات یہی ہے کہ وہ بچہ اس عورت سے ملحق نہیں ہوگا کیونکہ عورت جب اس کو اپنانے کا دعویٰ کرے گی تو بچہ کی ولادت پر کسی کی گواہی پیش کر سکتی ہے لیکن مرد اس پر قادر نہیں ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ بچہ اسی عورت کے ساتھ ملحق ہو سکتا ہے جس کا شوہر نہیں ہے لیکن جس عورت کا شوہر ہو اس کے ساتھ ملحق نہیں ہو سکتا۔ پس شوہر سے مراد وہ شخص ہے جس نے عورت سے نکاح کر رکھا ہو۔ پس اگر گواہی کے ذریعے بچے کا نسب عورت کیلئے ثابت ہو جائے تو اس کے شوہر کے لئے بھی ثابت ہو جائے گا خواہ وہ عورت اس مرد کے نکاح میں ہو یا طلاق لے کر عدت گزار

رہی ہو۔ امام احمدؒ اور طبرانیؒ نے سند جید کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا شیطان انسانوں کے لئے بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کے لئے بھیڑیا ہے جو ریوڑ سے الگ ہونے والی بکری کو اچک لیتا ہے۔ تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم گھاٹیوں سے بچو۔ پس تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم امت، جماعت اور مساجد کو لازم پکڑلو۔ تاریخ ابن نجار میں مذکور ہے کہ وہب بن منبہؒ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی ایک عورت سمندر کے کنارے کپڑے دھو رہی تھی اور اس کا بچہ اس کے قریب ہی کھیل میں مشغول تھا۔ پس ایک سائل آیا۔ پس اس عورت نے اپنی روٹی میں سے ایک ٹکڑا توڑ کر سائل کو دے دیا۔ پس کچھ دیر بعد ایک بھیڑیا آیا۔ پس وہ بچے کو اٹھا کر فرار ہوگیا۔ پس وہ عورت اس کے پیچھے دوڑی اور وہ کہہ رہی تھی اے بھیڑیئے میرا لڑکا، اے بھیڑیئے میرا لڑکا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا۔ پس فرشتے نے بھیڑیئے کے منہ سے بچے کو چھین لیا اور عورت کے سامنے ڈال دیا اور کہا کہ یہ لقمہ، لقمہ کے عوض میں ہے۔ (جو تم نے سائل کو دیا تھا)۔

امام احمدؒ نے ''کتاب الزہد'' میں سالم بن ابی جعد کی یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت سالم فرماتے ہیں۔ ایک عورت اپنے گھر سے باہر نکلی اور اس کے ہمراہ اس کا ایک بچہ بھی تھا۔ پس بھیڑیا آیا اور اس نے اس عورت سے اس کا بچہ چھین لیا۔ پس وہ عورت بھیڑیئے کے قدموں کے نشانات پر اس کے پیچھے اپنے بچے کی تلاش میں چلی گئی۔ نیز اس کے پاس روٹی بھی تھی۔ پس راستہ میں ایک سائل نے اس سے سوال کیا۔ پس اس عورت نے روٹی سائل کو دے دی۔ پس تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بھیڑیا اس عورت کے بچے کو لے آیا۔ پس اس نے اس کا بچہ اسے واپس کردیا۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس طرح کی ایک مثال ہم نے باب الھمزہ میں ''الاسود'' کے عنوان کے تحت نقل کردی ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عدل کی تاثیر ابن سعد نے فرمایا ہے کہ موسیٰ بن اعین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور خلافت میں ''کرمان'' کے علاقے میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔ پس بھیڑیئے، بکریاں اور دیگر وحشی درندے ایک ہی جگہ میں چرا کرتے تھے۔ پس ایک دن رات کے وقت ایک بھیڑیا آیا اور اس نے ہمارے ریوڑ سے ایک بکری اٹھالی۔ پس ہم نے کہا کہ وہ مرد صالح جن کی برکت کے باعث بکریاں، درندے، بھیڑیئے اکٹھے چرا کرتے تھے۔ شاید آج ان کی وفات ہوگئی ہے۔ پس ہم نے صبح تحقیق کی تو ہمیں معلوم ہوا کہ گزشتہ رات حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا وصال ہوگیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی وفات ۲۰ رجب ۱۰۱ھ میں ہوئی۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کا تفصیلی ذکر ہم ''بطخ'' کے عنوان کے تحت کر چکے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی مدت خلافت دو سال پانچ ماہ تھی۔

امام احمدؒ نے ''کتاب الزہد'' ہی میں نقل کیا ہے کہ مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ لوگوں پر خلیفہ بنائے گئے تو بکریاں چرانے والوں نے کہا کہ وہ مرد صالح کون ہے جو لوگوں پر حکمران بنایا گیا ہے۔ ان سے کہا گیا تمہیں اس کا علم کیسے ہوا؟ انہوں نے کہا کہ بے شک جب وہ لوگوں پر خلیفہ بنائے گئے تو ہماری بکریاں، بھیڑیئے اور شیر سے محفوظ ہوگئیں۔

الحکم بھیڑیئے کا گوشت کھانا حرام ہے کیونکہ بھیڑیا ''ذی ناب'' میں شمار ہوتا ہے۔

امثال اہل عرب بھیڑیئے کا مختلف اوصاف سے تذکرہ کرتے ہیں۔

پس اہل عرب کہتے ہیں ''اغدر من ذئب (بھیڑیئے سے زیادہ غداری کرنے والا)'' ''أخبث من ذئب'' (بھیڑیئے سے زیادہ خبیث) ''أجول من ذئب'' (بھیڑیئے سے زیادہ چکر کاٹنے والا) ''أعوی من ذئب'' (بھیڑیئے سے زیادہ چیخنے والا)

"اَظْلَمُ وَاَجْرأ" بھیڑیئے سے زیادہ ظالم اور بہادر) نیز اہل عرب کے نزدیک "اجوع من ذئب" (بھیڑیئے سے زیادہ بھوکا) "ایقظ من ذئب" (بھیڑیئے سے زیادہ بیدار رہنے والا)۔ پس اہل عرب کسی کو بددعا دیتے وقت کہتے ہیں "رَمَاہُ اللّٰہُ بِدَاءِ الذِئب" (اللہ تعالیٰ اس کو بھیڑیئے کی بیماری سے موت دے) بھیڑیئے کی بیماری سے مراد بھیڑیئے کی بھوک ہے۔ اہل عرب بھیڑیئے کی کنیت کیلئے "ابوجعدہ" کا لفظ استعمال کرتے ہیں جیسے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اہل عرب بطور ضرب المثل کہتے ہیں "مَنِ استرعی الذِئب الغنم فقد ظلم ای ظلم الغنم" (جو شخص بھیڑیوں کو بکریوں کا نگران مقرر کرے پس تحقیق وہ ظالم ہے۔ یعنی یہ بکریوں پر ظلم ہوگا) یا اس ظلم سے مراد بھیڑیئے پر ظلم ہے کہ اس کو ایسی چیز کا محافظ بنایا جا رہا ہے جو اس کی غذا ہے۔ اس مثال کو سب سے پہلے جس شخص نے استعمال کیا اس کا نام اکثم بن صیفی تھا۔ پس حضرت عمرؓ نے بھی ساریہ بن حصن کے قصہ میں اس مثال کو استعمال کیا تھا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ مدینہ منورہ میں جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے۔ پس آپ نے اپنے خطبہ کے دوران فرمایا "یاساریۃ بن حصن الجبل الجبل من استرعیٰ الذئب الغنم فقد ظلم" (اے ساریہ بن حصن پہاڑ کی اوٹ میں ہو جاؤ، جو شخص بھیڑیوں کو بکریوں کا نگہبان مقرر کرے تو وہ ظالم ہے) پس دوران خطبہ ان الفاظ کو سن کر لوگ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے لیکن اس کا مفہوم ان کی سمجھ میں نہیں آیا۔ پس جب حضرت عمرؓ نے نماز پوری کر لی تو حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے پوچھا۔ آپ نے جو کلمات کہے ہیں ان کا کیا مقصد ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا آپ نے بھی ان کلمات کو سن لیا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا صرف میں ہی نہیں ہر اس شخص نے ان کلمات کو سنا ہے جو مسجد میں موجود تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرے دل میں یہ بات آئی کہ مشرکین ہمارے بھائیوں کو شکست دے رہے ہیں اور ان کے شانوں پر سوار ہو گئے ہیں اور مسلمان ایک پہاڑ سے گزر رہے ہیں۔ پس اگر مسلمان اس پہاڑ کی آڑ میں قتال کریں تو ان کو فتح حاصل ہوگی اور اگر وہ پہاڑ سے آگے بڑھ گئے تو ہلاکت ان کا مقدر ہوگی۔ پس میری زبان سے یہ کلمات نکلے جو آپ نے سماعت کئے ہیں۔ پس ایک ماہ بعد ایک خوشخبری دینے والا آیا۔ پس وہ کہنے لگا کہ فلاں دن فلاں وقت ہم نے یہ الفاظ سنے جب ہم پہاڑ سے گزر رہے تھے تو ہم نے حضرت عمرؓ کی آواز کے مشابہ ایک آواز سنی "یاساریۃ بن حصن الجبل الجبل" پس ہم نے مشرکین پر حملہ کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں مشرکین کے مقابلے میں فتح سے نوازا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت "تہذیب الاسماء" طبقات ابن سعد اور اسد الغابۃ میں بھی مذکور ہے۔ ساریہ کو ساریہ بن زنیم بن عمرو بن عبداللہ بن جابر کہا جاتا ہے۔ شاعر نے اس کے ہم معنی ایک شعر کہا ہے۔

وراعی الشاۃ یحمی الذئب عنھا فکیف اذا الرعاۃ لھا ذئاب

اور بکریوں کے چرواہے بھیڑیوں سے اپنی بکریوں کو بچاتے ہیں۔ پس جب چرواہے خود بھیڑیئے بن جائیں تو بکریوں کی حفاظت کیسے ہوگی؟

حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ نے اپنے زمانے کے علماء کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے اہل علم تمہارے محلات قیصریہ تمہارے گھر کسرویہ، تمہارے لباس طالوتیہ، تمہارے موزے جالوتیہ، تمہارے برتن فرعونیہ، تمہاری سواری قارونیہ، تمہارے دسترخوان جاہلیہ، تمہارے مذاہب شیطانیہ، پس تمہاری کونسی چیز محمدیہ ہے یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے عین مطابق ہے۔

خواص جب بھیڑیئے کا سر کسی ایسے برج میں لٹکا دیا جائے جہاں کبوتر رہتے ہوں تو اس کے قریب بلی اور کوئی ایسا موذی جانور نہیں آئے گا جو کبوتروں کو اذیت دینے والا ہو۔ بھیڑیئے کا داہنا پنجہ جب نیزے کے سرے پر لٹکا دیا جائے تو جو شخص بھی اس نیزے کو اپنے پاس رکھے گا اگر چہ اس کے گرد دشمنوں کا ایک بڑا گروہ ہی کیوں نہ جمع ہو جائے وہ اس تک نہیں پہنچ سکتے جب تک نیزہ کے سرے پر بھیڑیئے کا پنجہ لٹکا رہے گا۔ پس اگر بھیڑیئے کی داہنی آنکھ کوئی آدمی اپنے جسم پر باندھ لے تو وہ درندوں سے بے خوف ہو جائے گا۔ پس اگر بھیڑیئے کے خصیہ کو چیر لیا جائے اور اس میں نمک اور پہاڑی پودینہ ڈال دیا جائے اور ایک مثقال ماء جریر (ایک قسم کی سبزی جو پانی میں ہوتی ہے) ملا کر نوش کر لیا جائے تو کوکھ کے درد اور ''ذات الجنب'' میں بے حد مفید ہے جبکہ گرم پانی اور شہد بھی اس کے ہمراہ استعمال کیا جائے۔ بھیڑیئے کا خون بہرے کے لئے مفید جبکہ اس خون کو روغن اخروٹ میں ملا کر کان میں ڈالا جائے۔ بھیڑیئے کے دماغ کو عرق سنداب اور شہد میں ملا کر جسم پر مالش کی جائے تو سردی کی وجہ سے پیدا ہونے والی بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں۔ اگر کوئی آدمی اپنے پاس بھیڑیئے کی کھال، دانت اور آنکھ رکھ لے تو تمام لوگ اس سے محبت کرنے لگیں گے اور اسے دشمن پر غلبہ حاصل ہوگا۔ بھیڑیئے کا گردہ ایسے آدمی کیلئے جو گردہ کے درد میں مبتلا ہو بے حد مفید ہے۔ اگر بھیڑیئے کا عضو تناسل بھون کر کھایا جائے تو قوت باہ میں ہیجان پیدا ہو جائے گا اور اگر اس کا پتہ پانی میں ملا کر جماع کرنے سے قبل آلہ تناسل پر مل لیا جائے تو اس آدمی سے عورت بہت زیادہ محبت کرنے لگتی ہے۔ اگر بھیڑیئے کی دم کسی ایسی چراگاہ میں لٹکا دی جائے جہاں بیل چرتے ہوں تو جب تک یہ دم لٹکی رہے گی؛ بیل چراگاہ میں داخل نہیں ہوں گے اگر چہ شدید بھوکے ہی کیوں نہ ہوں۔ نیز اگر کسی جگہ بھیڑیئے کی دم کی دھونی دے دی جائے تو وہاں چوہے نہیں آئیں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تمام چوہے اس جگہ اکٹھے ہو جائیں گے جہاں بھیڑیئے کی دم کی دھونی دی گئی ہے۔ پس اگر بھیڑیئے اور بکری کی کھال کو اکٹھا رکھ دیا جائے تو بکری کی کھال کے بال جھڑ جائیں گے جیسے کہ پہلے بھی گزرا ہے۔ پس جو شخص بھیڑیئے کی کھال پر بیٹھتا ہے وہ قولنج کے مرض سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائے گا۔ اگر بھیڑیئے کی دم کا بال آلات موسیقی (یعنی ساز، باجے، ڈھول وغیرہ) پر باندھ دیا جائے تو وہ بالکل بند ہو جائیں گے اور اگر کسی ایسی دکان میں بھیڑیئے کی کھال کی دھونی دے دی جائے جہاں آلات موسیقی کی فروخت ہوتی ہو تو دکان میں موجود تمام ڈھول وغیرہ پھٹ جائیں گے۔ بھیڑیئے کی چربی ثعلب کے مرض میں مفید ہے۔ بھیڑیئے کا پتہ پینے سے پیچش وغیرہ ختم ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی آدمی اپنے آلہ تناسل پر بھیڑیئے کے پتہ کو مل لے تو اسے بے حد سرور آئے گا اور وہ جب تک چاہے جماع کر سکتا ہے۔ اگر بھیڑیئے اور گدھ کا پتہ چنبیلی کے تیل میں ملا کر طلاء بنا لیا جائے تو اس کو کھانے سے قوت باہ میں اضافہ ہوتا ہے اور اگر کوئی آدمی بھیڑیئے کے پتا کو روغن گلاب میں ملا کر اپنی بھنوؤں میں لگا کر کسی عورت کے پاس آئے تو وہ عورت اس کی عاشق ہو جائے گی۔ بھیڑیئے کی مینگنی میں سے ایک ہڈی لے کر ایسے دانت یا داڑھ کو کریدا جائے جس میں درد ہو تو درد بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ حکیم جالینوس نے کہا ہے اگر بھیڑیئے کے پتا کو روغن بنفشہ میں حل کر کے ایسا مریض جو سر کے درد میں عرصہ دراز سے مبتلا ہو اپنے ناک میں چڑھا لے تو اس کا درد ختم ہو جائے گا۔ اگر یہی محلول بچہ کی ناک میں ڈال دیا جائے تو بچہ مرگی کے مرض سے محفوظ رہے گا۔ اگر بھیڑیئے کی آنکھ کسی بچے کے گلے میں لٹکا دی جائے تو بچہ زیادہ نہیں روئے گا۔

پس اگر بھیڑیئے کا پتا لے کر اس میں اسی کے ہم وزن شہد ملا کر آنکھ میں بطور سرمہ استعمال کیا جائے تو آنکھ کے دھندلے پن اور آنکھ کی کمزوری کیلئے بے حد مفید ہے۔ بشرطیکہ شہد کو گرم نہ کیا گیا ہو۔ اگر بھیڑیئے کی دم میں کسی عورت کا نام لے کر گرہ لگا دی جائے تو

اس عورت پر کوئی بھی آدمی قابو نہیں پا سکتا۔ یہاں تک کہ وہ گرہ کھول دی جائے۔ پس اگر بھیڑیئے کے پتا کو شہد میں ملا لیا جائے اور آدمی اپنے آلہ تناسل پر اس کی مالش کرے اور پھر عورت سے جماع کرے تو وہ عورت اس سے بے حد محبت کرنے لگے گی۔

اگر بھیڑیئے کا خون زخموں پر لگایا جائے تو وہ زخموں کو پکا دیتا ہے۔

بھیڑیوں کو اکٹھا کرنے کا طلسم بھیڑیئے کی مثل ایک تصویر تانبے سے تیار کر لی جائے اور اس تصویر کو اندر سے کھلا رکھا جائے اور پھر اس کے اندر بھیڑیئے کا آلہ تناسل رکھ کر سیٹی بجائی جائے تو جو بھیڑیا بھی اس آواز کو سنے گا وہ اس جگہ پہنچ جائے گا جہاں یہ تصویر رکھی ہوگی۔

بھیڑیوں کو بھگانے کا طلسم اگر اس تصویر میں بھیڑیئے کی مینگنی رکھ دی جائے اور اس تصویر کو کسی جگہ دفن کر دیا جائے تو جہاں سے بھیڑیوں کو بھگانا مقصود ہو تو اس جگہ سے بھیڑیئے بھاگ جائیں گے اور پھر کبھی اس جگہ نہیں آئیں گے۔

تعبیر بھیڑیئے کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر جھوٹ، دشمنی اور مکر و فریب سے دی جاتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بھیڑیئے کو خواب میں دیکھنا ظالم ڈاکو کی جانب اشارہ ہے۔ پس اگر کسی آدمی نے خواب میں بھیڑیئے کے بچے کو دیکھا تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ وہ شخص گرنے پڑے ہوئے بچہ کی پرورش کرے گا جو بڑا ہو کر ڈاکو بنے گا۔ پس اگر کسی نے خواب میں ایسا بھیڑیا دیکھا جس کی شکل ایسے جانور سے تبدیل ہوگئی ہو جو انسان سے مانوس ہو جانے والا ہو تو یہ ایسے چور کی طرف اشارہ ہے جس کو توبہ کی توفیق حاصل ہوگی۔ پس اگر کسی نے بھیڑیئے کو خواب میں دیکھا تو اس کی یہ تعبیر دی جائے گی کہ خواب دیکھنے والا شخص کسی پر بہتان باندھے گا لیکن جس پر بہتان باندھا گیا وہ اس سے بری ہوگا۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ ہے۔ اگر کسی شخص نے خواب میں بھیڑیئے اور کتے کو ایک ساتھ دیکھا تو اس کی تعبیر نفاق، فریب اور دھوکہ سے دی جائے گی۔

الذِیخ

"الذِیخ" (دال کے کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد بجو ہے۔ اس کے مونث کے لئے "ذیخۃ" اور جمع کے لئے ذیوخ، اذیاخ، ذیخۃ کے الفاظ مستعمل ہیں۔

حدیث میں بجو کا تذکرہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ سے قیامت کے دن اس حال میں ملاقات کریں گے کہ آذر کا چہرہ غبار آلود ہوگا۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ سے فرمائیں گے کیا میں تمہیں نہیں کہتا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ جواب دے گا کہ آج کے دن میں تیری نافرمانی نہیں کروں گا۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے اے میرے رب بے شک تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ تو قیامت کے دن رسوا نہیں کرے گا۔ پس آج اس سے بڑھ کر میرے لئے کیا رسوائی ہوسکتی ہے کہ میرا باپ آگ میں جائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے جنت کو حرام کیا ہے کافروں پر، پس حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا جائے گا اے ابراہیم! تیرے پاؤں کے نیچے کیا ہے۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام دیکھیں گے کہ ایک خون آلود بجو پڑا ہوا ہے۔ پس اس بجو کی ٹانگیں پکڑ کر اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ (رواہ البخاری فی احادیث الانبیاء وفی التفسیر)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ایک آدمی قیامت کے دن اپنے باپ کا ہاتھ پکڑے گا تا کہ وہ اسے جنت میں داخل کردے۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر آواز آئے گی کہ بیشک جنت میں کوئی مشرک داخل نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنت مشرکین پر حرام کردی ہے۔ آپؐ نے فرمایا پس وہ شخص عرض کرے گا اے میرے رب! یہ میرا باپ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اس کے باپ کو بری صورت میں تبدیل کردے گا اور اس کے جسم کو بدبودار بنادے گا۔ پس وہ جنتی اس کو چھوڑ دے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے نزدیک اس جنتی سے مراد حضرت ابراہیمؑ ہیں اور نبی اکرم ﷺ نے اس سے زیادہ کچھ نہیں فرمایا۔ (رواہ النسائی والبز ار والحاکم)

حاکم نے اس حدیث کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کی شرائط پر صحیح قرار دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک آدمی اپنے باپ سے قیامت کے دن ملاقات کرے گا۔ پس وہ کہے گا اے میرے باپ کہ میں آپ کا کیسا بیٹا تھا۔ پس باپ جواب دے گا کہ تو فرمانبردار بیٹا تھا۔ پس وہ کہے گا کہ ابا جان کیا آج کے دن آپ میری اطاعت کریں گے۔ پس باپ کہے گا ہاں۔ پس بیٹا کہے گا کہ میرا ازار پکڑلو۔ پس باپ بیٹے کا ازار تھام لے گا اور لڑکا اسے لے کر چل پڑے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچے گا اور یہ وہ وقت ہوگا جب مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جارہا ہوگا۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے میرے بندے جنت کے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہوجا۔ پس وہ عرض کرے گا اے میرے رب! میرا باپ بھی میرے ساتھ ہے کیونکہ تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ تو مجھے رسوا نہیں کرے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے باپ کو بجو کی صورت میں مسخ کردے گا۔ پھر اس کو آگ میں ڈال دے گا۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے میرے بندے یہ تیرا باپ ہے۔ پس وہ شخص عرض کرے گا تیری عزت کی قسم یہ میرا والد نہیں ہے۔ (رواہ الحاکم ثم قال صحیح علی شرط مسلم)

قیامت کے دن آذر کو بجو کی صورت میں تبدیل کرنے کی حکمت ''ابن الاثیرؒ'' نے یہ بیان کی ہے کہ بجو سب سے احمق جانور ہے جس کی حماقت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جس کام میں احتیاط کی ضرورت ہو اس میں یہ غافل رہتا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ میں بجو کی مانند نہیں ہوں جو ہلکی سی آہٹ سن کر اپنے بل سے باہر نکل آتا ہے۔ یہاں تک کہ شکار ہوجاتا ہے۔ پس جب آذر نے ایسے شخص کی دعوت کو ٹھکرا دیا جو دنیا میں اس کا سب سے زیادہ شفیق تھا اور شیطان کے مکروفریب میں پھنس گیا تو اس حماقت کی بناء پر یہ بجو کے مشابہ ہوگیا۔ پس شکاری جب بجو کے شکار کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے سوراخ میں پتھر پھینکتے ہیں۔ پس بجو سمجھتا ہے کہ کوئی شکار ہے۔ پس وہ اپنے بل سے باہر نکلتا ہے تا کہ اسے پکڑ لے لیکن بجو شکار ہوجاتا ہے۔ پس یہ بھی کہا گیا ہے کہ شکاری بجو کو شکار کرتے وقت اس کے سوراخ پر کھڑے ہو کر یہ الفاظ پڑھتے ہیں۔

''**اطرقی ام طریق خامری أم عامر ابشری بجراد عطلی وشاۃ هزلی**'' پس شکاری یہ الفاظ متواتر کہتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ شکاری اس کے سوراخ میں ہاتھ ڈال کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے باہر کھینچ لیتا ہے۔ پس اگر آذر کو کتے اور خنزیر کی شکل میں تبدیل کردیا جاتا تو یہ بدصورتی کا سبب بن جاتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اکرام کی خاطر ان کے والد محترم کو ایک متوسط درجہ کے درندہ کی شکل میں تبدیل کردیا۔ (واللہ اعلم)

باب الراء

اَلرَّاحِلَۃُ

"اَلرَّاحِلَۃُ" علامہ جوہریؒ نے فرمایا ہے کہ "راحلہ" اس اونٹنی کو کہا جاتا ہے جو سفر کرنے کے قابل ہو اور "الرحول" کے بھی یہی معنی ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے "الراحلۃ" سے مراد سواری کا اونٹ ہے خواہ نر ہو یا مادہ۔ نیز "الراحلۃ" کے آخر میں لفظ تا مبالغہ کیلئے ہے جیسے "داھیۃ"۔ پس اونٹ یا اونٹنی کو "راحلۃ" اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس پر "پالان" باندھا جاتا ہے۔ پس یہ "فاعلہ بمعنی مفعولۃ" ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "فَھُوَ فِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ" اس میں راضیہ بمعنی مرضیہ ہے۔ اسی طرح قرآن مجید اور بہت سے مقامات پر فاعلہ بمعنی مفعول آیا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ" اس آیت میں "عاصم" بمعنی معصوم کے ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "مَاءٍ دَافِقٍ" اس آیت میں "دَافِقٍ" مدفوق کے معنی میں ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "حَرَمًا آمِنًا" اس آیت میں آمِنًا بمعنی مَامُوْنًا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں مفعول کا صیغہ فاعل کے معنی میں کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔ جیسے "حِجَابًا مَّسْتُوْرًا" اس آیت میں "مَسْتُوْرًا" "سَاتِر" کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح "کَانَ وَعْدُہٗ مَاتِیًّا" میں مَاتِیًّا بمعنی آتِیًا مستعمل ہے۔ حریری نے کہا ہے کہ بسا اوقات "الراحلۃ" چپل کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے کیونکہ چپل انسان کے قدم کی سواری ہے۔ کسی شاعر نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ

رَوَاحِلُنَا سِت" وَنَحْنُ ثَلَاثَۃ" نُجَنِّبُھُنَّ الْمَاءَ فِیْ کُلِّ مَوْرِدِ

"ہمارے چھ چپل ہیں اور ہم صرف تین ہیں اس لئے ہم اپنے چپل ہر گھاٹ پر پانی سے بچاتے ہیں۔"

حدیث میں "راحلۃ" کا تذکرہ بیہقیؒ نے اپنی کتاب "شعب الایمان" کے پچیسویں باب میں روایت نقل کی ہے کہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو آدمی اپنی سواری سے اتر کر چھ میل پیدل چلا۔ پس وہ اس طرح ہے گویا اس نے ایک گردن آزاد کی یعنی غلام آزاد کیا۔" حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ ان سو اونٹوں کی طرح ہیں جن میں کوئی اونٹ سواری کے قابل نہ ہو۔ (بخاری، مسلم)

بیہقیؒ نے اپنی سنن میں اس حدیث کی تاویل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ لوگ احکام دین میں مساوی ہیں اور ان میں کسی شریف کو رذیل پر اور کسی بلند مرتبہ کو کم مرتبہ والے پر کوئی فضیلت نہیں جیسا کہ وہ سو اونٹ جن میں کوئی اونٹ سواری کے قابل نہ ہو ایک دوسرے پر فضیلت نہیں رکھتے۔

ابن سیرینؒ سے مروی ہے کہ ابو عبیدہ بن حذیفہ قاضی کے منصب پر فائز تھے۔ پس ان کے پاس اشراف میں سے ایک آدمی آیا اور آپ اس وقت آگ جلانے میں مصروف تھے۔ پس اس نے آپ سے اپنی حاجت کے متعلق سوال کیا۔ پس ابو عبیدہ نے اس آدمی سے فرمایا کہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اپنی ایک انگلی آگ میں ڈال دے۔ اس آدمی نے کہا سبحان اللہ۔ پس ابو عبیدہ نے فرمایا کیا تو اپنی

ایک انگلی کو میری خاطر آگ میں ڈالنے سے بخل کر رہا ہے اور مجھ سے سوال کرتا ہے کہ میں اپنے پورے جسم کو جہنم کی آگ میں جھونک دوں۔ابن قتیبہؒ نے فرمایا کہ ''الراحلۃ'' سے مراد وہ شریف النسل اونٹ ہے جس کو بہت سے اونٹوں میں سے سواری کیلئے منتخب کیا جائے۔ اس اونٹ میں تمام اوصاف پائے جاتے ہیں۔پس اگر یہ بہت سے اونٹوں میں مل جائے تو فوراً پہچان لیا جاتا ہے۔ابن قتیبہ ہی فرماتے ہیں کہ مذکورہ حدیث کا مفہوم یہی ہے کہ تمام لوگ آپس میں برابر ہیں اور ان میں کسی ایک کو بھی دوسرے پر نسب کے لحاظ سے کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے بلکہ ان میں سے ہر ایک انسان سو اونٹوں کے مشابہ ہے کہ جس میں کوئی اونٹ سواری کے قابل نہ ہو۔ازہری نے کہا ہے کہ اہل عرب کے نزدیک ''الراحلۃ'' شریف اونٹ اور اونٹنی کو کہا جاتا ہے اور ''الراحلۃ'' میں لفظ تاء مبالغہ کیلئے استعمال ہوا ہے۔ازہری کہتے ہیں کہ ابن قتیبہ نے حدیث کی جو تاویل کی ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ زاہد فی الدنیا وہ آدمی ہے جو زہد میں کامل ہو اور آخرت کی جانب رغبت رکھتا ہو۔اس طرح کے اشخاص بہت قلیل ہیں جیسے ''راحلۃ'' (سواری کے قابل اونٹ) کی تعداد بہت کم ہے۔

امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ کامل الاوصاف انسان راحلۃ کی طرح بہت قلیل ہیں۔بعض اہل علم نے کہا ہے کہ ''الراحلہ'' اس اونٹ کو کہتے ہیں جو کامل الاوصاف، حسین و جمیل اور بار برداری اور سفر کیلئے قوی ہو۔

علامہ حافظ ابوالعباس قرطبیؒ جو اپنے دور کے شیخ المفسرین ہیں' نے فرمایا ہے کہ میرے نزدیک اس حدیث شریف کی تمثیل ''الراحلۃ'' کے مناسب حال وہ آدمی ہے جو جود وسخا کا پیکر ہو اور دوسرے لوگوں کی ضروریات پوری کرنے والا ہو اور ان کے اخراجات مثلاً قرض کی ادائیگی اور دوسری حاجات کو پورا کرنے کا ذمہ اٹھالے لیکن ایسے لوگ بہت قلیل ہیں بلکہ ایسے لوگ بہت مشکل ملتے ہیں۔علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ قرطبیؒ کی تاویل بہت عمدہ ہے۔واللہ اعلم۔

الرأل

''الرأل'' اس سے مراد شترمرغ کا بچہ ہے۔اس کے مونث کے لئے ''رِألَة'' اور جمع کیلئے ''رِئَال'' اور ''رِئْلاَن'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔اس کی مزید تفصیل عنقریب انشاءاللہ لفظ ''نعام'' کے تحت باب النون میں آئے گی۔

الراعی

''الراعی'' قزوینیؒ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایسا پرندہ ہے جو قمری اور کبوتر کے باہم ملاپ سے پیدا ہوتا ہے۔اس کی عجیب و غریب شکل ہوتی ہے۔جاحظ نے کہا ہے کہ یہ ایسا پرندہ ہے جو قمری اور کبوتر کے باہم ملاپ سے پیدا ہوتا ہے اور یہ زیادہ بچے دینے والا اور لمبی عمر والا پرندہ ہے۔یہ آواز اور جسامت میں کبوتر اور قمری سے جدا اور عمدہ ہوتا ہے۔اسی لئے اس کی قیمت بھی بہت زیادہ ہوتی ہے اور لوگ اس کے شکار کے بہت شوقین ہوتے ہیں۔بعض اہل علم نے اس پرندے کو ''الراعی'' کی بجائے ''الزاعی'' لکھا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

الرُبیٰ

''الرُبیٰ'' بروزن ''فعلی'' اس سے مراد وہ بکری ہے جس نے بچہ جنا ہو اور اگر اس کا بچہ مر جائے تب بھی اسے ''الرُبیٰ'' ہی کہا جائے گا۔ بعض اہل علم کے نزدیک بکری کو بچہ جننے کے بیس دن بعد تک ''الرُبیٰ'' کہا جاتا ہے اور بعض اہل علم کے نزدیک بکری کو بچہ جننے کے دو ماہ بعد تک ''الرُبیٰ'' کہا جاتا ہے۔ ابوزید نے ''الرُبیٰ'' کو بکری کیلئے خاص کیا ہے لیکن بعض حضرات نے ''الرُبیٰ'' کا لفظ بھیڑیے کیلئے خاص کیا ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک ''الرُبیٰ'' بکری کے لئے اور ''الرعوث'' کا لفظ بھیڑ کے لئے مستعمل ہے۔ لفظ ''الرُبیٰ'' کی جمع ''رباب'' آتی ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ''فعال'' کے وزن پر پندرہ کلموں کی جمع آتی ہے۔

(۱) ''ربیٰ'' کی جمع رباب (۲) رخل کی جمع رخال (۳) رذل کی جمع رذال (۴) بسط کی جمع بساط (۵) نزل کی جمع نزال (۶) اع کی جمع رعاء (۷) قمیٰ کی جمع قماء (۸) جمل کی جمع جمال (۹) عرق کی جمع عراق (۱۰) ظر کی جمع ظوار (۱۱) ثنی کی جمع ثناء (۱۲) زیز کی جمع عزاز (۱۳) فریر کی جمع فرار (۱۴) توام کی توام (۱۵) سح کی جمع سحاح۔

الرَّبَاح

''الرَّبَاح'' اس سے مراد بلی کے مشابہ ایک جانور ہے جس سے ایک قسم کی خوشبو حاصل ہوتی ہے۔ امام جوہریؒ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ''الرَّبَاح'' سے مراد وہ جانور ہے جس سے کافور حاصل کیا جاتا ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ امام جوہریؒ نے یہ عجیب بات بیان کی ہے کیونکہ کافور ایک ہندوستانی درخت کا گوند ہے اور ''رباح'' کافور کے مشابہ خوشبو کا نام ہے۔ پس امام جوہریؒ کے اس قول کی وجہ یہ ہوگی کہ جب انہوں نے یہ بات سماعت کی کہ حیوان سے خوشبو اخذ کی جاتی ہے تو ان کا ذہن کافور کی طرف منتقل ہو گیا ہوگا۔ اس کی مزید تفصیل ''باب الزاء'' میں آئے گی۔ پس ابن قطاع نے جب امام جوہریؒ کے قول کو سنا تو اس کی اصلاح کرتے ہوئے کہا کہ ''ریاح'' ایک شہر ہے جہاں کافور تیار ہوتا ہے لیکن یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ کافور لکڑی کے اندر خشک ہو جانے والی گوند کو کہا جاتا ہے اور اس لکڑی کو جب حرکت دی جائے تو اس سے کافور خارج ہو جاتا ہے اور ''الرباح'' وہ خوشبو ہے جو حیوان سے اخذ کی جاتی ہے۔ ابن رشیق نے کہا ہے کہ

فکرت لیلة وصلها فی صدها ... فجرت بقایا أدمعی کالعندم

''پس وہ رات کو آشیاں نشین ہوئی اور جب اپنے آشیانہ میں بیٹھ گئی تو میرے بقیہ آنسو بھی بہہ پڑے۔''

فطفقت أمسح مقلتی فی نَحرِها ... اذعادة الکافور امساک الدم

''پس میں اپنی آنکھوں کو ملنے لگا جیسے کافور کی خاصیت یہ ہے کہ وہ خون کو روکتا ہے۔ اسی طرح میں بھی اپنے آنسوؤں کو روکنے کی جدوجہد کرنے لگا۔''

الرُّبَاح

''الرُّبَاح'' (را پر پیش اور باء پر تشدید کے ساتھ) اس سے مراد نر بندر ہے۔ اس کے شرعی حکم اور خواص کا تذکرہ عنقریب آئے گا۔ اہل عرب کہتے ہیں ''أَجْبَنُ مِنْ رُبَاحٍ'' (فلاں بندر سے بھی زیادہ بزدل ہے۔)

اَلرُّبَحُ

''اَلرُّبَعُ'' (راء پر پیش اور باء کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد اونٹنی یا گائے کا بچہ ہے جو اپنی ماں سے جدا ہو جائے۔ جوہریؒ نے کہا ہے کہ اس سے مراد پرندہ بھی ہے۔

اَلرُّبَيَةُ

''اَلرُّبَيَةُ'' ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد چوہے اور گرگٹ کے درمیان کا ایک جانور ہے اور بعض اہل علم نے کہا ہے کہ چوہے کو ہی ''اَلرُّبَيَةُ'' کہا جاتا ہے۔

اَلرَّتُوْتُ

''اَلرَّتُوْتُ'' اس سے مراد نر خنزیر ہے۔ امام جوہریؒ نے فرمایا ہے کہ ''اَلرَّتُوْتُ''، ''الرَّت'' کی جمع ہے اور رَتٌ کے معنی سردار اور خنزیر کے آتے ہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے ''هٰؤُلَآءِ رَتُوْتُ الْبِلَادِ'' (یہ شہر کے سردار ہیں) محکم نے کہا ہے کہ ''اَلرَّتُ'' سے مراد ایک جانور ہے جو خشکی کے خنزیر کے مشابہ ہوتا ہے اور بعض اہل علم کے نزدیک اس سے مراد نر خنزیر ہے۔ اس کی تفصیل باب الخاء میں بیان ہو چکی ہے۔

اَلرُّثَیْلَا

''اَلرُّثَیْلَا'' (راء پر پیش اور ثاء پر زبر ہے) اس سے مراد ایک زہریلا جانور ہے۔ اس کا تفصیلی ذکر عنقریب لفظ ''الصید'' کے تحت آئے گا۔ جاحظ نے کہا ہے کہ رثیلا مکڑی کی ایک قسم کو کہا جاتا ہے۔ نیز اسے عقرب الحیات بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ سانپوں کو قتل کر دیتا ہے۔ ابو عمر و موسیٰ قرطبی اسرائیلی نے کہا ہے کہ ''اَلرُّثَیْلَا'' اسم ہے اور اس کا اطلاق حیوانات کی اکثر انواع پر ہوتا ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک ''اَلرُّثَیْلَا'' کا اطلاق حیوانات کی چھ انواع پر ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک حیوانات کی آٹھ انواع پر ''الرثیلا'' کا اطلاق ہوتا ہے۔ نیز یہ تمام مکڑی کی اقسام ہیں۔ بعض ماہر حکماء نے کہا ہے کہ ان اقسام میں سے سب سے زیادہ موذی قسم مصری مکڑی کی ہے اور وہ مکڑیاں جو گھروں میں پائی جاتی ہیں۔ یہ بہت کم نقصان پہنچاتی ہیں اور ان مکڑیوں کی بقیہ اقسام سبزہ زار جگہوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان مکڑیوں میں سے ایک مکڑی کا نام ''الاریاف'' ہے جسے اہل مصر ''ابوصوفہ'' کہتے ہیں۔ نیز ان مکڑیوں کے کاٹنے سے ایسی ہی تکلیف ہوتی ہے جیسے بچھو کے ڈسنے سے ہوتی ہے۔ عنقریب اس کا ذکر ''باب الصاد'' میں ''الصید'' کے تحت انشاء اللہ آئے گا۔

خواص رشیلا کے دماغ کو مرچ کے ساتھ ملا کر استعمال کرنے سے انسان کے جسم سے زہریلے اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔

تعبیر رشیلا کو خواب میں دیکھنا فتنہ پرور اور اذیت دینے والی عورت کی طرف اشارہ ہے۔ نیز بعض اوقات رشیلا کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر دشمن سے دی جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

اَلرَّخِلُ

''اَلرَّخِلُ'' اس سے مراد بھیڑ کا مادہ بچہ ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''رَخَال'' کا لفظ مستعمل ہے۔

اَلرُّخ

''اَلرُّخ'' اس سے مراد ایک پرندہ ہے جو بحر چین میں پایا جاتا ہے جس کا ایک بازو دس ہزار باع (دونوں ہاتھوں کا درمیانی فاصلہ) تک لمبا ہوتا ہے۔ ابو حامد اندلسی نے کہا ہے کہ ایک مغربی تاجر چین کا سفر کر چکا تھا اور ایک مدت تک وہاں مقیم رہا تھا۔ اس تاجر کے پاس رخ نامی پرندے کے پر کی جڑ تھی (یعنی پر کا وہ حصہ تھا جو گوشت سے ملا ہوتا تھا) جس میں ایک مشک پانی آ سکتا تھا۔ پس وہ مغربی تاجر کہتا ہے کہ میں ایک مرتبہ کشتی پر سوار ہو کر چین کی طرف روانہ ہوا تو ہوا کے جھونکوں نے کشتی کو ایک بڑے جزیرے میں پہنچا دیا۔ پس کشتی کے مسافر باہر نکلے اور پانی اور لکڑی وغیرہ تلاش کرنے لگے۔ پس انہوں نے ایک گنبد نما ٹیلہ دیکھا جس کی بلندی سو ذراع تھی اور اس میں روشنی و چمک دکھائی دیتی تھی۔ پس یہ منظر دیکھ کر کشتی کے مسافر متعجب ہوئے۔ پس جب وہ اس ٹیلہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ تو ''الرخ'' کا انڈہ ہے۔ پس انہوں نے اس انڈے کو لکڑی' کدال اور پتھر سے توڑنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ ٹوٹ گیا اور اس سے ایک بچہ نمودار ہوا جس کی جسامت ایسی تھی گویا کہ وہ پہاڑ ہو۔ پس مسافروں نے اس کے بازو وغیرہ کھینچے جس کی وجہ سے اس کا بازو ٹوٹ گیا اور اس کے پر جھڑ گئے۔ پس اس پرندے کے بچے کے پر کی جڑ میرے حصہ میں آئی۔ پس بچہ ابھی تک نامکمل تھا۔ پس مسافروں نے اس کو ذبح کیا اور اپنی اپنی ضرورت کے مطابق گوشت لیا۔ تحقیق بعض مسافروں نے اسی جزیرے میں گوشت بھون کر کھایا اور گوشت کھانے والوں میں زیادہ عمر والے افراد بھی تھے جن کے بالوں پر سفیدی چھا چکی تھی۔ پس جب یہ لوگ صبح بیدار ہوئے تو ان کے بال سیاہ ہو چکے تھے اور بالوں کا سیاہ ہونا گوشت کھانے کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ یہ اس لکڑی کی خاصیت ہے جو گوشت پکاتے وقت مسافروں نے اپنی ہانڈی میں بطور چمچ کے استعمال کی تھی کیونکہ جنگل میں کھانا پکانے کے آلات نہیں تھے اس لئے جو چیز ہاتھ میں آئی اسی سے کام چلا لیا۔ پس ہانڈی میں بطور چمچ ایک درخت نشاب کی لکڑی استعمال کی گئی جس کی خاصیت یہ ہے کہ وہ بالوں کو سیاہ کر دیتی ہے۔ مغربی تاجر کہتا ہے کہ جب سورج طلوع ہوا تو ہم نے ''الرخ'' پرندے کو ہوا میں اڑتے ہوئے دیکھا گویا کہ وہ عظیم بادل ہے اور اس کے پنجوں میں ایک بھاری پتھر ہے جو حجم میں کشتی سے بھی بڑا تھا۔ پس جب وہ پرندہ کشتی کے سامنے آیا تو اس نے تیزی کے ساتھ پتھر جو اس کے پنجوں میں تھا' پھینک دیا۔ پس پتھر سمندر میں گر گیا اور کشتی آگے نکل گئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور اپنی رحمت سے ہمیں نجات دیدی۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ شطرنج کے ایک مہرے کو بھی ''الرخ'' کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع کیلئے ''رخاخ'' اور ''رخخة'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔ سری الرفاء شاعر نے بہت عمدہ اشعار کہے ہیں

وفتية زهر الاداب بينهم أبهى وأنضر من زهر الرياحين

''اور کچھ ایسے نوجوان جن کا طرز عمل پورے علاقے میں سب سے اچھا تھا اور ان کی تعداد تر و تازہ پھولوں کی کلیوں سے بھی زیادہ تھی۔''

راحوالی الراح مشی الرخ وانصرفوا والراح یمشی بهم مشی البراذين

''وہ چلے شراب خانہ کی جانب اور شطرنج کے کھیل کی طرف اور جب وہاں سے واپس لوٹنے لگے تو ان کی چال شطرنج کے مہروں کی طرح تھی۔''

بنفسی من أجود له بنفسی ويبخل بالتحية والسلام

''میں اس پر اپنی جان قربان کروں اور وہ سلام و دعا میں بھی بخیل ہے۔''

وحتفی کامن فی مقلتيه کمون الموت فی حدالحسام

''اور میری موت اس کی آنکھوں میں اس طرح پوشیدہ ہے جیسے موت تلوار کی دھار میں چھپی ہوتی ہے۔''

تعبیر | ''الرخ'' کو خواب میں دیکھنا عجیب وغریب خبروں اور دور دراز کے سفر کی علامت ہے۔ نیز بسا اوقات ''الرخ'' کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر فحش اور لایعنی کلام سے دی جاتی ہے۔ چنانچہ عنقاء کی بھی یہی تعبیر ہے۔ عنقاء کی تفصیل عنقریب باب العین میں آئے گی۔

الرخمة

''الرخمة'' اس سے مراد گدھ کے مشابہ ایک پرندہ ہے۔ جس کی کنیت کیلئے ام جعران' ام رسالہ' ام عجیبہ' ام قیس اور ام کبیر کے الفاظ مستعمل ہیں۔ نیز اسے انوق بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع رُخم آتی ہے۔ ''الرخمۃ'' میں تاء جنس کیلئے ہے۔ اعشی شاعر نے کہا ہے کہ ؎

يا رخماء قاظ علی مطلوب يعجل كف الخارئ المطيب

''اے رخماء (جانور) مطلوب کو جلدی لے آ اور یہ کام اتنا جلدی ہو جیسے پرندے کے پنجے تیزی کے ساتھ (شکار کو) اُچک لیتے ہیں۔''

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ مطلوب پہاڑ کا نام ہے اور مطیب سے مراد استنجا ہے۔ اس پرندے کو انوق اور ذات الاسمین بھی کہا جاتا ہے اور یہ محتاط ہونے کے باوجود احمق ہے۔

وذات اسمين والالوان شتی تحمق وهی کيسة الحويل

''اور اس پرندے کے دو نام اور مختلف رنگ ہیں لیکن ہوشیار ہونے کے باوجود احمق ہے۔''

امام شعبیؒ کے پاس جب روافض کا ذکر کیا جاتا ہے تو فرماتے اگر یہ چوپائے کی جنس سے ہوتے تو یہ روافض کے گدھے ہوتے اور اگر پرندوں میں سے ہوتے تو ''رخماء'' یعنی مردار کو کھانے والے پرندے ہوتے۔

''الرخمۃ'' نامی پرندے کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ اپنی سکونت کے لئے پہاڑوں میں ایسی جگہ منتخب کرتا ہے جہاں پر کسی کا پہنچنا ناممکن ہو اور ایسی جگہ کی تلاش کرتا ہے جو سنگلاخ ہو اور وہاں بارش بھی بکثرت ہوتی ہو۔ اسی لئے اہل عرب اسے بطور ضرب المثل استعمال کرتے ہیں۔ پس اہل عرب کہتے ہیں ''أعز من بيض الانوق'' (فلاں چیز رخمۃ کے انڈوں سے زیادہ نایاب ہے) اس

پرندہ کی مادہ اپنے نر (یعنی شوہر) کے علاوہ کسی اور کو جفتی کرنے کی اجازت نہیں دیتی اور ایک انڈہ دیتی ہے۔ ''الرخمۃ'' کو شریر اور کمین قسم کے پرندوں میں شمار کیا جاتا ہے اور وہ تین ہیں (۱) الو (۲) کوا (۳) رخمۃ۔ یعنی گدھ کے مشابہ ایک پرندہ۔

الحکم ''الرخمۃ'' کا شرعی حکم یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''رخمۃ'' یعنی گدھ کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ (رواہ البیہقی)

اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے۔ علامہ قرطبیؒ نے سورہ احزاب کی اس آیت کَالَّذِیْنَ آذَوْ مُوْسٰی (ان لوگوں کی مثل جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اذیت دی) کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اذیت دینے کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ پر یہ الزام لگایا تھا کہ انہوں نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے۔ پس فرشتے بھی آپ کی موت کے متعلق گفتگو کرتے تھے لیکن آپ کی قبر کی جگہ سوائے ''رخمۃ'' گدھ کے کسی کو معلوم نہیں تھی۔ پس اسی لئے اللہ تعالیٰ نے گدھ کو بہرہ اور گونگا بنا دیا تھا۔ حاکمؒ کی کتاب مستدرک اور تاریخ انبیاء علیہم السلام میں بھی اسی طرح کی بات نقل کی گئی ہے۔ علامہ زمخشریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ جانور جب چیختا ہے تو کہتا ہے۔ ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی''

الامثال اہل عرب کہتے ہیں ''اَحْمَقُ مِنْ رُخْمَۃ'' (فلاں شخص رخمۃ سے بھی زیادہ احمق ہے) تمام پرندوں میں اس پرندے کو احمق اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ سب سے زیادہ ذلیل پرندہ ہے جو نجاست کو پسند کرتا ہے اور اس کی غذا بھی نجاست ہی ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں ''اُنْطُقْ یَا رُخَمُ فَاِنَّکَ مِنْ طَیْرِ اللہِ'' (اے رخمۃ تو بھی بول اس لئے کہ تو اللہ تعالیٰ کا جانور ہے) اس ضرب المثل کی اصل یہ ہے کہ جب پرندے چیختے اور چلاتے ہیں تو رخمۃ (گدھ) بھی ان کی اتباع میں چیختا ہے۔ پس پرندے اس سے مذاق کے طور پر کہتے ہیں کہ تو اللہ کا پرندہ ہے پس تو بھی اپنی آواز نکال۔ یہ مثال اس آدمی کیلئے استعمال کی جاتی ہے جو لوگوں سے لاتعلق رہے اور نہ کسی طرف متوجہ ہو اور نہ ہی کسی سے گفتگو کرے۔

خواص اگر ''الرخمۃ'' کے پروں کی دھونی گھر میں دی جائے تو وہاں سے کیڑے مکوڑے ختم ہو جائیں گے۔ اس پرندے کی بیٹ سرکہ میں ملا کر برص کے نشانات پر ملنے سے برص کا مرض ختم ہو جاتا ہے۔ اس پرندے کی کلیجی کو بھون کر سکھا لیا جائے اور پھر باریک پیس کر کسی چیز میں ملا کر دیوانہ اور پاگل آدمی کو تین دن تک کھلائی جائے تو وہ شفایاب ہو جائے گا۔ پس اگر اس پرندے کا سر ایسی عورت کے گلے میں لٹکا دیا جائے جس کو بچے کی ولادت میں دشواری محسوس ہو رہی ہو تو بچہ آسانی کے ساتھ اور جلدی پیدا ہو جائے گا۔ اس پرندے کی آنتوں پر موجود زرد رنگ کی جھلی کو سکھانے کے بعد باریک پیس لیا جائے اور پھر شہد میں ملا کر استعمال کیا جائے تو ہر قسم کے زہر کو ختم کر دے گی۔ اگر کوئی آدمی سر کے درد میں مبتلا ہو تو وہ اس پرندے کے سر کی ہڈی کو اپنے سر میں لٹکا لے تو شفایاب ہو جائے گا۔

تعبیر ''رخمۃ'' کو خواب میں دیکھنا احمق آدمی کی طرف اشارہ ہے۔ اگر کسی آدمی نے خواب میں دیکھا کہ وہ ''رخمۃ'' کو پکڑ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا ایسی جنگ میں شرکت کرے گا جس میں بکثرت خون ریزی ہوگی اور کبھی اس سے شدید مرض لاحق ہونے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ نصاریٰ کہتے ہیں کہ اگر کسی نے بہت سے گدھ خواب میں دیکھے تو اس کی تعبیر لشکر سے دی جائے گی۔ ارطامیدورس نے کہا ہے کہ رخمۃ کو خواب میں دیکھنا اس شخص کے لئے بہتر ہے جو شہر سے باہر کام کرتا ہو اس لئے کہ رخمۃ (گدھ) شہر میں داخل نہیں ہوتا۔ نیز رخمۃ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر مردوں کو غسل دینے والوں سے

بھی دی جاتی ہے اور ایسے لوگ بھی مراد ہوتے ہیں جو قبرستان میں رہتے ہوں کیونکہ ''رخمۃ'' مردار کھاتا ہے اور شہر میں داخل نہیں ہوتا۔ اگر کسی نے خواب میں ''رخمۃ'' کو اپنے گھر کے اندر دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس گھر میں کوئی مریض ہے تو اس کی موت واقع ہو جائے گی اور اگر مریض نہیں ہے تو مکان کے مالک کو شدید مرض لاحق ہونے یا اس کی موت واقع ہونے کا خطرہ ہے۔ (واللہ اعلم)

اَلرَّشَا

''اَلرَّشا'' (راء پر زبر ہے) اس سے مراد ہرن کا وہ بچہ ہے جو اپنی ماں کے ساتھ چلنے پھرنے کی استطاعت رکھتا ہو۔ اس کی جمع کیلئے ''أرشاء'' کا لفظ مستعمل ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں درج ذیل اشعار علامہ جمال الدین عبدالرحیم السنویؒ نے سنائے ہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ اشعار شیخ اثیر الدین ابوحیان نے سنائے ہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ اشعار ہمارے شیخ ابوجعفر بن زبیر نے سنائے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ اشعار ابوالخطاب بن خلیل نے سنائے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ اشعار ہمارے شیخ ابوحفص عمر بن عمر قاضی نے سنائے ہیں۔ ان اشعار کا پس منظر یہ ہے کہ ابوحفص عمر بن عمر کے پاس ایک لونڈی بطور ہدیہ آئی جس کی والدہ سے آپ جماع کر چکے تھے۔ پس آپ نے اسے لوٹا دیا اور یہ اشعار پڑھے ؎

يَا مَهْدِى الرَّشَا الَّذِىْ الحَاظُهٗ   تَرَكْتَ جُفُوْنِى نَصَب تِلْكَ الْاَسْهمِ

''اے ہرن کا ہدیہ دینے والے تو نے تیروں کی جگہ میری پلکوں کو گاڑ دیا ہے۔''

رِيْحَانَةٌ كُلَّ الْمَنِيّ فِىْ شَمِّهَا   لَوْلَا الْمُهَيْمَنِ وَاجْتِنَابِ الْمُحْرَمِ

''اس کے سونگھنے سے ہر آرزو کی خوشبو محسوس ہوتی ہے اگر اس کا شکار حرام نہ ہوتا تو میں اس کو حاصل کرنے سے اجتناب نہ کرتا۔''

ما عن قلى صرفت اليك وانما   صيد الغزالة لم يبح للمحرم

''میں نے تجھ سے اپنی نگاہیں اس لئے ہٹائی ہیں کہ احرام کی حالت میں شکار ممنوع ہے۔''

يَا وَيْحَ عَنْتَرَةُ يَقُوْلُ وَشِفَهٗ   مَا يَشْفِنِىْ وَجد'' وَاِنْ لَمْ أُكْتَمِ

''عنترہ کا برا ہو وہ کہتا ہے کہ مجھ میں غم چھپانے کی استطاعت نہیں اور اظہار غم میں بھی مجھے شفاء نصیب نہیں ہوئی۔''

يَا شَاةُ مَا قَنَص '' لِمَنْ حِلَّتْ لَهٗ   حُرِّمَتْ عَلَىَّ وَلَيْتِهَا لَمْ تُحْرَمِ

''اے بکری اس نے تیرا شکار نہیں کیا جس کے لئے تو حلال ہے اور میرے لئے تیرا شکار حرام ہے۔ کاش میں احرام کی حالت میں نہ ہوتا تو ضرور تیرا شکار کرتا۔''

ابوالفتح البستی نے بھی بہت عمدہ اشعار کہے ہیں ؎

من أين للرشا الغرير الاحور   فى الخد مثل عذارک المتحدر

''ہرن کی آنکھ میں وہ خوبی کہاں ہے جو محبوب کے رخسار کے ڈھلاؤ میں موجود ہے۔''

رشأ کان بعارضیه کلیهما مسکا تساقط فوق ورد أحمر

''ہرن اپنے دونوں رخساروں سے مشک ریزی کرتا ہے جس کی سرخی کو گلاب کے پھول کے سرخی پر فوقیت حاصل ہے۔''

اَلرُّشُکُ [1]

''اَلرُّشُکُ'' (راء پر پیش اور شین ساکن ہے) اس سے مراد وہ جانور ہے جسے اردو میں بچھو کہا جاتا ہے۔ قاضی ابوالولید ابن فرضی نے اپنی کتاب ''الالقاب فی اسماء نقلۃ الحدیث'' میں اور خطیب ابوعلی غسانی نے اپنی کتاب ''تقیید المھمل'' میں اور قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ نے اپنی کتاب ''مشارق الانوار'' میں اور حافظ ابوالفرج بن جوزی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ یزید بن ابی یزید جن کا نام سنان ضبعی ہے۔ وہ رُشک (یعنی بچھو) کے لقب سے مشہور ہیں۔ کیونکہ آپ کی ڈاڑھی بہت لمبی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ بچھو آپ کی ڈاڑھی میں گھس گیا۔ پس وہ تین دن تک داڑھی میں لٹکا رہا لیکن ڈاڑھی لمبی ہونے کی وجہ سے آپ اس سے لاعلم رہے۔ ابن دحیۃ نے اپنی کتاب ''العلم والمنشور'' میں لکھا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ تین دن گزرنے کے باوجود انہیں یہ احساس نہیں ہوا کہ ان کی ڈاڑھی میں بچھو لٹکا ہوا ہے اور کیا نماز کے لئے وضو کرتے وقت بھی انہیں اس کا احساس نہیں ہوا اور یا شاید وہ وضو کرتے وقت ڈاڑھی کے لمبا ہونے کی وجہ سے ڈاڑھی کا خلال نہ کرتے ہوں یا پھر بچھو بہت چھوٹا ہوگا جو بالوں کے درمیان الجھ گیا ہوگا۔ پس رہی تین دن کی مدت تو یہ صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اگر انہیں شروع ہی میں ڈاڑھی میں بچھو داخل ہونے کا علم ہوگیا تھا تو انہوں نے اسے تین دن تک اپنی ڈاڑھی میں کیسے چھوڑ دیا؟ پس اگر شروع میں انہیں بچھو کے داخل ہونے کا احساس نہیں ہوا تو پھر مقدار متعین کرنا صحیح نہیں ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کی یہ تاویل ہوسکتی ہے کہ وہ ایسی جگہ میں پہنچ گئے تھے جہاں بکثرت بچھو پائے جاتے تھے اور اس مقام پر آپ نے تین دن تک سکونت اختیار کی ہو۔ پس اس واقعہ کی تکذیب کرنے سے بہتر تاویل ہے کیونکہ اگر اس کی تکذیب کی جائے تو جو ائمہ کرام اس واقعہ کے راوی ہیں ان کی تکذیب لازم آئے گی۔

پس تحقیق حاکم ابوعبداللہ نے اپنی کتاب ''علوم الحدیث'' میں نقل کیا ہے کہ یحیٰ بن معین فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ یزید بن ابو یزید اپنی ڈاڑھی میں کنگھی کررہے تھے تو ڈاڑھی سے بچھو نکلا۔ پس اسی وقت سے ان کا لقب ''اَلرُّشُکُ'' بچھو پڑ گیا۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ اہل بصرہ کی لغت میں ''الرشک'' قسام (بہت زیادہ تقسیم کرنے والا) کے معنی میں مشہور ہے۔ پس یزید بن ابو یزید بصرہ میں زمینوں اور مکانوں کی تقسیم پر مامور تھے۔ اسی لئے ان کو ''الرشک'' کہا جاتا ہے۔ ان کی وفات ۱۳۰ھ کو بصرہ میں ہوئی۔ نیز محدثین کی ایک جماعت نے ان سے حدیث بھی روایت کی ہے۔ امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ نے اپنی کتاب ترمذی میں ''بَابُ مَاجَاءَ فِي صَوْمِ ثَلاَثَةِ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ'' کے عنوان سے احادیث نقل کی ہیں۔ اس میں یزید بن ابو یزید بھی حدیث کو روایت کرنے والے ہیں۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمود بن غیلان نے ان سے ابوداؤد نے ان سے شعبہ نے اور ان سے یزید الرشک نے بیان کیا کہ میں نے حضرت معاذؓ سے سنا۔ وہ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ تین

[1] بچھو! Scorpion (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۱۰۲)

دن روزہ رکھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا' ہاں۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں میں نے پوچھا کون سے تین دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزہ رکھتے تھے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنوں کے تعیین کے بغیر ایک ماہ میں تین روزے رکھتے تھے (ترمذی)۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یزید الرشک سے مراد یزید بن ابو یزید ضبعی ہیں جنہیں یزید قاسم بھی کہا جاتا ہے۔ لفظ ''الرشک'' اہل بصرہ کے نزدیک قسام (تقسیم کرنے والا) کے معنی میں مستعمل ہے۔ جیسے پہلے گزر چکا ہے۔

الرفراف

''الرفراف'' یہ ایک ایسا پرندہ ہے جسے **''ملاعب ظله''** اور **''خاطف ظله''** کہا جاتا ہے۔ عنقریب باب المیم میں اس کی تفصیل آئے گی۔ اس پرندہ کو ''رفراف'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ دشمن کو پکڑ لینے کے بعد بہت زیادہ پھڑ پھڑاتا ہے۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ ''الرفرف'' مچھلی کی ایک قسم کو بھی کہا جاتا ہے۔

اَلرِّق

''اَلرِّق'' (راء اور قاف پر کسرہ ہے) یہ ایک دریائی جانور ہے جو مگرمچھ کے مشابہ ہوتا ہے۔ یہ جانور جسامت میں کچھوے سے بڑا ہوتا ہے اور اس کی جمع کے لئے ''رقوق'' کا لفظ مستعمل ہے۔ جوہریؒ نے ایک ضعیف روایت نقل کی ہے کہ مدینہ کے فقہاء اس جانور کی خرید وفروخت کرتے تھے اور اس کا گوشت کھاتے تھے۔ اس لفظ ''اَلرِق'' میں راء پر کسرہ بھی ہے اور راء پر فتحہ بھی پڑھا جاتا ہے لیکن اکثر اہل علم نے راء پر کسرہ کو ترجیح دی ہے۔

اَلرِّکَاب

''اَلرِّکَاب'' (راء پر کسرہ ہے) اس سے مراد سواری کے اونٹ ہیں۔ اس کی جمع کے لئے ''رکائب'' کا لفظ مستعمل ہے۔

''رکاب'' کا حدیث میں تذکرہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے قیس بن عبادہؓ کی قیادت میں ایک لشکر روانہ فرمایا۔ پس انہوں نے جہاد کیا اور حضرت قیسؓ نے سواری کی ۹ اونٹنیاں لشکر کے لئے ذبح کیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو دوسخا اس گھر کی فطرت ہے۔

لفظ رِکَاب' کی جمع کے لئے رُکُب' کا لفظ مستعمل ہے اور رَکُوْبَة'' کے معنی سواری کے ہیں۔ اہل عرب جب کسی کے فقر وفاقہ کی حالت کو بیان کرنا چاہیں تو یوں کہتے ہیں۔ مَالَهٗ رَکُوْبَةٌ وَلَا حَلُوْبَةٌ وَلَا حَمُوْلَةٌ'' (نہ اس کے پاس سواری کیلئے اونٹ ہے اور نہ دودھ دینے کے لئے اونٹنی اور نہ بوجھ اٹھانے کے لئے کوئی جانور)

الرکن

''الرکن'' اس سے مراد چوہا[1] ہے۔ ابن سیدہ نے کہا کہ ''الرکن'' بصیغہ تصغیر رُکَین'' بھی مستعمل ہے۔

---

[1] چوہا Rate (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۲۶۱)

الرمکة

''الرمکة'' اس سے مراد ترکی گھوڑی ہے۔ اس کی جمع کیلئے ''رماک' رمکات' ارماک'' کے الفاظ مستعمل ہیں جیسے ثمار اور اثمار ہے۔

فقہی مسئلہ ''کتاب الوسیط'' کے ابواب البیع کے دوسرے باب میں مرقوم ہے کہ اگر کوئی کہے کہ میں نے یہ بھیڑ تجھے بیچ دی لیکن جس کی طرف اس نے اشارہ کیا وہ ترکی گھوڑی تھی تو اس کے متعلق پہلا قول یہ ہے کہ بیچنے والے نے جس چیز کی طرف اشارہ کیا ہے وہی خریدنے والے کو دینی پڑے گی اور دوسرا قول یہ ہے کہ بائع (بیچنے والے) نے جس چیز کا نام لیا ہے وہی چیز مشتری (خریدار) کو دے گا۔ ابن صلاح نے کہا ہے کہ ترکی گھوڑی' بھیڑ کے مشابہ نہیں ہوسکتی۔

اَلرَّھُدُوْن

''اَلرَّھُدُوْن'' (راء پر زبر ہے) یہ ایک پرندہ ہے جو سرخ جانور کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس کی جمع کیلئے ''رھادن'' کا لفظ مستعمل ہے۔ یہ پرندہ مکہ مکرمہ بالخصوص مسجد حرام میں بکثرت پایا جاتا ہے اور یہ پرندہ چڑیوں کے مشابہ ہوتا ہے لیکن یہ سیاہی مائل ہوتا ہے۔

الروبیان

''الروبیان'' اس سے مراد چھوٹی مچھلی ہے جس کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔

خواص اگر شراب میں اس مچھلی کی ٹانگ ڈال کر شراب کے عادی شخص کو پلائی جائے تو وہ شخص شراب سے نفرت کرنے لگے گا۔ اس مچھلی کی گردن کی دھونی حاملہ عورت کو دی جائے تو اس کا حمل گر جائے گا۔ اگر کسی شخص کو تیر یا کانٹا چبھ جائے تو اس مچھلی کو کچل کر لیپ کرنے سے تیر یا کانٹا آسانی کے ساتھ نکل آئے گا۔ اگر اس مچھلی کو سیاہ چنے کے ساتھ پیس کر ناف پر لیپ کیا جائے تو کدو دانے پیٹ سے خارج ہو جائیں گے۔ عبدالملک بن زہر نے کہا ہے کہ اگر مچھلی کو پیس کر سکنجبین کے ساتھ استعمال کیا جائے تو بھی یہی اثر ظاہر ہوگا۔ اگر مچھلی کو سکھا کر باریک پیس کر بطور سرمہ آنکھ میں استعمال کیا جائے تو آنکھ کا دھندلا پن دور ہو جائے گا۔

الریم

''الریم'' اس سے مراد ہرن کا بچہ ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''آرام'' کا لفظ مستعمل ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ

بها العير و الآرام يمشين خلفه   و أطلاؤها ينهضن من كل مجثم

''وہی جنگلی گدھے اور ہرن ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں اور ان کے بچے ہر جگہ اچھلتے کودتے پھرتے ہیں۔''

اصمعی نے کہا ہے کہ ''آرام'' سفید ہرنوں کو کہا جاتا ہے اور اس کا واحد ''الریم'' آتا ہے۔ یہ جانور ریگستانی علاقے میں پایا جاتا ہے۔ یہ مینڈھے کے مشابہ ہوتا ہے اور نہایت فربہ ہوتا ہے۔ یہ جانور دوسرے جانوروں کی بہ نسبت زیادہ گوشت اور چربی والا ہوتا ہے۔

زکی الدین بن کامل ابوالفضل "قتیل التریم و اسیر الھوی" کے نام سے مشہور تھے۔ان کا انتقال ۵۴۶ھ میں ہوا۔آپ ہی نے یہ اشعار کہے ہیں۔ ؎

لی مھجۃ کادت بحر کلومھا　　للناس من فرط الجوی تتکلم

"میری ایک محبوبہ ہے قریب ہے کہ اس کے زخموں کا سمندر غم کی کثرت کی بناء پر لوگوں سے گفتگو کرے۔"

لم یبق منھا غیر ارسم اعظم　　متحدثات للھوی تتظلم

"اس میں ہڈیوں کے نشانات کے علاوہ کچھ بھی باقی نہیں رہا اور وہ ہڈیاں عشق کی تعریف کر رہی ہیں۔"

أُمِّ رَبَاح

"أُمِّ رَبَاح" (راء پر زبر ہے) اس سے مراد باز کے مشابہ ایک شکاری پرندہ ہے جس کا رنگ مٹیالا اور اس کی پشت و دونوں بازوؤں کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔اس کی غذا انگور ہیں۔

ابورِیاح

"ابورِیاح" (راء پر کسرہ اور یاء ساکن ہے) یہ ایک پرندہ ہے۔اس کی تفصیل عنقریب "باب الیاء" میں "الیویو" کے تحت آئے گی۔

ذورمیح

"ذورمیح" ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد چوہے کے مشابہ ایک جانور ہے جس کی اگلی ٹانگیں چھوٹی اور پچھلی ٹانگیں لمبی ہوتی ہیں۔

باب الزای

الزاغ

''الزاغ'' کوے کی ایک قسم کو کہا جاتا ہے۔ اسے ''الزرعی'' بھی کہا جاتا ہے۔ نیز ''زرعی غراب'' وہ کوا ہے جس کا رنگ سیاہ اور قد چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کوے کی چونچ اور ٹانگیں سرخ ہوتی ہیں۔ اس کوے کو ''غراب الزیتون'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ زیتون سے اپنی غذا حاصل کرتا ہے۔ یہ کوا عمدہ صورت والا اور خوش منظر ہوتا ہے۔ لیکن ''عجائب المخلوقات'' میں مذکور ہے کہ اس کوے کا رنگ سیاہ ہوتا ہے اور یہ جسامت کے لحاظ سے بڑا ہوتا ہے اور اس کی عمر ہزار سال سے بھی زائد ہوتی ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ محض وہم ہے اور صحیح بات وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے۔

عجیب واقعہ

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حافظ سلفی کی کتاب ''المنتقی'' میں اور ''عجائب المخلوقات'' کے آخری صفحہ میں محمد بن اسمٰعیل سعدی کی روایت دیکھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ قاضی یحییٰ بن اکثم نے مجھے بلایا۔ پس میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس جب میں ان کے پاس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ان کی داہنی طرف ایک پٹارہ موجود ہے۔ پس قاضی صاحب نے مجھے اپنے پاس بٹھالیا اور مجھے حکم دیا کہ میں اس پٹارے کو کھولوں۔ پس میں نے پٹارہ کھولا تو اس میں سے کسی جانور نے اپنا سر باہر نکالا۔ پس اس جانور کا سر انسان کے سر کی طرح تھا اور ناف سے لے کر نیچے تک جسم کا باقی حصہ کوے کے جسم کی مانند تھا اور اس کے سینے اور پشت پر دو مسے (یعنی تل کی طرح کے نشانات) تھے۔

محمد بن اسمٰعیل کہتے ہیں کہ میں یہ منظر دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا اور قاضی یحییٰ میری یہ حالت دیکھ کر ہنسنے لگے۔ پس میں نے کہا قاضی صاحب اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح کرے یہ کیا ہے؟ پس قاضی صاحب نے فرمایا اسی جانور سے اس کے متعلق سوال کرو؟ پس میں نے اس جانور سے کہا تو کون ہے؟ پس وہ جانور اٹھا اور فصیح و بلیغ زبان میں یہ اشعار پڑھنے لگا۔

أنا الزاغ ابو عجوه — أنا ابن الليث والبوه

''میں کوا ہوں جس کی کنیت ابوعجوہ ہے۔ میں شیر اور شیرنی کا بیٹا ہوں۔''

أحب الراح والريحان — والقهوة والنشوة

''میں شراب، خوشبودار پھول، قہوہ اور نشہ آور چیزوں کو پسند کرتا ہوں۔''

فلا عدوی یدی تخشی — ولا یحذرلی سطوه

''پس میرے ہاتھ میں کسی قسم کا کوئی چھوت نہیں ہے جس سے کوئی ڈرے اور نہ ہی میں دست درازی کرنے والا ہوں کہ جس سے اجتناب کیا جائے۔''

ولی أشیاء تستظرف — یوم العرس والدعوۃ

''اور میرے اندر وہ ظراف آمیز باتیں پنہاں ہیں جن کا ظہور شادی اور دعوت کے دن ہوتا ہے۔''

فمنها سلعة فی الظهر — لا تسترها الفروہ

''پس میری پشت پر ایک مسہ ہے جو بالوں میں نہیں چھپ سکتا۔''

واما السلعة الاخری — فلو کان لها عروۃ

''اور ایک دوسرا مسہ بھی ہے۔ پس اگر اس کو ظاہر کر دیا جائے''

لماشک جمیع الناس — فیها انها رکوہ

''تو لوگوں کو اس کے پیالہ ہونے میں کوئی شک وشبہ نہ رہے۔''

پھر وہ جانور چلانے لگا اور اس نے ''زاغ زاغ'' کہتے ہوئے اپنی آواز کو بلند کیا اور پٹارہ میں گھس گیا۔ پس میں نے کہا اللہ تعالیٰ قاضی کو عزت بخشے یہ تو عاشق معلوم ہوتا ہے۔ پس قاضی نے فرمایا یہ جو کچھ بھی ہے آپ نے اس کو دیکھ لیا ہے میں اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ مگر یہ کہ امیر المومنین (مامون الرشید) کے پاس یہ جانور کسی نے بھیجا تھا اور اس کے ساتھ ایک سر بمہر خط بھی تھا جس پر اس کے حالات لکھے ہوئے تھے لیکن میں نہیں جانتا کہ خط پر کیا حالات لکھے ہوئے تھے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ اس کوے کا واقعہ حافظ ابوطاہر سلفی نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ابوالحسن علی بن محمد کہتے ہیں کہ میں احمد بن ابی داؤد کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ ان کی دائیں جانب ایک پٹارہ رکھا ہوا ہے۔ پس انہوں نے مجھے حکم دیا کہ اس پٹارہ کو کھولو اور عجیب وغریب مخلوق کو دیکھو۔ پس میں نے اس پٹارہ کو کھولا تو اس میں سے ایک لمبی ٹانگ نمودار ہوئی جس کا اوپر والا حصہ انسانی جسم کی مانند تھا اور نچلا حصہ کوے کی طرح تھا۔ پس میں نے کہا تو کون ہے۔ پس وہ گفتگو کرنے لگا۔ پھر میں نے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ پس اس نے کہا میں کوا ہوں اور میری کنیت ابوعجوہ ہے۔ میں شراب اور قہوہ کو پسند کرتا ہوں اور میرے اندر ظرافت آمیز باتیں پنہاں ہیں جن کا ظہور دعوت اور خوشی کے دن ہوتا ہے اور میری پشت پر ایک مسہ ہے جس کو بالوں کے ذریعے چھپایا نہیں جا سکتا اور میرے سینہ پر بھی ایک مسہ ہے اگر وہ ظاہر کر دیا جائے تو لوگوں کو اس کے پیالہ ہونے میں کوئی شک وشبہ نہ رہے۔ پھر وہ کوا اشعار پڑھنے لگا۔

پس وہ چیخنے لگا اور اس کی زبان سے ''ابی وامی'' کے الفاظ سنائی دیتے تھے اور اس کے بعد وہ پٹارہ میں داخل ہو گیا اور اس نے اپنے جسم کو پٹارہ میں چھپا لیا۔ پس ابن ابی داؤد نے کہا کہ یہ کوا عاشق معلوم ہوتا ہے۔ مورخ ابن خلکان نے یحییٰ بن اکثم کے حالات میں لکھا ہے کہ جب انہیں بصرہ کا حاکم مقرر کیا گیا تو اس وقت ان کی عمر بیس سال تھی۔ پس اہل بصرہ نے انہیں کم عمر سمجھتے ہوئے ان سے پوچھا کہ آپ کی کتنی عمر ہے؟ پس آپ کو معلوم ہو گیا کہ اہل بصرہ مجھے کم عمر سمجھ رہے ہیں۔ پس آپ نے فرمایا کہ میں عتاب بن اسید جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر مکہ مکرمہ کا قاضی بنایا تھا اور معاذ بن جبلؓ جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا گورنر بنایا تھا اور کعب بن سور جن کو حضرت عمرؓ نے بصرہ کا قاضی بنایا تھا' سے عمر میں بڑا ہوں۔ پس یہ جواب آپ نے اہل بصرہ کو بطور احتجاج دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جب خلیفہ مامون الرشید کو قاضی کے عہدہ کے لئے

کسی آدمی کی ضرورت پڑی تو لوگوں نے خلیفہ کے سامنے یحییٰ بن اکثم کی تعریف کی۔ پس خلیفہ نے ان کو طلب کیا۔ پس جب وہ دربار میں حاضر ہوئے تو خلیفہ نے ان کی بدصورتی کی بناء پر ان کی طرف حقارت کی نظر سے دیکھا۔ پس یحییٰ کو یہ بات معلوم ہوگئی۔ پس انہوں نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ مجھ سے کوئی علمی مسئلہ پوچھیں میری صورت کی طرف نہ دیکھئے۔ پس خلیفہ مامون الرشید نے چند سوالات کیے۔ پس یحییٰ نے جوابات دیئے۔ پس خلیفہ نے یحییٰ کو قاضی کے منصب پر فائز کر دیا۔ مورخ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ خلیفہ مامون الرشید پر قاضی یحییٰ بن اکثم اور احمد بن ابی داؤد معتزلی کے علاوہ کسی کو غلبہ حاصل نہیں تھا۔ قاضی یحییٰ بن اکثم حنفی تھے لیکن امام احمد بن حنبلؒ پر خلق قرآن کے سلسلہ میں ان سے زیادہ کسی نے تشدد نہیں کیا۔ عنقریب ''باب الکاف'' میں ''الکلب'' کے تحت انشاء اللہ اس کی تفصیل آئے گی۔ علم فقہ میں جو کتابیں یحییٰ بن اکثم نے تالیف کی تھیں وہ بہت عظیم سرمایہ ہے لیکن کتب کی طوالت کے باعث لوگوں نے ان کو ترک کر دیا۔ قاضی یحییٰ بن اکثم کو اسلام میں ایسا دن حاصل ہوا ہے جو کسی اور کو حاصل نہیں ہوا۔ وہ یہ ہے کہ خلیفہ مامون الرشید ایک مرتبہ شام کی طرف سفر کر رہے تھے کہ راستہ میں انہوں نے حکم دیا کہ متعہ کے حلال ہونے کی منادی کر دی جائے۔ پس قاضی یحییٰ بن اکثم کے علاوہ کسی عالم کو جرات نہیں ہوئی کہ وہ خلیفہ سے متعہ کی تحریم کے متعلق بحث کرے۔ پس قاضی یحییٰ بن اکثم نے خلیفہ مامون الرشید کے سامنے متعہ کی حرمت کے متعلق دلائل پیش کیے اور خلیفہ کو قائل کر لیا۔ پس مامون نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے توبہ کی اور اعلان کروا دیا کہ نکاح متعہ حرام ہے۔ روایت ہے کہ کسی آدمی نے قاضی یحییٰ بن اکثم سے کہا کہ اے قاضی! انسان کو کتنا کھانا کھانا چاہیے۔ پس قاضی یحییٰ نے فرمایا کہ بھوک ختم ہو جائے لیکن شکم سیر نہ ہو۔ پھر سوال کیا کہ کتنا ہنسنا چاہیے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اتنا ہنسے یہاں تک کہ چہرہ کھل جائے لیکن آواز بلند نہ ہو۔ پھر سوال کیا کہ انسان کو کتنا رونا چاہیے؟ آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے خوب رونا چاہیے۔ پھر پوچھا کہ انسان اپنے عمل کو کس حد تک پوشیدہ رکھے؟ آپ نے جواب دیا کہ اپنی استطاعت کے مطابق انسان اپنے عمل کو پوشیدہ رکھے۔ پھر سوال کیا کہ انسان اپنے عمل کو کتنا ظاہر کرے؟ آپ نے جواب دیا کہ انسان اپنے عمل کو اس قدر ظاہر کرے کہ خشکی پر رہنے والے انسان اور جن اس کی اقتداء کرنے لگیں۔ پس اس آدمی نے آپ کی علمی قابلیت کو سراہا۔ کہتے ہیں کہ قاضی یحییٰ بن اکثم میں لڑکوں کی محبت اور بلند منصب کی تمنا کے علاوہ کوئی عیب نہیں تھا اور وہ لوگوں میں ان عیوب کی وجہ سے مشہور تھے۔ پس قاضی یحییٰ جب کسی فقیہ کو دیکھتے تو اس سے حدیث کے متعلق سوال کرتے اور جب کسی محدث کو دیکھتے تو اس سے علم نحو کے متعلق سوال کرتے اور جب کسی نحوی سے ملاقات کرتے تو اس سے علم کلام کے متعلق سوال کرتے اور اس کا مقصد یہ تھا کہ مدمقابل کو شکست دے کر شرمندہ کیا جائے۔ پس ایک مرتبہ خراسان کے علاقہ کا ایک شخص قاضی یحییٰ بن اکثم کے پاس آیا جو علم میں ماہر اور حافظ حدیث تھا۔ پس قاضی صاحب نے اس سے پوچھا کیا تو نے حدیث کا علم حاصل کیا ہے۔ اس آدمی نے جواب دیا' ہاں۔ قاضی صاحب نے کہا کہ اصول حدیث کے متعلق تم نے کیا کچھ یاد کر رکھا ہے۔ اس آدمی نے کہا میں نے شریک سے انہوں نے ابی اسحٰق سے انہوں نے حرث سے یہ روایت سنی ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک لوطی کو سنگسار کیا تھا۔ پس قاضی یحییٰ بن اکثم اس آدمی کی یہ بات سن کر خاموش ہو گئے اور پھر اس آدمی سے گفتگو نہ کر سکے۔ قاضی یحییٰ کا انتقال ربذہ کے مقام پر ۲۳۰ھ یا ۲۴۰ھ میں ہوا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ قاضی یحییٰ کے انتقال کے بعد کسی آدمی نے انہیں خواب میں دیکھا۔ پس اس نے قاضی صاحب سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ قاضی یحییٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور مجھ سے میرے رب نے پوچھا کہ اے یحییٰ تو نے دنیا میں اپنے نفس کو کن کاموں میں مشغول رکھا تھا۔ پس میں نے عرض کیا اے میرے رب میں تو ایک حدیث پر بھروسہ کر کے تیرے دربار میں حاضر ہوا ہوں جو میں نے ابومعاویہ ضریر سے انہوں نے اعمش سے انہوں نے ابو صالح سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ میں اس بات سے شرم محسوس کرتا ہوں کہ کسی بوڑھے مسلمان کو عذاب دوں۔ (الحدیث) پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے یحییٰ میں نے تجھے معاف کر دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ''الربذہ'' سے مراد وہ جگہ ہے جہاں پر حضرت عثمانؓ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو جلاوطن کیا تھا اور حضرت ابوذر غفاریؓ اس جگہ مقیم رہے یہاں تک کہ ان کی موت واقع ہوگئی اور ان کی قبر بھی اسی جگہ ہے۔

الحکم ''زاغ'' کا کھانا حلال ہے۔ امام رافعیؒ کے نزدیک یہ قول زیادہ صحیح ہے اور حضرت حکم کا بھی یہی مسلک ہے۔ حضرت حماد نے حضرت امام محمد بن حسن سے اور حضرت امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب میں یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے حضرت حکم سے ''غربان'' کا شرعی حکم معلوم کیا تو انہوں نے فرمایا کہ سیاہ اور بڑے قد کا کوا مکروہ ہے اور چھوٹے قد کا کوا جسے ''زاغ'' کہا جاتا ہے اس کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

خواص کوے کی زبان کو سکھا لیا جائے اور پھر کسی ایسے شخص کو کھلا دی جائے جسے سخت پیاس محسوس ہو رہی ہو تو اس کی پیاس ختم ہو جائے گی اگرچہ شدید گرمی ہی کیوں نہ ہو۔ کوے کے دل کی بھی یہی خاصیت ہے کہ اسے سکھا لیا جائے اور کسی ایسے انسان کو پلا دیا جائے جسے بہت زیادہ پیاس محسوس ہوتی ہے تو وہ سفر میں کبھی پیاس محسوس نہیں کرے گا کیونکہ یہ پرندہ شدید گرمی میں بھی پانی نہیں پیتا۔ اگر کوے اور مرغ کا پتہ ملا کر بطور سرمہ آنکھوں میں لگایا جائے تو آنکھوں کا دھندلا پن ختم ہو جاتا ہے اور اگر کوے کے پتہ کو بالوں میں مل لیا جائے تو بال سیاہ ہو جائیں گے۔ کوے کا پوٹہ ابتدائی نزول ماء کو روکنے کے لئے مفید ہے۔

التعبیر خواب میں کسی ایسے کوے کو دیکھنا جس کی چونچ سرخ ہو' کی تعبیر عظیم المرتبہ آدمی اور لہو ولعب سے دی جاتی ہے۔

ارطامیدورس نے کہا ہے کہ ''زاغ'' کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر ایسے افراد سے دی جاتی ہے جو مشارکت کو پسند کرتے ہیں اور بعض اوقات ''زاغ'' کو خواب میں دیکھنا تنگدست لوگوں کی طرف اشارہ ہوتا ہے نیز خواب میں ''زاغ'' کو دیکھنا حرامی لڑکے کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور کبھی اس سے مراد ایسا شخص ہوتا ہے جس میں خیر و شر دونوں موجود ہوں۔

الزاقی

''الزاقی'' اس سے مراد مرغ ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''الزواقی'' کا لفظ مستعمل ہے۔ زَقَا یَزْقُوْا کے معنی چیخنے اور چلانے کے آتے ہیں۔ جوہریؒ نے کہا ہے کہ ہر چیخنے والے جانور کو ''زاق'' کہتے ہیں۔

تحقیق ''البومۃ'' (الو) کے تحت توبۃ بن الحمیر کا یہ شعر گزر چکا ہے۔

ولو أن لیلی الاخیلیة سلمت علی و دونی جندل و صفائح

''اور لیلیٰ نے مجھے سلام کیا حالانکہ میرے اور اس کے مابین ایک بڑی چٹان اور عظیم پتھر حائل تھا۔''

لسلمت تسلیم البشاشة أو زقا الیها صدی من جانب القبر صائح

''تو میں نے بھی اس کے قریب ہوتے ہوئے سلام کیا حالانکہ قبر کی طرف الو چیخ رہا تھا۔''

عنقریب انشاء اللہ ''باب الصاد'' میں لفظ ''الصدی'' کے تحت اس کا تفصیلی ذکر آئے گا۔

الزامور

''الزامور'' توحیدی نے کہا ہے کہ یہ ایک چھوٹے جسم والی مچھلی ہے جو لوگوں کی آواز سے الفت رکھتی ہے اور اس آواز کو سننے کی اس قدر خواہشمند ہوتی ہے کہ اگر وہ کشتی کو آتا ہوا دیکھ لیتی ہے تو اس کے ساتھ ساتھ ہو لیتی ہے تاکہ انسانوں کی آواز سے لطف حاصل کرے۔ پس اگر یہ مچھلی کسی بڑی مچھلی کو آتا ہوا دیکھ لیتی ہے جو کشتی سے رگڑنے اور اس کو توڑنے کا ارادہ رکھتی ہے تو یہ چھوٹی مچھلی اچھل کر بڑی مچھلی کے کان میں گھس جاتی ہے اور اس کے کان میں اچھلتی رہتی ہے یہاں تک کہ بڑی مچھلی کسی پتھر یا شگاف کی تلاش میں ساحل کی طرف فرار ہو جاتی ہے۔ پس جب وہ کسی پتھر یا شگاف کو پا لیتی ہے تو اس کے ساتھ اپنے سر کو ٹکراتی ہے یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ کشتی والے اسی خصوصیت کی بناء پر ''الزامور'' کو پسند کرتے ہیں اور اسے کھلاتے رہتے ہیں اور جب کبھی یہ مفقود ہو جائے تو اسے ڈھونڈتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے کشتی کو تباہ کرنے والی مچھلی کے حملہ سے محفوظ رہ سکیں۔ پس جب مچھلی پکڑنے کیلئے ملاح جال ڈالتے ہیں تو اس میں ''الزامور'' پھنس جاتی ہے۔ پس ملاح اس مچھلی کو اس کی اس خصوصیت کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں۔

اَلزَّبَابَة

''اَلزَّبَابَة'' (زاء پر زبر ہے) اس سے مراد ایک قسم کا جنگلی چوہا ہے جو ضرورت کی اشیاء چرا کر لے جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ چوہا اندھا اور بہرہ ہوتا ہے۔ اس کی جمع ''زباب'' آتی ہے۔ جاہل شخص کو اس جنگلی چوہے سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ حرث بن کلدہ نے کہا ہے کہ ؎

وَلَقَد رَأَیتُ مُعَا شِرًا جَمَعُوا لَهُم مَالا وَّ وَلَدًا

''اور تحقیق میں نے بہت سے ایسے جاہل لوگ دیکھے ہیں جن کے پاس مال اور اولاد بھی ہے۔''

وهم زباب حائر لا تَسمَعُ الآذان رَعدًا

''اور وہ ان جنگلی چوہوں کی طرح ہیں جن کے کان بجلی کی کڑک اور گرج کی آواز کو سننے سے محروم رہتے ہیں۔''

شاعر نے اس شعر میں ''زباب'' کی صفت ''حائر'' بیان کی ہے جس سے مراد حیرت میں پڑنا ہے۔ چنانچہ نابینا اور گونگا آدمی بھی

بعض اوقات حیرت میں پڑ جاتا ہے۔ شاعر کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی عقلوں کے مطابق ان کو رزق تقسیم نہیں فرمایا۔ شعر میں لفظ "وُلد" واؤ کے ضمہ کے ساتھ ہے۔ اور شاعر کا یہ قول کہ "لَا تَسمَعُ الآذَان رَعْدًا" اصل میں "لا تَسمَعُ آذانِهِمْ" تھا۔ یہاں مضاف الیہ کو حذف کر کے الف لام لایا گیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاوٰى" (پس بے شک جنت مومنین کا ٹھکانہ ہے) "اَلْمَاوٰى" دراصل "مَاوَاهُمْ" تھا۔ یہاں پر مضاف الیہ کو حذف کر کے اس کے شروع میں الف لام کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ امام ثعلبیؒ نے فرمایا ہے کہ اگر کم سنائی دیتا ہو تو اسے لغت میں "وَقْر" کہا جاتا ہے اور اگر اس سے بھی زیادہ سنائی نہیں دیتا تو اس کیلئے لغت میں "صُمَم" کے الفاظ مستعمل ہیں اور اگر اس سے بھی زیادہ سنائی نہ دے۔ یہاں تک کہ آدمی بجلی کی کڑک اور گرج کی آواز بھی نہ سن سکے تو اس کے لئے لغت میں "صلخ" کے الفاظ مستعمل ہیں۔ اس جنگلی چوہے کے لئے "صُمَم" کے الفاظ مخصوص ہیں۔ عنقریب انشاء اللہ اس کا شرعی حکم "باب الفاء" میں لفظ "الفار" کے تحت آئے گا۔

امثال

اہل عرب کہتے ہیں "اَسْرَقُ مِنْ زَبابة" (فلاں جنگلی چوہے سے بھی زیادہ چور ہے) یہ مثال چور کے لئے اس لئے دی جاتی ہے کیونکہ جنگلی چوہا بھی ضروریات کی اشیاء چرا کر لے جاتا ہے۔

اَلزَّبْزَب

"اَلزَّبْزَب" اس سے مراد ایک جانور ہے جو بلی کے مشابہ ہوتا ہے۔ کامل ابن الاثیر میں حوادثات ۳۰۴ھ کے سلسلہ میں مرقوم ہے کہ اہل بغداد ایک جانور سے بہت خائف تھے جسے وہ "اَلزَّبْزَب" کہتے تھے۔ یہ جانور رات کے وقت ان کے مکانوں کی چھتوں پر نظر آتا ہے اور یہ ان کے چھوٹے بچوں کو کھا جاتا اور بعض اوقات کسی آدمی یا عورت کا ہاتھ کاٹ کر کھا جاتا تھا۔ پس لوگ اس جانور کے خوف سے رات بھر بیدار رہتے اور اپنے بچوں کی حفاظت کرتے تھے اور برتن وغیرہ بجاتے تھے تاکہ جانور خوفزدہ ہو کر بھاگ جائے۔ پس ایک دن بادشاہ کے ساتھیوں نے اس جانور کو پکڑ لیا۔ یہ جانور سیاہی مائل تھا اور اس کے ہاتھ پاؤں چھوٹے چھوٹے تھے۔ پس لوگوں نے اسے دیکھ کر کہا کہ ہاں یہی "اَلزَّبْزَب" ہے۔ پس اس جانور کو قتل کر کے بازار میں لٹکا دیا گیا۔ پس اس جانور کی ہلاکت کے بعد لوگوں کو سکون حاصل ہو گیا۔

الزخارف

"الزخارف" یہ لفظ جمع ہے اس کے واحد کے لئے "الزخرف" کا لفظ مستعمل ہے۔ اس سے مراد ایسے کیڑے ہیں جو پانی پر اڑتے ہیں۔ اوس بن حجر نے کہا ہے کہ ؎

تَذْكُرُ عَيْنًا مِنْ عَمَانٍ وَمَاؤُهَا لَهُ حَدَبٌ تَسْتَنُّ فِي الزَّخَارِفِ

"میری آنکھیں عمان اور اس کے چشموں کا تذکرہ کرتی ہیں جن میں "الزخارف" بھی پانی کے لئے اترتے ہیں۔"

اَلزُّرزور

''اَلزُّرزور'' (زاء پر پیش ہے) اس سے مراد چڑیا کی مثل ایک پرندہ ہے۔ اس پرندہ کو ''اَلزُّرزور'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی آواز میں ایک قسم کی زرزیت ہوتی ہے۔ جاحظ نے کہا ہے کہ ہر وہ پرندہ جس کے بازو چھوٹے ہوں جیسے زراز یر اور گوریا وغیرہ جب اس کی ٹانگیں کاٹ دی جائیں تو وہ اڑنے پر قدرت نہیں رکھتا ہے جیسے انسان کا پاؤں کاٹ دیا جائے تو وہ دوڑنے پر قدرت نہیں رکھتا۔ عنقریب اس کا شرعی حکم انشاء اللہ ''باب العین'' میں ''العصفور'' کے تحت آئے گا۔

فائدہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں کہ مومنین کی روح (زرازیر کی طرح) سبز پرندوں کے پوٹوں میں رکھ دی جاتی ہے۔ وہ مومنین ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور وہ جنت کے پھلوں سے رزق حاصل کرتے ہیں۔ (رواہ الطبرانی وابن شیبہ) علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ ہمارے شیخ برہان الدین القیر اطیؒ نے ''زرزور'' کے متعلق کیا خواب فرمایا ہے۔

قَدْ قُلْتُ لَمَّا مَرَّبِی مُعْرِضًا   وَ کَفُّهُ یَحْمِلُ زَرْزُوْرًا

''تحقیق میں نے اس سے کہا جب وہ مجھ سے منہ پھیر کر گزرا اور اس کے ہاتھ میں ''زرزور'' پرندہ تھا۔''

یَاذَا الَّذِیْ عَذَّبَنِی مَطْلُهٗ   اِنْ لَمْ تَزُرْ حَقًّا فَزَرْزُوْرًا

''اے وہ شخص جس کی ٹال مٹول نے مجھے اذیت دی ہے اگر تو حقیقت میں ملاقات کا خواہشمند نہیں ہے تو رسمی طور پر ہی ملاقات کر لے۔''

عبدالحسن بن عثمان بن غانم نے امام شافعیؒ کے مناقب میں لکھا ہے کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ رومیہ کا طلسم دنیا کے عجائبات میں سے ہے۔ وہ نحاس کی ایک ''زرزور'' چڑیا ہے جو پورے سال میں صرف ایک دن بولتی ہے۔ پس جب یہ چڑیا بولتی ہے تو اس کی ہم جنس تمام چڑیاں اس کے اردگرد جمع ہو جاتی ہیں اور ان کی چونچ میں زیتون کا دانہ بھی ہوتا ہے۔ پس یہ تمام پرندے زیتون کے دانے نحاس کی چڑیا کے پاس چھوڑ دیتے ہیں۔ پس رومی لوگ ان زیتون کے دانوں کو جمع کر کے اس کا تیل نکال لیتے ہیں اور پھر سال بھر اس تیل سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ اس کا تفصیلی ذکر انشاء اللہ ''باب السین'' میں ''السودانیۃ'' کے تحت آئے گا۔

الحکم اس پرندے کا کھانا حلال ہے کیونکہ یہ گوریا کی جنس سے تعلق رکھتا ہے۔

خواص زرزور کا گوشت قوت باہ میں اضافہ کرتا ہے۔ اگر اس پرندے کا خون کسی پھوڑے پھنسی پر لگا دیا جائے تو بے حد مفید ہے۔ اگر اس پرندے کو جلا کر اس کی راکھ زخم وغیرہ پر لگا دی جائے تو زخم اللہ تعالیٰ کے حکم سے بہت جلد ٹھیک ہو جاتا ہے۔

التعبیر زرزور کو خواب میں دیکھنا سفر کی پریشانی پر دلالت کرتا ہے۔ سفر خواہ بری ہو یا بحری۔ بعض اوقات اس پرندے کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر ایسے آدمی سے دی جاتی ہے جو بکثرت سفر کرنے والا ہو جیسے خچر کرایہ پر لینے والے کا قیام کسی ایک جگہ نہیں ہوتا۔

بعض اوقات اس پرندے کو خواب میں دیکھنا نیک اور برے اعمال کے اجتماع کی علامت ہے یا اس کی تعبیر ایسے شخص سے دی جاتی ہے جو نہ تو غنی اور نہ ہی فقیر ہو۔ نہ شریف ہو اور نہ ہی رذیل ہو۔ بعض اوقات اس پرندے کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر ذلت اور قناعت سے دی جاتی ہے اور بعض اوقات اس کی تعبیر کاتب سے دی جاتی ہے۔ (واللہ اعلم)

الزرق

''الزرق'' ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک شکاری پرندہ ہے جو باز کے مشابہ ہوتا ہے۔ فراء نے کہا ہے کہ اس سے مراد سفید باز کی ایک قسم ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''الزراریق'' کا لفظ مستعمل ہے۔ اس پرندے کا مزاج گرم وخشک ہوتا ہے اور بازو نہایت مضبوط ہوتے ہیں جس کی بناء پر یہ تیز اڑتا ہے اور شکار پر اچانک جھپٹ پڑتا ہے۔ اس کی پشت سیاہ ہوتی ہے اور سبز سفید ہوتا ہے نیز اس کی آنکھوں کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ حسن بن ہانی نے اس کی تعریف میں کہا ہے کہ ؎

قد اغتدٰی بسفرۃ معلقۃ　　فیھا الذی یریدہ من مرفقہ

''تحقیق اس نے ایسے دسترخوان سے غذا حاصل کی جس پر تمام مطلوب چیزیں لگادی گئی تھیں۔

مبکرا برزق اوزرقہ　　وصفتہ بصفۃ مصدقہ

''صبح ہی صبح جب زرق پرندہ نکلتا ہے تو اس کا حال باز کی طرح ہوتا ہے۔

کأن عینہ لحسن الحدقہ　　نرجسۃ نابتۃ فی ورقۃ

''اس کی آنکھیں خوبصورتی کی بناء پر ایسے محسوس ہوتی ہیں جیسے شاخ پر نرگس کا پھول کھل رہا ہو۔''

ذو منسر مختضب بعلقہ　　کم وزۃ صدنابہ ولقلقہ

''یہ پرندہ بڑے پروں والا ہے جن پر سبز دھاریاں ہیں اور اس کے ساتھ ہی گردن کا گوشت لٹکا ہوا ہے۔''

سلاحہ فی لحمھا مفرقہ

''اس پرندے کے ہتھیار اس کے جسم میں مختلف مواقع پر موجود ہیں۔''

الحکم اس پرندے کا کھانا حرام ہے۔ جس کی وضاحت ''البازی'' کے تحت ہو چکی ہے۔

اَلزُّرَافَۃُ [1]

''اَلزُّرَافَۃُ'' اس کی کنیت کے لئے ام عیسیٰ کا لفظ مستعمل ہے۔ ''اَلزُّرَافَۃُ'' کی زا پر زبر اور پیش دونوں آسکتے ہیں۔ یہ ایک حسین وجمیل چوپایہ ہے جس کی اگلی ٹانگیں لمبی اور پچھلی ٹانگیں چھوٹی ہوتی ہیں۔ اس کے چاروں ہاتھ پاؤں کی لمبائی دس ذراع تک ہوتی ہے۔ اس کا سر اونٹ کے سر کی طرح ہوتا ہے اور اس کے سینگ گائے کے سینگوں کی طرح' اس کی جلد چیتے کی جلد کی مانند ہوتی ہے اور اس کے ہاتھ' پاؤں اور کھر گائے کے ہاتھ' پاؤں اور کھروں کی مثل ہوتے ہیں۔ اس کی دم ہرن کی دم کی طرح ہوتی ہے۔ اس کے پچھلے پاؤں میں گھٹنے نہیں ہوتے بلکہ اگلے پاؤں میں ہوتے ہیں۔ پس جب یہ چلتا ہے تو دوسرے حیوانوں کے برعکس یہ بایاں پاؤں اور داہنا ہاتھ آگے بڑھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی طبیعت میں انس ومحبت پیدا فرمائی ہے۔ یہ جانور جگالی بھی کرتا ہے اور مینگنیاں بھی کرتا

[1] زرافہ: Giraffe (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۳۶۵)

ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے اس جانور کو اس بات کا علم دیا کہ اس کی غذا درختوں میں ہے تو اس کی اگلی ٹانگیں اس کی پچھلی ٹانگوں سے لمبی بنا دیں تا کہ ان کے ذریعے یہ چرنے میں مدد حاصل کر سکے۔ امام قزوینی کی کتاب عجائب المخلوقات میں اور تاریخ ابن خلکان میں محمد بن عبداللہ عتبی بصری اخباری جو مشہور شاعر ہیں کے حالات میں مذکور ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ ''اَلزُّرَافَةُ'' زا کے پیش کے ساتھ ایک مشہور جانور ہے جو تین جانوروں، جنگلی اونٹ، جنگلی گائے اور نر بجو سے پیدا ہوتا ہے۔ پس جب نر بجو کسی اونٹنی کے ساتھ جفتی کرتا ہے تو پیدا ہونے والا بچہ شکل وصورت میں اونٹنی اور بجو کے مشابہ ہوگا۔ پس اگر پیدا ہونے والا بچہ نر ہے تو جنگلی گائے کے مشابہ ہوگا۔ اس لئے اس کو زرافہ کہا جاتا ہے۔ یہ عمل حبشی ممالک میں جاری ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ''اَلزُّرَافَةُ'' لغت میں جماعت کے معنوں میں مستعمل ہے۔ چنانچہ زرافہ کی ولادت میں جانوروں کی ایک جماعت شریک ہوتی ہے اس لئے اسے زرافہ کہا جاتا ہے۔

عجمی لوگ اس کو شتر گاؤ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اونٹ، گائے اور نر بجو کی شراکت سے پیدا ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ زرافہ کی پیدائش میں مختلف حیوانات کی شراکت ہوتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ چوپایہ اور وحشی جانور موسم گرما میں پانی پینے کے لئے ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔ پس وہ اسی جگہ آپس میں جفتی کرتے ہیں۔ پس بعض جانوروں کا اس جفتی کی بناء پر بدن کا کچھ حصہ حمل میں رہ جاتا ہے اور بعض کا نہیں رہتا۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک مادہ کے ساتھ کئی قسم کے حیوانات جفتی کرتے ہیں اور ان کا نطفہ آپس میں مخلوط ہو کر مختلف رنگ وروپ کے حیوانات کی پیدائش کا سبب بن جاتا ہے۔ لیکن جاحظ نے اس قول کو ناپسند کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ قول جہالت پر مبنی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی جس طرح چاہتا ہے حیوانیات کو پیدا فرماتا ہے۔ پس زرافہ حیوانات کی اس قسم سے تعلق رکھتا ہے جو بلا شرکت غیر قائم ہے جیسے گھوڑا اور خچر وغیرہ ہیں۔

الحکم زرافہ کے شرعی حکم کے متعلق امام شافعیؒ کے مذہب میں دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ زرافہ حرام ہے۔ اس قول کو صاحب التنبیہ نے اور امام نوویؒ نے اپنی کتاب ''الشرح المہذب'' میں نقل کیا ہے کہ زرافہ بالاتفاق حرام ہے۔ قاضی ابوالخطاب حنبلی نے بھی زرافہ کو حرام قرار دیا ہے۔ زرافہ کے متعلق دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حلال ہے۔ شیخ تقی الدین بن ابی الدم الحموی نے اسی پر فتویٰ دیا ہے اور قاضی حسین نے اسی قول کو نقل کیا ہے اور ابوالخطاب کے دو قولوں میں سے ایک قول زرافہ کی حلت کا بھی ہے۔ اس مسئلہ کی تائید قاضی حسین کے بیان کردہ اس جزئیہ سے بھی ہوتی ہے کہ بطخ اور زرافہ اگر احرام کی حالت میں ہلاک ہو جائے تو اس کا فدیہ بکری یا قیمت کی صورت میں دیا جائے گا اور فدیہ ان جانوروں کا دیا جاتا ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ ابن رفعہ کے نزدیک وہی قول معتبر ہے جس پر امام بغوی نے فتویٰ دیا ہے۔ نیز ابن رفعہ کہتے ہیں کہ ''اَلزُّرَافَةُ'' میں فا کی بجائے قاف ہے یعنی ''اَلزُّرَاقَةُ'' ہے۔ شیخ تقی الدین السبکی نے فرمایا ہے کہ یہ تعلیل ٹھیک نہیں ہے کیونکہ یہ کتب فقہ میں مذکور نہیں ہے۔ حالانکہ ابن ابی الدم نے اس کی حلت کا فتویٰ دیا ہے اور قاضی حسین نے اس کی حلت کے قول کو نقل کیا ہے۔ نیز ابوالخطاب حنبلی اس کی حرمت کے قائل ہیں۔ شیخ سبکیؒ فرماتے ہیں کہ زرافہ کے حرام ہونے کی کوئی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آئی اور امام نووی اور صاحب تنبیہ کے اقوال جواز پر نقل کئے گئے ہیں۔ کتب فقہ میں مذکور نہیں ہیں۔ نیز قاضی حسین بھی زرافہ کو حلال قرار دیتے ہیں۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ صاحب تنبیہ اور امام نوویؒ نے اہل لغت کے اس قول کہ زرافہ درندوں میں سے ہے، پر اعتماد کی بناء پر اس کو حرام قرار دیا ہوگا۔ اسی لئے کتاب العین کے مصنف نے زرافہ کو درندوں میں شمار کیا

ہے۔لیکن اگر زرافہ کی پیدائش میں ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم حیوانات کی شرکت کو بھی تسلیم کرلیا جائے تو بھی اس کو حرام قرار نہیں دیا جاسکتا۔علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس جانور کے متعلق علماء کرام اور فقہاء کے درمیان اختلاف ہے اوراس کی حرمت وحلت کے متعلق کوئی نص بھی موجود نہیں ہے۔ پس اس کو ان جانوروں میں شمار کیا جائے گا۔جن کے متعلق شریعت میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی۔ وہ جانور جن کے بارے میں شریعت خاموش ہے۔ان کے حلال وحرام ہونے کا معیار کیا ہے۔اس کے متعلق تفصیلی تذکرہ باب الواؤ میں ''الورل'' کے تحت ہوگا۔ انشاء اللہ۔

خواص زرافہ کا گوشت گندا' ردی اور سوداوی ہوتا ہے۔

التعبیر زرافہ کو خواب میں دیکھنا مال کی بربادی کی طرف اشارہ ہے۔بعض اوقات اس کی تعبیر حسین وجمیل عورت اور ایسی عجیب و غریب خبر سے دی جاتی ہے جس میں کوئی بھلائی نہ ہو۔زرافہ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر دوست' خاوند اور بیٹے سے بھی دی جاتی ہے اور بعض اوقات زرافہ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر ایسی عورت سے دی جاتی ہے جو اپنے خاوند سے نباہ نہ کرسکے اور اس کی غیر موجودگی میں غلط کاموں میں مصروف رہے۔ (واللہ اعلم)

الزریاب

''الزریاب'' اس سے مراد ایسا پرندہ ہے جو چڑیا سے کچھ بڑا ہوتا ہے۔اسے ''ابوزریق'' بھی کہا جاتا ہے۔''منطق الطیر'' نامی کتاب میں ایک حکایت مرقوم ہے کہ ایک شخص بغداد سے کہیں دوسرے علاقے میں جارہا تھا اور اس کے پاس چار سو درہم تھے۔اس کے علاوہ اس کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ پس اس نے راستہ میں ''زریاب'' کے بچے فروخت ہوتے دیکھے۔ پس اس نے چار سو درہم کے ''زریاب'' کے بچے خرید لئے۔ پھر بغداد کی طرف لوٹ آیا۔ پس جب صبح ہوئی تو اس نے اپنی دکان کھولی اور ان بچوں کو فروخت کرنے کے لئے اپنی دکان میں ایک پنجرے میں لٹکا دیا۔ پس اچانک سخت سرد ہوا چل پڑی جس کی وجہ سے ایک کمزور بچے کے علاوہ تمام بچے ہلاک ہوگئے۔ پس اس آدمی کو فقر وفاقہ کا یقین ہوگیا۔ پس وہ آدمی پوری رات گڑ گڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہا اور یہ الفاظ کہتا رہا ''یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اَغِثْنِیْ''۔ پس جب صبح ہوئی تو سردی ختم ہوگئی تو زندہ بچ جانے والا بچہ پھڑ پھڑانے لگا اور چیخنے لگا۔ چنانچہ جب بچہ چیختا تھا تو اس کی زبان سے ''یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اَغِثْنِیْ'' کے الفاظ صاف سنائی دیتے تھے۔ پس لوگ یہ آواز سن کر دکان پر جمع ہوگئے اور اس پرندے کی بولی سننے لگے۔ پس وہاں سے امیر المومنین کی ایک لونڈی گزری تو اس نے یہ بچہ ایک ہزار درہم کے عوض خرید لیا۔علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سچے دل سے دعا مانگنے کا کتنا فائدہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تھوڑی ہی دیر میں نقصان سے کئی گناہ زیادہ فائدہ عطا فرمادیا۔ پس جو شخص یہ طرز عمل اختیار کرے گا۔اسے کامیابی حاصل ہوگی۔ پس اللہ تعالیٰ پاک ہے وہ اپنی رحمت کے لئے جسے چاہتا ہے خاص کرلیتا ہے اور وہ غالب اور عطا فرمانے والا ہے۔

الزغبة

''الزغبة'' ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک قسم کا کیڑا ہے جو چوہوں کے مشابہ ہوتا ہے۔اہل عرب کسی آدمی کے نام کیلئے بھی

"الزغبة" کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ پس عیسیٰ بن حماد بصری کو بھی "زغبۃ" کہا جاتا ہے۔ رشد بن سعد، عبداللہ بن وہب اور لیث بن سعد وغیرہ سے مروی ہے اور انہی حضرات سے امام مسلمؒ ابوداؤدؒ نسائی اور ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے کہ عیسیٰ بن حماد بصری کی وفات ۲۴۸ھ میں ہوئی۔

اَلزُّغلول

"اَلزُّغلول" (زاء پر پیش ہے) اس سے مراد کبوتر کا بچہ ہے۔ پس کبوتر کا بچہ جب تک دانہ کھاتا رہے۔ "اَلزُّغلول" کہلاتا ہے۔ پس جب کوئی پرندہ اپنے بچے کو دانہ وغیرہ کھلاتا ہے تو کہا جاتا ہے "ازغل الطائر فرخه" (پرندے نے اپنے بچے کو دانہ کھلا دیا ہے) اسی طرح بکری یا اونٹ کے دودھ پینے والے بچے کو بھی "اَلزُّغلول" کہا جاتا ہے اور مردوں میں سے ضعیف آدمی کے لئے بھی "اَلزُّغلول" کا لفظ مستعمل ہے۔

الزغیم

"الزغیم" اس سے مراد ایک پرندہ ہے۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ "الزغیم" راء مہملہ کے ساتھ ہے یعنی "اَلرَّغیم" ہے۔

الزقة

"الزقة" ابن سیدہ نے کہا ہے کہ یہ ایک دریائی پرندہ ہے جو پانی میں غوطہ لگاتا ہے۔ یہاں تک کہ کافی دور سے باہر نکلتا ہے۔

اَلزُّلاَل

"اَلزُّلاَل" (زاء پر پیش ہے) اس سے مراد ایک کیڑا ہے جس کی پرورش برف میں ہوتی ہے۔ اس کے جسم پر زرد رنگ کے نقطے ہوتے ہیں اور اس کی جسامت انگلی کے برابر ہوتی ہے۔ لوگ اس کو اس کے رہنے کی جگہ سے پکڑ لیتے ہیں تاکہ اس کے جوف میں موجود پانی کو پی سکیں کیونکہ یہ بہت سرد ہوتا ہے۔ اس لئے لوگ ٹھنڈے پانی کو تشبیہ کے طور پر "الزلال" کہتے ہیں۔ صحاح میں "ماء زلال" سے مراد میٹھا پانی ہے۔ ابوالفرج عجلی نے شرح الوجیز میں لکھا ہے کہ برف کے کیڑے کا پانی پاک ہوتا ہے۔ قاضی حسین کا بھی یہی قول ہے اور عوام میں یہی مشہور ہے کہ "اَلزُّلاَل" سے مراد ٹھنڈا پانی ہے۔ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک مشہور صحابی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ؎

واسلمت وجهی لمن اسلمت — له المزن تحمل عذبا زلالا

"اور میں اس شخص کا مطیع ہوا جس کے مطیع وہ بادل ہیں جس میں میٹھا پانی بھرا ہوا ہے۔"

ابوالفوارس بن حمدان جس کا نام الحرث ہے نے کہا ہے کہ ؎

قد کنت عدتی التی أسطو بها — ویدی إذا خان الزمان وساعدی

"تحقیق تو میرا ہتھیار ہے اور میرا ہاتھ اور بازو جس کے ذریعے میں حملہ کرتا ہوں جبکہ زمانہ میرے ساتھ خیانت کا معاملہ کر رہا ہے۔"

فرميت منک بضد ما أملته والمرء يشرق بالزلال البارد

''پس میں تجھ سے ہی تیر چلاتا ہوں اس شخص کی خواہش کیخلاف جس نے مجھ سے غلط تمنا رکھی اور آدمی ٹھنڈے اور صاف پانی سے چمکتا ہے۔''

الحرث نے آخر میں کہا ہے کہ ۔

ومن يک ذافم مر مريض يجد مر ابه الماء الزلالا

''اور جس شخص کا ذائقہ مریض ہونے کی وجہ سے کڑوا ہو گیا ہو تو اس کو میٹھا پانی میں کڑوا محسوس ہوتا ہے۔''

وجیہ الدولۃ ابوالمطاع بن حمدان نے کیا خوب کہا ہے۔ ان کا لقب ذی القرنین ہے اور یہ بہت بڑے شاعر ہیں۔ ان کا انتقال ۴۲۸ھ میں ہوا ۔

قالت لطيف خيال زارني ومضى بالله صفه ولا تنقص ولا تزد

''اس عورت نے کہا کہ رات میرے دل میں کسی کا خیال آیا اور ختم ہو گیا لہٰذا اللہ کے لئے تم مجھے اس کے متعلق کچھ بتاؤ اور اس کے تعارف میں کمی بیشی نہ کرو۔''

فقال ابصرته لومات من ظماء وقلت قف عن ورود الماء لم يرد

''پس اس نے کہا کہ میں نے جان لیا کہ جو پیاس سے مر رہا ہو یہ اس کا خیال تھا اور اگر اس سے کہا جائے کہ ٹھنڈا پانی پینے سے رک جا تو وہ ہرگز واپس نہ لوٹتا۔''

قالت صدقت الوفا في الحب عادته يا برد ذاک الذي قالت على كبدي

''وہ کہنے لگی تو نے سچی بات کہی کیونکہ محبت میں وفاداری اس کی عادت تھی۔ اے کاش تو میرے جگر پر غلبہ پا لیتی''

وجیہ الدولہ کے عمدہ اشعار میں سے یہ اشعار بھی ہیں ۔

ترى الثياب من الكتان يلمحها نورمن البدر احيانا فيبليها

''تو دیکھے گا کہ بعض اوقات کتان کے کپڑا کو چودھویں رات کے چاند کی روشنی پرانا کر دیتی ہے۔''

فكيف تنكر أن تبلى معاصرها والبدر في كل وقت طالع فيها

''پس تو اس کے ہم عصر سے کیسے انکار کر سکتا ہے حالانکہ اس کے چہرے کا چاند ہر وقت اس کے اندر روشنی بکھیرتا رہتا ہے۔''

شاعر نے آخر میں کہا ہے کہ ۔

لا تعجبوا من بلا غلائله قد زر ازراره على القمر

''نہ تم تعجب کرو اس کپڑے کے پرانا ہونے پر کیونکہ اس کا کپڑا چاند کی روشنی پڑنے سے پرانا ہو گیا ہے۔''

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ اشعار اس بات پر شاہد ہیں کہ چاند کی روشنی کتان کے کپڑے کو پرانا کر دیتی ہے۔ اسی طرح حکماء نے بھی کہا ہے۔ پس یہ کیفیت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کپڑے کو ایسے وقت پانی میں ڈالا جائے جب سورج اور چاند کا اجتماع ہو۔ پس ایسے وقت میں یہ کپڑا بہت جلدی پرانا ہو جاتا ہے۔ نیز سورج اور چاند کا اجتماع ۲۵ اور ۳۰ تاریخ کے درمیان ہوتا ہے۔ تحقیق ابن

سینا نے اپنے اشعار میں اسی جانب اشارہ کیا ہے۔

لا تغسلن ثیابک الکتانا ولا تصد فیھا کذا لحیتانا

''تم سورج اور چاند کے اجتماع کے وقت کتان کے کپڑوں کو نہ دھونا اور نہ ہی اس میں مچھلی کو باندھنا۔''

عند اجتماع النیرین تبلی ۔ وذا صحیح فاتخذہ اصلا

''کیونکہ سورج اور چاند کے اجتماع کے وقت کتان کا کپڑا دھونے سے پرانا ہو جاتا ہے اور یہی ٹھیک بات ہے پس اس کو اپنے لئے اصول بنالے۔''

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ چاند کی روشنی میں کتان کے کپڑے کو دھونے سے اجتناب کرنا چاہئے اور اسی طرح سورج اور چاند کے اجتماع کے وقت بھی کتان کے کپڑوں کو نہیں دھونا چاہئے۔

اس کا سبب ہم نے بیان کر دیا ہے۔

الحکم ابو الفرج عجلی نے شرح الوجیز میں لکھا ہے کہ برف کے کپڑے کا پانی پاک ہوتا ہے۔ قاضی حسین کا بھی یہی قول ہے۔ جوہری کہتے ہیں کہ لوگوں میں یہی مشہور ہے کہ ''اَلزُّلاَل'' ٹھنڈے پانی کو کہا جاتا ہے۔

الزماج

''الزماج'' (بروزن رمان) اس سے مراد ایک پرندہ ہے جو مدینہ منورہ میں پایا جاتا ہے۔

شاعر نے کہا ہے کہ۔

اعلی العھد اصبحت ام عمرو لیت شعری ام غالھا الزماج

''ام عمرو وعدہ کو پورا کرنے والی ہوگئی ہے۔ کاش مجھے یہ بات معلوم ہو جاتی کہ کیا ''زماج'' پرندے نے اس کی قیمت میں اضافہ کر دیا ہے۔''

الزمج

''الزمج'' یہ ایک مشہور پرندہ ہے جس کا شکار بادشاہ کرتے تھے۔ اہل بزدرۃ اس پرندہ کو شکاری پرندوں میں بہت ہلکا سمجھتے ہیں۔ یہ پرندہ اپنی آنکھ اور حرکت کی وجہ سے مشہور ہے۔ یہ پرندہ بہت تیزی کے ساتھ اپنے شکار پر حملہ آور ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس میں غداری اور بے وفائی بھی پائی جاتی ہے کیونکہ اس کی طبیعت کثافت کی طرف مائل ہے۔ یہ پرندہ تعلیم کو قبول کرتا ہے لیکن اس کو تعلیم دینے میں کافی مدت درکار ہوتی ہے۔ یہ پرندہ زمین پر شکار کرتا ہے۔ اس پرندے کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کا رنگ سرخ ہوتا ہے اور یہ عقاب کی ایک قسم ہے۔ ابو حاتم نے کہا ہے کہ ''الزمج'' نر عقاب کو کہتے ہیں۔ لیث نے کہا ہے کہ ''الزمج'' عقاب کے علاوہ ایک پرندہ ہے جس کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ اہل عجم کے نزدیک یہ ''دو برادران'' یعنی دو بھائیوں کے نام سے معروف ہے اور اس پرندے کا یہ نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ جب یہ اپنے شکار کو پکڑنے سے عاجز ہوتا ہے تو اس کا ہم جنس بھائی شکار کو پکڑنے میں اس کی مدد کرتا ہے۔

الحکم | اس پرندے کا گوشت دوسرے شکاری پرندوں کی طرح حرام ہے۔
خواص | اس کا گوشت کھانا خفقان قلب کیلئے مفید ہے۔اس پرندے کا پتہ سرمہ میں ملا کر آنکھ میں لگانے سے آنکھ کا دھندلا پن ختم ہو جاتا ہے اور ضعف بصر کے لئے بھی مفید ہے۔اس پرندے کی بیٹ چہرہ اور بدن کے داغ وغیرہ کے لئے مفید ہے۔

زمج الماء

''زمج الماء'' یہ ایک پرندہ ہے جسے مصر میں ''التورس'' کہا جاتا ہے۔اس کا رنگ سفید ہوتا ہے اور یہ کبوتر کے برابر یا اس سے بڑا ہوتا ہے۔ یہ پرندہ ہوا میں بلند ہوتا ہے۔ پھر اپنے آپ کو پانی میں گرا دیتا ہے اور پانی میں غوطہ لگا کر مچھلیاں پکڑ لیتا ہے۔ یہ پرندہ مردار نہیں کھاتا۔اس پرندے کی غذا مچھلیاں ہی ہیں۔
الحکم | اس پرندے کا کھانا حلال ہے لیکن رویانی نے صمیری سے نقل کیا ہے کہ ایسے تمام سفید پرندے جو پانی میں رہتے ہیں' حرام ہیں کیونکہ ان کے گوشت میں گندگی ہوتی ہے۔ رافعی نے کہا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ ''اللقلق'' کے علاوہ تمام پرندے حلال ہیں۔عنقریب انشاء اللہ ''باب اللام'' میں اس کا تفصیلی ذکر آئے گا۔

الزنبور [1]

''الزنبور '' اس سے مراد بھڑ ہے۔''الزنبور ''مونث بھی استعمال کیا جاتا ہے اور لغت میں ''الزنابیر '' کا لفظ بھی مستعمل ہے۔بعض اوقات شہد کی مکھی کو بھی ''زنبورا'' کہا جاتا ہے۔اس کی جمع ''الزنابیر '' آتی ہے۔ابن خالویہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ میں نے ابوعمر اور زاہد کے علاوہ کسی سے ''الزنبور '' کی کنیت کے متعلق نہیں سنا۔پس ابوعمر اور زاہد کے نزدیک اس جانور کی کنیت ابوعلی ہے اور اس کی دو اقسام ہیں۔جبلی اور سہلی۔ پس جبلی قسم وہ ہے جو پہاڑوں میں سکونت اختیار کر لیتا ہے۔اس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔یہ اپنی پیدائش کی ابتدائی حالت میں کیڑے کی مثل ہوتا ہے۔ پھر زنبور بن جاتا ہے۔ یہ جانور اپنا گھر مٹی سے بناتا ہے جیسے شہد کی مکھی مٹی سے اپنا گھر بناتی ہے۔زنبور اپنے گھر میں چار دروازے رکھتا ہے تاکہ چاروں طرف سے ہوا اس کے گھر میں پہنچتی رہے۔ اس کے ایک ڈنک ہوتا ہے جس سے وہ کاٹتا ہے۔اس کی غذا پھل و پھول وغیرہ ہیں۔اس کے نر اور مادہ میں جسامت کے لحاظ سے ہی تمیز کی جاسکتی ہے کیونکہ نر جسامت میں مادہ سے بڑا ہوتا ہے۔ اس جانور کی دوسری قسم سہلی ہے جو زمین میں اپنی سکونت اختیار کرتا ہے۔اس کا رنگ سرخ ہوتا ہے اور یہ اپنا گھر زمین کے نیچے مٹی نکال کر بناتا ہے جیسے چیونٹی اپنا گھر بناتی ہے۔ یہ جانور موسم سرما میں چھپ جاتا ہے کیونکہ سردی کی وجہ سے اس کی ہلاکت کا خطرہ ہوتا ہے۔ پس یہ موسم سرما میں مردہ کی طرح سو جاتا ہے۔ یہ جانور جاڑوں کے لئے اپنی خوراک جمع نہیں کرتا لیکن چیونٹیاں جاڑوں کے لئے اپنی خوراک جمع کر لیتی ہیں۔ پس جب فصل ربیع آتی ہے تو یہ جانور اپنی خواب گاہ سے باہر نکلتا ہے اور کمزوری کے باعث اس کی حالت خشک لکڑی کی طرح ہو جاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اس کے جسم میں دوبارہ روح پھونک دیتا ہے۔ پس یہ پہلے کی طرح فربہ ہو جاتا ہے۔ اس جانور کی مختلف اقسام ہیں جن کے رنگ اور جسم بھی مختلف

[1] بھڑ: ''Wasp''۔''Hornet'' (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۱۲۷)

ہوتے ہیں۔ زنبور کی بعض اقسام کے جسم بہت لمبے ہوتے ہیں اور اس کی طبیعت میں حرص اور شر بھی پایا جاتا ہے۔ پس زنبور جب باورچی خانہ میں داخل ہوجائے تو اسے کھانے کی جو بھی چیزیں مل جائیں' کھاجاتا ہے۔ زنبور جو تنہا پرواز کرتا ہے زمین اور دیواروں میں سکونت اختیار کرتا ہے۔ یہ ایسا حیوان ہے جس کا جسم دو حصوں میں منقسم ہوتا ہے اس لئے یہ پیٹ سے سانس نہیں لے سکتا۔ اگر اس حیوان کو تیل میں ڈال دیا جائے تو یہ حرکت نہیں کر سکے گا اور اگر اس کو سرکہ میں ڈال دیا جائے تو فوراً زندہ ہوجائے گا اور اڑ جائے گا۔

علامہ زمخشری نے سورۂ اعراف کی تفسیر میں لکھا ہے کہ بعض اوقات متوقع چیز کو واقع کے منزلہ میں مان لیا جاتا ہے (یعنی جس کی آنے والے زمانے میں ہونے کی امید ہو' اس کو ایسا ہی سمجھ لیا جاتا ہے گویا کہ وہ ہوگیا۔) جیسے عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت انصاری سے مروی ہے کہ وہ اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے داخل ہوئے اور اس وقت وہ بچے تھے۔ پس ان کے والد حضرت حسانؓ نے پوچھا تم کیوں رو رہے ہو؟ پس عبدالرحمٰن نے کہا کہ مجھے زنبور نے کاٹ لیا ہے اور وہ میری زرد چادر میں لپٹا ہوا تھا۔ پس حضرت حسانؓ نے فرمایا اے میرے بیٹے تو عنقریب شاعر بن جائے گا۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں "قُلْتَ الشِّعْرَ" کہہ کر ماضی کے صیغہ کو مستقبل کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی متوقع چیز کو واقع کے منزلہ میں مان لیا گیا ہے۔

شاعر نے کیا خواب کہا ہے کہ ؎

وللزنبور والبازی جمیعاً لدی الطیران اجنحۃ وخفق

"بھڑ اور باز دونوں پروں والے حیوان ہیں اور جب یہ اڑتے ہیں تو ان کے پروں سے پھڑ پھڑ کی آواز سنائی دیتی ہے۔"

ولکن بین مایصطاد باز وما یصطادہ الزنبور فرق

"لیکن باز جو شکار کرتا ہے اس میں اور بھڑ کے شکار میں بہت بڑا فرق ہے۔"

شیخ ظہیرالدین بن عسکر نے کیا عمدہ اشعار کہے ہیں ؎

فی زخرف القول تزیین لباطلہ والحق قد یعتریہ سوء تغییر

"بناوٹی بات کرنا گویا کہ جھوٹی بات کو مزین کرنے کے مترادف ہے اور سچی بات کی بری تعبیر لینا حق سے دوری کی نشانی ہے۔"

تقول ھذا مجاج النحل تمدحہ وان ذممت فقل قئ الزنابیر

"تم شہد کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہو کہ یہ شہد کی مکھی کا لعاب دہن ہے اور جب تم اس کی مذمت کرتے ہو تو کہتے ہو کہ یہ شہد کی مکھی کی قے ہے۔"

مدحا و ذما وما غیرت من صفۃ سحر البیان یری الظلماء کالنور

"کسی کی صفت کو بدل دینا خواہ مدح کی وجہ سے ہو یا مذمت کی وجہ سے ایسی سحر بیانی ہے جو ظلمت کو نور بنا دیتی ہے۔"

شرف الدولہ بن منقذ نے زنبور اور شہد کی مکھی کے متعلق یہ اشعار کہے ہیں ؎

ومغر دین ترنما فی مجلس فنفا ھما لا ذا ھما الاقوام

"شہد کی مکھی اور بھڑ مجلس میں گانے لگیں تو اہل مجلس نے لوگوں کو اذیت دینے کے خوف سے انہیں مجلس سے باہر نکال دیا۔"

**هذا یجود بما یجود بعکسه		هذا فیحمد ذا و ذاک یلام**

''شہد کی مکھی کے جسم کی تاثیر بھڑ کے جسم کی تاثیر کے برعکس ہے کیونکہ شہد کی مکھی کے جسم سے نکلنے والے شہد کی وجہ سے اس کی تعریف کی جاتی ہے اور بھڑ کے جسم سے نکلنے والے زہر کی وجہ سے اس کی ملامت کی جاتی ہے۔''

ابن ابی الدنیا نے مختار تیمی سے روایت کی ہے کہ مختار تیمی فرماتے ہیں۔ مجھ سے ایک آدمی نے بیان کیا کہ ہم ایک مرتبہ سفر کیلئے روانہ ہوئے اور ہمارے ساتھ ایک ایسا آدمی بھی تھا جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو برا بھلا کہتا تھا۔ پس ہم نے اسے منع کیا لیکن وہ باز نہیں آیا۔ پس ایک دن وہ قضاء حاجت کیلئے باہر نکلا تو اس کو سرخ بھڑیں لپٹ گئیں۔ پس اس نے مدد کے لئے چیخ و پکار کی۔ پس ہم اس کی مدد کو گئے لیکن بھڑوں نے اس کو نہیں چھوڑا۔ یہاں تک کہ اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسے ہلاک کر دیا۔ ابن سبع نے شفاء الصدور میں یہی حکایت لکھی ہے لیکن اس میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ راوی کہتے ہیں ہم اس کے لئے قبر کھودنے لگے تو زمین اتنی سخت ہوگئی کہ ہم اس کو کھودنے پر قادر نہیں تھے۔ پس ہم نے اس کو زمین پر ڈال دیا اور اس کے جسم کو درخت کے پتوں اور پتھروں سے ڈھانپ دیا۔ راوی کہتے ہیں ہم میں سے ایک آدمی اسی جگہ پیشاب کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ پس اس کے آلہ تناسل پر ایک بھڑ آ کر بیٹھ گئی لیکن اس نے اس کو نقصان نہیں پہنچایا۔ پس ہم نے جان لیا کہ یہ بھڑیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور عذاب اس شخص پر مسلط کی گئی تھیں۔ یحییٰ بن معین نے فرمایا ہے کہ یعلیٰ بن منصور رازی بغداد کے کبار علماء میں سے ہیں اور ان سے امام مالکؒ اور امام لیثؒ نے حدیث بھی نقل کی ہے۔ یعلیٰ بن منصور فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک بھڑ میرے سر پر بیٹھ گئی۔ پس میں اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا اور نہ ہی کوئی حرکت کی۔ یہاں تک کہ میں نے نماز مکمل کر لی۔ پس نماز کی تکمیل کے بعد میں نے دیکھا تو میرا سر بھڑ کے کاٹنے کی وجہ سے پھول کر بڑا ہو گیا تھا۔

الحکم بھڑ کا کھانا حرام ہے اور اس کو قتل کرنا مستحب ہے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے زنبور (یعنی بھڑ) کو قتل کیا اس نے تین نیکیاں کمائیں۔ (رواہ ابن عدی) خطابی نے ''معالم السنن'' میں لکھا ہے کہ زنبور کے گھروں کو آگ سے جلانا مکروہ ہے۔

امام احمدؒ سے زنبور کے گھروں کے نیچے دھواں کرنے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا جب زنبور سے اذیت پہنچنے کا خدشہ ہو تو اس کے گھر کے نیچے دھواں کرنے میں کوئی حرج نہیں اور میرے نزدیک بھڑ کے گھر کے نیچے دھواں کرنا آگ کے ذریعے جلانے سے بہتر ہے۔ نیز بھڑ کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں کیونکہ یہ حشرات الارض میں سے ہے۔

خواص جب زنبور کو تیل میں ڈال دیا جائے تو اس کی موت واقع ہو جاتی ہے اور سرکہ میں ڈال دیا جائے تو فوراً زندہ ہو جاتا ہے۔ اگر بھڑ کے بچوں کو چھتہ سے نکال کر تیل میں جلایا جائے اور پھر اس میں سنداب اور زیرہ ڈال لیا جائے تو اس کا کھانا قوت باہ اور شہوت میں اضافہ کرتا ہے۔ عبدالملک بن زہر نے کہا ہے کہ ''عصارۃ الملوخیا'' کو بھڑ کے کاٹے پر ملنے سے درد وغیرہ ختم ہو جاتا ہے۔

التعبیر زنبور کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر دشمن، جنگ جو، ڈاکو، مستری اور حرام مال سے دی جاتی ہے۔ بعض اوقات بھڑ کو خواب میں دیکھنا زہر کھانے یا پینے کی طرف دلالت کرتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زنبور کو خواب میں دیکھنا ایسے جھگڑالو مرد کی طرف اشارہ ہے

جو لڑائی میں ثابت قدم ہو اور حرام کھانے والا ہو کیونکہ بھڑیں جب کسی مکان میں داخل ہوتی ہیں تو بہت جلدی سے داخل ہوتی ہیں اور بہت بہادر ہوتی ہیں لوگوں کو ان کے نکالنے میں بہت جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ زنبور کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر ایسے مرد سے دی جاتی ہے جو ناحق لڑائی کرنے والا ہو کیونکہ یہودی کہتے ہیں کہ زنبور اور کوے کو خواب میں دیکھنا خون بہانے والے اور جھگڑنے والے شخص کی طرف اشارہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بھڑوں کو خواب میں دیکھنا ایسی قوم کی طرف اشارہ ہے جس میں رحمت و شفقت نہیں پائی جاتی۔ (واللہ اعلم)

الزندبیل

''الزندبیل''[1] اس سے مراد بڑا ہاتھی ہے۔ یحیٰ بن معین نے اپنے شعر میں اس کا ذکر کیا ہے۔

وَجَاءَ تْ قُرَیْش'' قُرَیْشُ الْبَطَاحِ اِلَیْنَا هُمُ الدَوْلُ الْجَالِیَة

''اور آئے ہمارے پاس بطحا کے قریش اس حال میں کہ ان کا اقتدار ختم ہو چکا تھا۔''

یقودهم الفیل والزندبیل و ذوالضرس والشفة العالیة

''اور ان کے قائد عبدالملک اور ابان بن بشیر ہیں اور یہ ابن مسلمہ مخزومی کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔''

''الزندبیل'' بڑے ہاتھی کو کہا جاتا ہے لیکن اس شعر میں یحیٰ بن معین نے ''الفیل'' اور ''الزندبیل'' سے عبدالملک اور ابان بن بشیر جو بشر بن مروان کے بیٹے ہیں' کو مراد لیا ہے۔ انہوں نے ابن ہبیرہ کے ساتھ مل کر قتال کیا تھا اور شعر میں ''ذوالضرس'' اور ''الشفۃ العالیۃ'' سے یحیٰ بن معین کی مراد خالد بن مسلمہ مخزومی ہیں جو الفاء فاء الکوفی کے نام سے مشہور ہیں اور ان سے امام مسلمؒ اور محدث اربعہ نے روایت کی ہے۔ نیز شعبی اور شعبہ بن حجاج وغیرہ نے بھی ان سے روایت کی ہے۔ خالد بن مسلمہ کا تعلق مرجیہ فرقہ سے تھا اور یہ حضرت علیؓ سے بغض و عناد رکھتا تھا۔ خالد بن مسلمہ کو ابن ہبیرہ کے ساتھ گرفتار کیا گیا اور خلیفہ منصور نے اس کی زبان کاٹ کر اسے قتل کر دیا۔

اَلزَّهدَمُ

''اَلزَّهدَمُ'' (زا پر زبر یا ساکن اور دال پر زبر ہے) اس سے مراد صقر (باز کی ایک قسم) ہے۔ نیز باز کے بچوں کو بھی ''زَهدَمُ'' کہا جاتا ہے۔ پس زہدم بن مضرب الجرمی بھی اسی نام سے پکارے جاتے ہیں۔ زہدم بن مضرب سے امام بخاریؒ مسلمؒ ترمذیؒ اور نسائیؒ نے روایت کی ہے۔ پس بنی عبس کے دو بھائی زہدم اور کردم کو بھی ''اَلزَّهدمان'' کہا جاتا تھا۔ قیس بن زہیر نے ان دو بھائیوں کے متعلق کہا ہے کہ

جزانی الزهدمان جزاء سوء و کنت المرء یجزی بالکرامة

''مجھے زہدمان نے برا بدلہ دیا حالانکہ میں ایسا آدمی ہوں جس کی عزت کی جاتی ہے۔''

---

[1] ہاتھی: Elephent (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۶۶۹)

ابوزریق

''ابوزریق'' اس کی تفصیل ''باب القاف'' میں آئے گی۔ انشاء اللہ۔ یہ چڑیا کی مانند ایک پرندہ ہے۔ اس کا مختصر تذکرہ ''الزریاب'' کے عنوان سے پہلے گزر چکا ہے۔ یہ پرندہ انسانوں سے الفت رکھتا ہے اور تعلیم کو بہت جلد قبول کر لیتا ہے اور کچھ بھی اسے سکھایا جائے جلدی سیکھ جاتا ہے۔ بعض اوقات اس خصوصیت میں یہ طوطے سے بھی آگے بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ یہ طوطے سے زیادہ شریف النسل ہے اور جو حروف اس کو سکھائے جاتے ہیں وہ اس قدر واضح بولتا ہے کہ سننے والا یوں محسوس کرتا ہے گویا کہ انسان گفتگو کر رہا ہے۔

الحکم

اس پرندے کا گوشت حلال ہے کیونکہ یہ نجاست کو نہیں کھاتا۔

ابوزیدان

''ابوزیدان'' پرندے کی ایک نوع کو کہا جاتا ہے۔

ابوزیاد

''ابوزیاد'' اس سے مراد گدھا ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

زیاد لست ادری من ابوہ ولکن الحمار ابو زیاد

''مجھے اس بات کا علم تو نہیں ہے کہ زیاد کا باپ کون ہے؟ لیکن میں اس بات کو اچھی طرح جانتا ہوں کہ ابوزیاد گدھے کو کہا جاتا ہے۔''

تحاول ان تقیم أبا زیاد و دون قیامہ شیب الغراب

''تم چلو! اس سے پہلے کہ ابوزیاد کھڑا ہو جائے کیونکہ اس کا کھڑا ہونا کوؤں کو بوڑھا کر دیتا ہے۔''

باب السین

سابوط

"سابوط" ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک دریائی جانور ہے۔

ساق حر

"ساق حر" اس سے مراد نر قمری ہے۔ لفظ "ساق حر" سے مراد قمری ہونے میں اہل علم کے درمیان اختلاف نہیں ہے۔ کمیت نے کہا ہے کہ ؎

تغرید ساق علی ساق یجاو بہا
من الھواتف ذات الطوق و العطل

"جب قمری کسی درخت پر بیٹھ کر گاتی ہے تو تمام پرندے خواہ ان کے گلے میں کنٹھی ہو یا نہ ہو اس کی اتباع میں گانے لگتے ہیں۔"

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس شعر میں لفظ "ساق" جو پہلے استعمال ہوا ہے' سے مراد قمری ہے اور دوسرے "ساق" سے مراد درخت کی شاخ ہے۔ حمید بن ثور ہلالی نے کہا ہے کہ ؎

وما ھاج ھذا الشوق الا حمامة
دعت ساق حر نزھة وترنما

"اور اس شوق کو ایک فاختہ کے علاوہ کسی نے برانگیختہ نہیں کیا جس نے ایک قمری کو دعوت دی اور دونوں مل کر گنگنانے لگیں۔"

مطوقة غراء تسجع کلما
دنا الصیف وانحال الربیع فأنجما

"اس قمری کی گردن میں کنٹھی ہے اور اس کی پیشانی چمک رہی ہے اور وہ موسم گرما اور موسم بہار کی آمد پر گاتی ہیں جب درختوں میں شاخیں نکل آتی ہیں۔"

محلاة طوق لم تکن من تمیمة
ولاضرب صواغ بکفیه درھما

"قمری کی گردن میں کنٹھی تو ہے لیکن تعویذ نہیں اور اس کے پنجوں میں ایسے سکے ہیں جو ڈھلے ہوئے ہوں۔"

تغنت علی غصن عشاء فلم تدع
لنائحة من نوحھا متألما

"قمری ایک رات ایک درخت کی شاخ پر بیٹھ کر گانے لگی اور اس نے کسی نوحہ کرنے والی کا نوحہ نہیں چھوڑا جس سے دل غمگین ہوا ہو۔"

اذا حرکته الریح أو مال میلة
تغنت علیه مائلا و مقوما

"جب اس کو ہوا حرکت دیتی تھی یا وہ خود ہی حرکت کرتی تھی تو وہ گاتے ہوئے کبھی ٹیڑھی ہو جاتی تھی اور کبھی سیدھی ہو جاتی تھی۔"

عجبت لھا أنی یکون غناؤھا
فصیحا ولم تثغر بمنطقھا فما

"میں اس کے عجیب و غریب گانے پر متعجب ہوا کہ اس طرح کا گانا اس نے کہاں سے سیکھا حالانکہ اس کی چونچ تو گانے کیلئے نہیں بنائی گئی۔"

فلم أرمثلی شاقه صوت مثلها ولا عربیا هاجه صوت أعجما

''پس میں نے قمری جیسی آواز کبھی نہیں سنی اور نہ ہی گانے کی ایسی عربی لے دیکھی جسے عجمی سر نے متاثر کیا ہو۔''

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ قمری کو اس کی آواز کی مشابہت کی وجہ سے ''ساق حر'' کہا جاتا ہے کیونکہ جب یہ پرندہ آواز نکالتا ہے تو اس کی آواز سے ''ساق حر''''ساق حر'' کے الفاظ سنائی دیتے ہیں۔ اس لئے اس پر اعراب نہیں آتے اور اسے غیر منصرف پڑھا جاتا ہے۔ اس کا تفصیلی ذکر انشاء اللہ باب القاف میں ''القمری'' کے تحت آئے گا۔

السالخ

''السالخ'' اس سے مراد سیاہ رنگ کا سانپ ہے۔ اس کی تفصیل ''باب الھمزہ'' میں ''الافعی'' کے تحت گزر چکی ہے۔

سام أبرص

''سام أبرص'' اہل لغت نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک بڑی قسم کا گرگٹ ہے۔ ''سام أبرص'' دو اسموں سے مرکب ہوکر ایک اسم بن گیا ہے۔ اس کے پڑھنے کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ اسے خَمْسَةَ عَشَرَ کی طرح مبنی علی الفتح پڑھا جائے یعنی ''سَامَ أَبْرَصَ''۔ دوسری صورت یہ ہے کہ پہلے اسم کو معرب مان کر دوسرے اسم کی طرف مضاف کر دیا جائے اور مضاف الیہ غیر منصرف ہونے کی وجہ سے مفتوح رہے گا۔ اس لفظ کا تثنیہ اور جمع نہیں آتا۔ نیز تثنیہ کیلئے کہیں گے ''ھذان ساما ابرص'' اور جمع کے لئے کہیں گے ''ھؤلاء سوام ابرص'' پس اگر آپ چاہیں تو یہ بھی کہہ سکتے ہیں ''ھؤلاء السوام'' لیکن اس میں ''ابرص'' کا ذکر نہیں کریں گے۔ نیز یہ بھی کہہ سکتے ہیں **''ھؤلاء البرصة والابارص''** لیکن اس میں ''سام'' کا ذکر نہیں کریں گے۔ شاعر نے کہا ہے کہ

واللہ لو کنت لھذا خالصا ما کنت عبداً اکل الابارصا

''اور اللہ کی قسم اگر اس معاملہ میں میری نیت ٹھیک ہوتی تو میں کبھی ''سام ابرص'' کی پوجا نہ کرتا۔''

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ گرگٹ کی اس قسم کو ''سام ابرص'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ''سم'' یعنی زہر رکھا ہے اور اس کے جسم پر برص کی طرح کے نشانات پیدا کئے ہیں۔ اس کی تفصیل انشاء اللہ ''باب الواؤ'' میں ''الوزغ'' کے تحت آئے گی۔ اس حیوان کی یہ خصوصیت ہے کہ اگر اس کے گوشت کو نمک کے ساتھ ملا دیا جائے تو اس میں برص کے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں۔ پس جو انسان بھی اس کے گوشت کو کھالے گا۔ اسے برص کا مرض لاحق ہو جاتا ہے۔

الحکم اس جانور کا کھانا حرام ہے کیونکہ یہ گندہ اور زہریلا جانور ہے۔ اسی لئے اس کے قتل کا حکم دیا گیا ہے۔ نیز اس کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اس کی بیع بے فائدہ ہے۔ واللہ اعلم۔

خواص گرگٹ کا خون ایسے شخص کے سر پر مل دیا جائے جو گنجے پن کے مرض میں مبتلا ہو تو اس کے سر پر بال اگ آئیں گے۔ گرگٹ کا جگر دانتوں کے درد میں باعث سکون ہے اور اس کا گوشت بچھو کے کاٹے پر رکھنا بے حد مفید ہے۔ اس کی جلد ''موضع الفتق'' میں رکھ دی جائے تو اس عارضہ کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ گرگٹ ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتا جس میں زعفران کی خوشبو موجود ہو۔

تعبیر گرگٹ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر چغل خور اور فاسق و فاجر شخص سے دی جاتی ہے۔ ارطامیدورس نے کہا ہے کہ گرگٹ کو خواب میں دیکھنا تنگدستی کی جانب اشارہ ہے۔

السانح

''السانح'' اس سے مراد وہ ہرن یا پرندہ ہے جو بائیں جانب سے آئے۔ اہل عرب شکاری کی دائیں جانب سے آنے والے پرندے یا جانور کو ''السانح'' کہتے ہیں اور شکاری کی بائیں جانب سے آنے والے جانور یا پرندے کو جس کا شکار کیا جاتا ہے۔ ''البارح'' کہتے ہیں۔ ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ یونس سے ''السانح'' اور ''البارح'' کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ''السانح'' شکاری کی دائیں طرف سے آنے والے جانور یا پرندے کو کہتے ہیں اور ''البارح'' شکاری کی بائیں جانب سے آنے والے پرندے کو کہتے ہیں۔ چنانچہ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب ایسے جانور یا پرندے کو بابرکت سمجھتے تھے جو شکاری کی دائیں جانب سے آتا تھا اور ایسے جانور یا پرندے کو منحوس سمجھتے تھے جو شکاری کی بائیں جانب سے آتا تھا۔ پس اہل عرب کا یہ عقیدہ لوگوں کے لئے ان کے حصول مقاصد سے مانع تھا اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''لاطیرۃ'' فرما کر بدفالی کا قلع قمع کر دیا اور فرمایا کہ ''سانح'' میں نفع اور نقصان کی کوئی تاثیر موجود نہیں ہے۔ لبید نے کہا ہے کہ ؎

لعمرک ما تدری الطوارق بالحصا ولا زاجرات الطیر ما اللہ صانع

''تیری عمر کی قسم جیسے سنگلاخ علاقہ میں اترنے والے شب میں نہیں جانتے ایسے پرندوں کو بھگا کر فال نکالنے والوں کو بھی کچھ معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کیا کرنے والا ہے۔''

''الطیرۃ'' (بدفالی) کے متعلق عنقریب انشاء اللہ باب الطاء اور ''باب اللام'' میں ''الطیر'' اور ''اللقحۃ'' کے تحت مفصل تذکرہ آئے گا۔

اَلسُّبَدُ

''اَلسُّبَدُ'' (سین پر پیش اور با پر زبر ہے) اس سے مراد ایسا پرندہ ہے جس کے بہت زیادہ بال ہوں۔ جیسے ایک ایک پانی کا قطرہ بہنے والے پانی کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''سُبدان'' کا لفظ مستعمل ہے۔ راجز شاعر نے کہا ہے کہ ؎

اکل یوم عرشها مقیلی حتی تری المئزر ذا الفضول

''میں اپنے گوشہ چشم کو کھانے والا ہوں۔ یہاں تک کہ وہ دور کے مناظر کا مشاہدہ کرے۔''

مثل جناح السبد الغسیل جیسے پانی میں تر بازو ہلائے جاتے ہیں۔

اہل عرب گھوڑے کو جب پسینہ آجائے تو اس کو بھی ''السبد'' سے تشبیہ دیتے ہیں۔ طفیل عامری نے کہا ہے کہ ''**کأنه سبد بالماء مغسول**''

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب (یعنی شوافع) نے اس کے شرعی حکم کے بارے میں کلام نہیں کیا ہے۔

اَلسُّبُعُ

''اَلسُّبُعُ'' (باء پر پیش اور سکون دونوں حرکتیں آسکتی ہیں) اس سے مراد وہ تمام پرندے ہیں جو پھاڑ کر کھانے والے ہوں۔ اس کی جمع کے لئے ''أَسْبُع'' اور ''سِبَاع'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔ پس ''أرض مسبعة'' سے مراد وہ زمین ہے جس میں بکثرت درندے رہتے ہیں۔ حسن اور ابن حیوۃ نے قرآن کریم کی اس آیت ''وما أكل السبع'' کو باء کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔ نیز یہ اہل نجد کی لغت ہے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ نے عتیبہ بن ابی لہب کے متعلق کہا ہے کہ ؎

من یرجع العام الی اهله　　فما أكيل السبع بالراجع

''کون ہے جو اس سال اپنے گھر والوں کی طرف لوٹے گا۔ پس جسے درندے نے کھالیا ہو وہ واپس لوٹنے والا نہیں ہے۔''

حضرت ابن مسعودؓ نے اس شعر میں ''اکیل السبع'' کو ''اکیلۃ السبع'' پڑھا ہے لیکن حضرت ابن عباسؓ نے ''اکیل السبع'' ہی پڑھا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ درندہ کو ''السبع'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ ''السبع'' سات کے معنوں میں مستعمل ہے اور اس لئے بھی درندہ کو ''السبع'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے کہ یہ اپنی ماں کے پیٹ میں سات مہینوں تک رہتا ہے اور درندہ کی مادہ اکثر سات بچے جنتی ہے۔ نیز نر درندہ سات سال کے بعد جفتی کے قابل ہوتا ہے۔ ابوعبداللہ یاقوت الحموی نے ''کتاب المشترک'' کے ''باب الغین'' میں لفظ ''الغابة'' کے تحت لکھا ہے کہ ''الغابۃ'' ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے چار میل کے فاصلہ پر ملک شام کی طرف جانے والے راستے پر واقع ہے۔ اس کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں بھی موجود ہے کیونکہ اس جگہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس درندوں کا ایک وفد اپنی خوراک کے متعلق سوال کرنے کے لئے حاضر ہوا تھا۔

حدیث شریف میں ''السبع'' کا تذکرہ حضرت عبداللہ بن حطب سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کے درمیان تشریف فرما تھے کہ ایک بھیڑیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا ہو کر اپنی آواز میں کچھ کہنے لگا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ درندوں کا قاصد تمہارے پاس آیا ہے۔ پس اگر تم پسند کرو تو اس کے لئے کوئی غذا مقرر کر دو اور تم چاہو تو اسے اسی حالت پر رہنے دو اور اس سے احتراز کرو۔ پس بھیڑیئے جو چیز پالیں وہی ان کا رزق ہے۔ پس صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا دل نہیں چاہتا کہ ہم بھیڑیوں کی غذا کے لئے کسی چیز کو مخصوص کر دیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تین انگلیوں کے اشارے سے بھیڑیئے کو لوٹ جانے کا حکم دیا۔ پس وہ واپس چلا گیا۔ (طبقات ابن سعد)

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ تحقیق اس سے قبل ''باب الذال'' میں ''الذئب'' کے تحت بھیڑیئے کا تفصیلی تذکرہ کر دیا گیا ہے۔ نیز ''وادی سباع'' (درندوں کی وادی) رقہ کے راستے میں بصرہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے جہاں پر وائل بن قاسط کا اسماء بنت رویم پر گزر ہوا تھا۔ پس اس لڑکی کو دیکھ کر وائل بن قاسط کے دل میں برا خیال پیدا ہوا۔ پس اس لڑکی نے کہا کہ اللہ کی قسم اگر تو میری طرف بری نیت کے ساتھ بڑھا تو میں ضرور درندوں کو اپنی مدد کے لئے بلاؤں گی۔ پس وائل بن قاسط نے کہا کہ میں اس وادی میں تیرے

علاوہ کسی کو نہیں دیکھ رہا۔ پس وہ لڑکی اپنے بیٹوں کو آواز دینے لگی۔ ''یَا کَلْبُ، یَاذِئْبُ، یَافَھْدُ، یَارَبُّ، یَاسَرحَانُ، یَااَسَدُ، یَاسَبُعُ، یَا ضَبُعُ، یَانَمِرُ۔'' پس وہ سب ہاتھوں میں تلوار لئے ہوئے وہاں حاضر ہوگئے۔ پس وائل بن قاسط یہ منظر دیکھ کر کہنے لگا کہ نہیں ہے یہ مگر وادی سباع۔ پس اس وقت سے اس جگہ کا نام وادی سباع (درندوں کی وادی) پڑ گیا۔

صحیحین میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازی کو سجدہ میں درندوں کی طرح ہاتھ پھیلانے سے منع فرمایا ہے۔

امام ترمذیؒ اور حاکمؒ نے حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک درندے انسانوں سے بات نہیں کریں گے اور جب تک کسی شخص سے اس کی (یعنی جانور کی) چابک کی رسی اور اس کے جوتے کا تسمہ کلام نہیں کریں گے اور اس کی ران اسے بتا دے گی کہ اس کی عدم موجودگی میں اس کی بیوی نے کیا کیا۔ امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اور ہمیں یہ حدیث قاسم بن فضل سے پہنچی ہے جو محدثین کے نزدیک ثقہ اور مامون ہیں اور انہیں یحییٰ بن سعید اور عبدالرحمٰن بن مہدی نے بھی ثقہ قرار دیا ہے۔

فائدہ دارقطنی میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کیا ہم گدھوں کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرلیا کریں۔ پس نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ درندوں کے بچے ہوئے پانی سے بھی (وضو کرلیا کرو۔)

سہیلی نے کہا ہے کہ ''وَبِمَا اَفْضَلَتُ السَّبَاعِ'' کے الفاظ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو اس بات کی اجازت دی کہ وہ گدھے کے بچے ہوئے پانی کے ساتھ ساتھ درندوں کے بچے ہوئے پانی سے بھی وضو کرلیا کریں۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی مثل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''سَبْعَۃٌ وَثَامِنُھُمْ کَلْبُھُمْ'' مفسرین نے کہا ہے کہ ''وَثَامِنُھُمْ'' میں لفظ واؤ قائلین کی تصدیق پر دلالت کرتا ہے کیونکہ ان اصحاب کہف کے ساتھ آٹھواں کتا تھا جیسے کوئی کہے کہ زید شاعر ہے۔ پس دوسرا آدمی اس کے جواب میں کہے کہ زید شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہ بھی ہے۔ علامہ زمخشریؒ نے فرمایا ہے یہ واؤ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اصحاب کہف کی تعداد سات ہے اور ان کے ساتھ آٹھواں ان کا کتا ہے۔ قشیریؒ نے اپنے رسالہ کے شروع میں ''بنان الجمل'' کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ایک عظیم الشان بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب کرامت بھی تھے۔ پس ایک مرتبہ آپ کو کسی درندے کے سامنے ڈال دیا گیا۔ پس درندے نے آپ کو سونگھنا شروع کیا لیکن کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا۔ پس جب وہ درندہ وہاں سے چلا گیا تو آپ سے پوچھا گیا کہ جب درندہ آپ کو سونگھ رہا تھا تو آپ کے دل کی کیا کیفیت تھی۔ آپ نے فرمایا کہ میں درندوں کے جھوٹے پانی کے سلسلہ میں اہل علم کے اختلاف کے بارے میں غور و فکر کر رہا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت سفیان ثوریؒ ایک مرتبہ شیبان الراعیؒ کے ہمراہ حج کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ پس راستے میں اچانک ایک درندہ ان کے سامنے آ گیا۔ پس سفیان ثوریؒ نے شیبان الراعیؒ سے کہا کہ کیا آپ اس درندے کو دیکھ رہے ہیں۔ پس شیبانؒ نے جواب دیا۔ آپ خوفزدہ نہ ہوں۔ پھر شیبانؒ نے اس درندہ کا کان پکڑا اور اس پر سوار ہوگئے۔ پس وہ درندہ اپنی دم ہلانے لگا۔ پس سفیانؒ نے کہا یہ کیا شہرت کی باتیں ہیں؟ پس شیبانؒ نے فرمایا اگر مجھے شہرت کا ڈر نہ ہوتا تو میں اپنا سامان اس

درندے کی پیٹھ پر لاد دیتا یہاں تک کہ مکہ مکرمہ پہنچ جاتا۔ حافظ ابونعیم نے ''الحلیۃ'' میں لکھا ہے کہ حضرت شیبان راعیؒ کو جب جنبی ہونے کے بعد غسل کی ضرورت پیش آتی اور آپ کے پاس پانی نہ ہوتا تو آپ اپنے رب سے دعا کرتے تو بادل کا ایک ٹکڑا آپ پر برستا۔ پس آپ اس کے ذریعے غسل فرما لیتے۔ پھر اس کے بعد بادل کا ٹکڑا واپس چلا جاتا۔ نیز جب حضرت شیبانؒ نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے تشریف لے جاتے تو اپنی بکریوں کے اردگرد ایک خط کھینچ دیتے تھے۔ پس جب واپس تشریف لاتے تو بکریوں کو اسی خط کے اندر پاتے اور بکریاں اس خط میں حرکت بھی نہیں کرتی تھیں۔ امام ابوالفرج بن جوزیؒ وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کا گزر ایک مرتبہ شیبان راعیؒ پر ہوا۔ پس امام احمدؒ نے فرمایا کہ میں ضرور اس چرواہے سے سوالات کروں گا اور میں دیکھوں گا وہ کیا جوابات دے گا۔ پس امام شافعیؒ نے امام احمدؒ سے کہا کہ اس سے سوالات کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ پس امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ میں ضرور ان سے سوالات کروں گا۔ پس امام احمدؒ نے فرمایا اے شیبانؒ آپ کی کیا رائے ہے اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص نے چار رکعت نماز کی نیت باندھی لیکن تین رکعت پڑھنے کے بعد وہ چوتھی رکعت میں سجدہ کرنا بھول گیا۔ حضرت شیبانؒ نے کہا اپنے مذہب کے مطابق جواب دوں یا آپ کے مذہب کے مطابق؟ پس امام احمدؒ نے فرمایا کیا دو مذہب ہیں؟ حضرت شیبانؒ نے فرمایا ہاں' آپ کے مذہب کے مطابق اس نمازی کو دو رکعت پڑھ کر سجدہ سہو کرنا چاہئے تھا لیکن میرے مذہب کے مطابق اس نمازی کے متعلق حکم یہ ہے کہ جس آدمی کا دل منقسم ہو' اس کے لئے واجب ہے کہ وہ اپنے دل کو سخت تکلیف پہنچائے یہاں تک کہ وہ دوبارہ ایسا نہ کرے۔ امام احمدؒ نے فرمایا کہ آپ کیا کہتے ہیں اس شخص کے متعلق جس کی ملکیت میں چالیس بکریاں ہوں اور ان پر ایک سال بھی گزر چکا ہو۔ پس اس پر کس قدر زکوٰۃ فرض ہوگی۔ حضرت شیبانؒ نے فرمایا آپ کے مسلک کے مطابق اس آدمی پر ایک بکری واجب ہے لیکن ہمارے نزدیک غلام اپنے آقا کی موجودگی میں کسی چیز کا مالک نہیں ہے۔ پس امام احمدؒ پر غشی طاری ہوگئی۔ پس جب آپ کو افاقہ ہوا تو حضرت شیبانؒ اور امام شافعیؒ سے رخصت ہو گئے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض کتب میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ حضرت امام شافعیؒ حضرت شیبانؒ کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے اور ان سے مسائل کے متعلق سوال کرتے تھے۔ پس امام شافعیؒ سے کہا گیا کہ آپ ایک بدوی سے سوال کرتے ہیں۔ پس آپ نے جواب دیا کہ یہ ہم سے بلند مرتبہ شخصیت ہیں۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت شیبانؒ ناخواندہ تھے اور اہل علم کی نظر میں ناخواندہ آدمی کی اتنی قدر و منزلت تھی تو ہماری نظر میں ان کا کتنا عظیم الشان مرتبہ ہونا چاہئے۔ پس ائمہ مجتہدین جن میں امام شافعیؒ بھی ہیں۔ علماء باطن کی فضیلت کے معترف تھے۔ تحقیق امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ اگر علماء دین اور اولیاء اللہ ہی ولی نہیں ہیں تو پھر ان کے علاوہ اور کوئی بھی اللہ کا دوست نہیں ہوسکتا۔ تحقیق حکایت بیان کی گئی ہے کہ ابوالعباس بن شریح جب لوگوں کے سامنے عجیب و غریب علمی نکات بیان فرماتے تو ان سے کہتے کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ فیض مجھے کہاں سے حاصل ہوا ہے؟ پھر جواب دیتے ہوئے فرماتے کہ یہ سب کچھ مجھے ابوالقاسم جنید بغدادیؒ کی صحبت سے حاصل ہوا ہے۔ حضرت شیبان راعیؒ ہمیشہ یہ دعا پڑھتے تھے۔

"یَا وَدُوْدُ یَا وَدُوْدُ یَاذَا الْعَرْشِ الْمَجِیْدِ یَا مُبْدِئُ یَا مُعِیْدُ یَافَعَّالُ" لِمَا یُرِیْدُ أَسْأَلُکَ بِعِزِّکَ الَّذِیْ لَا یَرَامُ وَبِمُلْکِکَ الَّذِیْ لَا یَزُوْلُ وَبِنُوْرِ وَجْھِکَ الَّذِیْ مِلأُ أَرْکَانِ عَرْشِکَ وَبِقُدْرَتِکَ الَّتِیْ قَدَرْتَ بِھَا عَلٰی جَمِیْعِ خَلْقِکَ أَنْ تَکْفِیَنِیْ شَرَّ الظَّالِمِیْنَ أَجْمَعِیْنَ۔

تحقیق کسی شاعر نے اولیاء کرام کی شان میں ایک قصیدہ لکھا ہے جس میں حضرت شیبان راعیؒ کا بھی ذکر ہوا ہے۔ اس قصیدہ کا ایک شعر درج ذیل ہے

شَیْبَانَ قَدْ کَانَ رَاعِیْ — وَسِر" سِرُّہٗ مَا اخْتَفٰی

"یہ قوم کی نگرانی کرنے والے تھے لیکن ان کے راز بھی مخفی نہ رہے۔"

فاجھد وخل الدعاوی — إن کان لک شیء بان

"پس تم بھی ان کی طرح بننے کی جدوجہد کرو بشرطیکہ تم ایسا بننا چاہتے ہو۔"

"کتاب الرسالۃ" کے باب "کرامات الاولیاء" میں مذکور ہے کہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری کے مکان میں ایک کمرہ ایسا بھی تھا جو لوگوں میں "بیت السباع" کے نام سے جانا جاتا تھا۔ پس درندے آپ کے پاس آتے تھے۔ پس آپ انہیں اس کمرہ میں داخل کر دیتے تھے اور ان کی ضیافت کرتے اور انہیں گوشت کھلاتے تھے۔ پھر اس کے بعد انہیں واپس بھیج دیتے تھے۔ کفایۃ المعتقد میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ تستری بغیر کسی حرکت کے زمین پر بیٹھے بیٹھے دوسری جگہ پہنچ جاتے تھے۔ واقعہ کی تفصیل یوں ہے۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں کہ میں نے جمعہ کے دن وضو کیا اور نماز ادا کرنے کے لئے مسجد کی طرف گیا۔ پس جب مسجد میں داخل ہوا تو مسجد لوگوں سے بھری ہوئی تھی اور خطیب منبر پر خطبہ دینے کے لئے بیٹھنے کا ارادہ کر رہے تھے کہ میں نے خلاف ادب حرکت کی کہ میں لوگوں کی گردنوں کو پھاندتا ہوا اگلی صف میں جا کر بیٹھ گیا۔ پس جب میں نے دائیں طرف دیکھا تو مجھے ایک نوجوان نظر آیا جو بہت خوبصورت تھا اور اس نے خوشبو لگائی ہوئی تھی اور اچھا لباس پہنا ہوا تھا۔ پس جب اس نوجوان نے میری طرف دیکھا تو کہنے لگا اے سہل تیرا کیا حال ہے؟ پس میں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح کرے۔ میں خیریت سے ہوں۔ پس میں غور و فکر کرنے لگا کہ یہ شخص مجھے جانتا ہے لیکن میں اسے نہیں جانتا۔ پس میں غور و فکر کر رہا تھا کہ اچانک مجھے پیشاب کی شدت محسوس ہوئی جس کی وجہ سے میری حالت بگڑ گئی۔ پس میں نے سوچا اگر پیشاب کرنے کے لئے مسجد سے باہر نکلتا ہوں تو نمازیوں کی گردنوں کو پھاندتا ہوا نکلوں گا اور اگر یہیں بیٹھا رہا تو میری نماز نہیں ہوگی۔ پس وہ نوجوان میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا اے سہل کیا تجھے پیشاب کی شدت نے تنگ کر رکھا ہے؟ پس میں نے کہا ہاں۔ پس اس نوجوان نے اپنے گھٹنوں کے نیچے سے ایک کمبل نکالا۔ پس اس کمبل کے ذریعے اس نے مجھے ڈھانپ دیا۔ پھر کہا کہ اپنی حاجت جلدی پوری کر تا کہ تمہیں نماز مل جائے۔ سہل کہتے ہیں مجھ پر غشی طاری ہوگئی۔ پس جب میری آنکھ کھلی تو مجھے ایک دروازہ نظر آیا جو کھلا ہوا تھا۔ پس میں نے کہنے والے کی پکار کو سنا جو کہہ رہا تھا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ دروازے میں داخل ہو کر اندر آ جاؤ۔ پس میں اندر گیا تو میں نے ایک عالیشان محل دیکھا جس میں کھجور کا ایک درخت ہے اور اس کے ایک جانب وضو خانہ ہے جس میں پانی بھرا ہوا ہے اور یہ پانی شہد سے بھی زیادہ میٹھا ہے اور اس کے ایک جانب پانی گرنے اور بہنے

کیلئے نالی بھی موجود ہے۔ نیز غسل خانہ میں تولیہ بھی لٹکا ہوا ہے اور طاق میں ایک مسواک بھی موجود ہے۔ پس میں نے اپنے کپڑے اتارے اور پانی اپنے اوپر بہا کر غسل کیا اور پھر تولیہ کے ذریعے اپنے جسم کو خشک کیا اور کپڑے پہن لئے۔ پس میں نے پکارنے والی کی پکار سنی جو کہہ رہا تھا۔ اے سہل اگر تم نے اپنی حاجت پوری کر لی ہے تو اس سے آگاہ کرو۔ پس میں نے کہا' ہاں۔ پس اس نوجوان نے میرے اوپر سے کمبل اتار لیا۔ پس میں نے دیکھا تو میں اسی اپنی جگہ پر موجود تھا لیکن کسی ایک آدمی کو بھی میرے ساتھ ہونے والے معاملہ کی خبر نہیں تھی۔ پس میں اس معاملہ کے متعلق غور وفکر کرتا رہا۔ پس اس کے بعد جماعت کھڑی ہوگئی اور میں نے نماز ادا کی لیکن میں اسی نوجوان کے متعلق سوچتا رہا تا کہ اس کو پہچان سکوں۔ پس جب وہ نوجوان نماز سے فارغ ہو کر جانے لگا تو میں بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ پس قریب تھا کہ وہ ایک راستہ کی طرف مڑے۔ پس وہ میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ اے سہل جو کچھ آپ نے دیکھا کیا اس پر آپ یقین نہیں رکھتے۔ سہل کہتے ہیں میں نے کہا نہیں۔ پس اس نوجوان نے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ دروازہ میں داخل ہو جاؤ۔ پس میں اندر داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہی محل ہے اور وہی دروازہ ہے اور اسی طرح تولیہ بھی لٹکا ہوا ہے اور کھجور کا درخت اور وضو خانہ بھی ہے اور ہر چیز وہی تھی جو میں نے دیکھی تھی۔ پس میں نے اپنی آنکھ اچھی مل کر کھول لی لیکن نہ تو وہاں نوجوان ہے اور نہ محل۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ اس عجیب وغریب حکایت کو اس کتاب میں نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہماری جماعت کے علاوہ بعض حضرات نے اولیاء کرام کی کرامات کا انکار کیا ہے اور اس کی تاویل کرتے ہوئے کہا ہے کہ ممکن ہے سہل کو بے ہوشی کی حالت میں کوئی اٹھا کر لے گیا ہو لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم کا نتیجہ ہے اور اولیاء کی کرامات برحق ہیں۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ یافعیؒ نے حضرت سہلؒ کے متعلق ایک روایت بیان کی ہے کہ امیر خراسان یعقوب بن لیث کسی مرض میں مبتلا ہو گیا۔ پس تمام اطباء اس کے علاج سے عاجز آ گئے۔ پس یعقوب بن لیث سے کہا گیا کہ آپ کی مملکت میں ایک نیک آدمی ہیں جنہیں سہل بن عبداللہؒ کہا جاتا ہے اگر آپ ان کو بلائیں تا کہ وہ آپ کے لئے دعا کریں تو ہمیں امید ہے کہ آپ کو عافیت نصیب ہوگی۔ پس یعقوب بن لیث نے حضرت سہل کو بلایا اور ان سے دعا کی درخواست کی۔ پس حضرت سہل نے فرمایا کہ آپ کے حق میں میری دعا کیسے قبول ہوگی حالانکہ آپ کا حال ہے کہ آپ ظالم ہیں۔ پس یعقوب نے توبہ کی اور آئندہ ظلم نہ کرنے اور اپنی رعایا کے ساتھ حسن سلوک کا وعدہ کیا اور مظلوم قیدیوں کو رہا کر دیا۔ پس حضرت سہل نے اس کے لئے دعا کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ جیسے تو نے اس کو معصیت کی وجہ سے ذلیل کیا ہے اسی طرح اسے اطاعت کی وجہ سے عزت عطا فرما۔ پس اس کے بعد یعقوب بن لیث ٹھیک ہو گیا اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا وہ بیمار ہوا ہی نہیں۔ پس امیر خراسان نے حضرت سہل کی خدمت میں بہت سا مال پیش کیا لیکن آپ نے مال لینے سے انکار کر دیا۔ پس جب حضرت سہل تستری واپس تشریف لائے تو راستہ میں لوگوں نے آپ سے کہا کہ اگر آپ مال قبول فرما لیتے تو اس سے فقراء فائدہ اٹھاتے۔ پس آپ نے سنگریزوں کی طرف دیکھا تو وہ جواہرات میں تبدیل ہو گئے۔ پس آپ نے فرمایا لے لو جس کا تم ارادہ رکھتے ہو۔ پھر فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قوت عطا فرمائی ہو' اسے یعقوب بن لیث کے مال کی کیا ضرورت ہے۔

اسی قسم کی ایک روایت ''قلب الاعیان'' میں بھی مذکور ہے جسے شیخ عیسیٰ ہتار نے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن

حضرت سہل بن عبداللہ تستری ایک فاحشہ عورت کے پاس سے گزرے۔ پس آپ نے اس عورت سے فرمایا کہ میں عشاء کے بعد تیرے پاس آؤں گا۔ پس وہ عورت بہت خوش ہوئی اور اس نے بناؤ سنگھار کیا۔ پس جب عشاء کے بعد حضرت سہل اس کے گھر میں داخل ہوئے تو آپ نے دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر گھر سے باہر نکلنے لگے تو اس عورت نے کہا کہ آپ واپس تشریف لے جارہے ہیں۔ حضرت سہل نے فرمایا میں جس مقصد کے لئے آیا تھا وہ پورا ہوگیا۔ پس آپ کے جانے کے بعد عورت کی حالت تبدیل ہوگئی اور اس نے فحش کاموں سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ پس اس نے شیخ کے ہاتھ پر توبہ کرلی۔ پس حضرت سہل نے اس عورت کا نکاح اپنے فقراء میں سے کسی فقیر کے ساتھ کردیا اور فرمایا کہ ولیمہ کا انتظام کرو اور سالن وغیرہ بازار سے خرید لیا جائے گا۔ پس آپ کے خدام نے حکم کی تعمیل کی اور ولیمہ کا کھانا تیار کرکے آپ کے سامنے لاکر رکھ دیا۔ پس فقراء بھی حاضر ہوگئے لیکن شیخ کسی آنے والی چیز کے منتظر دکھائی دیتے تھے۔ پس اس ولیمہ کی اطلاع کسی امیر تک پہنچ گئی جو اس عورت کا دوست تھا۔ پس اس نے دو بوتلوں میں شراب بھر کر قاصد کے ذریعہ شیخ کی خدمت میں بھیج دی اور اس کا ارادہ اس سے شیخ کے ساتھ مذاق کرنے کا تھا۔ اس امیر نے اپنے قاصد کو حکم دیا کہ تم شیخ سے کہنا کہ شادی کی خبر سن کر مجھے خوشی ہوئی اور مجھے یہ معلوم ہوا کہ ولیمہ کے لئے سالن نہیں ہے۔ پس یہ سالن میری طرف سے قبول فرمائیے۔ پس جب قاصد شراب کی بوتلیں لے کر آیا شیخ نے اس سے کہا کہ تم نے بہت دیر کردی۔ پھر شیخ نے قاصد سے ایک بوتل لے کر خوب ہلائی اور پھر اس کو پیالوں میں نکالا تو وہ عمدہ قسم کا شہد تھا۔ پھر دوسری بوتل کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا تو اس میں سے خالص گھی نکلا۔ شیخ نے قاصد سے فرمایا کہ تم بھی بیٹھ کر کھانا کھاؤ۔ پس قاصد نے کھانا کھایا تو اس نے ایسا شہد اور گھی کھایا کہ اس نے رنگ و ذائقہ کے اعتبار سے ایسا شہد اور گھی کبھی نہیں دیکھا تھا۔ پس قاصد واپس گیا اور اس کی خبر امیر کو دی۔ پس امیر دعوت ولیمہ میں آیا۔ پس اس نے کھانا کھایا تو شیخ کی کرامت دیکھ کر حیران ہوگیا۔ پس امیر نے شیخ کے ہاتھ پر توبہ کرلی۔

اسی کے مشابہ ایک اور حکایت ہے کہ کسی آدمی نے کہا ہے کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ خاردار درخت سے کھجوریں توڑ کر کھا رہا ہے۔ پس میں نے اس کو سلام کیا۔ پس اس نے سلام کا جواب دیا اور مجھے بھی کھجوریں کھانے کی دعوت دی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے بھی درخت سے کھجوریں توڑیں لیکن کھجور میرے ہاتھ میں آتے ہی کانٹا بن جاتی۔ پس وہ آدمی مسکرانے لگا اور کہنے لگا اگر تو اپنے تنہائی کے لمحات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تو اللہ تعالیٰ تجھے خاردار جھاڑیوں سے تازہ کھجوریں کھلاتا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اولیاء کرام کی کرامات کی حکایت بہت زیادہ ہیں لیکن میں نے اس کتاب میں جو حکایت نقل کی ہیں وہ دریا کے پانی کے ایک قطرہ کی مثل ہیں اور ان تمام کا خلاصہ یہی ایک جملہ ہے کہ اولیاء کرام کی نظر میں دنیا ایک بوڑھی عورت کی طرح ہے جس سے وہ خدمت کا کام لیتے ہیں۔

پس اولیاء کی کرامات پر ایمان لانا واجب ہے کیونکہ یہ کرامات اللہ تعالیٰ کی توفیق کا نتیجہ ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

حکایت شیخ ابو الغیث یمنیؒ سے مروی ہے کہ وہ ایک دن لکڑیاں لینے کے لئے جنگل کی طرف تشریف لے گئے۔ پس آپ لکڑیاں اکٹھی کررہے تھے کہ ایک درندہ آیا اور اس نے آپ کے گدھے کو چیر پھاڑ دیا۔ پس شیخ نے فرمایا مجھے اپنے معبود کی عزت کی قسم میں

تیری پیٹھ پر اپنی لکڑیاں لاد کر لے جاؤں گا۔ پس درندہ نے اپنی کمر جھکا دی۔ پس شیخ ابوالغیث درندہ کی پیٹھ پر لکڑیاں لاد کر شہر کی طرف چل دیئے۔ پس جب شہر پہنچ گئے تو لکڑیاں اتار کر درندہ کو واپس بھیج دیا۔

اسی طرح یہ حکایت بھی منقول ہے کہ شعوانہ کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا۔ پس اس نے اس کی اچھی تربیت کی۔ چنانچہ جب وہ بچہ بڑا ہوا تو اس نے کہا اے میری ماں تو نے مجھے اللہ تعالیٰ سے مانگ کر لیا ہے۔ پس تو مجھے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہبہ کر دے۔ پس اس نے جواب دیا اے میرے بیٹے بادشاہوں کے لئے نہیں ہبہ کیا جاتا مگر باادب اور متقی لوگوں کو اور اے میرے بیٹے تم تو ابھی نو عمر ہو اور تمہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ تم سے کیا کام لیا جائے گا۔ پس بچہ والدہ کا جواب سن کر خاموش ہو گیا۔ پس جب ایک دن وہ بچہ پہاڑ کی طرف گیا تا کہ وہاں سے لکڑیاں چن سکے اور اس کے ساتھ ایک گدھا بھی تھا۔ پس اس نے گدھے کو کسی جگہ باندھ دیا اور خود لکڑیاں اکٹھی کرنے لگا۔ پس جب اس نے لکڑیاں جمع کر لیں تو وہ اپنے گدھے کے پاس آیا تو اس نے دیکھا کہ کسی درندہ نے اس کے گدھے کو چیر پھاڑ دیا ہے۔ اس لڑکے نے درندہ کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور کہنے لگا اے اللہ کے کتے تو نے میرے گدھے کو چیر پھاڑ دیا ہے۔ مجھے قسم ہے میرے آقا کی میں ضرور تجھ پر یہ لکڑیاں لاد کر لے جاؤں گا جیسے میں اپنے گدھے پر لادتا ہوں۔ پس اس لڑکے نے درندہ کی پیٹھ پر لکڑیاں لاد دیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گھر پہنچ گیا۔ پس اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ پس اس کی ماں نے دروازہ کھولا اور دیکھا کہ اس کا بیٹا درندے پر لکڑیاں لاد کر لایا ہے۔ پس اس نے کہا اے میرے بیٹے! اب تو بادشاہ کی خدمت کے قابل ہے۔ پس میں تجھے اللہ کے راستے میں ہبہ کرتی ہوں۔ پس وہ لڑکا اپنی والدہ سے رخصت ہو کر چلا گیا۔

صاحب مناقب ابرار نے روایت نقل کی ہے کہ ایک دن کرمان کا بادشاہ شکار کرنے کے لئے نکلا۔ پس وہ شکار کی تلاش میں جنگل میں بہت دور نکل گیا۔ پس اس نے دیکھا کہ ایک نوجوان درندہ پر سوار ہے اور اس کے اردگرد بہت سے درندے موجود ہیں۔ پس جب درندوں نے بادشاہ کو دیکھا تو اس پر حملہ کرنے کے لئے اس کی طرف لپکے۔ پس نوجوان نے درندوں کو روک لیا۔ پس اسی دوران ایک بڑھیا ہاتھ میں شربت کا پیالہ لئے ہوئے آئی۔ پس اس نے وہ پیالہ اس نوجوان کو دے دیا۔ پس نوجوان نے شربت پیا اور بقیہ شربت بادشاہ کو دے دیا۔ پس بادشاہ نے شربت پیا اور کہنے لگا کہ میں نے اتنا لذیذ اور میٹھا شربت کبھی نہیں پیا۔ پھر اس کے بعد بڑھیا غائب ہو گئی۔ پس نوجوان نے بادشاہ سے کہا کہ یہ بڑھیا حقیقت میں دنیا تھی جسے اللہ تعالیٰ نے میری خدمت کے لئے مقرر کیا تھا۔ پس جب کبھی مجھے کسی چیز کی حاجت ہوتی ہے تو یہ بڑھیا میرے دل میں خیال آتے ہی وہ چیز میرے سامنے پیش کر دیتی ہے۔ پس بادشاہ نوجوان کی گفتگو سن کر بہت متعجب ہوا۔ پس نوجوان نے کہا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کرتے وقت کیا حکم دیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اے دنیا جو میری خدمت کرے تو اس کی خدمت کر اور جو تیری خدمت کرے تو اسے اپنا خادم بنا لے۔ پھر اس نوجوان نے بادشاہ کو بہترین نصیحتیں کیں جو بادشاہ کی توبہ کا ذریعہ بن گئیں۔

امام غزالیؒ کی کتاب ''احیاء العلوم'' میں مذکور ہے کہ ابراہیم ارقی فرماتے ہیں۔ میں نے ابوالخیر دیلمی التینانی سے ملنے کا ارادہ کیا۔ پس جب میں ان کے پاس پہنچا تو وہ مغرب کی نماز ادا کر رہے تھے۔ پس میں نے دیکھا کہ انہوں نے سورۂ فاتحہ کو صحیح تلفظ کے ساتھ نہیں پڑھا۔ پس میں نے اپنے دل ہی دل میں کہا کہ میرا سفر تو ضائع ہو گیا۔ پس جب صبح ہوئی تو میں استنجا کے لئے باہر نکلا

تو میں نے دیکھا کہ ایک درندہ مجھ پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ پس میں واپس آیا اور شیخ ابوالخیر سے کہا کہ ایک درندہ (یعنی شیر) مجھ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ پس شیخ باہر تشریف لائے اور جلالی لہجے میں درندہ سے فرمایا۔ کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ تو میرے مہمانوں کو اذیت نہ دینا۔ پس یہ بات سن کر درندہ (یعنی شیر) واپس چلا گیا۔ پس میں نے استنجا کیا اور واپس آیا۔ پس شیخ نے مجھ سے فرمایا کہ تم ظاہری حالت کی اصلاح میں مشغول ہو اور درندہ (یعنی شیر) سے خوفزدہ ہو جاتے ہو اور ہم باطن کی اصلاح میں مصروف ہیں۔ پس شیر ہم سے خوفزدہ رہتا ہے۔

ہمارے شیخ امام علامہ جمال الدین بن عبداللہ بن اسد الیافعی نے کیا خوب اشعار تحریر کئے ہیں

هم الاسد ماالاسد الاسود تهابهم　　وما النمر مااظفار فهد ونابه

''وہ شیر ہیں اور کیا ہیں شیر وہ شیروں کو خوفزدہ کرتے ہیں اور چیتا کیا ہے اور چیتے کے ناخن اور کنچلیاں کیا ہیں۔''

وما الرمی بالنشاب ما الطعن بالقنا　　وما الضرب بالماضی الکمی ماذ بابه

''اور کیا ہے تیراندازی اور کمانوں سے تیر چلانا کیا ہے اور تلوار کی نوک سے قتل وقتال کیا ہے۔''

لهم همم للقاطعات قواطع　　لهم قلب أعيان المراد انقلابه

''ممدوح کی ہمتیں کیا ہیں ان کی ہمتیں پہاڑوں کو توڑنے والی اور ان کے دل انقلاب کا مرکز ہیں۔''

لهم كل شیء طائع و مسخر　　فلاقط يعصيهم بل الطوع دابه

''ان کے لئے ہر چیز مطیع اور مسخر ہے۔ پس کوئی چیز ان کی نافرمانی نہیں کرتی بلکہ ان کی اطاعت کرتی ہے۔''

من الله خافوا لا سواه فخافهم　　سواه جمادات الوری و دوابه

''وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے۔ پس اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام جمادات وچوپائے وغیرہ ان سے خائف رہتے ہیں۔''

لقد شمروا فی نيل كل عزيزة　　ومكرمة مما يطول حسابه

''تحقیق وہ ہر قسم کی بزرگی حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کررہے ہیں جن کا حساب کرنا بہت طویل ہے۔''

الی أن جنوا ثمر الهوی بعد ماجنی　　عليهم وصار الحب عذبا عذابه

''انہوں نے اپنی تمناؤں کے تمام پھل حاصل کرلئے اور ان کے لئے ہر خواہش آب شیریں بن گئی۔''

''الخمر'' میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد تو مجھ سے اس طرح ڈرتا ہے جیسے چیر پھاڑنے والے درندے سے ڈرتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ تو میرے اوصاف مخوفہ یعنی عزت، عظمت، کبریا، جبروت، قہر، شدت بطش اور نفوذ الامر میں اس طرح خوفزدہ رہ جیسے چیر پھاڑنے والے درندہ کی شدت بدن، چہرے کی دہشت، دانتوں کی گرفت، جرات قلب اور غصہ کی شدت سے خوفزدہ رہتا ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ اے میرے بھائی اللہ سے ڈر جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے اور اس کے سوا کسی اور سے خوفزدہ نہ ہو۔ پس جو اللہ سے ڈرا جیسے کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے تو اس سے ہر چیز خوفزدہ رہتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے جیسے اس کی اطاعت کا حق ہے تو ہر چیز اس کی مطیع ہو جاتی ہے۔

الحکم | درندے کا شرعی حکم ''باب الھمزۃ'' میں بیان کر دیا گیا ہے۔ پس درندے پر سواری کرنا مکروہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درندے پر سواری کرنے سے منع فرمایا ہے۔ پس جن درندوں سے کسی قسم کا نفع حاصل نہ ہو ان کی خرید وفروخت بھی جائز نہیں ہے اور جن درندوں سے نفع حاصل ہوتا ہو ان کی خرید وفروخت جائز ہے۔ جیسے بندر، ہاتھی وغیرہ۔

السبنتی والسبندی

''السبنتی والسبندی'' اس سے مراد چیتا ہے۔ اس کی مونث کیلئے ''سبنداۃ'' کا لفظ مستعمل ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ جنات حضرت عمر بن خطابؓ کی وفات سے تین دن پہلے نوحہ کرتے ہوئے سنے گئے۔ پس حضرت عائشہؓ نے فرمایا ۔

أبعد قتيل بالمدينة أظلمت ۔۔۔ له الارض تهتز العضاه باسوق

''کیا اس شخص (یعنی حضرت عمرؓ) کے بعد جسے مدینہ میں قتل کیا گیا اور جس کیلئے تمام زمین تاریک ہوگئی بڑے بڑے درخت تنوں پر لہلانے لگے۔''

جزى الله خيرا من امام و باركت ۔۔۔ يدالله فى ذاك الاديم الممزق

''اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو بہترین جزا دے اور ان کے جسم کی کھال کو بھی جو خنجر سے پار ہوگئی تھی۔''

فمن يسع او يركب جناحى نعامة ۔۔۔ ليدرك ماقدمت بالامس يسبق

''پس جو شخص دوڑتا ہوا چلے یا شتر مرغ کے بازوؤں پر سوار ہو کر چلے تاکہ حضرت عمرؓ کے اعمال جو انہوں نے ماضی میں کئے' کو حاصل کرلے تو وہ یقیناً حضرت عمرؓ سے پیچھے رہ جائے گا۔''

قضيت اموراً ثم غادرت بعدها ۔۔۔ بوائق فى اكمامها لم تفتق

''آپؓ (یعنی حضرت عمرؓ) نے اپنے دور خلافت میں عظیم کاموں کا فیصلہ کیا۔ ان کے بعد ان کے غلاموں میں ایسے مصائب چھوڑ دیئے جو اب تک ظاہر نہیں ہوئے۔''

وما كنت اخشى ان تكون وفاته ۔۔۔ بكفى سبنتى ازرق العين مطرق

''اور میں اس بات سے خوفزدہ نہیں تھا کہ آپؓ کی وفات کا سبب ایک ظالم نیچی نگاہ والا چیتا (یعنی ابولؤلؤ) ہوگا۔''

اَلسَّبَیْطَرُ

''اَلسَّبَیْطَرُ'' سین اور باء پر زبر اور اس کے بعد طاء مہملہ اور ان دونوں کے درمیان یاء ہے اور اس کے بعد راء مہملہ ہے۔ یہ ''العمثیل'' کے وزن پر ہے۔ یہ ایک ایسا پرندہ ہے جس کی گردن بہت زیادہ لمبی ہوتی ہے۔ یہ پرندہ ہمیشہ پانی کے اوپر دیکھتا ہے۔ جوہری اور ابن اثیر کے نزدیک اس پرندے کی کنیت ابوالعیزار آتی ہے۔ ''المحکم'' میں مذکور ہے کہ ''الکرکی'' (بڑی بطخ) کی کنیت بھی ''ابوالعیزار'' آتی ہے۔ اس پرندے کا تفصیلی ذکر عنقریب انشاء اللہ ''باب العین'' میں ''العمیثل' کے تحت آئے گا۔

اسحلة

''اسحلة'' اس سے مراد خرگوش کا وہ چھوٹا بچہ ہے جو اپنی ماں سے جدا ہو کر چلنے پھرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

اَلسُّحْلِیَۃُ

"اَلسُّحْلِیَۃُ" (سین پر پیش ہے) اس سے مراد چھپکلی ہے۔ ابن صلاح نے کہا ہے کہ یہ چھپکلی سے بڑا جانور ہے۔ "کتاب الروضۃ" میں مذکور ہے کہ "اَلسُّحْلِیَۃُ" چھپکلی کی ایک قسم کو کہا جاتا ہے اور اس کا کھانا حرام ہے۔ ابن قتیبہ اور صاحب الکفایہ نے کہا ہے کہ چھپکلی کو "العضرفوط" بھی کہا جاتا ہے۔ جاحظ نے ذکر کیا ہے کہ "العضرفوط" قیس کی لغت میں "العظایۃ" چھپکلی کو کہا جاتا ہے۔

اَلسَّحا

"اَلسَّحا" (سین پر زبر ہے) اس سے مراد چمگادڑ ہے۔ نضر بن شمیل نے کہا ہے کہ اس کے واحد کے لئے "اَلسَّحاۃُ" کا لفظ مستعمل ہے۔ تحقیق چمگادڑ کا تفصیلی ذکر "باب الخاء" میں "الخفاش" کے تحت ہو چکا ہے۔

سُحْنُوْنُ

"سُحْنُوْنُ" (سین پر پیش اور زبر دونوں پڑھے جاتے ہیں) یہ ایک ایسا پرندہ ہے جو بہت ذہین ہوتا ہے۔ اہل مغرب اس پرندے کو اس کی ذہانت اور چالاکی کی وجہ سے "سُحْنُوْنُ" کے نام سے پکارتے ہیں۔ اسی طرح سحنون بن سعید تنوخی قیروانی کا بھی یہی لقب پڑ گیا۔ حالانکہ ان کا نام عبدالسلام تھا اور یہ ابن قاسم جو "المدونۃ" کے مصنف ہیں، کے شاگرد ہیں۔ ان کا انتقال رجب کے مہینے میں ۲۴۰ھ کو ہوا۔ نیز ان کی ولادت رمضان المبارک ۱۶۰ھ کو ہوئی۔

السخلۃ

"السخلۃ" اس سے مراد بکری کا بچہ ہے، خواہ وہ بکرے سے ہو یا مینڈھے سے۔ چاہے مذکر ہو یا مونث اس کے لئے "السخلۃ" کا لفظ ہی بولا جاتا ہے۔ اس کی جمع کے لئے سخل، سخلۃ اور سخال کے الفاظ مستعمل ہیں۔ شاعر نے کہا ہے کہ

فللموت تغدو الوالدات سخالها　　　كما لخراب الدور تبنى المساكن

"پس موت کے لئے ہی مائیں (یعنی بکریاں) اپنے بچوں کو غذا دیتی ہیں جیسے گردش زمانہ سے ویران ہونے کے لئے مکانات تعمیر کئے جاتے ہیں۔"

یہ شعر بھی اسی شاعر کا ہے

اموالنا لذوی المیراث نجمعها　　　ودورنا لخراب الدهر نبنيها

"ہمارے مال ہمارے وارثوں کے لئے ہیں ہم نے انہی کیلئے جمع کیا ہے اور ہمارے مکانات گردش زمانہ سے خراب ہونے کے لئے ہیں۔ ہم نے اسی مقصد کے لئے ان کی تعمیر کی ہے۔"

فان یکن الموت افناھم فللموت ماتلد الوالدۃ

''پس موت ان کو فنا کر دیتی ہے لیکن والدہ موت کے لئے ہی بچہ کو جنم دیتی ہے۔''

فائدہ ابوزید فرماتے ہیں کہ بکری کے بچے کو جب وہ اپنی ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے خواہ مذکر ہو یا مونث ''سخلۃ'' کہا جاتا ہے۔ پھر جب تھوڑا بڑا ہوتا ہے تو اس کو ''بہمۃ'' کہا جاتا ہے خواہ مذکر ہو یا مونث۔ پس جب اس بچے کی عمر چار ماہ ہو جاتی ہے اور یہ اپنی ماں کا دودھ بھی نہیں پیتا تو پھر اس کے لئے ''جفر'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ جس کی جمع ''جفار'' آتی ہے اور مونث کے لئے ''جفرۃ'' کا لفظ مستعمل ہے۔ پس جب یہ بکری کا بچہ چرنے لگ جاتا ہے اور جسامت میں قوی ہو جاتا ہے تو اس کو ''عریض'' اور ''عتود'' کہا جاتا ہے جس کی جمع ''عرضان'' اور ''عتدان'' آتی ہے۔ اسی طرح نر کے لئے ''جدی'' اور مادہ کے لئے ''عناق'' کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ نیز بکری کے بچہ کے لئے یہ نام اس وقت تک مستعمل ہیں جب تک اس کی عمر ایک سال نہ ہو جائے۔ پس جب بکری کے بچہ کی عمر ایک سال ہو جاتی ہے تو نر کے لئے ''تیس'' اور مادہ کے لئے ''عنز'' کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ پھر جب بکری کے بچہ کی عمر دو سال ہو جاتی ہے تو اس کے مذکر کے لئے ''جذع'' اور مونث کے لئے ''جذعۃ'' کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔

السخلۃ کا حدیث میں تذکرہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک بکری کے بچہ پر ہوا جو خارش کے مرض میں مبتلا تھا اور اس کے مالک نے اسے گھر سے نکال دیا تھا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ یہ بکری کا بچہ جس قدر اپنے مالک کی نظر میں حقیر ہے اس سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا حقیر ہے۔ (رواہ احمد وابویعلی الموصلی)

حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک قوم کے کوڑی خانہ پر ہوا تو وہاں بکری کا مرا ہوا بچہ پڑا تھا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا کیا اس کے مالک کو اس کی حاجت نہیں ہے۔ پس صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی اگر اس کے مالک کو اس کی ضرورت ہوتی تو وہ اس کو کیوں پھینکتا۔ پس آپؐ نے فرمایا اللہ کی قسم دنیا اس بکری کے بچہ سے جو اپنی مالک کی نظر میں حقیر ہے' سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں حقیر ہے۔ پس تم دنیا سے محبت نہ رکھنا اور جو دنیا سے محبت رکھے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ (رواہ البزار فی مسندہ)

سیرۃ ابن ہشام میں مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ بدر کے لئے صحابہ کرامؓ کے ہمراہ روانہ ہوئے تو ایک اعرابی سے ملاقات ہوئی۔ پس صحابہ کرامؓ نے اس اعرابی سے مشرکین کے متعلق سوال کیا لیکن ان کے متعلق اسے کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔ پس صحابہ کرامؓ نے اس اعرابی کو حکم دیا کہ رسول اللہ ﷺ کو سلام کرو۔ پس اس نے کہا کیا تمہارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی موجود ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے فرمایا ہاں' پس اس نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا پھر کہا کہ اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو مجھے بتلایئے کہ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے۔ پس سلمہ بن سلامۃ بن وقش جو اس وقت لڑکے تھے۔ اعرابی سے کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا سوال نہ کر بلکہ میرے سامنے آ میں تجھے اس کی خبر دیتا ہوں کہ اس کے پیٹ میں ایک ''سخلۃ'' (بچہ) ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلمہ بن سلامۃ سے فرمایا چپ رہو۔ تم نے اس آدمی کے سامنے فحش بات کی ہے۔ پھر اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمہ بن سلامۃ سے چہرۂ انور کو پھیر لیا۔

حاکم نے مستدرک میں اسی حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات مقام روحاء میں ایک اعرابی سے ہوئی۔ پس صحابہ کرامؓ نے اس سے مشرکین کے متعلق جاننا چاہا لیکن اسے کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔ پس صحابہ کرامؓ نے اس سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرو۔ پس اعرابی نے کہا کیا تمہارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے فرمایا ہاں پس اس اعرابی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور کہا کہ اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو مجھے بتلائیے کہ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے۔ پس سلمہ بن سلامۃ بن وقش جو اس وقت لڑکے تھے۔ اعرابی سے کہنے لگے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا سوال نہ کرو بلکہ میرے سامنے آؤ میں تمہیں خبر دوں گا کہ تمہاری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟ پس تمہاری اونٹنی کے پیٹ میں ایک ''سخلۃ'' (بچہ) ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمۃ بن سلامۃ سے فرمایا' خاموش رہو تم اس کے سامنے فحش کہتے ہو۔ پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چہرۂ انور پھیر لیا اور اس سے بات نہیں کی۔ یہاں تک کہ جب مقام روحاء میں مسلمانوں نے لوگوں کو مبارک باد دی تو سلمۃ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگ کیسی مبارکباد دے رہے ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر قوم میں فراست ہے اور اسے اشراف کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ حاکم نے یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح مرسل ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ حاکم نے فراست کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سب سے زیادہ فراست رکھنے والی شخصیات تین ہیں۔

(۱) عزیز مصر: جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو فراست کے ذریعے آپ کی بزرگی کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی بیوی کو حکم دیا کہ اس کو عزت واحترام سے رکھ۔

(۲) وہ عورت (یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی) جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر اپنے والد محترم سے کہا اے ابا جان آپ اس کو اپنے ہاں خادم رکھ لیں یہ طاقتور اور امین ہے۔

(۳) انسانوں میں سب سے زیادہ صاحب فراست حضرت ابوبکرؓ بھی تھے جنہوں نے اپنی وفات کے وقت حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنا دیا تھا۔

حاکم کہتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ حضرت ابن مسعودؓ سے راضی ہو کہ انہوں نے کیسے احسن طریقہ سے ان تینوں شخصیات کو فراست میں جمع کر دیا۔ نیز حاکم نے فرمایا کہ اس روایت کی سند صحیح ہے۔

فقہی مسئلہ اگر بکری کے بچہ کی پرورش کتیا کے دودھ سے ہوئی ہو تو وہ شرعی اعتبار سے ''جلالہ'' جانوروں کی طرح ہے۔ اس کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔ لیکن اس کے متعلق ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کا گوشت کھانا مکروہ تنزیہی ہے۔ صاحب ''الشرح الکبیر'' اور ''الروضۃ'' اور المنہاج کے مصنف نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے۔ نیز الرویانی اور اہل عراق کا بھی اس پر عمل ہے۔ ابواسحٰق مروزی نے کہا ہے کہ (بکری کا وہ بچہ جس کی پرورش کتیا کے دودھ سے ہوئی ہو) اس کا گوشت کھانا مکروہ تحریمی ہے۔ امام غزالیؒ بغویؒ اور امام رافعیؒ کا بھی یہی قول ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں جلالہ جانوروں سے مراد وہ جانور ہیں جن کی غذا نجاست وغیرہ ہو اور وہ گندگی وغیرہ کے ڈھیر پر پھرتے رہتے ہوں' چاہے وہ اونٹ ہو' بیل ہو' گائے ہو یا بکری ہو یا مرغی وغیرہ ہو۔ تحقیق جلالہ جانوروں کا شرعی حکم

''باب الدال'' میں ''الدجاج'' کے تحت بیان ہو چکا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مرغی کھانے کا ارادہ فرماتے تو اسے چند ایام روک کر اس کی حفاظت فرماتے۔ پھر اس کے بعد اس کا گوشت استعمال فرماتے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جلالہ (نجاست کھانے والے جانور) کا گوشت کھانے اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا۔ یہاں تک کہ اس کو چند دن روک کر اس کی حفاظت کی جائے۔ (رواہ الدارقطنی والحاکم والبیہقی) حاکمؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث سند کے لحاظ سے صحیح ہے لیکن امام بیہقیؒ کے نزدیک اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے۔

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ اہل علم کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ کتنی مقدار نجاست کے استعمال سے جانور جلالہ کے حکم میں شمار کیا جاتا ہے۔ امام رافعیؒ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی جانور کی اکثر خوراک طاہر چیزیں ہیں تو وہ جلالہ کے حکم میں شمار نہیں ہوتا۔ بعض فقہاء کے نزدیک ماکول اللحم جانوروں میں سے جس جانور کا اکثر چارہ ودانہ نجاست ہے تو وہ جلالہ کے حکم میں شمار ہوگا ورنہ نہیں لیکن صحیح بات یہی ہے کہ جانور کو جلالہ کے حکم میں شمار کرنا اس کی غذا میں نجاست کی کثرت کی بناء پر نہیں بلکہ اس کے گوشت میں پائی جانے والی نجاست کی بو کی وجہ سے ہوگا۔ پس اگر اس کے گوشت میں نجاست کی بو محسوس ہو تو وہ جلالہ کے حکم میں داخل ہے بصورت دیگر وہ جلالہ کے حکم سے خارج ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ وہ جانور جس کے گوشت کے اکثر حصہ میں نجاست کی بو محسوس ہو تو وہ جلالہ کے حکم میں شمار ہوگا۔ پس اگر اس کے گوشت کے معمولی حصہ میں بو محسوس ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ وہ جانور جس نے ایک عرصہ تک پاکیزہ دانہ و چارہ وغیرہ کھایا جس کی وجہ سے اس کے گوشت سے بو ختم ہوگئی تو ایسے جانور کا گوشت استعمال کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ نیز جانور کو پاکیزہ چارہ اس وقت تک استعمال کرایا جائے گا جب تک اس کے گوشت سے بو ختم نہ ہو جائے۔

امام رافعیؒ اور بعض اہل علم کے نزدیک اگر اونٹ' گائے' بیل وغیرہ جلالہ جانور ہو تو ان کو چالیس دن تک پاکیزہ چارہ کھلایا جائے گا تب یہ جانور جلالہ کے حکم سے خارج ہوں گے اور بکری کو سات دن اور مرغی کو تین دن پاکیزہ چیز کھلائی جائے گی تو یہ جلالہ کے حکم سے خارج ہو جائیں گے۔ اسی طرح اہل علم کے نزدیک جب تک جانور کے گوشت سے نجاست کی بو ختم نہ ہو تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ پس اگر جانور کے گوشت سے بو ختم ہو جائے تو اس کا گوشت کھایا جا سکتا ہے ورنہ جلالہ جانور کا نہ تو گوشت استعمال کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی دودھ اور انڈہ وغیرہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ نیز جلالہ جانور پر سواری کرنا بھی مکروہ ہے۔ اہل علم کا ایک قول یہ بھی ہے کہ جلالہ جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو جائے گی۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہی ہے کہ جلالہ جانور کی کھال کا حکم بھی گوشت کی طرح ہے کہ اس کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوگی۔

اَلسِّرْحَانُ

''اَلسِّرْحَانُ'' (سین کے کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد بھیڑیا ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''سراح'' اور ''سراحین'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔ نیز اس کی مونث ''سرحانۃ'' آتی ہے۔

ھذیل کی لغت میں ''اَلسِّرحَانُ'' شیر کو کہا جاتا ہے۔ابوالمثلم نے کہا ہے

هباط أودية حمال ألوية　　شهاد أندية سرحان فتيان

''وادیوں کا بہادر، جھنڈوں کا اٹھانے والا، مجالس میں شریک ہونے والا، نوجوانوں کا شیر''

امام سیبویہ فرماتے ہیں کہ ''سرحان'' میں نون زائد ہے اور ''سرحان'' فعلان کے وزن پر ہے۔اس کی جمع ''سراحین'' آتی ہے۔امام کسائی نے کہا ہے کہ اس کی مونث ''سرحانۃ'' آتی ہے۔علامہ قزوینی نے کسی چرواہے کی حکایت بیان کی ہے کہ وہ اپنی بکریوں کے ساتھ ایک وادی میں پہنچا۔پس ایک بھیڑیئے نے اس کی ایک بکری اٹھالی۔پس وہ چرواہا کھڑا ہوا اور بلند آواز سے کہنے لگا ''یا عامر الوادی'' پس اس چرواہے نے کسی کہنے والے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا کہ اے بھیڑیئے اس کی بکری واپس کردے۔پس بھیڑیا اس کی بکری لے کر آیا اور اس کے پاس چھوڑ کر چلا گیا۔تحقیق بھیڑیئے کا شرعی حکم اس کے خواص اور اس کی تعبیر کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''سقط العشاء به علی سرحان'' (یعنی وہ بھیڑیئے کی رات کی خوراک بن گیا) ابوعبیدہ نے فرمایا ہے کہ اس مثال کی اصل یہ ہے کہ ایک آدمی رات کا کھانا مانگنے کے لئے باہر نکلا تو وہ کسی بھیڑیئے کے پاس گر پڑا۔پس بھیڑیئے نے اس آدمی کو (چیر پھاڑ کر) کھالیا۔حضرت اصمعیؒ نے فرمایا ہے کہ اس مثال کی اصل یہ ہے کہ چوپایہ رات کے وقت خوراک کی تلاش میں نکلا تو راستہ میں اس کی ملاقات بھیڑیا سے ہوئی۔پس بھیڑیا نے اسے کھالیا۔ابن اعرابی نے کہا ہے کہ اس مثال کی اصل یہ ہے کہ ایک آدمی جسے ''سرحان'' کہا جاتا تھا پہلوان تھا اور لوگ اس سے خوفزدہ رہتے تھے۔پس ایک دن کسی آدمی نے کہا اللہ کی قسم میں غرور اس وادی میں اپنے اونٹ چراؤں گا اور میں سرحان بن ھزلۃ سے نہیں ڈرتا۔پس سرحان کو اس بات کی اطلاع پہنچ گئی۔پس اس نے اسے قتل کردیا اور اس کے اونٹ پکڑ لئے اور کہنے لگا

ابلغ نصيحة ان راعی أبلها　　سقط العشاء به علی سرحان

''تو بطور نصیحت یہ بات پہنچادے کہ اونٹوں کا چرواہا ''سرحان'' کی رات کی خوراک بن گیا ہے''

سقط العشاء به علی متنمر　　طلق اليدين معاود لطعان

''وہ ایسے آدمی کی خوراک بن گیا ہے جو چیتے کی مثل (یعنی بہادر) تھا، جواں مرد اور طعان کا لوٹانے والا تھا''

یہ مثال کسی ایسی حاجت کو طلب کرتے وقت بولی جاتی ہے جو حاجت کو طلب کرنے والے کی موت کا باعث بن جائے۔

اَلسَّرَطَانُ

''اَلسَّرَطَانُ'' (سین اور راء پر زبر ہے اور آخر میں نون ہے۔) ایک معروف جانور (کیکڑا) ہے جسے ''عقرب الماء'' پانی کا بچھو بھی کہتے ہیں۔اس کی کنیت ''ابوبحر'' ہے اور یہ حیوان پانی میں پیدا ہوتا ہے لیکن یہ خشکی میں بھی زندگی گزارنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔یہ بہت عمدہ طریقے سے چلنے کی قدرت رکھتا ہے اور بہت تیز دوڑتا ہے۔اس جانور کے دو تالو ہوتے ہیں اور اس کے پنجے اور ناخن بہت تیز ہوتے ہیں۔اس حیوان کے دانت بہت زیادہ ہوتے ہیں۔اس کی کمر بہت سخت ہوتی ہے۔اگر کوئی ناواقف شخص اس کو

دیکھے تو اسے محسوس ہوگا کہ اس جانور کے نہ سر ہے اور نہ دم۔ اس جانور کی آنکھیں اس کے کندھوں میں اور اس کا منہ اس کے سینہ میں ہوتا ہے۔ اس کے تالو دونوں جانب سے چرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس جانور کے آٹھ پاؤں ہوتے ہیں اور یہ ایک جانب سے چلتا ہے اور چلتے ہوئے پانی اور ہوا کو چیرتا ہے۔ یہ جانور سال میں چھ مرتبہ اپنی کھال بدلتا ہے اور یہ اپنے سوراخ (رہنے کی جگہ) میں دو دروازے بناتا ہے۔ ایک دروازہ پانی کی طرف اور دوسرا دروازہ خشکی کی جانب۔ پس جب یہ حیوان اپنی جلد بدلنے کے لئے اتارتا ہے تو پانی کے درندوں کے خوف سے پانی کی سمت کا دروازہ بند کر دیتا ہے اور خشکی کی سمت کا دروازہ کھلا چھوڑ دیتا ہے تا کہ اسے ہوا پہنچتی رہے اور اس کے بدن کی رطوبت خشک ہو جائے اور اس میں سختی آ جائے۔ پس جب اس کے بدن میں سختی آ جاتی ہے تو یہ اپنی خوراک کے حصول کے لئے پانی کی سمت کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ ارسطاطالیس نے ''النعوت'' میں لکھا ہے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ اگر کسی گڑھے میں ''سرطان'' (کیکڑا) مردہ حالت میں چت پڑا ہوا ملے تو جس بستی یا زمین میں وہ کیکڑا اس حالت میں ہے وہاں کے لوگ آسمانی آفات سے محفوظ رہیں گے۔ جب ''سرطان'' یعنی کیکڑے کو کسی پھل دار درخت پر لٹکا دیا جائے تو اس درخت پر پھلوں کی کثرت ہو جاتی ہے۔ شاعر نے ''سرطان'' کے اسی وصف کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ ؎

فِیْ سَرْطَانِ الْبَحْرِ أُعْجُوبَۃ ظَاهِرَۃ لِلْخَلْقِ لَا تَخْفِیٰ

بحری کیکڑے میں ایک عجیب وغریب خاصیت ہے جو مخلوق پر ظاہر ہے پوشیدہ نہیں ہے۔

مُسْتَضْعَفُ الْمَشْیَۃُ لٰكِنَّهُ أَبْطَشُ مِنْ جَارَاتِهٖ كَفًّا

''اس کی چال کمزور ہے لیکن اس کے پنجوں میں پکڑنے کی قوت دوسرے سمندری جانوروں سے زیادہ ہے''

یَسْفُرُ لِلنَّاظِرِ عَنْ جُمْلَۃٍ مَتی مشی قدرها نصفا

وہ دیکھنے والوں کو جب وہ اسے دیکھتے ہیں پورا نظر آتا ہے لیکن جب وہ چلتا ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ نصف ہے۔

کہا جاتا ہے کہ بحر چین میں بکثرت کیکڑے پائے جاتے ہیں۔ جب وہ (پانی سے) خشکی کی طرف آتے ہیں تو پتھروں میں چھپ جاتے ہیں۔ اطباء ان کیکڑوں کو پکڑ لیتے ہیں اور ان سے سرمہ تیار کرتے ہیں جو آنکھوں کی روشنی میں اضافہ کرتا ہے۔ سرطان (یعنی کیکڑا) نر اور مادہ کی جفتی سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ یہ ''صدف'' یعنی سیپ سے خارج ہوتا ہے۔ ''کتاب الحلیۃ'' میں ابوالخیر دیلمی سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک ''خیر النساج'' کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ پس ان کے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ مجھے ایک بہترین رومال تیار کر دو اور عورت نے ''خیر النساج'' سے کہا کہ رومال کی قیمت کیا ہوگی؟ پس ''خیر النساج'' نے اس عورت سے کہا کہ رومال کی قیمت دو درہم ہے۔ پس عورت نے کہا کہ اب میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ میں انشاء اللہ کل درہم اور کپڑا وغیرہ لے کر حاضر ہوں گی۔ پس ''خیر النساج'' نے فرمایا کہ جب تم میری طرف آؤ اور تم مجھے نہ پاؤ تو تم کپڑا اور درہم دونوں دریائے دجلہ میں پھینک دینا۔ پس یہ دونوں چیزیں انشاء اللہ مجھے مل جائیں گی۔

ابوالخیر نے کہا ہے کہ پس وہ عورت دوسرے دن آئی اور ''خیر النساج'' کو غائب پایا۔ پس وہ اس کے انتظار کے لئے کچھ دیر بیٹھی رہی پھر اس کے بعد کھڑی ہوگئی اور کپڑا دو درہم سمیت دریائے دجلہ میں ڈال دیا۔ پس اسی وقت ایک ''سرطان'' کیکڑا اس

کپڑے کے ساتھ چمٹ گیا اور کپڑے کو لے کر پانی میں غائب ہو گیا۔ پھر کچھ دیر بعد خیر النساج آئے اور انہوں نے اپنی دکان کھولی اور وضو کرنے کے لئے دریا کے کنارے تشریف لے گئے۔ پس ایک ''سرطان'' کیکڑا پانی سے نمودار ہوا اور شیخ کی طرف چلنے لگا اور اس کی پیٹھ پر کپڑا تھا۔ پس جب وہ کیکڑا شیخ کے قریب ہوا تو شیخ نے کیکڑے کی پیٹھ سے کپڑا اٹھا لیا اور کیکڑا اپنے راستے کی طرف چل دیا۔ ابوالخیر کہتے ہیں کہ میں نے شیخ سے کہا کہ میں نے اس طرح کا منظر دیکھا ہے پس شیخ نے فرمایا کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ تم میری زندگی میں اس واقعہ کو کسی کے سامنے بیان نہ کرنا۔ ابوالخیر کہتے ہیں کہ میں نے شیخ سے کہا کہ انشاء اللہ میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔

الحکم ''سرطان'' (کیکڑے) کا کھانا اس کی نجاست کی وجہ سے حرام ہے۔ امام رافعیؒ نے کہا ہے کہ کیکڑے کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ اس کے کھانے سے نقصان ہوتا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ کیکڑا حلال ہے۔ امام مالکؒ کا یہی مذہب ہے۔

خواص کیکڑے کا کھانا کمر درد کے لئے مفید ہے۔ نیز کیکڑے کے کھانے سے کمر مضبوط ہوتی ہے۔ ''النعوت'' میں مرقوم ہے کہ اگر کوئی آدمی کیکڑے کا سر اپنے جسم پر لٹکا لے تو اگر چاند میں حرارت ہوئی (یعنی رات گرم ہوئی) تو اس شخص کو نیند نہیں آئے گی۔ پس اگر چاند میں حرارت نہ ہوئی تو مذکورہ شخص کو نیند آ جائے گی۔ اگر کیکڑے کو جلا کر اس کی راکھ بواسیر میں مل دی جائے تو بواسیر ختم ہو جائے گی۔ اگر کیکڑے کی ٹانگ کسی پھل دار درخت پر لٹکا دی جائے تو اس کے پھل بغیر کسی علت کے ساقط ہو (یعنی جھڑ) جائیں گے۔ کیکڑے کا گوشت سل کے مرض میں مبتلا افراد کے لئے بے حد مفید ہے۔ اگر کیکڑے کو تیر سے لگے ہوئے زخموں پر رکھ دیا جائے تو تیر کی نوک وغیرہ کو زخم سے نکال دیتا ہے۔ نیز کیکڑا کو اگر سانپ اور بچھو کے کاٹے پر رکھ دیا جائے تو بے حد نفع بخش ہے۔

تعبیر کیکڑے کو خواب میں دیکھنا ایک باہمت مکار اور فریبی شخص پر دلالت کرتا ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ کیکڑے کا گوشت کھا رہا ہے تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کو کسی دور دراز علاقے سے مال حاصل ہوگا۔ جاماسب نے کہا ہے کہ خواب میں کیکڑے کے گوشت کو دیکھنا مال حرام پر دلالت کرتا ہے۔ واللہ اعلم۔

اَلسُّرْعُوْبُ

''اَلسُّرْعُوْبُ'' (سین پر پیش اور راء ساکن ہے) اس سے مراد نیولا ہے اور اسے نمس بھی کہا جاتا ہے۔

اَلسَّرْفُوْتُ

''اَلسَّرْفُوْتُ'' (سین پر زبر اور فا پر پیش ہے) اس سے مراد ایک قسم کا کیڑا ہے جو شیشہ کے اندر اپنا گھونسلہ بناتا ہے اور اس میں انڈے بچے دیتا ہے۔ یہ اپنا گھر کسی ایسی جگہ پر بناتا ہے جہاں ہر وقت آگ جلتی رہتی ہو۔ ابن خلکان نے یعقوب بن صابر منجنیقی کے حالات زندگی میں اس پرندے کے متعلق ایسا ہی تحریر کیا ہے۔

اَلسُّرْفَۃُ

''اَلسُّرْفَۃُ'' (سین پر پیش اور را ساکن ہے) ابن سکیت نے کہا کہ یہ ایک کالے سر والا کیڑا ہے جس کا باقی تمام بدن سرخ ہوتا ہے۔ یہ کیڑا اپنا گھر مربع شکل کا بناتا ہے۔ یہ کیڑا اپنا گھر بنانے کے لئے باریک باریک لکڑیاں لے کر انہیں اپنے لعاب سے جوڑتا ہے۔ پھر اس کے بعد لکڑیوں کے بنائے ہوئے گھر میں داخل ہوتا ہے تو اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

حدیث شریف میں ''اَلسُّرْفَۃُ'' کا تذکرہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک آدمی سے فرمایا جب تم منیٰ میں پہنچو تو فلاں فلاں جگہ جانا۔ پس تم وہاں ایک درخت پاؤ گے جس کے پتے کبھی نہیں جھڑتے اور نہ ہی اسے ٹڈی اور ''سرفۃ'' وغیرہ نقصان پہنچاتے ہیں اور نہ ہی اس کو اونٹ چھوتے ہیں۔ تحقیق اس درخت کے نیچے ستر انبیاء کرام علیہ السلام قیام فرما چکے ہیں۔ پس تم بھی اس درخت کے نیچے ضرور قیام کرنا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ''لَمْ تَعِیل'' کا معنی یہ ہے کہ اس درخت کے پتے نہیں جھڑتے اور ''لم تجرد'' سے مراد یہ ہے کہ اس درخت کو ٹڈی وغیرہ بھی ضرر نہیں پہنچاتی اور ''لم تسرف'' کا معنی یہ ہے ''اَلسُّرْفَۃُ'' کیڑا بھی اس درخت کو نہیں چھوتا۔ ''ولم تسرح'' کا معنی یہ ہے کہ۔ اونٹ اور بکریاں وغیرہ بھی اس درخت کے پتوں کو نہیں چھوتے یعنی اپنی غذا نہیں بناتے۔

الحکم اس کیڑے کا کھانا حرام ہے کیونکہ یہ حشرات میں سے ہے۔

الامثال اہل عرب کہتے ہیں ''أَصْنَعُ مِنْ سُرْفَۃ'' (وہ سرفہ کیڑے سے بھی زیادہ کاریگر ہے) تحقیق اس کا تفصیلی ذکر ''باب الھمزۃ'' میں ہو چکا ہے۔

اَلسَّرْمَانُ

''اَلسَّرْمَانُ'' اس سے مراد بھڑ کی ایک قسم ہے جو زرد اور سیاہ رنگ کی ہوتی ہے۔

اَلسِّرْوَۃُ

''اَلسِّرْوَۃُ'' اس سے مراد مادہ ٹڈی ہے۔

اَلسرماح

''السرماح'' ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد نر ٹڈی ہے۔

السعدانۃ

''السعدانۃ'' اس سے مراد کبوتری ہے۔

السعلاۃ

''السعلاۃ''اس سے مرادغول بیابانی کی سب سے خبیث قسم ہے۔اس کی خاصیت یہ ہے کہ یہ کبھی لمبی ہوجاتی ہے اور کبھی چھوٹی ہوجاتی ہے۔اس کی جمع کے لئے السعالی کالفظ آتا ہے۔چنانچہ جب عورت خبیثہ ہوجاتی ہے تو اہل عرب اس کے لئے ''سعلاۃ'' کالفظ استعمال کرتے ہیں یعنی عورت خبیثہ ہوگئی۔شاعر نے کہا کہ

لقد أیت عجبا مذأ مسا عجائزا مثل السعالی خمسا

''تحقیق میں نے دیکھا عجیب وغریب منظر شام کے وقت کہ پانچ بوڑھی عورتیں جن کی شکل وصورت چڑیلوں کی طرح ہے۔''

یاکلن ما اصنع همساهمسا لاترک اللہ لهن ضرسا

''وہ چپکے چپکے کھاتی رہیں جو کچھ میں نے پکایا تھا۔اللہ تعالیٰ ان کے ڈاڑھ اور دانت باقی نہ رکھے۔''

ابوعمر نے کہا ہے کہ

یا قبح اللہ بنی السعلاۃ عمروبن یربوع شرار النات

''اے اللہ بنوسعلاۃ کے ساتھ سخت معاملہ فرما کیونکہ عمروبن یربوع شریرترین آدمی ہے۔''

لیسوا اعفاء ولا أکیات

''نہ اسے تو معاف کرنا اور نہ ہی اسے چھوڑ دینا۔''

جاحظ کہتے ہیں۔کہا جاتا ہے کہ عمروبن یربوع انسان اور سعلاۃ (غول بیابانی) کی صحبت (جفتی کرنا) سے پیدا ہوا تھا۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عمروبن یربوع ملائکہ اور بنوآدم کی لڑکیوں کی باہمی صحبت سے پیدا ہوا تھا۔کہا جاتا ہے کہ فرشتوں میں سے کسی فرشتہ نے جب آسمان میں اپنے رب کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی شکل تبدیل کرکے اسے انسانی شکل میں زمین پر اتار دیا۔جیسے ہاروت و ماروت کو زمین پر اتارا تھا۔پس بعض فرشتوں کا تعلق بنوآدم کی بیٹیوں سے ہوگیا۔پس اس سے قبیلہ جرہم پیدا ہوا۔

کہا جاتا ہے کہ بلقیس ملکۂ سبا اور ذوالقرنین کے باہمی تعلق سے پیدا ہوئے ہیں۔ذوالقرنین کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کی ماں انسان تھی لیکن اس کا باپ فرشتہ تھا۔علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ حق بات یہ ہے کہ ملائکہ انبیاء کرام علیہ السلام کی طرح صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں۔قاضی عیاضؒ اور دیگر اہل علم کا یہی قول ہے۔پس لوگوں کا قبیلہ جرہم کے متعلق خیال کہ وہ بنوآدم کی بیٹیوں اور فرشتوں کے ملاپ سے پیدا ہوا اور ملکہ بلقیس اور ذوالقرنین کے متعلق لوگوں کے خیالات محض وہم ہیں اور وہ شرعی طور پر ممنوع ہیں اور اسی طرح ہاروت، و ماروت کے قصہ سے اس پر استدلال کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ ہاروت و ماروت دو جادوگر تھے جو بابل میں رہتے تھے۔حسن بصریؒ نے فرمایا ہے کہ ہاروت و ماروت دو بے دین آدمی تھے جو لوگوں کے فیصلے کرتے تھے اور انہیں جادو کی تعلیم دیتے تھے اور وہ دونوں فرشتے نہیں تھے کیونکہ فرشتے جادو کی تعلیم نہیں دیتے۔حضرت ابن عباسؓ اور حسن بصریؒ نے قرآن مجید کی اس آیت ''وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ'' میں لفظ مَلَكَيْنِ کو لام کے کسرہ

کے ساتھ مَلَکَیْنِ پڑھا ہے۔ عنقریب انشاء اللہ ہاروت و ماروت کے متعلق تفصیلی گفتگو "باب الکاف" میں "الکلب" کے تحت آئے گی۔

تحقیق ذوالقرنین کے نام ونسب کے متعلق اختلاف ہے۔ پس صاحب ابتلاء الاخیار نے فرمایا ہے کہ ذوالقرنین کا نام اسکندر تھا اور اس کا باپ اپنے دور میں علم نجوم کا ماہر تھا اور فلکی اثرات میں اس قدر ماہر تھا کہ اس وقت اس کے مدمقابل اور کوئی بھی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو لمبی عمر عطا فرمائی تھی۔ پس ایک رات ذوالقرنین کے والد نے اپنی بیوی سے کہا کہ بیداری کی وجہ سے میری حالت خراب ہو رہی ہے۔ پس میں کچھ وقت کے لئے آرام کرتا ہوں۔ پس تم بیدار رہنا اور آسمان کی طرف دیکھتی رہنا۔ پس جب تو فلاں جگہ (ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا) ستارہ کو طلوع ہوتے دیکھے تو مجھے جگا دینا۔ یہاں تک کہ میں تیرے ساتھ وطی کروں گا جس سے تم حاملہ ہو جاؤ گی اور تمہارے پیٹ سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو آخری زمانہ تک زندہ رہے گا۔ اس عورت کی بہن یہ ساری باتیں سن رہی تھی۔ پس ذوالقرنین کے والد یہ بات سمجھا کر سو گئے۔ پس سکندر کے والد کی بیوی کی بہن ستارہ کے طلوع ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ پس جب وہ ستارہ طلوع ہوا تو اس نے اپنے شوہر کو سارا قصہ سنایا۔ پس اس کے شوہر نے اس کے ساتھ وطی کی جس سے حمل ٹھہر گیا۔ پس مدت حمل گزرنے کے بعد اس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام خضر رکھ دیا گیا۔ پس جب ابوالاسکندر بیدار ہوا تو اس نے دیکھا کہ ستارہ اپنی جگہ سے ہٹ چکا ہے تو اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو نے مجھے کیوں نہیں جگایا۔ اس نے کہا کہ اللہ کی قسم مجھے وطی کے لئے جگاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی تھی۔ پس ابوالاسکندر نے اس سے کہا کہ میں چالیس سال سے اس ستارہ کے انتظار میں تھا۔ اللہ کی قسم تم نے میری عمر بھر کی محنت ضائع کر دی۔ پس ایک گھڑی بعد ایک دوسرا ستارہ طلوع ہوگا تو میں تمہارے ساتھ وطی کروں گا تو اس حمل سے ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو سورج کے دونوں قرنوں کا مالک ہوگا۔ پس ایسا ہی ہوا۔ اس حمل سے سکندر ذوالقرنین کی پیدائش ہوئی اور ساتھ ہی ساتھ ان کی خالہ کے پیٹ سے حضرت خضر علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔

ابن منبہ سے مروی ہے کہ ذوالقرنین ایک رومی آدمی تھا۔ وہ ایک بڑھیا کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اس کا نام اسکندر تھا۔ وہ بہت نیک آدمی تھا۔ پس جب وہ جوان ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ذوالقرنین میں تجھے زمین کی مختلف اقوام کی طرف مبعوث کرنے والا ہوں۔ پس ذوالقرنین نے عرض کیا الٰہی میں اس عظیم کام کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ ہی میرے پاس مادی قوت ہے کہ میں ان کا مقابلہ کر سکوں اور نہ ہی میرے پاس صبر کی قوت ہے کہ میں ان کے مظالم پر صبر کروں اور نہ ہی قوت گویائی ہے کہ ان سے کلام کروں اور نہ ہی میں ان کی زبان سے واقف ہوں کہ ان کی گفتگو سمجھ سکوں اور نہ ہی میرے پاس دلیل و حجت ہے کہ میں ان سے بحث کر سکوں اور میرے پاس عقل ہے کہ میں ان پر غلبہ پا سکوں اور نہ ہی میرے پاس دل اور حکمت ہے کہ میں ان کے امور کی تدبیر کر سکوں اور نہ ہی میرے پاس انصاف ہے کہ میں عدل کر سکوں اور نہ ہی میرے پاس معرفت ہے کہ میں ان کے مراتب کو جان سکوں اور نہ ہی میرے پاس قوت ہے کہ میں انہیں قید کر سکوں۔ اور نہ ہی میرے پاس کوئی ایسا لشکر ہے جس کے ذریعے میں قتال کر سکوں اور نہ ہی میرے پاس محبت ہے کہ میں ان کے دلوں کو جیت سکوں۔ یا الٰہی میرے پاس تو کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے کہ جس کے ذریعے کہا جا سکتا ہو کہ میں اس امر عظیم کے قابل ہوں۔ آپ رؤف الرحیم ہیں اور کسی بندہ کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں فرماتے اور کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تیرے لئے تیرا سینہ کھول دوں گا اور تجھے ہر قسم کی قوت و طاقت عطا فرماؤں گا۔ پس تو ہر چیز

میں فقاہت حاصل کرے گا۔ میں تیری زبان کو کشادہ کردوں گا۔ پس تو ہر چیز سے گفتگو کرے گا۔ میں تیری سماعت کھول دوں گا۔ پس تو ہر چیز کی آواز سن لے گا۔ میں تیری قوت بصارت بڑھادوں گا۔ پس تو ہر چیز کو دیکھ لے گا اور میں تمہیں ہیبت کا لباس پہناؤں گا۔ پس تو کسی چیز سے بھی نہیں گھبرائے گا اور میں تیرے نور اور ظلمت کو مسخر کردوں گا اور ان دونوں کو تیرا لشکر بنادوں گا۔ پس نور تیرے آگے آگے ہوگا اور تیرے پیچھے ظلمت تیری محافظ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَاٰتَیْنَاہُ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا'' (اور ہم نے اس کو عطا کیا ہر چیز کا سامان) ابن ہشام نے فرمایا ہے کہ ذوالقرنین سے مراد صعب بن ذی مرثد الحمیری ہے جو وائل بن حمیر کی اولاد میں سے ہے۔ ابن اسحٰق نے کہا ہے کہ ذوالقرنین کا نام مرزبان بن مردویہ ہے۔ اہل سیر نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اسکندر یونان بن یافث کی اولاد میں سے ہے۔ اس کا نام ہرمس تھا۔ اس کو ہردیس بھی کہا جاتا ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ سیر و تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سکندر نامی دو شخص گزرے ہیں۔ ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں ہوا ہے جس کے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فیصلہ بھی کیا تھا جب اس نے بئر السبع کے مقام پر جھگڑا کیا تھا اور دوسرا شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے قریب گزرا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ذوالقرنین اس شخص کا لقب ہے جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں یا اس سے قبل ایک باغی کو قتل کردیا تھا۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ سکندر کو ذوالقرنین کے لقب سے ملقب کرنے میں اختلاف ہے۔ پس بعض حضرات کا قول ہے کہ وہ روم اور فارس کا بادشاہ تھا۔ اس لئے اسے ذوالقرنین کہا جاتا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ذوالقرنین کا سر سینگوں کے مشابہ تھا اس لئے اسے ذوالقرنین کہا جانے لگا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ میں سورج کے دونوں قرنوں کو پکڑ رہا ہوں جس کی تعبیر یہ لی گئی کہ آپ مشرق و مغرب کا دورہ کریں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب آپ نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی تو آپ کی قوم نے آپ کی دائیں کنپٹی پر ضرب لگائی۔ پھر جب دوبارہ توحید کی دعوت دی تو آپ کی قوم نے بائیں کنپٹی پر ضرب لگائی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ ماں اور باپ کی طرف سے نجیب الطرفین تھے اس لئے آپ کو ذوالقرنین کہا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے اپنی عمر میں دو صدیاں پوری کرلیں تھیں اس لئے آپ کو ذوالقرنین کہا جانے لگا کیونکہ قرن کے معنی صدی بھی آتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کو ذوالقرنین اس لئے کہا جاتا تھا کہ آپ اپنے ہاتھ، پاؤں اور رکابوں سے قتال کرتے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کو ذوالقرنین اس لئے کہا جاتا تھا کہ آپ پر نور اور ظلمت نمایاں تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کو ذوالقرنین اس لئے کہتے تھے کیونکہ آپ کی دو خوبصورت زلفیں تھیں کیونکہ قرن کے معنی زلف کے بھی آتے ہیں۔ راعی نے کہا ہے کہ

فلثمت فاھا آخذا بقرونھا　　　شرب النزیف لبرد ماء الحشرج

''پس میں نے اس کے منہ کو بند کیا اور اس کی زلفیں پکڑیں اس نے اپنے جگر کو ٹھنڈک پہنچانے کے لئے ٹھنڈا پانی پیا۔''

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کو ظاہر و باطن کا علم دیا گیا تھا اور آپ اسکندریہ کے ایک آدمی تھے۔ آپ کو اسکندر بن فیلبش الرومی کہا جاتا تھا اور آپ کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا ہے۔ مجاہدؒ نے فرمایا ہے کہ روئے زمین پر چار بادشاہ گزرے ہیں۔ دو مومن حضرت سلیمان علیہ السلام اور ذوالقرنین اور دو کافر یعنی نمرود اور بخت نصر۔ نیز اس امت محمدیہ میں پانچویں بادشاہ حضرت

امام مہدی علیہ السلام ہوں گے۔ ذوالقرنین کی نبوت کے متعلق اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔ پس بعض اہل علم کہتے ہیں کہ ذوالقرنین نبی تھے اور دلیل کے طور پر قرآن کریم کی یہ آیت پیش کرتے ہیں "قُلْنَا يَا ذَ الْقَرْنَيْنِ" (ہم نے کہا اے ذوالقرنین) بعض اہل علم کا قول ہے کہ ذوالقرنین ایک صالح اور عادل آدمی تھے۔ شاید علامہ دمیریؒ کے نزدیک بھی یہی قول صحیح ہے۔ پس جو حضرت ذوالقرنین کی نبوت کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جو فرشتہ آپ پر نازل ہوتا تھا۔ اس کا نام رقیائیل ہے اور یہ وہ فرشتہ ہے جو قیامت کے دن زمین کو لپیٹ لے گا اور تمام مخلوق میدان حشر میں جمع ہو جائے گی۔ ابن ابی خیثمہ کا یہی قول ہے۔ سہیلی نے کہا ہے کہ ذوالقرنین زمین کے مشرق و مغرب کا دورہ کرے گا جیسے خالد بن سنان عنبسی کے قصہ میں اس کا تذکرہ موجود ہے اور ذوالقرنین نبی تھے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت سے قبل تشریف لائے تھے۔ عنقریب اس کی تفصیل باب العین میں "العنقاء" کے تحت انشاء اللہ آئے گی۔

جاحظ نے کہا ہے کہ توالد و تناسل کا سلسلہ صرف اور صرف انسان اور جنات کے درمیان ہو سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ" (اور ان کے مال اور اولاد میں شریک ہو جاؤ) تو اس آیت کا مفہوم ظاہر ہے کہ انسان اور جنات کی شراکت ہو سکتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ جنی عورتیں انسانی مردوں پر شہوت کی غرض سے عاشق ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جنوں کے مرد انسانی عورتوں پر عاشق ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ" (اور ان حوروں کو اس سے قبل نہ کسی انسان اور نہ کسی جن نے چھوا ہے) اللہ تعالیٰ کا یہ قول اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ جنوں کے مردوں میں عورتوں سے وطی کرنے کی خواہش موجود ہوتی ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں اہل جنت کو اس قسم کا یقین نہ دلاتے۔ سہیلی نے کہا ہے کہ سعلاۃ اور غول میں فرق یہ ہے کہ سعلاۃ دن کے وقت اور غول رات کے وقت انسان پر ظاہر ہوتے ہیں۔ علامہ قزوینیؒ نے فرمایا ہے کہ غول برخلاف سعلاۃ ایک شیطانی قسم ہے۔ عبید بن ایوب نے کہا ہے کہ ؎

وساحرة عيني لو أن عينها رأت ما ألاقيه من العزل جنت

"اور وہ میری آنکھوں کی نظر بندی کرنے والی ہے لیکن اگر وہ نظر اٹھا کر دیکھ لے تو خوف و دہشت کا انبار جمع ہو۔"

أبيت وسعلاة وغول بقفرة اذا الليل واری الجن فيه أرنت

"سعلاۃ اپنے ساتھ رات کی تاریکیاں لائی اور تاریکیاں بھی ایسی جو گھٹا ٹوپ تھیں۔"

سہیلی نے کہا ہے کہ سعلاۃ زیادہ تر جنگلوں میں رہتے ہیں۔ پس جب وہ کسی انسان کو اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں تو اسے خوب نچاتے اور کھلاتے ہیں جیسے بلی چوہے کو نچاتی اور کھلاتی ہے۔ بعض اوقات "السعلاۃ" کو بھیڑیا پکڑ لیتا ہے اور کھا جاتا ہے۔ پس جب بھیڑیا ان کو اپنی گرفت میں لیتا ہے تو یہ شور مچانا شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے بچاؤ کیونکہ مجھے بھیڑیا کھانا چاہتا ہے اور بعض اوقات وہ یہ بھی کہتا ہے کہ جو مجھے بچائے گا میں اسے ایک ہزار دینار دوں گا جو میرے پاس ہیں۔ لوگ سعلاۃ کی آواز کو پہچانتے ہیں اس لئے وہ اس کو بچانے کی کوشش نہیں کرتے۔ پس بھیڑیا اسے اپنی خوراک بنا لیتا ہے۔

اَلسَّفُنَّجُ

''اَلسَّفُنَّجُ'' (سین پر ضمہ فاء ساکن اور نون پر ضمہ ہے) اس سے مراد ایک قسم کا پرندہ ہے۔

السقب

''السقب'' اس سے مراد اونٹنی کا بچہ ہے۔ اس کی جمع کے لئے اسقب' سقاب اور سقوب کے الفاظ مستعمل ہیں۔ اس کی مونث ''سبقة'' آتی ہے۔ اس کی ماں کو مسقب و مقاب کہا جاتا ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''أَذَلُّ مِنَ السَّقُبَان'' (فلاں شخص سقبان سے بھی زیادہ ذلیل ہے)

اَلسَّقر

''اَلسَّقر'' علامہ قزوینیؒ نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد شاہین کی مثل ایک پرندہ ہے لیکن اس کی ٹانگیں شاہین سے موٹی ہوتی ہیں۔ یہ پرندہ صرف سرد ممالک میں پایا جاتا ہے۔ یہ پرندہ بلاد ترک میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ پس جب اس پرندہ کو کسی پرندہ پر چھوڑا جاتا ہے تو یہ اس کے اردگرد دائرہ کی شکل میں گھومنا شروع کر دیتا ہے۔ پس جب یہ اس مقام پر پہنچتا ہے جہاں سے اس نے گھومنا شروع کیا تھا تو تمام پرندے اس دائرہ میں قید ہو جاتے ہیں اور کوئی بھی دائرہ سے باہر نہیں نکل سکتا اگرچہ ان کی تعداد ایک ہزار ہی کیوں نہ ہو۔ پس یہ پرندہ ان سب کو لے کر آہستہ آہستہ نیچے اترتا ہے یہاں تک کہ تمام پرندے زمین پر اتر آتے ہیں۔ پس شکاری ان پرندوں کو پکڑ لیتے ہیں اور ان میں سے ایک پرندہ بھی فرار نہیں ہو سکتا۔

السقنقور

''السقنقور'' اس جانور کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم ہندی ہے اور دوسری قسم مصری ہے۔ یہ جانور بحر قلزم میں پایا جاتا ہے اور بحر قلزم وہ ہے جس میں فرعون کو غرق کیا گیا تھا۔ یہ جانور بلاد حبشہ میں پیدا ہوتا ہے۔ نیز یہ پانی میں مچھلی کو اپنی خوراک بناتا ہے اور خشکی پر قطاء کو شکار کر کے اپنا پیٹ بھر لیتا ہے۔ یہ اپنے شکار کو سانپ کی طرح نگل جاتا ہے۔ اس کی مادہ بیس انڈے دیتی ہے اور ان کو ریت میں دفن کر دیتی ہے۔ پس ریت میں دفن کر دینا ہی انڈوں کو سینا ہے۔ تمیمی نے کہا ہے کہ اس جانور کی مادہ کے دو فرج اور نر کے دو ذکر ہوتے ہیں۔

ارسطو نے کہا ہے کہ سقنقور ایک بحری جانور ہے جس کی پیدائش سمندر کے ان مقامات پر ہوتی ہے جہاں بجلی کی چمک پیدا ہوتی ہے۔ اس جانور کے اندر ایک عجیب خاصیت یہ پائی جاتی ہے کہ جب یہ جانور کسی انسان کو کاٹ لے تو وہ انسان پانی پر پہنچ کر غسل کر لے تو سقنقور کی موت واقع ہو جاتی ہے اور سقنقور پہلے پانی تک پہنچ جائے تو انسان مر جاتا ہے۔ سقنقور اور سانپ کے درمیان فطری طور پر عداوت ہوتی ہے یہاں تک کہ ان دونوں میں سے جو بھی دوسرے پر غالب آ جائے وہ اسے قتل کر دیتا ہے۔ سقنقور اور گوہ میں کئی

وجوہ سے فرق ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ گوہ خشکی کا جانور ہے اور سقنقور بحری جانور ہے اور یہ پانی میں یا اس کے قریب رہتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ سقنقور کی جلد گوہ کی جلد سے زیادہ نرم ہوتی ہے۔ نیز گوہ کی پشت روادار اور خاکستری رنگ کی ہوتی ہے جبکہ سقنقور کی پشت زرد اور سیاہ ہوتی ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ سقنقور کا نر بہت عمدہ چیز ہے کیونکہ جو نفع قوت باہ کے سلسلہ میں اس کی جانب منسوب کیا جاتا ہے وہ نر میں ہی پایا جاتا ہے' مادہ میں نہیں ہوتا بلکہ اس کا تجربہ بھی کیا جا چکا ہے۔ نیز اس کے لئے یہ کہنا بالکل درست ہوگا کہ سقنقور قوت باہ کے لئے مخصوص ہے۔ سقنقور کے اعضاء کا وہ حصہ جو کمر کی طرف سے اس کی دم سے ملا ہوا ہے وہ قوت باہ کے لئے بے حد مفید ہے اور اس کی لمبائی تقریباً دو ذراع اور چوڑائی نصف ذراع تک ہوتی ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ ہمارے زمانے میں سقنقور بلاد مصریہ میں صرف فیوم شہر میں پایا جاتا تھا اور جب اس کی ضرورت پیش آتی تو اسی شہر سے لایا جاتا تھا۔ موسم سرما میں سقنقور کا شکار کیا جاتا ہے کیونکہ سردی کی شدت کی وجہ سے یہ پانی سے خشکی پر آ جاتا ہے۔ پس اس کے بعد اس کو آسانی کے ساتھ پکڑ لیا جاتا ہے۔

الحکم سقنقور کا کھانا حلال ہے۔ اس لئے کہ یہ ایک قسم کی مچھلی ہے نیز اگر اس میں کسی وجہ سے حرمت کا احتمال ہو تو اس وقت اس کا کھانا حرام ہوگا۔ اس لئے کہ اگر سقنقور کو گوہ کے مشابہ قرار دیا جائے تو پھر اس کا کھانا حرام ہوگا اور دوسری قسم جس کا تذکرہ باب الھمزہ میں کیا جا چکا ہے۔ وہ بالاتفاق حرام ہے کیونکہ وہ کچھوے سے پیدا ہوتا ہے اور کچھوا حرام ہے۔

خواص سقنقور ہندی کا گوشت جب تک کہ وہ تازہ رہے' گرم تر ہوتا ہے اور اس سقنقور کا گوشت جس میں نمک بھر دیا جائے بہت زیادہ گرم ہوتا ہے اور اس میں رطوبت بہت کم ہوتی ہے بالخصوص جبکہ سقنقور کو لٹکے ہوئے زیادہ مدت گزر جائے۔ اس لئے اس کا گوشت گرم مزاج والوں کے لئے سودمند نہیں ہے اور جن افراد کا مزاج سرد تر ہو' ان کیلئے اس کا گوشت بے حد مفید ہے۔ اگر دو ایسے شخص جن میں عداوت ہو' سقنقور کا گوشت کھالیں تو ان کی عداوت ختم ہو جائے گی اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے لگیں گے۔ سقنقور کے گوشت اور اس کی چربی کی خاصیت یہ ہے کہ اس کے کھانے سے شہوت میں اشتعال پیدا ہوتا ہے اور اعصاب میں جو امراض باردہ عارض ہوتے ہیں ان کے لئے بے حد مفید ہے۔ جب صرف سقنقور کا گوشت ہی استعمال کیا جائے تو بے حد مفید ہے اور اگر دوسری چیزوں کے ساتھ ملا کر کھایا جائے تو زیادہ فائدہ نہیں ہوتا۔ اگر کوئی آدمی اپنے مزاج' عمر اور موسم کے لحاظ سے ایک مثقال سے تین مثقال کی مقدار تک سقنقور کے گوشت کا شوربہ پیتا رہے تو اس کے لئے بے حد مفید ہے۔ ارسطو نے کہا ہے کہ سقنقور ہندی کا گوشت جسم کو فربہ کرتا ہے اور کمر کے درد اور گردہ کے درد کے لئے بے حد مفید ہے۔ اگر سقنقور کی کمر کے درمیان والا حصہ کسی شخص کی کمر پر لٹکا دیا جائے تو اس کے آلہ تناسل میں زبردست اشتعال پیدا ہوگا اور قوت باہ میں بے حد اضافہ ہوگا۔

تعبیر سقنقور کو خواب میں دیکھنا ایسے امام عالم پر دلالت کرتا ہے جو ظلمات میں ہدایت والا ہو۔ اس لئے کہ سقنقور کی جلد اندھیرے میں چمکتی ہے اور اس کا گوشت کھانا قوت میں اضافہ کرتا ہے اور بدن میں حرارت پیدا کرتا ہے۔ (واللہ اعلم)

السلَحفاة البریہ

''السلَحفاۃ البریہ'' (لام پر زبر ہے) اس سے مراد خشکی کا کچھوا ہے۔ ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ اس کا واحد ''السلاحف''

آ تا ہے لیکن رواسی کے نزدیک اس کا واحد سلحفیۃ بروزن بلھنیۃ ہے۔ ابن عبدوس نے کہا ہے کہ اس کا واحد ''السلحفا'' آ تا ہے۔ یہ ایسا حیوان ہے جو خشکی میں انڈے دیتا ہے۔ پس جو انڈے دریا میں گر جاتے ہیں۔ ان سے پیدا ہونے والے بچوں کو بحری کچھوے اور خشکی میں رہ جانے والے انڈوں سے پیدا ہونے والے بچوں کو بری کچھوے کہا جاتا ہے۔ پس جب ان دونوں قسموں کے بچے بڑے ہوتے ہیں تو یہ اونٹ اور بکری کے بچوں کے برابر ہو جاتے ہیں۔ جب نر اپنی مادہ سے جفتی کا ارادہ کرتا ہے اور اس کی مادہ جفتی کے لئے تیار نہیں ہوتی تو نر اپنے منہ میں ایک خاص قسم کی گھاس لاتا ہے جس کی خوشبو سونگھتے ہی مادہ جفتی پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ اس گھاس کی یہ خاصیت ہے کہ جس کے پاس یہ گھاس ہوگی وہ اپنے ہم جنسوں میں مقبول رہے گا۔ اس گھاس کے متعلق بہت کم لوگ ہی جانتے ہیں۔ جب اس جانور کی مادہ انڈے دیتی ہے تو وہ ان کو دیکھتی رہتی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان انڈوں سے بچے پیدا کر دیتا ہے۔ اس جانور کی مادہ کے نیچے کا حصہ سخت ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس میں حرارت نہیں ہوتی۔ بعض اوقات کچھوا سانپ کی دم اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے اور اس کے سر کو کاٹ کر اسے دم کی طرف سے چبا کر اپنی غذا بنا لیتا ہے۔ سانپ کچھوے کی کھوپڑی میں اپنی دم مارتا ہے اور زمین پر بھی دم کو مارتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنے آپ کو ہلاک کر لیتا ہے۔ کچھوا اپنے شکار کو پکڑنے کے لئے عجیب حیلہ اختیار کرتا ہے کہ وہ پانی سے نکل کر خشکی پر آ جاتا ہے۔ پھر وہ اپنے جسم پر مٹی چڑھا لیتا ہے اور چھپ کر کسی ایسی جگہ بیٹھ جاتا ہے جو پرندوں کی گزرگاہ ہے۔ پس پرندے کچھوے کو پہچان نہیں سکتے اور جونہی کوئی پرندہ اس کے قریب سے گزرتا ہے تو یہ اسے پکڑ لیتا ہے اور اسے پانی میں لے جاتا ہے۔ پھر اس کو اپنی خوراک بنا لیتا ہے۔ اس جانور کے نر کے دو آلہ تناسل ہوتے ہیں اور اس کی مادہ کی دو شرمگاہیں ہوتی ہیں۔ نر اپنی مادہ پر طویل مدت تک سوار رہتا ہے۔ کچھوا سانپ کے گوشت کو بہت پسند کرتا ہے۔ پس جب وہ سانپ کو کھاتا ہے تو اس کے بعد وہ ''سعتر'' کھا لیتا ہے جس کی وجہ سے اس پر سانپ کا زہر اثر انداز نہیں ہوتا۔ شاعر نے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ

لحا اللہ ذات فم أخرس — تـ ـيل من السعی و سواسها

''اللہ تعالیٰ تباہ و برباد کرے اس جانور کو جو صاحب دھن ہونے کے باو ـ کونگا ہے اور تھوڑی سی کوشش سے اس کے وسواس میں اضافہ ہو جاتا ہے۔''

تکب علی ظهرها ترسها — وتظهر من جلد هارأ سها

''وہ اپنی ڈھال کو اپنی پشت پر الٹ دیتا ہے اور اپنی جلد سے اپنے سر کو باہر نکال لیتا ہے۔''

اذالحذر أقلق احشاء ها — وضيق بالخوف أنفاسها

''جبکہ ڈر اس میں قلق پیدا کرتا ہے اور خوف کی بناء پر اس کا سانس تنگ ہو جاتا ہے۔''

تضم الی نحرها کفها — وتدخل فی جلدها رأسها

''وہ اپنی گردن سے اپنے پنجوں کو ملا لیتا ہے اور اپنی جلد میں اپنے سر کو داخل کر لیتا ہے۔''

الحکم امام بغویؒ نے کچھوے کی حلت کا قول نقل کیا ہے اور امام رافعیؒ نے اس کے نجس ہونے کی وجہ سے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ اس

لئے کہ یہ سانپوں کو کھاتا ہے۔ ابن حزمؒ نے فرمایا ہے خشکی اور بحری کچھوا دونوں حلال ہیں اور اسی طرح کچھوے کا انڈہ بھی حلال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "کُلُوا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلاَلاً طَیِّبًا" (تم کھاؤ جو کچھ زمین ہے حلال طیب) اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "قَدْ فَصَّلَ لَکُمْ مَا حَرَّمَ عَلَیْکُمْ" (تحقیق تمہارے لئے محرمات کو تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے) چنانچہ ان محرمات میں ہمارے لئے کچھوے کو بیان نہیں کیا گیا۔ پس کچھوا حلال ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں "أبلد من سلحفاۃ" (وہ کچھوے سے بھی زیادہ احمق ہے۔)

خواص صاحب الفلاحۃ اور قزوینیؒ نے بیان کیا ہے کہ اگر کسی جگہ سردی کی شدت محسوس ہونے لگے اور اس سے نقصان کا ڈر ہو تو ایک کچھوے کو پکڑ کر اسے الٹا چت لٹا دیا جائے تا کہ اس کے ہاتھ پاؤں آسمان کی طرف بلند رہیں تو اس جگہ سردی سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ اگر کچھوے کا خون ہاتھ اور پاؤں پر مل دیا جائے تو یہ جوڑوں کے درد کے لئے نفع بخش ہے۔ اگر کچھوے کے خون کی مالش ہمیشہ کی جائے تو ہاتھ پاؤں پھٹنے کے لئے بے حد مفید ہے اور تشنج کے مرض کے لئے بھی نفع بخش ہے۔ کچھوے کا گوشت کھانا بھی انہی امراض کے لئے بے حد مفید ہے۔ پس جو شخص کچھوے کا گوشت خشک کر کے اور پیس کر چراغ دان میں جلائے گا وہ گوز مارنے لگے گا۔ یہ بات بہت مجرب ہے۔ انسان کے جس عضو میں درد ہو اگر کچھوے کا وہی عضو لے کر اس پر لٹکا دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے درد فوراً ختم ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص کچھوے کے ہیجان کے وقت اس کی دم کا کنارہ لے کر اپنے بدن میں لٹکا لے تو اس کی شہوت میں ہیجان پیدا ہو جائے گا۔ اگر ہانڈی کو کچھوے کی کھوپڑی سے ڈھک دیا جائے تو اس پر کبھی بھی ابال نہیں آئے گا۔

تعبیر کچھوے کو خواب میں دیکھنا اس عورت کی طرف اشارہ ہے جو بناؤ سنگھار کر کے کسی مرد کی طلبگار ہو یا عالم یا قاضی القضاۃ کی جانب اشارہ ہوتا ہے کیونکہ کچھوا سمندر کے حالات کو سب سے زیادہ جاننے والا ہوتا ہے۔ پس جو شخص خواب میں دیکھے کہ کچھوے کی بہت زیادہ عزت کی جا رہی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہاں اہل علم کی بہت تعظیم ہوگی۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ کچھوے کا گوشت کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس سے علمی استفادہ ہوگا اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ اسے مال اور علم حاصل ہوگا۔ (واللہ اعلم)

السلحفاة البحرية

"السلحفاة البحرية" اس سے مراد بحری کچھوا ہے۔ اسے "اللجاۃ" بھی کہا جاتا ہے۔ عنقریب انشاء اللہ "باب اللام" میں اس کا تفصیلی بیان آئے گا۔ جوہریؒ نے فرمایا ہے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ کسی سپاہی کی بیٹی نے اپنے گلے کا ہار ایک بحری کچھوے کو پہنا دیا۔ پس وہ اسے لے کر سمندر میں چلا گیا۔ پس اس لڑکی نے کہا "یاقوم نزاف نزاف لم یبق فی البحر غیر غراف" اے سمندر کی قوم سمندر کا پانی سینچ ڈالو۔ تا کہ سمندر میں صرف چلو بھر پانی باقی رہے۔ کچھوے کی کھوپڑی کو "الزبل" کہا جاتا ہے اور اس سے کنگھیاں تیار کی جاتی ہیں۔ ان کنگھیوں کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ بالوں سے جوئیں ختم کر دیتی ہیں۔ اگر کچھوے کی کھوپڑی کو جلا کر اس کی راکھ کو انڈے کی سفیدی میں ملا لیا جائے اور پھر اس کو گھٹنوں اور ہاتھوں پر ایسی جگہ لگایا جائے جہاں سے جلد پھٹ گئی ہو تو یہ بے حد نافع ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ "الزبل" ہندی کچھوے کی کھوپڑی کو کہتے ہیں۔

فائدہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عاج کی ایک کنگھی تھی اور عاج کچھوے کی کھوپڑی کو کہا جاتا ہے جس سے کنگھیاں اور کنگھن تیار کئے جاتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ثوبانؓ کو حضرت فاطمہؓ کیلئے عاج کی دو کنگھیاں خریدنے کا حکم دیا۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا کہ ''عاج'' ہاتھی کی ہڈی کو بھی کہتے ہیں۔ پس یہ (یعنی عاج) امام شافعیؒ کے نزدیک نجس ہے اور امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک طاہر ہے۔ پس ''عاج'' کی کنگھی بالوں میں استعمال کرنا جائز ہے۔ پس یہاں عاج سے مراد کچھوے کی کھوپڑی ہے نہ کہ ہاتھی کی ہڈی۔

السلفان

''السلفان'' (سین کے کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد چکور کا بچہ ہے۔ اس کا واحد سلف بروزن صرد ہے اور اس کے مونث کے متعلق اختلاف ہے۔ ابوعمر نے کہا ہے کہ اس کا مونث ''سلفة'' نہیں سنا گیا۔ اگرچہ بعض لوگوں نے سلفة بروزن سلكة کہا ہے۔

السلق

''السلق'' اس سے مراد بھیڑیا ہے۔ اس کے مونث کیلئے ''سلقة'' کا لفظ مستعمل ہے۔ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں بھی استعمال ہوا ہے۔ ''فَاِذَا جَاءَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ''

السِلک

''السِلک'' قطا کے بچوں کو کہا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد چکور کے بچے ہیں۔ اس کی مونث کے لئے ''سلكة'' کا لفظ مستعمل ہے اور اس کی جمع سلکان بروزن صرد وصردان آتی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے واحد کے لئے ''سلكانة'' کا لفظ مستعمل ہے۔

اہل عرب سلیک بن سلکة سے مثال بیان کرتے ہیں۔ یہ وہ شخص ہے جو سلیک المقانب کے نام سے مشہور ہے۔ شاعر نے یہ مصرعہ اسی شخص کے متعلق کہا ہے کہ ؎

''الی الھول أمضی من سلیک المقانب''

''یہ شخص اہل عرب کے عجیب وغریب افراد میں سے ہے۔ اس کا ذکر انشاء اللہ باب العین میں آئے گا۔''

السلکوت

''السلکوت'' اس سے مراد ایک قسم کا پرندہ ہے۔

السَّلوی

''السَّلوی'' ابن سیدہ نے کہا ہے کہ یہ ایک سفید رنگ کا پرندہ ہے جو بٹیر کی مثل ہوتا ہے۔ اس کا واحد ''سَلْوَۃ'' آتا ہے۔ نیز ''السلویٰ'' شہد کو بھی کہا جاتا ہے۔ خالد بن زہیر ہذلی نے کہا ہے کہ ؎

وقاسمها بالله جهداً لَأَنْتُمْ　　الذمن السلوى اذا ما نشورها

''اور دونوں کو نہایت پختہ خدا کی قسم دی۔ شہد کے طریقہ پر جبکہ اس سے بہترین غذا تیار کی جائے۔''

الزجاج نے کہا ہے کہ خالد نے اس شعر میں ''السلویٰ'' سے مراد شہد لے کر غلطی کی ہے کیونکہ ''السلویٰ'' ایک پرندہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''السلویٰ'' سے مراد گوشت ہے۔ حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ گوشت کو ''السلویٰ'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ انسان کو جملہ قسم کے سالنوں سے فارغ البال کر دیتا ہے۔ لوگ اسے قاطع الشہوات کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ قزوینیؒ نے فرمایا ہے کہ ''السلویٰ'' مادہ بٹیر کا دوسرا نام ہے لیکن بعض اہل علم نے کہا ہے کہ یہ بٹیر کی مثل ایک الگ پرندہ ہے۔ اخفش نے کہا ہے کہ ''السلویٰ'' کا واحد نہیں سنا گیا۔ ممکن ہے اس کا واحد السلویٰ ہی ہو جیسے ''دفلی'' واحد بھی ہے اور جمع بھی ہے۔ یہ ایسا پرندہ ہے جو پورا سال سمندر کے درمیان رہتا ہے۔ پس جب شکاری پرندے ''باز'' وغیرہ جگر کے درد میں مبتلا ہوتے ہیں تو وہ سلویٰ کے شکار کی تلاش میں نکلتے ہیں۔ پس جب وہ اسے پالیتے ہیں تو اسے پکڑ کر اس کا جگر کھا لیتے ہیں جس سے ان کی بیماری ختم ہو جاتی ہے۔ ''السلویٰ'' وہ پرندہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے اتارا تھا۔ یہ قول مشہور ہے۔ نیز ہذلی شاعر نے غلطی سے السلویٰ کا معنی شہد کیا ہے۔ پس اس نے کہا ہے کہ ''الذمن السلوىٰ اذا ما نشورها'' صحیح بخاری میں ٔاحادیث الانبیاء میں اور مسلم شریف میں۔

باب النکاح میں محمد بن رافع کی حدیث مذکور ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبد الرزاق نے ان سے معمر نے ان سے ہمام بن منبہ نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت کبھی نہ سڑتا اور اگر حضرت حوا نہ ہوتیں تو عورت اپنے شوہر سے کبھی خیانت نہ کرتی۔ اہل علم نے ''لم یتغیر اللحم ابداً'' کے متعلق کہا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر من وسلویٰ اتارا تو انہیں اس کو ذخیرہ کرنے سے روک دیا۔ پس انہوں نے اس کو ذخیرہ کیا جس کی بناء پر وہ سڑنے لگا۔ پس اسی وقت گوشت سڑنا شروع ہوا تھا۔

ابن ماجہ نے حضرت ابو درداءؓ کی روایت نقل کی ہے۔ حضرت ابو درداءؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ گوشت اہل دنیا اور جنت کے کھانوں کا سردار ہے۔ حضرت ابو درداءؓ سے ہی مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ہدیہ میں گوشت دیا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے قبول فرما لیتے اور جب کبھی آپ ﷺ کی گوشت کی دعوت کی جاتی تو آپ دعوت قبول فرما لیتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا سب سے عمدہ گوشت پیٹھ کا گوشت ہے۔ ہمارے شیخ برہان الدین قیراطی نے کہا ہے کہ ؎

لما رأيت سلوى عز مطلبه　　عنكم وعقد اصطباری صار محلولا

''جب میں نے دیکھا کہ تم سے سلویٰ کا طلب کرنا مشکل ہو گیا اور میں اس پر صبر نہ کر سکا۔''

دخلت بالرغم منی تحت طاعتکم　　　لیقضی اللہ أمراً کان مفعولاً

''تو میں نہ چاہتے ہوئے بھی تمہارا مطیع ہو گیا تا کہ ہونے والے امر کے متعلق اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمادے۔''

الحکم السلویٰ کا کھانا بالاجماع حلال ہے۔

خواص ابن زہر نے کہا ہے کہ اگر کوئی آنکھوں کی بیماری میں مبتلا ہو تو اس کے بدن پر سلویٰ کی آنکھ لٹکانے سے اس کی بیماری ختم ہو جائے گی۔ اگر سلویٰ کی آنکھ بطور سرمہ استعمال کی جائے تو یہ جگر کے درد کے لئے نافع ہے۔ اگر سلویٰ کی بیٹ خشک کر کے پیس کر ایسے زخموں پر لیپ کر دیا جائے جس میں خارش آتی ہو تو زخم ٹھیک ہو جائیں گے۔ اگر سلویٰ کا سر ایسی جگہ میں دفن کر دیا جائے جہاں کبوتر رہتے ہوں تو وہاں سے کیڑے مکوڑے بھاگ جائیں گے۔ اگر گھر میں سلویٰ کی دھونی دی جائے تو وہاں سے کیڑے مکوڑے ختم ہو جائیں گے۔

تعبیر اگر کسی نے سلویٰ کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی تنگی دور ہو جائے گی۔ اسے دشمن سے نجات حاصل ہوگی اور بھلائی اور بلا مشقت رزق کی طرف اشارہ ہے۔ بعض اوقات سلویٰ کا خواب میں دیکھنا کفران نعمت، زوال مصیبت اور معاش کی تنگی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ'' (کیا تم اعلیٰ چیز کے مقابلے میں ادنیٰ چیز طلب کرتے ہو۔ سورۃ البقرۃ) (واللہ اعلم)

السُّمَانٰی

''السُّمَانٰی'' اس سے مراد بٹیر ہے۔ زبیدی نے کہا ہے کہ سین کے ضمہ اور نون کے فتحہ کے ساتھ یہ الحباری کے وزن پر آتا ہے۔ یہ ایسے پرندے کا نام ہے جو زمین پر رہتا ہے اور یہ پرندہ اس وقت تک پرواز نہیں کرتا جب تک اسے اڑایا نہ جائے۔ سمانیٰ ایک معروف پرندہ ہے۔ سمانی کو تشدید کے ساتھ نقل نہیں کیا گیا۔ اس کی جمع سمانیات آتی ہے۔ اس کو قتیل الرعد بھی کہا جاتا ہے کیونکہ جب یہ بجلی کی گرج سنتا ہے تو اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بٹیر کے بچے جونہی انڈوں سے نکلتے ہیں، اڑنے لگتے ہیں۔ اس پرندے کی عجیب خاصیت ہے کہ یہ موسم سرما میں سکوت اختیار کرتا ہے اور جب موسم بہار کا آغاز ہوتا ہے تو چیخنا شروع کر دیتا ہے۔ اس کی غذا ''البیش والبیشاء'' ہے جو دو زہر قاتل ہیں۔ یہ ایک ایسا پرندہ ہے جس کے متعلق کوئی نہیں جانتا کہ یہ کہاں سے آتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ بحر مالح سے آتا ہے کیونکہ یہ وہاں پرواز کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اس کا ایک بازو پانی میں ڈوبا ہوا اور دوسرا کھلا ہوتا ہے۔ اہل مصر اس سے بہت مانوس ہیں اور وہ اسے بہت بھاری قیمت پر خریدتے ہیں۔

الحکم بٹیر کا کھانا بالاجماع حلال ہے۔

خواص بٹیر کا گوشت گرم خشک ہوتا ہے لیکن اس کا تازہ گوشت بہت اچھا ہوتا ہے۔ بٹیر کا گوشت کھانے سے جوڑوں کے درد ختم ہو جاتے ہیں لیکن اس کا گوشت گرم مزاج والوں کے جگر کو نقصان پہنچاتا ہے۔ نیز یہ ضرر دھنیہ اور سرکہ سے دور ہو جاتا ہے۔ بٹیر کا گوشت گرم خون پیدا کرتا ہے اور یہ سرد مزاج والوں اور بوڑھوں کیلئے بے حد مفید ہے۔ بٹیر کے گوشت کو ہمیشہ کھانا مثانہ کی پتھری کے خاتمہ کا باعث ہوتا ہے اور اس سے پیشاب کھل کر آتا ہے۔ اگر بٹیر کا گوشت ہمیشہ کھایا جائے تو دل کی سختی نرمی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ خاصیت صرف بٹیر کے دل میں موجود ہوتی ہے۔

تعبیر بٹیر کو خواب میں دیکھنا کسان کے لئے فوائد اور رزق کی کشادگی کی علامت ہے۔ بعض اوقات بٹیر کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر لہو ولعب اور فضول خرچی سے دی جاتی ہے۔ نیز ایسے جرم کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو قید کا موجب ہوتا ہے۔

السمحج

''السمحج'' اس سے مراد لمبی پشت والی گدھی ہے۔ اس کی جمع ''سماحج'' آتی ہے۔ اسی طرح لمبی پشت والی گھوڑی کو بھی ''السمحج'' کہا جاتا ہے۔ نیز مذکر کے لئے یہ لفظ استعمال نہیں کیا جاتا۔

السمع

''السمع'' (سین کے کسرہ اور میم کے سکون اور عین مہملہ کے ساتھ) اس سے مراد بھیڑیئے کا بچہ ہے جو بجو کی جفتی سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ ایسا درندہ ہے جس میں بجو کی شدت وقوت اور بھیڑیئے کی جرات پائی جاتی ہے۔

جوہریؒ نے کہا ہے کہ ''السمع'' سے مراد وہ بھیڑیا ہے جو تیز رفتار اور کمزور ہو نیز اس کی رانوں میں بہت کم گوشت ہوتا ہے۔ جوہریؒ کہتے ہیں ہر بھیڑیا فطری طور پر لاغر ہی ہوتا ہے۔ پس لاغر پن کی صفت بھیڑیئے کے لئے لازم ہے جیسے بجو کے لئے لنگڑا پن کی صفت ضروری ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

تراه حديد الطراف أبلج واضحا أغر طويل الباع أسمع من سمع

''تو اس کو دیکھے گا تیز نگاہ والا اور چوڑے سینے والا اور سب سے زیادہ سمیع۔''

کہا جاتا ہے کہ اس درندے کی چھلانگ بیس یا تیس ذراع سے زیادہ ہوتی ہے۔ ابن ظفر نے اپنی کتاب ''خیر البشر بخیر البشر'' میں نقل کیا ہے کہ حضرت ربیعہ بن ابی نزار فرماتے ہیں کہ مجھے میرے ماموں نے خبر دی کہ جب جنگ حنین میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح عطا فرمائی تو ہم گھاٹیوں میں چھپ گئے اور ہماری کیفیت یہ تھی کہ دوست اپنے دوست سے بے رخی اختیار کر رہا تھا۔ حضرت ربیعہ کے ماموں کہتے ہیں کہ میں ایک گھاٹی میں مقیم تھا کہ اچانک میں نے ایک لونڈی کو دیکھا کہ ارقم سانپ اس کے پیچھے پڑا ہے اور لونڈی سانپ سے بچنے کے لئے بھاگ رہی ہے۔ پس میں نے ایک پتھر اٹھا کر سانپ کو مارا جس سے سانپ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ پس میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ لونڈی میرے پہنچنے سے پہلے مر چکی ہے اور سانپ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا ہے اور مضطرب ہے۔ پس میں کھڑا ہو کر یہ منظر دیکھ رہا تھا کہ ایک پکارنے والے نے مجھے ایسی خوفناک آواز میں پکارا کہ اس سے قبل میں نے ایسی آواز نہیں سنی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا کہ تیرا برا ہو تو نے ایک رئیس کو قتل کر دیا ہے۔ پھر وہ کہنے لگا ''یَاداثِر یَاداثِر'' پس ایک جواب دینے والے نے جواب دیا لبیک لبیک۔ پس اس پکارنے والے نے جواب دینے والے سے کہا کہ تم جلدی جلدی بنی غدافر کے پاس جاؤ اور ان کو خبر دے دو کہ اس کافر نے یہ کیا کام کر دیا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس پر میں نے

چلاتے ہوئے کہا میں بے خبری میں ایسا کام کر چکا ہوں۔ پس میں تمہاری پناہ میں آنا چاہتا ہوں۔ پس تم مجھے اپنی پناہ میں لے لو۔ پس اس نے کہا کہ میں کبھی مسلمان کے قاتل اور غیر اللہ کی عبادت کرنے والے کو اپنی پناہ میں نہیں لے سکتا۔ پس میں نے کہا کہ میں مسلمان ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ پس اس نے کہا کہ اگر تو مسلمان ہو جائے تو تجھ سے قصاص ساقط ہو جائے گا اور تجھے نجات مل جائے گی ورنہ تیری موت واقع ہو جائے گی۔ راوی کہتے ہیں۔ میں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ پس اس نے کہا کہ تو نے نجات پائی اور ہدایت حاصل کر لی اور اگر تو اسلام قبول نہ کرتا تو تیری موت واقع ہو جاتی۔ پس تو واپس لوٹ جا' جہاں سے آیا ہے۔ راوی کہتے ہیں پس میں اپنے قدموں کے نشانات پر واپس آیا اور وہ کہنے والا یہ کہہ رہا تھا

امتط السمع الأزل　　　　یعل بک التل

''تو ایک تیز رفتار بھیڑیئے پر سوار ہو جا' وہ تجھے ایک ٹیلہ پر پہنچا دے گا۔''

فھناک أبو عامر　　　　یتبع بک الفل

''پس وہاں تیری ملاقات ابو عامر سے ہوگی جو تلوار لے کر تیرے پیچھے چلے گا۔''

راوی کہتے ہیں کہ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہاں ایک بڑے شیر جیسا ایک جانور موجود ہے۔ پس میں اس پر سوار ہو گیا۔ پس وہ مجھے لے کر چل پڑا۔ یہاں تک کہ اس نے مجھے ایک بہت بڑے ٹیلہ پر پہنچا دیا اور وہ ٹیلہ کی چوٹی پر چڑھ گیا جہاں سے مجھے مسلمانوں کا لشکر نظر آنے لگا۔ پس میں اس جانور سے اتر گیا اور مسلمانوں کے لشکر کی طرف چل پڑا۔ پس جب میں لشکر کے قریب پہنچا تو ایک شہ سوار لشکر سے نکل کر میرے سامنے آیا اور اس نے مجھے حکم دیا کہ ہتھیار ڈال دو۔ پس میں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ پس اس نے مجھ سے کہا تم کون ہو؟ پس میں نے کہا مسلمان ہوں۔ پس اس نے کہا کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی اور اس کی رحمت اور برکت ہو۔ پس میں نے کہا کہ تم پر بھی اللہ تعالیٰ کی سلامتی اور اس کی رحمت اور برکت ہو۔ نیز میں نے اس سے پوچھا کہ تم میں ابو عامر کون ہے۔ اس شہ سوار نے کہا کہ میں ہوں۔ پس میں نے کہا الحمد للہ (تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں۔) پس اس نے کہا کہ تمہیں خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ سب تمہارے مسلمان بھائی ہیں۔ پس وہ شہ سوار کہنے لگا کہ میں نے تمہیں ایک ٹیلہ پر دیکھا تھا کہ تم ایک گھوڑے پر سوار ہو۔ پس تمہارا گھوڑا کہاں ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اس شہ سوار کو اپنا سارا قصہ بیان کیا۔ پس وہ میرا قصہ سن کر بہت متعجب ہوا۔ پس میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر ہوازن کا مقابلہ کرنے لگا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا ارادہ پورا فرمایا اور قبیلہ ہوازن کو شکست سے دوچار کیا اور مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔

الحکم بھیڑیئے کے بچے کا گوشت کھانا حرام ہے۔ اہل علم کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ اگر کسی نے حالت احرام میں بھیڑیئے کے بچے کو قتل کر دیا تو اس پر جزاء واجب ہوگی یا نہیں؟ ابن القاص نے کہا ہے کہ محرم پر جزاء واجب نہیں ہے لیکن علامہ دمیریؒ کے نزدیک ابن القاص کی یہ بات صحیح نہیں ہے بلکہ محرم پر جزاء واجب ہوگی اور محرم کے لئے اس سے تعرض کرنا جائز نہیں ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں "اسمع من سمع" (فلاں شخص بھیڑیئے کے بچے سے بھی زیادہ کمزور ہے) یہ مثال اس لئے بیان کی جاتی ہے کیونکہ بھیڑیئے کے بچے کے۔لئے لاغرپن لازمی ہے جیسے بجو کے لئے لنگڑاپن لازمی ہے۔

السمائم

''السمائم''اس سے مراد ابابیل کی مثل ایک پرندہ ہے۔اس کی جمع کے لئے ''سامۃ'' کا لفظ مستعمل ہے۔ یہ پرندہ انڈے دینے پر قادر نہیں ہوتا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ''السونو'' پرندہ ہے۔

السِمسِم

''السِمسِم''اس سے مراد لومڑی ہے۔

اَلسِمسِمَۃُ

''اَلسِمسِمَۃُ'' (سین کے کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد سرخ چیونٹی ہے۔اس کی جمع کے لئے ''سماسم'' کا لفظ مستعمل ہے۔

ابن فارس نے اپنی کتاب ''مجمل'' میں لکھا ہے کہ ''اَلسِمسِمَۃُ'' سے مراد چھوٹی چیونٹی ہے اور اسی معنی کے ذریعہ حدیث کی تفسیر بیان کی ہے جو امام مسلمؒ نے اپنی کتاب مسلم میں نقل کی ہے۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنمیوں کا ذکر فرمایا ہے کہ ایک قوم جہنم سے (سزا بھگتنے کے بعد) نکلے گی۔ پس جب وہ دوزخ سے نکالے جائیں گے تو ایسے معلوم ہوں گے گویا کہ وہ ''عیدان السماسم'' ہیں۔ پس وہ جنت کی ایک نہر میں داخل ہوں گے اور اس میں غسل کریں گے۔ پس وہ اس نہر سے نکلیں گے تو ایسے معلوم ہوں گے گویا کہ وہ سفید کاغذ ہیں۔(رواہ مسلم)

امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ "سماسم" سمسم کی جمع ہے اور سمسم ایک معروف دانہ ہے جس کا تیل نکالا جاتا ہے۔ ابوالسعادات بن اثیر نے کہا ہے کہ ''السماسم'' سمسم کی جمع ہے۔اس سے مراد تل کی ایسی لکڑیاں ہیں جن سے دانہ نکال لیا جائے۔اس وقت وہ بہت باریک اور بہت زیادہ سیاہ ہوتی ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے گویا کہ ابھی آگ سے نکالی گئی ہیں۔ امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ میں ایک مدت تک اس لفظ کے صحیح معنی معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہا اور لوگوں سے اس کے متعلق پوچھتا بھی رہا لیکن مجھے کوئی تسلی بخش جواب نہیں ملا۔ ممکن ہے کہ یہ لفظ محرف ہو گیا ہو۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ مجھے اس لفظ کے معنی معلوم نہیں ہو سکے۔ شاید اس سے مراد وہ لکڑی ہے جو سیاہ ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے اس سے مراد آبنوس وغیرہ ہے۔

اَلسَّمَکُ

''اَلسَّمَکُ'' اس سے مراد مچھلی ہے۔ یہ پانی کی مخلوق ہے۔اس کا واحد سمکۃ اور جمع "أسماک" اور سموک آتی

ہے۔اس جانور کی بہت زیادہ اقسام ہیں اور ہر قسم کا الگ نام ہے۔ تحقیق ''الجراد'' (ٹڈی) کے تحت یہ حدیث گزری ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے ایک ہزار گروہ بنائے ہیں جن میں سے چھ سو پانی میں اور چار سو خشکی میں رہتے ہیں۔ الحدیث۔ مچھلی کی ایک قسم ایسی بھی ہے جو اتنی بڑی ہوتی ہے کہ انسان اس کی ابتداء اور انتہاء معلوم نہیں کرسکتا اور بعض مچھلیاں اتنی چھوٹی بھی ہیں کہ نگاہ ان کو دیکھنے سے قاصر ہے۔ مچھلی کی تمام اقسام پانی میں رہتی ہیں۔ مچھلیاں پانی میں اس طرح سانس لیتی ہیں۔ جیسے انسان اور خشکی کے حیوانات ہوا میں سانس لیتے ہیں۔ مچھلی کے زندہ رہنے کے لئے ہوا کی ضرورت نہیں ہے لیکن انسان اور حیوانات کی زندگی کیلئے ہوا بہت ضروری ہے۔ نیز مچھلی کا ہوا سے مستغنی ہونا اس لئے ہے کہ مچھلی کا تعلق عالم الماء والارض سے ہے اس لئے اسے ہوا کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جاحظ نے کہا ہے کہ مچھلی پانی کے اندر اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے اور پانی کے اوپر اللہ تعالیٰ کی تسبیح نہیں کرتی۔ اگر خشکی کی ہوا جو پرندوں کی زندگی کیلئے ضروری ہے۔ مچھلی پر ایک لمحہ کے لئے بھی مسلط کردی جائے تو مچھلی ہلاک ہوجائے گی۔ شاعر نے کہا ہے کہ

تغمه النشوة والنسيم ولا يزال مغرقا يعوم

''بوئے خوش اور خشکی کی ہوا اس کے لئے غم میں اضافے کا باعث ہے اس لئے وہ برابر پانی میں ڈوبی رہتی ہے اور''

فى البحر والبحر له حميم وأمه الوالدة الرؤم

''سمندر میں تیرتی رہتی ہے اور سمندر اس کے لئے گرم چشمہ ثابت ہوا ہے اور اس کی ماں وہاں سے اس کو

تلهمه جهراً وما يريم کھائے بغیر نہیں ٹلتی۔''

''**قوله امه الوالدة**'' اس شعر میں یہ قول (کہ مچھلی کی والدہ) اس بات کی دلیل ہے کہ ام کا لفظ انسان کے علاوہ بھی استعمال کیا جاسکتا ہے اور شاعر کا یہ قول کہ مچھلی کی والدہ اس کو کھا جاتی ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ بعض مچھلیاں ایسی ہوتی ہیں جن کی غذا مچھلی ہی ہوتی ہے اس لئے بعض مچھلیاں بعض مچھلیوں کو کھا جاتی ہیں۔ اسی لئے امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے زیادہ مچھلی ہے اور شاعر کے اس قول ''ومایریم'' کا مطلب یہ ہے کہ مچھلی کی والدہ اس جگہ سے اس وقت تک علیحدہ نہیں ہوتی جب تک وہ اسے اپنی خوراک نہیں بنالیتی۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ جاحظ کا یہ قول کہ ہوا مچھلی کے لئے نقصان دہ ہے، صحیح نہیں ہے کیونکہ امام غزالیؒ نے مچھلی کو اس قید سے مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ مچھلی کو ہوا نقصان نہیں پہنچاتی۔ مچھلی کی بعض اقسام ایسی بھی ہیں جو سمندر کی اوپر والی سطح پر اڑتی ہیں اور طویل مسافت کے بعد پانی میں اتر جاتی ہیں۔ ابن تلمیذ نے کہا ہے کہ

لبسن الجواشن خوف الردى عليهن من فوقهن الخوذ

''اس نے ہلاکت کے خوف سے زرہ پہنی اور اپنے سروں پر لوہے کی ٹوپی پہن رکھی ہے۔''

فلما أتيح لها أهلكت ببرد النسيم الذى يستلذ

''پس جب ہلاکت کا وقت قریب آیا تو اس کو نسیم سحر کے جھونکوں نے ہی ہلاک کرڈالا اگرچہ یہ جھونکے روح کی تسکین کا باعث ہوتے ہیں۔''

مچھلی بہت زیادہ کھاتی ہے کیونکہ اس کا معدہ سرد مزاج اور اس کے منہ کے قریب ہوتا ہے۔ مچھلی کی گردن نہیں ہوتی اور نہ ہی اس

کی آواز ہوتی ہے اور اس کے پیٹ میں ہوا داخل نہیں ہوتی۔ اسی لئے بعض لوگ کہتے ہیں کہ مچھلی کے پھیپھڑا نہیں ہوتا۔ جیسے گھوڑے کے تلی' اونٹ کے پتہ اور شتر مرغ کے گودہ نہیں ہوتا۔ بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو اپنی خوراک بنالیتی ہے اس لئے چھوٹی مچھلی کنارے کے قریب کم پانی میں آ جاتی ہے کیونکہ بڑی مچھلی کم پانی میں نہیں ٹھہر سکتی۔ مچھلی سانپ کی طرح تیزی کے ساتھ حرکت کرتی ہے۔ بعض مچھلیاں نر اور مادہ کی جفتی سے اور بعض کیچڑ سے پیدا ہوتی ہیں۔ مچھلی کے انڈے نہ تو سفید ہوتے ہیں اور نہ ہی زرد بلکہ ان سب کا ایک ہی رنگ ہوتا ہے۔ جاحظ کہتے ہیں کہ مچھلیوں میں قواطع اور اوابد ہوتے ہیں جیسے پرندوں میں ہوتے ہیں۔ پس قواطع سے مراد وہ جانور ہیں جو موسم کے لحاظ سے اپنی جگہ تبدیل کرتے رہتے ہیں اور اوابد سے مراد وہ جانور ہیں جو ہر حال میں ایک ہی جگہ سکونت اختیار کر لیتے ہیں۔ پس بعض مچھلیاں کسی موسم میں آتی ہیں اور کسی میں نہیں آتیں۔ مچھلیوں کی اقسام میں سقنقور' دلفین اور عنبر وغیرہ شامل ہیں جس کا ذکر انشاء اللہ آگے آئے گا۔ مچھلی کی ایک قسم سانپ کی شکل میں بھی ہوتی ہے۔ مچھلی کی ایک قسم ''الرعادۃ'' (گرجنے والی مچھلی) ہے جو بہت چھوٹی ہوتی ہے۔ اس کی یہ خصوصیت ہے کہ جب یہ جال میں پھنس جاتی ہے اور جال شکاری کے ہاتھ میں ہوتا ہے تو اس کا ہاتھ حرکت کرنے لگتا ہے۔ اس لئے شکاری اس مچھلی کی اس کیفیت سے واقف ہونے کی بناء پر جال کی رسی کو کسی درخت سے باندھ دیتا ہے۔ یہاں تک کہ مچھلی مر جاتی ہے۔ پس جب مچھلی مر جاتی ہے تو اس کی یہ خاصیت باقی نہیں رہتی۔ شیخ شرف الدین محمد بن حماد بن عبداللہ بوصیری مصنف ''بردہ شریف'' نے شیخ زین الدین محمد بن رعاد کے متعلق کیا خوب کہا ہے کہ ؎

لقد عاب شعری فی البریة شاعر ومن عاب اشعاری فلا بدان یهجی

''تحقیق عوام الناس میں سے صرف ایک شاعر نے میرے اشعار میں عیب لگایا اور جو میرے اشعار میں عیب لگائے اس کی ہجو کرنا بہت ضروری ہے۔''

فشعری بحر لا یری فیه ضفدع ولا یقطع الرعاد یوما له لجا

''پس میرے اشعار سمندر کی طرح ہیں کہ ان میں مینڈک کو بھی نہیں دیکھا جا سکتا اور ''الرعاد'' مچھلی (یعنی ابن الرعاد شاعر) ایک دن بھی اس کو قطع نہیں کر سکتی۔''

حکماء ہند اس مچھلی کو شدت حرارت سے پیدا ہونے والے امراض میں استعمال کرتے ہیں۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اگر ''رعادۃ'' مچھلی کو کسی مرگی کے مرض میں مبتلا آدمی کے قریب رکھ دیا تو یہ اس کے لئے نفع بخش ہے۔ اگر عورت اس مچھلی کے گوشت کے ٹکڑے کو اپنے جسم پر لٹکا لے تو اس کا خاوند اس کی جدائی کو برداشت نہیں کر سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے سمندر میں اتنی عجیب و غریب اشیاء پیدا فرمائی ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا اور اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کافی ہے کہ ''حَدِّثُوْ عَنِ الْبَحْرِ وَلَا حَرج'' (تم سمندر کا تذکرہ کیا کرو کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔)

مچھلی کی ایک قسم شیخ الیہودی بھی ہے جس کا ذکر انشاء اللہ عنقریب باب الشین میں آئے گا۔''

عجیب حکایت قزوینیؒ نے اپنی کتاب عجائب المخلوقات میں لکھا ہے کہ عبدالرحمٰن بن ہارون مغربی کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بحر مغرب میں کشتی پر سوار ہوا۔ پس میں ایک ایسی جگہ پر پہنچا جس کو برطون کہا جاتا ہے اور ہمارے ساتھ کشتی میں ایک لڑکا جو صقلیہ کا

رہنے والا تھا' بھی سوار تھا اور اس کے پاس مچھلی پکڑنے والا کانٹا تھا۔ پس اس لڑکے نے دریا میں مچھلی پکڑنے والا کانٹا ڈال دیا۔ پس اس کانٹے میں ایک مچھلی پھنسی جو ایک بالشت کے برابر تھی۔ پس ہم نے اس مچھلی کو دیکھا تو اس کے دائیں کان کے اوپر والے حصہ پر ''لا الٰہ الا اللہ'' کے الفاظ اور نیچے کی جانب محمدؐ اور اس کے بائیں کان کے نیچے ''رسول اللہ علیہ'' کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔

ابو حامد اندلسی غرناطی کی کتاب تحفۃ الالباب میں مرقوم ہے کہ بحر روم میں ''الدراع'' کی طرح ایک چھوٹی مچھلی ہے جسے ''الثلب'' کہا جاتا ہے۔ جب اس کو پکڑ کر کسی چیز میں بند کر دیا جائے تو جب تک اللہ چاہے گا اسے موت نہیں آئے گی بلکہ یہ متحرک اور مضطرب رہے گی اور اگر اس مچھلی کو کاٹ کر اس کا ایک ٹکڑا آگ پر رکھ دیا جائے تو یہ اچھل کر آگ سے باہر نکل آئے گی۔ بعض اوقات اس قدر اچھلتی ہے کہ پاس بیٹھنے والوں کے چہرے پر آ لگتی ہے۔ پس اگر اس مچھلی کو کسی ہانڈی میں پکایا جائے تو اسے کسی لوہے یا پتھر سے ڈھک دیا جائے تاکہ مچھلی کے اعضاء ہانڈی سے باہر نہ نکلنے پائیں کیونکہ جب تک یہ مچھلی پک کر تیار نہیں ہو جاتی اس کی موت واقع نہیں ہوتی۔ اگرچہ اس کے جسم کے ایک ہزار ٹکڑے کیوں نہ کر دیئے جائیں۔

امام احمد بن حنبلؒ نے کتاب الزہد میں نوف البکالی سے روایت نقل کی ہے۔ نوف البکالی کہتے ہیں کہ ایک مومن آدمی اور ایک کافر آدمی دونوں مچھلی کا شکار کرنے لگے۔ پس کافر آدمی نے اپنا جال پھینکا اور اپنے دیوتا کا نام لیا تو اس کا جال مچھلیوں سے بھر گیا۔ پس مومن آدمی نے اپنا جال پھینکا اور اللہ تعالیٰ کا نام لیا لیکن اس کے جال میں کوئی مچھلی نہیں آئی۔ نوف البکالی کہتے ہیں کہ یہ دونوں آدمی شام تک شکار میں مصروف رہے لیکن کیفیت یونہی رہی۔ پھر آخر کار مومن شخص کے جال میں ایک مچھلی پھنس گئی۔ پس اس نے اسے اپنے ہاتھ سے پکڑنے کی کوشش کی لیکن وہ اچھل کر پانی میں کود گئی۔ پس مومن واپس ہوا لیکن اس کے پاس کچھ بھی نہیں تھا اور کافر واپس ہوا لیکن اس کا تھیلا مچھلیوں سے بھرا ہوا تھا۔ پس مومن کے فرشتہ کو مومن کی اس بے بسی پر افسوس ہوا۔ اس نے عرض کیا اے میرے رب تیرا مومن بندہ جو تجھے پکارتا ہے وہ اس حال میں واپس جا رہا ہے کہ اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے اور تیرا کافر بندہ اس حال میں واپس جا رہا ہے کہ اس کا تھیلا مچھلیوں سے بھرا ہوا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مومن کے فرشتے کو مومن کا گھر جنت میں دکھلایا اور فرمایا کہ میرے اس مومن بندے کو جنت کے اس گھر کے مقابلے میں دنیا کی مفلسی کچھ نقصان نہیں دے گی اور کافر کا گھر آگ میں فرشتے کو دکھلایا اور فرمایا' کیا کافر کو اس کا مال جو دنیا میں اسے حاصل ہوا ہے اس عذاب عظیم سے بچا سکتا ہے؟ فرشتے نے عرض کیا اے میرے رب ہرگز نہیں۔ کتاب صفوۃ الصفوۃ کے آخر میں ابوالعباس بن مسروق کی یہ روایت مذکور ہے۔ ابوالعباس بن مسروق کہتے ہیں کہ میں یمن میں تھا۔ پس میں نے دیکھا کہ ایک شکاری ساحل پر مچھلیاں پکڑ رہا ہے اور اس کی ایک جانب اس کی بیٹی بیٹھی ہوئی ہے۔ پس وہ شخص مچھلیاں پکڑ کر اپنے تھیلے میں ڈالتا تو وہ لڑکی مچھلیوں کو پانی میں پھینک دیتی۔ پس جب اس شخص نے دیکھا کہ کتنی مچھلیاں پکڑی جا چکی ہیں تو اسے کچھ بھی نظر نہیں آیا۔ پس اس نے کہا اے میری بیٹی! مچھلیاں کہاں گئیں؟ پس اس لڑکی نے کہا اے میرے باپ میں نے آپ سے ہی سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مچھلی جال میں نہیں پھنستی مگر یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو جائے۔ پس میں اس بات کو پسند نہیں کرتی کہ میں ایسی چیز کو کھاؤں جو اللہ کے ذکر سے غافل ہو۔ پس وہ شخص رو پڑا اور اس نے جال پھینک دیا۔ کتاب الثواب میں مذکور ہے کہ حضرت

نافع ؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ بیمار تھے۔ پس آپ کو تازہ مچھلی کھانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ میں مچھلی کی تلاش میں مدینہ میں گیا لیکن مجھے مچھلی نہیں ملی۔ یہاں تک کہ کچھ دنوں بعد میں نے مچھلی کو پایا تو میں نے اسے ڈیڑھ درہم میں خرید لیا اور پھر اسے تل کر ایک روٹی پر رکھا اور حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں پیش کیا۔ پس اسی اثناء میں ایک سائل دروازے پر کھڑا ہو کر سوال کرنے لگا۔ پس حضرت عمرؓ نے غلام کو حکم دیا کہ مچھلی کو روٹی میں لپیٹ کر اس سائل کو دے دو۔ پس غلام نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح فرمائے۔ آپ کئی دنوں سے مچھلی کھانے کی خواہش کا اظہار فرما رہے تھے اور مچھلی مل نہیں رہی تھی۔ پس جب ہم نے مچھلی خرید کر اور پکا کر آپ کے سامنے پیش کی ہے تو آپ یہ سائل کو دینے کا حکم دے رہے ہیں۔ پس ہم یہ مچھلی سائل کو ہرگز نہیں دیں گے بلکہ اس کے عوض سائل کو درہم پر راضی کر لیں گے۔ پس حضرت ابن عمرؓ نے غلام کو پھر حکم دیا کہ مچھلی کو روٹی میں لپیٹ کر سائل کو دے دو۔ پس غلام نے سائل سے کہا تو درہم لے لے اور مچھلی کو چھوڑ دے۔ پس سائل نے درہم لے لئے اور مچھلی واپس کر دی۔ پس غلام واپس آیا اور حضرت ابن عمرؓ سے عرض کرنے لگا کہ میں نے سائل سے مچھلی ایک درہم کے عوض خرید لی ہے۔ پس حضرت ابن عمرؓ نے غلام کو حکم دیا کہ مچھلی کو روٹی میں لپیٹ کر اس سائل کو دے دو اور جو رقم اسے دی ہے وہ واپس نہ لو۔ اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کوئی چیز کھانا چاہتا ہو اور پھر اپنی خواہش پر دوسرے حاجت مند کو ترجیح دے اور اپنی چیز حاجت مند کو دے دے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔

طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے۔ حضرت نافع ؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ بیمار ہو گئے۔ پس آپ کو انگور کھانے کی خواہش محسوس ہوئی۔ پس ایک درہم میں حضرت ابن عمرؓ کیلئے انگور کا خوشہ خریدا گیا اور آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ پس ایک مسکین آیا۔ پس حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا یہ خوشہ اس سائل کو دے دو۔ پس ایک آدمی نے سائل سے انگور کا خوشہ ایک درہم میں خرید کر حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں پیش کیا۔ پس حضرت ابن عمرؓ نے پھر صدقہ کر دیا۔ چنانچہ تین مرتبہ اسی طرح ہوا اور دوبارہ خریدا گیا۔ پس چوتھی مرتبہ حضرت ابن عمرؓ کے سامنے انگور کا خوشہ پیش کیا گیا تو آپؓ نے کھا لیا۔ سریج بن یونس فرماتے ہیں کہ ایک دن میں جمعہ کی نماز کیلئے نکلا۔ پس میں نے دیکھا کہ ایک دکان پر دو تلی ہوئی مچھلیاں رکھی ہوئی ہیں۔ پس میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں یہ مچھلیاں اپنے بچوں کیلئے خرید لوں لیکن میں نے کسی سے کلام نہیں کیا۔ پس جب میں نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد واپس گھر پہنچا تو تھوڑی ہی دیر بعد دروازہ پر کسی نے دستک دی۔ پس میں نے دیکھا تو ایک آدمی کھڑا ہے اور اس کے سر پر ایک طباق ہے جس میں دو تلی ہوئی مچھلیاں، سرکہ اور کچھ پکی ہوئی کھجوریں ہیں۔ پس اس نے کہا اے ابوالحرب یہ سب کچھ لے لو اور اپنے بچوں کے ساتھ بیٹھ کر کھا لو۔

عبداللہ بن امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے سریج بن یونس کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے خواب میں رب العزت کو دیکھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے میرے لئے فرمایا اے سریج اپنی حاجت کے متعلق مجھ سے سوال کر۔ پس میں نے کہا "یَارَبِّ سَرْبَسَر" (اے میرے رب سر بسر) علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ سربسر عجمی لفظ ہے جس کے معنی راس براس کے ہیں۔ تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ سریج بن یونس امام الفقہاء الشافعیہ ابوالعباس کے دادا تھے۔

الحکم مچھلی کی تمام اقسام بغیر ذبح کیے ہوئے حلال ہیں۔ خواہ وہ مری ہوئی کیوں نہ ہوں اور موت کا ظاہری سبب موجود ہو جیسے جال

میں پھنس کر مرجانا یا ظاہری سبب موجود نہ ہو۔ ہر صورت میں حلال ہے۔ کیونکہ اس سے قبل بھی اس حدیث کا تذکرہ ہو چکا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے دو مردار مچھلی اور ٹڈی حلال کر دیئے ہیں اور دو خون جگر اور تلی (کے خون) حرام کر دیئے ہیں۔ مچھلی کے حلال ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ مچھلی پاک ہے اگر چہ مری ہوئی کیوں نہ ہو۔ عنقریب انشاء اللہ باب العین میں اس حدیث کا بیان ہوگا کہ حضرت ابوعبیدہؓ اور ان کے ساتھیوں نے ایک مچھلی پائی تھی جس میں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کھایا تھا۔

مسئلہ: اگر مجوسی مچھلی کا شکار کرے تو وہ مچھلی پاک ہوگی۔ اس کی دلیل حضرت حسنؒ کا قول ہے کہ میں نے ستر صحابہ کرامؓ کو دیکھا کہ وہ مجوسی کی شکار کی ہوئی مچھلی کو کھالیا کرتے تھے اور ان کے دل میں کوئی چیز نہیں کھٹکتی تھی۔ اس پر تمام اہل علم کا اجماع ہے لیکن امام مالکؒ نے ٹڈی کے متعلق اختلاف کیا ہے۔

مسئلہ: مچھلی کو ذبح کرنا مکروہ ہے لیکن اگر وہ بہت بڑی ہو تو اس کو ذبح کر لینا مستحب ہے تا کہ اس کی آلائش خون کی شکل میں جاری ہو جائے۔ رافعی نے فرمایا ہے کہ چھوٹی مچھلی کو بغیر اس کی آلائش صاف کئے ہوئے پکالیا گیا ہو اور اس کی آلائش اس کے بطن سے نہ نکلی ہو تو اس کا کھانا جائز ہے۔ رویانی نے کہا ہے کہ میرے نزدیک ایسی مچھلی طاہر ہے اور قفال کا بھی یہی قول ہے۔

مسئلہ: اہل علم کے درمیان مچھلی کے علاوہ دوسرے دریائی جانوروں کے متعلق اختلاف ہے کہ کیا تمام دریائی جانوروں کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ پس بعض اہل علم نے فرمایا ہے کہ مینڈک کے علاوہ تمام دریائی جانوروں کو کھانا جائز ہے اگر چہ دریائی حیوانات کی شکل انسان کی طرح ہی کیوں نہ ہو۔ شوافع میں متقدمین میں سے ابوعلی طبی نے اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔ شرح القنیۃ میں مذکور ہے کہ ابوعلی طبی سے کہا گیا ہے کہ کیا دریائی جانور انسانی شکل میں ہو تو اس کو کھایا جا سکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا اگر چہ وہ جانور عربی زبان میں کلام کرتا ہو اور وہ یہ کہے کہ میں فلاں بن فلاں ہوں۔ پس اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔ اس کو کھانا جائز ہے۔ یہ قول ضعیف اور شاذ ہے۔ بعض فقہاء کا قول ہے کہ تمام دریائی جانوروں کا کھانا جائز ہے سوائے ان جانوروں کے جو کتے' خنزیر اور مینڈک کی شکل میں ہوں۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ ہر وہ جانور جو خشکی کا ہو اور اس کو ذبح کر کے کھایا جاتا ہو تو اس کی مثل دریائی جانور بھی مذبوح یا غیر مذبوح حلال ہیں۔ صیدلانی نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ اس قول کی بناء پر دریائی کتے' خنزیر اور دریائی گدھا حرام ہیں کیونکہ ان کے مشابہ خشکی کے جانور حرام ہیں۔ الروضۃ اور شرح المہذب میں مذکور ہے کہ کیکڑا' مینڈک اور کچھوے کے علاوہ تمام دریائی جانور حلال ہیں۔ خواہ وہ کتے' خنزیر یا انسان کی شکل میں ہوں یا کسی دوسری شکل میں ہوں۔

مسئلہ: اگر انسان قسم اٹھائے کہ وہ گوشت نہیں کھائے گا تو وہ مچھلی کا گوشت کھانے پر حانث نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ عرف عام میں مچھلی پر لحم (گوشت) کا اطلاق نہیں ہوتا اگر چہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں "لَحۡمًا طَرِیًّا" فرما کر مچھلی پر گوشت کا اطلاق کیا ہے۔ اسی طرح وہ شخص بھی سورج کی روشنی میں بیٹھنے سے حانث نہیں ہوگا جو یہ قسم اٹھائے کہ وہ چراغ کی روشنی میں نہیں بیٹھے گا۔ اگر چہ سورج کو اللہ تعالیٰ نے چراغ کا نام دیا ہے۔ اسی طرح وہ شخص بھی زمین پر بیٹھنے سے حانث نہیں ہوگا جو یہ قسم اٹھائے کہ میں فرش پر نہیں بیٹھوں گا۔ اگر چہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو فرش سے تعبیر کیا ہے لیکن عرف عام میں فرش کا اطلاق زمین پر نہیں ہوتا۔

مسئلہ: تحقیق اہل علم کے درمیان لفظ ''السمک'' کے متعلق اختلاف ہے کہ کیا اس کا اطلاق تمام دریائی جانوروں پر ہوتا ہے یا صرف مچھلی پر۔ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ ''السمک'' کا اطلاق تمام دریائی جانوروں پر ہوتا ہے اور الروضۃ میں بھی اسی بات کو صحیح قرار دیا گیا ہے لیکن اہل عراق نے اس میں اختلاف کیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُہٗ مَتَاعًا لَّکُمْ'' (تمہارے لئے حلال کر دیا گیا سمندر کا شکار اور اس کا کھانا۔ نفع ہے تمہارے لئے) اہل تفسیر نے کہا ہے کہ طَعَامُہٗ میں تمام دریائی جانور شامل ہیں۔ واللہ اعلم۔ المنہاج نامی کتاب میں مرقوم ہے کہ ''السمک'' کا اطلاق صرف اور صرف مچھلی پر ہوتا ہے۔

مسئلہ: بیع سلم جائز ہے۔ ٹڈی اور مچھلی میں اگر چہ وہ زندہ ہو یا مردہ ہو' کیونکہ یہ عام طور پر دستیاب ہوتی ہیں۔ پس جس قسم کی مچھلی طلب کی جائے وہ دستیاب ہوسکتی ہے لیکن ایسی مچھلی جو پانی میں رہتی ہے اس کی بیع سلم پانی میں رہتے ہوئے جائز نہیں ہے کیونکہ یہ مجہول بیع ہو جائے گی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پانی میں موجود مچھلی کو نہ بیچو اس لئے کہ یہ دھوکہ ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے بھی اسی قسم کی روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانی میں موجود مچھلی کی بیع کو مکروہ سمجھتے تھے۔

مسئلہ: وہ جانور جو خشکی اور تری دونوں میں رہتے ہوں جیسے مینڈک' مگر مچھ' سانپ' کیکڑا' کچھوا وغیرہ یہ تمام جانور حرام ہیں۔ ان میں سے کچھ جانوروں کا شرعی حکم پہلے بیان ہو چکا ہے اور کچھ کا شرعی حکم اپنے اپنے مواقع پر بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

خواص مچھلی کا گوشت سرد تر ہے۔ سب سے عمدہ وہ مچھلی ہے جو سمندر کی مچھلی ہوتی ہے لیکن اس کی جسامت چھوٹی اور اس کی پشت پر نقش ہوتے ہیں۔ اس کا گوشت بدن کو تر و تازہ کر دیتا ہے۔ مچھلی کا گوشت پیاس اور بلغم میں اضافہ کرتا ہے لیکن گرم مزاج اور نوجوانوں کے لئے مچھلی کا گوشت بے حد مفید ہے۔ وہ مچھلی جو گرم علاقوں میں پیدا ہوتی ہے اور گرمیوں میں کھائی جاتی ہیں' بہت عمدہ ہے۔ مچھلیوں کی بہت سی اقسام ہیں۔ ان میں سے سیاہ اور زرد رنگ کی مچھلی اچھی نہیں ہوتی اور جو مچھلیاں گوشت کھاتی ہیں' وہ بھی عمدہ نہیں ہوتیں۔ نیز ابرامیس اور بوری نامی مچھلیاں معدہ کے لئے مضر ہیں اور ان کا گوشت کھانے سے درد اور غصہ پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح نہروں میں پیدا ہونے والی مچھلیاں رقیق اور مرطوب ہوتی ہیں لیکن سمندری مچھلیوں کا مزاج اس کے برعکس ہوتا ہے۔ اسی طرح سلور نامی مچھلی جس کو جری بھی کہا جاتا ہے بہت زیادہ کھائی جاتی ہے اور یہ پیٹ کی جلن اور پھیپھڑوں کے لئے بے حد مفید ہے نیز یہ آواز کو صاف کرتی ہے۔ ماڑھی مچھلی کا کھانا منی میں اضافہ کرتا ہے۔ ابن سینا نے کہا ہے کہ مچھلی کا گوشت شہد کے ساتھ کھانا آنکھوں سے بہنے والے پانی کے لئے مفید ہے اور نظر کو تیز کرتا ہے۔

دوسرے حکماء کا قول ہے کہ مچھلی کا گوشت قوت باہ میں اضافہ کرتا ہے۔ علامہ قزوینیؒ نے فرمایا ہے کہ اگر تازہ مچھلی تازہ پیاز کے ساتھ کھائی جائے تو قوت باہ میں اضافہ اور ہیجان کا باعث ہوتا ہے۔ اگر گرما گرم ہی کھالی جائے تو نفع دوگنا ہو جائے گا۔ اگر شراب پینے والا شخص مچھلی کو سونگھ لے تو اس کا نشہ ختم ہو جائے گا اور اس کی عقل بحال ہو جائے گی۔ اگر مچھلی اور سمندری کوے کا پتہ ملا کر کسی کاغذ پر لوہے کی قلم سے لکھا جائے تو حروف سنہری نظر آئیں گے۔ اسی طرح اگر مچھلی اور چکور کا پتہ ملا کر آنکھوں میں بطور سرمہ استعمال کیا جائے تو موتیا کے لئے بے حد مفید ہے۔ مچھلی کا پتہ اگر پانی میں ملا کر پی لیا جائے تو خفقان دور ہو جاتا ہے اور اگر مچھلی کا پتہ شکر میں ملا کر حلق میں پھونکا جائے تو پھر بھی خفقان کو دور کر دیتا ہے۔

تعبیر مچھلی کو خواب میں دیکھنا جبکہ اس کی تعداد معلوم ہو تو اگر چار ہیں تو اس سے مراد خواب دیکھنے والے کی بیویاں ہیں اور اگر چار سے زائد ہیں تو مال غنیمت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا'' (وہ ذات جس نے تمہارے لئے دریا کو مسخر کیا تا کہ تم اس سے تازہ گوشت حاصل کر کے کھاؤ۔) مچھلی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر بادشاہ کے وزیر سے بھی دی جاتی ہے۔ پس اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ مچھلیاں پکڑ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے بادشاہ کے لشکر سے مال حاصل ہوگا۔ پس اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ کنوئیں میں مچھلیاں پکڑ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا لوطی ہے (یعنی لڑکوں سے زنا کرتا ہے) یا وہ اپنے غلام کو کسی انسان کے ہاتھ فروخت کرے گا۔

نصرانی کہتے ہیں کہ گدلے پانی میں مچھلیوں کو پکڑتے ہوئے دیکھنے کی تعبیر یہ ہے کہ اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ نیز اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ صاف پانی میں مچھلیاں پکڑ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ ایسا کلام سنے گا جو اس کے لئے خوشی کا باعث ہوگا۔ اگر مریض آدمی نے خواب میں مچھلی کو دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی بیماری رطوبات کی وجہ سے ہے۔ اگر کسی مسافر نے خواب میں اپنے بستر کے نیچے مچھلی کو دیکھا تو یہ سفر کی سختی پر دلالت کرتا ہے۔ بعض اوقات مچھلی کو خواب میں دیکھنا خواب دیکھنے والے کے غرق ہونے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ صاف پانی میں مچھلیاں پکڑ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کے ہاں نیک لڑکا پیدا ہوگا۔ خواب میں کھاری پانی کی مچھلی دیکھنا بادشاہ کی جانب سے فکر کی علامت ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک خیر اور بھلائی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ نمک مچھلی کو ہلاکت سے محفوظ رکھتا ہے۔ بھنی ہوئی مچھلی کو خواب میں دیکھنا علم کے حصول کے لئے کئے جانے والے سفر کی طرف اشارہ ہے۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس کی شرمگاہ سے مچھلی نکلی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اگر اس کی بیوی حاملہ ہے تو اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوگی۔ تلی ہوئی مچھلی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر یہ ہے کہ خواب دیکھنے والے نے دینی دعوت قبول کر لی ہے اور اس کی دعا قبول ہوگئی ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دستر خوان پر تلی ہوئی مچھلی نازل فرما دی۔ خواب میں بڑی مچھلیوں کو دیکھنا مال غنیمت کی طرف اشارہ ہے اور چھوٹی مچھلیوں کو دیکھنا مصیبتوں اور تکالیف کی علامت ہے۔ اس لئے کہ چھوٹی مچھلیوں میں کانٹے زیادہ ہوتے ہیں اور چھوٹی مچھلی کو کھانے میں پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔

فصل مچھلی کو خواب میں دیکھنا قسم کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کی قسم کھائی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''ن والقلم''۔ بعض اوقات مچھلی کو خواب میں دیکھنا نیک بندوں کی عبادت گاہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور کبھی مسجد کی جانب اشارہ ہوتا ہے کیونکہ حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کی تھی۔ مچھلی کو خواب میں دیکھنا غم، منصب کے زوال اور اللہ تعالیٰ کے غضب کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہفتے کے دن (بنی اسرائیل کیلئے) مچھلیوں کا شکار حرام کیا لیکن انہوں نے مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا غضب نازل فرمایا۔ اگر خواب میں حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی کو خوفزدہ شخص دیکھے تو اسے امن حاصل ہو اور اگر فقیر آدمی دیکھے تو غنی ہو جائے اور اگر غمگین آدمی دیکھے تو اس کا غم دور ہو جائے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص خواب میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قید خانہ، اصحاب کہف کا غار اور حضرت نوح علیہ السلام کا تنور دیکھے تو اس کی

تعبیر بھی یہی ہوگی کہ اگر فقیر دیکھے تو غنی ہو جائے' غمگین دیکھے تو اس کا غم دور ہو جائے اور اگر خوفزدہ شخص دیکھے تو اسے امن حاصل ہو جائے گا۔

فصل مچھلی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر دیتے وقت اس کی کیفیت اور حالت کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کیونکہ کیفیت کی تبدیلی سے تعبیر میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ اس لئے یہ دیکھنا چاہئے کہ خواب میں دیکھی جانے والی مچھلی تازہ ہے یا باسی' کھارے پانی میں رہنے والی ہے یا میٹھے پانی کی۔ کانٹے دار ہے یا بغیر کانٹے کی' آواز کر رہی ہے یا نہیں۔ اس مچھلی کے مشابہ خشکی کا کوئی جانور ہے یا نہیں۔ اس مچھلی کو ہاتھ سے پکڑا ہے یا کسی آلہ کے ساتھ یا بغیر آلہ کے۔

پس اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس نے دریا میں سے تازہ مچھلی آلہ کے ذریعے پکڑی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ رزق حلال کے حصول میں کوشش کر رہا ہے اور وہ اسے حاصل کر لے گا۔ نیز اگر مرد شکار کرتا ہوا دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اچھی تدبیر کر رہا ہے اور اگر خواب دیکھنے والا غیر شادی شدہ ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کا نکاح ہوگا اور اگر شادی شدہ ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔ اگر عورت خواب میں دیکھتی ہے کہ وہ مچھلی کا شکار کر رہی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے شوہر اور اپنے باپ کا مال حاصل ہوگا۔ اگر غلام خواب میں مچھلی شکار کرے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ غلام کو اس کے آقا کی طرف سے مال ملے گا۔ بچے کا خواب میں مچھلی کو شکار کرنا اس کے علم وفن کی طرف اشارہ ہے یا اس کے والد کی طرف سے مال کے وارث ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ ابابیل یا ان جانوروں کا شکار کر رہا ہے' جو دریا میں رہتے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب میں دیکھنے والا مصائب میں مبتلا ہو جائے گا۔ دریائی جانوروں کے متعلق تفصیلی بیان باب الفاء میں انشاء اللہ ''فرس البحر'' کے تحت آئے گا۔

اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ کھارے دریا میں مچھلی کا شکار کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے بے شمار فوائد حاصل ہوں گے یا کسی عجمی یا بدعتی سے علم حاصل ہوگا۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس نے ایسی مچھلی کا شکار کیا ہے جو کانٹے دار ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کو مدفون خزانہ حاصل ہوگا اور اگر مچھلی پر کھال نہیں ہے تو خواب دیکھنے والے کے اعمال ضائع ہونے کی علامت ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ میٹھے چشمہ کی مچھلیاں کھارے چشمہ میں منتقل ہو رہی ہیں یا یہ دیکھا کہ کھارے چشمے کی مچھلیاں میٹھے چشمہ میں منتقل ہو گئیں ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ لشکر میں نفاق پیدا ہو جائے گا۔ اگر کسی نے خواب میں پانی کی سطح پر مچھلیوں کو دیکھا تو اس کی تعبیر صاحب خواب کے کاموں میں آسانی سے دی جائے گی۔ اگر کسی نے خواب میں اپنے قریب چھوٹی یا بڑی مچھلیاں دیکھیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے خوشی حاصل ہوگی۔ اگر کسی نے خواب میں ایسی مچھلی دیکھی جو انسان یا پرندہ کے مشابہ ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ صاحب خواب کسی ایسے تاجر سے ملاقات کرے گا جو خشکی اور دریا میں سفر کرتا ہے یا ایسے آدمی سے ملاقات ہو سکتی ہے جو مختلف زبانیں جانتا ہے۔ اگر کسی نے خواب میں مچھلی کو ان جانوروں کی شکل میں دیکھا جو عموماً گھروں میں رہتے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ صاحب خواب غریبوں اور فقیروں پر احسان کرنے والا ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ بڑے دریا سے مچھلی پکڑ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے روزگار اور رزق حاصل ہوگا یا وہ بادشاہ کے مال سے اعراض کرے گا۔ یا خواب دیکھنے والا چور یا جاسوس ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ دریا کھلا ہے اور اس نے مچھلی کھائی تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اسے غیب کے

راز سے مطلع فرمائیں گے اور اس کے لئے دین کو واضح کردیں گے اور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرمانے کے ساتھ ساتھ اس کی عاقبت اچھی بنادیں گے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ مچھلی دریا میں واپس چلی گئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ اولیاء اللہ کا مصاحب ہوگا اور ان سے وہ باتیں حاصل کرے گا جن کا کسی کو علم نہیں ہے۔ اگر خواب دیکھنے والے نے سفر کی نیت کی ہے تو وہ سفر اس کے موافق ہوگا اور وہ بخیر و عافیت اپنے گھر کی طرف واپس آئے گا۔ (واللہ اعلم)

اَلسَّمَنْدَل

''اَلسَّمَنْدَل'' (سین اور میم پر زبر اور اس کے بعد نون ساکن اور دال مہملہ اور آخر میں لام ہے) جوہریؒ نے اس لفظ کو بغیر میم کے ''اَلسَّنْدَل'' پڑھا ہے۔ ابن خلکان نے لام کے بغیر ''اَلسَّمَنْد'' پڑھا ہے۔ یہ ایک ایسا پرندہ ہے جس کی خوراک ''البیش'' ہے۔ اور ''البیش'' ایک زہریلی بوٹی ہے جو سرزمین چین میں پائی جاتی ہے۔ اہل چین اس بوٹی کو سبز اور خشک دونوں صورتوں میں کھاتے ہیں لیکن زہریلی ہونے کے باوجود یہ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاتی۔ پس اگر یہ بوٹی سرزمین چین سے سو ہاتھ کے فاصلہ پر اگا کر کوئی آدمی کھانا چاہے تو اس کے کھاتے ہی اس کی موت واقع ہوجائے گی کیونکہ اس بوٹی کو ہضم کرنے کی عجیب و غریب خاصیت صرف اہل چین میں ہی پائی جاتی ہے۔ سمندل کے متعلق عجیب و غریب بات یہ ہے کہ اسے آگ میں سرور حاصل ہوتا ہے اور وہ لمبے عرصہ تک آگ ہی میں پڑا رہتا ہے۔ جب اس کی جلد پر میل جمع ہوجائے تو وہ آگ کے علاوہ کسی چیز سے صاف نہیں کیا جاسکتا۔ سمندل سرزمین ہند میں بکثرت پایا جاتا ہے اور یہ ایک چوپایہ ہے جو لومڑی سے چھوٹا ہے۔ اس کا رنگ خلنجی، آنکھیں سرخ اور دم بہت طویل ہوتی ہے۔ اس کے بالوں سے رومال تیار کئے جاتے ہیں جب ان پر میل وغیرہ جم جاتی ہے تو انہیں آگ میں ڈال دیا جاتا ہے۔ پس یہ صاف ہوجاتے ہیں اور آگ انہیں نہیں جلاتی۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ سمندل سرزمین ہند کا پرندہ ہے جو آگ میں انڈے دیتا ہے اور آگ ہی میں بچے نکالتا ہے اور یہ اس جانور کی خصوصیت ہے کہ آگ اس پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ اس پرندے کے پروں سے رومال تیار کئے جاتے ہیں جو ملک شام میں بھیج دیئے جاتے ہیں۔ پس جب یہ رومال میلے ہوجاتے ہیں تو ان کو آگ میں ڈال دیا جاتا ہے جس سے ان کا میل ختم ہوجاتا ہے اور آگ ان پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ ابن خلکان نے کہا ہے کہ تحقیق میں نے سمندل کے بالوں سے تیار کیا ہوا ایک کپڑا دیکھا جو کسی چوپائے کی جھول کی طرز پر بنایا گیا تھا۔ پس لوگوں نے اس کو آگ میں ڈالا لیکن آگ اس پر اثر انداز نہیں ہوئی۔ پھر اس کے بعد اس کا ایک کنارہ تیل میں ڈبو کر چراغ میں رکھ دیا تو وہ روشن ہوگیا اور ایک لمبے عرصہ تک اسی طرح جلتا رہا۔ پھر چراغ کو بجھا دیا گیا اور کپڑے کو دیکھا گیا تو اس میں کسی قسم کی تبدیلی رونما نہیں ہوئی تھی۔ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ علامہ عبداللطیف بن یوسف بغدادی کا ایک خط دیکھا جس میں لکھا ہوا تھا کہ ملک ظاہر بن ملک ناصر صلاح الدین جو حلب کا بادشاہ تھا۔ اس کے سامنے سمندل کا ایک ٹکڑا پیش کیا گیا جس کی چوڑائی ایک ذراع اور لمبائی دو ذراع تھی۔ پس اس ٹکڑے کو تیل میں بھگویا گیا اور اس کو جلایا گیا۔ یہاں تک کہ وہ تیل کے ختم ہونے تک جلتا رہا۔ پس جب تیل ختم ہوگیا تو وہ سمندل کا ٹکڑا بالکل سفید دکھائی دیتا تھا جیسا شروع میں تھا۔ یہ واقعہ ابن خلکان نے یعقوب بن جابر منجنیقی کے حالات زندگی میں نقل کیا ہے اور اس میں کچھ

اشعار بھی ذکر کیے ہیں جن کی تفصیل ''باب العین'' میں ''العنکبوت'' کے تحت انشاء اللہ آئے گی۔ قزوینیؒ نے فرمایا ہے کہ ''السمندل'' سے مراد چوہے کی ایک قسم ہے جو آگ میں داخل ہوتا ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ معروف قول یہی ہے کہ سمندل ایک پرندہ ہے۔ البکری نے کتاب المسالک والممالک میں یہی قول نقل کیا ہے۔

خواص سمندل کا پتہ ایک چنے کے ہم وزن گرم اور صاف پانی میں ملا کر دودھ کے ساتھ ایسے شخص کو چند دنوں تک پلایا جائے جسے لو لگ گئی ہو تو وہ شفایاب ہو جائے گا۔ اگر سمندل کا دماغ اصفہانی سرمہ میں حل کر کے آنکھ میں لگایا جائے تو آنکھ کا موتیا ختم ہو جائے گا۔ نیز آنکھ کے دوسرے امراض بھی ختم ہو جائیں گے۔ سمندل کا خون اگر برص کے داغوں پر لگایا جائے تو ان کا رنگ تبدیل ہو جائے گا۔ اگر کوئی آدمی سمندل کے دل کا کچھ حصہ نگل لے تو جو بات بھی وہ سنے گا' اسے یاد ہو جائے گی۔ سمندل کا پتہ ایسی جگہ پر لگانے سے جہاں بال نہ اگتے ہوں' بال اگ آتے ہیں اگرچہ وہ ہاتھ کی ہتھیلی ہی کیوں نہ ہو۔

اَلسَّمُوْر

''اَلسَّمُوْر'' (سین پر زبر اور میم مشدد مضموم بروزن سفود) اس سے مراد بلی کے مشابہ ایک جانور ہے جو خشکی پر رہتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ''اَلسَّمُوْر'' سے مراد نیولا ہے اور یہ جانور جس جگہ رہتا ہے اس کے اثر سے یہ اپنا رنگ تبدیل کر لیتا ہے۔ عبداللطیف بغدادیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ ایک بہادر حیوان ہے اور حیوانات میں سے انسان پر سب سے زیادہ یہی جانور بہادر ہے۔ اس جانور کو حیلہ کے ذریعے ہی پکڑا جا سکتا ہے۔ وہ اس طرح کہ زمین میں کسی مردار کو دفن کر دیا جاتا ہے اور پھر اس حیوان کو پکڑ لیا جاتا ہے۔ اس جانور کا گوشت بہت گرم ہے۔ ترکی کے رہنے والے لوگ اس جانور کا گوشت کھاتے ہیں۔ اس جانور کی کھال کو دوسری کھالوں کی طرح دباغت نہیں دی جاتی۔

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ امام نوویؒ کے اس قول پر تعجب ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب ''تہذیب الاسماء واللغات'' میں لکھا ہے کہ سمور ایک پرندہ ہے۔ ممکن ہے کہ امام نوویؒ سے سہو ہو گیا ہو لیکن اس سے بھی عجیب و غریب قول ابن ہشام کا ہے جو انہوں نے ''شرح الفصیح'' میں لکھا ہے کہ سمور سے مراد جنوں کی ایک قسم ہے۔ یہ جانور اپنی جلد کی ملائمت اور خفت اور حسن کے لئے مخصوص ہے۔ اس جانور کے بالوں سے تیار کیے گئے کپڑے بادشاہ اور امیر آدمی پہنتے ہیں۔ مجاہدؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے شعبیؒ کو دیکھا کہ وہ سمور کے بالوں سے تیار کردہ قبا پہنے ہوئے تھے۔

الحکم سمور کا کھانا حلال ہے کیونکہ یہ نجاست نہیں کھاتا۔

تعبیر خواب میں السمور کو دیکھنا ایسے ظالم آدمی کی طرف اشارہ ہے جو چور بھی ہو اور وہ کسی سے نبھاؤ نہ کر سکے۔ واللہ اعلم۔

السمیطر

''السمیطر'' بروزن العمیثل۔ اس سے مراد لمبی گردن والا ایک پرندہ ہے جو ہمیشہ اتھلے (یعنی کم) پانی میں رہتا ہے۔ اسکی کنیت ابوالعیزار ہے۔ جوہریؒ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ اس پرندے کو ''الشبیطر'' بھی کہا جاتا ہے۔ اسکی تفصیل عنقریب انشاء اللہ باب المیم میں آئیگی۔

السمندر والسمیدر

''السمندر والسمیدر'' ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اہل ہند اور چین کے نزدیک یہ ایک معروف چوپایہ ہے۔

سناد

''سناد'' (گینڈا) قزوینیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ ہاتھی کی طرح کا ایک جانور ہے جو جسامت میں ہاتھی سے چھوٹا اور بیل سے بڑا ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس جانور کا بچہ پیدا ہوتے ہی چرنا شروع کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ جب طاقتور ہو جاتا ہے تو اپنی ماں سے اس خوف سے دور بھاگتا ہے کہ وہ اسے اپنی زبان سے چاٹنا شروع کر دے گی جیسے دوسرے جانور اپنے بچوں کو زبان سے چاٹتے ہیں۔ پس اگر وہ اپنے بچے کو پالے تو وہ اسے اپنی زبان سے چاٹنا شروع کر دیتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی ہڈیوں سے گوشت علیحدہ ہو جاتا ہے۔ یہ جانور سرزمین ہند میں بکثرت پایا جاتا ہے۔

الحکم اس جانور کا کھانا اسی طرح حرام ہے جیسے ہاتھی کا گوشت کھانا حرام ہے۔

السنجاب

''السنجاب'' یہ ایک ایسا حیوان ہے جو یربوع کے برابر اور چوہے سے بڑا ہوتا ہے۔ اس کے بال بہت زیادہ ملائم ہوتے ہیں۔ امیر لوگ اس کی جلد سے کوٹ تیار کرتے ہیں اور انہیں پہنتے ہیں۔ یہ جانور بہت حیلہ باز ہوتا ہے۔ یہ جانور جب کسی انسان کو دیکھ لیتا ہے تو کسی بلند و بالا درخت پر چڑھ جاتا ہے اور اسی درخت کو اپنا ٹھکانہ بنالیتا ہے اور درخت ہی سے غذا حاصل کرتا ہے۔ یہ جانور ترک اور صقالیہ میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ اس کا مزاج بہت گرم ہے کیونکہ یہ انسان کی حرکت کے مقابلہ میں سریع الحرکت واقع ہوا ہے۔ اس کی نیلگوں اور ملائم کھال بہت بہترین ہوتی ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ

کلما ازرق لون جلدی من البرد　　تخیلت أنه سنجاب

''جب سردی کی وجہ سے میری رنگت نیلگوں ہو جاتی ہے تو میں اس خیال میں پڑ جاتا ہوں کہ میری جلد سنجاب ہے۔''

الحکم سنجاب کا کھانا حلال ہے کیونکہ یہ طیبات میں سے ہے۔ حنابلہ کے نزدیک اس کا کھانا حرام ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ سنجاب کے حلال و حرام ہونے کے متعلق اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔ اس لئے جب کسی شے میں حلت و حرمت دونوں جمع ہو جائیں تو اباحت ثابت ہوتی ہے اور شریعت میں اصل اباحت ہی ہے۔ اگر شرعی طریقہ کے مطابق سنجاب کو ذبح کر دیا جائے تو اس کی جلد کے کپڑے تیار کر کے پہننا جائز ہے کیونکہ اس کی کھال ذبح کرنے کی وجہ سے پاک ہو جائے گی لیکن دباغت سے اس کے بال پاک نہیں ہوں گے کیونکہ دباغت کا اثر بالوں پر نہیں ہوتا۔ بعض اہل علم کے نزدیک کھال کے تابع ہو کر دباغت سے بال بھی پاک ہو جائیں گے۔ امام شافعیؒ کی ایک روایت بھی یہی ہے کہ بال بھی پاک ہو جائیں گے۔ نیز استاذ ابو اسحٰق اسفرائینی اور رویانی اور ابن ابی عصرون اور سبکی نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ اس لئے کہ صحابہ کرامؓ حضرت عمرؓ کے دور مبارک میں گھوڑوں کے بالوں سے تیار کردہ کپڑا تقسیم کیا کرتے تھے۔ حالانکہ ان گھوڑوں کو مجوسی ذبح کیا کرتے تھے۔ صحیح مسلم میں ابو الخیر مرثد بن عبد اللہ البزنی سے مروی ہے کہ میں نے علی بن وعلہ کو

دیکھا کہ وہ اسی قسم کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ پس میں نے ان سے اس کی وجہ دریافت کی کہ جب ہم سفر میں مغرب کی طرف جاتے ہیں تو مجوسی مینڈھا ذبح کر کے لاتے ہیں لیکن ہم ان کے ذبیحہ کو نہیں کھاتے۔ پس ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ جانور جنہیں غیر مسلم نے ذبح کیا ہو اُن کی کھال دباغت سے پاک ہو جائے گی۔

خواص سنجاب کا گوشت مجنون شخص کو کھلایا جائے تو اس کا جنون زائل ہو جائے گا۔ نیز اگر امراض سودایہ میں مبتلا شخص سنجاب کا گوشت کھائے تو اس کے لئے نفع بخش ہے۔ مفردات میں لکھا ہے کہ سنجاب کے اندر گرمی بہت کم ہے کیونکہ اس کے مزاج میں رطوبت کا غلبہ ہے اور حرارت کی کمی کی وجہ یہ ہے کہ اس کی خوراک میں میوہ جات شامل ہیں۔ گرم مزاج والوں اور نوجوانوں کے لئے سنجاب کے بالوں سے تیار کردہ لباس بہت مفید ہے کیونکہ یہ معتدل ہوتا ہے۔

السنداوة

''السنداوة'' اس سے مراد مادہ بھیڑیا ہے۔ اس کے لئے ''النتة'' کا لفظ بھی مستعمل ہے۔

السندل

''السندل'' اس سے مراد آگ کا جانور ہے اور یہ وہی جانور ہے جس کو ''السمندل'' کہا جاتا ہے۔ اس کا تذکرہ پیچھے گزر چکا ہے۔ نیز عمرو بن قیس مکی جو متروک الحدیث ہیں' کا لقب بھی ''السندل'' تھا۔ سنن ابن ماجہ میں ان سے دو ضعیف حدیثیں مروی ہیں۔

اَلسِّنَّوْر

''اَلسِّنَّوْر'' (سین کے کسرہ اور نون مشدد کے فتحہ کے ساتھ) یہ ایک متواضع جانور ہے جو لوگوں کے گھروں سے مانوس ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے چوہوں کو دفع کرنے کیلئے تخلیق کیا ہے۔ اس کی کنیت ابوخراش' ابوغزوان' ابوالہیثم' ابوشاخ ہے اور مونث ام شاخ ہے۔ اس جانور کے بہت سے نام ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایک اعرابی نے ایک بلی کا شکار کیا لیکن اسے اس کے متعلق کسی قسم کا کوئی علم نہیں تھا۔ پس اس کی ملاقات ایک شخص سے ہوئی تو اس نے کہا یہ سنور ہے۔ پھر دوسرے شخص سے ملا تو اس نے کہا یہ ''الھرة'' ہے پھر یہ تیسرے شخص سے ملا تو اس نے کہا یہ ''القط'' ہے۔ پھر یہ چوتھے شخص سے ملا تو اس نے کہا یہ ''الضیون'' ہے پھر یہ پانچویں شخص سے ملا تو اس نے کہا یہ ''الخیدع'' ہے۔ پھر یہ چھٹے شخص سے ملا تو اس نے کہا یہ ''الخیطل'' ہے۔ پھر یہ ساتویں شخص سے ملا تو اس نے کہا یہ ''الدم'' ہے۔ پس اعرابی نے کہا کہ میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ میں اسے اپنے پاس رکھوں گا اور اسے فروخت کروں گا شاید اللہ تعالیٰ مجھے اس کے ذریعے مال کثیر عطا فرمائے۔ پس جب وہ اعرابی اس بلی کو بیچنے کے لئے بازار میں پہنچا تو اس سے کہا گیا کہ اس کی کیا قیمت ہے؟ پس اس نے کہا کہ سو درہم اس کی قیمت ہے۔ پس خریدار نے کہا کہ اگر تمہیں نصف درہم ہی مل جائے تو کافی ہے۔ پس اعرابی نے بلی کو پھینک دیا اور کہنے لگا کہ اللہ کی لعنت ہو اس پر اس کے اتنے زیادہ نام ہیں اور اس کی قیمت بہت قلیل ہے۔ یہ اسماء مذکر کیلئے ہیں۔ ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ مونث کے لئے ''سنورة'' کا لفظ مستعمل ہے۔ جیسے ''الضفادع'' نر مینڈک کا مونث ''ضفدعة'' آتا ہے۔

حدیث میں بلی کا تذکرہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے گھر میں تشریف لے جاتے اور ان کے قریب دوسرے گھروں میں نہیں جاتے تھے۔ پس یہ بات ان لوگوں پر گراں گزری۔ پس انہوں نے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے گھروں میں کتا ہے اس لئے میں تمہارے گھر نہیں آتا۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے گھروں میں تو بلی ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''السنور السبع'' (بلی تو سبع ہے) یعنی بلی اور کتے کا حکم یکساں نہیں ہے۔

اس روایت کو حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ حضرت ابو شریحہ غفاریؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں' سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن قبیلہ مزنیہ کے دو آدمی سب سے آخر میں پہنچنے والے ہوں گے۔ وہ ایک پہاڑ سے جس میں وہ چھپے ہوئے تھے' نکل کر ایک جگہ آئیں گے اور وہاں وہ انسانوں کی بجائے جنگلی جانوروں کو پائیں گے۔ یہاں تک کہ وہ مدینہ منورہ کی طرف آئیں گے۔ پس جب وہ مدینہ کے قریب پہنچیں گے تو آپس میں کہیں گے کہ کہاں ہیں لوگ۔ پس یہاں تو کوئی ایک انسان بھی نظر نہیں آتا۔ پس ان میں ایک شخص کہے گا کہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں ہوں گے۔ پس وہ دونوں گھروں میں داخل ہوں گے تو ان کے بستروں پر لومڑیاں اور بلیاں پائیں گے۔ پس ان دونوں میں سے ایک اپنے ساتھی سے کہے گا کہ لوگ کہاں ہیں۔ پس دوسرا جواب دے گا کہ بازار میں خرید وفروخت میں مصروف ہوں گے۔ پس وہ دونوں گھروں سے نکلیں گے۔ یہاں تک کہ وہ دونوں بازار پہنچیں گے لیکن وہاں بھی کسی آدمی کو نہیں پائیں گے۔ پس وہ دونوں چلیں گے یہاں تک کہ مدینہ کے دروازہ پر آ کر کھڑے ہو جائیں گے۔ پس مدینہ کے دروازے پر دو فرشتے کھڑے ہوں گے جو ان کی ٹانگیں پکڑ کر انہیں گھسیٹتے ہوئے میدان محشر میں لائیں گے اور یہ میدان محشر میں آنے والے آخری انسان ہوں گے۔ (رواہ نعیم بن حماد فی کتاب الفتن)

ایک عجیب واقعہ کہا جاتا ہے کہ رکن الدولہ کے پاس ایک بلی تھی جو اس کی مجلس سے مانوس تھی۔ پس جب اس کے بعض ساتھی لوگوں کی کثرت کی بناء پر تنگی محسوس کرتے اور ملاقات کا ذریعہ نہ پاتے تو وہ اپنی حاجت ایک رقعہ میں لکھ دیتے اور اسے بلی کے گلے میں لٹکا دیتے۔ پس بلی اسے لے کر رکن الدولہ کے پاس پہنچ جاتی۔ پس رکن الدولہ اس رقعہ کو لے کر پڑھتا اور اس کا جواب لکھ کر بلی کے گلے میں ڈال دیتا۔ پس وہ بلی دوبارہ اس حاجت مند کی طرف لوٹ آتی اور یوں وہ حاجت مند بلی کے گلے سے رقعہ لے لیتا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کے امتی جو کشتی میں سوار تھے' کو چوہوں سے اذیت پہنچنے لگی تو حضرت نوح علیہ السلام نے شیر کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا۔ پس شیر کو چھینک آئی اور چھینک سے بلی نکل پڑی۔ پس اسی لئے بلی کی شکل وصورت شیر کے زیادہ مشابہ ہے۔ پس جب تک انسان بلی کو نہ دیکھ لے۔ اس وقت تک شیر کا تصور نہیں کر سکتا۔ بلی اپنی ظرافت اور لطافت میں مشہور ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ بلی اپنے لعاب دہن سے اپنے چہرہ کو صاف کرتی ہے۔ پس اگر اس کے بدن پر کوئی چیز لگ جائے تو یہ فوراً صاف کر لیتی ہے۔ موسم سرما کے آخر میں اس جانور کے نر کی شہوت میں ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ پس جب مادۂ تولید کی سوزش سے اس کو تکلیف محسوس ہوتی تو وہ چیختا اور چلاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی مادہ سے ملاقات کرتا ہے اور اس مادہ کو خارج کر کے

سکون حاصل کرتا ہے جب بلی کو بھوک لگتی ہے تو وہ اپنے بچوں کو کھا جاتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بلی شدت محبت کی وجہ سے ایسا فعل سرانجام دیتی ہے۔ جاحظ نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

جاء ت مع الاشفین فی ھودج **تزجی الی النصرۃ اجنادھا**

''وہ دونشانات کے ساتھ ہودج میں آئی اور اپنے لشکروں کو فتح ونصرت کی طرف ہنکانے لگی۔''

کانھا فی فعلھا ھرۃ **ترید ان تاکل اولادھا**

''گویا کہ وہ اپنے اس فعل میں بلی کی مثل ہے کہ اس کا ارادہ یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اپنا لقمہ بنالے۔''

تزجی کا معنی تسوق یعنی چلانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اَلَمْ تَرَاَنَّ اللّٰہَ یُزْجِی سَحَابًا'' (کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کو چلاتا ہے)''یُزْجِی سَحَابًا'' ای یَسُوْقُ سَحَابًا یعنی بادلوں کو چلاتا ہے۔ جب بلی پاخانہ کرتی ہے تو اس کو چھپا دیتی ہے تا کہ چوہا اس کی بو نہ سونگھ سکے کیونکہ چوہا بلی کے پاخانہ کی بوسونگھتے ہی بھاگ جاتا ہے۔ پس جب بلی اپنے پاخانہ کی بوسخت محسوس کرتی ہے تو اس کو مٹی وغیرہ سے ڈھانپ دیتی ہے تا کہ بدبو اور جرم دونوں چھپ جائیں۔

کہتے ہیں کہ چوہا بلی کے پاخانہ کو پہچانتا ہے۔ زمخشریؒ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بلی کو یہ سمجھ بوجھ اس لئے عطا فرمائی ہے تا کہ لوگ اس سے عبرت حاصل کریں اور یہ بھی اپنے بول و براز کو چھپا دیا کریں۔ جب بلی کسی گھر سے مانوس ہو جاتی ہے تو یہ اس گھر میں کسی دوسری بلی کو داخل نہیں ہونے دیتی اور اگر کوئی بلی وہاں آ جائے تو اس سے سخت لڑائی کرتی ہے اور اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ ان دونوں کے اندر دشمنی کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور گھریلو بلی خیال کرتی ہے کہ کہیں گھر کا مالک دوسری بلی سے مانوس نہ ہو جائے اور اسے میری غذا میں شریک نہ کرلے اور مالک کی محبت تقسیم نہ ہو جائے۔ اگر بلی گھر کے مالک کی کوئی ایسی چیز چرا لیتی ہے جو مالک نے بڑی احتیاط کے ساتھ رکھی ہو تو بھاگ جاتی ہے اس خوف سے کہ کہیں مالک سے اسے مار نہ پڑ جائے۔ پس جب مالک بلی کو دفع کرنے کا ارادہ کرے تو بلی اس کے پاؤں میں اپنا جسم مس کرنے لگتی ہے کیونکہ وہ سمجھتی ہے کہ ایسا کرنے سے اسے خلاصی مل جائے گی اور اسے مالک کی طرف سے عفو واحسان حاصل ہو جائے گا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہاتھی کے دل میں بلی کا خوف رکھ دیا ہے۔ پس جب ہاتھی بلی کو دیکھ لیتا ہے تو بھاگ جاتا ہے۔ یہ حکایت بیان کی جاتی ہے کہ اہل ہند کا ایک لشکر جس میں ہاتھی بھی تھے۔ بلی کی وجہ سے شکست کھا گیا تھا۔ بلی کی تین قسمیں ہیں۔ اہلی، وحشی، سنور الزباد۔ اہلی اور وحشی دونوں کے مزاج میں غصہ پایا جاتا ہے۔ یہ گوشت کو کھا جاتی ہیں۔ بلی کئی امور میں انسان کے مشابہ ہے مثلاً بلی انسان کی طرح چھینکتی ہے اور انگڑائی لیتی ہے اور کوئی چیز بھی لینی ہو تو ہاتھ بڑھا کر لیتی ہے۔ سال بھر میں بلی دو مرتبہ بچے دیتی ہے اور اس کی مدت حمل پچاس دن ہوتی ہے۔ وحشی بلی جسم میں اہلی بلی سے بڑی ہوتی ہے۔ جاحظ نے کہا ہے کہ اہل علم بلی کا پالنا مستحب قرار دیتے ہیں۔

مجاہدؒ نے فرمایا ہے کہ ایک آدمی قاضی شریحؒ کے پاس ایک مقدمہ لے کر آیا کہ فلاں شخص کے پاس بلی کا بچہ ہے جس کا میں مالک ہوں۔ پس قاضیؒ نے فرمایا کہ کیا تیرے پاس گواہ ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ میں ایسی بلی کے لئے گواہ کہاں سے لاؤں جس کی ماں نے اسے ہمارے گھر جنا ہے۔ پس قاضی شریحؒ نے فرمایا کہ تم دونوں اس بلی کے بچے کو اس کی ماں کے پاس لے جاؤ۔ پس اگر

وہ اس بچے کو دیکھ کر ٹھہری رہے اور اسے دودھ پلائے تو یہ بلی کا بچہ تیرا ہے اور اگر بال کھڑے کر کے غرانے لگے اور بھاگ جائے تو پھر یہ بلی کا بچہ تیرا نہیں ہے۔

الحکم صحیح بات یہی ہے کہ وحشی اور گھریلو بلی کا کھانا حرام ہے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو پہلے گزر چکی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلی درندوں میں سے ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بلی بھی اسی طرح حرام ہے جیسے درندوں کا گوشت حرام ہے۔ بیہقیؒ نے یہ روایت نقل کی ہے۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کا گوشت اور اس کی قیمت کھانے سے منع فرمایا۔ صحیح مسلم، مسند احمد اور سنن ابوداؤد میں مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کی خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک یہ حکم جنگلی بلی کیلئے ہے کیونکہ اس کی بیع میں نفع نہیں ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک یہ نہی تنزیہی ہے۔ یہاں تک کہ اگر لوگوں میں بلی بطور ہدیہ دینے کا رواج ہو جاتا ہے یا لوگ اس کو عاریتاً لے لیں تو یہ ایسی بیع ہو جائے گی جس میں نفع ہے اور یہ بیع صحیح ہو جائے گی اور پھر بلی کو فروخت کر کے اس کی قیمت لینا بھی حلال ہوگا۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ ہمارا (یعنی شوافع کا) مذہب ہے اور علماء کوفہ کا مذہب وہ حدیث ہے جو ابن منذر نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور طاؤس، مجاہد نے جابر بن زید سے نقل کی ہے کہ بلی کی بیع جائز نہیں ہے۔ خطابی اور ابوعمر بن عبدالبر نے کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن جمہور کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ ابن عبدالبر کا قول ابوالزبیر سے مروی نہیں ہے۔ اس کی مزید تفصیل ''باب الہا'' میں ''الھرۃ'' کے تحت انشاء اللہ آئے گی۔ جنگلی بلی کے متعلق اکثر روایات میں اس کے حرام ہونے کی طرف اشارہ ہے اور گھریلو بلی امام ابوحنیفہؒ مالکؒ اور احمدؒ کے نزدیک حرام ہے لیکن بوشنجی سے اس کی حلت کا قول منقول ہے۔ البتہ صحیح قول وہی ہے جو پہلے گزرا کہ گھریلو بلی حرام ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''اثقف من سنور'' (یعنی وہ گرفت میں بلی سے بھی زیادہ تیز ہے) (یہ ضرب المثل) ایک ایسے آدمی کے بارے میں (مستعمل ہے) جو تیزی کے ساتھ چیزوں کو اچک لیتا ہو۔ کہا جاتا ہے کہ ''رَجُل'' ثَقِفَ'' (یعنی وہ آدمی چیزوں کو اچکنے میں تیز ہے) اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں ''کَاَنَّہٗ سنور عبداللہ'' (گویا کہ وہ عبداللہ کی بلی ہے) یہ مثال اس آدمی کیلئے مستعمل ہے جو بھولا بھالا اور جاہل ہو۔ بشار بن برداعمی نے کہا ہے کہ

أبا مخلف مازلت نباح غمرة
صغيرا فلما شبت خيمت بالشاطی

''ابومخالف جب کم سن تھا تو ہمیشہ چلاتا رہا اور جب جوان ہوا تو اس نے دریا کے کنارے خیمہ لگالیا۔''

كسنور عبدالله بيع بدرهم
صغيرا فلما شب بيع بقيراط

''جیسا کہ عبداللہ کی بلی جو بچپن میں ایک درہم کی فروخت ہوئی اور جب جوان ہوئی تو وہ ایک قیراط میں فروخت ہوئی۔''

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ شاعر نے جو کہاوت اپنے اشعار میں بیان کی ہے۔ وہ کلام عرب کے مزاج کے موافق نہیں ہے۔ ابن خلکان نے کہا ہے کہ میں نے عبداللہ کی بلی کی کہاوت کے متعلق سراغ لگایا اور اہل معرفت سے بھی معلوم کیا لیکن مجھے فرازدق کے اس شعر کے علاوہ کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا

رأیت الناس یزدادون یوما فیوما فی الجمیل وأنت تنقص

''میں نے لوگوں کو دیکھا کہ دن بدن نیکیوں میں آگے بڑھ رہے ہیں لیکن تو نقصان کی طرف بڑھ رہا ہے''

کمثل الھرۃ فی صغریغالی بہ حتی اذا ماشب یرخص

''اس بلی کی طرح جس کی قیمت فروخت چھوٹی عمر میں بڑھتی رہتی ہے یہاں تک کہ جب بوڑھی ہو جاتی ہے تو اس کی قیمت کا اضافہ رخصت ہو جاتا ہے۔''

شاعر نے اس شعر میں کسی خاص بلی کی طرف اشارہ نہیں کیا بلکہ ہر بلی کی یہی کیفیت ہے کہ چھوٹی عمر میں اس کی قیمت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور جب بوڑھی ہو جاتی ہے تو اس کی قیمت بھی گر جاتی (کم ہو جاتی) ہے۔

خواص اگر کوئی شخص گھریلو بلیوں میں سے سیاہ بلی کا گوشت کھالے تو اس پر جادو اثر انداز نہیں ہوگا۔ اگر بلی کی تلی کسی مستحاضہ عورت کی کمر میں باندھ دی جائے تو استحاضہ کا خون رک جائے گا۔ اگر بلی کی آنکھیں خشک کر کے ان کی دھونی کوئی آدمی لے لے تو اس کی جو بھی حاجت ہوگی' پوری ہو جائے گی اور جو شخص بلی کا پھاڑنے والا دانت اپنے پاس رکھے گا تو وہ رات کے وقت خوفزدہ نہیں ہوگا۔ اگر بلی کا دل بلی کی کھال میں لپیٹ کر کوئی شخص اپنے پاس رکھ لے تو اس پر دشمن غلبہ نہیں پا سکے گا۔ اگر کوئی شخص بلی کا پتہ بطور سرمہ آنکھوں میں استعمال کرے تو رات کو بھی ایسے ہی دیکھے گا جیسے دن میں دیکھتا ہے۔ اگر بلی کے پتہ کو نمک' زیرہ اور کرمانی کے ساتھ ملا کر پرانے زخموں پر لگایا جائے تو زخم ٹھیک ہو جائیں گے۔ اگر بلی کا خون جماع کے وقت آلہ تناسل پر مل لیا جائے تو جس کے ساتھ جماع کیا جائے گا وہ جماع کرنے والے سے شدید محبت کرنے لگے گی۔ اگر بلی کے گردہ کی دھونی کسی حاملہ عورت کو دی جائے تو اس کا حمل ساقط ہو جائے گی۔ قزوینیؒ نے کہا ہے کہ اگر سیاہ بلی اور سیاہ مرغی کا پتہ خشک کرنے کے بعد پیس لیا جائے اور یہ بطور سرمہ آنکھوں میں استعمال کیا جائے تو سرمہ استعمال کرنے والے شخص کو جنات نظر آجائیں گے اور وہ اس کے خادم بن جائیں گے۔ یہ عمل مجرب ہے۔ اگر سیاہ بلی کا پتہ نصف درہم کے ہم وزن لے کر زیتون کے تیل میں حل کر کے لقوہ کے مریض کی ناک میں ڈال دیا جائے تو وہ شفایاب ہو جائے گا۔ جنگلی بلی کی ہڈی کا گودہ عسر البول کے لئے بے حد مفید ہے۔ اگر جنگلی بلی کی ہڈی کا گودہ چنے کے پانی میں بھگو کر اور آگ میں پکار کر نہار منہ حمام کے اندر لیا جائے تو گردہ کے درد اور عسر البول کے لئے بے حد مفید ہے۔ قزوینیؒ نے کہا ہے کہ اگر عورت بلی کے دماغ کی دھونی لے لے تو اس کے رحم سے منی خارج ہو جائے گی۔ بلی کی خواب میں تعبیر انشاء اللہ ''باب القاف'' میں ''القط'' کے تحت بیان کی جائے گی۔

سنور الزباد بلی کی تیسری قسم سنور الزباد ہے۔ یہ بلی گھریلو بلی کی طرح ہوتی ہے لیکن جسامت کے لحاظ سے بڑی اور اس کی دم بہت لمبی ہوتی ہے۔ اس کے بالوں کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات یہ چت کبری ہوتی ہے۔ یہ بلی بلاد ہند اور سندھ میں پائی جاتی ہے۔ ''الزباد'' سے مراد ایک قسم کا میل ہے جو اس بلی کی بغلوں اور دونوں رانوں اور پاخانہ کے مقام کے اردگرد پایا جاتا ہے۔ اس میں ایک خاص قسم کی خوشبو ہوتی ہے جیسے کستوری کی خوشبو ہوتی ہے۔ یہ میل بلی کی بغلوں' رانوں اور اس کی شرمگاہ کے اردگرد سے ایک چھوٹے چمچے سے نکالا جا سکتا ہے۔ تحقیق اس کے متعلق باب الزا میں کلام کیا جا چکا ہے۔

الحکم وحشی اور گھریلو بلی کی طرح سنور الزباد کا کھانا بھی حرام ہے اور ''الزباد'' (بلی کا میل) جس سے ایک خاص قسم کی خوشبو آتی ہے'

طاہر ہے۔ لیکن ماوردی اور رویانی نے کہا ہے کہ "الزباد" دریائی بلی کے دودھ کو کہا جاتا ہے جو مشک کی طرح حاصل کیا جاتا ہے۔ نیز اس کا دودھ سفید ہوتا ہے اور دریا کے قریب رہنے والے لوگ اس بلی کا دودھ پیتے ہیں اور دریا کے قریب رہنے والے لوگوں کا دودھ پینا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ دودھ حلال ہونا چاہئے۔ پس اگر ہم کہیں کہ وہ جانور جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا اور وہ دریا میں رہتے ہیں ان کا دودھ نجس ہے یا نجس نہیں ہے تو اس میں دو صورتیں ہیں۔ نوویؒ نے فرمایا ہے اس کی طہارت اور اس کی بیع کی صحت معلوم ہوتی ہے۔ پس اگر یہی بات صحیح ہو کہ تمام دریائی جانوروں کا گوشت اور دودھ حلال ہے تو اس کے بعد اس بات پر غور کیا جائے گا کہ "سنور الزباد" خشکی کا جانور ہے یا دریائی جانور ہے۔ لیکن صحیح بات یہی ہے کہ یہ خشکی کا جانور ہے۔

السنونو

"السنونو" یہ ابابیل کی ایک قسم ہے۔ اسے حجر الیرقان اور حجر السونو بھی کہا جاتا ہے۔ جمال الدین بن رواحہ نے اس کے متعلق کیا عمدہ شعر کہا ہے

وغریبة حنت الی وکرلها فاتت الیه فی الزمان المقبل

"اور وحشی جانور کی طرح جو اپنے گھونسلے میں پہنچی ہو۔ پس تو بھی مستقبل میں اسی انداز میں آئے گا۔"

فرشت جناح الآبنوس وصفقت بالعاج ثم تقهقهت بالصندل

"تیرے بازو آبنوس کے طرز پر ہیں اور ان ہاتھی دانت جیسی بندکیاں ہیں اور پھر ان بندکیوں پر صندل ڈالا گیا ہے۔"

الحکم ابابیل کا شرعی حکم "باب الخاء" میں "الخطاف" کے تحت گزر چکا ہے۔

خواص اگر ابابیل کی دونوں آنکھیں کسی کپڑے میں لپیٹ کر کسی چارپائی میں لٹکا دی جائیں تو جو شخص بھی اس چارپائی پر سوئے گا اسے نیند نہیں آئے گی۔ اگر اس کی آنکھوں کی دھونی ایسی جگہ دی جائے جہاں چڑیاں رہتی ہوں تو چڑیاں وہاں سے بھاگ جائیں گے۔ نیز اگر بخار میں مبتلا شخص کو ابابیل کی آنکھوں کی دھونی دی جائے تو اس کا بخار ختم ہو جائے گا۔

السودانیة والسوادیة

"السودانیة والسوادیة" ابن سیدہ نے کہا ہے کہ یہ انگور کھانے والا ایک پرندہ ہے۔

ایک عجیب حکایت حکایت بیان کی جاتی ہے کہ روم کے ملک میں ایک پیپل کا درخت تھا اور اس پر ایک پیپل کی "سودانیہ" تھی جس کی چونچ میں زیتون کا پھل تھا۔ پس جب زیتون کے پھل کا موسم آتا تو وہ "سودانیہ" (یعنی ایک پرندہ) اپنی آواز نکالتی۔ پس اس آواز کو سن کر اس قسم کے تمام پرندے اس کے گرد جمع ہو جاتے اور ان میں سے ہر ایک کے پاس تین زیتون کے پھل ہوتے۔ ایک پھل ان کی چونچ میں ہوتا اور دو پھل وہ اپنے پنجوں میں اٹھا کر لاتے۔ یہاں تک کہ وہ "سودانیہ" کے سر پر ان پھلوں کو ڈال دیتے تھے۔ پس روم کے رہنے والوں کو جتنے پھلوں کی ضرورت ہوتی وہ اٹھا کر لے جاتے تھے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا کہ "السودانیة" وہ پرندہ ہے جسے "زرزور" کہا جاتا ہے۔ تحقیق اس کے متعلق امام شافعیؒ سے منقول ایک حکایت پہلے گزر چکی ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ یہ پرندہ بکثرت انگور کھاتا ہے۔

خواص | اس پرندے کا گوشت ٹھنڈا، یابس اور بے کار ہوتا ہے۔ خاص طور پر وہ پرندہ جو کمزور ہو اس کا گوشت بہت بیکار ہوتا ہے۔ سب سے عمدہ گوشت اس پرندے کا ہوتا ہے جو جال سے شکار کیا گیا ہو۔ سودانیۃ کا گوشت دماغ کے لئے نقصان دہ ہے لیکن اگر اس کے گوشت کا شوربہ استعمال کیا جائے تو نقصان میں کمی ہو جاتی ہے۔ سودانیۃ کا گوشت سرد مزاج والوں اور بوڑھوں کے لئے مفید ہے۔ نیز موسم ربیع میں اس کا گوشت کھانا بے حد فائدہ مند ہے۔ سودانیۃ پرندے کا گوشت کھانا مکروہ ہے کیونکہ یہ پرندہ حشرات اور ٹڈی کھاتا ہے جس کی وجہ سے اس کے گوشت میں بدبو پائی جاتی ہے۔ روفس نے پرندوں کو گوشت کے لحاظ سے تین درجوں میں تقسیم کیا ہے۔ روفس کے نزدیک خشکی کے پرندوں میں سے بدترین پرندے یہ ہیں۔ (۱) الرخ (۲) الشحرور (۳) السمانی (۴) الحجل (۵) الدراج (۶) الطیہوج (۷) الشغنین (۸) فرخ الحمام (۹) الفاخت (۱۰) السلوی۔ (واللہ اعلم)

السوذنیق

''السوذنیق'' کفایۃ المحتفظ میں لکھا ہے کہ ''السوذنیق'' باز کو کہتے ہیں۔

السوس

''السوس'' جوہریؒ وغیرہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ کیڑا ہے جو اون اور اناج میں پیدا ہوتا ہے۔ اہل عرب اس غلہ کو جس میں یہ کیڑا پیدا ہوتا ہے ''طَعَام'' مَسُوسٌ'' اور ''طَعَام'' مَدُوْد'' کہتے ہیں۔ یعنی ایسا غلہ جسے گھن لگ گیا ہے یا کیڑا لگا ہوا غلہ۔ راجز نے کہا ہے کہ ؎

قد اطعمتنی دقلا حولیا　　　مسوسا مدودا حجریا

''تحقیق تو نے مجھے کھلایا پرانا غلہ جس پر سال گزر چکا تھا اور جس میں تلخی آ گئی تھی اور اسے کیڑے نے بیکار کر دیا تھا۔''

قتادہ اور مجاہد نے اللہ تعالیٰ کے اس قول ''یَخْلُقُ مَالاَ تَعْلَمُوْنَ'' (وہ ایسی چیزیں پیدا کرتا ہے جن کو تم نہیں جانتے) کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس سے مراد وہ کیڑے ہیں جو کپڑے اور پھلوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ عرش کی داہنی طرف نور کی ایک نہر ہے جس کی وسعت ساتوں زمین اور ساتوں آسمان سے ستر گناہ زیادہ ہے۔ حضرت جبرائیلؑ ہر روز سحری کے وقت اس نہر میں داخل ہوتے ہیں۔ پس وہ اس میں غسل کرتے ہیں۔ پس آپ کے جسم پر نورانیت میں اور حسن و جمال میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد آپ اپنے پروں کو جھاڑتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ہر ایک بال سے ستر ہزار (پانی کے) قطرے نکالتا ہے اور ہر قطرے سے ستر ہزار فرشتے پیدا فرماتا ہے اور ان میں سے ہر روز ستر ہزار فرشتے بیت المعمور میں اور ستر ہزار فرشتے خانہ کعبہ میں داخل ہوتے ہیں اور پھر قیامت تک ان کی باری نہیں آئے گی۔ طبریؒ نے فرمایا ہے کہ ''مَالاَ تَعْلَمُوْنَ'' سے مراد جنتیوں کے وہ القابات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے تیار کر رکھے ہیں اور جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسانی دل میں اس کا خیال ہوگا۔

حرث بن حکم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں جو آیات نازل فرمائی تھیں ان میں یہ آیت بھی تھی ''اَنَا اللّٰہُ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اَنَا'' (میں اللہ ہوں نہیں کوئی معبود مگر میں) اگر میں مردہ لاش میں بدبو پیدا نہ کرتا تو لوگ اپنے مردوں کو گھروں میں روک

لیتے۔ "اَنَا اللّٰہُ لاَ اِلٰہَ اِلَّا اَنَا" (میں اللہ ہوں میرے علاوہ کوئی معبود نہیں) میں ہی غلہ کے نرخ میں گرانی پیدا کرتا ہوں حالانکہ غلہ کے ڈھیر لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ "اَنَا اللّٰہُ لاَ اِلٰہَ اِلَّا اَنَا" (میں اللہ ہوں میرے علاوہ کوئی معبود نہیں) اگر میں غلہ میں کیڑا پیدا نہ کرتا تو بادشاہ غلہ کو اپنے خزانہ میں جمع کر لیتے۔ "اَنَا اللّٰہُ لاَ اِلٰہَ اِلَّا اَنَا" (میں اللہ ہوں میرے علاوہ کوئی معبود نہیں) اگر میں دلوں میں امیدوں کے ذریعے سکون پیدا نہ کرتا تو لوگ تفکرات کی وجہ سے ہلاک ہو جاتے۔ عمرو بن ہند نے جب ملتمس کو عراق کے غلہ سے محروم کرنے کا ارادہ کیا تو کہنے لگا ؎

الیت حب العراق الدهر اطعمه   والحب یاکله فی القریة السوس

"کیا تو نے عمر بھر عراق کا غلہ کھانے کی قسم کھالی ہے حالانکہ کسی بستی میں جو غلہ ہوتا ہے اسے گھن ہی کھا جاتا ہے۔"

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ اگر تم میں سے کوئی استطاعت رکھتا ہو کہ وہ اپنے غلہ کو آسمان میں چھپائے جہاں چور نہ پہنچ سکے اور نہ ہی اس کو گھن کھا سکے۔ پس اسے چاہئے کہ ایسا ہی کرے کیونکہ ہر آدمی کا دل اس کے خزانے کی طرف لگا رہتا ہے۔ (رواہ البیہقی فی شعبہ)

ایک حکایت شیخ العارف ابوالعباس المرسی سے مروی ہے کہ ایک عورت نے مجھ سے بیان کیا کہ ہمارے پاس گھن لگے ہوئے گیہوں تھے۔ پس ہم نے ان کو پسوالیا۔ پس گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس گیا اور ہمارے یہاں گھن لگ گئی۔ پس ہم نے ہم اس کو چھلنی میں چھان لیا تو گھن زندہ نکل آئی۔ شیخ العارف ابوالعباس کہتے ہیں کہ میں نے اس عورت سے کہا کہ اکابر کی صحبت سلامتی کا باعث ہے۔

علامہ دمیریؒ نے فرمایا کہ اسی قسم کی ایک حکایت ابن عطیہؒ نے سورہ کہف کی تفسیر میں بیان کی ہے۔ ابن عطیہؒ کہتے ہیں کہ میرے والد سے ابوالفضل جوہری نے بیان کیا کہ میں نے اپنی مجلس میں وعظ کرتے ہوئے کہا کہ جو شخص نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرتا ہے تو وہ ان کی برکت سے محروم نہیں رہتا۔ چنانچہ اصحاب کہف کے کتے نے نیک لوگوں کی صحبت اختیار کی تو اس کو نیک لوگوں کی برکت حاصل ہوئی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اصحاب کہف کے ساتھ کتے کا بھی ذکر کیا ہے اور لوگ ہمیشہ اس کی تلاوت کرتے رہیں گے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ جو شخص ذاکرین کی صحبت میں بیٹھے گا' وہ غفلت سے بیدار ہو جاتا ہے اور جو نیک لوگوں کی خدمت کرتا ہے اس خدمت کی وجہ سے اسے بلند مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔

عجیب و غریب فائدہ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ مجھے بعض نیک آدمیوں سے یہ بات پہنچی ہے کہ اگر مدینہ منورہ کے سات فقہاء کے نام کسی کاغذ پر لکھ کر گیہوں میں رکھ دیئے جائیں تو جب تک یہ کاغذ گیہوں میں موجود رہے گا' اسے گھن نہیں لگے گا اور یہ نام اس شعر میں جمع کر دیئے گئے ہیں ؎

ألا کل من لا یقتدئ بأیمة   فقسمته ضیزی عن الحق خارجه

"خبردار جو ائمہ کی پیروی نہیں کرتا' اس کی قسمت ٹیڑھی ہے اور وہ حق سے خارج ہے۔"

فخذهم عبیدالله عروة قاسم   سعید ابوبکر سلیمان خارجه

"پس تم ان کی پیروی کرو عبیداللہ' عروہ' قاسم' سعید' ابوبکر' سلیمان' خارجہ (کی پیروی کرو)"

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ بعض اہل تحقیق سے مجھے استفادہ ہوا ہے کہ اگر ان اسماء کو لکھ کر سر میں باندھ لیا جائے یا پڑھ کر سر

پر پھونک دیئے جائیں تو سر کا درد ختم ہو جائے گا۔ تحقیق باب الجیم میں ''الجراد'' کے تحت ان آیات کو لکھ دیا گیا ہے جو سر کے درد کے لئے نافع ہیں۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے بعض اہل علم سے استفادہ ہوا ہے کہ مندرجہ ذیل کلمات کو لکھ کر سر پر لٹکا لیا جائے تو سر کا درد اور درد شقیقہ ختم ہو جائے گا۔ کلمات یہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اھدأ علیه یارأس بحق من خلق فیک الاسنان والاضراس وکتبه الکتبة بلاقلم ولا قرطاس قربقرار اللہ اسکن واھدأ بھداللہ بحرمة محمد بن عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم الم ترالی ربک کیف مدالظل ولو شاء لجعله ساکنا أسکن أیھا الوجع والصداع والشقیقة والضربان عن حامل ھذہ الاسماء کماسکن عرش الرحمن وله ماسکن فی اللیل والنھار وھوالسمیع العلیم وننزل من القرآن ماھو شفاء ورحمة للمؤمنین وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وصلی اللہ علی سیدنا محمد خاتم النبیین والمرسلین وعلی آله وصحبه وسلم.

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ عمل بھی مجھے بعض ائمہ امامیہ سے پہنچا ہے اور مجرب ہے۔ اس عمل کو چوب غار پر ایسی جگہ بیٹھ کر لکھا جائے جہاں سورج کی روشنی نہ پڑتی ہو اور جس تختی پر لکھنا ہوٗا سے لے جاتے وقت سورج کا سامنا نہ ہو۔ یہ کلمات لکھ کر وہ تختی گیہوں یا جو وغیرہ میں دبا دی جائے تو اس گیہوں اور جو کو کبھی کیڑا نہیں لگے گا۔ کلمات یہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الم ترالی الذین خرجوا من دیارھم وھم ألوف حذرالموت فقال لھم اللہ موتوا فما تواکذلک یموت الفراش والسوس ویرحل باذن اللہ تعالیٰ اخرج أیھا السوس والفراش باذن اللہ تعالیٰ عاجلا والاخرجت من ولایة امیرالمومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھه ویشھد علیک انک سرقت لجام بغلة نبی اللہ سلیمان بن داؤد علیھما الصلاۃ والسلام. یہ عمل مجرب ہے۔

الحکم گھن کا کھانا حرام ہے کیونکہ یہ ایک قسم کا کیڑا ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''**العیال سوس المال**'' اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں ''**اکل من سوسة**'' خالد بن صفوان بن الاھیم سے کہا گیا کہ تمہارا بیٹا کیسا ہے؟ اس نے کہا کہ وہ اپنے ہم عمر نوجوانوں کا سردار ہے۔ پس پھر کہا گیا کہ وہ ہر روز کتنی خوراک استعمال کرتا ہے۔ پس اس نے جواب دیا کہ ایک درہم۔ پس اس سے کہا گیا کہ اس پر صرف تیس درہم ماہانہ خرچ ہوتے ہیں اور تمہارے پاس تو تیس ہزار درہم ہیں۔ پس خالد بن صفوان نے کہا کہ تیس درہموں کا ضائع ہونا کم تر ہے بنسبت اس کے کہ گھن اونی کپڑوں میں لگ جائے اور انہیں تیزی سے کھا جائے۔ پس اس کا یہ کلام حضرت حسن بصریؒ کو سنایا گیا تو انہوں نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ خالد کا تعلق بنی تمیم سے ہے اور بنی تمیم بخل اور کنجوسی میں مشہور ہیں۔

السِید

"السِید" (سین کے کسرہ اور یائے ساکن کے ساتھ) یہ بھیڑیئے کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ ابومحمد عبداللہ بن محمد بن سید بطلیوسی کے دادا کو بھی "السِید" کہا جاتا تھا۔ ابومحمد بہت بڑے نحوی اور لغت کے ماہر تھے۔ انہوں نے بہت مفید کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی پیدائش ۴۴۴ھ میں ہوئی اور ان کا انتقال ۵۲۱ھ ماہ رجب میں ہوا۔

السیدۃ

"السیدۃ" (سین کے کسرہ اور دال مہملہ اور یاء ساکن کے ساتھ) اس سے مراد بھیڑیا کی مادہ ہے۔ امام علامہ حافظ النحوی اللغوی ابوالحسن علی بن اسمٰعیل بن سیدہ المرسی بھی اسی نام سے منسوب ہیں۔ ابوالحسن علم لغت اور نحو کے امام تھے۔ آپ نے اس فن میں ایک کتاب "المحکم والمخصص" تحریر کی ہے۔ آپ نابینا تھے اور آپ کے والد بھی آنکھوں کی روشنی سے محروم تھے۔ آپ کی وفات ربیع الاول ۴۵۰ھ کو ہوئی۔ آپ نے کل ساٹھ سال عمر پائی۔

سفینۃ

"سفینۃ" بروزن ھیمنۃ۔ ابن سمعانی نے کہا ہے کہ اس سے مراد مصر میں پایا جانے والا ایک پرندہ ہے اگر اس کے سامنے درختوں کے پتے ڈال دیئے جائیں تو یہ تمام پتے کھا جاتا ہے۔ ابواسحٰق ابراہیم ابن حسن بن علی ہمدانی کو بھی اسی پرندہ "سیفنۃ" سے تشبیہ دی جاتی ہے اور ابواسحٰق بہت بڑے محدث ہیں اور ان کی یہ عادت تھی کہ جب یہ کسی محدث سے حدیث سنتے تو جب تک اس سے پوری حدیث معلوم نہیں کر لیتے اس وقت تک اس سے علیحدہ نہیں ہوتے تھے۔

ابوسیراس

"ابوسیراس" قزوینیؒ نے الاشکال میں لکھا ہے کہ یہ ایک جانور ہے جو جنگلوں میں رہتا ہے۔ اس جانور کے ناک کے بانسہ میں بارہ سوراخ ہوتے ہیں۔ پس جب یہ سانس لیتا ہے تو اس کی ناک سے بانسری جیسی آواز سنائی دیتی ہے۔ پس جنگلی جانور اس آواز کو سنتے ہی اس کے اردگرد جمع ہو جاتے ہیں اور بعض جانور اس کی آواز سن کر بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ پس یہ جانور انہیں پکڑ لیتا ہے اور انہیں اپنا لقمہ بنا لیتا ہے۔ پس اگر شکار اس کے کھانے کے قابل نہیں ہوتا تو یہ چیخ مارتا ہے جس سے جانور خوفزدہ ہو جاتے ہیں اور اس سے فرار ہو جاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

باب الشین المعجمة

الشادن

''الشادِن ''(دال کے کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد وہ نر ہرن ہے جس کے سینگھ نکل آئے ہوں۔عنقریب انشاء اللہ ''باب الظاء المعجمة'' میں اس کا تفصیلی ذکر آئے گا۔

شادھوار

''شادھوار '' یہ ایسا جانور ہے جو روم کے علاقوں میں پایا جاتا ہے۔قزوینیؒ نے الاشکال میں لکھا ہے کہ اس جانور کے ایک سینگ ہوتا ہے جس کی بہتر (۷۲) شاخیں ہوتی ہیں جو اندر سے کھوکھلی ہوتی ہیں۔ پس جب ہوا چلتی ہے تو ان سینگوں میں سے ایک خوبصورت آواز سنائی دیتی ہے۔ پس حیوانات اس آواز کو سن کر اس جانور کے پاس جمع ہو جاتے ہیں۔قزوینیؒ نے ایک حکایت بیان کی ہے کہ کسی بادشاہ کے پاس اس جانور کا سینگ تھا جو اسے کسی نے ہدیہ دیا تھا۔ پس جب ہوا چلتی تو بادشاہ اسے اپنے پاس رکھ لیتا۔ پس اس سینگ میں سے عجیب وغریب آواز سنائی دیتی جسے سن کر انسان پر وجد طاری ہو جاتا تھا اور جب اس سینگ کو رکھ دیا جاتا تو اس سے ایسی غمگین آواز سنائی دیتی کہ انسان اس آواز کو سنتے۔ یہاں تک کہ وہ رونے کے قریب ہو جاتے تھے۔

الشارف

''الشارف ''بوڑھی اونٹنی۔اس کی جمع شرف آتی ہے جیسے بازل کی جمع بزل اور عائذ کی جمع عوذ آتی ہے۔حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر مال غنیمت میں سے میرے حصہ میں ایک شارف آیا تھا اور ایک شارف مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن مال خمس میں سے عطا فرمایا تھا۔ پس جب میں نے حضرت فاطمہؓ سے نکاح کا ارادہ کیا اور ولیمہ کی تیاری شروع کی تو میں نے بنی قینقاع کے ایک زرگر سے وعدہ کرلیا کہ وہ میرے ساتھ چل کر زیورات لے لے اور میں اپنے دونوں اونٹوں کے کجاوے کے لئے سامان جمع کرنے کی غرض سے باہر چلا گیا۔ پس میں نے اپنے اونٹوں کو ایک انصاری کے گھر کے پاس کھڑا کر دیا۔ پس جب میں لکڑیاں وغیرہ جمع کر کے واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ میرے اونٹوں کے کوہانوں اور پشت کا گوشت کاٹ لیا گیا ہے اور ان کی کلیجیاں بھی نکال لی گئی ہیں۔ پس میری آنکھوں نے یہ منظر دیکھا تو مجھ سے برداشت نہ ہو سکا۔ پس میں نے کہا کہ کون ہے جس نے میرے اونٹوں کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے؟ پس لوگوں نے کہا کہ حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب نے یہ معاملہ کیا ہے اور وہ اس مکان میں انصار کے ساتھ شراب نوشی کر رہے ہیں اور ایک گانا گانے والی بھی اس گروہ میں گانا گا رہی تھی۔ پس وہ کہہ رہی تھی ۔

اَلاَ یَا حَمزَ لِلشَّرُفِ النواء   وھن معقلات بالفناء

''اے حمزہ! شرف کے علم بردار یہ اونٹنیاں صحن میں بندھی ہوئی ہیں۔''

ضع السکین فی اللبات منها وضرجهن حمزة بالدماء

''آپ ان کے گلوں پر چھری چلائیں اور آپ ان کو چیر پھاڑ کر خونریزی کریں۔''

وعجل من اطایبها لشرب طعاماً من قدید أو شواء

''اوران کے جسم کے بہترین حصے کا بھنا ہوا گوشت شراب کی مجلس کیلئے تیار کریں۔''

فأنت ابو عمارة المرجی لکشف الضرعنا والبلاء

''پس آپ ابوعمارہ ہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ آپ ہم سے تکلیف اور مصیبت کو دور کر دیں گے۔''

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کا بقیہ حصہ مشہور ہے۔ امام بخاریؒ، امام مسلمؒ اور امام ابوداؤدؒ نے اس کو روایت کیا ہے۔ نیز حضرت حمزہؓ کا یہ فعل شراب کی حرمت نازل ہونے سے قبل کا ہے۔ پس اس وقت شراب نوشی حلال تھی اور شراب غزوۂ احد کے بعد حرام ہوئی ہے۔ حضرت حمزہؓ کے فعل کو دلیل بناتے ہوئے اہل علم نے کہا ہے کہ مالک کی غیر موجودگی میں اس کے اونٹوں کو ذبح کر لینا مباح ہے۔ یہ جمہور علماء کی رائے ہے لیکن سحنون، داؤد اور عکرمہ نے اس کی مخالفت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مالک کی اجازت کے بغیر اس کے جانوروں کا گوشت نہ کھایا جائے لیکن یہ قول شاذ ہے۔

الشاة

''الشاۃ'' اس سے مراد بکری ہے۔ لفظ ''الشاۃ'' کا اطلاق نر اور مادہ دونوں پر ہوتا ہے۔ الشاۃ اصل میں ''شَاهَة'' تھا کیونکہ اس کی تصغیر ''شویہۃ'' ہے اور اس کی جمع ''شیاہ'' ہے۔ پس اگر بکریوں کی تعداد تین سے دس تک ہو تو اس کے لئے جمع ہی استعمال کرتے ہیں۔ یعنی ''ثلاث شیاہ'' کہیں گے اور اگر تعداد دس سے تجاوز کر جائے تو یوں کہا جائے گا ''هٰذِهٖ شَاءٌ كَثِيرَةٌ'' شاعر نے کہا ہے کہ ۔

لا یَنفَعُ الشَّاوِی فِیهَا شَاته ولاحماراه ولا غلاته

''اسے بکری کا بھنا ہوا گوشت نفع نہیں پہنچاتا اور نہ ہی گدھا اور غلہ نفع پہنچاتا ہے۔''

کامل ابن عدی میں خارجہ بن عبداللہ بن سلیمان کے حالات زندگی میں یہ روایت مذکور ہے۔ عبدالرحمٰن بن عائذ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے لئے بکری ہو اور اس کا دودھ اس کے پڑوسی کو نہ پہنچے یا مسکین کو نہ پہنچے۔ پس چاہئے کہ وہ اس بکری کو ذبح کر دے یا اس کو فروخت کر دے۔ لقمان کی حکمت تواتر کے ساتھ ثابت ہے اور لقمان سے مراد لقمان بن عنقاء بن بیرون ہے۔ ان کا تعلق ایلہ شہر سے تھا۔ ان کے متعلق یہ واقعہ مشہور ہے کہ ان کو ان کے مالک نے ایک بکری دی اور حکم دیا کہ اس کو ذبح کرو اور میرے پاس اس کے گوشت کا وہ حصہ لاؤ جو سب سے عمدہ ہو۔ پس لقمان حکیم نے بکری کو ذبح کیا اور اس کا دل اور زبان نکال لی۔ پھر وہ دونوں چیزیں اپنے مالک کے سامنے پیش کر دیں۔ پس دوسرے دن مالک نے ایک اور بکری دی اور حکم دیا کہ اسے ذبح کرو اور میرے پاس اس کے گوشت کا وہ حصہ لاؤ جو خبیث ترین ہو۔ پس انہوں نے بکری ذبح کی اور اس کا دل اور زبان نکالی اور مالک کے سامنے یہ دونوں چیزیں پیش کر دیں۔ پس مالک نے لقمان حکیم سے اس کے متعلق سوال کیا؟ پس انہوں نے جواب دیا کہ دل اور زبان دونوں

طیب ہیں۔ بشرطیکہ اس کی ذات میں شرافت و بھلائی ہو اور یہ دونوں چیزیں خبیث ترین ہیں اگر اس کی ذات میں خباثت ہو۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا معنی بھی یہی ہے کہ انسان کے جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے۔ اگر وہ صحیح رہے تو سارا جسم صحیح رہتا ہے اور اگر اس میں فساد پیدا ہو جائے تو سارے جسم میں فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ خبردار سن لو وہ دل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دن لقمان حکیم کا مالک بیت الخلاء میں داخل ہوا۔ پس وہ کافی دیر تک وہاں بیٹھا رہا۔ پس آپ نے زور سے پکارا اور کہا کہ بیت الخلاء میں زیادہ دیر تک نہ بیٹھو۔ پس بیت الخلاء میں طویل قیام جگر کو چیرتا ہے۔ بواسیر پیدا کرتا ہے اور دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

لقمان حکیم کی وصیت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو وصیت کی جس کا نام فاران تھا۔ لقمان حکیم نے کہا اے میرے بیٹے! کمینے آدمی سے احتراز کرنا جبکہ تم اس کی عزت کرو اور شریف آدمی سے بھی بچتے رہنا جبکہ تم اس کی توہین کرو اور عقلمند سے بھی بچتے رہنا جبکہ تم اس کی ہجو کرو اور احمق آدمی سے بھی بچتے رہنا جبکہ تم اُس کا مذاق اڑاؤ اور جاہل آدمی سے بھی بچتے رہنا جبکہ تم اس کی صحبت اختیار کر لو اور فاجر آدمی سے بھی بچتے رہنا جبکہ تم اس سے جھگڑا کرو۔ اے میرے بیٹے! تمام نیک کاموں میں جلدی کرنا اور تین کام قابل تحسین ہیں۔ (۱) کسی انسان کو اس کی غیر موجودگی میں بھلائی کے ساتھ یاد کرنا۔ (۲) بھائیوں کا بوجھ اٹھانا۔ (۳) مال کی قلت کے وقت دوست کی مدد کرنا۔

ابتداء میں غصہ کرنا جنون ہے اور اس کا اختتام ندامت ہے۔ اے میرے بیٹے تین کاموں میں ہدایت ہی ہدایت ہے۔ (۱) اپنے خیر خواہ سے مشاورت کرنا۔ (۲) دشمن اور حاسد کے ساتھ بھلائی کرنا۔ (۳) ہر ایک کے ساتھ بھلائی کرنا۔ اے میرے بیٹے ہر وہ شخص دھوکہ کھاتا ہے جو تین چیزوں پر بھروسہ کرے۔ (۱) ایسے شخص کی تصدیق کرے جسے اس نے دیکھا ہی نہ ہو۔ (۲) جو کسی ناقابل اعتبار شخص پر اعتماد کرتا ہو۔ (۳) وہ شخص جو کسی ایسی چیز کی طمع کرے جو اسے مل نہ سکتی ہو۔ اے میرے بیٹے حسد سے اجتناب کر کیونکہ یہ دین کو فنا کر دیتا ہے اور نفس کو ضعیف کر دیتا ہے اور اس کا انجام ندامت ہے۔ اے میرے بیٹے اگر تو چاہتا ہے کہ حکمت سے قوت حاصل کرے تو عورتوں کو اپنی جان کا مالک نہ بنا۔ اس لئے کہ عورت ایسی جنگ ہے جس میں صلح نہیں ہے۔ عورت کی خاصیت یہ ہے کہ اگر وہ تجھ سے محبت کرنے لگے تو تجھے کھا جائے اور اگر وہ تجھ سے بغض رکھے تو تجھے ہلاک کر ڈالے۔

علامہ زمخشریؒ کی کتاب ربیع الابرار میں مذکور ہے کہ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اگر میں ایک حلال روٹی کو پالیتا ہوں تو اس کو جلاتا ہوں پھر اس سے مریضوں کے لئے دوا تیار کرتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ جنگل کی بکریاں کوفہ کی بکریوں کے ساتھ مخلوط ہو گئیں تو امام ابوحنیفہؒ نے سوال کیا کہ بکری کی عمر کتنی ہوتی ہے؟ لوگوں نے کہا سات سال۔ پس امام ابوحنیفہؒ نے سات سال تک بکری کا گوشت نہیں کھایا۔ مبرد نے کہا ہے کہ۔

ما ان دعانی الھوی لفاحشة — الاعصاہ الحیاء والکرم

''جب خواہش نفسانی نے مجھے برائی کی دعوت دی تو میری حیاء اور بزرگی نے اس کی نافرمانی کی۔''

فلا الی حرمة مددت یدی — ولا مشت بی لریبة قدم

''پس میں نے برائی کی طرف اپنا ہاتھ نہیں بڑھایا اور نہ ہی میرا قدم مجھے کسی برائی کی طرف لے کر چلا۔''

تاریخ ابن خلکان میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ہشام بن عبدالملک نے اعمش کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی برائیاں لکھ کر میری طرف ارسال کرے۔ پس اعمش نے وہ کاغذ کا ٹکڑا جس پر ہشام نے پیغام لکھا تھا۔ قاصد سے لیا اور بکری کے منہ میں ڈال دیا۔ پس بکری نے وہ کاغذ کا ٹکڑا کھالیا۔ پس اعمش نے قاصد کو کہا کہ تم خلیفہ سے کہہ دینا جو کچھ میں نے تمہارے سامنے کیا ہے یہی اس کا جواب ہے۔ پس قاصد واپس گیا لیکن تھوڑی دور جانے کے بعد پھر لوٹ آیا اور کہنے لگا کہ خلیفہ نے قسم کھائی تھی کہ اگر تو میرے پاس جواب لے کر نہ آیا تو میں تجھے قتل کردوں گا۔ پس قاصد نے اپنے بھائیوں کو کہا کہ اعمش سے میری سفارش کریں۔ پس انہوں نے اعمشؒ کو جواب لکھنے پر راضی کرلیا۔ پس اعمش نے خط کا جواب یوں لکھا: امابعد! اگر حضرت عثمانؓ میں دنیا بھر کی خوبیاں ہوں تو اس سے تمہیں کوئی نفع نہیں پہنچے گا اور اگر بالفرض حضرت علیؓ میں دنیا بھر کی برائیاں ہوں تو تیرے لئے کوئی ضرر نہیں ہے۔ پس تیرے لئے ضروری ہے کہ تو اپنے نفس میں غور کرے۔ والسلام۔ اعمش کا نام سلیمان بن مہران ہے۔ یہ مشہور تابعی ہیں۔ انہوں نے حضرت انس بن مالکؓ اور ابوبکر ثقفیؒ کی زیارت کی ہے اور ابوبکر ثقفیؒ کی سواری کی رکاب بھی پکڑی تھی۔ پس ابوبکر ثقفیؒ نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے تو نے میری عزت نہیں کی بلکہ اپنے رب کا اکرام کیا ہے۔ اعمشؒ بہت خوش مزاج تھے اور آپ کی ستر سال تک تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔ ان کے متعلق عجیب وغریب واقعات مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی ایک بیوی تھی جو کوفہ کی عورتوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھی۔ پس دونوں میاں بیوی میں جھگڑا ہوگیا اور اعمش بدصورت تھے۔ پس اسی اثناء میں ایک آدمی آیا جسے ابوالبلاد کہا جاتا تھا۔ وہ حدیث پڑھنے کے لئے آیا تھا۔ پس اعمشؒ نے فرمایا کہ میرے اور میری بیوی کے درمیان جھگڑا ہوگیا ہے۔ پس تم اس کے پاس جاؤ اور اسے لوگوں کے نزدیک میرے مقام کی خبر دو۔ پس وہ آدمی اعمش کی بیوی کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی قسمت اچھی بنائی ہے کہ ہمارے شیخ اور ہمارے سردار جن سے ہم دینی اصول اور حرام و حلال کے احکام سیکھتے ہیں' کا نکاح تمہارے ساتھ ہوا ہے۔ پس تم ان کے ضعف بصر اور ٹانگ کی خرابی سے دھوکہ میں نہ پڑتا۔ پس اعمش یہ سن کر غصہ سے بھر گئے اور کہنے لگے۔ اے خبیث اللہ تیرے دل کو اندھا کردے تو نے میرے عیوب کی اسے خبر دے دی ہے۔ پھر اعمشؒ نے اس آدمی کو اپنے گھر سے نکال دیا۔

ایک دن ابراہیم نخعیؒ نے اعمشؒ کے ساتھ کہیں جانے کا ارادہ کیا۔ پس اعمشؒ نے ابراہیم نخعیؒ سے کہا کہ اگر لوگ ہمیں اکٹھے چلتے ہوئے دیکھ لیں تو وہ کہیں گے کہ کانا اور اندھا اکٹھے جارہے ہیں۔ پس نخعیؒ نے کہا کہ اس میں کیا مضائقہ ہے؟ لوگ ایسی بات کرکے خود گنہگار ہوں گے اور اس کا اجر پالیں گے۔ پس اعمشؒ نے ان سے کہا کہ اس میں آپ کا کیا حرج۔ ہے کہ وہ گناہوں سے محفوظ رہیں اور ہم ان کی عیب جوئی سے محفوظ رہیں۔ ایک مرتبہ اعمشؒ ایسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے اور آنے والوں کے درمیان بارش کا پانی حائل تھا۔ اعمشؒ کے جسم پر بالوں کا پرانا کوٹ تھا۔ پس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ اٹھو اور مجھے یہ خلیج عبور کرادو۔ اعمشؒ نے اس آدمی کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور اسے اپنے اوپر سوار کرلیا۔ وہ شخص کہنے لگا "سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ" پس اعمشؒ اس کو لے کر چل پڑے۔ یہاں تک کہ جب پانی کے وسط میں پہنچے تو اس آدمی کو نیچے گرادیا اور کہا "وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبَارَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ" پھر اس کے بعد اعمشؒ پانی سے نکل آئے اور اس آدمی کو

پانی میں ہی چھوڑ دیا۔اسی طرح ایک قصہ یہ بھی ہے کہ ایک آدمی اعمشؒ کو تلاش کرتے ہوئے ان کی طرف آیا۔پس اس سے کہا گیا کہ وہ اپنی بیوی کے ہمراہ مسجد کی طرف گئے ہیں۔پس وہ آدمی بھی مسجد کی طرف چل پڑا۔پس اس نے دونوں میاں بیوی کو راستہ میں پایا تو کہنے لگا تم میں سے اعمش کون ہے؟ پس اعمشؒ نے کہا یہ ہے اور اپنی بیوی کی طرف اشارہ کیا۔ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ اعمشؒ بیمار ہو گئے تو لوگ آپ کی عیادت کے لئے آنے لگے۔پس لوگ آپ کے پاس بہت دیر تک بیٹھے رہتے۔پس اعمشؒ نے اپنا تکیہ اٹھایا اور کھڑے ہو گئے۔پھر فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے مریض کو شفا دے۔پس اس کے بعد لوگ وہاں سے چلے گئے۔ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ کسی شخص نے اعمشؒ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول پڑھا کہ جو شخص رات کا قیام ترک کر کے سو جاتا ہے تو شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔پس اعمشؒ نے فرمایا کہ میری آنکھوں میں جو تیرگی آئی ہوئی ہے وہ اسی وجہ سے کہ شیطان نے میرے کان میں پیشاب کر دیا ہے۔اعمش نے اپنے کسی مسلمان بھائی کو تعزیت نامہ لکھتے ہوئے یہ اشعار بھی تحریر فرمائے۔

انا نعزیک لا انا علی ثقة　　　من البقاء ولکن سنة الدین

''ہم آپ کی تعزیت اپنی زندگی پر بھروسہ کرنے کی وجہ سے نہیں کر رہے بلکہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تعزیت کرنا سنت ہے۔''

فلا المعزی باق بعد میته　　　ولا المعزی وان عاشا الی حین

''پس موت کے بعد نہ تو معزز رہے گا اور نہ تعزیت کرنے والا باقی رہے گا۔اگرچہ ان دونوں نے کئی برس زندگی کے گزارے ہوں۔''

اعمشؒ کا انتقال ۱۴۷ھ کو ہوا۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۱۴۸ھ کو ہوا۔نیز ایک قول یہ بھی ہے کہ اعمشؒ کی وفات ۱۴۹ھ میں ہوئی۔

تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ جب عبداللہ بن زبیرؓ کو مکہ مکرمہ میں خلیفہ بنایا گیا تو آپ نے اپنے بھائی مصعب بن زبیر کو مدینہ منورہ کا گورنر بنا دیا اور مروان بن حکم اور اس کے بیٹے کو مدینہ منورہ سے نکال دیا۔پس وہ دونوں شام کی طرف چلے گئے۔پس عبداللہ بن زبیرؓ ۷۲ھ تک لوگوں کو حج کراتے رہے۔پس جب عبدالملک بن مروان منصب خلافت پر فائز ہوا تو اس نے شام کے لوگوں کو حج کرنے سے منع کر دیا کیونکہ عبداللہ بن زبیر حج کر کے آنے والے لوگوں سے خلافت کی بیعت لیتے تھے۔پس شام کے لوگوں پر حج کی ممانعت شاق گزری تو عبدالملک نے ایک قبۃ الصخرہ تعمیر کرایا اور حکم دیا کہ یوم عرفہ میں لوگ بیت المقدس جا کر وقوف کیا کریں۔پس شام کے لوگوں نے ایسا ہی کیا۔کہا جاتا ہے کہ بیت المقدس اور دیگر شہروں کی مساجد میں عرفہ کے دن وقوف کی رسم کا آغاز اسی وقت سے ہوا۔بصرہ کی مساجد میں عرفہ کے دن وقوف کی رسم کا آغاز حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے زمانہ میں ہوا۔نیز مصر میں اس رسم کا آغاز مروان کے دور میں ہوا۔جب عبدالملک نے مصعب بن زبیرؓ کو قتل کر کے واپس لوٹنا چاہا تو حجاج بن یوسف اس کے سامنے کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں عبداللہ بن زبیرؓ کو پکڑ کر ان کی کھال کھینچ رہا ہوں۔پس آپ اس کے ساتھ لڑنے کی مہم میرے سپرد کر دیں۔پس عبدالملک نے اہل شام کا ایک بڑا لشکر حجاج بن یوسف کی سربراہی میں عبداللہ بن زبیرؓ سے لڑنے کے لئے روانہ کر دیا۔پس حجاج نے ابن زبیرؓ کا محاصرہ کیا اور کعبۃ اللہ پر منجنیق کے ذریعے پتھر برسانے لگا۔پس جب اس نے بیت اللہ پر پتھر برسانے شروع کئے تو آسمان سے بجلی کی چمک اور کڑک پیدا ہوگئی۔پس اہل شام خوفزدہ ہو گئے۔پس حجاج چیخ کر کہنے لگا کہ یہ تہامہ کی بجلیاں ہیں اور میں یہاں کا بیٹا ہوں (یعنی اسی جگہ کا رہائشی ہوں) پھر حجاج کھڑا ہوا اور کعبہ پر پتھر برسانے لگا۔پس

آسمان سے بجلی کی چمک میں اضافہ ہوگیا۔ ایک بجلی جاتی تو دوسری آ جاتی۔ پس بجلی کی وجہ سے حجاج کی فوج کے بارہ آدمی ہلاک ہو گئے جس کی وجہ سے اہل شام بہت زیادہ خوفزدہ ہو گئے۔ پس جب صبح ہوئی تو آسمانی بجلی کی وجہ سے ابن زبیرؓ کے ساتھی شہید ہو گئے۔ پس حجاج نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ثابت قدم رہو کیونکہ ہمارے ساتھ ساتھ ابن زبیرؓ کے ساتھی بھی اسی مصیبت میں مبتلا ہیں۔ حجاج مسلسل کعبۃ اللہ پر منجنیق کے ذریعے پتھر برساتا رہا۔ یہاں تک کہ کعبہ کو منہدم کر دیا اور اس کے بعد آگ کے گولے برسانے لگا جس کی وجہ سے خانہ کعبہ کا غلاف جل گیا۔ پس ابن زبیرؓ نے اس منظر کو دیکھنے کے بعد اپنی ماں سے کہا کہ اگر میں ان کی قید میں چلا گیا تو یہ مجھے قتل کر دیں گے اور میرا مثلہ بنائیں گے۔ پس ابن زبیرؓ کی ماں نے کہا اے میرے بیٹے! اگر بکری کو ذبح کر دیا جائے تو اس کی کھال کھینچنے میں اس کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی۔ پس حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اپنی والدہ سے رخصت ہو گئے۔ پس آپ دشمن کے مقابلے پر نکلے یہاں تک کہ ان کو پیچھے دھکیل دیا۔ پس دشمن پتھر پھینکتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ کا چہرہ مبارک خون آلود ہوگیا۔ پس جب حضرت ابن زبیرؓ کو اپنے چہرہ پر خون کی حرارت محسوس ہوئی تو یہ شعر پڑھنے لگے

ولسنا علی الاعقاب تدمی کلومنا ولکن علی اقدامنا تقطر الدما

''اور ہم ان میں سے نہیں ہیں کہ ہماری پشتوں پر زخموں کا خون بہے بلکہ ہم وہ قوم ہیں کہ ہمارے سینہ سے ہمارا خون بہہ رہا ہے۔''

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی مجنونہ باندی نے جب آپ کو گرتے ہوئے دیکھا تو چیخ مار کر رونے لگی اور آپ کو اشارہ کر کے کہنے لگی ''وا امیر المومنیناہ''۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو ۱۳ جمادی الثانی ۷۳ھ کو شہید کیا گیا۔ پس جب ابن زبیرؓ کی شہادت کی خبر حجاج کو ملی تو وہ سجدہ میں گر گیا اور اس کے بعد وہ (یعنی حجاج) اور طارق آئے اور آپ کی لاش پر کھڑے ہو گئے۔ پس طارق نے کہا کہ کسی عورت نے آپ سے زیادہ ذاکر نہیں جنا۔ پس حجاج نے کہا کیا تم ایسے شخص کی مدح کرتے ہو جو امیر المومنین کی مخالفت کرتا تھا۔ طارق نے کہا ہاں وہ میرے نزدیک معذور ہیں۔ اگر خلیفہ وقت کی مخالفت نہ ہوتی تو ہمارے پاس ان سے لڑائی کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ ہم نے آپ کا محاصرہ کیا حالانکہ ان کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ انہوں نے آٹھ ماہ تک ہمیں نصف حصہ دے رکھا تھا بلکہ نصف سے بھی زائد عطا کیا تھا۔ پس جب طارق کا کلام عبدالملک نے سنا تو اس نے اسے بہت پسند کیا۔ پھر اس کے بعد حجاج نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا سر مبارک عبدالملک کے پاس بھیج دیا۔ پس عبدالملک نے ابن زبیرؓ کا سر مبارک عبداللہ بن حازم اسمی کی طرف بھیج دیا اور عبداللہ خراسان کے گورنر تھے۔ انہیں اس منصب پر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مقرر کیا تھا۔ عبدالملک نے عبداللہ بن حازم کو پیغام بھیجا کہ اگر تم میرے مطیع ہو جاؤ گے تو میں تمہیں خراسان کی سات سال کی آمدنی معاف کر دوں گا۔ پس ابن حازم نے قاصد سے کہا کہ اگر تو قاصد نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کر دیتا۔ لہٰذا میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ اپنے آقا کے خط کو چبا کر نگل جا۔ پس قاصد نے اس خط کو کھا لیا۔ پھر اس کے بعد عبداللہ بن حازم نے عبداللہ بن زبیرؓ کے سر مبارک کو لیا۔ پس اسے غسل دیا اور اسے خوشبو لگائی اور پھر اسے کفنا کر دفن کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ عبداللہ بن حازم نے ابن زبیرؓ کا سر مبارک آل زبیر کی طرف مدینہ منورہ بھیج دیا تھا۔ پس انہوں نے ابن زبیرؓ کے باقی جسم کے ساتھ سر کو بھی دفن کر دیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی والدہ محترمہ اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ کی وفات مدینہ منورہ میں ابن زبیرؓ کی شہادت کے پانچ دن بعد ہوئی۔ نیز اسماء بنت ابوبکرؓ نے سو سال کی عمر پائی۔ حافظ ابن عبدالبر نے ذکر کیا

ہے کہ کعبہ پر حجاج کے پتھراؤ سے پہلے بھی منجنیق کے ذریعے پتھر برسائے گئے تھے۔ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب یزید بن معاویہؓ کے دور حکومت میں مسلم بن ولید بن عقبہ بن ابی معیط نے وقعۃ الحرۃ کے بعد مکہ مکرمہ کا محاصرہ کرلیا تھا۔ پس اسی دوران یزید کی موت واقع ہوگئی تو مسلم بن ولید نے مکہ مکرمہ کا محاصرہ ختم کردیا اور شام کی طرف واپس چلے گئے۔

ایک عجیب واقعہ محمد بن عبدالرحمٰن ہاشمی کہتے ہیں کہ میں عیدالاضحیٰ کے دن اپنی ماں کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ پس میں نے دیکھا کہ ایک عورت میلے لباس میں میری والدہ کے پاس آئی۔ پس میری ماں نے مجھے کہا کیا تم اس کو جانتے ہو۔ میں نے کہا نہیں۔ میری ماں نے کہا اس کا نام عتابہ ہے اور یہ جعفر بن یحییٰ برمکی کی ماں ہے۔ پس میں نے ان کو سلام کیا اور ان سے ان کے حالات معلوم کئے۔ پس انہوں نے کہا کہ میں عبرت کے لئے صرف ایک واقعہ تمہیں سناتی ہوں۔ تحقیق عیدالاضحیٰ کے دن میرے گھر میں سوال کرنے والوں کا ہجوم تھا اور میرے سر پر چار سو لونڈیاں موجود تھیں اور میرا خیال ہے کہ میرے بیٹے جعفر نے میری طرف سے قربانی کی تھی اور تحقیق آج میں تم سے دو بکریوں کی کھال کا سوال کر رہی ہوں۔ محمد بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے جعفر کی والدہ کو پانچ سو درہم دیئے۔ پس جعفر کی والدہ ہمارے پاس آتی رہیں۔ یہاں تک کہ موت نے ہمارے اور ان کے درمیان جدائی ڈال دی۔ عنقریب انشاء اللہ جعفر کے قتل کا ذکر ''باب العین'' میں ''عقاب'' کے تحت ہوگا۔

سنن ابن ماجہ اور کامل بن عدی میں ابوذر بن عبداللہ کے حالات میں حضرت ابن عمرؓ کی حدیث مذکور ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بکری جنت کے چوپاؤں میں سے ہے۔ حافظ ابی عمر بن عبدالبر نے اپنی کتاب ''الاستیعاب'' میں ابی رجاء العطاردی کے حالات میں لکھا ہے کہ اہل عرب سفید بکری لاتے تھے۔ پس وہ اس کی پرستش کرتے تھے۔ پس اس بکری کو بھیڑیا لے جاتا۔ پس وہ اس کی جگہ ایک اور بکری لے آتے اور اس کی پرستش شروع کردیتے۔

سنن بیہقی اور حدیث کی دوسری کتابوں میں مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ذبح کی ہوئی بکری کے سات اعضاء کا کھانا مکروہ سمجھتے تھے۔ (۱) عضو تناسل (۲) خصیتین (۳) خون (۴) پتہ (۵) فرج (۶) غدود (۷) مثانہ۔ نیز حدیث کی کتب میں مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مذبوحہ بکری کے جسم کے اگلے حصہ (یعنی مقدم) کو کھانا پسند فرماتے تھے۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف فرما تھے۔ پس ایک بکری وہاں داخل ہوئی۔ پس وہ بکری اپنے کھروں سے زمین کریدنے لگی۔ پس میں کھڑی ہوئی اور اس کی گردن پکڑ لی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا کہ تم بکری کی گردن پکڑ کر دباتیں۔

مسلم شریف میں حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ کی روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے نماز اور دیوار کے درمیان سے ایک بکری گزری۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا کہ یہ روایت سترہ کے مستحب ہونے کی دلیل ہے جیسے دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو وہ سترہ بنالے کیونکہ شاید شیطان اس کی نماز کو توڑ دے۔

فائدہ سنن ابوداؤد وغیرہ میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خیبر کی ایک یہودیہ نے بکری کا گوشت بطور ہدیہ بھیجا

جس میں زہر ملایا گیا تھا۔ پس آپ ﷺ نے اس کو کھایا اور آپ کے صحابہ نے بھی گوشت کھایا۔ پس اس گوشت کو کھانے کی وجہ سے بشر بن براء بن معرور کی وفات ہوگئی۔ پس آپ ﷺ نے اس یہودیہ کو بلایا اور فرمایا کہ تجھے کس چیز نے یہ کام کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ وہ کہنے لگی کہ میں نے یہ سمجھتے ہوئے گوشت کو زہر آلود کیا ہے کہ اگر آپ اللہ کے نبی ہوئے تو گوشت آپ کو نقصان نہیں پہنچائے گا اور اگر نبی نہ ہوئے تو اس سے ہمیں راحت حاصل ہوگی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ پس اس عورت کو قتل کر دیا گیا۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ یہودیہ کو قتل کرنے کی روایت مرسل ہے کیونکہ زہری نے حضرت جابرؓ سے اس کے متعلق کچھ نہیں سنا اور محفوظ روایت یہ ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ اس عورت کو قتل نہیں کرینگے۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے اسی طرح روایت نقل کی ہے لیکن بیہقیؒ نے دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کیا ہے کہ ابتداء میں آپ ﷺ نے یہودیہ کے قتل سے انکار فرمایا۔ پس جب بشرؓ کی وفات ہوئی تو اس کے قتل کا حکم دیا۔ اس یہودیہ کا نام زینب بنت حرث بن سلام ہے۔ ابن اسحٰقؒ نے کہا ہے کہ وہ یہودیہ عورت مرحب یہودی کی بہن تھی۔ معمر بن راشد نے زہری سے روایت کی ہے کہ وہ یہودیہ عورت مسلمان ہوگئی تھی۔

امام ترمذیؒ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حکیم بن حزامؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک دینار دے کر بھیجا کہ اس کی قربانی کیلئے ایک بکری خرید لاؤ۔ پس انہوں نے ایک قربانی کی بکری خریدی۔ پس اسے دو دینار میں فروخت کر دیا۔ پھر اس کی جگہ ایک اور بکری ایک دینار میں خریدی اور پھر اس کے بعد ایک قربانی کی بکری اور ایک دینار کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی بکری کو ذبح کر دیا اور دینار صدقہ کر دیا۔

صحیح بخاری، سنن ابی داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عروہ بن جعد۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابن ابی جعد بارقی کو ایک دینار دیا تا کہ وہ ایک بکری خرید کر لائیں۔ پس وہ ایک دینار کی دو بکریاں خرید کر لائے۔ پس ان دو بکریوں میں سے ایک بکری ایک دینار میں فروخت کر دی اور ایک بکری اور ایک دینار کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ سنایا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دائیں ہاتھ کو برکت سے بھر دے۔ پس اس کے بعد حضرت عروہ بن جعد کنانہ کی طرف (جو بصرہ کے قریب ہے) نکل جاتے اور انہیں مال تجارت میں بہت زیادہ نفع حاصل ہوا۔ یہاں تک کہ کوفہ کے مال داروں میں آپ کا شمار ہونے لگا۔ شبیب بن غرقد نے فرمایا ہے کہ میں نے عروۃ بارقی کے گھر میں ستر ایسے گھوڑے دیکھے جو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے پالے گئے تھے۔ عروۃ بن ابی الجعدؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تیرہ حدیثیں روایت کی ہیں۔ آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جو سب سے پہلے کوفہ کے قاضی بنائے گئے تھے اور آپ کو حضرت عمرؓ نے قاضی شریحؒ سے پہلے کوفہ کا قاضی مقرر کیا تھا۔

ایک عجیب واقعہ ابن عدی نے حسن بن واقد القصاب سے روایت کی ہے کہ ابو جعفر بصری جن کا شمار صلحاء میں ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے ایک بکری کو زمین پر لٹایا تا کہ میں اس کو ذبح کروں۔ پس ایوب سختیانی وہاں سے گزرے۔ پس میں نے چھری زمین پر ڈالی اور ان کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور گفتگو کرنے لگا۔ پس بکری نے دیوار کی جڑ میں ایک گھڑا کھودا اور اپنے پاؤں سے چھری کو لڑھکا کر اس گڑھے میں ڈال دیا اور اس پر مٹی ڈال دی۔ پس یہ منظر دیکھ کر ایوب سختیانیؒ مجھ سے کہنے لگے۔ دیکھو بکری کیا کر رہی ہے، دیکھو بکری کیا کر رہی ہے۔ پس میں نے اس کے بعد اپنے دل میں پختہ ارادہ کر لیا کہ آج کے بعد میں کسی چیز کو ذبح نہیں کروں گا۔

فائدہ ابو محمد عبداللہ بن یحییٰ بن ابی الہیثم المصعی جو اصحاب شافعیؒ میں سے ہیں' بہت بڑے امام' صالح اور عالم تھے۔ وہ یمن کے رہنے والے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے مجھ پر تلواروں کے وار کئے لیکن تلواروں نے میرے جسم کو نہیں کاٹا۔ پس ان سے اس کے متعلق سوال کیا گیا۔ پس انہوں نے فرمایا کہ میں اس وقت یہ آیات پڑھ رہا تھا۔''وَلاَ یَؤُدُہٗ حِفْظُھُمَا وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْم. وَیُرْسِلُ عَلَیْکُمْ حَفَظَۃً اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظ'' فَاللّٰہُ خَیْر'' حَافِظًا وَھُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ لَہٗ مُعَقِّبَات'' مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ یَحْفَظُوْنَہٗ مِنْ أَمْرِاللّٰہِ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ وَحَفِظْنَاھَا مِنْ کُلِّ شَیْطَانِ الرَّجِیْمِ وَجَعَلْنَا السَّمَاءِ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا وَحِفْظًا مِّنْ کُلِّ شَیْطَانٍ مَّارِدٍ وَحِفْظًا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُالْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ وَرَبُّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظ اللّٰہُ حَفِیْظ'' عَلَیْھِمْ وَمَا أَنْتَ عَلَیْھِمْ بِوَکِیْلٍ وَاِنَّ عَلَیْکُمْ لَحَافِظِیْنَ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ اِنْ کُلُّ نَفْسٍ لَّمَا عَلَیْھَا حَافِظ'' اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْد'' اِنَّہٗ ھُوَ یُبْدِئُ وَیُعِیْدُ وَھُوَالْغَفُوْرُالْوَدُوْدُ ذُوالْعَرْشِ الْمَجِیْدُ. فَعَّال'' لِّمَا یُرِیْدُ ھَلْ اَتَاکَ حَدِیْثُ الْجُنُوْدِ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ تَکْذِیْبٍ وَاللّٰہُ مِنْ وَّرَآئِھِمْ مُّحِیْط'' بَلْ ھُوَ قُرْآن'' مَّجِیْد'' فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ۔''

پھر اس کے بعد ابو محمد عبداللہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن ایک جماعت کے ہمراہ نکلا تو ہم نے دیکھا کہ ایک بھیڑیا ایک کمزور بکری کے ساتھ کھیل رہا ہے لیکن اس بکری کو کوئی ضرر نہیں پہنچا رہا۔ پس جب ہم ان کے قریب پہنچے تو بھیڑیا ہمیں دیکھ کر فرار ہو گیا۔ پس ہم بکری کے قریب پہنچے تو ہم نے اس کے گلے میں ایک لکھا ہوا کاغذ (یعنی تعویذ) پایا جس پر وہ آیات جن کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے' لکھی ہوئی تھیں۔ ابو محمد عبداللہ بن یحییٰ مصعی کا انتقال ۵۵۳ھ میں ہوا۔

حافظ ابوزرعہ رازی نے فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ شہر جرجان میں آگ بھڑک اٹھی جس نے نو ہزار گھروں کو جلا دیا اور ان گھروں میں موجود نو ہزار قرآن کریم کے نسخے بھی جل گئے لیکن قرآن کریم میں موجود ان آیات کو آگ نے نقصان نہیں پہنچایا اور یہ آیات تمام نسخوں میں محفوظ رہیں۔ آیات یہ ہیں۔''ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ وَلاَ تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ غَافِلاً عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰالِمُوْنَ وَاِنْ تَعُدُّوْ نِعْمَۃَ اللّٰہِ لاَ تُحْصُوْھَا وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوا اِلَّا اِیَّاہُ تَنْزِیْلًا مِمَّنْ خَلَقَ الاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی یَوْمَ لاَ یَنْفَعُ مَال'' وَّلاَ بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہُ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْھًا قَالَتَا اَتَیْنَا طَائِعِیْنَ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ مَا اُرِیْدُ مِنْھُمْ مِنْ رِّزْقٍ وَمَا اُرِیْدُ أَنْ یُّطْعِمُوْنَ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَالرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ. وَمَا تُوْعَدُوْنَ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّہٗ لَحَق'' مِّثْلَ مَا اَنَّکُمْ تَنْطِقُوْنَ۔''

حافظ ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ یہ آیات جب بھی کسی دکان' گھر یا سامان وغیرہ میں رکھی گئیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت فرمائی۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ عمل نافع اور مجرب ہے۔

ثعلبی ؒ ابن عطیہؒ اور قرطبیؒ وغیرہ نے سالم بن ابی جعد سے روایت کی ہے۔ سالم کہتے ہیں کہ آگ نے ہمارا مصحف (یعنی قرآن مجید) جلا دیا۔ پس اس میں کوئی چیز بھی باقی نہیں رہی مگر ان کلمات کو آگ نے نہیں جلایا اور وہ یہ ہیں۔ "اَلاَ اِلَی اللّٰہِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ"

راوی کہتے ہیں کہ اسی طرح ہمارا ایک مصحف (یعنی قرآن مجید) پانی میں ڈوب گیا تو قرآن مجید کے تمام الفاظ مٹ گئے لیکن یہ آیت باقی رہی۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں۔ ہمارے شیخ امام عارف باللہ عبداللہ بن اسعد یافعیؒ نے ہم سے بیان کیا کہ مجھے خبر دی۔ ہمارے سردار عارف الامام ابوعبداللہ محمد قرشی نے کہ ان سے ان کے شیخ ابوالربیع المالقی نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسا خزانہ نہ بتاؤں کہ تم اسے خرچ کرتے رہو لیکن وہ ختم نہ ہو۔ ابوعبداللہ محمد قرشی کہتے ہیں۔ میں نے کہا کیوں نہیں ضرور بتلایئے۔ پس شیخ ابوالربیع نے فرمایا یہ کلمات پڑھا کرو۔

"یَا اَللّٰہُ یَا اَحَدُ یَا وَاحِدُ یَامَوْجُوْدُ یَا جَوَّادُ یَا بَاسِطُ یَاکَرِیْمُ یَاوَھَّابُ یَاذَا الطَّوْلِ یَاغَنِیُّ یَامُغْنِی یَافَتَّاحُ یَارَزَّاقُ یَا عَلِیْمُ یَاحَکِیْمُ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ یَارَحْمٰنُ یَارَحِیْمُ یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَاحَنَّانُ یَا مَنَّانُ انفحنی مِنْکَ بنفحۃ خیر تغنینی بِھَا عَمَّنْ سِوَاکَ ان تستفتحوا فَقَدْ جَآءَکُمُ الْفَتْحُ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا نَصْرٌ" مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ" قَرِیْبٌ" اَللّٰھُمَّ یَاغَنِیُّ یَاحَمِیْدُ یَا مُبْدِئُ یَا مُعِیْدُ یَا وَدُوْدُ یَاذَا الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ یَا فَعَّال" لِّمَا یُرِیْدُ اِکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ وَاحفظنی بما حفظت بِہِ الذکر وَانْصُرْنِیْ بِمَا نَصَرْتَ بِہِ الرُّسُلِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ"۔

شیخ ابوالربیع فرماتے ہیں کہ جو شخص ہر نماز کے بعد اور خصوصاً نماز جمعہ کے بعد ہمیشہ یہ کلمات پڑھتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ ہر خوفناک چیز سے اس کی حفاظت فرمائے گا اور دشمنوں کے خلاف اس کی مدد فرمائے گا اور اسے غنی کر دے گا اور اسے وہاں سے رزق پہنچائے گا جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوگا اور اس کی زندگی آسان کر دے گا اور اس کے قرض کی ادائیگی کا سبب پیدا فرما دے گا اگرچہ اس کا قرض پہاڑ کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے کرم و فضل سے ادا کر دے گا۔ ابن عدی نے عبدالرحمٰن قرشی سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم سے محمد بن زیاد بن معروف نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں ہم سے جعفر بن حسن نے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے ثابت بنانی سے اور انہوں نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے اسم اعظم کے متعلق سوال کیا۔ پس میرے پاس جبرائیل علیہ السلام اسم اعظم کو بند اور سربمہر لے کر آئے اور وہ یہ ہے "اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْأَلُکَ بِاسْمِکَ الْاَعْظَمُ الْمَکْنُوْنِ الطُّھرِ الطَّاھِرِ الْمُطَھِّرِ الْمُقَدَّسِ الْمُبَارَکِ الْحَیِّ الْقَیُّوْمُ" (اے اللہ میں تیرے اسم اعظم کے ذریعے تجھ سے سوال کرتا ہوں جو پوشیدہ ہے طاہر مطہر ہے پاک اور بابرکت ہے زندہ اور قائم رہنے والا ہے۔) پس

عائشہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ مجھے بھی اس کی تعلیم دیجئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں منع کیا گیا ہے کہ ہم عورتوں بچوں اور ناسمجھ لوگوں کو اس کی تعلیم دیں۔

فائدہ | حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہم السلام کہیں جا رہے تھے کہ انہیں ایک بکری نظر آئی جو دردزہ کی تکلیف میں مبتلا تھی۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ بکری کے پاس جا کر یہ کلمات پڑھیں۔ "حنۃَ وَلَدَتْ یَحْییٰ وَ مَرْیَمُ وَلَدَتْ عِیْسٰی اَلْاَرْضَ تَدْعُوْکَ یَا وَلَدُ اُخْرُجْ یَا وَلَدُ" (حضرت حنہ نے یحییٰ کو جنم دیا اور حضرت مریم نے حضرت عیسیٰ کو جنم دیا اے بچے تجھے زمین پکار رہی ہے۔ اے بچے باہر نکل آ۔)

حضرت حماد بن زید نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی عورت دردزہ میں مبتلا ہو تو اس کے پاس کھڑے ہو کر یہ کلمات پڑھے جائیں تو کچھ ہی دیر بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے بچہ کی ولادت ہو جائے گی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سب سے پہلے حضرت یحییٰ علیہ السلام ایمان لائے۔ یہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عمر میں چھ ماہ بڑے تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا گیا۔

یونس بن عبید کہتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی کسی جانور یا عورت کے پاس دردزہ کے وقت یہ کلمات کہے تو جلدی بچہ پیدا ہو جائے گا۔ کلمات یہ ہیں۔

"اَللّٰھُمَّ أَنْتَ عِدَاتِیْ فِی کُرْبَتِی وَاَنْتَ صَاحِبِیْ فِی غُرْبَتِی وَاَنْتَ حَفِیْظِیْ عِنْدَ شِدَّتِیْ وَاَنْتَ وَلِیِّ نِعْمَتِیْ" (اے اللہ تو میری مصیبت میں میرا وعدہ ہے اور میری غربت میں میرا ساتھی ہے اور میری پریشانی میں میرا محافظ ہے اور میری نعمتوں کا تو ہی مالک ہے۔)

بعض حکماء نے کہا ہے کہ اگر سمندر کے جھاگ کو ایسی عورت کے گلے میں لٹکا دیا جائے جو دردزہ میں مبتلا ہو تو ولادت آسان ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر انڈے کا چھلکا باریک پیس کر پانی میں حل کر کے دردزہ میں مبتلا عورت کو پلا دیا جائے تو ولادت آسانی کے ساتھ ہو جائے گی۔ یہ نسخہ بارہا آزمایا جا چکا ہے۔

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ تحقیق حدیث میں مذکور ہے کہ مومن کی مثال اس بکری کی مثل ہے جو چارہ کھاتی ہے اور اس کے ساتھ سوئی بھی کھا جاتی ہے اور وہ سوئی اس کے معدہ میں پہنچ کر اسے چبھ رہی ہو۔ پس وہ اس تکلیف کے باعث کوئی چیز نہیں کھا سکتی اور اگر کوئی چیز کھالے تو اسے ہضم نہ ہو سکے اور اسی طرح حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ منافق کی مثال اس بکری کی طرح ہے جو بکریوں کے دو گلوں (ریوڑ) میں ماری ماری پھر رہی ہو۔ یعنی نہ تو ایک ریوڑ میں ہے اور نہ دوسرے ریوڑ میں بلکہ مذبذب ہے۔

"الرابضۃ" سے مراد وہ فرشتے ہیں جو آدم علیہ السلام کے ہمراہ زمین پر اترے تھے۔ نیز وہ فرشتے گمراہ لوگوں کی صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ جوہریؒ نے فرمایا ہے کہ "الرابضۃ" سے مراد حاملین حجت ہیں جن سے زمین کبھی خالی نہیں ہوتی یعنی زمین ان سے بھری رہتی ہے۔

الحکم | تمام اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ بکری کا گوشت حلال ہے۔ پس اگر کسی آدمی نے بکری کی وصیت کی تو اس وصیت میں

چھوٹی، بڑی، صحیح، عیب دار، بھیڑ، دنبے وغیرہ سب شامل ہوں گے کیونکہ لفظ ''الشاۃ'' کا اطلاق ان سب پر ہوتا ہے۔

قربانی کے مسائل قربانی سنت ہے، واجب نہیں ہے۔ قربانی صحیح نہیں ہوتی مگر صرف چوپائے جانور کی۔ دنبہ کی قسم سے صرف جذعہ کی قربانی جائز ہے اور جذعہ وہ ہے جو ایک سال کا ہو کر دوسرے سال میں لگ گیا ہو، اس سے کم عمر کی قربانی صحیح نہیں ہوتی۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ مسلک ہمارے اصحاب یعنی شوافع کا ہے۔ نیز جانور کا ہر ایسے عیب سے سالم ہونا ضروری ہے جو گوشت کیلئے مضر ہو۔ پس ایسے جانور کی قربانی صحیح نہیں ہوتی جو دبلا ہو، کانا ہو، بیمار ہو، لنگڑا ہو اور اسی طرح سینگ ٹوٹے اور کان کٹے اور خارش زدہ جانور کی قربانی بھی صحیح نہیں ہوتی۔ اسی طرح ایسے جانور کی قربانی بھی جائز نہیں ہے جس کے پیدائشی طور پر کان نہ ہوں۔ پس جس جانور کا کان کٹا ہوا ہو تو اس کے متعلق جواز اور عدم جواز دونوں قول منقول ہیں۔ العباب میں مذکور ہے کہ جب کانے جانور کی قربانی صحیح نہیں ہے تو اندھے جانور کی قربانی تو بدرجہ اولیٰ صحیح نہیں ہوگی۔ پس اگر ایک یا دونوں آنکھوں کی بینائی کم ہو تو ان کی قربانی جائز ہوگی۔ اسی طرح عشواء جانور جسے دن میں تو دکھائی دیتا ہو لیکن رات میں کچھ نظر نہ آئے۔ اس کے متعلق بھی دو قول ہیں لیکن صحیح قول یہی ہے کہ اس کی قربانی جائز ہے۔ پس پاگل جانور جو چراگاہ سے پیٹھ پھیر لے اور چارہ وغیرہ نہ کھائے اور کمزور ہو جائے اس کی قربانی بھی جائز نہیں ہے۔ ایسا جانور جس کا کان کٹ گیا ہو لیکن جسم سے علیحدہ نہ ہوا ہو تو صحیح قول کے مطابق اس کی قربانی جائز ہے۔ قفال نے کہا ہے کہ ایسے جانور کی قربانی صحیح نہیں ہے۔ پس اگر کسی جانور کا کان کٹ کر جسم سے علیحدہ ہو جائے تو اگر کٹا ہوا حصہ زیادہ ہے تو قربانی جائز نہیں اور اگر کٹا ہوا حصہ کم ہے تو صحیح قول کے مطابق ایسے جانور کی قربانی بھی جائز نہیں ہے۔ قلیل و کثیر کو پرکھنے کا معیار یہ ہے کہ اگر جانور کو دور سے دیکھا جائے اور نقص نظر آ جائے تو کثیر ہے اگر نقص نظر نہ آئے تو قلیل ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ اگر جانور کا کان تہائی حصہ سے کم کٹا ہو تو اس کی قربانی کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح چھوٹے کان والے جانور کی قربانی بھی کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح اس بکری کی قربانی بھی صحیح نہیں ہے جس کی ران سے بھیڑیئے نے گوشت کاٹ لیا ہو۔ اسی طرح اس جانور کی قربانی بھی جائز نہیں ہے جس کے خصیتین کاٹ لئے گئے ہوں۔ پس ایسی بکری جس کے پیدائشی طور پر تھن اور بکرا جس کے پیدائشی طور پر خصیے نہ ہوں تو صحیح قول کے مطابق ان کی قربانی صحیح ہے۔ تھن اور خصیہ کو قطع کرنا پورے حصہ کو قطع کرنے کے حکم میں داخل ہے۔ اسی طرح اس جانور کی قربانی بھی صحیح نہیں ہے جس کی زبان کٹی ہوئی ہو اور جس جانور کا عضو تناسل قطع کر دیا گیا ہو، اس کی اور خصی جانور کی قربانی صحیح قول کے مطابق جائز ہے۔ ابن کج نے کہا ہے کہ خصی جانور کی قربانی جائز نہیں ہے۔ اسی طرح جس بکری کے سینگ نہ ہوں یا جس کے سینگ ٹوٹ گئے ہوں خواہ مندمل ہو گئے ہوں یا نہیں صحیح قول کے مطابق اس کی قربانی جائز ہے۔ محالی نے ''لباب'' میں لکھا ہے کہ ایسی بکری کی قربانی جائز نہیں ہے۔ قفال نے کہا ہے کہ اگر سینگ ٹوٹنے کی تکلیف کا اثر گوشت پر نہ ہوا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ خارش زدہ جانور کے حکم میں داخل ہو کر اس کی قربانی صحیح نہیں ہوگی۔ اسی طرح وہ بکری جس کے سینگ نہ ہوں اس بکری سے افضل ہے جس کے سینگ ہوں۔ اگر کسی جانور کے کچھ دانت گر گئے ہوں تو اس جانور کی قربانی جائز ہے۔

فائدہ علامہ جوہریؒ نے فرمایا ہے کہ ''الاضحیۃ'' میں چار لغات ہیں۔ اُضْحِیَّۃ' وَاِضْحِیَّۃ' یعنی ضمہ کے ساتھ اور کسرہ کے ساتھ ان دونوں کی جمع کے لئے اُضَاحِی کا لفظ مستعمل ہے۔ ضَحِیَّۃ' اس کی جمع ضَحَایَا آتی ہے۔ اَضْحَاۃ'' جیسے اَرْطَاۃ'' اس کی

جمع کے لئے اَضحٰی بروزن اَرطٰی کا لفظ مستعمل ہے۔ اسی لفظ اَضحیٰ کی بناء پر قربانی کی عید کو عیدالاضحیٰ کہا جاتا ہے۔

مسئلہ: نیت شرط ہے قربانی میں۔ نیز یہ بھی صحیح قول کے مطابق جائز ہے کہ نیت کو ذبح پر مقدم کیا جائے۔ اگر کسی نے کہا کہ میں نے اس بکری کو قربانی کا جانور بنا دیا تو کیا یہ تعین اور قصد ذبح کی نیت کے بغیر کافی ہوگا۔ اس میں دو قول ہیں لیکن صحیح قول یہ ہے کہ ایسا کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ قربانی سنت ہے جیسے ماقبل میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے اور یہ فی نفسہا قربت ہے۔ پس نیت اس میں واجب ہے۔ امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ جب کسی نے کہہ دیا کہ میں نے اس بکری کو قربانی کا جانور بنا دیا تو اس کا یہ قول کافی ہے لیکن تجدید نیت مستحب ہے۔

مسئلہ: قربانی کرنے والے کیلئے مستحب ہے کہ وہ قربانی کا جانور خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرے لیکن اگر اس نے ذبح کرنے کے لئے کسی دوسرے کے سپرد کر دیا تو بھی جائز ہے۔ نیز قربانی کا جانور ہر ایسے آدمی کے سپرد کر دینا بھی جائز ہے جس کا ذبیحہ حلال ہے۔ لیکن افضل واولیٰ یہ ہے کہ قربانی کا جانور ذبح کرنے کے لئے جس کے سپرد کیا جائے وہ مسلمان ہو اور فقیہ ہو کیونکہ وہ ذبح کے طریقہ کار اور شرائط کا علم رکھتا ہے۔ قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کے لئے کتابی کو نائب بنانا بھی جائز ہے۔ امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ کتابی کو نائب بنانا جائز نہیں ہے اور اگر کتابی نے قربانی کا جانور ذبح کیا تو قربانی صحیح نہیں ہوگی البتہ گوشت حلال ہوگا۔ موفق بن طاہر حنبلی نے امام احمدؒ سے اسی کی مثل روایت نقل کی ہے۔ قربانی کے گوشت میں مستحب یہ ہے کہ ایک تہائی قربانی کرنے والا خود استعمال کرے۔ ایک تہائی دوستوں اور رشتہ داروں میں تقسیم کر دے اور ایک تہائی فقراء اور غرباء کو صدقہ کر دے۔ بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ نصف گوشت خود استعمال کرے اور نصف گوشت تقسیم کر دے۔ پس اگر کوئی شخص پورا گوشت خود ہی استعمال کرے تو صحیح مذہب یہ ہے کہ کم از کم اتنی مقدار کا ضامن ہوگا جس پر صدقہ کا اطلاق ہو سکے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ضامن نہیں ہوگا۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ مستحب مقدار یعنی آدھے یا تہائی کا ضامن ہوگا۔ پس قربانی کے جانور کی کوئی چیز بھی فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور قربانی کے جانور کی کھال یا گوشت وغیرہ کو قصاب کی اجرت کے طور پر دینا جائز نہیں ہے۔ البتہ قصاب کی اجرت قربانی کرنے والا علیحدہ ادا کرے جیسے کھیتی کاٹنے کی اجرت کھیتی کے مالک پر واجب ہے۔

مسئلہ: جان لو کہ اہل علم نے فرمایا ہے کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ ذخیرہ کرنا ممنوع ہے۔ کیا تمام گوشت کھا سکتا ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ قربانی کا سارا گوشت کھا سکتا ہے۔ ابن سریج، اصطخری، ابن القاص اور ابن الوکیل نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ جب قربانی کرنے والا گوشت کے اکثر حصہ کو کھا سکتا ہے تو پھر تمام گوشت بھی کھا سکتا ہے کیونکہ قربانی کا ثواب تو قربانی کی نیت کے ساتھ جانور کا خون بہانے سے ہی حاصل ہو جاتا ہے۔ ابن القاص نے اس قول کو نص کے ساتھ منسوب کیا ہے۔ (نص یہ ہے "لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ .... مِنْکُمْ" اللہ تعالیٰ کے پاس نہ تو قربانی کے جانور کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ہی اس کا خون بلکہ اس کے پاس تمہارا اخلاص پہنچتا ہے) چنانچہ الموفق حنبلی نے امام ابوحنیفہؒ کا یہی مسلک بیان کیا ہے لیکن ان دونوں قولوں میں سے صحیح قول یہی ہے کہ قربانی کے گوشت کی اتنی مقدار کا صدقہ کرنا ضروری ہے جس پر گوشت کا اطلاق ہو سکے۔

مسئلہ: اگر کوئی کہے کہ میں نے یہ بکری قربانی کے لئے دی یا کسی معین بکری کی نذر مانی کہ اسے قربانی کے لئے ذبح کرے گا تو وہ

بکری اس کی ملکیت سے خارج ہوگئی۔ اب مذکور شخص اس بکری کی نہ تو بیع کرسکتا ہے اور نہ ہی ہبہ کرسکتا ہے اور نہ ہی اس بکری کو کسی اور بکری کے ساتھ تبادلہ کرسکتا ہے۔ اگرچہ اس کا اختیار ایک جز میں ہی کیوں نہ ہو۔ شیخ ابوعلی وجہ سے مروی ہے کہ اس کی ملکیت زائل نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ وہ اس بکری کو ذبح کردے یا اس کے گوشت کو صدقہ کردے جیسے اگر کسی نے کہا کہ اللہ کے لئے مجھ پر اس غلام کا آزاد کرنا واجب ہے تو وہ اس کی ملکیت سے خارج نہیں ہوگا مگر یہ کہ وہ اسے آزاد کردے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی ملکیت زائل نہیں ہوگی اور اس کی خرید وفروخت، ہبہ اور تبادلہ بھی جائز نہیں ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک معین غلام کو آزاد کرنے کی نذر مانی تو اس کی بیع، تبادلہ جائز نہیں ہوگا اگرچہ اس کی ملکیت زائل نہیں ہوگی۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی بیع اور تبادلہ جائز ہے۔ پس اگر اس نے غلام کو بیچ دیا تو واپس لوٹا دیا جائے گا جبکہ تعیین باقی رہے اور اگر مشتری نے اس کو ضائع کردیا یا اس کے پاس سے تلف ہوگیا تو قبضہ اور ضائع ہونے کی درمیانی مدت کے اعتبار سے وہ قیمت کا ضامن ہوگا۔ اگر دو آدمیوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کی اجازت کے بغیر قربانی کا جانور ذبح کردیا تو ان میں سے ہر ایک درمیانی قیمت کا ضامن ہوگا یا قربانی کافی ہوجائے گی۔

مسئلہ: محاملی نے کہا ہے کہ اونٹ کو نحر کیا جائے گا اور بکری کو ذبح کیا جائے گا اور اگر ہر ایک میں نحر اور ہر ایک میں ذبح کردے تب بھی جائز ہے۔ سنت کے مطابق نحر کی جگہ لبہ ہے اور ذبح کی جگہ دونوں جبڑوں کے ملنے کی جگہ سے نیچے ہے اور مکمل ذبح یہ ہے کہ حلقوم اور مری اور الودجین کو قطع کرے۔ حلقوم اور مری کو قطع کردینا ذبح کی صحت کا کم تر درجہ ہے۔

مسئلہ: اگر قربانی کا جانور بچہ دے تو اس کے بچہ کو بھی اس کے ساتھ ذبح کیا جائے گا۔ اگرچہ جانور کو معین کیا گیا ہو یا معین نہ کیا گیا ہو۔ اگر قربانی کا جانور دودھ دیتا ہے تو اس جانور کا مالک جانور کے بچہ سے بچا ہوا دودھ استعمال کرسکتا ہے۔ قاضی ابوسعید الھروی کا یہی قول ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں "كُلُّ شَاة بِرِجْلِهَا مُعَلَّقَة" (ہر بکری اپنے پاؤں پر لٹکی ہوتی ہے) اس کہاوت کو سب سے پہلے استعمال کرنے والا شخص وکیع بن سلمہ بن زہیر بن ایاد ہے جو جرہم کے بعد بیت اللہ کا متولی بنا تھا۔ پس وکیع نے اسفل مکہ میں ایک محل تعمیر کیا اور اس میں ایک لونڈی کو رکھا جسے حزورۃ کہا جاتا تھا۔ نیز اس کا یہ نام الحزورۃ مکہ میں تھا۔ پس وکیع نے اس محل میں ایک سیڑھی بھی بنائی تھی۔ لوگوں کا خیال ہے کہ وکیع اس سیڑھی پر چڑھ کر اپنے رب سے مناجات کرتا تھا اور وہ بہت اچھے کلمات کہتا تھا۔ عرب کے علماء کہتے ہیں کہ وکیع کا شمار صدیقین میں ہوتا ہے۔ پس جب اس کی وفات کا وقت قریب ہوا تو اس نے اپنی اولاد کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ میری وصیت سن لو جو شخص ہدایت کے راستے پر چلے تو تم اس کی اتباع کرو اور جو گمراہی کو اختیار کرے۔ پس تم اسے چھوڑ دو۔ اور ہر بکری اپنے پاؤں پر لٹکی ہوتی ہے۔ پس اس وقت سے یہ مثال جاری ہوگئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کے عمل کی جزا ملے گی اور تم میں سے کوئی بھی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

خواص بکری کی کھال جب ایسے شخص کو پہنا دی جائے جسے کوڑوں سے پیٹا گیا ہو تو اس کے لئے نافع ہے اور کھال پہنتے ہی اس کی تکلیف دور ہوجائے گی۔

اَلشَّامُرک

''اَلشَّامُرک'' ایسا مرغ جوانڈے دینے کی عمر سے کچھ کم عمر کا ہوا سے ''اَلشَّامُرک'' کہا جاتا ہے۔اس کی کنیت کے لئے ''ابویعلی'' کا لفظ مستعمل ہے۔اور یہ لفظ ''الشاہ مرغ'' کا معرب ہے جس سے مراد پرندوں کا بادشاہ ہے۔

اَلشَّاهِینُ

''اَلشَّاهِینُ'' اس سے مراد باز ہے۔اس کی جمع کے لئے شواہین اور شیاہین کے الفاظ مستعمل ہیں۔ یہ لفظ عربی نہیں ہے لیکن اہل عرب نے اس لفظ کو اپنے کلام میں استعمال کیا ہے۔فرزدق نے کہا ہے کہ ۔

حمی لم یحط عنه سریع ولم یخف ‌ ‌ ‌ نویرة یسعی بالشیاهین طائره

''کبوتر کو اس کی تیز حرکت سے کسی نے نہیں روکا اور وہ باز سے خائف بھی نہیں بلکہ وہ مسلسل پرواز کر رہا ہے۔''

عبداللہ بن مبارک نے شواہین کا لفظ اپنے ایک شعر میں استعمال کیا ہے ۔

قدیفتح المرء حانوتا لمتجره ‌ ‌ ‌ وقد فتحت لک الحانوت بالدین

''تحقیق آدمی تجارت کے لئے دکان کھولتا ہے لیکن میں نے دین کی دکان صرف تیرے لئے کھولی ہے۔''

بین الاساطین جانوت بلاغلق ‌ ‌ ‌ تبتاع بالدین اموال المساکین

''بادشاہوں کی کچھ دکانیں ہیں جو بند نہیں ہوتی اور وہاں مساکین کو دین کے بدلے دنیا کا مال دیا جاتا ہے۔''

صیرت دینک شاهیننا تصیدبه ‌ ‌ ‌ ولیس یفلح اصحاب الشواهین

''تیرا دین ہمارے شاہین کی طرح ہے جس سے شکار کیا جاتا ہے اور شاہین کے مالک کامیاب نہیں ہوتے۔''

تحقیق باب الباء الموحدۃ میں ''البازی'' کے تحت عبداللہ بن مبارک کے اشعار گزر چکے ہیں۔ نیز عبداللہ بن مبارک کا ہی یہ کلام بھی ہے کہ ہم نے دنیا کے حصول کے لئے علم حاصل کیا لیکن علم نے ہمیں ترک دنیا کی ترغیب دی۔ شاہین کی تین اقسام ہیں۔(۱) شاہین (۲) قطامی (۳) انقی۔ پس شاہین درحقیقت شکرے کی جنس سے ہے اسی لئے اس کا مزاج سرد خشک ہوتا ہے اور اس کی پرواز اوپر سے نیچے کی طرف سخت ترین ہوتی ہے۔شاہین اگرچہ بزدل اور پرفتور پرندہ ہے لیکن یہ اپنے شکار کے پیچھے بہت تیزی اور شدت کے ساتھ جاتا ہے بلکہ بسا اوقات اسی کشمکش میں یہ زمین سے ٹکرا جاتا ہے جس کے باعث اس کی موت واقع ہوجاتی ہے۔تمام شکاری جانوروں کے مقابلہ میں شاہین کی ہڈیاں بہت سخت ہوتی ہیں۔شاہین کے معنی ترازو کی ڈنڈی کے ہیں۔ پس جس طرح ترازو کی ڈنڈی معمولی سی کمی بیشی کی صورت میں بھی برابر نہیں ہوتی۔ اسی طرح شاہین بھی بھوک اور پیاس کی کمی کو برداشت نہیں کرپاتا۔

شاہین کی صفات شاہین کی صفات میں اس کے سر کا بڑا ہونا' آنکھیں بڑی بڑی ہونا۔سینہ کی چوڑائی جسم کے درمیانی حصہ کا

فراخ ہونا' رانوں پر گوشت کی کثرت' پنڈلیوں کا چھوٹا ہونا' پروں کی کمی' باریک دم ہونا وغیرہ شامل ہیں۔ جب شاہین کے بازو سخت ہوجاتے ہیں تو پھر اس کی جسامت میں کسی قسم کا اضافہ نہیں ہوتا۔ پس اس عمر میں شاہین بڑی بطخ کا بھی شکار کرنے کے قابل ہوجاتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے باز کو شکار کے لئے استعمال کیا۔ وہ قسطنطنیہ شاہ روم ہے۔ پس اس نے شواہین کو ایسی تعلیم دی تھی کہ جب وہ سوار ہوکر کسی سفر میں جاتا تو یہ پرندے اس کے سر پر گھومتے رہتے اور سورج کی روشنی میں اس پر سایہ کرتے۔ پس یہ پرندے ایک مرتبہ اوپر ہوجاتے اور دوسری مرتبہ نیچے کو جاتے۔ پس ایک مرتبہ شاہ روم سوار ہوکر جارہا تھا کہ اچانک ایک پرندہ نے زمین سے پرواز کی تو اسے شواہین میں سے کسی شاہین نے اچک لیا۔ پس شاہ روم بہت متعجب ہوا اور اس نے اس دن کے بعد شواہین سے شکار کا کام لینا شروع کردیا۔

الحکم شاہین کا شرعی حکم انشاء اللہ ''الصقر'' کے تحت ''باب الصاد'' میں بیان ہوگا۔

علامہ دمیریؒ کا خط علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں مقیم تھا تو میں نے اپنے بھائی فارس الدین شاہین کو خط لکھا جس کا مضمون یہ ہے۔

سلام کما فاحت بروض أزاهر — یضئ کمالاحت بافق زواهر

''سلام ہو اس پھول کی طرح جو شگفتہ ہے اور روشن کناروں پر اپنی روشنی بکھیر رہا ہے۔''

اذا عبقت کتبی به قال قائل — أفی طیها نشر من المسک عاطر

''جب تو میری تحریر پر آنسو بہائے گا تو کہنے والا کہے گا کہ کیا اس مٹی میں مشک ملا دیا گیا ہے۔''

الی فارس الدین الذی قد ترحلت — لخدمة خدام مصر الا کابر

''دین کے شہسوار کی طرف جو مصر کے بزرگوں کی خدمت میں لگا ہوا ہے۔''

اذا عد خدام الملوک جمیعهم — فبینهم ذکر لشاهین طائر

''جب بادشاہ کے تمام خادموں کی فہرست بنائی جائے گی تو ان میں ممدوح کا ذکر ایسا نمایاں ہوگا جیسے شاہین تمام پرندوں میں نمایاں ہوتا ہے۔''

وعندی اشتیاق نحوه وتلفت — الیه وقلبی باالمودة عامر

''اور میں بھی اس سے ملاقات کا خواہشمند ہوں اور میرا دل اس کی محبت سے بھرا ہوا ہے۔''

تمنیت جهدی ان اراه بحضرة — معظمة اقطارها وهو حاضر

''میں اس آرزو میں اپنی کوششوں کو صرف کررہا ہوں کہ اس کی زیارت کرلوں۔''

وادعوله فی کل وقت مشرف — وکل زمان فضله متواتر

''اور میں اس کے لئے ہر وقت دعا گو ہوں اور ہر دور میں اس کا فضل متواتر ہوتا رہتا ہے۔''

وفی مسجد عال کریم معظم   لہ شرف فی سائر الارض سائر

''اور وہ ایسی بلند و برتر مسجد میں ہے جس کو زمین کے تمام مقامات پر فضیلت حاصل ہے۔''

جس جگہ پر شاہین سکونت اختیار کر لے وہاں بچھو نہیں پائے جاتے۔ شاہین کی گردن بہت حسین وجمیل ہوتی ہے اور اس کا پر حسین اور مبارک ہوتا ہے۔ پس جس شخص کے پاس شاہین کا پر ہوتا ہے۔ وہ سعادتیں حاصل کرتا ہے۔ پس اگر بادشاہوں کو شاہین مل جائے تو یہ طویل عرصہ تک اس سے شکار کا کام لیتے رہتے ہیں۔ شاہین کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ بہت اونچی پرواز کرتا ہے اور یہ احسان فراموش نہیں ہوتا۔ یہ پرندوں کی تمام اقسام میں سے اعلیٰ و افضل ہوتا ہے۔ شاہین کی کئی اقسام ہیں جو ایک دوسرے کے مقابلے میں اچھی سمجھی جاتی ہیں جس طرح شاہین اپنی خوبیوں کی وجہ سے مشہور ہے۔ اسی طرح میرا ممدوح بھی اپنے علاقے میں اپنی اعلیٰ روایات میں مصروف ہے اور ان کا حسب ونسب بھی بہت اعلیٰ ہے اور ان کے پاس اگر کوئی سوالی آ جائے تو وہ خالی ہاتھ واپس نہیں جاتا۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی نعمتوں کی تکمیل فرمائے اور اپنے رحم وکرم سے انہیں ان کے ان احسانات کا بہترین صلہ عطا فرمائے جو انہوں نے عام لوگوں پر کئے ہیں۔

التعبیر شاہین کی تعبیر کا بیان انشاء اللہ ''الصقر'' کے تحت ہوگا۔

اَلشَّبَبُ

''اَلشَّبَبُ'' اس سے مراد بوڑھا بیل ہے۔ اسی طرح الشبوب اور الشب کے بھی یہی معنی آتے ہیں۔

اَلشَّبَثُ

''اَلشَّبَثُ'' اس سے مراد عنکبوت یعنی مکڑی ہے۔ المحکم میں مذکور ہے کہ یہ ایک چوپایہ ہے جو چھ لمبے لمبے پاؤں رکھتا ہے اور اس کی پشت کا رنگ زرد ہوتا ہے۔ نیز اس جانور کے سر کا رنگ سیاہ اور اس کی آنکھیں نیلگوں ہوتی ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ ''اَلشَّبَثُ'' وہ جانور ہے جس کے بہت زیادہ پاؤں ہیں اور اس کا سر بہت بڑا اور منہ بہت کشادہ اور اس کا پچھلا حصہ اٹھا ہوا ہوتا ہے۔ یہ جانور زمین کو کھودتا رہتا ہے۔ اسے شحمۃ الارض بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''اشباث'' اور ''شبثان'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔ جوہری نے کہا ہے کہ ''الشبث'' (باء متحرک کے ساتھ) سے مراد کثیر پاؤں والا چوپایہ ہے اور ''اَلشَّبْثُ'' کو باء کے سکون کے ساتھ نہیں لکھا جاتا۔ اس کی جمع ''شبثان'' ہے جیسے خرب کی جمع خربان آتی ہے۔

الحکم اس کا کھانا حرام ہے کیونکہ اس کا تعلق حشرات الارض سے ہے۔

اَلشِّبْثَانُ

''اَلشِّبْثَانُ'' (شین کے کسرہ اور باء موحدہ اور ثاء مثلثہ کے ساتھ) ابن قتیبہ نے ''ادب الکاتب'' میں بیان کیا ہے کہ یہ ایک

جانور ہے جو ریت میں رہتا ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ جانور زمین کے ساتھ چمٹ جاتا ہے کیونکہ ''الشبث'' کے معنی بھی چمٹنے کے آتے ہیں۔ شاعر نے کہا ہے کہ:

مدارک شبثان لهن لهيم (شبثان کے حواس ان کے لئے ہلاکت ہے۔)

الحکم یہ جانور حرام ہے کیونکہ اس کا تعلق ان حشرات الارض سے ہے جو کھائے نہیں جاتے۔

الشبدع

''الشبدع'' اس سے مراد بچھو ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''الشبادع'' (شین اور دال کے کسرہ کے ساتھ) کا لفظ مستعمل ہے۔ ابوعمرو اور اصمعی کا یہی قول ہے۔

حدیث شریف میں مذکور ہے کہ جس نے اپنے بچھو کو روک لیا' وہ سلامت رہا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے خاموشی اختیار کی اور وہ بے ہودہ بکواس سے رکا رہا تو وہ گناہوں سے محفوظ ہو گیا۔ کیونکہ زبان سے لوگوں کو اذیت پہنچتی ہے اس لئے اس کو ضرر رساں بچھو سے تشبیہ دی گئی ہے۔

الشبربص

''الشبربص'' (بروزن سفرجل) اس سے مراد چھوٹا اونٹ ہے۔

الشبل

''الشبل'' اس شیر کے بچے کو کہتے ہیں جو شکار کرنے کے قابل ہو جائے۔ اس کی جمع کے لئے ''اشبال'' اور ''شبول'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔

اَلشَّبْوَةُ

''اَلشَّبْوَةُ'' اس سے مراد بچھو ہے۔ راجز نے کہا ہے کہ

قد جعلت شبوة تزبئر **تكسوا استها لحما وتقمطر**

''تحقیق بچھو جو ڈنک مارتا ہے۔ اس کے پچھلے حصہ پر گوشت ہوتا ہے لیکن وہ زہر سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔''

الشبوط

''الشبوط'' (بروزن سفود) مچھلی کی ایک قسم کو کہتے ہیں۔ لیث نے کہا ہے کہ اس میں ایک لغت سین مہملہ کے ساتھ ''السبوط'' بھی ہے۔ اس مچھلی کی دم باریک اور جسم کا درمیان حصہ موٹا اور اس کا سر چھوٹا ہوتا ہے۔ نیز اگر اس مچھلی کو چھوا جائے تو یہ

نہایت ملائم محسوس ہوتی ہے۔ مچھلی کی اس قسم میں نر کی تعداد زیادہ اور مادہ کی تعداد بہت قلیل ہوتی ہے۔ اسی لئے اس کے انڈے بھی بہت کم مقدار میں ہوتے ہیں۔ بعض شکاریوں نے کہا ہے کہ جب یہ جال میں پھنس جاتی ہے اور جال سے باہر نکلنے کی استطاعت نہیں رکھتی تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ جال سے نجات صرف اور صرف کودنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ پس یہ مچھلی ایک نیزہ کے بقدر پیچھے ہٹ کر اپنے جسم کو سکیڑ لیتی ہے اور پھر چھلانگ لگاتی ہے۔ بعض اوقات اس کی یہ چھلانگ دس ہاتھ سے بھی زیادہ طویل ہوتی ہے جس کی وجہ سے جال ٹوٹ جاتا ہے اور یہ مچھلی جال سے باہر نکل جاتی ہے۔ اس مچھلی میں بکثرت گوشت پایا جاتا۔ یہ مچھلی دریائے دجلہ میں بکثرت پائی جاتی ہے۔

اَلشُّجَاعُ

''اَلشُّجَاعُ'' یہ لفظ شین کے ضمہ اور کسرہ دونوں طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ اس سے مراد وہ عظیم سانپ ہے جو جنگل میں سوار اور پیدل چلنے والے افراد پر حملہ آور ہوتا ہے اور حملہ کرتے وقت اپنی دم پر سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات یہ گھوڑ سوار کے سر تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ اژدھا سانپ جنگلوں میں پایا جاتا ہے۔

ایک قصہ روایت کی گئی ہے کہ مالک بن ادھمؒ ایک مرتبہ شکار کے لئے نکلے۔ پس جب وہ کسی ایسی جگہ پر پہنچے جہاں نہ پینے کے لئے پانی تھا' نہ جانوروں کے لئے گھاس وغیرہ تو انہیں پیاس کی شدت پریشان کرنے لگی۔ پس مالک بن ادھمؒ کے ساتھ ان کے ساتھیوں کی ایک جماعت بھی تھی۔ سب نے مل کر پانی کی تلاش شروع کی' لیکن پانی پر قدرت حاصل نہ ہو سکی۔ پس جماعت کے لوگ وہیں اترے اور انہوں نے مالک بن ادھمؒ کے لئے خیمہ گاڑ دیا۔ پس مالکؒ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ پانی اور شکار تلاش کرو۔ پس یہ پانی اور شکار کی تلاش میں نکلے تو انہیں ایک گوہ ملا۔ پس وہ اسے پکڑ کر مالکؒ کے پاس لے آئے۔ پس مالکؒ نے فرمایا کہ اس کو ابال کر کھانا اور تلنے کی ضرورت نہیں۔ شاید یہ تمہارے لئے تمہاری بھوک اور پیاس میں نافع ہو۔ پس انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر اس کے بعد وہ شکار اور پانی کی تلاش میں نکلے تو انہوں نے ایک اژدھا دیکھا۔ پس انہوں نے اس کو قتل کرنا چاہا لیکن وہ مالکؒ کے خیمہ میں داخل ہو گیا۔ پس مالکؒ نے فرمایا کہ تحقیق اس نے مجھ سے پناہ طلب کی ہے۔ پس تم اس کو پناہ دے دو۔ پس ان کے ساتھیوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر اس کے بعد وہ اژدھا وہاں سے چلا گیا۔ پس اس کے بعد مالکؒ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پانی کی تلاش میں نکلے تو انہوں نے پکارنے والے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔

یا قوم یا قوم لا ماء لکم ابدًا حتی تحثوا المطایا یومها التعبا

''اے قوم اے قوم تم ہرگز پانی کو حاصل نہیں کر سکتے' اگرچہ تم اپنی سواریوں کو پورا دن اس کی تلاش میں تھکا دو۔''

وسدوا یمنة فالماء عن کثب ماء غزیر و عین تذهب الوصبا

''اور اگر تم دائیں طرف مڑ کر اسے ڈھونڈو تو تمہیں ٹیلوں میں پانی کا چشمہ ملے گا جس میں ایسے پانی کی کثرت ہے جس کے پینے سے بیماری دور ہو جاتی ہے۔''

حتی اذا ما اخذتم منہ حاجتکم فاسقوا المطایا ومنہ فاملؤا القربا

''یہاں تک کہ جب تم اس چشمہ سے اپنی حاجت کے مطابق پانی لے لو تو اپنی سواریوں کو بھی پانی پلاؤ اور اپنی مشکیں بھی پانی سے بھر لو۔''

پس مالک بن ادھمؒ نے جب یہ آواز سنی تو وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اسی سمت چل پڑے جس کی طرف آواز دینے والے نے اپنے اشعار میں اشارہ کیا تھا۔ پس انہیں ایک چشمہ نظر آیا۔ پس تمام لوگوں نے اس چشمہ سے پانی پیا اور اپنے جانوروں کو پانی پلانے کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنی مشکیں بھی پانی سے بھر لیں۔ پس جب انہوں نے اپنی حاجت پوری کر لی تو انہیں چشمہ کے آثار بھی نظر نہیں آئے اور آواز دینے والا کہہ رہا تھا۔

یا مال عنی جزاک اللہ صالحۃ ھذا وداع لکم منی و تسلیم

''اے مالک تجھے میری جانب سے اللہ بہتر بدلہ عطا فرمائے اور میں تم سے رخصت ہوتا ہوں اور آخری سلام قبول ہو۔''

لا تزھدن فی اصطناع العرف من احد ان امرأ یحرم المعروف محروم

''پس تم کسی کے ساتھ نیکی کرنے میں بے رغبتی اختیار نہ کرنا' اس لئے کہ اگر کوئی شخص کسی کو نیکی سے محروم کر دے تو وہ خود محروم ہو جاتا ہے۔''

الخیر یبقی وان طالت مغیبتہ والشر ماعاش منہ المرء مذموم

''خیر کا کام ہمیشہ باقی رہتا ہے اگرچہ اس کی جزا طویل عرصہ تک غائب رہے اور جس شخص نے شر کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا' وہ ہمیشہ شر کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔''

صحیحین میں حضرت جابرؓ، ابو ہریرہؓ اور ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو وہ (مال) قیامت کے دن ایسے اژدھا کی صورت اختیار کر کے اس کا تعاقب کرے گا جو گنجا ہو گا اور جس کی آنکھ میں دو خوفناک نشان ہوں گے۔ پس وہ مالدار آدمی اس اژدھے سے فرار ہونے کی کوشش کرے گا لیکن وہ اژدھا اس کے پیچھے پڑا رہے گا۔ یہاں تک کہ اس کی گردن میں لپٹ جائے گا۔

مسلم کی روایت میں ہے کہ وہ اژدھا اس آدمی کا پیچھا کرے گا اس حال میں کہ اس اژدھے کا منہ کھلا ہوگا۔ پس جب وہ اس شخص کے قریب آئے گا تو مالدار آدمی فرار ہونے کی کوشش کرے گا۔ پس وہ اژدھا اس کو پکارے گا کہ تو اپنا وہ خزانہ لے لے جسے تو نے جمع کیا تھا۔ پس جب وہ مالدار آدمی دیکھے گا کہ اس سے فرار نہیں ہو سکتا تو وہ اپنا ہاتھ اژدھے کے منہ میں ڈال دے گا۔ پس وہ اژدھا اس کے ہاتھ بجار کی طرح چبا جائے گا۔ پھر وہ اژدھا اس مالدار آدمی کے دونوں جبڑوں کو پکڑ کر کہے گا کہ میں تیرا خزانہ ہوں' میں تیرا خزانہ ہوں۔ پھر وہ اژدھا یہ آیت تلاوت کرے گا۔ ''وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتَاھُمُ اللہُ مِنْ فَضْلِہٖ ھُوَ خَیْرٌ'' لَّھُمْ بَلْ ھُوَ شَرٌّ ''لَّھُمْ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ'' (اور نہ گمان کریں وہ لوگ جو ایسی چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ ان کے لئے خیر کا باعث ہوگی بلکہ یہ ان کے لئے باعث شر ہے۔ عنقریب وہ لوگ قیامت کے دن طوق پہنائے جائیں گے اس کا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا) ''الاقرع'' سے مراد وہ سانپ ہے جس کے سر کے بال گر گئے ہوں یعنی گنجا ہو اور اس کا سر شدت زہر کی وجہ سے سفید ہو گیا ہو۔ ''والزبیتان'' ان دو بالوں کو کہا جاتا ہے جو زہر کی کثرت کے باعث اس سانپ کے منہ کی دونوں جانب

ہوتے ہیں۔ اسی طرح انسان جب بہت زیادہ گفتگو کرتا ہے تو اس کے منہ کے دونوں جانب دو بال کھڑے ہوجاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے "الزبیبتان" سے مراد وہ دو نکتے ہیں جو اژدھا کی آنکھوں میں ہوتے ہیں۔ اس قسم کا سانپ سب سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے "الزبیتان" سے مراد وہ دو کیل ہیں جو سانپ کے منہ میں ہوتے ہیں۔ نیز "یقضمھما" ضاد کے فتحہ کے ساتھ ہے اور "القضم" سے مراد یہ ہے کہ وہ دانت کے کناروں سے کھاتا ہے۔ "الخضم" کا معنی یہ ہے کہ وہ پورے منہ سے کھاتا ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ "القضم" خشک چیز کے کھانے کو کہتے ہیں۔ "الخضم" تر چیز کھانے کو کہتے ہیں۔ اہل عرب کا خیال ہے کہ اگر آدمی طویل مدت تک بھوکا رہے تو اس کے بطن میں ایک سانپ پیدا ہوجاتا ہے جس کا نام شجاع اور صفر ہے۔ ابوخراس نے اپنی بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے کہ ؎

أرد شجاع البطن لو تعلمنیه وأوتر غیری من عیالک بالطعم

"میں اپنی بھوک کو روکنے والا ہوں اگر تجھے اس کا علم ہوجائے اور میں تیرے خاندان کو اپنے حصہ کا کھانا کھلا دیتا ہوں۔"

واغتبق الماء القراح وانثنی اذا الزاد أمسی للمزلج ذا طعم

"اور میں تازہ پانی پی کر سوجاتا ہوں اور کھانے سے اپنے آپ کو روک لیتا ہوں جب بد ذائقہ شخص کو کھانا اچھا محسوس ہونے لگے۔"

اس سے مراد پہلا کھانا ہے اور دوسرا کھانا اس کی خواہشات ہیں اور "الغبوق الشرب" سے مراد پانی پی کر سوجانا ہے اور "المزلج" سے مراد وہ آدمی ہے جس کا ذائقہ ناقص ہو۔ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

فاطرق اطراق الشجاع ولو رأی مساغاً لنا باه الشجاع لصمما

"پس اس نے اژدھے کی طرح اپنے سر کو جھکا لیا اور کاش وہ اپنے سخت شجاع اور ناب کی صفائی کا مشاہدہ کرلیتا۔"

یہ شعر بنی حرث بن کعب کی لغت کے عین مطابق ہے کیونکہ "لصمما" میں الف تثنیہ لام جارہ کے باوجود حالت نصب میں بھی باقی ہے۔ یہ کوفہ والوں کا مسلک ہے۔ اسی لغت کے مطابق اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے۔ "ان هذان لساحران"

تعبیر شجاع (اژدھے) کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر بہادر لڑکے اور ضدی عورت سے دی جاتی ہے۔"

الشحرور

"الشحرور" ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک سیاہ رنگ کا پرندہ ہے جس کی آواز خوبصورت ہوتی ہے اور یہ چڑیا سے بڑا ہوتا ہے۔ اس پرندہ کی مختلف آوازیں ہوتی ہیں۔ شیخ علاء الدین الباجی متوفی ۷۱۴ھ نے اس پرندے کے متعلق کیا خوب کہا ہے ؎

بالبلبل والهزار والشحرور یکسی طربا قلب الشجی المغرور

"بلبل، ہزار اور شحرور کی آواز غمگین مغرور کے دل کو خوش و خرم کردیتی ہے۔"

فانهض عجلا وانهب من اللذة ما جادت کرما به یدالمقدور

"پس جلدی سے اٹھ اور قضا و قدر کے کارکنان کے ہاتھوں کی بارش کو جو انہوں نے کی ہے لوٹ لے۔"

و روضة ازهرت اغصانها وشدت اطيارها وتولت سقيها السحب

''اور وہ باغ جس کی شاخوں نے پھول کھلائے اور جس کے پرندے طاقتور ہو گئے اور جس سیرابی کا ذمہ بادلوں نے لے لیا ہے۔''

وظل شحرورها الغريد تحسبه أسيوداً زامراً مزماره ذهب

''اور جس کا شحرور اگر گانے لگے تو یہ خیال کرے گا کہ کالا بانسری بجا رہا ہے اور اس کی بانسری کا رنگ سنہری ہے۔''

ایک اور شاعر نے اس پرندے کی صفت بیان کرتے ہوئے کیا خوب کہا ہے ۔

له فی خده الورد خال يدور به بنفسج عارضيه

''اس کے گلابی گالوں پر ایک تل ہے۔جس پر اس کے رخساروں کا بنفشہ گردش کرتا ہے۔''

کشحرور تخبأ فی سیاج مخافة جارح من مقلتيه

''جیسا کہ شحرور شکاری کی آنکھوں سے خوفزدہ ہو کر انگور کی باڑھ میں اپنے آپ کو چھپا لیتا ہے۔''

الحکم شحرور کا شرعی حکم چڑیا کی طرح ہے۔عنقریب انشاء اللہ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

تعبیر شحرور کو خواب میں دیکھنا ایسے آدمی پر دلالت کرتا ہے جو بادشاہ کا پیش کار ہو اور نحوی اور ادیب کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات شحرور کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر ذہین آدمی سے دی جاتی ہے اور کبھی شحرور کا خواب میں دیکھنا طفل مکتب پر دلالت کرتا ہے۔ واللہ اعلم۔

شَحْمَةُ الْاَرْضِ

''شَحْمَةُ الْاَرْضِ'' یہ ایک کیڑا ہے کہ اگر انسان اس کو چھوئے تو یہ اکٹھا ہو جاتا ہے اور ''خرزہ'' (کوڑی) کی طرح ہو جاتا ہے۔قزوینیؒ نے ''الاشکال'' میں لکھا ہے کہ ''شَحْمَةُ الْاَرْض'' سے مراد ''الخراطی'' (یعنی کیچوا) ہے اور یہ ایک کیڑا ہے جو لمبا ہوتا ہے اور اس کا رنگ سرخ ہوتا ہے اور یہ کیڑا ندیوں وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔زمخشریؒ نے ''ربیع الابرار'' میں لکھا ہے کہ یہ ایک کیڑا ہے جو سرخ نقطوں والا ہوتا ہے۔گویا کہ وہ ایک سفید مچھلی ہے۔عورتوں کی ہتھیلیوں کو بھی اس کیڑے سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ ہرمس نے کہا ہے کہ یہ چھوٹا چوپایہ ہے جو خوشبودار ہوتا ہے اور آگ اس کو نہیں جلاتی۔ نیز یہ آگ میں ایک جانب سے داخل ہوتا ہے اور دوسری جانب سے باہر نکل جاتا ہے۔

خواص جو شخص اس کیڑے کی چربی اپنے جسم پر مل لے تو اس کو آگ نہیں جلائے گی اگرچہ وہ آگ میں داخل ہو جائے۔ اگر ''شَحْمَةُ الْاَرْضِ'' کو پکڑ لیا جائے اور اس کو خشک کر کے ایک درہم کے بقدر کسی چیز میں ملا کر ایسی عورت کو پلایا جائے جو دردِ زہ میں مبتلا ہو تو اسی وقت بچہ کی ولادت ہو جائے گی۔قزوینیؒ نے کہا ہے کہ اگر ''شَحْمَةُ الْاَرْض'' کو بھون کر روٹی کے ہمراہ کھا لیا جائے تو مثانہ کی پتھری ٹوٹ کر نکل جائے گی۔ اگر یہی کیڑا خشک کر کے یرقان کے مریض کو کھلا دیا جائے تو اس کی زردی ختم ہو جائے گی۔ اگر اس کیڑے کو جلا کر اس کی راکھ تیل میں ملا کر گنجے کے سر پر مالش کی جائے تو اس کے بال نکل آئیں گے اور گنجا پن زائل ہو جائے گا۔

شحمة الارض کا شرعی حکم اور تعبیر

''شَحمَۃُ الاَرضِ'' کی تعبیر اور شرعی حکم ''الدود'' یعنی کیڑے کی طرح ہے۔ تحقیق اس کا تفصیلی بیان ''باب الدال'' میں گزر چکا ہے کہ کیڑا خبائث میں شامل ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

الشذا

''الشذا'' (شین کے فتحہ اور ذال معجمہ کیساتھ) اس سے مراد کتے کی مکھی ہے۔ نیز بعض اوقات لفظ ''شذاۃ'' کا اطلاق اونٹنی پر بھی ہوتا ہے۔

الشران

''الشران'' مچھر کے مشابہ ایک حیوان جو انسان کے منہ کو ڈھانپ دیتا ہے۔

الشرشق' الشقراق' الشرشور

''الشرشق' الشقراق' الشرشور'' ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد چڑیا کے مشابہ ایک پرندہ ہے جس کا رنگ نیلا اور سرخ ہوتا ہے۔ تحقیق اس کا تذکرہ باب الباء میں ''ابو براقش'' کے تحت گزر چکا ہے۔

شرعی حکم یہ پرندہ حلال ہے کیونکہ یہ عام چڑیوں کے حکم میں داخل ہے۔

الشرغ

''الشرغ'' اس سے مراد چھوٹی مینڈک ہے۔ عنقریب انشاء اللہ لفظ ''الضفدع'' کے تحت ''باب الضاد المعجمۃ'' میں اس کا تفصیلی ذکر آئے گا۔

الشرنبی

''الشرنبی'' اس سے مراد ایک معروف پرندہ ہے۔

الشصر

''الشصر'' ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہرنی کا بچہ ہے۔ نیز اس کے لئے ''شاصر'' کا لفظ بھی مستعمل ہے۔

الشَعراء

''الشَعراء'' (شین کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد نیلے یا سرخ رنگ کی مکھی ہے جو اونٹ' گدھے اور کتوں وغیرہ پر بیٹھتی ہے اور انہیں سخت اذیت پہنچاتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مکھی کتے کی مکھی کی طرح ہے۔

سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ مشرکین بدھ کے روز جبل احد پر پہنچے۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا کہ مشرکین جبل احد پر اترے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا اور اس مشورہ میں عبداللہ ابی سلول کو بھی بلایا۔ حالانکہ اس سے قبل آپ نے کبھی اسے مشورہ کیلئے نہیں بلایا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی مشورہ کیا۔ پس عبداللہ بن ابی سلول اور اکثر انصار نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مدینہ میں رہ کر دشمن کا مقابلہ کریں اور باہر نہ نکلیں۔ پس اللہ کی قسم جب ہم نے مدینہ سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کیا تو ہمیں شکست کا سامنا کرنا پڑا اور جب ہم نے مدینہ میں رہ کر دشمن کا مقابلہ کیا تو ہم فتح سے ہمکنار ہوئے۔ پس ہمیں کیسے شکست ہو سکتی ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہم میں موجود ہیں۔ پس آپ مشرکین کی پرواہ نہ کریں۔ اگر انہوں نے قیام کیا تو یہ ان کے حق میں مضر ہوگا اور اگر انہوں نے ہم پر حملہ کیا تو مرد آمنے سامنے قتال کریں گے اور عورتیں اور بچے اوپر سے پتھراؤ کریں گے اور اگر وہ واپس جائیں گے تو نامراد واپس جائیں گے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو پسند فرمایا۔ بعض صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ ہمارے ساتھ ان کتوں کے مقابلہ کے لئے مدینہ سے باہر نکلیں تاکہ وہ یہ گمان نہ کریں کہ ہم ان کے مقابلہ سے عاجز و قاصر ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گائے ذبح کی جارہی ہے۔ پس میں نے اس کی تعبیر خیر و بھلائی سے لی ہے اور میں نے دیکھا کہ میری تلوار کی دھار کند ہوگئی۔ پس میں نے اس کی تعبیر ہزیمت سے لی ہے اور میں نے دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک مضبوط زرہ میں داخل کیا ہے۔ پس میں نے اس کی تعبیر مدینہ سے لی ہے۔ پس اگر تم مدینہ میں رہ کر دشمن کا مقابلہ کرنا چاہتے ہو تو ایسا ہی کرو۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ مشرکین مدینہ میں داخل ہوں تو ان سے گلیوں میں قتال کیا جائے۔ پس مسلمانوں کے ان آدمیوں نے جو غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے اور اللہ تعالیٰ نے غزوہ احد میں انہیں شہادت کا مرتبہ عطا فرمایا۔ عرض کیا یارسول اللہؐ آپ ہمارے ساتھ اللہ کے دشمن کا مقابلہ کرنے کیلئے مدینہ سے باہر چلئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں داخل ہوئے اور ہتھیار پہن کر تشریف لائے۔ پس جب صحابہؓ نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہتھیار پہن لئے ہیں تو وہ نادم ہوئے اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دے کر برا کیا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تو وحی نازل ہوتی ہے۔ پس انہوں نے عرض کیا یارسول اللہؐ جیسے آپ کی مرضی ہو کیجئے اور صحابہؓ نے اپنے فعل پر معذرت بھی کی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ کا نبی ہتھیار باندھ لیتا ہے تو اس کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ قتال کئے بغیر اپنے ہتھیار کھول دے۔ پس مشرکین نے بدھ اور جمعرات کے دن احد میں قیام کیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کی طرف اپنے صحابہؓ کے ہمراہ جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد نکلے اور ہفتہ کی صبح ۱۵ شوال ۳ھ کو احد کی گھاٹی میں داخل ہوئے۔ نیز آپ کے اصحاب سات سو کی تعداد میں تھے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جبیرؓ جو خوات بن جبیرؓ کے بھائی تھے' کو پچاس تیراندازوں پر امیر مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ پہاڑ کی جڑ میں قائم رہنا اور اگر دشمن ہماری پشت سے حملہ کرے تو تیروں سے ان کا مقابلہ کرنا۔ خواہ ہمیں فتح ہو یا شکست۔ تم یہاں سے نہ ہٹنا۔ یہاں تک کہ تمہیں یہاں سے ہٹنے کا حکم دیا جائے۔ پس دشمن ہم پر غلبہ نہیں پاسکتا اگر تم اپنی جگہ پر جمے رہے۔ پس قریش قتال کیلئے آئے اور ان کی دائیں جانب خالد بن ولیدؓ اور بائیں جانب عکرمہ بن ابی جہلؓ تھے اور ان کے ساتھ عورتیں بھی تھیں جو دف

بجا بجا کر اشعار پڑھتی تھیں۔ پس جنگ شروع ہوئی یہاں تک کہ سخت مقابلہ ہوا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں تلوار لی اور فرمایا کون ہے جو میرے ہاتھ سے یہ تلوار لے کر دشمن کا مقابلہ کرے۔ یہاں تک کہ اسے شکست سے دوچار کر دے۔ پس ابو دجانہؓ سماک بن خرشہ نے وہ تلوار آپ ﷺ کے ہاتھ سے لی اور ایک سرخ عمامہ باندھ کر اور تلوار ہاتھ میں لے کر فخر کے ساتھ چلے۔ پس یہ منظر دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس موقع پر اللہ تعالیٰ کو یہ چال ناپسند نہیں ہے۔ پس ابو دجانہؓ نے اس تلوار سے بہت سے مشرکین کے سرتن سے جدا کر دیئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحابؓ نے دشمن پر حملہ کر کے اسے شکست دی۔ پس عبداللہ بن جبیر کے ساتھیوں نے کہا مال غنیمت مال غنیمت اور کہنے لگے۔ اللہ کی قسم ہم بھی لوگوں کے ہمراہ مال غنیمت لوٹیں گے۔ پس وہ مال غنیمت لوٹنے لگے تو ان کے چہرے دشمن سے پھر گئے۔ پس عبداللہ بن جبیرؓ نے ان کو روکا لیکن وہ نہیں مانے اور مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ یہاں تک کہ صرف دس آدمی آپ کے ساتھ باقی رہے۔ حضرت خالد بن ولید نے دیکھا کہ تیر انداز بہت کم ہیں باقی مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہیں تو انہوں نے میدان خالی دیکھ کر مشرکین کے سواروں کو بلایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ پر پچھلی طرف سے حملہ کر دیا اور انہیں شکست دیدی۔ عبداللہ بن قمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک پتھر مارا جس سے آپ کے سامنے کے دندان مبارک شہید ہو گئے اور ناک اور چہرہ بھی زخمی ہو گیا۔ پس زخمی ہونے کی وجہ سے آپ کا خون کافی مقدار میں بہہ گیا جس کی بناء پر آپ پر کمزوری غالب آ گئی اور آپ ایک گڑھے میں گر گئے اور آپؐ کے اصحاب آپؐ سے متفرق ہو گئے۔ پس رسول اللہؐ نے ایک پتھر کے سہارے گڑھے سے نکلنے کی کوشش کی لیکن باہر نہ نکل سکے۔ پس حضرت طلحہؓ آپؐ کے نیچے بیٹھ گئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سہارے اوپر آئے۔ ہندہ اور اس کی ساتھی عورتوں نے مسلمان شہداء کی لاشوں کا مثلہ کرنا شروع کیا۔ ہندہ نے مسلمانوں کے کٹے ہوئے اعضاء کا ایک ہار بنا کر وحشی کو دیا جس نے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا اور خود حضرت حمزہؓ کا کلیجہ دانتوں سے چبانے لگی لیکن نگلنے پر قادر نہ ہو سکی اس لئے نیچے پھینک دیا۔ عبداللہ بن قمہ آگے بڑھا تاکہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دے۔ پس حضرت مصعب بن عمیرؓ نے جو رسول اللہؐ کے علمبردار تھے۔ عبداللہ بن قمہ کا مقابلہ کیا۔ عبداللہ بن قمہ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو شہید کر دیا۔ ابن قمہ نے سمجھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا ہے۔ پس وہ اپنے لشکر کی طرف واپس گیا اور کہنے لگا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیا ہے اور ایک آواز لگانے والے نے آواز لگائی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا گیا ہے اور یہ آواز لگانے والا ابلیس تھا۔ پس اس آواز کی ساعت کے بعد کچھ مسلمانوں نے پشت پھیرنی شروع کر دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلانے لگے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد تمیں آدمی جمع ہو گئے۔ پس انہوں نے کفار سے قتال کیا اور ان کو دور ہٹا دیا۔ حضرت طلحہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے درمیان دیوار بن کر کھڑے ہو گئے اور آپؓ کا ہاتھ زخمی ہو گیا اور وہ ہاتھ سوکھ گیا۔ اس دن مشرکین کے حملہ سے حضرت قتادہؓ کی آنکھ باہر نکل کر ان کے چہرہ پر آ کر گر گئی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آنکھ کو اپنے دست مبارک سے اس جگہ پر رکھ دیا تو یہ آنکھ پہلے سے بھی زیادہ روشن ہو گئی۔ ابن ابی خلف جمحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادہ سے آگے بڑھا اور کہنے لگا اگر آج میرے ہاتھ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نجات مل گئی تو میں نجات نہیں پاؤں گا۔ پس صحابہؓ نے عرض کیا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم اس کو قتل کر دیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو بلاؤ۔ یہاں تک کہ وہ میرے قریب آ جائے۔ ابی بن خلف اس سے قبل جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا تو کہتا کہ میں نے ایک گھوڑا پالا جس پر سوار ہو کر میں تمہیں قتل کروں گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں فرمایا کرتے تھے بلکہ انشاء اللہ میں ہی تمہیں قتل کروں گا۔ پس جب ابی بن خلف غزوہ احد کے دن گھوڑے پر سوار ہو کر آپ ﷺ کے قریب آیا تو رسول اللہؐ نے حرث بن صمہ سے نیزہ لے کر اس پر حملہ کیا اور اس کو ایک معمولی زخم لگایا۔ راوی کہتے ہیں کہ حملہ کے وقت ہم اس سے دور ہو گئے جیسے سرخ مکھی اونٹ کی پشت سے دور ہو جاتی ہے۔ پس ابی بن خلف زخمی ہونے کے بعد گھوڑے سے گر پڑا اور بجار کی طرح چلانے لگا اور یہ کہتا ہوا مشرکین کے لشکر کی طرف فرار ہوا کہ محمد ﷺ مجھے قتل کر دیا ہے۔ پس مشرکین نے کہا کہ کوئی حرج نہیں معمولی زخم ہے' ٹھیک ہو جائے گا۔ پس ابی بن خلف نے کہا کہ اگر یہ زخم ربیعہ اور مضر کا ہوتا تو میں ان کو قتل کر دیتا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ محمد ﷺ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ پس اللہ کی قسم اگر اس گفتگو کے بعد اگر محمد ﷺ مجھ پر صرف تھوک ہی دیتے تو میں ہلاک ہو جاتا۔ پس ایک دن ہی گزرا تھا کہ یہ اللہ کا دشمن ایسی جگہ میں ہلاک ہوا جس کو سرف کہا جاتا ہے۔ حضرت حسانؓ نے اس کے متعلق کہا ہے کہ۔

لَقَدْ وَرِثَ الضَّلَالَةَ عَنْ اَبِیْهِ ۔۔۔ أُبِیُّ حِیْنَ بَارَزَہُ الرَّسُوْل

''تحقیق ضلالت ابی بن خلف کو اپنے باپ سے وراثت میں ملی تھی اور جب رسول اللہؐ نے ابی سے مبارزت فرمائی۔''

أَتَیْتَ اِلَیْهِ تحمل رَمَّ عَظْمٍ ۔۔۔ وَتُوْعِدُہٗ وَأَنْتَ بِهٖ جَهُوْل''

''تو وہ آپؐ کی طرف اس حال میں آیا کہ اس کے جسم پر بوسیدہ ہڈیاں تھیں اور قتل کی دھمکیاں دے رہا تھا اور وہ اپنے انجام سے بالکل بے خبر تھا۔''

تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اس شخص کو ہو گا جس نے کسی نبی کو قتل کیا یا اس کو کسی نبی نے قتل کیا۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ بات واضح ہے کہ اللہ کے نبی کسی آدمی کو قتل نہیں کرتے اور اگر کبھی کسی کو قتل کر دیں تو مخلوق میں سب سے بدترین شخص ہی ہو گا جس کو اللہ کے نبی قتل کریں گے۔

الشغواء

''الشغواء'' (شین کے فتحہ' غین کے سکون اور الف ممدودہ کے ساتھ) اس سے مراد عقاب ہے۔ ''الشغواء'' دو معنوں میں مستعمل ہے۔ ایک دانت کا دوسرے دانت سے بڑھ جانا اور ''الشغواء'' کا ایک معنی یہ ہے کہ چھوٹے بڑے دانت والا۔ پس عقاب کی اوپر والی چونچ نچلی چونچ سے بڑی ہوتی ہے اس لئے اسے بھی ''الشغواء'' کہا جاتا ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ۔

شغوا بوطن بین الشیق والنیق

''وہ لوگ اپنے وطن میں پہاڑ کی چوٹیوں کے درمیان غالب آ گئے۔''

الشفدع

''الشفدع'' ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد چھوٹی مینڈک ہے۔

الشفنین

''الشفنین'' (شین کے کسرہ کے ساتھ بروزن یقنین) اس سے مراد ایک پرندہ ہے جو دو ماکول اللحم پرندوں کے اختلاط سے وجود میں آتا ہے۔ جاحظ نے کہا ہے کہ یہ کبوتر کی اقسام میں سے ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک ''الشفنین'' سے مراد جنگلی کبوتر ہے۔ اس پرندے کی آواز میں ترنم ہوتا ہے۔ جیسے سارنگی میں ترنم ہوتا ہے اور اس پرندے کی آواز غمگین ہوتی ہے۔ اس کی جمع کیلئے ''شفانین'' کا لفظ مستعمل ہے۔ اس کی آواز اندھیرے میں بہت خوبصورت محسوس ہوتی ہے۔ اس کی خاصیت یہ بھی ہے کہ اگر اس کی مادہ گم ہوجائے یا ہلاک ہوجائے تو یہ پھر مجرد کی حیثیت سے زندگی گزارتا ہے اور یہ کسی دوسری مادہ کے ساتھ جفتی نہیں کرتا۔ اسی طرح اس پرندے کی مادہ میں بھی یہ خاصیت پائی جاتی ہے۔ پس جب یہ پرندہ موٹا ہوجاتا ہے تو اس کے پر ساقط ہوجاتے ہیں اور یہ جفتی کرنا بھی ترک کردیتا ہے۔ یہ عزلت پسند اور دشمنوں سے ہوشیار رہنے والا پرندہ ہے۔

الحکم تمام اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ پرندہ حلال ہے۔

خواص اس پرندے کا گوشت گرم خشک ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس کا گوشت استعمال کرنے کی بجائے اس کے چھوٹے بچوں کا گوشت استعمال کیا جائے۔ اس کے گوشت سے پیدا ہونے والا خون بھی گرم خشک ہوتا ہے۔ اگر اس کے گوشت میں بکثرت گھی ملا کر استعمال کیا جائے تو اس کے گوشت کی گرمی اور خشکی میں کمی واقع ہوجاتی ہے۔ اگر اس پرندے کے انڈے زیتون کے تیل کے ہمراہ استعمال کئے جائیں تو قوت باہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس پرندے کی بیٹ اگر گلاب کے عرق میں ملا کر عورت رحم کے درد کے لئے استعمال کرے تو اس کے رحم کا درد ختم ہوجائے گا۔ اگر اس پرندے کا گرم خون آشوب چشم اور آنکھ کے ورم کے مرض میں مبتلا شخص اپنی آنکھ میں ٹپکا لے تو شفایاب ہوجائے گا۔ اگر اس پرندے کے انڈے کی سفیدی اور گلاب کے عرق میں روئی بھگو کر آنکھ پر رکھ دی جائے تو یہ دونوں چیزیں آشوب چشم اور آنکھ کے ورم کے لئے بے حد مفید ہیں۔ یہ نسخہ نافع اور مجرب ہے۔

الشق

''الشق'' قزوینی نے کہا ہے کہ شیطان کی قسم ہے جس کا بالائی حصہ انسان کی مثل ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ''النسناس'' یعنی بن مانس، انسان اور شق سے مرکب ہے۔ یہ بعض اوقات سفر میں انسانوں پر ظاہر ہوتا ہے۔

کہتے ہیں کہ علقمہ بن صفوان ابن امیہ ایک رات باہر نکلا۔ پس جب وہ ایک خاص جگہ پر پہنچا تو اس پر ''الشق'' ظاہر ہوا۔ پس علقمہ نے ''الشق'' سے کہا تیرا اور میرا کیا تعلق ہے۔ پس تو اپنے تیر ترکش میں رکھ لے۔ کیا تو ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتا ہے جو تیرے قتل

پر آمادہ نہیں ہے۔ پس ''الشق'' نے کہا افسوس ہے تیرے لئے اور میں صبر کرتا ہوں جب تک تجھ میں لڑائی کی حرارت پیدا نہ ہو جائے۔ پس ان دونوں کے درمیان لڑائی شروع ہوگئی اور آخر کار ''الشق'' کی موت واقع ہوگئی۔ پس ''الشق'' اور سطیح عرب کے دو مشہور کاہن تھے۔ پس ''الشق'' نصف انسان تھا۔ اس کا ایک ہاتھ ایک پاؤں اور ایک آنکھ تھی اور سطیح کے جسم میں نہ ہڈیاں تھیں اور نہ ہی اس کی انگلیاں تھیں اور زمین پر ایسے لیٹ جاتا تھا۔ جیسے چٹائی بچھادی جاتی ہے۔ الشق اور سطیح کی ولادت اس دن ہوئی جس دن طریفہ کاہنہ کی موت واقع ہوئی اور یہ عمرو بن عامر کی بیوی تھی۔ پس طریفہ نے اس دن جس دن اس کی موت واقع ہوئی۔ موت سے قبل سطیح کو بلایا۔ پس جب وہ اس کے پاس لایا گیا تو اس نے اپنا لعاب دہن اس کے حلق میں ڈال دیا اور کہا کہ یہ بچہ میرا جانشین ہوگا۔ میرے علم میں اور کہانت میں۔ سطیح کا چہرہ اس کے سینے میں تھا اور اس کا سر نہیں تھا اور نہ ہی اس کی گردن تھی۔ پس طریفہ کاہنہ نے ''الشق'' کو بلایا۔ پس اس نے اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا۔ پھر اس کے بعد طریفہ کی موت واقع ہوگئی اور اس کی قبر مقام جحفہ میں ہے۔ حافظ ابوالفرج بن جوزی نے لکھا ہے کہ خالد بن عبداللہ الفہری شق کی اولاد میں سے تھا۔

شاہ یمن کا خواب سیرت ابن ہشام میں ابن اسحٰق سے روایت ہے کہ مالک بن نصر لخمی نے ایک خوفناک خواب دیکھا۔ پس اس نے اپنی رعایا کے تمام ساحروں اور نجومیوں کو بلایا۔ پس وہ سب جمع ہوگئے۔ پس بادشاہ نے کہا میں نے ایک خوفناک خواب دیکھا ہے جس کی وجہ سے میں گھبرا گیا ہوں۔ پس نجومیوں نے کہا کہ آپ خواب بیان کیجئے۔ ہم اس کی تعبیر کے متعلق آپ کو خبر دیں گے۔ پس بادشاہ نے ان سے کہا کہ اگر میں نے اپنا خواب خود ہی تمہارے سامنے بیان کر دیا تو میں تمہاری بتائی ہوئی تعبیر سے مطمئن نہیں ہوں گا۔ پس میں کسی کی تعبیر کی تصدیق نہیں کروں گا مگر اس کی جو میرے خواب کو بتلانے سے پہلے ہی جان لے۔ پس ان سب نے آپس میں مشورہ کیا کہ جو بادشاہ سلامت نے خواب دیکھا۔ اس کو شق اور سطیح کے علاوہ کوئی نہیں بیان کر سکتا۔ پس جب انہوں نے بادشاہ کو یہ بات بتلائی تو اس نے ان دونوں کو بلانے کیلئے قاصد بھیج دیا۔ پس جب وہ دونوں حاضر ہوگئے تو بادشاہ نے سطیح سے سوال کیا۔ پس سطیح نے کہا کہ اے بادشاہ بے شک آپ نے خواب میں ایک کھوپڑی دیکھی ہے جو تاریکی میں نمودار ہوئی اور اس نے تمام کھوپڑی والوں کو کھالیا۔ پس بادشاہ نے کہا کہ تم نے خواب کو بیان کرنے میں کوئی خطا نہیں کی۔ پس تیرے پاس اس کی کیا تاویل ہے۔ پس سطیح نے کہا کہ ان دوحروں کے درمیان جتنے جانور مقیم ہیں۔ میں ان سب کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ کی زمین پر حبشیوں کا نزول ہوگا اور وہ ابین اور جرش کے درمیان جتنی زمین ہے سب کے مالک ہو جائیں گے۔ پس بادشاہ نے کہا اے سطیح تو نے بڑی دردناک بات کی خبر دی ہے۔ پس یہ واقعہ میرے زمانہ حکومت میں ہوگا یا میرے بعد؟ پس سطیح نے کہا کہ یہ واقعہ آپ کے ساٹھ یا ستر سال بعد رونما ہوگا۔ پھر حبشیوں کے ساتھ قتال ہوگا اور وہ یہاں سے نکال دیئے جائیں گے۔ بادشاہ نے کہا وہ کون ہوگا جو ان سے قتال کرے گا اور انہیں اس زمین سے باہر نکال دے گا۔ سطیح نے کہا کہ وہ ابن ذی یزن ہوگا جو عدن سے نکلے گا اور ان سب حبشیوں کو یمن سے نکال دے گا۔ بادشاہ نے کہا کیا ابن ذی یزن کی حکومت کو دوام حاصل ہوگا یا منقطع ہو جائے گی۔ سطیح نے کہا منقطع ہو جائے گی۔ بادشاہ نے کہا اس کی حکومت کو ختم کرنے والا کون ہوگا۔ سطیح نے کہا ایک پاک نبی ہوگا جس کے پاس اس کے بلند و برتر رب کی طرف سے وحی آئے گی۔ پس بادشاہ نے کہا یہ نبی کس قوم سے ہوگا۔ سطیح نے کہا غالب بن فہر بن مالک بن نضر کی اولاد سے ہوگا اور ان کی قوم میں آخر وقت تک

حکومت رہے گی۔ بادشاہ نے کہا کیا ان کا زمانہ ختم بھی ہوگا اے سطیح۔ سطیح نے کہا ہاں۔ اس دن اولین و آخرین کو جمع کیا جائے گا اور نیکو کار خوشحال ہوں گے اور بدکار بدحال ہوں گے۔ پس بادشاہ نے کہا اے سطیح کیا تو نے سچ کہا ہے۔ سطیح نے کہا ہاں میں شفق، غسق اور چاند کی قسم کھا کر کہتا ہوں جبکہ وہ پورا ہو جائے جو کچھ میں نے تمہیں بتلایا ہے۔ یہ بالکل سچ ہے۔ پھر اس کے بعد بادشاہ نے ''الشق'' کو بلایا اور اس سے سوال کیا جیسے سطیح سے سوال کیا تھا۔ پس شق نے اس سے کہا کہ تو نے ایک کھوپڑی دیکھی ہے جو تاریکی سے نمودار ہوکر باغ اور پہاڑی کے درمیان کھڑی ہوگئی اور اس نے ہر ذی روح کو کھالیا۔ پس جب بادشاہ نے یہ بات سنی تو شق سے کہا تو نے خواب کو بیان کرنے میں خطا نہیں کی۔ پس تیرے پاس اس کی کیا تعبیر ہے۔ پس شق نے کہا میں ان دو پہاڑیوں کے درمیان بسنے والے انسانوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہارے ملک میں حبشی آئیں گے اور وہ سب پر غالب آ جائیں گے اور ابین سے نجران تک ان کی حکومت ہوگی۔ پس بادشاہ نے کہا میرا باپ تجھ پر قربان ہو اے شق یہ تو بہت دردناک خبر ہے۔ پس یہ واقعہ میرے زمانے میں پیش آئے گا یا میرے بعد۔ پس شق نے کہا کہ آپ سے ایک زمانہ بعد رونما ہوگا۔ پھر تمہیں ان حبشیوں سے ایک عظیم انسان نجات دلائے گا اور وہ ان حبشیوں کو سخت اذیت پہنچائے گا۔ پس بادشاہ نے کہا وہ عظیم انسان کون ہوگا۔ شق نے کہا یمن کا ایک غلام ہے جو ابن ذی یزن کے گھر سے نمودار ہوگا۔ پس بادشاہ نے کہا کیا اس کی بادشاہت کو دوام حاصل ہوگا یا منقطع ہو جائے گی۔ شق نے کہا نہیں بلکہ منقطع ہو جائے گی اور اس کی بادشاہت کو منقطع کرنے والے رسول خاتم النبیین ہوں گے جو اہل دین اور فضل کے درمیان عدل و حق لے کر آئیں گے اور ان کی قوم میں یہ حکومت فیصلے کے دن تک قائم رہے گی۔ بادشاہ نے کہا فیصلے کا دن کیا ہے۔ پس شق نے کہا یہ وہ دن ہے جس دن لوگوں کو بدلہ دیا جائے گا اور آسمان سے پکارا جائے گا جس کو زندہ اور مردہ سب سنیں گے اور لوگوں کو جمع کیا جائے گا۔ پس نیک لوگ اپنی نیکی کی وجہ سے کامیاب ہوں گے۔ پس بادشاہ نے کہا اے شق کیا تو نے سچ کہا ہے۔ شق نے کہا آسمان و زمین اور ان کے درمیان میں جو کچھ ہے ان کے رب کی قسم اور ان کی پستی و بلندی کی قسم جو میں نے تجھے خبر دی ہے' وہ سچ ہے اور اس میں شک و شبہ نہیں ہے۔ پس بادشاہ نے دونوں کاہنوں کی بتائی ہوئی تعبیر میں مطابقت پائی تو اسے مستقبل میں رونما ہونے والے واقعات کا یقین ہوگیا۔ پس اس نے حبشیوں کے غلبہ کے خوف سے اپنے گھر والوں کو ''الحیرۃ'' منتقل کر دیا۔ سیرت ابن ہشام میں ابن اسحٰق ہی سے مروی ہے کہ جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اسی رات کسریٰ شاہ فارس کے محل میں زلزلہ آ گیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے۔ اس وقت فارس کا حکمران کسریٰ نوشیروان تھا۔ پس اس واقعہ کی وجہ سے وہ خوفزدہ ہوگیا اور اس نے اس کو بدشگونی خیال کیا۔ پس اس نے رئیس موبذان' قضاۃ' نائبین' کمانڈروں' امراء' وزیر بزرجمہر اور محافظین سرحد اور گورنروں کو جمع کر کے اس واقعہ کی خبر دی۔ پس رئیس موبذان نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک اونٹ گھوڑوں کو ہنکاتے ہوئے لئے جا رہا ہے اور وہ دریائے دجلہ کو عبور کر کے ملک فارس میں پھیل گئے ہیں۔ اہل دربار نے بادشاہ کو خبر دی کہ آج کی رات آتش کدۂ فارس (جو مجوسیوں نے ایک ہزار سال سے روشن کر رکھا تھا) بھی ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ پس نوشیروان اور تمام اہل مجلس خوفزدہ ہوگئے اور اس واقعہ کی کوئی مناسب وجہ انہیں معلوم نہیں ہوسکی اور وہ سب حیران و پریشان واپس ہوگئے۔ پس ملک کے مختلف حصوں سے آگ کے ٹھنڈا ہونے کی خبریں بادشاہ نوشیروان کو موصول ہوتی رہیں۔ نیز یہ خبر اس کو موصول ہوئی کہ اس رات بحیرہ سادہ کا پانی بھی خشک ہوگیا تھا۔ پس بادشاہ

نے علماء دین اور سرداروں کو جمع کیا اور انہیں سارے واقعات سنائے اور ان سے اس کے متعلق مشورہ طلب کیا۔ پس رئیس موبذان نے کہا کہ یہ واقعات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ عرب کے اندر ایک عظیم حادثہ رونما ہوا ہے۔ پس شاہ کسریٰ نے نعمان بن منذر کو خط لکھا کہ جو شخص عربوں کے حالات سے سب سے زیادہ واقف ہو اسے میرے پاس بھیج دو۔ پس نعمان نے عبدالمسیح بن عمرو غسانی جو بہت معمر تھے، کو شاہ کسریٰ کے پاس بھیج دیا۔ پس جب یہ کسریٰ کے پاس پہنچا تو بادشاہ نے کہا کہ کیا میں جو بات تم سے پوچھنا چاہتا ہوں تمہیں اس کا علم ہے۔ عبدالمسیح نے کہا کہ آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔ پس اگر مجھے علم ہوا تو ضرور اس کی خبر دوں گا۔ کسریٰ نے کہا کہ میں ایسے شخص کی تلاش میں ہوں جو میرے بتانے سے قبل مجھے بتا دے کہ میں اس سے کیا پوچھنا چاہتا ہوں۔ پس عبدالمسیح نے کہا کہ یہ کام تو میرے ماموں سطیح ہی کر سکتے ہیں جو مشارق شام میں مقیم ہیں۔ کسریٰ نے کہا کہ تم جاؤ اور اپنے ماموں سے پوچھو۔ پس عبدالمسیح شام کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ جب سطیح کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ قریب المرگ ہے۔ پس عبدالمسیح نے اس کو سلام کیا لیکن اس نے جواب نہیں دیا۔ پس عبدالمسیح نے بلند آواز سے پکار کر کہا۔

أصم ام یسمع غطریف الیمن ۔۔۔ یاصاحب الخطة اعیت مَنْ وَمِنْ

"کیا تو بہرہ ہو گیا ہے یا سن رہا ہے اے یمن کے سردار۔ اے مبہم امور کو کھولنے والے کیا تجھے معلوم ہے میں کون ہوں اور کہاں سے آیا ہوں۔"

پس سطیح نے آنکھیں کھولیں اور کہنے لگا تو عبدالمسیح ہے اور ایسی اونٹنی پر سوار ہے جس کی رانیں بھنچی ہوئی ہیں اور تو سطیح کے پاس ایسے موقع پر آیا ہے کہ وہ قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے ہے۔ نیز تجھے شاہ فارس نے اس لئے میرے پاس بھیجا ہے کہ تو ایوانِ کسریٰ کے زلزلہ کے متعلق اور نوشیرواں کے خواب کی تعبیر بتلائے۔ موبذان کا خواب یہ ہے کہ طاقتور اونٹ عربی گھوڑوں کو ہنکاتے ہوئے لے جا رہے ہیں اور وہ دریائے دجلہ کو عبور کر کے ملک فارس میں پہنچ گئے ہیں۔ اے عبدالمسیح جب تلاوت قرآن کا ظہور ہوگا اور صاحب الھراوۃ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) مبعوث ہوں اور بحیرہ سادہ کا پانی خشک ہو جائے تو اہل فارس کے لئے بابل جائے پناہ نہیں ہوگا اور نہ ہی شام۔ سطیح کے لئے بابرکت ہوگا۔ نیز کسریٰ کے محل کے جتنے کنگرے گر گئے ہیں۔ بادشاہ اتنی ہی مدت فارس پر حکومت کریں گے اور جو کچھ ہونے والا ہے، وہ ہو کر رہے گا۔ پس اس کے بعد سطیح کی موت واقع ہوگئی اور عبدالمسیح اپنی سواری پر سوار ہو کر واپس کسریٰ کے پاس آیا اور سطیح کی ساری باتیں کسریٰ کے سامنے بیان کر دیں۔ کسریٰ نے کہا کہ ابھی چودہ بادشاہ حکومت کرنے کے لئے باقی ہیں۔ پس بادشاہوں کے متعلق پیشین گوئی اس طرح پوری ہوئی کہ فارس کے دس بادشاہ نے اپنی گنتی چار سال میں پوری کر لی۔ باقی چار بادشاہ حضرت عثمانؓ کے دور حکومت کے آخر میں ختم ہو گئے۔ بابل سے مراد عراق ہے اور اسے بابل اس لئے کہتے ہیں کہ یہاں سقوط صرح نمرود کے وقت احتلا السنہ ظاہر ہوا تھا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ بابل سے مراد کوفہ کی سرزمین ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جبل دنباوند کو بابل کہتے ہیں۔ کسریٰ وہ پہلا مقتول ہے جس نے اپنے قاتل سے بدلہ لیا جیسا کہ ابوالفرج ابن الجوزی نے اپنی کتاب "الاذکیا" میں لکھا ہے کہ کسریٰ کو نجومیوں نے خبر دی کہ تجھے قتل کر دیا جائے گا۔ پس اس نے کہا اللہ کی قسم میں ضرور اپنے قاتل کو قتل کروں گا۔ پس اس نے زہر قاتل لے کر ایک ڈبیہ میں بند کر کے اس پر مہر لگا دی اور اس پر لکھ دیا کہ یہ ایک دوا ہے جو قوت باہ کے لئے مفید ہے اور جو شخص اس کو کھا لے گا اس میں اس قدر قوت پیدا ہو جائے گی کہ وہ کئی کئی عورتوں سے جماع کرنے پر قادر ہو جائے

گا۔ پس جب شاہ کسریٰ کو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا تو اس نے خزانہ کو کھولا تو اس میں ایک ڈبیہ پائی جس پر مہر لگی تھی اور ایک تحریر بھی تھی۔ پس اس نے اس تحریر کو پڑھ کر خیال کیا کہ اس کا باپ اس دوا کو کھانے کی وجہ سے اتنا طاقتور تھا کہ وہ کئی عورتوں سے جماع کرنے پر قادر تھا۔ پس اس نے اس ڈبیہ کو کھولا اور اس دوا (زہر قاتل) کو تحریر کی ہوئی مقدار کے مطابق کھالیا۔ پس دوا کھانے کے بعد اس کی موت واقع ہوگئی۔ پس کسریٰ پہلا مقتول ہے جس نے اپنے قاتل سے قصاص لیا تھا۔ تحقیق ''باب الدال المہملة'' لفظ ''الدابة'' کے تحت یہ بات گزر چکی ہے کہ کسریٰ کے پاس تیس ہزار عورتیں اور پچاس ہزار چوپائے تھے۔

اَلشَّقَحْطَبُ

''اَلشَّقَحْطَبُ'' (بروزن سفرجل) اس سے مراد مینڈھا ہے جس کے چار سینگ ہوتے ہیں۔ اس کی جمع کیلئے شقاحط اور شقاطب کے الفاظ مستعمل ہیں۔

الشقذان

''الشقذان'' ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد گرگٹ ہے۔ اسی طرح گوہ' ورل' طحن' چھپکلی اور سرخ زہریلے سانپ کے لئے بھی ''الشقذان'' کا لفظ مستعمل ہے۔ اس کا واحد ''شقذة'' ہے۔

الشقراق

''الشقراق'' صاحب المحکم اور ابن قتیبہ کے نزدیک اس کو شین کے فتحہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ بطلیموسی نے کہا ہے کہ کسرہ زیادہ فصیح ہے۔ اس لئے کہ اسموں کے اوزان میں فعلان (فاء کے کسرہ کے ساتھ) ہے جیسا کہ طرماح اور شنقار ہے لیکن فعلان (فاء کے فتحہ کے ساتھ) نہیں ہے۔ مصنف کی دوسری کتاب ''الغریب'' میں بھی ''شقراق'' شین کے کسرہ کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ خلیل نے بھی شین کے کسرہ کے ساتھ شقراق کو پڑھا ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک ''الشقراق'' کو شین کے فتحہ' ضمہ' کسرہ تینوں طرح پڑھا جاسکتا ہو۔ اس کو شرقراق بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ایک چھوٹا پرندہ ہے جسے اخیل (منحوس پرندہ) بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا رنگ سبز ہوتا ہے اور یہ جسامت میں کبوتری کے برابر ہوتا ہے۔ اس کا سبزی مائل رنگ خوبصورت معلوم ہوتا ہے اور اس کے بازوؤں کا رنگ سیاہی مائل ہوتا ہے۔ یہ پرندہ فطری طور پر حریص' چالاک اور دوسرے پرندوں کے انڈے چرانے والا واقع ہوا ہے۔ اہل عرب اسے ''اخیل'' (منحوس پرندہ) کہتے ہیں۔ یہ پرندہ روم' خراسان اور شام وغیرہ میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ یہ پرندہ انسانوں سے ہمیشہ دور رہتا ہے اور اس کا پسندیدہ مسکن پہاڑوں کی چوٹیاں ہیں۔ لیکن یہ پرندہ اپنے انڈے ایسی بلند جگہ پر دیتا ہے۔ جہاں لوگوں کا پہنچنا مشکل ہو۔ اس کا گھونسلہ بہت بدبودار ہوتا ہے۔ شارح الغنیہ اور جاحظ نے کہا ہے کہ ''الشقراق'' کوے کی ایک قسم ہے اور یہ طبعی طور پر کم جفتی کرنے والا پرندہ ہے۔ نیز یہ فریاد چاہنے کا عادی ہے۔ جب یہ کسی پرندہ سے لڑتا ہے تو اس کو مارنے کے بعد چیخنا شروع کر دیتا ہے گویا کہ اسے بہت مارا گیا ہے۔

الحکم الرویانی اور البغوی نے اس کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ یہ نجس ہے۔ رافعی نے بھی صمیری سے یہی قول نقل کیا ہے۔ عجلی شارح غنیہ ابن سراج نے بھی اس کو حرام قرار دیا ہے۔ ماوردی نے الحاوی میں اس کی اور عقعق (کوے کی مانند ایک پرندہ) کی حرمت نقل کی ہے اور کہا ہے کہ یہ دونوں پرندے اہل عرب کے نزدیک خبائث میں سے ہیں۔ اکثر اہل علم کا یہی قول ہے لیکن بعض حضرات اس کو حلال قرار دیتے ہیں۔

امثال ''اشام من الاخیل'' (فلاں آدمی اخیل سے بھی زیادہ منحوس ہے) ''اخیل'' شقراق ہی کا دوسرا نام ہے۔

خواص جب سونے کی چمک میں کمی واقع ہو جائے تو اس کو پگھلا کر اس پر شقراق کا پتہ چھڑکنے سے اس کی چمک دوبالا ہو جاتی ہے جیسا کہ لومڑی کی جھلی کو اگر سونے پر مل دیا جائے تو اس کی چمک ختم ہو جاتی ہے۔ اگر شقراق کے پتہ کو بالوں میں لگایا جائے تو بال سیاہ ہو جائیں گے۔ شقراق کا گوشت گرم اور بدبودار ہوتا ہے لیکن اس کا استعمال آنتوں میں رکی ہوئی سخت ہوا کو خارج کر دیتا ہے۔

التعبیر شقراق کو خواب میں دیکھنا حسین وجمیل عورت کی طرف اشارہ ہے۔ (واللہ اعلم)

اَلشَّمُسِیَۃُ

''اَلشَّمُسِیَۃُ'' ابوحیان توحیدی نے کہا ہے کہ یہ ایک سانپ ہے جو سرخ رنگ کا اور چمکدار ہوتا ہے جب اس کی عمر زیادہ ہو جاتی ہے تو اس کی آنکھوں میں درد ہوتا ہے جس سے اس کی بینائی ختم ہو جاتی ہے۔ پس یہ کسی ایسی دیوار کو تلاش کرتا ہے جو مشرق کی جانب ہو اور جب یہ دیوار مل جاتی ہے تو یہ اس پر بیٹھ کر سورج کی طرف رخ کر لیتا ہے۔ جب سورج طلوع ہوتا ہے اور اس کی شعاعیں اس پر پڑتی ہیں تو اس کی بینائی لوٹ آتی ہے اور جب سورج کی شعاعیں اس کی آنکھوں میں داخل ہو جاتی ہیں تو اس کی تاریکی ختم ہو جاتی ہے۔ یہ سانپ سات دن تک یہ عمل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی بینائی مکمل طور پر لوٹ آتی ہے۔ اس کے علاوہ دوسری قسم کے سانپ جب اندھے ہوتے ہیں تو وہ ''الرازیانج'' (بادیان) کے سبز پتوں کو تلاش کرتے ہیں۔ پس وہ سانپ ان پتوں پر اپنی آنکھیں ملتے ہیں۔ پس ان کی بینائی واپس لوٹ آتی ہے۔

اَلشُّنُقُبُ

''اَلشُّنُقُبُ'' (بروزن قنفذ) ایک مشہور پرندہ کا نام ہے۔

شه

''شه'' ابن سیدہ نے کہا ہے کہ یہ شاہین کے مشابہ ایک پرندہ ہے جو کبوتروں کا شکار کرتا ہے۔ شہ کا لفظ عجمی ہے۔

الشهام

''الشهام'' جوہری نے کہا ہے کہ اس سے مراد غول بیابانی ہے۔ اس کا تفصیلی ذکر لفظ ''السعلاۃ'' کے تحت باب السین المهملة میں گزر چکا ہے۔

الشھرمان

''الشھرمان'' یہ ایک پانی کا پرندہ ہے جس کی ٹانگیں چھوٹی اور اس کا رنگ سیاہ وسفید ہوتا ہے اور یہ پرندہ سارس سے چھوٹا ہوتا ہے۔ بعض کتب میں مذکور ہے کہ یہ پرندوں کی ایک قسم کو کہتے ہیں۔

الشوحة

''الشوحة'' ابن صلاح نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ اس سے مراد چیل ہے۔ تحقیق اس کا ذکر ''باب الحاء المھملة'' میں کردیا گیا ہے۔

الشوف

''الشوف'' اس سے مراد سیہی ہے۔ عنقریب انشاء اللہ باب القاف میں ''القنفذ'' کے تحت اس کا ذکر آئے گا۔

الشوط

''الشوط'' جوہری نے کہا ہے کہ یہ مچھلی کی ایک قسم ہے۔ نیز یہ لفظ الشوط ہے۔ ''الشبوط'' نہیں ہے۔

شوط براح

''شوط براح'' جوہری نے کہا ہے کہ اس سے مراد ''ابن آوی'' یعنی گیدڑ ہے۔

الشول

''الشول'' اس سے مراد وہ اونٹنیاں ہیں جن کا دودھ ختم ہوجائے اور ان کے تھن خشک ہوجائیں اور ان کے حمل یا وضع حمل کو ساتھ یا آٹھ ماہ کی مدت گزر چکی ہو۔ اس کے واحد کے لئے ''شائلة'' کا لفظ مستعمل ہے اور اس کی جمع کے لئے ''الشول'' کا لفظ خلاف قیاس آتا ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''لَا یَجْتَمِعُ فحلان فی شول'' (دو مذکر اونٹ اونٹنیوں میں جمع نہیں ہوسکتے) یہ مثال عبدالملک بن مروان نے اس وقت دی تھی جب اس نے عمرو بن سعید اشدق کو قتل کردیا تھا۔ اس کا معنی اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف اشارہ تھا۔ ''لَوْ کَانَ فِیْھِمَا آلِھَة'' لَفَسَدَتَا'' (اگر زمین میں دو معبود ہوتے تو فساد برپا ہوجاتا) زمخشریؒ نے کشاف میں اس کی تفسیر بیان کی ہے۔ عبدالملک بن مروان کا اس مثال کو استعمال کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ایک سلطنت میں دو بادشاہوں کی حکومت نہیں چل سکتی۔ عنقریب انشاء اللہ ''باب الفاء'' میں ''الفحل'' کے تحت ''الشول'' کی تفصیل بیان ہوگی۔

شولۃ

''شولۃ'' بچھو کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔ بچھو کو شولۃ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ بچھو کی پشت میں ایک ابھرا ہوا ڈنک ہوتا ہے اور شولہ کا معنی بھی یہی ہے اس لئے اسی نسبت سے یہ نام بچھو کے لئے استعمال ہونے لگا۔ عنقریب انشاء اللہ بچھو کا مزید تذکرہ ''باب العین'' میں آئے گا۔

الشیخ الیھودی

''الشیخ الیھودی'' ابو حامد نے اور قزوینی نے اپنی کتاب ''عجائب المخلوقات'' میں لکھا ہے کہ اس سے مراد ایک جانور ہے جس کا چہرہ انسان کے چہرہ کی طرح ہوتا ہے اور اس کی ڈاڑھی سفید ہوتی ہے اور اس کا باقی جسم مینڈک کی مثل ہوتا ہے۔ اس کے بال گائے کے بالوں کی طرح ہوتے ہیں اور یہ قد و قامت میں بچھڑے کے برابر ہوتا ہے۔ یہ جانور ہفتہ کی رات کو سمندر سے باہر نکلتا ہے۔ پس یہ جانور دوبارہ سمندر میں نہیں جاتا۔ یہاں تک کہ اتوار کی شام کو سورج غروب ہو جائے۔ پس یہ جانور اچھلتا ہے جیسے مینڈک اچھلتا ہے۔ پس یہ جانور جب پانی میں داخل ہوتا ہے تو کشتی بھی اس تک نہیں پہنچ سکتی۔

الحکم یہ جانور عام مچھلیوں کے حکم میں داخل ہے۔

خواص شیخ الیھودی کی جلد اگر نقرس پر رکھ دی جائے تو درد فوراً ختم ہو جائے گا۔

الشَیُذُمان

''الشَیُذُمان'' (شین کے فتحہ اور ذال کے ضمہ کے ساتھ) اس سے مراد بھیڑیا ہے۔ تحقیق اس کا تذکرہ ''باب الذال المعجمہ'' میں ہو چکا ہے۔

الشیصبان

''الشیصبان'' اس سے مراد نر چیونٹی ہے۔

الشیع

''الشیع'' (بروزن البیع) اس سے مراد شیر کا بچہ ہے۔ تحقیق اس کا تذکرہ ''الاسد'' کے تحت ''باب الھمزۃ'' میں گزر چکا ہے۔

الشیم

''الشیم'' یہ مچھلی کی ایک قسم کا نام ہے۔ شاعر نے کہا ہے

قل لطغام الازد لا تبطروا   بالشیم والجریث والکعند

''تم کہہ دو قبلہ ازد کے بازوں سے کہ وہ مچھلیوں' کچھوؤں اور مینڈکوں پر نہ اکڑیں۔''

اَلشِّیْهَمُ

''اَلشِّیْهَمُ'' (بروزن الضیغم) اس سے مراد نر سیہی ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ ۔

لئن جد اسباب العداوة بیننا   لتر تحلن منی علی ظهر شیهم

''اگر ہمارے درمیان اسباب عداوت کی تجدید ہوگئی تو پھر تو مجھ سے شیہم کی پشت پر سوار ہو کر چلا جائے گا۔''

اصمعی نے کہا ہے کہ الشہام سے مراد ''السعلاۃ'' یعنی بھوت ہے۔ ابوذویب ہذلی شاعر نے کہا ہے کہ جب مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہیں تو میں اس قدر غمگین ہوگیا کہ میری رات طویل ہوگئی اور میری نیند ختم ہوگئی۔ پس جب صبح کے وقت میری آنکھ لگی تو کوئی ہاتف کہہ رہا تھا ۔

خطب احل ناخ بالاسلام   بین النخیل ومعقدالآطام

''اسلام میں ایک بڑا حادثہ رونما ہوا ہے۔ نخیل اور معقد اطام کے درمیان یعنی مدینہ منورہ میں۔''

قبض النبی محمد فعیوننا   تذری الدموع علیه بالاسجام

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا ہے۔ پس ہماری آنکھیں متواتر بکثرت آنسو بہا رہی ہیں۔''

ابوذویب کہتے ہیں کہ میں ان اشعار کو سن کر ڈر گیا اور میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو وہاں ''سعد الذابح'' (ایک ستارے کا نام) کے علاوہ کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ پس میں نے اس کی یہ تاویل کی کہ عرب میں کشت وخون ہوگا اور مجھے معلوم ہوگیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی ہے یا وہ اسی بیماری میں وصال فرمانے والے ہیں۔ پس میں اپنی اونٹنی پر سوار ہوا اور چل دیا۔ پس جب صبح ہوئی تو میں نے اپنی اونٹنی کو تیز چلانے کے لئے ایک لکڑی تلاش کی۔ پس میں اسی تلاش میں تھا کہ میں نے ایک سیہی کو دیکھا جس نے سانپ کو پکڑ رکھا تھا اور سانپ اس کے ساتھ لپٹا ہوا تھا۔ پس کچھ ہی دیر گزری تھی کہ اس سیہی نے سانپ کو کھالیا۔ پس میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ سیہی رنج وغم کی علامت اور اس پر سانپ کا لپٹنا۔ اس بات کی علامت ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد امیر حق سے روگردانی کرتے ہوئے کسی حاکم کی مخالفت میں جمع ہو جائیں گے۔ نیز سیہی کا سانپ کو نگل جانا اس بات کی دلیل ہے کہ پھر اسی حاکم کا غلبہ ہو جائے گا۔ پس میں نے اس کے بعد اپنی اونٹنی کو مزید تیز کر دیا۔ یہاں تک کہ جب میں غابہ کے مقام پر پہنچا تو میں نے ایک پرندہ سے فال لی۔ اس نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر دی۔ پھر اس کے بعد ایک کوا میری بائیں طرف سے اڑ کر بولنے لگا۔ پس میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا اور اللہ سے پناہ طلب کی۔ پس جب میں مدینہ منورہ پہنچا تو مجھے لوگوں کی چیخ وپکار سنائی دی اور معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا ہے۔ پس میں مسجد نبوی میں آیا تو میں نے مسجد کو خالی پایا۔ پس میں اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آیا تو

میں نے دروازہ کو بند پایا۔ پس پوچھنے پر معلوم ہوا کہ صحابہؓ سقیفہ بنی ساعدہ میں تشریف فرما ہیں۔ پس میں بھی سقیفہ بنی ساعد پہنچ گیا تو ہاں حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، ابوعبیدہ بن جراحؓ اور قریش کی ایک جماعت کو پایا اور میں نے دیکھا کہ وہاں انصار کی جماعت میں حضرت سعد بن عبادہؓ اور انصار کے شعراء حضرت حسان بن ثابتؓ اور کعب بن مالک بھی موجود تھے۔ پس میں قریش کی صف میں بیٹھ گیا اور انصار نے لمبی گفتگو کی اور خلافت کے استحقاق پر لمبی لمبی تقاریر کیں۔ پس اس کے جواب میں حضرت ابوبکرؓ نے بھی خطاب فرمایا۔ پس اللہ کی قسم آپ کے خطاب سے طویل کسی کا خطاب نہیں تھا اور آپ کا خطاب نہایت موثر تھا۔ پس جس نے بھی سنا' وہ آپ کا ہو کر رہ گیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے مختصر کلام کیا اور اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ ہاتھ بڑھائیے۔ میں آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے ہاتھ بڑھایا اور حضرت عمرؓ نے بیعت خلافت کر لی۔ پھر اس کے بعد تمام صحابہ کرامؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ وہاں سے اٹھ کر آ گئے اور میں بھی ان کے ہمراہ واپس آیا۔ پس میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ادا کی اور تدفین کے وقت بھی میں موجود تھا۔

اَبُو شَبُقُوْنَۃُ

''اَبُو شَبُقُوْنَۃُ'' (شین کے ضمہ اور سکون الباء اور قاف کے ضمہ کے ساتھ اور اس کے بعد نون ہے) المرصع میں ہے کہ اس سے مراد ایک پرندہ ہے جو گدھوں اور چوپاؤں کے قریب رہتا ہے۔ اس کی خوراک مکھیاں ہیں۔ (واللہ اعلم)

باب الصاد المھملة

اَلصُّؤَابَةُ

''اَلصُّؤَابَۃُ'' اس سے مراد جوؤں کے انڈے ہیں۔ اس کی جمع کے لئے صواب اور صئبان کے الفاظ مستعمل ہیں۔ ابن سکیت کہتے ہیں کہ جب کسی کے سر میں جوں پیدا ہو جائے تو کہا جاتا ہے۔ ''فِی رَاسِہٖ صُؤَابَۃ'' (اس کے سر میں جوں ہے) ''قَدْ صِیبَ رَاسَہٗ'' (تحقیق اس کے سر میں جوں ہے) جاحظ کہتے ہیں کہ ایاس بن معاویہ نے کہا ہے کہ ''الصیبان'' مذکر جوں کو کہا جاتا ہے۔ نیز جوں ایسی چیز ہے جس کے مذکر ومونث بہت چھوٹے ہوتے ہیں جیسے زراریق اور بزاہ وغیرہ ہیں۔ پس بزاہ مونث ہے اور الزراریق مذکر ہے۔

حدیث میں صوابہ کا تذکرہ خیثمہ بن سلیمان نے اپنی مسند کے پندرہویں جز کے آخر میں یہ روایت نقل کی ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میزان قائم کیا جائے گا۔ پس نیکیوں اور برائیوں کا وزن کیا جائے گا۔ پس جس کی نیکیوں کا پلڑا برائیوں کے پلڑے سے لیکھ (جوؤں کے انڈے) کے بقدر بھی بھاری ہوگا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور جس کی برائیوں کا پلڑا نیکیوں کے پلڑے سے لیکھ کے بقدر بھی بھاری ہوگا وہ آگ یعنی جہنم میں داخل ہوگا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی۔ اس کا کیا انجام ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے لوگ اصحاب اعراف ہوں گے وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔

الحکم امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ ''الصئبان'' کا شرعی حکم جوں کی طرح ہے۔ پس اگر کوئی احرام باندھنے والا آدمی اس کو قتل کر دے تو اس کیلئے مستحب ہے کہ وہ صدقہ کرے اگرچہ ایک لقمہ ہی کیوں نہ ہو۔ الروضۃ میں مذکور ہے کہ اس کا حکم جوں کے انڈوں کی طرح ہے۔ جوہری وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔ تحقیق ''السلحفاۃ البحریۃ'' میں یہ بات گزر چکی ہے کہ کچھوے کی کھال سے کنگھیاں بنائی جاتی ہیں۔ اگر ان کنگھیوں کو سر میں استعمال کیا جائے تو سر کی لیکھیں بھی باہر نکل آتی ہیں۔ یہ ان کنگھیوں کی ہی خصوصیت ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں۔ ''یَعُدُّ فِیَّ مثل الصؤاب وفی عینیہ مثل الجزۃ'' (وہ مجھ میں پائی جانے والی لیکھ کے بقدر برائی کو بھی شمار کرتا ہے جبکہ اس کی آنکھوں میں جزہ ہے۔ میدانی نے کہا ہے کہ یہ مثال اس وقت استعمال کی جاتی ہے جب کوئی شخص کسی کی معمولی سی خامیوں پر ملامت کرے حالانکہ وہ خود عیوب میں مبتلا ہو۔ الریاشی نے کہا ہے کہ ؎

الا ایھاذا اللائمی فی خلیقتی　　ھل النفس فیما کان منک تلوم

''خبردار اے مجھے میری عادات کے متعلق ملامت کرنے والے کیا تیرا نفس تجھے تیری برائیوں پر بھی ملامت کرتا ہے۔''

فکیف تری فی عین صاحبک القذی　　وتنسیٰ قذی عینیک وھو عظیم

''پس تجھے کیسے اپنے مدمقابل کی آنکھ کا تنکا نظر آجاتا ہے اور تو اپنے آنکھ کے تنکے کو بھول جاتا ہے۔ حالانکہ وہ تنکا بہت بڑا ہے۔''

الصارخ

''الصارخ'' اس سے مراد مرغ ہے۔

حدیث میں مرغ کا تذکرہ حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے نبی اکرمؐ کے عمل کے بارے میں پوچھا۔ پس حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آپ دائمی عمل کو پسند فرماتے تھے۔ پھر اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کس وقت نماز پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا جب آپؐ مرغ کی آواز سنتے تھے تو نماز کیلئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ (رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی)

امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث میں لفظ ''الصارخ'' سے مراد مرغ ہے۔ اس لفظ کے معانی میں تمام اہل علم متفق ہیں۔ نیز اس کا نام ''الصارخ'' اس لئے ہے کہ یہ رات کو بکثرت بولتا ہے۔ امام غزالیؒ نے ''الاحیاء'' میں لکھا ہے کہ جب مرغ بولتا ہے تو یہ رات کا چھٹا حصہ یا اس سے بھی زائد ہوتا ہے۔

اَلصَّافِرُ

''اَلصَّافِرُ'' اس کو ''الصفاریۃ'' بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ایک معروف پرندہ ہے جو چڑیوں کی اقسام سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی عادت یہ ہے کہ جب رات آتی ہے تو یہ کسی درخت کی شاخ کو اپنی دونوں ٹانگوں سے پکڑ لیتا ہے اور الٹا لٹک جاتا ہے۔ پھر چیخنا اور چلانا شروع کر دیتا ہے۔ یہاں تک فجر طلوع ہوتی ہے اور روشنی ظاہر ہو جاتی ہے۔ قزوینیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ پرندہ آسمان سے گرنے کے خوف سے چیختا ہے اور یہ اسی وجہ سے الٹا لٹکتا ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ ''الصافر'' سے مراد تنوط ہے جس کا تذکرہ ''باب التاء'' میں گزر چکا ہے۔ اگر اس کا گھونسلہ ہوتا ہے تو وہ تھیلہ نما ہوتا ہے اور اگر اس کا گھونسلہ نہیں ہوتا تو یہ کسی درخت کی شاخ کے ساتھ الٹا لٹک جاتا ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''أجبن وأحیر من صافر'' (فلاں آدمی صافر پرندے سے بھی زیادہ بزدل اور متحیر ہے) اسی طرح اہل عرب کا قول ہے کہ ''مافی الدار صافر'' (گھر میں کوئی چیخنے والا نہیں ہے۔)

تعبیر الصافر پرندے کا خواب میں دیکھنا حیرانی اور روپوش ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ نیز کبھی اس کی تعبیر دشمن کے خوف سے طاقتور لوگوں کی جانب مائل ہونے سے دی جاتی ہے۔

اَلصَّدَفُ

''اَلصَّدَفُ'' یہ بحری جانوروں میں سے ایک جانور ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں مذکور ہے کہ جب آسمان سے بارش ہوتی ہے تو صدف اپنا منہ کھول لیتا ہے۔ اس جانور کے منہ میں سچے موتی بنتے ہیں۔ اس کا واحد صدفۃ آتا ہے۔ ''الصوادف'' سے مراد وہ اونٹ ہیں جو اس حالت میں حوض پر پہنچیں کہ ان سے پہلے آئے ہوئے اونٹ پانی پی رہے ہوں تو یہ عاجز ہو کر اپنی باری کے انتظار میں کھڑے ہو جائیں۔ راجز نے کہا ہے کہ ؎

الناظرات العقب الصوادف پیچھے رہنے والے انتظار کرنے والے اونٹ۔

موتی کے خواص موتی خفقان کو دور کرتا ہے اور مرہ سودائی کو زائل کر دیتا ہے۔ دل اور جگر کے خون کو صاف کرتا ہے۔ بینائی میں اضافہ کرتا ہے اسی لئے اس کو سرمہ میں ملایا جاتا ہے۔ جب موتی کو سرمہ میں اس قدر حل کیا جائے کہ وہ پانی ہو جائے اور پھر اس کو چہرہ کے داغ اور کیل وغیرہ پر لگایا جائے تو تمام داغ و کیل وغیرہ ختم ہو جائیں گے۔

تعبیر موتی کا خواب میں دیکھنا بہت سی چیزوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پس موتی کا خواب میں دیکھنا غلام' باندیاں' لڑکے' مال' اچھا کلام اور حسن و جمال پر دلالت کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ وہ موتیوں کو سیدھا کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ قرآن پاک کی صحیح تفسیر کرے گا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کے ہاتھوں پر موتی بکھرے ہوئے ہیں تو اگر خواب دیکھنے والا شادی شدہ ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا اور وہ غیر شادی شدہ ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ غلام کا مالک بنے گا۔ اللہ تعالیٰ کے قول میں بھی اسی طرح اشارہ کیا گیا ہے "وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ" لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ" (اور ان کے پاس ایسے لڑکوں کی آمد و رفت ہوگی جو انہی کے لئے مخصوص ہوں گے گویا کہ وہ حفاظت سے رکھے ہوئے موتی ہیں۔) نیز اسی قول کی روشنی میں خواب میں موتیوں کو بکھرے ہوئے دیکھنے والے کو غلام کا مالک بننے کی تعبیر دی گئی ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ موتیوں کو توڑ رہا ہے یا فروخت کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ قرآن پاک کو بھلا دے گا۔ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ موتیوں کو فروخت کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ لوگوں میں اپنے عمل پر ثابت قدم رہے گا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ موتیوں کو بکھیر رہا ہے اور لوگ ان کو جمع کر رہے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ لوگوں کو وعظ کرے گا اور لوگ اس کے وعظ سے نفع حاصل کریں گے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں موتی ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اگر اس کی بیوی حاملہ نہیں ہے تو وہ لونڈی کو خریدے گا۔ اگر کوئی غیر شادی اسی قسم کا خواب دیکھے تو یہ اس کی شادی کی طرف اشارہ ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ سمندر سے بکثرت موتی نکال رہا ہے جن کا وزن کیا جا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کو کسی ایسے آدمی سے بہت سا مال حاصل ہوگا جو سمندر سے منسوب ہوگا۔ جاماسب نے کہا ہے کہ اگر کسی آدمی نے خواب میں دیکھا کہ وہ موتیوں کو گن رہا ہے تو یہ اس شخص کے مصیبت میں مبتلا ہونے کی طرف اشارہ ہے اور اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ اسے موتی دیئے جا رہے ہیں تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ اسے ریاست حاصل ہوگی اور اگر کسی شخص نے خواب میں موتیوں کو دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے خوشی حاصل ہوگی۔ خواب میں موتیوں کے ہار کو دیکھنا حسین و جمیل عورت پر دلالت کرتا ہے اور بعض اوقات خواب میں موتیوں کے ہار کو دیکھنا نکاح کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

خواص قزوینیؒ فرماتے ہیں کہ صدف کا لیپ کرنا وجع مفاصل اور نقرس کیلئے بے حد مفید ہے اور اگر سرکہ میں ملا کر استعمال کیا جائے تو نکسیر کیلئے فائدہ مند ہے۔ اس کا گوشت کتے کے کاٹنے میں مفید ہے۔ اگر صدف کو جلا کر دانتوں پر بطور منجن استعمال کیا جائے تو دانتوں کو مضبوط کرتا ہے اور چمکدار بنا دیتا ہے۔ اگر صدف کو سرمہ میں ملا کر آنکھوں میں لگایا جائے تو آنکھوں کے زخموں کیلئے مفید ہے اور اگر پڑبال اکھاڑ کر ان پر صدف کا برادہ مل دیا جائے تو دوبارہ اس جگہ پڑبال نہیں اگیں گے۔ آگ کے جلے ہوئے صدف کا لگانا بے حد فائدہ مند ہے۔ اگر صدف کا صاف ٹکڑا بچہ کے گلے میں لٹکا دیا جائے تو اس کے دانت آسانی کے ساتھ نکل آئیں

گے۔ اگر صدف کو پیس کر سونے والے کے چہرے پر ڈال دیا جائے تو وہ طویل مدت تک سوتا رہے گا۔ اگر صدف کو جاء شیر ما میں حل کر کے ناک پر لیپ کیا جائے تو نکسیر کو بند کر دے گا۔

تعبیر اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں صدف (یعنی سیپ) ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ جس کام کا اس نے ارادہ کیا ہے اس کو ترک کر دے خواہ وہ اس کے حق میں اچھا ہو یا برا ہو۔

الصدی

''الصدی'' یہ ایک معروف پرندہ ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں کہ یہ پرندہ مقتول کے سر سے پیدا ہوتا ہے اور مقتول کے اردگرد چیختا رہتا ہے جب تک کہ قاتل سے بدلہ نہ لے لیا جائے اور یہ پرندہ کہتا ہے ''اسقونی اسقونی'' (مجھے پلاؤ مجھے پلاؤ)

اسی طرح کہا جاتا ہے الصادی سے مراد ''الو'' ہے۔ اس کی جمع کے لئے اصداء کا لفظ مستعمل ہے۔ اس پرندہ کو ابن الجبل' ابن طود اور بنات رضوی بھی کہا جاتا ہے۔ عدلیس عبدی نے کہا ہے کہ الصدی سے مراد وہ پرندہ ہے جو رات کے وقت پرواز کرتا ہے لیکن لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ جندب ہے حالانکہ یہ صدی ہوتا ہے۔ پس جندب پرندہ صدی سے چھوٹا ہوتا ہے۔ ''الصدی'' کا معنی آواز اور بازگشت بھی ہے جیسا کہ باب الباء اور باب الزا میں صاحب لیلی الاخیلیۃ کا یہ شعر گزر چکا ہے۔

ولو أن لیلی الاخیلیة سلمت علی ودونی جندل وصفائح

''اور لیلی اخیلیہ مجھے سلام کرے اور میرا یہ حال ہو کہ میں چٹان اور بڑے پتھر کے ماوراء یعنی قبر میں ہوں۔''

لسلمت تسلیم البشاشة أوزقا الیها صدی من جانب القبر صائح

''تو میں خوشی کے ساتھ اس کے سلام کا جواب دوں گا یا اس کی طرف قبر کی طرف سے صدی چہچہائے گا۔''

الصدی اس آواز کو کہتے ہیں جو پہاڑ سے ٹکرا کر واپس آئے۔ ابوالمحاسن بن شواء نے ایسے شخص کے متعلق جو راز کو نہ چھپا سکے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

لی صدیق غدا وإن کان لا ینطق الابغیبة أومحال

''میرا ایک ایسا دوست ہے جو غیبت اور گمراہی کے علاوہ کوئی بات نہیں کرتا۔''

اشبه الناس بالصدی ان تحدثه حدیثاً اعاده فی الحال

''یہ لوگوں میں صدی سے زیادہ مشابہ ہے کیونکہ اگر تو اسے کوئی راز کی بات بتا دے تو یہ اس کو لوگوں کے سامنے بیان کر دے گا۔''

اہل عرب کہتے ہیں ''صم صداہ وأصم اللہ صداہ'' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کر دے۔ اس لئے کہ آدمی جب مر جاتا ہے تو اس کی بازگشت نہیں سنی جاتی۔

پس حجاج بن یوسف نے حضرت انس بن مالکؓ کو کہا تھا ''ایاک عنی اصم اللہ صداک'' پس امیر المومنین نے اس گستاخی پر حجاج کو خوب ڈانٹا تھا۔

حضرت علی بن زید بن جدعان سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت انسؓ حجاج بن یوسف ثقفی کے دربار میں داخل ہوئے اور حجاج بہت جابر وظالم تھا۔ پس حجاج نے حضرت انسؓ کو کہا کہ اے خبیث بوڑھے تو فتنوں کی آگ بھڑکاتا ہے اور کبھی ابوتراب کے ساتھ ہو جاتا ہے اور کبھی ابن زبیرؓ کے ساتھ ہو جاتا ہے اور کبھی ابن الاشعث کا ساتھی بن جاتا ہے اور کبھی ابن الجارود کی مدح شروع کر دیتا ہے۔ اللہ کی قسم کسی دن میں تیری گوہ کی کھال اتارلوں گا اور تجھے اس طرح اکھاڑ دوں گا جیسے درخت سے گوند کو اکھاڑ لیا جاتا ہے اور تجھے اس طرح جھاڑ دوں گا جیسے کانٹے دار درخت کے پتے جھاڑ دیئے جاتے ہیں۔ ایسے شریر لوگ جو بخیل بھی ہیں اور منافق بھی ان پر میں بہت متعجب ہوتا ہوں۔ پس حضرت انسؓ نے فرمایا کہ آپ یہ الفاظ کس کو سنا رہے ہیں؟ پس حجاج نے کہا میں تجھ ہی سے مخاطب ہوں' اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے۔ (نعوذ باللہ من ذالک) علی بن زید کہتے ہیں کہ جب حضرت انسؓ حجاج کے دربار سے باہر نکلے تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم اگر میرا لڑکا میرے ساتھ نہ ہوتا تو میں اس کو ضرور جواب دیتا۔ پھر حضرت انسؓ نے عبدالملک بن مروان کی طرف خط لکھا اور اس میں سارے واقعہ کا تذکرہ کیا۔ پس عبدالملک نے حجاج کی طرف خط لکھا اور اسمعیل بن عبداللہ بن ابی المہاجر جو بنی مخزوم کے غلام تھے' کے ہاتھ یہ خط روانہ کیا۔ پس اسماعیل خط لے کر حجاج کی بجائے حضرت انسؓ کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ جو حجاج نے آپ کے ساتھ رویہ اختیار کیا ہے اس پر امیر المومنین نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے اور میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ خلیفہ کی نگاہ میں جو حجاج کی قدر ومنزلت ہے وہ کسی اور کی نہیں۔ تحقیق امیر المومنین نے حجاج کو لکھا ہے کہ وہ آپ کے پاس آئے لیکن میری یہ رائے ہے کہ آپ خود حجاج کے پاس تشریف لے جائیں۔ پس وہ آپ سے معافی مانگے گا اور جب آپ اس کے پاس سے واپس ہوں گے تو وہ آپ کے مقام ومرتبہ کو پہچانے گا اور اس کی نگاہ میں آپ کی وقعت ہوگی۔ پھر اس کے بعد اسماعیل حجاج کے پاس گئے اور اسے عبدالملک کا خط دیا۔ پس حجاج نے خط پڑھا تو اس کا چہرہ متغیر ہو گیا اور وہ اپنے چہرہ سے پسینہ پونچھنے لگا اور کہنے لگا کہ امیر المومنین کی اللہ مغفرت فرمائے۔ میں نہیں سمجھتا کہ امیر المومنین میرے بارے میں اس قدر سخت رائے اپنا لیں گے۔ اسماعیل کہتے ہیں کہ پھر حجاج نے وہ خط میری طرف پھینک دیا اور اس نے یہ سمجھا کہ میں نے یہ خط پڑھ لیا ہے۔ پھر اس نے کہا مجھے انسؓ کے پاس لے چلو۔ پس میں نے کہا بلکہ وہ خود آپ کے پاس تشریف لائیں گے اللہ آپ کی اصلاح فرمائے۔ پس میں حضرت انسؓ کے پاس آیا اور میں نے کہا آپ حجاج کے پاس تشریف لے چلیں۔ پس حضرت انسؓ حجاج کے پاس تشریف لائے تو حجاج خوش ہو گیا اور اس نے کہا اے ابوحمزہ آپ نے میری ملامت میں جلدی کی جو تکلیف آپ کو میری طرف سے پہنچی ہے وہ کسی دشمنی یا کینہ کی بناء پر نہیں بلکہ اہل عراق کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا غلبہ اور اس کی حجت قائم رہے۔ نیز آپ کے ساتھ میرا یہ سلوک اس لئے تھا تاکہ عراق کے فساق اور منافق اس بات کو جان لیں کہ جب سیاست میں آپ جیسی شخصیت کی میں توہین کرسکتا ہوں تو اہل عراق کی تو میں بدرجہ اولیٰ بے عزتی کرسکتا ہوں۔ پس میں آپ سے معافی طلب کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ آپ مجھ سے راضی ہو جائیں۔ پس حضرت انسؓ نے فرمایا کہ میں نے آپ کی شکایت کرنے میں جلدی نہیں کی۔ یہاں تک کہ عام وخواص میں اس بات کی شہرت نہ ہوگئی اور میرے کانوں نے آپ کی زبان سے اپنے آپ کو شریر نہیں سن لیا۔ اس وقت تک میں نے امیر المومنین کو خط نہیں لکھا۔ آپ نے ہمیں شریر سمجھا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ہمیں انصار فرمایا ہے۔ آپ نے خیال کیا کہ میں بخیل ہوں۔ حالانکہ ہم اپنے نفسوں پر

دوسروں کو ترجیح دینے والے ہیں۔ آپ نے خیال کیا کہ میں اہل نفاق سے ہوں حالانکہ ہم وہ لوگ ہیں جو دارالسلام (مدینہ منورہ) میں مہاجرین کی آمد سے قبل قرار پکڑے ہوئے ہیں۔ آپ نے اپنے خیال میں مجھے اہل عراق کیلئے اس امر کا ذریعہ بنانا چاہا کہ وہ آپ کے ان افعال کو حلال سمجھیں جو اللہ کے نزدیک حرام ہیں حالانکہ آپ کے اور ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ فیصلہ کرنے والا ہے۔ وہ نیک کام سے راضی اور برے کام سے ناراض ہوتا ہے۔ بندوں کی سزا و جزا اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ برائی کا بدلہ برائی سے اور نیکی کا بدلہ نیکی سے دیتا ہے۔ پس اللہ کی قسم اگرچہ نصاریٰ مشرک و کافر ہیں لیکن اگر وہ کسی ایسے شخص کو دیکھ لیتے جس نے ایک دن بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت کی ہے تو وہ اس کی تعظیم و تکریم کرتے۔ پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال تک خدمت کی ہے لیکن آپ نے میری اس خدمت کا بھی لحاظ نہیں کیا۔ پس اگر ہمیں آپ کی طرف سے کوئی بھلائی ملے گی تو ہم اس پر آپ کا شکریہ ادا کریں گے اور اگر آپ کی طرف سے برائی پہنچے گی تو ہم صبر کریں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے نجات کی کوئی صورت پیدا فرمادے۔ راوی کہتے ہیں کہ عبدالملک نے حجاج کو یہ خط لکھا تھا۔ امابعد! تو ایسا شخص ہے جو اپنے معاملات میں حد سے بڑھ گیا ہے۔ اے انگور کی گٹھلی چبانے والی عورت کے بیٹے! اللہ کی قسم میں نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ تجھے اس طرح بھنبھوڑوں گا جیسے شیر لومڑیوں کو بھنبھوڑتا ہے اور تجھے اس قدر تنگ کروں گا کہ تو آرزو کرے گا کہ تو اپنی ماں کے پیٹ سے زحمت کے ساتھ نکلا تھا۔ تحقیق جو برتاؤ تو نے حضرت انسؓ کے ساتھ کیا ہے اس کی خبر مجھے پہنچی ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ تو اس طرز عمل سے امیرالمومنین کا امتحان لینا چاہتا ہے اور تو یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ اگر امیرالمومنین میں غیرت نہیں تو مزید ایسی حرکت کرے۔ پس تجھ پر اور تیرے آباؤ اجداد پر اللہ کی لعنت ہو جو آنکھوں سے چوندھے تھے اور جن کی پلکیں ملی ہوئی اور پنڈلیاں باریک تھیں۔ کیا تو اپنے آباؤ اجداد کی حیثیت کو جو انہیں طائف میں حاصل تھی، بھول گیا ہے وہ کس قدر ذلیل تھے اور وہ اپنی زمین میں لوگوں کے لئے اپنے ہاتھوں سے کنویں کھودتے تھے اور اپنی پشتوں پر پتھر لاد کر لاتے تھے۔ پس جب تیرے پاس میرا یہ خط پہنچے تو تو اس کو پڑھ لے اور اس کے بعد کسی کام کو ہاتھ نہ لگانا۔ یہاں تک کہ حضرت انسؓ سے ملاقات کر کے معذرت نہ کرلے۔ پس اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تجھ پر ایسے شخص کو امیر بنادوں گا جو تجھے کمر کے بل گھسیٹتا ہوا حضرت انسؓ کے پاس لے جائے گا اور وہی پھر تیرے متعلق فیصلہ فرمائیں گے اور امیرالمومنین پر تیرے حالات پوشیدہ نہیں ہیں اور ہر خبر کے وقوع کا ایک وقت ہے اور عنقریب تجھے معلوم ہوجائے گا۔ پس تم امیرالمومنین کے خط کی مخالفت نہ کرنا اور حضرت انسؓ اور ان کے بیٹے کا اکرام کرنا ورنہ میں تجھ پر ایسے شخص کو مسلط کردوں گا جو تیرا ستر کھول دے گا اور تیرے دشمنوں کو تجھ پر ہنسنے کا موقع فراہم کرے گا۔ والسلام۔ حضرت انسؓ کی وفات بصرہ میں ۹۱ھ یا ۹۲ھ یا ۹۳ھ میں ہوئی اور یہ بصرہ میں وفات پانے والے آخری صحابی ہیں۔

اَلصُّرَاخُ

''اَلصُّرَاخُ'' (بروزن کتان) اس سے مراد مور ہے۔ عنقریب انشاء اللہ باب الطاء میں اس کا تفصیلی تذکرہ آئے گا۔

صرار اللیل

''صرار اللیل'' اس سے مراد جھینگر ہے۔ تحقیق ''باب الجیم'' میں لفظ ''الجدجد'' کے تحت اس کا تذکرہ کیا جاچکا ہے۔ جھینگر ٹڈی سے بڑا ہوتا ہے۔ بعض اہل عرب اسے ''صدیٰ'' بھی کہتے ہیں۔

اَلصُّرَاحُ

''اَلصُّرَاحُ'' (بروزن رمان) اہل عرب کے نزدیک یہ ایک مشہور پرندہ ہے جس کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

اَلصُّرَدُ

''اَلصُّرَدُ'' اس سے مراد لٹورا ہے۔ شیخ ابوعمرو اور ابن الصلاح نے کہا ہے کہ یہ ایک مہمل حرف ہے جو جعل کے وزن پر ہے۔ اس کی کنیت کیلئے ابوکثیر کا لفظ مستعمل ہے۔ یہ ایک پرندہ ہے جو چڑیوں سے بڑا ہوتا ہے اور چڑیوں کا شکار کرتا ہے۔ اس کی جمع کیلئے ''صردان'' کا لفظ مستعمل ہے۔ یہ پرندہ چتکبرا ہوتا ہے یعنی اس کے جسم کا نصف حصہ سفید اور نصف حصہ سیاہ ہوتا ہے۔ اس پرندے کا سر موٹا ہوتا ہے اور اس کی چونچ لمبی ہوتی ہے۔ نیز اس کے پنجے بھی بہت بڑے ہوتے ہیں۔ یہ درختوں پر ایسی جگہ بیٹھتا ہے جہاں عموماً کوئی نہ پہنچ سکتا ہو۔ یہ پرندہ بہت زیادہ شریر اور شدید نفرت رکھنے والا ہے۔ اس کی غذا گوشت ہے۔ یہ پرندہ مختلف آوازوں کا علم رکھتا ہے۔ پس جب یہ کسی پرندے کا شکار کرنا چاہتا ہے تو اسی جیسی آواز نکالتا ہے تو وہ پرندہ اس کے قریب آجاتا ہے۔ پس جب اس کے پاس مختلف قسم کے پرندے جمع ہوجاتے ہیں تو یہ ان میں سے کسی ایک پر شدید حملہ کرتا ہے اور ایک ہی لحہ میں اپنی چونچ سے اس کی کھال کو پھاڑ دیتا ہے اور اسے کھا جاتا ہے۔ اس کی جائے سکونت درخت اور بلند و بالا عمارتیں ہیں۔

فائدہ علامہ ابوالفرج ابن الجوزیؒ نے اپنی کتاب ''المدہش'' میں اللہ تعالیٰ کے اس قول ''وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتَاهُ'' (اور حضرت موسیٰ نے جب اپنے نوجوان ساتھی سے کہا) کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ ضحاکؒ اور مقاتلؒ کی روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب تورات کا مطالعہ کر کے اس کے تمام احکامات معلوم کر لئے تو کسی سے گفتگو کئے بغیر اپنے دل میں کہنے لگے کہ زمین میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو علم میں مجھ سے برتر ہو۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رات کو خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برسا رہا ہے۔ یہاں تک کہ مشرق و مغرب تک تمام زمین میں پانی ہی پانی ہوگیا۔ پس پھر دیکھا کہ سمندر پر ایک قناۃ ہے جس پر ایک لٹورا بیٹھا ہوا ہے اور وہ اپنی چونچ میں آسمان سے برسنے والے اس پانی کو چونچ میں بھر کر لاتا ہے جس نے زمین کو غرقاب کر دیا تھا اور پھر اس پانی کے قطرہ کو سمندر میں ڈال دیتا ہے۔ پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے تو گھبرا گئے۔ پس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمانے لگے۔ اے موسیٰ میں آپ کو خوفزدہ محسوس کر رہا ہوں۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو اپنا خواب سنایا۔ پس حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ یہ سمجھتے تھے کہ زمین پر آپ سے زیادہ کوئی عالم نہیں ہے۔ حالانکہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو آپ سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے اور اس کے اور آپ کے علم میں وہی نسبت ہے جو سمندر کے پانی اور لٹورے کی چونچ کے پانی میں ہے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اے جبرائیلؑ وہ بندہ کون ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا وہ حضرت خضر بن عامیل ہیں جو ولد الطیب یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اسے کہاں تلاش کروں؟ پس جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کو سمندر کے پس پشت تلاش کیجئے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے ان کا پتہ کون بتائے گا؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا آپ کے زادراہ میں سے کوئی چیز آپ کی راہنمائی کرے گی۔ راوی کہتے ہیں (یعنی ابن عباس، ضحاک اور مقاتل وغیرہ) کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کا اس قدر اشتیاق ہوا کہ آپ کسی کو اپنی قوم میں نائب بنائے بغیر حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں چل دیئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نوجوان ساتھی یوشع بن نون سے فرمایا کہ کیا آپ میرے ساتھ چل سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جاؤ اور زادراہ کا انتظام کرو۔ پس یوشع گئے اور زادراہ کیلئے تلی ہوئی نمکین مچھلی اور چند روٹیاں ناشتہ دان میں رکھ کر لائے اور پھر وہ دونوں سمندر کی طرف چل دیئے۔ یہاں تک کہ راستہ میں کبھی پانی اور کبھی خشکی پر چلنے کی وجہ سے دونوں تھک گئے اور آہستہ آہستہ ایک پتھر کے قریب پہنچ گئے جو بحر آرمینیہ کے عقب میں پڑا تھا۔ اس پتھر کو قلعۃ الحرس کہا جاتا تھا۔ پس وہ دونوں (یعنی حضرت موسیٰ اور یوشع بن نونؑ) اس پتھر کے قریب آئے۔ پس موسیٰ علیہ السلام وضو کے لئے چل پڑے اور ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں ایک جنتی چشمہ تھا۔ پس آپ نے اس سے وضو کیا اور جب واپس ہوئے تو آپ کی ڈاڑھی مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ڈاڑھی بہت خوبصورت تھی کہ اس کی مثل کسی اور کی ڈاڑھی نہیں تھی۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے ڈاڑھی کو صاف کرنا شروع کیا تو ایک قطرہ تلی ہوئی مچھلی پر بھی گر گیا۔ اس جنتی چشمہ کے پانی کی یہ خاصیت ہے کہ جس مردہ چیز پر پڑتا ہے اسے زندہ کر دیتا ہے۔ پس وہ مچھلی زندہ ہوگئی اور سمندر کی طرف چل پڑی۔ پس وہ مچھلی سمندر میں جس راستے پر گئی تھی اس راستے پر خشکی کی ایک سرنگ بنتی گئی۔ حضرت یوشعؑ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مچھلی کا تذکرہ کرنا بھول گئے۔ پس جب حضرت موسیٰ اور یوشع اس پتھر سے جہاں ٹھہرے ہوئے تھے آگے بڑھے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نوجوان ساتھی سے کہا کہ ہمارا ناشتہ لاؤ۔ پس اس وقت حضرت یوشع کو مچھلی کا معاملہ یاد آیا۔ پس یوشع نے حضرت موسیٰؑ کے سامنے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہم اسی کی تلاش میں تھے۔ پس وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات پر واپس لوٹے۔ پس اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے پانی کو حکم دیا۔ پس پانی منجمد ہوگیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام کے قدموں کے موافق ایک سرنگ بن گئی اور دونوں نے اس میں چلنا شروع کر دیا اور وہ زندہ مچھلی ان کے آگے آگے چلتی رہی۔ یہاں تک کہ وہ خشکی کی طرف نکل گئی۔ پس یہ مچھلی خشکی پر پیچھے ہی چل رہی تھی کہ آسمان سے آواز آئی کہ یہ راستہ ابلیس کے تخت کی طرف جاتا ہے۔ پس تم دائیں طرف کا راستہ اختیار کرو۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام دائیں جانب مڑ گئے اور چلنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک بڑی چٹان کے قریب پہنچے جس پر ایک مصلیٰ بچھا ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ وہ پاکیزہ جگہ ہے۔ ممکن ہے کہ وہ نیک آدمی اسی جگہ رہتے ہوں۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت یوشع علیہ السلام سے یہ گفتگو کر رہے تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام تشریف لے آئے اور جب آپ اس جگہ پہنچے تو وہ جگہ سرسبز

وشاداب ہوگئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ''السلام علیک یا خضر'' پس حضرت خضر علیہ السلام نے کہا ''وعلیکم السلام یا موسیٰ یا نبی اسرائیل'' پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ کو میرا نام کیسے معلوم ہوگیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کا نام اس نے مجھے بتایا ہے جس نے آپ کو مجھ تک پہنچنے کا راستہ بتا دیا ہے۔ پھر اس کے بعد وہ واقعات پیش آئے جن کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ تحقیق ہم نے اس کا تفصیلی تذکرہ ''باب الحاء'' میں ''الحوت'' کے تحت کر دیا ہے اور ہم نے حضرت خضر علیہ السلام کے نام و نسب اور نبوت کے اختلاف کو بھی ''باب الخاء'' میں نقل کیا ہے۔ قرطبیؒ نے فرمایا ہے کہ اس پرندہ کو ''الصرد الصوام'' (روزہ رکھنے والا لٹورا) بھی کہا جاتا ہے۔

صرد کے متعلق ایک موضوع روایت

معجم عبدالغنی بن قانع میں مذکور ہے کہ ابوغلیظ امیہ بن خلف جمحی کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا۔ اس حال میں کہ میرے ہاتھ میں ایک الصرد (یعنی لٹورا) تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ پہلا پرندہ ہے جس نے روزہ رکھا تھا اور یہ بھی مروی ہے کہ یہ وہ پہلا پرندہ ہے جس نے عاشوراء کا روزہ رکھا تھا۔ حافظ ابوموسیٰ نے اس روایت کو انہی الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے لیکن یہ حدیث اپنے راوی کے نام کی طرح غلیظ ہے۔ حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جن کو قاتلین حسینؓ نے گھڑا تھا۔ اس روایت کو عبداللہ بن معاویہ بن موسیٰ نے بھی ابوغلیظ سے روایت کیا ہے کہ ابوغلیظ کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اس حال میں کہ میرے ہاتھ میں لٹورا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ پہلا پرندہ ہے جس نے عاشوراء کا روزہ رکھا تھا۔ یہ حدیث باطل ہے اور اس کے جملہ راوی مجہول ہیں۔

فائدہ کہا جاتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ کی تعمیر کے لئے شام سے روانہ ہوئے تو آپ کے ہمراہ ''السکینۃ'' اور الصرد تھے۔ پس الصرد خانہ کعبہ کی جگہ اور السکینۃ خانہ کعبہ کی مقدار کی تعیین پر مامور تھا۔ پس جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی جگہ پہنچے تو السکینۃ خانہ کعبہ کی جگہ بیٹھ گئی اور آواز دی کہ اے ابراہیمؑ جہاں تک میرا سایہ پڑ رہا ہے وہاں تک بیت اللہ کی تعمیر فرمائیں۔ مفسرین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کی جگہ کو باقی زمین سے ایک ہزار سال پہلے پیدا فرمایا۔ پس یہ خطہ پانی پر ایک جھاگ کی شکل میں تیر رہا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کے نیچے زمین کو بچھا دیا۔ پس جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت آدم علیہ السلام زمین پر اترے تو آپ پر وحشت طاری ہوگئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے شکایت کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے بیت المعمور کو زمین پر نازل کیا جو جنت میں یاقوت کا بنا ہوا تھا اور اس میں سبز زبرجد کے دو دروازے تھے۔ ایک دروازہ مشرق کی طرف ایک دروازہ مغرب کی طرف لگا ہوا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے اسی جگہ رکھ دیا جہاں بیت اللہ قائم ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس کا اسی طرح طواف کیا، کر جیسے کہ آسمان پر میرے عرش کا طواف کیا کرتا تھا اور اس کے پاس اسی طرح نماز پڑھ جس طرح میرے عرش کے پاس نماز ادا کیا کرتا تھا۔ پس اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حجر اسود کو نازل کیا جو دودھ سے زیادہ سفید تھا لیکن زمانہ جاہلیت میں حیض والی عورتوں کے چھونے سے اس کا رنگ سیاہ ہوگیا۔ پس حضرت آدم علیہ السلام ارض ہند سے مکہ مکرمہ کی طرف پیدل روانہ ہوئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو مقرر کر دیا تاکہ حضرت آدم علیہ السلام کی بیت اللہ کے راستے کی طرف رہنمائی کرے۔

پس حضرت آدم علیہ السلام نے مناسک حج ادا کیے۔ پس جب حج سے فارغ ہوئے تو فرشتوں سے ملاقات کی۔ فرشتوں نے کہا اے آدم! اللہ تعالیٰ آپ کے حج کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ تحقیق ہم نے اس گھر یعنی بیت اللہ کا آپ سے دو ہزار قبل طواف کیا تھا۔ روایات میں مذکور ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ارض ہند سے مکہ مکرمہ کی طرف پیدل جا کر چالیس مرتبہ حج فرمایا۔ پس بیت المعمور طوفان نوح تک زمین پر ہی رہا۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے چوتھے آسمان پر اٹھالیا اور جبرائیل کو بھیجا تا کہ وہ حجر اسود کو جبل ابی قیس میں رکھ دے۔ اس لئے کہ حجرِ اسود طوفان سے محفوظ رہے۔ پس بیت اللہ کی جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے تک خالی رہی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ خانہ کعبہ کی تعمیر کرو اور اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی پیدا ہو چکے تھے۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ اس جگہ کو واضح کر دے جہاں بیت اللہ کی تعمیر کی جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ''السکینۃ'' کو بھیجا تا کہ وہ بیت اللہ کی تعمیر کی جگہ بتائے۔

السکینۃ ایک ہوائی جسم ہے جس کے دو سر ہیں جو سانپ کے مشابہ ہوتے ہیں۔ بعض اہل علم کے نزدیک ''السکینۃ'' سے مراد چمکدار گھومنے والی ہوا ہے جس کا سر اور دم بلی کے سر اور دم کے مشابہ ہوتا ہے اور اس کا ایک بازو زبرجد کا اور دوسرا بازو مروارید کا ہوتا ہے اور اس کی آنکھیں چمکدار ہوتی ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ ''السکینۃ'' ایک تیز ہوا ہے جس کے دو سر ہوتے ہیں اور اس کا چہرہ انسانی چہرہ کی طرح ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ بیت اللہ کی تعمیر اس جگہ کی جائے جہاں ''السکینۃ'' ٹھہر جائے۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام ''السکینۃ'' کے پیچھے پیچھے چلے۔ یہاں تک کہ جب وہ دونوں مکہ پہنچے تو السکینۃ بیت اللہ کی جگہ پر اس طرح کنڈلی مار کر بیٹھ گئی جیسے سانپ کنڈلی مار کر بیٹھتا ہے۔ حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ سے اسی طرح مروی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بادل کے ٹکڑے کو خانہ کعبہ کی جگہ کی تعیین کیلئے بھیجا۔ پس وہ بادل کا ٹکڑا چلا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے سائے میں چلتے رہے۔ یہاں تک کہ جب مکہ مکرمہ قریب آیا تو بادل کا ٹکڑا بیت اللہ کی جگہ ٹھہر گیا۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آواز دی گئی کہ بادل کے ٹکڑے کے سائے کے نیچے بیت اللہ کی تعمیر کرو نہ اس میں کمی کرو اور نہ اس میں زیادتی کرو۔ بعض روایات میں مذکور ہے صرد (لٹورا) نے بیت اللہ کی جگہ کی طرف رہنمائی کی تھی جیسے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر لا کر دیتے تھے۔ پس خانہ کعبہ کی تعمیر پانچ پہاڑوں (طور سینا، جبل زیتون، جبل لبنان جو ملک شام میں ہے، جبل جودی جو جزیرۃ کا پہاڑ ہے، جبل حراء جو مکہ میں واقع ہے) کے پتھروں سے بیت اللہ کی تعمیر کی گئی۔ نیز جبل حراء سے خانہ کعبہ کی بنیاد بنائی گئی اور باقی پہاڑوں کے پتھروں سے بیت اللہ کی دیواریں بلند کی گئیں۔ پس جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حجر اسود کی جگہ تک بیت اللہ کی تعمیر مکمل کر لی تو اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا میرے پاس ایک بہترین پتھر لاؤ جو لوگوں کے لئے بطور علامت برقرار رہے۔ پس حضرت اسماعیل ایک پتھر لائے۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اس سے بھی اچھا پتھر لاؤ۔ پس حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر کی تلاش میں نکلے تو جبل ابو قیس سے آواز آئی کہ اے ابراہیم تیرے لئے میں نے ایک امانت رکھی ہے۔ پس تو اس کو لے لے۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام حجر اسود کو لائے اور اسے اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر فرمائی تھی اور خانہ کعبہ طوفان نوح

میں منہدم ہو گیا تھا۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ یہاں تک کہ انہوں نے بیت اللہ کی تعمیر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاھِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ" (اور یاد کرو اس وقت کو جب ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی بنیادوں کو اٹھایا یعنی تعمیر کی) القواعد کا واحد قاعدہ ہے اس کا مطلب بنیادوں کو اٹھانا ہے۔

الحکم الصرد (لٹورا) کا گوشت حرام ہے۔ اس کی دلیل ابن ماجہ اور ابوداؤد کی وہ روایت ہے جسے عبدالحق نے صحیح قرار دیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کی مکھی، چیونٹی، ہدہد اور الصرد (لٹورا) کے قتل سے منع فرمایا ہے۔

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ حدیث میں قتل سے منع کرنا اس کی حرمت کی دلیل ہے۔ نیز لٹورا کی حرمت اس وجہ سے بھی ہے کہ اہل عرب اس کی آواز اور صورت سے بدشگونی لیتے تھے۔ بعض اہل علم کے نزدیک لٹورا کا کھانا حلال ہے۔ اس لئے کہ امام شافعیؒ نے محرم پر اس کے قتل کرنے کی وجہ سے جزا واجب قرار دی ہے۔

امام مالکؒ کا بھی یہی قول ہے۔ علامہ قاضی ابوبکر بن عربی فرماتے ہیں کہ حدیث میں لٹورے کے قتل کی ممانعت اس کی حرمت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب اس سے بدشگونی لیتے تھے اور حدیث میں لٹورے کے قتل سے اس لئے روکا گیا ہے تاکہ اہل عرب کے دل اس فاسد عقیدہ سے خالی ہو جائیں۔ عبادی نے الطبقات میں اسی طرح نقل کیا ہے۔

ایک عجیب واقعہ منصور بن حسین الآبی نے "نثر الدرر" میں لکھا ہے کہ ایک اعرابی کے لڑکے نے سفر کیا۔ پھر جب وہ واپس آیا تو اس کے باپ نے اس سے کہا تو نے راستہ میں کیا دیکھا۔ اس نے کہا کہ میں پانی پینے کے لئے ایک مشک کے قریب گیا تو صرد چیخنے لگا۔ پس والد نے کہا کیا تو نے اس کو چھوڑ دیا تھا اور اگر تو نے ایسا نہیں کیا تو تو میرا بیٹا نہیں ہے۔ بیٹے نے کہا میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ لڑکے نے کہا اس کے بعد میری پیاس کی شدت میں اضافہ ہو گیا تو میں دوسری مرتبہ پانی پینے کے لئے مشک کے پاس آیا تو صرد (لٹورا) چیخنے لگا۔ پس باپ نے کہا کیا تو نے اس کو چھوڑ دیا اور اگر تو نے ایسا نہیں کیا تو تو میرا بیٹا نہیں ہے۔ بیٹے نے کہا کہ میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ لیکن اس کے بعد میری پیاس کی شدت اور بڑھ گئی۔ پس میں تیسری مرتبہ مشک کے پاس پانی پینے کیلئے آیا تو لٹورا چیخنے لگا۔ پس باپ نے کہا کہ کیا تو نے اس مشک کو اپنی تلوار سے پھاڑ دیا تھا اور اگر تو نے ایسا نہیں کیا تو تو میرا بیٹا نہیں ہے۔ پس لڑکے نے کہا میں نے ایسا ہی کیا تھا۔ پس باپ نے کہا کیا تو نے اس کے اندر سانپ کو دیکھا؟ لڑکے نے کہا ہاں۔ پس باپ نے کہا اللہ اکبر۔

منصور بن حسین الآبی کہتے ہیں کہ ایک اعرابی کے بیٹے نے سفر کیا۔ پھر جب وہ واپس اپنے والد کی طرف آیا تو اس نے کہا مجھے خبر دو کہ تم نے راستے میں کیا دیکھا۔ بیٹے نے کہا کہ میں نے ایک ٹیلہ پر دیکھا کہ ایک صرد (لٹورا) بیٹھا ہوا ہے۔ باپ نے کہا کیا تو نے صرد کو وہاں سے اڑایا اگر ایسا نہیں کیا تو میں تیرا باپ نہیں ہوں۔ بیٹے نے کہا میں نے ایسا ہی کیا۔ پس باپ نے کہا پھر کیا ہوا؟ لڑکے نے کہا پھر وہ درخت سے اڑ کر ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ پس باپ نے کہا کیا تو نے اس پتھر کو پلٹ کر دیکھا۔ اگر تو نے ایسا نہیں کیا تو میں تیرا باپ نہیں ہوں۔ پس لڑکے نے کہا ہاں میں نے ایسا ہی کیا۔ باپ نے کہا مجھے دے دو میرا حصہ جو تم نے اس پتھر کے نیچے سے پایا ہے اور اس پتھر کے نیچے سے لڑکے نے خزانہ حاصل کیا تھا۔ پس لڑکے نے حاصل شدہ خزانے میں سے اپنے باپ کو بھی اس کا ایک حصہ دے دیا۔

تعبیر | الصرد (لٹورا) کو خواب میں دیکھنا ریاکار شخص کی طرف اشارہ ہے یا اس کی تعبیر ایسے شخص سے دی جاتی ہے جو دن میں لوگوں کے سامنے خشوع کا اظہار کرے اور رات کو فسق و فجور کے کام کرے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ الصرد کو خواب میں دیکھنا ایسے ڈاکو پر دلالت کرتا ہے۔ جس نے بہت سامال جمع کرلیا ہو اور وہ کسی سے اختلاط نہ کرے۔ (یعنی میل جول نہ رکھے۔)

الصرصر

''الصرصر'' اس کو ''الصرصار'' بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ٹڈی کے مشابہ ایک جانور ہے جو اکثر رات کے وقت چیختا ہے اسی لئے اس کا ایک نام ''صرار اللیل'' بھی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ جدجد کے مشابہ ہوتا ہے۔ جوہریؒ نے اس سے قبل اس کی تفسیر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''الجدجد'' سے مراد وہ جانور ہے جو رات کو چلاتا ہے۔ اس جانور کو اس کی آواز سے ہی تلاش کیا جاسکتا ہے۔ یہ مختلف رنگ کا ہوتا ہے۔

الحکم | اس کا گوشت کھانا حرام ہے۔

خواص | ابن سینا نے کہا ہے کہ قردمانہ کے ہمراہ اس کے گوشت کا استعمال بواسیر کے لئے بے حد مفید ہے اور زہریلے جانوروں کے زہر کے لئے بھی فائدہ مند ہے۔ اگر الصرصر کو جلا کر باریک پیس کر اصفہانی سرمہ میں حل کرکے آنکھوں میں لگایا جائے تو بینائی میں اضافہ ہوتا ہے۔ الصرصر کے گوشت کو گائے کے پتہ میں ملا کر بطور سرمہ آنکھوں میں استعمال کرنا آشوب چشم کے لئے بے حد مفید ہے۔

اَلصَّرصَرَانُ

''اَلصَّرصَرَانُ'' یہ ایک معروف مچھلی ہے جو بہت ملائم ہوتی ہے۔

اَلصَّعُبُ

''اَلصَّعُبُ'' اس سے مراد ایک چھوٹا پرندہ ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''صعاب'' کا لفظ مستعمل ہے۔

اَلصَّعُوَۃُ

''اَلصَّعُوَۃُ'' ایک پرندہ ہے جو چڑیا سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کے سر کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ امام احمدؒ نے ''کتاب الزہد'' میں مالک بن دینار کا یہ قول نقل کیا ہے کہ پرندوں کی مختلف اجناس کی طرح انسانوں میں بھی مختلف اشکال ہوتی ہیں۔ جیسے انسان اپنے ہم شکل کی طرف مانوس ہوتا ہے۔ اسی طرح پرندے بھی اپنے ہم جنس کی طرف مانوس ہوتے ہیں جیسے کوا' کوے سے' بطخ' بطخ سے' مولا' مولے سے' کبوتر' کبوتر سے' الفت و محبت رکھتا ہے۔ قاضی احمد بن محمد ارجانی جو العماد الاصبہانی کے استاد تھے ان کی وفات ۵۵۴ھ میں ہوئی۔ انہوں نے کیا خوب کہا ہے۔

لَوْ كُنْتُ اَجْهَلُ مَا عَلِمْتُ لَسَرَّنِیْ جَهْلِیْ كَمَا قَدْ سَاءَ نِیْ مَا أَعْلَمُ

''اگر میں اس کو بھول جاتا جو میں نے معلوم کیا تو میں مسرور ہوتا۔ اسی طرح جیسے جو کچھ میں نے جان لیا۔ اس سے مجھے تکلیف ہوئی۔''

كَالصَّعْوِ يَرْتَعُ فِی الرِّيَاضِ وَاِنَّمَا حُبِسَ الْهَزَارُ لِاَنَّهٗ يَتَكَلَّمُ

''جیسے صعوۃ پرندہ باغوں میں اپنی غذا حاصل کرتا ہے اور بلبل قید کر لی گئی ہے اس لئے کہ وہ بولتی ہے۔''

اَحَبُّ الْمَرْءِ ظَاهِرُهٗ جَمِيْلٌ'' لِصَاحِبِهٖ وَبَاطِنُهٗ سَلِيْمٌ''

''میں اس آدمی کو محبوب رکھتا ہوں جس کا ظاہر اپنے دوست کے لئے جمیل ہو اور اس کا باطن تمام عیوب سے پاک ہو۔''

مَوَدَّتُهٗ قَدُوْمٌ لِكُلِّ هَوْلٍ وَهَلْ كُلُّ مَوَدَّتُهٗ تَدُوْمُ

''اس کی دوستی ہر خوفناک حالت میں بھی ہمیشہ رہتی ہے اور کیا کوئی ایسا دوست ہے جس کی دوستی کو دوام (یعنی ہمیشگی) حاصل ہو۔''

یہ آخری شعر اگر معکوس یعنی اول کو آخر اور آخر کو اول کر کے پڑھا جائے تو اس میں لفظی معنوی تغیر نہیں ہوگا اور اس کا یہی معنی ہوگا جو اوپر مذکور ہے۔

قاضی احمد بن محمد ارجانی کے یہ اشعار بھی بہت عمدہ ہیں ؎

شَاوِرْ سِوَاكَ اِذَا نَابَتْكَ نَائِبَةٌ'' يَوْمًا وَاِنْ كُنْتَ مِنْ اَهْلِ الْمَشْوَرَاتِ

''پس تو مشورہ کر اپنے سوا کسی اور سے جب تو کسی دن مصیبت میں مبتلا ہو اگرچہ تیرا شمار مشورہ دینے والوں میں ہی کیوں نہ ہوتا ہو۔''

فَالْعَيْنُ تَلْقِی كِفَاحًا مَنْ دَنَا وَنَاءَ وَلَا تَرٰی نَفْسَهَا اِلَّا بِمِرْاٰةِ

''پس آنکھ ملاقات کرتی ہے ہر قریب اور دور والے سے اور آنکھ نہیں دیکھ سکتی اپنے نفس کو مگر آئینہ کے ساتھ۔''

یہ اشعار بھی قاضی احمد بن محمد ارجانی کے ہیں ؎

يَاَبَی الْعَذَارُ الْمُسْتَدِيْرُ بِخَدِّهٖ وَكَمَالُ بِهِجَةِ وَجْهِهِ الْمَنْعُوْتِ

''اس کے رخسار پر گھومے ہوئے بال اور اس کے باکمال چہرے کی بے پناہ چمک نے روک لیا۔''

فَكَاَنَّمَا هُوَ صُوْلَجَانُ زُمُرَّدٍ مُتَلَقِّفٍ كُرَّةً مِنَ الْيَاقُوْتِ

''پس گویا کہ وہ زمرد کی لاٹھی ہے جو یاقوت کی زمین پر پڑی ہوئی ہے۔''

اسی کے ہم معنی شعر ابن خلکان نے بھی نقل کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک دن العماد الکاتب تلمیذ القاضی اور قاضی فاضل کی ملاقات ہوئی اور قاضی فاضل گھوڑے پر سوار تھے۔ یہ بھی مروی ہے کہ ایک مرتبہ یہ دونوں شاہی جلوس میں اکٹھے ہو گئے تو اس وقت گھوڑوں کے کھروں سے غبار اس قدر اڑا کہ اس نے پوری فضا کو آلودہ کر دیا۔ پس عماد کاتب نے یہ اشعار پڑھے ؎

اَمَّا الْغُبَارُ فَاِنَّهٗ مِمَّا أَثَارَتْهُ السَّنَابِكُ

''یہ غبار وہی ہے جو شاہی گھوڑوں نے اپنے کھروں سے اڑایا تھا۔''

وَالْجَوُّ مِنْهُ مُظْلِمٌ لٰكِنْ أَنَارَبِهِ السَّنَابِکَ

''اور فضا اس گرد وغبار کی وجہ سے تاریک ہے لیکن گھوڑوں کے کھر گرد وغبار اڑانے کی وجہ سے بہت خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔''

یَادَهْرُلِیْ عَبْدُالرَّحِیْمِ فَلَسْتُ أَخْشِیْ مَسَّ نَابِکَ

''اے زمانے میرا مرجع عبدالرحیم ہے پس میں تیرے مصائب سے خوفزدہ نہیں ہوں۔''

شعر میں یہ تجنیس بہت ہی اچھی ہے۔ عماد کی وفات ۱۵ رمضان المبارک ۵۹۷ھ کو دمشق میں ہوئی اور ان کو مقابر صوفیہ میں دفن کیا گیا۔ قاضی فاضل کی وفات ۷ ربیع الثانی ۵۹۷ھ کو قاہرہ میں ہوئی اور ان کو ''سفح المقطم'' میں دفن کیا گیا۔

الحکم الصعوۃ کا شرعی حکم اور تعبیر وہی ہے جو چڑیا کی ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں۔ ''اَضْعَفُ مِنْ صَعْوَةٌ'' (فلاں صعوہ یعنی چھوٹے چڑے سے بھی زیادہ کمزور ہے۔) اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں ''فَلَانٌ'' اَضْعَفُ مِنْ وَصْعَةٍ'' (فلاں شخص مولے سے بھی زیادہ کمزور ہے۔)

اَلصُّفَّارِيَةُ

''اَلصُّفَّارِيَةُ'' (صاد پر پیش اور فاء کی تشدید کے ساتھ) اس سے مراد ایک پرندہ ہے جسے ''التبشیر'' بھی کہا جاتا ہے۔ تحقیق اس کا تذکرہ ''باب التاء'' میں ہو چکا ہے۔

اَلصَّفَرُ

''اَلصَّفَرُ'' کہا جاتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ انسان کے پیٹ میں پسلیوں کے کنارے پر ایک سانپ ہوتا ہے جو اسے اذیت دیتا ہے جب اسے بھوک محسوس ہوتی ہے اور یہ مرض متعدی ہے۔ پس اسلام نے اس برے عقیدہ کو باطل کر دیا۔ امام مسلمؒ نے یہ روایت اپنی کتاب مسلم میں نقل کی ہے۔ حضرت جابرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام میں متعدی امراض' بدشگونی' صفر' ہامہ اور غول وغیرہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور حدیث میں مذکور لاعدویٰ کے الفاظ کا معنی یہ ہے کہ چھوت کی کوئی حقیقت نہیں یعنی چھوت کے ذریعے ایک مرض دوسرے آدمی کو لگ جاتا ہے جیسا کہ خارش وغیرہ کے متعلق لوگوں کا وہم ہے۔

صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ ایک اعرابی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عدویٰ (یعنی چھوت) کی کوئی حقیقت نہیں۔ پس اگر تندرست اونٹ کے پاس ایک خارش زدہ اونٹ آ کر کھڑا ہو جاتا ہے تو تندرست اونٹ کو بھی خارش کا مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پہلا اونٹ جس سے دوسرے اونٹ کو خارش لگی ہے اس کو یہ خارش کی بیماری کہاں سے لگی تھی۔ (الحدیث) پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ متعدی امراض کی کوئی حقیقت نہیں۔ امراض تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں اور وہی شفا دینے والا ہے۔ تحقیق باب الھمزہ میں ''الاسد'' کے تحت

اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ نیز ''الطیرۃ'' کا معنی انشاء اللہ ''باب الطاء'' میں بیان ہوگا۔ پس حدیث میں لفظ ''الصفر'' مذکور ہے اس کے متعلق دو تاویلیں کی گئی ہیں۔ پہلی تاویل یہ ہے کہ ''الصفر'' سے مراد ''النسی'' (یعنی آگے پیچھے کر لینا) ہے۔ اہل عرب حرمت والے مہینوں کو آگے پیچھے کر لیتے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کا یہی قول ہے۔

''اَلصَّفَرُ'' کے متعلق دوسری تاویل یہ ہے کہ اس سے مراد وہی پیٹ میں پسلیوں کے کنارے پائے جانے والے سانپ کا عقیدہ ہے جو اہل عرب میں رائج تھا۔ امام نوویؒ نے الصفر کی یہی تفسیر کی ہے اور اکثر اہل علم نے اسی تفسیر کو راجح قرار دیا ہے۔ حضرت امام مسلمؒ نے بھی حضرت جابرؓ سے حدیث نقل کی ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ ''الصفر'' سے مراد یہ دونوں عقیدے ہوں جو باطل ہیں اور ان کی کوئی اصل نہیں۔ (واللہ اعلم)

اَلصِّفْرِد

''اَلصِّفْرِد'' (صاد کے کسرہ اور فاء ساکن کے ساتھ بروزن عربد) میدانی نے ابو عبیدہ سے نقل کیا ہے کہ ''اَلصِّفْرِد'' ایک پرندہ ہے جو تمام پرندوں میں سے سب سے زیادہ بزدل ہے۔ شاعر نے اس کی بزدلی کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ ؂

تراه كالليث لدى أمنه　　　وفي الوغى أجبن من صفرد

''تم اسے حالت امن میں دیکھو گے تو تمہیں ایسا معلوم ہوگا گویا کہ وہ ایک شیر ہے لیکن حالت جنگ میں وہ ''صفرد'' پرندہ سے بھی زیادہ بزدل معلوم ہوگا۔''

جوہریؒ نے کہا ہے کہ ''الصفرد'' سے مراد وہ پرندہ ہے جسے عام لوگ ''ابا الملیح'' کہتے ہیں۔ ابا الملیح کی کنیت القبیح اور العندلیب ہے۔ یہ ایک چھوٹا پرندہ ہے جسے ''الصفرد'' کہا جاتا ہے اور یہ چڑیوں کے حکم میں داخل ہے۔

اَلصَّقَرُ

''اَلصَّقَرُ'' (شکرہ) جوہریؒ نے کہا ہے کہ یہ ایک پرندہ ہے جس کے ذریعے شکار کیا جاتا ہے۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ ''اَلصَّقَرُ'' سے مراد ہر شکاری پرندہ ہے جیسے ''البزاۃ'' اور شاہین وغیرہ۔ اس کی جمع کے لئے اصقر، صقور، صقورۃ، صقار اور صقارۃ کے الفاظ مستعمل ہیں۔ نیز مونث کے لئے ''صقرۃ'' کا لفظ مستعمل ہے۔ صقر کو قطامی بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی کنیت کے لئے ابوشجاع، ابوالاصبح، ابوالحمراء، ابوعمرو، ابوعمران اور ابوعوان کے الفاظ مستعمل ہیں۔ امام نوویؒ نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ ابوزید انصاری نے کہا ہے کہ بزاۃ اور شواہین وغیرہ جن سے شکار کیا جاتا ہے ان کو صقور کہا جاتا ہے اور ان کا واحد ''صقر'' آتا ہے اور مونث کے لئے صقرۃ کا لفظ مستعمل ہے۔ اس لفظ صقر کو زقر اور سقر بھی پڑھا جاتا ہے۔ صیدلانی نے شرح المختصر میں لکھا ہے کہ ہر وہ لفظ جس میں صاد اور قاف ہوں۔ اس میں مذکورہ بالا تینوں لغات صحیح ہیں جیسے بصاق (تھوک) کو بزاق اور بساق بھی لکھا جاسکتا ہے۔ ابن سکیت نے لفظ بسق کا انکار کیا ہے کیونکہ بسق کا معنی لمبا ہونا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَالنَّخلَ بَاسِقَات'' (اور کھجور کے بلند و بالا درخت)۔

حدیث میں صقر کا تذکرہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام میں بہت زیادہ غیرت پائی جاتی تھی۔ پس جب آپ گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو گھر کے دروازے بند کر کے جاتے تاکہ کوئی اجنبی آدمی ان کے گھر میں داخل نہ ہو سکے اور دروازہ بند رہتا۔ یہاں تک کہ آپ واپس تشریف لے آتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دن حضرت داؤد علیہ السلام گھر سے باہر تشریف لے گئے اور دروازے کو بند کر دیا۔ پس آپ کی اہلیہ نے گھر کے اندر دیکھا تو وہاں ایک آدمی گھر کے صحن میں کھڑا نظر آیا۔ پس وہ کہنے لگیں۔ یہ آدمی کون ہے اور یہ گھر میں کیسے داخل ہو گیا جبکہ دروازہ بند ہے اور اللہ کی قسم ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہماری رسوائی نہ ہو جائے۔ پس حضرت داؤد علیہ السلام واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک آدمی گھر کے صحن میں کھڑا ہے۔ پس حضرت داؤد علیہ السلام نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں وہ ہوں کہ جسے نہ بادشاہ روک سکتے ہیں اور نہ ہی دربان اندر داخل ہونے سے منع کر سکتے ہیں۔ پس حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا اللہ کی قسم پھر تو تو ملک الموت ہے اور میں اپنے رب کے حکم پر خوش ہوں۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام اپنی جگہ پر لیٹ گئے۔ یہاں تک کہ فرشتے نے آپ کی روح قبض کر لی۔ پس جب آپ کو غسل دے کر اور کفن وغیرہ پہنا کر آپ کا جنازہ رکھا گیا تو آپ کے جنازہ پر دھوپ آ گئی۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام پر سایہ کریں۔ پس پرندوں نے حضرت داؤد علیہ السلام پر سایہ کیا۔ یہاں تک کہ زمین پر چھاؤں ہی چھاؤں ہو گئی۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کو حکم دیا کہ ایک ایک کر کے باز و سکیڑ لیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو کھول کر اور پھر بند کر کے ہمیں بتلایا کہ کیسے پرندوں نے پر کھولے اور پھر سکیڑ لئے۔ اس دن حضرت داؤد علیہ السلام پر سایہ کرنے میں صقر (شکرہ) کا غلبہ تھا۔ اس حدیث کو صرف امام احمدؒ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند جید ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں اور "**غلبت علیه یومئذ المضرحیة**" کا معنی یہ ہے کہ اس دن حضرت داؤد علیہ السلام پر سایہ کرنے میں صقر کا غلبہ تھا۔ المضرحیۃ سے مراد وہ پرندہ ہے جس کے پر لمبے ہوں۔ اس کا واحد "مضرحی" آتا ہے۔ جوہریؒ نے کہا ہے۔ اس سے مراد صقر ہے کیونکہ اس کے پر لمبے ہوتے ہیں۔ اس روایت کی تائید وہب بن منبہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔ وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ لوگ حضرت داؤد علیہ السلام کے جنازہ پر حاضر ہوئے۔ پس وہ دھوپ ہی میں بیٹھ گئے اور اس دن حضرت داؤد علیہ السلام کے جنازہ میں چار ہزار راہب بھی شریک ہوئے تھے جنہوں نے تاج پہن رکھے تھے اور دوسرے لوگ اس کے علاوہ تھے۔ پس جب گرمی کی شدت سے لوگوں کو تکلیف ہوئی تو انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو پکار کر عرض کیا کہ ہمیں گرمی کی شدت سے بچائیں۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نکلے اور پرندوں کو پکارا۔ پس پرندوں نے پکار کا جواب دیا۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے انہیں حکم دیا کہ لوگوں پر سایہ کریں۔ پس تمام پرندوں نے ہر طرف سے لوگوں پر سایہ کر لیا۔ یہاں تک کہ ہوا رک گئی۔ پس لوگ حبس کی وجہ سے مرنے کے قریب ہو گئے۔ پس انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو پکار کر حبس کی شکایت کی۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے اور پرندوں کو پکار کر حکم دیا کہ سورج کی جانب سے لوگوں پر سایہ کریں اور ہوا کی جانب سے ہٹ جائیں۔ پس پرندوں نے ایسا ہی کیا۔ پس لوگوں کو سایہ بھی مل گیا اور ہوا بھی ان تک پہنچنے لگی۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ پہلا معجزہ تھا جس کا لوگوں نے مشاہدہ کیا۔

فائدہ ضحاک اور کلبی نے کہا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کرنے کے بعد ستر سال تک حکومت فرمائی اور بنی اسرائیل حضرت داؤد علیہ السلام کے علاوہ کسی بادشاہ کی ماتحتی میں اتنے طویل عرصہ تک جمع نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے نبوت اور بادشاہت کو بیک وقت جمع کر دیا تھا اور آپ سے قبل کسی کے لئے نبوت اور بادشاہت کو جمع نہیں کیا گیا بلکہ ایک خاندان میں نبوت اور دوسرے میں بادشاہت ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَآتَاهُ اللهُ الملک والحکمة" (اور اللہ تعالیٰ نے اس کو بادشاہت اور حکمت عطا فرمائی۔) مفسرین نے کہا ہے کہ حکمت سے مراد علم اور عمل ہے اور جو علم و عمل رکھتا ہو اس کو رحمت مل گئی۔ ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہت بدرجہ اتم عطا فرمائی تھی۔ آپ کی محراب کی ہر رات تین ہزار افراد حفاظت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے قول "وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ" (اور ہم نے مضبوط کر دیا اس کی بادشاہت کو) کا یہی مفہوم ہے۔

مقاتل نے کہا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت حضرت داؤد علیہ السلام کی سلطنت سے بھی وسیع تھی۔ نیز حضرت سلیمان علیہ السلام فیصلہ کرنے میں اپنے والد حضرت داؤد علیہ السلام سے بھی زیادہ ماہر تھے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرنے والے تھے لیکن حضرت داؤد علیہ السلام کو عبادت میں حضرت سلیمان علیہ السلام پر فوقیت حاصل ہے۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام کا وصال ہوا تو ان کی عمر مبارک سو سال تھی اور حضرت سلیمان علیہ السلام جب تخت نشین ہوئے تو آپ کی عمر تیرہ سال تھی اور آپ کی وفات کے وقت آپ کی عمر ۵۳ سال تھی۔

شکاری پرندوں کی قسمیں شکاری پرندوں کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) صقر (شکرہ) (۲) شاہین (۳) عقاب (۴) بازی۔ اس کے علاوہ سباع، الضولدی اور الکواسر بھی شکاری پرندوں میں داخل ہیں۔ الصقر کی تین قسمیں ہیں۔ صقر، کونج اور یویو۔ اہل عرب ہر شکاری پرندے کو صقر کہتے ہیں لیکن گدھ اور عقاب کو "الصقر" میں شامل نہیں کرتے۔ نیز صقر کو اہل عرب اکدر، اجدل اور اخیل بھی کہتے ہیں۔

شکاری پرندوں میں "صقر" کا مقام ایسا ہی ہے جیسے چوپاؤں میں خچر کا۔ کیونکہ صقر (شکرہ) سختی برداشت کرنے میں زیادہ صابر اور بھوک و پیاس کی شدت کو برداشت کرنے والا ہوتا۔ نیز یہ دیگر جوارح کے مقابلہ میں انسان سے زیادہ مانوس ہوتا ہے اور بڑی بط وغیرہ اور دوسرے جانوروں پر حملہ آور ہونے میں چست ہوتا ہے۔ شکرہ کا مزاج سرد ہوتا ہے۔ اسی لئے یہ ہرنوں اور خرگوشوں پر جھپٹنے کیلئے بے تاب رہتا ہے۔ "الصقر" (شکرہ) چھوٹے پرندوں پر حملہ آور نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس کی گرفت سے فرار ہو جاتے ہیں۔ صقر (شکرہ) بازی کے مقابلہ میں سست ہوتا ہے۔ البتہ یہ انسانوں سے جلد مانوس ہو جاتا ہے اور اس کی خوراک چوپاؤں کا گوشت ہے۔ صقر کا مزاج ٹھنڈا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ طویل مدت تک پانی نہیں پیتا جس کے باعث اس کے منہ سے ایک خاص قسم کی بدبو ظاہر ہوتی ہے جو ضرب المثل ہے۔ صقر کی خاصیت یہ ہے کہ درختوں اور پہاڑوں کی بجائے گڑھوں، غاروں اور پہاڑ کے کھوکھلے حصوں پر سکونت اختیار کرتا ہے۔ دوسرے درندوں کی طرح صقر کے بھی دو چنگل ہوتے ہیں جن سے یہ شکار کو دبوچ لیتا ہے۔ صقر سے شکار کرنے والا سب سے پہلا شخص حرث بن معاویہ بن ثور ہے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ حرث بن معاویہ ایک شکاری کے پاس بیٹھا ہوا تھا جو اپنے جال کے ذریعے چڑیوں کو پکڑ رہا تھا۔ پس اسی اثناء میں ایک صقر (شکرہ) چڑیوں پر حملہ آور ہوا اور اس نے چڑیوں کو شکار کر کے اپنی غذا بنالیا۔ پس حرث یہ منظر دیکھ کر متعجب ہوا۔ پس اس نے صقر (شکرہ) کو پکڑنے کا

حکم دیا اور اسے گھر لا کر اس کی تعلیم و تربیت کیلئے ایک شخص کو متعین کر دیا۔ پس ایک دن حرث بن معاویہ جا رہا تھا اور اس کے ساتھ شکاری پرندہ صقر (شکرہ) بھی تھا۔ پس اچانک راستہ میں ایک خرگوش نمودار ہوا تو (صقر) نے جھپٹ کر اس کو پکڑ لیا۔ پس حرث یہ منظر دیکھ کر بہت متعجب ہوا۔ پس اس کے بعد اہل عرب صقر (شکرہ) کو شکار کے لئے استعمال کرنے لگے۔ صقر کی دوسری قسم کونج ہے۔ کونج اور صقور میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ زرق اور بازی میں فرق ہے۔ کونج کا مزاج صقر سے گرم ہوتا ہے اور اس کے بازو صقر سے چھوٹے ہوتے ہیں اور کونج میں بو بھی بہت قلیل ہوتی ہے۔ کونج صرف آبی جانوروں کا شکار کرتا ہے اور یہ ہرن کے ایک چھوٹے سے بچے کو بھی پکڑنے سے عاجز ہوتا ہے۔

صقر کی تیسری قسم ''الیویؤ'' ہے۔ مصر اور شام کے لوگ اسے ''الجلم'' کہتے ہیں کیونکہ اس کے بازو چھوٹے ہوتے ہیں لیکن ان میں بے پناہ سرعت ہوتی ہے۔ ''الجلم'' تیز دھار والی یا قینچی کے معنوں میں مستعمل ہے۔ ''الیویؤ'' ایک چھوٹا پرندہ ہے جس کی دم بہت چھوٹی ہوتی ہے۔ یہ پرندہ الباشق سے زیادہ صابر اور ثقیل الحرکت ہوتا ہے۔ یہ پرندہ ''الباشق'' کی طرح سخت پیاس کی حالت میں پانی پیتا ہے ورنہ طویل مدت تک پانی کے بغیر گزارہ کر لیتا ہے لیکن پس اس کا منہ باشق سے زیادہ بدبودار ہوتا ہے۔ اس کا مزاج الصقر سے زیادہ گرم ہوتا ہے لیکن یہ صقر سے بہادر ہوتا ہے۔

یویو سے شکار کرنے والا پہلا شخص کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے یویو سے شکار کرنے والا بہرام گور ہے۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ ایک مرتبہ بہرام گور نے دیکھا کہ یویو پرندہ چنڈول کا شکار کر رہا ہے۔ پس یویو نے جس محنت کے ساتھ چنڈول کا شکار کیا۔ اسے دیکھ کر بہرام گور بہت متعجب ہوا۔ پس اس نے ''الیویؤ'' کو اپنے گھر میں پالا اور اسے تربیت دی اور پھر اس کے ذریعے شکار کرنے لگا۔ الناشی نے الیویو کی تعریف میں کہا ہے کہ ؎

ویؤیؤ مھذب رشیق — کأن عینیه لدی التحقیق

''اور الیویو مہذب ہوتا ہے اور اس کی نگاہ بہت تیز ہوتی ہے۔

فصان مخروطان من عقیق

''پس اس کی آنکھیں ایسے دکھائی دیتی ہیں گویا کہ وہ مخروطی شکل کے عقیق کے دو نگینے ہوں۔''

ابونواس نے ''الیویؤ'' کی تعریف میں کہا ہے کہ ؎

قد اغتدی و الصبح فی دجاه — کطرة البدر لدی مثناه

''تحقیق وہ علی الصبح اس حال میں آیا کہ اس کی تاریکی میں صبح پوشیدہ تھی جیسے چاند کا کنارہ اس کے پیٹ میں ہو۔''

بیویو یعجب من رآه — مافی الیآیی یویو سواه

''جو شخص یویو پرندے کو دیکھ لے وہ متعجب ہو جاتا ہے کیونکہ یویوؤں میں اس کے علاوہ کوئی یویو ہی نہیں۔''

فداه بالام وقد فداه — هو الذی خولناه الله

''اس پر اس کی ماں قربان ہو اور تحقیق وہ فدا ہو چکی' یہی ہے وہ جو اللہ نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔

تبارک اللہ الذی ھداہ ''بابرکت ہے وہ ذات جس نے ہمیں یہ ہدیہ عنایت فرمایا۔''

فائدہ ادبیہ علامہ طرطوشی نے ''سراج الملوک'' میں لکھا ہے کہ فضل بن مروان کہتے ہیں کہ میں نے روم کے سفیر سے روم کے بادشاہ کی سیرت کے متعلق سوال کیا۔ پس اس نے کہا کہ شاہ روم نے اپنی بھلائی کو صرف کر دیا ہے اور اپنی تلوار کو سونت لیا ہے۔ پس مجتمع ہو گئے۔ لوگوں کے دل اس پر محبت اور خوف کی بناء پر۔ بخششیں بہت آسان ہوگئی ہیں اور سزا بہت شدید ہے۔ امید اور خوف اس کے ہاتھوں میں بندھے ہوئے ہیں۔ فضل بن مروان کہتے ہیں۔ میں نے قاصد سے کہا کہ شاہ روم کیسے حکومت کرتا ہے؟ سفیر نے کہا کہ مظلوموں کو ان کے حقوق دلاتا ہے اور ظالم کو ظلم سے روک دیتا ہے اور ہر حقدار کو اس کا حق دیتا ہے۔ پس رعایا میں دو طرح کے لوگ ہیں۔ ایک خوش رہنے والے اور ایک رشک کرنے والے۔ فضل بن مروان کہتے ہیں میں نے قاصد سے کہا کہ اس کی ہیبت کا کیا حال ہے۔ قاصد نے کہا کہ لوگوں کی نگاہیں شاہ روم کے تصور ہی سے جھک جاتی ہیں۔ فضل بن ربیع کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ گفتگو شاہ روم کے قاصد کے ساتھ کی تو اس وقت شاہ حبشہ کا سفیر بھی میرے پاس موجود تھا۔ پس جب اس نے شاہ روم کے قاصد کی طرف مجھے راغب دیکھا تو ترجمان سے پوچھا کہ رومی سفیر کیا گفتگو کر رہا ہے؟ ترجمان نے کہا کہ وہ اپنے بادشاہ کے اوصاف بیان کر رہا ہے اور اس کی سیرت کا تذکرہ کر رہا ہے۔ پس حبشہ کے سفیر نے اپنے ترجمان سے گفتگو کی۔ پس ترجمان نے مجھ سے کہا کہ حبشہ کا سفیر کہتا ہے کہ ان کا بادشاہ قدرت رکھنے کے باوجود باوقار ہے اور غصہ کے موقع پر بردبار ہے' غلبہ کے موقع پر صاحب رفعت اور جرم کے وقت سزا دینے والا ہے۔ تحقیق رعایا نے بادشاہ کی نعمتوں کا لباس پہنا ہوا ہے اور اس کی سزا سے سختی نے ان کو کھول کر رکھ دیا ہے۔ پس وہ لوگ اپنے خیالات میں بادشاہ کو اس طرح دیکھتے ہیں جیسے ہلال کو دیکھا جاتا ہے اور اس کی عقوبت کا خوف ان پر موت کی طرح سوار رہتا ہے۔ تحقیق بادشاہ کا عدل اپنی رعایا پر پھیلا ہوا ہے اور اس کے غصہ نے ان کو خوف میں مبتلا کر رکھا ہے۔ کوئی دل لگی بادشاہ کو بے وقار نہیں کرتی اور کوئی غفلت بادشاہ کو فریب میں مبتلا نہیں کرتی۔ جب وہ کسی کو دیتا ہے تو وسیع دیتا ہے اور جب سزا دیتا ہے تو سخت سزا دیتا ہے۔ پس لوگ امید اور خوف کی کیفیت میں رہتے ہیں۔ پس کوئی امیدوار اس سے مایوس نہیں ہوتا اور کوئی خوفزدہ اپنی موت کو دور نہیں سمجھتا۔ فضل بن مروان کہتے ہیں کہ میں نے حبشہ کے سفیر سے پوچھا کہ لوگوں پر شاہ حبشہ کے رعب کی کیا کیفیت ہے۔ سفیر نے کہا کہ آنکھ اس کی طرف پلک نہیں مار سکتی اور اس سے کوئی آنکھ نہیں ملا سکتا۔ اس کی رعیت اس سے اس طرح خائف ہے جس طرح صقر (شکرہ) کے حملہ سے پرندے خوفزدہ رہتے ہیں۔ فضل بن مروان کہتے ہیں کہ میں نے شاہ روم کے سفیر اور شاہ حبشہ کے سفیر کی گفتگو مامون کے سامنے بیان کی۔ مامون نے کہا کہ اے فضل تیرے نزدیک ان کی باتوں کی کیا قیمت ہے؟ فضل کہتے ہیں میں نے کہا دو ہزار درہم۔

مامون نے کہا کہ میرے نزدیک ان کی گفتگو کی قدر و قیمت خلافت سے بھی زیادہ ہے۔ کیا تم امیر المومنین حضرت علیؓ کی یہ حدیث نہیں جانتے کہ ہر شخص کی قیمت وہ ہے جو اس نے احسان کیا ہے؟ کیا تم ایسے خطیب سے واقف ہو جو خلفاء راشدین میں سے کسی کی موثر انداز میں تعریف کر سکے۔ میں نے جواب دیا نہیں۔ مامون نے کہا کہ میں نے ان سفیروں کے لئے بیس ہزار دینار بطور انعام دینے کا حکم کیا ہے اور آئندہ یہ رقم سالانہ میری طرف سے انہیں دی جاتی رہے گی اور اگر مجھے اسلام اور مسلمانوں کے حقوق کا خیال نہ ہوتا تو میں بیت المال کا پورا خزانہ ان کو دے دیتا اور یہ بھی میری نظر میں کم ہوتا۔ فضل بن مروان نے بغداد میں معتصم کے لئے

بیعت لی تھی جبکہ معتصم ابھی روم میں تھا۔ معتصم نے مروان کو اپنا دست راست مقرر کیا تھا اور اسے وزارت بھی سونپ دی تھی۔ فضل بن مروان کو امور سلطنت میں اس قدر غلبہ حاصل ہوگیا تھا کہ معتصم کی خلافت صرف اس کے نام تک محدود ہوگئی تھی۔ ورنہ امور سلطنت کا مالک فضل بن مروان ہی بن گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ فضل عوام الناس کے امور نمٹانے کے لئے بیٹھا تو عوام الناس کی درخواستیں اس کے سامنے پیش کی گئیں تو ان میں ایک رقعہ تھا جس پر یہ اشعار لکھے ہوئے تھے

تفرعنت یا فضل بن مروان فاعتبر فقبلک کان الفضل والفضل والفضل

''تو بڑا سرکش ہے اے فضل بن مروان پس سنبھل جا۔ پس تجھ سے قبل بھی فضل اور فضل اور فضل تھے۔''

ثلاثۃ املاک مضوا لسبلیھم ابادتھم الاقیاد والحبس والقتل

''یہ تینوں بادشاہ اپنی منزل مقصود تک پہنچ گئے اور ان کو قید و بند اور قتال نے فنا کردیا۔''

وانک قد اصبحت فی الناس ظالما ستؤذی کما أوذی الثلاثۃ من قبل

''اور تو بھی لوگوں پر مظالم ڈھانے لگا ہے جس کی بناء پر جلد ہی تو بھی اذیت میں مبتلا ہوگا جیسے تجھ سے قبل تین بادشاہ اذیت کے اس مرحلے سے گزر چکے ہیں۔''

شاعر نے پہلے شعر میں ''الفضل والفضل والفضل'' کا تذکرہ کیا ہے۔ ان تین بادشاہوں سے مراد فضل بن یحییٰ برمکی، فضل بن ربیع اور فضل بن معتصم ہیں۔ معتصم نے فضل کو حکم دیا تھا کہ اس کے دوستوں کو ہدایا وغیرہ دیئے جائیں لیکن فضل نے معتصم کے حکم پر عمل نہیں کیا۔ پس معتصم اس سے ناراض ہوگیا اور اس کو معزول کرکے اس کی جگہ محمد بن عبدالملک الزیات کو مقرر کردیا۔ فضل بہت برے اخلاق کا مالک تھا۔ پس جب اس کو معتصم نے معزول کیا تو لوگوں نے فضل پر آوازیں کسیں۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض نے کہا کہ

لتبک علی الفضل بن مروان نفسہ فلیس لہ باک من الناس یعرف

''چاہئے کہ فضل بن مروان خود اپنے آپ پر روئے اس لئے کہ عوام الناس میں سے کوئی بھی اس پر آنسو بہانے والا نہیں ہے۔''

لقد صحب الدنیا منوعا لخیرھا وفارقھا وھو الظلوم المعنف

''تحقیق دنیا کی صحبت اختیار کی۔ اس حال میں کہ اس کی خیر کو روکا اور دنیا سے اس حال میں علیحدہ ہوا کہ وہ ظالم اور جابر تھا۔''

الی النار فلیذھب ومن کان مثلہ علی أی شیء فاتنا منہ نأسف

''فضل بن مروان اور اس کے ساتھی جہنم میں چلے جائیں۔ ہماری کونسی چیز کھوگئی ہے کہ ہم اس پر اظہار افسوس کریں۔''

جب معتصم نے فضل بن مروان کو معزول کیا تو کہا کہ اس نے میری اطاعت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر مسلط کردیا۔ معتصم نے فضل بن مروان کو معزول کرنے کے بعد اس کا مال ضبط کرلیا تھا لیکن اسے ذاتی طور پر کوئی اذیت نہیں دی۔ کہا جاتا ہے کہ معتصم نے فضل بن مروان کے گھر سے دس لاکھ دینار اور اتنی ہی مالیت کا دوسرا سامان ضبط کیا تھا۔ معتصم نے فضل بن مروان کو پانچ ماہ تک جیل میں رکھا اور پھر اسے رہا کردیا۔ پس اس کے بعد فضل بن مروان نے خلفاء کی ایک جماعت کی خدمت کی اور ۲۵۹ھ میں وفات پائی۔ فضل بن مروان کے کلام میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ جب دشمن تمہارے سامنے آجائے تو اس سے

اعراض نہ کرو کیونکہ اس کا سامنے آنا تمہارے خلاف اس کا مددگار ہوگا اور جب دشمن تم سے پوشیدہ ہے تو اس کا تعاقب نہ کرو کیونکہ اس کا پوشیدہ رہنا ہی تمہارے امر کی کامیابی کی دلیل ہے۔

فائدہ | تحقیق اس کتاب میں الشاہین کے بیان میں درج ذیل اشعار کی جانب اشارہ گزر چکا ہے جس میں ابوالحسن علی بن رومی کا قصیدہ بھی مذکور ہے جس میں اس نے کہا ہے کہ ؎

هذا ابو الصقر فردا فی محاسنه　　　من نسل شیبان بین الضال و السلم

''یہ ابوصقر ہی ہے جو اپنی خوبیوں میں منفرد ہے اس کا تعلق شیبان نسل سے ہے اور اس کی سکونت ضال اور سلم کے درمیان ہے۔''

كانه الشمس فی البرج المنیف به　　　علی البریة لا نار علی علم

''گویا کہ وہ اس سورج کی مانند ہے جو برج میں ہے اور سورج برج میں مخلوق پر بلند ہے نہ کہ عَلَم پر آگ۔''

''البرج'' سے مراد ''ابوصقر'' کا عالیشان محل ہے اور جب شاعر نے ابوصقر کو سورج سے تشبیہ دی تو اس کے محل کو برج سے تشبیہ دے دی اور اس شعر میں شاعر خنساء کی مذمت کرتا ہے۔ شاعر کا قول اپنے بھائی صخر کے متعلق یہ ہے ؎

و ان صخرا لتأتم الهداة به　　　كانه علم رأسه نار

''اور بے شک صخر کے پاس ہادی جمع ہوتے ہیں گویا کہ وہ ایک عَلَم ہے جس کے سر میں آگ ہے۔''

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ شمس الدین محمد بن عماد نے کہا ہے کہ ابوصقر کے حالات زندگی اور اس کی وفات کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ ابوصقر کے والد معن بن زائدہ شیبانی کے چچازاد بھائی ہیں جو خلیفہ ابوجعفر منصور کے قاضی تھے اور وہ بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے اور ۱۸۰ھ میں وفات پا گئے۔ یہ اور ان کے بیٹے ابوصقر دونوں دیہات میں رہائش پذیر تھے۔ ابوالحسن علی بن رومی نے اپنے اشعار میں ''بین الضال و السلم'' سے انہی جانب اشارہ کیا ہے۔ ''ضال وسلم'' دیہات کے درختوں کے نام ہیں۔ ابوصقر خلیفہ واثق بن ہارون بن معتصم کے زمانہ میں بعض ریاستوں کے گورنر رہے اور واثق کے بعد ان کے صاحبزادے مختصر کے زمانہ میں بھی بعض عہدوں پر فائز رہے۔ ابوصقر' خلیفہ معتضد اور معتمد کے دور خلافت تک زندہ رہے۔ اہل عرب کے ہاں دیہات کی زندگی قابل تعریف ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

الموقدین بنجد نار بادیة　　　لا یحضرون وفقد العز فی الحضر

''وہ لوگ نجد میں دیہات کی آگ جلائے ہوئے ہیں۔ وہ شہر میں حاضر نہیں ہوتے اور شہر کی عزت ختم ہوگئی۔''

ابوالحسن علی بن رومی کی وفات جمادی الاولی ۲۸۳ھ کو بغداد میں ہوئی۔ ان کی تاریخ وفات میں اہل سیر کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان کی موت کا سبب بیان کرتے ہوئے ابن خلکان نے لکھا ہے کہ قاسم بن عبیداللہ جو معتضد کا وزیر تھا۔ ابوالحسن علی بن رومی سے خوفزدہ تھا کہ کہیں وہ اس کی مذمت نہ کر دے۔ پس ابوفراس نے سازش کے ساتھ اسے ایک زہر آلود چیز کھلا دی۔ پس جب ابوالحسن نے زہر کا اثر محسوس کر لیا تو کھڑے ہوگئے۔ پس معتضد کے وزیر قاسم بن عبیداللہ نے کہا تم کہاں جا رہے ہو۔ پس ابوالحسن نے کہا اس جگہ جا رہا ہوں جہاں بھیجنے کا تم نے بندوبست کیا ہے۔ پس قاسم بن عبیداللہ نے کہا میرے

والد کو سلام کرو۔ پس ابوالحسن نے جواب دیا کہ میرا راستہ آگ پر نہیں ہے۔ پس ابوالحسن اس کے بعد چند دن تک زندہ رہے اور پھران کا انتقال ہو گیا۔

الحکم صقر حرام ہے کیونکہ ہر ذی ناب اور ذی مخلب حرام ہے۔

صیدلانی نے کہا ہے کہ جوارح کی تعیین میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ ہر وہ جانور جو ناب' مخلب یا ناخن سے اپنے شکار کو جھاڑتا ہے وہ جوارح کے حکم میں داخل ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک جوارح ''کواسب'' کو کہا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جوارح سے مراد ہر شکار کرنے والا جانور ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول بھی ''کواسب'' کے معنی میں ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک تمام جوارح حرام ہیں۔ امام مالکؒ نے الصقر کو حلال قرار دیا ہے۔ امام مالکؒ نے فرمایا کہ ہر وہ جانور حلال ہے جس کی حرمت کے متعلق کوئی نص وارد نہیں ہے۔ امام مالکؒ کے بعض اصحاب نے کتے' شیر' چیتے' ریچھ اور بندر کو حلال قرار دیا ہے۔ نیز وہ پالتو گدھے کو مکروہ اور گھوڑے وغیرہ کو حرام قرار دیتے ہیں۔ امام مالکؒ کے اصحاب قرآن مجید کی اس آیت ''قُلْ لَا اَجِدُ فِیْ مَا اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ'' کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ مالکیہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں ان جانوروں کا ذکر نہیں ہے اس بناء پر یہ حلال ہیں۔

امام شافعیؒ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ آیت کا حکم ان چیزوں کے متعلق ہے جو عرفاً کھائی جاتی ہیں۔ اس لئے جن چیزوں کو لوگ نہ کھاتے ہوں اور اس کو طیب سمجھتے ہوں تو ایسی چیز کی اباحت کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ ٹھیک اسی طرح ''حُرِّمَ عَلَیْکُمْ صَیْدُ الْبَرِّ مَادُمْتُمْ حُرُمًا'' (حرام کر دیا گیا تم پر خشکی کا شکار جب تک تم احرام کی حالت میں رہو) میں وہی جانور مراد ہیں جن کا عرفاً شکار کیا جاتا ہے نہ کہ وہ جانور جن کو پہلے ہی حرام قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے ان کی حرمت بیان کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''اخلف من صقر'' (صقر سے زیادہ گندہ دہن) اس سے مراد منہ کی بدبو ہے۔ یہ مثال اہل عرب منہ کی بدبو کی شدت کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اسی سے ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے کہ بے شک روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ عمدہ ہے'' شیخ ابوعمرو بن صلاح اور شیخ عزالدین بن عبدالسلام کے درمیان اس بات میں اختلاف ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بدبو کا مشک کی خوشبو سے عمدہ ہونا آخرت کے اعتبار سے ہے یا دنیا و آخرت کے اعتبار سے۔ پس شیخ عزالدین نے کہا ہے کہ یہ آخرت کیلئے خاص ہے اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ بے شک روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ عمدہ ہوگی۔ (رواہ مسلم) شیخ ابوعمرو بن صلاح نے کہا ہے کہ دنیا و آخرت دونوں کے لئے عام ہے اور اس کے متعدد دلائل ہیں۔ پس مسند ابن حبان میں ابن حبان نے دو باب قائم کئے ہیں۔ (۱) بَابُ فِیْ کَوْنِ ذٰلِکَ یوم القیامۃ (۲) بَابُ فِیْ کَوْنِہٖ فِی الدُّنْیَا۔ اور دوسرے باب میں سند صحیح کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کے منہ کی بو جب وہ سانس لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے بھی زیادہ عمدہ ہے۔ امام ابوالحسن بن سفیان نے حضرت جابرؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میری امت کو رمضان کے مہینہ میں پانچ انعامات سے نوازا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ ان میں سے دوسرا انعام یہ ہے کہ روزہ دار اس حالت میں شام کرتے ہیں کہ ان کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ اس روایت کو حافظ ابوبکر سمعانیؒ نے ''امالیۃ'' میں نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور دیگر محدثین نے بھی اس کی وضاحت کی ہے کہ اس بو کے پسندیدہ ہونے کے معنی دنیا میں اس بو کے وجود کا وقت آنے پر متحقق ہوتے ہیں۔ حافظ ابوبکرؒ فرماتے ہیں کہ اس بو کے متعلق جو کچھ میں نے کہا ہے۔ علماء مشرق و مغرب نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ خطابیؒ نے فرمایا ہے کہ بو کے پسندیدہ ہونے کا مطلب اللہ تعالیٰ کا روزہ دار سے راضی ہونا ہے۔ ابن عبدالبرؒ نے فرمایا ہے کہ اس کا مطلب اللہ کے نزدیک پاکیزہ اور اقرب ہونا ہے اور مشک کی خوشبو سے مراد بلند مرتبہ ہونا ہے۔ علامہ بغویؒ نے ''شرح السنۃ'' میں لکھا ہے کہ اس کے معنی روزہ دار کی تعریف کرنا اور اس کے فعل سے رضامندی کا اظہار ہے۔ امام الحنفیہ امام قدوریؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی اللہ کے نزدیک روزہ دار کے منہ کی بو کا مشک کی خوشبو سے افضل ہونا ہے۔ علامہ البونیؒ صاحب اللمعۃ امام ابوعثمان صابونیؒ ابوبکر سمعانیؒ ابوحفص بن الصفار اکابر شافعیہ نے اپنی ''امالی'' میں اور ابوبکر بن عربی مالکی وغیرہ جو مشرق و مغرب کے مسلمانوں کے امام ہیں۔ ان سب نے وہی کہا ہے جو میں (یعنی شیخ عمرو بن صلاح) نے عرض کیا ہے۔ نیز ان تمام اہل علم نے آخرت کے ساتھ اس کی تخصیص کی کوئی وجہ ذکر نہیں کی۔ حالانکہ ان کی کتب احادیث مشہورہ وغیرہ سب کو حاوی ہیں اور رہی وہ روایت جس میں ''یوم القیامۃ'' کے الفاظ ہیں وہ بلاشبہ مشہور روایت ہے لیکن ان تمام اہل علم نے اس کے متعلق کہا ہے کہ اس سے مراد رضا و قبول ہے اور یہ دنیا و آخرت دونوں میں ثابت ہے۔ رہا روایت میں قیامت کا تذکرہ تو وہ اس لئے ہے کہ قیامت کا دن جزا کا دن ہے اور اسی دن مشک کی خوشبو کے مقابلہ میں روزہ دار کے منہ کی بو کا افضل و راجح ہونا ظاہر ہوگا۔ پس یہاں ''یوم القیامۃ'' کا ذکر ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ''اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ'' (بے شک اس دن ان کا رب ان سے باخبر ہوگا) ہے۔ پس یہ بات واضح ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندوں کے تمام حالات سے باخبر ہوگا اسی طرح آج وہ ان کے تمام حالات سے واقف ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا کہ یہاں تک شیخ ابوعمرو بن صلاح کے دلائل کی تکمیل ہوگئی ہے اور یہ بات جاننا بھی ضروری ہے کہ جن باتوں میں شیخ عزالدین اور شیخ عمرو بن صلاح کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے ان میں صحیح رائے شیخ عزالدین کی ہی ہوتی ہے لیکن اس مسئلہ میں صحیح رائے شیخ ابوعمرو بن صلاح کی ہے۔ واللہ اعلم۔

اہل عرب مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں ''اَبْخَرُ مِنْ صَقر'' (صقر (شکرہ) سے زیادہ گندہ دہن) شاعر نے کہا ہے کہ ؎

وله لحية تيس　　　وله منقار نسر

''اس کے جنگلی بکرے کی ڈاڑھی ہے اور اس کے گدھ جیسی چونچ ہے۔''

وله نكهة ليث　　　خالطت نكهة صقر

''اور اس کے منہ میں شیر جیسی بدبو ہے جس میں صقر کے منہ کی بدبو بھی شامل ہوگئی ہے۔''

خواص ابن زہر نے کہا ہے کہ صقر کے پتہ نہیں ہوتا۔ اگر انسان اس کا دماغ کھالے تو اس کی موت واقع ہوجائے گی اور اگر اس کا دماغ انسان اپنے آلۂ تناسل پر مل لے تو قوت باہ میں زبردست اضافہ ہوگا۔ ابوساری دیلمی نے ''عین الخواص'' میں لکھا

ہے کہ اگر صقر (شکرہ) کا دماغ سیاہ جھائیوں والا شخص جھائیوں پر مل لے تو اس کی جھائیاں ختم ہو جائیں گی اور اس کا جسم بالکل صاف ہو جائے گا۔

تعبیر ابن المقری نے کہا ہے کہ صقر (شکرہ) کو خواب میں دیکھنا عزت' بادشاہت اور دشمنوں کے خلاف نصرت' مال کا حصول' رتبہ اولاد' بیویاں' غلام' لونڈیاں' نفیس مال' صحت' غم و افکار سے نجات' آنکھوں کی صحت' کثرت اسفار اور اسفار سے بے شمار منافع کے حصول کی علامت ہے۔ کبھی صقر کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر موت سے بھی دی جاتی ہے کیونکہ یہ پرندوں کا شکار کرتا ہے اور کبھی صقر کو خواب میں دیکھنا قید و بند کے مصائب پر دلالت کرتا ہے۔ اگر کسی نے خواب میں کسی شکاری جانور کو بغیر جھگڑے کے دیکھا تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ اسے مال حاصل ہوگا۔ اسی طرح تمام شکاری جانور کتا' چیتا اور صقر وغیرہ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر بہادر لڑکے سے دی جاتی ہے۔ پس اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ صقر (شکرہ) اس کے پیچھے چل رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ کوئی دلیر انسان اس کے ساتھ محبت و الفت کا معاملہ کرے گا اور اگر کوئی شخص خواب میں صقر کو اپنے پیچھے چلتا ہوا دیکھے اور اس کی بیوی حاملہ ہو تو اس کی یہ تعبیر ہے کہ اس کے ہاں ایک بہادر لڑکا پیدا ہوگا۔ تمام سدھائے ہوئے جانوروں کا خواب میں دیکھنا ایسے لڑکے پر دلالت کرتا ہے جو کثرت کے ساتھ ذکر کرنے والا ہوگا۔

ایک خواب ایک آدمی ابن سیرینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ ایک کبوتری سوار البلد کی برجی میں آ کر بیٹھ گئی۔ پس ایک صقر آیا اور اس نے کبوتری کو شکار کر لیا۔ پس امام ابن سیرینؒ نے فرمایا اگر تیرا خواب سچا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے تو حجاج بن یوسف کی لڑکی سے نکاح کرے گا۔ پس اسی طرح ہوا کہ اس خواب کو دیکھنے والے کا نکاح حجاج بن یوسف طیار کی لڑکی سے ہوا۔ واللہ اعلم۔

اَلصِلُّ

''اَلصِلُّ'' (صاد کے کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد ایسا سانپ ہے جس کے زہر کو ختم کرنے کے لئے کوئی تعویذ وغیرہ بھی نفع نہیں دیتا۔ اہل عرب اسے بطور ضرب المثل استعمال کرتے ہوئے کہتے ہیں ''**فلان صل مطرق**'' (فلاں شخص بہت تیز اور خطرناک ہے)

امام الحرمین نے اپنے شاگرد ابوالمظفر احمد بن محمد الخوافی کو اسی لقب ''الصل'' سے موسوم کیا تھا۔ ابوالمظفر شہر طوس کے علامہ تھے اور ان کا علمی مقام و مرتبہ امام غزالیؒ کے برابر تھا۔ علم مناظرہ میں بے حد عجیب و غریب مہارت رکھتے تھے اور نہایت فصیح اللسان تھے۔ ان کی وفات ۵۰۰ھ میں ہوئی۔ امام الحرمین کے تلامذہ میں ابوالمظفر کے علاوہ الکیا الھراسی اور امام غزالیؒ بھی شامل ہیں۔

اَلصُّلُبُ

''اَلصُّلُبُ'' (بروزن صرد) ''العباب'' میں مذکور ہے کہ اس سے مراد ایک مشہور پرندہ ہے۔

اَلصُّلُنبَاجُ

''اَلصُّلُنبَاجُ'' (بروزن سقنطار) العباب میں مذکور ہے کہ اس سے مراد ایک لمبی اور پتلی مچھلی ہے۔

اَلصُّلصُلُ

''اَلصُّلصُلُ''جوہریؒ نے کہا ہے کہ اس سے مراد فاختہ ہے۔عنقریب انشاءاللہ باب الفاء میں''الفاختۃ''کے تحت اس کا تفصیلی تذکرہ آئے گا۔

اَلصَّنَاجَۃُ

''اَلصَّنَاجَۃُ''(ایک طویل الجسم جانور) جوہریؒ نے''کتاب الاشکال''میں لکھا ہے کہ یہ بہت بڑی جسامت والا جانور ہے اور یہ تبت میں پایا جاتا ہے۔ یہ جانور ایک فرسخ زمین میں اپنا گھر بناتا ہے اور اس جانور کی یہ خاصیت ہے کہ جو جانور بھی اسے دیکھ لیتا ہے اس کی موت واقع ہو جاتی ہے اور اگر یہ جانور کسی دوسرے جانور کو دیکھ لے تو یہ فوراً ہلاک ہو جاتا ہے۔

اَلصِّوار

''اَلصِّوار''اس سے مراد گائے کا ریوڑ ہے۔اس کی جمع کے لئے صیران کا لفظ مستعمل ہے۔ نیز صوار سے مراد مشک کی ڈبیہ بھی ہے۔شاعر نے اپنے شعر میں دونوں معنوں کو جمع کیا ہے ؎

اِذَا لاَحَ الصِّوَارُ ذَكَرتُ لَيْلٰى　　وَاَذْكُرُهَا اِذَا نَفَخَ الصِّوَارُ

''جب گایوں کا ریوڑ ظاہر ہوتا ہے تو مجھے اپنی رات یاد آتی ہے اور جب مشک کی خوشبو ظاہر ہوتی ہے تو مجھے محبوبہ کی یاد آتی ہے۔''

اَلصَّوْمَعَۃُ

''اَلصَّوْمَعَۃُ''اس سے مراد عقاب ہے۔عقاب کو''اَلصَّوْمَعَۃُ''کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ بلند سے بلند جگہ پر سکونت اختیار کرتا ہے۔

اَلصِّيْبَانُ

''اَلصِّيْبَانُ''اس کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔

اَلصَّيْدُ

''اَلصَّيْدُ''مصدر ہے جو شکار کے معنی میں مستعمل ہے لیکن اس کو اسم کے معنی میں استعمال کرتے ہوئے اس جانور کو کہا جانے لگا جس کا شکار کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے''يَاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ''(اے ایمان والو تم شکاری جانوروں کو قتل نہ کرو اس حال میں کہ تم نے احرام باندھا ہو) ابوطلحہ انصاریؓ نے فرمایا ہے کہ ؎

أَنَا اَبُوْ طَلْحَۃُ وَاِسْمِي زَيْدٌ　　وَكُلَّ يَوْمٍ فِيْ سَلاَحِي صَيْدٌ

''میں ابوطلحہ ہوں اور میرا نام زید ہے اور ہر دن میرے ہتھیاروں میں ایک شکار ہوتا ہے۔''

کتاب بخاری کے چوتھے ربع کے اول میں امام بخاریؒ نے ایک باب قائم کرکے فرمایا ہے "بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ" (باب اللہ تعالیٰ کے قول کے متعلق کہ تمہارے لئے حلال کردیا گیا' سمندر کا شکار اور اس کا کھانا) حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ سمندر کا شکار وہ جو اس میں سے شکار کیا جائے اور سمندر کا کھانا وہ ہے جو اس سے برآمد ہو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا ہے کہ "الطافی" حلال ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے سمندر کے کھانے سے مراد اس کے مردہ جانور ہیں مگر یہ کہ ان پر قدرت حاصل ہو۔ چرمی کو یہودی نہیں کھاتے اور ہم اس کو کھاتے ہیں۔ ابوشریح صاحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز جو سمندر میں پائی جاتی ہے وہ مذبوح ہے۔ حضرت عطاءؒ نے فرمایا ہے کہ پرندے کے متعلق میں یہ رائے رکھتا ہوں کہ اسے ذبح کیا جائے۔ ابن جریجؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عطاءؒ سے کہا کہ کیا نہر کے شکار اور سیلاب کی زد میں آئے ہوئے جانور بھی "صید البحر" کے حکم میں داخل ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہاں۔ پھر یہ آیت تلاوت کی "هٰذَا عَذْبٌ" فُرَاتٌ" سَائِغٌ" شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ" اُجَاجٌ" وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا" (یہ (دریا) میٹھا اور پیاس بجھانے والا ہے اور یہ شور اور کڑوا ہے اور تم لوگ ہر دریا سے تازہ گوشت حاصل کرتے ہو یعنی مچھلی کا شکار کرکے اسے کھاتے ہو۔)

حضرت حسن پانی کے کتوں کی کھال سے بنائے گئے زین پر سوار ہوتے تھے۔ شعبیؒ نے فرمایا ہے کہ اگر میرے اہل وعیال مینڈک کھانا پسند کریں تو میں ضرور ان کو مینڈک کھلاؤں۔ حضرت حسنؒ سے مروی ہے کہ کچھوے کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا تم نصرانی' یہودی یا مجوسی کا شکار (کیا ہوا جانور) کھالیا کرو۔ حضرت ابودرداءؓ نے "المری" کے متعلق فرمایا ہے کہ خمر کا ذبح "النینان" مچھلیاں اور سورج کی دھوپ ہے۔ "قلات السیل" سے مراد وہ جانور ہے جو سیلاب کی زد میں آکر ہلاک ہوجائے۔

"قولہ المری" اس سے مراد وہ کھانا ہے جو شام کے لوگ تیار کرتے ہیں اور اس کو تیار کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ شراب لے کر اس میں نمک اور مچھلی ڈال کر دھوپ میں رکھ دیا جاتا ہے۔ پس جب سورج کی دھوپ اس پر پڑتی ہے تو وہ شراب "طعام المری" میں تبدیل ہوجاتی ہے اور اس کی ہیئت اس طرح تبدیل ہوجاتی ہے جیسے شراب کی ہیئت تبدیل ہوکر سرکہ بن جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جیسے مراد حرام ہے اور مذبوحہ حلال ہے۔ اس طرح یہ اشیاء شراب کو ذبح کرکے حلال بنادیتی ہیں۔ پس یہاں ذبح کو بطور استعار حلت کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ ابوشریح کا نام ہانی ہے اور اصیلی کے نزدیک ابن شریح مراد ہے لیکن یہ وہم ہے۔ حافظ ابن عبدالبر نے "الاستیعاب" میں لکھا ہے کہ شریح ایک حجازی صحابی ہیں جن سے ابوزبیر اور عمرو بن دینار نے روایت کی ہے۔ ان دونوں (یعنی ابوزبیر اور عمرو بن دینار) نے حضرت ابوبکرؓ کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ ہر وہ چیز جو سمندر میں پائی جاتی ہے' مذبوح ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہر اس چوپائے کو ذبح کہا ہے جو سمندر میں پیدا کیا گیا ہے۔ ابوزبیر اور عمرو بن دینار نے فرمایا ہے کہ شریحؒ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے۔ ابوحاتم نے کہا ہے کہ شریح کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا اعزاز حاصل ہے۔ پہلی آیت میں لفظ صید کے عام معنی مراد ہیں اور اس کے علاوہ میں خاص معنی مراد ہیں۔ نیز ان سے وہ جانور مستثنیٰ ہیں جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم میں قتل کرنے کی اجازت دی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ خبیث جانور کو

حل وحرم میں بھی قتل کیا جائے گا۔ کوا، چیل، چوہا، بچھو اور ایسا کتا جو کاٹنے والا ہو۔ اس حدیث کے ظاہری الفاظ پر عمل کرتے ہوئے سفیان ثوریؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور اسحٰق بن راہویہ نے ان پانچ جانوروں کے علاوہ کسی اور جانور کو حالت احرام میں قتل کرنے کی اجازت نہیں دی جبکہ امام مالکؒ نے شیر، چیتا، ریچھ، بھیڑیا اور ہر عادی درندہ کو کتے پر قیاس کرتے ہوئے قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ پس رہی بلی، لومڑی اور بجو وغیرہ ان کو محرم حالت احرام میں قتل نہیں کرسکتا اور اگر محرم نے حالت احرام میں ان میں سے کسی جانور کو قتل کردیا تو اس پر فدیہ واجب ہوگا۔ اصحاب رائے نے کہا ہے کہ اگر درندہ محرم پر حملہ کرنے میں پہل کرے تو محرم کے لئے اس کو قتل کرنا جائز ہے اور اگر محرم نے درندہ کو قتل کرنے میں پہل کی تو اس پر اس کی قیمت واجب ہے۔ مجاہد اور نخعی نے فرمایا ہے کہ محرم آدمی حالت احرام میں کسی درندہ کو قتل نہیں کرسکتا۔ الا یہ کہ اس پر کوئی درندہ حملہ آور ہو۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے احرام باندھنے والوں کو حالت احرام میں سانپ کو قتل کرنے کا حکم دیا اور سانپ کو قتل کرنے کی اباحت پر تمام لوگوں کا اجماع ہے۔ اسی طرح حضرت ابن عمرؓ سے محرم کے لئے بھڑ کو قتل کرنے کی بھی اباحت ثابت ہے۔ اس لئے کہ یہ بچھو کے حکم میں ہے۔ امام مالکؒ نے فرمایا زنبور کو قتل کرنے والا مسکینوں کو کھانا کھلائے اور اسی طرح امام مالکؒ نے اس شخص کے متعلق بھی مسکینوں کو کھانا کھلانے کا حکم دیا ہے جو حالت احرام میں مچھر، مکھی اور چیونٹی کو قتل کردے۔ اصحاب رائے کہتے ہیں کہ ان چیزوں کے قتل پر محرم پر کچھ بھی واجب نہیں۔ رہے سباع الطیر (یعنی عقاب، شکرہ وغیرہ) تو ان کے متعلق امام مالکؒ نے فرمایا کہ محرم ان کو قتل نہ کرے اور اگر وہ حالت احرام میں ان کو قتل کردے تو فدیہ ادا کرے۔ ابن عطیہ نے فرمایا ہے کہ کیڑے مکوڑے اور تمام زہریلے جانور سانپ کے حکم میں داخل ہیں۔

تذنیب: امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ جو چیز مباح الاصل ہو جیسے سمندر اور خشکی کے شکار اور تمام پرندے تو ان کو چوری کرنے والے کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے جبکہ امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام محمدؒ اور جمہور اہل علم نے فرمایا ہے کہ اگر یہ چیزیں محفوظ ہوں اور ان کی قیمت چار دینار کے برابر ہو تو ان کی چوری کرنے والے شخص کے ہاتھ کاٹے جائینگے، جب کوئی محرم حالت احرام میں کسی جانور کا شکار کرے تو تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ شکار اس کیلئے حرام ہے۔ نیز اگر محرم کا کیا گیا شکار کسی اور آدمی کیلئے حلال ہے یا حرام؟ اس کے متعلق دو قول ہیں۔ صحیح قول یہی ہے کہ محرم کا کیا ہوا شکار کسی دوسرے شخص کیلئے بھی حرام ہی ہوگا جیسے مجوسی کا ذبیحہ مردار کے حکم میں ہے لیکن ایک قول یہ ہے کہ محرم کا کیا ہوا شکار کسی دوسرے شخص کیلئے حلال ہے۔ اگر کسی محرم نے انڈا توڑا تو وہ انڈا اس کیلئے حرام ہے۔ اسی طرح اگر کسی محرم نے شکار کئے ہوئے جانور کا دودھ دوہ لیا تو اس کا حکم بھی انڈا توڑنے کی طرح ہے یعنی وہ دودھ محرم کیلئے حرام ہے۔

مسئلہ: اگر کسی محرم نے شکار پر چیخ ماری جس کے سبب اس کی موت واقع ہوگئی یا کوئی ایسا آدمی جو حالت احرام میں نہیں ہے۔ حرم کے شکار پر چیخا جس کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوگئی تو اس کے متعلق دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ وہ ضامن ہوگا (یعنی اس پر اس کی قیمت واجب ہوگی) کیونکہ وہ اس کی ہلاکت کا سبب بنا ہے جیسے اگر کسی نے کسی بچہ پر چیخ ماری اور وہ بچہ خوف کی وجہ سے مرگیا تو وہ ضامن ہوگا۔ امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ یہی ظاہر ہے لیکن دوسرا قول یہ ہے کہ ایسا شخص ضامن نہیں ہوگا جیسے اگر کسی نے بالغ آدمی پر چیخ ماری جس کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوگئی تو اس پر ضامن نہیں ہوگا۔ پس اگر کسی شکار کو زخم لگا اور وہ شکار زخمی ہونے کی وجہ سے کسی دوسرے شکار یا اپنے انڈے یا اپنے بچے پر گر گیا جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہوگیا تو ہلاکت کا سبب بننے والے شخص پر ان تمام چیزوں کا ضمان واجب ہوگا۔

مسئلہ: اگر کسی محرم کا کوئی ایسا رشتہ دار فوت ہوگیا جس کی ملکیت میں کوئی شکار تھا تو یہ محرم اس کے شکار کا مالک بن جائے گا اور جس طرح چاہے اس میں تصرف کا حق رکھتا ہے لیکن اس کو قتل یا ضائع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

مسئلہ: رویانی نے کہا ہے کہ وہ عمرہ جس میں کسی شکار کو قتل نہ کیا گیا ہو' اس حج سے افضل ہے جس میں کسی شکار کو قتل کر دیا گیا ہو لیکن صحیح بات یہی ہے کہ حج افضل ہے۔

مسئلہ: حرم مدینہ کا شکار حرام ہے۔ اس روایت کی بناء پر جو امام مسلمؒ نے کتاب مسلم میں حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا اور میں مدینہ کو دونوں وادیوں کے درمیان حرم قرار دیتا ہوں۔ پس اس کے درختوں کو نہ کاٹا جائے اور اس کے جانوروں کا شکار نہ کیا جائے۔ اہل علم کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا مدینہ کے شکار کا بھی مکہ کے شکار کی طرح ضمان دینا ہوگا؟ امام شافعیؒ کا جدید قول یہ ہے کہ اس کا ضمان نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ وہ ایسی جگہ شکار کیا گیا ہے۔ جس میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے۔ پس طائف کے شکار کی طرح مدینہ کے شکار کا بھی ضمان نہیں دیا جائے گا۔ سنن بیہقی میں بسند ضعیف یہ روایت مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خبر دار طائف کا شکار اور اس کے درخت محرم کے لئے حرام ہیں۔ امام شافعیؒ کا قول قدیم یہ ہے کہ جس نے مدینہ میں حالت احرام میں شکار کیا' اس کا سامان سلب کر لیا جائے گا اور حرم مدینہ کے درخت کاٹنے والے کو بھی یہی سزا دی جائے گی۔ امام نوویؒ نے دلیل کی مضبوطی کی بناء پر اس قول کو اختیار کیا ہے۔ ائمہ کے مطلق قول کے مطابق حرم مدینہ میں شکار کرنے والے کا سامان ضبط کرنا شکار کی ہلاکت پر موقوف نہیں ہے بلکہ اگر اس نے صرف شکار ہی کیا۔ اگر چہ شکار ہلاک نہیں ہوا تو اس کا سامان ضبط کر لیا جائے گا۔ اکثر اہل علم کے نزدیک اس کے سامان کا سلب کرنا مقتول کفار کی مانند ہے۔ بعض اہل علم کا یہ قول ہے کہ صرف محرم کا لباس سلب کیا جائے گا۔ بعض اہل علم کے نزدیک محرم کا سارا سامان سلب کر کے اسے صرف ستر ڈھانپنے کے لئے کپڑا دیا جائے گا۔ الروضۃ اور ''الشرح المہذب'' میں اسی قول کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ پھر یہ سلب شدہ سامان کسے دیا جائے گا۔ بعض اہل علم کے نزدیک مدینہ کے فقراء کو دیا جائے گا' شکار کی جزا کی طرح۔ بعض اہل علم کا یہ قول ہے کہ بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔ پس اگر کسی جانور نے محرم آدمی پر حملہ کیا اور اس آدمی نے اپنا دفاع کرتے ہوئے اس جانور کو قتل کر دیا تو وہ ضمان سے مستثنیٰ ہوگا۔

مسئلہ: جب حرم کے راستہ میں ٹڈی دل پھیل جائے اور ان کو روندے بغیر وہاں سے گزرنا مشکل ہو تو ظاہر قول کے مطابق ان کو روندنے کی وجہ سے محرم پر ضمان واجب نہیں ہوگا۔ پس اگر کوئی کافر حرم میں داخل ہو کر شکار کو قتل کر دے تو اس سے ضمان لیا جائے گا۔ شیخ ابواسحٰق نے ''المہذب'' میں لکھا ہے کہ میرے نزدیک اس پر ضمان واجب نہیں ہے۔ امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ شیخ ابواسحٰق اپنی رائے میں تنہا ہیں۔ شیخ ابواسحٰق کی وفات ۴۷۶ھ کو ہوئی۔

تنبیہات جان لو کہ شکار جب دو اسباب مبیح اور محرم کی وجہ سے مر جائے تو وہ حرام ہے۔ مثال کے طور پر کوئی شکار تیر اور بندوق سے مر جائے یا کسی جانور کو تیر کا پھل لگا۔ جس سے وہ زخمی ہوگیا اور تیر بھی اس کے جسم پر لگا اور وہ ہلاک ہوگیا۔ اسی طرح اگر کسی جانور کو تیر مارا گیا جبکہ وہ چھت کے کنارہ پر تھا اور تیر لگنے کی وجہ سے وہ نیچے گرا اور ہلاک ہوگیا یا کنویں میں گر کر ہلاک ہوگیا۔ یا جانور پہاڑ پر تھا' تیر لگنے کی وجہ

سے وہاں سے لڑھک گیا اور ہلاک ہوگیا یا تیر لگنے کے بعد پانی میں گر کر مر گیا یا جانور درخت پر تھا تیر لگنے کے بعد درخت کی شاخوں سے ٹکرا کر ہلاک ہوگیا تو یہ شکار حرام ہوگا کیونکہ اس کی ہلاکت کا سبب معلوم نہیں ہے کہ اس کی ہلاکت کا سبب مبیح ہے یا محرم۔ اسی طرح اگر کوئی جانور تیز دھار آلے چھری، چاقو وغیرہ پر گر گیا تو وہ بھی حرام ہے اور اگر کسی جانور پر تیر چلایا گیا اور تیر فضاء میں اس جانور کو لگ گیا اور وہ جانور زمین پر گر کر مر گیا تو وہ حلال ہے خواہ وہ زمین پہ گرنے کے بعد مرا ہو یا اس سے پہلے مرا ہو۔ اگر چہ یہ بھی معلوم نہ ہو کہ اس کی موت زمین پر گرنے سے پہلے ہوئی ہے یا زمین پر گرنے کے بعد کیونکہ اس کا زمین پر گرنا ناگزیر ہے۔ لہٰذا اس سے صرف نظر کیا جائے گا جیسے بوقت دشواری ذبح سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر شکار کسی جگہ کھڑا ہوا ہو اور تیر لگنے کے بعد اپنے پہلو پر گر جائے تو وہ حلال ہے۔ امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ اگر اس کی موت زمین پر گرنے کے بعد ہوئی ہو تو پھر حرام ہے۔ تیر لگنے کے بعد جانور کا کچھ دیر لڑکھڑانا مضر نہیں ہے کیونکہ یہ بھی زمین پر گرنے کی مانند ہے۔ اگر تیر لگنے کے بعد شکار پہاڑ سے پہلو در پہلو زمین پر گرا تو وہ حرام نہیں ہوگا کیونکہ اس طرح گرنے کو موت میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اگر کسی شکار کو فضا میں تیر لگا جس سے اس کے بازو ٹوٹ گئے اور وہ زخمی بھی نہیں لیکن زمین پر گر کر مر گیا تو وہ حرام ہے کیونکہ اس کی موت کے وقت اسے کسی قسم کا زخم نہیں لگا۔ نیز اگر زخم معمولی سا ہو جو عموماً غیر موثر ہوتا ہے لیکن اس کے بازو بیکار ہو گئے اور وہ گر کر مر گیا تو وہ حرام ہوگا۔ اگر شکار فضا میں تھا اور اسے تیر لگا جس کی وجہ سے وہ زخمی ہو کر کنویں میں گر گیا تو دیکھا جائے گا کہ کنویں میں پانی ہے یا نہیں۔ پس اگر کنویں میں پانی ہے تو وہ جانور حرام ہوگا اور اگر پانی نہیں ہے تو پھر وہ جانور حلال ہوگا۔ کیونکہ پانی کے بغیر کنویں کا گھڑا زمین کی مانند ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ گرتے وقت شکار کنویں کی دیواروں سے نہ ٹکراتا ہو۔ اگر شکار درخت پر بیٹھا تھا اور تیر لگنے سے زخمی ہو کر زمین پر گر گیا تو وہ حلال ہوگا اور اگر درخت کی شاخوں پر گرا اور پھر زمین پر گرا تو وہ حرام ہوگا کیونکہ درخت کی شاخوں یا پہاڑ کے کناروں سے ٹکرانا زمین سے ٹکرانے کی مانند نہیں ہے۔ اس لئے کہ زمین سے ٹکرانا تو ضروری ہے لیکن درخت کی شاخوں سے ٹکرانا غیر ضروری ہے۔ پرندے چونکہ کثرت کے ساتھ درختوں پر رہتے ہیں اس لئے امام مالکؒ کے نزدیک اس میں دو احتمال ہیں۔ اگر آبی پرندے کو تیر مارا تو دیکھا جائے گا کہ وہ سطح آب پر ہے یا اس سے خارج ہے۔ اگر پانی کی سطح پر تھا اور تیر لگنے کے بعد زخمی ہو کر پانی میں گر کر مر گیا تو حلال ہے اور اگر پانی سے باہر تھا اور تیر لگنے کے بعد پانی میں گر گیا تو اس میں دو صورتیں ہیں جو ''الحاوی'' میں مذکور ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ وہ حرام ہے کیونکہ پانی زخم لگنے کے بعد شکار کی ہلاکت میں معاون بنے گا اور دوسری صورت یہ ہے کہ شکار حلال ہے کیونکہ پانی اس کو غرق نہیں کرتا کیونکہ وہ پانی میں رہنے والا پرندہ ہے۔ لہٰذا اس کا پانی میں گرنا زمین پر گرنے کی مانند ہے اور یہی راجح ہے۔ التہذیب میں مذکور ہے کہ اگر شکار سمندر کی فضاء میں ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ شکار کو قتل کرنے والا سمندر میں ہے یا خشکی میں؟ اگر خشکی میں ہے تو شکار حرام ہے اور اگر شکاری سمندر میں ہے تو شکار حلال ہے۔ پس اگر پرندہ پانی سے باہر ہو اور تیر لگنے کے بعد وہ پانی میں گر جائے تو اس کے متعلق دو قول ہیں۔ علامہ بغویؒ نے تہذیب میں اور شیخ ابو محمد نے ''المختصر'' میں شکار کی حالت کا قول نقل کیا ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں۔ یہ تمام مسائل جو ہم نے ماقبل میں ذکر کئے ہیں اس صورت میں ہیں جبکہ شکار کو لگنے والا زخم ذبح کی حد کو نہ پہنچا ہو۔ پس اگر حلقوم اور مرئی وغیرہ کٹ گئی ہوں تو پھر یہ مکمل طور پر ذبح ہوگیا اور بعد میں رونما ہونے والے حالات اس پر اثر انداز نہیں ہوں گے۔ اگر کوئی شکار زخمی ہونے کے بعد ہلاک ہونے کی بجائے غائب ہوگیا ہو اور پھر وہ مردہ حالت میں ملے تو بعض اہل علم کے نزدیک حلال ہے اور بعض اہل علم نے اسے حرام قرار دیا ہے لیکن پہلا قول

زیادہ صحیح ہے بشرطیکہ زخم ذبح کی حد کو پہنچ گیا ہو اور غائب ہونے کا کوئی دخل اس کی موت میں ہو اور وہ زخم ذبح کی حد کو نہ پہنچا ہو تو پھر اگر شکار پانی میں پایا جائے اور اس پر صدمہ یا دوسرے زخم کا اثر بھی ہو تو وہ حرام ہوگا۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں ہمارے علماء کے تین قول ہیں۔ پہلا اور دوسرا قول شکار کے حلال ہونے کا ہے جن میں سے مشہور قول صاحب تہذیب کا ہے جو شکار کو حلال قرار دیتے ہیں اور اہل عراق اسے حرام قرار دیتے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ شکار قطعی طور پر حلال ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ شکار حرام ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ اگر تیر مارنے کے بعد شکار کا تعاقب کیا اور اسے مردہ حالت میں پایا تو شکار حلال ہے اور اگر تیر مارنے کے بعد تعاقب میں تاخیر کی تو پھر شکار حرام ہوگا۔ امام مالکؒ سے مروی ہے کہ اگر اس شکار کو خشکی میں پایا تو حلال ہے ورنہ حرام ہے۔ امام نوویؒ اور امام غزالیؒ نے ان احادیث کی روشنی میں جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں شکار کی حلت کو صحیح اور راجح قرار دیا ہے۔ اگر کسی ایسے شخص نے ہوا میں تیر چلایا جو شکار کا ارادہ نہیں رکھتا تھا اور نہ شکار کا خیال اس کے ذہن میں تھا تو بیچ میں شکار آ گیا اور تیر شکار کے لگا جس سے وہ زخمی ہو کر مر گیا تو اس میں دو قول ہیں۔ صحیح قول یہ ہے کہ شکار حرام ہے کیونکہ شکاری نے شکار کا قصد نہیں کیا۔ اگر کسی نے پتھر سمجھ کر تیر چلایا لیکن اتفاقاً وہ شکار نکلا اور تیر سے مر گیا تو وہ حلال ہے۔ اسی طرح اگر کسی جانور پر صید غیر ماکول سمجھ کر تیر چلایا اور وہ ماکول نکلا تو وہ بھی حلال ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی کے پاس دو بکریاں تھیں تو اس نے ان میں سے ایک کو دوسری کے گمان میں حلال کر دیا تو وہ حلال ہوگی۔ امام مالکؒ نے بھی حلت کا قول نقل کیا ہے۔ اگر کسی نے زمین پر چاقو گاڑ دیا یا اس کے ہاتھ میں چھری تھی اور چھری بکری کے حلق پر گر پڑی جس سے بکری ذبح ہوگئی تو بکری حرام ہوگی کیونکہ اس نے بکری کو نہ تو ذبح کیا ہے اور نہ ذبح کرنے کا ارادہ کیا تھا اور جو کچھ بھی ہوا وہ بکری کے فعل سے ہوا یا غیر اختیاری طور پر ہو گیا۔ تہذیب وغیرہ میں ہے کہ ابواسحٰق کے نزدیک چھری گرنے کی صورت میں بکری حلال ہوگی اور شکار کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر کسی کے ہاتھ میں چھری ہو جس کو وہ حرکت دے رہا ہو اور بکری بھی اس پر اپنا حلقوم رگڑ رہی ہو اور اس طرح بکری کا حلقوم کٹ جائے تو وہ بکری حرام ہوگی کیونکہ بکری کی ہلاکت ذبح کرنے والے اور بکری کے اشتراک عمل سے واقع ہوئی ہے۔ قاضی ابوسعید الھروی نے "لباب" میں لکھا ہے کہ اگر کوئی نابینا شخص کسی بینا شخص کی رہنمائی سے شکار پر تیر چلائے اور وہ شکار تیر لگنے سے مر جائے تو وہ حرام ہوگا۔

مسئلہ: بھیڑ اور اشتراک کی مختلف صورتیں ہیں۔ مثلاً یہ کہ ایک شکار پر دو آدمیوں کے دو زخم یکے بعد دیگرے واقع ہوں تو ان دونوں میں سے پہلا زخم یا تو جلدی مارنے والا ہوگا یا بدیر۔ یا نہ جلدی مارنے والا نہ بدیر۔ پس اگر زخم نہ جلدی ہلاک کرنے والا ہو نہ بدیر تو وہ شکار حرام ہوگا اور اگر جلدی یا بدیر ہلاک کرنے والا ہو تو شکار دوسرے شخص کا ہوگا اور پہلے شخص پر اس زخم کا کوئی ضمان عائد نہیں ہوگا اور اگر پہلے شخص کا زخم فوراً شکار کو ہلاک کرنے والا ہو تو شکار پہلے شخص کا ہوگا اور دوسرے شخص پر نقصان کا ضمان ہوگا اور اگر پہلے شخص نے دیر سے ہلاک کرنے والا زخم لگایا تو وہ اس زخم لگانے کی وجہ سے شکار کا مالک ہو جائے گا۔ دوسرے کے متعلق دیکھا جائے گا کہ اگر اس کے زخم سے شکار کے حلقوم اور مری کٹ گئے تو وہ حلال ہے اور دوسرے شخص پر زخمی اور مذبوحہ شکار کی درمیانی قیمت واجب ہوگی اور تفاوت اس وقت ظاہر ہوگا جب اس میں زندگی کو استقرار حاصل ہو۔ پس اگر شکار سالم ہو یا اس حال میں ہو کہ اگر ذبح نہ کیا جائے تو ہلاک ہو جانے کا خدشہ ہو تو ایسی صورت میں اس کو ذبح کرنے کی وجہ سے کوئی نقصان نہیں ہوگا اور اگر دوسرے آدمی نے شکار کو فوراً ہلاک کر دیا لیکن حلقوم اور مری کو نہیں کاٹا تو شکار حرام ہوگا اور دوسرے شخص پر مذبوح شکار کی قیمت واجب ہوگی۔ تہذیب میں ہے کہ

مذکورہ بالا مسئلہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی اپنے غلام کو زخمی کردے اور اس کے بعد دوسرا آدمی بھی اس غلام کو زخمی کردے اور غلام ہلاک ہوجائے اور یہ مسئلہ اس صورت پر مبنی ہے جبکہ کوئی اجنبی آدمی کسی ایسے غلام کو زخمی کردے جس کی قیمت دس درہم ہو اور کوئی دوسرا شخص اس کے بعد غلام کو زخمی کردے اور وہ غلام ہلاک ہوجائے۔ مزنی نے کہا ہے کہ ایسی صورت میں ہر شخص پر غلام پر لگائے گئے زخم کی جنایت ہوگی اور بقیہ قیمت دونوں زخم لگانے والوں میں نصف نصف تقسیم کردی جائے گی۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ زخم لگانے کے دن اس غلام کی جو قیمت ہے ہر شخص اس کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا۔ ابن خیر نے کہا ہے کہ اگر پہلے شخص نے جس دن غلام کو زخم لگایا اس دن غلام کی قیمت دس درہم ہے اور دوسرے شخص نے جس دن غلام کو زخمی کیا اس دن غلام کی قیمت نو درہم ہے تو پہلے زخم لگانے والے شخص پر دس درہم کا تہائی حصہ اور دوسرے شخص پر جس نے بعد میں غلام کو زخمی کیا نو درہم کا تہائی حصہ واجب ہوگا۔ قفال نے کہا ہے کہ ہر ایک پر اس کے لگائے گئے زخم کے مطابق ضمان ہوگا۔ دوسرا طریقہ مشترکہ شکار کا یہ ہے کہ اگر پہلا شخص شکار کو زندہ نہ پائے تو دوسرے شخص پر جس نے بعد میں شکار کو زخمی کیا۔ زخم کی قیمت واجب ہوگی اور اگر اس نے شکار کو تو زندہ ہی پایا لیکن اس کو ذبح نہ کرسکا تو دوسرے شخص پر زخم کی جنایت واجب ہوگی۔ اگر دو شخصوں نے کسی شکار پر تیر چلایا اور دونوں کے تیر بیک وقت شکار کو لگے اور شکار مر گیا تو دونوں آدمی شکار کے مالک ہوں گے اور اگر ایک آدمی نے شکار کو پہلے زخمی کیا اور دوسرے شخص نے ذبح کرنے کی جگہ شکار کو زخم لگایا اور یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ شکار کے پہلا تیر کس کا لگا اور دونوں آدمی یہ دعویٰ کرتے ہوں کہ ان کا تیر پہلے لگا ہے تو وہ شکار دونوں میں تقسیم کردیا جائے گا۔ اگر ان میں سے کسی نے شکار کو معمولی زخم لگایا کہ ذبح کی جگہ میں اچھی طرح زخم نہیں لگا تو شکار حرام ہوگا۔

مسئلہ: اگر کسی شخص نے کسی ایسے جانور کا شکار کیا جس پر ملکیت کے آثار نمایاں ہوں۔ مثلاً کوئی نشان لگایا گیا ہو یا مہندی وغیرہ لگی ہو یا شکار کے بازو کٹے ہوئے ہوں یا کان کٹے ہوئے ہوں تو ایسی صورت میں شکار کرنے والا شکار کا مالک نہیں ہوگا کیونکہ شکار پر موجود تمام نشانیاں اس بات کو ظاہر کررہی ہیں کہ شکار کسی کی ملکیت میں تھا اور اڑ کر آ گیا ہے۔ نیز اس صورت میں اس احتمال کو اہمیت نہیں دی جائے گی کہ ممکن ہے کسی محرم نے اسے شکار کرلیا ہو اور پھر یہ نشانات لگا کر چھوڑ دیا ہو۔ یہ احتمال بعید ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے شکار کو دو حصوں میں پھاڑ دیا تو شکار حلال ہوگا اور اگر شکار کا کوئی ایک جزو جسم سے علیحدہ ہوگیا اور اس کے تھوڑی دیر بعد شکار ذبح کرنے سے قبل ہلاک ہوگیا تو اس صورت میں شکار کا الگ ہونے والا جزو ایک قول کے مطابق حلال ہوگا اور باقی جسم حرام ہوگا جیسے فوراً مرنے کی صورت میں پورا شکار حلال ہوتا ہے اور اگر شکار کا ایک جزو الگ ہونے کے بعد شکار زندہ ملا اور اس کو ذبح کرلیا تو پورا شکار حلال ہوگا اور وہ علیحدہ جزو حرام ہوگا۔ اگر کسی شکاری جانور کے بوجھ سے شکار ہلاک ہوجائے تو ایسی صورت میں ایک قول کے مطابق شکار حلال ہوگا اور اگر تیر کے بوجھ سے شکار مر جائے تو شکار حلال نہیں ہوگا۔

مسئلہ: شکار پر ملکیت چند امور سے ثابت ہوتی ہے۔ پوچھل بنا دینا' اڑان کو ختم کردینا' ڈور یا جال سے چمٹ جانا' اگر شکاری سے جال گر گیا اور اس میں شکار پھنس جائے تو اس میں دو قول ہیں۔ یہی مسئلہ جال' پھندوں والی رسی وغیرہ کا بھی ہے۔

مسئلہ: اگر کسی آدمی نے مچھلی کا شکار کیا اور مچھلی کے پیٹ سے موتی برآمد ہوا تو اگر موتی سوراخ والا ہے تو وہ لقطہ کے حکم میں ہے اور اگر سوراخ کے بغیر ہے تو مچھلی کو شکار کرنے والا اس کا مالک ہوجائے گا اور کسی شخص نے مچھلی خریدی اور اس کے پیٹ سے بغیر

سوراخ کا موتی برآمد ہوا تو مچھلی کو خریدنے والا اس کا مالک ہوگا اور اگر ایسا موتی برآمد ہوا جس کے سوراخ ہوں تو موتی مچھلی فروخت کرنے والے شخص کا ہوگا اگر وہ اس کی ملکیت کا دعویٰ کرے۔ التہذیب میں اسی طرح مذکور ہے۔ حالانکہ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ موتی پر شکاری کی ملکیت ثابت ہونی چاہئے جیسے زمین سے برآمد ہونے والا خزانہ زمین کھودنے والے کا ہوتا ہے۔

خاتمہ | اگر شکار کو چھوڑ کر آزاد کر دیا گیا تو شکاری کی ملکیت اس سے زائل ہو جائے گی یا نہیں؟ اس کے متعلق دو قول ہیں۔ صحیح بات یہی ہے کہ شکاری کی ملکیت زائل تو نہیں ہوگی لیکن شکار کو چھوڑ دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ زمانہ جاہلیت کا ''تسییب السوائب'' ہے (یعنی غیر اللہ کے نام کسی اونٹنی کو آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا نہ اس کا دودھ پیا جاتا اور نہ اس پر سواری کی جاتی تھی) پس شکار کا یہ حق ہے کہ اس فعل سے اجتناب کیا جائے۔ عنقریب انشاء اللہ ''السائبۃ'' کے متعلق تفصیلی گفتگو ''باب النون'' میں آئے گی اور کتے اور ''الجارحۃ'' کے متعلق تفصیل ''باب الکاف'' میں آئے گی۔ اگر شکاری کے ہاتھ سے شکار چھوٹ کر فرار ہو جائے تو شکاری کی ملکیت زائل نہیں ہوگی۔ پس اگر کوئی شخص اس قسم کے شکار کو پکڑے تو اس کا اس کے مالک کی طرف لوٹا دینا ضروری ہے اگر چہ وہ شکار جنگل میں وحشی جانوروں میں ہی کیوں نہ شامل ہو جائے۔ خواہ آبادی سے دور چلا جائے یا آبادی کے اردگرد چکر لگاتا رہے۔ امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ اگر شکار آبادی میں یا آبادی کے اردگرد گھومتا رہا تو ملکیت زائل نہیں ہوگی اور اگر آبادی سے دور نکل جائے اور جنگل میں وحشی جانوروں میں شامل ہو جائے تو شکاری کی ملکیت سے خارج ہو جائے گا اور اگر تھوڑا عرصہ گزرا ہو تو ملکیت زائل نہیں ہوگی۔ امام مالکؒ سے یہ بھی مروی ہے کہ اگر شکار کو جان بوجھ کر شکاری نے خود ہی غائب کر دیا تو پھر شکار شکاری کی ملکیت سے خارج ہو گیا۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ ہمارے نزدیک اس کو چوپائے کے بدکنے اور غلام کے فرار پر قیاس کیا جائے گا۔

اختتامیہ | اگر کوئی شکار کھیت میں دھنس کر پکڑا جائے تو اس کی ملکیت کے متعلق دو قول ہیں۔ صحیح قول یہ ہے کہ شکار پکڑنے والا مالک نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ زمین کے مالک نے زمین کی سیرابی کے لئے کھیتی کا قصد کیا ہے نہ کہ شکار کا۔ اسی طرح اگر کوئی شکاری کسی باغ میں داخل ہو کر کسی پرندے کا شکار کرے تو وہ شخص قطعی طور پر شکار کا مالک ہو جائے گا اور باغ کے مالک کو پرندے پر ملکیت کا کوئی حق حاصل نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم۔ کسی نے کیا عمدہ اشعار کہے ہیں ؎

یَشْقٰی رِجَالٌ ویشقی اخرون بھم ویسعداللہ اقواماً باقوام

''کچھ لوگ شقی ہوتے ہیں اور دوسرے لوگ بھی ان کی وجہ سے شقاوت میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بعض قوم کو بعض کی وجہ سے سعادتمند بنا دیتا ہے۔''

ولیس رزق الفتی من فضل حیلته لکن حدود بارزاق وأقسام

''اور انسان کا رزق اس کے حیلے کا کمال نہیں ہے لیکن رزق اور قسمتوں کے کچھ حدود و قیود ہیں۔''

کالصید یحرمه الرامی المجید وقد یرمی فیحرزہ من لیس بالرامی

''جیسے شکار ہے کہ اسے تیر مارنے والا لے لیتا ہے اور کبھی تیر کوئی اور شخص چلاتا ہے لیکن شکار کو وہ شخص روک لیتا ہے جس نے تیر چلایا ہی نہیں۔''

فائدہ | تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ جب رشید نے فضل بن یحییٰ کو خراسان کا امیر مقرر کیا تو کچھ عرصہ کے بعد ڈاک کے ذریعہ اسے ایک خط موصول ہوا جس میں لکھا تھا کہ بے شک فضل شکار میں مشغول ہو گیا ہے جس کی وجہ سے وہ رعایا کے امور کی نگرانی سے غافل ہے۔ پس رشید نے یحییٰ سے کہا اے میرے پیارے اس خط کو پڑھ اور فضل کو ایسا خط لکھو کہ وہ ان حرکتوں سے رک جائے۔ پس یحییٰ نے فضل کو ایک خط لکھا اور خط کے نیچے یہ اشعار بھی لکھے۔

انصب نهاراً فی طلاب العلا　　واصبر علی فقد لقاء الحبیب

''تو کھڑا رہ دن بھر بلندی کی جستجو میں اور صبر کر محبوب کی ملاقات نہ ہونے پر''

حتی اذا اللیل أتی مقبلا　　واکتحلت بالغمض عین الرقیب

''یہاں تک کہ جب رات تیرے سامنے آ جائے اور رقیب کی آنکھ میں پوشیدگی کا سرمہ لگا دے۔''

فبادر اللیل بما تشتهی　　فانما اللیل نهارا الا ریب

''پس تو رات دن اس کام کو کرتا رہا جس کی تو خواہش رکھتا ہے کیونکہ رات عقلمند کا دن ہے۔''

کم من فتی تحسبه ناسکا　　یستقبل اللیل بامر عجیب

''کتنے ہی نوجوان ایسے ہیں جن کو تو عابد و زاہد سمجھتا ہے لیکن وہ رات کا استقبال عجیب طریقے سے کرتے ہیں۔''

غطی علیه اللیل استارہ　　فبات فی لهو و عیش خصیب

''رات اس پر پردہ ڈال دیتی ہے۔ پس وہ کھیل و عیاشی میں رات بسر کرتا ہے۔''

ولذة الاحمق مکشوفة　　یسعی بها کل عدو مریب

''اور احمق کی لذت ظاہر ہوتی ہے اور ہر چغل خور دشمن اس کی چغلی کر سکتا ہے۔''

پس جب یہ خط فضل بن یحییٰ کو ملا تو اس کو پڑھنے کے بعد وہ دن کے بعد مسجد سے علیحدہ نہیں ہوتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ فضل اپنے باپ یحییٰ کے پاس داخل ہوا تو وہ بہت اکڑ کر چل رہا تھا۔ پس یحییٰ نے اس پر کراہت کا اظہار کیا اور کہا کہ حکماء کا قول ہے کہ آدمی کے اندر بخل اور جہالت تواضع کے ساتھ اس علم اور سخاوت سے بہتر ہے جو کبر کے ساتھ ہو۔ پس کس قدر بہتر ہے یہ خوبی جس نے دو بہت بڑی خامیوں کو چھپا دیا اور کس قدر قابل مذمت ہے یہ برائی یعنی کبر جس نے دو بڑی خوبیوں کو چھپا دیا ہے۔ پس جب فضل اور یحییٰ قید خانے میں قید تھے تو موکل نے ایک دن ان کی ہنسی کی آواز سنی اور اس کی خبر رشید کو دی۔ پس رشید نے مسرور کو بھیجا تاکہ وہ ان سے ہنسنے کی وجہ معلوم کرے۔ پس وہ ان دونوں کے پاس آیا اور ان سے ہنسی کے متعلق سوال کیا اور کہا کہ امیر المومنین کہتے ہیں کہ یہ کونسا طریقہ ہے کہ تم امیر المومنین کے غصہ اور ناراضگی پر ہنس رہے ہو۔ پس امیر المومنین کے الفاظ نے ان کی ہنسی کو اور زیادہ کر دیا۔ یحییٰ نے کہا کہ ہمیں سکباج (ایک قسم کا سالن جو گوشت، سرکہ اور خوشبودار مصالحہ جات سے تیار ہوتا ہے) کی خواہش محسوس ہوئی تو ہم نے اس کے لئے ہانڈی، گوشت اور سرکہ وغیرہ خریدنے کا انتظام کیا اور سکباج پکایا لیکن جب یہ پک کر تیار ہو گیا اور فضل اس کو اتارنے لگا تو ہانڈی گر گئی۔ پس ہمیں اپنے حالات پر تعجب ہوا اور ہنسی آنے لگی۔ پس جب مسرور نے اس واقعہ کی خبر رشید کو دی تو وہ رونے لگا اور اس

نے حکم دیا کہ ہر روز یحییٰ اور فضل کیلئے دستر خوان تیار کیا جائے اور ایک آدمی کو جوان سے مانوس تھا' حکم دیا کہ ہر روز ان کو کھانا کھلایا کرو اور ان سے گفتگو کیا کرو۔ بیان کیا جاتا ہے کہ فضل اپنے والد یحییٰ کے ساتھ نیک سلوک کرتا تھا۔ پس اس کے والد یحییٰ کو موسم سرما میں ٹھنڈا پانی بہت ضرر پہنچاتا تھا لیکن فضل تہہ خانہ میں پانی گرم کرنے پر قادر نہیں تھا۔ اس لئے وہ تانبے کے لوٹے میں پانی لے کر بہت دیر تک لوٹے کو اپنے پیٹ سے لگائے رکھتا تھا تاکہ جسم کی حرارت سے پانی کی ٹھنڈک میں کمی واقع ہو جائے اور اس کے والد پانی کو استعمال کر سکیں۔ یحییٰ کا انتقال ۱۹۳ھ میں قید خانہ ہی میں ہوا۔ جب رشید کو ان کی وفات کی خبر پہنچی تو اس نے کہا میرا معاملہ بھی اس کے معاملہ کے قریب ہے۔ پس یحییٰ کی وفات کے پانچ ماہ بعد رشید کا بھی انتقال ہو گیا۔

اَلصَّیْدَحُ

''اَلصَّیْدَحُ'' اس سے مراد وہ گھوڑا ہے جس کی آواز بہت سخت ہے۔ جوہریؒ نے کہا ہے کہ ''اَلصَّیْدَحُ'' سے مراد ''الو'' ہے۔ اس کو صیدح کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی آواز میں سختی پائی جاتی ہے اور صیدح کے معنی چلانے کے آتے ہیں۔ شاعر نے کہا ہے کہ

وَقَدْ هَاجَ شَوْقِی اَنْ تَغَنَّتْ حَمَامَۃٌ مُطَوَّقَۃٌ وَرَقَاءُ تَصْدَحُ بِالْفَجْرِ

''اور تحقیق میرا شوق موجزن ہو گیا اس وقت جب سبز رنگ والی گنڈے دار کبوتری گنگنانے لگی جو فجر کے وقت چلاتی ہے۔''

جاحظ نے کہا ہے کہ الو اور تمام ''طیور اللیل'' سحری کے وقت ہمیشہ چیختے ہیں۔ ''صیدح'' ایک سفید اونٹنی کو بھی کہا جاتا ہے۔ بلال بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ اشعری نے اس اونٹنی کی مدح میں کہا ہے کہ

رَأَیْتُ النَّاسَ یَنْتَجِعُوْنَ غَیْثًا فَقُلْتُ لِصَیْدَحَ انتجعی بلالًا

''میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ بخشش کے متلاشی ہیں۔ پس میں نے صیدح (یعنی سفید اونٹنی) سے کہا کہ بلال کو معاف کر دے۔''

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ شعر ''باب الھمزہ'' میں ''الابل'' کے تحت بھی گزر چکا ہے۔

اَلصَّیْدَن

''اَلصَّیْدَن'' اس سے مراد لومڑی ہے۔ تحقیق ''باب الثاء'' میں ''الثعلب'' کے تحت اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

اَلصَّیْدَنَانِی

''اَلصَّیْدَنَانِی'' اس سے مراد ایک کیڑا ہے جو مخلوق سے پوشیدہ رہنے کے لئے زمین میں اپنا گھر بناتا ہے۔

اَلصَّیْرُ

''اَلصَّیْرُ'' اس سے مراد چھوٹی مچھلیاں ہیں۔

حدیث میں ''اَلصَّیْرُ'' کا تذکرہ وہب بن عبداللہ مغافری کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ہمراہ حضرت زینب بنت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس انہوں نے ہمارے سامنے گھی کی تلی ہوئی ایک ٹڈی رکھی اور فرمایا اے مصری اس کو کھاؤ شاید تمہیں "الصیر" اس سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ وہب کہتے ہیں میں نے کہا کہ ہم "الصیر" کو پسند نہیں کرتے۔ (رواہ البیہقی فی سنن البیہقی فِیْ بَابُ مَاجَاءَ فِی اَکْلِ الْجَرَادِ)

دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت سالم بن عبداللہ کے پاس سے ایک آدمی گزرا جس کے پاس "اَلصِّیْرُ" (چھوٹی مچھلی) تھی۔ پس آپ نے اس میں سے چکھا۔ پھر اس سے پوچھا کہ "اَلصِّیْرُ" کو کتنی رقم میں فروخت کرو گے۔

جریر نے ایک قوم کی مذمت کرتے ہوئے یہ شعر کہا ہے ۔

کَانُوْا اِذَا جَعَلُوا فِی صَیْرِهِمْ بصلا ثُمَّ اشتووا کنعدا من مالح جدفوا

"وہ لوگ اپنی "صیر" پیاز میں ملاتے ہیں تو پھر ایک قسم کی مچھلی کو کاٹ کر نمکین پانی میں بھونتے ہیں۔"

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت حسن سے کسی آدمی نے سوال کیا کہ "الصحناۃ" کا کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ کیا مسلمان "الصحناۃ" کو کھاتے ہیں اور الصحناۃ سے مراد "الصیر" (چھوٹی چھوٹی مچھلیاں) ہی ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ "الصحناۃ" اور "الصیر" دونوں ہی غیر عربی لفظ ہیں۔

خواص جبریل بن بختیشوع نے کہا ہے کہ ابازید سے شکار کی ہوئی "الصحناۃ" کا استعمال معدہ کی رطوبت اور گندگی کو زائل کرتا ہے اور منہ کی بدبو ختم کر کے خوشبو پیدا کرتا ہے۔ نیز یہ بلغم کی وجہ سے پیدا ہونے والے کولہو کے درد کے خاتمہ کا باعث ہوتا ہے۔ اسی طرح کسی شخص کو بچھو نے ڈس لیا ہو تو وہ "الصحن[illegible]" کے روغن کی مالش کرے۔ انشاء اللہ شفایاب ہو جائے گا۔

باب الضاد المعجمة

اَلضَّانُ

''اَلضَّانُ ''اس سے مراد بھیڑ یا دنبہ وغیرہ ہیں ۔ یہ ضائن کی جمع ہے اور مونث کے لئے ''ضَائِنَۃ'' کا لفظ مستعمل ہے۔ نیز اس کی جمع ضوائن بھی آتی ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک یہ ایسی جمع ہے جس کے لئے واحد کا کوئی لفظ مستعمل نہیں ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک اس کی جمع ضئین بھی آتی ہے جیسے عبد کی جمع عبید آتی ہے۔

فائدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''ثَمَانِیَۃَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّانِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَیْنِ قُلْ آلذَّکَرَیْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْہِ اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِ'' (یہ آٹھ نر و مادہ ہیں، دو بھیڑ کی قسم سے اور دو بکری کی قسم سے۔ اے نبیؐ ان سے پوچھو کہ اللہ نے ان کے نر حرام کئے ہیں یا مادہ، یا وہ بچے جو بھیڑوں اور بکریوں کے پیٹ میں ہوں۔ سورۃ الانعام۔ آیت نمبر ۱۴۳)

اس آیت کا شان نزول اس طرح ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ یہ مویشی ہیں اور یہ کھیت ہے (یعنی ان سے کسی قسم کا نفع حاصل نہیں کیا جاسکتا) اہل عرب کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ ان مویشیوں کے بطون (پیٹوں) میں جو کچھ بھی ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لئے ہے اور ہماری عورتوں کے لئے حرام ہے نیز انہوں نے اپنے لئے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حامی کو بھی حرام کر رکھا تھا۔ پس وہ بعض جانوروں کا کھانا اپنی عورتوں کے لئے حرام قرار دیتے تھے۔ پس جب اسلام آیا تو اس نے حلال و حرام کے احکام کی توضیح کر دی تو مشرکین مکہ نے اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑا شروع کر دیا اور مشرکین میں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے پہلے جھگڑا کرنے والا شخص مشرکین کا خطیب مالک بن عوف بن احوص جشمی تھا۔ پس اس نے کہا اے محمدؐ! بے شک تم نے وہ چیزیں حرام کر دیں جو ہمارے آباؤ اجداد کیا کرتے تھے۔ پس اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ بے شک تم نے بغیر کسی دلیل کے بکری کی بہت سی اقسام کو حرام ٹھہرالیا تھا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان ازواج خمسہ کو اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ ان کا گوشت کھایا جائے اور ان سے نفع حاصل کیا جائے۔ پس یہ تحریم جو تم نے مقرر کی ہے کہاں سے آ گئی؟ کیا یہ نر کی جانب سے ہے یا مادہ کی جانب سے؟ پس مالک خاموش ہو گیا اور حیران ہو گیا اور کوئی بھی جواب نہیں دے سکا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کیا ہے تیرے لئے کہ تو جواب نہیں دیتا۔ پس مالک نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرمائیں میں سماعت کروں گا۔ پس اگر مالک یہ جواب دیتا کہ حرمت مذکر کی جانب سے آئی ہے تو تمام مذکر اس کی حرمت کی وجہ سے حرام ہوتے تو کسی مذکر کو مخصوص کیوں کیا جاتا ہے اور اگر یہ جواب دیتا کہ حرمت مادہ کی جانب سے ہے تو مادہ کی قسم کے تمام جانور حرام قرار پائے اور اگر یوں کہتا کہ حرمت اشتمال رحم کی بناء پر ہے تو پھر یہ ضروری ہوتا کہ تمام نر و مادہ جانوروں کا گوشت کھانا حرام قرار پائے کیونکہ رحم نر و مادہ تمام جانوروں میں موجود ہے۔ پس رہی تخصیص کہ پانچواں بچہ حرام ہے یا ساتواں یا بعض حرام اور بعض حرام نہیں اس کی کیا دلیل ہے؟

آیت مذکورہ میں ''ثَمَانِیَۃَ اَزْوَاجٍ'' پر نصب بدلیت کی بناء پر ہے اور یہ ''مِنَ الْحَمُوْلَۃِ'' سے بدل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے چوپاؤں میں سے ان آٹھ ازواج کو یعنی آٹھ قسموں کو تخلیق کیا۔ ضان کی دو صنف مذکر و مونث ہیں۔ پس مذکر ایک زوج اور مونث ایک زوج ہوا۔ اہل عرب ہر اس واحد کو جو دوسرے سے منفک نہ ہو زوج کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ عنقریب انشاء اللہ بحیرۃ، سائبہ، وصیلہ اور حامی کا مفصل بیان ''باب النون'' میں ''النعم'' کے تحت آئے گا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے بھیڑ بکریوں میں برکت رکھی ہے۔ پس یہ سال میں ایک مرتبہ بچہ پیدا کرتی ہیں اور ان کا گوشت بکثرت کھایا جاتا ہے لیکن ان کے باوجود ان کی تعداد زمین پر بہت زیادہ ہے۔ اس کے برعکس درندے سال میں دو مرتبہ یعنی موسم سرما اور موسم گرما میں بچے پیدا کرتے ہیں اور ان کا گوشت استعمال نہیں کیا جاتا لیکن پھر بھی یہ زمین میں چیدہ چیدہ ہی نظر آتے ہیں۔ بھیڑ کی کھال بہت نرم ہوتی ہے اور اس کا ملائم ہونا ضرب المثل ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آخری زمانہ میں کچھ لوگ ایسے ظاہر ہوں گے جو دنیا کو دین کی آڑ میں چھپائیں گے، ان کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی اور ان کے دل بھیڑیوں سے زیادہ سخت ہوں گے اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے دل ایلوے سے زیادہ کڑوے ہوں گے اور وہ بظاہر اس قدر نرم ہوں گے کہ لوگوں کے سامنے بھیڑ کی کھال پہنے ہوئے نمودار ہوں گے اور دنیا کو دین کے بدلے خریدیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا یہ لوگ مجھے دھوکہ دے رہے ہیں اور کیا یہ مجھ پر جری ہو رہے ہیں۔ پس مجھے بھی اپنی ذات کی قسم میں ان کو ایسے فتنوں میں مبتلا کروں گا کہ ان کے عقلمند اور سنجیدہ لوگ بھی حیران رہ جائیں گے۔ (رواہ البیہقی والترمذی) بھیڑ اور بکری میں طبعی طور پر اتنا تضاد پایا جاتا ہے کہ یہ کبھی باہم جفتی نہیں کرتے۔

بھیڑ اور بکری کی خصوصیات بھیڑ یا بکری کی عجیب خاصیت یہ ہے کہ یہ ہاتھی اور بھینس جیسے عظیم الجثہ جانوروں سے خوفزدہ نہیں ہوتی لیکن جونہی بھیڑیئے کو دیکھ لیتی ہے تو اس پر بہت زیادہ خوف طاری ہو جاتا ہے۔ یہ اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طبیعت میں یہ کیفیت پیدا فرمادی ہے۔ دوسری عجیب بات یہ ہے کہ بکری ایک رات میں بہت سے بچے پیدا کرتی ہے اور صبح کو چرواہا بکریوں کو چرانے کیلئے لے جاتا ہے لیکن بچوں کو گھر میں ہی چھوڑ دیتا ہے اور جب چرواہا شام کو بکریاں واپس لے کر آتا ہے تو ہر بچہ دودھ پینے کیلئے اپنی ماں کی طرف دوڑتا ہے اور اس میں بھولتا نہیں ہے۔ ہندوستان میں ایک خاص قسم کی بھیڑ (دنبہ) ہوتی ہے جس کے سینے، کندھوں اور رانوں و دم پر ایک ایک چکی ہوتی ہے اور بعض اوقات اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اس کیلئے چلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر بکری یا بھیڑ وغیرہ بارش کے وقت جفتی کریں تو حمل نہیں ٹھہرتا اور اگر شمال کی جانب سے چلنے والی ہوا کے وقت جفتی کریں تو مذکر بچہ پیدا ہوگا اور اگر جنوب کی طرف سے چلنے والی ہوا کے وقت جفتی کریں تو مونث بچے پیدا ہونگے۔ جب بھیڑ کھیتی یا درخت وغیرہ کو کھالے تو وہ دوبارہ اُگ آتا ہے لیکن اگر اس سے بکری کھالے تو وہ دوبارہ نہیں اگتا۔ اہل عرب بھیڑ کے چرنے کی صورت میں کہتے ہیں۔ ''جَزَّ ضَائنۃ'' (یعنی اس کو بھیڑ نے کاٹ دیا) اور بکری کے چرنے کی صورت میں کہتے ہیں ''حَلَقَ مُعِزَۃ'' (اسے بکری نے روند ڈالا)۔

الحکم تمام اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ بھیڑ اور بکری حلال ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''اَجْھَلُ مِنْ رَاعِی ضَأنٍ وَأحْمَقُ مِنْ رَاعِی ضَأنَ ثَمَانِیْنَ'' (بھیڑ کے چرواہے سے زیادہ جاہل اور اسی ''80'' بھیڑوں کے چرواہے سے زیادہ احمق) اسی طرح کہتے ہیں ''وَأحْمَقُ مِنْ طَالِبِ ضَأنِ ثَمَانِیْنَ'' (اسی ''80'' بھیڑوں کے طالب سے زیادہ بے وقوف) بھیڑ کی یہ فطری عادت ہے کہ وہ ہر چیز سے بدک کر ریوڑ سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔ پس چرواہا

ان کو ہر وقت جمع کرنے کے لئے جدوجہد کرتا ہے۔ اسی جدوجہد سے چرواہے کو حماقت کی جانب منسوب کیا گیا ہے۔ الصحاح میں مذکور ہے "أَحْمَقُ مِنْ صَاحِبِ ضَأنِ ثَمَانِينَ" (اسی "80" بھیڑوں کے مالک سے بھی زیادہ بے وقوف) اس ضرب المثل کا واقعہ اس طرح ہے کہ ایک اعرابی نے کسریٰ بادشاہ کو ایک خوشخبری سنائی۔ پس کسریٰ بہت خوش ہوا اور کہنے لگا تم جو چاہو مجھ سے مانگو۔ پس اعرابی نے کہا کہ میں تجھ سے اسی "80" بھیڑوں کا سوال کرتا ہوں۔ ابن خالویہ نے کہا ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حاجت پوری کردی۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے پاس مدینہ منورہ آنا۔ پس وہ شخص مدینہ منورہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے دو باتوں میں کونسی بات محبوب ہے کہ میں تجھے اسی (۸۰) بھیڑیں دے دوں یا میں تیرے لئے اللہ تعالیٰ سے سوال کروں کہ وہ تجھے جنت میں میرا ساتھی بنادے؟ پس اس شخص نے عرض کیا کہ مجھے اسی (۸۰) بھیڑیں عنایت فرمائیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو اسی (۸۰) بھیڑیں دے دو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک موسیٰ علیہ السلام کی ساتھی عورت تجھ سے زیادہ عقلمند تھی کیونکہ جب اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے حضرت یوسف علیہ السلام کی نعش کی نشاندہی کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ تجھے کونسی بات پسند ہے کہ میں تیرے لئے اللہ تعالیٰ سے سوال کروں کہ وہ تیرا ٹھکانہ میرے ساتھ جنت میں بنادے یا تجھے سو بکریاں دے دو؟ پس اس عورت نے جنت کا سوال کیا۔ اس حدیث کو ابن حبان نے نقل کیا ہے لیکن حاکم نے بھی اس کو نقل کیا ہے لیکن اس میں الفاظ مختلف ہیں۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حنین میں ہوازن کا مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے تو لوگوں میں ایک شخص کھڑا ہوا۔ پس اس نے کہا یا رسول اللہ آپ کے ذمہ میرا ایک وعدہ ہے؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے سچ کہا۔ پس تو اپنے لئے جو چاہتا ہے فیصلہ کرلے۔ پس اس شخص نے کہا کہ میں اپنے لئے اسی (۸۰) بھیڑوں کا فیصلہ کرتا ہوں اور ان کے لئے ایک چرواہے کا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تجھے دے دیا گیا لیکن تو نے اپنے لئے بہت معمولی فیصلہ کیا ہے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے جس عورت نے حضرت یوسف علیہ السلام کی نعش کی نشاندہی کی تھی وہ تجھ سے زیادہ عقلمند تھی۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اپنے حق میں فیصلہ کرنے کا اختیار دیا تو اس نے کہا کہ میں نے اپنے حق میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ میری جوانی لوٹا دیں اور مجھے اپنے ساتھ جنت میں داخل کرادیں۔"

احیاء العلوم میں امام غزالیؒ نے زبان کی آفات میں سے تیرہویں آفت کے تحت لکھا ہے کہ لوگ اس چیز کو بہت کمزور کردیتے ہیں جس کا انسان حکم بنایا جائے (یعنی انسان کو فیصلہ کا اختیار دیا جائے) یہاں تک کہ اس کو ضرب المثل بنادیتے ہیں۔ پس ضرب المثل کے طور پر لوگ کہتے ہیں "أَقْنَعُ مِنْ صَاحِبِ الثَّمَانِينَ وَالرَّاعِي" (کہ فلاں شخص چرواہے اور اسی (۸۰) بھیڑوں سے زیادہ قناعت کرنے والا ہے۔)

خواص بھیڑ کا گوشت سودا وخلطوں کو روکتا ہے اور منی زیادہ کرتا ہے اور زہروں میں نفع بخش ہے لیکن بھیڑ کا گوشت بکری کے گوشت کے مقابلے میں بہت گرم ہوتا ہے۔ ایسی بھیڑ جس کی عمر ایک سال ہوجائے اس کا گوشت بہت عمدہ اور معدے کے لئے مفید ہوتا ہے لیکن جس شخص کو سونے کی عادت ہو اس کے لئے مضر ہے۔ البتہ قابض شوربوں کے ذریعے اس کے مضرپن کو دور کیا جاسکتا ہے۔ مادہ بھیڑ کا گوشت ناپسندیدہ ہوتا ہے کیونکہ اس کے کھانے سے فاسد خون پیدا ہوتا ہے۔ بھیڑ کے چھ ماہ کے بچے کا گوشت

غذائیت سے بھرپور ہوتا ہے لیکن گرم تر ہونے کے ساتھ ساتھ بلغم پیدا کرتا ہے۔ مینڈھے کا گوشت موسم ربیع میں بہت عمدہ اور نفع بخش ہوتا ہے۔ خصی مینڈھے کا گوشت قوت باہ کو زیادہ کرتا ہے اور خون بڑھاتا ہے۔ اگر مینڈھے کا گرم گرم خون برص پر لگایا جائے تو اس کا رنگ تبدیل ہوجائے گا اور برص مکمل طور پر ختم ہوجائے گا۔ اگر بھیڑ کی تازہ کلیجی لے کر جلالی جائے اور پھر اس کو دانتوں پر ملا جائے تو دانت سفید اور چمکدار ہوجائیں گے۔ اگر کسی مینڈھے کے سینگ کو کسی پھلدار درخت کے نیچے دفن کر دیا جائے تو اس درخت پر بکثرت پھل آئیں گے۔ اگر بھیڑ کے پتہ کو بطور سرمہ آنکھوں میں استعمال کیا جائے تو نزول الماء کیلئے مفید ہے۔ اگر بھیڑ کی ہڈی جھاؤ کے درخت کی لکڑی کے ساتھ جلا کر اس کی راکھ روغن گلاب جو چراغ میں جل چکا ہو' میں ملا کر ٹوٹے ہوئے دانت پر لگائی جائے تو دانت ٹھیک ہوجائے گا۔ اگر بھیڑ کا بال حاملہ عورت اپنی شرمگاہ میں رکھ لے تو حمل ضائع ہوجائے گا۔ اگر شہد کا برتن سفید بھیڑ کی اون سے ڈھانپ دیا جائے تو چیونٹیاں اس کے قریب نہیں آئیں گے۔

اَلضُّوْ ضُوْ

''اَلضُّوْ ضُوْ'' ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک پرندہ ہے جس کے پروں پر طرح طرح کے نقطے ہوتے ہیں۔ اسے ''اخیل'' بھی کہا جاتا ہے۔ ابن درید کا بھی یہی قول ہے۔

اَلضَّبُّ

''اَلضَّبُّ'' یہ ایک خشکی کا جانور ہے جو ''الورل'' سوسمار کے مشابہ ہوتا ہے۔ اہل لغت نے کہا ہے کہ یہ اسمائے مشترکہ میں سے ہے۔ پس اس لفظ کا اطلاق اونٹ کے پاؤں کے ورم' مسمار آہنی پر بھی ہوتا ہے اور منیٰ میں واقع مسجد خیف کی اصل واقع پہاڑ کا نام بھی ''اَلضَّبُّ'' ہے۔ اسی طرح ''ضبة الكوفة وضبة البصرة'' عرب کے دو قبیلوں کا نام ہے۔ نیز اونٹنی کا دودھ دوہنے کے لئے مٹھی کو دبانا بھی ''اَلضَّبُّ'' کہلاتا ہے۔ ابن درید نے کہا ہے کہ ؎

''جَمَعْتُ لَهُ كَفِّي بِالرَّمْحِ طَاعِنًا كَمَا جَمَعَ الْخَلْفَيْنِ فِي الضَّبِّ حَالِبٌ''

''میں نے نیزہ مارنے کے لئے مٹھی میں اس طرح دبالیا جیسے دودھ دوہنے والا اپنی مٹھی میں دو تھنوں کو جمع کر لیتا ہے۔''

اس کی کنیت ابوحسل ہے اور جمع کے لئے ضباب اور اضب کے الفاظ مستعمل ہیں جیسے کف کی جمع کے لئے اکف کا لفظ مستعمل ہے۔ اس کی مونث ''ضَبَّة'' آتی ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں ''لَا اَفْعَلُهُ حَتّٰى يَرِدَ الضَّبُّ'' (میں اس کام کو نہیں کروں گا یہاں تک کہ گوہ پانی میں اتر جائے) پس گوہ کبھی پانی میں نہیں اترتی۔ ابن خالویہ نے کہا ہے کہ گوہ پانی نہیں پیتی لیکن اس کی عمر سات سو سال یا اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ گوہ ہر چالیس دن میں صرف ایک قطرہ پیشاب کرتی ہے اور اس کے دانت نہیں گرتے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے دانتوں کا ایک قطعہ ہوتا ہے اور اس کے دانت علیحدہ علیحدہ نہیں ہوتے۔ شعراء نے اپنے کلام میں جانوروں کے مکالمہ کو بیان کیا ہے۔ پس ان اشعار میں مچھلی اور گوہ کا مکالمہ ہے ؎

ثُمَّ قَالَتِ السَّمَكَةُ رُدْ يَاضَبُّ　　أَصْبَحَ قَلْبِيْ صَرِدًا

''پھر مچھلی نے کہا اے گوہ خاموش ہو جا۔ گوہ نے کہا میرا دل خالی ہو گیا خواہشات سے''

لَا يَشْتَهِي اَنْ يَرِدًا　　اَلَّا عَرَادُ اِعْرَادًا

''اور اب میرے دل کو ٹھنڈک کی کوئی تمنا نہیں ہے۔''

وَ صَلْيَانًا بَرْدًا　　وَعَنْكَشًا مُلْتَبِدًا

''اور اس کے لئے ٹھنڈک اور حرارت دونوں برابر ہیں اگرچہ میں گرم ریت یا نمناک مٹی میں لوٹ پوٹ ہو جاؤں۔''

مچھلی اور گوہ کے اس تضاد کے بارے میں حاتم اصمؒ نے اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے

وَ كَيْفَ اَخَافُ الْفَقْرَ وَاللّٰهُ رَازِقِيْ　　وَرَازِقُ هٰذَا الْخَلْقِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ

''اور میں کیسے فقر سے ڈر جاؤں جبکہ اللہ میرا رازق ہے اور وہ مخلوق کی تنگی و فراخی میں اسے رزق دینے والا ہے۔''

تَكَفَّلَ بِالْاَرْزَاقِ لِلْخَلْقِ كُلِّهِمْ　　وَلِلضَّبِّ فِي الْبَيْدَا وَلِلْحُوْتِ فِي الْبَحْرِ

''وہ اپنی تمام مخلوق کے رزق کی کفالت کرتا ہے اور گوہ کو جنگل میں اور مچھلی کو سمندر میں رزق پہنچاتا ہے۔''

''ضَبَبُ الْبَلَدِ'' اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں گوہ بکثرت پائی جاتی ہے۔ ''اَرْض '' ضَبِبَۃ'' زمین کے اس حصہ کو کہتے ہیں جہاں بکثرت گوہ پائی جاتی ہے یعنی گوہ والی زمین۔ عبداللطیف بغدادی نے کہا ہے کہ سوسمار' گوہ' گرگٹ' چھپکلی اور سانڈ شکل وصورت میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں۔ سوسمار اور حرذون کی طرح گوہ میں نر کے دو ذکر اور مادہ کے دو فرج ہوتی ہیں۔ عبدالقاہر نے کہا ہے کہ گوہ گھڑیال کے بچہ کے برابر ایک جانور ہے۔ اس کی دم بھی گھڑیال کے بچہ کی دم جیسی ہوتی ہے اور گوہ گرگٹ کی طرح آفتاب کی روشنی سے اپنا رنگ تبدیل کرتی رہتی ہے۔ ابن ابی دنیا نے ''کتاب المعقوبات'' میں حضرت انسؓ سے نقل کیا ہے کہ گوہ اپنے بل میں بنی آدم کے ظلم سے لاغر ہو کر ہلاک ہو جائے گی۔ جب حضرت امام ابوحنیفہؒ سے گوہ کے ذکر (آلہ تناسل) کے متعلق سوال کیا گیا تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ سانپ کی زبان کی طرح جڑ تو ایک ہی ہے لیکن اس میں دو شاخیں بن گئی ہیں جب گوہ انڈے دینے کا ارادہ کرتی ہے تو وہ زمین میں ایک گڑھا کھودتی ہے اور اس میں انڈہ دیتی ہے اور اس پر مٹی ڈال کر اسے زمین میں دفن کر دیتی ہے اور ہر روز اس کی نگرانی کرتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ چالیس دن کے بعد انڈوں سے بچے نکل آتے ہیں۔ گوہ کے انڈوں کی تعداد ستر یا اس سے بھی زائد ہوتی ہے اور اس کے انڈے کبوتری کے انڈوں کے مشابہ ہوتے ہیں۔ گوہ اپنے بل سے نکلتی ہے تو اس کی قوت بصارت بہت کمزور ہوتی ہے اور پھر جب سورج کی روشنی اس کی آنکھوں پر پڑتی ہے تو اس کی قوت بصارت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جب گوہ پر بڑھاپا غالب آ جاتا ہے تو گوہ کی غذا صرف ہوا ہوتی ہے اور یہ اسی پر اپنی زندگی کے بقیہ دن گزارتی ہے۔ نیز بڑھاپے کی حالت میں گوہ کی رطوبت ختم ہو کر حرارت کم ہو جاتی ہے اس لئے اس کا دارومدار ہوا کی ٹھنڈک پر ہوتا ہے۔ بچھو اور گوہ میں محبت ہوتی ہے۔ پس اسی لئے گوہ بچھو کو اپنے سوراخ میں داخل کر لیتی ہے تاکہ بچھو ہر اس شخص کو ڈس لے جو گوہ کو پکڑنے کے لئے اس کے بل میں اپنا ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرے۔ گوہ اپنا گھر پتھریلی زمین میں بناتی ہے تاکہ سیلاب اور زمین کھودنے والے سے محفوظ رہے۔ پتھریلی زمین میں

گھر بنانے کی وجہ سے گوہ کے ناخن کند ہو جاتے ہیں۔ گوہ میں راستہ بھول جانے اور نسیان کی عادت پائی جاتی ہے اسی لئے حیرانی میں اس کو بطور ضرب المثل استعمال کیا جاتا ہے۔

گوہ نسیان کی وجہ سے اپنا گھر بلند مقامات یا ٹیلوں پر بناتی ہے تاکہ جب وہ اپنی خوراک کی تلاش میں نکلے تو اپنے گھر کا راستہ بھول نہ جائے۔ گوہ ایذا رسانی میں ضرب المثل ہے۔ اس لئے کہ یہ اپنے بچوں کو کھا جاتی ہے۔ گوہ سے صرف وہی بچے محفوظ رہتے ہیں جو فرار ہو جاتے ہیں۔ شاعر نے اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ ؎

اَکَلتَ بَنِیکَ اَکلَ الضب حَتّٰی		تَرَکتَ بَنِیکَ لَیسَ لَھُم عَدِیدٌ

''تو نے اپنے بچوں کو کھا لیا جیسے گوہ اپنے بچوں کو کھا جاتی ہے یہاں تک کہ تو نے اس کو اس حال میں چھوڑا کہ ان کو شمار نہیں کیا جا سکتا یعنی ان کی تعداد بہت کم ہوگئی ہے۔''

گوہ بہت لمبی عمر پاتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ سانپ کے ہم مثل ہے۔ گوہ کی یہ خاصیت ہے کہ یہ اپنی قے چاٹ جاتی ہے جیسے کتا اپنی قے چاٹ جاتا ہے۔ نیز یہ اپنی بیٹ بھی کھا جاتی ہے۔ گوہ کو ذبح کرنے کے بعد یا اس کا سر پھوڑنے کے بعد اس کا خون بہت دیر تک بہتا رہتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ گوہ کو ذبح کرنے کے ایک دن بعد جب پکانے کے لئے آگ میں ڈالا جائے تو تب بھی یہ حرکت کرتی ہے۔ موسم سرما میں گوہ اپنے بل سے باہر نہیں نکلتی۔ تحقیق امیہ بن صلت نے اپنے اشعار میں اسی جانب اشارہ کیا ہے جبکہ وہ عبداللہ بن جدعان کے پاس مغفرت طلب کرنے کے لئے آیا تھا ؎

أ اَذکُرُ حَاجَتِی قَدْ کَفَانِی		حیاؤک ان شیمتک الوفاء

''کیا میں اپنی حاجت کا تذکرہ کروں یا میرے لئے تیرا مرحبا کہنا کافی ہے کیونکہ تو وفادار ہے۔''

اذا أثنی علیک المرء یوماً		کفاہ من تعرضہ الثناء

''جب کوئی آدمی ایک دن تیری تعریف کر دے تو اس کی ایک دن کی تعریف بار بار کی تعریف سے بہتر ہے۔''

کریم لا یغیرہ صباح		عن الخلق الجمیل ولا مساء

''معزز شخص کے صبح و شام اچھے اخلاق کو تبدیل نہیں کر سکتے''

یباری الریح تکرمۃ ومجداً		اذا ما الضب أحجرہ الشتاء

''وہ (یعنی گوہ) شرافت اور بزرگی کے ساتھ ہوا کا مقابلہ کرتا ہے جبکہ ٹھنڈی ہوا موسم سرما میں اسے اس کے بل میں قید کر دیتی ہے۔''

فأرضک کل مکرمۃ بناھا		بنو تیم وأنت لھا سماء

''پس ہر شرافت اور بزرگی تیری زمین ہے جس کو بنو تمیم نے بنایا ہے اور تو اس زمین کا آسمان ہے۔''

فائدہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی محفل میں تشریف فرما تھے کہ ایک اعرابی آیا جس کا تعلق بنی سلیم سے تھا۔ تحقیق اس نے گوہ کا شکار کیا تھا اور وہ اسے اپنی آستین میں رکھ کر اپنے مقام پر لے جا رہا تھا۔ پس جب اس

نے دیکھا کہ ایک جماعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد حلقہ کی صورت میں بیٹھی ہوئی ہے تو اس نے کہا کہ یہ جماعت کس کے گرد جمع ہے۔ پس لوگوں نے کہا کہ یہ اس شخص کے گرد جمع ہے جس کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ نبی ہے۔ پس وہ اعرابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس اس نے کہا اے محمدؐ! عورتوں نے تیری مثل زبان دراز جھوٹا شخص پیدا نہیں کیا (نعوذ باللہ)۔ پس اگر میں اس بات سے خوفزدہ نہ ہوتا کہ اہل عرب مجھے جلد باز قرار دیں گے تو میں ضرور تجھے قتل کرتا اور اس کے ذریعے لوگوں کو خوش کرتا۔ پس حضرت عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ! مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اسے قتل کردوں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ بردبار شخص اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ وہ نبی ہو۔ پھر وہ اعرابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا۔ پس اس نے کہا کہ مجھے قسم ہے لات وعزیٰ کی' میں اس وقت تک آپ پر ایمان نہیں لاؤں گا جب تک گوہ آپ پر ایمان نہ لے آئے اور اس نے گوہ اپنی آستین سے نکالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کے درمیان چھوڑ دی اور کہنے لگا کہ اگر گوہ آپ پر ایمان لے آئے تو میں بھی آپ پر ایمان لے آؤں گا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گوہ! پس گوہ کلام کرنے لگی اور اس کی گفتگو فصیح زبان میں تھی جس کو لوگ سمجھ رہے تھے۔ گوہ نے کہا لبیک وسعدیک یارسول رب العالمین۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گوہ تو کس کی عبادت کرتی ہے؟ گوہ نے کہا میں اس ذات کی عبادت کرتی ہوں جس کا عرش آسمان میں ہے اور زمین پر جس کی بادشاہت ہے اور سمندر میں جس کی سبیل ہے اور جنت میں جس کی رحمت ہے اور جہنم میں جس کا عذاب ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرماتا اے گوہ میں کون ہوں؟ گوہ نے کہا آپ رب العالمین کے رسول اور خاتم النبیین ہیں' جس نے آپؐ کی تصدیق کی وہ کامیاب ہوا اور جس نے آپ کی تکذیب کی وہ ناکام ہوگیا۔ پس اعرابی نے کہا میں گوہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ اللہ کی قسم تحقیق میں جب آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو روئے زمین پر میرے نزدیک آپؐ سے زیادہ کوئی مبغوض نہیں تھا اور اللہ کی قسم اب میری حالت یہ ہے کہ آپؐ میرے لئے میری جان اور میری اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ پس میں شعوری' ظاہری و باطنی اور پوشیدہ واعلانیہ طور پر آپؐ پر ایمان لے آیا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا ساری تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے تمہیں اس دین کی ہدایت دی جو غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس دین کو بغیر نماز کے قبول نہیں فرماتا اور نماز کو بغیر قرآن کے قبول نہیں فرماتا۔ پس اعرابی نے عرض کیا کہ مجھے قرآن کی تعلیم دیجئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سورۃ الفاتحہ اور سورۃ الاخلاص کی تعلیم دی۔ پس اعرابی نے کہا یارسول اللہؐ! میں نے مختصر سے مختصر اور وسیع سے وسیع کلاموں میں بھی اس سے عمدہ کلام نہیں سنا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ رب العالمین کا کلام ہے اور یہ شعر نہیں ہے۔ جب تو ایک مرتبہ "قل ھو اللہ" پڑھ لے تو گویا تو نے ایک ثلث قرآن کریم پڑھ لیا اور جب اس سورۃ کو دو مرتبہ پڑھ لے تو گویا تو نے دو ثلث قرآن کریم پڑھ لیا اور اگر تین مرتبہ تو نے سورۃ اخلاص کو پڑھا تو گویا تو نے پورا قرآن کریم پڑھ لیا۔ پس اعرابی نے کہا کہ بے شک ہمارا معبود تھوڑا قبول کرتا ہے اور زیادہ عطا فرماتا ہے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی سے فرمایا کیا تیرے پاس مال ہے۔ پس اس نے عرض کیا کہ قبیلہ بنی سلیم میں مجھ سے زیادہ فقیر کوئی نہیں۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اسے مال دو۔ پس صحابہ کرامؓ نے اعرابی کو مال دیا۔ یہاں تک کہ وہ حیران ہوگیا۔ پس عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ! میں اس کو دس ماہ

کی گابھن اونٹنی دیتا ہوں جو اتنی تیز رفتار ہے کہ آگے والے کو پالیتی ہے اور پیچھے والا اس تک نہیں پہنچ سکتا اور یہ میں نے غزوۂ تبوک کے لئے بھیجی تھی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کچھ تم نے دیا ہے اسے تم نے بیان کر دیا اور کیا اب میں تمہارے لئے اس جزا کو بیان کروں جو اللہ تعالیٰ تمہیں عطا فرمائے گا؟ پس عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے عرض کیا جی ہاں۔ یارسول اللہ ﷺ بیان فرمائیے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے لئے ایک ایسی اونٹنی ہے جو سپید کشادہ موتی کی طرح ہوگی جس کے پاؤں سبز زبرجد کے اور آنکھیں سرخ یاقوت کی ہوں گی۔ اس کے اوپر ایک ہودج ہوگا اور ہودج کے اوپر سندس اور استبرق ہوگا۔ یہ اونٹنی تمہیں پل صراط سے اس طرح گزار دے گی جیسے بجلی کسی چیز کو اچک لیتی ہے۔ پس اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھ کر باہر نکلا تو اسے ایک ہزار اعرابی ملے جو ایک ہزار گھوڑوں پر سوار تھے اور ان کے پاس ایک ہزار تلواریں تھیں۔ پس اعرابی نے ان سے کہا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا ارادہ اس کے پاس جانے کا ہے جو جھوٹا ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ وہ نبی ہے۔ پس اعرابی نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ پس انہوں نے کہا کہ تو بھی صابی ہوگیا ہے۔ پس ایمان والے اعرابی نے تمام قصہ ان کو سنایا۔ پس وہ تمام کہنے لگے **''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ''** (اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں) پھر اس کے بعد وہ تمام لوگ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے۔ پس انہوں نے عرض کیا یارسول اللہؐ ہمیں کسی کام کا حکم دیجئے۔ پس آپؐ نے فرمایا تم خالد بن ولیدؓ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جاؤ۔ پس اس کے بعد نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں عرب وعجم میں بیک وقت لوگ اتنی بڑی تعداد میں ایمان نہیں لائے۔

الحکم گوہ کا کھانا بالاجماع حلال ہے۔ (یہ حکم امام شافعیؒ اور اصحاب شوافع کے مسلک کے مطابق ہے جبکہ احناف گوہ کی حرمت کے قائل ہیں) الوسیط میں مذکور ہے کہ حشرات الارض میں گوہ کے علاوہ کوئی جانور بھی حلال نہیں ہے۔ ابن صلاح نے ''المشکل'' میں لکھا ہے کہ گوہ ناپسندیدہ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گوہ کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا گوہ حرام ہے؟ پس آپؐ نے فرمایا نہیں لیکن یہ میرے وطن میں پائی جاتی ہے اس لئے میں اسے ناپسند کرتا ہوں۔ سنن ابوداؤد میں ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بھنی ہوئی گوہ دیکھیں تو تھوکا۔ پس حضرت خالدؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ اس کو ناپسند فرماتے ہیں؟ اس کے بعد ابوداؤد نے پوری حدیث نقل کی ہے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ میں اس کو کھاتا ہوں اور نہ ہی حرام قرار دیتا ہوں۔ دوسری روایت میں ہے کہ تم لوگ گوہ کو کھالو۔ اس لئے کہ یہ حلال ہے لیکن میں اسے نہیں کھاتا ہوں۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ تمام روایات گوہ کی اباحت پر دلالت کرتی ہیں۔ اہل عرب گوہ کو طیب سمجھتے تھے۔ شاعر کا قول بھی اس کے طیب ہونے پر دلالت کرتا ہے ۔

اَکَلْتُ الْضِبَابَ فَمَا عفتها   وَاِنِّی اِشْتَھَیْتُ قَدِیْدَ الْغَنَمِ

''میں نے گوہ کا گوشت کھایا اور میں اس کے کھانے سے نہیں رکا اور اب مجھے بکری کے سوکھے ہوئے گوشت کی خواہش ہے۔''

وَلَحْمُ الْخُرُوْفِ حَنِیْذًا وَقَدْ   أَتَیْتُ بِهٖ فَاتِرًا فِی الشبم

''اور مجھے بکری کے بچہ کے بھنے ہوئے گوشت کی خواہش ہے اور میں اس کو منہ میں پانی آنے کی حالت میں لایا۔''

وَ اَمَّا الْبَھَطَ وَحِیْتَانُکُمْ فَاَصْبَحْتُ مِنْھَا کَثِیْرًا السَّقَمِ

''اور دودھ آمیز چاول اور تمہاری مچھلیوں کے کھانے کی وجہ سے میں بیمار ہو گیا ہوں۔''

وَرَکَبْتُ زُبْدًا عَلٰی تَمْرَۃٍ فَنِعْمَ الطَّعَامُ وَنِعْمَ الْاِدَمُ

''اور میں نے کھجور پر مسکہ رکھا پس بہترین کھانا اور بہترین دستر خوان تیار ہو گیا۔''

وَقَدْ نِلْتُ مِنْھَا کَمَا نِلْتُمُوا فَلَمْ اَرْفِیْھَا کَضَبِّ ھَرَمٍ

''اور میں نے اس سے پالیا جیسا تم نے پایا۔ پس میں نے اس میں گوہ جیسی عمدگی نہیں پائی۔''

وَمَا فِی التُّیُوْسِ کَبَیْضِ الدَّجَاجِ وَبَیْضُ الدَّجَاجِ شِفَاءُ الْقَرَمِ

''اور بکروں میں مرغی کے انڈوں جیسی خوبی نہیں ہے اور مرغی کے انڈے ایسے شخص کے لئے دوا ہیں جو گوشت کا شوقین ہو''

وَمَکْنُ الضِّبَابِ طَعَامُ الْعَرَبِ وَکَاشِیْہٖ مِنْھَا رُؤُسُ الْعَجَمِ

''اور گوہ کے انڈے اہل عرب کی خوراک ہیں اور گوہ کی دم کی گرہیں ایسی ہیں جیسے عجمیوں کے سر ہوں۔''

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ ہمارے نزدیک گوہ کا کھانا مکروہ نہیں ہے جبکہ احناف گوہ کا کھانا مکروہ سمجھتے ہیں۔ قاضی عیاضؒ نے ایک جماعت سے گوہ کی حرمت نقل کی ہے لیکن علامہ نوویؒ نے اس کی صحت کا انکار کیا۔

عبدالرحمٰن بن حسنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایسی زمین میں قیام کے لئے اترے جہاں گوہ بکثرت پائے جاتے تھے۔ پس ہمیں بھوک محسوس ہوئی تو ہم نے ایک گوہ پکائی۔ پس ہنڈیا جوش مار رہی تھی کہ اسی اثناء میں ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا ہے؟ پس ہم نے عرض کیا کہ یہ گوہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک بنی اسرائیل کی ایک قوم کی صورت مسخ کر کے حشرات الارض بنا دیا گیا تھا اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ گوہ بھی اسی میں سے نہ ہو۔ پس نہ میں اس کو کھاتا ہوں اور نہ اس کے کھانے سے منع کرتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ حنین کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو آپ ﷺ کا گزر مشرکین کے ایک درخت کے قریب سے ہوا جس کا نام ''ذات انواط'' تھا۔ اس پر مشرکین اپنے ہتھیار وغیرہ لٹکایا کرتے تھے۔ پس صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے بھی ''ذات انواط'' بنا دیجئے جیسے ان لوگوں کے لئے ذات انواط ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''سبحان اللہ'' تمہارا یہ قول ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا قول تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایک معبود بنا دیجئے جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں۔ پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کی ذرہ ذرہ چیزوں میں پوری پوری پیروی کرو گے۔ یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے بل میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم بھی ضرور اس میں داخل ہونے کی کوشش کرو گے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ کیا یہود و نصاریٰ کی اتباع کی جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر اور کس کی۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''أَضَلُّ مِنْ ضَبٍّ'' (گوہ سے زیادہ راستہ بھولنے والا) اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں۔ ''اَعَقُّ مِنْ

ضبّ"، (گوہ سے زیادہ ایذا دینے والا) ابن اعرابی نے کہا ہے کہ یہ مثل اس لئے عام ہوئی کہ گوہ اپنے بچوں کو کھا جاتی ہے اور کسی کی طویل عمر کو ظاہر کرنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ "أحیٰی مِنَ الضَّبِ" (گوہ سے زیادہ لمبی عمر والا) یہ مثال اس لئے مشہور ہے کہ گوہ کی عمر بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں۔ "أَجْبَنُ مِنْ ضب" (گوہ سے زیادہ بزدل) اسی طرح کہتے ہیں "اَبْلَهُ مِنَ الضَّبِ وَاَخْدَعُ مِنْ ضَبِّ" (یعنی گوہ سے زیادہ بے وقوف اور گوہ سے زیادہ دھوکہ دینے والا) شاعر نے کہا ہے کہ ۔

وَأَخْدَعُ مِنْ ضَبِّ اِذَا جَاءَ حَارِسٌ أَعَدَّلَهُ عِنْدَالذَّبَابَةِ عَقْرَباً

"اور گوہ اس قدر دھوکہ باز ہے کہ جب کوئی شکاری اسے پکڑنے کے لئے آتا ہے تو یہ اپنے بل کے منہ پر بچھو کو بٹھالیتی ہے۔"

اہل عرب کہتے ہیں "أَعْقَدُ مِنْ ذَنْبِ الضَّبِ" (گوہ کی دم سے زیادہ گرہ دار) یہ مثل اس لئے بیان کی جاتی ہے کیونکہ گوہ کی دم میں بکثرت گرہیں ہوتی ہیں۔ اہل عرب کا خیال ہے کہ کسی آدمی نے کسی اعرابی کو کپڑا پہنا دیا تو اعرابی نے کہا کہ میں تیرے اس فعل کے عوض تمہیں ایسی بات کی خبر دوں گا جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔ اعرابی نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ گوہ کی دم میں کتنی گرہیں ہوتی ہیں۔ اس شخص نے کہا میں نہیں جانتا۔ پس اعرابی نے کہا کہ گوہ کی دم میں اکیس گرہیں ہوتی ہیں۔

خواص جب گوہ کسی آدمی کی ٹانگوں کے درمیان سے گزر جائے تو اس آدمی کو عورتوں کے ساتھ مباشرت پر قدرت حاصل نہیں ہوسکتی۔ جو شخص گوہ کا دل کھالیتا ہے تو اس کا خفقان اور غم دور ہو جاتا ہے۔ اگر گوہ کی چربی پگھلا کر آلہ تناسل پر مل دی جائے تو شہوت میں ہیجان پیدا ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص گوہ کھالے تو اسے طویل مدت تک پیاس محسوس نہیں ہوگی جو شخص گوہ کے خصیتین اپنے پاس رکھ لے تو اس کے ملازمین اس کے مطیع ہو جائیں گے اور اس سے محبت کرنے لگیں گے۔ گوہ کا ٹخنہ اگر کسی گھوڑے کے منہ پر باندھ دیا جائے تو کوئی بھی گھوڑا اس سے تیز نہیں دوڑ سکتا۔ اگر گوہ کی جلد کا غلاف بنا کر اس میں تلوار رکھ دی جائے تو تلوار کے مالک کے اندر شجاعت پیدا ہو جائے گی۔ اگر گوہ کی کھال کی کپی بنا کر اس میں شہد رکھ دیا جائے تو جو شخص بھی اس شہد کو چاٹ لے گا اس کی قوت جماع میں زبردست اضافہ ہو جائے گا۔ گوہ کی بیٹ کلف اور برص کے لئے بے حد مفید ہے۔ اگر گوہ کی بیٹ بطور سرمہ آنکھوں میں استعمال کی جائے تو نزول الماء کے لئے بے حد مفید ہے۔

تعبیر گوہ کو خواب میں دیکھنا ایسے عربی آدمی پر دلالت کرتا ہے جو اپنے دوست کے مال میں چالاکی کرتا ہو اور کبھی گوہ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر ایسے شخص سے دی جاتی ہے جو مجہول النسب ہو اور کبھی گوہ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر ملعون شخص سے دی جاتی ہے کیونکہ گوہ مسخ شدہ جانور ہے اور کبھی گوہ کو خواب میں دیکھنا مشکوک کمائی کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور کبھی گوہ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر بیماری سے دی جاتی ہے۔

اَلضَّبُعُ

"اَلضَّبُعُ" اس سے مراد بجو ہے۔ یہ لفظ معروف ہے۔ اسے الضبع کی بجائے "ضَبْعَة" نہیں پڑھا جائے گا۔ نر کے لئے "ضبعان" اور جمع کے لئے ضباعین کا لفظ مستعمل ہے جیسے سرحان کی جمع کے لئے سراحین کا مستعمل لفظ ہے۔ اس کی مونث "ضبعانۃ"

آتی ہے اور جمع ضبعانات آتی ہے۔ نیز ''ضباع'' نر اور مادہ دونوں کی مشترک جمع ہے۔ جوہریؒ کا یہی قول ہے۔ ابن بری نے کہا ہے کہ یہ کہنا کہ مونث کے لئے ضَبْعَانَۃ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ یہ غیر معروف ہے۔ ضبع کے متعلق ایک لطیف مسئلہ یہ ہے کہ لغت عرب کا اصول ہے کہ جب مذکر اور مونث کا اجتماع ہو تو مونث پر مذکر کو غلبہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ مذکر اصل ہے اور مونث اس کی فرع ہے۔ مگر دو مقامات پر یہ اصول نہیں چلتا۔ اول یہ کہ جب نر اور مادہ ضبع کا تثنیہ بنایا جائے تو ''ضبع'' کا تثنیہ بناتے ہوئے ''ضبعان'' کہا جائے گا اور ''ضبعان'' کو تثنیہ نہیں بنایا جائے گا۔ اگر ضبعان کا تثنیہ بنایا جائے تو حروف زوائد کی تعداد میں اضافہ ہو جائے گا۔ مونث کے غلبہ کا دوسرا مقام یہ ہے جب تاریخ بیان کی جائے تو مذکر پر مونث کو ترجیح حاصل ہوگی کیونکہ تاریخ رات سے شروع ہوگی اور رات مونث ہے جبکہ دن مذکر ہے۔ نیز یہ اسبق کی رعایت کے لئے کرتے ہیں کیونکہ ہر مہینہ کی رات پہلے ہوتی ہے۔ حریری نے ''الدرۃ'' میں لکھا ہے کہ جب بھی مذکر و مونث کا اجتماع ہو تو مذکر کو ترجیح حاصل ہوگی مگر تاریخ میں مونث کو ترجیح حاصل ہوگی اور ضبع کا تثنیہ میں بھی معاملہ یہی ہے۔ ابن الانباری سے مروی ہے کہ ضبع کا اطلاق نر اور مادہ دونوں پر ہوتا ہے۔ ابن ہشام خضراوی نے اپنی کتاب ''الافصاح فی فوائد الایضاح للفارسی'' میں ابوالعباس وغیرہ سے اسی طرح نقل کیا ہے لیکن معروف وہی ہے جو پہلے مذکور ہوا۔ الضبع کی تصغیر کے لئے ''اضیبع'' کا لفظ مستعمل ہے جیسے ''باب الالف' میں ''الاسد'' کے تحت ابوقتادہ کے حوالہ سے لیث کی حدیث میں مذکور ہوا ہے جسے امام مسلمؒ نے اپنی کتاب مسلم میں ''باب اعطاء القاتل سلب المقتول'' کے تحت نقل کیا ہے۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ہم مقتول کا سامان قریش کے ایک بجو کے حوالے کر دیں اور (ابوقتادہ) جو اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر ہے اس کو چھوڑ دیں۔

خطابی کا شاذ قول یہ ہے کہ ''اضیبع'' سے مراد ایک قسم کا پرندہ ہے اور ''ضبع'' کے اور بھی بہت سے نام ہیں جیسے جیل' جعا' حفصۃ وغیرہ۔ اس کی کنیت کے لئے ام خنور' ام طریق' ام عامر' ام القبور اور ام نوفل کے الفاظ مستعمل ہیں۔ نیز مذکر کی کنیت کے لئے ابو عامر' ابو کلدۃ اور ابوالھنبر کے الفاظ مستعمل ہیں۔ تحقیق باب الھمزہ میں یہ بات گزر چکی ہے کہ بجو کو بھی حیض آتا ہے جیسے خرگوش کو حیض آتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے ''ضَحِکَتِ الْاِرْنَبِ'' (خرگوش کو حیض آ گیا۔) شاعر نے کہا ہے کہ ؎

وضحک الارانب فوق الصفا کمثل دم الحرب یوم اللقا

''اور خرگوش کا حیض صفا کے اوپر لڑائی کے دن خون کی طرح ہے۔''

ابن اعرابی نے اپنے بھانجے کے قول ''تابط شرا'' سے بھی یہی معنی مراد لئے ہیں۔

تضحک الضبع لقتلی ھذیل وتری الذئب لھا یستھل

''بجو کو مقتولین ہذیل کی وجہ سے حیض آنے لگا اور تو بھیڑیا کو اس پر بھونکتے ہوئے دیکھے گا۔''

اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب بجو لوگوں کا گوشت کھاتا ہے یا ان کے خون پیتا ہے تو اس کو حیض آنے لگتا ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

وَأَضْحَکَتِ الضِّبَاعَ سُیُوْفُ سَعْدٍ لِقَتْلٰی مَادُفِنَ وَلَا وَدِیْنَا

''اور بجو سعد کی تلواروں پر ہنسے اور قتل کئے جانے والوں کو نہ تو دفن کیا گیا اور نہ ہی ان کی دیت ادا کی گئی۔''

ابن درید نے اس بات کی تردید کی ہے کہ بجو کو حیض آتا ہے۔ نیز انہوں نے کہا ہے کہ کیا کوئی ایسا شخص ہے جس نے بجو کو حیض کی حالت میں دیکھا ہے جس سے یہ کہا جاسکے کہ بجو کو حیض آتا ہے۔ شاعر کا ارادہ اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے کہ وہ یہ بات ثابت کرنا چاہتا ہے کہ بجو گوشت کھانے کے لئے بکثرت دانت چلاتا ہے اور شاعر نے دانت چلانے کو سہواً ہنسنے سے تعبیر کر دیا۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ بجو مقتولین کا گوشت کھا کر خوش ہوتا ہے اور ایک دوسرے پر دانت چلاتا ہے اور اس دانت چلانے کو شاعر نے ہنسنے سے تعبیر کر دیا ہے۔ بعض حضرات کی یہ رائے ہے کہ چونکہ بجو ان مقتولین کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے اس لئے اسی خوشی کو ہنسنے سے تعبیر کر دیا جاتا ہے کیونکہ ہنسنا بھی خوشی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس لئے سبب کو مسبب کا نام دے دیا گیا جیسے عنب کو خمر کہتے ہیں۔

''وَتَستَهِلُ الذِئَابُ'' سے مراد بھیڑیے کا چیخنا وچلانا اور بھونکنا ہے۔ ابن سیدہ کا یہی قول ہے۔ جاحظ اور زمخشری نے ''کتاب الابرار'' میں اور قزوینی نے عجائب المخلوقات اور مفید العلوم ومبید الھموم میں اور ابن الصلاح نے اپنی کتاب ''رحلت'' میں ارسطاطالیس وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ بجو کی ایک عجیب وغریب خاصیت یہ ہے کہ یہ خرگوش کی طرح ایک سال مذکر اور ایک سال مونث رہتا ہے۔ پس یہ حالت مذکر میں حاملہ ہوتا ہے اور حالت مونث میں بچے دیتا ہے۔ قزوینیؒ نے کہا ہے کہ عرب میں ایک قوم ایسی ہے جسے ''الضبعیون'' کہا جاتا ہے۔ اگر اس قوم کا ایک آدمی کسی مکان میں ایک ہزار آدمیوں کے ہمراہ موجود ہو اور اسی اثناء میں بجو وہیں نمودار ہو جائے تو وہ اسی قوم کے اکیلے آدمی کو ہی اپنا شکار بنائے گا باقی کسی کے قریب نہیں جائے گا۔ بجو کو ''عرج'' یعنی لنگ سے منسوب کیا جاتا ہے لیکن بجو لنگڑا نہیں ہوتا اور دیکھنے والے کو لنگڑا اس لئے دکھائی دیتا ہے کہ اس کے جوڑ قدرتی طور پر ڈھیلے ہوتے ہیں۔ بجو کی داہنی کروٹ میں بائیں کروٹ کی بہ نسبت رطوبت زیادہ ہوتی ہے۔ بجو انسانی قبروں کو کھودتا ہے کیونکہ یہ انسانی گوشت کھانے کا بے حد شوقین ہوتا ہے۔ بجو جب کسی انسان کو نیند کی حالت میں دیکھ لے تو یہ اس کے سر کے نیچے زمین کھود کر بیٹھ جاتا ہے اور انسان کا حلق دبا کر اسے قتل کر دیتا ہے اور اس کا خون چوس لیتا ہے۔ بجو فاسق جانور ہے۔ پس جونہی اس کے قریب سے اس کی نوع کا کوئی بھی جانور گزرتا ہے تو یہ اس پر چڑھ جاتا ہے یعنی جفتی کر لیتا ہے۔ اہل عرب فساد میں بجو کو بطور ضرب المثل استعمال کرتے ہیں۔ پس جب بجو بکریوں کے ریوڑ میں گھس جائے تو بھیڑیے کی طرح ایک بکری کو نہیں اٹھاتا بلکہ تمام بکریوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ پس اگر بھیڑیا اور بجو بکریوں کے ریوڑ میں گھس جائیں تو بکریاں ان سے محفوظ رہتی ہیں کیونکہ بجو اور بھیڑیا آپس میں لڑتے ہیں اور ایک دوسرے کو بکریاں پکڑنے سے روکتے ہیں۔ اہل عرب اپنی دعا میں کہتے ہیں ''اَللّٰهُمَّ ضَبعًا وَذِئبًا'' یعنی بکریوں کے ریوڑ میں بجو اور بھیڑیئے کو جمع کر دے تاکہ بکریاں ان سے محفوظ رہیں۔ شاعر نے کہا ہے کہ

تَفَرَّقَتْ غَنَمِي يَوْمًا فَقُلْتُ لَهَا ۔۔۔ يَارَبِّ سَلِّطْ عَلَيْهَا الذِئْبَ وَالضَّبُعَا

''میری بکریاں ایک دن علیحدہ علیحدہ ہوگئیں پس میں نے بکریوں کے لئے کہا اے رب ان پر مسلط کر دے بھیڑیا اور بجو''

اصمعیؒ سے پوچھا گیا کہ یہ شعر بکریوں کے لئے دعا ہے یا بددعا۔ پس اصمعیؒ نے کہا کہ بکریوں کے لئے دعا ہے۔ اس کا ذکر پہلے بھی کر دیا گیا ہے۔ بجو جب کتے کے سایہ پر قدم رکھ دے اس حال میں کہ کتا چاندنی رات میں کسی دیوار یا چھت پر کھڑا ہو اور اس کا سایہ زمین پر پڑ رہا ہو۔ پس بجو کتے کو کھا جاتا ہے۔ بجو حماقت سے موصوف ہے کیونکہ اس کے شکاری اس کے بل کے دروازے پر

کھڑے ہوکر وہ کلمات بولتے ہیں جن سے اس کا شکار کیا جاتا ہے۔ اس سے قبل ''الذیخ'' نر بجو کے بیان میں ہم نے اس بات کا تذکرہ نقل کیا ہے۔ جاحظ نے بجو کے شکار کیلئے کہے جانے والے کلمات کو اہل عرب کی خرافات کہا ہے۔ راجز نے کہا ہے کہ

''یَالَیتَ لِی نَعلَینِ مِن جِلدِالضَّبعِ وَشَرُکًا مِن ثفرھَا لَا تَنقَطع کل الحذاء یحتذی الحافِی الوَقع''

(اے کاش میرے پاس بجو کی کھال کے جوتے ہوتے اوران کے تسمے بجو کے بالوں کے ہوتے جو کبھی بھی نہ ٹوٹتے۔)

الحکم بجو (شوافع کے نزدیک) حلال ہے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ذی ناب درندہ کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جس جانور کے ناب مضبوط ہوں اور وہ اپنے ناب کے ذریعے شکار پر حملہ کرتا ہوتو اس جانور کا اپنے ناب کے ذریعے شکار پر حملہ آور ہونا اس کی تحریم کی علت ہے لیکن یہ علت بجو میں موجود نہیں ہے کیونکہ بجو ناب کے ذریعے حملہ آور نہیں ہوتا۔ تحقیق باب الہمزہ میں ''الاسد'' کے تحت اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ امام احمدؒ اسحٰقؒ ابوثور اور اصحاب حدیث نے بجو کو حلال قرار دیا ہے۔ امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ بجو کا کھانا مکروہ ہے اور مکروہ کی تعریف امام مالکؒ کے نزدیک یہ ہے کہ مکروہ چیز کا کھانے والا گنہگار ہوگا۔ پس امام مالک قطعی طور پر بجو کی حرمت کے قائل نہیں ہیں۔ امام شافعیؒ نے بجو کی حلت کی دلیل حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی روایت کو لیا ہے۔ جس میں مذکور ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بجو کھاتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ اور عطاء کا بھی یہی قول ہے کہ بجو حلال ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ بجو حرام ہے۔ سعید بن میسب' ثوریؒ نے بھی بجو کو حرام قرار دیا ہے۔ ان حضرات نے اس روایت کو حجت کے طور پر پیش کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذی ناب درندوں کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ ہماری (یعنی اصحاب شوافع کی) دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمار سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے بجو کے متعلق سوال کیا کہ کیا یہ شکار ہے؟ حضرت جابرؓ نے فرمایا ہاں۔ پس میں نے کہا کیا آپ اسے کھاتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہاں۔ پس میں نے کہا کیا یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں۔

اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے نقل کر کے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بجو شکار ہے اور اس کی جزا جوان مینڈھا ہے اور بجو کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ اس حدیث کو حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ ابن السکن نے اپنی ''صحاح'' میں اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ امام ترمذیؒ نے فرمایا کہ میں نے اس حدیث کے متعلق امام بخاریؒ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل سلمیؓ سے مروی ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ بجو کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا نہ میں اس کو کھاتا ہوں اور نہ ہی اس کے کھانے سے منع کرتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن مغفل نے کہا کہ اگر آپ اس کے کھانے سے نہیں روکتے تو میں اسے کھاؤں گا۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ صفا اور مروہ کے درمیان بجو کا گوشت فروخت ہوتا رہا لیکن کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ پس صفا اور مروہ کے درمیان گوشت کا فروخت ہونا اور اس پر کسی کا اعتراض نہ کرنا بجو کے حلال ہونے کی دلیل ہے۔ پس رہی وہ حدیث جس میں ہر ذی ناب کے کھانے

کی ممانعت ہے تو وہ اس صورت میں ہے کہ وہ جانور اپنے ناب سے شکار کر کے غذا حاصل کرے اور اس کی ایک دلیل خرگوش ہے کہ وہ ذی ناب ہونے کے باوجود حلال ہے کیونکہ یہ ذی ناب کے ذریعے کسی پر حملہ نہیں کرتا کیونکہ اس کے ذی ناب بہت کمزور ہوتے ہیں۔

الامثال اہل عرب کہتے ہیں "أَحْمَقُ مِنْ ضبع" (بجو سے زیادہ احمق) بجو کے متعلق مشہور مثالوں میں سے ایک مثال وہ ہے جسے بیہقی نے "شعب الایمان" میں نقل کیا ہے۔ ابوعبیدہ معمر بن مثنی سے مروی ہے کہ میں نے یونس بن حبیب سے بجو کے متعلق مشہور مثل کے بارے میں پوچھا۔ پس انہوں نے فرمایا کہ اس کی تفصیل یہ ہے کہ چند لوگ موسم گرما میں شکار کے لئے نکلے۔ پس وہ شکار کو تلاش کر رہے تھے کہ انہیں ام عامر (بجو) نظر آیا۔ پس انہوں نے اس کا پیچھا کیا اور اس کے پیچھے دوڑتے رہے یہاں تک کہ تھک گئے اور بجو کو بھگاتے بھگاتے ایک اعرابی کے خیمہ تک پہنچا دیا۔ پس بجو خیمہ میں گھس گیا۔ پس اعرابی شکاریوں کی طرف نکلا اور کہنے لگا کیا معاملہ ہے؟ پس انہوں نے کہا کہ ہمارا ایک شکار جسے ہم ہنکا رہے تھے آپ کے خیمہ میں گھس گیا ہے اور ہم اسے پکڑنا چاہتے ہیں۔ اعرابی نے کہا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم اس تک نہیں پہنچ سکتے جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ شکاری بجو کو چھوڑ کر واپس لوٹ آئے۔ پس اس کے بعد اعرابی نے اپنی اونٹنی کا دودھ دوہا اور ایک برتن میں دودھ اور ایک برتن میں پانی لے کر بجو کے سامنے رکھ دیا۔ پس بجو کبھی دودھ پی لیتا اور کبھی پانی پی لیتا اور جب سیراب ہو گیا تو ایک کونے میں جا کر آرام کرنے لگا۔ پس رات کے وقت اعرابی اپنے خیمہ میں سو گیا۔ پس بجو اس کے پاس آیا اور اس کا پیٹ پھاڑ ڈالا اور اس کا خون پی لیا اور اس کے پیٹ کے تمام اعضاء کھا لئے اور وہاں سے فرار ہو گیا۔ پس صبح کو اعرابی کا چچازاد بھائی آیا تو اس نے اعرابی کی حالت دیکھی تو اس جگہ پہنچا جہاں بجو دودھ پی کر آرام کرنے کے لئے بیٹھ گیا تھا۔ پس اس نے بجو کو وہاں نہیں پایا۔ پس اس نے سوچا کہ میرے بھائی کے ساتھ بجو نے ہی یہ معاملہ کیا ہے۔ پس وہ تیر و کمان لے کر بجو کی تلاش میں نکلا۔ یہاں تک کہ اس کو پالیا اور اس کو قتل کر دیا اور یہ اشعار پڑھے ۔

وَمَنْ يَّصْنَعِ الْمَعْرُوْفَ مِنْ غَيْرِ اَهْلِهٖ ۔۔۔ يَلاَقِي الَّذِیْ لاَ قِي مُجِيْرُ اُمِّ عَامِرِ

"اور جو شخص کسی ایسے شخص کے ساتھ نیکی کرے گا جو نا اہل ہے تو اس کا انجام اس شخص کی طرح ہوگا جس نے بجو کو پناہ دی۔"

اَدَامَ لَهَا حِيْنَ استجارت بِقُرْبِهٖ ۔۔۔ قِرَاهَا مِنَ اَلْبَانِ اللِّقَاحِ الغَزَائِرِ

"جب بجو نے اس کے قریب یعنی خیمہ میں پناہ لی تو وہ شخص اپنی گابھن اونٹنی کا دودھ بجو کو پلاتا رہا۔"

وَأَشْبَعَهَا حَتّٰى اِذَا مَا تَمَلأَتْ ۔۔۔ فَرَتْهُ بِأَنْيَابٍ لَهَا وَأَظَافِرِ

"اور جب بجو کا پیٹ بھر گیا تو اس نے احسان کا بدلہ یہ دیا کہ اپنے محسن کا پیٹ اپنے دانتوں اور پنجوں سے پھاڑ دیا۔"

فَقُلْ لِذَوِی الْمَعْرُوْفِ هٰذَا جَزَاءُ" مَنْ ۔۔۔ غَدَا يَصْنَعُ الْمَعْرُوْفَ مَعَ غَيْرِ شَاكِرِ

"پس کہہ دو نیکی کرنے والوں سے کہ یہ بدلہ ہے اس شخص کا جو ایسے افراد کے ساتھ نیکی کرتا ہے جو شکر ادا نہیں کرتے۔"

میدانی نے کہا ہے کہ اہل عرب کہتے ہیں "مَايُخْفِیْ هٰذَا عَلَى الضبع" (یہ بات بجو سے بھی پوشیدہ نہیں ہے) یہ مثال ایسی بات کے لئے مستعمل ہے جو عوام الناس میں مشہور ہے اور بجو احمق جانور ہے۔

خواص صاحب عین الخواص نے کہا ہے کہ بجو کتے کو اپنی طرف اس طرح کھینچتا ہے جس طرح مقناطیس لوہے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ وہ اس طرح کہ جب کتا کسی چھت یا دیوار وغیرہ پر چاندنی رات میں کھڑا ہو اور اس کا سایہ زمین پر پڑ رہا ہو اور کتے کے سایہ پر بجو کا قدم پڑ جائے تو کتا فوراً نیچے گر جاتا ہے۔ پس بجو اسے اپنی خوراک بنالیتا ہے۔ اگر بجو کی چربی کوئی آدمی اپنے جسم پر مل لے تو کتے اس کو ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ اگر بجو کا پتہ بقدر نصف دانق خشک کر کے کسی عورت کو پلا دیا جائے تو اس عورت کی شہوت مکمل طور پر ختم ہو جائے گی اور اسے ہم بستری سے نفرت ہو جائے گی۔ جب بجو کی جلد سے چھلنی بنا کر اس میں غلہ کا بیج چھان کر بویا جائے تو اس کھیتی کو ٹڈی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ محمد بن زکریا رازی نے اپنی کتاب میں اسی طرح لکھا ہے۔ عطارد بن محمد نے کہا ہے کہ بجو ''عنب الثعلب'' یعنی مکوہ سے دور بھاگتا ہے۔ پس اگر کوئی شخص اپنے جسم پر عرق مکوہ سے مالش کرے تو بجو اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ بجو کی جلد اگر کوئی انسان اپنے پاس رکھ لے تو اس پر کبھی کتے نہیں بھونکیں گے۔ اگر بجو کے پتہ کو بطور سرمہ آنکھوں میں استعمال کیا جائے تو آنکھوں کی دھند اور پانی کے لئے بے حد مفید ہے اور اس سے آنکھوں کی روشنی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اگر بجو کی دائیں آنکھ نکال کر سات دن تک سرکہ میں ڈبوئی جائے اور پھر اس کے بعد یہ آنکھ انگوٹھی کے نگینہ کے نیچے رکھ دی جائے تو جو شخص بھی اس انگوٹھی کو پہنے گا' اس پر نگاہِ بد اور جادہ وغیرہ اثر انداز نہیں ہوں گے اور اگر اس انگوٹھی کو پانی میں ڈال دیا جائے اور وہ پانی کسی ایسے شخص کو پلا دیا جائے جس پر جادو وغیرہ کا اثر ہو تو وہ شفایاب ہو جائے گا۔ نیز یہ عمل مختلف قسم کے جادوؤں کے لئے مفید ہے۔ اگر بجو کا سر ایسی جگہ میں رکھ دیا جائے جہاں کبوتر رہتے ہوں تو وہاں کبوتروں کی تعداد میں اضافہ ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص بجو کی زبان اپنے ہاتھ میں لے لے تو کتے اس پر نہیں بھونکیں گے اور نہ ہی اس کو کسی قسم کا ضرر پہنچائیں گے۔ نیز چور اور ڈاکو وغیرہ اس نسخہ پر عمل کرتے ہیں جو شخص بجو سے خوفزدہ ہو۔ پس اسے چاہئے کہ وہ اپنے ہاتھ میں جنگلی پیاز کی جڑ لے لے تو وہ بجو سے محفوظ رہے گا کیونکہ بجو جنگلی پیاز سے دور بھاگتا ہے اگر کسی بیمار بچے کو سات دن تک بجو کی گدی کے بالوں کی دھونی جائے تو وہ بچہ شفایاب ہو جائے گا۔ جب کسی عورت کو بجو کا آلہ تناسل پیس کر پلا دیا جائے اور وہ عورت اس سے لاعلم ہو تو اس کی شہوت ختم ہو جائے گی اور جو شخص اپنے گلے میں بجو کی فرج (یعنی شرمگاہ) کا ٹکڑا ڈال لے تو تمام لوگ اس سے محبت کرنے لگیں گے۔ بجو کے دانت کو اگر بازو میں باندھ دیا جائے تو نسیان کے خاتمہ کے لئے نافع ہے۔ نیز دانتوں کے درد میں بھی بجو کے دانت کو بازو میں باندھ لینا بے حد مفید ہے۔ اگر وزن کرنے والے پیمانے یا برتن وغیرہ پر بجو کی جلد چڑھالی جائے اور پھر اس سے کھیت میں بویا جانے والا غلہ یعنی بیج وغیرہ ناپا جائے تو وہ کھیت ہر قسم کی آفات سے محفوظ رہے گا۔ بجو کی ایک عجیب وغریب خاصیت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس کا خون پی لے تو اس کے دل سے ہر قسم کے وسواس ختم ہو جائیں گے جو شخص اپنے ہاتھ میں اندرائن لے لے تو بجو اس شخص سے دور بھاگ جائے گا۔ جب کوئی آدمی اپنے جسم پر بجو کی چربی کی مالش کر لے تو وہ کتوں کے کاٹنے سے مامون ہو جائے گا۔ حنین بن اسحٰق نے کہا ہے کہ جب آنکھ سے پڑبال وغیرہ اکھاڑ کر اس جگہ بجو' طوطے یا کسی اور درندے یا بکری کا پتہ لگا دیا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس جگہ بال نہیں اگیں گے۔ اگر کوئی شخص بجو کے آلہ تناسل کو خشک کر کے پیس لے اور پھر ایک دانق کے بقدر کسی چیز میں ملا کر پی لے تو اس کی شہوت میں ہیجان پیدا ہو جائے گا اور عورتوں سے کبھی اس کا دل نہیں بھرے گا۔ بعض اہل علم کا قول ہے کہ جب بجو کا پتہ نصف درہم کے بقدر شہد کے ساتھ ملا کر نوش کر لیا جائے تو سر

اور آنکھوں کے امراض ختم ہو جائیں گے اور نزول ماء کے لئے بے حد مفید ہے۔ نیز انسان کی قوت باہ میں بھی اضافہ ہوگا۔ اگر بجو کا پتہ شہد میں ملا کر آنکھ میں لگایا جائے تو آنکھ کی روشنی میں اضافہ ہوگا اور آنکھ کی خوبصورتی بھی دوبالا ہو جائے گی۔ یہ دوا جتنی پرانی ہوگی اس کی تاثیر اتنی ہی عمدہ ہوگی۔ ماسرحویہ نے کہا ہے کہ بجو کے پتہ کو بطور سرمہ آنکھوں میں استعمال کرنا آشوب چشم کے لئے مفید ہے۔ تمام اطباء کا اس بات پر اجماع ہے کہ بجو کی داہنی ران کا بال جو اس کی سرین کے قریب ہوتا ہے عجیب و غریب خاصیت رکھتا ہے۔ اگر اس بال کو اکھاڑ کر جلا لیا جائے اور پھر روغن زیتون میں ملا کر ایسے شخص کے پھوڑے یا زخم وغیرہ پر لگایا جائے جس کے زخم وغیرہ میں پیپ پڑ چکی ہو تو وہ زخم ٹھیک ہو جائے گا۔ نیز اگر مادہ بجو کا بال لے کر یہ عمل کیا جائے تو اس کے اثرات اس کے برعکس نمودار ہوں گے کہ تندرست آدمی بھی اس عمل سے بیمار ہو جائے گا۔ یہ عمل مجرب ہے اور کئی بار آزمایا جا چکا ہے۔

تعبیر بجو کا خواب میں دیکھنا کشف اسرار اور فضول کاموں پر دلالت کرتا ہے۔ بعض اوقات نر بجو کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر ہیجڑے سے دی جاتی ہے۔ نیز کبھی بجو کو خواب میں دیکھنا ظالم اور دھوکہ باز دشمن کی علامت ہوتا ہے اور کبھی اس سے مراد بد اصل اور بدصورت عورت ہوتی ہے۔ بعض اوقات بجو کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر جادوگر عورت سے دی جاتی ہے۔ ارطامیدورس نے کہا ہے کہ بجو کو خواب میں دیکھنا دھوکہ کی طرف اشارہ ہے۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ بجو پر سوار ہو گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے شخص کو بادشاہت حاصل ہوگی۔ (واللہ اعلم)

أبو ضبة

''أبو ضبة'' اس سے مراد سیہی ہے۔ تحقیق لفظ ''الدراج'' کے تحت باب الدال میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

الضرغام

''الضرغام'' اس سے مراد ببر شیر ہے۔ ابو مظفر سمعانی اپنے والد سے بہت عمدہ بات نقل کرتے ہیں۔ ابو مظفر کے والد کہتے ہیں کہ میں نے سعد بن نصر الواعظ الحیوان سے سنا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک واقعہ کی بناء پر خلیفہ سے خوفزدہ تھا اور روپوش تھا اور خلیفہ کی جانب سے میری تلاش کے لئے کوششیں جاری تھیں۔ پس میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ میں ایک کمرہ میں کرسی پر بیٹھا ہوں اور میں کچھ لکھ رہا ہوں۔ پس ایک آدمی آیا اور میرے سامنے کھڑا ہو گیا۔ پس اس نے کہا کہ جو کچھ میں تمہیں لکھواؤں۔ وہ لکھتے جاؤ۔ پس اس نے یہ اشعار پڑھے

اِدْفَعْ بِصَبْرِکَ حَادِثَ الاَیَّامِ وَتَرَجِ لُطْفَ الوَاحِدِ الْعَلَّامِ

''زمانے کے حوادث کو صبر کے ساتھ دور کر اور اللہ تعالیٰ جو اکیلا ہے اور بلند و برتر ہے اس کے لطف و کرم کا امیدوار رہ۔''

لاَ تَیْأَسَنَّ وَاِنْ تَضَایَقَ کَرْبُهَا وَرَمَاکَ رَیْب'' صُرُوْفُهَا بِسِهَامٍ

''تو مایوس نہ ہو جا اگرچہ مصائب کی سختی شدت اختیار کر جائے اور حوادث کے تیر تجھ پر برسنے لگیں۔''

فَلَهُ تَعَالٰی بَیْنَ ذٰلِکَ فَرْجَةٌ تُخْفِی عَلَی الْاَبْصَارِ وَالْاَوْهَامِ

''پس اللہ تعالیٰ کے یہاں تنگی کے درمیان آسانی ہے جو آنکھوں سے اوجھل اور وہم وگمان سے پوشیدہ ہے۔''

کَمْ مَنْ نَجی بَیْنَ اَطْرَافِ الْقَنَاءِ وَفَرِیْسَةٌ سَلِمَتْ مِنَ الضِّرْغَامِ

''کتنے لوگ ہیں جو نیزوں کی نوک سے محفوظ رہے اور کتنے جانور ہیں جو شیر ببر کے چنگل سے صحیح وسلامت نکل جاتے ہیں۔''

سعد بن نصر کہتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد نازل ہوئی اور میرا خوف دور ہو گیا۔ علامہ طرطوشی نے سراج الملوک میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن حمدون کہتے ہیں کہ میں متوکل بادشاہ کے ساتھ تھا جب وہ دمشق کی طرف نکلا۔ پس ایک دن خلیفہ متوکل گھوڑے پر سوار ہوا اور خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے رصافہ میں پہنچا۔ پس اس نے اس کے محلات کا جائزہ لیا اور پھر باہر نکلا تو اسے کھیتوں، نہروں اور درختوں کے درمیان ایک پرانا ''دیر'' دکھائی دیا۔ پس خلیفہ اس ''دیر'' میں داخل ہو گیا اور اس میں گھومنے لگا۔ پس اس دوران اس نے دیکھا کہ ''دیر'' کے مرکزی دروازے پر ایک کتبہ چسپاں ہے۔ پس اس نے اس کتبہ کو اکھاڑا تو اس میں یہ اشعار لکھے ہوئے تھے

أَیَا مُنْزِلًا بِالدَّیْرِ اَصْبَحَ خَالِیًا تُلَاعِبُ فِیْهِ شِمَالٌ وَ دَبُوْرٌ

''دیکھو وہ دیر کا مکان خالی پڑا ہے اور اس میں شمال وجنوب کی ہوائیں کھیل رہی ہیں۔''

کَاَنَّکَ لَمْ یَسْکُنْکَ بِیْضٌ اَوْ اِنْسٌ وَلَمْ تَبْخَتِرْ فِیْ فِنَائِکَ حُوْرٌ

''اے مکان تیری حالت ایسی ہے کہ گویا تیرے اندر خوبصورت اور محبت کرنے والی عورتیں ٹھہری ہی نہیں اور نہ ہی سیاہ آنکھوں والی خوبصورت عورتیں تیرے صحن میں فخریہ انداز سے چلی تھیں۔''

وَاَبْنَاءُ اَمْلَاکٍ غَوَاشِمُ سَادَةٌ صَغِیْرُ هُمْ عِنْدَالْاَنَامِ کَبِیْرٌ

''اور شہزادگان جو جنگ جو اور سردار ہیں جن کا چھوٹا بھی لوگوں کے نزدیک بڑا تھا۔''

اِذَا لَبِسُوْا اَدْرَعُهُمْ فَعَوَابِسٌ وَاِنْ لَبِسُوا اتِیْجَانَهُمْ فَبُدُوْرٌ

''جب وہ اپنی زرہیں پہن لیتے ہیں تو ترش ہو جاتے ہیں اور جب اپنے سروں پر تاج پہنتے ہیں تو یوں معلوم ہوتے ہیں گویا چودھویں رات کا چاند ہیں۔''

عَلٰی اَنَّهُمْ یَوْمَ اللِّقَاءِ ضَرَاغِمٌ وَأَیْدِیْهِمْ یَوْمَ الْعَطَاءِ بُحُوْرٌ

''جنگ کے دن وہ شیر ہوتے ہیں اور بخشش کے دن ان کے ہاتھ سمندر کی مانند ہوتے ہیں۔''

لَیَالِی هِشَام بِالرُّصَافَةِ قَاطِنٌ وَفِیْکَ اِبْنُهُ یَادِیْرُ وَهُوَ اَمِیْرٌ

''ہشام کی راتیں رصافہ میں نہایت ہی خوشگوار تھیں اور اے دیر تیرے اندر اس کا بیٹا امیر تھا۔''

اِذَ الدَّهْرُ غَضٌّ وَالْخِلَافَةُ لُدْنَةٌ وَعَیْشُ بَنِی مَرْوَانَ فِیْکَ نَضِیْرٌ

''جبکہ زمانہ سازگار اور خلافت نرم تھی اور تیری زندگی بنی مروان میں خوشگوار تھی۔''

بَلٰی فَسَقَاکَ اللہُ صَوْبَ غَمَامَۃٍ عَلَیْکَ بِھَا بَعْدَ الرَّوَاحِ بَکُوْرٗ

''کیوں نہیں۔ اللہ تعالیٰ تجھے بادل کی بارش سے سیراب کرے اور تجھ پر اس کے ساتھ شام کے بعد صبح ہے۔''

تَذَکَّرْتُ قَوْمِی خَالِیًا فَبَکَیْتُھُمْ بِشُجْوٍ وَمِثْلِی بِالْبُکَاءِ جَرِیْرٗ

''میں نے تنہائی میں اپنی قوم کو یاد کیا تو میں غم کی وجہ سے ان پر رو دیا اور میری مثل شخص رونے کا زیادہ حقدار ہے۔''

فَعَزَیْتُ نَفْسِی وَھِیَ نَفْس'' إِذَا جَرٰی لَھَا ذِکْرُ قَوْمِی أَنَّۃٌ وَزَفِیْرٗ

''پس میں نے اپنے نفس کو تسلی دی اور یہ نفس ہے جب اس کے سامنے میری قوم کا ذکر ہوتا ہے تو اس کے لئے کراہنا اور مصیبت ہے۔''

لَعَلَّ زَمَانًا جَارَ یَوْمًا عَلَیْھِمْ لَھُمْ بِالَّذِیْ تَھْوَی النُّفُوْسَ یَدُوْرٗ

''شاید زمانہ نے ان پر ایک دن ظلم کیا ہے۔ اسی لئے نفس کی خواہشات کی تکمیل نہیں ہو سکی۔''

فَیَفْرَحُ مَحْزُوْنٌ وَیَنْعَمُ بَائِسٌ وَیُطْلَقُ مِنْ ضَیْقِ الْوِثَاقِ أَسِیْرٗ

''پس غمزدہ خوش ہو جاتا ہے اور محتاج کو نصیحتیں حاصل ہو جاتی ہیں اور قیدی رسی کے پھندے سے آزاد ہو جاتا ہے۔''

رُوَیْدَکَ اَنَّ الْیَوْمَ یَتْبَعُہٗ غَدٌ وَاِنَّ صَرُوْفَ الدَّائِرَاتِ تَدُوْرٗ

''تیری رفتار یہ ہے کہ آج کے بعد کل آنے والی ہے اور بے شک مصائب گردش میں ہیں۔''

پس جب خلیفہ متوکل نے ان اشعار کو پڑھا تو ان سے بدشگونی لی اور خوفزدہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں ان اشعار کے شر سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ پس اس کے بعد اس نے دیر کے راہب کو بلایا اور اس سے ان اشعار کے متعلق سوال کیا۔ پس اس نے کہا کہ میں ان کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ پس اس کے بعد جب خلیفہ متوکل بغداد پہنچا تو تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ متوکل کو اس کے بیٹے منتصر نے قتل کر دیا۔ تحقیق ہم نے متوکل کے قتل کی تفصیل ''باب الالف'' میں ''الاوز'' کے تحت بیان کر دی ہے۔ ''ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں علی بن محمد بن ابی الحسن الشابشتی کے حالات میں لکھا ہے کہ مذکورہ بالا واقعہ رشید کا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ الشابشتی کی نسبت کس جانب ہے۔ اس کے متعلق ہم جان نہیں سکے۔

اَلضَّرِیْسُ

''اَلضَّرِیْسُ'' اس سے مراد چکور جیسا پرندہ ہے۔ عنقریب انشاء اللہ اس کا بیان ''باب الطاء'' میں آئے گا۔ اس کے متعلق مثل مشہور ہے کہ ''اَکْسَلُ مِنَ الضَّرِیْسُ'' (ضریس سے زیادہ سست) یہ پرندہ اس قدر سست ہے کہ یہ اپنے بچوں پر ہی پاخانہ کر دیتا ہے۔

اَلضَّعْبُوْسُ

''اَلضَّعْبُوْسُ'' اس سے مراد لومڑی کا بچہ ہے۔ تحقیق اس کا تذکرہ باب الثاء میں بھی ہو چکا ہے۔

اَلضِّفْدَعُ

''اَلضِّفْدَعُ'' (ضاد کے کسرہ اور فاء کے سکون اور عین مہملۃ اور اس کے درمیان دال مہملۃ ہے) یہ خنصر کے وزن پر ہے۔ اس

سے مراد مینڈک ہے۔اس کی جمع کے لئے ضفادع اور مونث کے لئے ''ضفدعۃ'' کا لفظ مستعمل ہے۔لوگ اس کو دال کے فتحہ کے ساتھ ضَفْدَعُ پڑھتے ہیں۔خلیل نے کہا ہے کہ کلام عرب میں فعلل کے وزن پر کوئی لفظ نہیں ہے مگر چار حرفوں (درہم، ھجرع بمعنی الطویل، ھبلع بمعنی بلند و بالا زمین، بلعم) کے علاوہ۔

ابن صلاح نے کہا ہے کہ ''اَلضِفْدَعُ'' میں لغت کے اعتبار سے دال پر کسرہ مشہور ہے لیکن عام لوگوں کی زبان پر ''ضَفْدَعُ'' دال کے فتحہ کے ساتھ ہی مشہور ہے اور بعض ائمہ لغت نے اس کا انکار کیا ہے۔

بطلیوسی نے ''شرح ادب الکاتب'' میں لکھا ہے کہ دال کے ضمہ کے ساتھ ''ضِفْدُعُ'' بھی منقول ہے اور دال کے فتحہ کے ساتھ ضِفْدَعُ بھی منقول ہے۔المطرزی نے بھی اسی طرح کا قول نقل کیا ہے۔کفایہ میں مذکور ہے کہ مینڈک کو ''اَلْعُلْجُوْمُ'' بھی کہا جاتا ہے۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ مینڈک کو ابوالمسیح' ابوہبیرہ' ابومعبد اور ام ہبیرہ بھی کہتے ہیں۔مینڈک کی بہت زیادہ اقسام ہیں۔بعض مینڈک جفتی سے پیدا ہوتے ہیں اور بعض مینڈک جفتی کے بغیر پیدا ہوتے ہیں جن کی پیدائش ایسے پانیوں سے رونما ہوتی ہے جو بہتے نہیں اور گندے ہوتے ہیں۔نیز بارش کے بعد بھی ان کی پیدائش عمل میں آتی ہے۔یہاں تک کہ بارش کے بعد پانی کی سطح پر مینڈک بکثرت نظر آتے ہیں اور ان کی تعداد کے پیش نظر یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا یہ بادلوں کے ذریعے برسے ہیں۔مینڈکوں کی یہ کثرت نر اور مادہ کی جفتی کی بناء پر نہیں ہے بلکہ یہ محض اس قادر مطلق یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ اس نے مٹی میں ایسی خاصیت رکھی ہے کہ لمحہ بھر میں ہی مینڈک کی پیدائش عمل میں آجاتی ہے۔مینڈک کا شمار ان حیوانات میں ہوتا ہے جن میں ہڈی نہیں ہوتی۔بعض مینڈک اپنی آواز نکالتے ہیں اور بعض مینڈک آواز نہیں نکالتے۔پس جو مینڈک آواز نکالتے ہیں ان کی آواز ان کے کانوں کے قریب سے نکلتی ہے۔مینڈک جب بولنا چاہتا ہے تو اپنے نچلے جبڑے کو پانی میں داخل کرتا ہے اور جب مینڈک کا منہ پانی سے لبریز ہو جاتا ہے تو مینڈک بولنا بند کر دیتا ہے۔ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے جسے قلت کلام پر عتاب کا شکار ہونا پڑا ؎

قَالَتِ الضِّفْدَعُ قَوْلاً فَسَّرَتْهُ الْحُكَمَاءُ ۔۔۔ فِیْ فَمِیْ مَاءٌ وَهَلْ يَنْطِقُ مَنْ فِیْ فِيْهِ مَاءٌ

''مینڈک نے ایک بات کہی تو حکماء نے اس کی تفسیر بیان کردی۔میرے منہ میں پانی ہے اور کیا جس کے منہ میں پانی ہو وہ بولنے پر قدرت رکھتا ہے۔''

عبدالقاہر نے کہا ہے کہ سانپ مینڈک کی آواز سن کر اسے پہچان لیتا ہے اور اسے پکڑ کر کھا جاتا ہے۔عبدالقاہر نے مینڈک کے متعلق یہ شعر کہا ہے ؎

يَجْعَلُ فِی الْاَشْدَاقِ مَاءً يُنْصِفُهُ ۔۔۔ حَتّٰى يُنِقَّ وَالنَّقِيْقُ يَتْلِفُهُ

''وہ (یعنی مینڈک) اپنے جبڑوں میں بقدر نصف پانی بھر لیتا ہے یہاں تک کہ بولنا شروع کر دیتا ہے اور مینڈک کا بولنا اس کو تباہ کر دیتا ہے۔''

یہاں مینڈک کے بولنے کو تباہی قرار دینے کا مقصد یہ ہے کہ جب مینڈک بولتا ہے تو سانپ اس کا پیچھا کر کے اسے شکار کر لیتا ہے اور اپنی خوراک بنالیتا ہے۔ایک دوسرے شاعر نے کہا ہے کہ ؎

ضِفَادِعُ فِیْ ظُلَمَاءِ لَیْلٍ تَجَاوَبَتْ　فَدَلَّ عَلَیْهَا صَوتُهَا حَیَّةَ الْبَحْرِ

''مینڈکوں نے رات کی تاریکی میں آپس میں کلام کیا تو سمندر کے سانپ کو ان کی آواز نے مینڈکوں کی نشاندہی کر دی۔''

''حیۃ البحر'' سے مراد وہ افعی سانپ ہے جو خشکی میں پیدا ہوتا ہے۔ یہ سانپ خشکی اور سمندر دونوں جگہ زندگی گزارتا ہے جیسا کہ پہلے اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ مینڈک دوسرے جنگلی جانوروں کی طرح آگ کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتے ہیں اور جب مینڈک آگ کو دیکھ لیتے ہیں تو تعجب کے ساتھ آگ کی طرف دیکھتے رہتے ہیں اور بولنا چھوڑ دیتے ہیں۔ مینڈک جب پیدا ہوتا ہے تو پانی پر باجرے کے دانوں کی طرح پھیلا ہوا ہوتا ہے اور جب پانی سے باہر نکلتا ہے تو دعموص (سنگ ماہی) کی مانند ہوتا ہے اور اس کے بعد اس کے اعضاء بننے شروع ہو جاتے ہیں۔

حدیث میں مینڈک کا تذکرہ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے (حرم میں) مینڈک کو قتل کیا۔ اس پر بکری کا صدقہ ہے خواہ وہ مارنے والا محرم ہو یا حلال ہو یعنی حالت احرام میں ہو یا حالت احرام میں نہ ہو۔ (رواہ ابن عدی فی الکامل فی ترجمۃ عبدالرحمٰن بن سعد بن عثمان بن سعد القرظ مؤذن النبی صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت سفیان نے فرمایا ہے کہ کوئی چیز مینڈک سے زیادہ اللہ کا ذکر نہیں کرتی۔ الکامل میں حماد بن عبید کے حالات زندگی میں مذکور ہے کہ انہوں نے جابر جعفی اور عکرمہ کے حوالہ سے حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک مینڈک نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے خوف کے باعث آگ میں ڈال لیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کے اجر وثواب کے طور پر تمام مینڈکوں کو پانی کی ٹھنڈک سے نوازا اور ان کی آواز کو تسبیح قرار دیا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈک، صرد (لٹورا) اور شہد کی مکھی کے قتل سے منع فرمایا ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ حماد بن عبید کی اس حدیث کے علاوہ کوئی اور حدیث ہم نہیں جانتے۔ امام بخاریؒ نے فرمایا ہے کہ حماد کی حدیث صحیح نہیں ہے۔ ابو حاتم نے کہا ہے کہ حماد صحیح الحدیث نہیں ہے۔

مینڈک کی گفتگو ابو عبداللہ قرطبی نے کتاب الزاہر میں لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ آج رات میں اللہ تعالیٰ کی ایسی تسبیح بیان کروں گا کہ اس کی مخلوق میں سے کسی نے بھی ایسی تسبیح بیان نہیں کی ہوگی۔ پس ایک مینڈک جو آپ کے گھر کے حوض میں موجود تھا، پکار کر کہنے لگا! اے داؤد کیا آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی تسبیح پر فخر کرتے ہیں اور میں نے ستر سال اس حال میں گزارے ہیں کہ میری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خشک نہیں ہوئی اور میں نے دس راتیں اس حال میں گزاری ہیں کہ میں نے کوئی سبزی نہیں کھائی اور نہ ہی پانی پیا ہے۔ مگر صرف دو کلمے میری زبان پر جاری ہیں۔ پس حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا وہ دو کلمے کون سے ہیں؟ ''یَامُسَبَّحًا بِکُلِّ لِسَانٍ وَمَذْکُوْرًا بِکُلِّ مَکَانٍ'' (پس حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے دل میں کہا کہ میں ان کلمات سے زیادہ بلیغ کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح نہیں کر سکتا۔

بیہقیؒ نے شعب الایمان میں حضرت انسؓ کی یہ روایت نقل کی ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے دل میں کہا کہ مجھ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی حمد اچھے طریقے سے کوئی نہیں کر سکتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ نازل کیا اور حضرت داؤد علیہ السلام اپنی محراب میں تشریف فرما تھے اور آپ کی ایک جانب ایک حوض تھی۔ پس فرشتے نے کہا

اے داؤد اس مونث مینڈک کی آواز سنو وہ کیا کہہ رہی ہے۔ پس آپ نے مادہ مینڈک کی آواز کو غور سے سنا تو وہ کہہ رہی تھی "سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ وَمنتھی عِلْمِکَ" پس فرشتہ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے کہا آپ کا کیا خیال ہے؟ پس حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے نبی بنایا ہے میں نے ان الفاظ میں کبھی اس کی حمد وثنا نہیں کی۔

علامہ حافظ جعفر بن محمد بن حسن عزیانی نے اپنی کتاب "فضل الذکر" میں لکھا ہے کہ حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ مینڈک کی آواز اس کی تسبیح ہے۔ اسی کتاب میں یہ بھی مرقوم ہے کہ اعمش نے ابوصالح سے روایت کی ہے کہ انہوں نے دروازے کے بند ہونے پر آواز سنی تو فرمایا کہ یہ دروازے کی تسبیح ہے۔

فائدہ ابن سینا نے کہا ہے جس سال مینڈکوں کی تعداد میں اضافہ ہو جائے تو یہ وباء کی علامت ہے۔ قزوینی نے کہا ہے مینڈک بالوں میں انڈے دیتا ہے جیسے کچھوا بالوں میں انڈے دیتا ہے۔ نیز اس کی دو قسمیں "جبلیۃ" اور مائیۃ ہیں۔ علامہ زمخشریؒ نے "الفائق" میں لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ اسے بنی آدم کے دل میں شیطان کا ٹھکانہ دکھا دے۔ پس اس نے خواب میں ایک شیشہ کا بنا ہوا انسان دیکھا جس کا اندرونی حصہ باہر سے صاف دکھائی دے رہا تھا اور شیطان مینڈک کی صورت میں بیٹھا ہوا اس شیشے کے انسان کے اندر نظر آرہا تھا اور مچھر کی طرح اس شیطان کے ایک سونڈ بھی لگی ہوئی نظر آئی جس کو اس نے انسان کے دائیں کندھے میں داخل کر رکھا تھا جو انسان کے دل تک پہنچی ہوئی تھی اور اس سے انسان کے دل میں وسوسے آرہے تھے۔ پس جب انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان اس سونڈ کو پیچھے ہٹا لیتا ہے۔ عنقریب انشاء اللہ اس کی تفصیل "الکرکی" کے تحت "باب الکاف" میں سہیلی کے کلام میں آئے گی۔

الحکم مینڈک کا کھانا حرام ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے قتل سے منع فرمایا ہے۔ حضرت سہل بن ساعدیؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے پانچ جانوروں "چیونٹی، شہد کی مکھی، مینڈک، لٹورا اور ہدہد کے قتل سے منع فرمایا ہے۔ (رواہ البیہقی فی سننہ)

حضرت عبداللہ بن عثمان تیمی سے مروی ہے کہ ایک طبیب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مینڈک کے متعلق سوال کیا کہ کیا اسے دوا میں ڈالا جا سکتا ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے قتل سے منع فرمایا۔ اس حدیث کو ابوداؤد طیالسی، ابوداؤد، نسائی اور حاکم نے اپنی اپنی سنن میں نقل کیا ہے۔ اس حدیث میں مینڈک کے قتل سے روکنا اس بات کی دلیل ہے کہ مینڈک حرام ہے اور یہ ان سمندری جانوروں میں شامل نہیں ہے جن کو مباح قرار دیا گیا ہے۔ بعض فقہاء نے کہا ہے کہ مینڈک کی حرمت کی علت یہ ہے کہ یہ زمین وآسمان کی تخلیق سے قبل اس پانی میں اللہ تعالیٰ کا پڑوسی تھا جس پر اللہ تعالیٰ کا عرش تھا۔ ابن عدی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مینڈک کو قتل نہ کرو کیونکہ اس کا آواز نکالنا یعنی ٹرانا اس کی تسبیح ہے۔ سلمی کہتے ہیں کہ میں نے دار قطنی سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ ضعیف ہے۔ میں (یعنی دمیریؒ) کہتا ہوں کہ یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ پر موقوف ہے۔ بیہقیؒ کا بھی یہی قول ہے۔ "تحقیق "خطاف" کے عنوان میں علامہ زمخشریؒ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ مینڈک جب اپنی آواز نکالتا ہے تو وہ کہتا ہے "سُبْحَانَ الْمَلِکَ الْقُدُّوْسُ"، حضرت انسؓ نے فرمایا کہ مینڈکوں کو قتل نہ کرو کیونکہ جب ان کا گزر اس آگ پر ہوا جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈالا گیا تھا۔ پس مینڈک اپنے منہ میں پانی بھر کر

لاتے اوراس آگ پر ڈال دیتے۔ شفاء صدور میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے نے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مینڈکوں کو قتل نہ کرو کیونکہ ان کا آواز نکالنا یعنی ٹرانا ان کی تسبیح ہے۔

مینڈک کے متعلق فقہی مسائل اگر پانی میں مینڈک کی موت واقع ہوجائے تو پانی ناپاک ہوجاتا ہے جیسے دوسرے غیر ماکول جانوروں کی ہلاکت سے پانی ناپاک ہوجاتا ہے۔ الکفایہ میں ماوردی کے حوالہ سے ایک قول یہ نقل کیا گیا ہے کہ پانی میں مینڈک کی موت سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ ہمارے شیخ نے اس حوالہ کو غلط قرار دیا ہے اور فرمایا کہ الحاوی اور دیگر کتب میں اس قول کا ذکر نہیں ملتا۔ جب مینڈک ماء قلیل (تھوڑے پانی) میں مرجائے تو امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ جب ہم مینڈک کو غیر ماکول تسلیم کرتے ہیں تو بغیر کسی اختلاف کے پانی مینڈک کی موت سے نجس ہوجائے گا اور الماوردی نے اس کے متعلق دو قول نقل کئے ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ دیگر نجاستوں کی طرح مینڈک کی موت سے بھی پانی نجس ہوجائے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ پسو کے خون کی طرح مینڈک کا مٹی میں مرجانا معاف ہوگا۔ اس سے پانی نجس نہیں ہوگا لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

وفدِ یمامہ کا تذکرہ جب مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے کے بعد یمامہ کا وفد حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؓ نے ان سے فرمایا تمہارا صاحب یعنی مسیلمہ کیا کہتا تھا۔ پس وفد کے لوگوں نے اس کی تفصیل بتانے سے معذرت کی لیکن حضرت ابوبکرؓ کے اصرار پر انہوں نے کہا کہ وہ یعنی مسیلمہ کہتا تھا۔ اے مینڈکوں کی بیٹی مینڈکی تو کب تک ٹرٹر کرتی رہے گی۔ تیرا اوپر والا حصہ پانی میں ہے اور نیچے والا حصہ مٹی میں ہے اور تو نہ تو پانی سے پینے والے کو پانی پینے سے منع کرتی ہے اور نہ ہی پانی کو گدلا کرتی ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں "أَنَقُّ مِنْ ضِفْدَعٍ" (مینڈک سے زیادہ ٹرٹر کرنے والا)۔

ضِفَادَعٍ فِي ظُلَمَاءِ لَيْلٍ تَجَاوَبَتْ فَدَلَّ عَلَيْهَا صَوْتُهَا حَيَّةَ الْبَحْرِ

"مینڈکوں نے رات کی تاریکی میں آپس میں گفتگو کی۔ پس ان کی آواز نے سانپ کو ان کی نشاندہی کردی۔"

تحقیق یہ شعر پہلے بھی گزر چکا ہے اور یہ شعر اہل عرب کے اس قول کی طرح ہے۔ "عَلٰی اَهْلِهَا دَلَّتْ بَرَاقِشُ" (براقش نے اپنے اہل کی نشاندہی کردی) اس مثال کی تفصیل یوں ہے کہ ایک کتیا نے چوپاؤں کے کھروں کی آواز سن کر ان پر بھونکنا شروع کردیا۔ پس کتیا کی آواز سے چوپاؤں نے اس کے قبیلہ کو پہچان لیا اور اس کے بعد چوپاؤں نے کتیا کے قبیلہ کو ہلاک کرڈالا۔ حمزہ بن بیض نے کہا ہے کہ

لَمْ يَكُنْ عَنْ جِنَايَةٍ لَحِقَتْنِي لَا يَسَارِيْ وَلَا يَمِيْنِي جَنَتْنِي

"یہ کام کسی ایسے جرم کی بناء پر نہیں ہوا جو مجھ سے سرزد ہوا ہو اور نہ ہی میرے دائیں جانب سے اور نہ بائیں جانب سے۔"

بَلْ جَنَاهَا اَخٌ" عَلٰی كَرِيْمٍ وَعَلٰی اَهْلِهَا بَرَاقِشُ تَجْنِيْ

"بلکہ بھائی نے اپنے شریف بھائی پر اور اس کے اہل وعیال پر ظلم کیا ہے۔"

خواص ابن جمیع نے اپنی کتاب "الارشاد" میں لکھا ہے کہ مینڈک کا گوشت خون میں فساد پیدا کرتا ہے اور اس کے کھانے سے خونی پیچش کی شکایت ہوجاتی ہے اور جسم کا رنگ متغیر ہوجاتا ہے اور بدن پر ورم ہوجاتا ہے۔ نیز اس کا گوشت عقل میں فتور پیدا کرتا ہے۔

صاحب عین الخواص نے کہا ہے کہ جنگلی مینڈک کی چربی اگر دانتوں پر رکھ دی جائے تو دانت بغیر کسی تکلیف کے اکھڑ جاتے ہیں اور اگر خشکی کے مینڈک کی ہڈی ہانڈی پر رکھ دی جائے تو ہانڈی میں ابال نہیں آئے گا۔ اگر مینڈک کو سائے میں خشک کرلیا جائے اور باریک پیس کر خطمی کے ساتھ پکایا جائے اور جس جگہ کے بال صاف کرنے ہوں اس جگہ کو چونے اور ہڑتال سے صاف کر کے اس دوا کو لگادیا جائے تو پھر دوبارہ اس جگہ بال نہیں اگیں گے۔ اگر خالص شراب میں زندہ مینڈک ڈال دیا جائے تو اس کی موت واقع ہوجائے گی لیکن اگر شراب سے نکال کر اسے صاف پانی میں ڈال دیا جائے تو مردہ مینڈک زندہ ہوجائے گا۔ محمد بن زکریا رازیؒ سے منقول ہے کہ اگر نقرس کے مریض کے جسم پر مینڈک کی ٹانگ لٹکا دی جائے تو اس کا درد ختم ہوجائے گا اور اسے سکون حاصل ہوگا۔ اگر کوئی عورت پانی کا مینڈک لے کر اس کا منہ کھول لے اور اس میں تین بار تھوک کر اس کو پانی میں ڈالوا دے تو وہ عورت کبھی حاملہ نہیں ہوگی۔ اگر مینڈک کو کچل کر کیڑوں کے کاٹنے کی جگہ پر لگایا جائے تو فوراً آرام ہوجاتا ہے۔ مینڈک کی ایک عجیب وغریب خاصیت یہ ہے کہ اگر اس کو سر سے نیچے تک دو برابر حصوں میں کاٹ دیا جائے اور اس منظر کو کوئی عورت دیکھ لے تو اس کی شہوت میں اضافہ ہوجائے گا اور اس کا میلان مردوں کی جانب بڑھ جائے گا۔ اگر مینڈک کی زبان کسی ایسی عورت پر رکھ دی جائے جو سو رہی ہو تو وہ عورت تمام باتیں اگل دے گی۔ اگر مینڈک کی زبان روٹی میں ملا کر کسی ایسے شخص کو کھلا دی جائے جس پر شبہ ہو کہ اس نے چوری کی ہے تو وہ فوراً اپنے جرم کا اقرار کرلے گا۔ اگر کسی جگہ کے بال اکھاڑ لئے جائیں اور وہاں مینڈک کا خون لگا دیا جائے تو پھر دوبارہ وہاں بال نہیں اگیں گے۔ اگر کوئی شخص اپنے چہرے پر مینڈک کا خون مل لے تو لوگ اس سے محبت کرنے لگیں گے۔ اگر مینڈک کا خون مسوڑھوں پر مل لیا جائے تو بغیر کسی تکلیف کے دانت اکھڑ جائیں گے۔

مینڈکوں کے شور سے حفاظت کی ترکیب قزوینیؒ نے فرمایا ہے کہ میں موصل میں تھا اور ہمارے دوست نے اپنے باغ میں حوض کے قریب ایک قیام گاہ بنوائی تھی اور میں بھی اپنے دوست کے ساتھ اس کے باغ میں بیٹھا تھا۔ پس اس حوض میں مینڈک پیدا ہوگئے جن کی ٹرٹراہٹ گھر والوں کے لئے باعث اذیت تھی۔ پس وہ مینڈکوں کے شور کو ختم کرنے سے عاجز آ گئے۔ یہاں تک کہ ایک آدمی آیا تو اس نے کہا کہ ایک طشت اوندھا کر کے حوض کے پانی پر رکھ دو۔ پس گھر والوں نے ایسا ہی کیا۔ پس اس کے بعد پھر مینڈکوں کے ٹرٹرانے کی آواز سنائی نہیں دی۔ محمد بن زکریا رازیؒ نے فرمایا ہے کہ جب پانی میں مینڈکوں کی کثرت ہوجائے تو اس پانی پر طشت میں چراغ جلا کر رکھ دیا جائے تو مینڈک خاموش ہوجائیں گے اور پھر ان کی آواز کبھی بھی سنائی نہیں دے گی۔

تعبیر مینڈک کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر ایسے عابد آدمی سے دی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جدوجہد کرنے والا ہو اس لئے کہ مینڈک نے نمرود کی آگ پر پانی ڈال کر ایک اچھا عمل کیا تھا لیکن خواب میں مینڈکوں کی کثیر تعداد کو دیکھنے کی تعبیر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے دی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ" (پس ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور گھن کا کیڑا اور مینڈک اور خون برسایا۔ یہ سب نشانیاں الگ الگ کر کے دکھائیں۔ الاعراف: آیت ۱۳۳) نصاریٰ نے کہا ہے کہ جو شخص خواب میں دیکھے کہ اس کے ہمراہ مینڈک ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی زندگی اس کے رشتہ داروں کے ساتھ بہت اچھی گزرے گی۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس نے مینڈک کا گوشت کھایا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی

کہ وہ شخص کسی مصیبت میں گرفتار ہوجائے گی۔ ارطامیدورس نے کہا ہے کہ مینڈکوں کوخواب میں دیکھنا دھوکہ دینے والے افراد اور جادوگروں پر دلالت کرتا ہے۔ جاماسب نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ مینڈک سے گفتگو کررہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے بادشاہت حاصل ہوگی۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ مینڈک شہر سے باہر نکل رہے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ شہر سے عذاب الٰہی کا خروج ہوجائے گا۔ (واللہ اعلم)

اَلضُّوْعُ

''اَلضُّوْعُ'' اس سے مراد نرالو ہے۔ نوویؒ نے کہا ہے کہ یہ الو کی ایک مشہور قسم ہے۔ جوہریؒ نے کہا ہے کہ یہ رات کا ایک مشہور پرندہ ہے۔ مفضل نے کہا ہے کہ نرالو ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''اضواع'' اور ''ضیعان'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔

الحکم الو کی حرمت اور حلت کے متعلق دو قول ہیں لیکن صحیح قول یہ ہے کہ الو کا کھانا حرام ہے۔ جیسے کہ شرح مہذب میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ رافعی نے کہا ہے کہ یہ قول اس بات کا متقاضی ہے کہ ''الضوع'' سے مراد نرالو ہے۔ پھر رافعی نے یہ بھی کہا ہے کہ اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اگر ''الضوع'' نرالو کے متعلق حرام یا حلال ہونے کا کوئی قول یا رائے ہو تو وہ رائے یا قول ''البوم'' میں بھی جاری ہوگا کیونکہ ایک ہی جنس کے مذکر ومونث کا حکم ایک ہی ہوتا ہے۔ امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ میرے نزدیک ''الضوع'' سے مراد حشرات الارض ہیں۔ پس اس کے شرعی حکم میں اشتراک لازمی نہیں ہے اور اس کا شرعی حکم حرام ہونے کا ہے جیسا کہ شرح مہذب میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

اَلضِّیَبُ

''اَلضِّیَبُ'' ابن سیدہ نے کہا ہے کہ یہ کتے کی شکل وصورت کا ایک بحری جانور ہے۔

اَلضَّیْئَلَۃُ

''اَلضَّیْئَلَۃُ'' جوہریؒ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک پتلا سانپ ہے۔ تحقیق لفظ ''الحیۃ'' کے تحت ''باب الحاء'' میں سانپ کا تذکرہ بیان کردیا گیا ہے۔

اَلضَّیْوَن

''اَلضَّیْوَن'' اس سے مراد نر بلا ہے۔ اس کی جمع کیلئے ''ضیاون'' کا لفظ مستعمل ہے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ نے فرمایا ہے کہ ؎

یُرِیْدُ کَاَنَّ الشَّمْسَ فِیْ حُجُرَاتِہٖ   نُجُوْمُ الثُّرَیَّا اَوْ عَیُوْنُ الضَّیَاوَنِ

''وہ ارادہ رکھتا ہے کہ اس کے حجروں میں سورج یا ثریا کے ستارے یا بلیوں کی آنکھیں ہوں۔''

اہل عرب کہتے ہیں کہ ''اَدَبَّ مِنَ الضَّیْوَنِ'' (بلے کی طرح بے آواز (دبے پاؤں) چلنے والا) شاعر نے کہا ہے کہ ؎

يَدُبُّ بِاللَّيْلِ لِجَارَاتِهِ كَضَيْوَنٍ دَبَّ اِلٰى قَرْنَبِ

''وہ اپنی ہمسایہ عورتوں کے پاس رات کے وقت دبے پاؤں جاتا ہے جیسا کہ بلی چوہوں کی طرف دبے پاؤں جاتی ہے۔''

اہل عرب کہتے ہیں ''أَصْيَدُ مِنْ ضَيْوَنٍ'' (بلے سے زیادہ شکار کرنے والا) اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں۔ ''أَزْنٰى وَأَنْزٰى مِنْ ضَيْوَنٍ'' (بلے سے زیادہ زنا کرنے والا اور جماع کرنے والا)

خاتمہ

صقلی نے کہا ہے کہ اسماء میں یاء ساکن کے بعد واؤ مفتوحہ نہیں آتا مگر تین اسماء میں حَيْوَة'' ، ضَيْوَن'' ''كَيْوَان''۔ کیوان سے مراد زحل ہے۔ تحقیق اہل الھیئۃ نے کہا ہے کہ زحل کا مخصوص دورہ مغرب سے مشرق کی طرف ہوتا ہے اور یہ انتیس سال آٹھ ماہ اور چھ روز میں پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے۔ اہل نجوم زحل کو ''النحس الاکبر'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں کیونکہ زحل نحوست میں مریخ سے بڑھا ہوا ہے۔ نجومی زحل کی طرف ہلاکت اور فکر وغم کو منسوب کرتے ہیں۔ بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ زحل کی طرف دیکھنا فکر وغم کے لئے مفید ہے جیسے زہرہ کی طرف دیکھنے سے فرحت وسرور حاصل ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

باب الطاء المهملة

طامر بن طامر

''طامر بن طامر'' اس سے مراد پسو اور رذیل آدمی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ''هُوَ طَامِرِ بنُ طَامِر'' (وہ بے وقعت ہے اور اس کی اولاد بھی بے وقعت ہے) یہ ایسے شخص کے لئے بولا جاتا جس کا معاشرے میں کوئی مقام نہ ہو۔

الطاؤس

''الطاؤس'' اس سے مراد ایک مشہور پرندہ (یعنی مور) ہے جس کی تصغیر ''طویس'' آتی ہے۔ اس کی کنیت کے لئے ابوالحسن اور ابوالوشی کے الفاظ مستعمل ہیں۔ عزت وحسن کے لحاظ سے پرندوں میں مور کا وہی مقام ہے جو حیوانات میں گھوڑے کا مقام ہے۔ اس کے مزاج میں عفت اور پروں کی خوبصورتی اور دم پر جبکہ وہ اس کو پھیلا کر محراب کی طرح کر لیتا ہے، ناز و گھمنڈ ہے خصوصاً اس وقت جبکہ اس کی مادہ اس کے سامنے ہوتی ہے تو یہ اپنی دم کو پھیلا کر اس کے سامنے ناچنا شروع کر دیتا ہے۔ مادہ مور تین سال کی عمر میں ہی انڈے دینا شروع کر دیتی ہے۔ مورنی سال بھر میں صرف ایک بار بارہ انڈے دیتی ہے۔ مگر یہ مسلسل انڈے نہیں دیتی۔ مور موسم بہار میں مورنی سے جفتی کرتا ہے۔ موسم خزاں میں جب درختوں کے پتے جھڑتے ہیں تو مور کے پر بھی جھڑ جاتے ہیں اور جب درختوں پر نئے پتے نکلتے ہیں تو مور کے پر بھی نئے نکل آتے ہیں۔ مور اپنی مادہ کے ساتھ اٹھکیلیاں کرتا ہے جبکہ وہ انڈوں کو سیتی ہے جس کے باعث اکثر انڈے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے پالتو مور کے انڈے سینے کے لئے مرغی کے نیچے رکھے جاتے ہیں لیکن مرغی ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ مور کے دو انڈے ہی سیتی ہے جب مرغی مور کے انڈے سیتی ہے تو اس وقت ضروری ہے کہ مرغی کے کھانے پینے کا خاص خیال رکھا جائے تا کہ بھوک و پیاس کے باعث مرغی انڈوں سے اٹھنے نہ پائے اور انڈے ہوا لگنے کی وجہ سے خراب نہ ہو جائیں۔ مور کے بچے جب انڈوں سے نکلتے ہیں تو مرغی کے بچوں کی طرح ان کے بھی پر وغیرہ ہوتے ہیں اور یہ کھاتے پیتے ہیں۔ مرغی تیس دنوں میں مور کے انڈوں کو سیتی ہے۔ تحقیق شاعر نے مور کی تعریف میں بہت عمدہ اشعار کہے ہیں ؎

سُبْحَانَ مَنْ مِنْ خَلْقِهِ الطَّاوُسُ　　طَيْرٌ عَلٰى اَشْكَالِهٖ رَئِيْسٌ

''پاک ہے وہ ذات جس نے مور کو پیدا کیا ہے۔ وہ اپنی شکل وصورت کی وجہ سے پرندوں کا سردار ہے۔''

كَاَنَّهٗ فِيْ نَقْشِهٖ عُرُوْسٌ　　فِي الرِّيْشِ مِنْهُ رَكبت فُلُوْسٌ

''وہ اپنے پاؤں کے نقوش کے اعتبار سے یوں لگتا ہے جیسے کوئی دلہن ہو اور اس کے پروں پر پیسوں کے نشانات ہیں۔''

تَشْرِقُ فِيْ دَارَاتِهٖ شُمُوْسٌ　　فِي الرَّاْسِ مِنْهُ شَجَرٌ مَغْرُوْسٌ

''اس کے سر پر سورج روشنی بخشنے والا ہے اور اس کے بال یوں محسوس ہوتے ہیں گویا درخت سے شاخیں پھوٹ رہی ہوں۔''

كَأَنَّهُ بِنَفْسَجٍ يَمِيسُ" أَوْ هُوَ زَهْرُ حَرَمٍ يَبِيسُ"

''وہ یوں محسوس ہوتا ہے گویا کہ نرم و نازک بنفشہ ہے یا وہ شاخوں پر چٹکتی ہوئی کلیاں ہیں۔''

مور کے متعلق ایک عجیب و غریب بات یہ ہے کہ خوبصورت ہونے کے باوجود اسے منحوس تصور کیا جاتا ہے۔ (واللہ اعلم) اس کی وجہ یہ ہے کہ مور جنت میں ابلیس کے دخول اور جنت سے حضرت آدم علیہ السلام کے خروج کا سبب بنا تھا۔ اسی لئے لوگ مور کو گھروں میں پالنا مکروہ سمجھتے ہیں۔

ایک حکایت حضرت آدم علیہ السلام نے جب انگور کے درخت لگائے تو ان کے پاس ابلیس آیا۔ پس اس نے اس درخت پر مور کو ذبح کر دیا۔ پس درختوں نے مور کا خون جذب کر لیا۔ پس جب درختوں پر پتے نکلنے شروع ہوئے تو ابلیس نے ان درختوں پر ایک بندر ذبح کر دیا۔ پس درختوں نے بندر کا خون جذب کر لیا۔ پس جب درختوں کے پھل وغیرہ نمودار ہوئے تو ابلیس نے ان درختوں پر ایک شیر ذبح کر دیا۔ پس درختوں نے شیر کا خون جذب کر لیا۔ پس جب پھل پختگی کی حالت میں پہنچ گئے تو ابلیس نے درختوں پر ایک خنزیر کو ذبح کر دیا۔ پس درختوں نے خنزیر کا خون جذب کر لیا۔ پس یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص انگور سے تیار کردہ شراب پی لیتا ہے تو اس پر ان چاروں جانوروں کے اوصاف کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ جب کوئی شراب پیتا ہے تو سب سے پہلے اس کے اعضاء پر شراب کے اثرات رونما ہوتے ہیں اور اس کے حسن میں مزید چمک پیدا ہوتی ہے جیسے مور کے حسن میں چمک پیدا ہوتی ہے۔ پس جب اس پر شراب کے اثرات غالب آتے ہیں تو وہ بندر کی طرح کودنے لگتا ہے اور جب اس پر نشہ مکمل طور پر طاری ہو جاتا ہے تو وہ شیر کی طرح درندگی کرنے لگتا ہے اور لڑائی پر تیار ہو جاتا ہے اور پھر اس کے بعد وہ خنزیر کی طرح خون بہانے پر آمادہ ہو جاتا ہے اور بالآخر اس پر نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے اور اس کے اعضاء ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔

فائدہ طاؤس بن کیسان یمن کے فقیہ تھے۔ ان کا نام ذکوان تھا اور لقب طاؤس تھا۔ اس لقب کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو علماء اور قراء میں امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کا نام طاؤس تھا اور کنیت ابو عبدالرحمٰن تھی۔ آپ علم و عمل کے سردار تھے اور آپ کا شمار سادات تابعین میں ہوتا ہے۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پچاس صحابہؓ کی زیارت کی اور ان کی صحبت اختیار کی۔ آپ نے حضرت ابن عباسؓ' حضرت ابو ہریرہؓ' حضرت جابر بن عبداللہؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت کی ہے کہ طاؤس جو مشہور تابعی ہیں' سے مجاہدؒ' عمرو بن دینار' عمرو بن شعیب' محمد بن شہاب زہری اور دیگر اہل علم نے روایت کی ہے۔ ابن صلاح نے اپنی کتاب ''رحلۃ'' میں لکھا ہے کہ زہریؒ نے فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ میں عبدالملک بن مروان کے پاس پہنچا۔ پس اس نے کہا اے زہری کہاں سے آ رہے ہو؟ میں نے کہا مکہ مکرمہ سے۔ پس اس نے کہا کہ وہاں کونسا ایسا شخص ہے جس کو لوگ امیر منتخب کریں؟ زہری کہتے ہیں میں نے کہا عطاء بن ابی رباح۔ پس عبدالملک نے کہا کہ عطاء عربی النسل ہے یا موالی میں سے ہے؟ پس میں نے کہا موالی میں سے ہے۔ عبدالملک نے کہا کہ مکہ کے رہنے والے عطاء کو کس لئے اپنا امیر بنائیں گے؟ میں نے کہا کہ دیانت اور روایت کی بناء پر۔ پس عبدالملک نے کہا کہ بے شک اہل دیانت و روایت اس بات کے حقدار ہیں کہ انہیں لوگوں کا امیر بنایا جائے۔ پھر اس کے بعد عبدالملک نے کہا کہ یمن کے لوگ کس کو اپنا امیر منتخب کریں گے۔ زہری کہتے ہیں میں نے کہا کہ طاؤس بن کیسان کو۔ عبدالملک نے کہا وہ عربی النسل

ہے یا موالی میں سے ہے۔ میں نے کہا کہ موالی میں سے ہے۔ پس اس نے کہا کہ اہل یمن اس کو کیوں اپنا امیر بنائیں گے۔ میں نے کہا کہ اہل یمن طاؤس کو اسی خوبی کی بناء پر اپنا امیر منتخب کریں گے جس صلاحیت و قابلیت کی بناء پر عطاء کو امیر بنایا گیا تھا۔ عبدالملک نے کہا کہ جس شخص میں یہ خوبیاں پائی جائیں اسے ہی لوگوں کا امیر بنانا چاہئے۔ پھر عبدالملک نے کہا کہ اہل مصر کسے اپنا امیر بنائیں گے؟ زہری کہتے ہیں میں نے کہا یزید بن ابی حبیب کو۔ عبدالملک نے کہا وہ عربی النسل ہے یا موالی میں سے ہے۔ میں نے کہا موالی میں سے ہے۔ پس عبدالملک نے اسی طرح کہا جیسے پہلے امراء کے لئے کہا تھا۔ پھر اس کے بعد عبدالملک نے کہا کہ اہل شام کس کو اپنا امیر منتخب کریں گے۔ میں نے کہا مکحول دمشقی کو۔ عبدالملک نے کہا وہ عربی النسل ہے یا موالی میں سے ہے۔ میں نے کہا موالی میں سے ہے اور یہ وہ غلام ہے جسے ہذیل کی ایک عورت نے آزاد کیا تھا۔ پھر اس کے بعد عبدالملک نے کہا جو پہلے امراء کے متعلق کہا تھا۔ پھر عبدالملک نے کہا کہ اہل جزیرہ کس کو اپنا امیر منتخب کریں گے۔ زہری کہتے ہیں' میں نے کہا کہ میمون بن مہران کو۔ پس عبدالملک نے کہا کہ وہ عربی النسل ہے یا موالی میں سے ہے۔ میں نے کہا موالی میں سے ہے۔ پھر عبدالملک نے وہی کہا جو پہلے امراء کے متعلق کہا تھا۔ اس کے بعد عبدالملک نے کہا کہ اہل خراسان کس کو اپنا امیر بنائیں گے۔ میں نے کہا ضحاک بن مزاحم کو۔ عبدالملک نے کہا وہ عربی النسل ہے یا موالی میں سے ہے۔ میں نے کہا موالی میں سے ہے۔ پس اس کے بعد عبدالملک نے کہا جو پہلے امراء کے لئے کہا تھا۔ پھر اس کے بعد عبدالملک نے کہا کہ اہل بصرہ کس کو اپنا امیر بنائیں گے۔ میں نے کہا حسن بن ابی الحسن کو۔ عبدالملک نے کہا وہ عربی النسل ہیں یا موالی میں سے ہیں۔ زہری کہتے ہیں میں نے کہا کہ موالی میں سے ہیں۔ عبدالملک نے کہا تیرا ناس ہو۔ پس پھر عبدالملک نے کہا کہ اہل کوفہ کس کو اپنا امیر منتخب کریں گے۔ میں نے کہا ابراہیم نخعی کو۔ عبدالملک نے کہا وہ عربی النسل ہے یا موالی میں سے ہے۔ میں نے کہا کہ عربی النسل ہے۔ عبدالملک نے کہا اے زہری تو ہلاک ہو جائے تو نے میری مشکل کو آسان کر دیا۔ اللہ کی قسم موالی اہل عرب پر سیادت کرتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ لوگ منبر پر خطاب کریں گے اور عرب نیچے رہیں گے۔ زہری کہتے ہیں میں نے کہا اے امیر المومنین یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور دین الٰہی ہے جو اس کی حفاظت کرے گا وہ سردار ہوگا اور جو اس کو ضائع کرے گا وہ نیچے گر جائے گا۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ منصب خلافت پر فائز ہوئے تو طاؤس نے ان کی طرف ایک خط لکھا کہ اگر آپ کا یہ ارادہ ہو کہ آپ کے تمام کام خیر کے سانچے میں ڈھل جائیں تو آپ اپنی سلطنت کے امور اہل خیر کے سپرد کر دیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ یہ نصیحت میرے لئے کافی ہے۔ ابن ابی الدنیا نے طاؤس سے نقل کیا ہے کہ جب میں مکہ میں تھا تو مجھے حجاج نے طلب کیا۔ پس میں اس کے پاس آیا تو اس نے مجھے اپنی ایک جانب بٹھالیا اور ٹیک لگانے کے لئے مجھے ایک تکیہ دے دیا۔ پس ہم گفتگو کر رہے تھے کہ ہمیں تلبیہ کی بلند آواز سنائی دی۔ پس حجاج نے اس آدمی کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ پس اس کو حاضر کیا گیا۔ پس حجاج نے اس سے کہا تو کن میں سے ہے؟ اس آدمی نے جواب دیا کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ پس حجاج نے کہا کہ میں نے تجھ سے تیرے شہر اور قبیلہ کے متعلق سوال کیا ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ میں یمن کا رہنے والا ہوں۔ پس حجاج نے کہا کہ تو نے محمد بن یوسف (یعنی حجاج کا بھائی) کو کیسا پایا جو یمن کا گورنر ہے۔ پس اس شخص نے کہا میں نے اسے اس حالت میں چھوڑا ہے کہ وہ صحت مند ہے اور ریشمی لباس میں ملبوس اور عمدہ سواریوں پر سوار ہونے والا ہے۔ پس حجاج نے کہا کہ میں نے تم سے محمد بن یوسف کی سیرت کے متعلق سوال کیا ہے؟ پس اس آدمی نے کہا کہ میر

نے اسے اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ سفاک، ظالم، مخلوق کی اطاعت کرنے والا اور خالق کی نافرمانی کرنے والا ہے۔ حجاج نے کہا کہ جو کچھ تو نے محمد بن یوسف کے متعلق کہا ہے کیا تو نہیں جانتا کہ میرے نزدیک اس کا کیا مقام ہے؟ پس اس شخص نے جواب دیا کیا تو اس مقام کو جو محمد بن یوسف کو تیرے نزدیک حاصل ہے اس مقام سے زیادہ باعزت سمجھتا ہے جو میرے رب کے نزدیک میرا مقام ہے جبکہ میں اس کے نبی کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اس کے گھر کا مشتاق ہوں۔ پس حجاج خاموش ہو گیا اور وہ شخص حجاج سے اجازت لئے بغیر وہاں سے چلا گیا۔ طاؤس کہتے ہیں کہ میں اس شخص کے پیچھے چل دیا۔ پس میں نے اس سے مصاحبت کی درخواست کی۔ پس اس شخص نے کہا کہ تیرے لئے نہ تو محبت ہے اور نہ ہی بزرگی۔ کیا تو وہ شخص نہیں ہے جو ابھی حجاج کے برابر میں تکیہ لگائے بیٹھا تھا اور تحقیق میں نے دیکھا ہے کہ لوگ تجھ سے اللہ کے دین کے متعلق فتویٰ حاصل کرتے ہیں۔ طاؤس کہتے ہیں میں نے کہا وہ یعنی حجاج ہم پر مسلط ہے۔ پس اس نے مجھے بلایا اس لئے میں اس کے پاس آ گیا تھا۔ پس اس شخص نے کہا کہ پھر تکیہ لگانے کا کیا مطلب تھا اور کیا تجھ پر اس کی خیر خواہی ضروری نہیں تھی اور کیا اس کی رعایا کا وعظ کے ذریعے حق ادا کرنا ضروری نہیں تھا۔ طاؤس کہتے ہیں میں نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور اس سے توبہ کرتا ہوں۔ پھر میں نے صحبت کا سوال کیا۔ پس اس شخص نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے بخش دے۔ بے شک میرا ایک ساتھی ہے جو بہت زیادہ غیرت مند ہے۔ پس اگر میں اس کے علاوہ کسی اور سے مانوس ہوا تو وہ مجھ سے ناراض ہو جائے گا اور مجھے چھوڑ دے گا۔ طاؤس کہتے ہیں کہ اس کے بعد وہ شخص چلا گیا۔ تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ عبداللہ شامی کہتے ہیں کہ میں طاؤس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس میرے سامنے ایک بوڑھا آدمی آیا۔ پس میں نے کہا کیا آپ طاؤس ہیں۔ پس اس نے کہا کہ میں اس کا بیٹا ہوں۔ پس میں نے کہا اگر آپ طاؤس کے بیٹے ہیں تو طاؤس کی عقل بڑھاپے کی وجہ سے خراب ہو چکی ہو گی۔ پس اس نے جواب دیا کہ بے شک عالم کی عقل خراب نہیں ہوتی۔ پس میں حضرت طاؤس کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ تو یہ پسند کرے گا کہ میں تیرے سامنے تورات، انجیل، زبور اور قرآن مجید کی تعلیمات کا خلاصہ پیش کر دوں؟ عبداللہ شامی کہتے ہیں میں نے کہا جی ہاں۔ پس حضرت طاؤس فرمانے لگے کہ تو اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈر کہ تیرے دل میں اس سے زیادہ کسی کا خوف نہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے اتنی شدید امید رکھ جو اس کے خوف سے بھی زیادہ ہو اور اپنے بھائی کیلئے وہی چیز پسند کر جو تو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ ایک عورت نے کہا ہے کہ حضرت طاؤس کے علاوہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ جسے میں نے فتنہ میں مبتلا نہ کیا ہو۔ پس میں خوب بناؤ سنگھار کر کے حضرت طاؤسؒ کے پاس گئی۔ پس انہوں نے فرمایا کہ پھر کسی وقت آنا۔ پس میں وقت مقررہ پر ان کے پاس پہنچ گئی۔ پس وہ میرے ساتھ مسجد حرام کی طرف چل پڑے اور وہاں پہنچ کر مجھے حکم دیا کہ چت لیٹ جاؤ۔ پس میں نے کہا کہ اس جگہ ایسا کام (یعنی زنا) کرو گے۔ پس طاؤسؒ نے فرمایا کہ جو ذات یہاں ہماری غلط کاری کو ملاحظہ فرما رہی ہے۔ وہ دوسری جگہ بھی دیکھ لے گی۔ پس اس عورت نے توبہ کر لی۔ حضرت طاؤسؒ نے فرمایا ہے کہ جوان کی عبادت مکمل نہیں ہوتی یہاں تک وہ نکاح کر لے۔ حضرت طاؤسؒ فرماتے تھے کہ ابن آدم جو کچھ بھی گفتگو کرتا ہے اس کا حساب وشمار ہوتا ہے مگر حالت مرض میں کراہنے کا کوئی حساب وشمار نہیں ہوتا۔

حضرت طاؤسؒ نے فرمایا ہے کہ ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ابلیس سے ہوئی۔ پس ابلیس کہنے لگا کہ کیا آپ نہیں جانتے آپ کو کوئی مصیبت نہیں پہنچتی مگر یہ کہ اللہ نے آپ کی تقدیر میں اسے لکھ دیا ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہاں ایسا

ہی ہے۔ ابلیس کہنے لگا کہ آپ اس پہاڑ کی چوٹی پر چڑھئے اور پھر وہاں سے گر کر دیکھئے کہ آپ زندہ رہتے ہیں یا نہیں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شیطان سے فرمایا کہ کیا تو نہیں جانتا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے بندے میرا امتحان نہ لینا کیونکہ میں وہی کرتا ہوں جو میں چاہتا ہوں۔ بے شک بندہ اپنے رب کا امتحان نہیں لے سکتا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندے کا امتحان لینے پر قادر ہے۔ طاؤسؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب سن کر ابلیس خاموش ہوگیا۔

ابوداؤد طیالسی نے زمعہ بن صالح سے روایت کی اور وہ ابن طاؤس سے نقل کرتے ہیں اور وہ اپنے والد طاؤس سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جو شخص کسی وصیت میں داخل نہیں ہوا اس کو کسی قسم کی پریشانی لاحق نہیں ہوگی اور جو شخص لوگوں کے درمیان قاضی نہیں بنے گا اس کو کسی قسم کی مشقت و پریشانی لاحق نہیں ہوگی۔ امام احمدؒ نے کتاب الزہد میں لکھا ہے کہ حضرت طاؤسؒ نے فرمایا کہ مردے اپنی قبروں میں سات دن مصیبت میں گرفتار رہتے ہیں۔ پس ان ایام میں مسکینوں کو کھانا کھلا کر مردے کو ایصال ثواب کرنا مستحب ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت طاؤسؒ یہ دعا مانگا کرتے تھے "اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ الْاِیْمَانَ وَالْعَمَلَ وَمَتِّعْنِیْ بِالْمَالِ وَالْوَلَدِ" (اے اللہ مجھے ایمان اور عمل کی دولت عطا فرما اور مجھے مال اور اولاد سے بہرہ ور فرما۔)

حافظ ابونعیم وغیرہ نے حضرت طاؤس سے روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی کے چار بیٹے تھے۔ پس وہ بیمار ہوگیا۔ پس ان میں سے ایک نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ تم میں سے کوئی والد کی تیمارداری کرے اور اس کے لئے وراثت کے مال میں کوئی حق نہیں ہوگا یا میں اپنے والد کی تیمارداری کرتا ہوں اور میرے لئے وراثت کے مال میں کوئی حق نہیں ہوگا۔ پس تمام بھائیوں نے اس سے کہا تو ہی والد کی تیمارداری کر اور وراثت میں سے اپنا حق چھوڑ دے۔ پس اس نے اپنے والد کا علاج وغیرہ کیا۔ یہاں تک کہ والد کی موت واقع ہوگئی اور اس نے وراثت کے مال میں سے اپنا حصہ نہیں لیا۔ پس ایک دن خواب میں اس کا والد آیا۔ پس اس نے اس سے کہا کہ فلاں جگہ جاؤ اور وہاں سے سو دینار لے لو۔ پس اس نے خواب میں اپنے والد سے کہا کیا ان دنانیر میں برکت ہوگی۔ پس والد نے کہا نہیں۔ پس جب صبح ہوئی تو لڑکے نے اپنی بیوی کے سامنے یہ خواب بیان کیا۔ پس اس نے کہا کہ ان دنانیر کو لے آؤ تاکہ کپڑے اور کھانے پینے کا کچھ سامان وغیرہ ہی خرید لیا جائے۔ پس لڑکے نے انکار کر دیا۔ پس جب اگلی رات لڑکا سویا تو اس نے خواب دیکھا۔ پس اس کے والد نے کہا کہ فلاں جگہ جاؤ اور وہاں سے دس دینار لے لو۔ پس لڑکے نے کہا کیا اس میں برکت ہوگی۔ والد نے جواب دیا نہیں۔ پس جب صبح ہوئی تو لڑکے نے اپنی بیوی کے سامنے خواب بیان کیا تو اس کی بیوی نے وہی کہا جو پہلے کہا تھا (یعنی دینار لے آؤ تاکہ کچھ سامان خرید لیں)۔ پس لڑکے نے بیوی کی بات نہیں مانی۔ پس تیسری رات پھر خواب آیا۔ پس والد نے لڑکے کو حکم دیا کہ فلاں جگہ جاؤ اور وہاں سے ایک دینار لے لو۔ پس لڑکے نے پوچھا کہ کیا اس میں برکت ہوگی۔ والد نے کہا ہاں۔ پس لڑکا اس جگہ گیا اور وہاں سے ایک دینار لے لیا۔ پھر اس کے بعد وہ بازار گیا تو اسے ایک شخص ملا جس نے دو مچھلیاں اٹھا رکھی تھی۔ پس لڑکے نے پوچھا کہ ان مچھلیوں کی کتنی قیمت ہے تو اس شخص نے جواب دیا کہ ایک دینار۔ پس اس لڑکے نے ایک دینار میں دونوں مچھلیاں خرید لیں اور اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔ پس گھر پہنچ کر اس نے مچھلیوں کے پیٹ کو چاک کیا تو اس میں سے دو ایسے موتی برآمد ہوئے کہ اس سے پہلے لوگوں نے ایسے موتی کبھی نہیں دیکھے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ بادشاہ نے موتی خریدنے

کے لئے ایک آدمی کو بھیجا لیکن اس لڑکے کے علاوہ کسی کے پاس موتی دستیاب نہ ہوسکا۔ پس بادشاہ نے وہ موتی تیس وقر سونے کے عوض اس لڑکے سے خرید لیا۔ پس جب بادشاہ نے موتی کو دیکھا تو اسے محسوس ہوا کہ اس کے ساتھ ایک اور موتی بھی ہونا چاہئے تا کہ اس کی خوبصورتی میں اضافہ ہو جائے۔ پس بادشاہ نے اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ وہ ایسا ہی ایک اور موتی تلاش کریں اگر چہ اس کی قیمت اس موتی کی قیمت سے دوگنا ہی کیوں نہ ہو۔ پس بادشاہ کے کارندے اس لڑکے کی طرف آئے اور کہنے لگے کہ اگر آپ کے پاس اس قسم کا کوئی اور موتی بھی ہے تو ہم اسے دوگنا قیمت کے ساتھ خریدنے کے لئے تیار ہیں۔ پس لڑکے نے دوگنی قیمت پر معاملہ طے کر کے وہ موتی بھی فروخت کر دیا۔ حضرت طاؤسؒ کا انتقال یوم الترویہ سے ایک دن قبل ۱۰۶ھ میں اس وقت ہوا جب آپ حج کر رہے تھے۔ آپ نے ستر سال عمر پائی)۔ آپ کی نماز جنازہ امیر المومنین ہشام بن عبدالملک نے پڑھائی۔ حضرت طاؤسؒ نے چالیس حج کئے اور آپ مستجاب الدعوات تھے۔

الحکم مور کا کھانا (شوافع کے نزدیک) حرام ہے کیونکہ اس کا گوشت خراب ہوتا ہے۔ بعض احناف کے نزدیک مور کا کھانا حلال ہے کیونکہ یہ گندی چیزیں نہیں کھاتا۔ مور حلال ہو یا حرام ہر صورت میں اس کی بیع جائز ہے یا تو گوشت کھانے کے لئے یا اس کی خوش رنگی سے نفع حاصل کرنے کے لئے تحقیق ''الصید'' کے تحت یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ پرندوں کی چوری کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اس لئے کہ پرندے مباح الاصل ہیں۔ لیکن امام شافعیؒ مالکؒ اور احمدؒ نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ پرندوں کی چوری کا حکم بھی عام اشیاء کی چوری کے حکم کی طرح ہے اس لئے چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

الامثال اہل عرب کہتے ہیں ''اَزْھٰی مِنْ طَاؤس وَاَحْسَنُ مِنْ طَاؤس'' (مور سے زیادہ خوبصورت اور حسین وجمیل) جوہریؒ نے کہا ہے کہ اہل عرب کہتے ہیں کہ ''أَشْاَمُ مِنْ طُوَیْسٍ'' (طویس سے زیادہ منحوس) طویس مدینہ منورہ میں ایک مخنث (زنانہ) تھا جو کہا کرتا تھا کہ اے مدینہ کے رہنے والو خروج دجال کی توقع رکھو جب تک میں تمہارے درمیان موجود ہوں اور جب میں مر جاؤں گا تو تم دجال کے خروج سے مامون ہو جاؤ گے کیونکہ میری ولادت اس روز ہوئی ہے جس روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور میرا دودھ اس دن چھڑایا گیا جس دن حضرت ابوبکرؓ کی وفات ہوئی اور میں اس دن بالغ ہوا جس دن حضرت عمر فاروقؓ کو شہید کیا گیا اور میں نے اس دن شادی کی جس دن حضرت عثمانؓ کو شہید کیا گیا اور میرے ہاں اس دن لڑکا پیدا ہوا جس دن حضرت علیؓ کو شہید کیا گیا۔ تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ سلیمان بن عبدالملک نے مدینہ منورہ کے گورنر کو لکھا کہ ''اَحْصِ الْمُخَنَّثِیْنَ'' (یعنی مدینہ کے تمام ہیجڑوں کی گنتی کرو) پس اتفاقاً حاء پر نقطہ پڑ گیا اور عبارت یوں پڑھی جانے لگی۔ ''اِخْصِ الْمُخَنَّثِیْنَ'' (یعنی مدینہ کے تمام ہیجڑوں کو خصی کر دو) پس مدینہ کے گورنر نے تمام ہیجڑوں کو خصی کروا دیا اور طویس کو بھی خصی کر دیا گیا۔ پس جب ہیجڑوں کو خصی کر دیا گیا تو انہوں نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہم ایسے ہتھیار سے مستغنی کر دیئے گئے ہیں جس کو فنا کرنے پر ہم قادر نہیں تھے۔ طویس نے کہا کہ تمہارے لئے افسوس ہے کہ تم نے مجھے پیشاب کے پرنالے سے محروم کر دیا ہے۔ طویس کا اصلی نام طاؤس تھا پس جب وہ ہیجڑا ہو گیا تو اس کو طویس کہا جانے لگا۔ نیز اس کا ایک نام عبدالنعیم بھی تھا۔ طویس اپنے متعلق یہ شعر کہا کرتا تھا

إِنِّي عَبْدُ النَّعِيمِ أَنَا طَاؤُسُ الْجَحِيمِ وَأَنَا أَشْأَمُ مَنْ يَمْشِي عَلَى ظَهْرِ الْحَطِيمِ

''میں عبدالنعیم ہوں' میں طاؤس الجحیم ہوں اور میں حطیم کی پشت پر چلنے والے لوگوں میں سے سب سے زیادہ منحوس ہوں۔''

أَنَا حَاءٌ ثُمَّ لَامٌ ثُمَّ قَافٌ حَشْوَ مِيمٌ

''میں حاء پھر لام پھر قاف اور میم کا درمیانی حرف یعنی یاء ہوں۔''

طویس کے قول حشو میم سے مراد یاء ہے کیونکہ جب آپ میم کہیں گے تو دو میموں کے درمیان یاء آئے گی اور اس سے مراد یہ ہے کہ میں بے ریش ہوں۔ ''الحطیم'' سے مراد زمین ہے۔طویس کے قول ''أَشْأَمُ'' کا معنی یہ ہے کہ میں لوگوں میں سب سے زیادہ منحوس ہوں۔طویس کا انتقال ۹۲ھ میں ہوا۔

خواص مور کا گوشت دیر ہضم اور ردی المزاج ہوتا ہے۔ جوان مور کا گوشت عمدہ ہونے کے ساتھ ساتھ معدہ کے لئے نفع بخش ہوتا ہے۔ اگر مور کے گوشت کو پکانے سے قبل سرکہ میں بھگولیا جائے تو اس کی مضرت زائل ہو جاتی ہے۔مور کا گوشت کھانے سے جسم میں غلیظ مادے پیدا ہو جاتے ہیں۔مور کا گوشت گرم مزاج والوں کے لئے بے حد فائدہ مند ہوتا ہے۔تحقیق مور کے گوشت کو اطباء نے مکروہ سمجھا ہے کیونکہ تمام پرندوں میں مور کا گوشت سخت اور دیر ہضم ہوتا ہے۔مور کو ذبح کرنے کے بعد ضروری ہے کہ اس کا گوشت رکھ دیا جائے اور پھر اگلے دن اسے خوب پکایا جائے۔ آرام طلب افراد کے لئے مور کا گوشت ممنوع ہے کیونکہ یہ ریاضت کرنے والے افراد کی غذا ہے۔ابن زہر نے مور کے خواص میں لکھا ہے کہ جب مور کسی زہر آلود کھانے کو دیکھ لے یا اس کی بو سونگھ لے تو بہت خوش ہو جاتا ہے اور اس خوشی کے باعث ناچنے لگتا ہے۔ اگر مور کا پتہ کوئی ایسا آدمی سکنجبین میں حل کر کے پی لے جو اسہال کے مرض میں مبتلا ہو تو وہ فوراً شفایاب ہو جائے گا۔ ہرمس سے منقول ہے کہ مور کا پتہ ایسے شخص کو پلانا نہایت مفید ہے جسے کسی زہریلے جانور نے کاٹ لیا ہو۔لیکن صاحب عین الخواص نے کہا ہے کہ حکماء اور اطہورس کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مور کا پتہ پی لے تو وہ پاگل ہو جائے گا۔ ہرمس کہتے ہیں کہ میں نے اس کا تجربہ کیا ہے۔ ہرمس نے کہا ہے کہ اگر مور کا خون نمک اور انزروت میں ملا کر ایسے زخموں پر لگایا جائے جن کے ناسور بن جانے کا اندیشہ ہو تو وہ زخم ٹھیک ہو جائیں گے۔ اگر مور کی بیٹ مسوڑھوں پر مل دی جائے تو تمام دانت اکھڑ جائیں گے۔اگر مور کی ہڈی جلا کر چھائیوں پر مل دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے چھائیاں ختم ہو جائیں گی۔

تعبیر اگر کسی حسین وجمیل آدمی نے خواب میں مور کو دیکھا تو اس کی تعبیر کبر و گھمنڈ سے دی جائے گی۔بعض اوقات مور کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر غرور' کبر' زوال نعمت' بدبختی اور دشمنوں کے سامنے جھکنے سے دی جاتی ہے اور کبھی اس کی تعبیر زیور اور تاج سے بھی دی جاتی ہے۔ بعض اوقات مور کو خواب میں دیکھنا حسین وجمیل بیوی اور خوبصورت اولاد پر دلالت کرتا ہے۔مقدسی نے کہا ہے کہ مور کو خواب میں دیکھنا مالدار اور حسین وجمیل عجمی عورت کی طرف اشارہ ہے لیکن وہ عورت بدبخت ہوگی۔نر مور کو خواب میں دیکھنا عجمی بادشاہ پر دلالت کرتا ہے۔پس جس شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس نے مور سے دوستی کر لی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا شخص عجمی بادشاہوں سے دوستی کرے گا اور اس کو ان سے ایک نبطی لونڈی حاصل ہوگی۔ ارطامیدورس نے کہا ہے کہ مور کو خواب میں دیکھنا خوبصورت اور مسکرانے والی قوم کی جانب اشارہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مور کو خواب میں دیکھنا عجمی عورت کی طرف اشارہ ہے۔ (واللہ اعلم)

اَلطَّائِرُ

"اَلطَّائِرُ" (پرندہ) اس کی جمع کے لئے "الطیور" اور مونث کے لئے "طَائِرَۃ" کا لفظ مستعمل ہے۔ یہ طیر سے ماخوذ ہے اور اس کی جمع اطیار، طیور اور طیران آتی ہے۔ "طیر" سے مراد ہر وہ پروں والا پرندہ ہے جو اپنے پروں سے فضا میں حرکت کرتا ہے۔

قرآن مجید میں "طائر" کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طَآئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ" (زمین میں چلنے والے کسی جانور اور ہوا میں پروں سے اڑنے والے کسی پرندے کو دیکھ لو یہ سب تمہاری ہی طرح کی انواع ہیں۔ الانعام: آیت ۳۸)

"اُمَمٌ" اَمْثَالُكُمْ" کی تفسیر میں بعض علماء کا قول ہے کہ اس میں خلق، رزق، موت وحیات، حشر وحساب اور ایک دوسرے سے قصاص لینے میں مماثلت مراد ہے۔ یعنی یہ بھی تمہاری طرح ان امور سے دوچار ہیں۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ جب چوپائے اور پرندے ان امور کے مکلف ہیں حالانکہ وہ بے عقل ہیں اور ہم عقل رکھنے کی وجہ سے بدرجۂ اولیٰ ان امور کے مستحق ہیں۔ بعض اہل علم کے نزدیک "اُمَمٌ" اَمْثَالُكُمْ" سے مراد توحید ومعرفت میں مماثلت ہے۔ عطاء کا یہی قول ہے۔ مذکورہ بالا آیت کریمہ میں "بِجَنَاحَيْهِ" تاکید کے لئے اور استعارہ کے تخیل کو دور کرنے کے لئے ہے کیونکہ "طیر" کا لفظ اڑان کے علاوہ نحس اور سعد کے لئے بھی مستعمل ہے۔ علامہ زمخشریؒ نے فرمایا ہے کہ "بِجَنَاحَيْهِ" کے ذکر کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیم، لطف، علم، بادشاہت کی وسعت اور اس کے تدبر کا اظہار ہے جو اس کو اپنی مخلوق پر حاصل ہے۔ حالانکہ مخلوقات کی مختلف قسمیں ہیں۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے نفع ونقصان کا مالک اور ان کے جملہ حالات کا محافظ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ایک فعل دوسرے فعل سے غافل نہیں کرتا۔

حدیث شریف میں طائر کا تذکرہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے پرندے بختی اونٹوں کی مثل ہوں گے جو جنت کے درختوں میں چرتے پھرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ پرندے تو بہت اچھے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے کھانے والے ان سے بھی اچھے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہی فرمایا اور اس کے بعد فرمایا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ تم بھی ان افراد میں شامل ہو جو ان پرندوں کو کھائیں گے۔ (رواہ احمد باسناد صحیح) اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے انہی الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ بزار نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بیشک تم جنت کی طرف کسی پرندے کی جانب دیکھو گے تو تمہارے دل میں اس کے کھانے کی خواہش پیدا ہوگی تو وہ فوراً تمہارے لئے بھنا ہوا آ کر گر پڑے گا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایسے لوگ داخل ہوں گے جن کے دل پرندوں کے دلوں کی مثل ہوں گے۔ امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ اس تمثیل سے مراد وقت اور ضعف میں مماثلت ہے جیسے کہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اہل یمن بہت رقیق القلب ہیں یعنی ان کے دل بہت کمزور ہیں۔ بعض اہل علم کے نزدیک اس تمثیل سے مراد خوف اور ہیبت کی کیفیت ہے، کیونکہ تمام جانوروں میں پرندے سب سے زیادہ ڈرنے والے ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اِنَّمَا

یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ'' (حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ فاطر۔ آیت:۲۸) اس سے مراد یہ ہے کہ ایسی قوم جنت میں داخل ہوگی جس پر خوف اور ہیبت کا غلبہ ہوگا جیسا کہ اصحاب سلف کی جماعتوں کا شدت خوف منقول ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک اس سے مراد ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں۔ اہل علم نے کہا ہے کہ پرندے سے جو نیک شگون یا بدشگونی لی جاتی ہے اس کی اصل وہ پرندے ہیں جن کے پر ہوں۔ اہل عرب کہتے ہیں۔ ''طَائِرُ اللّٰہِ لاَ طَائِرُکَ'' (اللہ کا پرندہ نہ کہ تیرا پرندہ) پس ''طائر اللہ'' دعا کے معنوں میں ہے اور ''طائر الانسان'' سے مراد انسان کا وہ عمل ہے جو قیامت کے دن اس کے گلے میں طوق کی شکل میں ڈال دیا جائے گا۔ بعض اہل علم کے نزدیک ''طائر الانسان'' سے مراد انسان کا رزق ہے۔ ''الطائر'' کہہ کر کبھی خیر مراد لیتے ہیں اور کبھی شر جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ''وَکُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهٗ فِیْ عُنُقِہٖ'' ہر انسان کا شگون ہم نے اس کے اپنے گلے میں لٹکا رکھا ہے۔ بنی اسرائیل۔ آیت:۱۳) اس سے، مراد انسان کا وہ رزق ہے جو اس کی تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے۔ مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد انسان کے اچھے اور برے اعمال ہیں۔ پس ہر انسان بھلائی یا برائی کا اتنا ہی بوجھ اٹھائے گا جتنا اس کے مقدر میں اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے۔ پس یہ اس کے گلے کے طوق کو لازم کرتی ہے۔ پس خیر وشر کو پرندہ قرار دینا اہل عرب کے ایک قول کی وجہ سے ہے کہ جب کوئی بری فال مراد لینی ہو تو اہل عرب کہتے ہیں۔ ''جری له الطائر'' (پرندہ اسی طرح اڑا تھا) یہاں پرندہ بول کر برائی مراد لی جاتی ہے۔

سنن ابوداؤد وغیرہ میں مذکور ہے۔ حضرت ابورزین فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خواب پرندے کے بازو پر ہے جب تک کہ تو اسے کسی پر ظاہر نہ کردے۔ پس جب تو نے اس کو ظاہر کردیا تو اس کا وقوع ہو جائے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ تم اپنا خواب کسی کے سامنے بیان نہ کرو سوائے ایسے شخص کے جو تم سے محبت رکھتا یا تمہیں بہتر رائے دے سکتا ہو (یعنی عالم ہو)۔

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ موسیٰ بن نصیر جو کہ بلاد مغرب کا گورنر تھا جب مغربی علاقہ کو بحر محیط سے لے کر ''طلیطلۃ'' تک فتح کر چکا تو وہ اس فتح و کامرانی کی خبر لے کر ولید بن عبدالملک کے پاس آیا اور اپنے ہمراہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کا دسترخوان بھی لایا جو اسے شہر طلیطلۃ سے ملا تھا۔ یہ مائدہ (بڑے دسترخوان) سونے اور چاندی سے بنایا گیا تھا اور اس میں ایک یاقوت کا طوق اور دوسرا زبرجد کا طوق اور تیسرا زمرد کا طوق تھا۔ موسیٰ بن نصیر اس دسترخوان کو ایک ایسے خچر پر لاد کر لایا تھا جو بہت فربہ اور مضبوط تھا لیکن دسترخوان کے وزن کے باعث خچر تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ اس کے سم پھٹ گئے۔ موسیٰ بن نصیر اپنے ہمراہ یونان کے بادشاہوں کا تاج بھی لایا تھا جس میں جواہرات لگے ہوئے تھے۔ نیز موسیٰ بن نصیر کے ہمراہ تیس ہزار غلام بھی تھے۔

ابن خلکان نے کہا ہے کہ یونانی لوگ حکمت کے ماہر تھے۔ وہ اسکندریہ سے قبل بلاد مشرق میں رہتے تھے۔ پس جب فارس والوں نے یونانیوں پر چڑھائی کر کے ان سے ان کا ملک چھین لیا تو یونانی جزیرہ اندلس میں منتقل ہو گئے۔ یہ جزیرہ اس وقت آباد دنیا کے آخری کنارے پر واقع تھا اور اس جزیرہ کے متعلق کوئی نہیں جانتا تھا اور نہ ہی کسی قابل ذکر بادشاہ نے اس جزیرہ پر بادشاہت کی تھی اور نہ ہی اس جزیرہ میں کوئی آبادی تھی۔ اس جزیرہ کو سب سے پہلے اندلس بن یافث بن نوح علیہ السلام نے آباد کیا اور اس کی

حد بندی کی۔ پس یہ جزیرہ ان کے نام سے موسوم ہے۔ پس جب طوفان نوح کے بعد زمین پر آبادی ہوئی تو اس جزیرہ کی شکل ایک پرندہ کی طرح تھی جس کا سر مشرق میں اور دم مغرب میں اور اس کے بازو شمال و جنوب میں اور اس کا پیٹ ان کے درمیان تھا۔ پس مغرب کی طرف اس پرندہ کے جسم کا کم ترین حصہ یعنی دم تھی اس لئے وہ لوگ مغرب کو معیوب سمجھتے تھے۔ یونانی لوگ جنگ کے ذریعے لوگوں کی تباہی کو اچھا نہیں سمجھتے تھے کیونکہ جنگ کی وجہ سے انسان کے جان و مال کے نقصان کے علاوہ انسان علم کے حصول سے بھی محروم رہ جاتا تھا اور یونانیوں کے نزدیک علم کا حصول سب سے اہم کام تھا۔ پس اسی لئے یونانی اہل فارس سے فرار ہو کر اندلس کی طرف آ گئے۔ پس یونانیوں نے اندلس کے شہروں کو آباد کیا' نہریں کھدوائیں' آرام گاہیں تعمیر کروائیں اور باغات لگوائے۔ نیز انگور اور دیگر اجناس کی کاشت کا آغاز کیا۔ چنانچہ یونانیوں نے اندلس کو اس طرح آباد کیا کہ جس جزیرہ کو وہ پرندہ کی شکل میں دیکھ کر معیوب سمجھتے تھے اب وہ ایسے محسوس ہوتا تھا گویا کہ وہ ایک طاؤس یعنی مور ہے اور اس کی سب سے خوبصورت چیز اس کی دم ہے۔ جب یونانیوں نے جزیرۂ اندلس کی تعمیر مکمل کر لی تو انہوں نے درالحکمت اور دارالسلطنت بنانے کا فیصلہ کیا اور شہر طلیطلۃ کو جو جزیرۂ اندلس کے درمیان میں واقع تھا دارالحکمۃ اور دارالسلطنت قرار دیا۔

کہا جاتا ہے کہ بے شک حکمت آسمان سے تین اعضاء پر نازل ہوئی ہے۔ (۱) اہل یونان کے دماغ پر (۲) اہل چین کے ہاتھ پر (۳) اہل عرب کی زبان پر۔

شیخ عارف باللہ کا قصہ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ کفایۃ المعتقد میں ہمارے شیخ امام عارف جمال الدین یافعیؒ نے لکھا ہے کہ شیخ عارف باللہ عمر بن فارضؒ مصر میں ایک مدرسہ کی افتتاحی تقریب میں تشریف لے گئے۔ پس آپ نے وہاں ایک بوڑھے کو دیکھا جو بغیر ترتیب کے وضو کر رہا تھا۔ پس آپ نے اس سے فرمایا اے شیخ آپ عمر رسیدہ ہو کر اور ایسے شہر میں رہ کر جہاں علماء کی کثرت ہے وضو کا طریقہ نہیں سیکھ سکے۔ پس اس بوڑھے نے کہا اے عمر تجھے مصر میں فتح حاصل نہیں ہوگی۔ پس عمر اس بوڑھے شخص کے پاس آئے اور اس کے پاس بیٹھ گئے اور کہنے لگے اے میرے سردار مجھے کس جگہ فتح حاصل ہوگی۔ شیخ نے فرمایا مکہ مکرمہ میں۔ پس عمر کہنے لگے اے میرے سردار مکہ کہاں ہے۔ پس شیخ نے فرمایا۔ یہ ہے اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ پس مکہ عمر کے سامنے آ گیا اور عمر اس میں داخل ہو گئے اور بارہ سال تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے۔ پس عمر کو مکہ مکرمہ میں بہت سی (روحانی) فتوحات حاصل ہوئیں اور انہوں نے اپنا مشہور دیوان بھی مکہ مکرمہ میں ہی تصنیف کیا تھا۔ پھر ایک مدت بعد عمر نے شیخ مذکور کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہے تھے اے عمر میری موت کا وقت قریب ہے۔ پس تم میری طرف آؤ۔ پس عمر اس بوڑھے آدمی کے پاس مصر پہنچے۔ پس شیخ نے کہا یہ ایک دینار لے لو اور اس سے میری تجہیز و تکفین کا بندوبست کرنا اور پھر مجھے اس جگہ رکھ دینا۔ شیخ نے اپنے ہاتھ سے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا اور وہ جگہ قرافہ کے قبرستان میں تھی۔ پھر میرے حکم کا انتظار کرنا۔ شیخ عمر کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس بوڑھے آدمی کا انتقال ہو گیا تو میں نے ان کو غسل دیا اور کفن پہنا کر مقام قرافہ میں رکھ دیا۔ پس میں وہاں کھڑا رہا۔ پس میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک آدمی اترا ہے۔ پس ہم نے اس بوڑھے شخص کی نماز جنازہ ادا کی۔ پھر ہم دونوں کھڑے ہو کر شیخ کے حکم کا انتظار کرنے لگے کہ یکایک پوری فضا پر سبز رنگ کے پرندے منڈلانے لگے اور ان میں سے ایک بڑا پرندہ زمین پر اترا اور اس نے اس بوڑھے شخص کی لاش کو نگل لیا۔

پھر اس کے بعد وہ پرندہ اڑ گیا۔ عمر کہتے ہیں کہ یہ منظر دیکھ کر میں بہت متعجب ہوا۔ پس مجھے اس شخص نے کہا جس نے میرے ساتھ بوڑھے آدمی کی نماز جنازہ ادا کی تھی کہ تعجب نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ شہداء کی ارواح کو سبز پرندوں کے پوٹوں میں داخل کر کے جنت کے باغات میں چھوڑ دیتے ہیں اور وہ جنت کے پھل وغیرہ کھاتے رہتے ہیں اور رات کے وقت ان قندیلوں میں ٹھہرتے ہیں جو عرش کے نیچے جڑی ہوئی ہیں۔

مختلف مسائل اگر کوئی آدمی کسی پرندہ یا شکار کا مالک ہو جائے اور پھر وہ اس کو اپنے ہاتھ سے آزاد کرنا چاہے تو اس میں دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے اور اس کی ملکیت زائل ہو جائے گی جیسا کہ اگر کسی نے غلام کو آزاد کیا تو اس کے آزاد کرتے ہی غلام آزاد ہو جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے اسی صورت کو اختیار کیا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ شیخ ابو اسحٰق قفال اور قاضی ابوطیب نے اسی صورت کو اختیار کیا اور یہی صورت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ اگر کسی آدمی نے ایسا کیا تو وہ گنہگار ہوگا اور پرندہ یا شکار وغیرہ اس کی ملکیت سے خارج نہیں ہوگا کیونکہ یہ زمانہ جاہلیت کے سائبہ کے مشابہ ہے۔ جیسا کہ "باب الصاد" میں گزر چکا ہے۔ قفال کہتے ہیں کہ لوگ اسے "عتق" (آزادی) کا نام دیتے ہیں اور اس پر ثواب کی امید رکھتے ہیں حالانکہ یہ حرام ہے اور اس سے اجتناب ضروری ہے کیونکہ جو پرندہ اس طرح چھوڑا جائے گا وہ مباح اور غیر مملوک پرندوں میں جا کر مل جائے گا اور کوئی دوسرا شکاری اس کو پکڑ کر اس کی ملکیت کا دعویٰ کرے گا۔ حالانکہ وہ اس کا مالک نہیں بنے گا۔ اس لئے ایسا کرنے والا اپنے دوسرے مومن بھائی کو گناہ میں مبتلا کرنے کا سبب بن جائے گا۔

صاحب ایضاح نے ایک تیسری صورت بیان کی ہے کہ اگر اس نے پرندہ یا شکار کو تقرب الی اللہ کے لئے آزاد کیا ہے تو پھر اس کی ملکیت زائل ہو جائے گی اور اگر تقرب الی اللہ کی نیت نہیں ہے تو پھر وہ پرندہ یا شکار اس کی ملکیت سے خارج نہیں ہوگا اور اگر ہم پہلی صورت کو اختیار کریں تو پھر چھوڑا ہوا پرندہ اپنی اصل یعنی اباحت کی جانب لوٹ جائے گا اور اس کا شکار کسی دوسرے کے لئے جائز ہو جائے گا اور اگر ہم دوسری صورت کو اختیار کریں تو صحیح بات یہ ہے کہ اس کا شکار اس شخص کے لئے جائز نہیں جو یہ جانتا ہو کہ یہ پرندہ کسی کی ملکیت میں ہے اور مہندی' خضاب' بازوؤں کا کٹے ہونا یا گلے میں گھنگرو وغیرہ کے ذریعے اس بات کی وضاحت ہو رہی ہو کہ یہ پرندہ کسی کی ملکیت میں ہے تو اس کا شکار کرنا جائز نہیں اور اگر پرندہ کی ملکیت مشکوک ہو تو پھر یہ اپنی اصل یعنی حلت کی طرف لوٹ جائے گا اور اس کا شکار کرنا جائز ہو جائے گا۔ پس اگر پرندہ کو چھوڑنے والا اس کے چھوڑتے وقت کہے کہ میں نے اس کے شکار کو جو اسے شکار کرے مباح کر دیا تو اس صورت میں اس کا شکار کرنا جائز ہوگا۔ اگر ہم تیسری صورت کو اختیار کریں تو کیا اس پرندے کا شکار حلال ہوگا۔ پس اس میں دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ اس کا شکار جائز ہے کیونکہ آزاد کرنے کے بعد یہ اپنی اصل یعنی اباحت کی طرف لوٹ گیا ہے اور اگر اس کے شکار سے منع کر دیں تو یہ زمانہ جاہلیت کے سائبہ کے مشابہ قرار پائے گا جو کہ ناجائز ہے اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس کا شکار ممنوع ہے جیسے غلام کہ جب اس کو آزاد کر دیا جائے تو وہ کسی کا مملوک نہیں بن سکتا۔ اسی طرح یہ پرندہ بھی آزاد ہونے کے بعد کسی کا مملوک نہیں ہوگا لیکن ضروری ہے کہ آزاد کرنے والا مسلمان ہو۔ پس اگر کسی کافر نے آزاد کیا تو اس صورت میں قطعی طور پر پرندے کا شکار جائز ہوگا کیونکہ کافر کے

آزاد کرنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور کافر کے آزاد کردہ کو غلام بنایا جا سکتا ہے۔ جان لو کہ امام رافعیؒ نے پرندے یا شکار کو آزاد کرنا مطلقاً ممنوع قرار دیا ہے لیکن اس سے چند صورتوں کا استثنیٰ ضروری ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ اگر وہ پرندہ دوڑنے کا عادی ہے تو مقابلہ کے لئے اس کو چھوڑ دینا جائز ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر اس پرندہ کو پکڑنے کی وجہ سے اس کے بچوں کی ہلاکت کا ڈر ہو تو اس کو آزاد کرنا واجب ہے کیونکہ بچے حیوان محترم ہیں۔ پس ان کی جان کی حفاظت کے لئے کوشش کرنا واجب ہے۔ تحقیق اہل علم نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اگر حاملہ عورت پر رجم یا قصاص واجب ہو جائے تو اسے اتنی مدت تک مہلت دی جائے گی کہ وہ اپنے بچے کو دودھ پلائے اور بچے کی دودھ پینے کی مدت مکمل ہو جائے اور پھر اس کے بعد اس پر حد جاری کی جائے گی۔ شیخ ابو محمد جوینی نے ایسے حاملہ جانور کو جس کا حمل ابھی غیر ماکول حالت میں ہو ذبح کرنے کو حرام قرار دیا ہے اور اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ اس صورت میں ایک ایسے جانور کا قتل لازمی آتا ہے جس کا ذبح حلال نہیں ہے۔ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہرنی کو اس وجہ سے چھوڑ دیا تھا کہ اس کے دو بچے جنگل میں تھے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہرنی کو آزاد کرنا وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے کہ جو چیز ممنوع ہو اور اس کی ممانعت کا حکم منسوخ نہ ہوا ہو اور پھر بعض حالات میں اس کی اجازت دی جائے تو یہ اجازت وجوب کی دلیل ہوتی ہے۔ پس جب جانور کو اس طرح چھوڑنا سائبہ سے مشابہ ہونے کے باعث ممنوع تھا اور پھر بعض حالات میں اس کی اجازت دی گئی تو یہ اجازت وجوب کی دلیل ہے۔ تیسری صورت استثناء کی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی پرندے یا جانور کا شکار کرلے لیکن اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ وہ جانور کو ذبح کر سکے اور نہ ہی اس کے پاس خوراک وغیرہ ہے کہ وہ پرندہ یا جانور کو کھلا سکے تو ایسی صورت میں پرندہ یا جانور کو چھوڑ دینا واجب ہے تاکہ وہ اپنے رزق کی تلاش کے لئے کوشش کر سکے۔ چوتھی صورت استثناء کی یہ ہے کہ جب شکار کرنے والے نے احرام کا ارادہ کرلیا ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ شکار کو چھوڑ دے۔

تعبیر پرندے کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر عمل سے دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَ کُلَّ اِنسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ" (اور ہر انسان کا شگون ہم نے اس کے گلے میں لٹکا رکھا ہے۔ بنی اسرائیل آیت ۱۳) بعض اوقات مجہول پرندہ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر انداز اور نصیحت سے دی جاتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "قَالُوْا طَآئِرُکُمْ مَّعَکُمْ اَئِنْ ذُکِّرْتُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ" (رسولوں نے جواب دیا تمہاری فال بد تو تمہارے اپنے ساتھ لگی ہوئی ہے کیا یہ باتیں تم اس لئے کرتے ہو کہ تمہیں نصیحت کی گئی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ تم حد سے گزرے ہوئے لوگ ہو۔ یٰسین آیت ۱۹)

پس جس نے خواب میں حسین و جمیل پرندہ کو دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کے اعمال بہت اچھے ہیں یا اس کے پاس کوئی شخص خوشخبری لے کر حاضر ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے خواب میں جنگلی بدخلق پرندے کو دیکھا تو یہ اس کے برے اعمال کی علامت ہے یا اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کے پاس کوئی آدمی بری خبر لے کر آئے گا۔ پس اگر کسی نے خواب میں پرندے کے گھونسلہ کو دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس سے مراد اس کی بیوی ہے یا اس سے مراد وہ مقام و مرتبہ ہے جس پر عارف ٹھہر جاتا ہے۔

اگر کسی حاملہ عورت نے خواب میں پرندے کے گھونسلہ کو دیکھا تو اس کی تعبیر ولادت سے دی جائے گی۔ ''العش'' سے مراد پرندوں کا وہ گھونسلہ ہے جو درخت کی شاخوں مین بنایا گیا ہو۔ پس جو گھونسلہ کسی دیوار، غار یا کسی پہاڑ میں بنایا گیا ہو اس کو ''وَکْر'' کہا جاتا ہے۔ وکر کو خواب میں دیکھنا زناۃ کے گھروں اور عابدین و زاہدین کی مساجد پر دلالت کرتا ہے پرندے کے انڈوں کو خواب میں دیکھنا بیویوں اور لونڈیوں کی اولاد پر دلالت کرتا ہے۔ بعض اوقات انڈوں کو خواب میں دیکھنا قبروں کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات پرندے کے انڈوں کو خواب میں دیکھنا دانتوں کی سفیدی اور نوجوان حسین و جمیل عورت کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات پرندے کے انڈوں کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر اہل وعیال اور رشتہ داروں کے اجتماع سے دی جاتی ہے۔ کبھی پرندے کے انڈوں کو خواب میں دیکھنا دراہم و دنانیر جمع کرنے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

پرندوں کے پروں کو خواب میں دیکھنا مال پر دلالت کرتا ہے اور کبھی پرندوں کے پروں کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر گھر کے سامان کی خریداری سے دی جاتی ہے۔ بعض اوقات پرندوں کے پروں کو خواب میں دیکھنا جاہ و دبدبہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے ''فُلَانٌ طَائِرٌ بِجَنَاحِ غَیْرِہٖ'' (فلاں دوسرے کے بازوؤں پر پرواز کررہا ہے) کبھی پرندے کے پروں کو خواب میں دیکھنا کھیتی کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ پرندے کے چنگل کو خواب میں دیکھنا لڑنے والے کی نصرت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ چنگل پرندوں کے لئے بچاؤ اور ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے۔ پرندے کی چونچ کو خواب میں دیکھنا وسیع وعریض عزت و مرتبہ پر دلالت کرتا ہے۔ پرندے کی بیٹ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر اگر حلال پرندے کی بیٹ ہے تو حلال مال سے دی جاتی ہے اور اگر حرام پرندے کی بیٹ ہے تو اس کی تعبیر حرام مال سے دی جاتی ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ ہم نے پرندوں کے خواب کی تعبیر کے متعلق مختلف اقوال نقل کر دیئے ہیں۔ اب تم اپنی ذہانت کے مطابق تعبیر بیان کرنے کی کوشش کرو انشاء اللہ کامیابی حاصل ہوگی۔

فائدہ ابن بشکوال نے احمد بن محمد عطار سے ان کے والد کے حوالے سے یہ قصہ نقل کیا ہے۔ احمد بن محمد کے والد کہتے ہیں کہ ہمارا ایک پڑوسی تھا۔ پس وہ بیس سال تک قید خانہ میں قید کی حالت میں رہا اور وہ اس بات سے بالکل مایوس ہو چکا تھا کہ وہ اپنے اہل و عیال کو دیکھ سکے۔ وہ قیدی کہتا ہے کہ ایک رات میں اپنے اہل و اعیال کے لئے فکر مند ہو کر رو رہا تھا کہ اسی اثناء میں مجھے ایک پرندہ نظر آیا جو قید خانہ کی دیوار پر آ کر بیٹھ گیا تھا اور وہ ایک دعا پڑھ رہا تھا پس میں نے پرندے سے سن کر اس دعا کو یاد کر لیا پھر میں نے تین رات تک مسلسل یہ دعا پڑھی۔ پھر تیسری رات دعا پڑھنے کے بعد میں سو گیا۔ پس جب صبح کو میں بیدار ہوا تو میں نے اپنے آپ کو مکان کی چھت پر پایا۔ وہ قیدی کہتا ہے کہ میں چھت سے نیچے اتر کر اپنے گھر والوں کی طرف گیا تو وہ میری حالت دیکھ کر گھبرا گئے اور پھر انہوں نے مجھے پہچان لیا تو وہ بہت مسرور ہوئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد میں حج کے لئے گیا تو میں نے دوران طواف یہ دعا پڑھی تو ایک بوڑھے نے میرے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور کہنے لگا کہ یہ دعا تم نے کہاں سے سیکھی ہے کیونکہ یہ دعا تو صرف ایک پرندہ اڑتے ہوئے پڑھتا جو بلاد روم میں پایا جاتا ہے۔ پس میں نے اس بزرگ کو اپنا قصہ سنایا کہ میں بلاد روم میں قید تھا تو ایک پرندے سے میں نے اس دعا کو سیکھا اور پھر پڑھا تو میں رہا ہو گیا۔ پس اس بزرگ نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا ہے۔ وہ قید میں رہنے والا شخص کہتا ہے کہ میں نے بزرگ سے اس کے نام کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا میں خضر (علیہ السلام) ہوں۔

وہ دعا یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ یَا مَنْ لَاتَرَاہُ الْعُیُوْنِ وَلَا تُخَالِطُہُ الظُّنُوْنِ وَلَا یَصِفُہُ الْوَاصِفُوْنَ وَلَا تُغَیِّرُہُ الْحَوَادِثُ وَلَاالدُّھُوْرُ یَعْلَمُ مَثَاقِیْلَ الْجِبَالِ وَمَکَایِیْلَ الْبِحَارِ وَ عَدَدَ قَطْرِ الْاَمْطَارِ وَ عَدَدَ وَرَقِ الْاَشْجَارِ وَ عَدَدَ مَا یُظْلَمُ عَلَیْہِ اللَّیْلُ وَ یُشْرِقُ عَلَیْہِ النَّھَارُ وَ لَا تُوَارِیْ مِنْہُ سَمَاءٌ سَمَاءً وَلَا أَرْضٌ أَرْضًا وَلَا جَبَلٌ اِلَّا یَعْلَمُ مَا فِیْ وَعْرِہٖ وَ سَھْلِہٖ وَلَا بَحْرٌ اِلَّا یَعْلَمُ مَا فِیْ قَعْرِہٖ وَ سَاحِلِہٖ. اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَسْأَلُکَ أَنْ تَجْعَلَ خَیْرَ عَمَلِیْ آخِرَہٗ وَ خَیْرَ اَیَامِیْ یَوْماً أَلْقَاکَ فِیْہِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ.

اَللّٰھُمَّ مَنْ عَادَانِی فَعَادَہٗ وَ مَنْ کَادَنِیْ فَکِدْہُ وَمَنْ بَغٰی عَلَیَّ بِھَلَکَۃٍ فَاَھْلِکْہُ وَ مَنْ اَرَادَنِیْ بِسُوْءٍ فَخُذْہُ وَ أَطْفِیْ عَنِّیْ نَارَ مَنْ اَشَبَّ لِیْ نَارَہٗ وَاکْفِنِیْ ھَمَّ مَنْ أَدْخَلَ عَلَیَّ ھَمَّہٗ وَ اَدْخِلْنِیْ فِیْ دَرْعِکَ الْحَصِیْنَۃِ وَاسْتُرْنِیْ بِسِتْرِکَ الْوَاقِیْ یَا مَنْ کَفَانِیْ کُلَّ شَیْءٍ اِکْفِنِیْ مَا اَھَمَّنِیْ مِنْ اَمْرِالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَ صَدِّقْ قَوْلِیْ وَ فِعْلِیْ بِالتَّحْقِیْقِ یَا شَفِیْقُ یَا رَفِیْقُ فَرِّجْ عَنِّیْ کُلَّ ضِیْقٍ وَلَا تُحَمِّلْنِیْ مَالَا أُطِیْقُ أَنْتَ اِلٰھِیَ الْحَقُّ الْحَقِیْقُ یَا مُشْرِقَ الْبُرْھَانَ یَا قَوِیَّ الْاَرْکَانِ یَا مَنْ رَحْمَتُہٗ فِیْ کُلِّ مَکَانٍ وَ فِیْ ھٰذَا الْمَکَانِ یَا مَنْ لَّا یَخْلُوْ مِنْہُ مَکَانٌ اِحْرُسْنِیْ بِعَیْنِکَ الَّتِیْ لَا تَنَامُ وَ اکْنُفْنِیْ فِیْ کَنَفِکَ الَّذِیْ لَا یُرَامُ اِنَّہٗ قَدْ تَیَقَّنَ قَلْبِیْ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ وَ اِنِّیْ لَا أَھْلِکُ وَ أَنْتَ مَعِیْ یَا رَجَائِیْ فَارْحَمْنِیْ بِقُدْرَتِکَ عَلَیَّ یَا عَظِیْمًا یُرْجٰی لِکُلِّ عَظِیْمٍ یَا عَلِیْمُ یَا حَلِیْمُ أَنْتَ بِحَاجَتِیْ عَلِیْمٌ وَ عَلٰی خَلَاصِیْ قَدِیْرٌ وَ ھُوَ عَلَیْکَ یَسِیْرٌ فَامْنُنْ عَلَیَّ بِقَضَائِھَا یَا أَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ وَ یَا اَجْوَدَ الاَجْوَدِیْنَ وَ یَاأَسْرَعَ الْحَاسِبِیْنَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ اِرْحَمْنِیْ وَ ارْحَمْ جَمِیْعَ الْمُذْنِبِیْنَ مِنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. اَللّٰھُمَّ اسْتَجِبْ لَنَا کَمَا اسْتَجَبْتَ بِرَحْمَتِکَ عَجِّلْ عَلَیْنَا بِفَرَجٍ مِنْ عِنْدِکَ بِجُوْدِکَ وَ کَرَمِکَ وَارْتِفَاعِکَ فِیْ عُلُوِّ سَمَائِکَ یَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اِنَّکَ عَلٰی مَا تَشَاءُ قَدِیْرٌ وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ".

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اے وہ ذات جس کو آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں اور جس کو خیالات پا نہیں سکتے اور صفت کرنے والے جس کی صفت بیان کرنے کا حق ادا نہیں کر سکتے اور جو زمانے کے حوادث سے خوفزدہ نہیں ہوتا جو پہاڑوں کے وزن، سمندروں کی گہرائی اور بارش کے قطرات اور درختوں کے اوراق کی تعداد سے واقف ہے اور ہر اس چیز کی تعداد سے واقف ہے جس پر رات آتی ہے اور دن طلوع ہوتا ہے کوئی آسمان اور کوئی زمین اس کی نظروں سے پوشیدہ نہیں۔ اور کوئی پہاڑ ایسا نہیں کہ جس کے سخت و نرم سے وہ واقف نہ ہو اور کوئی سمندر نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کی گہرائی میں اور ساحل پر کیا ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میرے بہترین عمل کو میرا آخری عمل بنا اور میرے بہترین دن کو اپنی ملاقات کا دن بنا۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ جو مجھ سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔ اے اللہ جو مجھ سے قریب ہو تو بھی اس کے قریب ہو جا اور جو مجھے ہلاک کرنے کی

کوشش کرے تو بھی اسے ہلاک کردے اور جو میرے ساتھ برائی کا ارادہ کرے تو اسے پکڑ لے اور جو میرے لئے آگ بھڑکائے تو اس کی آگ کو بجھا دے اور جو مجھ پر غم کا بوجھ ڈالے تو اس کے غم کے مقابلے میں میرے لئے کافی ہوجا اور مجھے اپنی محفوظ زرّہ میں رکھ لے اور اپنے محفوظ پردہ میں چھپا لے اے وہ ذات جو میرے لئے ہر چیز کے واسطے کافی ہے میرے لئے کافی ہوجا' ہر اس دنیا و آخرت کے معاملہ کے لئے جو مجھے پیش آئے اور میرے قول اور عمل کو سچا بنا دے۔ اے شفیق اے رفیق میری ہر تنگی کو کھول دے اور مجھ پر اس چیز کا بوجھ نہ ڈال جسے میں اٹھا نہ سکوں۔ تو میرا حقیقی معبود برحق ہے اے برہان کو روشن کرنے والے' اے قوی الارکان' اے وہ ذات جس کی رحمت ہر جگہ ہے اور اس جگہ بھی ہے اور کوئی مکان جس سے خالی نہیں ہے۔ اپنی اس آنکھ سے میری حفاظت فرما جس کے لئے نیند نہیں ہے اور مجھے اپنی حفاظت میں لے جو ہر ایک کی پہنچ سے بالاتر ہے۔ تحقیق میرا دل اس پر مطمئن ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور میں نہیں ہلاک ہوسکتا جبکہ تیری رحمت میرے ساتھ ہو۔ اے میری امیدوں کے مرجع' اپنی قدرت کے ذریعے مجھ پر رحم فرما۔ اے عظیم جس سے بڑے بڑے کاموں کی امید رکھی جاتی ہے۔ اے علیم' اے حلیم تو میری حاجت کو جانتا ہے اور تو میری رہائی پر قادر ہے اور یہ تجھ پر بہت آسان ہے۔ پس میری رہائی کے فیصلے سے مجھ پر احسان فرما۔ اے اکرم الاکرمین اے اجود الاجودین' اے اسرع الحاسبین' اے رب العالمین مجھ پر رحم فرما اور امت محمدؐ کے تمام گناہ گاروں پر بھی رحم فرما۔ بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اے اللہ ہماری دعا کو قبول فرما جیسے تو نے ان لوگوں کی دعاؤں کو قبول فرمایا۔ اپنے فضل و کرم سے ہماری کشائش میں جلدی فرما۔ اے ارحم الراحمین بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ نازل فرمائے ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو خاتم النبیین ہیں اور آپ کی آل اور اصحاب سب پر (بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نازل فرمائے)

اس دعا کے ایک ٹکڑے کو طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت انسؓ سے نقل کیا ہے۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِاَعْرَابِیٍّ وَھُوَ یَدْعُوْفِیْ صَلَاتِہٖ وَ یَقُوْلُ یَا مَنْ لَا تَرَاہُ الْعُیُوْنُ وَلَا تُخَالِطُہُ الظُّنُوْنُ وَلَا یَصِفُہُ الْوَاصِفُوْنَ وَلَا تُغَیِّرُہُ الْحَوَادِثُ وَلَا یَخْشَی الدَّوَائِرُ یَعْلَمُ مَثَاقِیْلَ الْجِبَالِ وَ مَکَایِیْلَ الْبِحَارِ وَ عَدَدَ قَطْرِ الْاَمْطَارِ وَعَدَدَ وَرَقِ الْاَشْجَارِ وَ عَدَدَ مَا اَظْلَمَ عَلَیْہِ اللَّیْلُ وَاَشْرَقَ عَلَیْہِ النَّھَارُ وَلَا تُوَارِیْ مِنْہُ سَمَاءٌ سَمَاءً وَلَا أَرْضٌ أَرْضًا وَلَا بَحْرٌ اِلَّا یَعْلَمُ مَا فِیْ قَعْرِہٖ وَلَا جَبَلٌ اِلَّا یَعْلَمُ مَا فِیْ وَعْرِہٖ اِجْعَلْ خَیْرَ عُمْرِیْ آخِرَہٗ وَ خَیْرَ عَمَلِیْ خَوَاتِمَہٗ وَ خَیْرَ اَیَّامِیْ یَوْمًا اَلْقَاکَ فِیْہِ فَوَکَّلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْاِعْرَابِی رَجُلًا فَقَالَ اِذَا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِہٖ فَأْتِنِیْ بِہٖ فَلَمَّا قَضٰی صَلَاتَہٗ أَتَاہُ بِہٖ وَ قَدْ کَانَ اُھْدِیَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَھَبٌ مِنْ بَعْضِ الْمَعَادِنِ فَلَمَّا اَتٰی الْاَعْرَابِیُّ وَھَبَ لَہُ الذَّھَبَ وَ قَالَ مِمَّنْ اَنْتَ یَا اَعْرَابِی قَالَ مِنْ بَنِیْ عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَۃَ فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ تَدْرِیْ لِمَ وَھَبْتُ لَکَ ھٰذَا الذَّھَبَ قَالَ لِلرَّحِمِ الَّتِیْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلرَّحِمِ حَقًّا وَلٰکِنْ وَھَبْتُ لَکَ الذَّھَبَ لِحُسْنِ ثَنَائِکَ عَلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ .

بے شک نبی اکرم ﷺ کا گزر ایک اعرابی پر ہوا جو نماز میں یہ دعا پڑھ رہا تھا وہ کہہ رہا تھا اے وہ ذات جسے آنکھیں دیکھ نہیں

سکتیں اور جو خیال وگمان کی رسائی سے بالاتر ہے اور نہ ہی وصف بیان کرنے والے اس کا وصف بیان کر سکیں اور حوادث جس کو متغیر نہیں کر سکتے اور نہ ہی وہ زمانے کی گردشوں سے ڈرتا ہے اور وہ پہاڑوں کے بوجھ سے واقف ہے اور سمندر کے پیمانوں سے بھی واقف ہے۔ درختوں کے پتوں کی تعداد اور بارش کے قطروں کی تعداد سے بھی واقف ہے اور ہر اس چیز کی تعداد سے واقف ہے جس پر رات آتی ہے اور دن طلوع ہوتا ہے۔ کوئی آسمان اور کوئی زمین اس کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہے اور کوئی سمندر نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کی گہرائیوں میں کیا ہے اور کوئی پہاڑ نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کے سخت پتھروں کے رازوں کو بھی جانتا ہے۔ اے اللہ میری بہترین عمر کو میری آخری عمر بنا۔ میرے بہترین عمل کو میرا آخری عمل بنا اور میرے بہترین دن کو اپنی ملاقات کا دن بنا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اس اعرابی پر ایک شخص کو متعین کر دیا کہ اسے میرے پاس لاؤ جب اعرابی نے نماز مکمل کی تو اس کو رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔

تحقیق رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کسی کان سے لایا گیا سونا بطور ہدیہ پیش کیا گیا تھا۔ پس جب اعرابی آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سونا اسے ہبہ کر دیا اور فرمایا اے اعرابی تو کس قبیلہ سے ہے۔ اعرابی نے کہا کہ میں بنی عامر بن صعصعۃ سے ہوں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو جانتا ہے کہ میں نے یہ سونا تجھے کیوں عطا کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ صلہ رحمی کیلئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ صلہ رحمی بھی ایک حق ہے لیکن میں نے یہ سونا تجھے اس لئے عطا کیا ہے کہ تو نے اللہ تعالیٰ کی بہترین حمد وثنا کی ہے۔

اَلطَّبُطَابُ

''اَلطَّبُطَابُ'' یہ ایک ایسا پرندہ ہے جس کے دو بڑے بڑے کان ہوتے ہیں۔

الطبوع

''الطبوع''اس سے مراد چیچڑی ہے۔ عنقریب انشاء اللہ ''باب القاف'' میں اس کی تفصیل آئے گی۔

الطثرج

''الطثرج'' جوہری نے کہا ہے کہ اس سے مراد چیونٹی ہے۔ عنقریب انشاء اللہ ''باب النون'' میں اس کا تذکرہ آئے گا۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس سے مراد چھوٹی چیونٹی ہے۔

اَلطَّحُنُ

''اَلطَّحُنُ'' جوہری نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک جانور ہے۔ زمخشری نے ربیع الابرار میں لکھا ہے کہ اس سے مراد گرگٹ کے مشابہ ایک جانور ہے۔ بچے اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور اسے کہتے ہیں کہ ہمارے لئے آٹا پیس، پس وہ چکی کی طرح گھومتا ہے یہاں تک کہ زمین میں غائب ہو جاتا ہے۔

اَلطَّرسُوحُ

''اَلطَّرسُوحُ ''اس سے مراد ایک بحری مچھلی ہے۔ اگر اس مچھلی کو پکا کر کھالیا جائے تو آنکھوں میں جالا پیدا ہو جاتا ہے۔

طَرُغلُودَس

''طَرُغَلُودَس ''چکور کی طرح کا ایک پرندہ ہے۔ یہ پرندہ اندلس میں پایا جاتا ہے اور اہل اندلس اسے اچھی طرح پہچانتے ہیں اور اسے ''الضُّرَیْس'' کے نام سے پکارتے ہیں۔

امام رازیؒ نے کتاب الکافی میں لکھا ہے کہ ''طَرُغَلُودَس ''تمام چڑیوں سے چھوٹی چڑیا کو کہتے ہیں جس کا رنگ گندمی ہوتا ہے اور اس کے رنگ میں کچھ سرخی اور کچھ زردی بھی پائی جاتی ہے۔ اس کے بازوؤں میں ایک سنہری پر ہوتا ہے۔ اس کی چونچ باریک ہوتی ہے اور اس کی دم پر متعدد سفید نقطے ہوتے ہیں۔

یہ چڑیا ہمیشہ بولتی رہتی ہے چڑیا کی اس قسم میں جو فربہ چڑیا ہوتی ہے اس کا گوشت بہت عمدہ ہوتا ہے۔

الحکم یہ چڑیا حلال ہے۔

خواص اس چڑیا کا گوشت مثانہ کی پتھری کو توڑ دیتا ہے اگر مثانہ میں پتھری بننے سے قبل اس چڑیا کا گوشت کھالیا جائے تو اس کا گوشت مثانہ میں پتھری کو بننے سے روکتا ہے۔

اَلطَّرفُ

''اَلطَّرفُ ''اس سے مراد شریف النسل گھوڑا ہے۔

اَلطَّفامُ

''اَلطَّفَامُ ''اس سے مراد رذیل قسم کا پرندہ اور درندہ ہے اور اسی طرح رذیل انسان کے لئے بھی ''اَلطَّفَامُ '' کا لفظ بولا جاتا ہے۔ یہ لفظ واحد اور جمع سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ابن سیدہ کا یہی قول ہے۔

اَلطِّفلُ

''اَلطِّفلُ ''اس سے مراد تمام حیوانات اور بنی آدم کی نرینہ اولاد ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''اطفال'' کا لفظ مستعمل ہے۔ تحقیق بسا اوقات واحد اور جمع کے لئے ''الجنب'' کی طرح ''الطفل'' ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے'' أو الطفل الَّذین لَمْ یَظْهَرُ و عَلَی عَوْرَاتِ النِّسَاءِ ''(یا وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے

ہوں۔ النور آیت ۳۱) اسی طرح کہا جاتا ہے ''اَلْمُطْفِلُ الظَّبِيَّۃِ مَعَهَا طِفْلُهَا'' (مطفل ہرنی کے ہمراہ اس کے بچے ہیں) ''مطفل'' اس ہرنی یا اونٹنی کو کہا جاتا ہے جس کو بچہ جنے ہوئے کچھ ہی مدت گزری ہو۔ مطفل کی جمع کے لئے ''مطافیل'' کا لفظ مستعمل ہے۔ ابوذئب نے کہا ہے کہ

وَ اِنَّ حَدِيْثًا مِنْکَ لَوْ تَبْذُلِيْنَهٗ جَنَى النَّحْلُ فِیْ أَلْبَانِ عَوْذِ مَکَافِلِ

''اور بے شک تیرے متعلق گفتگو اگر تجھے پسند ہو گویا کہ شہد کی مکھیاں ہیں جو پھلوں اور پھولوں سے رس حاصل کر رہی ہیں''

مَطَافِيْلُ أَبْکَارٍ حَدِيْثٌ نِتَاجُهَا تَشَابَّ بِمَاءٍ مِثْلَ مَاءِ الْمَفَاصِلِ

''چھوٹے بچے ہیں جو کم سنی کی عمر سے گزر رہے ہیں اور جوانی کی طرف اس تیزی کے ساتھ بڑھ رہے ہیں گویا کہ کوئی پانی میں تیر رہا ہے''
ایک دوسرے شاعر نے کیا خوب کہا ہے

فَيَا عَجَبًا لِمَنْ رَبَّيْتَ طِفْلاً أَلْقِمُهٗ بِاَطْرَافِ الْبُنَانِ

''پس مجھے اس بچے پر تعجب ہے جس کو میں نے پالا اور میں اسے اپنے ہاتھوں کے پوروں سے غذا کھلاتا رہا''

اُعَلِّمُهُ الرِّمَايَةَ کُلَّ يَوْمٍ فَلَمَّا اسْتَدَّ سَاعِدُهٗ رَمَانِیْ

''میں ہر روز اس کو تیر چلانے کا طریقہ سکھاتا تھا' پس جب وہ تیراندازی کے رموز سے واقف ہو گیا تو اس نے مجھ پر ہی تیر چلا دیا''

اُعَلِّمُهُ الْفُتُوَّۃَ کُلَّ وَقْتٍ فَلَمَّا طَرَّ شَارِبُهٗ جَفَانِیْ

''میں ہر وقت اسے جوانمردی کی تعلیم دیتا تھا' پس جب وہ جوان ہو گیا تو اس نے مجھ پر ظلم کرنا شروع کر دیا''

وَکَمْ عَلَّمْتُهٗ نَظْمَ الْقَوَافِیْ فَلَمَّا قَالَ قَافِيَۃً هَجَانِیْ

''اور متعدد بار میں نے اس کو قافیہ سازی کی تعلیم دی پس جب وہ قافیہ یعنی شعر کہنے لگا تو اس نے میری ہجو شروع کر دی''

ذو الطفیتین

''ذو الطفیتین'' اس سے مراد ایک قسم کا خبیث سانپ ہے۔ الطفیۃ سے مراد ''خوصۃ المقل'' گوگل (ایک درخت کا نام) کی پتی کو کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''طفی'' کا لفظ مستعمل ہے۔

پس سانپ کی پشت پر پائی جانے والی دو لکیروں کو گوگل کی دو پتیوں سے تشبیہ دیتے ہوئے اس سانپ کو ''ذو الطفیتین'' کہا جاتا ہے۔ علامہ زمخشریؒ نے ''کتاب العین'' میں لکھا ہے کہ ''الطفیۃ'' شریر پتلے سانپ کو کہا جاتا ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ:

وَهُمْ يُذِلُّوْنَهَا مِنْ بَعْدِ عِزَّتِهَا کَمَا تُذِلُّ الطُّفٰی مِنْ رُقْيَۃِ الرَّاقِیْ

''اور اس کو عزت کے بعد ایسے ذلیل کرتے ہیں جیسے شریر سانپ دم کرنے والے کے دم سے ذلیل ہو جاتا ہے''
ابن سیدہ کا بھی یہی قول ہے۔

حدیث شریف میں ''ذو الطفیتین'' کا تذکرہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

سانپوں کو قتل کرو اور خاص طور پر ذو الطفیتین اور ''ابتر'' کو بھی قتل کرو کیونکہ یہ دونوں سانپ حمل کو گرا دیتے ہیں اور آنکھوں کی روشنی ختم کر دیتے ہیں۔ (رواہ البخاری)

شیخ الاسلام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ علماء کا قول ہے کہ ''الطفیتان'' سانپ کی پشت پر پائی جانے والی دو لکیروں کو کہا جاتا ہے اور ''ابتر'' سے مراد ''قصیر الذنب'' (چھوٹی دم والا سانپ) ہے۔ نضر بن شمیل نے کہا ہے کہ ''ابتر'' سے مراد سانپ کی ایک قسم ہے جو نیلگوں اور چھوٹی دم والے ہوتے ہیں جب کوئی حاملہ عورت اس سانپ کو دیکھ لے تو اس کا حمل گر جاتا ہے۔ امام مسلمؒ نے زہری سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حمل کا گرنا اس سانپ کے زہر کی شدت کی وجہ سے ہے۔ حدیث میں مذکور لفظ ''یلتمسان البصر'' کے متعلق دو تاویلیں کی گئی ہیں لیکن دونوں میں سے زیادہ صحیح تاویل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے سانپ کی آنکھوں میں جو خاصیت رکھی ہے اس کے اثر سے محض اس کی جانب دیکھنے سے ہی انسانی آنکھوں کی روشنی ختم ہو جاتی ہے۔ مسلم شریف کی روایت کے ان الفاظ ''یَخطِفَانِ الْبَصَر'' (یہ دونوں سانپ آنکھوں کی بینائی کو اچک لیتے ہیں) سے بھی اسی تاویل کی تائید ہوتی ہے لیکن اس کے متعلق بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ ''یَخطِفَانِ الْبَصَر'' کا معنی یہ ہے کہ یہ دونوں سانپ ڈسنے کیلئے آنکھوں کا نشانہ لیتے ہیں۔

اہل علم نے کہا ہے کہ سانپ کی ایک قسم کا نام ''ناظر'' بھی ہے جب اس کی نظر کسی انسان پر پڑ جائے تو وہ انسان اسی وقت ہلاک ہو جاتا ہے۔ ابو العباس قرطبیؒ نے فرمایا ہے کہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ ان دونوں قسم کے سانپوں کی خاصیت ہے اور اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے۔ پس تحقیق ابو الفرج بن جوزیؒ نے اپنی کتاب ''**کشف المشکل لمافی الصحیحین**'' میں لکھا ہے کہ عراق عجم میں سانپ کی بعض اقسام ایسی ہیں کہ انہیں دیکھتے ہی انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے اور بعض اس قسم کے سانپ ہیں کہ ان کے راستے پر گزرنے سے ہی انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

اَلطِّلُحُ

''اَلطِّلُحُ'' اس سے مراد چیچڑی ہے۔ عنقریب انشاء اللہ لفظ ''القراد'' کے تحت ''باب القاف'' میں اس کا تذکرہ آئے گا کعب بن زہیر نے کہا ہے کہ

وَجِلْدُهَا مِنْ اَطُوَمُ لَا يؤيسه — طلح بضاحية المتنين مهزول

''اور اس کی جلد اطوم سے ہے جو عام جلدوں کی طرح نہیں ہے اور وہ ان سواریوں کی پشت پر ڈالی جاتی ہے جو سواریوں کے لئے دبلے کئے گئے ہیں''

اَلطِّلاَ

''اَلطِّلاَ'' اس سے مراد کھر والے جانوروں کا بچہ ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''اَطْلاَءٌ'' کا لفظ مستعمل ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''کَیفَ الطِّلاَ وَ اُمُّهُ'' (طلا اور اس کی ماں کا کیا حال ہے)

یہ ضرب المثل ایسے شخص کے لئے استعمال کی جاتی ہے جس کی مصیبت ختم ہو جائے اور اس کی زبان دراز ہو جائے۔

الطلی

''الطلی ''اس سے مراد بکری کے چھوٹے بچے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ''الطلی'' کے معنی باندھنے کے آتے ہیں اور بکری کے چھوٹے بچوں کے پاؤں بھی رسیوں سے کسی کھونٹی وغیرہ سے باندھے جاتے ہیں۔ اس لئے انہیں ''الطلی'' کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''طلیان'' کا لفظ مستعمل ہے جیسے ''رغیف'' کی جمع کے لئے ''رغفان'' کا لفظ مستعمل ہے۔

اَلطَّمْرُوْقُ

''اَلطَّمْرُوْقُ''ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد چمگادڑ ہے۔ تحقیق باب الخاء میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

الطمل

''الطمل ''اس سے مراد بھیڑیا ہے۔ اس کے لئے الطملال اور الاطلس کے الفاظ بھی مستعمل ہیں۔ جیسا کہ ''باب الذال'' میں اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

الطنبور

''الطنبور ''اس سے مراد ایک قسم کی بھڑ ہے جو لکڑی کو کھاتی ہے۔ امام نوویؒ نے شرح مہذب میں لکھا ہے کہ ڈنک والے جانوروں کے حکم (یعنی حرمت) سے ٹڈی مستثنیٰ ہے۔ پس ٹڈی قطعی طور پر حلال ہے۔ اسی طرح صحیح قول کے مطابق قنفذ کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ حلال ہے۔

الطورانی

''الطورانی'' جاحظ نے کہا ہے کہ یہ کبوتر کی ایک قسم ہے۔ تحقیق اس کا تذکرہ ''باب الحاء'' میں گزر چکا ہے۔

الطوبالة

''الطوبالة ''ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد بھیڑ ہے۔ عنقریب انشاء اللہ باب النون میں اس کا تذکرہ آئے گا۔

اَلطُّول

''اَلطُّول ''ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک پرندہ ہے۔

الطوطی

''الطوطی'' حجۃ الاسلام ابو حامد غزالیؒ نے ''اَلْبَابُ الثَّانِیُ فِیْ حُکم الکسب'' کے شروع میں لکھا ہے کہ طوطی سے مراد طوطا ہے۔ تحقیق اس کا تذکرہ باب الباء میں ''الببغاء'' کے تحت گزر چکا ہے۔

اَلطَّیْرُ

''اَلطَّیْرُ'' (پرندے) یہ طَائِرٌ کی جمع ہے جیسے صَاحِبٌ کی جمع صَحِبٌ آتی ہے۔ اور طَیْرٌ کی جمع کے لئے طیور اور اطیار کے الفاظ مستعمل ہیں جیسے فَرْخٌ کی جمع فَرُوخٌ اور اَفْرَاخٌ کے الفاظ مستعمل ہیں۔ قطرب نے کہا ہے کہ تحقیق طیر کا اطلاق واحد پر بھی ہوتا ہے۔

فائدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا ''فَخُذْ اَرْبَعَةً مِنَ الطَّیْرِ فَصُرْھُنَّ اِلَیْکَ'' (پس تو چار پرندے لے اور ان کو اپنے سے مانوس کر لے۔ البقرۃ ۲۶۰)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مور' گدھ' کوا' مرغ وغیرہ چار پرندے لئے تھے۔ بعض اہل علم کا قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ پرندے کبوتر' کوا' مرغ اور بطخ لئے تھے۔ مجاہدؒ، عطاؒ اور ابن جریجؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر یہ چار پرندے مور' مرغ' کبوتر اور کوا وغیرہ لئے تھے۔ بعض اہل علم کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سبز بطخ' سیاہ کوا' سفید کبوتر اور سرخ مرغ وغیرہ لئے تھے۔ بعض اہل علم کا قول یہ ہے ''اَرْبَعَةً'' کی وضاحت اس لئے کی گئی ہے کہ طبائع حیوانی چار ہیں اور ان پرندوں میں ہر ایک پرندے پر ایک طبع کا غلبہ تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان چار پرندوں کو ذبح کرنے کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ ان کے گوشت' پروں اور خون وغیرہ کو ایک جگہ خلط ملط کرنے کا حکم بھی دیا اور یہ بھی حکم دیا کہ ان چار پرندوں کے اعضاء کو چار مختلف پہاڑوں کی چوٹیوں پر پھینک دو۔ بعض اہل علم کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان پرندوں کے سروں کو اپنے پاس رکھ لیا تھا اور ان کے بقیہ اجزاء کو پہاڑوں پر پھینک دیا تھا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان پرندوں کو آواز دی تو وہ پرندے زندہ ہو کر اپنے بال و پر کا جامہ پہن کر اپنے سروں سے آ ملے۔ اس واقعہ میں اس جانب اشارہ ہے کہ حیات ابدی نفس کی چار شہوتوں کو ختم کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ (۱) ظاہری رونق کو ختم کرنا جو کہ مور کا خاصہ ہے (۲) جفتی کے لئے مادہ پر یکا یک چڑھ جانا جو کہ مرغ کی خاصیت ہے۔ (۳) امید سے دوری جو کہ کوے کا خاصہ ہے۔ (۴) بلندی اور خواہشات کی تیزی جو کہ کبوتر کی خاصیت ہے۔ اس واقعہ میں پرندوں کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام حیوانات میں انسان کے زیادہ قریب ہیں اور ان میں تمام حیوانات کے خصائل پائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ یعنی مردوں کو زندہ کرنے کے اظہار کے لئے دو ماکول اور دو غیر ماکول پرندوں کو جمع کیا ہے۔ اسی طرح دو ایسے پرندے ہیں جن سے محبت کی جاتی ہے یعنی مرغ اور کبوتر اور دو ایسے پرندے ہیں جن سے نفرت کی جاتی ہے۔ یعنی مور اور کوا۔

اسی طرح دو تیز پرواز کرنے والے پرندے یعنی کبوتر اور کوا ہیں اور دوست رفتار پرندے یعنی مرغ اور مور ہیں۔ اسی طرح دو ایسے پرندوں کو جمع کیا جن کے مذکر ومونث میں تمیز ہو سکتی ہے یعنی مور اور مرغ اور ایک ایسے پرندے کو جمع کیا جس کے مذکر اور مونث میں تمیز صرف ماہر شخص ہی کر سکتا ہے یعنی کبوتر اور اس کے ساتھ ایک ایسا پرندہ کو جمع کر دیا جس کے مذکر ومونث میں تمیز مشکل ہوتی ہے یعنی کوا، ابن ساعاتی نے کیا خوب کہا ہے

وَالطَّلُّ فِیْ سِلْکِ الْخُصُوْنِ کَلُؤْ لُوءٍ　　رَطَبٍ یُصَافِحُہُ النَّسِیْمُ فَیَسْقُطُ

''اور بارش درخت کی شاخوں کی لڑی میں تر موتی کی مانند ہے کہ صبح کی ہوا جب اس سے مصافحہ کرتی ہے تو وہ گر جاتا ہے''

وَالطَّیْرُ یَقْرَأُ وَالْغَدِیْرُ صَحِیْفَۃٌ　　وَالرِّیْحُ یَکْتُبُ وَالْغَمَامُ یَنْقُطُ

''اور پرندے پڑھتے ہیں اور غدیر صحیفہ ہے اور ہوا لکھتی ہے اور بادل نقطے لگانے کا کام سرانجام دیتا ہے۔

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ شاعر نے اپنے اشعار میں بہت عمدہ تقسیم کی ہے''

فائدہ اولیٰ امام شافعیؒ نے سفیان بن عیینہ سے انہوں نے عبداللہ بن ابی یزید سے انہوں نے سباع بن ثابت سے انہوں نے ام کرزؓ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ حضرت ام کرزؓ فرماتی ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ پس میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ پرندوں کو اپنی جگہ پر بیٹھا رہنے دو۔ ایک روایت میں ''مَکَانَتِھَا'' کی بجائے ''وَ کُنَاتِھَا'' کے الفاظ آئے ہیں لیکن مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے۔ اس حدیث کو امام احمدؒ، اصحاب سنن، حاکم اور ابن حبان نے روایت کیا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوریؒ نے کہا اے عبداللہ (یعنی امام شافعیؒ) اس حدیث کا کیا مطلب ہے۔ پس امام شافعیؒ نے فرمایا بے شک اہل عرب پرندوں سے فال لیا کرتے تھے۔ پس جب کوئی آدمی سفر کے ارادہ سے اپنے گھر سے نکلتا تو اس کا گزر کسی پرندہ پر ہوتا تو وہ اس پرندہ کو اس کی جگہ سے اڑا دیتا۔ پس اگر وہ پرندہ دائیں طرف اڑ جاتا تو وہ آدمی اپنی حاجت کے لئے سفر کو جاری رکھتا اور اگر پرندہ بائیں جانب اڑ جاتا تو وہ آدمی واپس اپنے گھر کی طرف لوٹ جاتا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پرندوں کو اپنی جگہ پر ہی بیٹھا رہنے دو۔ (یعنی ان سے بدفالی نہ لو) راوی کہتے ہیں کہ حضرت سفیان بن عیینہؒ سے اس کے بعد کوئی شخص اس حدیث کی تفسیر پوچھتا پس آپ اس حدیث کی وہی تفسیر بیان کرتے جو امام شافعیؒ نے ان کے سامنے بیان کی تھی۔ احمد بن مہاجر کہتے ہیں کہ میں نے اصمعیؒ سے اس حدیث کی تفسیر کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے وہی تفسیر بیان کی جو امام شافعیؒ نے بیان کی ہے لیکن میں نے وکیعؒ سے اس حدیث کی تفسیر کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک اس حدیث سے رات کے شکار کی ممانعت مراد ہے۔ پس میں نے وکیعؒ کے سامنے امام شافعیؒ کے قول کا تذکرہ کیا تو انہوں نے اسے پسند فرمایا نیز فرمایا کہ میں تو اس حدیث کی تفسیر یہ سمجھتا تھا کہ اس سے مراد رات کے شکار کی ممانعت ہے۔ بیہقیؒ نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت یونس بن عبدالاعلیٰ سے ''اَقِرُّو الطیرفی مَکَانَتِھَا'' کے متعلق سوال کیا۔ پس یونس بن عبدالاعلیٰ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ حق بات کو پسند فرماتا ہے اور پھر اس کے بعد فرمایا کہ امام شافعیؒ نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان ''اقروا الطیر فی مکانتھا'' کی یہ تفسیر بیان کی ہے۔ یونس بن عبدالاعلیٰ نے امام شافعیؒ سے منقول تفسیر اس شخص کو سنادی اور فرمایا کہ امام شافعیؒ اس حدیث کی تفسیر کرنے میں ''نُسِیْجُ وَحْدَہٗ'' کی

حیثیت رکھتے ہیں۔ابن قتیبہ نے ''نُسِیجُ وَحْدَہٗ'' کے متعلق فرمایا ہے کہ اس سے مراد ایک باریک اور نفیس کپڑا ہے جس کا مثل تیار کرنا بہت مشکل ہوتا ہے اور اگر کپڑا عام ہو تو اس کا مثل تیار کرنا بہت آسان ہوتا ہے۔پس ہر معزز شخص کو بھی استعارہ کے طور پر ''نُسِیجُ وَحْدَہٗ'' کہا جاتا ہے۔صیدلانی نے شرح المختصر میں لکھا ہے کہ ''اَلْمُکِنَۃُ'' کاف کے کسرہ کے ساتھ سکونت کی جگہ کو کہا جاتا ہے۔صیدلانی نے مزید کہا ہے کہ اس حدیث کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں۔پہلا قول یہ ہے کہ حدیث میں رات کے وقت پرندوں کے شکار کی ممانعت کی گئی ہے۔دوسرا قول وہی ہے کہ جو امام شافعیؒ کے حوالہ سے اوپر نقل کر دیا گیا ہے۔تیسرا قول ابوعبید قاسم بن سلام کا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی تفسیر یہ ہے کہ پرندہ جب اپنے انڈوں پر بیٹھتا ہے تو اسے وہاں سے نہ اٹھایا جائے کیونکہ انڈوں سے پرندہ کو اٹھانے کی صورت میں انڈے خراب ہو سکتے ہیں۔نیز ''المکن'' سے مراد گوہ کے انڈے ہیں۔صیدلانی نے کہا ہے کہ اس مطلب کی رو سے ضروری ہے کہ ''اَلْمُکِنَّۃُ'' کو کاف کے کسرہ کی بجائے کاف ساکن کے ساتھ یعنی ''اَلْمُکْنَۃُ'' پڑھا جائے جیسے ''تَمْرَۃٌ'' ہے اور اس کی جمع ''تَمَرَاتٌ'' آتی ہے۔

دوسرا فائدہ اَلطِّیَرَۃُ (طاء کے کسرہ اور یاء کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد وہ چیز ہے جس سے بدشگونی لی جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَ اِنْ تُصِبْھُمْ سَیِّئَۃٌ یَّطَّیَّرُوْا بِمُوْسٰی وَ مَنْ مَّعَہٗ الا اِنَّمَا طَآئِرُھُمْ عِنْدَ اللّٰہِ'' (اور جب برا زمانہ آتا تو موسیٰ علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں کو اپنے لئے فال بد ٹھہراتے حالانکہ درحقیقت ان کی فال بد تو اللہ کے پاس تھی۔الاعراف آیت ۱۳۱) یعنی ان کی شقاوت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو کچھ پیش آتا ہے وہ بقضاء وقدرت خداوندی سے پیش آتا ہے۔

کہا جاتا ہے ''تَطَیَّرَ طِیَرَۃً'' (اس نے بدشگونی لی) اور ''تَخَیَّرَ خِیَرَۃً'' (اس نے نیک شگونی لی) خیرہ اور طیرہ کے علاوہ اس وزن پر اور کوئی مصدر نہیں آتا۔یہ بدشگونی اہل عرب کو ان کے مقاصد سے روکتی تھی۔پس شریعت نے اس کی نفی کر دی اور اس عقیدہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول نے باطل قرار دے دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام میں ''طیرہ'' (بدشگونی) کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ اس سے بہتر فال ہے۔صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فال کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا نیک کلمہ ہے جس کو تم میں سے کوئی سنے۔ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے فال پسند ہے اور میں نیک فال کو پسند کرتا ہوں۔

اہل عرب دائیں اور بائیں اطراف سے فال لیتے تھے۔پس اہل عرب ہرنوں اور پرندوں کو راہ فرار پر مجبور کرتے تھے۔پس اگر وہ ہرن یا پرندہ دائیں طرف فرار ہوتا تو اسے باعث برکت سمجھتے تھے اور اپنے اسفار اور دیگر ضروریات میں مشغول ہو جاتے اور اگر وہ ہرن یا پرندہ بائیں طرف فرار ہوتا تو اس کو منحوس سمجھتے اور اپنے ارادوں سے رک جاتے۔ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ''طیرہ'' شرک ہے۔یعنی ''طیرہ'' کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا کہ اس سے نفع ونقصان پہنچ سکتا ہے شرک ہے۔الطیرۃ طیر سے مشتق ہے کیونکہ اہل عرب کے عقیدہ کے مطابق جیسے پرندہ سرعت کے ساتھ پرواز کرتا ہے اسی سرعت کے ساتھ مصیبتیں لاحق ہو جاتی ہیں۔فال مہموز ہے لیکن اس میں ہمزہ کو ترک کرنا بھی جائز ہے۔تحقیق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فال کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس سے مراد نیک کلمہ ہے۔فال کا استعمال عموماً خوشی کے موقع پر ہوتا ہے لیکن اس کے برعکس بھی اس کا استعمال ہو جاتا ہے لیکن ''طیرہ'' کا استعمال ہمیشہ برائی میں ہوتا ہے۔اہل علم نے فرمایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''اُحِبُّ الْفَال'' (میں فال کو پسند کرتا ہوں) کی تفسیر یہ

ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا امیدوار ہوتا ہے تو اسے ضرور بھلائی پہنچتی ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی امید کو منقطع کرلیتا ہے تو اسے ضرور برائی پہنچتی ہے۔ طیرہ میں ہمیشہ برائی ہی متوقع ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہم میں سے کوئی شخص بھی طیرہ، حسد اور بدگمانی سے محفوظ نہیں ہے۔ پس ہم کیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہیں بدگمانی ہوجائے تو اس کو حقیقت نہ سمجھو۔ (رواہ الطبرانی وابن ابی الدنیا)

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ عنقریب انشاء اللہ "طیرہ" کے متعلق مزید تفصیل "باب الاسلام" میں "اللقحۃ" کے تحت آئے گی۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ "مفتاح دارالسعادۃ" میں مذکور ہے جان لو کہ بدشگونی اسی کے لئے مضر ہے جو اس سے خوفزدہ ہوتا ہے اور جو اس کی پرواہ نہیں کرتا اس کو بدشگونی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی لیکن اگر بدشگونی کے وقت یہ دعا پڑھ لی جائے پھر بھی کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

اَللّٰھُمَّ لَا طَیْرَ اِلَّا طَیْرُکَ وَلَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ اَللّٰھُمَّ لَا یَاتِیْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا یَذْھَبُ بِالسَّیِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِکَ .

(اے اللہ! تیرے طیر کے علاوہ کوئی طیر نہیں اور تیری خیر کے علاوہ کوئی خیر نہیں اور تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اے اللہ تمام بھلائیں تیری ہی مہربانی سے حاصل ہوئی ہیں اور برائیوں کو تو ہی دور کرسکتا ہے اور نیکی کرنے کی قوت اور برائی سے بچنے کی طاقت تجھ ہی سے حاصل ہوسکتی ہے) اور جو شخص طیرہ کا اہتمام وخیال کرتا ہے تو یہ اس شخص کی جانب اس تیزی کے ساتھ بڑھتا ہے جس تیزی سے سیلاب کا پانی کسی ڈھلان کی طرف بڑھتا ہے اور ایسے شخص کے دل میں وساوس کا دروازہ کھل جاتا ہے اور شیطان اس کے ذہن میں ایسی قریب وبعید مناسبتیں لاتا ہے۔ جس سے اس کا دین تباہ ہوجاتا ہے اور زندگی خراب ہوجاتی ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا توکل ابن عبدالحکم نے کہا ہے کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ مدینہ منورہ سے نکلے تو ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے چاند کو دیکھا تو وہ دبران میں تھا۔ پس میں نے ناپسند کیا کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو یہ کیوں کہوں کہ چاند دبران (چاند کی ایک منزل جو برج ثور کے پانچ ستاروں کے مابین ہے) میں ہے۔ پس میں نے کہا کہ آپ چاند کی طرف نہیں دیکھتے کہ آج کی رات یہ کس قدر مستوی ہے۔ پس حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے چاند کی طرف دیکھا تو وہ دبران میں تھا۔ پس آپ نے اس شخص سے فرمایا تیرا ارادہ یہ تھا کہ تو مجھے اس بات کی خبر دے کہ چاند دبران میں ہے۔ ہم نہیں نکلتے سورج کے بھروسہ پر اور نہ ہی چاند کے بھروسہ پر بلکہ ہم اللہ تعالیٰ جو واحد وقہار ہے کے بھروسہ پر نکلتے ہیں۔

جعفر بن یحییٰ برمکی کا قصہ ابن خلکان نے کہا ہے کہ ابونواس کو پیش آنے والے قبیح واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ جعفر بن یحییٰ برمکی نے ایک گھر تعمیر کرایا اور اس کی تعمیر میں اپنی تمام کوششوں کو صرف کردیا۔ پس جب مکان مکمل ہوگیا اور جعفر اس مکان میں منتقل ہوگیا تو ابونواس نے اس مکان کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا ؎

اَرْبَعُ الْبِلٰی اِنَّ الْخُشُوْعَ لَبَادِیْ عَلَیْکَ وَ اِنِّیْ لَمْ اَخُنْکَ وِدَادِیْ

"اللہ کرے کہ یہ نیا گھر اپنے رہنے والوں کیلئے خوشگوار ہو اور تم جان لو کہ میں نے تمہاری محبت میں کوئی خیانت نہیں کی"

سَلَامٌ عَلَی الدُّنیَا اِذَا مَا فَقِدْ تُمُ بَنِی بَرْمَکَ مِنْ رَائِحِیْنَ وَ غَادِیْ

''سلام ہو دنیا پر جبکہ تم بنو برمک کو گم کردو تو تمہیں ہر آنے اور جانے والے کی جانب سے سلامتی کے پیغامات موصول ہونگے''

پس بنو برمک نے بدشگونی لی اور کہنے لگے کیا تو نے ہمیں موت کی خبر دی ہے اے ابونواس ۔ پس تھوڑی ہی مدت گزری تھی ۔ یہاں تک کہ رشید ان پر غالب آ گیا اور بنو برمک کی بدشگونی صحیح ہوگئی۔

طبری، خطیب بغدادی اور ابن خلکان وغیرہ نے کہا ہے کہ جعفر بن یحییٰ برمکی نے ایک محل تعمیر کرایا جب اس کی تعمیر اور آرائش وغیرہ مکمل ہوگئی تو اس نے اس میں سکونت اختیار کرنے کا عزم کیا اور محل میں منتقل ہونے کیلئے مناسب وقت کے انتخاب کے لئے نجومیوں کو جمع کیا۔ پس نجومیوں نے جعفر کیلئے شام کا وقت محل میں منتقل ہونے کیلئے موزوں قرار دیا۔ پس جعفر اس وقت پر محل کی جانب چل دیا۔ راستے سنسان تھے اور لوگ اپنے اپنے گھروں میں سو رہے تھے۔ پس جعفر کو اچانک ایک شخص نظر آیا جو یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

تَدْبِرُ بِالنُّجُوْمِ وَلَسْتَ تَدْرِیْ وَ رَبُّ النَّجمِ یَفْعَلُ مَا یَشَاءُ

''تو ستاروں کے ذریعے اپنے انجام کے متعلق غور و فکر کر رہا ہے اور تو اس بات کو نہیں جانتا کہ ستاروں کا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے''

پس جعفر نے اس شعر سے بدشگونی لی اور اس شخص کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ دوبارہ شعر پڑھو۔ پس اس نے دوبارہ شعر پڑھا۔ پس جعفر نے کہا تو نے یہ شعر کس مقصد کے لئے پڑھا ہے؟ اس شخص نے کہا کہ یہ شعر میں نے کسی خاص مقصد کے لئے نہیں پڑھا بلکہ میں کسی سوچ میں منہمک تھا کہ یہ شعر میری زبان پر جاری ہوگیا۔ پس جعفر نے حکم دیا کہ اس کو ایک دینار دیا جائے۔ پس جعفر روانہ ہوگیا لیکن اس کے چہرے سے خوشی کے آثار معدوم ہوگئے اور زندگی بے کار ہوگئی۔ پس تھوڑی ہی مدت گزری تھی کہ رشید ان پر غالب آ گیا۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ عنقریب انشاء اللہ جعفر کے قتل کا تذکرہ ''باب العین'' میں ''العقاب'' کے تحت بیان ہوگا۔ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب ''تمہید'' میں یہ روایت نقل کی ہے جسے ابن لہیعہ ابن ہبیرہ سے نقل کرتے ہیں وہ عبدالرحمٰن الجبلی سے اور وہ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بدشگونی کی وجہ سے اپنی حاجت سے رک جائے۔ پس تحقیق اس نے شرک کیا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اس کا کیا کفارہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چاہیے کہ وہ یہ کلمات کہے ''اَللّٰھُمَّ لَا طَیْرَ اِلَّا طَیْرُکَ وَلَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُکَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُکَ'' پھر اس کے بعد وہ اپنی حاجت میں مصروف ہوجائے۔

ضروری تنبیہ قاضی ابوبکر بن عربی نے سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ قرآن کریم سے فال لینا قطعی طور پر حرام ہے۔ قرافی نے علامہ ابوالولید طرطوشیؒ سے بھی اسی طرح کا قول نقل کیا ہے۔ ابن بطہ حنبلی نے قرآن سے فال لینا مباح قرار دیا ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ ہمارے (یعنی شوافع کے) مذہب کے مطابق قرآن مجید سے فال لینا مکروہ ہے۔

ولید بن یزید بن عبدالملک کا تذکرہ الماوردی نے کہا ہے کہ کتاب ''ادب الدین والدنیا'' میں مذکور ہے کہ ولید بن یزید بن عبدالملک نے ایک دن قرآن کریم سے فال لی۔ پس یہ آیت نکلی ''وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ کُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ'' (انہوں نے فیصلہ چاہا تھا تو یوں ان کا فیصلہ ہوا اور ہر جبار دشمن حق ۔ نے منہ کی کھائی ۔ ابراہیم ۔ آیت ۱۵) پس ولید بن یزید نے قرآن کریم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا

اور یہ اشعار پڑھے ۔

اَتُوْعِدُ کُلَّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ　　فَهَا اَنَا ذَاکَ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ

''کیا تو ہر سرکش اور ضدی کو ڈراتا ہے' پس میں ہی وہ ضدی اور سرکش ہوں''

اِذَا مَا جِئْتَ رَبَّکَ یَوْمَ حَشْرٍ　　فَقُلْ یَا رَبِّ مَزَّقَنِیْ الْوَلِیْدُ

''جب تو حشر کے دن اپنے رب کے پاس حاضر ہو تو اسے کہنا اے میرے رب مجھے ولید نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا''

پس چند ہی دن گزرے تھے کہ ولید کو نہایت ہی برے طریقے سے قتل کر دیا گیا اور اس کے سر کو سولی پر لٹکا دیا گیا پھر اس کے بعد اس کے سر کو اسی کے شہر میں برجی پر لٹکا دیا گیا جیسا کہ اس سے قبل ''باب الالف'' میں ''الاوز'' کے تحت اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

فائدہ حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جیسے توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح رزق دے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیتا ہے کہ وہ صبح کو بھوکے جاتے ہیں اور شام کو وہ شکم سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔ (رواہ الترمذی و ابن ماجہ والحاکم) امام احمدؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث کسب معاش سے دستبردار ہو کر بیٹھ رہنے پر دلالت نہیں کرتی بلکہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رزق کو تلاش کیا جائے اور اللہ پر توکل کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ اگر لوگ اپنی آمد و رفت اور دیگر تصرفات میں اللہ تعالیٰ پر توکل کریں اور یہ جان لیں کہ تمام بھلائی اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے اور بھلائی کا حصول اسی کی جانب سے ہوتا ہے تو ایسے لوگ ہمیشہ سالم اور غنی ہو کر لوٹیں گے جیسے پرندے صبح کو خالی پیٹ جاتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر واپس آتے ہیں لیکن لوگ اپنی قوت اور کمائی پر بھروسہ کرتے ہیں اور یہ بات توکل کیخلاف ہے۔

احیاء العلوم میں ''کتاب احکام الکسب'' کے شروع میں مذکور ہے کہ امام احمدؒ سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو اپنے گھر یا مسجد میں بیٹھ جائے اور کہے کہ میں کچھ بھی نہیں کروں گا اور مجھے اسی طرح میرا رزق مل جائے گا۔ پس امام احمدؒ نے فرمایا یہ آدمی علم سے ناواقف ہے۔ کیا اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے میرا رزق میرے نیزے کے سائے کے نیچے رکھا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پرندوں کے متعلق ارشاد ہے کہ وہ صبح کو بھوکے جاتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر لوٹتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ خشکی اور تری میں تجارت کرتے تھے اور اپنے باغات میں کام کرتے تھے پس ہمارے لئے ان کی اتباع ضروری ہے۔

مسئلہ: حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ یہ ہے کہ توکل کاشتکاروں کے عمل میں ہے کیونکہ کسان کاشتکاری کرتے ہیں اور اپنے بیج وغیرہ زمین میں ڈال دیتے ہیں۔ پس یہی لوگ اللہ پر توکل کرنے والے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کے اس قول کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جس کو بیہقیؒ نے شعب الایمان میں اور عسکری نے ''الامثال'' میں نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ یمن کے کچھ لوگوں سے ملے۔ پس آپؓ نے فرمایا تم کون ہو؟ وہ کہنے لگے ہم متوکلین ہیں۔ آپؓ نے فرمایا تم نے جھوٹی بات کہی ہے کیونکہ متوکلون تو وہ لوگ ہیں جو اپنا بیج مٹی میں بکھیر دیتے ہیں اور ''رب الارباب'' پر بھروسہ کرتے ہیں۔ بعض قدیم فقہاء بیت المقدس کا اسی پر فتویٰ ہے۔ امام رافعیؒ اور امام نوویؒ نے کاشتکاری کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ زراعت توکل کے زیادہ قریب

ہے۔ شعب الایمان میں عمرو بن امیہ ضمری فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں اپنی اونٹنی کو کھلا چھوڑ دوں اور توکل کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی اونٹنی کو باندھ اور توکل کر۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ یہی حدیث ''باب النون'' میں آئے گی۔

حلیمی نے کہا ہے کہ مستحب ہے ہر اس شخص کیلئے جو زمین میں بیج وغیرہ ڈالے وہ تعوذ (یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم) پڑھنے کے بعد یہ آیت پڑھے ''أَفَرَأَیْتُمْ مَا تَحْرُثُوْنَ أَ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَہٗ اَمْ نَحْنُ الزَّارِعُوْنَ'' (کبھی تم نے سوچا' یہ بیج جو تم بوتے ہو ان سے کھیتیاں تم اگاتے ہو یا ان کے اگانے والے ہم ہیں۔ الواقعہ آیت ۶۳۔۶۴)

پھر وہ یہ کلمات پڑھے ''بَلِ اللّٰہُ الزَّارِعُ وَالْمُنْبِتُ وَالْمُبَلِّغُ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَارْزُقْنَا ثَمَرَہٗ وَ جَنِّبْنَا ضَرَرَہٗ وَاجْعَلْنَا لِاَ نْعُمِکَ مِنَ الشَّاکِرِیْنَ'' (بلکہ اللہ ہی زارع ہے وہی بیج کو اگانے والا ہے اور وہی مبلغ ہے۔ اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی رحمت نازل فرما اور آپؐ کی آل پر بھی اور ہم کو اس بیج کا ثمر عطا فرما اور اس کے ضرر سے ہمیں دور رکھ اور ہمیں ان لوگوں میں شامل فرما جو تیری نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں) ابوثور نے فرمایا ہے کہ میں نے امام شافعیؒ سے سنا۔ وہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پاک وصاف اور آپؐ کے مراتب کو بلند فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَتَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ'' (اور اے نبیؐ اس خدا پر بھروسہ کرو جو زندہ ہے اور کبھی مرنے والا نہیں۔ الفرقان۔ آیت ۵۸) یہ اس لئے ہے کہ بے شک لوگ توکل کے متعلق مختلف احوال پر تھے۔ کوئی اپنی ذات پر بھروسہ کرتا تھا اور کوئی اپنے مال پر بھروسہ کرتا تھا اور کوئی اپنی جان اور کوئی اپنی ہیبت اور کوئی اپنی سلطنت پر بھروسہ کرتا تھا۔ کسی کو اپنے پیشہ پر بھروسہ تھا اور کسی کو اپنے غلہ پر بھروسہ تھا اور کسی کو دوسرے لوگوں پر بھروسہ تھا۔ یہ توکل فنا ہونے والی چیزوں پر ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو ان تمام چیزوں سے پاک فرمایا اور حکم دیا کہ اس ذات پر توکل کرو جو زندہ ہے اور جس کے لئے موت نہیں۔ علامہ شیخ الشریعۃ والحقیقۃ ابوطالب مکی نے اپنی کتاب ''قوت القلوب'' میں لکھا ہے کہ بے شک علماء اللہ تعالیٰ پر اس لئے توکل نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دنیا کی حفاظت کرے اور ان کی مرادوں اور مرضیات کو پورا کرے اور نہ ہی وہ اس لئے توکل کرتے ہیں کہ اللہ ان کی محبوب چیزوں کے متعلق فیصلہ فرمائے اور ان کے ناپسندیدہ کاموں کے وقوع کو روک دے یا اپنی سابقہ مشیت کو ان کی عقل کے مطابق بدل دے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے امتحان و آزمائش کے طریقے کو ان کے لئے تبدیل کردے بلکہ اللہ تعالیٰ علماء کرام کے نزدیک اس سے بہت اعلیٰ وارفع ہیں اور ان کو اس کی معرفت حاصل ہے۔ پس اگر کوئی عارف ان مذکورہ مقاصد میں سے کسی مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ پس اس لئے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس گناہ کبیرہ سے توبہ کرے اور اس کا یہ توکل معصیت ہے۔ اہل علم کا توکل یہ ہے کہ ان افراد نے اپنے نفوس کو احکام خداوندی پر صابر بنا دیا ہے کہ وہ جس طرح بھی ہوں ان پر رضامندی کا اظہار کرے اور ان کے دل ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب ہیں۔

فائدہ حضرت کعب بن احبار نے فرمایا ہے کہ بے شک پرندہ بارہ میل کی بلندی تک اڑ سکتا ہے اور اس سے بلند پرواز نہیں کرسکتا۔ اس لئے کہ زمین و آسمان کی درمیانی ہوا کو ''الجو'' کہتے ہیں اور اس کے اوپر ''السکاک'' ہے۔

تعبیر پرندے کوخواب میں دیکھنے کی تعبیر رزق سے دی جاتی ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ

وَمَا الرِّزْقُ الطَّائِرُ اَعْجَبُ الْوَریٰ فمدت لَهٗ مِنْ کُلِّ فَنٍّ حَبَائِل

''رزق تمام مخلوق کا محبوب پرندہ ہے جس کے شکار کے لئے ہر فن سے جال بچھا دیئے گئے ہیں''

نیز پرندے کوخواب میں دیکھنا سعادت وریاضت کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کالے پرندے کوخواب میں دیکھنا برے اعمال اور سفید پرندے کوخواب میں دیکھنا نیک اعمال کی علامت ہے۔ خواب میں کسی جگہ اترتے اور اڑتے ہوئے پرندوں کو دیکھنے کی تعبیر فرشتوں سے دی جاتی ہے ایسے پرندوں کوخواب میں دیکھنے کی تعبیر جوانسانوں سے مانوس ہیں۔ بیویوں اور اولاد سے دی جاتی ہے اور غیر مانوس پرندوں کوخواب میں دیکھنے کی تعبیر عجمیوں کی صحبت سے دی جاتی ہے۔ عقاب کوخواب میں دیکھنے کی تعبیر شر' تنگدستی اور تاوان سے دی جاتی ہے۔ سدھائے ہوئے شکاری پرندے کوخواب میں دیکھنے کی تعبیر عزت' سلطنت' فوائد اور رزق سے دی جاتی ہے۔ ماکول اللحم پرندے کوخواب میں دیکھنا آسان ترین نفع کی جانب اشارہ ہے اور آواز والے پرندوں کوخواب میں دیکھنا نیک لوگوں کی جانب اشارہ ہے۔ نر پرندوں کوخواب میں دیکھنے کی تعبیر مردوں اور مادہ پرندوں کوخواب میں دیکھنے کی تعبیر عورتوں سے دی جاتی ہے۔ غیر معروف پرندوں کوخواب میں دیکھنے کی تعبیر اجنبی افراد سے دی جاتی ہے۔ ایسے پرندوں کوخواب میں دیکھنا جو خیر وشر دونوں کے حامل ہوں اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کو مشکل کے بعد راحت اور تنگی کے بعد وسعت حاصل ہوگی۔ رات کے وقت نظر آنے والے پرندوں کوخواب میں دیکھنے کی تعبیر جرأت' شدت طلب اور اخفاء سے دی جاتی ہے۔

اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ بے قیمت پرندہ قیمت والا ہوگیا ہے تو یہ سود کی طرف اشارہ ہے اور بعض اوقات اس کی تعبیر باطل طریقہ سے کھائے جانے والے مال کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اگر کسی نے خواب میں ایسے پرندوں کو جو کسی خاص وقت رونما ہوتے ہیں بغیر وقت رونما ہوتے دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اشیاء کا غلط مواقع پر استعمال ہو رہا ہے یا یہ انوکھی خبروں کی طرف اشارہ ہے یا اس کی تعبیر لایعنی چیزوں میں مشغولیت سے دی جاتی ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ پرندے کی تمام اقسام کے متعلق ہم نے خواب کی تعبیر کے اصول بیان کر دیئے ہیں۔ پس آپ غور وفکر کر کے قیاس کیجئے۔

تتمہ خواب کی تعبیر بیان کرنے والوں نے کہا ہے کہ تمام پرندوں کا کلام صالح اور جید ہے۔ پس جو شخص خواب میں کسی پرندے کو کلام کرتے ہوئے دیکھے تو اس کی شان بلند ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''یٰاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَ اُوْتِیْنَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُ'' (اے لوگو ہمیں پرندوں کی بولیاں سکھائی گئی ہیں اور ہمیں ہر طرح کی چیزیں دی گئی ہیں بے شک یہ (اللہ کا) نمایاں فضل ہے۔ سورۃ النمل۔ آیت ۱۶)

مبصرین نے بحری پرندوں' مور اور مرغ کی آواز کو مکروہ سمجھا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ ان کی آوازیں غم' فکر اور موت کی خبر پر دلالت کرتی ہیں۔ نر شتر مرغ کی آواز بہادر خادم کی جانب سے قتل کا اشارہ ہے اور اگر شتر مرغ کی آواز کوخواب میں برا محسوس کیا تو یہ خادم کے غلبہ کی جانب اشارہ ہے۔ کبوتر کی غرغوں کوخواب میں سننے کی تعبیر قرآن کریم کی تلاوت کرنے والی عورت سے دی جاتی ہے۔ خطاف (ایک پرندہ) کی آواز کوخواب میں سننے کی تعبیر واعظ کرنے والے آدمی کی نصیحت سے دی جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

خاتمہ | ابن الجوزیؒ نے اپنی کتاب ''انس الفرید وبغیۃ المرید'' میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے دس پرندوں کا تذکرہ ان کے ناموں کے ساتھ فرمایا ہے۔(۱) سورۂ بقرہ میں مچھر کا تذکرہ ہے۔(۲) سورۂ مائدہ میں کوے کا ذکر ہے۔(۳) سورۂ اعراب میں ٹڈی کا تذکرہ ہے۔(۴) سورۂ نحل میں شہد کی مکھی کا تذکرہ ہے۔(۵) سورۂ بقرہ اور سورۂ طٰہٰ میں ''سلوٰی'' (بٹیر) کا تذکرہ ہے۔(۶) سورۂ نمل میں چیونٹی کا تذکرہ ہے۔(۷) سورۂ نمل میں ہدہد کا تذکرہ ہے۔(۸) سورۂ حج میں مکھی کا تذکرہ ہے۔(۹) سورۂ قارعہ میں فراش (پروانے) کا تذکرہ ہے۔(۱۰) سورۂ فیل میں ابابیل کا تذکرہ ہے۔ پس یہ دس پرندے ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔

طَيرُ العَرَاقِيبُ

''طَيرُ العَرَاقِيبُ'' اہل عرب کے نزدیک اس سے مراد شگونی کا پرندہ ہے۔ اہل عرب ہر اس پرندہ کو ''طَيرُ العَرَاقِيبُ'' کہتے ہیں جس سے وہ بدشگونی لیتے ہیں۔

احکام | جو شخص کسی کا پنجرہ کھول کر اس کے پرندے کو باہر نکالے۔ پس وہ پرندہ اڑ جائے تو جس شخص نے پنجرہ کھولا ہے وہ پرندے کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر کسی نے صرف پنجرہ ہی کھولا ہے لیکن پرندے کو اڑانے کی کوشش نہیں کی تو اس کے متعلق تین اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ وہ پرندے کی قیمت کا مطلقاً ضامن ہوگا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ پرندے کی قیمت کا مطلقاً ضامن نہیں ہوگا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اگر پنجرہ کھلتے ہی پرندہ اڑ گیا تو پنجرہ کھولنے والا شخص پرندے کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر پنجرہ کھلنے کے بعد پرندہ اس میں ٹھہرا رہا اور پھر کچھ دیر کے بعد اڑ گیا تو پنجرہ کھولنے والا پرندے کی قیمت کا ضامن نہیں ہوگا کیونکہ پنجرہ کھلنے کے بعد پرندہ کا اڑ جانا اس بات کی دلیل ہے کہ پرندہ کی اڑان پنجرہ کو کھولنے کی وجہ سے عمل میں آئی ہے اور پنجرہ کھلنے کے بعد پرندہ کا ٹھہرنا اور پھر اڑ جانا اس بات کی دلیل ہے کہ پرندہ اپنے اختیار سے اڑا ہے۔ یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ پس اگر پنجرہ سے نکلتے وقت پرندہ نے کوئی چیز توڑ دی یا کوئی چیز ضائع کر دی یا بلی نے پرندہ کو ہلاک کر دیا تو ان تمام صورتوں میں پنجرہ کھولنے والا نقصان کا ضامن ہوگا۔ واللہ اعلم۔

طَيرُ الْمَاءِ

''طَيرُ الْمَاءِ'' (پانی کا پرندہ) اس کی کنیت کے لئے ابو سحل کا لفظ مستعمل ہے۔ اس پرندہ کو ابن الماء اور بنات الماء بھی کہا جاتا ہے۔ عنقریب انشاء اللہ ''باب المیم'' کے آخر میں اس کا تفصیلی تذکرہ آئے گا۔

الحکم | رافعی نے کہا ہے کہ اس پرندہ کی تمام قسمیں ''اللقق'' (سارس کی قسم کا ایک پرندہ ہے) کے علاوہ حلال ہیں۔ پس ''اللقلق'' صحیح قول کے مطابق حرام ہے۔ رویانی نے طیر الماء کے متعلق صمیری سے حلت اور حرمت کے دونوں قول نقل کئے ہیں لیکن صحیح قول رافعی کا ہی ہے۔ طیر الماء میں بط' اوز اور مالک الحزین بھی شامل ہیں۔ ابو عاصم عبادی نے کہا ہے کہ طیر الماء کی اقسام کی تعداد ایک سو کے قریب ہے اور اہل عرب ان میں سے اکثر کے ناموں کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے۔ اس لئے کہ ان کے ممالک میں ان کا وجود نہیں ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں کہ ''کَاَنَّ عَلٰی رُؤسِھِمُ الطَّیر'' (یعنی ان کے سروں پر پرندہ ہے)

اس کا مطلب یہ ہے کہ گویا ان میں سے ہر ایک کے سر پر ایک پرندہ ہے اور وہ اس کے شکار کا ارادہ رکھتا ہے۔ پس وہ حرکت نہیں کر رہا۔ یہ صفت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس کی ہوتی تھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرمایا کرتے تھے تو آپ کی مجلس میں شریک ہونے والے اپنی گردنوں کو جھکا لیتے تھے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ساکن رہتے تھے اور آپس میں گفتگو نہیں کرتے تھے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو غور سے سنتے تھے۔ پرندہ نہیں بیٹھتا مگر ساکت چیز پر جوہری نے کہا ہے کہ اس ضرب المثل کی اصل یہ ہے کہ کوا جب اونٹ کے سر پر بیٹھتا ہے تا کہ وہ چیچڑی کو پکڑ کر اپنی غذا بنالے تو چیچڑی کے پکڑنے سے اونٹ کو سکون محسوس ہوتا ہے۔ پس اونٹ اس خوف سے کہ کہیں کوا فرار نہ ہو جائے۔ حرکت نہیں کرتا۔

طَیطُوِی

''طَیطُوِی'' ارسطا طالیس نے ''کتاب النعوت'' میں لکھا ہے کہ اس سے مراد ایک پرندہ ہے جو ہمیشہ جھاڑیوں اور پانی میں رہتا ہے اور ان سے کبھی الگ نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ یہ پرندہ نہ کوئی زمین سے اگنے والی چیز کھاتا ہے اور نہ ہی گوشت کھاتا ہے بلکہ اس کی خوراک وہ بدبودار کیڑے ہیں جو تھوڑے رکے ہوئے پانی کے کناروں اور جھاڑی وغیرہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ باز اپنی بیماری کے وقت اس پرندہ کو تلاش کرتا ہے۔ اس لئے کہ باز عموماً حرارت کے باعث جگر کی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے اور پھر اس پرندہ کو تلاش کر کے اس کا جگر کھالیتا ہے تو اس کی بیماری ختم ہو جاتی ہے۔ تحقیق طیطوی پرسکون زندگی گزارتا ہے اور اپنی جگہ تبدیل نہیں کرتا اور چیختا رہتا ہے۔ جب باز اس کو تلاش کرتا ہے تو یہ فرار ہو جاتا ہے اور اپنی جگہ تبدیل کر لیتا ہے۔ پس اگر یہ پرندہ رات کے وقت اپنی جگہ سے فرار ہو تو چیختا اور چلاتا ہے اور اگر دن کے وقت اپنی جگہ سے بھاگے تو خاموشی کے ساتھ گھاس میں چھپ جاتا ہے۔

پرندوں کا کلام ثعلبیؒ اور بغویؒ وغیرہ نے سورۃ النمل کی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے اس قول ''یٰاَیُّھَاالنَّاسُ عُلِّمْنَا مَنطِقَ الطَّیرِ'' (اور اس نے کہا لوگو ہمیں پرندوں کی بولیاں سکھائی گئیں ہیں۔ النمل آیت ۱۶) کے متعلق کہا ہے کہ پرندوں کی بولی کو ''منطق الطیر'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی گفتگو بھی انسانی گفتگو کی طرح سمجھ میں آ جاتی ہے۔ ان حضرات نے کعب احبار اور فرقد سنجی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا گزر ایک بلبل پر ہوا جو درخت کے اوپر بیٹھی ہوئی تھی اور اپنی دم اور سر کو حرکت دے رہی تھی۔ پس حضرت سلیمانؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کیا تم جانتے ہو بلبل کیا کہہ رہی ہے؟ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم نہیں جانتے۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا یہ کہہ رہی ہے کہ میں نے نصف کھجور کھالی ہے اور دنیا تباہ ہونے والی ہے۔ پھر آپ کا گزر ہدہد پر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ہدہد کہہ رہا ہے کہ جب قضاء خداوندی کا نزول ہوتا ہے تو آنکھ اندھی ہو جاتی ہے۔ کعب کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ہدہد یہ کہتا ہے کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا اور فاختہ کہتی ہے اے کاش یہ مخلوق پیدا نہ ہوتی اور جب پیدا ہو گئی تو اپنی پیدائش کے مقصد کو جان لیتی۔ جب اس نے اپنی پیدائش کے مقصد کو جان لیا تو کاش یہ مخلوق اپنے علم پر عمل کرتی۔ لٹورا کہتا ہے پاک ہے میرا رب جو بہت اعلیٰ ہے اور اس کی تسبیح زمین و آسمان کے برابر ہے۔ کیکڑا کہتا ہے اے گنہگارو! اللہ

تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو۔ طیطوی کہتا ہے کہ ہر زندہ کے لئے موت ہے اور ہر نئی چیز پرانی ہو جائے گی۔ راوی کہتے ہیں کہ خطاف کہتا ہے بھلائی کو آگے بھیجو اس کو تم اللہ کے پاس پاؤ گے۔ ورشان (نر قمری) کہتا ہے کہ موت کی تیاری کرو اور اجڑے گھروں کو آباد کرو۔ مور کہتا ہے جیسا کرو گے ویسا ہی پھل پاؤ گے۔ کبوتری کہتی ہے پاک ہے میرا رب جس کا ذکر ہر زبان پر جاری ہے۔ سیپی کہتی ہے کہ رحمٰن عرش پر قائم ہے۔ عقاب کہتا ہے کہ لوگوں سے دور رہنے میں راحت ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ عقاب کہتا ہے لوگوں سے دور رہنے میں انس ہے۔ جب خطاف چیختی ہے تو وہ سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرتی ہے اور جب وَلَا الضَّالِّیْن پر پہنچتی ہے تو اس پر مد کرتی ہے جیسے (قرآن پڑھنے والا) قاری مد کرتا ہے۔ بازی کہتا ہے کہ میں اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتا ہوں۔ قمری کہتی ہے کہ پاک ہے میرا رب جو بلند و برتر ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک قمری "یَا کَرِیْمُ" کا ورد کرتی ہے۔ کوا دسواں حصہ لینے والوں پر لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے بد دعا کرتا ہے۔ چیل کہتی ہے کہ ہر چیز سوائے اللہ کے ہلاک ہونے والی ہے۔ طوطا کہتا ہے کہ ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو دنیا کی فکر میں لگا ہوا ہے۔ زرزور کہتا ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے آج کے رزق کا سوال کرتا ہوں۔ چنڈول کہتی ہے کہ اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل کے ساتھ بغض رکھنے والوں پر لعنت فرما۔ مرغ کہتا ہے اے غافل رہنے والو اللہ کا ذکر کرو۔ گدھ کہتا ہے اے ابن آدم جیسے چاہے زندگی گزار۔ پس بے شک تجھے مرنا ہی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ دو لشکروں میں مقابلے کے وقت گھوڑا کہتا ہے کہ "سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِکَةِ وَالرُّوْحُ"۔ گدھا ٹیکس وصول کرنے والے پر لعنت بھیجتا ہے۔ مینڈک کہتا ہے "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی"۔

تعبیر | ابن سیرینؒ نے فرمایا ہے کہ طیطوی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر عورت سے دی جاتی ہے۔

خواص | طیطوی کا گوشت کھانے سے انسان کا پیٹ صاف ہو جاتا ہے اور انسان کی قوت باہ میں اضافہ ہوتا ہے۔

اَلطَّیْهُوْج

"اَلطَّیْهُوْج" (طا کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد چھوٹی چکور کی مثل ایک پرندہ ہے جس کی گردن سرخ ہوتی ہے اور اس کی چونچ اور پاؤں چکور کی چونچ اور پاؤں کی طرح سرخ ہوتے ہیں نیز اس کے دونوں بازوؤں کے نیچے سیاہی اور سپیدی ہوتی ہے۔ یہ پرندہ سیپی کی طرح ہلکا پھلکا ہوتا ہے۔

الحکم | یہ پرندہ حلال ہے۔

خواص | طیہوج کا گوشت گرم تر ہوتا ہے۔ یوحنا کا یہی قول ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس پرندے کا گوشت معتدل ہوتا ہے اور ہضم کے لحاظ سے اس کے گوشت کا تیسرا نمبر ہے۔ اس پرندہ کی قسم سے جو پرندہ فربہ ہو اس کا گوشت موسم خریف میں استعمال کرنا قوت باہ میں اضافہ کرتا ہے لیکن بیماری کے علاج کے وقت اس کا گوشت مضر ہے البتہ دلیہ میں پکانے سے اس کی مضرت ختم ہو جاتی ہے۔ اس پرندے کا گوشت کھانے سے معتدل خون پیدا ہوتا ہے اور معتدل مزاج والے بچوں کے لئے اس کا گوشت بے حد مفید ہے۔ اس کا گوشت موسم ربیع میں استعمال کرنا بے حد نفع بخش ہے۔ یہ پرندہ بلاد مشرق میں پایا جاتا ہے۔ طیہوج' دراج اور چکور

غذائیت، اعتدال اور لطافت میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ طیہوج سب سے پہلے نمبر پر ہے اور دراج دوسرے اور چکور تیسرے نمبر پر ہے۔

بنت طبق وام طبق

''بنت طبق وام طبق''اس سے مراد کچھوا ہے۔ تحقیق باب السین میں اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ یہ ایک بڑا سانپ ہے جو چھ دن سوتا ہے اور ساتویں دن بیدار ہوتا ہے۔ پس جس چیز پر اس سانپ کی پھنکار پڑتی ہے تو وہ ہلاک ہو جاتی ہے۔ تحقیق ان دونوں کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''جَاءَ فُلَانٌ بِاَحْدِی بنات طَبَقٍ''(فلاں شخص ایک بنت طبق اپنے ساتھ لایا) یہ مثال اس شخص کے لئے استعمال کی جاتی ہے جس سے کوئی بہت بڑا ابرا فعل سرزد ہو جائے۔

بَابُ الظَّاءِ المُعْجَمَةِ

اَلظَّبِیُ

''اَلظَّبِیُ ''اس سے مراد لومڑی ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''اَظْبٍ'' ظباء اور ظبی کے الفاظ مستعمل ہیں ۔ اس کی مونث ''ظَبِیَۃ'' اور اس کی جمع ظَبِیَاتٌ اور ظباء آتی ہے۔ ''اَرْضٌ مُظَبَّاۃٌ'' سے مراد ایسی جگہ جہاں بکثرت ہرن پائے جاتے ہیں۔ ظَبِیَّۃ ایک عورت کا نام بھی ہے جو دجال سے پہلے نمودار ہوگی اور مسلمانوں کو دجال سے ڈرائے گی ۔ ابن سیدہ کا یہی قول ہے کرخی نے کہا ہے کہ ''الظباء'' کا لفظ نر ہرنوں کے لئے مستعمل ہے اور مادہ کو ''الغزال'' کہا جاتا ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ کرخی کا قول محض ان کا وہم ہی ہے کیونکہ ''الغزال'' تو ہرن کا چھوٹا بچہ ہے جو ابھی جوان نہ ہوا ہو اور اس کے سینگ بھی نمودار نہ ہوئے ہوں۔ امام نوویؒ کا بھی وہی قول ہے جو امام دمیریؒ کا قول ہے اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ نیز امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ صاحب تنبیہ کا یہ قول ''فَاِنْ اَتْلَفُ ظَبِیًّا مَا خِضًا '' صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح ''ظَبِیَۃُ مَاخِضًا '' ہے۔ اس لئے کہ ''ماخض'' حاملہ کو کہا جاتا ہے اور مونث کے لئے ''ظبیۃ'' اور مذکر کے لئے ظبی کا لفظ مستعمل ہے۔ اس کی جمع ظباء آتی ہے جیسے ''رکوۃ'' کی جمع رکاء آتی ہے۔ اس لئے کہ جو معتل ''فَعْلَۃ'' کے وزن پر ہوگا اس کی جمع ہمیشہ الف ممدود کے ساتھ آئے گی۔ صرف لفظ ''القریۃ'' اس قاعدے کے خلاف آتا ہے کیونکہ اس کی جمع خلاف قیاس قری آتی ہے۔ جوہری کا یہی قول ہے۔ ہرن کی کنیت کے لئے ام الخشف' ام شادن اور ام الطلاء کے الفاظ مستعمل ہیں۔ ہرن مختلف رنگوں کے ہوتے ہیں اور اس کی تین قسمیں ہیں ۔ ہرن کی ایک قسم ایسی ہے جس کو ''الآرم'' کہا جاتا ہے۔ یہ ہرن بالکل سفید رنگ کا ہوتا ہے اور یہ ہرن ریتلے علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ اسے ''ضَانُ الظباء'' (ہرنوں کے مینڈھے) بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ان کے جسم پر بہت گوشت اور چربی ہوتی ہے۔ ہرن کی دوسری قسم کو ''العفر'' کہا جاتا ہے۔ اس کا رنگ سرخ اور یہ چھوٹی گردن والا ہوتا ہے۔ یہ ہرن تمام ہرنوں سے دوڑنے میں بہت کمزور ہوتا ہے۔ یہ ہرن زمین کے بلند اور سخت مقام پر اپنا ٹھکانہ بناتا ہے۔ کمیت نے کہا ہے کہ ؎

وَ کُنَّا اِذَا جِبَارُ قَوْمٍ اَرَادَنَا بِکَیْدٍ حَمَلْنَاہُ عَلٰی قَرْنِ اَعْفَرَا

''اور جب کسی قوم نے ہمیں دھوکہ دینا چاہا تو ہم نے اسے ''عفر'' ہرن کے سینگوں پر اٹھالیا''

یعنی ہم اس قوم کو قتل کر دیتے ہیں اور ہم ان کے سروں کو نیزوں پر اٹھا لیتے ہیں۔ اس زمانے میں ہرن کے سینگ کے بھی نیزے بنائے جاتے تھے۔ ہرن کی تیسری قسم کو ''الآدم'' کہا جاتا ہے۔ اس قسم کے ہرنوں کی ٹانگیں اور گردنیں بہت لمبی ہوتی ہیں اور ان کے پیٹ بہت سفید ہوتے ہیں۔ ہرن کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کی نگاہ بہت تیز ہوتی ہے اور یہ فرار ہونے میں تمام جانوروں سے زیادہ تیز رفتار ہوتا ہے۔ ہرن جب اپنی خواب گاہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرتا ہے تو یہ الٹے پاؤں داخل ہوتا ہے اور اپنی آنکھیں سامنے رکھتا ہے۔ اس خوف سے کہیں اسے اور اس کے بچوں کو کوئی جانور نہ دیکھ لے۔ پس اگر ہرن کو اس بات کا علم ہو جائے کہ اسے کسی جانور نے

دیکھ لیا ہے تو وہ اپنی خواب گاہ میں داخل نہیں ہوتا۔ حنظل ہرن کی پسندیدہ غذا ہے۔ ہرن اس کو بڑے مزے سے کھاتا ہے۔ پس ہرن سمندر کا کھارا پانی پی کر بھی لطف حاصل کرتا ہے۔ ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ ہرن کا بچہ جو ایک سال کا ہو جائے اس کے لئے ''طَلاء'' (طاء کے فتحہ کے ساتھ) اور ''خِشف'' (خاء کے کسرہ کے ساتھ) کے الفاظ مستعمل ہیں۔ پھر جب ہرن کا بچہ دو سال کا ہو جاتا ہے تو اسے ''جذع'' کہا جاتا ہے اور تین سال کے بچے کو ثنی کہتے ہیں اور اس کے بعد ہرن کا یہ بچہ ثنی ہی کہلاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ مر جائے۔ ابن خلکان نے حضرت جعفر صادق کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے سوال کیا کہ اگر کوئی محرم آدمی ہرن کے رباعی دانت توڑ دے تو آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے بیٹے میں نہیں جانتا کہ اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے۔ پس حضرت جعفر صادقؓ نے فرمایا کہ ہرن رباعی نہیں ہوتا بلکہ وہ ہمیشہ ثنی ہوتا ہے۔ کشاجم نے کتاب المصاید والمطارد میں اسی طرح نقل کیا ہے۔ جوہری نے س-ن-ن کے مادہ میں اونٹ کی تعریف میں شاعر کے اس شعر کے متعلق کہا ہے کہ ؎

فَجَاءَتْ كَسِنِّ الظَّبِي لَمْ أَرَ مِثْلَهَا   شِفَاءُ عَلِيْلٍ اَوْ حَلُوْبَةُ جَائِعِ

پس وہ (اونٹنی) ہرن کی عمر میں آئی۔ میں نے اس کی مثل کوئی اونٹنی نہیں دیکھی، وہ بیمار کیلئے شفا یا بھوکے کے لئے دودھ دینے والی ہے۔

شاعر نے اپنے شعر میں جس اونٹنی کا تذکرہ کیا ہے وہ ثنی تھی اور ثنی اس جانور کو کہتے ہیں جو دو دانت ہو جائے اور ہرن ہمیشہ ''ثنی'' یعنی دو دانت ہی رہتا ہے۔

ابن شبرمہ نے کہا ہے کہ میں اور امام ابوحنیفہؒ حضرت جعفر صادقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پس میں نے عرض کیا یہ آدمی عراق کا فقیہ ہے۔ پس حضرت جعفر صادقؓ نے فرمایا شاید یہ وہی شخص ہے جو دین میں اپنی رائے کے ذریعے قیاس کرتا ہے۔ کیا یہ نعمان بن ثابت ہے۔

ابن شبرمہ نے کہا کہ میں امام ابوحنیفہؒ کے نام سے آج تک واقف نہیں ہوسکا۔ پس امام ابوحنیفہؒ نے حضرت جعفر صادقؓ سے کہا کہ ہاں میں ہی ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح فرمائے۔ پس حضرت جعفر صادقؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈر اور اپنی رائے کے ذریعے دین میں قیاس نہ کر۔ اس لئے کہ سب سے پہلے اپنی رائے سے قیاس کرنے والا ابلیس ہے جبکہ اس نے یہ کہا تھا کہ میں حضرت آدم علیہ السلام سے بہتر ہوں۔ پس ابلیس نے اپنے قیاس میں خطا کی۔ پس وہ گمراہ ہوگیا۔ پھر امام جعفر صادقؓ نے فرمایا کہ تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تمہارے سر کو تمہارے جسم پر قیاس کیا جائے۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا نہیں۔ حضرت جعفر صادقؓ نے فرمایا پس تم مجھے اس بات کی خبر دو کہ اللہ تعالیٰ نے ملوحت کو آنکھوں میں اور جھلی کو کانوں میں اور پانی کو نتھنوں میں اور مٹھاس کو دو ہونٹوں میں کیوں پیدا فرمایا؟ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا میں اس کے متعلق نہیں جانتا۔ حضرت جعفر صادق نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کو پیدا فرمایا اور ان پر چربی چڑھا دی اور ان میں ملوحت کو پیدا فرمایا ابن آدم پر احسان کرتے ہوئے اور اگر آنکھوں میں ملوحت نہ ہوتی تو آنکھوں کی چربی پگھل جاتی اور آنکھیں ضائع ہو جاتیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان پر احسان کرتے ہوئے اس کے کانوں میں جھلی کو پیدا فرمایا اور اگر کانوں میں جھلی نہ ہوتی تو اس میں جانور وغیرہ گھس جاتے اور انسان کا دماغ کھا جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ناک کے نتھنوں میں

(پانی) یعنی رطوبت اس لئے پیدا فرمائی تا کہ سانس کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہے اور انسان خراب ہوا باہر نکالے اور اس کے ذریعے تازہ ہوا حاصل کر سکے اور اللہ تعالیٰ نے دو ہونٹوں میں مٹھاس کو اس لئے پیدا فرمایا تا کہ انسان اس کے ذریعے کھانے اور پینے کی چیزوں کی لذت کو حاصل کر سکے۔ پھر حضرت جعفر صادق نے امام ابو حنیفہؒ سے فرمایا کہ مجھے ایسے کلمہ کے متعلق خبر دو جس کا پہلا حصہ شرک ہو اور آخری حصہ ایمان ہو۔ امام ابو حنیفہؒ نے کہا میں نہیں جانتا۔ امام جعفر صادقؒ نے فرمایا وہ کلمہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه'' ہے۔ پس اگر کوئی شخص کہے ''لَا اِلٰهَ'' پھر خاموش ہو جائے تو یہ شرک ہے۔ پھر فرمایا کہ کسی کو ناحق قتل کرنے اور زنا میں سے کون سا جرم اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض ہے؟ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ کسی کو ناحق قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ مبغوض ہے۔ امام جعفرؒ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے قتل نفس میں دو گواہوں کی شہادت کو معتبر مانا ہے لیکن زنا میں چار گواہوں کی شہادت کو ضروری قرار دیا ہے۔ پس قیاس نے تمہاری مدد کیوں نہیں کی۔ پھر امام جعفر صادقؒ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ کا درجہ زیادہ ہے یا نماز کا۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا نماز کا درجہ زیادہ ہے۔ پس حضرت جعفر صادقؒ نے فرمایا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ حائضہ عورت روزہ کی قضا تو کرتی ہے لیکن نماز کی قضا نہیں کرتی۔ اے اللہ کے بندے اللہ تعالیٰ سے ڈر اور دین میں اپنی رائے سے قیاس نہ کر۔ بے شک ہم اور ہمارے مخالفین اللہ تعالیٰ کے سامنے کل یعنی بروز قیامت کھڑے ہوں گے۔ پس ہم کہیں گے ''قال اللہ وقال رسول اللہ'' (اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اور تم اور تمہارے ساتھی کہیں گے ''سَمِعْنَا وَ أُرِينَا'' (ہم نے سنا اور ہم نے رائے دی یعنی قیاس کیا) پس اللہ تعالیٰ ہمارے لئے اور تمہارے لئے جو چاہے گا، فیصلہ فرمائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ زنا میں چار گواہوں سے کم کی شہادت قبول نہ کرنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ زنا قتل نفس سے بڑھ کر ہے بلکہ ایسا ستر یعنی پردہ پوشی کے لئے کہا گیا ہے تا کہ کسی مسلمان کی آبروریزی نہ ہو اور حائضہ عورت سے نماز کی قضاء کو دور کرنا اس لئے ہے کہ نماز کی قضا میں روزہ کی قضا سے زیادہ مشقت ہے کیونکہ روزہ تو سال بھر میں ایک دفعہ آتا ہے اور نماز تمام دن رات میں پانچ مرتبہ ہے۔ واللہ اعلم (اس لئے اگر حائضہ عورت کو نماز کی قضا کا مکلف بنایا جائے تو وہ مشقت اور تنگی میں مبتلا ہو جائے گی کیونکہ حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے تو ان دنوں کی قضا نمازوں کو شمار کیا جائے تو کم از کم پندرہ نمازیں اور زیادہ سے زیادہ پچاس نمازیں قضا ہو جائیں گی اس لئے اس مشقت کو دور کرنے کے لئے ضروری تھا کہ عورت کے لئے دوران حیض قضا ہونے والی نمازیں معاف ہوں)۔

حضرت جعفرؒ کا سلسلہ نسب حضرت جعفر صادقؒ بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حضرت جعفر صادقؒ فرقۂ امامیہ کے عقیدہ کے مطابق بارہ اماموں میں سے ایک امام ہیں اور آپ سادات اہل بیت میں سے ہیں۔ آپ کو صادق کا لقب آپ کے صدق قول کی وجہ سے ملا ہے۔ کیمیا، فال اور شگون کے متعلق آپ کے متعدد اقوال ہیں۔

باب الجیم میں ''الجفرۃ'' کے تحت گزر چکا ہے کہ ابن قتیبہ نے اپنی کتاب ادب الکاتب میں لکھا ہے کہ حضرت جعفر صادقؒ نے ''کتاب الجفر'' میں ہر اس چیز کو لکھ دیا ہے جس کا علم اہل بیت کیلئے ضروری ہے اور قیامت تک ہونے والے تمام واقعات کو بھی

اس کتاب میں بیان فرما دیا ہے۔ ابن خلکان نے بھی اسی طرح حکایت بیان کی ہے۔ بہت سے لوگ ''کتاب الجفر'' کی نسبت حضرت علیؓ سے کرتے ہیں لیکن یہ ان کا وہم ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ ''کتاب الجفر'' کو حضرت جعفر صادقؒ نے ہی وضع کیا تھا۔ جیسے پہلے گزر چکا ہے۔

حضرت جعفر صادقؒ کی وصیت حضرت جعفر صادقؒ نے اپنے بیٹے موسیٰ کاظم کو وصیت کی۔ پس آپ نے فرمایا اے میرے بیٹے میری وصیت کو یاد کرلے' سعادت کی زندگی اور شہادت کی موت پائے گا۔ اے میرے بیٹے بے شک جو شخص اپنی قسمت پر قناعت کرتا ہے وہ بے نیاز رہتا ہے اور جو دوسروں کے ہاتھ کی طرف اپنی آنکھ اٹھاتا (یعنی ان سے مال کا خواہش مند ہوتا ہے) ہے وہ تنگدستی کی حالت میں مرتا ہے اور جو شخص اس پر راضی نہیں ہوتا جو اللہ نے اس کی قسمت میں لکھ دیا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو متہم کرتا ہے اور جو شخص اپنے جرم کو عظیم سمجھتا ہے تو اسے دوسروں کے جرم ہلکے نظر آتے ہیں۔ اے میرے بیٹے جو شخص دوسروں کی پردہ داری نہیں کرتا اس کے گھر کے پردے منکشف ہو جاتے ہیں اور جو شخص بغاوت کی تلوار سونتتا ہے وہ اسی تلوار سے قتل ہو جاتا ہے اور جو شخص اپنے بھائی کے لئے کنواں کھودتا ہے وہ خود ہی اس میں گر جاتا ہے جو شخص بے وقوفوں کے پاس جاتا ہے وہ حقیر ہو جاتا ہے اور جو شخص علماء کی صحبت اختیار کرتا ہے وہ معزز ہو جاتا ہے اور جو شخص برے مقامات پر جاتا ہے وہ متہم ہو جاتا ہے۔ اے میرے بیٹے ہمیشہ حق بات کہو خواہ وہ تمہارے حق میں ہو یا تمہارے خلاف ہو۔ اور تیرے لئے ضروری ہے کہ تو چغل خوری سے پرہیز کرے کیونکہ چغل خوری لوگوں کے دلوں میں بغض و عداوت پیدا کر دیتی ہے۔ اے میرے بیٹے جب تو سخاوت کو طلب کرنے کا ارادہ کرے تو تجھے چاہیے کہ سخاوت کو کانوں یعنی خزانوں میں تلاش کرے۔ روایت کی گئی ہے کہ حضرت جعفر صادقؒ سے کہا گیا کہ مہنگائی میں انسان کی بھوک زیادہ ہو جاتی ہے اور ارزانی میں بھوک کم ہو جاتی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت جعفر صادقؒ نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی پیدائش زمین سے ہوئی ہے اور یہ تمام زمین کی اولاد ہیں۔ پس جب زمین پر قحط کا غلبہ ہو جائے تو انسان بھی قحط میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور جب زمین سرسبز ہو جاتی ہے تو انسان بھی سرسبز ہو جاتے ہیں۔ حضرت جعفر صادقؒ کی ولادت ۸۰ھ اور بعض اہل علم کے نزدیک ۸۳ھ میں ہوئی اور آپ کی وفات ۱۶۰ھ میں ہوئی۔

حدیث شریف میں ہرن کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحابؓ کا گزر حالت احرام میں ایک ہرن پر ہوا جو درخت کے سایہ میں سویا ہوا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ میں سے ایک صحابی سے فرمایا اے فلاں اس جگہ کھڑے ہو جاؤ۔ یہاں تک کہ لوگ یہاں سے گزر جائیں تاکہ کوئی آدمی بھی ہرن کو نہ دیکھ سکے یعنی ہرن کو نہ چھیڑے۔

مستدرک میں قبیصہ بن جابر اسدی کی روایت مذکور ہے۔ قبیصہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حالت احرام میں تھا۔ پس میں نے ایک ہرن کو دیکھا۔ پس میں نے اس کی طرف تیر پھینکا جس سے وہ زخمی ہو گیا اور اس کی موت واقع ہو گئی۔ پس میرے دل میں اس کی موت کا احساس ہوا تو میں حضرت عمرؓ کے پاس اس کے متعلق سوال کرنے کے لئے آیا۔ پس میں نے حضرت عمرؓ کی ایک جانب ایک خوبصورت شخص کو پایا اور وہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ تھے۔ پس میں نے حضرت عمرؓ سے سوال کیا۔ پس حضرت عمرؓ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا آپ کی رائے میں فدیہ کے طور پر ایک بکری کافی ہو گی؟ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا ہاں۔

پس حضرت عمرؓ نے مجھے حکم دیا کہ میں ایک بکری ذبح کروں۔ پس جب ہم ان کی مجلس سے اٹھے تو میرے ساتھی نے کہا کہ امیر المومنین نے خود آپ کو فتویٰ نہیں دیا بلکہ دوسرے شخص سے پوچھ کر جواب دیا ہے۔ پس حضرت عمرؓ نے میرے ساتھی کی گفتگو سن لی اور ایک کوڑا اٹھا کر ان کو ایک کوڑا مار دیا۔ پھر مجھے بھی کوڑا مارنے کیلئے میری طرف متوجہ ہوئے تو میں نے عرض کیا اے امیر المومنین میں نے کچھ نہیں کہا بلکہ یہ تو میرے ساتھی کا قول ہے۔ پس حضرت عمرؓ نے مجھے چھوڑ دیا اور پھر فرمایا کیا تیرا ارادہ یہ ہے کہ تو حرام کام کرے اور ہم فتویٰ دینے میں حد سے تجاوز کریں۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا بے شک انسان میں دس عادتیں ہوں اور ان میں سے نو اچھی ہوں اور ایک بری ہو۔ پس یہ بری عادت اس کی بقیہ تمام اچھی عادتوں کو تباہ کر دیتی ہے۔ پھر فرمایا کہ تم اپنی زبان کی لغزشوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھو۔

حکایت المبرد نے اصمعی سے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے ہرنی کو دیکھا جو پانی پی رہی تھی۔ پس اس شخص سے ایک اعرابی نے کہا کہ کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ تو اس ہرنی کو حاصل کرلے۔ اس شخص نے کہاں ہاں اعرابی نے کہا کہ تم مجھے چار درہم دے دو تو میں ہرنی پکڑ کر تمہیں دے دوں گا۔ پس اس شخص نے اعرابی کو چار درہم دے دیئے۔ پس وہ اعرابی ہرنی کے قدموں کے نشانات پر چل پڑا۔ پس اس نے ہرنی کو پالیا۔ یہاں تک کہ اس نے ہرنی کو سینگوں سے پکڑ لیا۔ پس اعرابی نے اس آدمی کو ہرنی دے دی اور وہ کہہ رہا تھا ؎

وَهِيَ عَلَى الْبُعْدِ تَلْوِیْ خَدَّهَا　　تَزِيْغُ شَدِّی وَ أَزِيْغُ شَدَّهَا

''اور وہ ہرنی دوری پر اپنے رخسار خشک کر رہی تھی، وہ میری طاقت کو موڑنے کی کوشش کر رہی تھی اور میں اس کی طاقت کو موڑ رہا تھا''

كَيْفَ تَرٰى عَدْوٰی غُلَامٍ رَدَّهَا　　وَ كُلَّمَا جَدَّتْ تَرَانِیْ عِنْدَهَا

''تیرا کیا خیال ہے اس لڑکے کی رفتار کے متعلق کہ جب اس نے بھاگنے کی کوشش کی تو میں تجھے اس کے پاس دکھائی دیا''

ابن خلکان نے ذکر کیا ہے کہ بے شک کثیر عزۃ ایک دن عبدالملک بن مروان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس عبدالملک نے اس سے کہا کیا تو نے اپنے آپ سے بڑھ کر عاشق کسی کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا ہاں وہ اس طرح کہ میں ایک مرتبہ جنگل میں جا رہا تھا تو میں نے ایک شخص کو دیکھا جو جال لگا کر بیٹھا ہوا تھا۔ پس میں نے اس سے کہا کہ تو یہاں کس لئے بیٹھا ہے۔ پس اس نے کہا کہ بھوک نے مجھے اور میری قوم کو ہلاک کر دیا ہے۔ پس میں نے یہ جال لگا دیا ہے تاکہ میں اپنے اور اپنی قوم کے لئے کوئی شکار حاصل کر سکوں۔ پس میں نے اس سے کہا کیا اگر میں تیرے پاس ٹھہروں تو کیا تم مجھے بھی شکار میں سے حصہ دو گے؟ اس نے کہا ہاں، کثیر بن عزۃ کہتے ہیں کہ ہم دونوں بیٹھ گئے اور کچھ ہی دیر گزری تھی کہ ایک ہرنی جال میں پھنس گئی۔ پس وہ شخص مجھ سے پہلے جال کی طرف لپکا اور اس نے ہرنی کو جال سے نکالا اور اسے آزاد کر دیا۔ پس میں نے کہا کہ یہ تو نے کیا کیا ہے؟ اس نے جواب دیا ہے کہ اس ہرنی کو دیکھ کر میرا دل غم سے لبریز ہوگیا کیونکہ یہ لیلیٰ کے مشابہ معلوم ہوتی ہے۔ پس اس شخص نے یہ اشعار پڑھے ؎

أَيَا شِبْهُ لَيْلٰى لَا تَرَاعِی فَإِنَّنِیْ　　لَکَ الْيَوْمَ مِنْ وَحْشِيَةِ لِصَدِيْقٍ

''اے وہ جو لیلیٰ کے مشابہ ہے نہ بھاگ پس میں آج تجھ سے اپنے دوست کے لئے وحشت محسوس کر رہا ہوں''

أَقُوْلُ وَقَدْ أَطْلَقْتُهَا مِنْ وَ ثَاقِهَا　　فَأَنْتِ لِلَيْلٰى مَا حَيِّيْتِ طَلِيْقٌ

''میں نے اس کو (یعنی ہرن کو) زنجیر سے آزاد کرتے ہوئے کہا کہ تو لیلیٰ کے لئے ہے اور جب تک تیری زندگی باقی ہے تو آزاد ہے''

ثعلبی کی کتاب ''ثمار القلوب'' کے تیرہویں باب میں مذکور ہے کہ بادشاہ بہرام گور سے زیادہ نشانہ باز پورے عجم میں کوئی نہیں تھا۔ایک دن بہرام گورشکار کے لئے اونٹ پر سوار ہو کر نکلا اور تحقیق اس نے اپنی ایک لونڈی کو جس سے وہ محبت کرتا تھا اپنے پیچھے بٹھا لیا۔پس تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ اسے بہت سے ہرن نظر آئے۔پس اس نے لونڈی سے کہا کہ میں ہرنوں کو کس جگہ تیر ماروں۔ پس لونڈی نے کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ تو ہرنوں کے نروں کو مادہ اوران کے مادہ کو نروں جیسا بنا دے۔پس بہرام گور نے ایک دوشاخ تیر نر ہرن کے مارا جس سے اس کے دونوں سینگ اکھڑ گئے اور پھر ایک ہرنی کے دو تیر مارے جو اس کے سینگوں میں پیوست ہو گئے۔ پھر اس باندی نے بہرام گور سے کہا کہ ایک ہرن کے کھر کو اس کے کان میں پرو دیا جائے۔پس بہرام گور نے ایک ہرن کے کان کی جڑ میں تیر کا نشانہ لگایا جس سے اس کے کان میں سوراخ ہو گیا۔پس جب ہرن نے اپنا پاؤں کان کھجلانے کے لئے کان کی طرف بڑھایا تو بہرام نے اس کے پاؤں میں تیر مارا جس سے اس کا پاؤں کان میں گھس گیا۔پھر بہرام گور شدت جذبات میں باندی کی طرف بڑھا لیکن وہ زمین پر گر پڑی اور اسے اونٹ نے اپنے پاؤں تلے روند دیا۔پس بہرام گور نے کہا کہ اس نے میرے عجز کے اظہار کا ارادہ کیا ہے۔پس ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ باندی کی موت واقع ہوگئی۔

فصل ہرن کی ایک قسم ''غزال المسک'' بھی ہے جس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔یہ ہرن جسامت' ٹانگوں کا پتلا پن' کھروں کا جدا جدا ہونا تمام اوصاف میں تیسری قسم کے ہرنوں کے مشابہ ہوتا ہے لیکن اس میں ایک نمایاں فرق یہ ہوتا ہے کہ اس کے دو ہلکے سے دانت ہوتے ہیں جو نچلے جبڑے کی طرف باہر نکلے ہوتے ہیں جیسے خنزیر کے دانت نچلے جبڑے کی طرف باہر نکلے ہوتے ہیں۔ان میں سے ہر ایک دانت شہادت کی انگلی سے بھی چھوٹا ہوتا ہے۔کہا جاتا ہے کہ ''غزال المسک'' تبت سے ہندوستان کی طرف سفر کرتا ہے اور یہاں آ کر اپنا مشک ڈال دیتا ہے۔پس یہ مشک ردی قسم کا ہوتا ہے۔اس ہرن کا مشک حقیقت میں اس کا خون ہے جو سال کے دوران کسی مخصوص وقت میں اس کی ناف میں جمع ہو جاتا ہے اس مواد کی طرح جو آہستہ آہستہ کسی اعضاء کی طرف بڑھتا ہے۔ ہرن کے ناف کو اللہ تعالیٰ نے مشک کے لئے کان بنا دیا ہے۔پس یہ ناف ہر سال اپنے رب کے حکم سے پھل دار درختوں کی طرح پھل دیتی ہے اور جب تک خون کا مواد پایہ تکمیل کو نہیں پہنچتا اس وقت تک ہرن بیمار رہتا ہے۔کہا جاتا ہے کہ اہل تبت اس ہرن کے لئے جنگلوں میں کھونٹے گاڑ دیتے ہیں تا کہ وہ ان کھونٹوں سے ٹکرا کر اپنی ناف جھاڑ دے۔قزوینی نے ''الاشکال'' میں لکھا ہے کہ ''دابۃ المسک'' (ایک جانور) پانی سے نکلتا ہے جیسے ہرن وقت معین پر نمودار ہوتے ہیں۔لوگ اس جانور کا شکار کرتے ہیں اور جب اس کو ذبح کرتے ہیں تو اس کی ناف کی نالی سے خون نکلتا ہے اور یہ خون ہی مشک کہلاتا ہے۔پس جس جگہ اس جانور کو ذبح کیا جاتا ہے وہاں اس میں سے خوشبو نہیں آتی لیکن جب اس کو دوسری جگہ منتقل کر دیا جاتا ہے تو اس میں سے خوشبو پھوٹ پڑتی ہے۔علامہ دمیریؒ نے فرمایا کہ قزوینی کا یہ قول ضعیف ہے اور مشہور بات وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کر دی ہے۔ابن صلاح نے اپنی کتاب ''مشکل الوسیط'' میں لکھا ہے کہ ابن عقیل بغدادی سے مروی ہے کہ ہرن کے ناف میں پائے جانے والے مشک کی وہی شکل ہے جو بکری کے ایک سال کے بچے کے پیٹ میں ''انفحہ'' کی شکل ہوتی ہے۔ابن عقیل نے بلاد مشرق کی طرف سفر کیا۔یہاں تک کہ وہاں ایک ''غزالۃ المسک'' کو بلاد مغرب میں لے گئے تا کہ تحقیق کرنے کے بعد اس کے متعلق پائے جانے والے اختلاف کو حل کیا جا سکے۔ابن صلاح کی کتاب ''العطر'' میں علی بن مہدی طبری سے منقول ہے کہ ہرن کے

پیٹ سے انڈا نکلتا ہے۔علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ میرے نزدیک مشہور بات یہی ہے کہ مشک ہرن کے پیٹ میں فطری طور پر پیدا نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک عارضی چیز ہے جو ہرن کی ناف میں پیدا ہوتی ہے جیسے ماقبل میں گزرا ہے۔ واللہ اعلم۔

مشک کا شرعی حکم حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک عورت تھی جس کا قد چھوٹا تھا لیکن یہ ایسی دو عورتوں کے ہمراہ چل رہی تھی جن کا قد طویل تھا۔ پس اس عورت نے دو پاؤں لکڑی کے بنوائے اور ایک سونے کی انگوٹھی بنوائی اور اس میں مشک بھر دیا۔ پس یہ عورت ان دو عورتوں کے ساتھ چلی۔ پس وہ اسے پہچان نہ سکیں۔

پس اس عورت نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ پس شعبہ راوی نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے عورت کی کیفیت سے آگاہ کیا۔(رواہ المسلم) امام نوویؒ نے فرمایا یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مشک تمام خوشبوؤں سے افضل اور پاکیزہ ہے نیز اس کا استعمال بدن ولباس وغیرہ میں جائز ہے اور اس کی خرید وفروخت بھی جائز ہے۔ان تمام مسائل پر اہل علم کا اجماع ہے۔ ہمارے بعض اصحاب نے اس کے متعلق اہل تشیع حضرات کا مسلک بھی نقل کیا ہے لیکن وہ باطل ہے کیونکہ اجماع مسلمین اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔اہل علم نے فرمایا ہے کہ جن احادیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشک کا استعمال ثابت ہے اور صحابہ کرامؓ سے بھی مشک کا استعمال ثابت ہے وہ اس معروف قاعدہ سے مستثنیٰ ہے کہ جو چیز کسی جاندار کے جسم سے برآمد ہو پس وہ مردار ہے۔علامہ دمیریؒ نے فرمایا کہ مذکورہ حدیث میں عورت کا لکڑی کے پاؤں لگا کر چلنے کا تذکرہ موجود ہے جس کی وجہ سے دو لمبی عورتیں اس عورت کو پہچاننے سے قاصر رہیں۔ پس اس کا حکم ہماری شریعت میں یہ ہے کہ اگر ایسا کرنے کا مقصود شرعی ہوتا کہ وہ اپنے آپ کو چھپائے اس لئے کہ اسے پہچان کر کوئی اذیت نہ پہنچا دے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر ایسا کرنا یعنی لکڑی کے پاؤں وغیرہ لگانا تعظیم کیلئے ہو یا اپنے آپ کو کامل عورتوں کے مشابہ ثابت کرنا ہو یا لوگوں کو دھوکہ دینا مقصود ہو تو اس صورت میں یہ فعل حرام ہے۔

فائدہ دارقطنیؒ اور طبرانیؒ نے اپنے معجم الاوسط میں حضرت انس بن مالکؓ سے اور بیہقیؒ نے شعب الایمان میں حضرت سعید خدریؓ سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک قوم پر ہوا جس نے ایک ہرنی کا شکار کیا تھا اور اسے ایک خیمہ کے ستون سے باندھ رکھا تھا۔ پس ہرنی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے دو بچوں کو جنم دیا ہے۔ پس آپؐ میرے لئے ان لوگوں سے اجازت لے لیں تاکہ میں اپنے بچوں کو دودھ پلا سکوں اور پھر میں ان کی طرف دوبارہ لوٹ آؤں گی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو یہاں تک یہ اپنے بچوں کو دودھ پلائے اور پھر واپس تمہارے پاس آ جائے۔لوگوں نے کہا یا رسول اللہؐ ہمارے لئے اس کی طرف سے کون ضامن ہوگا۔ پس آپؐ نے فرمایا میں ضامن ہوں۔ پس ان لوگوں نے ہرنی کو چھوڑ دیا۔ پس وہ ہرنی گئی اور اپنے بچوں کو دودھ پلایا پھر اس کے بعد واپس ان لوگوں کے پاس آ گئی۔ پس ان لوگوں نے اس کو باندھ دیا۔ پس آپؐ نے فرمایا کیا تم اس ہرنی کو میرے ہاتھ بیچ سکتے ہو۔انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ آپ ہی کے لئے ہے۔ پس ان لوگوں نے ہرنی کو چھوڑ دیا۔ پس رسول ﷺ نے اس ہرنی کو آزاد کر دیا۔ایک روایت میں ہے کہ حضرت زید بن ارقمؓ نے فرمایا کہ جب اس ہرنی کو رسول اللہ ﷺ نے آزاد کیا تو میں نے اس کو جنگل میں تسبیح پڑھتے ہوئے دیکھا۔ وہ ہرنی کہہ رہی تھی **"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ"**۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ جنگل میں تھے۔ پس ایک پکارنے والا کہہ رہا تھا یا رسول اللہؐ

پس آپؐ اس کی طرف متوجہ ہوئے لیکن کوئی آدمی نظر نہیں آیا۔ آپؐ پھر متوجہ ہوئے تو ایک ہرنی نظر آئی جو بندھی ہوئی تھی۔ پس اس ہرنی نے کہا یا رسول اللہؐ میرے قریب تشریف لائیے۔ پس آپؐ اس کے قریب تشریف لے گئے اور فرمایا تیری کیا حاجت ہے۔ پس اس ہرنی نے عرض کیا کہ میرے دو بچے اس پہاڑ میں ہیں۔ پس آپ مجھے کھول دیجئے۔ یہاں تک کہ میں ان بچوں کی طرف جاؤں اور انہیں دودھ پلا کر واپس آپؐ کی طرف لوٹ آؤں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو ایسا کرے گی۔ پس وہ ہرنی کہنے لگی کہ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ مجھے عشار جیسے عذاب میں مبتلا کردے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرنی کو کھول دیا۔ پس وہ گئی اور اپنے بچوں کو دودھ پلا کر واپس لوٹ آئی۔ پس آپؐ نے اس ہرنی کو باندھ دیا۔ اسی اثناء میں اعرابی بھی بیدار ہو گیا جس نے اس ہرنی کو باندھا تھا۔ پس اس اعرابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ ﷺ کی کوئی حاجت ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں تو اس ہرنی کو آزاد کر دے۔ پس اس اعرابی نے ہرنی کو آزاد کر دیا۔ پس وہ ہرنی نکل کر بھاگ گئی اور وہ کہہ رہی تھی ''أَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ'' (رواہ الطبرانی)

حضرت ابوسعیدؓ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک ہرنی پر ہوا جو ایک خیمہ سے بندھی ہوئی تھی۔ پس اس ہرنی نے عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے کھول دیجئے۔ یہاں تک کہ میں اپنے بچوں کے پاس جاؤں اور انہیں دودھ پلا کر واپس آپؐ کے پاس آجاؤں۔ پس آپؐ دوبارہ مجھے باندھ دیں۔ پس آپؐ نے فرمایا کہ لوگوں کے شکار کی اور اسے باندھنے کی میں ضمانت لیتا ہوں۔ پس آپؐ نے ہرنی سے حلف کا مطالبہ کیا۔ پس ہرنی نے قسم اٹھائی۔ پس آپؐ نے اسے کھول دیا۔ پس تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ہرنی واپس آگئی اور تحقیق اس نے اپنے بچوں کو دودھ پلا کر اپنے تھنوں کو خالی کر لیا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہرنی کو باندھ دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ میں ہرنی کے مالکان کے پاس تشریف لے گئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور ہدیہ اس ہرنی کو طلب فرمایا۔ پس انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرنی ہبہ کر دی۔ پس آپؐ نے ہرنی کو کھول دیا۔ پھر فرمایا اگر موت کے متعلق وہ باتیں چوپاؤں کو معلوم ہو جائیں جو تم جانتے ہو تو تم کسی بھی فربہ جانور کو کھانے کے لئے حاصل نہ کر سکو گے۔ صالح شافعی نے اپنے قصیدہ میں اسی کے متعلق اشارہ کیا ہے ۔

وَجَاءَ امرؤ قَدْ صَادَ یومًا غزالة لَهَا وَلَدٌ خَشِفٌ تَخَلَّفُ بِالْكَدَا

''اور ایک شخص آیا جس نے غزالہ کا ایک دن شکار کر لیا تھا اور اس غزالہ (ہرنی) کا ایک بچہ تھا جو چراگاہ سے پیچھے آرہے تھا''

فَنَادَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالْقَوْمُ حُضَّرٌ فَأَطْلَقَهَا وَالْقَوْمُ قَدْ سَمِعُوْا لِنَدَا

''پس اس ہرنی نے رسول اللہؐ کو پکارا اور قوم وہاں حاضر تھی، پس آپؐ نے اس ہرنی کو آزاد کر دیا اور قوم نے ہرنی کی پکار کو سن لیا تھا''

علامہ دمیریؒ نے فرمایا کہ عنقریب انشاء اللہ دوسرے اشعار ''العشراء'' کے تحت بیان کئے جائیں گے۔

الحکم ہرن کی تمام اقسام کا کھانا حلال ہے۔ اہل علم کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص حالت احرام میں ہرن کو ہلاک کر دے تو اس پر بکری واجب ہو گی۔ امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی قول ہے اور رافعیؒ نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے۔ امام نوویؒ نے اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا کہ یہ وہم ہے کیونکہ ہرن نر ہے اور بکری مادہ ہے۔ پس صحیح بات یہی ہے کہ ہرن کی ہلاکت کی

صورت میں شئی (یعنی ہرن) کی قربانی دی جائے۔ رہی مشک تو وہ طاہر ہے۔ اسی طرح صحیح قول کے مطابق ہرن کا نافہ بھی طاہر ہے لیکن اس کی طہارت کی شرط یہ ہے کہ وہ ہرن سے حالت حیات میں علیحدہ ہوگیا ہو۔ محاملی نے ''کتاب اللباب المسک بالظبی'' میں لکھا ہے کہ ہرن کا مشک طاہر ہے۔ ''المسک بالظبی'' کہہ کر محاملی نے تبتی مشک کو جو ''فارۃ'' جانور سے حاصل ہوتا ہے' مستثنٰی کر دیا ہے کیونکہ یہ مشک نجس ہے۔ ''الفارۃ'' کا تذکرہ انشاء اللہ ''باب الفاء'' میں آئے گا اور فارہ جانور سے حاصل شدہ مشک کی نجاست سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ اس جانور کا کھانا بھی حرام ہے کیونکہ اگر اس جانور کا گوشت کھانا حلال ہوتا تو اس سے حاصل شدہ مشک بھی ہرن سے حاصل شدہ مشک کی طرح طاہر ہوتا۔ طبیب حضرات مشک تبتی کو مشک ترکی بھی کہتے ہیں اور یہ مشک ان کے نزدیک بہت عمدہ ہے اور ضروری ہے کہ اس کی نجاست کی وجہ سے اس کے استعمال سے اجتناب کیا جائے۔ عنقریب انشاء اللہ باب الفاء میں ''الفارۃ'' کے متعلق جاحظ کا قول نقل کیا جائے گا۔ شیخ ابوعمرو بن صلاح نے قفال شاشی سے نقل کیا ہے کہ فارہ جانور کے نافہ کو اس کے مشک سے دباغت حاصل ہوجاتی ہے۔ پس جس طرح دوسری کھالیں دباغت سے پاک ہوجاتی ہیں۔ اسی طرح نافہ بھی مشک کی دباغت سے پاک ہوجائے گا۔ غنیۃ ابن سریج کے بعض شارحین نے ذکر کیا ہے کہ وہ بال جو فارہ جانور کے نافے کے اوپر ہوتے ہیں وہ بالاتفاق نجس ہیں۔ اس لئے مشک صرف اس کھال کو دباغت دیتا ہے جو اس سے متصل ہوتی ہے اور جو اس کے ساتھ جڑی ہوئی نہیں ہوتی جیسے اس جانور کے ناف کے کنارے وغیرہ ان پر دباغت کا اثر نہیں ہوتا۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ بالوں کی نجاست کے متعلق ان شارحین کا قول درست نہیں ہے کیونکہ دباغت یافتہ کھال پر پائے جانے والے بال بھی تبعاً طاہر ہوتے ہیں۔ ربیع جیزی نے امام شافعیؒ سے یہی قول نقل کیا ہے۔ سبکی وغیرہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ نیز استاذ ابواسحٰق اسفرائنی' الرویانی' ابن ابی عصرون وغیرہ نے بھی اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ''باب السین'' میں ''السنجاب'' کے تحت تفصیلی تذکرہ گزرا ہے۔ ازرقی نے حرم کے شکار کے احترام کے متعلق عبدالعزیز بن ابی رواد سے نقل کیا ہے کہ کچھ لوگ مقام ذی طوی میں پہنچے اور وہاں پر (آرام کرنے کیلئے) پڑاؤ کیا۔ پس حرم کے ہرنوں میں سے ایک ہرن ان کے قریب آگیا۔ پس ان میں سے ایک آدمی نے ہرن کی ٹانگ پکڑ لی۔ پس اس کے ساتھیوں نے اس سے کہا تو برباد ہوجائے' اسے چھوڑ دے۔ پس وہ شخص ہنستا رہا اور اس نے ہرن کو چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ پس کچھ دیر بعد ہرن نے پیشاب اور پاخانہ کیا۔ پھر اس شخص نے ہرن کو چھوڑ دیا۔ پس رات کے وقت لوگ اپنے خیمہ میں سو گئے۔ پس نصف رات کے قریب کچھ لوگ بیدار ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ اس ہرن کو پکڑنے والے آدمی کے پیٹ پر ایک سانپ لیٹا ہوا ہے۔ پس اس کے ساتھیوں نے اس سے کہا تو ہلاک ہوجائے حرکت نہ کرنا۔ پس وہ سانپ اس وقت اس آدمی کے پیٹ سے علیحدہ نہیں ہوا جب تک اس کا (یعنی آدمی کا) پاخانہ نہیں نکلا جیسے ہرن کا پاخانہ نکلا تھا جبکہ اس شخص نے ہرن کو ٹانگ سے پکڑ رکھا تھا۔ حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قصی بن کلاب کے دور سے قبل شام کے تاجروں کا ایک قافلہ مکہ آیا۔ پس انہوں نے وادی طویٰ میں ببول کے ان درختوں کے نیچے پڑاؤ ڈالا جن کے سایہ میں لوگ آرام کرتے تھے۔ پس ان لوگوں نے روٹی پکائی لیکن ان کے پاس بطور سالن کوئی چیز نہیں تھی۔ پس ان میں سے ایک شخص اپنے تیر کمان لے کر کھڑا ہوا۔ پس اس نے حرم شریف کی ایک ہرنی کا شکار کیا جو ان کے قریب ہی چر رہی تھی۔ پس وہ لوگ اس ہرنی کی کھال اتار کر اس کا سالن بنانے لگے۔ پس جب وہ گوشت کو بھون رہے تھے اور ان کی ہانڈی

جوش مار رہی تھی تو اچانک ہانڈی کے نیچے سے ایک آتشی بہت بڑی گردن نمودار ہوئی جس نے پورے قافلہ کو جلا دیا لیکن ان لوگوں کے سامان' لباس اور ان درختوں کو جن کے نیچے انہوں نے پڑاؤ ڈالا تھا' آگ نے نہیں جلایا۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں آمَنُ مِنْ ظَبَاءِ الْحَرَمِ (حرم شریف کے ہرنوں سے بھی زیادہ مامون) اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں "تَرَکَ الظَّبِی ظِلَّهٗ" (ہرن نے اپنا سایہ چھوڑ دیا) اسی طرح اہل عرب کا قول ہے "أُتْرِکْهٗ تَرَکَ الْغَزَالَ ظِلَّهٗ" (تو چھوڑ دے ہرن کو جیسے اس نے اپنا سایہ چھوڑ دیا) یہ مثال اس شخص کیلئے استعمال کی جاتی ہے جو چوکنا رہتا ہو۔"وَظِلُّهٗ" اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں سخت گرمی میں ہرن آرام کرتا ہے۔ پس جب ہرن کو اس جگہ سے نفرت ہو جائے تو وہ دوبارہ کبھی بھی اس کی طرف نہیں لوٹتا۔ عنقریب انشاء اللہ "باب الغین" میں مزید تفصیل بیان ہوگی۔

خواص ابن وحشیہ نے کہا ہے کہ ہرن کا سینگ چھیل کر گھر میں اس کی دھونی دینے سے تمام زہریلے جانور فرار ہو جاتے ہیں۔ ہرن کی زبان سائے میں خشک کرنے کے بعد کسی زبان دراز عورت کو کھلائی جائے تو اس کی زبان درازی ختم ہو جائے گی۔ ہرن کا پتہ کان کے درد میں مبتلا شخص اپنے کان میں ٹپکا لے تو اس کا درد ختم ہو جائے گا۔ ہرن کی مینگنی اور کھال جلا کر پیس لی جائیں اور پھر بچہ کے کھانا میں ملا دی جائیں۔ پس وہ بچہ مینگنی اور کھال کا سفوف کھانے کے بعد ہونہار' ذہین اور فصیح اللسان ہو جائے گا۔ ہرن کا مشک آنکھوں کی روشنی میں اضافہ کرتا ہے اور رطوبات کو جذب کر لیتا ہے اور دل و دماغ کو طاقتور کرتا ہے۔ نیز یہ آنکھوں کی سفیدی کو چمکدار بناتا ہے اور خفقان کیلئے بھی نافع ہے۔ نیز ہرن کا مشک ہر قسم کے زہروں کے لئے تریاق ہے مگر اس کے استعمال سے انسان کے چہرے کا رنگ زرد ہو جاتا ہے۔ ہرن کے مشک کی ایک خاصیت یہ ہے کہ اس کو اگر کھانے کے ساتھ کھالیا جائے تو منہ بدبودار ہو جاتا ہے اور اس سے ایک خاص قسم کی بو آنا شروع ہو جاتی ہے۔

فصل مشک گرم خشک ہوتا ہے اور عمدہ قسم کا مشک "الصفدی" ہے جو تبت سے لایا جاتا ہے لیکن یہ گرم دماغ والوں کے لئے نقصان دہ ہے۔ اس کے نقصان کو کافور کے ذریعے دور کیا جا سکتا ہے۔ مشک کی خوشبو سرد مزاج والوں اور بوڑھوں کے لئے موافق ہوتی ہے۔ امام رازیؒ نے فرمایا ہے کہ ہرن کا گوشت گرم خشک ہوتا ہے اور ہرن کے شکار کا گوشت بہت عمدہ ہوتا ہے اور ہرن کے نوزائیدہ بچے کا گوشت سب سے عمدہ ہوتا ہے اور یہ قولنج' فالج اور بڑھے ہوئے بادی بدن کے لئے بے حد مفید ہے لیکن ہرن کا گوشت اعضاء کو خشک کر دیتا ہے۔ البتہ کھٹائی اس کے نقصان کو دور کر دیتی ہے۔ ہرن کا گوشت کھانے سے گرم خون پیدا ہوتا ہے اور موسم سرما میں ہرن کا گوشت کھانا بے حد مفید ہے۔

فائدہ نافہ تبتی مشک کی ایک رقیق قسم ہے لیکن "الجر جاوی" رقت اور خوشبو میں نافہ کے برعکس ہے۔ القینوی متوسط ہے لیکن ضنوبری رقت اور خوشبو کے لحاظ سے قینوی سے بھی کم تر ہے۔ نافہ مشک والا ہرن سمندر سے جتنا دور رہے گا اتنا ہی اس کا مشک لذیذ اور بہترین ہوگا۔

تعبیر ہرنی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر عرب کی حسین و جمیل عورت سے دی جاتی ہے۔ پس اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ شکار کے ذریعے ہرن کا مالک بن گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا آدمی دھوکے سے کسی لونڈی کا مالک بنے گا یا مکر و فریب

سے کسی عورت کے ساتھ نکاح کرے گا۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ ہرنی کو ذبح کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ شخص کسی لونڈی کی بکارت زائل کرے گا۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس نے بلاارادہ شکار پر تیر چلایا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی بے گناہ عورت پر الزام لگائے گا اور جس شخص نے خواب میں بغرض شکار تیر چلایا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس شخص کو عورت کی جانب سے مال حاصل ہوگا۔ اگر کسی آدمی نے خواب میں دیکھا کہ وہ کسی ہرنی کی کھال اتار رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ شخص کسی عورت کے ساتھ مکاری کرے گا۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ ہرن کا شکار کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے دنیا حاصل ہوگی۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس پر ہرن حملہ آور ہوا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی بیوی تمام امور میں اس کی نافرمانی کرے گی۔ جاماسب نے کہا ہے کہ جو شخص خواب میں دیکھے کہ وہ ہرن کے قدموں کے نشانات پر چل رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی قوت میں اضافہ ہوگا۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ ہرن کے سینگ، بال اور کھال وغیرہ کا مالک بن گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے عورتوں کی جانب سے مال حاصل ہوگا۔

خاتمہ مشک کو خواب میں دیکھنا محبوب یا لونڈی پر دلالت کرتا ہے اور کبھی اس کی تعبیر مال سے دی جاتی ہے کیونکہ مشک سونے سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ مشک کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر عیش پسند زندگی سے بھی دی جاتی ہے اور بعض اوقات مشک کو خواب میں دیکھنا تہمت زدہ افراد کے بری ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ مشک کو خواب میں دیکھنا لڑکے کی جانب اشارہ ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک مشک کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر عورت سے دی جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

فائدہ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے شیخ شرف الدین ابن یونس شارح التنبیہہ کی کتاب "مختصر الاحیاء" کے "باب الاخلاص" میں پڑھا ہے کہ جو شخص خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی عمل کرتا ہے اور اللہ کی رضا کے علاوہ اس کی اور کوئی نیت نہیں ہوتی تو اس پر اور اس کی آنے والی نسلوں پر اس کی برکت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسے کہا گیا ہے جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے اتر کر زمین کی طرف تشریف لائے تو جنگل کے تمام جانور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کرنے لگے۔ پس حضرت آدم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا اور ان کی ضروریات کے مطابق ان کو دعائیں دیں۔ پس آپ کے پاس ہرن کا ایک ریوڑ حاضر ہوا۔ پس آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی اور ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا۔ پس آپ کے ہاتھ پھیرنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان میں مشک جیسی چیز پیدا فرما دی۔ پس جب دوسرے ہرنوں نے دیکھا تو وہ کہنے لگے یہ تمہارے اندر یہ چیز کہاں سے آگئی ہے؟ پس انہوں نے کہا کہ ہم نے حضرت آدم علیہ السلام کی زیارت کی تو انہوں نے ہمارے لئے دعا فرمائی اور ہماری پشت پر ہاتھ پھیرا جس کی برکت سے یہ چیز ہمارے اندر پیدا ہوگئی ہے۔ پس باقی ہرن بھی حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پس حضرت آدم علیہ السلام نے ان کے لئے دعا فرمائی اور ان کی پشت پر دست مبارک پھیرا لیکن ان میں مشک جیسی کوئی چیز پیدا نہیں ہوئی۔ پس انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جو کام تم نے کیا وہی ہم نے کیا لیکن ہم نے وہ چیز نہیں دیکھی جو تم نے حاصل کی ہے۔ پس ان ہرنوں سے کہا گیا کہ تمہارا عمل مشک جیسی خوشبو کے حصول کے لئے تھا لیکن تمہارے بھائیوں کو وہ چیز یعنی مشک اس لئے حاصل ہوئی ہے کہ ان کا عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان میں اور ان کی نسلوں میں اس چیز یعنی مشک جیسی خوشبو کو ظاہر کر دیا۔ نیز یہ ہرن

قیامت تک اس خوشبو سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ تحقیق ہم نے اخلاص اور رویاء کے متعلق اپنی کتاب ''الجوہر الفرید'' کی چوتھی جلد میں بحث کی ہے۔ پس اس کتاب میں اخلاص اور رویاء کی تفصیل دیکھی جا سکتی ہے۔

اَلظَّرِبَان

''اَلظَّرِبَان'' کتے کے پلے کے برابر ایک بدبودار جانور جو بہت گوز مارتا ہے۔ تحقیق ''ظربان'' اپنی بدبو اور گوز سے واقف ہے اور یہ اپنی بدبو کو بطور اسلحہ اپنے دفاع کے لئے استعمال کرتا ہے جیسے ''الحباری'' شکرا سے بچنے کے لئے بطور ہتھیار اپنی بیٹ استعمال کرتا ہے۔ پس ظربان' گوہ کے بل میں پہنچ جاتا ہے جہاں گوہ کے بچے اور انڈے ہوتے ہیں۔ پس ظربان بل کے تنگ سوراخ پر آ کر اپنی دم سے اس کو بند کر دیتا ہے اور اپنی دُبر کو اندر کی طرف رکھتا ہے اور پھر تین گوز مارتا ہے جس کی وجہ سے گوہ پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔ پس ظربان اس کو کھالیتا ہے۔ پھر وہ بل میں ہی رہتا ہے یہاں تک کہ گوہ کے انڈے بھی کھا جاتا ہے۔ اعرابیوں کا خیال ہے کہ جب کوئی شکاری اس کو پکڑتا ہے تو یہ اس کے کپڑوں میں گوز مارتا ہے۔ پس اس کے گوز کی بدبو اتنی شدید ہوتی ہے کہ وہ ختم نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ کپڑے کو پھاڑ دیا جائے۔

فائدہ ابو علی فارسی نے طبیب احمد بن حسین متنبی شاعر سے سوال کیا جو لغت کو نقل کرنے میں مہارت رکھتے تھے۔ کیا فَعْلٰی کے وزن پر کوئی جمع آتی ہے؟ پس اس نے کہا کہ حجلیٰ و ظربیٰ آتی ہیں۔ ابو علی کہتے ہیں کہ میں نے تین رات تک لغت کا مطالعہ کیا۔ پس میں نے ان دو کے علاوہ اس وزن پر تیسری جمع کو نہیں پایا۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ ''باب الحاء'' میں بھی اس سے قبل اس کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

''ظربان'' بلی اور پستہ قد کتے کے برابر ہوتا ہے اور یہ ظاہری و باطنی دونوں اعتبار سے بدبودار ہوتا ہے۔ اس کے کانوں کے بجائے صرف دو سوراخ ہوتے ہیں۔ اس کے ہاتھ چھوٹے ہوتے ہیں اور اس کے چنگل بہت تیز ہوتے ہیں۔ اس کی دم طویل ہوتی ہے اور اس کی کمر میں جوڑ وغیرہ نہیں ہوتے بلکہ اس جانور کے سر کے جوڑ سے دم کے جوڑ تک ایک ہی ہڈی ہوتی ہے۔ بسا اوقات جب آدمی اس جانور پر قابو پالیتا ہے اور اپنی تلوار سے اس پر وار کرتا ہے تو تلوار اس جانور پر اثر انداز نہیں ہوتی کیونکہ اس کی کھال بہت سخت ہوتی ہے جیسے ''قد'' (ایک قسم کی مچھلی) کی کھال بہت سخت ہوتی ہے۔ اس جانور کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جب یہ اژدھے کو دیکھ لیتا ہے تو اس کے قریب آ کر اس پر کود پڑتا ہے۔ پس جب اژدھا اس کو پکڑتا ہے تو لمبائی میں سکڑنے لگتا ہے یہاں تک کہ اس کا جسم ایک رسی کا ٹکڑا معلوم ہونے لگتا ہے اور اژدھا اس کے ساتھ چمٹ جاتا ہے تو یہ جانور پھولنا شروع ہو جاتا ہے اور پھر یہ ایک سانس مارتا ہے جس سے اژدھے کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔

ظربان پرندوں کے شکار کی تلاش میں دیوار پر چڑھ جاتا ہے۔ پس جب یہ دیوار سے گرتا ہے تو اپنے پیٹ کو پھیلاتا ہے۔ پس گرنے کی وجہ سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ بسا اوقات ''اَلظَّرِبَان'' اونٹوں کے ریوڑ کے درمیان میں جا کر گوز مارتا ہے۔ پس اونٹ اس طرح بکھر جاتے ہیں جیسے چیچڑیوں کے مقام سے متفرق ہو جاتے ہیں۔ پس ایسی حالت میں چرواہا اپنے اونٹوں پر کنٹرول

نہیں کر پاتا۔ اسی لئے اہل عرب نے اسے "مفرق النعم" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ یہ جانور بلادِ عرب میں بکثرت پایا جاتا ہے۔
"والھجۃ" سے مراد اونٹوں کا ایسا ریوڑ ہے جس میں کم از کم سو اونٹ ہوں۔

الحکم ظربان کا گوشت بوجہ خبث استعمال کرنا حرام ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں "فَسَا بَیْنَھُم الظَّرُبَان" (پس ان کے درمیان ظربان نے گوز مارا) یہ مثل اس وقت استعمال کی جاتی ہے جب لوگ متفرق ہو جائیں۔ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

أَلاَ أَبْلِغَا قَیْسًا وَجُنْدَبَ أَنَّنِی ضَرَبْتُ كَثِیْرًا مضربَ الظَّرُبَانِ

"سن لو تم دونوں قیس اور جندب تک یہ پیغام پہنچا دو کہ بے شک میں نے قوم کے افراد کو جمع کر کے قتل کر دیا ہے۔"

اَلظَّلِیْمُ

"اَلظَّلِیْمُ" اس سے مراد نر شتر مرغ ہے۔ اس کا تفصیلی تذکرہ عنقریب انشاء اللہ "باب النون" میں آئے گا۔ اس کی کنیت کے لئے ابوالبیض، ابوثلاثین اور ابوصحاری کے الفاظ مستعمل ہیں۔ اس کی جمع "ظلمان" آتی ہے جیسے "ولید" کی جمع "ولدان" آتی ہے۔ زہیر نے کہا ہے کہ ؎

"من الظلمان جؤجؤہ ھواء" (ظلمان میں سے ہے جو بزدل ہے۔)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَیَطُوفُ عَلَیْھِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ" (اور ان کی خدمت کے لئے ایسے لڑکے دوڑتے پھر رہے ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے۔ سورۃ الدھر۔ آیت ۱۹) اسی طرح قضیب، قضبان، عریض، عرضان اور فصیل، فصلان بھی ظلمان کی طرح ہیں۔ ان تمام الفاظ کو سیبویہ نے بطور جمع نقل کیا ہے لیکن الولدان کا لفظ نقل نہیں کیا اور اس کے متعلق کہا ہے کہ یہ بہت کم استعمال ہوتا ہے۔ بعض اہل علم نے اس وزن پر قری کی جمع قریان اور سری کی جمع سریان اور خصی کی جمع خصیان نقل کی ہے۔

خاتمہ شتر مرغ کی آواز کو "عرار" (عین کے کسرہ کے ساتھ) کہا جاتا ہے۔ ابن خلکان وغیرہ نے کہا ہے کہ عرار بن عمرو بن شاس الاسدی کا نام بھی "عَارَ الْعَظِیْمُ عَرَارًا" (شتر مرغ نے آواز نکالی) سے ماخوذ ہے۔ عرار بن عمرو بن شاس اسدی کے متعلق ان کے والد محترم نے کہا ہے کہ ؎

أَرَادَتْ عِرَارًا بِالْھَوَانِ وَمَنْ یُرِدْ عِرَارًا لَعُمْرِی بِالْھَوَانِ فَقَدْ ظَلَمَ

"اس عورت نے عرار کے ساتھ حقارت کا ارادہ کیا اور جس نے عرار کے ساتھ حقارت کا ارادہ کیا مجھے میری عمر کی قسم اس نے ظلم کیا"

فَاِنَّ عِرَارًا اِنْ یَّكُنْ غَیْرَ وَاضِحٍ فَاِنِی اُحِبُّ الْجَوْنَ ذَا الْمَنْكِبِ الْعَمَمِ

"پس بے شک عرار حسین و جمیل نہیں ہے لیکن میں کامل العقل سیاہ رنگ کے آدمی کو پسند کرتا ہوں۔"

عرار کے والد کی ایک بیوی تھی جو اسی کے خاندان سے تھی لیکن عرار کی پیدائش ایک لونڈی کے بطن سے ہوئی تھی۔ تحقیق عرار اور اس کی سوتیلی ماں کے درمیان عداوت پیدا ہو گئی تھی۔ پس عرار کے والد عمرو نے صلح کی کوشش کی لیکن صلح نہیں ہو سکی۔ پس عرار کے والد

نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی۔ پھر اس کے بعد اپنے اس فعل پر نادم ہوا۔ عرار بہت فصیح اور عقلمند تھا۔ مہلب بن ابی صفرۃ نے کئی اہم معاملات میں عرار کو نمائندہ بنا کر حجاج بن یوسف ثقفی کے پاس بھیجا تھا۔ پس جب عرار قاصد کی حیثیت سے حجاج کے پاس گیا تو حجاج نے اس کو نہیں پہچانا اور اسے حقارت کی نظر سے دیکھا۔ پس جب عرار نے حجاج کے سامنے گفتگو کی تو اس کے کلام کی فصاحت کی بناء پر حجاج کو اس کی عظمت کا اندازہ ہوا۔ پس حجاج نے یہ اشعار پڑھے ؎

أَرَادَتْ عِرَارًا بِالْهَوَانِ وَمَنْ يُرِدْ عِرَارًا لَعُمْرِی بِالْهَوَانِ فَقَدْ ظَلَمْ

''اس عورت نے عرار کو رسوا کرنا چاہا اور جو عرار کو رسوا کرنا چاہے گا مجھے میری عمر کی قسم اس نے ظلم کیا۔''

پس عرار نے کہا ؎

أَيَّدَکَ اللّٰهُ أَنَا عِرَار'' فَأَعْجَبُ بِهٖ وَبِذٰلِکَ الاتِّفَاقْ

''اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے، میں ہی عرار ہوں۔ پس حجاج اس اتفاقی ملاقات پر متعجب ہوا۔''

علامہ دمیریؒ نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ یہ قصہ بھی اسی قصہ کے مشابہ ہے جسے ''دینوری'' نے ''مجالسۃ'' میں اور حریری نے ''الدرۃ'' میں نقل کیا ہے کہ عبید بن شریہ جرہمی نے تین سو سال زندگی پائی اور انہوں نے اسلام کا زمانہ پایا۔ پس وہ مسلمان ہوگئے اور حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ سے شام میں ملاقات کی اور اس وقت حضرت معاویہؓ خلیفہ بھی تھے۔ پس حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ کوئی عجیب واقعہ مجھے سناؤ جو تم نے دیکھا ہے۔ عبید بن شریہ نے کہا کہ ایک دن میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو میت کو دفن کرنے میں مصروف تھی۔ پس میں ان کی طرف گیا تو قبر کی سختی کے خیال سے میری آنکھیں آنسو بہانے لگیں۔ پس میں شاعر کے یہ اشعار پڑھنے لگا ؎

يَا قَلْبُ اِنَّکَ مِنْ أَسْمَاءِ مَغْرُوْر'' فَاذْکُرْ وَهَلْ يَنْفَعُکَ الْيَوْمَ تَذْکِيْر''

''اے دل بے شک تو اسماء کی جانب سے دھوکہ میں ہے۔ پس تو نصیحت حاصل کر اور کیا آج تجھے نصیحت نفع دے گی''

قَدْ بُحْتَ بِالْحُبِّ مَا تُخْفِيْهِ مِنْ أَحَدٍ حَتّٰی جَرَتْ لَکَ أَطْلَاقًا مَحَاضِيْر''

''تحقیق تو نے محبت کے راز کو ظاہر کر دیا ہے اور وہ کسی سے بھی پوشیدہ نہیں ہے یہاں تک کہ تیری محبت کی داستانیں گھوڑوں کی چال چل پڑیں۔''

فَلَسْتَ تَدْرِیْ وَمَا تَدْرِیْ اَعَاجِلُهَا اَدْنٰی لِرُشْدِکَ أَمْ مَا فِيْهِ تَاخِيْر''

''پس تجھے اب معلوم نہیں ہوسکتا اور نہ ہی آئندہ معلوم ہوسکے گا کہ دنیا کا قریبی زمانہ تیری ہدایت کیلئے قریب تر ہے یا یہ کہ جس میں تاخیر ہے وہ تیری ہدایت کیلئے بہتر ہے۔''

فَاسْتَقْدِرُ اللّٰهَ خَيْرًا وَارْضِيَنَّ بِهٖ فَبَيْنَمَا الْعُسْرِ اِذْ دَارَتْ مَيَاسِيْر''

''پس تو اللہ سے بھلائی کا طلبگار رہ اور اس پر راضی رہ کیونکہ تنگی کی حالت میں''

وَبَيْنَمَا الْمَرْءُ فِی الْأَحْيَاءِ مُغْتَبِطُ اِذْ هُوَ الرَّمْسُ تَعْفُوْهُ الْأَعَاصِيْر''

''اور اس دوران کہ آدمی زندوں میں خوش وخرم ہوتا ہے لیکن تیز آندھیاں اس کی قبر کے نشانات بھی ختم کر دیتی ہیں۔''

يَبْكِي الغَرِيْبُ عَلَيْهِ لَيْسَ يَعْرِفُهُ وَ ذُو قَرَابَتِهٖ فِي الحَيِّ مَسْرُوْر''

''پردیسی اس پر روتا ہے حالانکہ وہ اس سے واقف بھی نہیں ہوتا اور اس کا رشتہ دار خاندان میں خوش ہوتا ہے۔''

عبید بن شریہ نے کہا ہے کہ مجھے ایک شخص نے کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ اشعار کس نے کہے ہیں؟ میں نے کہا اللہ کی قسم میں اس کے متعلق نہیں جانتا۔ پس اس آدمی نے کہا کہ یہ اشعار اسی مردہ کے ہیں جسے ہم نے ابھی قبر میں دفن کیا ہے اور تو مسافر ہے جو اس کی موت پر آنسو بہا رہا ہے حالانکہ تو اس سے واقف بھی نہیں ہے اور وہ شخص جو اس مردے کو قبر میں اتار کر باہر نکلا ہے وہ مرنے والے کا قریبی رشتہ دار ہے اور وہ اس کی موت پر بہت خوش ہے۔ عبید بن شریہ کہتے ہیں کہ میں ان اشعار کو سن کر بہت خوش ہوا اور میں نے کہا ''اِنَّ الْبَلاَ ءَ مُوَ كَّلٌ بِالْمُنْطَقِ'' (بے شک مصیبت زبان کے سپرد ہے) پس اس کے بعد یہ مثل بن گئی۔ پس امیر معاویہؓ نے عبید بن شریہ سے فرمایا کہ تحقیق تو نے عجیب واقعہ دیکھا ہے۔ پس شعر کہنے والا مردہ کون تھا۔ عبید بن شریہ نے کہا کہ اس کا نام عشیر بن لبید عذری تھا۔

باب العین المھملۃ

اَلْعَاتِقُ

''اَلْعَاتِقُ'' جوہری نے کہا ہے کہ اس سے مراد پرندے کا وہ بچہ ہے جو اڑنے کے قابل بچہ سے قدرے بڑا ہو۔ کہا جاتا ہے کہ ''أَخَذْتُ فَرْخَ قَطَاةٍ عَاتِقًا'' (میں نے اڑنے کے قابل قطاۃ کے بچہ کو پکڑ لیا) ابن سیدہ نے کہا ہے کہ ''عاتق'' سے مراد قطاۃ کا وہ بچہ ہے جس کے پہلے بال و پر گر کر نئے بال و پر اگنے لگے ہوں۔ بعض اہل علم کے نزدیک عاتق سے مراد کبوتر کا نوعمر اور ناتواں بچہ ہے۔ اس کی جمع کے لئے عواتق کا لفظ مستعمل ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں ''اَلْفَرَسُ الْعَتِیْق'' (عمدہ شریف النسل گھوڑا) عتیق کا معنی عمدہ اور حسین و جمیل ہے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے ''اِمْرَأَۃٌ عَتِیْقَۃٌ'' (حسین و جمیل معزز عورت)۔

صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سورۂ بنی اسرائیل' کہف' مریم' طٰہٰ اور سورۂ انبیاء کے متعلق فرماتے تھے کہ سورتیں عتاق اول اور میرا سرمایہ ہیں۔

عتاق سے مراد عتیق کی جمع ہے۔ اہل عرب ہر اس چیز کے لئے ''عتیق'' کا لفظ بولتے تھے جو عمدگی میں اعلیٰ مقام پر پہنچ جائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ قرآن کریم کی دوسری سورتوں پر ان سوتوں کی فضیلت بیان کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ان سورتوں میں قصص انبیاء کرام کی خبریں اور دیگر امتوں کی خبریں مذکور ہیں۔ ''اَلتِّلَادُ'' سے مراد قدیم مال ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ لفظ ''التلاد'' بول کر اس بات کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ یہ سورتیں اسلام کے دورِ اول میں سب سے پہلے نازل ہوئی ہیں کیونکہ یہ سب سورتیں مکی ہیں اور دوسری سورتوں سے پہلے ان سورتوں کو حفظ کیا گیا اور ان کی تلاوت کی گئی ہے۔

اَلْعَاتِکُ

''اَلْعَاتِکُ'' اس سے مراد گھوڑا ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''اَلْعَوَاتِکُ'' کا لفظ مستعمل ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ

نُتْبِعُھُمْ خَیْلًا لَنَا عَوَاتِکَا فِی الْحَرْبِ جُرْدًا تَرْکَبُ الْمَھَالِکَا

''ہم ان کے گھوڑوں کا پیچھا کرتے ہیں اور اپنے گھوڑوں کے ذریعے میدان جنگ میں ہلاکتوں پر سوار ہوتے ہیں''

فائدہ عبدالباقی بن قانع اپنی معجم میں اور حافظ ابو طاہر احمد بن محمد احمد سلفی نے حدیث سیابۃ بن عاصم نقل کی ہے۔ سیابۃ بن عاصم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔ حضرت سیابۃ بن عاصمؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے یوم حنین میں فرمایا میں قبیلہ سلیم کی عواتک کا فرزند ہوں۔ ''سلیم العواتک'' سے مراد قبیلۂ سلیم کی تین عورتیں ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی امہات میں شامل ہیں۔ ان میں سے ایک عاتکہ بنت ہلال بن فالج بن ذکوان سلمیہ ہیں جو عبدمناف بن قصی کی ماں ہیں۔ دوسری عاتکہ بن مرہ بن ہلال بن فالج سلمیہ ہیں جو ہاشم بن عبدمناف کی ماں ہیں۔ تیسری عاتکہ بن اوقص بن مرہ بن ہلال سلمیہ ہیں جو نبی اکرم ﷺ کی

والدہ محترمہ حضرت آمنہ کے والد وہب کی ماں ہیں۔ پس ان عواتک میں سے پہلی یعنی عاتکہ بنت ہلال پھوپھی ہیں عاتکہ بنت مرہ کی اور عاتکہ بنت مرہ پھوپھی ہیں عاتکہ بنت اوقص کی۔ بنوسلیم اس رشتہ پر فخر کیا کرتے تھے۔ بنوسلیم کے لئے اور بھی بہت سی باتیں قابل فخر ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ فتح مکہ کے دن بنوسلیم کے ایک ہزار افراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہوئے تھے۔ دوسری قابل فخر بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن تمام جھنڈوں سے آگے بنوسلیم کے جھنڈے کو کیا جو سرخ رنگ کا تھا۔ تیسری قابل فخر بات بنوسلیم کے لئے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں کوفہ' شام' بصرہ اور مصر کے رہنے والوں کو خطوط لکھے کہ تم میں سے جو سب سے افضل آدمی ہے اس کو میرے پاس بھیجو۔ پس اہل کوفہ نے عتبہ بن فرقد سلمی کو' اہل شام نے ابو الاعور سلمی کو' اہل بصرہ نے مجاشع بن مسعود سلمی کو اور اہل مصر نے معن بن یزید سلمی کو حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا۔ محدثین کی ایک جماعت کے نزدیک فتح مکہ کے دن بنوسلیم کے افراد کی تعداد ایک ہزار تھی لیکن صحیح بات یہی ہے کہ بنوسلیم کے لوگ فتح مکہ کے دن صرف نو سو کی تعداد میں حضورؐ کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ کیا تم میں کوئی شخص ایسا ہے جو فضیلت و مرتبہ میں سو آدمیوں کے برابر ہو جائے اور تمہاری تعداد ایک ہزار پوری ہو جائے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں پس بنوسلیم نے ضحاک بن سفیان کو پیش کیا۔ نیز ضحاک بن سفیان بنوسلیم کے سردار تھے۔

عتاق الطیر

''عتاق الطیر'' اس سے مراد شکاری پرندے ہیں' جوہری کا یہی قول ہے۔

اَلْعِتْلَۃُ

''اَلْعِتْلَۃُ'' اس سے مراد وہ اونٹنی ہے جسے کوئی بھی نہیں چھیڑتا اور وہ ہمیشہ فربہ رہتی ہے۔ ابونصر کی یہی رائے ہے۔ عنقریب انشاء اللہ ''باب النون'' میں لفظ ''الناقۃ'' کے تحت اس کا تفصیلی ذکر آئے گا۔

العاضہ و العاضھة

''العاضہ و العاضھة'' اس سے مراد سانپ کی ایک قسم ہے جس کے ڈسنے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ تحقیق باب الحاء میں ''الحیۃ'' کے تحت اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

اَلْعَاسِلُ

''اَلْعَاسِلُ'' اس سے مراد بھیڑیا ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''العسل'' اور العواسل کے الفاظ مستعمل ہیں۔ اس کی مونث عسلی آتی ہے۔ تحقیق لفظ ''الذئب'' کے تحت ''باب الذال'' میں اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

العاطوس

''العاطوس '' اس سے مراد ایک چوپایہ ہے جس سے بدشگونی لی جاتی ہے۔ عنقریب انشاء اللہ باب الفاء میں ''الفاعوس'' کے تحت اس کا تذکرہ آئے گا۔

اَلْعَافِیَۃُ

''اَلْعَافِیَۃُ'' سے مراد ہر طالب رزق ہے خواہ وہ انسان ہو' چوپائے ہوں یا پرندے ہوں۔ یہ لفظ عفا' یعفو' عفوۃ سے ماخوذ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ''اِذَا اَتَیْتَہٗ تَطْلُبُ مَعْرُوْفَہٗ '' (تو اس کے پاس نیکی کا طالب بن کر آیا)۔

فائدہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ جس شخص نے مردہ یعنی بنجر زمین کو زندگی دی یعنی کاشت کے قابل بنایا۔ پس وہ زمین اسی کے لئے ہے اور اس زمین کی پیداوار میں جو چیز عافیہ کھالے تو وہ اس شخص کے لئے صدقہ ہے۔ ایک روایت میں عافیۃ کی بجائے العوافی کا لفظ مذکور ہے اور یہ عافیہ کی جمع ہے۔ اس حدیث کو امام نسائیؒ اور امام بیہقی نے نقل کیا ہے۔ ابن حبان نے اس کو جابر بن عبداللہؓ کی روایت سے صحیح قرار دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ مدینہ کو بھلائی پر چھوڑو گے اور اس میں نہیں آئیں گے مگر عوافی۔ راوی کہتے ہیں کہ ''العوافی'' سے حضورؐ کی مراد درندے اور پرندے ہیں جو رزق کے طالب ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا پھر قبیلہٗ مزینہ کے دو چرواہے مدینہ کا قصد کر کے اپنی بکریوں کو آواز دیتے ہوئے نکلیں گے۔ پس وہ ان بکریوں کو غیر مانوس اور وحشی پائیں گے یہاں تک کہ جب یہ دونوں چرواہے ثنیۃ الوداع تک پہنچیں گے تو منہ کے بل گر پڑیں گے۔ (رواہ المسلم)

امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ مختار مسلک کے مطابق یہ ترک مدینہ آخری زمانہ میں اس وقت ہوگا جب قیامت کے آثار رونما ہوں گے۔ قبیلہ مزینہ کے دو چرواہوں کا مدینہ کو چھوڑنے کا قصہ امام بخاریؒ نے بھی بیان کیا ہے اور کتاب بخاری میں مذکور ہے کہ دونوں چرواہے منہ کے بل گر پڑیں گے جب قیامت ان کو پالے گی اور سب سے آخر میں ان دونوں کا حشر ہوگا۔ قاضی عیاضؒ نے فرمایا ہے کہ یہ واقعہ زمانہ اول میں رونما ہو چکا ہے اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے۔ پس تحقیق مدینہ منورہ کو بھلائی کی حالت میں اس وقت چھوڑا جا چکا ہے جس وقت خلافت مدینہ منورہ سے شام اور عراق منتقل کی گئی اور یہ وقت دین اور دنیا کے لحاظ سے سب سے بہترین وقت تھا۔ دینی اعتبار سے اس لئے کہ مدینہ منورہ میں علماء بکثرت موجود تھے اور دنیوی اعتبار سے اس لئے کہ مدینہ منورہ کی عمارت اور کھیتی بہت اچھی تھی اور مدینہ کے رہنے والے بہت خوشحال تھے۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ مؤرخین نے مدینہ منورہ میں رونما ہونے والے بعض فتنوں کے متعلق بیان کیا ہے کہ مدینہ کے لوگ اس بات سے خوفزدہ ہوگئے کہ اس کے اکثر باشندے مدینہ سے کوچ کر گئے اور اس کے تمام پھل یا اکثر پھل عوافی کیلئے رہ گئے۔ پھر کچھ مدت ہی گزری تھی کہ مدینہ کے لوگ واپس لوٹ آئے۔

قاضی عیاضؒ نے فرمایا ہے کہ آج کے حالات اس کے زیادہ قریب ہیں کیونکہ مدینہ منورہ کے اطراف ویران ہو چکے ہیں۔

اَلْعَائِذُ

''اَلْعَائِذُ'' اس سے مراد وہ اونٹنی ہے جس کے ہمراہ اس کا بچہ بھی ہو۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اونٹنی جب بچہ جنتی ہے تو اس کے بعد بچہ کے طاقتور ہونے تک ''اَلْعَائِذُ'' ہی کہلاتی ہے۔

حدیث شریف میں ''اَلْعَائِذُ'' کا تذکرہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قتال کرنے کے لئے نکلے اور ان کے ساتھ تازہ بیائی ہوئی اونٹنیاں تھیں ''العوذ'' العائذ کی جمع ہے۔ حدیث میں مذکور ''العوذ المطافیل'' کا معنی یہ ہے کہ قریش دودھ والی اونٹنیوں کو اپنے ہمراہ لائے تھے تاکہ دودھ کو زادراہ کے طور پر استعمال کریں اور میدان جنگ سے اس وقت تک واپس نہ ہوں جب تک اپنے فاسد گمان کے مطابق (نعوذ باللہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو قتل نہ کر دیں۔

''نہایت الغریب'' میں مذکور ہے کہ ''العوذ المطافیل'' سے مراد عورتیں اور بچے ہیں۔ اونٹنی کو ''العائذ'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ اگرچہ اس کے ہمراہ اس کا بچہ ہی ہوتا ہے لیکن یہ اپنے بچے پر حسد سے زیادہ مہربان ہوتی ہے جیسے اہل عرب کہتے ہیں ''تِجَارَةٌ رَابِحَةٌ'' (نفع بخش تجارت) اسی طرح کہتے ہیں ''عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ'' (عیش وعشرت کی زندگی) یعنی نیک وپاکیزہ زندگی۔

العبقص والعبقوص

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک چوپایہ ہے۔

اَلْعُتُرُفَانُ

''اَلْعُتُرُفَانُ'' اس سے مراد مرغ ہے۔ تحقیق لفظ ''الدیک'' کے تحت ''باب الدال'' میں اس کا تفصیلی ذکر ہو چکا ہے۔ عدی بن زید نے کہا ہے کہ

ثَلَاثَةَ اَحْوَالٍ وَ شَهْرًا مُحَرَّمًا   أَقْضٰى كَعَيْنِ الْعُتُرُفَانِ الْمُحَارَبِ

''تین سال اور ایک مہینہ جس میں جنگ حرام ہے وہ فیصلہ کرنے میں جنگجو مرغ سے بھی زیادہ جلد باز ہے''

اَلْعُتُودُ

''اَلْعُتُودُ'' اس سے مراد بکری کے بچے ہیں جبکہ وہ قوی ہو جائیں اور چارہ وغیرہ کھانے لگیں۔ اس کی جمع کے لئے أَعْتِدَةٌ'' اور عُدَّان'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔ لفظ عُدَّان'' اصل میں عتدان تھا۔ پس تاء کو دال میں مدغم کرنے سے ''عدان'' ہو گیا ہے۔

حدیث شریف میں ''عتود'' کا تذکرہ حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے درمیان بکریاں تقسیم فرما رہے تھے تو مجھے بھی ایک بکری دی اور آخر میں ایک بکری کا بچہ باقی بچ گیا۔ پس آپؐ نے فرمایا کہ تو اس کو (قربانی کے لئے) ذبح کر لے۔ (رواہ مسلم)

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ امام بیہقیؒ "اور ہمارے تمام اصحاب کے نزدیک بکری کے بچہ کو قربانی کے لئے ذبح کرنے کی رخصت صرف عقبہ بن عامرؓ کے لئے ہی خاص ہے جیسا کہ ابو بردہ ہانی بن نیار بلوی کے لئے تھی۔ امام بیہقیؒ نے روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ بن عامرؓ سے فرمایا کہ اس بکری کے بچے کو (قربانی کے لئے) ذبح کرلو لیکن تمہارے بعد کسی کے لئے اس میں رخصت نہیں ہے۔ سنن ابو داؤد میں مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن خالد کو بھی اس میں رخصت نہیں ہے۔ سنن ابو داؤد میں مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن خالد کو بھی اس میں رخصت دی تھی۔ پس اس لحاظ سے تین افراد کو (قربانی کے لئے) بکری کا بچہ ذبح کرنے کی رخصت خصوصی طور پر نبی اکرمؐ نے عطا فرمائی۔ (۱) حضرت ابو ہریرہؓ (۲) حضرت عقبہ بن عامرؓ (۳) حضرت زید بن خالدؓ۔

اَلْعُثَّۃُ

"اَلْعُثَّۃُ" اس سے مراد ایسا کیڑا ہے جو کپڑوں اور اون کو کھا جاتا ہے۔ اس کی جمع کے لئے "عُثٌ" اور "عُثَثٌ" کے الفاظ مستعمل ہیں۔ یہ کیڑا اون میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ محکم میں مذکور ہے کہ "اَلْعُثَّۃُ" سے مراد ایسا کیڑا ہے جو کچے چمڑے کے ساتھ چمٹ جاتا ہے اور اس سے کھا جاتا ہے۔

یہ قول ابن اعرابی کا ہے۔ ابن درید نے کہا ہے کہ "اَلْعُثَّۃُ" بغیر ھاء کے یعنی عُثٌ ہے اور یہ کیڑا اون میں پایا جاتا ہے۔ ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ یہ کیڑا پکائے ہوئے چمڑے کو کھا جاتا ہے اور یہ دیمک کے مشابہ ہوتا ہے۔ جوہری نے کہا ہے "العثۃ" سے مراد وہ کیڑا ہے جو اون کو چاٹتا ہے۔

الحکم اس کیڑے کا کھانا حرام ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں کہ "عُثَیْثَۃٌ تَقْرَمُ جِلْدًا اَمْلَسَ" (ایسا کیڑا جو نرم و ملائم چمڑے کو کھا جاتا ہے) یہ مثال اس شخص کے لئے دی جاتی ہے جو کسی ایسی شے پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرے جس پر وہ قادر نہیں ہے۔ یہ مثال احنف بن قیس نے حارثہ بن زید کے لئے دی تھی جبکہ اس نے حضرت علیؓ سے یہ درخواست کی تھی کہ اسے حکومت میں شامل کرلیا جائے لیکن "الفائق" میں مذکور ہے کہ احنف نے یہ مثال اس شخص کے لئے دی تھی جس نے اس کی ہجو کی تھی جیسا کہ کہا گیا ہے ؎

فَاِنْ تَشْتِمُوْنَا عَلٰی لُوْمِکُمْ — فَقَدْ تَقْرَمُ الْعُثُ مَلْسَ الْاَدَم

"پس اگر تم ہمیں اپنی ملامت پر گالی دیتے ہو تو کیڑا نرم و ملائم چمڑے کو کاٹنے کی جد و جہد کرتا ہے"

اَلْعُثْمُثْمَۃُ

"اَلْعُثْمُثْمَۃُ" اس سے مراد شدید قوت والی اونٹنی ہے۔ مذکر کے لئے عُثْمُثْم کا لفظ مستعمل ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ اس سے مراد شہد ہے۔ نیز جوہری نے کہا ہے کہ شیر کو ثقل وطی کی بناء پر "عُثْمُثْم" کہا جاتا ہے۔ راجز نے کہا ہے کہ خَبَعْثَنٌ مَشْیَتُہٗ عُثْمُثْم

اَلْعُثْمَانُ

''اَلْعُثْمَانُ''(عین کے ضمہ اور ثا کے سکون کے ساتھ)اس سے مراد سرخاب کے بچے' اژدھا کے بچے اور سانپ کے بچے ہیں نیز سانپ کو''اَلْعُثْمَانُ '' کہا جاتا ہے۔

العثوثج

''العثوثج ''اس سے مراد فربہ اونٹ ہے۔

اَلْعُجْرُوْفُ

''اَلْعُجْرُوْفُ ''(عین کے ضمہ کے ساتھ)اس سے مراد ایک لمبی ٹانگوں والا کیڑا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد وہ چیونٹی ہے جس کی ٹانگیں لمبی ہوتی ہیں۔

اَلْعِجْلُ

''اَلْعِجْلُ'' گائے کے بیٹے یعنی بچھڑے کو کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع ''عجاجیل ''آتی ہے اور مونث ''عجلة'' آتی ہے۔ نیز ''بَقْرَةٌ مُعْجَلَة ''ایسی گائے کو کہا جاتا ہے جس کے ساتھ بچھڑا بھی ہو یعنی بچھڑے والی گائے۔

فائدہ کہا جاتا ہے کہ بچھڑے کیلئے ''عجل ''کا لفظ اس لئے مستعمل ہے کہ بنی اسرائیل نے گائے کے ایک سالہ بچھڑے کی پرستش میں عجلت سے کام لیا تھا اور بنی اسرائیل نے چالیس دن تک گائے کے ایک سالہ بچھڑے کی پرستش کی تھی۔ پس اس جرم کی وجہ سے بنی اسرائیل چالیس سال تک مقام ''تیہ'' میں مبتلائے عذاب رہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایک دن کے مقابلہ میں بنی اسرائیل کیلئے ایک سال بطور سزا تجویز فرمایا۔ ابو منصور دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت حذیفہ بن یمان کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر امت کے لئے ایک ''عجل'' یعنی ایک سالہ بچھڑا ہے اور اس امت کا ''عجل'' (ایک سالہ بچھڑا) دینار و درہم ہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے بچھڑے کی ساخت سونے اور چاندی کے زیورات کی تھی۔ جوہریؒ اور دیگر اہل علم کا یہ قول ہے کہ بنی اسرائیل نے جس ایک سالہ بچھڑے کی پرستش کی تھی اس کا جسم سونے کا تھا اور اس کا رنگ سرخ تھا۔

گائے کے ایک سالہ بچھڑے کی عبادت کا سبب بنی اسرائیل کا ایک سالہ بچھڑے کی پرستش کا سبب یہ ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے تیس دن کی مدت معین کی تھی۔ پھر اس کی تکمیل کیلئے دس دن کا اضافہ فرمایا تھا۔ پس جب

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور آل فرعون کی ہلاکت کے بعد دسویں دن بنی اسرائیل کو دریائے قلزم عبور کر کے آگے لے کر بڑھے تو ان کا گزر ایسی قوم پر ہوا جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر گائے کی شکل کے بتوں کی پرستش کر رہے تھے۔ ابن جریجؒ نے فرمایا ہے کہ یہ گائے کے ایک سالہ بچھڑے کی پرستش کا نقطۂ آغاز ہے۔ پس بنی اسرائیل نے جب اس قوم کو گائے کی شکل کے بتوں کی پوجا کرتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے اے موسیٰ ہمارے لئے بھی اسی طرح کا ایک معبود بنایئے تاکہ ہم لوگ بھی اس کی عبادت کریں جیسے ان کے لئے ایک معبود ہے۔ بنی اسرائیل کی شکایت عقیدہ وحدانیت میں کمزوری یا شک نہیں تھا بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ اے موسیٰ ہمارے لئے کوئی ایسی چیز تیار کیجئے جس کی ہم تعظیم کریں اور اس کی تعظیم کے ذریعے ہم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرسکیں۔ نیز بنی اسرائیل کا خیال تھا کہ ان کا یہ عقیدہ دین کو نقصان نہیں پہنچاتا اور بنی اسرائیل کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس قسم کا سوال کرنا جہالت کی وجہ سے تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے'' اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ '' (بے شک تم ایک جاہل قوم ہو)۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے وعدہ کیا تھا کہ جب آپ مصر میں مقیم تھے کہ اللہ تعالیٰ جب ان کے دشمنوں کو ہلاک کردے گا تو انہیں ایسی کتاب عطا فرمائے گا جس میں دینی و دنیوی معاملات کا دستور العمل ہوگا۔ پس جب بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کے ظلم وستم سے نجات دے دی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے اس کتاب کے متعلق سوال کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تیس دن کے روزے رکھنے کا حکم دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے کسی درخت کی چھال کو کھا لیا تھا۔ پس فرشتوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ کے منہ سے جو مشک کی خوشبو آتی تھی وہ آپ نے مسواک کر کے ختم کردی ہے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس روزے مزید رکھے اور اس دس یوم کے اضافہ کی مدت میں ہی ایک سالہ بچھڑے کی عبادت کا ظہور ہوا جس کا بانی سامری تھا۔ یہ شخص ایسی قوم سے تعلق رکھتا تھا جو گائے کی پوجا کرتی تھی اور سامری بظاہر مسلمان ہوگیا تھا لیکن اس کے دل میں گائے کی محبت موجود تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے سامری کے ذریعے بنی اسرائیل کو آزمائش میں ڈال دیا۔ پس سامری جس کا نام موسیٰ بن ظفر تھا نے بنی اسرائیل کو کہا کہ سونے اور چاندی کے زیورات میرے پاس لے آؤ۔ پس بنی اسرائیل نے اپنے اپنے زیورات سامری کے پاس جمع کردیئے۔ پس سامری نے ان زیورات کو پگھلا کر بچھڑے کا ایک قالب ڈھال لیا جس میں آواز تھی اور اس میں ایک مٹھی کے برابر وہ مٹی ڈال دی جو اس نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدم کے نیچے سے دریا عبور کرتے وقت اٹھالی تھی۔ پس اس مٹی کے ڈالتے ہی بچھڑے کے اندر گوشت پیدا ہوگیا اور وہ گائے کی طرح بولنے لگا۔ حضرت ابن عباسؓ، حسنؒ، قتادہؒ اور اکثر مفسرین کا یہی قول ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ تفسیر بغوی وغیرہ میں مذکور ہے۔

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ یہ ایک سالہ بچھڑا محض سونے کا ایک قالب تھا اور اس میں روح نہیں تھی اور اس سے ایک آواز سنائی دیتی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایک سالہ بچھڑا صرف ایک مرتبہ بولا تھا اور اس کی آواز سنتے ہی بنی اسرائیل کی پوری قوم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس کی عبادت میں مصروف ہوگئی اور وہ تمام لوگ وجد وسرور میں بچھڑے کے اردگرد رقص کرنے لگے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بچھڑا بہت کثرت سے بولتا رہتا تھا اور جب یہ بچھڑا بولتا تھا تو لوگ اس کو سجدہ کرتے تھے اور جب یہ خاموش ہوجاتا تھا تو لوگ سجدہ سے اپنے سر اٹھالیتے تھے۔ وہبؒ نے فرمایا ہے کہ اس ایک سالہ بچھڑے کی آواز تو سنائی دیتی تھی لیکن وہ حرکت نہیں کرسکتا تھا۔ سدیؒ نے

فرمایا ہے کہ یہ ایک سالہ بچھڑا بولتا بھی تھا اور چلتا بھی تھا۔ ''اَلْجَسَدُ'' سے مراد انسان کا بدن ہے اور اجسام مغتذ یہ میں سے انسان کے علاوہ کسی کے لئے ''الجسد' کا لفظ نہیں کہا گیا اور جنات کے لئے بھی ''اَجْسَادٌ'' کا لفظ مستعمل ہے۔ پس بنی اسرائیل کا ایک سالہ بچھڑا ایک قالب تھا جو آواز نکالتا تھا جیسے پہلے گزر چکا ہے اور وہ بچھڑا نہ کھاتا تھا اور نہ پیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ'' (اور ڈال دی گئی ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت) اس سے مراد ایک سالہ بچھڑے کی محبت ہے جو بنی اسرائیل کے دلوں میں پیوست ہوگئی تھی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے متعلق فرمایا ہے ''فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ'' (پس وہ آیا ایک فربہ تلے ہوئے بچھڑے۔ کے ساتھ) حضرت قتادہؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مال کا اکثر حصہ گائے وغیرہ پر مشتمل تھا۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمانوں کے اکرام کی خاطر ایک فربہ بچھڑا تل کر ان کے سامنے پیش کیا۔ قرطبیؒ نے فرمایا ہے کہ بعض لغات میں ''عجل'' کے معنی ''شَاةٌ'' (بکری) مذکور ہیں۔ قشیری سے بھی اسی طرح کا قول منقول ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام مہمان نواز تھے۔ پس آپ نے مہمانوں کی ضیافت کے لئے اپنی جائداد کا ایک حصہ وقف کر رکھا تھا جس کے ذریعے آپ قوم و مذہب کی تفریق کئے بغیر تمام لوگوں کی ضیافت کیا کرتے تھے۔ عون بن شداد نے کہا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس بچھڑے پر اپنا باز و پھیرا تو وہ بچھڑا زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ وہ اپنی ماں سے جا ملا۔

قاضی ابن قریعہ کے متعلق حکایت قاضی محمد بن عبدالرحمٰن جو کہ ابن قریعہ کے نام سے مشہور تھے ان کی وفات ۳۳۰ ھ میں ہوئی۔ ان کے محاسن میں سے ایک یہ ہے کہ عباس بن معلیٰ کاتب نے ان کی طرف خط لکھا کہ قاضی صاحب کیا فرماتے ہیں اس یہودی کے متعلق جس نے ایک نصرانی عورت سے زنا کیا جس کے نتیجہ میں اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا جس کا جسم انسان کے جسم کی طرح ہے اور اس کا چہرہ بیل کے چہرہ کی طرح ہے۔ نیز یہودی مرد اور نصرانی عورت کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔ پس قاضی محمد بن عبدالرحمٰن نے فوراً جواب تحریر کیا کہ یہ یہودیوں کے ملعون ہونے کی کھلی شہادت ہے کیونکہ ان کے دلوں میں ایک سالہ بچھڑے کی محبت موجود ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ یہودی کے سر پر بچھڑے کے سر کی کھال چڑھادی جائے اور پھر یہودی کو نصرانیہ عورت کی گردن سے باندھ کر ان دونوں کو زمین پر گھسیٹا جائے اور منادی کرادی جائے کہ ''ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ'' (اوپر نیچے اندھیرے ہی اندھیرے ہیں) والسلام۔

فائدہ قرطبیؒ نے ابوبکر طرطوشیؒ سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ان سے ایسے لوگوں کے متعلق سوال کیا گیا جو کسی جگہ جمع ہوتے ہیں اور قرآن کریم کا کچھ حصہ پڑھتے ہیں پھر اشعار کہتے ہیں اور پھر رقص کرتے ہیں اور دف بجاتے ہیں۔ کیا ان لوگوں کی مجالس میں شرکت حلال ہے یا حرام؟ پس ابوبکر طرطوشیؒ نے جواب دیا کہ اکابر صوفیاء کا مذہب یہ ہے کہ یہ بات غلط ہے اور جہالت و گمراہی ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ میری رائے یہ ہے کہ طرطوشیؒ کا جواب اس طرح تھا کہ صوفیاء کا مسلک غلط ہے اور جہالت و ضلالت پر مبنی ہے اور رہا اسلام تو وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا نام ہے اور رہا رقص و وجد تو یہ سب سے پہلے سامری کے ساتھیوں نے کیا تھا جب سامری نے ان کے لئے ایک بچھڑا بنایا تھا جو بولتا تھا تو وہ تمام لوگ اس بچھڑے کے اردگرد رقص کرتے تھے اور وجد کرتے تھے۔ پس رقص و وجد کرنا کفار کا دین ہے اور ایک سالہ بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کا

طریقہ ہے۔ نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں صحابہ کرامؓ کی کیفیت یہ ہوتی تھی کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں یعنی نہایت ادب کے ساتھ صحابہ کرامؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھتے تھے۔

پس بادشاہ اور اس کے امراء کیلئے ضروری ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو مساجد میں آنے سے روکیں اور کسی ایسے شخص کے لئے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے ان لوگوں کی مجالس میں شرکت حلال نہیں ہے اور مومن کے لئے ایسے اشخاص کی اعانت بھی جائز نہیں ہے۔امام مالکؒ ،شافعیؒ ،ابوحنیفہؒ ،احمدؒ وغیرہ اور جملہ ائمہ مسلمین کا یہی مسلک ہے۔

فائدہ روایت کی گئی ہے کہ بنی اسرائیل میں (عامیل نامی) ایک مالدار آدمی تھا جس کا ایک بھتیجا تھا جو فقیر تھا اور اس بھتیجے کے علاوہ اس کا اور کوئی وارث نہیں تھا۔ پس جب اس شخص کی موت میں بہت دیر ہوگئی تو بھتیجے نے اپنے چچا کو قتل کر دیا تا کہ اس کے مال کا وارث بن جائے اور اس کی لاش دوسرے گاؤں کے پاس ڈال دی۔ پھر جب صبح ہوئی تو اپنے چچا کے خون کا مدعی ہوا اور بستی کے چند افراد کو لے کر موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان پر اپنے چچا کے قتل کا دعویٰ کر دیا۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے ان افراد سے قتل کے متعلق پوچھا۔ پس ان سب نے انکار کر دیا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام پر مقتول کا معاملہ مشتبہ رہا۔ کلبیؒ نے کہا ہے کہ یہ واقعہ تورات میں تقسیم میراث کا حکم نازل ہونے سے پہلے پیش آیا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لوگوں نے درخواست کی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تا کہ وہ ان کے لئے مقتول کا معاملہ واضح فرمائے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ بنی اسرائیل کو اس بات سے آگاہ فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو حکم دیتا ہے کہ وہ گائے کو ذبح کریں۔

روایت کی گئی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک نیک آدمی تھا جس کا ایک لڑکا تھا اور اس صالح آدمی کے پاس ایک بچھیا بھی تھی۔ پس وہ شخص اس بچھیا کو ایک دن جنگل میں لے گیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے اللہ میں اس بچھیا کو تیرے حوالے کرتا ہوں تا کہ یہ میرے بیٹے کے کام آئے۔ یہاں تک کہ وہ بڑا ہو جائے۔ پس اس نیک آدمی کا انتقال ہوگیا اور وہ بچھیا جسے اس نے جنگل میں چھوڑا تھا جوان ہوگئی۔ پس یہ بچھیا جب بھی کسی شخص کو اپنے قریب دیکھ لیتی تو اس سے دور بھاگ جاتی۔ پس جب اس نیک شخص کا بیٹا بڑا ہو گیا تو وہ اپنی ماں کا بہت فرماں بردار نکلا۔ اس لڑکے نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ وہ رات کے ایک حصہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اور ایک حصہ میں آرام کرتا تھا اور ایک حصہ میں اپنی والدہ کے سر کے پاس بیٹھ جاتا تھا تا کہ اس کی خدمت کر سکے۔

پس جب صبح ہوتی تو وہ جنگل کی طرف جاتا اور وہاں سے لکڑیاں اکٹھی کرتا اور انہیں اپنی پیٹھ پر اٹھا کر بازار میں لاتا اور انہیں فروخت کر کے حاصل شدہ رقم کو تین حصوں میں تقسیم کر دیتا۔ پس وہ رقم کا ایک حصہ صدقہ کرتا۔ ایک حصہ اپنے کھانے پینے میں خرچ کرتا اور ایک حصہ اپنی والدہ کو دے دیتا تھا۔ پس ایک دن اس کی ماں نے اس سے کہا کہ بے شک تیرے باپ نے وراثت میں ایک بچھیا چھوڑی تھی اور اس کو اللہ کے حوالے کر کے فلاں جنگل میں چھوڑ دیا تھا۔ پس تم وہاں جاؤ اور حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام کے معبود سے دعا مانگو کہ وہ اس بچھیا کو تمہاری طرف لوٹا دے۔ اس بچھیا کی پہچان یہ ہے کہ جب تم اس کو دیکھو گے تو اس کی کھال سے سورج جیسی شعاعیں نکلتی ہوئی معلوم ہوں گی اور اس بچھیا کا نام اس کی خوبصورتی اور زردی کے باعث مذہبۃ (سنہری) پڑ گیا تھا۔ پس وہ لڑکا جنگل میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ وہ بچھیا ۔۔۔ پس وہ لڑکا چلا کر کہنے لگا کہ اے بچھیا میں تجھے

حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام کے معبود کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تو میرے پاس چلی آ۔ پس وہ بچھیا دوڑتی ہوئی آئی۔ یہاں تک کہ اس لڑکے کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ پس لڑکے نے اس کی گردن کو پکڑ لیا اور اس کو ہنکاتا ہوا گھر کی طرف چل دیا۔ پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ بچھیا گفتگو کرنے لگی۔ پس اس بچھیا نے کہا کہ اے اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرنے والے لڑکے مجھ پر سوار ہو جا۔ پس اس میں تجھ کو آسانی ہوگی۔ پس لڑکے نے کہا کہ میری ماں نے مجھے سوار ہونے کا حکم نہیں دیا بلکہ مجھے حکم دیا تھا کہ اس کی گردن پکڑ کر لے آنا۔ پس بچھیا نے کہا کہ اگر تو مجھ پر سوار ہو جاتا تو تجھے مجھ پر کبھی بھی قدرت حاصل نہ ہوتی۔ پس تو چل۔ پس تو اگر پہاڑ کو یہ حکم دے کہ وہ جڑ سے اکھڑ کر تیرے ساتھ چل پڑے تو وہ ایسا ہی کرے گا اور یہ صلاحیت تیرے اندر اس لئے پیدا ہوگئی ہے کہ تو اپنی ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔ پس جب لڑکا بچھیا کو لے کر اپنی والدہ کے پاس پہنچا تو والدہ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ تم فقیر ہو اور تمہارے پاس مال وغیرہ بھی نہیں ہے اور رات بھر شب بیداری کرنا اور دن میں لکڑیاں جمع کرنا۔ تمہیں مشقت میں ڈال دیتا ہے۔ پس تم بازار میں جاؤ اور اس گائے کو فروخت کر دو۔ پس لڑکے نے کہا کہ میں کتنی قیمت میں اس گائے کو فروخت کروں۔ والدہ نے کہا کہ تین دینار میں لیکن میرے مشورہ کے بغیر اس کو فروخت نہ کرنا۔ اس وقت گائے کی قیمت تین دینار ہی تھی۔ پس لڑکا اس گائے کو لے کر بازار کی طرف چلا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا تا کہ اپنی مخلوق کو اپنی قدرت کاملہ کا نمونہ دکھائے اور لڑکے کو آزمائے کہ وہ اپنی والدہ کا کتنا مطیع ہے اور اللہ تعالیٰ بہت زیادہ علم رکھنے والا اور باخبر ہے۔ پس فرشتے نے اس لڑکے سے کہا کہ یہ گائے کتنی قیمت میں فروخت کرو گے؟ اس نے جواب دیا کہ تین دینار میں بشرطیکہ میری والدہ اس پر راضی ہو جائے۔ پس فرشتہ نے اس سے کہا کہ میں تم سے یہ گائے چھ دینار کے عوض خرید لوں گا بشرطیکہ تم اپنی والدہ کا حکم نہ مانو۔ پس لڑکے نے جواب دیا کہ اگر تم مجھے اس گائے کے برابر سونا بھی دو تو میں نہیں لوں گا مگر یہ کہ میری والدہ اس پر راضی ہو جائیں۔ پھر اس کے بعد لڑکا اپنی والدہ کی طرف گیا اور اسے گائے کی قیمت کے متعلق خبر دی۔ پس والدہ نے کہا کہ تم جاؤ اور گائے کو میری رضامندی کے ساتھ چھ دینار میں فروخت کر دو۔ پس وہ لڑکا گائے کو لے کر بازار کی طرف گیا۔ پس فرشتہ آیا اور اس نے لڑکے سے کہا کہ تمہاری ماں نے تمہیں کیا حکم دیا ہے؟ پس لڑکے نے فرشتے سے کہا کہ میری ماں نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس گائے کو میری اجازت کے بغیر چھ دینار سے کم میں فروخت نہ کرنا۔ پس فرشتے نے لڑکے سے کہا کہ میں تمہیں اس گائے کے عوض بارہ دینار دیتا ہوں بشرطیکہ تم اپنی ماں سے اجازت نہ لو۔ پس لڑکے نے انکار کر دیا اور اپنی والدہ کی طرف گیا اور اسے تمام واقعہ کی خبر دی۔ پس والدہ نے لڑکے سے کہا کہ ہوسکتا ہے وہ آدمی کی شکل میں کوئی فرشتہ ہو اور تمہیں آزمانا چاہتا ہو کہ تم میری اطاعت میں کس قدر ثابت قدم رہتے ہو۔ پس جب وہ آئے تو اسے کہنا کہ آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں کیا ہم اس گائے کو فروخت کریں یا نہیں؟ پس لڑکے نے اسی طرح کیا۔ پس فرشتے نے لڑکے سے کہا کہ تم اپنی والدہ کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ اس گائے کو باندھے رکھیں۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام اس گائے کو بنی اسرائیل کے ایک مقتول (کا معاملہ حل کرنے) کے لئے خریدیں گے۔ پس تم اس گائے کو ہرگز فروخت نہ کرنا مگر یہ کہ وہ اس گائے کے برابر سونا تمہیں دے دیں۔ پس فرشتہ کے مشورہ کے مطابق انہوں نے گائے کو اپنے پاس روکے رکھا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس لڑکے کی اپنی والدہ کے ساتھ نیکی کا اجر دینے کیلئے بنی اسرائیل پر اسی گائے کے ذبح کرنے کو مقدر کر دیا۔

پس بنی اسرائیل اس گائے کے اوصاف کے متعلق برابر سوالات کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کے لئے بعینہ وہی گائے معین ہوگئی۔ اس گائے کے رنگ کے متعلق اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔ پس حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ اس گائے کا رنگ گہرا زرد تھا۔ قتادہؒ نے فرمایا ہے کہ اس گائے کا رنگ صاف تھا۔ حسن بصریؒ نے فرمایا ہے کہ اس گائے کا رنگ زرد سیاہی مائل تھا لیکن پہلا قول ہی صحیح ہے۔ اس لئے کہ قرآن کریم میں اس گائے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ''صَفْرَاءٌ فَاقِعٌ'' (گہرے زرد رنگ کی) فرمایا ہے نیز سواد کے ساتھ فاقع کا استعمال نہیں ہوتا۔ پس ''سَوَادٌ فَاقِعٌ'' نہیں کہا جاتا بلکہ ''صَفْرَاءٌ فَاقِعٌ'' کہا جاتا ہے اور سواد کے ساتھ مبالغہ کے لئے حالک استعمال ہوتا ہے۔ پس کہا جاتا ہے ''اسود حالک'' (سخت ترین سیاہ) اور سرخ کے ساتھ مبالغہ کے لئے ''قان'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جیسے ''احمر قان'' (بہت زیادہ سرخ) اور سبز کے ساتھ مبالغہ کے لئے ''نَاضِرٌ'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جیسے ''أَخْضَرُ نَاضِرٌ'' (گہرا سبز رنگ) اور سفید کے ساتھ مبالغہ کے لئے ''یقق'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے جیسے ''أَبْيَضُ يقق'' (بہت زیادہ سفید) پس جب بنی اسرائیل نے گائے کو ذبح کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ گائے کے بعض حصہ کو مقتول کے بدن پر ماریں۔ پس اہل علم کا گائے کے اس بعض حصہ کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ گائے کا کون سا حصہ تھا۔ پس حضرت ابن عباسؓ اور جمہور مفسرین نے فرمایا ہے کہ وہ گائے کی ہڈی تھی جو غضروف (یعنی نرم ہڈی جیسے کان وناک وغیرہ) کے ساتھ ملی ہوتی ہے۔ مجاہد اور سعید بن جبیر نے فرمایا ہے کہ وہ دم کی جڑ تھی۔ اس لئے کہ سب سے پہلے اسی کی تخلیق ہوتی ہے۔ ضحاک نے فرمایا کہ مقتول پر گائے کی زبان ماری گئی تھی کیونکہ زبان گفتگو کرنے کا آلہ ہے۔ عکرمہ اور کلبی نے کہا ہے کہ مقتول پر گائے کی داہنی ران ماری گئی تھی۔ بعض اہل علم سے منقول ہے کہ مقتول پر مارا جانے والا کوئی معین جزو نہیں تھا۔ پس جب بنی اسرائیل کے لوگوں نے اس گائے کے بعض حصہ کو مقتول کے جسم پر مارا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہوکر کھڑا ہوگیا اور اس کی رگیں خون سے پھول رہی تھیں اور مقتول نے کہا ہے کہ مجھے فلاں نے قتل کیا ہے پھر اس کے بعد مقتول مردہ ہوکر گر گیا۔ پس اس شخص کا قاتل میراث سے محروم ہوگیا۔

''الخبر'' میں مذکور ہے کہ اس کے بعد کوئی بھی قاتل میراث کا مستحق نہیں ہوا نیز مقتول کا نام عامیل تھا۔ بغوی وغیرہ کا یہی قول ہے۔ زمخشری وغیرہ نے کہا ہے کہ مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بوڑھا شخص تھا جو بہت نیک تھا۔ اس کے پاس ایک بچھیا تھی۔ پس وہ اس کو لے کر جنگل میں پہنچا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ میں اس کو اپنے بیٹے کے لئے تیرے حوالے کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ وہ بڑا ہوجائے۔ پس لڑکا بڑا ہوگیا اور وہ اپنی والدہ کا مطیع تھا۔ پس وہ بچھیا جوان ہوگئی اور یہ گائے بہت خوبصورت اور فربہ تھی۔ پس بنی اسرائیل نے اس یتیم اور اس کی والدہ سے گائے کی کھال بھر سونے کے عوض گائے کو خرید لیا حالانکہ اس وقت گائے کی قیمت تین دینار تھی۔ زمخشری وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ بنی اسرائیل اس گائے کو چالیس سال تک تلاش کرتے رہے۔ حدیث میں مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملتے ہی کسی بھی گائے کو ذبح کردیتے تو ان کے لئے کافی ہوتا لیکن انہوں نے شدت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کا معاملہ شدید بنا دیا اور استقصاء (یعنی پوری کوشش کرنا) نحوست ہے۔

بعض خلفاء کے واقعات ایک خلیفہ نے اپنے گورنر کو لکھا کہ فلاں قوم کے پاس جاؤ اور ان کے درختوں کو کاٹ دو اور ان کے مکانات کو گرادو۔ پس گورنر نے خلیفہ کی طرف لکھا کہ درختوں کو کاٹنے اور مکانات کو گرانے میں سے کون سا کام پہلے کروں؟ پس خلیفہ

نے جواب میں لکھا کہ اگر میں تمہیں کہوں کہ درختوں کے کاٹنے سے کام کا آغاز کروتو تم مجھ سے سوال کرو گے کہ کس قسم کے درختوں سے آغاز کروں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک مرتبہ اپنے گورنر کو لکھا کہ جب میں تمہیں حکم دوں کہ فلاں کو ایک بکری دے دوتو تم مجھ سے سوال کرو گے کہ ضان دوں یا معز دوں۔ پس اگر اس کی بھی وضاحت کر دوں تو تم مجھ سے پوچھو گے کہ نر یا مادہ؟ پس اگر میں تجھے اس کی بھی خبر دے دوں تو تم کہو گے کہ سیاہ یا سفید؟ پس اگر میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو تم اس میں مراجعت نہ کیا کرو۔

اختتامیہ | جب کسی جگہ مقتول پڑا ہوا پایا جائے اور اس کا قاتل معلوم نہ ہو۔ پس اگر کسی شخص پر لوث ہو اور لوث ان قرائن کو کہا جاتا ہے جس سے دل مدعی کی صداقت کی طرف مائل ہو جائے۔ جیسے لوگوں کی ایک جماعت کسی گھر یا جنگل میں جمع ہو اور پھر وہ ایک مقتول کو چھوڑ کر متفرق ہو جائیں تو غالب گمان یہی ہوگا کہ قاتل انہی میں سے ہے یا مقتول کسی محلہ یا گاؤں میں پایا جائے اور محلہ یا گاؤں کے تمام افراد مقتول کے دشمن ہوں تو غالب گمان یہی ہوگا کہ قاتل اہل محلہ قریہ میں سے ہی ہے نیز اگر مقتول کا وارث ان پر دعویٰ کر دے تو مدعیٰ علیہ کے خلاف مدعی سے پچاس قسمیں کھلائی جائیں گی۔ پس اگر مقتول کے ورثا تعداد میں زیادہ ہوں تو ان پچاس قسموں کو باہم تقسیم کر دیا جائے گا۔ پھر قسمیں کھا لینے کے بعد مدعا علیہ (جس پر قتل کا دعویٰ کیا گیا ہے) کے عاقلہ (یعنی رشتہ داروں) سے مقتول کی دیت وصول کی جائے گی جبکہ اس پر قتل خطا کا دعویٰ کیا گیا ہو۔ پس اگر کسی شخص پر قتل عمد کا دعویٰ کیا گیا ہو تو پھر قاتل کے مال سے دیت ادا کی جائے گی۔ اکثر اہل علم کے نزدیک اس صورت میں قصاص نہیں ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا ہے کہ اس صورت میں بھی قصاص واجب ہوگا۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا بھی یہی قول ہے۔ اگر کسی شخص پر قتل کے الزام کا کوئی قرینہ نہ ہو تو اس صورت میں مدعا علیہ (جس پر قتل کا دعویٰ کیا گیا ہو) کا قول قسم کے ساتھ تسلیم کیا جائے گا نیز کیا ایک ہی قسم کافی ہوگی یا پچاس قسمیں ہوں گی۔ اس کے متعلق دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ دیگر تمام دعوؤں کی طرح اس صورت میں بھی ایک ہی قسم ہوگی اور دوسرا قول یہ ہے کہ خون کے معاملہ کی شدت کی بناء پر پچاس قسمیں لی جائیں گی۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ لوث کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور نہ ہی ابتداء میں مدعی (دعویٰ کرنے والا) سے قسمیں لی جائیں گی بلکہ جب کسی محلہ یا گاؤں میں کوئی مقتول پایا جائے تو امام وقت (یعنی حکمران) اس گاؤں یا محلّہ کے پچاس صالح افراد کو منتخب کر کے انہیں قسم دلائے گا کہ نہ انہوں نے اس شخص کو قتل کیا ہے اور نہ اس کے قاتل کو جانتے ہیں۔ پھر اس کے بعد امام وقت اس محلّہ یا گاؤں کے رہنے والوں سے دیت وصول کرے گا۔ وجود لوث (یعنی قرائن) کی صورت میں ابتداء میں مدعی سے قسم لینے کی دلیل یہ حدیث ہے جسے امام شافعیؒ نے سہل بن ابی خیثمہ سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعودؓ خیبر کے لئے چلے اور جب وہ وہاں پہنچے تو دونوں اپنی اپنی حاجت وغیرہ کے لئے علیحدہ ہو گئے۔ پس حضرت عبداللہ بن سہل قتل کر دیئے گئے۔ پس محیصہ بن ابی مسعود اور عبدالرحمٰن جو مقتول کے بھائی تھے اور حویصہ بن مسعودؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پس انہوں نے عبداللہ بن سہلؓ کے قتل کی اطلاع دی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ پچاس قسمیں کھا لو پھر تم اپنے ساتھی کے خون بہا کے مستحق ہو جاؤ گے۔ پس انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ نہ ہم نے اسے قتل ہوتے دیکھا ہے اور نہ ہی ہم بوقت قتل حاضر تھے۔ پس رسول اللہؐ نے فرمایا کہ پھر یہود پچاس قسمیں کھا کر بری ہو جائیں گے۔ پس انہوں نے عرض کیا یا

رسول اللہ ہم کافر قوم کی قسموں کو کیسے قبول کرلیں۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے ان کی دیت ادا فرمائی۔ علامہ بغویؒ نے معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ حضورؐ نے قسم کی ابتداء مدعین سے کی کیونکہ قرائن کی بناء پر ان کا مقدمہ مضبوط تھا نیز حضرت عبداللہؓ کا قتل خیبر میں ہوا تھا اور انصار اور اہل خیبر (یعنی یہود) کے درمیان دشمنی بھی تھی۔ پس غالب گمان یہی تھا کہ یہودیوں نے حضرت عبداللہ بن سہلؓ کو قتل کیا ہوگا۔ نیز قسم ہمیشہ اس کے لئے حجت ہوتی ہے جس کی جانب قوی ہو۔ عدم لوث (یعنی قرائن کے نہ ہونے) کی وجہ سے مدعا علیہ (جس پر دعویٰ کیا گیا ہو) کا مقدمہ مضبوط ہوتا ہے کیونکہ اصل ان کا بری الذمہ ہونا ہے۔ پس قسم کے ساتھ مدعا علیہ کے قول کو قبول کیا جائے گا۔

خواص قزوینیؒ نے فرمایا ہے کہ ایک سالہ بچھڑے کا خصیہ خشک کر کے جلا کر پہننے سے قوت باہ میں اضافہ ہوتا ہے اور کثرت جماع کے لئے مفید ہے۔ یہاں تک کہ اس کی عجیب وغریب تاثیر ہے۔ ایک سالہ بچھڑے کا قضیب خشک کر کے اچھی طرح پیس کر اگر کوئی شخص ایک درہم کے بقدر پی لے تو ایسا بوڑھا جو جماع سے عاجز ہوگیا ہو وہ بھی باکرہ لڑکی کے پردۂ بکارت کو زائل کرسکتا ہے۔ نیز اگر ایک سالہ بچھڑے کا قضیب پیس کر نیم برشت انڈے پر ڈال کر کھالیا جائے تو قوت باہ میں اضافہ کرتا ہے۔ بعض اطباء نے کہا ہے کہ ایک سالہ بچھڑے کے خصیہ کو خشک کر کے پیس کر پینے سے قوت باہ میں بے پناہ اضافہ ہوتا ہے اور کثرت جماع کی قدرت پیدا ہوجاتی ہے اور اس کا قضیب جلا کر پیس لیا جائے اور پھر کوئی شخص اسے پی لے تو دانتوں کا درد ختم ہوجاتا ہے اور ایک سالہ بچھڑے کے قضیب کو سکنجبین کے ساتھ پینے سے جگر بڑھنے میں مفید ہے۔

تعبیر ایک سالہ بچھڑے کو خواب میں دیکھنا نرینہ اولاد پر دلالت کرتا ہے۔ اگر کسی نے خواب میں بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت دیکھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ کی روشنی میں خواب دیکھنے والا شخص خوف سے مامون ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''فَمَا لَبِثَ اَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ اِلٰى قَوْلِهٖ لَا تَخَفْ'' (پس دیر نہیں لگائی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک تلا ہوا بچھڑا لائے اور ان سے دل میں خوفزدہ ہوئے۔ پس وہ فرشتے کہنے لگے کہ نہ خوفزدہ ہوں)

خاتمہ بنو عجل عرب میں ایک بہت بڑا مشہور ومعروف قبیلہ ہے جو عجل بن لجیم کی جانب منسوب ہے۔ اس عجل کا شمار بے وقوف لوگوں میں ہوتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے پاس ایک عمدہ گھوڑا تھا۔ پس اس سے کہا گیا کہ ہر عمدہ گھوڑے کا ایک نام ہوتا ہے۔ پس تمہارے گھوڑے کا کیا نام ہے۔ پس اس نے کہا کہ میں نے اس کا کوئی نام نہیں رکھا۔ پس اس سے کہا گیا کہ اس گھوڑے کا نام ''ففقا احدیٰ عینیہ'' (اس کی ایک آنکھ پھوڑ دی گئی) رکھ دے۔ پھر اس نے کہا کہ میں نے اس گھوڑے کا نام اعور (یعنی کانا) رکھ دیا ہے۔ عرب کے ایک شاعر نے کہا ہے کہ

رمتنی بنو عجل بِدَاءِ اَبِيْهِمُ — وَهَلْ اَحَدٌ فِى النَّاسِ أَحْمَقُ مِنْ عِجْلِ

''مجھے بنو عجل نے تیر مار دیا اپنے باپ کی حماقت کی بناء پر اور کیا لوگوں میں عجل سے زیادہ کوئی بے وقوف ہے''

أَلَيْسَ أَبُوْ هُمْ عَارَ عَيْنَ جَوَادِهٖ — فَسَارَتْ بِهِ الْاَمْثَالُ فِى النَّاسِ بِالْجَهْلِ

''کیا ان کے والد نے اپنے عمدہ گھوڑے کی آنکھ نہیں پھوڑ دی تھی جس کی وجہ سے لوگوں میں اس کی جہالت ضرب المثل بن گئی''

العجمجمة

''العجمجمة ''اس سے مراد طاقتور اونٹنی ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ ؎

بَاتَ یُبَارِیْ وَرِشَاتٌ کَالْقَطَاء عُجُمُجُمَات خشفا تحت السَّرٰی

''اس نے فخر کی حالت میں رات گزاری جیسے قطاء جانور زمین کی تہہ کے نیچے گونگا ہو جائے''

ام عجلان

''ام عجلان''جوہری نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک معروف پرندہ ہے۔

العجوز

''العجوز ''خرگوش' شیر' گائے' بیل' بھیڑیا' مادہ۔ یریا' بچھو' گھوڑا' بجو' ترکی گھوڑی' گدھ اور کتے کو''العجوز'' کہا جاتا ہے۔

عَدَس''

''عَدَس ''اس سے مراد خچر ہے اور اس کا یہ نام اس لئے پڑ گیا ہے کہ ''عَدَس''اس آواز کو کہتے ہیں جس کے ذریعے خچر کو ہانکا جاتا ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

اِذَا حَمَلْتُ بِزَتِی عَلٰی عَدَسٍ عَلَی الَّذِیْ بَیْنَ الْحِمَارِ وَالفَرَسِ

''جب میں ہتھیار اس خچر پر لاد دیتا ہوں جو گدھے اور گھوڑے کی مشترک اولاد ہے''

فَمَا اُبَالِیْ مَنْ عَدَا وَمَنْ جَلَسَ پس مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ کون دوڑتا ہے اور کون بیٹھتا ہے۔

یزید بن مفرغ نے کہا ہے کہ ؎

عَدَسْ مَا لِعِبَادٍ عَلَیْکَ اِمَارَۃٌ نَحوتَ وَهٰذَا تَحْمِلِیْنَ طَلِیْقُ''

''خچر نہیں ہے انسانوں پر اس کا کوئی تسلط، تو نے نجات پائی اور یہ تجھے بسہولت سوار کر کے لے جائیں گے''

العذ فوط

''العذ فوط ''اس سے مراد سفید رنگ کا خوبصورت کیڑا ہے۔

العربج

''العربج ''اس سے مراد شکاری کتا ہے۔ المداخل میں اسی طرح مذکور ہے۔

عِرَارٌ

''عِرَار'' یہ گائے کا ایک نام ہے۔ ایک کہاوت ہے کہ ''بَاءَ تْ عِرَارٌ بِکُحْلٍ ''(گائے سرمہ سے ہلاک ہوگئی) اس کہاوت کی تفصیل یہ ہے کہ دو گایوں کی آپس میں لڑائی ہوئی تو دونوں نے ایک دوسری کو سینگ سے مارا۔ پس دونوں ہلاک ہوگئیں۔

اَلْعِرْبَدُ

''اَلْعِرْبَدُ''اس سے مراد وہ سانپ ہے جو صرف پھنکار مارتا ہے لیکن موذی نہیں ہوتا۔ تحقیق اس کا ذکر سانپ کے تحت گزر چکا ہے۔ ''العربدة ''بدخلق کو کہتے ہیں۔ اہل عرب کا قول ہے ''رَجُلٌ مُعَرْبَدٌ ''(بدخلق آدمی) یہ مثال ''العِربدة'' سے ماخوذ ہے۔ ابن قتیبہ وغیرہ نے اسی طرح کہا ہے۔

العربض والعرباض

''العربض والعرباض ''ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد مضبوط سینے والی گائے کو کہا جاتا ہے۔

اَلْعُرسُ

''اَلْعُرسُ ''اس سے مراد شیرنی ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''اعراس'' کا لفظ مستعمل ہے۔ مالک بن خویلد خناعی نے کہا ہے کہ

لَیْثٌ هِزَبْرٌ مدل عِنْدَ خَیْسَتِهٖ بِالرَّقْمَتَیْنِ لَهُ أَجْرٌ وَ أَعْرَاسٌ

''شیر ریتلے میدان میں اس وقت متحرک ہوا جب شیرنی اس کے سامنے آگئی''

العریقصة

''العریقصة ''اس سے مراد سیاہ کیڑے کی طرح کا ایک لمبا کیڑا ہے۔

العریقطة والعریقطان

''العریقطة والعریقطان ''اس سے مراد ایک لمبا کیڑا ہے۔

العسا

''العسا''اس سے مراد مادہ ٹڈی ہے۔ تحقیق اس کا تذکرہ باب الجیم میں لفظ''الجراد''کے تحت گزر چکا ہے۔

العساعس

''العساعس''اس سے مراد بڑی سیہہ ہے۔

العساس

''العساس''اس سے مراد بھیڑیا ہے۔ تحقیق اس کا تفصیلی تذکرہ باب الذال میں گزر چکا ہے۔

اَلْعِسْبَارُ

''اَلْعِسْبَارُ''بھیڑیئے اور بجو کے مشترک بچے کو کہا جاتا ہے۔ مادہ کیلئے عِسْبَارَۃٌ کا لفظ مستعمل ہے۔ اس کی جمع عَسَابِرُ آتی ہے۔

الحکم اس کا کھانا حرام ہے کیونکہ یہ ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم کی مشترکہ اولاد ہے۔

اَلْعَسْبُوْرُ

''اَلْعَسْبُوْرُ''اس سے مراد کتے اور بھیڑیئے کی مشترک اولاد ہے۔

العسنج

''العسنج''اس سے مراد نر شتر مرغ ہے۔ اس کا تذکرہ باب الظاء میں لفظ الظلیم کے تحت ہو چکا ہے۔

العسلق

''العسلق''اس سے مراد ہر قسم کا شکاری درندہ ہے۔ نیز شتر مرغ کو بھی''العسلق''کہا جاتا ہے۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ لومڑی کو بھی''العسلق''کہتے ہیں۔

اَلْعُشَرَاءُ

''اَلْعُشَرَاءُ''اس سے مراد ایسی اونٹنی ہے جو دس ماہ کی حاملہ ہو چنانچہ جب اونٹنی دس ماہ کی حاملہ ہو تو اس کیلئے''مخاض''کا

لفظ استعمال نہیں کرتے اور وضع حمل تک اور وضع حمل کے بعد بھی اس اونٹنی کے لئے ''عشراء'' کا لفظ ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ دو اونٹنیوں کے لئے ''عشراوان'' اور بہت سی اونٹنیوں کے لئے ''عشار'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ کلام عرب میں ''عشراء'' اور ''نفساء'' کے علاوہ ''فعلاء'' کے وزن پر کوئی بھی ایسا لفظ نہیں آتا جس کی جمع ''فعال'' کے وزن پر آتی ہو۔ عشراء کی جمع کے لئے ''عشار'' کا لفظ مستعمل ہے اور ''نفساء'' کی جمع ''نفاس'' آتی ہے۔

فائدہ شیخ ابوعبداللہ بن نعمان نے اپنی کتاب ''المستغیثین بخیر الانام'' میں لکھا ہے کہ لکڑی کے اس ستون کے رونے کی حدیث متواتر ہے جس کے ساتھ ٹیک لگا کر نبی اکرمؐ خطبہ دیا کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کی کثیر تعداد اور جم غفیر نے اس کو روایت کیا ہے جن میں حضرت جابر بن عبداللہؓ اور ابن عمرؓ بھی شامل ہیں۔ نیز ان دونوں حضرات کی سند سے امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں اس روایت کی تخریج کی ہے۔ نیز حضرت انس بن مالکؓ ، عبداللہ بن عباسؓ ، سہل بن سعد ساعدیؓ ، ابوسعید خدریؓ ، بریدہؓ ، ام سلمہؓ اور مطب بن ابی وداعۃ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ حضرت جابرؓ نے اپنی حدیث میں کہا ہے کہ وہ لکڑی اس طرح چیخنے لگی جیسے بچہ چیختا ہے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے ساتھ چمٹا لیا۔ حضرت جابرؓ ہی کی روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ ''ہم نے اس لکڑی کے ستون کے رونے کی آواز سنی اس ستون سے ایسی آواز سنائی دیتی تھی جیسے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی کے رونے کی آواز آتی ہے' حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں مذکور ہے کہ جب منبر تیار ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر خطبہ دینے لگے۔ پس وہ لکڑی کا ستون رونے لگا' پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور اس پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ بعض روایات میں مذکور ہے ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میں اس ستون کو تسلی نہ دیتا تو یہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت کے غم میں قیامت تک اسی طرح روتا رہتا۔ حضرت حسنؒ جب اس حدیث کو نقل فرماتے تو رو پڑتے اور فرماتے اے اللہ کے بندو! لکڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں روتی ہے حالانکہ تم اس کے زیادہ مستحق ہو کہ تمہارے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا شوق ہو۔ صالح شافعی نے اس کے متعلق کہا ہے ۔

وَحَنَّ اِلَیْهِ الجذعُ شَوْقًا وَرِقَّةً   وَ رَجَعَ صَوتًا کَالْعشار مُرَدَّدًا

''اور رو پڑا لکڑی کا ستون فرط شوق اور رقت قلبی کی بناء پر اور وہ آواز کو ایسے گھما گھما کر نکالتا تھا جیسے عشار گھما گھما کر آواز نکلتی ہے''

فَبَارَدَهٗ ضَمًّا فَقَرَ لِوَقْتِهٖ   لِکُلِّ امْرِیٍ مِنْ دَهْرِهٖ مَا تَعَوَّدَا

''پس وہ (یعنی نبی اکرمؐ) اس وقت کو غنیمت جانتے ہوئے اس کی (یعنی لکڑی کے ستون کی) جانب تیزی سے بڑھے ہر آدمی دنیا میں اپنی عادات ہی پر چلتا ہے''

لکڑی کے ستون کا رونا اور پتھروں کا سلام کرنا کسی نبی کے لئے ثابت نہیں ہے مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں لکڑی کا ستون رویا اور پتھروں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا۔

اَلْعُصَارِی

''اَلْعُصَارِی'' (عین کے ضمہ اور صاد کے فتحہ کے ساتھ اس کے بعد را اور آخر میں یاء ہے) اس سے مراد ٹڈی کی ایک قسم ہے جس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔

شرعی حکم اس کا کھانا حلال ہے۔ابو عاصم عبادی نے حکایت بیان کی ہے کہ طاہر زیادی نے کہا کہ ہم ''العصاری'' کو حرام سمجھتے تھے اور ہم اس کی حرمت کا فتویٰ دیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہمارے پاس الاستاذ ابوالحسن ماسر جسی تشریف لائے۔ پس انہوں نے فرمایا کہ ''عصاری'' حلال ہے۔ پس ہم جنگل میں اس کے شکار کے لئے نکلے تو ہم نے اہل عرب سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا یہ مبارک ٹڈی ہے۔ پس ہم نے اہل عرب کے قول کی طرف رجوع کر لیا۔

اَلْعُصْفُوْرُ

''اَلْعُصْفُوْرُ'' (عین کے ضمہ کے ساتھ) ابن رشیق نے ''کتاب الغرائب والشذوذ'' میں عصفور کو عین کے فتحہ کے ساتھ نقل کیا ہے۔اس کی مونث کے لئے ''عصفورۃ'' کا لفظ مستعمل ہے۔

شاعر نے کہا ہے کہ ؎

کَعُصْفُوْرَۃٍ فِیْ کَفِّ طِفْلٍ یَسُوْمُھَا	حَیَاضُ الردی وَالطِّفْلُ یَلْھُوْ وَیَلْعَبُ

''جیسے کہ چڑیا کا بچہ کسی بچہ کے ہاتھ میں ہو اور چڑیا موت و حیات کی کشمکش میں ہو لیکن بچہ اس چڑیا کے بچہ سے کھیل رہا ہو''

اس کی کنیت کے لئے ''ابو الصعو' ابومحرز' ابومزاحم اور ابو یعقوب کے الفاظ مستعمل ہیں۔حمزہ نے کہا ہے کہ چڑیا کو عصفور کے نام سے اس لئے موسوم کیا گیا ہے کہ اس نے نافرمانی کی اور فرار ہوگئی۔ چڑیوں کی بہت سی اقسام ہیں۔بعض وہ ہیں جن کی آواز بہت خوبصورت اور عجیب وغریب ہوتی ہے۔بعض بہت حسین وجمیل ہوتی ہیں۔

عنقریب انشاء اللہ اس کا تفصیلی تذکرہ آگے آئے گا۔ چڑیا کی ایک قسم ''الصرار'' بھی ہے۔

یہ ایسی چڑیا ہے کہ جب اسے بلایا جائے تو یہ جواب دیتی ہے۔ چڑیا کی ایک قسم عصفور الجنۃ (ابابیل) بھی ہے۔تحقیق چڑیا کی ان دونوں قسموں (یعنی اصرار اور ابابیل) کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ رہی گھریلو چڑیا تو ان کی طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں۔ان چڑیوں میں سے بعض کی طبیعت میں درندگی ہوتی ہے اور ان کی غذا گوشت ہے نیز اس قسم کی چڑیاں اپنے بچوں کو خوراک نہیں کھلاتیں۔گھریلو چڑیوں میں سے بعض کی طبیعت بہائم جیسی ہوتی ہے اور ان کے مخلب اور منسر وغیرہ نہیں ہوتیں۔ جب چڑیا کسی درخت کی شاخ پر بیٹھتی ہے تو اپنی تین انگلیوں کو آگے اور دو انگلیوں کو پیچھے کر کے اس پر جم کر بیٹھتی ہے لیکن دیگر تمام پرندے اپنی دو انگلیوں کو آگے اور دو انگلیوں کو پیچھے کر کے بیٹھتے ہیں۔ چڑیا دانہ اور سبزیاں وغیرہ کھاتی ہے۔ چڑیا کے مذکر کی تمیز اس کی کالی ڈاڑھی ہوتی ہے جیسے مرد' بکرے اور مرغ کے نر اور مادہ میں فرق کیا جاتا ہے۔ زمین پر کوئی پرندہ یا جانور ایسا نہیں ہے جو اپنے بچوں پر چڑیا سے زیادہ شفیق ہو اور نہ ہی چڑیا سے

زیادہ اپنے بچوں کا عاشق کوئی پرندہ اور کوئی جانور روئے زمین پر پایا جاتا ہے۔ چڑیا کی اپنے بچوں کے ساتھ محبت کا مشاہدہ اس وقت ہوتا ہے جب اس کے بچوں کو پکڑ لیا جائے۔ چڑیا شکاری پرندوں کے خوف کی بناء پر اپنا گھونسلہ گھر کے چھت میں بناتی ہے۔ جب کوئی شہر انسانوں سے خالی ہو جائے تو چڑیا بھی وہاں سے چلی جاتی ہے۔ پس جب اس شہر کے لوگ واپس آ جائیں یعنی وہ شہر آباد ہو جائے تو چڑیا بھی واپس لوٹ آتی ہے۔ چڑیا چلنے کا طریقہ نہیں جانتی اس لئے وہ کود کود کر اپنا سفر طے کرتی ہے۔ چڑا بکثرت جفتی کرتا ہے۔ پس چڑا بعض اوقات ایک وقت میں سو مرتبہ بھی جفتی کر لیتا ہے۔ اسی لئے اس کی عمر قلیل ہوتی ہے پس چڑا زیادہ سے زیادہ ایک سال تک زندہ رہتا ہے۔ چڑیا کے بچوں میں اڑنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ چڑیا کے بچے کو اس کے والدین اڑنے کا حکم دیتے ہیں تو وہ فوراً اڑنے لگتا ہے۔

چڑیوں کی ایک قسم ''عصفور الشوک'' بھی ہے۔ اس کا ٹھکانہ اکثر انگور وغیرہ کی بیل پر ہوتا ہے۔ ارسطو کا خیال ہے کہ اس چڑیا اور گدھے میں عداوت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اگر گدھے کی پشت پر کوئی زخم ہو تو یہ چڑیا اس زخم کو اپنے کانٹے سے کریدتی ہے۔ پس جب گدھے کو موقع ملتا ہے تو وہ چڑیا کے کانٹے کو توڑ دیتا ہے اور اسے قتل کر دیتا ہے۔ بعض اوقات جب گدھا بولتا ہے تو اس چڑیا کے بچے یا انڈے گھونسلے سے گر جاتے ہیں۔ پس اسی لئے یہ چڑیا جب گدھے کو دیکھ لیتی ہے تو اس کے سر کے اوپر اور اس کی آنکھوں کے سامنے چلانے اور اڑنے لگتی ہے اور اپنی پرواز اور چیخ و پکار سے گدھے کو اذیت پہنچاتی ہے۔ چڑیا کی ایک قسم ''القبرۃ'' بھی ہے۔ عنقریب انشاء اللہ ''باب القاف'' میں اس کا تذکرہ آئے گا۔ اسی طرح چڑیا کی ایک قسم ''حسون'' بھی ہے۔ تحقیق باب الحاء میں اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ چڑیا کی بعض اقسام کا تذکرہ ہو چکا ہے اور بعض اقسام کا تذکرہ آئندہ ابواب میں آئے گا۔

کتاب الاذکیاء میں ابن جوزی نے لکھا ہے کہ ایک آدمی نے چڑیا پر پتھر مارا پس اس کا نشانہ خطا ہو گیا۔ پس ایک دوسرے آدمی نے اس سے کہا واہ واہ۔ پس شکاری کو غصہ آیا اور کہنے لگا کیا تو مجھ سے مذاق کرتا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ نہیں میں نے تیرا مذاق نہیں اڑایا بلکہ میں نے چڑیا کے لئے واہ واہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی جان بچائی ہے۔

متوکل کا قصہ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے بعض تعالیق میں دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ متوکل نے ایک چڑیا کو پتھر مارا لیکن نشانہ خطا ہو گیا اور چڑیا اڑ گئی۔ پس ابن حمدان نے متوکل سے کہا کہ آپ نے بہت اچھا کیا ہے۔ پس متوکل نے اس سے کہا کہ میں نے کیا اچھا کیا؟ ابن حمدان نے کہا کہ آپ نے چڑیا پر احسان کیا ہے کہ اس کی جان بچا دی۔

ایوب جمال کا قصہ حضرت جنید فرماتے ہیں کہ مجھے محمد بن وہب نے اپنے بعض رفقاء کا حال سنایا کہ ایک مرتبہ وہ ایوب جمال کے ساتھ حج کرنے گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ پس جب ہم صحرا میں داخل ہوئے اور چند منزل طے کر چکے تو ایک چڑیا کو دیکھا کہ وہ ہمارے سروں پر چکر لگا رہی ہے۔ پس ایوب جمال نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور کہا کہ تو یہاں بھی آ گئی ہے۔ پس انہوں نے ایک روٹی کا ٹکڑا لیا پس اس روٹی کے ٹکڑے کو مل کر اپنی ہتھیلی پر رکھا۔ پس چڑیا ایوب جمال کی ہتھیلی پر بیٹھ گئی اور روٹی کا ٹکڑا کھانے لگی۔ پھر اس کے بعد انہوں نے چلو میں پانی لے کر چڑیا کو پلایا۔ پھر اس کے بعد انہوں نے چڑیا کو حکم دیا کہ اب اڑ جا۔ پس چڑیا اڑ گئی۔ پس دوسرے دن کا آغاز ہوا تو وہ چڑیا دوبارہ آ گئی۔ پس ایوب جمال نے اس کو اسی طرح کھلایا پلایا جیسے پہلے دن کھلایا پلایا تھا۔ پس آخر سفر

تک ہر روز وہ چڑیا آتی رہی اور ایوب جمال بھی اس کو کھلاتے پلاتے رہے۔ پھر ایوب جمال نے کہا کہ تمہیں چڑیا کے قصہ کا کچھ علم ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے جواب دیا نہیں۔ ایوب نے کہا کہ یہ چڑیا روزانہ میرے پاس گھر آیا کرتی تھی۔ پس میں اس کے ساتھ یہی معاملہ کرتا تھا جو تم نے دیکھا ہے یعنی اس کو کھلاتا پلاتا تھا پس جب ہم سفر کے لئے نکلے تو یہ چڑیا بھی ہمارے ہمراہ آ گئی۔

ایک چڑے کا قصہ بیہقی اور ابن عساکر نے ابو مالک کی سند سے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا گزر ایک چڑے کے پاس سے ہوا جو ایک چڑیا کے اردگرد گھوم رہا تھا۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ چڑا کیا کہہ رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی آپ ہی بتائیں یہ کیا کہہ رہا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ اس چڑیا کو نکاح کا پیغام دے رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اگر تو مجھ سے شادی کر لے تو پھر تو دمشق کے جس محل میں چاہے گی میں تجھے بسا دوں گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ چڑا جانتا ہے کہ دمشق کے محلات سنگین ہیں اور ان میں گھونسلہ رکھنے کی جگہ نہیں ہے لیکن یہ چڑا پھر بھی جھوٹ بول رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نکاح کا پیغام دینے والے اکثر جھوٹ بولتے ہیں۔ عنقریب انشاء اللہ باب الفاء میں ''فاختہ'' کے تحت مزید تفصیل بیان ہوگی۔

فائدہ حضرت عائشہؓ نے انصار کے ایک بچہ کی وفات پر (جس کے والدین مسلم تھے) فرمایا خوشخبری ہو اس کے لئے یہ تو جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہؓ معاملہ اس کے برعکس بھی ہوسکتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق کو جنت کے لئے پیدا کیا ہے حالانکہ وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے اور اسی طرح ایک مخلوق کو دوزخ کے لئے پیدا کیا ہے اور وہ بھی ابھی پیدا نہیں ہوئے۔ (رواہ مسلم)

بعض اہل علم نے اس حدیث کی سند پر کلام کیا ہے کہ یہ روایت طلحہ بن یحییٰ سے مروی ہے اور یہ متکلم فیہ ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور یہ صحیح مسلم میں مذکور ہے۔ البتہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے بچوں کے متعلق قطعی طور پر ایسا کہنے سے (یعنی وہ جنتی ہیں) منع فرمایا ہے۔ اس نہی کی علت بعض اہل علم نے یہ بیان فرمائی ہے کہ شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہی اس وقت فرمائی ہو جب آپ کو یہ بات معلوم نہیں تھی کہ مسلمانوں کے بچے جنتی ہیں لیکن یہ تاویل صحیح نہیں ہے کیونکہ سورۂ طور مکیہ ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بچے والدین کے تابع ہوتے ہیں (چنانچہ سورۂ طور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ'' اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی اتباع کی تو ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے۔ سورۂ طور) پس رسول اللہ ﷺ کا حضرت عائشہؓ کو منع فرمانا اس وجہ سے بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اس بچے کے جنتی ہونے کا قطعی حکم اس کے والدین کے ایمان کی قطعیت کی وجہ سے لگایا ہو لیکن بچے کے والدین کا قطعی مومن ہونا ضروری نہیں کیونکہ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ بچے کے والدین منافق ہوں۔ پس اس صورت میں بچہ ابن کافرین یعنی کافر ماں باپ کا بیٹا ہوگا۔ پس قطعی طور پر اس کے جنتی ہونے کا حکم لگانا صحیح نہیں ہے۔ ابن قانع نے شرید بن سوید ثقفی کے حالات زندگی میں یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا جس شخص نے بغیر کسی ضرورت وحاجت کے کسی چڑیا کو قتل کیا تو قیامت کے دن چڑیا چیخ کر اللہ تعالیٰ سے کہے گی۔ اے میرے رب تیرے بندے نے مجھے قتل کر دیا حالانکہ میرا قتل کرنا اس کے لئے نفع بخش نہیں تھا۔

ایک دوسری حدیث میں مذکور ہے کہ اصحاب صفہ میں سے ایک صحابی شہید ہوئے تو ان کی والدہ نے کہا تجھے مبارک ہو تو جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے کیونکہ تو نے رسول اللہؐ کے پاس ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں شہید ہو گیا۔ پس نبی اکرمؐ نے فرمایا تجھے کیا معلوم کہ یہ لایعنی گفتگو کرتا ہو اور اس چیز کو منع کرتا ہو جو اس کے لئے ضرر رساں نہیں ہے۔

بیہقیؒ نے شعب الایمان میں مالک بن دینار سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس دور کے قراء کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے ایک جال نصب کیا۔ پس ایک چڑیا آئی تو وہ اپنے جال میں بیٹھ گیا۔ پس چڑیا نے کہا کیا بات ہے کہ میں تجھے مٹی میں چھپا ہوا دیکھ رہی ہوں۔ اس شخص نے کہا کہ تواضع کی وجہ سے میں مٹی میں چھپا ہوا ہوں۔ چڑیا نے کہا کہ تیری کمر کیوں جھک گئی ہے۔ اس شخص نے کہا کہ زیادہ عبادت کرنے کی وجہ سے۔ چڑیا نے کہا کہ تیرے منہ میں یہ دانہ کیسا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے یہ دانہ روزہ داروں کے لئے رکھا ہے۔ پس جب شام ہوئی تو اس نے وہ دانہ کھالیا۔ پس وہ جال اس شخص کی گردن میں پڑ گیا۔ پس اس کا گلا گھٹ گیا۔ پس چڑیا نے کہا کہ اگر بندوں کا گلا اس طرح گھٹ جاتا ہے جیسے تیرا گلا گھٹ گیا ہے تو آج کے دور کے بندوں میں کوئی خیر نہیں ہے۔

لقمانؑ کی اپنے بیٹے کو نصیحت بیہقیؒ کی شعب الایمان میں ہی حضرت حسن کی روایت مذکور ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے سے فرمایا اے میرے بیٹے میں نے چٹان، لوہے اور ہر بھاری چیز کو اٹھایا ہے لیکن میں نے برے پڑوسی سے زیادہ بوجھل کسی چیز کو نہیں پایا اور میں نے تمام کڑوی چیزوں کا ذائقہ چکھ لیا ہے لیکن میں نے فقر و تنگدستی سے زیادہ تلخ کوئی چیز نہیں پائی۔ اے میرے بیٹے! جاہل آدمی کو اپنا قاصد نہ بنا۔ پس اگر تجھے کوئی عقلمند نہ ملے تو خود ہی اپنا قاصد بن جا۔ اے میرے بیٹے! جھوٹ سے اجتناب کر کیونکہ یہ چڑیا کے گوشت کی طرح مرغوب ہے اور قلیل جھوٹ بھی انسان کو جلا دیتا ہے۔ اے میرے بیٹے جنازوں میں حاضر ہوا کر اور شادی کی تقریبات میں شرکت سے اجتناب کر کیونکہ جنازوں میں تیرا شریک ہونا تجھے آخرت کی یاد دلائے گا اور شادیوں میں تیری شرکت دنیا کی خواہشات کو جنم دے گی۔ اے میرے بیٹے اگر تیرا پیٹ بھرا ہو تو پھر دوبارہ پیٹ بھر کر کھانا نہ کھا کیونکہ اس صورت میں کتوں کو کھانا ڈال دینا تیرے لئے پیٹ بھر کر کھانے سے بہتر ہے۔ اے میرے بیٹے نہ اتنا میٹھا ہو کہ لوگ تجھے نگل جائیں اور نہ اتنا کڑوا ہو کہ تھوک دیا جائے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے حضرت حسنؒ کے بعض مجموعوں میں دیکھا ہے کہ حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے سے کہا اے میرے بیٹے جان لے کہ تیرے دربار میں یا تو تجھ سے محبت کرنے والا حاضر ہوگا یا تجھ سے ڈرنے والا۔ پس جو تجھ سے خوفزدہ ہے اس کو اپنے قریب بیٹھنے کی جگہ دے اور اس کے چہرے پر نظر رکھ اور اپنے آپ کو اس کے پیچھے سے اشارہ سے بچا اور جو تجھ سے محبت کرنے والا ہے اس سے خلوص دل اور خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کر اور اس کے سوال کرنے سے پہلے ہی اس کو عطا کر کیونکہ اگر تو نے اس کو سوال کا موقع فراہم کیا تو وہ اپنے چہرے کی معصومیت کی بناء پر تجھ سے دوگنا مال حاصل کرلے گا۔ اسی کے متعلق شاعر نے کہا ہے کہ ؎

اِذَا اَعْطَيْتَنِی بِسُؤَالِ وَجْهِی فَقَدْ اَعْطَيْتَنِی وَاَخَذْتَ مِنِّی

"جب تو نے مجھے سوال کئے بغیر ہی عطا کر دیا۔ پس تحقیق تو نے مجھے عطا کر دیا اور مجھ سے لے بھی لیا"

اے میرے بیٹے قریب و بعید کیلئے اپنے حلم (بردباری) کو وسیع کردے اور معزز اور کمینے شخص سے اپنی جہالت کو روک لے۔ نیز

رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتا کہ وہ تیرے بھائی بن جائیں۔ جب تو ان سے جدا ہو اور وہ تجھ سے جدا ہوں تو ان کی عیب جوئی نہ کر اور نہ وہ تیری عیب جوئی کریں گے۔

حضرت لقمانؑ کی اس نصیحت سے مجھے (یعنی دمیریؒ) کو وہ حکایت یاد آ گئی جو مجھے میرے شیخ نے سنائی تھی کہ سکندر بادشاہ نے بلاد مشرق کے بادشاہ کے پاس ایک قاصد بھیجا۔ پس قاصد ایک خط لے کر واپس آیا لیکن خط کے ایک لفظ کے متعلق سکندر کو شک ہو گیا تو اس نے قاصد سے کہا تو ہلاک ہو جائے۔ بے شک بادشاہوں پر کوئی خوف نہیں ہوتا مگر یہ کہ ان کے راز ظاہر ہو جائیں۔ تحقیق تو میرے پاس ایک صحیح خط لایا ہے جس کے الفاظ واضح ہیں لیکن ایک حرف نے اس خط کو ناقص بنا دیا ہے؟ کیا یہ حرف مشکوک ہے یا تجھے اس بات کا یقین ہے کہ یہ بادشاہ نے ہی تحریر کیا ہے۔ پس قاصد نے کہا کہ مجھے اس بات پر یقین ہے کہ یہ حرف بادشاہ نے ہی لکھا ہے۔ پس اسکندر نے محرر کو حکم دیا کہ اس خط کے الفاظ حرف بہ حرف دوسرے کاغذ پر لکھ کر کسی دوسرے قاصد کے ذریعہ بادشاہ کے پاس واپس بھیج دیا جائے اور اس کے سامنے پڑھ کر اس کا ترجمہ کیا جائے۔ پس جب وہ خط شاہ مشرق کے سامنے پڑھا گیا تو اس نے اس لفظ کا انکار کیا۔ پس اس نے مترجم کو حکم دیا کہ اپنے ہاتھ سے اس حرف کو کاٹ دے۔ پس وہ حرف خط سے کاٹ دیا گیا اور بادشاہ نے اسکندر کو لکھا کہ میں نے خط سے اس حرف کو کاٹ دیا ہے جو میرا کلام نہیں تھا۔ اس لئے کہ آپ کے قاصد کی زبان کو قطع کرنے کا مجھے کوئی اختیار نہیں تھا۔ پس جب قاصد اسکندر کے پاس خط لے کر آیا تو اس نے پہلے قاصد کو بلایا اور اس سے کہا کہ تو نے یہ حرف خط میں کیوں لکھا تھا۔ کیا تو دو بادشاہوں کے درمیان فساد کرانا چاہتا تھا۔ پس قاصد نے اعتراف کیا اور کہا کہ جس بادشاہ کے پاس آپ نے مجھے بھیجا تھا اس کی کوتاہی کی بناء پر میں نے خط میں یہ لفظ لکھ دیا تھا۔ پس اسکندر نے قاصد سے کہا کہ تو نے یہ کوشش اپنے مفاد کیلئے کی ہے نہ کہ ہماری خیر خواہی کے لئے۔ پس جب تیری امید پوری نہ ہو سکی تو تو نے معزز اور بلند مرتبہ نفوس کے درمیان اس کو بدلہ کے طور پر استعمال کیا۔ پھر اسکندر نے حکم دیا کہ اس قاصد کی زبان گدی سے کھینچ دی جائے۔ پس ایسا ہی کیا گیا۔ یحییٰ بن خالد بن برمک نے کہا ہے کہ تین چیزوں کے ذریعے لوگوں کی عقل کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ہدیہ، قاصد اور خط۔ ابوالاسود الدؤلی نے ایک شخص کو یہ شعر کہتے ہوئے سنا ؎

اِذَا كُنْتَ فِي حَاجَةٍ مُرْسِلاً　　فَأَرْسِلْ حَكِيْمًا وَلاَ تُوْصِهٖ

"جب تو کسی حاجت کے لئے کوئی قاصد بھیجے۔ پس تو کسی عقلمند آدمی کو بھیج اور اسے وصیت نہ کر"

پس ابوالاسود نے کہا تحقیق کہنے والے نے غلط کہا ہے۔ کیا یہ (یعنی قاصد) غیب کا علم رکھتا ہے۔ جب وہ قاصد کو وصیت نہیں کرے گا تو وہ اس کے مقصد کو کیسے سمجھے گا۔ اس نے یوں کیوں نہیں کہا ؎

اِذَا اَرْسَلْتَ فِي اَمْرٍ رَسُوْلا　　فَاَفْهِمْهُ وَاَرْسِلْهُ اَدِيْبًا

"جب تو کسی معاملہ میں کسی کو قاصد بنا کر بھیجے تو اس کو سمجھا دے اور اس کو سکھا کر روانہ کر۔"

وَلاَ تَتْرُكْ وَصِيَّتَهٗ بِشَيْءٍ　　وَاِنْ هُوَ كَانَ ذَا عَقْلٍ أَرِيْبًا

"اور اس کو کسی بھی چیز کی وصیت میں ڈھیل نہ دے اگرچہ وہ عقلمند اور باشعور ہی کیوں نہ ہو۔"

فَاِنْ ضَیَّعَتَ ذَاکَ فَلاَ تُلِمْهُ عَلٰی اَنْ لَمْ یَکُنْ عِلْمُ الْغُیُوْبَا

''پس اگر تو نے وصیت کو ضائع کر دیا تو پھر قاصد کو ملامت نہ کر کیونکہ وہ غیب کا علم نہیں رکھتا۔''

زمخشریؒ کا قصہ تاریخ ابن خلکان اور تاریخ کی دیگر کتب میں مذکور ہے کہ زمخشری مقطوع الرجل تھے (یعنی ان کی ایک ٹانگ کٹی ہوئی تھی) پس ان سے اس کے متعلق پوچھا گیا۔ پس زمخشریؒ نے فرمایا کہ میری والدہ کی بددعا کی وجہ سے میری یہ حالت ہوئی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ میں نے بچپن میں ایک چڑیا پکڑی اور اس کی ٹانگ میں ایک دھاگہ باندھ دیا۔ پس وہ چڑیا میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور اڑ کر ایک دیوار کے سوراخ میں گھس گئی۔ پس میں نے دھاگہ پکڑ کر زور سے کھینچا جس کی وجہ سے چڑیا کی ٹانگ کٹ گئی۔ پس یہ منظر دیکھ کر میری والدہ کو بہت رنج ہوا۔ پس وہ کہنے لگی۔ اللہ تعالیٰ تیری ٹانگ بھی کاٹ دے۔ جیسے تو نے اس چڑیا کی ٹانگ کاٹ دی ہے۔

پس جب میں طالب علمی کی عمر کو پہنچا تو میں تحصیل علوم کے لئے بخارا کے لئے چلا۔ پس دوران سفر میں سواری سے گر پڑا۔ پس میری ٹانگ ٹوٹ گئی۔ چنانچہ بہت علاج معالجہ کروایا لیکن آخر کار ٹانگ کٹوانی پڑی۔ (اور یوں میری والدہ کی بددعا پوری ہوگئی۔)

حافظ ابونعیم کی کتاب ''الحلیہ'' میں حضرت زین العابدینؒ کے حالات میں مرقوم ہے کہ ابوحمزہ یمانی نے فرمایا ہے کہ میں حضرت علی بن حسینؒ کی خدمت میں موجود تھا کہ یکا یک بہت سی چڑیاں ان کے اردگرد اڑنے اور چلانے لگیں۔ پس انہوں نے فرمایا اے ابوحمزہ کیا تم جانتے ہو یہ چڑیاں کیا کہہ رہی ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ حضرت علی بن حسینؒ نے فرمایا کہ یہ چڑیاں اپنے رب کی تسبیح و تقدیس بیان کر رہی ہیں اور اس سے رزق کا سوال کر رہی ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ صحیحین، سنن نسائی اور جامع ترمذی میں حدیث ابن عباسؓ مذکور ہے جسے حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابوہریرہؓ نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ پس آپ سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ عالم کون ہے؟ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں سب سے زیادہ عالم ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس جواب پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی نازل کی کہ میرا ایک بندہ مجمع البحرین پر رہتا ہے جو آپ سے زیادہ عالم ہے۔ ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ سے زیادہ عالم کون ہے؟ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی نازل کی کہ ہمارا بندہ خضر سب سے زیادہ عالم ہے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے رب اس سے ملاقات کیسے ہوگی؟ پس اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اپنے توشہ دان میں ایک مچھلی رکھ لو۔ پس جب جگہ وہ مچھلی غائب ہو جائے وہیں خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگی۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توشہ دان میں مچھلی رکھ لی اور سفر پر روانہ ہوگئے اور آپ کے ہمراہ حضرت یوشع علیہ السلام بھی تھے۔ پس وہ ایک پتھر کے پاس پہنچے تو دونوں اس پتھر پر سر رکھ کر سو گئے اور مچھلی توشہ دان سے نکل کر سمندر میں راستہ بناتی ہوئی فرار ہوگئی جس کو حضرت یوشع علیہ السلام نے دیکھا اور یہ منظر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتلانا بھول گئے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام نے پھر سفر شروع کر دیا تو حضرت

موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھی حضرت یوشع علیہ السلام سے فرمایا کہ ہمارا ناشتہ لاؤ۔ تحقیق ہمیں اس سفر میں بہت تکلیف پہنچی ہے۔
حضرت یوشع علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ جب ہم پتھر کے پاس سوئے تھے تو مچھلی اسی وقت غائب ہوگئی تھی اور میں آپ کو مچھلی کا واقعہ بتانا ہی بھول گیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہی وہ جگہ ہے جس کی تلاش میں ہم نے سفر کیا ہے۔
پس حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام اپنے قدموں کے نشانات دیکھتے ہوئے واپس لوٹے اور جب اس پتھر کے پاس پہنچے تو وہاں ایک شخص کو دیکھا جو چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو سلام کیا اور فرمایا کہ میں موسیٰ علیہ السلام ہوں۔ پس حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ موسیٰ بنی اسرائیل۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہاں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں تا کہ آپ مجھے وہ علم سکھا دیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو سکھایا گیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کرسکیں گے۔ اے موسیٰ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ علم عطا فرمایا ہے جو آپ کو نہیں سکھایا اور جو علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے وہ مجھے نہیں سکھایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا عنقریب آپ مجھے انشاء اللہ صبر کرنے والا پائیں گے اور میں کسی امر میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام سمندر کے کنارے کنارے چل دیئے۔ پس ان دونوں کو ایک کشتی نظر آئی اور انہوں نے کشتی والوں سے گفتگو کی تا کہ وہ ان کو کشتی میں سوار ہونے کی اجازت دیں۔ پس انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور بغیر اجرت کے ان دونوں (یعنی حضرت موسیٰ اور خضر علیہ السلام) کو کشتی میں سوار کرلیا۔ پس ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی۔ پس چڑیا نے پانی پینے کے لئے سمندر میں ایک یا دو چونچ ماری۔ پس حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اے موسیٰ! میرے اور آپ کے علم نے اللہ تعالیٰ کے علم سے صرف اتنا حصہ کم کیا ہے جتنا اس چڑیا نے سمندر سے پانی کم کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے جان بوجھ کر اس کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا۔
پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کشتی والوں نے ہمیں بغیر کسی اجرت کے سوار کیا اور آپ نے ان کی کشتی کا ایک تختہ عمداً اکھاڑ دیا تا کہ وہ ڈوب جائیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا میں نے پہلے ہی نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کرسکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بھول گیا تھا۔ پس آپ میری بھول چوک پر گرفت نہ کریں اور میرے اس معاملہ میں ذرا سختی سے کام نہ لیں۔ پس یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھول کر شرط کی پہلی خلاف ورزی کی۔ پس وہ دونوں چلے۔ پس جب انہوں نے دیکھا کہ ایک لڑکا بچوں کے ساتھ کھیل رہا ہے تو حضرت خضر علیہ السلام نے اس لڑکے کا سر اوپر سے پکڑ کر الگ کردیا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کیا آپ نے ایک بے گناہ کو بغیر کسی وجہ کے قتل کردیا ہے۔ تحقیق آپ نے بے جا حرکت کی ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا میں نے آپ سے کہا نہ تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کرسکتے۔ ابن عیینہؒ نے فرمایا ہے کہ پہلے کے مقابلہ میں حضرت خضر علیہ السلام کی طرف سے یہ تنبیہ زیادہ سخت ہے۔ پس وہ دونوں آگے چلے۔ یہاں تک کہ ایک بستی میں پہنچے اور وہاں کے لوگوں سے کھانا مانگا مگر انہوں نے ان دونوں کی ضیافت سے انکار کردیا۔ وہاں انہوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرنے کے قریب تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس دیوار کو اپنے ہاتھ سے سیدھا کردیا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر آپ چاہتے تو اس کام کی اجرت لے سکتے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا بس میرا تمہارا ساتھ ختم ہوا۔ اب میں آپ کو ان باتوں کی حقیقت بتاتا ہوں جن

پر آپ صبر نہ سکے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے۔ کاش وہ اتنا صبر کر لیتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان رموز واسرار کو بیان فرما دیتے۔

واقعہ خضر وموسیٰ میں موسیٰ کون تھے حضرت سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ نوفا بکالی کا خیال ہے کہ اس واقعہ میں مذکور موسیٰ سے مراد بنی اسرائیل کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں بلکہ موسیٰ نامی کوئی اور شخص تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اللہ کے دشمن نے جھوٹ کہا ہے۔ مجھ سے حضرت ابی بن کعبؓ نے بیان کیا ہے۔ یہ کہہ کر پوری حدیث بیان کی جس میں حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مکمل واقعہ تھا اور فرمایا کہ ایک چڑیا آئی۔ یہاں تک کہ وہ کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے سمندر میں ٹھونگ ماری۔ پس حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میرے اور آپ کے علم نے اللہ تعالیٰ کے علم میں سے اتنا کم کیا ہے جتنا اس چڑیا نے اپنی چونچ کے ذریعے سمندر سے پانی کم کیا۔ علماء نے فرمایا ہے کہ یہاں لفظ ''النقص'' (کمی) کا ظاہری معنی محمول نہیں ہے بلکہ یہ لفظ سمجھانے کے لئے استعمال کیا گیا ہے ورنہ حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا علم اللہ تعالیٰ کے علم سے بہت کم ہے۔

شرعی حکم چڑیا کا کھانا حلال ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی چڑیا کو یا اس سے بڑے کسی جانور کو بلاحق کے قتل کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے ضرور اس کے متعلق سوال فرمائیں گے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اس کا حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا حق یہ ہے کہ اسے ذبح کر کے کھایا جائے اور اس کا سر کاٹ کر نہ پھینکا جائے۔ (رواہ النسائی)

حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک ابن آدم ۔ دل چڑیا کی مثل ہے جو دن میں سات مرتبہ بدلتا ہے۔ (رواہ الحاکم)

سود اور رباء کے معاملہ میں چڑیوں کی تمام اقسام ایک جنس شمار کی جائیں گی۔ اسی طرح بطخ، کبوتر اور مرغ کی تمام اقسام بھی ایک ہی جنس شمار کی جائیں گی لیکن سارس، مرغابی اور سرخاب علیحدہ علیحدہ ایک جنس ہیں۔ صحیح قول کے مطابق چڑیا کو پکڑ کر پھر آزاد کرنا جائز نہیں ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک جائز ہے۔ اس لئے کہ حافظ ابونعیم نے حضرت ابودرداءؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ بچوں سے چڑیوں کو خریدتے تھے اور پھر انہیں چھوڑ دیتے تھے یعنی آزاد کر دیتے تھے۔

ابن صلاح نے فرمایا ہے کہ اختلاف صرف ان چڑیوں کے متعلق ہے جو بذریعہ شکار قبضہ میں آئی ہوں۔ مانوس جانوروں کو آزاد چھوڑنا زمانہ جاہلیت کے سوائب کے مشابہ ہونے کے باعث قطعاً ناجائز اور باطل ہے۔ شیخ ابواسحٰق شیرازی نے اپنی کتاب ''عیون المسائل'' میں لکھا ہے کہ چڑیا کی بیٹ نجس غیر معفو عنہ ہے لیکن اس کے متعلق مشہور قول یہ ہے کہ چڑیا کی بیٹ کے حکم میں اختلاف ہے۔ جیسے ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب کے متعلق اختلاف ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''فُلَانٌ اَخَفُّ مِنْ حِلْمًا مِنْ عَصْفُوْرٍ'' (فلاں چڑیا سے بھی کم بردبار ہے) حضرت حسانؓ نے فرمایا ہے کہ ۔

لَا بَأْسَ بِالْقَوْمِ مِنْ طُوْلٍ وَعَظِيْمٍ جِسْمُ الْبِغَالِ وَأَحْلَامُ الْعَصَافِيْرِ

''کوئی حرج نہیں اگر قوم طویل القامت اور طویل الجثہ ہو اور ان کے جسم خچروں کی مثل اور ان کی عقلیں چڑیوں کی طرح ہوں''

تعنب نے کہا ہے کہ ؎

اَنْ يَّسْمَعُوْا رِيْبَةً طَارُوْا بِهَا فَرَحًا مِنِّيْ وَمَا سَمِعُوْا مِنْ صَالِحٍ دَفَنُوْا

''اگر وہ میری کوئی بری بات سن لیتے ہیں تو اسے ہر جگہ پھیلا دیتے ہیں لیکن میری اچھی بات کو دفن کر دیتے ہیں۔''

مِثْلَ الْعَصَافِيْرِ أَحْلَامًا وَمِقْدِرَةً لَوْ يُوْزَنُوْنَ بِرِقِّ الرِّيْشِ مَاوُزِنُوْا

''یہ عقل اور طاقت میں چڑیوں کی مثل ہیں اگر ان کا وزن کیا جائے تو ایک پر کے برابر بھی ان کا وزن نہیں ہے۔''

اہل عرب کہتے ہیں ''أَسْفَدُ مِنْ عَصْفُوْر'' (فلاں چڑے سے زیادہ جفتی کرنے والا ہے)

خواص چڑیا کا گوشت گرم، خشک اور مرغی کے گوشت سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ چڑیا کا سب سے عمدہ گوشت موسم سرما میں چربی دار ہوتا ہے۔ چڑیا کا گوشت کھانے سے منی اور قوت باہ میں اضافہ ہوتا ہے لیکن رطوبت والے اشخاص کے لئے چڑیا کا گوشت مضر ہے۔ نیز اگر چڑیا کے گوشت میں روغن بادام ڈال لیا جائے تو مضرت ختم ہو جاتی ہے۔ بوڑھوں اور سرد مزاج والوں کے لئے چڑیا کا گوشت موسم سرما میں موافق آتا ہے۔ چڑیا کا گوشت خلط صفراوی پیدا کرتا ہے۔ مختار بن عبدون نے کہا ہے کہ چڑیا کا گوشت کھانا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ اگر اس کی چھوٹی سی ہڈی بھی پیٹ میں چلی جائے تو اس سے پتہ اور آنت میں چربی پیدا ہو جاتی ہے۔ جب چڑیا کے بچوں کو ذبح کر لیا جائے اور ان کا گوشت انڈوں اور پیاز کے ساتھ ملا کر تیار کیا جائے اور پھر کھا لیا جائے تو یہ قوت باہ میں اضافہ کرتا ہے۔ چڑیا کے گوشت کا شوربہ طبیعت کو صاف کرتا ہے۔ کمزور چڑیا کا گوشت نہایت ثقیل ہوتا ہے۔

وہ چڑیا جو کسی گھر میں رہتی ہو اس کا گوشت بہت زیادہ چربی دار ہوتا ہے۔ بعض اطباء کا قول ہے کہ چڑیا کا مغز عرق سنداب اور شہد میں ملا کر نہار منہ پینے سے بواسیر کے درد کے لئے مفید ہے۔ چڑیوں کی بیٹ کو انسانی لعاب دہن میں حل کر کے پھنسیوں پر لگانے سے پھنسیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ یہ نسخہ عجیب وغریب اور مجرب ہے۔ جب عصفور الشوک (خاردار چڑیا) کو ذبح کر کے نمک میں ملا کر بھون لیا جائے اور پھر کھایا جائے تو اس سے مثانہ اور گردے کی پتھری ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔ مہراریش نے کہا ہے کہ اگر چڑیا کو ذبح کر کے اس کا خون مسور کے بیسن پر ٹپکا لیا جائے اور پھر اس کی گولیاں بنا کر خشک کر لی جائیں۔ پس ان گولیوں کو کھانے سے قوت باہ میں زبردست اضافہ اور ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ نیز اگر ان میں سے ایک گولی کو زیتون کے تیل میں حل کر کے آدمی اپنے احلیل کی مالش کرے تو آدمی کا عضو تناسل بہت زیادہ سخت اور مضبوط ہو جاتا ہے۔

فائدہ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ چار چیزوں کا استعمال قوت جماع میں اضافہ کا باعث ہے۔ چڑیوں کا گوشت، اطریفل اکبر، بادام اور پستہ، چار چیزیں عقل میں اضافہ کرتی ہیں۔ لایعنی باتوں سے اجتناب، مسواک کا استعمال، صالحین کی مجلس میں بیٹھنا اور علم پر عمل کرنا۔ چار چیزیں بدن کو مضبوط بنا دیتی ہیں۔ گوشت کا کھانا، خوشبو کا سونگھنا، بکثرت غسل کرنا (یعنی جماع کے علاوہ) اور کتان کا لباس پہننا۔ چار چیزیں بدن کو کمزور اور بیمار بنا دیتی ہیں۔ کثرت جماع، کثرت غم، نہار منہ کثرت سے پانی پینا اور ترش چیزیں بکثرت استعمال کرنا۔

فائدہ جو آدمی بہت زیادہ جماع کرتا ہے اس کے جسم میں خارش اور قوت و بینائی میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے اور ایسا شخص جماع کی حقیقی لذت سے محروم ہونے کے ساتھ ساتھ جلدی بوڑھا ہو جاتا ہے جو شخص پیشاب یا پاخانہ کو روکتا ہے اور بوقت تقاضا ان سے فراغت حاصل نہیں کرتا تو ایسے شخص کا مثانہ کمزور، جلد سخت اور پیشاب میں جلن و سوزش پیدا ہو جاتی ہے اور مثانہ میں پتھری بھی ہو جاتی ہے جو شخص اپنے پیشاب پر تھوکنے کا معمول بنالے تو وہ کمر کے درد سے محفوظ رہے گا۔ قزوینیؒ نے فرمایا کہ اس نسخہ کو متعدد بار آزمایا گیا ہے۔

تعبیر چڑیا کو خواب میں دیکھنا قصہ گو اور لہو ولعب میں مبتلا شخص پر دلالت کرتا ہے اور اس کی تعبیر ایسے فرد سے بھی دی جاتی ہے جو لوگوں کو کہانیاں سنا کر ہنساتا ہو۔ بعض اہل علم کے نزدیک چڑیا کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر لڑکے سے بھی دی جاتی ہے۔ پس کسی کا لڑکا بیمار ہو اور وہ خواب میں چڑیا کو ذبح کرے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کی لڑکے کی موت کا اندیشہ ہے۔ بعض اوقات چڑیا کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر طاقتور اور مالدار شخص سے دی جاتی ہے جو اپنے کاموں میں چالاک ہو۔ نیز چڑیا کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر خوبصورت اور محبت کرنے والی عورت سے بھی دی جاتی ہے۔ خواب میں چڑیوں کی آواز سننے کی تعبیر عمدہ کلام یا دراست علم سے دی جاتی ہے۔ نیز چڑیوں کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر مال اور اولاد سے بھی دی جاتی ہے۔

ایک شخص امام المعبرین ابن سیرینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں چڑیوں کے بازو پکڑ پکڑ کر اپنے کمرے میں بند کر رہا ہوں۔ پس ابن سیرینؒ نے فرمایا کیا تو کتاب اللہ کا علم رکھتا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ پس ابن سیرینؒ نے فرمایا مسلمانوں کی اولاد کے بارے میں اللہ سے ڈر۔ ایک اور شخص ابن سیرینؒ کے پاس آیا۔ پس اس نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں چڑیا ہے اور میں اس کو ذبح کرنا چاہتا ہوں۔ پس چڑیا نے مجھ سے کہا کہ تیرے لئے حلال نہیں ہے کہ تو میرا گوشت کھائے۔ پس ابن سیرینؒ نے اس سے فرمایا کہ تو ایسا آدمی ہے کہ تو صدقہ کھاتا ہے حالانکہ تو اس کا مستحق نہیں ہے۔ پس اس آدمی نے ابن سیرینؒ سے کہا کہ آپ میرے متعلق ایسی بات کہہ رہے ہیں۔ امام ابن سیرینؒ نے فرمایا ہاں۔ اگر تو چاہے تو میں تجھے صدقہ کے ان دراہم کی تعداد بھی بتادوں جو تیرے پاس ہیں۔ پس اس شخص نے کہا کہ ان کی تعداد کتنی ہے۔ ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ وہ چھ دراہم ہیں۔ پس اس شخص نے کہا کہ ہاں ایسا ہی ہے۔ یہ دیکھئے صدقہ کے دراہم میرے ہاتھ میں ہیں اور میں توبہ کرتا ہوں اور آئندہ صدقہ کا مال نہیں لوں گا۔ پس حضرت ابن سیرینؒ سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ تعبیر کیسے اخذ کی۔ پس ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ چڑیا خواب میں سچ بولتی ہے اور چڑیا کے چھ اعضاء ہیں۔ پس چڑیا کے اس قول ''لَا یَحِلُّ لَکَ اَنْ تَاکُلَنِی'' (تیرے لئے حلال نہیں ہے کہ تو میرا گوشت کھائے) سے میں نے یہ اندازہ لگایا کہ یہ شخص اس مال کو حاصل کرتا ہے جس کا یہ مستحق نہیں ہے۔ ایک شخص حضرت جعفر صادقؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں ایک چڑیا ہے۔ پس حضرت جعفر صادقؒ نے اس سے فرمایا کہ تو دس دینار حاصل کرے گا۔ پس وہ شخص چلا گیا اور اسے نو دینار حاصل ہوئے۔ پس وہ دوبارہ حضرت جعفر صادقؒ کے پاس آیا اور پورا واقعہ سنایا۔ پس حضرت جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ اپنا خواب دوبارہ بیان کر۔ پس اس شخص نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں ایک چڑیا ہے اور میں نے اس کو غور سے دیکھا تو اس کی دم نہیں تھی۔ پس حضرت جعفر صادقؒ نے اس شخص سے فرمایا کہ اگر اس چڑیا کی دم ہوتی تو تمہیں پورے دس دینار حاصل ہوتے۔ واللہ اعلم۔

العضل

''العضل '' اس سے مراد نر چوہا ہے۔ تحقیق اس کا تفصیلی ذکر ''الجرذ'' کے تحت باب الجیم میں گزر چکا ہے۔

العرفوط

''العرفوط '' اس سے مراد ایک قسم کا کیڑا ہے جس کی خوراک سانپ ہیں۔

العریقطة

''العریقطة'' یہ ایک قسم کا لمبا کیڑا ہے۔ جوہریؒ کا یہی قول ہے۔

العضمجة

''العضمجة'' اس سے مراد لومڑی ہے۔ تحقیق ''الثعلب'' کے تحت ''باب الثاء'' میں اس کا تفصیلی ذکر گزر چکا ہے۔

اَلْعَضْرُفُوْط

''اَلْعَضْرُفُوْط '' اس سے مراد نر چھپکلی ہے۔ اس کی تصغیر عُضَیْرُف'' اور عُضْرِیْف'' آتی ہے۔

فائدہ ابن عطیہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول ''قُلْنَا یَا نَارُ کُوْنِی بَرْدًا وَّسَلاَ مًا عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ'' (ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا ابراہیم علیہ السلام پر) کی تفسیر میں کہا ہے کہ کوا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ کے لئے ایندھن (یعنی لکڑیاں) جمع کر رہا تھا اور گرگٹ آگ کو دہکانے کیلئے پھونکیں مار رہا تھا اور خچر بھی اسی طرح کر رہا تھا یعنی آگ کو دہکانے کے لئے پھونکیں مارتا تھا۔ نیز خطاف، مینڈک اور چھپکلی اپنے اپنے منہ میں پانی بھر کر لا رہے تھے تاکہ آگ کو اس کے ذریعے بجھایا جا سکے۔ پس اللہ تعالیٰ نے خطاف، چھپکلی اور مینڈک کو اپنی حفاظت میں لے لیا اور کوے، گرگٹ اور خچر کو مصیبت میں مبتلا کر دیا۔

بخار کو دور کرنے کا عمل علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ مجھے بعض مشائخ سے معلوم ہوا ہے کہ اگر ہر قسم کے بخار کے لئے یہ کلمات تین مرتبہ ''قُلْنَا یَا نَارُ کُوْنِی بَرْدًا وَّسَلاَ مًا سَلاَ مًا سَلاَ مًا'' لکھ کر تین تعویذ بنا لئے جائیں اور ہر روز ایک تعویذ نہار منہ جب بخار شروع ہو، مریض کو پلا دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہر قسم کا بخار ختم ہو جائے گا۔ یہ عمل عجیب و غریب اور مجرب ہے۔

عَطَّار''

''عَطَّار'' ''قزوینیؒ نے اپنی کتاب ''الاشکال'' میں لکھا ہے کہ یہ ایک کیڑا ہے جو سیپ اور گھونگے میں رہتا ہے اور یہ بلاد ہند میں

رکے ہوئے پانی میں اور سرزمین بابل میں پایا جاتا ہے۔ یہ ایک عجیب وغریب جانور ہے جس کا گھر صدفی ہوتا ہے۔ اس کیڑے کا سر، منہ، دو آنکھیں اور دو کان ہوتے ہیں۔ پس جب یہ کیڑا اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے تو انسان سمجھتا ہے کہ یہ سیپ ہے۔ پس جب یہ کیڑا اپنے گھر سے باہر نکل کر زمین پر چلتا ہے تو یہ اپنے گھر کو بھی ساتھ ساتھ گھسیٹتا ہے۔ پس جب موسم گرما میں زمین خشک ہو جاتی ہے تو اس کیڑے کو جمع کیا جاتا ہے اور اس کیڑے میں سے عطر جیسی خوشبو آتی ہے۔

خواص اگر اس کیڑے کی دھونی مرگی کے مریض کو دی جائے تو اس کے لئے بے حد مفید ہے۔ اس کیڑے کو جلا کر اس کی راکھ کو دانتوں پر مل لیا جائے تو دانت سفید اور چمکدار ہو جاتے ہیں۔ اگر اس کیڑے کو آگ سے جلے ہوئے بدن کے حصہ پر رکھ دیا جائے یہاں تک کہ یہ خشک ہو جائے تو بے حد نافع ہے۔

اَلْعَطَّاط

''اَلْعَطَّاط'' (عین کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد شیر ہے۔ الکامل کے مصنف نے خطبۃ الحجاج کی تفسیر میں ''اَلْعُطَّاط'' (عین کے ضمہ کے ساتھ) نقل کیا ہے۔ بعض اہل علم نے عین کے فتحہ کے ساتھ نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس سے مراد ایک معروف پرندہ ہے۔

اَلْعَطَرَفُ

''اَلْعَطَرَفُ'' اس سے مراد ''افعی'' سانپ ہے۔ تحقیق اس کا تذکرہ باب الھمزۃ میں لفظ ''الافعی'' کے تحت گزر چکا ہے۔

اَلْعِظَاءَ ةُ

''اَلْعِظَاءَ ةُ'' (ظاء کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد ایک کیڑا ہے جو گرگٹ سے قدرے بڑا ہوتا ہے۔ واحد کے لئے عظایۃ کا لفظ بھی مستعمل ہے۔ اس کی جمع عظاء اور عظایا آتی ہیں۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا ہے کہ ''کَمَثَلِ الْھِرِّ یَلْتَمِسُ الْعَظَایَا'' (اس بلی کی مثل جو عظایا کو تلاش کرتی ہے) ازہری نے کہا ہے کہ یہ ایک ملائم جسم والا کیڑا ہے جو دوڑ کر چلتا ہے اور چھپکلی کے مشابہ ہوتا ہے مگر اس سے زیادہ حسین وجمیل ہوتا ہے۔ یہ کیڑا کسی کو اذیت نہیں پہنچاتا۔ اس کیڑے کا نام شحمۃ الارض اور شحمۃ الرمل بھی ہے۔ اس کی متعدد اقسام ہیں۔ جن میں سفید، سرخ، زرد اور سبز رنگ کے کیڑے شامل ہیں۔ اس کیڑے کے یہ مختلف رنگ اس کے مسکن کے اختلاف کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ پس بعض کیڑے ریت میں، بعض پانی کے قریب اور بعض گھاس کے قریب رہتے ہیں۔ اس کیڑے کی اقسام میں سے بعض کیڑے ایسے بھی ہیں جو انسانوں سے مانوس ہو جاتے ہیں۔ یہ کیڑا اپنے سوراخ میں چار ماہ تک بغیر کچھ کھائے رہ سکتا ہے۔ اس کیڑے کی طبیعت میں سورج کی محبت پائی جاتی ہے۔ دھوپ میں رہنے کی وجہ سے اس کیڑے کا بدن سخت ہو جاتا ہے۔

اہل عرب کے خرافات اہل عرب کہتے ہیں۔ بے شک جب جانوروں کو زہر تقسیم ہو رہا تھا تو اس وقت ''عظاءۃ'' کو قید کر دیا گیا

تھا۔ یہاں تک کہ زہر ختم ہوگیا اور ہر حیوان نے اپنی استطاعت کے مطابق اپنا حصہ حاصل کرلیا لیکن ''عظاءۃ'' کو زہر کا کچھ حصہ بھی نہیں ملا۔ اس کیڑے کی خاصیت یہ ہے کہ یہ کچھ دور تیز دوڑتا ہے۔ پھر رک جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کیڑا زہر سے محرومی کی یاد پر افسوس کرتے ہوئے اس انداز میں چلتا ہے۔ مصر میں اس کیڑے کو ''السحلیة'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

شرعی حکم اس کیڑے کا کھانا حرام ہے۔ تحقیق اس کا تذکرہ باب السین میں بھی گزر چکا ہے۔

خواص جو شخص اس کیڑے کا داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کپڑے میں لپیٹ کر اپنے اوپر لٹکا لے تو وہ اپنی خواہش کے مطابق عورت سے جماع کر سکتا ہے۔ اگر اس کیڑے کے مذکورہ اعضاء کو کسی سیاہ کپڑے میں لپیٹ کر کسی ایسے شخص کے بدن پر لٹکا دیا جائے جس کو پرانا چوتھیا بخار ہو تو وہ شفایاب ہو جائے گا۔ اگر اس کیڑے کا دل کسی عورت پر لٹکا دیا جائے تو جب تک یہ اس کے بدن پر رہے گا، ولادت نہیں ہو سکتی۔ اگر اس کیڑے کو گائے کے گھی میں تل کر سانپ کی ڈسی ہوئی جگہ پر مل لیا جائے تو زہر ختم ہو جائے گا اور مریض شفایاب ہو جائے گا۔ اگر اس کیڑے کو کسی پیالے میں ڈال دیا جائے اور پھر اس پیالے میں روغن زیتون بھر کر اس کو دھوپ میں رکھ دیا جائے۔ یہاں تک کہ روغن اس میں جذب ہو جائے اور پھر اس روغن کو اس میں سے نچوڑ لیا جائے تو وہ نچوڑا ہوا روغن زہر قاتل ہوگا۔

تعبیر اس کیڑے کو خواب میں دیکھنا فریب اور اختلاف اسرار پر دلالت کرتا ہے۔ واللہ اعلم

العفر

''العفر'' اس سے مراد پہاڑی بکری کا بیٹا ہے۔ نیز ''العفر'' عین کے کسرہ کے ساتھ نر خنزیر کو بھی کہتے ہیں اور خبیث آدمی کے لئے بھی ''العفر'' کا لفظ مستعمل ہے۔ اسی طرح خبیث عورت کیلئے ''عفرۃ'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

العفریت

''العفریت'' اس سے مراد طاقتور جن ہے۔ اس میں تاء زائد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ أَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ''. (جنوں میں سے ایک قوی ہیکل نے عرض کیا میں اسے حاضر کردوں گا۔ النمل آیت ۳۹)

ابو رجاء عطاردی اور عیسیٰ ثقفی نے اسے ''عفریۃ'' پڑھا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی ایک روایت کے مطابق اور بعض اہل علم کے قول کے مطابق ''عفر'' بھی پڑھا جاتا ہے۔ بلقیس کا تخت لانے والے اس عفریت (طاقتور جن) کے نام کے بارے میں اختلاف ہے۔ وہب نے کہا ہے کہ اس طاقتور جن کا نام کوذا تھا۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس کا نام ذکوان تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ اس کا نام ''صخر الجنی'' تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا بلقیس کے تخت کو منگوانا کس غرض سے تھا۔ اس میں بھی اختلاف ہے۔ حضرت قتادہ اور دیگر مفسرین نے فرمایا ہے کہ جب ہدہد نے اس تخت کے اوصاف اور اس کی عظمت بیان کی تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو وہ تخت پسند آ گیا۔ پس آپ نے بلقیس اور اس کی قوم کے اسلام قبول کرنے سے قبل ہی اس تخت کو اپنے قبضہ میں لینے کا ارادہ کیا۔ اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس بات کو جانتے تھے کہ اگر بلقیس نے اسلام قبول کرلیا تو اس کا مال ان پر

حرام ہو جائے گا۔ پس آپ نے اس سے قبل کہ بلقیس کا مال ان پر حرام ہو جائے۔ بلقیس کا تخت اپنے قبضہ میں لینے کا ارادہ کیا۔ ابن زید نے کہا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کا تخت اس لئے منگوایا تا کہ اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قدرت و سلطنت کا مظاہرہ ہو سکے۔

تخت بلقیس کیسا تھا مروی ہے کہ بلقیس کا عرش چاندی اور سونے کا بنا ہوا تھا اور اس میں یاقوت اور دیگر جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ نیز بلقیس کا تخت سات مقفل کمروں میں بند تھا۔ ثعلبی کی کتاب ''الکشف والبیان'' میں مذکور ہے کہ بے شک بلقیس کا عرش بھاری اور حسین وجمیل تھا۔ اس کا اگلا حصہ سونے کا تھا جس میں سرخ یاقوت اور سبز زمرد جڑے ہوئے تھے اور پچھلا حصہ چاندی کا تھا جس میں مختلف قسم کے جواہرات اور موتی جڑے ہوئے تھے۔ اس عرش (یعنی تخت) کے چار پائے تھے۔ ایک پایہ سرخ یاقوت کا دوسرا زرد یاقوت کا تیسرا سبز زبرجد کا اور چوتھا سفید موتیوں کا تھا۔ اس کے تختے سونے کے تھے۔ بلقیس کے حکم کے مطابق یہ تخت سب سے آخری کمرے میں رکھا گیا۔ بلقیس کے سات محلوں میں جو سب سے پچھلا محل تھا۔ اس میں سات کمرے تھے اور ہر کمرے کا دروازہ مقفل تھا۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ بلقیس کا تخت تیس گز لمبا تیس گز چوڑا اور تیس گز اونچا تھا اور مقاتل نے کہا ہے کہ اس تخت کی لمبائی اسی ہاتھ، چوڑائی اسی ہاتھ اور ایک قول کے مطابق اس تخت کا طول اسی ہاتھ اور عرض چالیس ہاتھ اور بلندی تیس ہاتھ تھی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بارعب تھے اور کسی آدمی کو آپ کے ساتھ گفتگو کرنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ آپ خود ہی اس سے سوال کرتے۔ پس ایک دن آپ نے خواب میں اپنے قریب آگ جیسی چمک دیکھی۔ پس آپ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ آپ کو جواب دیا گیا۔ یہ بلقیس کا عرش ہے۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اے سردارو! تم میں سے کون بلقیس کا تخت میرے پاس لائے گا۔ قبل اس کے کہ وہ اور اس کی قوم مسلمان ہو جائے۔ ایک جن نے کہا کہ میں آپ کے مجلس سے اٹھنے سے قبل بلقیس کا تخت آپ کے پاس لے آؤں گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام صبح سے ظہر تک لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرنے کے لئے دربار لگایا کرتے تھے۔ اس جن نے کہا کہ میں اتنا طاقتور ہوں کہ اس مدت میں بلقیس کے تخت کو آپ کے پاس لے آؤں اور میں امین ہوں۔ پس میں اس تخت میں چوری نہیں کروں گا۔ ایک ایسا شخص جس کے پاس کتاب (یعنی تورات) کا علم تھا۔ کہنے لگا کہ اس سے پہلے کہ آپ کی نگاہ اس کی طرف لوٹے، میں بلقیس کو آپ کے پاس لے آؤں گا۔ امام بغویؒ اور اکثر اہل علم کا قول ہے کہ یہ شخص آصف بن برخیا تھا اور یہ صدیق (سچا) تھا۔ نیز یہ اسم اعظم سے واقف تھا۔ اسم اعظم کے ذریعے جو بھی دعا کی جاتی ہے، وہ قبول ہوتی ہے۔ سعید بن جبیرؒ نے فرمایا ہے کہ نگاہ لوٹنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو منتہائے نظر پر جو آدمی دکھائی دے۔ اس کے آپ تک پہنچنے سے قبل تخت آپ کی خدمت میں حاضر کر دیا جائے گا۔ قتادہؓ نے فرمایا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ نگاہ گھومنے سے قبل وہ شخص آپ کے پاس آ جائے۔ مجاہد نے فرمایا ہے کہ جب تک نگاہ تھک کر ٹھہر جائے۔ وہب نے فرمایا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی نگاہ کو پھیلائیں۔ آپ کی نگاہ پھیلنے بھی نہ پائے گی کہ میں آپ کے پاس بلقیس کا تخت لے آؤں گا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ''اَلَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ'' (جس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا) اس مذکورہ شخص سے مراد ''اسطوم'' ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ حضرت جبرائیل

تھے۔ بعض نے کہا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہی نے اپنے آپ سے یہ گفتگو فرمائی تھی۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ وہ شخص بنی اسرائیل کا عالم تھا جس کا نام اسطوم تھا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے بے حد فہم و فراست اور معرفت حق سے نوازا تھا۔ انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا تھا کہ اس سے پہلے کہ آپ کی نگاہ اس کی طرف لوٹے میں بلقیس کا تخت آپ کے پاس لے آؤں گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا، لے آؤ۔ اس شخص نے کہا آپ نبی ہیں اور نبی کے بیٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ سے زیادہ کوئی شخص بھی محبوب و مقرب نہیں۔ پس اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں اور بلقیس کے تخت کو طلب کریں تو وہ تخت آپ کے پاس آ جائے گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے۔

اسم اعظم اس شخص کو جو علم دیا گیا تھا وہ اسم اعظم کا علم ہے۔ پس اسطوم نے اسم اعظم کے ذریعہ دعا کی تھی۔ اسم اعظم یہ ہے۔ ''یَاحَیُّ یَا قَیُّوْم یَا اِلٰھَنَا وَاِلٰہَ کُلِّ شَیْءٍ وَّاحِدًا لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ''بعض اہل علم کے نزدیک اسم اعظم کے الفاظ یہ جو اسطوم نے ادا کئے تھے۔ ''یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ''بلقیس کا تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس کیسے پہنچا۔ کہا جاتا ہے کہ زمین پھٹ گئی اور تخت زمین میں سما گیا اور زمین کے اندر ہی اندر تخت چشمہ کی طرح بہتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے زمین شق ہوئی اور تخت برآمد ہوا۔ کلبی کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھیجا۔ پس انہوں نے تخت کو اٹھایا اور زمین کو اندر ہی اندر چیرتے ہوئے لے کر چلے۔ یہاں تک کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے زمین شق ہوئی اور تخت برآمد ہوا۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ بلقیس کا تخت ہوا کے ذریعے اڑا کر لایا گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اور بلقیس کے تخت کے درمیان اتنا فاصلہ تھا کہ ایک تیز رفتار شخص اس فاصلہ کو دو ماہ میں طے کر سکتا ہے۔ پس جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے سامنے بلقیس کے تخت کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ایسے بہترین الفاظ میں کیا جو لوگوں کے لئے باعث ہدایت تھے۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ بلقیس کے عرش کی ہیت کو تبدیل کر دو۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے عرش کی ہیت بدلنے کا حکم اس لئے دیا تھا تاکہ بلقیس کی ذہانت و فراست اور تجربہ کو پرکھ سکیں۔ مفسرین کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے کہ بے شک جب جنات نے محسوس کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس سے شادی کر لیں گے تو انہوں نے بلقیس کے خلاف باتیں بیان کرنا شروع کر دیں۔ بلقیس کی ماں جنیہ تھی اور جنات کا خیال تھا کہ اگر بلقیس کے بطن سے لڑکا پیدا ہوا تو وہ ہم پر حکمرانی کرے گا تو اس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کی اولاد ہم پر ہمیشہ کیلئے حکمران کرتی رہے گی۔ پس جنات نے بلقیس کے خلاف بری باتیں بیان کرنا شروع کر دیں۔ تاکہ آپ کا دل بلقیس سے پھر جائے۔ نیز جنات حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہنے لگے کہ بلقیس بے وقوف عورت ہے۔ اس کے پاؤں گھوڑے کے سم کی طرح ہیں۔ جنات نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا کہ بلقیس کے پاؤں گدھے کے پاؤں کی طرح ہیں اور اس کی پنڈلیوں پر بالوں کی کثرت ہے۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت بلقیس کی ہیت بدل کر اس کی عقل و فراست کا امتحان لیا اور شیشے کے حوض سے اس کی پنڈلیوں کی حالت دیکھی۔ بلقیس کے تخت کی ہیت اس طرح تبدیل کی گئی تھی کہ اس کے کسی حصہ میں اضافہ کر دیا گیا تھا اور کسی حصہ میں نقص کر دیا گیا تھا۔ یہ قصہ تفسیر کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ جب ملکہ بلقیس مشرف با اسلام ہو گئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی اطاعت قبول

کر کے اپنی ذات پر ظلم کا اقرار کرلیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس سے شادی کر لی اور اسے اس کی سلطنت پر واپس یمن بھیج دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس سے ملاقات کے لئے ہر ماہ ہوا کے ذریعے جایا کرتے تھے۔ پس بلقیس کے بطن سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ پس اس کا نام حضرت سلیمان علیہ السلام نے داؤدؑ رکھا۔ پس یہ لڑکا حضرت سلیمان علیہ السلام کی زندگی ہی میں فوت ہوگیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے تخت میں نقص واضافہ کیلئے یعنی سبز جواہرات کی جگہ سرخ جواہرات اور سرخ کی جگہ سبز جواہرات نصب کر دیئے۔ پس جب بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی تو اس سے کہا گیا کہ کیا یہ تیرا عرش ہے؟ بلقیس نے کہا کہ ہاں اسی طرح کا ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ بلقیس نے اپنے تخت کو پہچان لیا تھا لیکن اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو شبہ میں ڈالنے کیلئے واضح طور پر اقرار نہیں کیا تھا کہ یہ میرا تخت ہے کیونکہ بلقیس کو بھی شبہ میں ڈالا گیا تھا۔ مقاتل کا یہی قول ہے۔ حضرت عکرمہؒ نے فرمایا ہے کہ بلقیس بہت سمجھدار عورت تھی اس لئے اس نے تکذیب کے خوف سے اپنے تخت کے متعلق واضح طور پر یہ نہیں کیا تھا کہ وہ میرا ہی ہے اور انکار بھی نہیں کیا تھا بلکہ اس نے کہا "کَاَنَّهٗ هُوَ" (ہاں ایسا ہی ہے) پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کی فہم و فراست کا اندازہ لگالیا کہ نہ تو اس نے انکار کیا اور نہ ہی اس نے اقرار کیا۔ بعض اہل علم کے نزدیک بلقیس پر اس کے عرش کا معاملہ مشتبہ ہوگیا تھا کیونکہ جب اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف روانگی کا ارادہ کیا تھا تو اس نے اپنی قوم کو جمع کیا اور ان سے کہا: اللہ کی قسم یہ شخص صرف بادشاہ ہی نہیں ہے اور ہم اس کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ پھر بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف قاصد کے ذریعے پیغام بھیجا کہ بے شک میں اپنی قوم کے سرداروں کے ہمراہ آپ کے پاس آ رہی ہوں تا کہ آپ کے حکم اور آپ کے دین کا جائزہ لیں جس کی آپ نے ہمیں دعوت دی ہے۔ پھر اس نے اپنے عرش کے متعلق حکم دیا جو سونے اور چاندی سے بنا ہوا تھا اور اس میں جواہر و یاقوت جڑے ہوئے تھے۔ پس اس نے عرش کے سات کمروں کو سات تالوں میں بند کرا دیا۔ جیسے پہلے گزرا۔ نیز اس نے عرش کی حفاظت کیلئے نگران مقرر کر دیئے۔ پھر اس نے اپنے قائم مقام بادشاہ کو حکم دیا کہ اس تخت کی حفاظت کرنا اور اس تک کسی کو نہ پہنچنے دینا اور نہ ہی تم کسی کو دکھلانا۔ یہاں تک میں واپس تیرے پاس آ جاؤں۔ پھر اس کے بعد بلقیس یمن کے بارہ ہزار سرداروں کے ہمراہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں روانہ ہوگئی۔ ان بارہ ہزار سرداروں کے ماتحت کئی ہزار لشکر تھے۔ پس جب بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچی تو اس سے کہا گیا کیا یہ تیرا عرش ہے؟ پس بلقیس پر اس کا حکم مشتبہ ہوگیا۔ پس اس نے کہا کہ ہاں یہ ایسا ہی ہے۔ پھر اس کے بعد بلقیس سے کہا گیا کہ اُس محل میں داخل ہو جا؟ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ "الصرح" سے مراد سفید اور چمکدار شیشہ کا محل تھا اور وہ یوں معلوم ہوتا تھا گویا کہ سفید پانی ہو۔ بعض اہل علم کے نزدیک "الصرح" گھر کے صحن کو کہتے ہیں۔ جس صحن میں بلقیس کو داخل ہونے کا حکم دیا گیا تھا اس کے نیچے پانی جاری کر دیا گیا تھا اور اس میں بہت سے بحری جانور مچھلی، مینڈک وغیرہ ڈال دیئے گئے تھے۔ پھر اس کے درمیان حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت رکھ دیا گیا تھا۔ پس جو شخص بھی اس "الصرح" (یعنی صحن) کو دیکھتا تھا تو وہ اسے کثیر پانی خیال کرتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ "الصرح" (یعنی صحن) حضرت سلیمانؑ نے اس لئے تیار کرایا تھا تا کہ وہ بلقیس کی پنڈلیوں کو سوال کئے بغیر دیکھ سکیں۔ یہ بھی کہا

جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ''الصرح'' کو اس لئے تیار کرایا تھا تاکہ بلقیس کی عقلمندی کا امتحان لے سکیں جیسے بلقیس نے اپنے خدام اور خادمات کے ذریعے حضرت سلیمانؑ کی آزمائش کی تھی۔ تحقیق اس کا تذکرہ ''باب الدال'' میں ''الدود'' کے تحت گزر چکا ہے۔

پس جب حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے تخت پر جلوہ فرما ہوئے تو بلقیس کو بلایا۔ پس جب وہ آ گئی تو اس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو جاؤ۔ پس جب بلقیس نے محل کو دیکھا تو اس کو پانی سے بھرا ہوا سمجھا اور اس نے اس میں (یعنی محل میں) داخل ہونے کے لئے اپنی پنڈلیاں کھول دیں۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے دیکھا تو بلقیس کی پنڈلیوں اور قدموں کو نہایت خوبصورت پایا لیکن اس کی پنڈلیوں پر بال تھے۔ پس جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کی پنڈلیوں کو دیکھا تو اس سے نظر ہٹالی اور بلند آواز سے بلقیس کو کہا کہ یہ پانی نہیں ہے بلکہ ایک محل ہے جو شیشوں سے تیار کیا گیا ہے۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو اسلام کی دعوت دی اور بلقیس تخت اور صرح (ایک محل) کا منظر دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف مائل ہو چکی تھی۔ پس بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعوت قبول کر لی۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ جب بلقیس ''الصرح'' (محل) میں پہنچی اور اس کو پانی سے بھرا ہوا خیال کیا تو اس نے اپنے دل میں کہا کہ بے شک حضرت سلیمان علیہ السلام اسے غرق کرنا چاہتے ہیں اور ان کا قتل کرنا میرے لئے ڈوبنے سے زیادہ آسان تھا۔ پس بلقیس نے کہا "ظَلَمْتُ نَفْسِي" (میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا) اس سے مراد وہی گمان ہے جو بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق کیا تھا کہ وہ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں۔

حمام اور پاؤڈر کی ابتداء کہتے ہیں کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ وہ بلقیس سے نکاح کریں تو آپ نے بلقیس کی پنڈلیوں کے کثیر بال دیکھے تو ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ پس آپ نے انسانوں سے مشاورت کی کہ یہ بال کیسے دور ہوں گے؟ انہوں نے کہا کہ ان بالوں کو استرہ کے ذریعے ختم کیا جائے۔ بلقیس نے کہا کہ میرے بدن پر کبھی استرہ نہیں لگا۔ نیز حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی استرہ کا استعمال مناسب نہیں سمجھا اس لئے کہ کہیں بلقیس کی نرم و نازک پنڈلیاں استرے سے زخمی نہ ہو جائیں۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنوں سے مشاورت کی۔ پس انہوں نے کہا ہم اس کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے۔ پس حضرت سلیمان نے شیاطین سے مشورہ کیا۔ پس انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو ایسی ترکیب بتلاتے ہیں جس سے بلقیس کی پنڈلیاں چاندی کی طرح سفید اور چمکدار ہو جائیں گی۔ پس شیاطین نے حمام اور بال صفا پاؤڈر استعمال کرنے کا مشورہ دیا۔ اسی دن سے حمام اور بال صفا پاؤڈر کا استعمال شروع ہو گیا۔ اس سے قبل ان چیزوں کو استعمال نہیں کیا جاتا تھا۔ پس جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس سے نکاح کر لیا تو اس سے بہت زیادہ محبت ہو گئی اور آپ نے اس کی سابقہ سلطنت کو باقی رکھا اور جنات کو حکم دیا۔ پس انہوں نے بلقیس کے لئے یمن میں تین محل تعمیر کئے جو بہت بلند اور خوبصورت تھے۔ ان محلات کے نام یہ ہیں۔ (۱) سیلحین (۲) بینون (۳) غمدان۔

پھر اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام ہر ماہ ایک مرتبہ بلقیس سے ملاقات کرتے تھے اور اس کے پاس تین دن تک قیام کرتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ہوا کے ذریعے شام سے یمن تشریف لے جاتے تھے اور پھر یمن سے شام کی طرف بھی ہوا کے

ذریعے تشریف لاتے تھے۔ بلقیس کے بطن سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام داؤد رکھا گیا۔ پس وہ آپ کی زندگی ہی میں انتقال کر گیا تھا۔

بلقیس کا نسب بلقیس شراحیل کی بیٹی تھی جو یعرب بن قحطان کی نسل سے تھا۔ بلقیس کا والد شراحیل یمن کا عظیم الشان بادشاہ تھا۔ تحقیق اس کے خاندان میں چالیس بادشاہ ہوئے اور شراحیل آخری بادشاہ ہوا۔ شراحیل کی بادشاہت پورے یمن پر چھائی ہوئی تھی۔ شراحیل دوسری سلطنتوں کے بادشاہوں سے کہتا تھا کہ تم میرے کفو نہیں ہو۔ اسی لئے شراحیل نے دوسری سلطنتوں کے بادشاہوں کی لڑکیوں سے شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ پس شراحیل نے ایک جنیہ عورت سے شادی کر لی تھی جس کا نام ریحانہ بنت سکن تھا۔ پس ریحانہ بنت سکن کے بطن سے بلقیس پیدا ہوئی اور اس کے بعد اس کے ہاں کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ اس بات کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا بے شک بلقیس کے والدین میں ایک (والد یا والدہ) جنات میں سے تھا۔

بلقیس کی حکومت کا آغاز پس جب بلقیس کا باپ مر گیا تو اس میں بادشاہت کی خواہش پیدا ہوئی اور اس نے اپنی قوم کو جمع کیا تاکہ وہ اس کی بیعت کریں۔ پس قوم کے کچھ افراد نے اس کی اطاعت کا اقرار کیا اور کچھ نے انکار کر دیا۔ چنانچہ بلقیس کی بادشاہت کا انکار کرنے والوں نے ایک دوسرے آدمی کو اپنا بادشاہ بنالیا۔ پس یمن کے لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے اور یوں یمن میں دو ریاستیں قائم ہو گئیں۔ پھر اس کے بعد وہ شخص جسے بادشاہ مقرر کیا گیا تھا برے کاموں میں ملوث ہو گیا یہاں تک کہ وہ اپنی رعایا کی عورتوں کے ساتھ دست درازی کرنے لگا۔ پس اس کی قوم نے اس کو بادشاہت سے الگ کرنا چاہا لیکن وہ اس بات پر قادر نہ ہو سکے۔ پس جب بلقیس کو ان حالات کی خبر پہنچی تو اس کو غیرت آئی۔ پس اس نے بادشاہ کو اپنے ساتھ نکاح کرنے کا پیغام بھیجا۔ پس بادشاہ نے نکاح کا پیغام منظور کرتے ہوئے لکھا کہ مجھے آپ کو نکاح کا پیغام دینے کی ہمت اس لئے نہیں ہوئی کہ میں آپ کی طرف سے مایوس ہو چکا تھا۔ پس بلقیس نے کہا کہ میں آپ سے روگردانی نہیں کر سکتی کیونکہ آپ میرے بہترین کفو ہیں۔ پس آپ میری قوم کے آدمیوں کو جمع کریں اور ان کے ذریعے مجھے نکاح کا پیغام بھیجیں۔ پس بادشاہ نے بلقیس کی قوم کے لوگوں کو جمع کیا اور ان کی ملکہ سے نکاح کا پیغام دیا۔ پس لوگوں نے اس کا تذکرہ بلقیس سے کیا۔ پس بلقیس نے پیغام نکاح قبول کیا۔ پس لوگوں نے بلقیس کا نکاح بادشاہ سے کر دیا۔ پس جب زفاف کا وقت آیا اور بلقیس اپنے خاوند کے کمرہ میں داخل ہوئی تو اس نے اپنے خاوند کو شراب پلائی یہاں تک کہ وہ نشہ میں مدہوش ہو گیا۔ پھر اس کے بعد بلقیس نے اپنے شوہر کا سر کاٹ لیا اور راتوں رات اس کا سر لے کر اپنے محل میں واپس آ گئی اور اس نے حکم دیا کہ سر کو محل کے دروازے پر لٹکا دیا جائے۔ پس جب لوگوں نے بادشاہ کا سر محل کے دروازے پر لٹکا دیکھا تو انہیں معلوم ہوا کہ بلقیس کا بادشاہ سے نکاح دھوکہ تھا۔ پس لوگ بلقیس کے پاس جمع ہوئے اور اسے اپنی ملکہ تسلیم کر لیا۔

عورت کی حکمرانی کے متعلق ارشاد نبویؐ حضرت ابی بکرہؓ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ اہل فارس نے کسریٰ کی لڑکی کو اپنا حکمران تسلیم کر لیا ہے تو آپؐ نے فرمایا: "وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پا سکتی جو اپنے امور کی باگ ڈور عورت کے سپرد کر دے"۔ (رواہ البخاری)

تذنیب جان لو بے شک حکماء نے بیان کیا ہے کہ حمام اور نورہ (چونا اور بال صفا پاؤڈر) کے استعمال میں فوائد بھی ہیں اور مضرات

بھی ہیں۔ پس حمام کے فوائد یہ ہیں کہ اس سے بدن کے مسامات وسیع ہو جاتے ہیں جس سے فاسد بخارات خارج ہو جاتے ہیں۔ ہوا تحلیل ہو جاتی ہے۔ طبیعت ہیضہ اور رطوبت سے محفوظ رہتی ہے۔ جسم میل کچیل سے صاف ستھرا رہتا ہے۔ تر و خشک خارش کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ جسم کی تھکن کو دور کرنے کے ساتھ ساتھ جسم کو نرم کرتا ہے۔ قوت ہاضمہ کو درست کرتا ہے اور بدن میں غذا کو ہضم کرنے کی قوت پیدا کرتا ہے۔ اعضاء کے تشنج کو کھولتا ہے' نزلہ اور زکام کو پکاتا ہے' نیز ہر قسم کے بخار' یومیہ' چھوتھیہ' دق' بلغمیہ وغیرہ کے لئے مفید ہے بشرطیکہ ماہر حکیم اس کو تجویز کرے۔

حمام کے نقصانات فضول مادہ اعضاء ضعیفہ میں آسانی سے سرایت کر جاتا ہے۔ بدن میں استرخاء پیدا کرتا ہے۔ بدن میں حرارت عزیزہ کو کمزور کر دیتا ہے۔ اعضاء عصبیہ اور قوت باہ میں ضعف پیدا کرتا ہے

حمام کے اوقات ورزش کرنے کے بعد اور غذا سے قبل حمام (غسل خانہ) میں داخل ہونا چاہیے لیکن ڈھیلے بدن اور صفراوی مزاج والے اس سے مستثنیٰ ہیں۔ تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم گرمی کی حالت میں نہ تو حمام میں داخل ہونا اور نہ اس سے باہر نکلنا جب کپڑے اتارنے کی جگہ جانا چاہو تو آہستہ آہستہ جاؤ اور برہنہ نہ جاؤ بلکہ اپنے اوپر کوئی صاف اور بھاپ دیا ہوا کپڑا ڈال لو۔ نیز ایک رات اور ایک دن عورت کے ساتھ جماع سے اجتناب کرو۔ حمام کے اندر مجامعت کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس سے استقاء کا مرض اور امراض ردیئہ پیدا ہوتے ہیں۔ انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ کھانے کے فوراً بعد' میٹھا کھانے کے بعد' جماع کرنے کے بعد اور تھکن کی صورت میں ٹھنڈا پانی پینے سے اجتناب کرے کیونکہ یہ صحت کے لئے مضر ہے۔ بہترین حمام وہ ہیں جو قدیمی اور صاف ستھرے ہیں۔

نورہ بال صفا پاؤڈر گرم خشک ہوتا ہے۔ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں نقل کیا ہے کہ بے شک نورہ (یعنی بال صفاء پاؤڈر) کا حمام سے قبل استعمال جذام سے محفوظ رکھتا ہے۔ موسم سرما میں ٹھنڈے پانی کے ساتھ دونوں پاؤں کو دھونا نقرس سے محفوظ رکھتا ہے۔ اسی طرح موسم سرما میں حمام میں پیشاب کرنا بہت سی بیماریوں کے لئے دوا پینے سے زیادہ نافع ہے۔

حمام کی دیوار کے پیچھے پھول لگانا مکروہ ہے۔ حمام سے قبل نورہ (یعنی بال صفاء پاؤڈر) کا استعمال اس طرح کیا جاتا ہے کہ جسم پر پانی ڈالنے سے قبل بال صفاء پاؤڈر کی مالش کرے اور پھر حمام میں جائے۔

نورہ (بال صفاء پاؤڈر) سے قبل خطمی کا استعمال کرنا مناسب ہے تاکہ جسم حرارت سے محفوظ رہے پھر اس کے بعد ٹھنڈے پانی سے غسل کرے اور بدن کو صاف کرے۔ نیز اگر کوئی آدمی خطمی کے استعمال سے قبل ہی نورہ کا استعمال کرے تاکہ جذام سے محفوظ رہے تو چاہیے کہ انگلی پر تھوڑا سا بال صفاء پاؤڈر لے کر سونگھ لے اور یہ کلمات کہے "صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سُلَیْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ" اور یہی کلمات اپنی دائیں ران پر لکھے۔ پس اس عمل سے پاؤڈر لگانے سے قبل اس کو پسینہ آئے گا۔ پس وہ پسینہ کو صاف کرے اور پاؤڈر لگائے نیز نورہ (یعنی بال صفاء پاؤڈر) لگانے والے کیلئے ضروری ہے کہ یہ عمل کسی گرم کمرے میں کرے تاکہ جلدی پسینہ آئے۔ اس کے بعد عصفر (کسم) تخم خربوزہ' پسا ہوا چاول کو سیب کے جوس اور عرقِ گلاب میں حل کر کے کسی برتن میں اس کو گرم کرے اور پھر شہد میں ملا کر جسم پر اس کی مالش کرے۔ پس اس ترکیب سے بدن صاف رہتا ہے اور جذام' برص اور اس قسم کے تمیں امراض کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ حکیم قزوینیؒ نے کہا ہے کہ اگر بال صفاء پاؤڈر میں ہرتال اور انگور کی لکڑی کی راکھ ملا کر بدن پر ملا جائے اور اس کے بعد جو کا آٹا اور باقلہ د

خربوزہ کے بیج سے چند بار جسم کو دھولیا جائے تو بال کمزور ہو جائیں گے اور ایک طویل مدت تک بال نہیں نکلیں گے۔ امام فخر الدین رازیؒ نے فرمایا ہے کہ ہڑتال سے قبل بال صفاء پاؤڈر کو استعمال کرنے سے اکثر کلف پیدا ہو جاتا ہے۔ اس ضرر کو پسے ہوئے چاول اور عصفر کی مالش سے دور کیا جا سکتا ہے۔ گرم مزاج والوں کے لئے اس کا طریقہ یہ ہے کہ بال صفا پاؤڈر کو چاول جو اور تخم خربوزہ کے پانی اور انڈوں میں ملا کر گوندھا جائے اور سرد مزاج والوں کے لئے مرزنجوش اور نمام (ایک قسم کی گھاس) کے عرق میں گوندھ کر استعمال کیا جائے۔ اگر نورہ (یعنی بال صفاء پاؤڈر) میں ایک درہم کے بقدر ایلوہ حنظل اور ''المر'' ملا لیا جائے تو جسم پھنسیوں اور خشک خارش سے محفوظ رہے گا۔ واللہ اعلم۔

خاتمہ: امام مالکؒ نے ''موطا'' میں حدیث ابو ہریرہؓ نقل کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا میں نے شب معراج میں دیکھا کہ ایک عفریت جن مجھے آگ کے ایک شعلہ کے ذریعے بلا رہا ہے۔ پس جب میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ میں آپ کو وہ کلمات نہ سکھاؤں کہ آپؐ اس کو پڑھیں تو یہ آگ کا شعلہ بجھ جائے اور یہ (عفریت جن) اوندھے منہ گر پڑے۔ پس رسول اللہؐ نے فرمایا کیوں نہیں ضرور سکھایئے۔ پس حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا (آپؐ یہ کلمات پڑھیے)۔

قُلْ اَعُوْذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْكَرِيْمِ وَبِكَلِمَاتِهِ التَّامَاتِ الَّتِىْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا يُنَزَّلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمِنْ شَرِّمَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَمِنْ شَرِّمَا ذرأ فِى الْاَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ طَوَارِقِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمٰنُ.

تحقیق باب الجیم میں ''الجن'' کے تحت بھی اس حدیث کو نقل کیا گیا ہے۔

العفر

''العفر'' (عین کے کسرہ کے ساتھ) ابن اثیر نے نہایہ میں لکھا ہے کہ اس سے مراد ''الجحش'' یعنی گھریلو جنگلی گدھے کا بچہ ہے۔ اس کی مونث کے لئے ''عُفْرَۃ'' کا لفظ مستعمل ہے۔

العقاب

''العقاب'' یہ ایک مشہور پرندہ ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''اعقب'' کا لفظ مستعمل ہے۔ اس لئے کہ عقاب مونث ہے اور ''اَفْعَل'' کا وزن جمع مونث کے لئے مختص ہے جیسے ''عناق'' کی جمع ''اعنق'' اور ''ذراع'' کی جمع ''اذرع'' آتی ہیں۔ عقاب کی جمع کثرت کے لئے ''عقبان'' اور جمع الجمع کے لئے عقابین کے الفاظ مستعمل ہیں۔ شاعر نے کہا ہے کہ

عقابين يوم الجمع تعلوو تسفل مقابلے کے دن عقاب بلند و بالا اور اسفل (یعنی نیچے گرنے والے) ہوتے ہیں۔

عقاب کی کنیت کے لئے ابو الاشیم' ابو الحجاج' ابو حسان' ابو الدھر' ابو الھیثم کے الفاظ مستعمل ہیں۔ عقاب کی مونث کے لئے ام الحوار'

ام الشعو، ام طلبۃ، ام لوح اور ام الھیثم کے الفاظ مستعمل ہیں اہل عرب عقاب کو ''الکاسر'' کے نام سے پکارتے ہیں نیز عقاب کو اس کے رنگ کے اعتبار سے ''الخذریۃ'' بھی کہا جاتا ہے۔عقاب مونث لفظ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عقاب کا اطلاق مذکر و مونث دونوں پر ہوتا ہے اور مذکر و مونث میں تمیز اسم اشارہ سے ہوتی ہے۔ کامل میں مذکور ہے کہ عقاب تمام پرندوں کا سردار ہے اور گدھ کو اس کا معاون مانا گیا ہے۔ابن ظفر نے کہا ہے کہ عقاب کی بینائی بہت تیز ہوتی ہے۔اسی لئے اہل عرب عقاب کی بینائی کو بطور ضرب المثل استعمال کرتے ہوئے کہتے ہیں ''أَبْصَرُ مِنْ عُقَابٍ'' (عقاب سے زیادہ بینائی رکھنے والا) مادہ عقاب کو ''لقوۃ'' کہا جاتا ہے۔

البطلیوسی اور خلیل نے کہا ہے کہ ''اللقوۃ'' سے مراد سریع الطیران (تیز اڑنے والے) عقاب ہیں اس کو ''عنقاء مغرب'' کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے کیونکہ وہ بہت دور سے آتا ہے لیکن اس ''لقوۃ'' سے مراد وہ عنقاء مراد نہیں جس کا تذکرہ آگے آنے والا ہے۔ابو العلاء المعری نے بھی اس کی یہی تفسیر کی ہے۔

أَرَی العُنْقَاءَ تکبر أَنْ تُصَادَا　　فَعَانِد مَنْ تُطِیْقُ لَهٗ عَنَادًا

''میں عقاب کے شکار کو بہت مشکل سمجھتا ہوں پس تو اس سے دشمنی رکھ جس سے دشمنی کی تو طاقت رکھتا ہے''

وَظَنَّ بِسَائِرِ الاِخْوَانِ شَرًّا　　وَلَا تَأمَنْ عَلٰی سِرِّ فُؤَادًا

''اور وہ تمام اپنے بھائیوں (یعنی ہم جنسوں) سے شر کا خطرہ محسوس کرتا ہے اور اپنے دل کے راز سے بھی مامون نہیں ہے''

فَلَو خَبَّرْتُهُم الْجَوْزَاء خَبَرِی　　لَمَّا طَلَعَتْ مَخَافَةَ اَنْ تُصَادا

''پس اگر ان کو جوزاء بھی میری اطلاع دے تب بھی وہ شکار کئے جانے کے خوف سے باہر نہیں آئیں گے''

وَ کَمْ عَیْنٍ تُؤَمِّلُ اَنْ تَرَانِیْ　　وَتَفْقَد عِنْدَ رُؤْیَتِی السوادا

''اور کتنی ہی آنکھیں ایسی ہیں اگر تو ان سے کوئی امید رکھے تو معاملہ کے وقت ان سے خیر حاصل نہیں ہوگی''

ابو العلاء کا ہی ایک قصیدہ ہے جس میں اس نے بہت عمدہ اشعار کہے ہیں۔

فَاِنْ کُنْتَ تَهْوِیْ العَیْشَ فَابْغِ تَوَسُّطًا　　فَعِنْدَا التَّنَاهِیْ یَقْصُرُ الْمُتَطَاوِلُ

''پس اگر تو عیش پسند زندگی کا خواہشمند ہے تو میانہ روی اختیار کر کیونکہ لمبی سے لمبی چیز بھی انتہاء کو پہنچ کر چھوٹی ہو جاتی ہے''

تُوَافِی الْبُدُوْرُ النَّقْصَ وَهِیَ اَهِلَّةٌ　　وَیُدْرِ کُهَا النُّقْصَانُ وَهِیَ کَوَامِلُ

''چھوٹا سا چاند جب وہ ہلال ہوتا ہے تو بڑھ کر بدر کامل کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور بدر کامل کو مکمل ہونے کے باوجود نقصان پالیتا ہے''

أَیُسْعِدُنِیْ یَاطَلْعَةَ الْبُدْرِ طَالِعٌ　　وَمِنْ شَقْوَتِیْ خَطٌّ بِخَدِّیْکَ نَازِلٌ

''کیا تو میری مدد کرے گا اے چاند کی طرح چمکنے والے اور یہ میری بدبختی ہے کہ تیرے رخسار پر ایک برا نشان نظر آتا ہے''

نَعَمْ قَدْ تَنَاهِیْ فِیْ الْجَفَاءِ تَطَاوُلًا　　وَعِنْدَ التَّنَاهِیْ یَقْصُرُ الْمُتَطَاوِلُ

''ہاں تحقیق میں ظلم میں انتہاء پر پہنچ گیا ہوں اور آخر کار انتہاء سے واپس لوٹنا پڑتا ہے''

کہا جاتا ہے کہ عقاب جب آواز نکالتا ہے تو یہ الفاظ کہتا ہے "فِی البُعدِ عَنِ النَّاسِ رَاحَۃٌ" (لوگوں سے دوری باعث راحت ہے) عقاب کی دو قسمیں ہیں (۱) عقاب (۲) زمج۔

پس رہا عقاب تو وہ مختلف رنگ کا (یعنی سیاہ، سیاہی مائل اور سفید) ہوتا ہے۔ ان کے رہنے کی جگہ بھی مختلف ہیں۔ بعض عقاب پہاڑوں میں بعض صحرا میں، بعض جنگلوں میں اور بعض شہروں میں سکونت اختیار کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مذکر عقاب بہت نرم و نازک مزاج والا پرندہ ہے اور اس کی نزاکت میں کوئی پرندہ بھی اس کا ہمسر نہیں ہے۔

ابن خلکان نے عماد الکاتب کے حالات کے آخر میں لکھا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ عقاب مادہ ہوتا ہے اس کا کوئی نر نہیں ہوتا۔ پس جو نر اس سے جفتی کرتا ہے وہ کوئی دوسرا جانور ہوتا ہے جو اس کا ہم جنس نہیں ہوتا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لومڑی مادہ عقاب سے جفتی کرتی ہے۔ ابن خلکان کہتے ہیں کہ یہ بات بہت عجیب وغریب ہے۔ ابن عنین کے اس شعر سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے جو اس نے ابن سیدہ کی ہجو میں کہا ہے۔

مَا اَنْتَ اِلَّا کَالْعُقَابِ فَاُمُّہٗ مَعْرُوْفَۃٌ وَلَہٗ اَبٌ مَجْھُوْلٌ

"نہیں ہے تو مگر عقاب کی طرح، اس کی ماں تو معروف ہے (یعنی لوگ اسے جانتے ہیں) لیکن اس کا باپ کسی کو معلوم نہیں"

مادہ عقاب تین انڈے دیتی ہے اور تیس دن تک ان انڈوں کو سیتی ہے لیکن اس کے برعکس تمام شکاری پرندے دو انڈے دیتے ہیں اور ان کے انڈے سینے کی مدت بیس دن ہوتی ہے۔ پس جب عقاب کے بچے نکل آتے ہیں تو مادہ عقاب تیسرے بچے کو نیچے گرا دیتی ہے کیونکہ اس کیلئے تیسرا بچہ پالنا مشکل ہوتا ہے اور یہ مادہ عقاب کی قلت صبر کی وجہ سے بھی ہے۔ نیز وہ بچہ جسے مادہ عقاب گرا دیتی ہے اسے ایک دوسرا پرندہ جسے "کاسر العظام" (ہڈی مسکن) کہتے ہیں اٹھا لیتا ہے اور اس کی پرورش کرتا ہے۔ اس پرندے کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ ہر اس بچے کی پرورش کرتا ہے جس کو اس کی ماں پھینک دیتی ہے۔ عقاب جب کسی چیز کا شکار کرتا ہے تو اسے فوراً اپنے ٹھکانہ پر نہیں لے جاتا بلکہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتا رہتا ہے۔ عقاب صرف اور صرف بلند و بالا مقامات میں ہی بیٹھتا ہے۔ جب عقاب خرگوش کا شکار کرتا ہے تو یہ شکار کی ابتداء چھوٹے خرگوش سے کرتا ہے اور پھر اس کے بعد بڑے خرگوش کا شکار کرتا ہے۔ عقاب شکاری پرندوں میں سب سے زیادہ حرارت والا اور تیز حرکت والا واقع ہوا ہے۔ نیز عقاب خشک مزاج ہوتا ہے۔ عقاب کے بازو ہلکے ہوتے ہیں اور یہ تیزی کے ساتھ پرواز کرتا ہے۔ اس کی تیز پرواز کا یہ حال ہے کہ اگر یہ صبح کو عراق میں ہے تو شام کے وقت یمن میں ہوگا۔ جب عقاب بھاری ہو جاتا ہے اور پرواز کے قابل نہیں رہتا تو عقاب کے بچے اس کو اپنی کمر پر سوار کر کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے ہیں۔ پس جب ان کو بلا دھند میں پانی کا کوئی صاف چشمہ دکھائی دیتا ہے تو اس میں عقاب کو غوطہ دیتے ہیں۔ پھر اس کے بعد اس کو سورج کی شعاعوں کے سامنے بٹھا دیتے ہیں۔ پس جب عقاب پر سورج کی شعاعیں پڑتی ہیں تو اس کے پر جھڑ جاتے ہیں اور ان کی جگہ نئے پر نکل آتے ہیں۔ نیز اس کی آنکھوں کی ظلمت دور ہو جاتی ہے۔ پھر اس کے بعد عقاب خود اس چشمہ میں غوطہ لگاتا ہے۔ پس وہ پہلے کی طرح دوبارہ جوان ہو جاتا ہے۔

پس پاک ہے وہ ذات جو ہر چیز کی طرف الہام کرنے پر اور ہر نفس کو ہدایت دینے پر قادر ہے۔

توحیدی نے کہا ہے کہ عقاب کی ایک عجیب وغریب خاصیت یہ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف الہام کی ہے کہ جب یہ اپنے گردوں میں تکلیف محسوس کرتا ہے تو خرگوش اور لومڑی کو شکار کر کے ان کے گردوں کو کھالیتا ہے تو وہ شفایاب ہو جاتا ہے۔ عقاب سانپ کو بھی اپنی غذا بناتا ہے لیکن اس کا سر نہیں کھاتا۔ عقاب ہر قسم کے پرندوں کا شکار کر کے انہیں اپنی غذا بناتا ہے لیکن ان کا دل نہیں کھاتا۔ امراء القیس کا شعر اس بات کی تائید کرتا ہے۔

كَأَنَّ قُلُوْبَ الطَّيْرِ رطباً وَ يَابِسًا   لدٰی وَ كَرِهَا العَنَاب وَالْحَشْفَ الْبَالِي

''پرندوں کے دل خشک وتر ان کے گھونسلوں کے اردگرد یوں معلوم ہوتے ہیں گویا کہ وہ عناب اور خشک کھجوریں ہیں''

طرفہ بن عبد کا شعر بھی اسی کے ہم معنیٰ ہے۔

كَانَّ قُلُوْبَ الطَّيْرِ فِيْ قَعْرِ عشها   نَوَى الْقَسْبُ ملقى عِنْدَ بَعْضَ الْمَآدَبِ

''پرندوں کے دل ان کے گھونسلے کی تلی یوں دکھائی دیتے ہیں گویا وہ خشک کھجوروں کی گٹھلیاں ہیں جو بوقت دعوت پھینک دی گئی ہوں''

بشار بن بردائمی سے کہا گیا کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو اختیار دے دیں کہ تم حیوان ہو جاؤ تو آپ کون سا حیوان بننا پسند فرمائیں گے؟ بشار بن بردائمی نے کہا کہ میں عقاب بننا پسند کروں گا کیونکہ وہ ایسی جگہ سکونت اختیار کرتا ہے جہاں درندے اور چوپائے نہیں پہنچ سکتے۔ شکاری جانور عقاب سے دور رہتے ہیں۔

عقاب خود بہت کم شکار کرتا ہے اور یہ اکثر دوسرے شکاری جانوروں سے ان کے شکار چھین لیتا ہے۔ عقاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کے پروں سے ایک خاص قسم کی آواز نکلتی رہتی ہے۔ عمرو بن حزم نے کہا ہے کہ۔

لَقَدْ تَرَكَتْ عَفْرَاءُ قَلْبِي كَأَنَّهُ   جَنَاحُ عُقَابٍ دَائِمُ الخَفَقَانِ

''تحقیق عفراء نے میرے دل کو ایسا کر دیا ہے گویا وہ عقاب کا بازو ہے جو ہمیشہ پھڑ پھڑاتا رہتا ہے''

عجائب المخلوقات میں پتھروں کے بیان میں مرقوم ہے کہ حجر العقاب ایک قسم کی پتھری ہے جو تمر ہندی (یعنی املی) کے بیج کے مشابہ ہوتی ہے۔ جب اس کو حرکت دی جائے تو اس میں سے ایک خاص قسم کی آواز سنائی دیتی ہے اور اگر اس کو توڑا جائے تو اس میں سے کچھ بھی نہیں نکلتا۔ یہ پتھری عقاب کے گھونسلہ میں پائی جاتی ہے۔ عقاب اس پتھری کو بلاد ہند سے حاصل کرتا ہے۔ جب کوئی انسان عقاب کے گھونسلہ کے قریب آتا ہے تو عقاب اس کی طرف یہ پتھری پھینک دیتا ہے تاکہ انسان یہ پتھری اٹھالے اور واپس چلا جائے کیونکہ عقاب یہ سمجھتا ہے کہ انسان اسی پتھری کو حاصل کرنے کے لئے اس کے گھونسلہ کی طرف آیا ہے۔ پس اس پتھری کی خاصیت یہ ہے کہ جب اس کو کسی ایسی عورت کے گلے میں لٹکا دیا جائے جو عسر ولادت میں مبتلا ہو تو بہت جلد ولادت ہو جائے گی۔ اسی طرح جو شخص اس پتھری کو اپنی زبان کے نیچے رکھ لے تو وہ بحث ومباحثہ میں اپنے مدمقابل پر غالب رہے گا اور اس کی تمام حاجات پوری ہو جائیں گی۔ عنقریب انشاء اللہ باب النون میں ''النسر'' کے تحت اس کا تفصیلی تذکرہ آئے گا۔ سب سے پہلے اہل مغرب نے عقاب کو سدھایا اور اس سے شکار کیا۔ حکایت بیان کی جاتی ہے کہ قیصر شاہ روم نے شاہ فارس کسریٰ کو بطور ہدیہ ایک عقاب بھیجا اور اس کی طرف لکھا کہ یہ عقاب بہت سمجھدار ہے اور یہ بہت سے وہ کام کر سکتا ہے جو دوسرے باز وغیرہ نہیں کر سکتے۔ پس کسریٰ نے اسے

قبول کیا اور سدھا کر اس سے شکار کیا تو بہت متعجب ہوا۔ پس ایک دن کسریٰ نے عقاب بھوکا رکھا تا کہ اس کے ذریعے شکار کرے۔ پس عقاب نے بھوک کی وجہ سے کسریٰ کے ہم نشین کے چھوٹے بچے پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ پس کسریٰ نے کہا کہ قیصر نے ہمارے ملک میں کسی لشکر کے بغیر ہم سے جنگ کی۔ پھر اس کے بعد کسریٰ نے ایک چیتا بطور ہدیہ قیصر کی طرف بھیجا اور اس کی طرف لکھا کہ تحقیق میں آپ کی طرف ایک ایسا جانور بھیج رہا ہوں جس کے ذریعے آپ ہرن و دیگر جنگلی جانوروں کا شکار کر سکتے ہیں۔ پس کسریٰ نے عقاب کے معاملہ کو پوشیدہ رکھا۔ پس جب قیصر نے کسریٰ کے بیان کردہ اوصاف چیتے میں پائے تو بہت متعجب ہوا۔ پس ایک دن قیصر چیتا سے غافل ہوا تو اس نے قیصر کے جوانوں میں سے ایک جوان پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ پس قیصر نے کہا کہ کسریٰ نے ہمارا شکار کیا۔ پس اگر ہمارے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہے تو تحقیق ہم نے بھی اس کا شکار کیا تھا۔ پس کوئی حرج نہیں ہے۔ پس جب یہ خبر کسریٰ کو پہنچی تو اس نے کہا کہ میں ساسان کا باپ ہوں۔

ابن خلکان نے جعفر بن یحییٰ برمکی کے حالات میں اصمعیؒ سے نقل کیا ہے کہ جب رشید نے جعفر کو قتل کیا تو ایک رات مجھے بلایا۔ پس میں اس کی طرف اس حال میں آیا کہ میں خوفزدہ تھا۔ پس اس نے میری طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پس میں بیٹھ گیا۔ پس رشید میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ یہ چند اشعار ہیں کیا آپ انہیں سننا پسند کریں گے۔ امام اصمعیؒ فرماتے ہیں میں نے کہا کہ اگر امیر المومنین کا ارادہ ہے تو ٹھیک ہے پس امیر المومنین ہارون الرشید نے یہ اشعار سنائے

لَوْ اَنَّ جَعْفَر خَافَ اَسْبَابَ الرَّدیٰ — لَنَجَابِهٖ مِنْهَا طَمَرٌ مُلْجِمٌ

''اگر جعفر مہلک اشیاء سے اجتناب کرتا تو ہلاکت سے محفوظ رہتا''

وَلَكَانَ مِنْ حَذْيِقِ الْمَنِيَّةِ حَيْثُ لَا — يَرْجُوْ اللِّحَاقَ بِهِ الْعُقَابُ الْقَشْعَمُ

''اور جو شخص موت سے اپنی حفاظت کر رہا ہو اور اس بات کی امید رکھتا ہو کہ موت اسے نہیں آئے گی''

لٰكِنَّهُ لَمَّا اَتَاهُ يَوْمِهٖ — لَمْ يَدْفَعُ الْحَدَثَانِ عَنْهُ مُنْجِمٌ

''لیکن ایک دن اسے موت ضرور آئے گی اور کوئی تجربہ و ذہانت اسے موت کے حملہ سے نجات نہیں دے سکتا''

امام اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ یہ اشعار رشید ہی کے ہیں۔ پس میں نے کہا کہ یہ بہت عمدہ اشعار ہیں۔ پس رشید نے کہا کہ اب تم اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جاؤ۔ پس میں سوچنے لگا کہ رشید نے مجھے یہ اشعار کیوں سنائے ہیں؟ پس مجھے سوائے اس بات کے اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی کہ رشید کے اشعار سنانے کا مقصد یہ ہے کہ میں ان اشعار کو جعفر سے نقل کر دوں۔

جعفر کے قتل کا سبب تحقیق تاریخ لکھنے والوں نے جعفر کے قتل کے سبب کے متعلق مختلف حکایات بیان کی ہیں جن میں سے چند حکایات یہ ہیں۔

حکایت اوّل ابو محمد یزیدی نے کہا ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ رشید نے جعفر کا قتل یحییٰ بن عبداللہ علوی کے بغیر سبب کیا ہے تو تم اس کی تصدیق نہ کرنا کیونکہ رشید نے یحییٰ بن عبداللہ کو جعفر کے سپرد کیا۔ پس جعفر نے اسے قید کر لیا' پھر ایک رات جعفر نے یحییٰ کو بلایا اور اس

سے پوچھ گچھ کی۔ پس یحییٰ نے جعفر کے سوال کا ٹھیک ٹھیک جواب دیا۔ پھر اس کے بعد یحییٰ نے جعفر سے کہا کہ میرے معاملے میں اللہ سے ڈر اور میرے خون سے اپنے ہاتھ کو آلودہ نہ کر۔ پس اگر تو نے ایسا کیا تو قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ اس کے متعلق تیرے ساتھ مخاصمت کریں گے۔ پس اللہ کی قسم نہ تو میں نے کوئی برا کام کیا اور نہ ہی کسی شریر آدمی کو پناہ دی ہے۔ پس یہ بات سن کر جعفر کو یحییٰ پر رحم آ گیا۔ پس جعفر نے یحییٰ کو رہا کر دیا اور اس سے وعدہ لیا کہ وہ آئندہ کوئی شرارت نہیں کرے گا۔ نیز جعفر نے ایک آدمی کو یحییٰ کے ساتھ روانہ کیا تا کہ وہ اس کو اس کے گھر تک پہنچا سکے۔ پس یہ بات رشید کو بھی پہنچ گئی۔ پس رشید نے جعفر سے کہا کہ تو نے یحییٰ بن عبداللہ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ جعفر نے کہا کہ اے امیر المؤمنین وہ ابھی تک جیل ہی میں بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہے۔ پس رشید نے کہا کہ میری زندگی کی قسم کھا کر بتاؤ کہ یحییٰ ابھی تک قید ہی ہے۔ پس جعفر نے محسوس کیا کہ تحقیق امیر المومنین کو یحییٰ کی رہائی کی خبر پہنچ چکی ہے۔ پس جعفر نے کہا اے امیر المومنین آپ کی زندگی کی قسم میں نے یحییٰ کو رہا کر دیا ہے کیونکہ مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ یحییٰ بے قصور ہے۔

پس ظاہری طور پر رشید نے جعفر کے اس فعل کو سراہا اور کہا کہ تم نے وہی کام کیا ہے جو ہمارے دل میں تھا لیکن جعفر کے اس فعل سے رشید کے دل میں جو خلش ہوئی اس کو اس نے جعفر سے پوشیدہ رکھا۔ پس جب جعفر دربار سے باہر نکلا تو رشید اس کو دیکھتا رہا اور کہنے لگا کہ اگر میں تمہیں قتل نہ کروں تو اللہ تعالیٰ مجھے دشمنوں کی تلوار سے قتل کرا دے۔

حکایت دوم ''تاریخ صاحب حمام'' میں مذکور ہے کہ رشید کو جعفر اور اپنی بہن عباسہ بنت مہدی کے ساتھ بے پناہ محبت تھی۔ پس رشید نے جعفر سے کہا کہ میں اپنی بہن سے تیری شادی کر دیتا ہوں تا کہ تیرے لئے اس کو دیکھنا حلال ہو جائے لیکن تو عباسیہ کو نہیں چھوئے گا کیونکہ یہ نکاح صرف اس لئے ہے کہ تیرے لئے اس کو دیکھنا حلال ہو جائے اور مجلس میں بیٹھنے میں دشواری نہ ہو۔ پس یہ دونوں (یعنی جعفر اور عباسیہ) رشید کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ پھر اس کے بعد رشید مجلس سے اٹھ کر چلا جاتا۔ پس یہ دونوں شراب پیتے اور یہ دونوں نوجوان تھے۔ پس عباسیہ کھڑی ہوتی اور جعفر کی طرف لپک جاتی۔ پس جعفر اس سے جماع کرتا۔ پس عباسیہ حاملہ ہو گئی اور اس نے ایک لڑکے کو جنم دیا۔ پس عباسیہ نے رشید کے خوف سے بیٹے کو اپنی خاص باندیوں کے ذریعے مکہ مکرمہ بھیج دیا۔ پس یہ معاملہ پوشید رہا لیکن ایک دن عباسیہ کا اپنی بعض لونڈیوں سے کسی بات پر جھگڑا ہو گیا تو ان لونڈیوں میں سے ایک لونڈی نے بچے کی پیدائش' پرورش کی جگہ' بچے کی حفاظت کرنے والی لونڈی اور جو کچھ ساز و سامان اس کے ہمراہ تھا تمام تفصیل سے رشید کو آگاہ کر دیا۔ پس جب رشید حج کرنے کیلئے مکہ مکرمہ گیا تو اس نے بچے کی پرورش کرنے والے کو بلایا۔ پس رشید نے باندی کی طرف سے موصول ہونے والی خبر کو صحیح پایا۔ پس اس کے بعد رشید نے خاندان برامک کو تباہ و برباد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

حکایت سوم بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ رشید نے جعفر کو اس لئے قتل کیا تھا کہ جعفر نے اپنے لئے دنیا کا ساز و سامان جمع کر لیا تھا۔ پس جب رشید کسی باغ یا زمین کے قریب سے گزرتا تو اسے کہا جاتا کہ یہ جعفر کی زمین ہے۔ پس جعفر کی ملکیت میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا۔ پس ایک دن جعفر نے ایک شخص کو بلاوجہ قتل کر دیا۔ پس رشید نے اس شخص کے بدلے میں جعفر کو قتل کر دیا۔

حکایت چہارم بعض اہل علم نے کہا ہے کہ رشید نے جعفر کو اس لئے قتل کیا کہ جعفر کو ایک قصہ سنایا گیا اور اس قصہ کے راوی کا نام رشید کو نہیں بتایا گیا' اس قصہ میں یہ اشعار بھی تھے۔

قُل لِاَمِینِ اللہِ فِی اَرضِہٖ
وَمَن اِلَیہِ الحَل وَ العَقد

''امین اللہ اور اس شخص سے کہہ دو جو سلطنت میں حل وعقد کا اختیار رکھتا ہے''

ھٰذا ابن یَحییٰ قَد غَدَا مَالِکًا
مِثلُکَ مَا بَینَکُمَا حَدٌّ

''یہ ابن یحییٰ (یعنی جعفر) ہے جو تیری سلطنت کا مالک بن گیا ہے اور تم دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے''

اَمرُکَ مَردُودٌ اِلیٰ اَمرِہٖ
وَ اَمرُہٗ لَیسَ لَہٗ رَدٌّ

''تیرا حکم تو اس کے حکم کے ذریعے رد کر دیا جاتا ہے لیکن اس کے حکم کو کوئی رد نہیں کر سکتا''

وَقَد بَنیٰ لدَّارِ الَّتِی مَابَنیٰ الفرس
لَھَا مِثلًا وَلَا الھِند

''اور تحقیق اس نے ایک ایسا محل تعمیر کیا ہے کہ اہل فارس اور اہل ہند ایسا محل تعمیر نہیں کر سکے''

وَالدُّرُّ وَالیَاقُوتُ حَصبَاؤُھَا
وَتَربُھَا العَنبَرُ وَالنَّدُّ

''اور موتی اور یاقوت اس محل کی اینٹیں ہیں اور عنبر وشبنم اس محل کا گارا ہے''

وَنَحنُ نَخشیٰ اَنَّہٗ وَارِثٌ
مُلکَ اِن غَیبَکَ اللحد''

''اور ہم اس بات سے ڈرتے ہیں کہ تیری موت کے بعد یہی (یعنی جعفر) تیری سلطنت کا وارث ہوگا''

وَلَن یُبَاھِی العَبدُ اَربَابَہٗ
اِلَّا اِذَا مَا بَطَرَ العَبدُ

''اور غلام ہرگز اپنے آقاؤں پر فخر نہیں کر سکتا مگر جب غلام کثرت نعمت کی وجہ سے تکبر میں مبتلا ہو جائے''

پس جب رشید کو جعفر کے قتل کے متعلق اس قسم کی اطلاعات موصول ہوئیں تو اس کے دل میں خلش پیدا ہوگئی۔ پس اس نے جعفر کو قتل کرا دیا۔

حکایت پنجم بعض اہل علم کے نزدیک جعفر کے قتل کا سبب یہ ہے کہ برامکہ خاندان نے ملک میں فساد برپا کرنے کی کوشش کی تو رشید ان کا مخالف ہوگیا اور ان کو قتل کر دیا لیکن میں (علامہ دمیریؒ) کہتا ہوں کہ یہ قول بعید ہے اور میں اس کی صحت کا اعتقاد نہیں رکھتا۔

حکایت ششم بعض اہل علم کا قول ہے کہ مسرور نے کہا ہے کہ میں نے رشید کو ۱۸۶ھ میں حج کے موقع پر طواف کے دوران یہ کہتے ہوئے سنا! اے اللہ تو جانتا ہے کہ تحقیق جعفر کو قتل کرنا واجب ہے اور میں تجھ سے اس کے قتل کے متعلق استخارہ کرتا ہوں۔ پس جب رشید حج سے فارغ ہو کر واپس انبار پہنچا تو مسرور اور حماد کو جعفر کی طرف بھیجا۔ پس یہ دونوں جب جعفر کے پاس پہنچے تو ان میں سے ایک جعفر کے سامنے گویا یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

فَلَا تَبعُد فَکُلُّ فَتًی سَیَاتِی
عَلَیہِ المَوتُ یَطرُقُ اَو یُغَادِی

''پس تو دوری اختیار نہ کر کیونکہ ہر شخص پر موت کا آنا یقینی ہے چاہے رات کے وقت آجائے یا صبح کے وقت''

پس مسرور نے کہا کہ میں بھی اسی لئے تیرے پاس آیا ہوں۔ تحقیق اللہ کی قسم تیری موت آچکی۔ پس تو امیر المومنین کے پاس

چل ۔ پس جعفر نے اپنا مال صدقہ کر دیا اور اپنے غلاموں کو آزاد کر دیا اور لوگوں کو اپنے حقوق معاف کر دیئے ۔ پھر اس کے بعد مسرور کے ہمراہ رشید کے مکان کی طرف آیا ۔ پس جعفر کو گرفتار کر کے گدھے کی رسی سے باندھ دیا گیا اور اس کی اطلاع رشید کو پہنچا دی گئی ۔ پس رشید نے کہا کہ جعفر کا سر کاٹ کر پیش کیا جائے ۔ پس جعفر کا سر کاٹ کر رشید کی خدمت میں پیش کیا گیا ۔ یہ واقعہ اوائل صفر ۱۸۷ھ میں پیش آیا اور اس وقت جعفر کی عمر صرف ۳۷ سال تھی ۔ پھر اس کے بعد جعفر کا سر ایک پل پر لٹکا دیا گیا اور پھر جعفر کے جسم کے ہر عضو کو کاٹ کر پل پر لٹکا دیا گیا اور ایک عرصہ دراز تک جعفر کے جسم کے اعضاء اسی پل پر لٹکے رہے ۔ یہاں تک کہ جب رشید کا گزر خراسان جاتے ہوئے اس پل سے ہوا تو اس نے کہا کہ جعفر کے جسم اور سر کو جلا دیا جائے ۔ پس جعفر کے جسم اور سر کو جلا دیا گیا ۔ پس جب رشید نے جعفر کو قتل کیا تو خاندان برامکہ اور ان کے متبعین کو اپنی تحویل میں لے کر اعلان کرا دیا کہ محمد بن خالد بن برمک اور اس کی اولاد اور اس کے ساتھیوں کے علاوہ کسی کو امان نہیں ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ جب علیۃ بنت مہدی نے رشید سے کہا کہ تو نے جعفر کو کس وجہ سے قتل کیا ہے؟ پس رشید نے کہا کہ اگر مجھے یہ بات معلوم ہو جائے کہ میری قمیص کو جعفر کے قتل کا سبب معلوم ہے تو میں اسے بھی جلا دوں ۔ جب جعفر کو قتل کر کے سولی پر لٹکایا گیا تو یزید رقاشی نے اس کے پاس کھڑے ہو کر یہ اشعار کہے ۔

اَمَا وَاللهِ لَولاَ خَوفُ وَاشٍ وَعَینٍ لِلْخَلِیْفَةِ لَا تَنَامُ

''اللہ کی قسم اگر میں چغل خور اور خلیفہ کی اس آنکھ سے جو نہیں جھپکتی خوفزدہ نہ ہوتا''

لَطُفْنَا حَوْلَ جِذْعِکَ وَاستَلَمْنَا کَمَا لِلنَّاسِ بِالْحَجَرِ اسْتِلَامُ

''تو ہم تیری سولی کا طواف کرتے اور اسے چومتے جیسے لوگ حجر اسود کو چومتے ہیں''

فَمَا أَبْصَرتُ قبلکَ یا ابن یحییٰ حَسَامًا فَلَهُ السَّیْفُ الحَسَّامُ

''پس تو نے اس سے پہلے اے یحییٰ کے بیٹے قاطع کی تلوار کا مشاہدہ نہیں کیا جو

عَلٰی لِلذَّاتِ وَالدُّنْیَا جَمِیْعًا لِدَوْلَةِ آلِ بَرمَکِ السَّلَامُ

''لذات اور دنیا دونوں کو قطع کرنے والی ہے اور موت کے گھاٹ اتارنے والی ہے ۔ اللہ تعالیٰ خاندان برمک کو اس سے محفوظ رکھے''

پس جب رشید کو یزید رقاشی کے اشعار کی خبر پہنچی تو اس نے اسے بلایا اور کہا کہ تجھے یہ اشعار کہنے کی جرأت کیسے ہوئی حالانکہ تو اس بات کو جانتا ہے کہ جو شخص جعفر کی نعش کے پاس آ کر مرثیہ کہے گا ہم اسے سخت سزا دیں گے ۔ پس یزید رقاشی نے کہا کہ جعفر مجھے ہر سال ایک ہزار دینار دیا کرتا تھا اس لئے میں نے اس کی نعش پر یہ اشعار کہے ہیں ۔ پس رشید نے اس کو دو ہزار دینار دینے کا حکم دیا اور کہا کہ جب تک ہم زندہ رہیں گے تجھے دو ہزار دینار ملتے رہیں گے ۔

کہتے ہیں کہ ایک عورت جعفر کی نعش کے پاس کھڑی ہوئی اور اس کے سر کو دیکھا کہ سولی پر لٹکا ہوا ہے ۔ پس اس نے کہا کہ اللہ کی قسم آج تو ایک نشانی بن گیا ہے ۔ تحقیق تو مکارم کے اعلیٰ مقام پر ہے ۔ پھر اس عورت نے یہ اشعار پڑھے ۔

وَلَمَّا رَاَیْتُ السَّیْفَ خَالَطَ جَعْفَرًا وَنَادیٰ مُنَادٍ لِلْخَلِیْفَةِ فِیْ یَحْیٰی

''اور جب میں نے تلوار کو دیکھا تو وہ جعفر کے سر پر پڑی اور خلیفہ نے یحییٰ کو قتل کی بھی منادی کرا دی''

بَكَيْتُ عَلَى الدُّنيَا وَ ايْقَنتُ انَّمَا　　قَصَارِى الفَتى يَومًا مُفَارِقَةَ الدُّنيَا

''میں دنیا کی تبدیلیوں پر رو پڑا اور مجھے یقین آ گیا کہ ایک دن دنیا سے جدائی اختیار کرنی پڑے گی''

وَمَاهِيَ اِلَّا دَوْلَةَ'' بَعْدَ دَوْلَةٍ　　تَخُوْلُ ذَا نِعْمَتِى وَ تعقب ذَا بَلوىٰ

''اور نہیں ہے دنیا کی حقیقت مگر یہ کہ آج وہ اِس کے پاس اور کل اُس کے پاس ہے''

اِذَا اُنْزِلَتْ هٰذَا مَنَازِلُ رَفْعَةٍ　　مِنَ الْمُلْكِ حطت ذا اِلَى الغَايَةِ السُّفْلىٰ

''جب دنیا کسی کو بلند مقام پر فائز کرتی ہے تو کسی کو پستیوں کے گڑھے میں ڈال دیتی ہے''

پھر اس کے بعد وہ عورت وہاں سے چلی گئی گویا کہ وہ ایک ہوا ہے جو تیز رفتاری کے ساتھ گزر گئی اور وہاں ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں رکی۔ جب سفیان بن عیینہؒ کو جعفر کے قتل کی خبر پہنچی تو آپ نے اپنا چہرہ قبلہ کی طرف کیا اور کہا: اے اللہ بے شک جعفر نے میری دنیاوی ضروریات کا خیال رکھا۔ پس تو اس کی اخروی ضروریات کا خیال رکھ۔ جعفر معزز اور سخی آدمی تھا۔ اس کی سخاوت کے بہت سے واقعات مشہور ہیں اور یہ واقعات بہت سی کتابوں میں نقل کئے گئے ہیں۔ رشید کے دربار میں جو مرتبہ جعفر کو حاصل تھا کسی اور وزیر کو حاصل نہیں تھا۔ رشید نے جعفر کو اپنا بھائی قرار دیا تھا اور اسے اپنے لباس میں بٹھاتا تھا۔ بے شک رشید نے جب جعفر کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے والد یحییٰ کو قید خانہ میں ڈال دیا۔ خاندان برامکہ جود و سخا میں اونچے مقام پر فائز تھا جیسا کہ ان کے متعلق مشہور ہے کہ خاندان برامکہ کے افراد سترہ سال تک رشید کے وزیر رہے ہیں۔ ابن اسحٰق نے ذکر کیا ہے کہ زبیر بن عبدالمطلب نے اس سانپ کے متعلق یہ اشعار کہے کہ جس کی وجہ سے قریش کعبہ کی تعمیر سے گھبرا رہے تھے یہاں تک کہ اس سانپ کو ایک عقاب نے اچک لیا تھا۔ زبیر بن عبدالمطلب کے وہ اشعار درج ذیل ہیں۔

عَجِبتُ لَمَّا تَصَوَّبَتِ العُقَابِ　　اِلَى الثُّعْبَانِ وَهِيَ لَهَا اِضْطِرَابُ

''میں متعجب ہوا جب عقاب اژدہے پر حملہ آور ہوا اور عقاب کے حملے نے اژدہے کو تڑپا دیا''

وَقَدْ كَانَتْ يَكُوْنُ لَهَا كَشِيش　　وَ أَحْيَانًا يَكُوْنُ لَهَا وِثَابُ

اور تحقیق کبھی اژدھا مضطرب ہو جاتا ہے اور کبھی وہ اچھلنے لگتا ہے

اِذَا قُمْنَا اِلَى التَّاسِيْسِ شِدَّتْ　　فَهِبْنَا لِلْبَنَاءِ وَ قَدْ تَهَابُ

''جب ہم بنیاد رکھتے ہیں تو اس کی مضبوطی کا خیال رکھتے ہیں حالانکہ مضبوط عمارتیں اچانک گر جاتی ہیں''

فَلَمَّا اَنْ خَشِيْنَا الزَّجْرَ جَاءَ تْ　　عُقَابُ'' حَلَقَتْ وَلَهَا اِنْصِبَابُ

''پس جب ہم صرف ڈانٹ ڈپٹ سے ہی خوفزدہ ہو جاتے تھے لیکن اس کے بعد ایسی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا جو ٹلنے والی نہ تھیں''

فَضَمَّتْهَا اِلَيْهَا ثُمَّ خَلَّتْ　　لَنَا الْبُنْيَانَ لَيْسَ لَهُ حِجَابُ''

''پس میں اس سے لپٹ گیا لیکن وہ ایسی عمارت تھی کہ اس میں اوٹ نہیں تھی''

فَقُمْنَا حَاشِدِیْنَ اِلٰی بِنَاءٍ لَنَا مِنْهُ الْقَوَاعِدُ وَالتُّرَابُ''

''پس ہم اپنی عمارتوں کی طرف دوڑتے ہوئے چلے لیکن ہمارے لئے نہ وہاں ستون تھے اور نہ ہی مٹی تھی''

غَدَاةً نَرْفَعُ التَّاسِیْسُ مِنْهُ وَلَیْسَ عَلٰی مَسَاوِیْنَا ثِیَابُ''

''کل ہم پھر بنیادیں کھڑی کریں گے اور ہمارے عیوب کو چھپانے والا کوئی نہیں ہے۔''

اَعَزَّ بِهِ الْمَلِیْکُ بَنِی لُوَی فَلَیْسَ لَا صُلِهٖ مِنْهُ ذَهَابُ''

''عزتوں کے زیادہ حقدار تو خاندان بنی لوی کے لوگ ہیں کہ جن کو کوئی ختم نہیں کرے گا۔''

وَقَدْ حَشَدَتْ هُنَاکَ بَنِی عَدِی وَمَرَّةٌ قَدْ تَعْهُدُهَا کِلَابُ''

''اور تحقیق بنی عدی نے اس خاندان یعنی بنی لوی پر ایسا ہی حملہ کیا جیسے راہ گیر پر کتے بھونکتے ہیں۔''

فبوأنا الملیک بِذَاکَ عَزًا وَعِنْدَاللّٰهِ یَلْتَمِسُ الثَّوَابُ''

''پس ہم نے بادشاہ سے پناہ طلب کی تو اس نے ہمیں پناہ دی اور اس نیکی کا اجر اسے اللہ ہی عطا فرمائے گا۔''

ابن عبدالبر نے تمہید میں ذکر کیا ہے کہ عمرو بن دینار فرماتے ہیں کہ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کا ارادہ کیا تو وہاں سے ایک سانپ نکلا۔ پس وہ سانپ قریش اور کعبۃ اللہ کے درمیان حائل ہو گیا۔ پس ایک سفید عقاب آیا۔ پس اس نے سانپ کو اٹھالیا اور اس کو ''اجیاد'' کی جانب پھینک دیا۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ ''تمہید'' کے بعض نسخوں میں لکھا ہے کہ سفید عقاب تھا لیکن بعض نسخوں میں مذکور ہے کہ ایک سفید رنگ کا پرندہ تھا۔

فائدہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے جب ہدہد کو غائب پایا تو پرندوں کے سردار عقاب کو بلایا اور اس کو سزا اور سختی کی دھمکی دی اور فرمایا کہ ہدہد کو اسی وقت میرے پاس لاؤ۔ پس عقاب آسمان کی طرف اڑا اور ہوا کے ساتھ مل گیا۔ پس وہ دنیا کو اس طرح دیکھنے لگا۔ جیسے کوئی آدمی اپنے سامنے کسی تھالی کو دیکھے۔ پھر اس کے بعد عقاب دائیں اور بائیں جانب متوجہ ہوا۔ پس اس نے ہدہد کو یمن کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ پس اس نے ہدہد کو پکڑ لیا۔ پس ہدہد نے عقاب سے کہا کہ میں اس ذات کے واسطے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں جس نے تجھے مجھ پر قوت دی ہے تو مجھ پر رحم کر۔ پس عقاب نے اس سے کہا کہ تو ہلاک ہو جائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام نے قسم کھائی ہے کہ وہ تجھے سزا دیں گے یا تجھے ذبح کر دیں گے۔ پھر اس کے بعد عقاب اسے لے کر واپس ہوا تو راستہ میں گدھ اور پرندوں کے دوسرے لشکروں سے ملاقات ہوئی۔ پس انہوں نے ہدہد کو خوف دلایا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی دھمکی کی اطلاع دی۔ پس ہدہد نے کہا کہ جو میرے مقدر میں ہے وہ تو ہونا ہی ہے۔ پس تم یہ بتاؤ کہ کیا اللہ کے نبی نے استثناء کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اگر ہدہد کسی واضح دلیل کے ساتھ آیا تو نجات پالے گا۔ ہدہد نے کہا اب میری نجات ہو گئی۔ پس جب ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو عاجزی وانکساری کی وجہ سے اس نے اپنا سر اٹھالیا اور اپنی دم اور اپنے بازوؤں کو جھکا دیا۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ تو اپنی خدمت اور اپنی جگہ سے کہاں غائب ہو گیا تھا۔ میں ضرور تجھے سخت سزا دوں گا یا تجھے ذبح کر دوں گا۔ پس

ہدہد نے کہا اے اللہ کے نبی! آپ اس وقت کو یاد کیجئے جب اللہ کے دربار میں اسی طرح کھڑے ہوں گے جیسے آج میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام کے جسم پر اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے لرزہ طاری ہوگیا۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو معاف کر دیا۔ عنقریب انشاء اللہ ''باب الھاء'' میں ''الھد ھد'' کے تحت تفصیلی ذکر آئے گا۔

عقاب کا شرعی حکم عقاب کا کھانا حرام ہے۔ اس لئے کہ یہ ذی مخلب ہے۔ البتہ اس بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے کہ کیا عقاب کو ہلاک کرنا مستحب ہے یا نہیں؟ امام رافعیؒ اور امام نوویؒ کے نزدیک عقاب کو قتل کرنا پسندیدہ عمل ہے۔ شرح مہذب میں مذکور ہے کہ عقاب ان پرندوں میں شامل ہے جن کا قتل کرنا پسندیدہ ہے۔ عقاب کے قتل کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ اس کا قتل کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں نفع ونقصان دونوں پائے جاتے ہیں۔ قاضی ابوالطیب طبری کا یہی قول ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ میرے نزدیک یہی قول معتمد ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''اَمْنَعُ مِنْ عُقَابِ الْجَوِّ'' (ہوا کے عقاب سے بھی زیادہ دور) یہ مثال عمرو بن عدی نے قصیر بن سعد کے متعلق زباء نامی عورت کے مشہور قصہ میں بیان کی ہے۔ ابن درید نے اسی کے متعلق مقصورہ میں یہ اشعار تحریر کئے ہیں

واخترم الوَضَاحُ مِنْ دُوْنِ الَّتِی　　　املها سَیْفُ الْحَمَامِ الْمُنْتَضِی

''اور میں ان تمام رکاوٹوں کو توڑتا ہوں جو میرے راستے میں حائل ہوتی ہیں۔''

وَقَد سَمَا عمرو اِلٰی اَوْتَارَہٗ　　　فاحتط مِنهَا کل عَالِی الْمُنْتَهِی

''اور تحقیق عمرو نے اپنے مقاصد کی بلندیوں کو پالیا ہے اور وہ اتنے بلند مقام پر پہنچ گیا ہے کہ وہاں تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔''

فَاسْتَنْزَلَ الزَّبَاءَ قَسْرًا وَهِیَ مِنْ　　　عُقَاب لَوْحِ الْجَوِّ أَعْلٰی مُنْتَهِی

''پس زباء نے اس کی بلندی کو پستی میں تبدیل کر دیا اور خود زباء ایسے بلند مقام پر پہنچ گئی جہاں عمرو کے قدم بھی نہیں پہنچ سکے تھے۔''

عقاب بہت بلندی پر پرواز کرنے والا پرندہ ہے اور وہ کسی کی گرفت میں نہیں آتا۔ اس لئے شاعر نے اس کو ''لَوْحُ الْجَوِّ'' سے تشبیہ دی ہے۔ ''لوح'' سے مراد زمین وآسمان کی درمیانی فضا ہے اور ''الجو'' بھی انہی معنوں میں مستعمل ہے۔ یہ قصہ ابن ہشام اور ابن جوزی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ناقدین نے کہا ہے کہ مورخین کے کلام کو نقل کرنے والوں نے ایک دوسرے سے مخلط کر دیا ہے۔ جزیمہ ابرش سرزمین حیرہ اور اس کے آس پاس کے علاقوں کا بادشاہ تھا۔ ان علاقوں پر وہ ساٹھ سال تک حکومت کرتا رہا۔ جزیمہ ابرش ہی وہ پہلا بادشاہ ہے جس نے اپنے سامنے شمع روشن کرائی اور جنگ میں سب سے پہلے منجنیق نصب کرانے کا اعزاز بھی جزیمہ کو ہی حاصل ہے۔ نیز جزیمہ ہی وہ پہلا بادشاہ ہے جس نے پوری سرزمین عراق پر حکومت کی۔ پس جزیمہ نے ملیح بن براء سے جنگ کی اور ملیح سرزمین حضر کا بادشاہ تھا جو سرزمین روم اور فارس کے درمیان حائل تھا۔ عدی بن زید نے اپنے اس قول میں اسی بادشاہ کا ذکر کیا ہے

وَاَخُوا لْحَضْرِ اِذْ بَنَا وَاِذْ دَجْلَةُ　　　تُجْبٰی اِلَیْهِ وَالْخَابُوْرُ

''سرزمین حضر کا بادشاہ جس نے اس شہر کو آباد کیا اور دجلہ نامی ندی جو شہر سے نکلتی تھی۔''

شَادَهُ مَرمَرًا وَجَلَّلَهُ كَلسًا فَلِلطَّيرِ فِي ذِرَاهُ وَكُورُ"

"اس نے اس ندی کو سنگ مرمر سے مضبوط کیا اور اس پر سفیدی پھیری۔ پس پرندے ندی کے کنارے اپنے گھونسلے بنانے لگے۔"

لَم يَهبهُ رَيبُ المَنُونِ وَبَادَ الْمُلْكُ عَنهُ فَبَابُهُ مَهجُورُ"

"لیکن اس کو (یعنی بادشاہ کو) بھی موت نے نہیں چھوڑا۔ سلطنت تباہ ہوگئی اور اب محلات کے دروازے بند ہو گئے ہیں"

پس جزیمہ نے ملیح کو قتل کر دیا اور اس کی بیٹی زباء کو چھوڑ دیا۔ پس وہ لڑکی روم چلی گئی۔ ملیح کی بیٹی زباء عقلمند، عربی زبان کی ادیب، شیریں بیان، شدید القوۃ اور بلند ہمت تھی۔ ابن کلبی نے کہا ہے کہ اس زمانہ میں کوئی عورت زباء سے زیادہ خوبصورت نہیں تھی۔ اس لڑکی کا اصلی نام فارعہ تھا اور اس کے بالوں کی لمبائی اتنی زیادہ تھی کہ جب یہ چلتی تھی تو اس کے بال زمین پر گھسٹتے تھے اور جب ان کو (یعنی بالوں کو) کھولتی تھی تو بالوں سے بدن چھپ جاتا تھا۔ پس اسی وجہ سے اس لڑکی کا نام "زباء" پڑ گیا۔ ابن کلبی کہتے ہیں کہ اس کے باپ کا قتل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے پہلے ہوا تھا۔ پس اس لڑکی نے اپنی ہمت و کوشش کے ذریعے لوگوں کو جمع کیا اور مال کو خرچ کیا اور اپنے باپ کی سلطنت واپس لے لی۔ پس جزیمہ کو اپنے باپ کی سلطنت سے بھگا دیا اور اس نے دریائے فرات کے دونوں جانب مشرق و مغرب میں دو شہر آباد کئے اور ان دونوں شہروں کے درمیان دریائے فرات کے نیچے سے ایک سرنگ بنائی۔ پس جب یہ لڑکی دشمنوں سے خوف محسوس کرتی تو اس سرنگ میں پناہ لے لیتی تھی۔ تحقیق اس لڑکی کا ابھی تک کسی مرد سے اختلاط نہیں ہوا تھا۔ اس لئے یہ دوشیزہ اور کنواری تھی۔ اس لڑکی اور جزیمہ بادشاہ کے درمیان جنگ کے بعد صلح ہوگئی تھی۔ پس ایک مرتبہ جزیمہ کے دل میں اس لڑکی کو پیغام نکاح دینے کا خیال پیدا ہوا۔ پس اس نے اپنے خاص ساتھیوں کو جمع کیا اور ان سے اس معاملہ میں مشاورت کی۔ پس وہ تمام لوگ خاموش رہے اور قیصر جو اس کا چچازاد تھا، گفتگو کرنے لگا۔ قیصر نہایت عقلمند تھا اور جزیمہ کا وزیر خزانہ اور مشیر بھی تھا۔ پس قیصر نے کہا اے بادشاہ اللہ تعالیٰ بری چیزوں سے آپ کو محفوظ رکھے۔ بے شک زباء ایک ایسی عورت ہے جو مردوں سے ہمیشہ علیحدہ رہی۔ پس وہ دوشیزہ اور کنواری ہے۔ نیز زباء کو مال اور جمال میں کوئی رغبت نہیں ہے اور آپ کے ذمہ اس کا خون بہا ہے اور زباء نے آپ کو مصلحت اور خوف کی وجہ سے چھوڑ رکھا ہے حالانکہ اس کے دل میں حسد اس طرح چھپا ہوا ہے جس طرح پتھروں میں آگ چھپی ہوئی ہے۔ اگر آپ اس کو (یعنی پتھر کو) رگڑیں تو آگ ظاہر ہو جائے اور اگر آپ اس کو چھوڑ دیں تو وہ پوشیدہ ہی رہتی ہے۔ بادشاہوں کی بیٹیوں میں آپ کا کفو موجود ہے اور ان سے نکاح کرنے میں نفع ہے اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی طمع سے آپ کو رفیع بنایا ہے جو آپ کی شایان شان نہیں ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کا مرتبہ بہت بلند کیا ہے۔ پس آپ کی طرح کوئی بھی بلند مرتبہ نہیں ہے۔ ابن جوزی وغیرہ نے یہ حکایت بیان کی ہے۔

"شارح دریدیہ" ابن ہشام وغیرہ نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے کہ بے شک زباء نے خود جزیمہ بادشاہ کو پیغام نکاح دیا تھا اور اپنے آپ کو پیش کیا تھا تاکہ جزیمہ کی سلطنت کو اپنی سلطنت میں شامل کر سکے۔ پس جزیمہ نے زباء کے پیغام نکاح کے متعلق اپنے وزراء سے مشورہ کیا۔ پس تمام مشیروں نے زباء کے پیغام نکاح کو سراہا لیکن قیصر نے مخالفت کرتے ہوئے کہا اے بادشاہ زباء کی جانب سے نکاح کا پیغام دھوکہ اور فریب ہے۔ پس جزیمہ نے قیصر کی بات کو نہیں سنا۔ ابن ہشام کہتے ہیں قیصر درحقیقت پستہ قد نہیں تھا بلکہ اس کا نام ہی قیصر تھا۔ ابن جوزیؒ نے کہا ہے کہ جزیمہ نے کہا اے قیصر جو تو نے رائے دی ہے وہ اپنی جگہ ٹھیک ہے لیکن میرا دل تیری رائے کو قبول نہیں کرتا بلکہ

میرا دل زباء کی محبت سے لبریز ہے۔ ہر شخص کی تقدیر معین ہے جس سے کوئی بھی فرار نہیں ہوسکتا۔ پھر اس کے بعد جزیمہ بادشاہ نے زباء کی رائے معلوم کرنے کے لئے قاصد کو بھیجا۔ پس جزیمہ کا قاصد زباء کے پاس آیا۔ پس جب زباء نے جزیمہ کا پیغام سنا۔ اور اس کے ارادے کو جان لیا تو قاصد سے کہا کہ میں تیرے لئے اور جس چیز کے ساتھ تو آیا ہے اس کے استقبال کیلئے اپنی آنکھیں بچھانا چاہتی ہوں۔ نیز زباء نے جزیمہ کے پیغام پر مسرت کا اظہار کیا اور قاصد کا بہت اعزاز و اکرام کیا اور اس سے کہا کہ میں خود بادشاہ کو پیغام نکاح دینا چاہتی تھی لیکن اس خوف سے کہ میں جزیمہ بادشاہ کی کفو نہیں ہوں، نکاح کا پیغام دینے سے اجتناب کرتی رہی ہوں۔ اس لئے کہ بادشاہ کا مرتبہ مجھ سے بہت بلند ہے اور میرا رتبہ بادشاہ سے بہت کم تر ہے۔ تحقیق جو تم نے سوال کیا ہے۔ میں اس کو قبول کرتی ہوں اور اس میں رغبت بھی رکھتی ہوں اور اگر نکاح کے معاملات میں کوشش کرنا مردوں کے لئے ضروری نہ ہوتا تو میں ضرور جزیمہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتی۔ پس زباء نے قاصد کے ذریعے جزیمہ بادشاہ کے لئے ہدایات میں بڑے قیمتی غلام، لونڈیاں، ہتھیار، زرہیں اور بہت سا مال، اونٹ، بکریاں، لباس اور بیش بہا سامان و جواہرات روانہ کئے۔ پس جب قاصد جزیمہ بادشاہ کے پاس آیا تو جزیمہ زباء کے جواب کو سن کر بہت متعجب ہوا۔ نیز قاصد کے ساتھ زباء کے لطف و کرم سے بہت خوش ہوا اور اس نے یہ سمجھا کہ زباء نے یہ سب کچھ میری محبت میں کیا ہے۔ اس کے بعد جزیمہ بادشاہ اپنے خاص وزراء کو ساتھ لے کر روانہ ہوگیا جن میں اس کا وزیر خزانہ قیصر بھی تھا۔ تحقیق جزیمہ بادشاہ نے سلطنت کے امور چلانے کیلئے عمرو بن عدی لخمی کو اپنا نائب مقرر کیا۔ عمرو بن عدی وہ پہلا شخص ہے جو خاندانِ لخم میں بادشاہ بنا۔ اس کی بادشاہت ایک سو بیس برس تک قائم رہی۔ عمرو بن عدی وہ شخص ہے جس کو بچپن میں جنات نے اٹھا لیا تھا اور پھر جوان ہوجانے پر چھوڑ دیا تھا۔ پس جب جنات عمرو بن عدی کو اس کے گھر چھوڑ کر گئے تو اس کی ماں نے اسے ایک سونے کا ہار پہنایا اور اسے حکم دیا کہ اپنے ماموں جزیمہ سے ملاقات کرو۔ پس جب جزیمہ نے عمرو بن عدی کی گردن میں ہار اور اس کے چہرے پر ڈاڑھی کو دیکھا تو کہا کہ عمرو جوان ہوگیا ہے۔ پس جزیمہ نے عمرو کو واپس اس کی والدہ کی طرف بھیج دیا۔ ابن ہشام نے کہا ہے کہ عمرو بن عدی نے ایک سو اٹھارہ سال تک حکومت کی ہے۔ ابن جوزیؒ نے کہا ہے کہ جزیمہ نے عمرو بن عدی کو اپنا نائب مقرر کیا اور زباء کی طرف روانہ ہوگیا۔ پس وہ فرات پر واقع زباء کے گاؤں کے قریب پہنچ گیا جسے "نیفہ" کہا جاتا ہے۔ پس وہ وہاں قیام کے لئے رک گیا۔ پس جزیمہ نے شکار کر کے کھایا اور شراب پی۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔ پس تمام ساتھیوں نے سکوت اختیار کیا لیکن قیصر نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا اے بادشاہ ہر عزم جزم کی تائید نہیں کرتا۔ پس آپ جہاں کہیں بھی ہوں بے مقصد اور فضول باتوں پر اعتماد نہ کریں اور خواہشات کی وجہ سے رائے کو نظر انداز نہ کیجئے کیونکہ اس طرح رائے فاسد ہوجائے گی۔ نیز بادشاہ کے لئے میری رائے یہ ہے کہ وہ اس کام کو چھوڑ دیں کیونکہ تمام امور تقدیر الٰہی کے مطابق ہی پایہ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔ پس جزیمہ بادشاہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس کام کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے کیونکہ میری رائے بھی وہی ہے جو جماعت کی رائے ہوگی۔ پس تم اس کام کے متعلق جو عزم رکھتے ہو، وہی درست ہے۔ پس قیصر نے کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تقدیر حذر سے سبقت لے جائے گی۔ پس اس کام کے متعلق قیصر کی رائے نہیں مانی جائے گی۔ پس قیصر کا یہ قول ضرب المثل کی صورت اختیار کر گیا۔ پھر اس کے بعد جزیمہ بادشاہ روانہ ہوگیا۔ پس جب وہ زباء کے شہر کے قریب پہنچا تو اسے اپنی آمد کی اطلاع دینے کیلئے قاصد کو بھیجا۔ پس زباء نے جزیمہ بادشاہ کی آمد کی خبر سن کر خوشی و رغبت کا اظہار کیا اور جزیمہ کی طرف کھانے پینے کا سامان بھیجا اور اپنے لشکر کے افراد اور اپنی مملکت کے خواص و عوام سے کہا کہ اپنے سردار اد

اپنی سلطنت کے بادشاہ کا استقبال کرو۔ پس زباء کا جواب لے کر قاصد واپس جزیمہ کے پاس پہنچا اور اس کے سامنے تمام حالات پیش کئے۔ پس جب جزیمہ نے تمام حالات سنے تو وہ بہت خوش ہوا۔ پس جب جزیمہ بادشاہ نے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا تو قیصر کو بلایا اور کہا کہ کیا تو اپنی رائے پر قائم ہے؟ قیصر نے کہا ہاں بلکہ میری بصیرت میں اضافہ ہوگیا ہے اور کیا آپ بھی اپنے ارادے پر قائم ہیں؟ بادشاہ نے کہا ہاں بلکہ میری رغبت میں اضافہ ہوگیا ہے۔ پس قیصر نے کہا کہ ''جو شخص عواقب اور نتائج پر غور نہ کرے زمانہ اس کا ساتھی نہیں ہے۔'' پس قیصر کا یہ قول بھی ضرب المثل بن گیا۔ پھر اس کے بعد قیصر نے کہا کہ فوت ہونے سے پہلے معاملہ کا تدارک کیا جاسکتا ہے اور معاملہ ابھی بادشاہ کے ہاتھ میں ہے اس لئے اس کا تدارک کیا جاسکتا ہے۔ پس اے بادشاہ! اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ تم حکومت و سلطنت کے مالک، خاندان اور اعوان (یعنی معاونین) والے ہو تو بے شک آپ نے اپنی سلطنت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے اور آپ اپنے خاندان و معاونین سے جدا ہو گئے ہیں اور آپ نے اپنے آپ کو ایسے شخص کے قبضہ میں دے دیا ہے جس کے مکروفریب سے آپ مامون نہیں ہیں۔ پس اگر آپ یہ اقدام کرنے والے ہیں اور اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والے ہیں تو سن لیجئے کہ کل کو زباء کی قوم آپ کو قطار در قطار ملے گی اور آپ کے استقبال کیلئے دو صفوں میں کھڑی ہوگی۔ یہاں تک کہ جب آپ ان کے درمیان میں پہنچ جائیں گے تو وہ آپ کو ہر طرف سے گھیر لیں گے اور آپ پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ پس جزیمہ بادشاہ زباء کی طرف چل پڑا تو اس نے اس کے بالوں کو دیکھا کہ ان سے اس کا جسم چھپ گیا تھا اور جزیمہ نے زباء کا کلام سنا لیکن اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ ادھر دوسری طرف زباء نے اپنے لشکر والوں کو حکم دیا کہ کل جب تمہارے پاس جزیمہ بادشاہ آئے تو تم اس کا استقبال کرنا اور اس کے دائیں اور بائیں جانب صفیں بنالینا اور جب وہ درمیان میں پہنچ جائے تو اسے گھیر لینا اور پھر اس پر حملہ کر دینا۔ پس جب جزیمہ آگے بڑھا اور قیصر اس کی دائیں جانب تھا۔ پس جب جزیمہ نے زباء کی قوم کے لوگوں سے ملاقات کی تو وہ لوگ دو صفوں میں تقسیم ہوگئے۔ پس جب جزیمہ درمیان میں پہنچا تو ان لوگوں نے ہر طرف سے اسے گھیر لیا۔ پس جزیمہ کو معلوم ہوگیا کہ اب ہلاکت بہت قریب ہے۔ پس قیصر بادشاہ کی بائیں طرف ہوگیا۔ پس جزیمہ جب قیصر کے قریب ہوا تو کہنے اے قیصر تو نے سچ کہا تھا۔ پس جب قیصر نے دیکھا کہ تحقیق جزیمہ بادشاہ حالات سے واقف ہوگیا ہے اور اسے اپنے قتل کا یقین ہوگیا ہے تو قیصر سواری پر سوار ہو کر فرار ہوگیا۔ چنانچہ زباء کے لشکر نے جزیمہ بادشاہ کو قتل کر دیا۔ ادھر عمرو بن عدی ہر روز سرزمین حیرہ میں اپنے ماموں جزیمہ کے حالات کو جاننے کے لئے مضطرب رہتا۔ پس قیصر بھی عمرو بن عدی کے پاس پہنچ گیا اور اسے تمام حالات سے آگاہ کیا۔ نیز قیصر نے کہا کہ میں نے تمہارے ماموں کو زباء کے پاس جانے سے منع کیا تھا لیکن انہوں نے میری رائے کی مخالفت کی اور بالآخر زباء کے لشکر نے جزیمہ بادشاہ کو ہلاک کر دیا۔ عمرو بن عدی نے کہا کہ مجھے زباء کے علاقے کا پتہ بتاؤ میں اس سے اپنے ماموں جزیمہ کا بدلہ لوں گا۔ پس قیصر نے کہا کہ میں نے تمہارے ماموں کو بھی نصیحت کی تھی اور اب تمہیں بھی نصیحت کرتا ہوں کہ تم زباء کو حاصل نہیں کر سکتے۔ پس عمرو بن عدی نے قیصر سے کہا کہ میں تمہاری ناک اور کان کاٹ دوں گا اور تجھے قتل کر دوں گا کیونکہ تو نے ہی میرے ماموں کو زباء کے پاس جانے کا مشورہ دیا تھا۔ ابن جوزیؒ نے کہا ہے کہ پھر اس کے بعد قیصر نے عمرو بن عدی سے راہِ فرار اختیار کی اور زباء کے پاس پہنچ گیا۔ پس زباء نے قیصر سے پوچھا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو؟ پس قیصر نے کہا کہ عمرو بن عدی نے مجھے اپنے ماموں کے قتل کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے اور کہا ہے کہ تو نے ہی میرے ماموں کو زباء کے پاس جانے کا مشورہ دیا ہے۔ نیز عمرو بن عدی نے کہا ہے کہ میں تمہارے ناک، کان کاٹنے کے بعد تمہیں قتل کر دوں گا۔ پس میں خوفزدہ ہو کر وہاں سے بھاگ کر

آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ مجھے امن حاصل ہوجائے۔ پس زباء نے قیصر کو خوش آمدید کہا اور اس کی بہت عزت کی۔ قیصر ایک مدت تک زباء کے پاس رہا اور موقع کی تلاش میں رہا۔ پس قیصر نے ملکہ زباء کی بہت زیادہ خدمت کی اور اس پر احسان کرنے کے ساتھ ساتھ اتنی وفاداری کا ثبوت دیا کہ ملکہ اس کی گرویدہ ہوگئی۔ پس قیصر نے ایک دن ملکہ سے کہا کہ عراق میں بہت ساز وسامان ہے اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کے لئے وہاں سے مال واسباب لے کر آؤں۔ پس ملکہ کی اجازت سے قیصر عراق گیا اور وہاں سے بہت سا سامان، جواہرات وریشمی لباس وغیرہ لے کر آیا۔ پس قیصر اس سرنگ سے بھی واقف ہوگیا تھا جس کے اوپر ملکہ زباء نے اپنا محل بنا رکھا تھا اور یہ سرنگ دریائے فرات کے نیچے تھی۔ پس ایک مرتبہ ملکہ زباء نے اپنے دشمن کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے قیصر کو ساز وسامان فراہم کرنے کا حکم دیا۔ پس قیصر عمرو بن عدی کے پاس پہنچا اور اس کے سامنے تمام واقعہ بیان کیا۔ پس عمرو اپنے لشکر کے ساتھ زباء پر حملہ کرنے کے لئے چل پڑا۔ قیصر قافلہ سے آگے تھا۔ پس قیصر ملکہ زباء کے پاس آیا تو اس سے کہا کہ کھڑی ہوجا اور قافلہ کی طرف دیکھ۔ پس ملکہ زباء اپنے محل کی چھت پر چڑھی اور اس نے دیکھا کہ قافلہ آدمیوں اور سامان سے بھرا ہوا ہے۔ پس ملکہ نے کہا اے قیصر

مَا لِلْجَمَالِ مَشْيِهَا وَئِيْدًا اَجُنْد'' لَا يَحْمِلْنَ اَمْ حَدِيْدًا

''اونٹوں کو کیا ہوا کہ ان کی چال میں تیزی نہیں رہی۔ کیا ان میں فوجیں سوار ہیں یا ہتھیاروں کے بوجھ کی وجہ سے ان کی یہ حالت ہے۔''

اَمْ صِر فانا بَارِدًا شَدِيْدًا اَمِ الرِّجَالُ جثَمًا قعُوْدًا

''یا سخت سردی نے ان کے پاؤں کو سن کر دیا ہے یا خود سوار ہی حوصلہ ہار کر اکڑوں بیٹھ گئے ہیں۔''

قیصر نے عمرو بن عدی کو زباء اور اس کی سرنگ کے متعلق تمام معلومات فراہم کردی تھیں۔ پس جب ساز وسامان اور سپاہیوں سے لدا ہوا اونٹوں کا قافلہ شہر میں داخل ہوا تو ملکہ زباء نے سمجھا کہ یہ قیصر کی امدادی فوج ہے لیکن جب فوج محل میں داخل ہوگئی تو ملکہ زباء کی نظر عمرو بن عدی پر پڑی تو ملکہ نے اس کو ان اوصاف سے جو قیصر نے اس سے بیان کئے تھے، پہچان لیا۔ پس جب ملکہ زباء کو قیصر کی غداری کا یقین ہوگیا تو اس نے اپنے ہاتھ میں موجود زہر آلود انگوٹھی چوس لی اور کہنے لگی کہ میں عمرو بن عدی کے ہاتھ سے مرنے کی بجائے خود اپنے ہاتھوں مرنے کو ترجیح دوں گی۔ پس اس طرح ملکہ زباء کی موت واقع ہوگئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عمرو بن عدی نے ملکہ زباء کو تلوار سے قتل کیا تھا۔

محمد بن جریر طبری اور یعقوب بن السکیت نے کہا ہے کہ ملکہ زباء کا نام نائلہ تھا۔ ابن جریر طبری نے یہ نام شاعر کے اس قول سے اخذ کیا ہے

اَتَعْرِفُ مَنْزِلاً بَيْنَ النقاء وَبَيْنَ ممر نَائِلَةُ الْقَدِيْم

''کیا تم اس جگہ کو جانتے ہو جو مقام نقع اور نائلہ کے قدیم گزرگاہ کے درمیان ہے۔''

ابن درید نے کہا ہے کہ اس جگہ کا نام ''میسون'' ہے اور ابن ہشام وابن جوزی کے نزدیک اس جگہ کا نام فارعہ ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''اَسْمَعُ مِنْ فرخ عقاب'' (عقاب کے بچے سے زیادہ سننے والا) ''اَعَزُّ مِنْ عُقَابِ الْجَوِّ'' (ہوا میں اڑنے والے عقاب سے بھی زیادہ بلند)

عجیبہ ابن زہر نے ارسطاطالیس سے نقل کیا ہے کہ بے شک عقاب ایک سال میں چیل کی شکل وصورت اختیار کر لیتا ہے اور چیل عقاب کی شکل وصورت اختیار کر لیتی ہے۔ پس ہر سال اسی طرح عقاب اور چیل میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔

خواص صاحب عین الخواص نے عطارد بن محمد سے نقل کیا ہے کہ بے شک عقاب ایلوے سے بھاگ جاتا ہے اور جب وہ ایلوے کی بو سونگھ لیتا ہے تو اس پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔ جب عقاب کے پروں کی دھونی گھر میں دی جائے تو گھر کے سانپ ہلاک ہو جاتے ہیں۔

قزوینی نے کہا ہے کہ اگر عقاب کا پتہ آنکھوں میں بطور سرمہ استعمال کیا جائے تو آنکھ کے دھندلے پن اور نزول الماء کے لئے نافع ہے۔

تعبیر عقاب کا خواب میں دیکھنا اس شخص کے لئے کامیابی کی علامت ہے جو دشمن کے ساتھ لڑائی میں مصروف ہو۔ اس لئے کہ وہ رسول اللہ کا جھنڈا تھا۔ پس جس شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس کے پاس عقاب اترا ہے تو اس کی تعبیر خواب دیکھنے والے کی سزا سے دی جائے گی جو شخص خواب میں دیکھے کہ وہ چیل یا عقاب کا مالک ہو گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ خواب دیکھنے والے کو غلبہ ونصرت حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ طویل عمر بھی حاصل ہوگی۔ اگر خواب دیکھنے والا محنت ومشقت کرنے والا ہے تو وہ لوگوں سے الگ ہو کر زندگی بسر کرے گا اور اگر خواب دیکھنے والا بادشاہ ہے تو وہ اپنے دشمنوں سے صلح کر لے گا اور ان کے شر اور فریب سے محفوظ رہے گا اور دشمنوں کے مال وہتھیار سے اسے نفع حاصل ہوگا کیونکہ عقاب کے پر تیر بھی ہیں اور مال بھی۔

ابن المقری نے کہا ہے کہ عقاب کے چھوٹے پر اولادِ زنا پر دلالت کرتے ہیں۔ مقدسی نے کہا ہے کہ جس شخص نے خواب میں دیکھا کہ عقاب اس کو اپنے پنجے سے مار رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کو مالی طور پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جس نے خواب میں عقاب کا گوشت کھایا تو اس کی تعبیر لالچ سے دی جائے گی۔

بسا اوقات خواب میں عقاب کو دیکھنے کی تعبیر ایسے جنگجو آدمی سے دی جاتی ہے جسے قریب اور بعید میں پناہ نہ ملے۔ اگر کسی نے خواب میں عقاب کو کسی سطح پر، گھر کے اوپر یا کسی کمرہ کے اوپر دیکھا تو اس کی تعبیر ملک الموت (موت کے فرشتے) سے دی جاتی ہے۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ عقاب پر سوار ہو گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اگر خواب دیکھنے والا فقیر ہے تو اسے مال حاصل ہوگا اور اگر غنی ہے یا بڑے لوگوں میں سے ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کی موت واقع ہو جائے گی۔ اس لئے کہ دور قدیم میں لوگ وفات شدہ مالدار لوگوں کی تصویریں عقاب کی صورت میں بناتے تھے۔ اگر کسی عورت نے دیکھا کہ اس کے ہاں عقاب کی پیدائش ہوئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کا بیٹا بادشاہ کی خدمت کرے گا۔ واللہ اعلم۔

اَلْعُقْرَبُ

''اَلْعُقْرَبُ'' اس سے مراد بچھو ہے۔ مذکر اور مونث کے لئے یہی لفظ ''اَلْعُقْرَبُ'' مستعمل ہے۔ مونث کو عقربۃ اور عقرباء کہتے ہیں۔ اس کی جمع کے لئے عقارب اور تصغیر کے لئے عقیرب کا لفظ مستعمل ہے جیسے زینب کی تصغیر زیینب مستعمل ہے۔ اس کی کنیت ام عریط اور ام ساھرۃ ہے اور فارسی میں بچھو کو ''الرشک'' کہتے ہیں۔

بچھو سیاہ، سبز اور زرد رنگ کا ہوتا ہے۔ یہ تینوں قسمیں مہلک ہیں لیکن سب سے زیادہ مہلک سبز رنگ کا بچھو ہے۔ اس کی طبیعت

مائیہ ہوتی ہے اور یہ بہت زیادہ بچے دیتا ہے۔ یہ بچھو مچھلی اور گوہ کے مشابہ ہوتا ہے۔ سبز رنگ کے بچھو کے متعلق عوام الناس کا خیال ہے کہ جب اس کی مادہ حاملہ ہوتی ہے تو بچہ کی ولادت کے وقت ماں کی موت واقع ہو جاتی ہے کیونکہ جب بچے پیٹ کے اندر بچھو کی شکل وصورت اختیار کر لیتے ہیں تو وہ اپنی ماں کا پیٹ کھاتے ہیں اور باہر نکل آتے ہیں۔ پس ان کی ماں کی موت واقع ہو جاتی ہے لیکن جاحظ نے اس قول کو تسلیم نہیں کیا۔ جاحظ کہتے ہیں کہ مجھے ایک قابل اعتماد شخص نے خبر دی ہے کہ اس نے بچھو کو اپنے منہ سے بچے دیتے ہوئے دیکھا ہے اور یہ بھی دیکھا ہے کہ مادہ بچھو اپنے بچوں کو اپنی پشت پر چڑھائے ہوئے پھرتی تھی۔ نیز ان بچوں کی جسامت جوں کے برابر تھی۔ یہ بچے تعداد میں زیادہ تھے اور یہ تیزی سے دوڑتے پھر رہے تھے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ جاحظ نے جس رائے کو اختیار کیا ہے وہی درست ہے۔ مادہ بچھو جب حاملہ ہوتی ہے تو اس کے مزاج میں شدت پیدا ہو جاتی ہے۔ بچھو کی آٹھ ٹانگیں ہوتی ہیں اور اس کی آنکھیں اس کی پشت پر ہوتی ہیں۔ بچھو کی یہ خاصیت ہے کہ وہ کسی مردہ کو ڈنک نہیں مارتا اور نہ ہی کسی سوئے ہوئے آدمی کو ڈنک مارتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے بدن کے کسی حصہ کو حرکت دے۔ پس اگر سویا ہوا آدمی اپنے بدن کے کسی حصہ یعنی ٹانگ وغیرہ کو حرکت دیتا ہے تو بچھو اسے کاٹ لیتا ہے۔ بچھو گبریلا (کیڑے) کے مشابہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات بچھو کے ڈسنے سے سانپ کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ جاحظ کا یہی قول ہے۔ قزوینی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جب بچھو سانپ کو ڈنگ مارتا ہے تو اگر بچھو کو سانپ نے پکڑ لیا اور اسے کھا لیا تو سانپ بچ جائے گا ورنہ اس کی موت واقع ہو جائے گی۔ تحقیق فقیہ عمارۃ الیمنی نے اپنے اشعار میں قزوینی کے اس قول کی تائید کی ہے

اِذَا لَمْ یسا لمکَ الزَّمَان فَحَارِب وَبَاعِد اِذَا لَمْ تَنْتَفِع بِالْاَقَارِب

''جب زمانہ تیرے موافق نہ ہو تو اس سے جنگ کر اور اگر تجھے رشتہ داروں سے نفع حاصل نہ ہو تو ان سے دور ہو جا۔''

فَقَد هد قدما عرش بلقیس هُدْ هُدْ وَخرِبَ فَارَ قَبْلَ ذَا سَدَّ مَأرِب

''پس تحقیق ملکہ بلقیس نے ہدہد کو گم کر دیا اور چوہے نے محارب کے بند کو قطع کر دیا۔''

اِذَا كَانَ رَاسُ الْمَالِ عمرک فَاحْتَرِزْ عَلَيْهِ مِنَ الْاِنْفَاقِ فِي غَيْرِ وَاجِبِ

''جب تمہارا اصل سرمایہ تمہاری زندگی ہے تو پھر تم اپنی زندگی کو مکروہ چیزوں میں ضائع کرنے سے اجتناب کرو۔''

فَبَيْنَ اِخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالصُّبحِ معرک یکر عَلَيْنَا جَيْشَهُ بِالْعَجَائِب

''پس صبح وشام کے اختلافات ہمارے سامنے ہیں اور یہ ہمارے سامنے عجائبات کا ایک دفتر کھولتے ہیں''

بچھو کی ایک خاصیت یہ ہے کہ جب یہ کسی انسان کو ڈنگ مارتا ہے تو پھر اس طرح فرار ہوتا ہے جیسے کوئی مجرم سزا کے خوف سے فرار ہوتا ہے۔ جاحظ نے کہا ہے کہ بچھو میں ایک عجیب وغریب خاصیت یہ بھی پائی جاتی ہے کہ یہ تیر نہیں سکتا اور اگر بچھو کو پانی میں ڈال دیا جائے تو وہ حرکت نہیں کرے گا۔ چاہے پانی ساکن ہو یا بہہ رہا ہو۔ جاحظ نے مزید کہا ہے کہ بچھو ٹڈیوں کے شکار کے لئے اپنے سوراخ سے باہر نکلتا ہے کیونکہ یہ ٹڈیوں کے کھانے کا بہت شوقین ہوتا ہے۔ بچھو کو پکڑنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ٹڈی کو پکڑ کر کسی لکڑی میں پھنسا دیا جائے۔ پھر وہ لکڑی بچھو کے سوراخ میں ڈال دی جائے۔ پس جب بچھو ٹڈی کو دیکھے گا تو اس کے ساتھ چمٹ جائے گا اور

پھر اس لکڑی کو سوراخ سے باہر نکال لیا جائے۔ بچھو کے پکڑنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کراث (یعنی گندنا) بچھو کے سوراخ میں ڈال کر نکال لیا جائے تو بچھو بھی اس کے ساتھ باہر نکل آئے گا۔ بسا اوقات بچھو پتھر یا ڈھیلے پر بھی ڈنگ مارتا ہے۔ اس کے متعلق شاعر نے بہت عمدہ اشعار کہے ہیں ؎

رَأَیْتُ عَلٰی صَخْرَۃٍ عَقْرِبًا — وَقَدْ جَعَلَتْ ضَرْبُهَا دَیْدَنَا

''میں نے سخت پتھر پر ایک بچھو دیکھا اور تحقیق وہ حسب عادت اس پر ڈنگ مار رہا تھا۔''

فَقُلْتُ لَهَا اِنَّهَا صَخْرَۃٌ — وَطَبْعُکِ مِنْ طَبْعِهَا اَلْیَنَا

''پس میں نے اس سے کہا کہ یہ تو سخت پتھر ہے اور تیرا مزاج اس کے مزاج سے نہایت نرم ہے''

فَقَالَتْ صَدَقْتَ وَلٰکِنَّنِی — اُرِیْدُ اَعْرِفُهَا مَنْ اَنَا

''پس وہ کہنے لگا کہ تو نے سچ کہا ہے لیکن میرا ارادہ یہ ہے کہ اسے معلوم ہو جائے کہ میں کون ہوں۔''

قاتل بچھو دو جگہ یعنی شہرزور اور عسکر مکرم میں پائے جاتے ہیں۔ ان دونوں مقامات کے بچھو دوڑ کر ڈنگ مارتے ہیں اور آدمی کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ بسا اوقات ان کے کاٹے ہوئے کا گوشت بکھر جاتا ہے اور اس میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے اور گوشت لٹک جاتا ہے۔ نیز بدبو اتنی شدید ہوتی ہے کہ کوئی آدمی ناک بند کئے بغیر اس کے قریب نہیں جا سکتا۔ لطف یہ ہے کہ بچھو اگرچہ چھوٹا جسم رکھتا ہے لیکن یہ اپنے ڈنک سے اونٹ اور ہاتھی کو قتل کر دیتا ہے۔ بچھو کی ایک قسم ایسی بھی ہے جو ہوا میں پرواز کرتی ہے۔ قزوینی اور جاحظ نے کہا ہے کہ غالباً یہ وہی بچھو ہے جو کسی کو ڈنک مار دے تو اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ رافعی اور عبادی نے کہا ہے کہ ''نصیبین'' کے علاقے میں جہاں اڑنے والا بچھو پایا جاتا ہے چیونٹیوں کی خرید و فروخت جائز ہے کیونکہ یہ چیونٹیاں اڑنے والے بچھو کے علاج کیلئے استعمال کی جاتی ہیں۔

عنقریب انشاء اللہ باب النون میں چیونٹی کے متعلق مزید تفصیل بیان کی جائے گی۔ نصیبین کے علاقے کے قاتل بچھو کے متعلق لوگوں کا خیال یہ ہے کہ وہ شہرزور کے علاقے سے آیا ہے۔ ایک بادشاہ نے نصیبین کے علاقے کا محاصرہ کیا تو وہاں کے بادشاہ نے زندہ بچھو پکڑوا کر انہیں سخت کوزوں میں بھر کر بذریعہ منجنیق دشمن کی فوج پر ڈلوا دیا۔ جاحظ نے کہا ہے کہ نصر بن حجاج سلمی کے گھر میں بچھو تھے۔ جب وہ کسی کو ڈنگ مارتے تو اس کی موت واقع ہو جاتی۔ پس نصر بن حجاج کے یہاں کوئی مہمان آیا۔ پس بچھو نے اس کی شرمگاہ پر ڈنگ مارا۔ پس نصر بن حجاج نے مہمان سے کہا ؎

وَدَارِی اِذَا نَامَ سکانها — اَقَامَ الْحُدُوْدُ بِهَا الْعَقْرَب

''اور میرے گھر والے جب (نماز سے غافل ہو کر) سو جاتے ہیں تو بچھوان پر حد شرعی جاری کرتا ہے۔''

اِذَا غَفَلَ النَّاس عن دِیْنِهِمْ — فَاِنْ عَقَارِبِهَا تَضْرِبُ

''جب لوگ اپنے دین سے غافل ہو جاتے ہیں تو بچھو ان کو کاٹتے ہیں۔''

فَلاَ تَامَنن سری عقرب — بِلَیْلِ اِذَا أذنب المذنبِ

''پس کوئی گنہگار گناہ کرنے کے بعد رات کے وقت بچھو کے چلنے سے مامون نہ ہو۔''

پس نصر بن حجاج اپنے گھر کے ارد گرد گھومنے کے بعد کہنے لگے ان بچھوؤں کو سیاہ ناگ سے زہر پہنچتا ہے۔ پس نصر بن حجاج نے گھر میں ایک خاص جگہ کا جائزہ لیا اور کہا کہ اس جگہ کو کھودا جائے۔ پس وہ جگہ کھودی گئی تو وہاں انہوں نے سیاہ ناگ کا ایک جوڑا (نر اور مادہ) پایا۔

حدیث شریف میں بچھو کا تذکرہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور نبی اکرم نماز پڑھ رہے تھے۔ پس حضرت علیؓ رسول اللہؐ کی ایک جانب کھڑے ہو گئے۔ پس حضرت علیؓ بھی رسول اللہؐ کے ساتھ نماز پڑھنے لگے۔ پس ایک بچھو آیا اور رسول اللہ ﷺ کے قریب گیا لیکن ان کو نہیں کاٹا اور پھر حضرت علیؓ کی طرف گیا تو حضرت علیؓ نے بچھو کو اپنے جوتے سے مارا۔ یہاں تک کہ اس کو قتل کر دیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچھو کے قتل پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا (رواہ الطبرانی)۔ روایت عبداللہ بن صالح جولیث کے کاتب تھے، کی سند سے بھی نقل کی گئی ہے اور عبداللہ بن صالح کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ حضرت ابورافعؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھتے ہوئے ایک بچھو کو قتل کر دیا تھا۔ (رواہ ابن ماجہ)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے ایک بچھو نے کاٹ لیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کی لعنت ہو بچھو پر کہ وہ نہ نمازی کو چھوڑتا ہے اور نہ غیر نمازی کو، لہٰذا تم اسے حل وحرم جہاں بھی پاؤ قتل کر دو۔ (رواہ ابن ماجہ)

احادیث میں بچھو کے کاٹنے کا علاج حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے ایک بچھو نے کاٹ لیا۔ پس جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو بچھو پر کہ وہ کسی نمازی یا غیر نمازی اور نبی یا غیر نبی کو کاٹے بغیر نہیں چھوڑتا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتا لیا اور اس کے ذریعے بچھو کو ہلاک کر دیا۔ پھر آپؐ نے پانی اور نمک منگوایا۔ پس آپؐ نے اس جگہ کو نمک اور پانی ملا جہاں بچھو نے ڈنگ مارا تھا۔ نیز آپؐ نے "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد" اور معوذتین پڑھ کر دم کیا۔ (رواہ البیہقی)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہؐ کے بائیں پاؤں کے انگوٹھے میں بچھو نے ڈنگ مارا۔ پس آپؐ نے فرمایا کہ وہ سفید چیز لاؤ جو آٹے میں ڈالی جاتی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم نمک لے گئے۔ پس آپؐ نے اسے اپنی ہتھیلی پر رکھ کر تین مرتبہ چاٹا اور باقی نمک اس جگہ رکھ دیا جہاں بچھو نے ڈنگ مارا تھا۔ پس درد کو سکون ہو گیا۔ (عوارف العارف)

عجیب وغریب حکایت حضرت معروف کرخیؒ نے فرمایا کہ ہمیں حضرت ذوالنون کا یہ واقعہ معلوم ہوا ہے۔ حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ کپڑے دھونے کی غرض سے دریائے نیل پر پہنچا۔ پس میں نے دیکھا کہ سامنے سے ایک بہت بڑا بچھو آ رہا ہے۔ پس میں خوفزدہ ہو گیا اور اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے لگا۔ پس وہ بچھو جب دریائے نیل کے کنارے پہنچا تو پانی سے ایک مینڈک باہر نکلا۔ پس اس نے بچھو کو اپنی پیٹھ پر سوار کر لیا اور دریا میں تیرتا ہوا دوسرے کنارے کی طرف چل دیا۔ پس ذوالنون فرماتے ہیں کہ میں بھی ایک تہبند باندھ کر دریا میں اتر گیا اور بچھو کے دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچنے تک میں اسے دیکھتا رہا۔ پس مینڈک جب بچھو کو دریا کے دوسرے کنارے پر لے کر پہنچا تو بچھو مینڈک کی پشت سے نیچے اتر کر تیز تیز چلنے لگا۔

حضرت ذوالنون فرماتے ہیں۔ پس میں بھی بچھو کے پیچھے پیچھے چلنے لگا اور بالآخر ایک گھنے سایہ دار درخت کے پاس پہنچا جہاں

کے نیچے ایک سفید رنگ کا لڑکا سویا ہوا تھا اور وہ شراب کے نشہ میں چور تھا۔ حضرت ذوالنون فرماتے ہیں کہ میں نے لڑکے کی حالت دیکھ کر کہا ''لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ'' اور میں دل ہی دل میں کہنے لگا کہ شاید یہ بچھو اس لڑکے کو کاٹنے کے لئے یہاں آیا ہے۔ پس یکا یک ایک اژدھا نمودار ہوا جو لڑکے کو ڈسنے کے لئے اس کی طرف دوڑ رہا تھا۔ پس بچھو اس اژدھے کے سر میں لپٹ گیا۔ یہاں تک کہ اس کو قتل کردیا اور پھر پانی کی طرف لوٹا اور مینڈک کی پشت پر سوار ہو کر دریا کے اس کنارے کی طرف چلا گیا جہاں سے آیا تھا۔ حضرت ذوالنون فرماتے ہیں یہ منظر دیکھ کر میری زبان سے یہ اشعار جاری ہو گئے ؎

یَارَا قِدًا وَالْجَلِیْلُ یَحْفَظُهٗ مِنْ کُلِّ سُوْءٍ یَکُوْنُ فِی الظُّلَمِ

''اے سونے والے تو آرام کر رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ تاریکی میں ہونے والی ہر برائی سے تیری حفاظت کر رہا ہے۔''

کَیْفَ تَنَامُ الْعُیُوْنُ عَنْ مَلِکٍ تَاتِیْکَ مِنْهُ فَوَائِدُ النِّعَمِ

''آنکھیں غافل ہو کر کیسے سو سکتی ہیں ایسے بادشاہ سے جس سے تجھے اچھی اچھی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔''

پس حضرت ذوالنون مصریؒ کے اشعار سن کر لڑکا نیند سے بیدار ہوا تو آپ نے تمام واقعہ اس کو سنایا۔ پس لڑکے نے توبہ کی اور لہو ولعب کو ترک کر کے نیکیوں کا راستہ اختیار کر لیا۔ پس اسی حالت میں اس کی موت واقع ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ کا نام ثوبان بن ابراہیم تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپؒ کا نام فیض بن ابراہیم تھا۔ حضرت ذوالنون مصریؒ کے کلام میں درج ذیل باتیں بھی شامل ہیں۔

(۱) محبت کی حقیقت یہ ہے کہ تو اس چیز کو محبوب جانے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہو اور تو اس چیز کو مبغوض جانے جو اللہ تعالیٰ کو مبغوض ہو۔ نیز تو اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہو جائے اور ہر اس چیز کو ترک کردے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میں حائل ہو اور تو اس کے متعلق کسی ملامت کی پرواہ نہ کر۔ حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا ہے کہ عارف باللہ دنیا میں ہمیشہ فخر اور فقر کے درمیان رہتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا ذکر تجھے افتخار عطا کرے گا اور اپنے نفس کا ذکر تجھے فقر میں مبتلا کرے گا۔ (۲) حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ وہ شخص عقلمند نہیں ہے جو دنیوی معاملات میں جدوجہد کرے اور اخروی معاملات میں غفلت کا مظاہرہ کرے۔ حلم وبردباری کی جگہ حماقت کا اظہار کرے۔ تواضع کی جگہ تکبر کو اختیار کرے۔ تقویٰ کو ترک کردے۔ کسی کا حق غصب کرلے۔ عقلاء کی مرغوبات سے اجتناب کرنے والا اور عقلاء کی مرغوبات میں مشغول ہونے والا ہو۔ اپنے لئے غیر سے انصاف کا طالب ہو۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے اوقات میں اسے بھلا دے۔ وہ آدمی شہرت کیلئے علم حاصل کرے اور پھر علم کے مقابلے میں اپنی خواہشات کو ترجیح دے۔ اللہ تعالیٰ کے شکر سے غافل ہو۔ اپنے دشمن یعنی نفس سے مجاہدہ کرنے سے عاجز ہو پھر اس کے بعد حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں کیونکہ کلام کا سلسلہ جب چلتا ہے تو طوالت اختیار کر لیتا ہے اور جب تک اس کو منقطع نہ کیا جائے، منقطع نہیں ہوتا۔

امام ابوالفرج بن جوزیؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت ذوالنون مصریؒ کے وطن اصلی کا نام ''النوبۃ'' تھا۔ آپ کا تعلق اس خاندان سے تھا جو کنواں صاف کرنے کا کام کرتے تھے۔ پس آپ مصر منتقل ہو گئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کا نام فیض اور لقب ذوالنون تھا۔ امام ابوالقاسم قشیریؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت ذوالنون مصریؒ اپنے ہم عصر افراد پر فوقیت رکھتے تھے اور علم وتقویٰ کے لحاظ

سے اونچے مرتبہ پر فائز تھے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ کا انتقال جیزہ کے مقام پر ہوا جبکہ ماہ ذیقعدہ کی دو راتیں گزر چکی تھیں۔ ابن خلکان نے کہا ہے کہ حضرت ذوالنون مصریؒ کو "قرافتہ الصغریٰ" کے مقام پر دفن کیا گیا۔

حضرت معروف کرخی کا نام ابن قیس کرخیؒ تھا۔ آپ مستجاب الدعوات کی حیثیت سے معروف تھے۔ اہل بغداد آپ کی قبر کے پاس بارش کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تھے اور کہتے تھے کہ معروف کرخیؒ کی قبر تریاق مجرب ہے۔ حضرت سری سقطیؒ حضرت معروف کرخیؒ کے شاگرد تھے۔ حضرت معروف کرخیؒ سے مرض وفات میں کہا گیا کہ آپ وصیت کریں۔ پس آپؒ نے فرمایا کہ جب میں مرجاؤں تو میری قمیص کو صدقہ کر دینا۔ پس میں چاہتا ہوں کہ دنیا سے ننگا ہی جاؤں جیسے دنیا میں ننگا ہی داخل ہوا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت معروف کرخیؒ ایک پانی پلانے والے کے پاس سے گزرے جو کہہ رہا تھا کہ جو شخص پانی پیئے گا اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا۔ حضرت معروف کرخیؒ روزہ دار ہونے کے باوجود آگے بڑھے اور پانی پی لیا۔ پس آپ سے کہا گیا کہ آپ روزہ دار نہیں تھے؟ آپؒ نے فرمایا کیوں نہیں میں روزہ دار ہی تھا لیکن میں نے اس شخص کی دعا کی وجہ سے روزہ توڑ دیا ہے۔ حضرت معروف کرخیؒ کا انتقال ۲۰۰ھ میں ہوا۔ علامہ زمخشری نے "ربیع الابرار" میں لکھا ہے کہ لوگوں کا گمان یہ ہے کہ سرزمین حمص میں بچھو زندہ نہیں رہتے اور حمص کے لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ایک طلسم (یعنی جادو) کے اثرات کا نتیجہ ہے۔ اہل حمص کہتے ہیں کہ اگر کسی دوسری جگہ سے بھی بچھو لا کر اس سرزمین پر چھوڑ دیا جائے تو فوراً ہلاک ہو جاتا ہے۔ حمص ایک مشہور شہر ہے جو ملک شام کے مشرق کی جانب ہے۔ یہ زمین کا سب سے افضل حصہ ہے اور ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ یہ (یعنی حمص) جنت کا ٹکڑا ہے۔ اول وقت میں یہ شہر علم و فضل کے اعتبار سے دمشق سے زیادہ مشہور تھا۔ ثعلبیؒ نے ذکر کیا ہے کہ حمص کے مقام پر غزوات کے سلسلہ میں سات سو صحابہ کرامؓ نے نزول فرمایا ہے۔

فائدہ بچھو کے ڈنگ مارنے پر جھاڑ پھونک (یعنی دم وغیرہ) کرنا جائز ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو بچھو نے ڈنگ مارا اور ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ پس ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں اس پر دم کردوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو بھی اپنے بھائی کو نفع پہنچانے کی استطاعت رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ ضرور ایسا کرے۔ (رواہ مسلم)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آل عمر بن حزم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پس انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہمارے پاس ایک رقیہ (یعنی دم) ہے جس سے ہم بچھو کے کاٹے کو جھاڑا کرتے ہیں اور آپ نے جھاڑ پھونک سے منع فرمادیا ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنا رقیہ (یعنی دم) مجھے پڑھ کر سناؤ۔ پس وہ رقیہ (یعنی دم) آپ کو پڑھ کر سنایا گیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس میں کوئی حرج کی بات نہیں دیکھتا۔ جو اپنے بھائی کو نفع پہنچانے کی استطاعت رکھتا ہو۔ پس اسے چاہئے کہ وہ ضرور ایسا کرے۔

ایک روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں "کہ تم مجھے اپنا رقیہ (دم وغیرہ) سناؤ کیونکہ جس منتر میں خلاف شرع کوئی چیز نہ ہو تو اس منتر (دم وغیرہ) میں کوئی حرج نہیں" علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ان احادیث سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ کتاب اللہ اور اللہ کے ذکر سے رقیہ (یعنی دم وغیرہ کرنا) جائز ہے۔ البتہ ممانعت اس صورت میں ہے کہ رقیہ (یعنی دم وغیرہ) کے الفاظ فارسی یا عجمی زبان

میں ہوں یا ایسے الفاظ ہوں جن کے معانی سمجھ میں نہ آتے ہوں کیونکہ ممکن ہے کہ ان کے معانی میں کفر کا پہلو پایا جاتا ہو۔ اہل کتاب کے رقیہ (یعنی دم وغیرہ) کے متعلق اہل علم کا اختلاف ہے۔ پس امام ابوحنیفہؒ نے اہل کتاب کے رقیہ (دم وغیرہ) کو جائز قرار دیا ہے لیکن امام مالکؒ نے اہل کتاب کے رقیہ (دم وغیرہ) کو اس لئے مکروہ قرار دیا ہے کہ عین ممکن ہے کہ رقیہ (دم وغیرہ) کے الفاظ وہ ہوں جن میں اہل کتاب نے تحریف کی ہے۔

مجرب جھاڑ پھونک پس دم کرنے والا بچھو کے کاٹے ہوئے آدمی سے یہ سوال کرے کہ اس کے جسم کے حصہ پر کہاں تک درد ہے۔ پھر درد کے اوپر والے حصہ پر لوہے کا ٹکڑا رکھ کر مندرجہ ذیل عزیمت (یعنی دم کے کلمات) کو بار بار پڑھتا رہے اور درد کی جگہ کو لوہے کے ٹکڑے سے اوپر کی جانب سے نیچے کی جانب مسلتا رہے تاکہ تمام زہر نیچے کے حصہ میں جمع ہو جائے۔ پھر نچلے حصہ کو جہاں زہر جمع ہو چکا ہے۔ چوسنا شروع کرے یہاں تک کہ درد ختم ہو جائے۔ عزیمت درج ذیل ہے۔

"سَلَامٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعَالَمِیْنَ وَعَلٰی مُحَمَّدٍ فِی الْمُرْسَلِیْنَ مِنْ حَامِلَاتِ السم اَجْمَعِیْنَ لَا دَابَّةٌ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا رَبِّیْ آخِذُبِنَا صِیَتِهَا اَجْمَعِیْنَ کَذٰلِکَ یَجْزِیْ عِبَادِهِ الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ نُوْحٌ نُوْحٌ قَالَ لَکُمْ نُوْحٌ مَنْ ذَکَرَنِیْ لَا تَاکُلُوْهُ اِنَّ رَبِّیْ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٍ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمْ"

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے ابن صلاح کے سفرنامہ میں انہی کے ہاتھ سے لکھا ہوا ایک رقیہ دیکھا ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ابن صلاح نے لکھا ہے کہ اگر کوئی انسان اس رقیہ کے ذریعے جھاڑ دے تو کوئی بچھو اسے نہیں کاٹے گا۔ اگر وہ شخص بچھو کو ہاتھ سے بھی پکڑے گا تب بھی بچھو اس کو ڈنگ نہیں مارے گا اور اگر ڈنگ مار بھی لے تو جھاڑنے والے کو کسی قسم کا نقصان نہیں ہوگا۔ وہ دم یہ ہے:

"بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَبِسْمِ جِبْرِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ کازم کازم ویزازم فتیز اِلٰی مرن الی
مرن یشتامرًا یشتامرًا هَوَذًا هَوَذًا هِیَ لَمِظًا أَنَا الرَّاقِیُ وَاللهُ الشَّافِیُ."

صفت خاتم بچھو کے کاٹے، مجنون کے افاقہ، نکسیر اور آنکھوں کے درد کیلئے جو ریح بارد کی وجہ سے لاحق ہو، کیلئے یہ عمل نفع بخش ہے۔ بلور احمر کے نگینہ پر یہ اسماء "خطلسلسلة کطوده دل صحوه اوسطاً ابی ممه بید هی سفاهه" نقش کرلیں۔ پس بچھو کے کاٹے کے لئے اس نگینہ کو صاف پانی میں غوطہ دے کر کاٹنے کی جگہ پر رکھ دیا جائے اور اسی طرح مجنون اس نگینہ کو برابر دیکھتا رہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بچھو کے کاٹے میں اور حالت جنون میں افاقہ ہوگا۔ نکسیر کیلئے یہ عمل مریض کی پیشانی پر لکھ دیا جائے۔ بخار والے کیلئے ان اسماء کو زیتون کے پتے پر لکھ کر اس کو کھلا دیا جائے۔ ریح کے لئے اس نگینہ کو درد کی جگہ پر پھیرا جائے۔

بخار والے کے لئے ایک عمل جس شخص کو بخار ہو، اس کے لئے یہ نقش تین پتوں پر لکھ کر اس کو اس کی دھونی دی جائے تو بخار ختم ہو جائے گا۔ نقش درج ذیل ہے۔

اوّل: ۱۱۱ طلا کو

دوم: ۱۱۱ طط کو

سوم: ۱۱۱ لح لوم کو

اسی طرح بخار میں مبتلا شخص تین پتوں پر یہ کلمات لکھ کر بوقت بخار روزانہ کھائے۔

(۱) پہلے پتے پر یہ کلمات لکھے "بِسْمِ اللّٰہِ نَارَتْ وَاسْتَنَارَتْ"

(۲) دوسرے پتے پر یہ کلمات لکھے "بِسْمِ اللّٰہِ فِیْ علم الغیب غَارَتْ"

(۳) تیسرے پتے پر یہ کلمات لکھے "بِسْمِ اللّٰہِ حَوْلِ الْعَرْشِ دَارَتْ"

نکسیر کے لئے مریض کی پیشانی پر یہ کلمات تین سطروں میں لکھے جائیں۔ "لوطا لوطا لوطا"

صاحب عین الخواص نے ذکر کیا ہے کہ جس آدمی کو تیز بخار ہو یا اس کو سانپ نے ڈس لیا ہو تو اس کے لئے کسی پتہ پر یا کسی صاف طشت میں یا اخروٹ کے پیالہ میں یہ کلمات لکھیں اور اس پر مریض کے والدین (ماں اور باپ) کا نام بھی لکھیں اور پھر مریض کو پلا دیں تو اللہ کے حکم سے اسی وقت افاقہ ہو جائے گا۔ کلمات یہ ہیں "سارا سارا الی سارا مالی یرن یرن الی بامال واصال باطوطو کالعو ماراساب یا فارس اردد باب ھا کا ناما ابین لھا نارا انارکاس متمرنا کالمن صلو بیرص صاروب اناوین ودی"

یہ کلمات سانپ کے ڈسنے میں بھی مفید ہیں۔ تحقیق باب الحاء میں "الحیۃ" کے تحت اس کے ہم معنی کلمات ہم نے نقل کئے ہیں۔ بعض علماء متقدمین نے کہا ہے کہ جو شخص رات کے اول وقت اور دن کے اول وقت یہ کلمات "اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ" پڑھ لیا کرے تو بچھو اور سانپ کی زبان اور چور کے ہاتھ پر گرہ لگ جائے گی۔ یعنی ان سے محفوظ رہے گا۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس اس نے کہا یارسول اللہؐ! مجھے بچھو نے ڈنگ مارا ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو شام کے وقت یہ کلمات پڑھ لیتا "اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ"، تو انشاء اللہ تجھے کوئی ضرر نہ ہوتا۔ اس روایت کو امام بخاریؒ کے علاوہ تمام محدثین نے نقل کیا ہے۔ ان میں امام مالکؒ بھی شامل ہیں۔ کامل ابن عدی میں وہب بن راشد کے حالات میں مذکور ہے کہ اس روایت میں جس آدمی کا ذکر ہے، وہ حضرت بلالؓ تھے۔

ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ جو شخص شام کے وقت یہ کلمات "اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ" پڑھے گا تو اس رات اسے کوئی ڈنگ ضرر نہیں پہنچائے گا۔ سہیل کہتے ہیں کہ ہمارے گھر والے ہر رات یہ کلمات پڑھتے تھے۔ پس ایک دن ہماری ایک لونڈی کو کسی چیز نے ڈنگ مارا تو اسے کسی قسم کا درد محسوس نہیں ہوا۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس دعا میں "کَلِمَاتِ اللّٰہِ" سے مراد قرآن مجید ہے اور "التَّامَاتِ" کا معنی یہ ہے کہ اس قرآن مجید میں نقص اور عیب نہیں ہے جیسے لوگوں کے کلام میں نقص اور عیب ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کلمات کا معنی یہ ہے کہ یہ کلمات نفع بخش اور کافی ہیں ہر اس چیز کے لئے جس کے لئے ان کلمات کے ذریعے (اللہ تعالیٰ) سے پناہ طلب کی جائے۔ امام بیہقیؒ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو "تَامَۃ" اس لئے کہا گیا ہے کہ قرآن مجید میں نقص اور عیب ناممکن ہے۔ جیسے انسانوں کے کلام میں نقص اور عیب ہوتا ہے۔ علامہ دمیریؒ کہتے ہیں۔ مجھے یہ بات امام احمد بن حنبلؒ سے پہنچی ہے کہ وہ "بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَاتِ" سے استدلال کیا کرتے تھے کہ بے شک قرآن کریم غیر مخلوق ہے۔ عنقریب انشاء اللہ باب الھاء میں "الھامۃ" کے تحت اس کی تفصیل آئے گی۔ ابوعمر بن

عبدالبر نے ''التمہید'' میں سعید بن میسبؒ کا قول نقل کیا ہے۔ حضرت سعید بن میسبؒ فرماتے ہیں کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ جو شخص شام کے وقت یہ کلمات ''سَلَامٌ'' عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعَالَمِیْنَ'' پڑھے گا تو اس کو بچھو ڈنگ نہیں مارے گا۔

عمرو بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص ''سَلَامٌ'' عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعَالَمِیْنَ'' کے کلمات صبح و شام پڑھتا ہے، اسے بچھو ضرر نہیں پہنچائے گا۔ ابن عبدالبر نے ''التمہید'' میں یحیٰی بن سعید انصاری کے حالات میں لکھا ہے کہ ابن وہبؒ کہتے ہیں کہ مجھے ابن سمعان نے خبر دی۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اہل علم کی ایک جماعت سے یہ بات سنی کہ جس شخص کو سانپ یا بچھو نے کاٹ لیا ہو تو وہ یہ آیت ''نُوْدِیَ اَنْ بُوْرِکَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَسُبْحَانَ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ'' پڑھ کر دم کرے۔ شیخ ابوالقاسم قشیری نے اپنی تفسیر میں بعض دیگر تفاسیر سے نقل کیا ہے کہ سانپ اور بچھو حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں آئے۔ پس ان دونوں نے کہا کہ ہمیں بھی کشتی میں سوار کر لیجئے۔ پس حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تم دونوں کو کشتی میں سوار نہیں کروں گا کیونکہ تم دونوں (انسان کیلئے) مصیبت اور ضرر کا سبب ہو۔ پس ان دونوں نے کہا کہ آپ ہمیں کشتی میں سوار کر لیں۔ ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں اور ہم اس بات پر ضامن ہیں کہ جو شخص آپ کا ذکر کرے گا ہم اسے ضرر نہیں پہنچائیں گے۔ پس حضرت نوح علیہ السلام نے ان دونوں (یعنی سانپ اور بچھو) سے عہد لیا اور ان کو کشتی میں سوار کر لیا۔ پس جو شخص ان کے ضرر سے خوفزدہ ہو تو وہ صبح و شام یہ آیت ''سَلَامٌ'' عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ'' پڑھ لیا کرے تو اس کو سانپ اور بچھو ضرر نہیں پہنچائیں گے۔ شیخ ابوالقاسم قشیری نے اس کے بعد حضرت ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے دو سال میں کشتی تیار فرمائی۔ اس کشتی کی لمبائی تین سو ذراع اور چوڑائی پچاس ذراع اور بلندی تیس ذراع تھی۔ یہ کشتی ''الساج'' (یعنی سال) کی لکڑی سے تیار کی گئی تھی اور اس کے تین حصے تھے۔ سب سے نچلے حصہ میں جنگلی جانور، درندے اور کیڑے مکوڑے تھے اور درمیانی حصے میں چوپائے اور مویشی وغیرہ تھے اور سب سے اوپر والے حصے میں حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے ساتھی سوار ہوئے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ ہمیں حافظ فخر الدین عثمان بن محمد بن عثمان توریزی جو مکہ مکرمہ میں مقیم تھے، سے روایت پہنچی ہے۔ بے شک وہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں شیخ تقی الدین حورانی سے ''کتاب الفرائض'' پڑھ رہا تھا۔ پس ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بچھو رینگتا ہوا دکھائی دیا۔ پس اس کو شیخ نے پکڑ کر ہاتھ میں لے لیا اور اسے الٹ پلٹ کرنے لگے۔ پس میں نے اپنے ہاتھ سے کتاب رکھ دی۔ پس شیخ نے فرمایا کہ تم کتاب پڑھو۔ پس میں نے کہا کہ میں نہیں پڑھوں گا۔ یہاں تک کہ اس فائدہ کے متعلق آپ سے سیکھ نہ لوں۔ پس شیخ نے فرمایا یہ تو تیرے پاس ہے۔ میں نے کہا وہ کیا ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح اور شام یہ کلمات ''بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ'' فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ'' پڑھے گا اس کو کوئی چیز بھی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ تحقیق میں یہ کلمات شروع دن میں ہی پڑھ چکا ہوں۔

جو شخص سانپ اور بچھو کے شر سے محفوظ رہنا چاہتا ہو وہ سوتے وقت یہ کلمات تین مرتبہ پڑھ لیا کرے ''اَعُوْذُ بِرَبِّ اَوْصَافِهٖ سمیة مِنْ کُلِّ عَقْرَبٍ وَحَیَّةٍ سَلَامٌ'' عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ''

فائدہ کہا جاتا ہے کہ بچھو نے اس کو ایسا ڈنگ مارا کہ وہ ڈنگ زدہ ہو گیا۔ ابوداؤد طیالسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول

''مومن ایک سوراخ سے دومرتبہ نہیں ڈسا جاتا'' کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ بے شک مومن اپنے گناہ پر دومرتبہ سزا نہیں پائے گا یعنی ایک مرتبہ اس کو دنیا میں سزا دی جائے اور دوسری مرتبہ آخرت میں۔ پس جس آدمی کے متعلق نبی اکرمؐ نے یہ فرمایا تھا وہ ابوعزۃ جمحی شاعر تھا جس کا نام عمرو تھا۔ یہ شخص غزوہ بدر میں قید کرلیا گیا تھا لیکن اس کے پاس مال وغیرہ نہیں تھا۔ پس اس نے کہا یارسول اللہؐ! میں عیالدار ہوں۔ پس رسول اللہؐ نے اس کو اس شرط پر رہا کردیا کہ وہ آئندہ مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں شامل نہیں ہوگا۔ پس وہ واپس مکہ گیا اور اس نے اپنے رخساروں پر ہاتھ پھیر کر کہا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دومرتبہ دھوکہ دیا ہے۔ پھر جب وہ شخص دوبارہ مشرکین کے ساتھ غزوہ احد میں آیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ اس کو بھاگنے کا موقع فراہم نہ کرنا۔ پس رسول اللہؐ کی دعا قبول ہوئی اور غزوہ احد میں صرف وہی شخص قیدی بنایا گیا۔ پس اس نے کہا اے محمدؐ میں عیالدار ہوں۔ پس مجھے آزاد کردیجئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مومن ایک سوراخ سے دومرتبہ نہیں ڈسا جاتا'' چنانچہ آپؐ نے اس کے قتل کا حکم فرمایا۔ اس حدیث کو امام شافعیؒ، امام مسلمؒ اور امام ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے۔

''قَوْلُہٗ لَا یلدغ'' غین کے ضمہ کے ساتھ یہ جملہ خبریہ ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کامل مومن وہ ہے جو ایک مرتبہ دھوکہ کھانے کے بعد دوسری مرتبہ دھوکہ نہ کھائے۔ ''لا یلدغ'' غین کے کسرہ کے ساتھ یہ نہی غائب کا صیغہ ہوا جس سے یہ جملہ انشائیہ بن گیا۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مومن کو غفلت کی بناء پر دومرتبہ دھوکہ نہیں کھانا چاہئے۔

امام نسائیؒ نے مسند علی میں ابوبخیلہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ سے سنا۔ آپؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں کتاب اللہ کی سب سے افضل آیت کی خبر نہ دوں؟ لوگوں نے کہا کیوں نہیں ضرور بتلایئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''وَمَا اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَ یَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ'' پھر اس کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مجھ سے رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؓ دنیا میں جو تجھ پر مصیبت یا بیماری وغیرہ آئے تو وہ تیرے اعمال کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بلند و برتر ہے کہ وہ آخرت میں دوبارہ اپنے بندے کو سزا دے اور جو دنیا میں اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا تو کردیا۔ پس اللہ تعالیٰ بہت معزز اور بردبار ہے وہ معاف کرنے کے بعد دوبارہ سزا نہیں دے گا۔ اسی لئے واحدی نے کہا ہے کہ بے شک یہ آیت قرآن کریم میں زیادہ پرامید ہے کیونکہ مومنین کے گناہوں کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے جن کا کفارہ مصائب سے ہوجاتا ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتے ہیں۔ پس وہ جلال وعظمت والی ذات ایک مرتبہ معاف کرنے کے بعد اپنے بندے کو سزا نہیں دے گی۔

فائدہ کہا جاتا ہے بچھو اور سانپ نے اس کو ایسا ڈسا کہ وہ ڈنک زدہ ہوگیا۔ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

قَالُوْا حَبِیْبُکَ مَلْسُوْعٌ فَقُلْتُ لَھُمْ   مِنْ عَقْرِبِ الصدغِ اَمْ مِنْ حَیَّۃِ الشَّعْرِ

''لوگوں نے کہا تیرا دوست ڈنک زدہ ہے پس میں نے ان سے کہا کہ کنپٹی کے بچھو جیسے بالوں نے ڈس لیا ہے یا سر کے سانپ جیسے بالوں نے''

قَالُوْا بَلٰی مِنْ اَفَاعِی الْاَرْضِ قُلْتُ لَھُمْ   وَ کَیْفَ تَسْعٰی اَفَاعِی الارض لِلْقَمَرِ

''انہوں نے کہا کیوں نہیں زمین کے ناگ نے ڈس لیا ہے' میں نے کہا کہ زمین کا ناگ چاند کو شکار کرنے کے لئے کیسے چل سکتا ہے؟''

علامہ دمیریؒ نے اپنی کتاب میں بچھو کے ضمن میں شطرنج اور نرد کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہوئی کہ شیخ کمال الدین ادفوی نے اپنی کتاب "الطالع السعید" میں لکھا ہے کہ شیخ تقی الدین بن دقیق العید اپنے بچپن کے دور میں اپنے بہنوئی شیخ تقی الدین بن شیخ ضیاء الدین کے ساتھ شطرنج کھیل رہے تھے۔ پس جب عشاء کی اذان ہوئی تو وہ کھڑے ہو گئے۔ پس انہوں نے نماز ادا کی۔ پھر اس کے بعد شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے اپنے بہنوئی سے کہا کیا تم پھر شطرنج کھیلنا پسند کرو گے؟ پس ان کے بہنوئی نے کہا کہ ؎

انْ عَادَتِ الْعَقْرب عدنالها وَ كَانَتِ النعْلُ لَهَا حَاضِرَهُ

"اگر بچھو لوٹا تو ہم بھی اس کی طرف لوٹیں گے اور جوتی بچھو کے لئے حاضر ہوگی"

پس شیخ تقی الدین کو اپنے بہنوئی کا جواب ناگوار گزرا۔ پس اس کے بعد شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے مرتے دم تک شطرنج نہیں کھیلی۔

فائدہ ابن خلکان نے ابوبکر الصولی مشہور کاتب کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ وہ شطرنج بازی میں اپنے دور کا سب سے زیادہ ماہر تھا اور اسی وجہ سے لوگوں کا یہ خیال تھا کہ ابوبکر الصولی ہی نے شطرنج کو ایجاد کیا ہے لیکن یہ خیال غلط ہے۔ شطرنج کو وضع کرنے والا صعصعہ تھا جس نے ہندوستان کے بادشاہ شہرام کے لئے اسے ایجاد کیا تھا اردشیر بن بابک فارس کے بادشاہوں میں سے سب سے پہلا بادشاہ ہے جس نے نرد کو ایجاد کیا تھا۔ اسی لئے اس کو "نردشیر" بھی کہا جاتا ہے۔ پس اس بادشاہ نے نرد کو دنیا اور اصل دنیا کی ایک تمثیل قرار دیا۔ پس اس نے نرد کی بساط میں بارہ خانے سال کے بارہ مہینے کے حساب سے رکھے تھے اور مہینہ کے دنوں کے لحاظ سے ایک خانہ میں تیس چھوٹے خانے رکھے تھے اور پانسوں کو قضا وقدر قرار دیا تھا۔ اہل فارس اس بات پر فخر کرتے تھے کہ انہوں نے نرد کو ایجاد نہیں کیا۔ پس صعصعہ ہندوستانی حکیم نے ہندوستان کے بادشاہ کے لئے شطرنج کو ایجاد کیا۔ پس جب اس دور کے حکماء نے شطرنج کا مشاہدہ کیا تو انہوں نے شطرنج کو نرد سے اعلیٰ قرار دیا۔ کہا جاتا ہے کہ جب صعصعہ نے شطرنج کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا اور اس کو اس کے کھیلنے کا طریقہ سکھایا تو بادشاہ کو یہ کھیل بہت پسند آیا اور صعصعہ سے کہا کہ تیری کیا تمنا ہے؟ پس صعصعہ نے کہا کہ میری کوئی خواہش نہیں ہے اگر آپ کی تمنا ہے تو بساط کے پہلے خانہ میں صرف ایک درہم رکھ دیجئے اور اخیر خانہ تک اس کو دوگنا کرتے چلے جائیے۔ پس بادشاہ نے کہا کہ تو نے کچھ بھی نہیں مانگا بلکہ تو نے اس صنعت کی قدر کو کم کر دیا ہے۔ بادشاہ کے وزیر نے بادشاہ کی بات سن کر کہا کہ آپ کے اور زمین کے بادشاہوں کے خزانے ختم ہو جائیں گے لیکن صعصعہ کا مطالبہ پورا نہیں ہوگا۔ ابن خلکان نے نرد کی صفات بیان کی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ نرد کی بساط پر بارہ خانے سال کے چار موسموں کی طرح چار چار پر تقسیم کئے جاتے ہیں۔ ایک خصوصیت یہ ہے کہ تیس چھوٹے خانے رات و دن کی طرح کالے اور سفید ہوتے ہیں اور چھ مہروں سے چھ جہات کی طرف اشارہ ہے اور جو پانسوں کے اوپر نیچے سات نقطے ہوتے ہیں ان سے افلاک و زمین اور آسمان و کواکب کی طرف اشارہ ہے کہ یہ سب سات سات ہیں۔ شطرنج اور سطرنج سین مہملہ اور شین معجمہ دونوں سے ساتھ پڑھ سکتے ہیں۔ اگر شطرنج شین معجمہ کے ساتھ ہے تو یہ مشاطرہ سے مشتق ہوگا اور اگر سین مہملہ کے ساتھ شطرنج ہو تو یہ [illegible] سے مشتق ہوگا۔

بچھو کا شرعی حکم بچھو کا کھانا حرام ہے اور اس کی خرید و فروخت بھی ناجائز ہے۔ نیز حل و حرم میں اس کو قتل کر ڈالنا مستحب ہے جب بچھو پانی میں مرجائے تو پانی ناپاک ہوجاتا ہے لیکن عام علماء کے نزدیک پانی نجس نہیں ہوتا۔

اشارہ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ شوافع کے نزدیک شطرنج کا کھیلنا مکروہ تنزیہی ہے لیکن بعض علمائے شافعیہ نے شطرنج کو حرام اور بعض نے مباح قرار دیا ہے لیکن پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے۔ امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک شطرنج کا کھیلنا حرام ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب (یعنی شوافع) میں سے حلیمی اور رویانی نے شطرنج کو حرام قرار دیا ہے۔ نیز نرد بازی بھی صحیح قول کے مطابق حرام ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ممانعت ثابت ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو نرد سے کھیلا اس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو آدمی نرد سے کھیلتا ہے پھر نماز پڑھتا ہے تو اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو قے اور خنزیر کے خون سے وضو کرے پھر وہ کھڑا ہو اور نماز ادا کرے۔

خواص صاحب عین الخواص نے کہا ہے کہ بچھو جب چھپکلی کو دیکھ لیتا ہے تو اس کی موت واقع ہوجاتی ہے اور اسی وقت سوکھ جاتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر بچھو کو جلا کر گھر میں دھونی دی جائے تو وہاں سے بچھو فرار ہوجائیں گے۔ جب بچھو کو تیل میں بھون کر بچھو کے کاٹے پر لگا دیا جائے تو درد ختم ہوجاتا ہے۔ بچھو کی راکھ مثانہ کی پتھری کو توڑ دیتی ہے۔ اگر مہینہ ختم ہونے سے تین دن قبل بچھو کو پکڑ کر کسی برتن میں بند کر کے اس (برتن) کے اوپر ایک رطل تیل ڈال دیا جائے اور پھر برتن کا منہ بند کر کے اس کو چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ تیل میں بچھو کا اثر آجائے تو پھر اس تیل سے ایسا شخص مالش کرے جو کمر اور رانوں کے درد میں مبتلا ہو تو اس کے لئے نفع بخش ہے۔ انشاء اللہ درد ختم ہوجائے گا اور کمر اور رانیں مضبوط ہوجائیں گی۔ اگر تخم خس (ایک خاص قسم کی سبزی کے بیج) کو کسی پینے والی چیز (پانی، دودھ وغیرہ) میں ملا کر پی لیا جائے تو پینے والا بچھو کے ڈنک سے محفوظ رہے گا۔

اگر مولی کا ایک ٹکڑا کسی ہانڈی میں ڈال دیا جائے اور ہانڈی کو کسی جگہ رکھ دیا جائے تو جو بچھو بھی اس ہانڈی پر آئے گا وہ فوراً ہلاک ہوجائے گا۔ اگر خس (ایک خاص قسم کی سبزی) کے پتے تیل میں حل کر کے جسم کے ایسے حصے پر لگائے جائیں جہاں بچھو نے ڈنک مارا ہو تو فوراً آرام ہوجائے گا۔

اگر بچھو کو گائے کے گھی میں بھون لیا جائے اور پھر اس سے جسم کے ایسے حصے کی مالش کی جائے جہاں بچھو نے ڈس (یعنی کاٹ) لیا ہو تو فوراً آرام ہوگا۔ ابن سویدی نے کہا ہے کہ اگر بچھو کسی مٹی کے برتن میں رکھ کر اس کا منہ بند کر دیا جائے اور پھر اس کو جلانے کے لئے تنور میں رکھ دیا جائے یہاں تک کہ بچھو جل کر راکھ ہوجائے اور وہ راکھ کسی چیز میں حل کر کے کسی ایسے مریض کو پلا دی جائے جسے پتھری ہو تو اس کے لئے نفع بخش ہے اور اس کی پتھری ٹوٹ کر باہر نکل جائے گی۔ ارسطو نے کہا ہے کہ اگر گھر میں بچھو کی دھونی دی جائے تو وہاں بچھو جمع ہوجائیں گے لیکن دوسرے اہل علم نے کہا ہے کہ گھر میں بچھو کی دھونی دینے سے تمام بچھو بھاگ جائیں گے۔ اگر کسی انسان کے کپڑے میں بچھو کا کانٹا ڈال دیا جائے تو وہ شخص بیمار ہوجائے گا یہاں تک کہ اس کے کپڑے سے بچھو کا کانٹا نکال نہ دیا جائے۔ اگر بچھو کو پیس کر جسم کے ایسے حصہ پر لیپ کیا جائے جہاں بچھو نے کاٹ لیا ہو تو فوراً آرام ہوجائے گا۔ اگر پانی میں بچھو گر

جائے اور کوئی آدمی لاعلمی میں اس پانی کو پی لے تو اس کا جسم زخموں سے بھر جائے گا۔ اگر گھر میں سرخ ہڑتال اور گائے کی چربی کی دھونی دی جائے تو بچھو وہاں سے فرار ہو جائیں گے۔ قزوینیؒ اور رافعیؒ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی حب الاترج کو باریک پیس کر دو مثقال کے بقدر پانی میں حل کر کے پی لے تو وہ آدمی سانپ، بچھو اور دیگر زہریلے جانوروں کے ڈسنے (یعنی کاٹنے) پر زہر کے اثرات سے محفوظ رہے گا۔ یہ عمل عجیب وغریب اور مجرب ہے۔

عجائب المخلوقات میں مذکور ہے کہ اگر زیتون کے درخت کی جڑ کو جسم کے کسی ایسے حصے پر باندھ دیا جائے جہاں بچھو نے ڈنک مارا (یعنی کاٹا) ہو تو فوراً شفا حاصل ہوگی۔ اگر انار کے درخت کی لکڑی کی گھر میں دھونی دی جائے تو وہاں سے بچھو فرار ہو جائیں گے۔

اگر مینڈھے کی چربی' گائے کا گھی' زرد ہڑتال' گدھے کے سم اور گندھک کسی ایسے پانی میں حل کیا جائے جس میں ہینگ بھگوئی ہوئی ہو اور پھر اس پانی کو گھر میں چھڑک دیا جائے تو وہاں سے بچھو فرار ہو جائیں گے۔ اسی طرح اگر گھر میں مولی کے چھلکے رکھ دیئے جائیں تب بھی بچھو وہاں سے بھاگ جائیں گے۔ یہ تمام عملیات عجیب وغریب اور مجرب ہیں۔ الموجز نامی کتاب میں مذکور ہے کہ اگر کٹی ہوئی مولی یا مولی کا عرق یا اس کے پتے اور باذروخ کوئی آدمی اپنے پاس رکھے تو بچھو اس کے قریب نہیں آئیں گے۔ اگر کٹی ہوئی مولی بچھو کے سوراخ پر رکھ دی جائے تو بچھو اپنے سورخ سے باہر نہیں نکل سکے گا۔ روزہ دار کا لعاب دہن (یعنی تھوک) سانپ اور بچھو کو ہلاک کر دیتا ہے۔ اسی طرح گرم مزاج والے افراد کا تھوک بھی بچھو اور سانپ کو ہلاک کر دیتا ہے۔ اسی طرح ''سہا'' ستارے کو دیکھنا بھی بچھو کے ڈنک اور چور سے محفوظ رکھتا ہے۔ تحقیق یہ تمام خواص بوعلی سینا نے اپنی کتاب میں نقل کیے ہیں۔

تعبیر | بچھو کو خواب میں دیکھنا چغل خور مرد کی طرف اشارہ ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ بچھو سے جھگڑا کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا کسی چغل خور سے جھگڑا کرے گا اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس نے بچھو پکڑ کر اپنی بیوی پر ڈال دیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا اپنی بیوی کے ساتھ غیر فطری عمل کرتا ہے۔ نیز اگر کوئی شخص خواب میں بچھو کو پکڑ کر لوگوں پر ڈال دے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا لڑکوں سے زنا کرتا ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس نے بچھو کو قتل کر دیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کا مال چوری ہو جائے گا لیکن بعد میں وہ مال اسے واپس بھی مل جائے گا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کے پائجامہ میں بچھو گھس گیا ہے تو اس کی تعبیر فاسق مرد سے دی جائے گی۔ جو شخص خواب میں بچھو کا بھنا ہوا گوشت کھائے اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کو وراثت سے مال ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

العقف

''العقف'' اس سے مراد لومڑی ہے۔ (اس کی تفصیل باب الثاء میں گزر چکی ہے۔)

العقق

"العقق" اس سے مراد ایک ایسا پرندہ ہے جو کبوتر کے برابر ہوتا ہے اور یہ پرندہ شکل وصورت میں کوے کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس پرندے کے بازو کبوتر کے بازو سے بڑے ہوتے ہیں۔ اس پرندے کی دو قسمیں ہیں سفید اور سیاہ' اس پرندے کی دم لمبی ہوتی ہے۔ یہ پرندہ نہ چھتوں کے نیچے رہتا ہے اور نہ ہی اس کے سایہ میں آتا ہے بلکہ یہ اونچی جگہ میں اپنا گھونسلہ بناتا ہے۔ ان کی طبیعت میں زنا' خیانت' چوری اور خبث جیسی برائیاں پائی جاتی ہیں۔ اہل عرب ان اوصاف میں اس پرندے کو بطور ضرب المثل استعمال کرتے ہیں۔

جب اس پرندے کی مادہ انڈے دیتی ہے تو وہ چمگادڑ کے خوف سے انڈوں کو چنار کے درختوں میں چھپا دیتی ہے۔ پس جونہی چمگادڑ کی بو اس پرندے کی مادہ کے انڈوں کو پہنچتی ہے تو وہ گندے ہو جاتے ہیں۔ علامہ زمخشریؒ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول **وَ کَاَیِّنۡ مِّنۡ دَآبَّۃٍ لَا تَحۡمِلُ رِزۡقَھَا اللّٰہُ یَرۡزُقُھَا** (کتنے جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے، اللہ ان کو رزق دیتا ہے۔ العنکبوت۔ آیت ٦٠) کی تفسیر میں حضرت سفیان بن عیینہ کی روایت نقل کی ہے کہ انسان، چیونٹی، چوہے اور عقق کے علاوہ اور کوئی حیوان ایسا نہیں ہے جو اپنی غذا چھپا کر رکھتا ہو۔ بعض اہل علم سے مروی ہے کہ بلبل بھی اپنی خوراک کو چھپا لیتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عقق پرندہ بھی اپنی غذا چھپاتا ہے لیکن یہ اس جگہ کو بھول جاتا ہے جہاں اس نے اپنی غذا کو چھپایا تھا۔ اس پرندے کی ایک بری عادت یہ بھی ہے کہ جب یہ زیور کو دیکھ لیتا ہے تو اسے اٹھا لیتا ہے پس ہار کتنا ہی قیمتی کیوں نہ ہو یہ اسے دائیں بائیں سے اچک لیتا ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ

اِذَا بَارَکَ اللّٰہُ فِیۡ طَائِرٍ ۔۔۔ فَلَا بَارَکَ اللّٰہُ فِیۡ العقق

"جب اللہ تعالیٰ کسی پرندہ کی نسل میں برکت (یعنی اضافہ) عطا فرمائے تو اللہ تعالیٰ عقق پرندے کی نسل میں برکت نہ دے"

قَصِیۡرُ الذَّنَابِیۡ طَوِیۡلُ الۡجَنَاحِ ۔۔۔ مَتٰی مَا یَجِدُ غَفۡلَۃً فِیۡ العقق

"یہ پرندہ چھوٹی دم والا اور لمبے بازو والا ہے' جب وہ غفلت پاتا ہے تو چوری کرتا ہے"

یُقَلِّبُ عَیۡنَیۡہِ فِیۡ رَاۡسِہٖ ۔۔۔ کَاَنَّھُمَا قَطۡرَتَا زئبق

"وہ اپنی آنکھوں اپنے سر میں گھماتا ہے تو یوں دکھائی دیتا ہے گویا کہ وہ پارہ کے دو قطرے ہیں"

فائدہ اس پرندے کا نام "العقق" کس وجہ سے پڑ گیا ہے۔ اس کے متعلق ماہرین حیوانات کا اختلاف ہے۔

پس جاحظ نے کہا ہے کہ اس پرندے کو "العقق" کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں سے محبت کرتا ہے اور ان کو غذا وغیرہ کھلائے بغیر نہیں چھوڑتا۔ پس اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پرندہ کوے کی ایک قسم ہے کیونکہ تمام کوے اپنے بچوں کے ساتھ اسی طرح کا سلوک کرتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس پرندے کو اس کی آواز کی وجہ سے "العقق" کہا جاتا ہے۔

شرعی حکم اس پرندے کی حلت وحرمت کے متعلق دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ یہ پرندہ کوے کی طرح حلال ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ پرندہ حرام ہے۔ "الروضۃ" وغیرہ میں اسی قول کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ امام بغویؒ اور البوشنجی نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ امام احمدؒ سے اس پرندے کی حلت وحرمت کے متعلق سوال کیا گیا۔ پس آپؒ نے فرمایا کہ اگر یہ پرندہ نجاست نہیں کھاتا تو پھر اس کے

کھانے میں کوئی حرج نہیں (یعنی حلال ہے) لیکن اگر نجاست سے غذا حاصل کرتا ہو تو پھر حرام ہے۔ امام احمدؒ کے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ یہ پرندہ نجاست کھاتا ہے۔ پس یہ امام احمدؒ کے اس قول کی بناء پر حرام ہوگا۔

فائدہ علامہ جوہریؒ نے حکایت بیان کی ہے کہ اہل عرب اس پرندے اور اس کی آواز کو منحوس سمجھتے تھے۔ اس لئے کہ وہ پرندوں اور ان کی آواز سے بدشگونی لیتے تھے۔ پس اہل عرب اگر عقق کی آواز سنتے تو اس سے والدین کی نافرمانی مراد لیتے تھے اور اگر عقاب کی آواز سنتے تھے تو اس سے سزا مراد لیتے تھے۔ جب وہ کسی ''بید کے درخت'' کو دیکھتے تو اس سے اختلاف وافتراق مراد لیتے تھے۔ امام رافعیؒ نے حکایت بیان کی ہے کہ جو شخص سفر کے لئے نکلے اور پھر راستہ میں عقق کی آواز سن کر واپس لوٹ آئے۔ کیا وہ اس بدشگونی کی وجہ سے کافر ہو جائے گا یا نہیں؟ حنفیہ کے نزدیک یہ شخص کافر ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں بھی مذکور ہے کہ ایسا شخص کافر ہوگا۔ امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ محض وہ اس حرکت پر (یعنی بدشگونی پر) ہمارے نزدیک (یعنی شوافع کے نزدیک) کافر نہیں ہوگا۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''اَلَصُّ مِنْ عَقْعَقٍ وَ اَحْمَقُ مِنْ عَقْعَقٍ'' (فلاں شخص عقعق سے بھی زیادہ چور اور عقعق سے بھی زیادہ بے وقوف ہے۔)

عقعق پرندہ شتر مرغ کی طرح اپنے انڈوں اور بچوں کو ضائع کر کے دوسرے جانوروں کے انڈوں میں مشغول ہو جاتا ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

كَتَارِكَةٍ" بَيْضُهَا بِالْعَرَاءِ وَمَلْبِسَةٍ" بَيْضَ" اُخْرٰى جَنَاحًا

''اس جانور کی طرح جو اپنے انڈوں کو ننگا چھوڑ کر دوسرے کے انڈوں کو اپنے پروں کے نیچے چھپا لیتا ہے''

خواص اگر کسی شخص کے جسم میں تیر کی نوک یا کانٹا وغیرہ گھس گیا ہو تو عقعق پرندے کا بھیجہ روئی کے پھایہ میں رکھ کر اس جگہ پر لگا دیا جائے تو تیر یا کانٹا آسانی سے نکل آئے گا۔ عقعق پرندے کا گوشت گرم خشک اور ردی ہوتا ہے۔

تعبیر عقعق پرندے کو خواب میں دیکھنا ایسے شخص کی طرف اشارہ ہے جس میں امانت و وفا نام کی کوئی چیز نہ ہو۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ عقعق سے گفتگو کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا کسی غائب شخص کی خبر سنے گا۔ اسی طرح ''عقعق'' پرندے کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر ایسے شخص سے دی جاتی ہے کہ جو غلہ اس نیت سے خریدے کہ جب مہنگا ہوگا تو فروخت کرے گا۔

العقیب

''العقیب'' اس سے مراد ایک قسم کا پرندہ ہے۔

اَلْعِكْرَشَةُ

''اَلْعِكْرَشَةُ'' (عین کے کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد مادہ خرگوش ہے۔

اَلْعِکْرَمَۃُ

''اَلْعِکْرَمَۃُ'' (عین کے کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد کبوتری ہے۔ اس لفظ (العکرمۃ) سے اہل عرب میں انسانوں کا نام بھی رکھا جاتا ہے۔ جیسے حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام کا نام عکرمہ تھا۔ یہ عکرمہ نامی غلام بہت بڑے عالم تھے۔ نیز جب عکرمہ کے مولیٰ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی وفات ہوئی تو آپ (یعنی عکرمہ) آزاد نہیں ہوئے تھے بلکہ غلام ہی تھے۔ پس حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے علی بن عبداللہ بن عباسؓ نے عکرمہ کو خالد بن یزید بن معاویہؒ کے ہاتھ چار ہزار دینار میں فروخت کر دیا۔ پس عکرمہ نے علی بن عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ آپ نے اپنے والد محترم کے علم کو چار ہزار دینار میں فروخت کر دیا۔ پس یہ سن کر علی بن عبداللہ بن عباسؓ نے خالد سے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ پس خالد نے علی بن عبداللہ بن عباسؓ کو ان کا غلام واپس کر دیا۔ پھر اس کے بعد علی بن عبداللہ بن عباسؓ نے اپنے غلام عکرمہ کو آزاد کر دیا۔ حضرت عکرمہ اور کثیر غرہ شاعر کی وفات ایک ہی دن مدینہ منورہ میں ۱۰۵ھ کو ہوئی اور ان دونوں کی نماز جنازہ ایک ہی جگہ پڑھائی گئی۔ پس ان دونوں کی وفات پر لوگوں نے کہا کہ آج سب سے بڑے عالم اور سب بڑے شاعر کی وفات ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحم فرمائے۔ ابن خلکان اور دیگر مؤرخین نے کہا ہے کہ کثیر غرہ شعراء عرب کا آخری شاعر تھا اور وہ کیسانیا مذہب کا پیروکار تھا۔ کیسانیا روافض کا ایک فرقہ ہے جو محمد بن علی ابی طالب کی امامت کا معتقد ہے نیز محمد بن علی بن ابی طالب، محمد بن حنیفہ کے نام سے معروف تھے۔ اس فرقہ کے لوگ کہتے ہیں کہ محمد بن علی بن ابی طالب رضوی نامی پہاڑ میں مقیم ہیں اور ان کے ہمراہ ان کے چار ہزار ساتھی بھی ہیں۔ فرقہ کیسانیا کے لوگ کہتے ہیں کہ علی بن ابی طالب زندہ ہیں اور ان کو پہاڑ کے اندر رزق بھی دیا جاتا ہے اور عنقریب وہ دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور دنیا کو عدل سے پر کر دیں گے۔ عزہ شاعر کہتا ہے کہ

و سبط لاَ یَذُوْقُ الموت حتی   تعود الخیل یقد مها اللواء

''ایک وہ (یعنی محمد بن علی بن ابی طالب) جو موت کا ذائقہ نہیں چکھیں گے یہاں تک کہ گھوڑ سوار جن کے آگے جھنڈا لہراتا ہوگا واپس نہ آجائیں۔''

یَغِیْبُ فَلَا یُرٰی فِیْهِمْ زَمَانًا   بِرَضْوِیْ عِنْدَهٗ عَسَلٌ وَمَاءٌ

''وہ غائب رہیں گے ایک زمانہ تک رضوی پہاڑ میں اور لوگوں کو نظر نہیں آئیں گے اور ان کے پاس کھانے پینے کے لئے شہد اور پانی ہے''

(میں یعنی دمیریؒ) کہتا ہوں کہ یہ اشعار حمیدی کے ہیں۔ علامہ دمیریؒ نے مزید فرمایا ہے کہ محمد بن حنیفہ کا انتقال ۷۳ھ میں ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اَلْعَلَامَاتُ

''اَلْعَلَامَاتُ'' اس سے مراد مچھلیاں ہیں۔ ابن علیہ نے کہا ہے کہ مجھے میرے والد محترمؒ نے بتایا کہ میں نے بلاد مشرق میں بعض اہل علم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک بحر ہند میں بہت لمبی لمبی رقیق (دبلی پتلی) مچھلیاں ہیں جو اپنے رنگ اور حرکات میں

سانپوں کی طرح ہیں۔ان مچھلیوں کو ''العلامات'' کہا جاتا ہے کیونکہ یہ بلاد ہند میں داخل ہونے کی علامت سمجھی جاتی ہیں۔ان مچھلیوں کا دیکھنا ہلاکتوں سے نجات کی علامت سمجھا جاتا ہے۔اس لئے کہ سمندر کے طویل ہونے کی وجہ سے اس کو عبور کرتے ہوئے بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔بعض اہل علم کے نزدیک ''اَلْعَلَامَاتُ'' سے مراد وہ علامات ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی اس آیت ''وَ عَلَامَاتٍ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ '' میں کیا ہے۔

ابن عطیہ نے کہا ہے کہ جن لوگوں نے ان مچھلیوں کو دیکھا ہے انہوں نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ وہ مچھلیاں جنہیں علامات کہا جاتا ہے، بحر ہند میں بکثرت پائی جاتی ہیں۔حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ ''اَلْعَلَامَاتُ'' سے مراد پہاڑ ہیں۔مجاہدؒ اور نخعیؒ نے کہا ہے کہ ''اَلْعَلَامَاتُ'' سے مراد ستارے ہیں جو رات کے وقت راستہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں یعنی ان کی روشنی میں انسان اپنا راستہ تلاش کر کے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو جاتا ہے۔

اَلْعُلُق

''اَلْعُلُق'' (عین اور لام کے ضمہ کے ساتھ) اس سے مراد سیاہ اور سرخ رنگ کا کیڑا (یعنی جونک) ہے جو پانی میں پایا جاتا ہے اور یہ بدن کے ساتھ چمٹ جاتا ہے اور خون چوستا ہے۔یہ کیڑا حلق کی بیماریوں میں دوا کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔یہ کیڑا انسان کے جسم میں جو خون غالب ہوتا ہے اس کو چوستا ہے۔حدیث عامرؓ میں مذکور ہے کہ بہترین دوا جونک اور پچھنے لگوانا ہے۔''العلیق'' وہ درخت ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (وادی طویٰ میں) آگ جلتی ہوئی دیکھی تھی۔ابن سیدہ کا یہی قول ہے۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''العلق'' ایک خاردار درخت ہے جسے (ابتدائی حالت میں) ''عوسج'' اور جب بڑا ہو جائے تو ''غرقد'' کہا جاتا ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ یہ ''شجر الیہود'' ہے جو گفتگو کرتا ہے یعنی جب (قرب قیامت میں) حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر اتریں گے اور یہود سے قتال کریں گے۔پس یہودیوں میں سے کوئی ایک بھی اگر اس درخت کی آڑ میں چھپا ہوگا تو یہ درخت (باذن اللہ) گفتگو کرے گا اور کہے گا اے مسلم میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے۔پس تو اس کو قتل کر دے۔

فائدہ | ثعلبیؒ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول ''اَنْ م بُوْرِکَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَ سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ يَا مُوْسٰى اِنَّهُ اَنَا اللهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ'' (مبارک ہے وہ جو اس آگ میں ہے اور جو اس کے ماحول میں ہے۔پاک ہے اللہ سب جہان والوں کا پروردگار۔اے موسیٰ، یہ میں ہوں، اللہ زبردست اور دانا۔النمل۔آیت ۸-۹) کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ، سعید بن جبیرؒ اور حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ بُوْرِکَ مَنْ فِی النَّارِ کا معنیٰ ''قدس مَنْ فِی النَّارِ'' ہے یعنی پاک ہے وہ ذات جو آگ میں ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات مراد لی ہے۔ثعلبیؒ نے فرمایا ہے کہ اس قول ''پاک ہے وہ ذات جو آگ میں ہے'' کی تاویل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دوسرے اجسادِ بشری کی طرح آگ میں نہیں ہے بلکہ وہ ان صفات سے پاک ہے اور بلند و برتر ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پکارا تو موسیٰ علیہ السلام نے درخت کی ایک جہت سے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کا اظہار فرمایا۔پس درخت اللہ تعالیٰ کے کلام کا مظہر بن گیا۔نیز

تورات میں بھی اسی ظہور کے متعلق مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ طور سینا پر آیا' ساعیر پر چمکا اور فاران کے پہاڑوں پر بلند ہوگا۔ پس اللہ تعالیٰ کے طور سیناء پر آنے سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہے۔

ساعیر پر چمکنے سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہے اور فاران کے پہاڑوں پر بلند ہونے سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہے۔ فاران سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آیت میں مذکور لفظ "اَلنَّار" سے مراد اللہ تعالیٰ کا نور ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے نور کو لفظ "اَلنَّارِ" سے اس لئے ذکر کیا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے (یعنی اللہ تعالیٰ کے نور کو) آگ ہی سمجھا۔ حضرت سعید بن جبیرؒ نے فرمایا ہے کہ درحقیقت وہ آگ ہی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ حجابات میں سے ایک حجاب آگ بھی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ "بُوْرِکَ مَنْ فِیْ النَّارِ" سے مراد اللہ تعالیٰ کی سلطنت اور قدرت ہے۔ آیت مذکور میں "حَوْلَھَا" کے لفظ کی تاویل یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرشتے ہیں۔ آیت کا مقصد یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کی تلاش میں نکلے تھے اور اس کے قریب پہنچ گئے تھے اور فرشتے بھی آگ کے اردگرد موجود تھے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ "مَنْ حَوْلَھَا" میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تحیہ (یعنی سلامتی) ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی زبانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تحیہ (یعنی سلامتی) پہنچائی تھی۔ جب فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کہنے لگے "رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ اِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ" پس اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کے ذریعے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تحیہ (سلامتی) پہنچانا درحقیقت اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔ میں (یعنی دمیریؒ) کہتا ہوں کہ جب بندہ اپنے رب کا ذکر کرتا ہے یا اس کی حمد کرتا ہے۔ پس اللہ کے علاوہ کوئی ہستی بھی لائق ذکر اور لائق حمد نہیں ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے واسطے سے خود اپنی حمد و ثنا بیان کر رہا ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ" اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَ اِلَیْہِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّہٗ" (اور اسی کی طرف تمام امور لوٹتے ہیں۔) پس بندہ کے فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ" (اور اللہ ہی نے تم کو بھی پیدا کیا ہے اور ان چیزوں کو بھی جنہیں تم بناتے ہو۔ سورۂ صافات آیت۔ ۹۶) نیز بندے کی طرف کسب (یعنی کام کرنے) کی نسبت کی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور بندہ کاسب (یعنی کام کرنے والا) ہے۔ تاکہ اس کام کی وجہ سے اسے سزا یا جزا دی جائے۔ واللہ اعلم۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ "البرکۃ" کی نسبت آگ کی طرف ہے اور آگ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے قول "بُوْرِکَ فِی النَّارِ" میں چار لغتیں ہیں۔ اہل عرب کہتے ہیں بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکَ بَارَکَ اللّٰہُ عَلَیْکَ بَارَکَکَ.

شاعر نے کہا ہے کہ ؎

فَبُوْرِکْتَ مَوْلُوْدًا وَ بُوْرِکْتَ نَاشِئًا — وَ بُوْرِکْتَ عِنْدَ الشَّیْبِ اِذْ اَنْتَ اَشْیَبُ

"پس آپ کی ولادت بابرکت تھی اور آپ مبارک انداز میں جوان ہوئے اور جب آپ پر بڑھاپا ظاہر ہوا تو وہ بھی بابرکت تھا"

اور رہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا درخت سے کلام سننا۔ پس تو جان لے کہ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حد' کلام' مکان و زمان اور جہت سے مستغنی ہے کیونکہ یہ حدوث کی علامات ہیں جو اس کی مخلوق کے شایان شان ہیں اور اللہ تعالیٰ بلند و مرتبہ اور عظمت

والا ہے اوران تمام صفات سے پاک ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب انہوں نے (درخت سے) اللہ تعالیٰ کا کلام سنا تو درخت کی کسی ایک جہت کی جانب سے آواز نہیں آتی تھی بلکہ چاروں طرف سے آواز آرہی تھی۔

فائدہ اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ الاسریٰ میں اپنے رب سے بالواسطہ کلام کیا یا بلا واسطہ۔ پس حضرت ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ، جعفر صادقؒ، ابوالحسن اشعریؒ اور متکلمین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بلا واسطہ کلام کیا ہے۔ نیز اہل علم کی ایک جماعت نے اس کی نفی کی ہے۔ اہل علم کا اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ کیا دیدار الٰہی ممکن ہے یا نہیں؟ پس اکثر مبتدعین دنیا وآخرت میں دیدار الٰہی کے منکر ہیں اور اکثر اہل السنۃ وسلف صالحین دیدار الٰہی کے قائل ہیں اور آخرت میں اس کے وقوع پر یقین رکھتے ہیں۔ اہل علم کا اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے یا نہیں؟ پس حضرت عائشہؓ، ابو ہریرہؓ، ابن مسعودؓ اور سلف کی ایک جماعت نے اس کا انکار کیا ہے اور متکلمین ومحدثین کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے لیکن سلف کی ایک جماعت نے اس کی تصدیق کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ الاسراء میں اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ یہ قول حضرت ابن عباسؓ، ابوذرؓ، کعب احبارؒ، حسن بصریؒ، امام شافعیؒ، اور امام احمد بن حنبلؒ کا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ اور ابو ہریرہؓ سے بھی یہی منقول ہے لیکن ان دونوں حضرات کا مشہور قول وہ ہے جو پہلے نقل کیا گیا ہے (یعنی حضورؐ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا) حضرت ابوالحسنؒ اور آپ کے اصحاب کی ایک جماعت کے نزدیک یہی قول زیادہ صحیح ہے کہ (نبی اکرمؐ نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے) نیز محققین صوفیاء حضرات کا بھی یہی مسلک ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہمکلامی کے لئے حضرت ابراہیمؑ کو خلیلیت کیلئے اور حضرت محمدؐ کو رؤیت (یعنی اپنے دیدار) کے لئے مختص کیا ہے۔ اہل علم کی ایک جماعت نے اس مسئلہ میں خاموشی اختیار کی ہے کیونکہ ان کے نزدیک دیدارِ الٰہی کے انکار یا اثبات پر کوئی دلیل قاطع نہیں ہے لیکن انہوں نے دیدارِ الٰہی کے جواز کو عقلاً تسلیم کیا ہے۔ نیز قرطبیؒ اور دیگر اہل علم نے دیدارِ الٰہی کے جواز کو صحیح قرار دیا ہے۔ میں (یعنی دمیریؒ) کہتا ہوں کہ دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار عقلی ونقلی دلائل کے ساتھ جائز ہے۔ رہے عقلی دلائل تو وہ علم کلام سے معلوم ہوسکتے ہیں اور رہے دلائل نقلیہ تو ان میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دیدار الٰہی کے متعلق سوال بھی ہے۔ اس سوال سے تمسک کی وجہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بات سے واقف تھے کہ دنیا میں رؤیت باری تعالیٰ ممکن ہے۔ اسی لئے آپ نے سوال کیا ''رَبِّ اَرِنِی اَنْظُرْ اِلَیْکَ'' اور اگر آپ کو معلوم ہوتا کہ رؤیت باری تعالیٰ دنیا میں ناممکن ہے تو آپ رؤیت الٰہی کے متعلق سوال کیوں کرتے اور اگر آپ کو یہ علم نہ ہوتا تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے بلند مرتبہ کے باوجود جس کی انتہاء یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی ہمکلامی سے سرفراز فرمایا (نعوذ باللہ) جاہل تھے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے ایسی چیز کے متعلق سوال کیا کہ جس کا دنیا میں وقوع ناممکن ہے۔

رؤیت باری تعالیٰ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں پر احسان فرمایا ہے جو ایمان والے ہیں کہ انہیں آخرت میں اس کا (یعنی اللہ تعالیٰ کا) دیدار نصیب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃ'' (اور کتنے چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے) جب آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ جائز ہے تو دنیا میں بھی رؤیت

باری تعالیٰ جائز اور ممکن ہے نیز احادیث متواترہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ رؤیت باری تعالیٰ دنیا و آخرت میں جائز و ممکن ہے۔ رہا حضرت عائشہؓ کا عدم رؤیت پر استدلال تو وہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے "لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَار" (نہیں پاسکتیں اس کو آنکھیں اور وہ آنکھوں کو پالیتا ہے۔) پس یہ آیت عدم رؤیت باری تعالیٰ کے ثبوت میں کافی ہے اس لئے کہ ادراک اور ابصار میں فرق ہے۔ پس "لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ" کے معنی یہ ہوئے کہ آنکھیں اس کو (یعنی اللہ تعالیٰ کو) دیکھ سکتی ہیں لیکن اس کا احاطہ نہیں کرسکتی۔ حضرت سعید بن مسیّب وغیرہ کا یہی قول ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ کے اس قول میں باوجود رؤیت کے ادراک کی نفی کی گئی ہے۔ وہ قول یہ ہے "فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحَابُ مُوْسٰی اِنَّا لَمُدْرَکُوْنَ قَالَ کَلَّا" (پس جب دونوں جماعتیں یعنی بنی اسرائیل اور فرعون کی جماعت نے ایک دوسرے کو دیکھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا کہ بے شک ہم دشمنوں کے نرغے میں آ گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت "عدم جواز الرؤیۃ" کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ واللہ اعلم۔ اس مسئلہ میں بہت سے اسرار ہیں لیکن ہم نے ان کو نقل نہیں کیا کیونکہ ہماری کتاب کا حصہ نہیں ہیں۔ پس اگر کوئی شخص اس مسئلہ میں تحقیق کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ ہماری کتاب "جوہر الفرید" کا مطالعہ کرے۔ ہم نے اس کتاب میں تمام تفصیلات نقل کی ہیں اور علماء ظاہر و علماء باطن کے اقوال بھی نقل کئے ہیں۔ یہ کتاب بہت اہم ہے اور یہ کتاب آٹھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

فائدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۚ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ" (پڑھو (اے نبیؐ) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔ سورۃ العلق آیت ۱-۲-۳-۴)

یہ قرآن پاک کی سب سے پہلی آیات ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں۔ جیسا کہ صحیحین میں حضرت عائشہؓ کی حدیث سے ثابت ہے۔ اس آیت کے متعلق مفسرین کا یہ قول ہے کہ "خَلَقَ مِنْ عَلَقٍ" اور "اَلتَّعْلِیْمُ بِالْقَلَمِ" اور "تعلیم العلم" کے درمیان مناسبت یہ ہے کہ انسان کا ادنیٰ مرتبہ "عَلَق" یعنی جمے ہوئے خون کا لوتھڑا ہے اور اعلیٰ مرتبہ انسان کا عالم ہونا ہے۔ پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان پر احسان فرمایا کہ اس کو ادنیٰ مرتبہ سے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچا دیا۔ نیز اعلیٰ مرتبہ علم ہے۔ علامہ زمخشریؒ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ قرآن کریم کی اس آیت میں "مِنْ عَلَقٍ" کیوں کہا گیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو "علقہ واحدہ" ایک خون کے جمے ہوئے لوتھڑے سے پیدا کیا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ" (نطفہ سے پھر جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے انسان کو پیدا کیا) (یہاں عَلَقٍ کی بجائے "عَلَقَةٍ" کہنا چاہئے تھا۔) علامہ زمخشریؒ فرماتے ہیں۔ میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ "خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ" میں انسان جمع کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جیسے سورۂ عصر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ" (بے شک انسان خسارے میں ہے۔) "وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ" اس آیت میں لفظ "اکرم" کا صیغہ

اسم تفصیل استعمال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ "اکرم" وہ ذات ہے جس کے اندر "تکرم" کا مادہ کمال زیادتی کے ساتھ موجود ہو۔ یہ ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے جو اپنے ناچیز بندوں کو ایسی ایسی نعمتوں سے نوازتا ہے جس کا احصاء ناممکن ہے اور اللہ تعالیٰ حلیم (بردبار) بھی ہے۔ پس وہ اپنے بندوں کو ان کے کفر (نافرمانی) کے باوجود اور ارتکاب جرائم پر جلدی سزا دینے والا نہیں ہے اور اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ "اَلْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ" (بہت زیادہ کرم کرنے والی وہ ذات ہے جس نے انسان کو قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ (یعنی انسان) نہیں جانتا تھا) پس یہ آیت اللہ تعالیٰ کے کرم پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس نے اپنے بندوں کو علم سکھایا حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور انسان کو اللہ تعالیٰ نے جہالت کی تاریکی سے نکال کر علم کی روشنی میں لا کھڑا کیا۔ یہ آیت فضیلت کتابت پر بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ اس میں بہت سے فائدے ہیں جن کا انسان احاطہ نہیں کر سکتا کیونکہ اگر کتابت نہ ہوتی تو علوم' اخبار اور مقالات ہم تک کیسے پہنچ پاتے اور امور دین و دنیا کیسے قائم رہتے۔ نیز قرآن پاک اور کتب احادیث سے افادہ کتابت ہی کے ذریعہ ہوا ہے۔

فائدہ شیخ الاسلام شیخ تقی الدین السبکیؒ سے اس سیاہ حصہ کے متعلق سوال کیا گیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صغرسنی میں آپ علیہ السلام کے قلبِ اطہر سے نکالا گیا تھا اور فرشتے نے کہا تھا کہ یہ آپ کی جانب سے شیطان کا حصہ ہے؟ پس شیخ الاسلام تقی الدینؒ نے فرمایا کہ یہ وہ حصہ ہے جو اللہ تعالیٰ ہر بشر کے دل میں پیدا فرماتا ہے۔ پس اس حصہ کی یہ خصوصیت ہے کہ شیطان انسان کے دل میں جو وساوس پیدا کرتا ہے ان کو یہ قبول کر لیتا ہے۔ پس یہ حصہ آپ علیہ السلام کے قلبِ اطہر سے زائل کر دیا گیا ہے۔ پس اب آپ کے قلب اطہر میں شیطانی وساوس کی قبولیت کی کوئی جگہ نہیں رہی۔ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات شریف میں شیطان کے لئے کوئی حصہ نہ رہا۔ پس اس کے بعد شیخؒ سے سوال کیا گیا کہ نبی اکرم علیہ السلام کی ذات اقدس میں اللہ تعالیٰ نے ایسی چیز کیوں پیدا کی تھی جو شیطان کے وساوس کو قبول کرنے کا خاصہ رکھتی ہے اور پھر اس کو نکالنے کی ضرورت پیش آئی۔ پس اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی قدرت رکھتے تھے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حصہ کے بغیر پیدا فرما دیتے؟ پس شیخؒ نے فرمایا کہ وہ حصہ جملہ اعضاء انسانی کا ایک جزو ہے۔ اس کے بغیر انسان کی خلقت مکمل نہیں ہوتی۔ پس اس حصہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر سے فرشتے کا نکالنا کرامت ربانیہ کے ظہور پر دلالت کرتا ہے۔

جونک کا شرعی حکم جونک کا کھانا حرام ہے لیکن اس کی بیع جائز ہے کیونکہ اس میں بہت سے فائدے ہیں۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں "اَعْلَقُ مِنْ عَلَقٍ" (فلاں جوں سے بھی زیادہ چڑ چڑا ہے۔)

جونک کے طبی خواص جن افراد کی ترکیب اعضاء ضعیف ہوتی ہے ان کے اعضاء (مثلاً گوشت وغیرہ اور وہ مقامات جہاں درد ہو) میں جونک لگانا بہت زیادہ نفع بخش ہے کیونکہ یہ پچھنوں کے قائم مقام ہو کر انسان کا فاسد خون چوس لیتی ہے۔ بالخصوص بچوں' عورتوں اور آرام طلب لوگوں کو اس طریقہ سے بے حد فائدہ ہوتا ہے۔ بسا اوقات پانی (یعنی کنوئیں وغیرہ) میں جونک پیدا ہو جاتی ہے۔ پس انسان پانی کے ساتھ جونک کو بھی پی جاتا ہے۔ پس وہ جونک انسان کے حلق میں چمٹ جاتی ہے۔ جونک کے خارج کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ حلق میں لومڑی کے ریشم کی دھونی دی جائے۔ پس جب دھواں حلق میں پہنچے گا تو جونک گر پڑے گی۔ اسی طرح جب

اونٹ کے کھر کی دھونی حلق میں دی جائے تو جونک مرجاتی ہے۔ یہ دونوں ترکیبیں مجرب ہیں۔ علامہ قزوینیؒ اور صاحب الذخیرۃ الحمیدۃ نے کہا ہے کہ جب جونک حلق میں چمٹ جائے تو شراب کے سرکہ میں باقلاء کے اندر کی مکھی ایک درہم کی مقدار میں حل کر کے غرارے کئے جائیں تو جونک حلق سے الگ ہو جائے گی۔ جب تم کسی خاص جگہ کا خون نکالنا چاہو تو جونک کو مٹی کے غلہ میں لپیٹ کر اس جگہ لگا دو تو جونک اس جگہ چپک جائے گی اور خون چوسنے لگے گی۔ پس جب تم اس جگہ سے اس کو الگ کرنا چاہو تو اس پر نمک کا پانی چھڑک دو تو جونک فوراً گر پڑے گی۔ صاحب عین الخواص نے کہا ہے کہ جب جونک کو سائے میں خشک کر کے نوشادر کے ساتھ پیس لیا جائے اور پھر اس کو ''داء الثعلب'' پر ملا جائے تو بال نکل آئیں گے۔ ایک دوسرے حکیم نے کہا ہے کہ جب گھر میں جونک کی دھونی دی جائے تو وہاں سے کھٹمل اور بچھو وغیرہ بھاگ جائیں گے۔ اسی طرح کا ایک نسخہ یہ بھی ہے کہ اگر جونک کو کسی شیشی میں رکھ کر چھوڑ دیا جائے۔ یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہو جائے۔ پھر اس کو شیشی سے نکال کر باریک پیس لیا جائے اور جس جگہ کے بال اکھاڑنے مقصود ہوں۔ بال اکھاڑ لئے جائیں اور پھر اس جگہ اس کی مالش کر دی جائے تو پھر کبھی اس جگہ بال نہیں آئیں گے۔ ایک مجرب و نافع نسخہ یہ بھی ہے کہ ایک بڑی جونک جو ندی نالوں میں بکثرت پائی جاتی ہے' لے لی جائے اور اس کو عمدہ قسم کے تیل میں تلا جائے اور پھر اس کو سرکہ میں پیس لیا جائے یہاں کہ وہ مرہم کی مثل ہو جائے۔ پھر اس مرہم کا پھایہ بنا کر بواسیر پر لگایا جائے تو بواسیر کا مرض ختم ہو جائے گا۔ جونک کے عجیب وغریب خواص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر شیشہ کی دکان میں جونک کی دھونی دی جائے تو دکان میں جس قدر شیشے ہوں گے سب ٹوٹ جائیں گے۔ جب تازہ جونک کو پکڑ کر احلیل پر مل دیا جائے تو کسی قسم کے درد کے بغیر ہی احلیل (آلہ تناسل کا سوراخ) بڑا ہو جائے گا۔

تعبیر جونک کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر کیڑوں کی طرح ہے یعنی یہ دونوں اولاد پر دلالت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھی اس تعبیر کی تائید کرتا ہے ''خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ'' (اس نے انسان کو جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ سورۃ العلق آیت ۲)

پس اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس کی ناک' ذکر (آلہ تناسل) دبر (شرمگاہ) پیٹ یا اس کے منہ سے کوئی خونی کیچوا نکل پڑا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اگر اس کی بیوی حاملہ ہے تو اس کا حمل ساقط ہو جائے گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جونک' چیچڑی' الدلم' چیچڑیوں کی ایک قسم' چیونٹی اور اس کے مشابہ کسی چیز کا خواب میں دیکھنا دشمنی اور حسد پر دلالت کرتا ہے۔

ایک خواب کی تعبیر کچھ یوں ہے۔ بے شک حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں ایک آدمی آیا۔ پس اس نے کہا اے خلیفۃ الرسول میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں ایک تھیلی ہے اور میں نے اس تھیلی کو الٹ دیا تو اس میں جو کچھ بھی تھا' وہ باہر نکل گیا۔ یہاں تک کہ اس میں کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ پس اس کے بعد اس تھیلی میں سے ایک ''علقة'' یعنی جونک نکل پڑی۔ پس حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ تو میرے پاس سے چلا جا۔ پس وہ شخص وہاں سے چلا گیا اور ابھی چند ہی قدم چلا تھا کہ کسی چوپائے (جانور) نے اس کو سینگ مار کر قتل کر دیا۔ پس اس واقعہ کی خبر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دی گئی۔ پس حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں نے اس شخص کو اپنے پاس سے اس لئے نکال دیا تھا تاکہ وہ میرے سامنے مرے کیونکہ تھیلی بمنزلہ قالب انسان تھی اور اس کے اندر جو درہم تھے وہ بمنزلہ عمر (یعنی اس کی عمر کے سال) تھے اور جونک

بمنزلہ روح تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے "خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ" (اس نے انسان کو پیدا کیا جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے۔ سورۃ العلق آیت ۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

العناق

"العناق" اس سے مراد بکری کا مادہ بچہ ہے۔ اس کی جمع کے لئے "اعنق" اور "عنوق" کے الفاظ مستعمل ہیں۔ اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ یمن کی شاہراہ پر جارہا تھا کہ میری ملاقات ایک لڑکے سے ہوئی جو سڑک کے کنارے کھڑا تھا۔ اس لڑکے نے اپنے کانوں میں بالیاں پہنی ہوئی تھیں۔ ان بالیوں میں جواہرات کے نگینے جڑے ہوئے تھے جن کی چمک سے لڑکے کا چہرہ جگمگا رہا تھا اور وہ اشعار کے ذریعے اپنے رب کی حمد وثنا بیان کررہا تھا[۱]۔ اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ میں لڑکے کے پاس آیا اور اس کو سلام کیا۔ پس لڑکے نے کہا کہ میں آپ کے سلام کا جواب نہیں دوں گا۔ یہاں تک کہ آپ میرا حق جو آپ پر واجب ہے ادا نہ کردیں۔ میں نے کہا کہ تیرا کیا حق ہے؟ اس نے کہا کہ میں ایک لڑکا ہوں اور مہمان نوازی میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا ہم مشرب ہوں اور میں ہر روز صبح وشام کا کھانا نہیں کھاتا۔ یہاں تک کہ میں ایک یا دو میل مہمان کی تلاش میں سفر طے نہ کرلوں۔ اصمعیؒ کہتے ہیں کہ میں نے اس لڑکے کی دعوت قبول کرلی۔ پس وہ لڑکا بہت خوش ہوا اور میں اس لڑکے کے ساتھ چل پڑا۔ یہاں تک کہ ہم ایک خیمہ کے قریب پہنچ گئے۔ پس لڑکے نے اپنی بہن کو آواز دی۔ پس خیمہ سے ایک لڑکی نے گریہ آمیز لہجہ میں جواب دیا۔ پس لڑکے نے کہا کہ مہمان کی ضیافت کا انتظام کرو۔ پس لڑکی نے کہا کہ پہلے میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرلوں جس نے اپنے فضل وکرم سے ہمارے لئے مہمان بھیجا ہے۔ پھر اس کے بعد لڑکی کھڑی ہوئی اور اس نے دو رکعت نماز شکرانہ پڑھی۔ اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ نوجوان نے مجھے خیمہ میں لے جاکر بٹھا دیا۔ پھر وہ لڑکا چھری لے کر بکری کے بچہ کے پاس پہنچا اور اس کو ذبح کیا۔ اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ جب میں خیمہ میں بیٹھا تو میں نے ایک لڑکی دیکھی جو نہایت حسین وجمیل تھی۔ پس میں نظریں چرا کر بار بار اس کو دیکھ رہا تھا۔ پس لڑکی کو میری اس حرکت کا اندازہ ہوگیا۔ پس لڑکی نے مجھ سے کہا کہ نظریں چرا کر دیکھنا چھوڑ دیجئے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بے شک آنکھوں کا زنا کسی غیر محرم عورت کو گھور گھور کر دیکھنا ہے۔ لڑکی نے کہا کہ اس سے میرا مقصد آپ کو ذلیل کرنا نہیں بلکہ میرا ارادہ تادیب ہے تاکہ آپ دوبارہ ایسی حرکت نہ کریں۔ اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ جب سونے کا وقت آیا تو میں اور لڑکا خیمہ کے باہر سوئے اور لڑکی نے خیمہ کے اندر رات گزاری۔ پس میں نے رات بھر نہایت عمدہ آواز میں قرآن پاک کی تلاوت سنی۔ پھر اس کے بعد فصیح و بلیغ انداز میں یہ اشعار پڑھنے کی آواز سنی ۔

أَبیٰ الْحُبَّ أَنْ یَّخفیٰ وَکَمْ کَتَمْتُهٗ　　فَاصبح عِندِیْ قَدْ أناخ وطنبا

"محبت پوشیدہ رہنے سے انکار کرتی ہے حالانکہ کتنی بار اس کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی۔ پس وہ میرے پاس اس طرح آئی کہ اس نے مجھے اپنی خوابگاہ بنالیا اور میرے پاس قیام کرلیا۔"

---

[۱] اشعار کا ترجمہ کتاب کی طوالت کے خوف سے نقل نہیں کیا گیا۔ مترجم۔

اِذَا اشْتَدَّ شَوْقِی هام قَلْبِی بِذِکْرِہٖ وَاِنْ رمت قُرْبًا مِنْ حَبِیْبِیْ تَقَرَّبًا

''جب میرا شوق بڑھ گیا تو میرے دل نے اس کو یاد کیا اور جب میں نے اپنے دوست کو اپنے قریب بلانے کا ارادہ کیا تو وہ میرے قریب ہوگیا۔''

وَیَبْدُو فَاَفْنِی ثُمَّ اَحْیَا بِذِکْرِہٖ وَیُسْعِدُنِیْ حَتّٰی أَلَذُّ وَ أطربا

''اور وہ ظاہر ہوتا ہے تو میں فنا ہو جاتی ہوں پھر اس کو یاد کر کے زندہ ہو جاتی ہوں اور وہ میرا اس قدر ساتھ دیتا ہے یہاں تک کہ مجھے اس کی محبت میں لذت اور طرب کی کیفیت حاصل ہوتی ہے۔''

اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو میں نے لڑکے سے پوچھا کہ یہ آواز کس کی تھی؟ اس لڑکے نے کہا کہ یہ میری بہن کی آواز تھی۔ نیز ہر رات میری بہن کی یہی کیفیت ہوتی ہے۔ اصمعیؒ فرماتے ہیں۔ میں نے کہا اے لڑکے تم اپنی بہن سے بدرجہ اولیٰ شب بیداری کے مستحق تھے کیونکہ تم مرد ہو اور وہ عورت ہے۔ لڑکا مسکرانے لگا اور کہنے لگا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ توفیق اور تقرب سب اسی کی طرف (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف) سے ہے۔ اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں ان دونوں (یعنی بہن، بھائی) سے رخصت ہوا اور اپنی منزل کی طرف چل پڑا۔

بکری کے مادہ بچے کا شرعی حکم بکری کا مادہ بچہ حلال ہے۔ اگر کوئی محرم حالت احرام میں اس کو (یعنی العناق کو) ہلاک کر دے تو اسے فدیہ کے طور پر ''ارنب'' (خرگوش) دینا ہوگا۔ بکری کے بچے کو قربانی کے لئے ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔ (اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے) شیخین (امام بخاریؒ امام مسلمؒ) وغیرہ نے حضرت براء بن عازبؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد خطبہ پڑھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہماری نماز جیسی نماز پڑھی اور ہماری قربانی جیسی قربانی کی۔ پس تحقیق اس کی قربانی صحیح ہے اور جس نے نماز سے قبل قربانی کی۔ پس اس کی قربانی درست نہیں ہوئی۔ پس ابو بردہ بن نیارؓ جو براء بن عازبؓ کے ماموں تھے، نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے نماز سے قبل ہی اپنی بکری ذبح کر لی ہے۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ آج کھانے پینے کا دن ہے۔ پس میں نے اس بات کو پسند کیا کہ سب سے پہلے میرے ہی گھر میں میری بکری ذبح ہو۔ پس میں نے بکری کو ذبح کر دیا اور میں نے نماز سے قبل ہی بکری کے گوشت سے ناشتہ کر لیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری بکری کھانے کی بکری ہوئی (قربانی کی نہیں ہوئی) حضرت ابو بردہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ایک عناق (بکری کا مادہ بچہ) ہے جو مجھے دوسری بکریوں سے زیادہ محبوب ہے۔ کیا یہ میری طرف سے قربانی کے لئے کافی ہے۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا ہاں (کافی ہو جائے گا) لیکن تیرے بعد کسی کیلئے بھی ''عناق'' قربانی کے لئے کافی نہیں ہوگا۔ (رواہ البخاری والمسلم)

حاکم نے صحیح سند کے ساتھ اور ابو عمر بن عبدالبر نے ''الاستیعاب'' میں قیس بن نعمان کی روایت نقل کی ہے۔ قیس بن نعمان فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیقؓ خفیہ طور پر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے ارادہ سے جا رہے تھے تو ان کا گزر ایک غلام پر ہوا جو بکریاں چرا رہا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام سے دودھ مانگا۔ پس اس غلام نے کہا کہ میرے پاس دودھ دینے والی کوئی بھی بکری نہیں سوائے ایک عناق (بکری کا مادہ بچہ) کے جو موسم سرما کے آغاز میں بلا حمل دودھ دیتی

تھی لیکن اب وہ بھی دودھ سے خالی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ''عناق'' کو میرے پاس لاؤ۔ پس وہ غلام ''عناق'' کو لایا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''عناق'' کے پاؤں باندھ کر اس کے تھنوں کو سہلایا۔ یہاں تک کہ ''عناق'' کے تھنوں میں دودھ اتر آیا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ایک پیالہ نما پتھر لائے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیالہ نما پتھر میں دودھ دوہا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو (دودھ) پلایا۔ پھر مزید دودھ دوہا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دودھ چرواہے کو پلایا۔ پھر مزید دودھ دوہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دودھ نوش فرمایا۔ پس چرواہے نے کہا: سچ بتلائیے آپ کون ہیں؟ پس اللہ کی قسم میں نے آپ کی مثل کسی کو نہیں دیکھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم کسی کو میرے متعلق نہ بتاؤ تو میں تمہیں اپنا نام بتا سکتا ہوں۔ چرواہے نے کہا کہ ہاں میں کسی کو آپ کے متعلق نہیں بتاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں محمد ''اللہ کا رسول'' ہوں۔ چرواہے نے کہا آپ ہی ہیں وہ جن کے متعلق قریش کا خیال ہے کہ بے شک آپ صابی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریش اسی طرح کہتے ہیں۔ چرواہے نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچا دین لے کر آئے ہیں اور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج کے دن تم میرے ساتھ جانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ پس جب تمہیں یہ خبر پہنچے کہ میرا غلبہ ہو گیا ہے تو پھر تم ہماری طرف چلے آنا۔

خاتمہ حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی تھا جسے مرثد بن ابی مرثد کہا جاتا تھا۔ وہ قیدیوں کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ لے جاتا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ایک فاحشہ عورت رہتی تھی جسے ''عناق'' کہا جاتا تھا اور یہ عورت مرثد کی دوست تھی۔ مرثد نے ایک قیدی سے وعدہ کیا تھا کہ میں تجھے آ کر لے جاؤں گا۔ مرثد کہتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ آیا اور چاندنی رات میں مکہ مکرمہ کی ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھ گیا۔ مرثد کہتے ہیں کہ ''عناق'' نامی فاحشہ عورت آئی۔ پس اس نے دیوار کی ایک جانب سے میرا سایہ دیکھا۔ پس جب وہ میرے قریب پہنچی تو اس نے کہا مرثد ہو؟ میں نے جواب دیا ہاں مرثد ہی ہوں۔ اس عورت نے کہا ''خوش آمدید'' تم آج کی رات ہمارے پاس گزارنا۔ پس میں نے کہا ''اے عناق''، تحقیق اللہ تعالیٰ نے زنا کو حرام قرار دیا ہے۔ اس عورت نے کہا اے خیمہ والو! یہ آدمی تمہارے قیدی چرا کر لے جاتا ہے۔ مرثد کہتے ہیں پس میری طرف آٹھ آدمی مجھے پکڑنے کے لئے دوڑے تو میں ایک اجنبی راستے کی طرف بھاگنے لگا۔ یہاں تک کہ میں ایک غار میں پہنچ گیا۔ پس مجھے پکڑنے والے بھی غار کی طرف آئے یہاں تک کہ میرے سر کے اوپر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے پیشاب کیا جو میرے سر پر گرا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو اندھا کر دیا اور وہ مجھے نہ دیکھ سکے۔ پس وہ واپس لوٹ گئے اور میں اپنے (قیدی) ساتھی کی طرف (مکہ مکرمہ) گیا۔ پس میں نے اسے اٹھایا اس حال میں کہ وہ بہت بھاری (آدمی) تھا یہاں تک کہ میں اسے باہر لے آیا۔ پس میں نے اس کی بیڑیاں کھول دیں اور اسے اپنے ہمراہ لایا۔ یہاں تک کہ ہم دونوں مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ پس میں نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا۔ پس میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں ''عناق'' سے نکاح کر سکتا ہوں؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

"اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً وَالزَّانِیَۃُ لَا یَنْکِحُھَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ" (زانی نکاح نہ کرے مگر زانیہ کے ساتھ یا مشرکہ کے ساتھ اور زانیہ کے ساتھ نکاح نہ کرے مگر زانی یا مشرک۔ سورۃ النور: آیت-۳)

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے مرثد "زانی نکاح نہ کرے مگر زانیہ کے ساتھ یا مشرکہ کے ساتھ۔ اور زانیہ کے ساتھ نکاح نہ کرے مگر زانی یا مشرک اور یہ حرام کردیا گیا ہے اہل ایمان پر" پس تم اس سے (یعنی عناق سے) نکاح نہ کرو۔

خطابی نے کہا ہے کہ یہ حکم اس عورت کے لئے خاص ہے جو کافرہ ہو۔ پس رہی مسلمان زانیہ تو اس کے ساتھ نکاح کرنا صحیح ہے اور اگر کسی نے مسلمان زانیہ سے نکاح کرلیا تو نکاح فسخ نہیں ہوگا۔

امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ بے شک زانی کا ارادہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوتا مگر یہ کہ وہ زانیہ سے نکاح کرے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ یہ آیت "وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ" (اور تم اپنے نوجوانوں کا نکاح کردو) سے منسوخ ہے۔ نیز "الایامی" (نوجوانوں) سے مراد "أیامی المسلمین" (مسلمان نوجوان) ہیں۔

العنبر

"العنبر" اس سے مراد سمندری بڑی مچھلی ہے جس کی جلد سے ڈھالیں بنائی جاتی ہیں اور ان ڈھالوں کو بھی "عنبر" کہا جاتا ہے۔ تحقیق "باب الباء الموحدۃ" میں اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ابوعبیدہ کی قیادت میں قریش (کے قافلہ) سے تعرض کرنے کے لئے بھیجا اور ہمیں ایک بوری بطور زادِ راہ دی جس میں کھجوریں تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہمیں بطور زادِ راہ دینے کے لئے اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ پس ابوعبیدہؓ ہمیں کھانے کے لئے صرف ایک کھجور فی کس دیتے تھے۔ راوی کہتے ہیں۔ پس میں نے کہا (حضرت جابرؓ سے) کہ آپ (ایک کھجور کو) کیا کرتے تھے۔ حضرت جابرؓ نے فرمایا ہم اس ایک کھجور کو چوستے تھے جیسے بچہ چوستا ہے پھر ہم اوپر سے پانی پیتے تھے۔ پس یہ (کھجوریں) ہمارے لئے کافی ہوگئیں۔ نیز ہم (بھوک کی شدت کی بناء پر) اپنی لاٹھیوں سے درختوں کے پتے جھاڑتے۔ پھر انہیں پانی میں بھگو کر کھالیتے۔ پس جب ہم ساحل سمندر پر پہنچے تو ہم نے سمندر کے کنارے پر کوئی چیز ایک اونچے ٹیلے کی مانند پڑی ہوئی دیکھی۔ پس ہم نے اس کی طرف دیکھا تو ہمیں معلوم ہوا کہ وہ ایک چوپایہ ہے جسے "عنبر" کہا جاتا ہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا یہ مردار ہے۔ پھر فرمایا نہیں بلکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد ہیں اور اللہ کے راستے میں جہاد کررہے ہیں اور تحقیق تم لوگ بھوک سے بے چین ہو۔ پس تم اس کو کھاؤ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک ماہ تک اس جگہ مقیم رہے اور ہماری تعداد تین سو تھی۔ یہاں تک کہ ہم اس مچھلی سے غذا حاصل کرتے رہے اور ہم مچھلی کا گوشت کھانے کی وجہ سے طاقتور ہوگئے اور اگر ہمیں یہ مچھلی نہ ملتی تو ہم میں ہرگز قوت و تازگی نہ آتی۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے اس مچھلی کو دیکھا تو اس کی آنکھ کا حلقہ اس قدر بڑا تھا کہ اس کے اندر تیرہ آدمی بافراغت بیٹھ گئے تھے اور اس کی ایک پسلی اتنی بڑی تھی کہ جب اس کو کھڑا کیا گیا تو اس کے نیچے سے ایک قد آور اونٹ معہ سواریوں

کے نکل جاتا تھا۔ راوی کہتے ہیں ہم نے اس مچھلی کا گوشت کھایا اور جب ہم مدینہ واپس آئے تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس مچھلی کا تذکرہ کیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے نکالا تھا۔ پس کیا تمہارے پاس اس مچھلی کے گوشت میں سے (بچا ہوا) گوشت ہے کہ ہم اس کو کھائیں۔ راوی کہتے ہیں پس ہم نے رسول اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (عنبر) مچھلی کا گوشت پیش کیا۔ پس آپ ﷺ نے (عنبر نامی) مچھلی کا گوشت تناول فرمایا۔ (رواہ البخاری)

سریہ ابی عبیدہ کو ''سریۃ الخبط'' بھی کہا جاتا ہے اور یہ رجب ۸ ھ کو پیش آیا اور حضرت عمر بن خطابؓ اور قیس بن سعدؓ بھی حضرت ابوعبیدہؓ کے ہمراہ تھے۔

عنبر کہاں سے حاصل ہوتا ہے عنبر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ سمندر کے جھاگ سے حاصل ہوتا ہے۔ جس کو بعض جانور اس کی چکناہٹ کی وجہ سے کھا لیتے ہیں اور پھر اس کو اپنے پیٹ سے خارج کر دیتے ہیں۔ پس وہ ایک بڑے پتھر کی صورت میں پانی کی سطح پر تیرتا رہتا ہے اور سمندر کی لہریں اس کو ساحل سمندر تک پہنچا دیتی ہیں۔ عنبر دل اور دماغ کو طاقتور بناتا ہے اور اس کا استعمال فالج' لقوہ اور غلیظ بلغم کیلئے نافع ہے۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ عنبر سمندر سے نکلتا ہے۔ سب سے عمدہ عنبر اشہب ہوتا ہے۔ پھر ازرق (نیلگوں) پھر ''اصفر'' (زرد رنگ کا) اور پھر ''اسود'' (سیاہ رنگ کا) عنبر عمدہ ہوتا ہے۔ ابن سیدہ کہتے ہیں کہ عنبر مچھلیوں کے پیٹ میں پایا جاتا ہے جو اس کو کھا کر مر جاتی ہیں۔ بعض تاجروں کا خیال ہے کہ عنبر دریا سے انسانی کھوپڑیوں کی شکل میں برآمد ہوتا ہے۔ اس کے بڑے ٹکڑے کا وزن ایک مثقال ہوتا ہے۔ مچھلیاں اس کو کھا جاتی ہیں اور پھر ان کی موت واقع ہو جاتی ہے جو جانور ''عنبر'' کو کھاتا ہے۔ اہل عرب اس جانور کو ''العنبر'' کے نام سے پکارتے ہیں۔

الحکم الماوردی اور الرویانی نے ''کتاب الزکاۃ'' میں لکھا ہے کہ ''العنبر'' اور ''المسک'' میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا ہے کہ ''العنبر'' میں خمس واجب ہے۔

امام شافعیؒ نے امام ابو یوسفؒ کے اس قول پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ عنبر سمندر سے حاصل ہوتا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ''العنبر'' معدنیات میں سے نہیں ہے کہ اس پر خمس واجب ہو۔ امام شافعیؒ سے مروی ہے کہ ''العنبر'' میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''العنبر'' (مال) غنیمت نہیں ہے۔ (الحدیث) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان وجوب زکوٰۃ کی نفی کرتا ہے۔ الماوردی' الرویانی اور اکثر فقہاء نے فرمایا ہے کہ ''العنبر'' (سمندری بڑی مچھلی) طاہر ہے۔ الماوردی اور الرویانی نے کہا ہے کہ ''العنبر'' میں بیع سلم جائز ہے۔ بشرطیکہ اس کی اقسام کی وضاحت کی جائے کہ اشہب ہے یا ابیض ہے یا اخضر ہے یا اسود ہے۔ نیز اس کے وزن کی بھی وضاحت کی جائے۔ اہل علم نے کہا ہے کہ ''العنبر'' ایک قسم کا پھل ہے اور پھلوں میں سے کوئی بھی پھل حرام نہیں ہوتا۔ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ ''العنبر'' کی خرید و فروخت جائز ہے۔ امام شافعیؒ ہی نے فرمایا ہے کہ ایک آدمی نے مجھے خبر دی کہ ایک مرتبہ اس نے بحری سفر کیا۔ پس بادِ مخالف کی بناء پر ہماری کشتی ایک جزیرہ میں پہنچ گئی۔ پس ہم نے وہاں چند درخت دیکھے جو بکریوں کی گردن کے مشابہ تھے۔ پس ان کے پھل بھی آ رہے تھے۔ پس ہم نے ان کو چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ وہ بڑے ہو جائیں۔ پھر اس کے بعد تیز ہوا چلنے لگی۔ پس وہ پھل سمندر میں گر گئے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مچھلی اور سمندری جانور ان پھلوں کو نگل جاتے ہیں اور پھلوں کی گرمی کی وجہ سے مچھلیوں اور دیگر سمندری جانوروں کی موت

واقع ہو جاتی ہے۔ پس جب شکاری مچھلی کو پکڑ لیتا ہے تو اس کے پیٹ میں "عنبر" پاتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ "عنبر" اسی مچھلی کے پیٹ میں پایا جاتا ہے حالانکہ وہ ایک درخت کا پھل ہے۔

عنبر کے طبی خواص مختار بن عبدون نے کہا ہے کہ "العنبر" گرم خشک ہوتا ہے۔ اس کی سب سے عمدہ قسم وہ ہے جسے "الاشہب" کہا جاتا ہے۔ "الاشہب" میں چکنائی بہت کم ہوتی ہے۔ "العنبر" دماغ اور دل کو تقویت دیتا ہے اور فالج ولقوہ اور غلیظ بلغم کے لئے نفع بخش ہے۔ "العنبر" کا استعمال انسان میں شجاعت پیدا کرتا ہے لیکن بواسیر کے مرض میں مبتلا افراد کے لئے "العنبر" کا استعمال نقصان دہ ہے۔ اس کی مضرت کافور اور کھیرا سونگھنے سے دور ہو جاتی ہے۔ سرد مزاج والے افراد اور بوڑھوں کے لئے "العنبر" بے حد مفید ہے۔ موسم سرما میں "العنبر" کا استعمال بے حد نفع بخش ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ "العنبر" کسی جانور کا گوبر ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سمندر کی جھاگ ہے۔ اس کی سب سے عمدہ قسم وہ ہے جسے "الاشہب" کہا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

العندلیب

"العندلیب" اس سے مراد بلبل ہے۔ بلبل کی آواز میں اعتدال ہوتا ہے اس لئے اس کو "العندلیب" کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع "العنادل" آتی ہے۔ ابو سعید المؤید بن محمد اندلسی نے کہا ہے کہ ؂

وطنبور مليح الشكل يحكى   بنغمة الفصيحة عند ليبا

"اور "طنبور" جو دیکھنے میں خوش شکل ہے لیکن بجنے میں اس کا فصیح نغمہ بلبل کے نغمہ کی طرح ہے۔"

روى لما ذوى نغما فصاحا   حواها فی تقلبه قضيبا

"جب وہ خوش آوازی کے ساتھ بجتا ہے تو وہ گانے والی کی آواز کو دہراتا ہے اور وہ آواز لکڑیوں کو اوپر نیچے کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔"

كذا من عاشر العلماء طفلا   يكون اذا نشأ شَيْخًا اَدِيْبًا

"اسی طرح وہ آدمی جو بچپن سے اہل علم کی صحبت اختیار کرتا ہے تو وہ بڑھاپے کی عمر میں علماء جیسا (مؤدب) ہو جاتا ہے۔"

یہ عمدہ اشعار بھی ابو سعید ہی کے ہیں ؂

احب العذول لتكراره   حديث الحبيب على مسمعى

"میں ملامت گر سے اس لئے محبت کرتا ہوں کہ وہ میرے کانوں کو میرے محبوب کا ذکر سناتا رہتا ہے۔"

وأهوى الرقيب لأن الرقيب   يكون اذا كان حبى معى

"اور میں رقیب سے بھی محبت رکھتا ہوں اس لئے کہ وہ اس وقت رقیب بنتا ہے جب میرا محبوب میرے پاس ہوتا ہے۔"

ابو سعید المؤید کا انتقال ۵۵۷ء میں ہوا۔

بلبل کا شرعی حکم بلبل کا کھانا حلال ہے کیونکہ یہ طیبات میں سے ہے۔

تعبیر بلبل کو خواب میں دیکھنا ذہین بچے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

العندل

''العندل ''اس سے مراد بڑے سر والا اونٹ ہے۔اس میں مذکر ومونث یکساں ہوتے ہیں۔

العنز

''العنز ''اس سے مراد بکری ہے۔اس کی جمع ''اعنز'' اور ''عنوز'' آتی ہے۔

حدیث شریف میں ''العنز'' کا تذکرہ امام بخاریؒ اور امام ابوداؤدؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چالیس خصلتیں ہیں جن میں سے سب سے اعلیٰ یہ ہے کہ آدمی (اپنی) بکری کسی کو دودھ پینے کے لئے دے اور جو شخص بھی ان خصلتوں میں سے کسی خصلت پر عمل کرے گا اور اس پر ثواب کا امیدوار ہوگا اور جو کچھ اس کے متعلق وعدہ کیا گیا ہے اس کی تصدیق کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

حسان بن عطیہ جنہوں نے ابی کبشہ سے احادیث روایت کی ہیں۔فرماتے ہیں کہ ہم نے ان (چالیس خصلتوں) کوشمار کیا تو ہم نے ''منیحۃ المعز'' کے علاوہ ان کوشمار کیا۔(وہ خصلتیں یہ ہیں) سلام کا جواب دینا' چھینک کا جواب دینا' راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا وغیرہ۔حسان بن عطیہ فرماتے ہیں کہ ہم باوجود استطاعت کے صرف پندرہ خصلتیں ہی شمار کر سکے۔ابن بطال نے فرمایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (منیحۃ المعز کے علاوہ) بقیہ (انتالیس) خصلتوں کا حدیث میں ذکر نہیں فرمایا حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق جانتے تھے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شاید اس لئے ان کا تذکرہ نہیں فرمایا کہ اگر ان خصائل کی توضیح کر دی جاتی تو دیگر معروف خصائل جن کی تعداد بے شمار ہے اور جن کی تعمیل کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید بھی فرمائی ہے (ان کے متعلق) لوگوں کے دلوں میں بے رغبتی پیدا ہو جاتی۔ابن بطال فرماتے ہیں کہ ہمارے دور کے علماء نے ان خصائل کو احادیث میں تلاش کیا تو ان کی تعداد چالیس سے زیادہ پائی۔تحقیق ''صاحب الترغیب والترہیب'' نے ''باب قضاء حوائج المسلمین'' میں امیر المومنین حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کے لئے اس کے مسلمان بھائی پر تیس حق ہیں جن سے وہ بری نہیں ہوسکتا۔اِلَّا یہ کہ وہ حقوق ادا کر دیئے جائیں یا معاف کر دیئے جائیں۔(وہ حقوق یہ ہیں) اپنے مسلمان بھائی کی لغزشوں کو معاف کرنا' اشکباری پر رحم کرنا' اس کی شرمگاہ کو ڈھانپنا یعنی ننگے کو کپڑا وغیرہ دینا' اس کی معذرت قبول کرنا' اس کی غیبت کی تردید کرنا' ہمیشہ اس کی خیر خواہی کرنا' اس کی دوستی کی حفاظت کرنا' اس کی ذمہ داری کی رعایت کرنا' اس کی بیماری میں عیادت کرنا' میت میں شرکت کرنا' اس کی دعوت قبول کرنا' اس کا ہدیہ قبول کرنا' اس کے سلوک کا بدلہ دینا' اس کی طرف سے ملنے والی نعمت پر اس کا شکریہ ادا کرنا' اچھی طرح اس کی مدد کرنا' عورت کی حفاظت کرنا' اس کی حاجت پوری کرنا' سوال کے وقت سفارش کرنا' سفارش قبول کرنا' اس کے مقصد کو ناکام نہ کرنا' اس کی چھینک کا جواب دینا' اس کی گمشدہ چیز کو تلاش کرنا' سلام کا جواب دینا' اس کے کلام سے خوش ہونا' اس کے انعام میں اضافہ کرنا' اس کی قسموں کی تصدیق کرنا' اس کی مدد کرنا' ظالم ہو یا مظلوم ہو' اگر وہ ظالم ہے تو اس کو ظلم سے باز رکھنا (اس کی مدد کرنا

ہے) اور اگر وہ مظلوم ہے تو اس کا حق دلانے میں جدوجہد کرنا (اس کی مدد کرنا ہے)' اس سے دوستی کرنا دشمنی سے اجتناب کرنا' دھوکہ نہ دینا' اس کے لئے بھی وہی چیز پسند کرنا جو اپنے لئے پسند ہو اور اس کے لئے وہی چیز ناپسند کرنا جو اپنے لئے ناپسندیدہ ہو۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر تم میں سے کسی ایک نے بھی اپنے بھائی کے ان حقوق میں سے ایک حق بھی ادا نہ کیا تو قیامت کے دن اس کا مطالبہ ہوگا۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا بے شک تم میں سے کسی ایک نے بھی اپنے بھائی کے حقوق میں سے صرف چھینک کا جواب نہ دیا تو قیامت کے دن اس کی بھی باز پرس ہوگی۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ وہ خصائل ہیں جن کو حسان بن عطیہ نے شمار لیا تو ان کی تعداد چالیس سے بھی زیادہ پائی۔

فائدہ ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبری نے ''کتاب 'لدعوات''' میں سوید بن غفلہ کی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ فاقہ میں مبتلا ہوگئے۔ پس آپ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ اگر آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتیں (تو اچھا تھا) پس حضرت فاطمہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تشریف لے گئیں تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام ایمنؓ کے یہاں تشریف فرما تھے۔ پس حضرت فاطمہؓ نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ایمنؓ سے فرمایا کہ بے شک یہ (دروازہ پر) دستک تو فاطمہؓ کی معلوم ہوتی ہے اور تحقیق وہ ہمارے پاس ایسے وقت میں آئی ہے کہ ان کی عادت اس وقت آنے کی نہیں تھی' پس تم کھڑی ہو جاؤ اور اس کے لئے (یعنی فاطمہؓ کے لئے) دروازہ کھول دو۔ راوی کہتے ہیں پس حضرت ام ایمنؓ کھڑی ہوئیں اور انہوں نے حضرت فاطمہؓ کے لئے دروازہ کھول دیا۔ پس جب حضرت فاطمہؓ (گھر میں) داخل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہؓ تحقیق تو ہمارے پاس ایسے وقت میں آئی ہے کہ اس وقت تمہارے آنے کی عادت نہیں تھی۔ پس حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ جو فرشتے ہیں ان کا طعام (یعنی غذا وغیرہ) اللہ تعالیٰ کی تسبیح' تحمید وتقدیس ہے۔ پس ہمارا طعام (یعنی غذا) کیا ہے؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق (یعنی سچے دین) کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ آلِ محمدؐ (یعنی ازواج مطہرات) کے ہاں (یعنی گھروں میں) تیس دنوں میں آگ نہیں جلی اور تحقیق ہمارے پاس کچھ ''عنز'' (یعنی بکریاں) آئی ہیں۔ پس اگر تم چاہو تو میں تمہیں پانچ بکریاں دینے کا حکم دوں اور اگر تم چاہو تو میں تمہیں پانچ کلمات سکھا دوں جو ابھی جبرائیل امین نے مجھے سکھائے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وہ پانچ کلمات سکھا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کہا کرو (یعنی پڑھا کرو) **''یَا اَوَّلَ الْاَوَّلِیْنَ وَیَا آخِرَ الْاٰخِرِیْنَ وَیَاذَا الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنِ وَیَارَاحِمَ الْمَسَاکِیْنَ وَیَاأَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ''**

راوی کہتے ہیں۔ پس حضرت فاطمہؓ اپنے گھر تشریف لے آئیں اور حضرت علیؓ سے کہا کہ میں آپ کے پاس سے دنیا کی طلب میں گئی تھی لیکن میں آپ کے پاس آخرت (لے کر) واپس آئی ہوں اور حضرت فاطمہؓ نے سارا واقعہ سنایا۔ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ یہ دن آپ کے لئے تمام دنوں سے افضل ہے۔

حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی کی کتاب ''صفوۃ التصوف'' میں روایت مرقوم ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جابرؓ یہ گیارہ بکریاں جو گھر میں ہیں تمہیں زیادہ پسندیدہ ہیں یا وہ

کلمات جو مجھے جبرائیل علیہ السلام نے ابھی سکھائے ہیں جن میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی جمع (کردی گئی) ہے۔ پس حضرت جابرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ کی قسم! میں ان کلمات کا محتاج ہوں اور یہ کلمات مجھے بے حد محبوب ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کہو (یعنی تم پڑھو) "اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ البر خَلَّاقَ عَلِیْمٌ" اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ غَفُوْرٌ" حَلِیْمٌ" اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَوَّابٌ" رَحِیْمٌ" اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ الْجَوَّادُ الْکَرِیْمُ اغْفِرْلِی وَارْحَمْنِی وَاجْبُرْنِی وَوَفِّقْنِی وَارْزُقْنِی وَاھْدِنِی وَنَجِّنِی وَعَافِنِی وَاسْتُرْنِی وَلَا تَضِلَّنِی وَأَدْخِلْنِی الْجَنَّۃَ بِرَحْمَتِکَ أَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ"

حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار ان کلمات کو پڑھتے تھے یہاں تک کہ میں نے ان کلمات کو حفظ کرلیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان کلمات کو سیکھ لو اور ان کی تعلیم دوسروں کو بھی دینا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جابر تم ان کلمات کو حفاظت سے اپنے پاس رکھنا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کلمات کو حفاظت کے ساتھ اپنے پاس رکھا۔

تفسیر قشیری وغیرہ میں مذکور ہے کہ بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور اس کی ماں (یعنی اسماعیل علیہ السلام کی ماں) کو لے کر مکہ مکرمہ تشریف لے جارہے تھے تو آپ کا گزر قوم "عمالیق" پر ہوا۔ پس عمالیق کی قوم نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دس بکریاں بطور ہبہ دیں۔ پس مکہ مکرمہ کی تمام بکریاں انہی (دس) بکریوں کی نسل سے ہیں۔ نیز یہ مثال بھی پہلے گزر چکی ہے کہ مکہ مکرمہ کے حرم شریف کے تمام کبوتر اس کبوتر کے جوڑے کی نسل سے ہیں جنہوں نے (ہجرت مدینہ کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی غرض سے) غار ثور پر انڈے دیئے تھے۔

فائدہ | نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں دو بکریاں سینگ نہیں ماریں گی۔ اس قول کا سبب یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک عورت تھی جس کو عصماء بنت مروان کہا جاتا تھا۔ اس کا تعلق بنی امیہ سے تھا۔ یہ عورت لوگوں (یعنی مشرکین) کو مسلمانوں کے خلاف اکساتی اور انہیں (یعنی مسلمانوں کو) اذیت پہنچاتی تھی اور (مسلمانوں کی ہجو میں) اشعار کہتی تھی۔ پس عمیر بن عدیؓ نے (اللہ کے لئے) نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدر سے صحیح و سالم واپس لوٹا دیا تو میں اس (یعنی عصماء) کو قتل کردوں گا۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر سے کامیابی کے ساتھ واپس تشریف لائے تو حضرت عمیرؓ نے آدھی رات کے وقت اس عورت پر حملہ کیا اور اس کو قتل کردیا۔ پھر اس کے بعد حضرت عمیرؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لئے (مدینہ منورہ تشریف لے) گئے اور ان کے پیچھے صبح کی نماز ادا کی۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز سے فارغ ہوکر) کھڑے ہوئے تاکہ وہ اپنی نشست گاہ کی طرف تشریف لے جائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمیر بن عدیؓ سے فرمایا کیا تو نے عصماء کو قتل کردیا ہے۔ حضرت عمیرؓ نے عرض کیا جی ہاں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا عصماء کے قتل میں تمہیں کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لَا یَنْتَطِحُ فِیْھَا عَنْزَانِ" (اس مکہ مکرمہ میں دو بکریاں سینگ نہیں ماریں گی) یعنی عصماء کے بعد اب مکہ مکرمہ میں کوئی ایسی عورت نہیں ہوگی جو مسلمانوں کو تکلیف پہنچائے۔

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ کلام آپ ہی کا خاصہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کسی نے ایسا کلام نہیں کیا اور یہ کلام

موجز و بدیع اور منفرد ہے کوئی بھی کلام اس کا مقابل نہیں ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات اور بھی ہیں (جو بطور ضرب المثل مستعمل ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے۔ "حمی الوطیس" (تنور گرم ہوگیا) یعنی لڑائی میں شدت آ گئی۔ "ومات حتف انفه" (اور وہ ناک کی راہ دم نکل کر مر گیا) یہ ضرب المثل اس وقت استعمال کی جاتی ہے جب کوئی شخص میدان جنگ کی بجائے بستر پر مرے۔ "ولا یلدغ المؤمن من جحر مرتین" (اور نہیں ڈسا جاتا مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ) یعنی مومن ایک مرتبہ دھوکہ کھا کر دوبارہ دھوکہ نہیں کھاتا۔ "وَیَاخَیۡلُ اللہِ ارۡکَبِی" (اور اے اللہ کے سوار، سوار ہوجا) "وَالۡوَلَدُ لِلۡفَرَاشِ" (بچہ صاحب فراش کیلئے ہے) یعنی جس (شوہر) کے بستر پر بچہ پیدا ہوا ہے وہ اسی کی طرف منسوب ہوگا۔ "وَلِلۡعَاھِرالحجر" (زانی کیلئے پتھر ہیں) یعنی زانیہ عورت کو (یا مرد کو) سنگسار کیا جائے گا۔ "اَلۡحَرۡبُ خدعة" (جنگ کی حالت میں دشمن کو دھوکہ دینا جائز ہے) (ان کے علاوہ اور بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں جو بطور ضرب المثل مستعمل ہیں لیکن طوالت کے باعث ان کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ مترجم)

"العنز" کا شرعی حکم بکری کا گوشت حلال ہے اور اگر کوئی محرم آدمی اس کو حالت احرام میں قتل کردے تو اسے اس کے فدیہ میں ہرن کا بچہ دینا ہوگا۔ عنقریب انشاء اللہ "باب الغین" میں "الغزال" ہرن کے بچے کی تفصیل بیان ہوگی۔

خواص بکری کے پتہ میں نوشادر ملا کر اگر کسی ایسی جگہ پر ملا جائے جہاں کے بال اکھاڑنے مقصود ہوں تو دوبارہ اس جگہ بال نہیں اگیں گے۔ ارسطو نے کہا ہے کہ بکری کا پتہ گندنا میں ملا کر جسم کے کسی ایسے حصہ پر ملا جائے جہاں کے بال اکھاڑنے مقصود ہوں تو وہاں دوبارہ بال نہیں اگیں گے۔ اگر بکری کی پنڈلی کو دھولیا جائے اور اس کا پانی کسی ایسے شخص کو پلا دیا جائے جو "سلس البول" کے مرض میں مبتلا ہو تو وہ شفایاب ہوجائے گا۔ اگر بکری کے دودھ سے کسی کاغذ پر لکھا جائے تو کتابت ظاہر نہیں ہوگی اور اگر اس کاغذ پر راکھ چھڑک دی جائے تو کاغذ کی کتابت ظاہر ہوجائے گی۔ ہرمس نے کہا ہے کہ اگر بکری کا دماغ اور بجو کا خون ایک ایک دانق اور دوحبہ کافور لے کر تینوں کو گوندھ لیا جائے اور گوندھتے وقت کسی کا نام لے لیا جائے تو پھر اس شخص کو یہ کھلا دیا جائے جس کا نام گوندھتے وقت لیا گیا تھا تو اس شخص کے اندر محبت اور روحانیت پیدا ہوجائے گی۔ اگر بکری کا پتہ اور اس کا خون ایک ایک دانق اور سیاہ بلی کا دماغ نصف دانق لے کر ان سب کو کسی شخص کو کھلا دیا جائے تو اس کی قوت جماع ساقط ہوجائے گی اور وہ شخص اپنی عورت کے پاس نہیں جاسکتا یہاں تک کہ اس کا اتار نہ کرلیا جائے۔ اس کا اتار اس طرح ہوسکتا ہے کہ اس آدمی کو ہرنی کی اوجھڑی بکری کے دودھ میں پکا کر گرم گرم پلا دی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

العنظب

"العنظب" اس سے مراد نر ٹڈی ہے۔ کسائی نے کہا ہے کہ نر ٹڈی کے لئے "العنظب والعنظاب والعنظوب" کے الفاظ مستعمل ہیں اور مونث کے لئے عنظوبة کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ نیز اس کی جمع عناظب آتی ہے۔

العنظوانة

''العنظوانة''اس سے مراد مونث ٹڈی ہے۔اس کی جمع ''عنظوانات'' آتی ہے۔تحقیق اس کا تفصیلی تذکرہ ''الجراد'' (ٹڈی) کے عنوان سے ''باب الجیم'' میں گزر چکا ہے۔

عنقاء مغرب ومغربة

''عنقاء مغرب ومغربة''بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ ایک عجیب وغریب پرندہ ہے۔ یہ پرندہ انڈا دیتا ہے اور اس کے انڈے کی جسامت دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے گویا کہ ایک پہاڑ ہے۔اس پرندے کی پرواز بہت دور دراز تک ہوتی ہے۔کہا جاتا ہے کہ اس پرندے کا یہ نام ''یعنی عنقاء مغرب ومغربة'' اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس کی گردن میں طوق کی طرح سفیدی ہوتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ پرندہ سورج کے غروب ہونے کے مواقع پر ہوتا ہے(اس لئے اس کا نام عنقاء مغرب ومغربۃ پڑ گیا) قزوینیؒ نے کہا ہے کہ یہ جسامت کے لحاظ سے سب سے بڑا پرندہ ہے اور باعتبار خلقت بھی یہ پرندوں میں سے سب سے بڑا ہوتا ہے۔یہ پرندہ اپنے پنجوں کی مدد سے ہاتھی کو اس طرح اٹھالیتا ہے جیسے چیل چوہے کو اپنے پنجوں سے اٹھالیتی ہے۔دور قدیم میں یہ پرندہ انسانوں کے ساتھ رہتا تھا لیکن انسانوں کو اس پرندہ سے اذیت پہنچتی تھی جس کی بناء پر انسانوں کا اس کے ساتھ رہنا مشکل ہو گیا۔پس ایک مرتبہ یہ پرندہ دلہن کو مع زیور کے اٹھالیا گیا۔پس اس پرندے کے لئے اس وقت کے نبی حضرت حنظلہ علیہ السلام نے بددعا کی۔پس اللہ تعالیٰ نے اس پرندے کو بحر محیط کے کسی جزیرہ میں خط استواء پر منتقل کر دیا۔یہ ایسا جزیرہ ہے جس کی طرف کوئی انسان نہیں جاتا۔اس جزیرہ میں حیوانات جیسے ہاتھی' گینڈا' بھینسا' گائے' بیل وغیرہ بکثرت موجود ہیں۔ نیز ان کے علاوہ جملہ اقسام کے درندو پرند بھی بکثرت موجود ہیں۔عنقاء کی پرواز کے وقت اس کے پروں سے ایسی آواز نکلتی ہے جیسے بجلی گرج رہی ہو یا زور کا سیلاب بہہ رہا ہو۔یہ پرندہ ہزار سال تک زندہ رہتا ہے۔ نیز یہ پرندہ جب پانچ سو برس کا ہو جاتا ہے تو نر اپنی مادہ سے جفتی کرتا ہے۔پس جب انڈے دینے کا وقت آتا ہے تو مادہ کو بہت سخت تکلیف ہوتی ہے۔ارسطاطالیس نے ''النعوت'' میں لکھا ہے کہ ''عنقاء مغرب ومغربۃ'' کا شکار کیا جاتا ہے۔پس اس پرندہ کے پنجوں سے پانی پینے کے لئے بڑے بڑے پیالے تیار کئے جاتے ہیں۔ارسطاطالیس نے کہا ہے کہ ''عنقاء مغرب'' کے شکار کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ (شکاری لوگ) دو بیل کھڑے کرتے ہیں اور پھر ان بیلوں کے درمیان ''عجلة'' ایک قسم کی گھاس بچھا دیتے ہیں اور بیلوں پر بڑے بڑے پتھر لاد کر بیلوں کو بوجھل کر دیتے ہیں اور گھاس کے سامنے ایک گھر تیار کرتے ہیں جس میں ایک آدمی ہاتھ میں آگ لے کر چھپ جاتا ہے۔پس عنقاء (پرندہ) بیلوں پر ان کو اچکنے کے لئے اترتا ہے۔پس جب اس کے ناخن دونوں بیلوں یا ایک بیل کے جسم میں پیوست ہو جاتے ہیں تو وہ ان کو (یعنی بیلوں کو) پتھروں کے بوجھ کی وجہ سے اٹھانے پر قادر نہیں ہو پاتا اور ان سے خلاصی کی قدرت بھی نہیں رکھتا۔پس گھر میں چھپا ہوا آدمی آگ لے کر نکلتا ہے۔پس وہ اس کے (یعنی عنقاء کے) پروں کو (آگ سے) جلا دیتا ہے۔ارسطاطالیس نے کہا ہے کہ عنقاء کا پیٹ بیل کے پیٹ کی طرح ہوتا ہے اور اس کی ہڈیاں پرندوں کی

ہڈیوں کی مثل ہوتی ہیں اور یہ پرندہ تمام شکاری پرندوں سے بڑا ہوتا ہے۔ امام علامہ ابوالبقاء عکبری نے ''مقامات حریری'' کی شرح میں لکھا ہے کہ اہل رس کی سرزمین میں ایک پہاڑ تھا جسے ''مخ'' کہا جاتا تھا۔ اس پہاڑ کی بلندی (آسمان کی جانب) ایک میل تھی اور اس پر بکثرت پرندے رہتے تھے جن میں عنقاء (پرندہ) بھی شامل تھا اور یہ سب سے بڑا پرندہ ہے۔ اس پرندے کا چہرہ انسانی چہرہ کی مانند تھا اور باقی اعضاء پرندوں کی مشابہ تھے اور یہ پرندوں میں سے سب سے خوبصورت پرندہ تھا۔ یہ پرندہ اس پہاڑ پر سال میں ایک مرتبہ ہی آتا تھا۔ پس یہ پرندہ دوسرے پرندوں کو اچک لیتا تھا۔ پس یہ پرندہ بعض سالوں کے بعد بھوکا رہا کیونکہ اسے (کھانے کے لئے) پرندے نہیں مل سکے تھے (اس لئے کہ جب ''عنقاء'' کی آمد کا زمانہ آتا تھا تو پرندے پہاڑ سے منتقل ہوکر کسی جگہ چھپ جاتے تھے) پس اس سال (اپنی بھوک کو مٹانے کے لئے) ''عنقاء'' نے ایک بچہ کو اٹھالیا اور پھر دوبارہ ایک لڑکی کو اٹھا کر لے گیا۔ پس لوگوں نے اپنے نبی حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام سے اس معاملہ کی شکایت کی۔ پس حضرت حنظلہ علیہ السلام نے ''عنقاء'' کے لئے بددعا کی۔ پس ''عنقاء'' پر (آسمانی) بجلی گری۔ جس کی وجہ سے وہ جل کر ہلاک ہوگیا۔ حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام ''زمانہ فترۃ'' میں حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد علیہما الصلاۃ والسلام کے مابین نبی ہوئے ہیں۔ کسی دوسرے آدمی نے ذکر کیا ہے کہ اس پہاڑ کو (جس پر عنقاء پرندوں کے شکار کے لئے آتا تھا) ''فتخ'' کہا جاتا تھا۔ نیز ''عنقاء'' کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کی گردن لمبی تھی (اس لئے اس کو ''عنقاء'' کہا جانے لگا) چنانچہ ''عنقاء'' کی ہلاکت کے بعد ان لوگوں (یعنی اصحاب رس) نے اپنے نبی علیہ السلام کو قتل کردیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ہلاک کردیا۔ سہیلی نے اپنی کتاب ''التعریف والاعلام'' میں اللہ تعالیٰ کے اس قول ''وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَّشِيدٍ'' کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے مراد ''رس'' (کنواں) ہے۔ یہ کنواں ''عدن'' میں تھا اور ان لوگوں کی ملکیت میں تھا جو قوم ثمود (جس کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کردیا تھا) کے بقیہ افراد تھے۔ ان لوگوں کا بادشاہ عادل اور نیک سیرت تھا۔ اس کو ''علبس'' کہا جاتا تھا۔ اس کنواں سے پورا شہر اور اس کے مواشی سیراب ہوتے تھے۔ اس کنواں میں ان کے لئے بہت برکات تھیں اور بہت سے لوگ اس کنواں کی نگرانی کیا کرتے تھے۔ اس کنواں پر سنگ رخام کے بہت بڑے بڑے برتن رکھے ہوئے تھے جو حوضوں کے مشابہ تھے اور لوگ ان میں پانی بھر بھر کر اپنے گھروں کو لے جاتے تھے۔ نیز ان کے چوپائے اور وہ خود اس کنواں سے (دن اور رات) سیراب ہوتے تھے۔ اس کنواں کے علاوہ ان کے لئے پانی حاصل کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اس قوم کے بادشاہ نے طویل عمر پائی۔ پس جب (اس قوم کا بادشاہ) مرگیا تو لوگوں نے اس کی لاش پر ایک قسم کا روغن مل دیا تاکہ (لاش) گلنے سڑنے نہ پائے کیونکہ ان لوگوں کا یہ طریقہ تھا کہ جب بھی ان کی قوم کا کوئی معزز آدمی انتقال کرتا تو اس کی لاش پر ایک قسم کا روغن مل دیا جاتا تاکہ اس کی لاش گلنے سڑنے سے محفوظ رہے۔ پس بادشاہ کی موت نے انہیں غمزدہ کردیا کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ ان کی سلطنت میں فساد برپا ہوگیا ہے۔ پس وہ لوگ یہ منظر دیکھ کر رونے لگے۔ پس شیطان کو اس قوم کے گمراہ کرنے کا موقع مل گیا۔ پس شیطان بادشاہ کے جسم میں حلول کرکے کہنے لگا کہ میں مرا نہیں ہوں اور کبھی نہیں مروں گا۔ پھر کہا کہ میں تم سے غائب ہوا ہوں تاکہ میں دیکھوں کہ تم میری عدم موجودگی میں کیا اعمال کرتے ہو؟ پس یہ حالت دیکھ کر لوگ بہت خوش ہوئے اور قوم کے ممتاز لوگوں نے حکم دیا کہ بادشاہ اور قوم کے درمیان پردہ ڈال دیا جائے تاکہ وہ (یعنی بادشاہ) ان سے پردہ کے پیچھے سے کلام کرتا رہے۔ پس قوم کے لوگوں نے بادشاہ کا بت بنا کر پردہ کے پیچھے

رکھ دیا اور پھر اس بت سے آواز آنے لگی کہ نہ میں کھاتا ہوں اور نہ پیتا ہوں اور نہ ہی مجھے کبھی موت آئے گی اور میں ہی تمہارا معبود ہوں۔ یہ آواز شیطان کی تھی جو بادشاہ کے مردہ جسم میں حلول کئے ہوئے تھا اور بادشاہ کے لہجہ میں قوم سے کلام کرتا تھا۔ پس لوگوں کی اکثریت نے شیطان کی تصدیق کی اور بعض لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے اس پر شک کا اظہار کیا۔ پس جب کوئی بندہ مومن قوم کے لوگوں کو نصیحت کرتا کہ یہ شیطان کی کارستانی ہے لہٰذا تم اس کی تصدیق نہ کرو تو لوگ اس کو ڈانٹ ڈپٹ کر خاموش کر دیا کرتے تھے۔ پس آہستہ آہستہ اس قوم میں کفر اور بت پرستی کا آغاز ہوا۔ پس جب اس قوم کی نافرمانی اپنے عروج کو پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک نبی معبوث فرمایا جس پر (بیداری کی بجائے) خواب میں وحی نازل ہوتی تھی۔ ان کا نام حنظلہ بن صفوان علیہ السلام تھا۔

پس حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام نے قوم کو بتلایا کہ یہ صورت بت کی ہے اس میں روح نہیں ہے اور شیطان نے انہیں یعنی قوم کے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کی صورت میں ظاہر نہیں ہوتا اور یہ کہ بادشاہ (جو مر چکا ہے) تمہارے لئے جائز نہیں ہے کہ تم (مردہ بادشاہ کو) اللہ تعالیٰ کا شریک بناؤ۔ پس حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام نے ان کو وعظ و نصیحت کی اور انہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر اور اس کے انتقام سے ڈرایا لیکن قوم نے حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام کو اذیت پہنچائی اور ان کے دشمن بن گئے۔ حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام ان کو (یعنی قوم کے لوگوں کو) وعظ و نصیحت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ لوگوں نے ان کو شہید کر دیا اور ان کو کنویں میں پھینک دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس قوم سے انتقام لیا۔ وہ اس طرح کہ جب رات کو قوم کے تمام لوگ خوب کھا پی کر آرام سے سو گئے تو اللہ تعالیٰ نے کنویں کو خشک کر دیا۔ پس جب صبح کو لوگ بیدار ہوئے تو انہیں معلوم ہوا کہ کنواں خشک ہو چکا ہے۔ پس (قوم کے) مرد عورتیں، بچے، سردار، عوام اور ان کے جانور پیاس کی شدت کی بناء پر ہلاک ہو گئے اور اس کے بعد ان کی بستی درندوں کا مسکن بن گئی اور وہاں انسانوں کی بجائے شیروں، مینڈکوں اور جنات کی آوازیں آنے لگیں اور بستی کے تمام باغات خاردار جھاڑیوں میں تبدیل ہو گئے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرتے ہیں۔ سہیلیؒ فرماتے ہیں کہ اس طرح ان کا "قصر مشید" جس کو شداد بن عاد ابن ارم نے تعمیر کیا تھا، تباہ ہو گیا اور زمین سے اس کا نام و نشان بھی مٹ گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کنویں اور قصر کا تذکرہ فرما کر مکذبین کو اپنے رسول کی نافرمانی سے ڈرایا اور ان کو غیرت دلائی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرتے ہیں۔

محمد بن اسحٰق نے محمد بن کعب قرظی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والا شخص ایک حبشی غلام ہو گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بستی (یعنی شہر) والوں کی طرف اپنا ایک نبی بھیجا۔ پس بستی (شہر) والوں میں کوئی بھی اس حبشی غلام کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام پر ایمان نہیں لایا۔ پھر بستی والوں نے (اپنے) نبی پر ظلم و زیادتی شروع کر دی۔ پس بستی والوں نے اپنے پیغمبر کیلئے کنواں کھودا۔ پس اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو بستی والوں نے کنواں میں پھینک دیا اور پھر کنویں کے منہ پر ایک بھاری پتھر رکھ دیا۔ پس یہ حبشی غلام جنگل میں لکڑیاں جمع کرنے کے لئے جاتا اور پھر لکڑیاں جمع کر کے انہیں اپنے سر پر لاد کر بازار لے جاتا۔ پس وہ لکڑیوں کو فروخت کرتا اور ان کی قیمت سے کھانے پینے کا سامان خریدتا۔ پھر وہ غلام اس کنویں پر آتا۔ پس وہ پتھر ہٹا کر کھانے پینے کا سامان رسی کے ساتھ باندھ کر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو پہنچا دیتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے حبشی غلام کو پتھر اٹھانے کی قوت دی تھی۔ پھر وہ حبشی غلام پتھر کو اسی طرح رکھ دیتا جیسے پہلے رکھا ہوا تھا۔ پس یہ حبشی غلام ایسا

ہی کرتا رہا۔ جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر ایک دن وہ (یعنی حبشی غلام) جنگل کی طرف لکڑیاں لینے کیلئے گیا جیسے وہ پہلے جایا کرتا تھا۔ پس اس نے لکڑیوں کو جمع کیا اور انہیں باندھ کر فارغ ہوا۔ پس جب اس (غلام) نے لکڑیاں اٹھانے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر نیند طاری کر دی۔ پس وہ نیند کے غلبہ کی بناء پر سو گیا۔ پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ سات سال تک ایک ہی کروٹ سوتا رہا۔ جب اس نے دوسری کروٹ بدلی اور اس کروٹ پر بھی (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) سات سال تک سویا رہا۔ پھر چودہ سال کے بعد جب وہ غلام بیدار ہوا تو اس نے گمان کیا کہ وہ نہیں سویا مگر (دن کا) ایک گھنٹہ۔ پس وہ غلام بستی کی طرف آیا۔ پس اس نے لکڑیوں کو فروخت کر دیا۔ پھر اس کے بعد اس نے کھانے پینے کا سامان خریدا جیسے وہ پہلے خریدتا تھا۔ پھر وہ غلام کنویں کی طرف گیا تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کنویں میں موجود نہیں ہیں۔ پس اس حبشی غلام نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو تلاش کیا لیکن ان کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ تحقیق گزرے ہوئے چودہ سال میں بڑے بڑے واقعات رونما ہوئے اور یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ اس کی قوم اللہ کے پیغمبر پر ایمان لے آئی اور اس کی تصدیق کی۔ پس اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام نے قوم کے لوگوں سے اس حبشی غلام کے متعلق پوچھا کہ اس کا کیا ہوا؟ پس وہ لوگ کہتے کہ ہم اس کے متعلق نہیں جانتے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی روح کو قبض کر لیا اور حبشی غلام پر بھی نیند کی حالت کو ختم کر دیا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک یہ حبشی غلام سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا۔ (الحدیث) ابن خلکان نے کہا ہے کہ میں نے احمد بن عبداللہ بن احمد فرغانی کی تاریخ میں (لکھا ہوا) دیکھا ہے کہ عزیز بن نزار بن المعز صاحب مصر (یعنی بادشاہ مصر) کے چڑیا گھر میں ایسے عجیب و غریب پرندے جمع تھے جو کسی بادشاہ کے پاس نہیں تھے۔ پس ان پرندوں میں عنقاء بھی تھا۔ اس کی لمبائی ''بلشون'' (ایک پرندہ) کے برابر تھی لیکن اس کا جسم ''بلشون'' سے بڑا تھا۔ اس پرندے (یعنی عنقاء) کی ڈاڑھی بھی تھی اور اس کے سر پر ایک چھتہ تھا جس میں مختلف قسم کے رنگ تھے۔ تحقیق زمخشری کی بات گزر چکی ہے کہ ''عنقاء'' کی نسل اب منقطع (ختم) ہوگئی ہے۔ پس اب یہ پرندہ دنیا میں نہیں پایا جاتا۔

کتاب ''ربیع الابرار'' کے آخر میں ''باب الطیر'' میں مرقوم ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں ایک پرندہ پیدا کیا جس کا نام عنقاء تھا۔ اس کے ہر (دو) جانب چار چار کندھے (یعنی بازو) تھے اور اس کا چہرہ انسانی چہرہ کی طرح تھا اور اس پرندے کو اللہ تعالیٰ نے ہر چیز سے حصہ عطا فرمایا تھا۔ (یعنی اس پرندے میں ہر جاندار کی مشابہت تھی) نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میں نے دو عجیب و غریب پرندے پیدا کئے ہیں اور میں نے ان کا رزق ان جانوروں میں پیدا کیا ہے جو بیت المقدس کے آس پاس ہیں۔ پس (پرندوں کے) اس جوڑے سے ''عنقاء'' کی نسل میں اضافہ ہوا۔ پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصال ہوا تو یہ پرندے یہاں سے (یعنی بیت المقدس سے) منتقل ہو گئے۔ پس انہوں نے نجد و حجاز کو اپنا مسکن بنا لیا۔ پس یہ پرندے جنگلی جانوروں کو شکار کر کے ان کا گوشت کھاتے تھے۔ پس جب ''عنقاء'' نے ایک بچے کو اٹھا لیا تو لوگ حضرت خالد بن سنان عبسی علیہ السلام کے پاس گئے جو بنی عبس کی طرف (زمانہ فترہ میں) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی عرصہ میں نبی ہوئے ہیں۔ پس لوگوں نے ''عنقاء'' کی شکایت کی۔ پس حضرت خالد بن سنان علیہ السلام نے ''عنقاء'' کے لئے بددعا فرمائی۔ پس اس پرندے (عنقاء) کی نسل منقطع ہوگئی۔

پس اب یہ دنیا میں کہیں بھی نہیں پایا جاتا۔ ابن خیثمہ نے ''کتاب البدء'' میں حضرت خالد بن سنان' حضرت عبسی علیہ السلام اور ان کی نبوت کا تذکرہ کیا ہے۔ ابن خیثمہ نے اس بات کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ فرشتوں میں سے آگ کے خازن ''مالک'' آپ کے (یعنی حضرت خالد بن سنان علیہ السلام کے) ساتھ موکل تھے۔ نیز حضرت خالد بن سنان علیہ السلام کی نبوت کی نشانی آگ تھی جسے ''نارالحدثان'' کہا جاتا تھا۔ یہ آگ میدان سے نکلتی تھی۔ پس یہ انسانوں اور چوپایوں (یعنی مویشی وغیرہ) کو کھا جاتی (جلا دیتی) تھی اور لوگ اس آگ کو روکنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔ پس حضرت خالد بن سنان علیہ السلام نے اس آگ کو روک دیا۔ پس اس کے بعد وہ آگ دوبارہ نمودار نہیں ہوئی۔

دار قطنی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت خالد بن سنان علیہ السلام نبی تھے لیکن ان کی قوم نے ان کو ضائع کر دیا۔ (الحدیث) بہت سے اہل علم نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ حضرت خالد بن سنان علیہ السلام کی صاحبزادی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رداء مبارک ان کے لئے بچھا دی اور فرمایا ''اَھلاً بِنتِ خَیرِ نبی'' (خوش آمدید بہترین نبی کی بیٹی) یا اس کی مثل الفاظ کہے۔ الکواشی' زمخشری اور دیگر اہل علم نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان چار انبیاء گزرے ہیں۔ تین بنی اسرائیل میں اور ایک عرب میں سے اور وہ (یعنی اہل عرب سے) حضرت خالد بن سنان عبسی علیہ السلام تھے۔

بغویؒ نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے درمیان کوئی نبی نہیں آیا۔ واللہ اعلم۔ عنقاء کے متعلق شاعر نے کہا ہے کہ ؎

اَلجُودُ وَالغُولُ وَالعَنقَاءُ ثَالِثَۃٌ   اَسمَاءِ اَشیَاءِ فَلَم تُوجَد وَلَم تَکُنُ

''سخاوت' غول' بیابانی اور عنقاء یہ تین ایسی چیزوں کے نام ہیں جو نہ کبھی پائی گئیں اور نہ کبھی سنی گئیں''

عنقریب انشاء اللہ اس شعر کو ''الغول'' کے تحت نقل کیا جائے گا۔

تعبیر عنقاء کو خواب میں دیکھنا ایک ایسے عظیم آدمی کی طرف اشارہ ہے جو مبتدع ہو اور کسی کے ساتھ نہ رہتا ہو۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ عنقاء کے ساتھ گفتگو کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے خلیفہ (یعنی بادشاہ مملکت) سے رزق حاصل ہوگا یا وہ بادشاہ کا وزیر بن جائے گا جو شخص خواب میں اپنے آپ کو عنقاء پر سوار دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی عظیم آدمی پر غالب آئے گا۔ اگر کسی شخص نے خواب میں عنقاء کا شکار کیا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی وہ کسی حسین وجمیل عورت سے نکاح کرے گا۔ بعض اوقات عنقاء کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر بہادر لڑکے سے دی جاتی ہے۔ بشرطیکہ خواب دیکھنے والے کی بیوی حاملہ ہو۔ (واللہ اعلم)

العنکبوت

''العنکبوت'' اس سے مراد ایک کیڑا ہے جو جالا تنتا ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''عناکب'' کا لفظ مستعمل ہے اور مذکر کے لئے ''عنکب'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس کی کنیت ابوخیثمہ اور ابوقشعم ہے۔ اس کی مونث کے لئے ''ام قشعم'' کا لفظ مستعمل ہے۔ یہ

چھوٹی ٹانگوں والا اور بڑی آنکھوں والا کیڑا ہے۔ ایک کیڑے (یعنی مکڑی) کی آٹھ ٹانگیں اور چھ آنکھیں ہوتی ہیں۔ پس جب مکڑی، مکھی کو شکار کرنا چاہتی ہے تو زمین کے کسی حصہ میں ساکن ہو کر بیٹھ جاتی ہے اور اپنے آپ کو سکیڑ لیتی ہے۔ پھر جب مکھی اس کے قریب آتی ہے تو یہ اسے پکڑنے میں خطا نہیں کرتی۔ افلاطون نے کہا ہے کہ تمام چیزوں میں سے سب سے زیادہ حریص مکھی ہوتی ہے اور تمام چیزوں میں سے سب سے زیادہ قانع مکڑی ہوتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ قانع (یعنی مکڑی) کا رزق تمام چیزوں میں سے سب سے زیادہ حریص (یعنی مکھی) کو بنا دیا ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جو لطیف و خبیر ہے۔ مکڑی کی ایک قسم ایسی ہے جس کا رنگ سرخ ہوتا ہے اور اس کے بال زرد ہوتے ہیں۔ اس کے سر میں چار ڈنگ ہوتے ہیں۔ مکڑی کی یہ قسم جالا نہیں تنتی بلکہ زمین میں اپنا گھر بناتی ہے اور یہ اپنے گھر سے رات کے وقت نکلتی ہے جیسے دیگر حشرات الارض رات کے وقت نکلتے ہیں۔ مکڑی کی ایک قسم ''الرتیلاء'' ہے۔ تحقیق ''باب الراء'' میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ جاحظ نے کہا ہے کہ حیوان کے ان بچوں میں جو ماں کے پیٹ سے کھاتے پیتے اور تن ڈھکے نکلتے ہیں ان میں مکڑی کے بچے عجیب تر واقع ہوئے ہیں اس لئے کہ یہ بچے پیدا ہوتے ہی بغیر کسی تعلیم و تلقین کے جالا تننے لگتے ہیں۔ مکڑی کے بچے بوقت پیدائش چھوٹے چھوٹے کیڑوں کی شکل میں ہوتے ہیں اور پھر تین دن کے بعد وہ مکمل مکڑی کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ مکڑی طویل مدت تک جفتی میں مشغول رہتی ہے۔ پس جب نر اپنی مادہ سے جفتی کا ارادہ کرتا ہے تو وہ جالے کے بعض تاروں کو وسط سے اپنی طرف کھینچتا ہے۔ پس جب نر یہ عمل کرتا ہے تو مادہ بھی یہ عمل کرتی ہے۔ پس اس طرح وہ دونوں یعنی نر و مادہ ایک دوسرے کے قریب ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ نر اپنا پیٹ اپنی مادہ کے ساتھ ملا لیتا ہے۔ مکڑی کی اس قسم کو ''حکیم'' کہتے ہیں۔ اس کی حکمت میں سے (ایک بات) یہ ہے کہ وہ تار کو لمبا کرتی ہے پھر جالا تنتی ہے اور جالے کی ابتداء وسط (یعنی درمیان) سے کرتی ہے اور جالے کا گھر تیار کرنے کے بعد ایک اور گھر اس کے ساتھ شکار کو رکھنے کے لئے بطور مخزن تیار کرتی ہے۔ پس جب کوئی چیز جالے میں پھنس کر حرکت کرتی ہے تو مکڑی تیزی کے ساتھ آ کر اسے جالے میں جکڑ لیتی ہے اور جب وہ چیز (یعنی مکھی وغیرہ) کمزور ہو جاتی ہے اور مکڑی کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کے شکار پر ضعف کا غلبہ ہو گیا ہے تو وہ اسے اٹھا کر اپنے مخزن میں لے جاتی ہے۔ پس جب شکار کے جالے میں پھنسنے کے باعث جالے کا کوئی تار ٹوٹ جائے تو مکڑی اس کو صحیح کرتی ہے۔ مکڑی کا لعاب جس سے وہ جالا تنتی ہے اس کے پیٹ سے نہیں نکلتا بلکہ اس کی جلد کے خارجی حصہ سے نکلتا ہے۔ مکڑی کی وہ قسم جو جالا تنتی ہے ہمیشہ اپنا گھر مثلث نما بناتی ہے اور اس گھر کو اتنا وسیع کرتی ہے کہ وہ خود اس میں سما سکے۔

فائدہ ثعلبی، ابن عطیہ اور دیگر محدثین نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اپنے گھروں سے مکڑی کے جالے صاف کیا کرو کیونکہ ان (جالوں) کو گھروں میں چھوڑ دینا فقر لاتا ہے۔'' ابوداؤد میں یزید بن مزید سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک مکڑی شیطان ہے۔ پس تم اسے قتل کر دو۔ کامل ابن عدی میں مسلمہ بن علی خشنی کے حالات میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکڑی شیطان کی مسخ شدہ صورت ہے۔ پس تم اسے قتل کر دو۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔

ابونعیم نے اپنی کتاب ''الحلیۃ'' میں مجاہد کے حالات میں لکھا ہے کہ مجاہدؒ نے اللہ تعالیٰ کے قول ''اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُمْ

اَلْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ'' (تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں پالے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں بھی ہو) کی تفسیر میں فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں میں ایک عورت تھی اور اس کے یہاں ایک تنخواہ دار ملازم تھا۔ پس اس عورت نے ایک لڑکی جنی۔ پس اس عورت نے اپنے ملازم سے کہا کہ ہمارے لئے کہیں سے آگ لے آؤ۔ پس وہ نوکر آگ لینے کے لئے نکلا تو اس نے دروازے پر ایک آدمی کو پایا۔ پس اس آدمی نے ملازم سے کہا کہ اس عورت نے کیا جنا ہے؟ پس ملازم نے کہا کہ لڑکی۔ پس اس آدمی نے کہا کہ (یاد رکھو) یہ لڑکی نہیں مرے گی۔ یہاں تک کہ ایک سو مردوں سے زنا کروالے اور یہ اپنے نوکر سے نکاح کرے گی اور اس کی موت ایک مکڑی کے ذریعہ ہوگی۔ پس ملازم نے اپنے دل میں سوچا کہ اللہ کی قسم میں ایسی عورت سے نکاح نہیں کرنا چاہتا جو سو مردوں سے زنا کرا چکی ہو۔ میں ضرور اس کو قتل کردوں گا۔ پس نوکر نے ایک چھری لی اور گھر میں داخل ہوا۔ پس اس نے (یعنی نوکر نے) لڑکی کا پیٹ چاک کردیا اور وہاں سے بھاگ گیا اور ساحل پر پہنچ کر ایک جہاز میں سوار ہوگیا۔ پس لڑکی کے زخم کاری نہیں لگا تھا۔ پس اس کا علاج کروایا گیا تو لڑکی شفایاب ہوگئی۔ پس جب لڑکی جوان ہوگئی تو وہ اپنے دور کی حسین و جمیل عورتوں میں شمار ہونے لگی۔ پھر اس کے بعد لڑکی نے بغاوت (یعنی زنا) کا راستہ اختیار کرلیا اور ساحل سمندر کے قریب سکونت اختیار کرلی اور زنا میں مصروف رہی۔ نیز ملازم بھی اپنے کام میں مصروف رہا جب تک اللہ نے چاہا۔ پھر ایک مدت کے بعد وہ ساحل پر (جہاز سے) اترا اور اس کے پاس بہت زیادہ مال بھی تھا۔ پس اس نے اہل ساحل کی ایک عورت سے کہا کہ میرے لئے اس شہر میں حسین و جمیل عورت تلاش کرو تاکہ میں اس سے نکاح کروں۔ پس اس عورت نے کہا کہ یہاں ایک حسین و جمیل عورت ہے لیکن وہ فاحشہ ہے۔ پس نوکر نے کہا کہ اسے میرے پاس لاؤ۔ پس وہ عورت اس حسین و جمیل عورت کے پاس آئی اور کہنے لگی۔ تحقیق یہاں ایک آدمی مال کثیر کے ساتھ آیا ہے اور اس نے اس طرح کہا ہے۔ پس میں نے اسے یہ جواب دیا ہے۔ پس حسین و جمیل عورت نے کہا کہ میں نے زنا چھوڑ دیا ہے اگر وہ مجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو ٹھیک ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ پس اس نوکر نے حسین و جمیل عورت سے نکاح کرلیا۔ ملازم کو یہ لڑکی بہت پسند آئی اور وہ اس سے محبت کرنے لگا۔ پس آج اس آدمی کی پیشین گوئی کا پہلا جزو پورا ہوگیا۔ پس ایک دن ملازم نے اپنی بیوی کو اپنے معاملہ کی خبر دی اور کہا کہ میں نے ایک نوزائیدہ بچی کا پیٹ چاک کیا تھا اور پھر فرار ہوگیا تھا۔ پس حسین و جمیل عورت نے کہا کہ میں ہی وہ نوزائیدہ بچی ہوں اور اپنا پیٹ کھول کر شوہر کو چھری کے زخموں کے نشانات دکھائے پھر اس عورت نے کہا کہ میں نے جسم فروشی کا دھندہ شروع کردیا اور میں نہیں جانتی کہ میرے ساتھ ایک سو یا اس سے کم یا زیادہ مردوں نے زنا کیا ہے۔ پس شوہر نے کہا کہ تمہاری موت کا سبب ایک مکڑی ہوگی۔ پس اس کے بعد شوہر نے بیوی کے لئے جنگل میں ایک مضبوط محل بنایا اور چونا و گچھ سے اس کو مزید پختہ کیا تاکہ کوئی موذی جانور اس میں داخل نہ ہوسکے۔ پس دونوں میاں بیوی اس محل میں رہنے لگے۔ پس ایک دن شوہر نے محل کی چھت میں ایک (زہریلی) مکڑی دیکھی تو کہا یہ مکڑی ہے۔ پس عورت نے کہا یہ مکڑی ہی ہے میں اس کو قتل کردیتی ہوں۔ پس وہ عورت اس مکڑی کی طرف آئی اور اس پر اپنے پاؤں کا انگوٹھا رکھ دیا۔ پس وہ اپنے پاؤں کے انگوٹھے سے مکڑی کو مسلنے لگی۔ پس مکڑی نے اس عورت کے انگوٹھے میں کاٹ لیا جس سے اس مکڑی کا زہر عورت کے جسم میں سرایت کرگیا۔ پس اس عورت کا پاؤں سیاہ ہوگیا اور اس کی موت واقع ہوگئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ ''اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ'' اکثر مفسرین نے

کہا ہے کہ یہ آیت منافقین (مدینہ) کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے شہداء احد کے متعلق کہا تھا "لَوْ كَانُوا عِنْدَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا" (اگر وہ ہمارے ساتھ ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کئے جاتے) پس اللہ تعالیٰ نے منافقین کے اس قول کے جواب نازل فرمائی "اَیْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُشَيَّدَةٍ"۔

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ مکڑی کیلئے یہی فخر وشرف کافی ہے کہ اس نے غار ثور پر جالا تن دیا تھا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ دورانِ ہجرت (غار میں) مقیم تھے۔ یہ مشہور قصہ کتب تفسیر وسیر میں موجود ہے۔ نیز مکڑی نے جالا تنا تھا جس میں حضرت عبداللہ بن انیسؓ نے پناہ لی تھی جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خالد بن نبیح ہذلی کو قتل کرنے کے لئے مقام عرفہ کی جانب روانہ فرمایا تھا۔ پس حضرت عبداللہ بن انیسؓ نے خالد بن نبیح ہذلی کو قتل کر دیا۔ پھر اس کا سر اٹھا کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے اور راستہ میں ایک غار میں روپوش ہو گئے۔ پس مکڑی نے اس غار پر جالا تن دیا۔ پس خالد کی قوم کے افراد حضرت عبداللہؓ کو تلاش کرتے ہوئے اس غار تک پہنچے لیکن انہوں نے یہاں کچھ بھی نہیں پایا۔ پس وہ ناکام ہو کر واپس ہو گئے۔ پھر حضرت عبداللہ بن انیسؓ غار سے باہر نکلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے اور آپ کے پاس خالد بن نبیح ہذلی کا سر بھی تھا۔ پس جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن نبیح ہذلی کا سر دیکھا تو فرمایا۔ تحقیق تیرا چہرہ کامیاب ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن انیسؓ نے عرض کیا بلکہ آپ کا چہرہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خالد بن نبیح ہذلی کا سر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا اور تمام واقعہ سنایا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کا ایک عصاء حضرت عبداللہ بن انیسؓ کو دیا اور فرمایا کہ تم اس عصاء کو ہاتھ میں لے کر جنت میں داخل ہونا۔ پس جب حضرت عبداللہ بن انیسؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے اہل وعیال کو وصیت کی کہ اس عصاء کو میرے کفن میں رکھ دینا۔ پس (آپؓ کی وفات کے بعد) گھر والوں نے ایسا ہی کیا۔ حضرت عبداللہ بن انیسؓ کے روپوش ہونے کی مدت اٹھارہ رات تھی۔ حافظ ابونعیم کی کتاب "الحلیۃ" میں عطاء بن میسرہ سے روایت کی گئی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مکڑی نے دو مرتبہ دو نبیوں پر جالا تنا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت داؤد علیہ السلام پر جبکہ جالوت آپ کو ڈھونڈ رہا تھا اور ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر غار ثور میں امام حافظ ابوالقاسم بن عساکر کی تاریخ میں مذکور ہے کہ حضرت زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالبؓ کے ستر پر بھی مکڑی نے جالا تنا تھا۔ جبکہ ان کو ۱۲۱ھ میں سولی پر برہنہ لٹکایا گیا تھا۔ پس آپ چار سال تک اسی طرح تختہ دار پر لٹکے رہے اور آپ کا چہرہ قبلہ رخ سے پھیر دیا گیا تھا۔ پس تختہ دار کی لکڑی قبلہ کی طرف (ازخود) پھر گئی۔ پھر آپ کے جسم اطہر اور تختہ دار کو جلا دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ لوگوں کی کثیر تعداد نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ آپ کی لڑائی عراق کے متولی (یعنی گورنر) یوسف بن عمران سے ہوئی تھی جو حجاج بن یوسف کا چچا تھا۔ پس یوسف کو غلبہ حاصل ہو گیا۔ پس اس نے غلبہ پانے کے بعد حضرت زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالبؓ کے ساتھ یہ سلوک کیا تھا۔ آپ کا (یعنی حضرت زید بن علی بن حسین کا) ظہور خلیفہ ہشام بن عبدالملک بن مروان کے دور خلافت میں ہوا جب آپ نے خروج کیا تو کوفیوں کی ایک بہت بڑی جماعت آپ کے پاس آئی اور وہ لوگ کہنے لگے کہ اگر آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کو برا بھلا کہیں تو ہم آپ کی بیعت کر لیں گے۔ پس آپ (یعنی حضرت زید بن علی بن حسین) نے ایسا کرنے سے

انکار کر دیا۔ پس کوفیوں نے کہا کہ ہم آپ کے ساتھ نہیں رہیں گے۔ پس اسی وقت سے ان لوگوں کا نام رافضی پڑ گیا۔ نیز جن لوگوں نے زید بن علی بن حسین کے ساتھ خروج کیا وہ ''زیدیہ'' کہلائے۔

مکڑی کا شرعی حکم مکڑی کو کھانا حرام ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں "أَوْهَنُ مِنْ بَيْتِ الْعَنكَبُوتِ" (مکڑی کے گھر سے بھی زیادہ کمزور گھر) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ اِنَّ اللهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ وَهُوَالْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا اِلَّاالْعٰلِمُوْنَ خَلَقَ اللهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ" (جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے سرپرست بنالئے ہیں ان کی مثال مکڑی جیسی ہے جو اپنا گھر بناتی ہے اور سب گھروں سے زیادہ کمزور گھر مکڑی کا گھر ہی ہوتا ہے۔ کاش یہ لوگ علم رکھتے۔ یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کو جس چیز کو بھی پکارتے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے اور وہی زبردست اور حکیم ہے۔ یہ مثالیں ہیں ہم لوگوں کی فہمائش کیلئے دیتے ہیں۔ مگر ان کو وہی لوگ سمجھتے ہیں جو علم رکھنے والے ہیں۔ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے' درحقیقت اس میں ایک نشانی ہے اہل ایمان کیلئے۔ سورۃ العنکبوت آیت ۴۱-۴۲-۴۳-۴۴)

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مثال مکڑی کے جالے سے دی ہے جنہوں نے اللہ کے علاوہ اور معبود ٹھہرا رکھے ہیں۔ اس لئے کہ مکڑی کا جالا اس قدر کمزور ہے کہ ذرا سے اشارے سے ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح مشرکین کے من گھڑت معبود نفع ونقصان کی قدرت نہیں رکھتے اور قیامت کے دن وہ انہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچاسکیں گے۔ قریش کے جہلا کہتے تھے کہ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب مکھی اور مکڑی کی مثالیں بیان کرتا ہے اور وہ اس پر ٹھٹھا کرتے تھے اور ہنستے تھے۔ حالانکہ انہیں معلوم نہیں کہ ان ظاہری مثالوں میں کتنے دقیق معانی مخفی ہیں۔

خواص اگر مکڑی کا جالا تازہ زخموں پر رکھ دیا جائے تو یہ ظاہری بدن کی حفاظت کرتا ہے اور اسی طرح اگر کسی زخم سے خون نہ رکتا ہو تو اس پر بھی مکڑی کا جالا لگانے سے خون بند ہو جائے گا۔ اگر چاندی وغیرہ پر میل وغیرہ جم گیا ہو تو اس پر مکڑی کا جالا لگانے سے چمک آ جائے گی۔ وہ مکڑی جو پائخانہ وغیرہ میں جالا تنتی ہے اگر اس کو بخار میں مبتلا شخص کے بدن پر لٹکا دیا جائے تو اس کے لئے نافع ہے اور اس کا بخار ختم ہو جائے گا۔ اگر مکڑی کو کسی پارچہ میں لپیٹ کر کسی چوتھیا بخار میں مبتلا شخص کے گلے میں لٹکا دیا جائے تو اس کا بخار ختم ہو جائے گا۔ اگر گھر میں درخت آس کے پتوں کی دھونی دی جائے تو تمام مکڑیاں گھر سے فرار ہو جائیں گی۔ صاحب عین الخواص کا یہی قول ہے۔

تعبیر مکڑی کو خواب میں دیکھنا ایسے شخص پر دلالت کرتا ہے جو قریبی دور میں زاہد بنا ہو۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مکڑی کو خواب میں دیکھنا ملعونہ عورت کی جانب اشارہ ہے جو اپنے شوہر کے بستر سے کنارہ کش ہوتی ہے۔ خواب میں مکڑی کا گھر اور اس کا جالا دیکھنے کی تعبیر سستی اور کمزوری سے دی جاتی ہے۔

العود

''العود''اس سے مراد بوڑھا اونٹ ہے۔ بوڑھی اونٹنی کو''عودۃ'' کہا جاتا ہے۔

العواساء

''العواساء''(عین کے فتحہ کے ساتھ)اس سے مراد گبریلا کی قسم کا ایک کیڑا ہے۔

العوس

''العوس'' بکریوں کی ایک قسم کو''العوس'' کہا جاتا ہے۔

العومۃ

''العومۃ''اس سے مراد ایک قسم کا چوپایہ ہے جو پانی میں رہتا ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ اس کی جمع''عوم'' آتی ہے۔

العوہق

''العوہق''اس سے مراد پہاڑی ابابیل ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد سیاہ کوا ہے۔

العلا

''العلا''اس سے مراد ایک معروف پرندہ''قطاء'' ہے۔ عنقریب انشاءاللہ''باب القاف''میں اس کا تفصیلی تذکرہ آئے گا۔

العلام

''العلام''اس سے مراد باز کی ایک قسم''الباشق'' ہے۔ تحقیق''باب الباء''میں اس کا تفصیلی ذکر گزر چکا ہے۔

العیثوم

''العیثوم''اس سے مراد بجو ہے۔ جوہری نے ابوعبیدہ سے یہی نقل کیا ہے لیکن دوسرے اہل علم کے نزدیک مادہ ہاتھی کو ''العیثوم'' کہا جاتا ہے۔

العیر

''العیر'' اس سے مراد وحشی اور اھلی گدھا ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''اعیار' معیوراء اور عیور'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔ ابن ماجہ نے عتبہ بن عبداللہ سلمی کی ایک روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس (یعنی ہم بستری کیلئے) آئے۔ پس اسے چاہئے کہ وہ پردہ کرے (یعنی کوئی کپڑا اپنے اوپر ڈال لے) اور گدھے گدھی کی طرح برہنہ ہوکر یہ کام (یعنی جماع) نہ کرے۔ نسائی میں عبداللہ بن سرجس سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس (جماع کیلئے) آئے تو اسے چاہئے کہ اپنے اوپر کپڑا ڈال لے اور گدھا گدھی کی طرح برہنہ ہوکر یہ کام (یعنی جماع) نہ کرے۔

ابو منصور دیلمی نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی پر اس طرح نہ پڑے جس طرح گدھا (گدھی پر) پڑتا ہے جبکہ دونوں کے (یعنی میاں بیوی کے) درمیان ''رسول'' ہو۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ ''رسول'' کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بوسہ اور نرم گفتگو' حدیث میں مذکور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی (نافرمان) بندے کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے گناہ اس پر لادتا رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اسے پورا پورا بدلہ دے اور وہ بندہ گناہوں سے لدا ہوا ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ جنگلی گدھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مدینہ کے ایک پہاڑ کا نام بھی ''عیر'' ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکروہ سمجھتے تھے اور مکروہات میں اس سے مثال دی جاتی ہے اور ''عیر العین'' آنکھ کے حلقہ کو بھی کہا جاتا ہے۔

فائدہ روایت کی گئی ہے کہ بے شک خالد بن سنان عبسی علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ جب تم مجھے دفن کر چکو تو وحشی گدھے میری قبر پر آئیں گے اور ان کے آگے ایک نر گدھا ہوگا۔ پس جب تم یہ منظر دیکھو تو میری قبر کو کھول دینا۔ پس میں تم کو اولین و آخرین کے علم کی خبر دوں گا۔ پس جب آپ کا وصال ہوگیا تو قوم آپ کی وصیت کے مطابق متفق تھی۔ پس جب قوم کے لوگوں نے ارادہ کیا کہ وہ آپ کی (یعنی خالد بن سنانؒ کی) قبر کو کھولیں تو آپ کے (یعنی خالد بن سنانؒ کے) صاحبزادے نے اس فعل پر کراہت کا اظہار کیا اور قبر کھولنے سے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ ہم لوگ طعن و تشنیع کریں گے اور کہیں گے کہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے والد کی قبر (دوبارہ) کھودی تھی۔

راوی کہتے ہیں کہ اگر قوم کے افراد قبر کھود دیتے تو حضرت خالد بن سنان علیہ السلام ضرور ان کو اولین و آخرین کے علم کی خبر دیتے لیکن اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ نہیں تھا۔ تحقیق پہلے اس بات کا تذکرہ ہو چکا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت خالد بن سنانؒ کی صاحبزادی آئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے اپنی چادر بچھا دی اور فرمایا ''اَھْلاً ببنت خیر نبی'' یا اسی طرح کے الفاظ فرمائے۔ روایت کی گئی ہے کہ جب حضرت خالد بن سنان علیہ السلام کی صاحبزادی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' پڑھتے ہوئے دیکھا تو وہ کہنے لگی کہ میرے والد محترم بھی یہی پڑھا کرتے تھے۔ شاعر نے کسی آدمی کی ہجو میں یہ اشعار کہے ہیں ۔

لَوْ کُنْتَ سَیْفًا کنت غیر عضب اَوْ کُنْتَ مَاءً کُنْتَ غَیْرَ عَذْبِ

''اگر تو تلوار ہوتا تو کند تلوار ہوتا یا اگر تو پانی ہوتا تو میٹھا نہ ہوتا''

اَوْ کُنْتَ لَحْمًا کُنْتَ لَحْمِ کَلْبٍ اَوْ کُنْتَ عِیْرًا کُنْتَ غَیْرَ ندب

''یا تو گوشت ہوتا تو کتے کا گوشت ہوتا یا تو گدھا ہوتا تو چال میں کمزور ہوتا یعنی سست رفتار ہوتا۔''

اِبْن عِرس

''اِبْن عِرس'' اس سے مراد نیولا ہے۔ اس کی کنیت کیلئے ابوالحکم اور ابوالوثاب کے الفاظ مستعمل ہیں۔ یہ ایک ایسا چوپایہ ہے جس کو فارسی میں ''راسو'' کہا جاتا ہے۔ یہ لفظ ''اِبْن عِرس'' عین کے کسرہ اور راء ساکن کے ساتھ ہے۔ اس کی جمع ''بنات عرس'' اور ''بنی عرس'' آتی ہے۔ اخفش کا یہی قول ہے۔ قزوینی نے کہا ہے کہ یہ ایک پتلا حیوان ہے جو چوہوں کا دشمن ہے اور ان کے بلوں میں داخل ہو جاتا ہے اور ان کو (یعنی چوہوں کو) باہر نکال لیتا ہے۔ یہ جانور مگرمچھ کا بھی دشمن ہے۔ پس مگرمچھ عام طور پر اپنا منہ کھولے رکھتا ہے۔ ابن عرس (نیولا) مگرمچھ کے منہ میں داخل ہو کر اس کے پیٹ میں پہنچ جاتا ہے اور اس کی آنتیں کھاتا ہے اور پھر باہر نکل آتا ہے۔ ابن عرس (نیولا) سانپ کا بھی دشمن ہے۔ اس لئے یہ حیوان سانپ کو قتل کر دیتا ہے۔ جب نیولا بیمار ہوتا ہے تو وہ مرغی کے انڈے کھاتا ہے۔ پس اس کا مرض ختم ہو جاتا ہے۔ حکایت بیان کی گئی ہے کہ ابن عرس (نیولا) چوہے کے پیچھے (اسے شکار کرنے کیلئے) دوڑا۔ پس چوہا درخت پر چڑھ گیا۔ پس نیولا بھی چوہے کا پیچھا کرتا ہوا درخت پر چڑھ گیا۔ یہاں تک کہ چوہا درخت کی چوٹی پر پہنچ گیا اور اب اس کے لئے فرار کا راستہ باقی نہ رہا۔ پس وہ (یعنی چوہا) ایک شاخ کا پتہ منہ میں دبا کر لٹک گیا۔ پس نیولا چیخا۔ پس اس کی پکار سن کر اس کی مادہ آ گئی۔ پس جب نیولا کی مادہ درخت کے نیچے پہنچ گئی تو نیولا نے درخت کی اس شاخ کو کاٹ دیا جس پر چوہا لٹکا ہوا تھا۔ پس چوہا نیچے گر گیا۔ پس نیولا کی مادہ نے چوہے کو پکڑ لیا جو (پہلے سے) درخت کے نیچے (موجود) تھی۔ عبداللطیف بغدادی نے کہا ہے کہ اس حیوان کے متعلق میرا خیال یہ ہے کہ اس کا نام ''الدلق'' ہے اور اس کا رنگ مختلف ہوتا ہے۔ عبداللطیف بغدادی مزید کہتے ہیں کہ یہ حیوان طبعاً چور ہوتا ہے اس لئے جب اس کو سونا چاندی کی کوئی چیز مل جائے تو یہ اس کو اٹھا کر اپنے بل میں لے جاتا ہے جیسے چوہا چیزیں اٹھا کر بل میں لے جاتا ہے۔ یہ حیوان چوہے کا دشمن ہے۔ پس یہ چوہے کو قتل کر دیتا ہے لیکن اس کے باوجود چوہا نیولا کی بجائے بلی سے زیادہ خائف رہتا ہے۔ عبداللطیف بغدادی کہتے ہیں کہ نیولا مصر کے علاقے میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ عبداللطیف بغدادی کہتے ہیں کہ حکایت کی گئی ہے کہ ایک آدمی نے نیولے کے بچے کا شکار کیا اور اسے پنجرے میں بند کر کے ایسی جگہ رکھا جہاں سے اس کی ماں اسے دیکھ سکے۔ پس جب اس کی ماں نے اسے (یعنی نیولے کے بچے کو) دیکھ لیا تو وہ (اپنے بل میں) گئی۔ پھر وہ (پنجرے کی طرف) آئی اور اس کے منہ میں ایک دینار تھا۔ پس اس نے اس کو (یعنی دینار کو) پنجرے کے پاس رکھ دیا۔ گویا یہ اس کے بچے کی رہائی کا فدیہ تھا۔ پس جب شکاری نے اس کے بچے کو رہا نہیں کیا تو وہ (پنجرے کی طرف) گئی اور ایک دوسرا

دینار لے کر آئی۔ یہاں تک کہ اس نے پانچ دینار اپنے بل سے لا کر پنجرے کے پاس رکھ دیئے۔ پس جب اس نے (یعنی نیولا کی مادہ نے) دیکھا کہ اس کے بچے کو رہائی نہیں ملی تو وہ اپنے بل کی طرف گئی اور ایک خالی تھیلی لا کر پنجرے کے پاس رکھ دی گویا کہ وہ یہ بتانا چاہتی تھی کہ اب اس کے پاس کوئی دینار نہیں ہے۔ پس شکاری نے اس کے بچوں کو رہا نہیں کیا تو وہ دیناروں کی طرف لپکی تا کہ انہیں اٹھا لے۔ پس شکاری نے دینار چھن جانے کے خوف سے نیولا کے بچے کو رہا کر دیا۔ تحقیق یہ واقعہ بھی ''باب الجیم'' میں الجرد کے تحت گزر چکا ہے۔

جاحظ نے کہا ہے کہ نیولا چوہے کی ایک قسم ہے اور دلیل کے طور پر جاحظ نے شمقمق شاعر کا یہ قول پیش کیا ہے ۔

نَزَلَ الْفَارَات بَیْتِی ''رِفْقَة'' مِنْ بَعْدِ رِفْقَة''

''میرے گھر میں پرانے رفقاء کے جانے کے بعد اب چوہے میرے رفیق ہیں''

و ابن عرس رأس بَیْتِی صَاعِدًا فِیْ رَأسِ طبقه

''میرے گھر کا مال و متاع اب صرف وہ نیولے ہیں جو اوپر نیچے ہر جگہ گھر میں دکھائی دیتے ہیں۔''

پھر اس کی صفت بیان کرتے ہوئے شاعر نے کہا ہے کہ ۔

صبغة أبصرت منها فی سواد العین زرقه

''آنکھوں کی سیاہی میں رنگ چڑھ گیا ہے حالانکہ آنکھیں نیلی تھیں''

مثل هذا فی ابن عرس أغبش تعلوه بلقه

''نیولے کے رنگ کی مثل کہ ہلکی سیاہی جس پر سفیدی کا غلبہ ہو''

پس شاعر نے ''اغبش'' اور ''ابلق'' کو نیولا کی صفت قرار دیا ہے۔ یہ دو نام ''اغبش'' اور ''ابلق'' چوہوں کی تیرہ اقسام میں شامل ہیں۔ انشاء اللہ اس کا عنقریب تذکرہ ہوگا۔ ارسطاطالیس نے ''نعوت الحیوان'' میں اور توحیدی نے ''الامتاع والموانسۃ'' میں لکھا ہے کہ نیولا کی مادہ منہ کے ذریعہ حاملہ ہوتی ہے اور دم سے بچہ جنتی ہے۔

الحکم کہا گیا ہے کہ نیولا کا کھانا حرام ہے کیونکہ یہ چوہے کے مشابہ ہوتا ہے۔ شرح مہذب میں مرقوم ہے کہ نیولا کا کھانا حلال ہے۔ اس میں ایک قول یہ بھی ہے جسے ماوردی نے نقل کیا ہے کہ نیولا کا کھانا حرام ہے۔ شافعی مذہب میں نیولا کے متعلق حلت و حرمت دونوں قول ہیں لیکن احناف کے نزدیک نیولا حرام ہے۔

خواص نیولا کا دماغ بطور سرمہ استعمال کرنا آنکھوں کی دھند کے لئے نافع ہے۔ اگر نیولا کا دماغ خشک کر کے سرکہ کے ہمراہ پی لیا جائے تو مرگی کے مرض میں بے حد مفید ہے۔ نیولا کے گوشت کی مالش کرنا جوڑوں کے درد کے لئے فائدہ مند ہے۔ نیولے کی چربی دانتوں پر ملنے سے دانت فوراً گر جاتے ہیں۔ نیولے کا گرم پتہ پینا ہلاکت کا باعث ہے۔ نیولے کے خون کی مالش سے کنٹھ مالا تحلیل ہو جاتی ہے۔ اگر نیولے اور چوہے کے خون کو پانی میں حل کر کے کسی گھر میں چھڑک دیا جائے تو گھر والوں میں لڑائی شروع ہو جائے گی۔ یہی تاثیر نیولے اور چوہے کو کسی گھر میں دفن کر دینے کی ہے۔ نیولے کا پاخانہ زخموں پر لگا دیا جائے تو خون بہنا بند ہو جائے گا۔

اگر نیولے کی دونوں ہتھیلیاں کسی عورت کے گلے میں لٹکا دی جائیں جب تک اس کے گلے میں نیولے کی ہتھیلیاں لٹکی رہیں گی وہ حاملہ نہیں ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تعبیر نیولا کو خواب میں دیکھنا ایسے رنڈوے مرد کی جانب اشارہ ہے جو کسی کمسن لڑکی سے شادی کرے گا۔

ام عجلان

''ام عجلان'' جوہری نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک قسم کا پرندہ ہے۔ ابن اثیر نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک قسم کا سیاہ پرندہ ہے جسے ''قویلع'' کہا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ایک سیاہ پرندہ ہے جس کی دم سفید ہوتی ہے اور یہ اکثر اپنی دم کو حرکت دیتا رہتا ہے۔ اس پرندے کو ''الفتاح'' بھی کہا جاتا ہے۔

ام عزۃ

''ام عزۃ'' اس سے مراد مادہ ہرن ہے۔ مادہ ہرن کے بچوں کو ''عزۃ'' کہا جاتا ہے۔

ام عویف

''ام عویف'' اس سے مراد ایک قسم کا چوپایہ ہے جس کا سر موٹا ہوتا ہے اور اس کے سر میں ایک نشان ہوتا ہے اور اس کی دم لمبی ہوتی ہے۔ اس جانور کے چار کندھے (یعنی پر) ہوتے ہیں۔ جب یہ جانور انسان کو دیکھ لیتا ہے تو اپنی دم پر کھڑا ہو کر اپنے پروں کو پھیلا لیتا ہے لیکن پرواز نہیں کرسکتا۔

ام العیزار

''ام العیزار'' اس سے مراد ''السبیطر'' (یعنی لمبا مرد) ہے۔ المہذب کے ''باب البدنۃ'' میں مذکور ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں جس شخص نے کاٹی تھیں اس کا نام ''العیزار بن سالف'' ہے۔

باب الغین المعجمة

الغاق

''الغاق''اس سے مراد ایک قسم کا معروف آبی پرندہ ہے۔

الغداف

''الغداف''اس سے مراد کوے کی ایک قسم ہے۔اس کی جمع ''غدفان'' آتی ہے۔

الغذی

''الغذی''اس سے مراد ''السخلۃ'' (یعنی بکری کا بچہ) ہے۔اس کی جمع ''غذاء'' آتی ہے جیسے ''فصیل'' کی جمع ''فصال'' آتی ہے۔

الغراب

''الغراب'' اس سے مراد معروف پرندہ (کوا) ہے۔اس کا یہ نام اس کے سیاہ ہونے کی وجہ سے پڑ گیا ہے۔(عربی میں ''غراب'' سیاہ کے معنی میں مستعمل ہے) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''وَغَرَابِیبُ سود'' (اور بعض نہایت سیاہ پہاڑ) اسی طرح حدیث شریف سے اس کی تائید ہوتی ہے۔حضرت راشد بن سعد سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ ''الشیخ الغربیب'' (سیاہ بوڑھے) کو ناپسند کرتا ہے۔حضرت راشد بن سعد نے اس حدیث کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ''الشیخ الغربیب'' سے مراد وہ بوڑھا آدمی ہے جو خضاب وغیرہ لگاتا ہو۔''الغراب'' کی جمع کیلئے غربان' اغربۃ' اغرب' غرابین' غرب کے الفاظ مستعمل ہیں۔تحقیق ان تمام الفاظ کو ابن مالک نے اپنے اس قول میں جمع کیا ہے ۔

بِالْغُرْب اَجْمَعُ غُرَابًا ثُمَّ اَغْرِبَةً وَأَغْرُبَ وَغَرَابِيْنَ وَغُرْبَانُ

''غراب کی جمع ''غرب'' ہے پھر اغربۃ' اغرب' غرابین' غربان بھی غراب کی جمع ہیں۔''

اس کی کنیت کیلئے ابوحاتم' ابو جحادف' ابوالجراح' ابوحذر' ابوزیدان' ابوزاجر' ابوالشؤم' ابوغیاث' ابوالقعقاع اور ابوالمر کے الفاظ مستعمل ہیں۔ نیز اس کو ابن الابرص' ابن بریح اور ابن دایۃ بھی کہا جاتا ہے۔کوے کی مختلف قسمیں ہیں جن میں ''الغداف'' (گرم کوا جس کا رنگ راکھ کی طرح ہوتا ہے) الزاغ' الاکحل' غراب الزرع (کھیتی کا کوا) اور ''الاورق'' شامل ہیں۔ ''الاورق'' یہ ایسا کوا ہے جو کچھ بھی سنتا ہے۔ اسے (اپنی زبان سے) بیان کرتا ہے۔کوے کی ایک قسم ''غراب الاعصم'' بھی ہے جو نہایت قلیل الوجود ہے۔اہل عرب کوے کی اس قسم کی قلت کو بطور ضرب المثل استعمال کرتے ہوئے کہتے ہیں ''اعز من الغراب الأعصم'' (غراب اعصم سے بھی زیادہ کمیاب)

''غراب الاعصم'' کا حدیث میں تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عورتوں میں نیک عورت کی مثال ایسی ہے جیسا کہ سوکوؤں میں ایک ''غراب الاعصم'' ہے۔ (رواہ الطبرانی من حدیث ابی امامۃ)

ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''غراب الاعصم'' کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس (کوے کا) ایک پاؤں سفید ہو۔

امام احمدؒ اور حاکمؒ نے اپنی مستدرک میں حضرت عمرو بن عاصؓ سے روایت کی ہے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مرالظہر ان میں تھے تو ہم نے وہاں بہت سے کوے دیکھے اور ان میں ''غراب اعصم'' بھی تھا جس کی چونچ سرخ اور پاؤں سرخ تھے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں عورتوں میں سے (عورتیں) نہیں داخل ہوں گی مگر اتنی تعداد میں جتنی تعداد ان کوؤں میں ''غراب اعصم'' کی ہے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

احیاء میں مذکور ہے کہ ''غراب اعصم'' سے مراد سفید پیٹ والا کوا ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک سفید بازوؤں والا کوا ''غراب اعصم'' ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سفید پاؤں والا کوا ''غراب اعصم'' ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صالح عورتوں کی قلت اور جنت میں عورتوں کی قلت کو ''غراب اعصم'' کی مثال کے ساتھ بیان کیا ہے کیونکہ ''غراب اعصم'' کوؤں میں بہت قلیل ہوتا ہے۔ حضرت لقمانؒ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ''اے میرے بیٹے بری عورت سے اجتناب کر کیونکہ بری عورت تجھے بڑھاپے سے قبل ہی بوڑھا کردے گی اور شریر عورتوں سے بھی احتراز کر کیونکہ وہ تجھے بھلائی کی دعوت نہیں دیں گی اور صالح عورتوں سے محتاط رہنا''

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں اللہ کی قسم جو شخص بھی اپنی عورت کی خواہشات کا مطیع ہو جاتا ہے اللہ اس کو اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ عورتوں کی مخالفت کرو کیونکہ ان کی مخالفت میں برکت ہے۔ تحقیق اسی طرح کہا گیا ہے کہ ان سے (یعنی عورتوں سے) مشورہ کرو اور پھر ان کے مشورہ کے برعکس عمل کرو۔

تاریخ میں زمزم کی کھدائی کے ضمن میں مذکور ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب نے دیکھا کہ کہنے والا کہہ رہا ہے ''احفر طیبۃ'' (طیبہ کی کھدائی کرو) حضرت عبدالمطلب نے کہا ''طیبہ'' کیا ہے؟ کہنے والے نے کہا کہ زمزم ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے پوچھا اس کی نشانی کیا ہے؟ کہنے والے نے جواب دیا کہ اوجھ اور خون کے درمیان ''غراب اعصم'' کے انڈے دینے کی جگہ ہے۔ سہیلیؒ نے فرمایا ہے کہ اس واقعہ میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ بے شک جو شخص کعبۃ اللہ کو منہدم کرے گا اس میں کوے کی صفات پائی جائیں گی اور وہ ''ذوالسویقتین'' ہے۔

امام مسلمؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حبشہ کا ایک آدمی ''ذوالسویقتین'' کعبۃ اللہ کو خراب (یعنی منہدم) کرے گا۔

بخاری شریف میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت موجود ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ سیاہ ہے بانڈا ہے۔ وہ کعبۃ اللہ کے پتھروں کو اکھاڑ رہا ہے۔ حضرت حذیفہؓ کی طویل روایت میں

ہے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ حبشی ہے' کشادہ پنڈلیوں والا' نیلی آنکھوں والا' چپٹی ناک والا' بڑے پیٹ والا ہے اور اس کے ساتھی کعبتہ اللہ کے پتھروں کو توڑ رہے ہیں اور وہ ان پتھروں (یعنی کعبتہ اللہ کے پتھروں) کو اٹھا کر سمندر میں پھینک رہے ہیں۔

ابوالفرج ابن الجوزی نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ حلیمی نے ذکر کیا ہے کہ کعبتہ اللہ کو منہدم کرنے کا یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوگا (جبکہ وہ دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے) حدیث شریف میں ہے کہ اس گھر (یعنی کعبتہ اللہ) کا طواف بکثرت کرو۔ قبل اس کے کہ اسے (یعنی بیت اللہ کو) اٹھالیا جائے۔ پس تحقیق دومرتبہ یہ منہدم ہو چکا ہے اور تیسری مرتبہ اس کو اٹھالیا جائے گا۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ ''غراب اللیل'' بھی کوے کی ایک قسم کا نام ہے۔ جاحظ نے اس کے متعلق کہا ہے کہ یہ ایسا کوا ہے جس نے عام کوؤں کی عادات کو ترک کر کے الو کی عادات سے مشابہت اختیار کر لی ہے۔ پس یہ ''طیر اللیل'' رات کا پرندہ ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض معتبر افراد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ یہ کوا اکثر رات کے وقت دکھائی دیتا ہے۔ ارسطا طالیس نے ''النعوت'' میں لکھا ہے کہ کوے کی چار قسمیں ہیں۔(۱) بالکل سیاہ (۲) سیاہ وسفید (۳) سر اور دم قدرے سفید (۴) سیاہ طاؤسی جس کے پروں پر قدرے چمک ہوتی ہے اور ٹانگوں کا رنگ مرجان (یعنی مونگے) کی مثل ہوتا ہے۔ کوے کی ان تمام اقسام کی یہ خاصیت ہے کہ چھپ کر جفتی کرتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ نر کوا اپنی مادہ کی دم کے ساتھ اپنی دم ملالیتا ہے اور جفتی سے فراغت کے بعد نر اپنی مادہ کی طرف مڑ کر نہیں دیکھتا کیونکہ اس میں وفا کا مادہ بہت قلیل ہوتا ہے۔ کوے کی مادہ چار یا پانچ انڈے دیتی ہے اور جب انڈوں سے بچے نکل آتے ہیں تو مادہ ان بچوں کو (تنہا) چھوڑ دیتی ہے۔ اس لئے کہ بچے جب انڈوں سے نکلتے ہیں تو بہت بدصورت ہوتے ہیں۔ ان کا جسم چھوٹا' سر اور چونچ بہت طویل ہوتی ہے۔ جسم کے اعضاء ایک دوسرے سے الگ اور بے جوڑ ہوتے ہیں۔ پس بچوں کے والدین اگرچہ ان کی بدصورتی کی وجہ سے انہیں چھوڑ دیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کے گھونسلوں میں مچھر' مکھی اور بھنگے وغیرہ کو ان کا رزق بنا دیتا ہے۔ کوے کے بچے ان سے قوت حاصل کرتے ہیں۔ پس جب ان بچوں میں قوت آ جاتی ہے اور ان کے بال و پر وغیرہ نمودار ہو جاتے ہیں تو ان کے والدین واپس ان کے پاس آ جاتے ہیں۔ مادہ (یعنی بچوں کی ماں) ان کو اپنے پروں میں دبا لیتی ہے اور نر ان کے لئے خوراک وغیرہ کا بندوبست کرتا ہے۔ کوا کی یہ خاصیت ہے کہ یہ شکار نہیں کرتا بلکہ اگر وہ گندگی کو پالیتا ہے تو اسے کھالیتا ہے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو بھوک کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو جائے۔ کوا ایسے چلتا اور چڑھتا ہے جیسے کمزور پرندے چلتے اور چڑھتے ہیں۔ ''الغداف'' نامی کوا ''الو'' سے لڑتا ہے اور اس کے انڈے اٹھا کر کھا جاتا ہے۔ اس کوے میں ایک عجیب وغریب خاصیت یہ ہے کہ جب انسان اس کے بچوں کو اٹھانے کا ارادہ کرتا ہے تو نر اور مادہ دونوں اپنے پنجوں میں کنکریاں اٹھا کر فضا میں اڑتے ہیں اور وہ دونوں کنکریاں اس پر (یعنی بچوں کو اٹھانے کے لئے آنے والے پر) پھینکتے ہیں۔ ان دونوں یعنی نر اور مادہ کا ارادہ یہ ہوتا ہے تا کہ بچوں کو اٹھانے کے لئے آنے والا (خوفزدہ ہو کر) بھاگ جائے۔ جاحظ کہتے ہیں کہ صاحب منطق الطیر نے کہا ہے کہ کوا منحوس پرندہ ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی خوبی نہیں پائی جاتی۔ کوا گندگی اور کیڑے مکوڑوں سے غذا حاصل کرتا ہے۔

فائدہ اہل عرب کوے کو منحوس سمجھتے ہیں اس لئے انہوں نے اس کے نام ''الغراب'' سے مختلف اسماء مشتق کئے ہیں۔ مثلاً ''غربت' اغترب'' وغیرہ اور یہ تمام برے معنی پر دلالت کرتے ہیں۔

پس لفظ ''غ'' سے غدر' غرور' غیبت' غم' غلۃ (کینہ) غرۃ اور غول' لفظ ''راء'' سے رزء (مصیبت) ''ردع'' اور ''ردی'' (یعنی ہلاکت) لفظ ''ب'' سے ''بلوی'' اور ''بوس'' (یعنی تنگی) برح (مکر) بوار (ہلاکت) ماخوذ ہیں۔

محمد بن ظفر نے اسی طرح نقل کیا ہے۔ کوے کی ایک قسم ''غراب البین الابقع'' ہے۔ جوہری نے اس کے متعلق کہا ہے کہ ''غراب البین الابقع'' سے مراد وہ کوا ہے جو سیاہ اور سفید ہو۔ صاحب المجالسہ نے کہا ہے کہ اس کوے کو ''غراب البین'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرت نوح علیہ السلام سے جدا ہو گیا تھا۔ پس جب حضرت نوح علیہ السلام نے اس کو یعنی (غراب البین کو) پانی تلاش کرنے کے لئے بھیجا۔ پس یہ پانی کی تلاش میں نکلا لیکن واپس نہیں آیا۔ اسی لئے اس کوے کو منحوس سمجھا جاتا ہے۔ ابن قتیبہ نے ذکر کیا ہے کہ اس کوے کو فاسق کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اس کوے کو پانی کی تلاش کیلئے بھیجا تھا لیکن یہ حضرت نوح علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کی بجائے گندگی کھانے میں مشغول ہو گیا تھا۔ اسی لئے اس کو ''فاسق'' (یعنی نافرمان'' کہا جاتا ہے۔

صاحب منطق الطیر نے کہا ہے کہ کوا حیوانات کی ایسی قسم ہے جس کو حل وحرم میں (ہر جگہ) قتل کرنے کا حکم (رسول اللہ ﷺ) نے دیا ہے۔ نیز اس کو ''فواسق'' میں شمار کیا ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ ''الفواسق'' ابلیس کے نام سے مشتق ہے۔ جاحظ نے کہا ہے کہ ''غراب البین'' کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم ''غراب الصغیر'' (یعنی چھوٹا کوا) ہے جو نحوست اور ضعف (کمزوری) کیلئے معروف ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جو ان گھروں میں آ کر بیٹھتا ہے جن کو لوگ خالی کر کے کہیں اور منتقل ہو جاتے ہیں۔ پس جب اہل عرب ''غراب البین'' سے نحوست مراد لیتے ہیں تو ایک صورت میں یہ لفظ کوؤں کی تمام اقسام کو شامل ہوتا ہے نہ کہ خاص اس کوے (یعنی غراب البین) کو جو سیاہ وسفید ہوتا ہے۔ مقدسی نے ''کشف الاسرار'' میں لکھا ہے کہ ''غراب البین'' سے مراد وہ سیاہ کوا ہے جو نوحہ کرتا ہے جیسے مصیبت اور غم کے وقت نوحہ کیا جاتا ہے۔ نیز جب یہ کوا دوست واحباب کو یکجا دیکھتا ہے تو ان کے پاس آ کر بیٹھ جاتا ہے اور ان کی جدائی اور مکانوں کی ویرانی کی خبر دیتا ہے۔

ارسطا طالیس نے ''النعوت'' میں لکھا ہے کہ ''غراب البین'' وہ کوا ہے جس کا جسم سیاہ اور اس کی چونچ اور ٹانگیں زرد ہوتی ہیں۔ اس کی غذا گوشت اور گندگی وغیرہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوے کی طرح ٹھونگیں مارنے سے منع فرمایا یعنی سجدے میں اتنی دیر سر رکھنا جتنی دیر کوا کھانے کے لئے اپنی چونچ (زمین پر) رکھتا ہے۔ امام بخاریؒ نے ''الادب'' میں اور حاکمؒ نے ''المستدرک'' میں اور بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں اور ابن عبدالبرؒ وغیرہ نے عبداللہ بن حرث اموی سے روایت کیا ہے وہ اپنی ماں ''ریطہ بنت مسلم'' سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتی ہیں کہ (میرے والد) فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوۂ حنین میں شریک ہوا۔ پس آپؐ نے فرمایا تیرا کیا نام ہے؟ میں نے عرض کیا میرا نام ''غراب'' ہے۔ پس آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ

تمہارا نام ''مسلم'' ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا کہ نبی اکرمؐ نے ''غراب'' نام کو اس لئے تبدیل کیا کہ یہ ایک ایسے پرندے کا نام ہے جو فعل اور غذا کے لحاظ سے خبیث ہے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حل وحرم میں اس پرندے کے قتل کا حکم دیا ہے۔ سنن ابی داؤد میں مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا کیا نام ہے؟ اس نے عرض کیا میرا نام ''اصرم'' ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ تیرا نام ''زرعۃ'' ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''اصرم'' نام کو اس لئے تبدیل کیا کہ ''اصرم'' میں قطع کے معنی پائے جاتے ہیں۔ امام ابوداؤدؒ نے فرمایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''عاص' عزیز' عقلۃ' شیطان' الحکم' حباب' شہاب' عفرۃ ناموں کو تبدیل فرمایا ہے۔

پس ''عاص'' نام کو اس لئے تبدیل فرمایا کہ اس میں نافرمانی کے معنی پائے جاتے ہیں اور مومن کی صفت، اطاعت وفرمانبرداری ہے اور عزیز نام کو تبدیل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں صاحب عزت کے معنی پائے جاتے ہیں اور عزت اللہ تعالیٰ کیلئے خاص ہے اور بندے کی شان نرمی اور سہولت ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ''۔ ''عقلۃ'' نام کو اس لئے تبدیل کیا کہ اس میں شدت اور غلاظت کے معنی پائے جاتے ہیں جبکہ مومن کی صفت نرمی اور سہولت ہے۔ ''الحاکم'' نام کو تبدیل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ حاکم جس کا فیصلہ تبدیل نہ کیا جاسکے اور یہ صفت اللہ تعالیٰ کیلئے خاص ہے۔ والحباب اس نام کو تبدیل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ شیطان کا نام ہے۔ ''الشیطان'' اس نام کو تبدیل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں خیر سے دوری کے معنی پائے جاتے ہیں۔ ''الشہاب'' نام کو تبدیل اس لئے کیا کہ اس کے معنی آگ کے شعلہ کے ہیں اور آگ اللہ تعالیٰ کی عقوبت میں داخل ہے۔ اس لئے اس نام کو تبدیل کر دیا۔ ''عفرۃ'' سے مراد وہ زمین ہے جس میں کوئی چیز بھی اگانے کی صلاحیت نہ ہو۔ پس آپؐ نے اس نام کو تبدیل کر کے اس کی جگہ ''خضرۃ'' نام رکھ دیا۔ امام احمدؒ نے ''کتاب الزہد'' میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کوے کی آواز پر فرمایا کرتے تھے ''اَللّٰھُمَّ لَا طَیْرَ اِلَّا طَیْرُکَ وَلَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ'' علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ ہمیں ابن طبرزد کی مسند سے روح ابن حبیب کا یہ واقعہ پہنچا ہے کہ وہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس موجود تھے کہ آپ کے پاس ایک کوا لایا گیا۔ پس جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کوے کے بازو دیکھے تو ''الحمد للہ'' کہا پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی جانور شکار نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی تسبیح میں کمی نہ آئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اگنے والی ہر جڑی بوٹی پر کوئی نہ کوئی فرشتہ مقرر ہوتا ہے جو اس کی تسبیح شمار کرتا رہتا ہے اور کوئی درخت بھی جھاڑا یا کاٹا نہیں جاتا جب تک اس کی تسبیح میں کمی نہ آئے۔ انسان کو کوئی برائی نہیں پہنچتی مگر اس کے گناہوں کے سبب سے اور بہت سے گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں۔ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا اے کوے اللہ تعالیٰ کی عبادت کر۔ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس کوے کو چھوڑ دیا۔

فائدہ ابوالہیثم نے فرمایا۔ کہا جاتا ہے کہ کوا زمین کے نیچے (یعنی اندر) کی چیز اپنی چونچ کی لمبائی کے بقدر گہرائی تک دیکھ لیتا ہے جب قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس (تدفین کا طریقہ سکھانے کیلئے) ایک کوے کو بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی اور پرندہ (یا جانور) کیوں نہیں بھیجا۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ ہابیل کے قتل (کا فعل) انوکھے قسم کا تھا جو اس سے قبل نہیں ہوا

تھا۔ پس اس مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے کوے کو بھیجا کیونکہ "الغراب" کوے کے نام میں بھی انوکھا پن پایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَبْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا"

مفسرین نے فرمایا ہے کہ قابیل کاشتکار تھا۔ پس اس نے ایسی چیز قربانی کیلئے پیش کی جو اس کے نزدیک کم قیمت تھی۔ ہابیل بھیڑ بکریوں کا مالک تھا۔ پس اس نے ایک عمدہ مینڈھا قربانی کیلئے (اللہ کے حضور) پیش کیا۔ (اس زمانے میں) قربانی کے قبول ہونے کی دلیل یہ ہوتی تھی کہ آگ آتی اور قربانی والی چیز کو کھا جاتی تھی۔ پس آگ نے مینڈھے کو کھالیا جو ہابیل نے اللہ تعالیٰ کے حضور قربانی کیلئے پیش کیا تھا۔ پس یہ قربانی کے لئے پیش کیا جانے والا مینڈھا (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) جنت میں چرنے لگا یہاں تک کہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں قربانی کیلئے لایا گیا۔ قابیل حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں عمر کے لحاظ سے بڑا تھا۔ روایت کی گئی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام حج کرنے کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو (جاتے ہوئے) قابیل کو اپنے بیٹوں پر وصی بنا گئے۔ پس قابیل نے (اپنے بھائی) ہابیل کو قتل کر دیا۔ پس جب حضرت آدم علیہ السلام حج سے واپس تشریف لائے تو آپ نے قابیل سے پوچھا ہابیل کہاں ہے؟ پس اس نے کہا میں اس کے متعلق نہیں جانتا۔ پس حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا۔ اے اللہ! اس زمین کے ٹکڑے پر لعنت فرما جس نے ہابیل کا خون پیا ہے۔ پس اسی وقت سے زمین نے خون پینا ترک کر دیا۔ پھر اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام سو سال تک زندہ رہے لیکن آپ مسکرائے نہیں۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس ملک الموت آئے اور کہنے لگے "حَيَّاكَ اللّٰهُ يَا آدَمُ وَبَيَّاكَ" حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا "بَيَّاكَ" کا کیا معنی ہے؟ ملک الموت نے کہا یہ لفظ تو میں نے آپ کو ہنسانے کیلئے کہا ہے۔ روایت کی گئی ہے کہ قابیل اپنے بھائی (کی لاش) کو ادھر ادھر اٹھائے پھرتا تھا۔ یہاں تک کہ شام ہوگئی اور اس کے ذہن میں کوئی حل نہیں آیا کہ وہ اپنے بھائی (کی لاش) کو کیا کرے۔ پس اللہ تعالیٰ نے دو کوؤں کو بھیجا۔ پس ان میں سے ایک کوے نے دوسرے کو قتل کر دیا اور پھر اپنی چونچ سے زمین کو کھودا اور مقتول کوے کو زمین میں دفن کر دیا۔ پس قابیل نے کوے کی اقتداء کی (یعنی زمین کھود کر اپنے بھائی ہابیل کو دفن کر دیا۔)

پس کوے کو بھیجنے کی بڑی حکمت تھی تاکہ ابن آدم (یعنی انسان) دیکھ لے کہ فنا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ثم اماته فأقبره" (پھر اسے موت دی اور قبر میں پہنچایا۔ سورۃ عبس۔ آیت:۲۱)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم پر احسان فرمایا کہ اس نے روح خارج ہونے کے بعد اس پر (یعنی انسان کے جسم پر) بدبو (سڑن) کو مسلط کر دیا اور اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی دوست اپنے دوست کو دفن نہ کرتا۔ (الحدیث) قابیل حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے سب سے پہلا وہ شخص ہوگا جس کو آگ (یعنی جہنم) کی طرف ہنکایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "رَبَّنَا اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ" دو گمراہ کرنے والے جنات سے مراد ہابیل (انسانوں میں سے) اور ابلیس (جنات میں سے) ہیں۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے "یوم الثلاثاء" منگل کے متعلق سوال کیا گیا؟ پس آپؐ نے فرمایا کہ منگل "یوم الدم" (یعنی خون کا دن) ہے۔ اس دن حضرت حوا علیہا السلام کو حیض آیا اور اسی دن ابن آدم نے (یعنی قابیل نے)

اپنے بھائی (ہابیل) کو قتل کیا۔ (الحدیث) مقاتل نے کہا ہے کہ قتل کے اس واقعہ سے قبل پرندے اور وحشی جانور بنی آدم (یعنی انسان) سے مانوس تھے۔ پس جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تو ابن آدم کے پاس سے درندے اور پرندے بھاگ گئے اور درختوں پر کانٹے آ گئے اور پھل اور میوے کھٹے ہو گئے اور سمندروں کا پانی کھاری ہو گیا اور زمین غبار آلود ہو گئی۔ ابوداؤدؒ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت سعدؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی انسان مجھ پر دست درازی کرے تو میں کیا کروں؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ طریقہ اختیار کرنا جو طریقہ حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں میں سے صالح بیٹے نے اختیار کیا تھا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آیت کریمہ تلاوت کی (جس میں اس واقعہ کا تذکرہ ہے۔)

ایک عجیب حکایت قزوینیؒ نے ابوحامد اندلسی سے نقل کیا ہے کہ بحرالاسود پر اندلس کے کنارے ایک ''کنیسہ'' نامی پتھر ہے جو ایک پہاڑ پر نصب ہے۔ اس پتھر پر ایک بڑا قبہ بنا ہوا ہے اور قبہ پر ایک کوا بیٹھا ہوا ہے جو اس سے الگ نہیں ہوتا اور اس قبہ کے سامنے ایک مسجد بنی ہوئی ہے جس کی زیارت کیلئے لوگ آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس جگہ مانگی جانے والی دعا قبول ہوتی ہے۔ تحقیق پادریوں سے یہ بات طے ہے کہ جو مسلمان مسجد کی زیارت کیلئے آئیں پادری ان کی ضیافت کریں۔ پس جب کوئی مسلمان زیارت کی غرض سے وہاں پہنچتا ہے تو کوا قبہ کے ایک سوراخ میں اپنا سر ڈالتا ہے اور چیختا ہے اور اگر زیارت کرنے والے دو افراد ہوں تو کوا دو مرتبہ چیختا ہے اور اسی طرح جتنی زائرین کی تعداد ہو اس کے مطابق چیختا ہے جب کوے کی آواز پادریوں کو پہنچتی ہے تو وہ اس آواز سے زائرین کی تعداد معلوم کر لیتے ہیں اور اسی کے مطابق کھانا لاتے ہیں۔ یہ کنیسہ ''کنیسۃ الغراب'' کے نام سے مشہور ہے۔ پادریوں کا خیال ہے کہ ہم عرصہ دراز سے اس کوے کو اسی قبے پر دیکھ رہے ہیں اور ہمیں معلوم نہیں کہ یہ کہاں سے کھاتا پیتا ہے۔

ایک دوسری عجیب وغریب حکایت ابوالفرج المعافی بن زکریا نے ''کتاب الجلیس والانیس'' میں نقل کیا ہے کہ ہم قاضی ابوالحسن کے پاس بیٹھتے تھے۔ پس حسب معمول ہم ان کے پاس آئے۔ پس ہم دروازہ کے پاس بیٹھ گئے۔ پس ایک اعرابی بھی کسی ضرورت سے وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ قاضی صاحب کے گھر میں کھجور کا ایک درخت تھا اس پر ایک کوا آ کر بیٹھ گیا۔ پس وہ کوا کائیں کائیں کرنے لگا پھر اڑ گیا۔ پس اعرابی نے کہا یہ کوا کہہ رہا ہے کہ اس گھر کے مالک کا سات دن بعد انتقال ہو جائے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے اعرابی کو ڈانٹا۔ پس وہ اعرابی کھڑا ہوا اور چل دیا۔ پھر قاضی صاحب نے ہمیں اندر بلایا۔ پس ہم گھر میں داخل ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ قاضی صاحب کے چہرے کا رنگ متغیر ہے اور پریشان ہیں۔ پس ہم نے کہا کیا خبر ہے؟ پس قاضی صاحب نے فرمایا کہ میں نے رات کو خواب میں ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے

مَنَازِلُ آلِ عِبَادِ بْنِ زَيْدٍ عَلٰى أَهْلِيْکَ وَالنِّعَمِ السَّلَامُ

اے آلِ عباد بن زید کے گھر والو! تم پر اور تمہاری نعمتوں پر سلامتی ہو۔

قاضی صاحب نے فرمایا کہ تحقیق اس خواب نے میرے دل کو پریشان کر دیا ہے؟ راوی کہتے ہیں ہم نے قاضی صاحب کو

دعائیں دیں اور واپس آ گئے۔ پس جب ساتواں دن ہوا تو (ہم نے سنا کہ) قاضی صاحب کو دفن کر دیا گیا ہے۔ قاضی ابو طیب طبری نے کہا ہے کہ میں نے یہ حکایت ''شیخنا ابی الفرج'' کے لفظ کے ساتھ سنی ہے۔

ایک تیسری عجیب وغریب حکایت یعقوب بن سکیت نے کہا ہے کہ امیہ بن ابی الصلت ایک دن شراب پی رہا تھا کہ ایک کوا آیا۔ پس وہ کوا بولنے لگا۔ پس امیہ نے کوے کو کہا تیرے منہ میں مٹی۔ پھر کوا بولنے لگا۔ پس امیہ نے اس سے کہا تیرے منہ میں مٹی۔ پھر امیہ اپنے ساتھیوں کے سامنے آیا۔ پس امیہ نے کہا کیا تم جانتے ہو یہ کوا کیا کہہ رہا ہے؟ (پس حاضرین نے کہا ہمیں معلوم نہیں) امیہ نے کہا اس کوے کا خیال ہے کہ میں (یعنی امیہ) شراب کا پیالہ پیتے ہی مر جاؤں گا اور اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ کوا فلاں ٹیلے کی طرف جائے گا۔ پس وہ ایک ہڈی کھائے گا اور ہڈی کے حلق میں پھنسنے کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو جائے گی۔ راوی کہتے ہیں کہ پس وہ کوا ٹیلے کی طرف گیا۔ پس اس نے ہڈی کھائی اور ہڈی اس کے حلق میں پھنس گئی۔ پس اس کی (یعنی کوے کی) موت واقع ہوگئی۔ پھر امیہ نے شراب کا پیالہ پیا تو اسی وقت اس کی موت واقع ہوگئی۔ اھ۔ میں (یعنی دمیریؒ) کہتا ہوں کہ امیہ بن ابی الصلت کافر تھا۔ یہ بات ''مختصر المزنی اور المہذب'' وغیرہ میں مذکور ہے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیہ کے وہ اشعار بھی سنے تھے جن میں اللہ کی وحدانیت کا اقرار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کا ذکر تھا۔ امیہ بن ابی صلت کا نام عبداللہ بن ربیعہ بن عوف تھا۔ امیہ زمانہ جاہلیت میں (اللہ تعالیٰ کی) عبادت کرتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر ایمان رکھتا تھا اور اس کے متعلق اس نے بہترین اشعار کہے ہیں۔ امیہ نے اسلام کا زمانہ پایا لیکن وہ مسلمان نہیں ہوا۔ ترمذیؒ نسائی اور ابن ماجہ میں یہ روایت مذکور ہے۔ حضرت شرید بن سویدؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کا ردیف تھا (یعنی سواری پر ان کے پیچھے سوار تھا) پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے امیہ بن ابی صلت کا شعر یاد ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ پس آپؐ نے فرمایا سناؤ۔ پس میں نے شعر کا ایک بیت (یعنی جزو) سنایا۔ پس آپؐ نے فرمایا اور سناؤ۔ پھر میں نے شعر کا ایک بیت (حصہ) سنایا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور سناؤ۔ یہاں تک کہ میں نے سو شعر سنا دیئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کاش کہ وہ (یعنی امیہ بن ابی صلت) مسلمان ہو جاتا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیہ بن ابی صلت کا یہ شعر:

لک الحمد والنعماء والفضل ربنا فلاشیء اعلیٰ منک حمدا وأمجد

''اے ہمارے رب تیرے لئے ہی حمد، نعمتیں اور فضل ہے پس کوئی چیز تیری حمد وتمجید سے اعلیٰ نہیں ہے۔''

سن کر فرمایا کہ ہوسکتا ہے وہ (یعنی امیہ بن ابی صلت) اپنے اس شعر کی وجہ سے مسلمان ہو جائے۔ مسند دارمی میں حدیث عکرمہ میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے سچ فرمایا۔ زمانہ جاہلیت میں امیہ نے تورات وانجیل پڑھی تھی۔ ان کے مطالعہ سے اسے اس بات کا علم ہوگیا تھا کہ عرب میں ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے لیکن امیہ نے خیال کیا وہ نبی میں ہی ہوں۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اس کی امید پوری نہیں ہوئی اور امیہ حسد کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لایا۔

اہل عرب میں امیہ ہی وہ پہلا شخص ہے جس نے کتابت (یعنی خط وغیرہ) کے شروع میں "بِاسۡمِکَ اللّٰھُمَّ" لکھنا شروع کیا اور پھر قریش بھی جاہلیت کے خطوط میں اس کلمہ کو لکھنے لگے۔ امیہ بن ابی صلت نے یہ کلمہ کہاں سے سیکھا۔ اس کے متعلق مسعودی نے عجیب وغریب داستان بیان کی ہے کہ امیہ مصحوب تھا یعنی اسے جنات دکھائی دیتے تھے۔ پس وہ قریش کے کسی قافلہ کے ساتھ ایک مرتبہ سفر کیلئے نکلا۔ پس ایک سانپ نمودار ہوا تو قافلہ والوں نے اس کو قتل کر دیا۔ پس اس کے بعد ایک اور سانپ نکلا اور قتل ہونے والے سانپ کا قصاص طلب کرنے لگا اور کہنے لگا کہ تم نے فلاں کو قتل کیا ہے پھر اس نے زمین پر ایک لکڑی ماری جس کی وجہ سے اونٹ فرار ہو گئے۔ پس قافلہ والوں نے بڑی مشقت کے بعد اونٹوں کو جمع کیا تو پھر وہ سانپ آیا اور اس نے دوسری مرتبہ زمین پر لاٹھی ماری۔ پس اونٹ منتشر ہو گئے۔ پس قافلہ والوں نے مشقت کر کے نصف رات کے وقت تک اونٹوں کو جمع کر لیا تو وہ سانپ پھر نمودار ہوا۔ پس اس نے تیسری مرتبہ لاٹھی زمین پر ماری۔ پس اونٹ فرار ہو گئے۔ پس قافلہ والے اونٹوں کو جمع کرنے پر قادر نہ ہو سکے یہاں تک کہ وہ اونٹوں کی تلاش میں ایک ایسی جگہ پہنچ گئے۔ قریب تھا کہ وہ تھکن اور پیاس کی وجہ سے ہلاک ہو جاتے۔ پس قافلہ والوں نے امیہ بن ابی صلت سے کہا کیا تیرے پاس (اس مصیبت سے نجات کا) کوئی حیلہ ہے؟ امیہ نے کہا شاید کوئی نجات کی صورت بن جائے۔ پس وہ وہاں سے چل دیا۔ یہاں تک کہ ایک ٹیلہ پار کرنے کے بعد اسے آگ جلتی ہوئی نظر آئی۔ پس وہ آگ کی طرف چل دیا۔ یہاں تک کہ وہ خیمہ میں مقیم ایک بوڑھے کے پاس پہنچ گیا۔ پس امیہ نے اس بوڑھے سے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی پریشانی کی شکایت کی؟ وہ بوڑھا درحقیقت جن تھا۔ پس اس بوڑھے نے امیہ سے کہا تم جاؤ۔ پس اگر تمہارے پاس سانپ آئے تو تم یہ کلمات "بِاسۡمِکَ اللّٰھُمَّ" سات مرتبہ پڑھ دینا۔ پس امیہ بن ابی صلت اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ آیا اور ان کو ان کلمات کے متعلق بتایا۔ پس جب سانپ ان کی طرف آیا تو انہوں نے (یعنی قافلہ والوں نے) یہ کلمات کہے۔ پس سانپ کہنے لگا (جو دراصل جن تھا) تمہارا برا ہو تمہیں یہ کلمہ کس نے سکھایا ہے۔ پھر وہ سانپ وہاں سے چلا گیا اور قافلہ والوں کی پریشانی جس میں وہ مبتلا تھے' دور ہو گئی۔ اس قافلہ میں حرب بن امیہ بن عبد شمس بھی تھے جو حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کے دادا ہیں۔ پس اس واقعہ کے بعد ایک جن نے ان کو (یعنی حرب بن امیہ بن عبد شمس کو) سانپ کے قصاص میں قتل کر دیا۔ کسی شاعر نے کہا ہے کہ

وَ قَبۡرُ حَرۡبٍ بِمَکَانٍ قفرٍ   وَلَیۡسَ قُرۡبَ قَبۡرِ حَرۡبٍ قَبۡرٌ

"حرب کی قبر "ہو" کے مقام میں ہے اور حرب بن امیہ بن عبد شمس کی قبر کے قریب کوئی قبر نہیں ہے۔"

تحقیق امیہ بن ابی صلت کی بہن عاتکہ مسلمان ہو گئی تھی اور اس نے اپنے بھائی کا یہ واقعہ بیان کیا تھا۔ عبدالرزاق نے اس کی تفسیر بیان کی ہے۔ عنقریب انشاء اللہ اس کتاب میں "باب النون" میں "النسر" کے تحت اس کا تفصیلی ذکر آئے گا۔

الحکم کوے کی تمام اقسام حرام ہیں البتہ "غراب الزرع" کھیتی کا کوا جو دانہ وغیرہ کے علاوہ کچھ نہیں کھاتا صحیح قول کے مطابق حلال ہے۔

امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ جانور ایسے ہیں کہ ان کے قتل کرنے والے پر کوئی گناہ نہیں۔ وہ جانور یہ ہیں۔ کوا، چیل، چوہا، سانپ اور وہ کتا جو کاٹنے والا ہو۔ سنن ابن ماجہ اور بیہقی میں مذکور ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سانپ فاسق (یعنی نافرمان) ہے، چوہا فاسق ہے اور کوا فاسق ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا کہ کون شخص ایسا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بعد ان کا (یعنی چوہے اور کوے وغیرہ کا) گوشت کھائے گا۔

امثال شاعر نے کہا ہے کہ

وَمَنْ یَکُنِ الْغُرَابُ لَهٗ دَلِیْلاً ... یمُربِهٖ عَلٰی جَیْفِ الْکِلاَبِ

''اور وہ شخص جس کی رہنمائی کوا کرے وہ (یعنی کوا) اسے کتوں کے مردار پر لے جا کر کھڑا کر دے گا۔''

اہل عرب کہتے ہیں ''لَا اَفْعَلُ کَذَا حَتّٰی یَشِیْبَ الْغُرَابُ'' (میں ایسا نہیں کروں گا یہاں تک کہ کوا بوڑھا ہو جائے) یہ مثال اس وقت استعمال کی جاتی ہے جب کوئی ہمیشہ کیلئے کسی کام کو نہ کرنے کا عہد کرلے کیونکہ کوے پر بڑھاپا نہیں آتا۔

حافظ ابونعیم نے ''حلیۃ'' میں سفیان بن عیینہؒ کے حالات میں مسعر بن کدام کی روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی بحری سفر پر روانہ ہوا۔ پس باد مخالف کی وجہ سے کشتی ٹوٹ گئی۔ پس وہ آدمی ایک جزیرہ میں پہنچ گیا۔ پس وہ وہاں تین دن تک ٹھہرا رہا لیکن اسے کوئی آدمی نظر نہیں آیا اور نہ ہی کچھ کھانے پینے کو مل سکا۔ پس وہ شخص زندگی سے مایوس ہو کر شاعر کا یہ شعر پڑھنے لگا

اِذَا شَابَ الْغُرَابُ أَتَیْتَ اَهْلِیْ ... وَصَارَ الْقَار کاللَّبَنِ الحلیب

''جب کوے پر بڑھاپا آجائے گا تو میں اپنے گھر واپس آؤں گا۔''

پس کسی نے اس کی آواز کا جواب دیا جسے وہ دیکھ نہیں پا رہا تھا

عَسَی الْکَرْبُ الَّذِیْ أَمْسَیْتَ فِیْهِ ... یَکُوْنُ وَرَاءَهٗ فَرَجٌ قَرِیْبٌ

''عنقریب مصیبت کے بعد جس میں تم مبتلا ہو، فراخی حاصل ہوگی۔''

پس اس نے دیکھا کہ ایک کشتی اس کے سامنے ہے۔ پس جب کشتی قریب آئی تو کشتی والوں نے اس کو سوار کرلیا۔ پس اس آدمی کو اس سفر میں بہت زیادہ نفع حاصل ہوا۔ اہل عرب کہتے ہیں۔ ''أَبْصَرُ مِنْ غُرَابٍ'' (کوے سے زیادہ تیز نگاہ والا) ابن الاعرابی کا خیال ہے کہ اہل عرب نے کوے کا ایک نام ''الغراب الاعور'' بھی رکھا ہے کیونکہ اس کی بینائی بہت تیز ہوتی ہے اس لئے یہ ایک آنکھ کو بند رکھتا ہے۔

مسعودی نے بعض حکماء فارس سے نقل کیا ہے کہ ان میں سے ایک حکیم کا قول ہے کہ میں نے ہر چیز سے اس کی اچھی عادت حاصل کی ہے۔ یہاں تک کہ میں نے کتے، بلی، خنزیر اور کوے کی اچھی عادت حاصل کی ہے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ نے کتے کی کونسی اچھی خصلت اخذ کی ہے؟ حکیم صاحب نے کہا کہ کتے کی اپنے مالک کے گھر والوں سے الفت و محبت اور اپنے مالک کے جان و مال کی حفاظت۔ ان سے کہا گیا کہ بلی کی کونسی اچھی عادت آپ نے اخذ کی ہے؟ حکیم صاحب نے کہا کہ بلی کی چاپلوسی جبکہ وہ کھانے کیلئے

کوئی چیز مانگے اس میں یہ بے مثل ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے خنزیر کی کونسی اچھی عادت اخذ کی ہے؟ حکیم صاحب نے کہا کہ خنزیر سے میں نے اس کی اپنی ضروریات سے سویرے سویرے ہی فراغت پالینے کی اچھائی کو اخذ کیا ہے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ نے کوے سے کونسی اچھی خصلت اخذ کی ہے؟ حکیم صاحب نے کہا کہ سختی کے ساتھ اپنی حفاظت اور دفاع کی اچھی خصلت میں نے کوے سے اخذ کی ہے۔

ایک عجیب حکایت علامہ دمیریؒ نے فرمایا کہ میں نے امام ابی القاسم الطبرانی کی ''کتاب الدعوات اور'' تاریخ ابن نجار'' میں ابویعقوب یوسف بن فضل صیدلانی'' کے حالات میں اور ''احیاء'' میں ''کتاب آداب السفر'' میں یہ روایت دیکھی ہے کہ حضرت زید بن اسلم اپنے والد کے حوالہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے لوگوں سے مخاطب تھے کہ ایک آدمی اپنے لڑکے کے ہمراہ آیا۔ پس حضرت عمرؓ نے فرمایا تیری بربادی میں نے ایسی مشابہت تو کوؤں میں بھی نہیں دیکھی جیسی مشابہت تجھ میں اور تیرے بیٹے میں ہے۔ اس شخص نے کہا کہ اے امیرالمومنین اس لڑکے کو اس کی ماں نے اس وقت جنم دیا جبکہ وہ مرچکی تھی۔ پس حضرت عمرؓ سیدھے ہوکر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اس لڑکے کا قصہ مجھے سناؤ۔ اس شخص نے کہا اے امیرالمومنین! ایک مرتبہ میں سفر کیلئے نکلا اور اس کی ماں حاملہ تھی۔ پس اس نے کہا تم مجھے چھوڑ کر سفر میں جارہے ہو اس حال میں کہ میں حمل کے بار (بوجھ) سے بوجھل ہورہی ہوں۔ پس میں نے کہا کہ جو کچھ تیرے پیٹ میں ہے میں اسے اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ پھر میں سفر کیلئے نکلا۔ پس میں کئی سال تک گھر سے غائب رہا۔ پھر جب میں گھر واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ میرے گھر کا دروازہ مقفل ہے۔ پس میں نے پڑوسیوں سے کہا کہ ''فلانۃ'' کہاں ہے۔ پس انہوں نے کہا کہ وہ مرچکی ہے۔ پس میں نے کہا ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ'' پھر میں اس کی (یعنی اپنی بیوی کی) قبر پر گیا۔ پس میں اس کی قبر پر رونے لگا۔ پھر میں واپس لوٹنے لگا اور میرے ساتھ میرے چچازاد بھائی بھی تھے۔ پس میں اور میرے چچازاد بھائی چند ہی قدم چلے ہوں گے کہ مجھے قبرستان میں آگ نظر آئی۔ پس میں نے اپنے چچازاد بھائیوں سے کہا یہ آگ کیسی ہے؟ پس انہوں نے کہا ہم ''فلانۃ'' (یعنی بھابی) کی قبر پر رات کو یہ آگ دیکھتے ہیں۔ پس میں نے کہا ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ'' اللہ کی قسم تحقیق یہ عورت بہت صالح اور تہجد گزار تھی۔ تم مجھے دوبارہ اس کی قبر پر لے چلو۔ پس ہم اس کی قبر پر گئے۔ پس میرے چچازاد بھائی قبرستان میں داخل ہوتے ہی رک گئے اور میں اپنی بیوی کی قبر کے پاس آیا۔ پس میں نے دیکھا کہ قبر کھلی ہوئی ہے اور میری بیوی بیٹھی ہے اور یہ لڑکا اس کے اردگرد چکر لگارہا ہے۔ پس میں اسی منظر کی جانب متوجہ تھا۔ ایک (غیب سے) منادی کرنے والے نے کہا اے وہ جس نے اپنی امانت اپنے رب کے سپرد کی تھی۔ اپنی امانت واپس لے لے۔ اللہ کی قسم اگر تو اس کی والدہ کو اللہ کے سپرد کرتا تو اس کو بھی پالیتا۔ پس میں نے اس لڑکے کو لے لیا تو قبر برابر (یعنی بند) ہوگئی جیسے پہلے تھی۔ اس شخص نے کہا اے امیرالمومنین اللہ کی قسم! یہ واقعہ صحیح ہے۔ ابویعقوب کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے متعلق کوفہ والوں سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ہاں اس شخص کو (جس نے یہ واقعہ بیان کیا ہے) ''خزین القبور'' کہا جاتا ہے۔ اسی طرح کا ایک عجیب وغریب واقعہ حافظ مزنی نے ''التھذیب'' میں عبید ابن واقد لیثی بصری کے حالات میں لکھا ہے۔ عبید ابن واقد لیثی بصری فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حج کے ارادے سے گھر سے نکلا۔ پس میری ملاقات ایک آدمی سے ہوئی جس کے ساتھ ایک لڑکا تھا جو حسین وجمیل اور تیز رفتار تھا۔ پس میں نے اس آدمی سے کہا کہ یہ لڑکا

کون ہے اور کس کا ہے؟ اس آدمی نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور عنقریب میں تمہیں اس کے متعلق ایک قصہ سناتا ہوں۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ میں حج کرنے کے لئے گھر سے نکلا تو میرے ہمراہ اس لڑکے کی ماں بھی تھی اور وہ اس وقت حاملہ تھی۔ پس جب ہم نے کچھ سفر طے کیا تو راستہ میں اس کی والدہ کو دردزہ شروع ہوا۔ پس اس نے یہ لڑکا جنا اور اس کی (یعنی میری بیوی کی) موت واقع ہوگئی۔ پس قافلہ کی روانگی کا وقت قریب آیا تو میں نے بچہ کو ایک پارچہ میں لپیٹ کر ایک غار میں رکھ دیا اور اس کے اوپر پتھر رکھ دیئے اور قافلہ کے ساتھ اس خیال سے روانہ ہوگیا کہ کچھ دیر بعد اس بچہ کی موت واقع ہوجائے گی۔ پس جب ہم حج سے فارغ ہوئے اور واپس لوٹے تو ہم نے اس جگہ قیام کیا تو میرے ساتھیوں میں سے ایک شخص غار کی طرف گیا۔ پس اس نے غار سے پتھر ہٹائے تو اس نے دیکھا کہ لڑکا زندہ ہے اور اپنی انگلی چوس رہا ہے۔ پس ہم نے دیکھا کہ اس کی (یعنی بچہ کی) انگلی سے دودھ نکل رہا ہے۔ پس میں نے اس کو اٹھالیا۔ پس یہ وہی بچہ ہے جسے آپ دیکھ رہے ہیں۔

خواص اگر کوے کی چونچ کسی انسان کی گردن میں لٹکادی جائے تو وہ نظر بد سے محفوظ رہے گا۔ اگر کوے کی کلیجی آنکھ میں بطور سرمہ استعمال کی جائے تو آنکھ کی ظلمت دور ہوجائے گی۔ کوے کی تلی اگر گلے میں لٹکادی جائے تو قوت باہ میں بے حد اضافہ ہوتا ہے۔ اگر کسی انسان کو کوے کا خون نبیذ میں ملا کر پلا دیا جائے تو وہ نبیذ سے متنفر ہوجائے گا۔ یہاں تک کہ وہ کبھی بھی نبیذ نہیں پیئے گا۔ کوے کا خون خشک کرلیا جائے اور بواسیر پر لگایا جائے تو بواسیر ختم ہوجائے گی۔ کوے کا دل اور اس کا سر نبیذ میں ڈال کر کسی انسان کو پلا دیا جائے تو پینے والا پلانے والے سے محبت کرنے لگے گا۔ پس اگر ایسے کوے کا بھنا ہوا گوشت جس کے گلے میں طوق ہو، کھالیا جائے تو قولنج کیلئے نافع ہے۔ کوے کا پتا کسی ایسے شخص پر مل دیا جائے جس پر جادو کیا گیا ہو تو اس پر سے جادو کا اثر ختم ہوجائے گا۔ اگر سیاہ کوا پروں سمیت سرکہ میں ڈبو دیا جائے اور پھر اس سرکہ کو سر پر ملا جائے تو سر کے بال سیاہ ہوجائیں گے۔ ''غراب ابلق'' (سیاہ سفید کوا) جس کا نام ''الیہودی'' بھی ہے، کی بیٹ خنازیر اور خوانیق کیلئے نافع ہے۔ اگر ''غراب ابلق'' کی بیٹ کپڑے میں لپیٹ کر کسی ایسے بچے کے گلے میں لٹکادی جائے جسے کھانسی ہو تو اس کی کھانسی ختم ہوجائے گی۔

تعبیر کوے کو خواب میں دیکھنا ایسے آدمی پر دلالت کرتا ہے جو غدار، خودغرض، حریص، زمین کھودنے والا، کسی کی جان کو تلف کرنے کو حلال سمجھنے والا، گورکن اور مردوں کو دفن کرنے والا ہو اور کوے کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر غربت، بدشگونی، فکروغم، طویل سفر سے بھی دی جاتی ہے۔ نیز کوے کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر ایسے آدمی سے بھی دی جاتی ہے جو دعا کا محتاج ہو۔ ''غراب الزرع'' کو خواب میں دیکھنا ولدالزنا اور ایسے شخص پر دلالت کرتا ہے جس میں خیر و شر دونوں کا مادہ پایا جاتا ہو۔ ''غراب الابقع'' کو خواب میں دیکھنا ایسے شخص پر دلالت کرتا ہے جس میں عجیب و غریب صفات پائی جاتی ہیں۔ پس جو شخص خواب میں کوے کا شکار کرے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے مال حرام حاصل ہوگا۔ اگر کسی نے خواب میں کوے کو اپنے گھر میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو خواب دیکھنے والے کی عورت سے خیانت (یعنی زنا) کرتا ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ کوا باتیں کررہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے ہاں ولد خبیث کی پیدائش ہوگی۔ ابن سیرین نے کہا ہے کہ اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے شدید غم لاحق ہوگا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ کوے کا گوشت کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے چوروں سے چوری کا مال حاصل ہوگا۔ اگر کسی نے خواب

میں دیکھا کہ کوا زمین کرید رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا اپنے بھائی کو قتل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس برائی سے بچائے۔ ارطامیدورس نے کہا ہے کہ "الغراب الابقع" کو خواب میں دیکھنا طویل عمر پر دلالت کرتا ہے۔ ایک خواب کی تعبیر یوں ہے کہ ایک شخص نے دیکھا کہ ایک کوا خانہ کعبہ پر بیٹھ گیا ہے۔ پس اس شخص نے یہ خواب ابن سیرینؒ کو سنایا۔ پس ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ ایک فاسق (نافرمان) آدمی کسی شریف عورت سے شادی کرے گا۔ پس کچھ دنوں بعد حجاج نے عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی صاحبزادی سے نکاح کیا۔

الغر

"الغر" ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد سیاہ رنگ کا ایک بحری پرندہ ہے۔

الغُرنیق

"الغرنیق" (کونج) غین کے ضمہ اور نون کے فتحہ کے ساتھ۔ جوہری اور زمخشری نے کہا ہے کہ یہ ایک سفید آبی پرندہ ہے جس کی گردن لمبی ہوتی ہے۔ نہایت الغریب میں مرقوم ہے کہ یہ ایک مذکر آبی پرندہ ہے جسے غرنیق' غرنوق کہا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد بڑی بطخ ہے۔ ابوصبرہ اعرابی نے کہا ہے کہ اس پرندے کا نام "غرنوق" اس کی سفیدی کی بناء پر رکھا گیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ الغرانیق' الغرانقۃ بطخ کے برابر ایک سیاہ پرندہ ہے۔ طبرانی نے اسناد صحیح کے ساتھ سعید بن جبیرؒ کی روایت نقل کی ہے کہ سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابن عباسؓ کا طائف میں انتقال ہوا تو ہم ان کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ پس ہم نے دیکھا کہ غرنیق کے مشابہ ایک پرندہ آیا۔ یہاں تک کہ وہ حضرت ابن عباسؓ کی نعش میں داخل ہوگیا۔ پھر ہم نے اس پرندہ کو نعش سے باہر نکلتے ہوئے نہیں دیکھا۔ پس جب حضرت ابن عباسؓ کو دفن کر دیا گیا تو قبر کے کنارے سے یہ آیت تلاوت کرنے کی آواز آئی لیکن ہمیں معلوم نہیں ہوسکا کہ تلاوت کرنے والا کون تھا۔ "یَاۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِی اِلٰی رَبِّکَ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِی فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِی جَنَّتِیْ" پھر امام مسلمؒ نے بھی عبداللہ بن یاسین سے اسی کی مثل روایت کی ہے لیکن اس میں ہے کہ ایک سفید پرندہ آیا جسے غرنوق کہا جاتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ گویا کہ وہ قبطیۃ تھا اور "القبطیۃ" سفید کپڑے کو کہتے ہیں۔ قزوینی نے کہا ہے کہ "غرنیق" موسمی پرندوں میں سے ہے جب یہ پرندہ موسم کی تبدیلی محسوس کرتا ہے تو اپنے وطن کی طرف جانے کا عزم کرتا ہے۔ پس یہ پرندہ اڑنے سے قبل ایک "قائد" (رہنما) اور ایک "حارس" (راستہ بتانے اور نگرانی کیلئے) منتخب کرتا ہے۔ پھر یہ تمام پرندے یکجا پرواز کرتے ہیں۔ پس جب یہ پرواز کرتے ہیں تو بہت بلندی پر پرواز کرتے ہیں یہاں تک کہ کوئی شکاری پرندہ ان پر حملہ آور نہیں ہوسکتا۔ پس جب یہ پرندہ بادلوں کو دیکھتا ہے یا رات کی تاریکی محسوس کرتا ہے یا اسے کھانے پینے کی حاجت محسوس ہوتی ہے تو نیچے اتر آتا ہے اور اپنی آواز بند کر لیتا ہے تاکہ دشمن کو ان کی خبر نہ ہوسکے۔ جب یہ پرندہ (یعنی کونج) سوتا ہے تو ہر ایک اپنا منہ اپنے بازوؤں میں چھپا لیتا ہے کیونکہ یہ جانتا ہے کہ بازو سر کی بنسبت صدمہ برداشت کرنے کی بدرجہ اولیٰ استطاعت رکھتے ہیں اور یہ بھی جانتا ہے کہ آنکھ اور

دماغ اشرف الاعضاء ہیں اور وہ بھی سر میں ہی ہیں۔ یہ پرندہ نیند کے وقت اپنا ایک پاؤں اٹھالیتا ہے تا کہ گہری نیند نہ آ سکے۔ پس جو پرندے قائد (رہنما) اور حارس کے فرائض سرانجام دیتے ویں وہ نہیں سوتے اور نہ ہی وہ اپنے پروں میں سر کو چھپاتے ہیں بلکہ وہ چوکس رہتے ہیں اور چاروں طرف نگاہ رکھتے ہیں۔ پس جب وہ کسی کی آہٹ محسوس کر لیتے ہیں تو بلند آواز سے چیخنا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر یعقوب بن سراج نے حکایت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں نے ایک رومی شخص دیکھا۔ اس نے کہا کہ میں ایک مرتبہ ''بحرالزنج'' میں ایک کشتی پر سوار ہوا۔ پس ہوا نے مجھے ایک جزیرہ میں پہنچا دیا۔ پس میں چلتا چلتا ایک شہر (یعنی بستی) میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہاں کے رہنے والے افراد کا قد صرف ایک بالشت ہے اور ان کی اکثریت ایک آنکھ کی روشنی سے محروم ہے۔ پس ان لوگوں نے جب مجھے دیکھا تو وہ میرے اردگرد جمع ہو گئے۔ پس انہوں نے مجھے پکڑ لیا اور مجھے اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے۔ پس بادشاہ نے مجھے قید کرنے کا حکم دیا۔ پس مجھے ایک قید خانہ میں جو پنجرے کی طرح تھا' قید کر دیا گیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد میں نے ان کو لڑائی کیلئے مستعد دیکھا۔ پس میں نے ان سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے دشمن ان ہی دنوں میں ہم پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ پس کچھ ہی دن گزرے تھے کہ (میں نے دیکھا) غرانیق (کونج) کا ایک جھنڈ آیا اور ان (لوگوں) کو ٹھونگیں مارنے لگا اور ان کی ایک آنکھ کی روشنی بھی اسی وجہ سے ختم ہوئی تھی۔ پس میں نے عصا لیا اور کونجوں کو بھگانے لگا۔ پس تمام کونجیں فرار ہو گئیں۔ پس وہ لوگ اس وجہ سے کہ میں نے ان کے دشمنوں یعنی کونجوں کو بھگا دیا ہے میری عزت کرنے لگے۔

فائدہ قاضی عیاض وغیرہ نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سورۂ نجم کی تلاوت فرمائی اور اس آیت پر پہنچے ''اَفَرَ أَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی'' (اب ذرا بتاؤ تم نے کبھی اس لات اور اس عزیٰ اور تیسری ایک دیوی منات کی حقیقت پر کچھ غور بھی کیا ہے۔ سورۃ النجم آیت ۱۹-۲۰) اور یہ کلمات کہے ''تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلاَ وَاِنْ شِفَاعَتُھُنَّ لَتُرْتَجیٰ'' پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری سورۃ ختم کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور آپ کے ہمراہ جو مسلمان تھے انہوں نے بھی سجدہ کیا اور کفار مکہ نے جب اپنے معبودوں کی تعریف سنی تو انہوں نے بھی سجدہ کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ''وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَسُوْلٍ وَّلاَ نَبِیٍّ اِلاَّ اِذَا تَمَنّٰی اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِی اُمْنِیَّتِہٖ'' (اور اے نبی مہتمم سے پہلے ہم نے نہ کوئی رسول ایسا بھیجا ہے نہ نبی ''جس کے ساتھ یہ معاملہ نہ پیش آیا ہو کہ'' جب اس نے تمنا کی' شیطان اس کی تمنا میں خلل انداز ہو گیا۔ سورۂ حج - آیت ۵۲)

اہل علم نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اہل صحیح اور رواۃ ثقہ میں سے کسی نے صحیح و متصل سند کے ساتھ اس کو نقل نہیں کیا بلکہ یہ حدیث اور ایسی دیگر روایات ان مفسرین و ملعون مورخین کی من گھڑت ہیں جنہوں نے ہر انہونی صحیح و سقیم بات کو بیان کرنا آسان سمجھ رکھا ہے۔ صحیح حدیث میں صرف اتنا واقعہ مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نجم کی تلاوت کی۔ اس حال میں کہ آپ مکہ مکرمہ میں تھے۔ پس آپ نے (اختتام سورۃ پر) سجدہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمانوں نے بھی سجدہ کیا۔ نیز مشرکین اور جن وانس نے بھی سجدہ کیا۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث کی لفظی توجیہہ ہے اور معنوی توجیہہ یہ ہے کہ تحقیق اس امر پر دلیل شرعی اور اجماع امت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ذات شریفہ اس قسم کے جملہ امور سے مصفی اور منزہ تھی کیونکہ اللہ

تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی ذات شریفہ پر شیطان کا کوئی تسلط نہیں رکھا اور اگر بالفرض اس روایت کو تسلیم بھی کرلیا جائے تو محققین کے نزدیک اس کی راجح توجیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی تلاوت ترتیل وتفصیل کے ساتھ فرمایا کرتے تھے۔ پس اس ترتیل وتفصیل میں جوسکتات واقع ہوتے تھے ان کی تاک میں شیطان لگا رہتا تھا۔ پس موقع پاتے ہی شیطان نے ان سکتات کے دوران کفار کے کان میں یہ کلمات ''تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلاَ وَاِنَّ شِفَاعَتُهُنَّ لِتُرْتَجٰی'' ڈال دیئے اور کفار یہ خیال کرنے لگے کہ یہ کلمات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہوئے ہیں حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ کلمات ادا نہیں ہوئے تھے۔ پس مسلمانوں کو ان کلمات کا علم ہی نہیں ہوا تھا۔

فائدہ امام محمد بن ربیع جیزی نے حضرت عقبہ بن عامرؓ کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بطور خادم حاضر تھا۔ پس میرے پاس اہل کتاب کے کچھ لوگ مصاحف یا کتابیں لے کر آئے۔ پس انہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارے لئے حاضری کی اجازت لے آؤ۔ پس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کا پیغام پہنچایا اور ان کا حلیہ بھی بیان کردیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کا مجھ سے کیا واسطہ۔ وہ مجھ سے ایسی باتوں کے متعلق سوال کرتے ہیں جو مجھے معلوم نہیں۔ آخر میں بھی اس کا (یعنی اللہ کا) بندہ ہی ہوں۔ صرف وہی بات جانتا ہوں جو مجھے میرے رب نے سکھائی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے وضو کرا دو۔ پس آپ ﷺ نے وضو کیا پھر گھر کے مصلے پر تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پس جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ ﷺ کے چہرے پر بشارت کے آثار دیکھے۔ پھر آپؐ نے فرمایا جاؤ اور ان لوگوں کو میرے پاس لے آؤ اور میرے صحابہؓ میں سے جس کو بھی پاؤ لے آؤ۔ راوی کہتے ہیں میں سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آیا۔ پس جب اہل کتاب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کئے گئے تو آپؐ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہیں تمہارے سوال کی خبر دے دوں۔ قبل اس کے کہ تم مجھ سے سوال کرو اور اگر تم چاہو تو خود ہی سوال کرو اور میں تمہیں اس کا جواب دوں۔ پس ان لوگوں نے کہا نہیں بلکہ آپ ہماری گفتگو سے قبل ہی ہمیں ہمارا سوال بتادیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میرے پاس اس لئے آئے ہو تاکہ تم مجھ سے ذوالقرنین کے متعلق سوال کرو۔ پس میں تمہیں اس کی خبر دیتا ہوں جو تمہاری کتابوں میں ان کے متعلق لکھا ہوا ہے۔ وہ یہ کہ ذوالقرنین ایک رومی لڑکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے سلطنت عطا فرمائی۔ پھر وہ بلادِ مصر کے ساحل پر پہنچا اور وہاں ایک شہر آباد کیا جس کو اسکندریہ کہا جاتا ہے۔ پس جب وہ اس شہر کی تکمیل سے فارغ ہوا تو اس کے پاس ایک فرشتہ آیا۔ پس اس نے ذوالقرنین کا رخ قبلہ کی طرف کیا اور اسے آسمان کی طرف اٹھالیا۔ پھر فرشتے نے ذوالقرنین سے کہا کہ نیچے کی طرف نگاہ کرو اور بتلاؤ کہ تمہیں کیا دکھائی دیتا ہے؟ ذوالقرنین نے کہا کہ میں اپنے شہر اور دوسرے شہروں کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر فرشتہ نے اس کو اور اوپر اٹھالیا (یعنی آسمان کی بلندیوں پر) اور کہا کہ نیچے کی طرف نگاہ کرو اور بتلاؤ کہ تمہیں کیا نظر آتا ہے؟ ذوالقرنین نے کہا میں اپنا شہر اور دیگر ملے جلے شہر دیکھ رہا ہوں۔ اس حال میں کہ میں اپنے شہر کو پہچاننے سے قاصر ہوں۔ پھر فرشتہ اس کو اور اوپر لے گیا اور کہا نیچے کی طرف دیکھو اور بتلاؤ کہ تمہیں کیا نظر آتا ہے؟ پس ذوالقرنین نے کہا کہ میں تنہا اپنے شہر کو دیکھ رہا ہوں۔ پس فرشتہ نے ذوالقرنین سے کہا کہ یہ سب زمین ہے اور جو کچھ اس کے چاروں طرف ہے وہ سمندر ہے اور اللہ تعالیٰ نے ارادہ

کیا ہے کہ وہ تجھے زمین دکھلا دے اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے تجھے اس زمین کا سلطان بنا دیا ہے۔ پس اس کے بعد ذوالقرنین نے دنیا کا سفر اختیار کیا۔ یہاں تک کہ وہ سورج غروب ہونے کی جگہ پر پہنچ گیا پھر وہ وہاں سے چلا۔ یہاں تک کہ سورج کے طلوع ہونے کی جگہ پر پہنچ گیا۔ پھر ''السدین'' یعنی دو دیواروں کے پاس پہنچا جو درحقیقت دو نرم پہاڑ تھے اور ان پہاڑوں کی نرمی کی یہ حالت تھی کہ اگر کوئی چیز بھی ان پہاڑوں سے ٹکراتی وہ ان سے چپک جاتی تھی۔ پس اس کے بعد ذوالقرنین نے ایک دیوار تعمیر کی۔ پھر وہ یاجوج و ماجوج کے پاس آیا اور ان کو دیگر مخلوق سے علیحدہ کیا۔ پس اس کے بعد اس کا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کے چہرے کتوں کے چہروں کے مشابہ تھے اور وہ لوگ یاجوج و ماجوج سے لڑائی کیا کرتے تھے۔ پھر ذوالقرنین نے ان کو بھی (یاجوج و ماجوج سے) علیحدہ کر دیا۔ پس اس کے بعد اس نے ایسی قوم کو پایا جو ایک دوسرے کے ساتھ قتال کرتے تھے اور ایک دوسرے کو کھا جاتے تھے۔ پس ذوالقرنین نے وہاں ایک ''عظیم صخرہ'' بھی دیکھا۔ پھر وہ بحر محیط کے ایک ملک میں پہنچا۔ پس یہ تمام واقعہ سن کر اہل کتاب نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ ذوالقرنین کے متعلق جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے وہی ہم نے اپنی کتابوں میں پایا ہے۔ روایت کی گئی ہے کہ جب ذوالقرنین اسکندریہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے اور اس کو خوب مستحکم بنا دیا تو آپ نے وہاں سے کوچ فرمایا۔ یہاں تک کہ آپ کا گزر ایک صالح قوم پر ہوا جو حق کے راستے پر اپنی زندگی گزار رہی تھی اور عادل و انصاف پسند قوم تھی۔ نیز وہ لوگ آپس میں صلہ رحمی کرتے تھے اور ان کے قول و فعل میں تضاد نہیں تھا اور ان کے اخلاق انصاف پر مبنی تھے اور ان کا راستہ سیدھا تھا۔ ان کی قبریں ان کے دروازوں کے سامنے تھیں۔ ان کے دروازے مقفل نہیں تھے۔ ان کا کوئی امیر اور قاضی نہ تھا۔ ان میں کوئی غنی، فقیر، سردار، غلام نہ تھا۔ نہ آپس میں امتیازی سلوک نہ کسی قسم کا لڑائی جھگڑا، نہ گالی گلوچ، نہ قہقہہ بازی، نہ رنج و غم، آفات، سماویہ سے محفوظ، ان کی عمریں لمبی ہوتی تھیں، نہ ان میں کوئی مسکین تھا اور نہ ہی کوئی فقیر۔ پس جب ذوالقرنین نے ان کے حالات دیکھے تو متعجب ہوئے اور فرمانے لگے کہ اے لوگو! تم مجھے اپنے حالات کی خبر دو کیونکہ میں دنیا میں گھوما ہوں اور بے شمار بحری و بری اسفار کئے ہیں لیکن تمہاری مثل مجھے کوئی صالح قوم نظر نہیں آئی۔ ان لوگوں نے کہا آپ ہم سے سوال کریں ہم آپ کے سوال کا جواب دیں گے۔ پس حضرت ذوالقرنین نے فرمایا تم مجھے یہ بتلاؤ کہ تمہاری قبریں تمہارے گھروں کے دروازوں کے سامنے کیوں ہیں؟ پس لوگوں نے جواب دیا ہم نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تا کہ ہم موت کو نہ بھلا بیٹھیں اور ہمارے دلوں سے موت کی یاد خارج نہ ہو جائے۔ ذوالقرنین نے فرمایا تمہارے دروازوں پر قفل کیوں نہیں ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ہمارے درمیان کوئی مشتبہ آدمی نہیں ہے بلکہ ہم سب امانتدار ہیں۔ ذوالقرنین نے فرمایا تم پر امراء کیوں مقرر نہیں کئے گئے؟ لوگوں نے کہا کہ ہمیں امراء کی حاجت نہیں ہے۔ ذوالقرنین نے کہا کہ تم پر حکام کیوں مقرر نہیں کئے گئے؟ لوگوں نے کہا ہم آپس میں جھگڑا نہیں کرتے۔ اس لئے ہمیں حکام کی ضرورت نہیں ہے۔ ذوالقرنین نے کہا کہ تم میں مالدار (لوگ) کیوں نہیں ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ ہمارے یہاں مال کی کثرت نہیں ہے۔ ذوالقرنین نے پوچھا کہ تمہارے یہاں بادشاہ کیوں نہیں ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ہم دنیا کی بادشاہت کی طرف راغب نہیں ہوتے۔ ذوالقرنین نے فرمایا کہ تمہارے اندر اشراف کیوں نہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ہم آپس میں فخر نہیں کرتے۔ ذوالقرنین نے پوچھا کہ تم آپس میں اختلاف کیوں نہیں کرتے اور لڑائی جھگڑا کیوں نہیں کرتے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ہم صلح کو پسند کرنے والے ہیں۔ ذوالقرنین نے

کہا کہ تم آپس میں قتال کیوں نہیں کرتے؟ لوگوں نے کہا کہ ہمارے اندر حلم اور بردباری کا مادہ بدرجہ اتم موجود ہے۔ ذوالقرنین نے کہا کہ تم سب کی بات ایک ہے اور طریقہ درست ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہم جھوٹ نہیں بولتے' دھوکہ نہیں دیتے اور ایک دوسرے کی غیبت نہیں کرتے۔ ذوالقرنین نے فرمایا مجھے اس بات کی خبر دو کہ تمہارے سب کے دل اور تمہارا ظاہر و باطن یکساں کیوں ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہماری نیتیں صحیح ہیں۔ پس ہم نے اپنے سینوں سے دھوکے کو اور اپنے دلوں سے حسد کو نکال دیا ہے۔ ذوالقرنین نے فرمایا کہ تم میں کوئی مسکین وفقیر کیوں نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہمارے پاس جو کچھ بھی ہوتا ہے ہم اس کو آپس میں برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔ ذوالقرنین نے فرمایا کہ تم میں کوئی درشت مزاج اور تندخو کیوں نہیں ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ہم خاکسار اور متواضع ہیں۔ ذوالقرنین نے پوچھا کہ تمہاری عمریں لمبی ہونے کی کیا وجہ ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہم ایک دوسرے کا حق ادا کرتے ہیں اور آپس میں عدل کرتے ہیں۔ ذوالقرنین نے کہا کہ تم آپس میں ہنسی مذاق کیوں نہیں کرتے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ہم آپس میں مذاق اس لئے نہیں کرتے تا کہ استغفار سے غافل نہ ہو جائیں۔ ذوالقرنین نے پوچھا کہ تم غمگین کیوں نہیں ہوتے؟ لوگوں نے کہا کہ ہم بچپن سے سختی جھیلنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ اس لئے ہم ہر مصیبت سے محبت رکھتے ہیں اور ہم اس کے حریص ہیں۔ ذوالقرنین نے فرمایا کہ تم لوگ دوسرے لوگوں کی طرح آفات میں کیوں مبتلا نہیں ہوتے؟ لوگوں نے جواب دیا ہم غیر اللہ پر توکل نہیں کرتے اور نہ ہی ہم نجوم وغیرہ پر عمل کرتے ہیں۔ ذوالقرنین نے فرمایا میرے سامنے اپنے آباؤ اجداد کا حال بیان کرو کہ تم نے انہیں کیسا پایا؟ لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو اس حال میں پایا کہ وہ مساکین پر رحم کرتے' فقیروں سے بھائی چارہ کرتے' جوان پر ظلم کرتا اسے معاف کر دیتے' جوان کے ساتھ برائی کرتا اس کے ساتھ نیکی کرتے' جوان کے ساتھ جہل کا معاملہ کرتا وہ ان کے ساتھ بردباری کا معاملہ کرتے' آپس میں صلہ رحمی کرتے' ایک دوسرے کی امانتیں ادا کرتے' نماز کے اوقات کی حفاظت کرتے' اپنے وعدوں کو پورا کرتے' اپنے وعدوں کی تصدیق کرتے۔

پس اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے ہر کام کو درست کر دیا اور جب تک وہ زندہ رہے اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے خلفاء یعنی ہمیں بھی انہی کے نقشِ قدم پر ثابت قدم رکھا۔ پس ذوالقرنین نے فرمایا اگر میں کسی جگہ قیام کرتا تو تمہارے پاس قیام کرتا لیکن مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) قیام کا حکم نہیں دیا گیا۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ ہم نے ذوالقرنین کے نام ونسب اور نبوت کے متعلق اختلاف کو ''باب السین'' میں ''السعلاۃ'' کے تحت نقل کر دیا ہے۔

خواص غرنیق (یعنی کونج) کی بیٹ پیس کر پانی میں ڈال دی جائے اور پھر اس پانی میں ایک بتی تر کر کے ناک میں رکھی جائے تو ناک کے تمام زخموں کیلئے نافع ہے۔

الحکم غرنیق (کونج) حلال ہے کیونکہ یہ طیبات میں سے ہے۔ واللہ اعلم۔

الغرغر

''الغرغر'' اس سے مراد جنگلی مرغی ہے۔ ''کتاب الغریب'' میں مذکور ہے کہ ازہری نے کہا ہے کہ بنی اسرائیل جو سرزمین تہامہ

میں رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز تھے۔ پس انہوں نے کوئی ایسی بات کہہ دی جو کسی نے بھی نہیں کہی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا عذاب مسلط کر دیا۔ اب تم اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے مردوں کو بندر ان کے کتوں کو سیاہ ان کے اناروں کو حنظل انگوروں کو اراک اخروٹ کے درختوں کو سرو اور ان کی مرغیوں کو ''الغرغر'' یعنی جنگلی مرغی بنا دیا جس کا گوشت بو کی وجہ سے استعمال نہیں کیا جاتا۔

شرعی حکم جنگلی مرغی کا کھانا حلال ہے کیونکہ اہل عرب اسے خباثت میں شمار نہیں کرتے۔ واللہ اعلم۔

الغرناق

''الغرناق'' ابن سیدہ نے کہا ہے کہ (غین کے کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد ایک پرندہ ہے۔

الغزال

''الغزال'' ہرن کے اس بچے کو کہا جاتا ہے جس کے سینگ نہ نکلے ہوں اور اس میں قوت بھی نہ آئی ہو۔ اس کی جمع غزلۃ اور غزلان آتی ہے جیسے غلمۃ کی جمع غلمان ہے۔ مؤنث کے لئے غزالۃ کا لفظ مستعمل ہے ابن سیدہ کا یہی قول ہے۔ اس کے بعد مذکر کے لئے ''ظبی'' اور مؤنث کے لئے ''ظبیۃ'' کا لفظ مستعمل ہے۔

خواص ہرن کے بچے کا دماغ ''روغن غار'' میں ڈال کر خوب پکایا جائے اور پھر اس میں زیرہ کا پانی ڈال کر اس کا ایک گھونٹ پی لیا جائے تو کھانسی کے لئے نافع ہے۔ اگر ہرن کے بچے کا پتا نمک میں ملا کر کسی ایسے شخص کو پلا دیا جائے جس کو کھانسی میں خون اور پیپ آتا ہو تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ شفایاب ہو جائے گا۔ ہرن کے بچے کی چربی کو اگر کوئی شخص احلیل (آلہ تناسل کے سوراخ) پر مل لے اور پھر اپنی بیوی سے جماع کرے تو اس کی بیوی اس کے علاوہ کسی اور شخص کو (جماع کے لئے) پسند نہیں کرے گی۔ ہرن کے بچے کا گوشت گرم خشک ہوتا ہے اور یہ قولنج اور فالج کے مریض کے لئے بے حد مفید ہے۔ ہرن کے بچے کا گوشت دوسرے تمام جانوروں کے گوشت سے (نفع کے لحاظ سے) بہتر ہے۔ واللہ اعلم۔

الغضارۃ

''الغضارۃ'' ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ''القطاۃ'' ہے۔ عنقریب انشاء اللہ اس کی تفصیل ''باب القاف'' میں آئے گی۔

الغضب

''الغضب'' اس سے مراد بیل اور شیر ہے۔ تحقیق اس کا تفصیلی تذکرہ ''باب الھمزہ'' اور ''باب الثاء'' میں گزر چکا ہے۔

الغضوف

''الغضوف'' اس سے مراد شیر اور خبیث سانپ ہے۔ تحقیق ان کا تذکرہ ''باب الھمزہ'' اور ''باب الحاء'' میں گزر چکا ہے۔

الغضیض

''الغضیض ''اس سے مراد جنگلی گائے کا بچہ ہے۔ تحقیق اس کا تذکرہ لفظ ''البقرۃ الوحشیۃ'' کے تحت ''باب الباء'' میں گزر چکا ہے۔

الغطرب

''الغطرب ''افعی سانپ کو کہتے ہیں۔

الغطریف

''الغطریف ''اس سے مراد باز کے بچے' مچھر' شریف' سردار اور سخی آدمی ہے۔ اس کی جمع ''غطارفۃ'' آتی ہے۔

الغطلس

''الغطلس ''اس سے مراد بھیڑیا ہے۔ تحقیق اس کا تذکرہ ''باب الذال'' میں گزر چکا ہے۔

الغطاطا

''الغطاطا'' یہ ''القطا'' پرندے کی ایک قسم ہے جس کا پیٹ اور بدن سیاہ ہوتا ہے۔ نیز اس کی ٹانگیں اور گردن لمبی ہوتی ہے۔

الغفر

''الغفر '' (غین کے ضمہ کے ساتھ) ''اروبۃ'' (پہاڑی بکری) کے بچے کو کہتے ہیں اس کی جمع اغفار آتی ہے۔ نیز غین کے کسرہ کے ساتھ ''الغفر'' جنگلی گائے کے بچے کو کہتے ہیں۔

الغماسۃ

''الغماسۃ'' (مرغابی) اس سے مراد وہ پرندہ ہے جو پانی میں غوطے لگاتا ہے۔ اس کی جمع ''غماس'' آتی ہے۔

الغنافر

''الغنافر '' (غین کے ضمہ کے ساتھ) اس سے مراد نر بجو ہے۔ تحقیق اس کی تفصیل ''باب الضاد'' میں بیان کی جا چکی ہے۔

الغنم

''الغنم'' یہ لفظ اسم جنس ہے۔ یہ نر' مادہ اور ہر قسم کی بکریوں (یعنی بھیڑیں وغیرہ سمیت) کو شامل ہے۔ اس کی جمع کے لئے اغنام' غنوم' اغانم اور غنم کے الفاظ مستعمل ہیں۔

تحقیق امام شافعیؒ نے اپنے اشعار میں کہا ہے کہ ؎

سَاکتُمُ عِلمِیُ مِنُ ذَوِی الجَھُلِ طَاقَتِیُ ۔۔۔ وَالاأَنُثرَ الدّرَ النَّفِیُسَ عَلٰی الغَنَمِ

میں اپنی طاقت کے مطابق اپنے علم کو جاہلوں سے پوشیدہ رکھتا ہوں اور میں نفیس موتیوں کو بکریوں کے آگے نہیں بکھیرتا

فَاِن یَسَّرَ اللہُ الُکرِیُم بِفَضُلِہٖ ۔۔۔ وَصَادَفُتُ اَھُلًا لِلُعُلُوُمِ وَلِلُحکَمِ

پس اللہ کریم نے اپنے فضل سے آسانی پیدا فرمادی اور مجھے علم وحکمت کا اہل آدمی مل گیا

بَثَّثتُ مُفِیُدًا وَ اِستَفُدت وَدَارَھُمُ ۔۔۔ وَالَّا فَمخُزون لَدیٰ وَ مُکتَتُم

میں اس پر فائدہ دینے والا علم پیش کروں گا اور اس کی دوستی سے مستفید ہوں گا بصورت دیگر میرے علوم میرے پاس محفوظ رہیں گے

فَمَنُ مَنَحَ الُجُھَالَ عِلُمًا اَضَاعَہٗ ۔۔۔ وَمَنُ مَنَعَ المُسُتوجِبیُنَ فَقَدُ ظَلَمَ

پس جس نے جاہلوں پر علم کی بخشش کی اس نے علم کو ضائع کر دیا اور جس نے مستحق افراد سے علم کو روک لیا اس نے ظلم کیا

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اونٹ والوں اور بکریوں والوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک دوسرے پر فخر کا اظہار کیا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ سکینہ اور وقار بکری والوں میں ہے اور فخر وتکبر اونٹ والوں میں ہے۔

صحیحین (یعنی بخاری ومسلم) میں یہ حدیث مختلف الفاظ سے منقول ہے۔ حدیث میں ''السکینۃ'' کا معنیٰ سکون اور وقار یعنی انکساری ہے اور فخر سے مراد کثرت مال پر فخر اور ''خیلاء'' سے مراد دوسروں پر اپنی بڑائی جتانا ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک ''اہل غنم'' سے مراد اہل یمن ہیں کیونکہ ربیعہ اور مضر کے سوا بقیہ تمام اہل یمن بکری والے ہیں۔

امام مسلمؒ نے یہ روایت نقل کی ہے ''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز مانگی۔ پس آپ ﷺ نے اس آدمی کو دو پہاڑوں کے درمیان جتنی بکریاں تھیں سب دے دیں۔ پس وہ شخص اپنی قوم کے پاس آیا تو کہنے لگا اے میری قوم کے لوگو! تم مسلمان ہو جاؤ۔ پس اللہ کی قسم بے شک محمد ﷺ کا دینا ایسے شخص کا دینا ہے جسے فقر کا کوئی خوف نہ ہو۔''

تحقیق ''باب الدال'' میں یہ حدیث گزر چکی ہے جسے ابن ماجہؒ نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اغنیاء کو بکریاں اور فقراء کو مرغیاں پالنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جب اغنیاء مرغیاں پالنے لگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آبادی کی ہلاکت کا حکم فرماتا ہے۔ (رواہ ابن ماجہ) علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ تحقیق ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ اس حدیث کی اسناد میں علی ابن عروہ دمشقی ہیں۔ ان کے متعلق ابن حبان نے کہا ہے کہ وہ حدیث وضع کرتے تھے۔ ''الغنم'' کی دو قسمیں ہیں۔ یعنی بکری اور بھیڑ۔ جاحظ نے کہا ہے کہ لوگوں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ بھیڑ' بکری سے افضل ہے۔ میں (یعنی دمیریؒ) کہتا

ہوں کہ اہل علم نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ مذکورہ افضلیت قربانی کے متعلق ہے اور اس افضلیت پر اہل علم نے دلائل بھی پیش کئے ہیں۔ بھیڑ کی فضیلت کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھیڑ کا ذکر پہلے کیا ہے اور بکری کا ذکر بعد میں کیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے " ثَمَانِيَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّانِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ "(یہ آٹھ نر و مادہ ہیں، دو بھیڑ کی قسم سے اور دو بکری کی قسم سے۔الانعام۔آیت ۱۴۳))

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے''اِنَّ هٰذَا اَخِیْ لَهٗ تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ''(بے شک یہ میرا بھائی ہے،اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک ہی دنبی ہے۔سورۃ ص-آیت ۲۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَ فَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ " (اور ہم نے ایک بڑی قربانی فدیے میں دے کر اس بچے کو چھڑا لیا۔صافات-آیت ۱۰۷)

مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عوض قربانی کا جو جانور اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھیجا گیا تھا وہ مینڈھا تھا۔مینڈھے کا تفصیلی ذکر انشاء اللہ ''باب الکاف'' میں ہوگا۔

بھیڑ سال میں ایک مرتبہ بچہ جنتی ہے اور غالباً ایک ہی بچہ دیتی ہے لیکن بکری سال میں دو مرتبہ بچہ جنتی ہے اور دو، تین بچے بھی بیک وقت دیتی ہے۔اس کے باوجود بھیڑ میں بکری کی نسبت برکت زیادہ ہے یعنی بھیڑوں کی تعداد بکریوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ بھیڑ اگر کسی درخت وغیرہ کو چر (یعنی کھا) لیتی ہے تو وہ دوبارہ سرسبز وشاداب ہو جاتا ہے لیکن بکری جب کسی درخت سے کھالے تو وہ دوبارہ سرسبز نہیں ہوتا کیونکہ بھیڑ درخت کا اوپر والا حصہ کھاتی ہے اور بکری درخت کو جڑ تک کھالیتی ہے۔بھیڑ کی فضیلت اس لئے بھی ہے کہ بھیڑ کی اون بکری کے بالوں سے افضل اور قیمتی ہوتی ہے اور اون بھیڑ پر ہی ہوتی ہے۔بھیڑ کی فضیلت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اہل عرب جب کسی کی تعریف کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ وہ مینڈھا ہے اور جب کسی کی مذمت کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ وہ بکری ہے۔بھیڑ کی فضیلت اس وجہ سے بھی ہے کہ بکرے اور بکری کو اللہ تعالیٰ نے ''مھتوک الستر'' بنایا ہے یعنی اس کے قبل اور دُبر کھلی رہتی ہے جبکہ بھیڑ کی شرمگاہ چھپی ہوتی ہے۔نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے کو بکرے سے تشبیہ دی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ حلالہ کرنے والا (کے لئے جفتی) مستعار لئے ہوئے بکرے کی طرح ہے۔بھیڑ، بکری سے اس لئے بھی افضل ہے کہ بھیڑ کی سری بکری کی سری سے طیب وافضل ہوتی ہے اور اسی طرح بھیڑ کا گوشت بھی بکری کے گوشت سے طیب وافضل ہوتا ہے کیونکہ بکری کا گوشت سودائیت، بلغم، فساد خون اور نسیان پیدا کرتا ہے جبکہ بھیڑ کے گوشت میں اس قسم کا مضرپن نہیں ہوتا۔

حضرت ام ہانیؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ہانیؓ سے فرمایا کہ تم بکریاں پالو کیونکہ ان میں برکت ہے۔ایک عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میری بکریاں عمدہ نہیں ہیں۔پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تمہاری بکریوں کا رنگ کیسا ہے؟ اس نے عرض کیا سیاہ۔پس آپؐ نے فرمایا کہ تم ان بکریوں کو تبدیل کر کے سفید رنگ کی بکریاں پال لو کیونکہ سفید بکریوں میں برکت ہے۔(رواہ ابن ماجہ) تحقیق تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور نیک لوگوں نے بکریاں چرائی ہیں۔''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی بھی مبعوث نہیں فرمایا مگر اس نے بکریاں چرائیں'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

سکینت و وقار یعنی تواضع "اہل غنم" بکری والوں میں ہے"۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ اطراف مدینہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ نکلے۔ پس کھانے کے وقت ان کے ساتھیوں نے دستر خوان لگایا۔ پس اسی اثناء میں ایک چرواہا ادھر سے گزرا۔ پس اس نے سلام کیا۔ پس ابن عمرؓ نے اس سے فرمایا اے چرواہے ہمارے پاس آ اور ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہو جا۔ پس چرواہے نے کہ کہ میں روزہ سے ہوں۔ پس حضرت ابن عمرؓ نے اس سے فرمایا کیا تم آج اتنے شدید گرم موسم میں روزے سے ہو اس حال میں کہ تم ان پہاڑوں پر بکریاں چرا رہے ہو۔ پس حضرت ابن عمرؓ نے چرواہے کی ایمانداری کا امتحان لینے کی غرض سے اس سے کہا کہ کیا تم اپنی بکریوں میں کوئی بکری ہمیں فروخت کرو گے کہ ہم تمہیں بکری کی قیمت دے دیں اور ہم اس بکری کا گوشت کھائیں اور تو بھی بکری کے گوشت سے افطار کرے۔ پس چرواہے نے کہا کہ یہ بکریاں میری نہیں ہیں بلکہ میرے آقا کی ہیں۔ پس حضرت ابن عمرؓ نے اس سے کہا کہ تم اپنے آقا سے کہہ دینا کہ ایک بکری کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ پس چرواہے نے پیٹھ پھیر لی اور وہ یہ کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا اور چرواہا آسمان کی طرف انگلی سے اشارہ کر رہا تھا۔

پس حضرت ابن عمرؓ چرواہے کے قول سے متاثر ہوئے۔ پس جب حضرت ابن عمرؓ مدینہ منورہ تشریف لائے تو غلام (یعنی چرواہے) کو اور بکریوں کو (چرواہے کے آقا سے) خرید لیا اور غلام (یعنی چرواہے) کو آزاد کر دیا اور بکریاں بھی اسے ہبہ کر دیں۔ (روی الطبرانی والبیہقی فی الشعب)

"الاستیعاب" وغیرہ میں حضرت اسودؓ کے اسلام لانے کا قصہ مذکور ہے کہ حضرت اسود حبشی ایک یہودی کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ حضور ﷺ جب خیبر کے کسی قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے تو یہ (یعنی حضرت اسودؓ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے سامنے اسلام (کی تعلیمات) پیش فرمایئے؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اسلام (کی تعلیمات) پیش کیں۔ پس وہ مسلمان ہو گئے۔ پھر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان بکریوں والوں کا ملازم ہوں اور یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں۔ پس میں ان بکریوں کا کیا کروں؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے منہ پر مارو۔ پس یہ اپنے مالک کی طرف چلی جائیں گی۔ پس اسود کھڑے ہوئے اور انہوں نے کنکریاں لیں اور بکریوں کے منہ پر ماریں اور کہا کہ تم اپنے مالک کی طرف لوٹ جاؤ۔ پس اللہ کی قسم اس کے بعد میں کبھی بھی تمہاری نگرانی نہیں کروں گا۔ پس اس کے بعد بکریاں مجتمع ہو کر چل پڑیں گویا ان کو کوئی ہانکنے والا ہانک کر لے جا رہا ہو یہاں تک کہ وہ اپنے مالک کے گھر داخل ہو گئیں۔ پھر اس کے بعد حضرت اسودؓ مسلمانوں کے ہمراہ کفار سے قتال کرنے لگے۔ پس انہیں ایک پتھر لگا، پس وہ شہید ہو گئے۔ حالانکہ آپؓ (یعنی حضرت اسودؓ) نے ایک بھی نماز ادا نہیں کی (یعنی آپؓ کو اسلام لانے کے بعد نماز کا موقع میسر نہیں آیا، اسلام قبول کیا اور میدان قتال میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے) پس نبی اکرم ﷺ حضرت اسودؓ کی نعش کے پاس آئے اور نعش کو دیکھ کر چہرہ انور ایک طرف پھیر لیا۔ پس صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپؐ نے حضرت اسودؓ کی نعش سے اعراض کیوں فرمایا ہے؟ پس آپ ﷺ نے فرمایا ان کے ساتھ اس وقت جنت کی حوروں میں سے دو بیویاں تھیں جو ان کے چہرے سے مٹی صاف کر رہی تھیں اور وہ کہہ رہی تھیں اللہ تعالیٰ اس شخص کا چہرہ خاک آلود کرے جس نے آپؓ کا چہرہ خاک آلود کیا ہے اور جس نے آپؓ کو قتل (شہید) کیا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قتل کر دے۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے خواب میں سیاہ رنگ کی بکریاں دیکھیں جن میں بہت سی سفید رنگ کی بکریاں آ کر مل گئیں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ﷺ نے اس خواب کی کیا تعبیر لی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ) عجمی لوگ تمہارے دین اور نسب میں شریک ہو جائیں گے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا عجمی لوگ ہمارے شریک ہوں گے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ایمان (یعنی دین) ثریا میں بھی معلق ہوگا تو عجم کے لوگ اس کو وہاں سے بھی نکال لائیں گے (روی الحاکم فی مستدرکہ) ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سیاہ بکریوں کی اتباع میں (یعنی ان کے پیچھے) سفید بکریاں آ رہی ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکرؓ تم اس کی تعبیر بیان کرو۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ عرب (دین میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کریں گے پھر عجمی لوگ (دین میں) عرب کی اتباع کریں گے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتہ نے بھی یہی تعبیر بتلائی ہے۔ تحقیق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا ہے کہ وہ (یعنی حضور ﷺ) ایک کنویں سے ڈول بھر بھر کر کھینچ رہے ہیں اور ان کے ارد گرد سیاہ اور سفید بکریاں ہیں۔ پھر حضرت ابوبکرؓ آئے پس انہوں نے ضعف کے ساتھ (یعنی کمزوری کے ساتھ) ڈول کو کھینچنا شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے۔ پھر حضرت عمرؓ آئے، پس انہوں نے ڈول ہاتھ میں تھاما، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے حضرت عمرؓ سے زیادہ طاقتور آدمی نہیں دیکھا کہ جس نے حضرت عمرؓ کی طرح (قوت کے ساتھ) کنویں سے پانی نکالا ہو۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خواب کی یہ تعبیر لی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے (وصال کے) بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوں گے اور ان کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ ہوں گے۔

امام احمدؒ اور البزارؒ نے اپنی اپنی مسند میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ابو مسلم خولانی حضرت امیر معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پس ابو مسلم خولانی نے کہا ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا الْاَجِیْر'' پس لوگوں نے کہا کہ یوں کہیے ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا الْاَمِیْر'' پس ابو مسلم نے کہا ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا الْاَجِیْرُ'' (اے خادم تجھ پر سلام ہو) لوگوں نے ابو مسلم سے کہ یوں کہیے ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا الْاَمِیْر'' پس ابو مسلم نے کہا ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا الْاَجِیْرُ'' پس حضرت امیر معاویہؓ نے لوگوں سے فرمایا کہ ابو مسلم کو چھوڑ دو (یعنی یہ جو بھی کہیں انہیں کہنے دو) کیونکہ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کے متعلق وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ پس ابو مسلم نے کہا کہ آپ ان بکریوں (یعنی مسلمانوں) کے اجیر (خادم) ہیں اور ان بکریوں کے پروردگار (یعنی مالک) نے آپ کو ان کی حفاظت کے لئے رکھا ہے۔ پس اگر یہ بیمار ہوں تو ان کا علاج وغیرہ کریں اور ان بکریوں کے مالک نے آپ کو یہ فرمایا ہے کہ اگر تو نے بیماروں کا علاج کیا اور کمزوروں کی دیکھ بھال کی تو تم اجر کے مستحق ہو گے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر بکریوں کے سردار کے عذاب کے مستحق قرار پاؤ گے۔

''رسالۃ القشیری'' کے ''باب الدعاء'' میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک آدمی پر ہوا جو گڑگڑا کر دعا مانگ رہا پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے اللہ اگر اس کی حاجت میرے قبضہ قدرت میں ہوتی تو میں اس کی حاجت کو پورا

کر دیتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اے موسیٰ میں اس آدمی پر تم سے بھی زیادہ رحیم ہوں لیکن وہ دعا مجھ سے مانگ رہا ہے اور اس کے پاس بکریاں ہیں اس کا دل بکریوں میں لگا ہوا ہے۔ میں ایسے بندہ کی دعا قبول نہیں کرتا جو دعا تو مجھ سے کرے لیکن اس کا دل میرے علاوہ کسی اور سے وابستہ ہو۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس شخص کو اس بات کی خبر دی۔ پس اس کے بعد اس شخص نے حضور قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کی حاجت پوری فرمادی۔ ''المجالسۃ الدینوری'' میں حماد بن زید نے موسیٰ بن اعین راعی سے روایت کی ہے کہ بکریاں' شیر اور دوسرے جنگلی جانور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت میں ایک ہی جگہ پر چرا کرتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ ایک دن ایک بھیڑیا بکریوں میں گھس گیا اور ایک بکری کو اٹھا کر لے گیا۔ پس میں نے کہا ''اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن'' اور میں نے خیال کیا کہ شاید مرد صالح کی وفات ہوگئی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہوا کہ جس رات بھیڑیا بکری کو اٹھا کر لے گیا تھا اسی رات حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا انتقال ہوگیا تھا۔ عبدالواحد بن زید سے روایت ہے کہ میں نے تین رات تک اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ مجھے وہ شخص دکھلا دے جو جنت میں میرا رفیق ہوگا۔ پس مجھ سے کہا گیا (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا) کہ اے عبدالواحد جنت میں تیری رفیق میمونۃ السوداء (نامی عورت) ہے۔ پس میں نے کہا وہ کہاں رہتی ہے؟ پس مجھ سے کہا گیا کہ وہ کوفہ میں فلاں قبیلہ میں ہے۔ پس میں کوفہ کی طرف گیا اور اس کے متعلق (لوگوں سے) سوال کیا تو معلوم ہوا کہ وہ (فلاں جنگل میں) بکریاں چرا رہی ہے۔ پس میں اس کی طرف آیا تو دیکھا کہ اس کی بکریاں' بھیڑیئے کے ساتھ چر رہی ہیں اور وہ نماز پڑھ رہی ہے۔ پس جب وہ نماز سے فارغ ہوئی تو اس نے کہا اے ابن زید یہ (یعنی دنیا) وعدہ کی جگہ نہیں ہے بلکہ وعدہ کی جگہ جنت ہے۔ پس میں نے اس سے کہا کہ تجھے اس بات کا کیسے علم ہوا کہ میں ابن زید ہوں؟ پس اس عورت نے کہا کہ تم نہیں جانتے کہ جب ارواح کو ایک جگہ جمع کیا گیا تھا تو اس وقت بہت سی روحیں متعارف ہوئی تھیں اور بہت سی متعارف نہیں ہوئی تھیں۔ پس جو عالم ارواح میں متعارف ہوئی تھیں وہ یہاں (یعنی دنیا میں) بھی متعارف ہیں اور جو وہاں متعارف نہیں ہوئی تھیں وہ یہاں بھی غیر متعارف ہی ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اس عورت سے کہا کہ مجھے وعظ ونصیحت کیجئے؟ پس اس عورت نے کہا کہ جو خود واعظ ہو وہ دوسروں کے وعظ کا محتاج ہے (عجیب بات ہے) پس میں نے اس عورت سے کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری بکریاں بھیڑیوں کے ساتھ چر رہی ہیں۔ اس عورت نے جواب دیا کہ میں نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ سے درست کرلیا ہے اس کے عوض اللہ تعالیٰ نے میری بکریوں کا معاملہ بھیڑیوں کے ساتھ درست فرمادیا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے قول ''اِذْ یَحْکُمٰنِ فِی الْحَرْثِ نَفَشَتْ فِیْہِ غَنَمُ الْقَوْمِ'' کے متعلق تذکرہ کیا ہے کہ حضرت قتادہ' ابن عباس اور زہری سے مروی ہے کہ دو آدمی حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے' ان میں ایک کھیتی باڑی کرنے والا یعنی کاشتکار تھا اور دوسرا ''صاحب غنم'' بکریوں والا تھا۔ پس کاشتکار نے عرض کیا کہ اس آدمی (یعنی بکریوں والے) نے رات کے وقت اپنی بکریاں کھلی چھوڑ دیں' پس وہ میرے کھیت میں گھس گئیں۔ پس انہوں نے میرا کھیت تباہ کر دیا اور اس میں کچھ بھی (یعنی چارہ وغیرہ) باقی نہیں رہا۔ پس حضرت داؤدؑ نے کاشتکار کے

نقصان کے عوض بکریوں والے کی بکریاں کاشتکار کو دے دیں۔ پس وہ دونوں (یعنی کاشتکار اور صاحب غنم) حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس سے گئے تو ان کا گزر حضرت سلیمان علیہ السلام پر ہوا۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے درمیان (پائے جانے والے تنازع کا) کیا فیصلہ ہوا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تمہارا معاملہ میرے سپرد ہوتا تو میں (اس فیصلے کے بجائے) دوسرا فیصلہ کرتا۔ پس (خبر ملنے پر) حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلایا اور فرمایا اے میرے بیٹے تمہیں حق نبوت اور حق ابوت کی قسم! تم مجھے بتاؤ کہ تم ان دونوں (یعنی کاشتکار اور بکریوں والے) کے درمیان کیا فیصلہ کرتے؟ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا کہ بکریاں کھیتی والے (یعنی کسان) کو دے دیجئے تاکہ وہ ان کے دودھ' صوف (یعنی اون) اور نسل وغیرہ سے نفع حاصل کرے اور کھیت بکری والے کے سپرد کردیجئے تاکہ وہ اس کو بوئے اور کھیتی کرے۔ اس طرح جب کھیت کی حالت ایسی ہوجائے جیسا کہ بکریوں کے چرنے سے پہلے تھا تو اس وقت کھیت کسان کو اور بکریاں بکری والے کو دلا دیجئے۔ پس حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے فیصلہ کو منسوخ کردیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے فیصلہ کو نافذ کردیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب یہ فیصلہ کیا تو اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر گیارہ سال تھی۔

''عجائب المخلوقات'' کے شروع میں مرقوم ہے کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ الصلاۃ والسلام کا گزر ایک چشمہ پر ہوا جو ایک پہاڑ کے قریب بہہ رہا تھا۔ پس آپ نے اس چشمہ (کے پانی) سے وضو فرمایا پھر پہاڑ کی طرف چل دیئے تاکہ نماز پڑھیں۔ کچھ دیر بعد ایک سوار آیا۔ پس اس نے چشمہ سے پانی پیا اور چل دیا لیکن اس چشمہ کے پاس ایک تھیلی بھول گیا جس میں دراہم تھے۔ پس اس کے بعد ایک، چرواہا (یعنی بکریاں چرانے والا) (چشمہ کے پاس آیا) پس اس نے تھیلی دیکھی۔ پس اس نے تھیلی اٹھالی اور چل دیا۔ اس کے بعد (چشمہ کے پاس) ایک بوڑھا آیا جس پر فقر کے آثار نمایاں تھے اور اس کے سر پر لکڑیوں کا گٹھڑ تھا۔ پس اس نے لکڑیاں ایک طرف رکھ دیں پھر وہ آرام کرنے کی غرض سے لیٹ گیا۔ پس ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ سوار اپنی تھیلی کی تلاش میں چشمہ کے پاس آیا اور سوار کو تلاش کے باوجود تھیلی نہیں ملی تو وہ بوڑھے شخص سے تھیلی کا مطالبہ کرنے لگا۔ پس بوڑھے آدمی نے انکار کیا اور کہا کہ میں نے آپ کی تھیلی نہیں دیکھی۔ پس سوار نے بوڑھے کو مارنا شروع کیا یہاں تک کہ بوڑھے کی موت واقع ہوگئی۔ پس حضرت موسیٰؑ نے (جو اس منظر کو دیکھ رہے تھے) عرض کیا اے میرے رب اس معاملہ میں کیسے عدل ہو؟ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ بے شک بوڑھے آدمی نے سوار کے والد کو قتل کردیا تھا اور اس سوار پر (جس کی تھیلی گم ہوگئی ہے) چرواہے کے والد کا اتنا ہی قرض تھا جتنی رقم تھیلی میں موجود ہے۔ (جو چرواہے نے اٹھائی ہے) پس قاتل سے قصاص لے لیا گیا اور قرض خواہ کو قرض وصول ہوگیا ہے۔ پس معاملہ برابر ہوگیا۔ (اے موسیٰ) میں حاکم عادل ہوں (میں ناانصافی کیسے کرسکتا ہوں)۔

''کتاب الحکم'' اور ''الغایات'' میں مذکور ہے کہ اہل تجربہ نے کہا ہے کہ بکریوں کے درمیان چلنا' بیٹھ کر عمامہ باندھنا' کھڑے ہوکر پائجامہ پہننا' ڈاڑھی کا دانتوں سے کترنا' دروازہ کی چوکھٹ پر بیٹھنا' بائیں ہاتھ سے کھانا' دامن سے منہ پونچھنا' انڈوں کے چھلکوں پر چلنا' دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا اور قبروں پر قہقہہ مار کر ہنسنا انسان کو غم میں مبتلا کردیتا ہے۔

الحکم "غنم" (یعنی بھیڑ، بکری) کا کھانا حلال ہے اور اس کی خرید و فروخت بھی بالا جماع جائز ہے اور ہر چالیس بکریوں پر ایک بکری بطور زکوٰۃ واجب ہے اور جب ایک سو اکیس ہو جائیں تو دو بکریاں بطور زکوٰۃ واجب ہیں اور پھر جب دو سو بکریاں ہو جائیں تو تین بکریاں بطور زکوٰۃ واجب ہیں۔ چار سو بکریوں پر چار بکریاں بطور زکوٰۃ دی جائیں گی اور پھر ہر سو پر ایک ایک بکری کا اضافہ ہوتا رہے گا۔ (یعنی پانچ سو ہو جائیں تو پانچ بکریاں، چھ سو پر چھ بکریاں بطور زکوٰۃ واجب ہوں گی)۔

امثال تحقیق بکری کے متعلق امثال بعض تو "باب الجیم" میں ذکر کر دی گئی ہیں اور بعض کا تذکرہ "باب الشین" میں گزر چکا ہے۔ اسی طرح بکری کے خواص کا تفصیلی تذکرہ انشاء اللہ "باب المیم" میں "المعز" کے تحت ہوگا۔

تعبیر "غنم" (بھیڑ، بکری) کو خواب میں دیکھنا صالح و مطیع رعایا، مال غنیمت، بیویاں، اولاد، املاک، کھیتی، پھل دار درخت پر دلالت کرتا ہے۔ پس اون والی "الغنم" (بھیڑ، بکری) کو خواب میں دیکھنا نیک خوبصورت عورت کی طرف اشارہ ہے۔ بالوں والی بکری کو خواب میں دیکھنا ایسی نیک عورتوں پر دلالت کرتا ہے جو فقیر ہوں۔ ابن المقری کا یہی قول ہے۔ المقدسی نے کہا ہے کہ جس شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ معز (بکری) اور ضان (بکری) کو ہانک رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ عرب و عجم کا سربراہ بنے گا۔ پس اگر اس نے خواب میں ان بکریوں کا دودھ دوہا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے وافر مال حاصل ہوگا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ کسی مکان میں بکریاں کھڑی ہوئی ہیں تو یہ ایسے لوگوں پر دلالت کرتا ہے جو کسی معاملہ کے لئے کسی جگہ جمع ہوئے ہوں۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کے سامنے سے بکریاں آ رہی ہیں تو یہ خواب دیکھنے والے کے دشمن کی طرف اشارہ ہے جس پر اسے غلبہ حاصل ہوگا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ بکری اس کے آگے آگے بھاگ رہی ہے اور وہ اس کو پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑتا ہے لیکن اسے پکڑ نہیں سکتا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کی معیشت (یعنی آمدنی) معطل (بند) ہو جائے گی یا اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی عورت کا تعاقب کرے گا لیکن اس میں ناکام رہے گا۔

جاماسب نے کہا ہے کہ اگر کسی نے خواب میں بکریوں کا ریوڑ دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ ہمیشہ خوش رہے گا۔ اگر اس نے خواب میں ایک بکری دیکھی تو ایک سال تک خوش رہے گا۔ پس جو شخص خواب میں "النعجة" (دنبی) کو ذبح کرے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی مبارک عورت سے جماع کرے گا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کی صورت "غنم" (بھیڑ، بکری) کی صورت جیسی ہوگئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے مال حاصل ہوگا۔

اَلْغَوَّاصُ

"اَلْغَوَّاصُ" یہ ایک پرندہ ہے جسے اہل مصر "الغطاس" کہتے ہیں۔ عنقریب انشاء اللہ "باب القاف" میں بھی اس کا تذکرہ کیا جائے گا۔ قزوینی نے "الاشکال" میں لکھا ہے کہ یہ ایک ایسا پرندہ ہے جو نہروں کے کنارے پایا جاتا ہے۔ یہ پانی میں غوطہ لگاتا ہے اور مچھلی کا شکار کرتا ہے اور مچھلی کا گوشت کھا کر قوت حاصل کرتا ہے۔ اس پرندے کے شکار کی کیفیت یہ ہے کہ یہ پانی میں شدید قوت سے غوطہ لگاتا ہے اور پانی کے نیچے رکا رہتا ہے اور جونہی اسے کوئی مچھلی نظر آتی ہے تو یہ اسے پکڑ لیتا ہے اور اسے اپنا شکار بنا لیتا ہے۔ یہ

عجیب وغریب بات ہے کہ یہ پرندہ پانی کے نیچے ٹھہرا رہتا ہے۔ یہ پرندہ بصرہ کی سرزمین میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ ایک آدمی نے کہا ہے کہ میں نے ایک ''غواص'' دیکھا جس نے مچھلی کا شکار کیا۔ پس ایک کوے نے مچھلی ''غواص'' سے چھین لی۔ پس ''غواص'' نے ایک اور مچھلی کا شکار کیا۔ پس کوے نے دوسری مچھلی بھی چھین لی۔ پس ''غواص'' نے ایک اور مچھلی کا شکار کیا۔ پس کوے نے دوسری مچھلی بھی چھین لی۔ پھر تیسری مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ پس جب کوا مچھلی کھانے لگا تو ''غواص'' نے کوے کی ٹانگ پکڑ لی اور پانی میں غوطہ لگایا اور جب تک کوا مرا نہیں اس کو پانی سے باہر نہیں آنے دیا۔

الحکم قزوینی نے کہا ہے کہ اگر ''غواص'' کا کھانا حلال ہے تو یہ رافعی کے قول کی بناء پر ہی ہے۔

خواص اگر ''غواص'' کا خون خشک کر کے انسان کے بالوں کے ساتھ پیس لیا جائے اور پھر اس کی مالش کی جائے تو یہ ''طحال'' (یعنی تلی کا بڑھ جانا) کے لئے نافع ہے۔ ''غواص'' کی ہڈی کو بھی اگر انسانی بالوں کے ساتھ پیس کر اس کی جسم پر مالش کی جائے تو یہ بھی ''طحال'' (تلی کا بڑھ جانا) کے لئے مفید ہے۔ واللہ اعلم۔

الغوغاء

''الغوغاء'' اس سے مراد ٹڈی ہے جبکہ اس کے پر نکل آئیں اور اس کی رنگت سرخ ہو۔

اَلْغُوْلُ

''اَلْغُوْلُ'' یہ لفظ ''الغیلان'' کا واحد ہے۔ اس سے مراد جنات اور شیاطین ہیں اور اس گروہ کا شمار (جنات اور شیاطین کے) جادوگروں میں ہوتا ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ ''الغول'' السعالی کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع ''اغوال'' اور ''غیلان'' آتی ہے۔ ہر وہ چیز جو انسان کو اچانک پکڑ کر ہلاک کر دے وہ ''غول'' کہلاتی ہے۔ الغول، ''التغول'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی رنگ بدلنے کے ہیں۔ حضرت کعب بن زہیر بن ابی سلمیٰؓ نے فرمایا ہے کہ ؎

فَمَا تَدُوْمُ عَلٰی حَالٍ تَكُوْنُ بِهَا ۔۔۔ كَمَا تَلَوَّنُ فِیْ اَثْوَابِهَا الْغُوْلُ

''پس وہ ہمیشہ ایک حال پر نہیں رہتی بلکہ اپنی حالت تبدیل کرتی رہتی ہے جیسے ''غول'' یعنی بھوت اپنے کپڑوں میں رنگ بدلتا رہتا ہے''

اہل عرب کہتے ہیں ''تغولت المراۃ'' (عورت نے رنگ تبدیل کر لیا) یہ الفاظ اس وقت کہے جاتے ہیں جب عورت اپنے کپڑوں کا رنگ بدلتی ہے۔ جب کوئی آدمی ہلاکت میں مبتلا ہوتا ہے تو اہل عرب کہتے ہیں ''غَالَتْهُ غول'' (اس کو ''غول'' نے پکڑ لیا)

فائدہ ایک آدمی نے ابو عبیدہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول ''طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ'' ( ) کے متعلق سوال کیا اور اس شخص کا اعتراض یہ تھا کہ جب کسی برائی کی دھمکی یا بھلائی کی خوشخبری دی جاتی ہے تو ایسی چیزوں سے مثال دی جاتی ہے جو لوگوں میں معروف ہوں لیکن یہ مثال ایسی ہے کہ لوگ اسے نہیں پہچانتے۔ پس ابو عبیدہ نے اس شخص کو جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل عرب سے ان کے محاورات کی رعایت سے کلام کیا ہے۔ کیا تو نے سنا نہیں کہ امراء القیس نے کیا کہا ہے ؎

أ تقتُلنِیْ وَالمشر فی مَضَاجِعِی وَمَسْنُونَۃٍ زُرْقٍ کانیاب أغْوَالِ

''کیا تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے اس حال میں کہ تلوار میرے پاس ہے اور میرے پاس ایسے نیزے بھی ہیں گویا کہ وہ شیطان کے دانت ہوں''
اہل عرب نے ''غول'' (بھوت وغیرہ) کو دیکھا نہیں لیکن وہ اس سے خائف رہتے تھے۔ اسی لئے اس کو وعید کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ ابوعبیدہ کا نام علامہ معمر بن مثنی بصری نحوی ہے۔ آپ مختلف علوم وفنون میں مہارت رکھتے تھے۔ ابوعبیدہ عربیت اور اخبار وایام عرب کے ماہر تھے لیکن اس کے باوجود اشعار کو غلط پڑھتا تھا اور قرآن بھی غلط پڑھتا تھا۔ ابوعبیدہ خارجی عقائد کی طرف مائل تھا۔ کوئی حاکم ابوعبیدہ کی شہادت قبول نہیں کرتا تھا۔ کیونکہ یہ لڑکوں کا شوقین تھا۔ اصمعی نے کہا ہے کہ ایک دن میں اور ابوعبیدہ مسجد میں داخل ہوئے تو میں نے دیکھا کہ مسجد کے اس ستون پر جس کے پاس ابوعبیدہ بیٹھا کرتا تھا یہ شعر لکھا ہوا ہے

صَلَّی الاِلٰہُ عَلٰی لُوْط وشیعتہ أبا عبیدۃ قل باللہ آمینا

''اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی جماعت پر رحمت نازل فرمائے' اے ابوعبیدہ اللہ کیلئے تو بھی اس پر آمین کہہ دے۔''
اصمعی کہتے ہیں کہ ابوعبیدہ نے مجھے حکم دیا کہ اس شعر کو مٹا دے۔ پس میں ابوعبیدہ کی کمر پر سوار ہوا اور شعر کو مٹا دیا۔ پھر میں نے کہا کہ اب صرف لفظ ''طاء'' باقی رہ گیا ہے۔ پس ابوعبیدہ نے کہا کہ لفظ ''طاء'' ہی تو برا لفظ ہے کیونکہ ''اَلطَّامَۃُ'' یعنی قیامت بھی لفظ ''طاء'' سے شروع ہوتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابوعبیدہ کے بیٹھنے کی جگہ پر ایک ورق پڑا ہوا ملا جس پر مذکورہ بالا شعر کے علاوہ یہ شعر بھی لکھا ہوا تھا

فَاَنْتَ عِنْدِیْ بِلاَ شَکٍّ بَقِیَّتُھُمْ مُنْذ اِحْتَلَمْتَ وَقَدْ جَاوَزْتَ تِسْعِیْنًا

''اس بات میں کوئی شک نہیں کہ تو بھی میرے نزدیک ''قول لوط'' کا بقیہ ہے جب سے تو بلوغت کو پہنچا ہے اور اب بھی جبکہ تیری عمر نوے سال سے زیادہ ہو چکی ہے۔''

روایت کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ ابوعبیدہ بلادِ فارس کی جانب موسیٰ بن عبدالرحمٰن ہلالی سے ملاقات کے ارادہ سے نکلے۔ پس جب وہ (یعنی ابوعبیدہ) وہاں پہنچے تو موسیٰ بن عبدالرحمٰن ہلالی نے اپنے لڑکوں سے کہا کہ تم ابوعبیدہ سے احتراز کرنا کیونکہ ان کی گفتگو بڑی دقیق (پیچیدہ) ہوتی ہے۔ پس جب کھانا لگایا گیا تو کسی لڑکے نے ابوعبیدہ کے دامن پر شوربا گرا دیا۔ پس موسیٰ بن عبدالرحمٰن نے ابوعبیدہ سے کہا کہ تحقیق آپ کے کپڑوں پر شوربا گر گیا ہے۔ میں آپ کو اس کے عوض دس کپڑے دے دوں گا۔ پس ابوعبیدہ نے کہا کہ کوئی حرج نہیں کیونکہ آپ کے شوربے سے کپڑے کو نقصان نہیں پہنچتا۔ یعنی اس میں روغن نہیں ہے جو کپڑوں کو خراب کرے۔ پس موسیٰ بن عبدالرحمٰن' ابوعبیدہ کی گفتگو کا مطلب سمجھ کر خاموش ہو گئے۔ ابوعبیدہ کا انتقال ۲۰۹ھ میں ہوا۔

ابوعبیدہ کی کنیت ''ھاء'' کے ساتھ ہے لیکن قاسم بن سلام کی کنیت ''ابوعبید'' بغیر ''ھاء'' کے ہے۔ ابوعبیدہ کے والد ''باجروان'' نامی بستی میں رہتے تھے۔ یہ وہی بستی ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے قیام کے دوران بستی

والوں سے ضیافت کا مطالبہ کیا تھا۔ تحقیق اس کا تفصیلی تذکرہ ہم نے ''باب الحاء'' میں الحوت کے تحت نقل کر دیا ہے۔ اس بستی کا ''برقۃ'' کے نام سے قرآن کریم میں بھی ذکر موجود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ طبرانی اور بزار نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہیں بھوت دھوکہ دینے کا ارادہ کریں تو تم اذان پڑھا کرو کیونکہ شیطان جب اذان کی آواز سنتا ہے تو گوز مارتے ہوئے فرار ہو جاتا ہے۔

امام نوویؒ نے ''کتاب الاذکار'' میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو دفع ضرر کا وسیلہ قرار دیا ہے۔ امام نسائیؒ نے حضرت جابرؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے لئے ضروری ہے کہ اوّل شب گھر آیا کرو کیونکہ زمین رات کے وقت سمٹتی ہے۔ پس اگر تم پر ''غیلان'' (بھوت وغیرہ) ظاہر ہوں تو جلدی سے اذان پڑھ دیا کرو۔ امام نوویؒ نے بھی اسی کی مثل روایت نقل کی ہے۔ امام مسلمؒ نے حضرت سہیل بن ابی صالح سے نقل کیا ہے کہ سہیل بن صالح کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے اور ایک غلام کو بنی حارثہ کے ایک محلّہ میں بھیجا۔ پس راستہ میں کسی پکارنے والے نے دیوار کے اوپر سے غلام کا نام لے کر اس کو (یعنی غلام کو) پکارا۔ پس غلام دیوار پر چڑھ کر پکارنے والے کو دیکھنے لگا لیکن اسے کوئی دکھائی نہیں دیا۔ پس (واپسی پر) میں نے اس واقعہ کا تذکرہ اپنے والد سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تمہارے ساتھ یہ واقعہ پیش آئے گا تو میں تمہیں ہرگز وہاں نہ بھیجتا۔ پس جب بھی تم ایسی آواز سنو تو اذان پڑھ دیا کرو کیونکہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک شیطان جب (اذان کی) آواز سنتا ہے تو (پیٹھ پھیر کر) فرار ہو جاتا ہے۔

امام مسلمؒ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا **"لا عدویٰ ولا طیرۃ ولا غول"** اسلام میں عدویٰ بدفالی اور غول کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ جمہور اہل علم کا قول ہے کہ اہل عرب کا خیال تھا کہ ''غیلان'' یعنی بھوت وغیرہ جنگلوں میں ہوتے ہیں اور یہ شیاطین کی ایک جنس ہیں جو انسانوں پر ظاہر ہوتے ہیں اور اپنا رنگ تبدیل کر کے انسانوں کو راستہ بھلا دیتے ہیں اور انہیں (یعنی انسانوں کو) ہلاک کر دیتے ہیں۔ پس نبی اکرم ﷺ نے اپنے قول (کہ اسلام میں عدویٰ بدفالی اور غول کی کوئی حقیقت نہیں) سے اہل عرب کے عقیدہ کی تردید فرما دی ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ''غول'' کے وجود کی نفی نہیں ہے بلکہ اس عقیدہ کی تردید ہے کہ ''غول'' بھوت طرح طرح کے رنگ بدل کر انسان کو دھوکہ دیتا ہے جیسے اہل عرب کا خیال ہے۔ پس حدیث میں مذکور لفظ "لَا غَوْلَ" کا معنی یہ ہوا کہ ''غول'' بھوت میں یہ استطاعت نہیں ہے کہ وہ کسی انسان کو راستہ سے بھٹکا دے۔ اس معنی کی تائید ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا **"لاغول ولکن السعالی"** اہل علم نے فرمایا ہے کہ ''السعالی'' سے مراد ''سحرۃ الجن'' ہیں یعنی جنات کا ایسا گروہ جن کا شمار جادوگروں میں ہوتا ہے جیسا کہ پہلے بیان کر دیا گیا ہے۔ امام ترمذی اور حاکم نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ ہمارے گھر میں ایک پالکی (ڈولی نما) تھی جس میں کھجوریں رکھی رہتی تھیں۔ ''غول'' بلی کی صورت میں نمودار ہوتے۔ پس وہ اس پالکی (ڈولی) سے کھجوریں نکال

کر لے جاتے۔ پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا تم جاؤ اور جب تم اسے دوبارہ دیکھوتو ''بسم اللہ اجیبی رسول اللہ'' کے الفاظ پڑھ لینا۔ راوی کہتے ہیں جب وہ بلی دوبارہ آئی تو میں نے اسے پکڑ لیا۔ پس اس نے قسم کھائی کہ وہ دوبارہ نہیں آئے گی۔ پس میں نے اسے چھوڑ دیا اور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے قیدی کا کیا ہوا۔ تمہارے قیدی کا کیا ہوا۔ میں نے عرض کیا اس نے قسم کھالی ہے کہ وہ دوبارہ نہیں آئے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے جھوٹ کہا ہے اور جھوٹ بولنا اس کی عادت ہے۔ راوی کہتے ہیں جب دوبارہ ''غول'' (یعنی بھوت) بلی کی صورت میں آئی تو میں نے (دوسری مرتبہ) اسے پکڑ لیا۔ پس اس نے دوبارہ نہ آنے کی قسم اٹھائی تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے قیدی کا کیا ہوا۔ میں نے عرض کیا اس نے دوبارہ نہ آنے کی قسم اٹھائی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس نے جھوٹ بولا ہے اور جھوٹ بولنا اس کی عادت ہے۔ حضرت ابوایوبؓ کہتے ہیں کہ ''غول'' دوبارہ بلی کی شکل میں آئی تو میں نے اسے پکڑ لیا اور اس سے کہا کہ اس مرتبہ میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں۔ پس وہ بلی (جو دراصل بھوت تھی) کہنے لگی کہ میں تمہیں ایک بات بتاتی ہوں وہ یہ کہ تم اپنے گھر میں آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو تو آپ کے گھر میں شیطان یا کوئی اور چیز نہیں آئے گی۔ حضرت ابوایوبؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے قیدی کا کیا نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے حالانکہ وہ جھوٹی ہے۔ امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ نے فرمایا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اسی کی مثل ایک حدیث امام بخاریؒ نے بھی نقل کی ہے۔ حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے صدقۃ الفطر کے مال کا نگران مقرر کیا اور پھر حضرت ابو ہریرۃؓ نے اپنے ساتھ پیش آنے والے معاملہ کا تذکرہ کیا۔ (یعنی حضرت ابو ہریرۃؓ کے ساتھ وہی واقعہ پیش آیا جو حضرت ابوایوبؓ کے ساتھ پیش آیا تھا) حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اس کو اس خیال سے چھوڑ دیا کہ اس نے مجھے ایسے کلمات کی تعلیم دی ہے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ مجھے نفع عطا فرمائے گا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا اس نے کیا کہا ہے؟ حضرت ابو ہریرۃؓ نے عرض کیا کہ اس نے (یعنی شیطان نے) مجھے کہا ہے کہ تم اپنے بستر پر لیٹنے سے پہلے آیت الکرسی پڑھ لیا کرو تو یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمہاری محافظ بن جائے گی اور تمہارے قریب کوئی شیطان نہیں آئے گا یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا ہے حالانکہ وہ (یعنی شیطان) بہت جھوٹا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو ہریرۃؓ کیا تم جانتے ہو کہ تم نے تین دن تک کس کے ساتھ گفتگو کی ہے۔ حضرت ابو ہریرۃؓ نے عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ شیطان تھا۔

اَلْغَیْدَاقُ

''اَلْغَیْدَاقُ'' (غین کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد گوہ کا بچہ ہے۔

الغيطلة

"الغیطلة" اس سے مراد جنگلی گائے ہے۔ابن سیدہ نے کہا ہے کہ جنگلی گائے کے گروہ کو بھی "الغیطلة" کہا جاتا ہے۔

الغيلم

"الغیلم" (بروزن دیلم) اس سے مراد خشکی کا کچھوا ہے۔اس کا تفصیلی ذکر "باب السین" میں گزر چکا ہے۔

الغيهب

"الغیهب" اس سے مراد شتر مرغ ہے۔

باب الفاء

اَلْفَاخِتَۃُ

''اَلْفَاخِتَۃُ'' (فاختہ) یہ ''الفواخت'' کا واحد ہے۔ فاختہ ان پرندوں میں سے ہے جن کے گلے میں طوق ہوتا ہے۔ یہ فاء کے فتحہ خاء کے کسرہ کے ساتھ آتا ہے۔ ''الکفایۃ'' میں اسی طرح مذکور ہے۔ فاختہ کو ''اَلصُّلْصُل'' (دونوں صاد پر ضمہ ہے) بھی کہا جاتا ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ فاختہ کی آواز سن کر سانپ بھاگ جاتے ہیں۔ ایک حکایت بیان کی گئی ہے کہ کسی سرزمین میں سانپوں کی کثرت تھی۔ پس وہاں کے لوگوں نے کسی حکیم سے اس کی شکایت کی۔ پس حکیم نے لوگوں کو حکم دیا کہ اس سرزمین میں فاختہ کو چھوڑ دو۔ پس انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پس (فاختہ کی آواز سن کر) وہاں سے سانپ بھاگ گئے۔ یہ خاصیت صرف عراقی فاختہ میں ہے۔ حجازی میں نہیں۔ فاختہ کی آواز میں فصاحت اور کشش ہوتی ہے اور یہ فطری طور پر انسانوں سے مانوس ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے یہ گھروں میں بھی رہتی ہے۔ اہل عرب فاختہ کو کذب سے منسوب کرتے ہیں کیونکہ یہ اپنی آواز میں کہتی ہے۔ ''ھٰذَا اَوان الرطب'' (یہ کھجور پکنے کا وقت ہے) حالانکہ اس وقت کھجور کے خوشے بھی نہیں نکلتے۔ شاعر نے کہا ہے کہ

اَکْذِبُ مِنْ فَاخِتَۃ　　　تَقُولُ وَسْطِ الکرب

''فاختہ سے زیادہ اور کون جھوٹا ہو سکتا ہے جو کلیوں کے پھوٹنے کے وقت کہتی ہے۔''

والطلع لم یبدلھا　　　ھٰذَا اَوان الرطب

''جبکہ ابھی کھجور کے خوشے بھی نہیں نکلے ہوتے کہ یہ کھجور پکنے کا وقت ہے۔''

میں (یعنی دمیریؒ) کہتا ہوں کہ فاختہ کے ساتھ جھوٹ کو منسوب کرنے کی وجہ یہ ہے ''جیسا کہ امام غزالیؒ نے ''احیاء العلوم'' کے آخر میں لکھا ہے کہ وہ عشاق جن کی محبت حد سے تجاوز کر جاتی ہے ان کی گفتگو سننے سے لذت حاصل ہوتی ہے'' وہ اپنے کلام میں معذور سمجھے جاتے ہیں۔ جیسے حکایت بیان کی گئی ہے کہ ایک فاختہ کا نر اپنی مادہ کو اپنے قریب بلا رہا تھا لیکن فاختہ اس کے قریب جانے سے انکار کر رہی تھی۔ پس فاختہ کے نر نے کہا تو مجھ سے کیوں دور رہتی ہے حالانکہ تیری محبت میں میرا یہ حال ہے کہ اگر تو چاہے تو میں تیرے لئے حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کو پلٹ دوں۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے فاختہ کے نر کی اس گفتگو کو سن لیا۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو بلا کر فرمایا تجھے اس قسم کی گفتگو کرنے کی ہمت کیسے ہوئی؟ پس فاختہ کا نر کہنے لگا کہ اے اللہ کے نبی میں محبت کرنے والا ہوں اور محبت کرنے والے یعنی عاشق کو اس کی باتوں پر ملامت نہیں کیا جاتا اور عاشقوں کے کلام کو لپیٹ دیا جاتا ہے یعنی ان کا کلام قابل گرفت نہیں ہوتا۔ نیز عاشقوں کی باتوں کو مشہور نہیں کیا جاتا۔ جیسا کہ شاعر نے کہا کہ

أرید وِصَالَہ وَ یُرِیْدُ ھِجْرِی　　　فَاتْرُکَ مَا اُرِیْد لِمَا یُرِیْدُ

''میں محبوب کے وصال کا طالب ہوں اور وہ مجھ سے جدائی چاہتا ہے۔ پس میں اپنی خواہش کو اس کی خواہش کے مقابلہ میں چھوڑ دیتا ہوں۔''

فائدہ | جان لے کہ لوگوں نے محبت کی حقیقت کو اپنے اپنے ذوق اور اجتہاد کے مطابق بیان کیا ہے لیکن میں (یعنی دمیریؒ) ان کے اقوال کو مختصراً بیان کرتا ہوں۔ عبدالرحمٰن بن نصر نے کہا ہے کہ اہل طب کے نزدیک عشق ایک قسم کا مرض ہے جو نظر و سماع یعنی کسی کا چہرہ دیکھنے یا کسی کی آواز سننے سے جنم لیتا ہے اور اطباء نے اس کا علاج بھی تجویز کیا ہے جیسا کہ دوسرے امراض بدنیہ کا علاج ہوتا ہے۔ پس محبت کا پہلا درجہ ''استحسان'' (کسی چیز کا اچھا لگنا) ہے جو نظر و سماع سے جنم لیتا ہے۔ پھر اس مرتبہ کو محبوب کے محاسن اور صفات جمیلہ کے ذکر سے تقویت حاصل ہوتی ہے۔ پس یہ درجہ مودۃ (دوستی) کہلاتا ہے۔ اس درجہ میں محبوب کی ذات سے انسیت اور رغبت پیدا ہوتی ہے اور پھر یہ رغبت اور انسیت پختہ ہو کر محبت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ محبت ایتلاف روحانی یعنی قلبی محبت کا نام ہے جب محبت کا مرتبہ مزید ترقی کرتا ہے تو اس کو ''خلۃ'' کہتے ہیں۔ انسانی ''خلۃ'' یہ ہے کہ محبّ کے دل میں محبوب کی محبت جاگزین ہو جاتی ہے اور ان میں جو درمیانی پردے ہیں وہ ساقط ہو جاتے ہیں۔ پس جب یہ مرتبہ تقویت حاصل کرتا ہے تو ''ھوی'' کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔ اس مرتبہ میں محبّ کے دل میں محبوب کی محبت میں کسی قسم کا تغیر و تلون داخل نہیں ہوتا اور پھر رفتہ رفتہ ترقی کر کے یہ مرتبہ عشق کے مرتبہ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ عشق افراط محبت کا نام ہے اور اس کی یہ تاثیر ہے کہ خود معشوق کے دل میں اپنے عاشق کا تخیل پیدا ہوتا ہے اور اس کا ذکر اس کے دل سے کبھی غائب نہیں ہوتا۔ پھر عاشق کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ اپنے شہوانی قویٰ سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور کھانا پینا سونا سب رخصت ہو جاتے ہیں اور پھر عشق ترقی کر کے اپنی آخری حالت کو پہنچ جاتا ہے جس کو ''تیم'' کہتے ہیں۔ اس مرحلہ میں آ کر عاشق کے دل میں معشوق کی صورت کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں رہتی اور وہ معشوق کے علاوہ کسی چیز سے راضی نہیں ہوتا۔ ''تیم'' سے آگے ایک اور مرتبہ ہے جسے ''ولہ'' کہا جاتا ہے۔ اس درجہ میں عاشق حدود و ترتیب سے باہر آ جاتا ہے۔ اس کی صفات میں تغیر آ جاتا ہے اور احوال غیر منضبط ہو جاتے ہیں۔ ہر وقت وساوس میں مبتلا رہتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے؟ اور کہاں جا رہا ہے۔ پس جب وہ اس حالت میں پہنچتا ہے تو اطباء اس کے علاج سے عاجز ہو جاتے ہیں اور ان کی عقل اس کے متعلق کوئی کام نہیں کرتی۔ تحقیق شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

يَقُوْلُ اُنَاسٌ لَوْ نعت لَنَا الهوى وَ وَاللهِ مَا أَدْرِى لَهُمْ كَيْفَ أَنْعَتُ

''لوگ مجھے کہتے ہیں کہ کاش میں ان کے سامنے محبت کی تعریف کروں اور اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ میں ان کے سامنے کیسے محبت کی تعریف کروں۔''

فَلَيْسَ لِشَيْءٍ مِنْهُ حَدٌّ أُحِدُّهُ وَلَيْسَ لِشَيْءٍ مِنْهُ وَقْتٌ مُؤَقَّتٌ

''پس محبت کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی حد بندی ہو سکے اور اس کی (یعنی محبت کی) کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ اس کے لئے وقت کا تعین ہو سکے۔''

اِذَا اشْتَدَّ مَابِى كَانَ آخِرُ حِيْلَتِى لَهُ وَضْعُ كَفِّى فَوْقَ خدِىْ وَأَصْمِتُ

''جب محبت میں میری حالت غیر ہوتی ہے تو میرا آخری حیلہ یہ ہوتا ہے کہ میں اپنے رخسار پر ہاتھ رکھ لیتا ہوں اور خاموش بیٹھ جاتا ہوں۔''

وَأَنْضَحُ وَجْهَ الْأَرْضِ طَوْرًا بِعَبْرَتِي وَأَقْرَعُهَا طَوْرًا بِظُفْرِي وَأَنْكُتُ

''اور میں کبھی سطح زمین کو اپنے اشکوں سے سیراب کرتا ہوں اور کبھی اپنے ناخنوں سے زمین کو کریدتا ہوں۔''

وقد زعم الواشون أني سلوتها فمالي أراها من بعيد فأبهت

''اور تحقیق چغل خوروں کا یہ گمان ہے کہ میں نے اسے (یعنی محبوبہ کو) چھوڑ دیا ہے۔ پس وہ مجھے بتائیں (اگر ایسا ہی ہے) تو جب میں محبوبہ کو دور سے دیکھتا ہوں تو حیران و ششدر کیوں ہو جاتا ہوں۔''

حکیم جالینوس نے کہا ہے کہ عشق نفس کا ایک فعل ہے جو دماغ، قلب اور جگر میں پوشیدہ رہتا ہے۔ دماغ تین چیزوں کا مسکن ہے۔ دماغ کے اگلے حصہ میں تخیل، درمیانی حصہ میں فکر اور پچھلے حصہ میں ذکر قرار پکڑتا ہے۔ پس کوئی شخص اس وقت تک عاشق نہیں کہلا سکتا جب تک معشوق کے ہجر (جدائی) میں اس کا تخیل اور فکر و ذکر معطل نہ ہو جائے اور اپنے قلب و جگر کی مشغولیت کے باعث کھانے اور پینے سے غافل نہ ہو جائے اور معشوق کے فراق میں دماغ کی مشغولیت کے سبب نیند کا خاتمہ نہ ہو جائے۔ گویا عاشق کے جملہ قویٰ معشوق کی ہی دھن میں لگ جائیں اور اگر کسی میں یہ اوصاف نہیں ہیں تو وہ عاشق کہلانے کا مستحق نہیں ہے اور ایسا شخص حالت اعتدال پر سمجھا جائے گا۔ ابوعلی دقاق نے کہا ہے کہ عشق، محبت میں حد سے تجاوز کر جانے کا نام ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کو عشق سے متصف نہیں کیا جاتا کیونکہ اللہ تعالیٰ سے یہ بعید ہے کہ وہ اپنے کسی بندہ سے محبت میں حد سے تجاوز کر جائے۔ اللہ تعالیٰ کی توصیف صرف محبت سے ہو سکتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ'' (وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت رکھتے ہیں) پس اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے بندے کو مخصوص انعام دینے کا ارادہ رکھتا ہے جیسا کہ اس کی رحمت کا مفہوم بندہ کو کسی خاص نعمت سے مخصوص کرنے کا ہوتا ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے سے محبت اس کی مدح وثنا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے سے محبت اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے اور یہ احسان ہے جو وہ اپنے بندے پر کرتا ہے۔ بندے کی محبت اللہ تعالیٰ کیلئے ایک مخصوص کیفیت کا نام ہے جو محبت کرنے والے اپنے دلوں میں محسوس کرتے ہیں۔ جس کے آثار یہ ہیں کہ محبّ (محبت کرنے والے) کے دل میں عظمت الٰہی گھر کر لیتی ہے اور اس میں رضا و ایثار کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اور اس کو ذکر الٰہی کے بغیر سکون نہیں ملتا۔ تحقیق محبت اور عشق کے متعلق اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک محبت ''صفاء مودۃ'' (خالص دوستی) کا نام ہے کیونکہ عرب خالص سپیدی کو ''حب'' کہتے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ محبت ''حباب الماء'' (کثیر پانی) سے ماخوذ ہے کیونکہ محبت دل میں پائی جانے والی سب سے عظیم اور اہم چیز ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ محبت ''احب البعیر (اونٹ کا چمٹ جانا) سے ماخوذ ہے۔ جب اونٹ بیٹھ کر اٹھنے نہ پائے تو اہل عرب اس کیلئے ''احب البعیر'' کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ پس اسی طرح محبّ کا دل بھی محبوب کے ذکر سے خالی نہیں ہوتا۔ عشق ''عشقۃ'' سے مشتق ہے اور ''عشقۃ'' ایک قسم کی گھاس کو کہتے ہیں جو درختوں کی جڑوں کو لپٹ جاتی ہے۔ اسی طرح جب عشق عاشق کو لپٹ جاتا ہے تو پھر موت کے علاوہ کوئی چیز اس کو (یعنی عشق کو) عاشق سے جدا نہیں کر سکتی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''عشقہ'' ایک قسم کی زرد گھاس ہے جس کے پتے متغیر ہو جاتے ہیں اور عاشق کا حال بھی عشق کی وجہ سے متغیر ہو جاتا ہے اور اس کے

چہرہ سے بشاشت ختم ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔ یہ پرندہ (یعنی فاختہ) بڑی لمبی عمر پاتا ہے۔ بعض فاختہ ایسی بھی دیکھی گئی ہیں جو پچیس اور چالیس سال تک زندہ رہیں۔ ابوحیان توحیدی اور ارسطو کا یہی قول ہے۔

الحکم فاختہ کا (گوشت) کھانا اور اس کی خرید و فروخت بالاتفاق حلال ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں "فلان اکذب من فاختۃ" (فلاں فاختہ سے زیادہ جھوٹا ہے)

خواص فاختہ اور سیاہ کبوتر کے خون کی اگر برص کے مرض میں مبتلا شخص کے جسم پر مالش کی جائے تو اسے افاقہ ہوگا اور (برص کے داغوں کا) رنگ تبدیل ہو جائے گا۔ اگر ایسے بچے کے گلے میں فاختہ کی بیٹ لٹکا دی جائے جو مرگی کے مرض میں مبتلا ہو تو وہ شفایاب ہو جائے گا۔ اگر آنکھوں میں فاختہ کا خون ٹپکایا جائے تو آنکھوں میں موجود چوٹ یا زخم کے نشانات کیلئے بے حد مفید ہے۔

التعبیر ابن المقری نے کہا ہے کہ فاختہ' قمری اور دبسی یا اس کے مشابہ پرندوں کا خواب میں مالک ہونا عظمت و رفعت اور حصول نعمت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ عام طور پر اس قسم کی چیزیں مالداروں کی ملکیت ہوتی ہیں۔ کبھی ان جانوروں کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر عابدین' قارئین قرآن اور تسبیح وتہلیل کرنے والے افراد سے دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ" (کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کر رہی ہو۔ بنی اسرائیل۔ آیت ۴۴) کبھی فاختہ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر کھیلنے کودنے اور گانے بجانے والے افراد سے دی جاتی ہے اور کبھی اس کی تعبیر بیویوں اور باندیوں سے دی جاتی ہے۔ مقدسی نے کہا ہے کہ فاختہ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر جھوٹے لڑکے یا بے وفا' بے دین اور جھوٹی عورت سے دی جاتی ہے۔ ارطامیدورس نے کہا ہے کہ فاختہ کو خواب میں دیکھنا' باوفا اور حسین وجمیل عورت کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

اَلْفَارُ

"اَلْفَارُ" (چوہا) یہ "فارۃ" کی جمع ہے۔ نیز "مکان فتروارض فئرۃ" ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں چوہوں کی کثرت ہو۔ "الفارۃ" (چوہیا) کی کنیت ام خراب اور ام راشد ہے۔ چوہے کی کئی اقسام ہیں مثلاً چھچھوندر' یربوع' ذات النطق، فارۃ الابل' فارۃ المسک' فارۃ البیت' الخلد' الزباب اور فارۃ البیش وغیرہ۔ چوہے کی تمام قسمیں فاسق ہیں جنہیں نبی اکرم ﷺ نے حل وحرم اور ہر جگہ قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ فسق کا معنی ہے' اطاعت سے نکل جانا۔ اسی لئے عاصی کو فاسق کہتے ہیں۔ چوہے کے علاوہ اور جانور جیسے سانپ بچھو وغیرہ بھی فواسق میں داخل ہیں۔ ان تمام جانوروں کو ان کی خباثت کی وجہ سے فواسق کہا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حل و حرم میں ان جانوروں کی حرمت ختم ہوگئی۔ اسی وجہ سے ان کو "فواسق" کہا جاتا ہے۔ ان جانوروں کو "فواسق" کہنے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی رسی کاٹ دی تھی۔ امام طحاویؒ نے احکام القرآن میں یزید بن ابی نعیم کی سند سے لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے سوال کیا کہ چوہے کو "الفویسقۃ" کے نام سے موسوم کیوں کیا جاتا ہے۔ پس حضرت ابوسعید خدریؓ نے فرمایا کہ ایک رات نبی اکرم ﷺ (نیند سے) بیدار ہوئے تو دیکھا کہ چوہے نے چراغ کی بتی اٹھائی ہوئی ہے تاکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے گھر کو جلا ڈالے۔ پس آپ ﷺ نے چوہے کو اٹھایا اور قتل کر دیا۔ نیز آپ ﷺ نے محرم وحلال (جس نے حج یا

عمرہ کیلئے احرام باندھا ہو) ہر شخص کیلئے اس کا قتل کر دینا حلال (یعنی جائز) کر دیا۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ چوہا آیا اور اس نے اپنے منہ میں چراغ کی بتی پکڑی ہوئی تھی۔ پس اس نے وہ بتی رسول اللہ ﷺ کے سامنے مصلیٰ پر جس پر آپ ﷺ تشریف فرما تھے' ڈال دی۔ پس مصلیٰ کا وہ حصہ جس پر آپ ﷺ سجدہ کیا کرتے تھے۔ ایک درہم کے بقدر جل گیا۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ چوہا آیا۔ پس اس نے چراغ کی بتی منہ میں اٹھالی۔ پس ایک لونڈی چوہے کو بھگانے کیلئے گئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو۔ پس چوہا بتی لے کر آیا اور اس نے وہ بتی اس مصلے پر ڈال دی جس پر رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے جس سے مصلے بقدر ایک درہم جل گیا۔ پس نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم سونے کا ارادہ کرو تو چراغ گل کر دیا کرو اس لئے کہ شیطان ان جیسوں کو ایسے کام کرنے کی رغبت دلاتا ہے تا کہ تمہیں جلا دے۔ (رواہ الحاکم) مسلم شریف میں بھی مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا ہے کہ سوتے وقت آگ بجھا دیا کرو اور اس کی علت یہ ہے کہ چوہے گھر میں آگ لگا کر گھر والوں کو جلانا چاہتے ہیں۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے گھروں میں آگ نہ چھوڑو جب تم سونے کا ارادہ کرو۔ یہاں تک کہ آگ کو بجھا دو۔ (یعنی تم سوتے وقت آگ کو بجھا دیا کرو)

''الفار'' چوہے کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم ''جرذان'' اور دوسری قسم ''فئران'' ہے۔ چوہے کی ان دونوں اقسام کی قوت سماعت اور قوت بصارت بہت تیز ہوتی ہے۔ حیوانات میں چوہے سے زیادہ مفسد اور موذی کوئی جانور نہیں ہے۔ چوہے نہ کسی بڑے کو اذیت دینے سے دریغ کرتے ہیں اور نہ ہی حقیر سے حقیر چیز ان کی اذیت سے محفوظ رہتی ہے۔ یہ جس چیز کو بھی پا لیتے ہیں اس کو تلف (ضائع) کر دیتے ہیں۔ چوہے کے مفسد ہونے کے لئے ''سد مارب'' کا قصہ ہی کافی ہے جو ''باب الخاء'' میں ''الخلد'' کے تحت نقل کیا گیا ہے۔

چوہے کے مکر و فریب کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ جب چوہا کسی ایسی بوتل یا برتن کے پاس آتا ہے جس میں تیل ہو اور اس میں چوہے کا سر داخل نہ ہو سکتا ہو تو یہ اپنی دم اس بوتل یا برتن میں ڈال دیتا ہے۔ پس جب دم تیل سے تر ہو جاتی ہے تو یہ اسے نکال کر چوس لیتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ تمام تیل ختم کر دیتا ہے۔ چوہے اور بلی کی عداوت بھی کسی سے مخفی نہیں ہے۔ اس کا سبب کیا ہے۔ اس کے متعلق ہم نے ''الاسد'' کے تحت نقل کیا ہے کہ حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جب کشتی میں ہر چیز کے جوڑے کو سوار کیا تو کشتی میں سوار لوگوں نے چوہے کی شکایت کی کہ ان کے کھانے پینے کا سامان خراب کر دیتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے شیر کو حکم دیا تو اس نے چھینک ماری۔ پس شیر کی چھینک سے بلی نکلی اور اس نے چوہے کو اپنی خوراک بنا لیا۔

تذنیب حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی کشتی کو دو سال میں تیار کیا اور اس کشتی کی لمبائی تین سو ذراع اور چوڑائی پچاس ذراع تھی اور (آسمان کی طرف) بلندی تیس ذراع تھی۔ یہ کشتی ''الساج'' کی لکڑی سے تیار کی گئی تھی اور اس میں آپ علیہ السلام نے تین منزلیں بنائی تھیں۔ پس سب سے نچلی منزل میں وحشی جانور' درندے اور حشرات الارض کو سوار کیا گیا اور درمیانی منزل میں چوپائے' مویشی اور سواری کے جانوروں کو سوار کیا گیا اور سب سے اوپر والی منزل میں خود حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے پیروکار (یعنی امتی) اپنے ضروری سامان کے ساتھ سوار ہوئے۔ روایت کی گئی ہے کہ نچلی منزل میں چوپائے اور وحشی (جنگلی) جانور اور درمیانی منزل میں انسان اور سب سے اوپر والی منزل میں پرندوں کو سوار کیا گیا تھا۔ پس جب کشتی میں گوبر ولید

وغیرہ کی کثرت ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ ہاتھی کی دم کو دباؤ۔ پس حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی۔ پس ہاتھی کی دم دبانے سے ایک خنزیر (نرسور) اور خنزیرۃ (مادہ سور) پیدا ہوئے اور ان دونوں نے کشتی میں موجود گوبر ولید وغیرہ کو کھالیا۔ پس جب چوہا کشتی کے کنارہ پر آ کر لنگر کی رسیوں کو کاٹنے (یعنی کترنے) لگا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ شیر کی دونوں آنکھوں کے درمیان ضرب (چوٹ) لگائیں۔ پس حضرت نوح علیہ السلام نے ضرب (چوٹ) لگائی تو ایک نر (بلا) اور بلی برآمد ہوئے تو یہ دونوں چوہے پر حملہ آور ہوئے جس سے چوہا رسیوں کو کترنے سے رک گیا۔

حضرت حسن سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی لمبائی ایک ہزار دو سو ذراع اور چوڑائی چھ سو ذراع (گز) تھی لیکن معروف مقدار وہی ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی لمبائی تین سو ذراع (گز) تھی۔ حضرت قتادہ نے فرمایا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کا دروازہ چوڑائی کی (سمت) میں تھا۔ حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ حضرت نوحؑ سو سال تک شجرکاری اور لکڑیاں کاٹنے میں مصروف رہے اور سو سال کشتی بنانے میں صرف ہوئے۔ حضرت کعب احبار نے فرمایا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے تیس سال میں کشتی تیار کی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے چالیس سال تک شجرکاری کی اور چالیس سال تک لکڑی کو خشک کیا اور پھر چالیس سال میں کشتی تیار کی۔ اہل تورات (یعنی جن کو تورات دی گئی تھی) کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو (بذریعہ وحی) حکم دیا کہ وہ ''الساج'' کی لکڑی سے کشتی تیار کریں اور اسے مضبوط بنائیں اور کشتی کے اندر اور باہر تارکول کا لیپ کردیں اور کشتی کی لمبائی اسی (۸۰) ذراع (گز) اور چوڑائی پچاس ذراع (گز) اور بلندی تیس ذراع (گز) رکھیں۔ نیز اس کشتی میں تین منزلیں بنائیں یعنی سفلی (نچلی) وسطی (درمیانی) علیا (اوپر والی)۔ پس حضرت نوح علیہ السلام نے اسی طرح کشتی تیار کی جیسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔

پس چوہے کی دو قسمیں ''الزباب'' اور ''الخلد'' ہیں جن کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے اور ایک قسم ''الیربوع'' ہے۔ اس کا تذکرہ ''باب العین'' میں گزر چکا ہے اور انشاء اللہ آگے بھی اس کا تذکرہ ہوگا۔ بخاری و مسلم میں مذکور ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی ایک قوم گم ہوگئی اور کسی کو بھی معلوم نہیں ہوسکا کہ ان کا کیا انجام ہوا؟ سوائے اس کے کہ جہاں وہ لوگ مقیم تھے۔ وہاں چوہے نظر آرہے تھے اور ان چوہوں کی کیفیت یہ تھی کہ اگر ان کے سامنے اونٹنی کا دودھ رکھا جاتا تو یہ اسے نہیں پیتے تھے اور جب ان کے (یعنی چوہوں کے) سامنے بکری کا دودھ رکھا جاتا تو یہ پی لیتے تھے۔ (رواہ البخاری و مسلم) امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل پر اونٹ کا گوشت اور دودھ حرام کیا گیا تھا اور بکری کا دودھ اور گوشت حلال تھا۔ اس لئے چوہوں کا اونٹنی کے دودھ سے اعراض کرنا اور بکری کے دودھ کو پی لینا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ چوہے بنی اسرائیل کی مسخ شدہ قوم تھی۔

''فارۃ البیش'' ''بیش'' سے مراد ایک قسم کا زہر ہے اور ''فار بیش'' ایک ایسا جانور ہے جو چوہے کے مشابہ ہوتا ہے یہ چوہا نہیں ہوتا۔ یہ جانور جنگلوں اور باغات میں سکونت اختیار کرتا ہے اور ایک زہریلی بوٹی کھاتا ہے جو سم قاتل (یعنی قتل کرنے والا زہر) ہے۔ اسی مناسبت سے اس جانور کو ''فارۃ البیش'' کہتے ہیں۔ تحقیق ''باب السین'' میں ''السمندل'' کے تحت بھی اس کا ذکر گزر چکا ہے۔ قزوینی نے ''الاشکال'' میں اسی طرح نقل کیا ہے۔

''ذات النطاق'' اس سے مراد وہ چوہا ہے جس کے بدن پر سفید نقطے ہوں اور اس کا بالائی حصہ سیاہ ہو۔ اس چوہے کو عورت سے تشبیہ دیتے ہوئے اس کا نام ''ذات النطاق'' رکھا گیا ہے۔ ''ذات النطاق'' سے مراد وہ عورت ہے جو مختلف رنگ کی دو قمیصیں اس طرح پہنے ہوئے ہو کہ کمر میں پٹی باندھ کر اوپر والا حصہ نیچے والے حصہ پر اور نیچے والا حصہ زمین پر لٹکا دیا گیا ہو۔ قزوینی کا یہی قول ہے۔

''فارۃ المسک'' چوہے کی ایک قسم ''فارۃ المسک'' ہے۔ جاحظ نے کہا ہے کہ ''فارۃ المسک'' کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جو تبت میں پائی جاتی ہے اور لوگ اس کے ناف کو حاصل کرنے کے لئے اس کا شکار کرتے ہیں۔ پس لوگ اسے پکڑ کر ایک کپڑے کی پٹی سے اس کی ناف کو باندھ کر لٹکا دیتے ہیں اور جب اس کا خون ایک جگہ جمع ہو جاتا ہے تو پھر اس چوہا کو ہلاک کر دیتے ہیں اور جب اس کی موت واقع ہو جاتی ہے تو اس کی ناف جو کپڑے میں بندھی ہوئی ہوتی ہے' کاٹ لی جاتی ہے اور اس کو ''جو'' میں دبا دیتے ہیں اور کچھ مدت کے بعد وہ خون منجمد ہو کر ایک خوشبودار مشک کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ''فارۃ المسک'' کی دوسری قسم ''جرذان'' ہے۔ یہ چوہے گھروں میں رہتے ہیں۔ اس قسم کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ اس میں مشک نہیں ہوتا بلکہ مشک جیسی خوشبو ہوتی ہے۔ تحقیق اس کا ذکر ''باب الظاء'' میں بھی گزر چکا ہے۔ ''فارۃ الابل'' یہ بھی چوہے کی ایک قسم ہے۔

''الفارۃ التی خرجت سدمأرب'' اس سے مراد چوہے کی ایک قسم ''الخلد'' ہے۔ تحقیق اس کا تفصیلی تذکرہ ''باب الخاء'' میں گزر چکا ہے۔ حضرت مجاہد سے اللہ تعالیٰ کے اس قول ''حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا'' (یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے۔ سورۂ محمد۔ آیت ۴) کی تفسیر میں منقول ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام (آسمان سے) اتریں گے اور ہر یہودی' نصرانی اور ہر ملت کا پیروکار اسلام قبول کرلے گا اور چوہا بلی سے مامون ہو جائے گا اور بکری' بھیڑیے سے مامون ہو جائے گی اور چوہے تھیلے کترنے (یعنی کاٹنے) چھوڑ دیں گے اور تمام عداوتوں کا خاتمہ ہو جائے گا تو اس وقت دین اسلام تمام ادیان پر غالب آ جائے گا۔ (یعنی یہ ظہور اسلام کا زمانہ ہوگا۔)

الحکم ''یربوع'' کے علاوہ چوہوں کی تمام اقسام حرام ہیں اور وہ چیز جسے چوہے نے (کاٹ کر) جھوٹا کر دیا ہو اس کا کھانا مکروہ ہے۔ ابن وہب نے لیث کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ابن شہاب زہری کھٹا سیب کھانے کو اور چوہے کے جھوٹے کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ ابن شہاب زہری فرماتے تھے یہ دونوں چیزیں (یعنی کھٹا سیب کھانا اور چوہے کا جھوٹا) نسیان پیدا کرتی ہیں۔ ابن شہاب زہری شہد نوش فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ شہد ذہین بناتا ہے۔ شیخ علم الدین سخاوی نے نسیان پیدا کرنے والی چیزوں کا تذکرہ ان اشعار میں کیا ہے ؎

تُوَقِ خِصَالًا خَوْفَ نِسْيَانِ مَا مَضٰى قِرَاءَةُ الْوَاحِ الْقُبُوْرِ تُدِيْمُهَا

گزری ہوئی باتوں کے بھول جانے کے خوف سے تو چند خصلتوں سے اجتناب کر' قبروں کے کتبوں کو بار بار اور مسلسل پڑھنا۔

وَ اَكْلُكَ لِلتُّفَّاحِ مَا كَانَ حَامِضًا وَ كُزْبَرَةَ خِضْرَاءَ فِيْهَا سُمُوْ مُهَا

اور تیرا ترش سیب کھانا اور ایسا سبز دھنیا (کھانا) جس میں تیز خوشبو ہو

كَذَا لمشى مَا بَيْنَ القطار و حجمك القفاء وَمِنهَا الهم وَهُوَ عَظِيمُهَا

اسی طرح قطار کے درمیان چلنا اور قدموں کے نشانات پر چلنا (بھی نسیان کو پیدا کرنے کا ذریعہ ہیں) لیکن غم نسیان پیدا کرنے کا سب سے بڑا سبب ہے

وَمِنْ ذَاكَ بَوْلُ الْمَرْءِ فِيْ الْمَاءِ رَاكِدًا كَذٰلِكَ تُبْذَا الْقُمَّلَ لَسْتَ تُقِيمُهَا

اورنسیان پیدا کرنیوالی چیزوں میں سے ایک کھڑے پانی میں پیشاب کرنا بھی ہے اسی طرح جوں پکڑ کر زندہ چھوڑنا بھی نسیان پیدا کرتا ہے

وَلَا تَنْظُرِ المصلوب فِيْ حَالِ صَلْبِهٖ وَاَكْلُكَ سُؤْرُ الْفَارِ وَهُوَ تَمِيْمُهَا

اور تو نہ دیکھ سولی پر لٹکے ہوئے شخص کی جانب جبکہ اس کو سولی پر لٹکا دیا گیا ہے اور تیرا چوہے کا جھوٹا کھانا بھی نسیان پیدا کرنے کا طاقتور سبب ہے

تتمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ گھی میں ایک چوہا گر کر مر گیا۔ پس نبی اکرم ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چوہے اور اس کے آس پاس کے گھی کو پھینک دو اور بقیہ گھی کو کھالو یعنی استعمال کرلو۔ (رواہ البخاری)

ابو داؤدؒ اور نسائیؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی روایت نقل کی ہے جس کا معنی بھی مذکورہ بالا روایت کے مطابق ہے۔ امام ترمذیؒ نے بھی اسی کی مثل روایت کی ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ علماء کا اجماع ہے کہ اگر جمے ہوئے گھی میں چوہا یا کوئی بھی مردار چیز گر جائے تو اس مردار اور اس کے آس پاس کے گھی کو پھینک دیا جائے اور بقیہ کو استعمال کرلیا جائے۔ اور اگر سیال چیز مثلاً سرکہ، روغن زیتون، پگھلا ہوا گھی، دودھ اور شہد وغیرہ میں کوئی مردار گر جائے تو بالاجماع ان کا کھانا جائز نہیں ہے البتہ اس ناپاک گھی یا تیل وغیرہ کو مشہور قول کے مطابق چراغ میں استعمال کرنا جائز ہے۔ بعض اہل علم نے "وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ" سے استدلال کرتے ہوئے اس کے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ ابو العالیہ نے کہا ہے کہ "وَالرُّجْزَ" سے مراد نجاست اور معصیت ہے نیز ناپاک گھی یا تیل کے استعمال کی اجازت مساجد کے علاوہ دوسرے مقامات کے لئے ہے۔ پس مساجد کے چراغ میں ناپاک گھی یا تیل کو استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ ناپاک گھی یا تیل وغیرہ کو کشتی میں لگانا اور اس سے کپڑے وغیرہ دھونے کا صابن بنانا جائز ہے لیکن اس ناپاک گھی یا تیل کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور لیثؒ کا قول یہ ہے کہ ناپاک تیل اور گھی وغیرہ کی خرید و فروخت حلال ہے بشرطیکہ اس کی ناپاکی کو بیان کردیا جائے۔ اہل ظاہر نے کہا ہے کہ ناپاک گھی کا استعمال اور اس کی بیع دونوں ناجائز ہیں اور دیگر چیزیں اس حرمت میں شامل نہیں کیونکہ حدیث میں دوسری اشیاء کی بجائے صرف گھی کے متعلق نہی وارد ہوئی ہے۔

امثال: اہل عرب کہتے ہیں "اَلَصُّ مِنْ فَارَةٍ" (فلاں چوہے سے زیادہ چور ہے) اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں۔ "اَكْسَبُ مِنْ فَارَةٍ" (فلاں چوہے سے زیادہ کمائی کرنے والا ہے) چوہا ہر کارآمد اور بے کار چیز چرا لیتا ہے اگرچہ اسے اس کی ضرورت بھی نہ ہو۔

خواص: "عین الخواص" میں مذکور ہے کہ چوہے کا سر کتان کے کپڑے میں لپیٹ کر ایسے شخص کے سر پر لگا دیا جائے جو شدید درد سر میں مبتلا ہو تو اس کا درد زائل (ختم) ہو جائے گا۔ نیز یہ (عمل) مرگی کے لئے بھی نافع ہے۔ اگر گھر میں بھیڑیے کے پاخانہ یا کتے

کے پاخانہ کی دھونی دی جائے تو گھر سے تمام چوہے فرار ہو جائیں گے۔ اگر آٹے میں کبوتر کی بیٹ ملا کر چوہے یا کسی اور حیوان کو کھلا دی جائے تو وہ فوراً ہلاک ہو جائے گا۔ اگر پیاز کوٹ کر چوہے کے بل کے دروازے (یعنی منہ) پر رکھ دیا جائے تو چوہا پیاز کو سونگھتے ہی مر جائے گا۔ اگر چوہے کے بل کے دروازہ (یعنی منہ) پر ''دفلی'' (ایک قسم کی کڑوی گھاس) کا پتہ گلقند کے ساتھ رکھ دیا جائے تو اس بل میں چوہے باقی نہیں رہیں گے (یعنی ہلاک ہو جائیں گے) اگر اونٹ کی پنڈلی کی ہڈی کو باریک کوٹ کر پانی میں حل کر لیا جائے اور پھر یہ پانی چوہوں کے بلوں (سوراخوں) میں ڈال دیا جائے تو یہ پانی چوہوں کو قتل کر دے گا۔ اگر چوہے کو پکڑ کر اس کی دم کاٹ لی جائے اور اس کی دم گھر کے درمیان میں دفن کر دی جائے تو جب تک یہ دم گھر میں مدفون رہے گی چوہے داخل نہیں ہوں گے۔

اگر چوہوں کے بلوں کے پاس زیرہ' بادام اور بورہ ارمنی کی دھونی دی جائے تو تمام چوہے ہلاک ہو جائیں گے۔ اگر گھر میں سیاہ خچر کے سم (کھر) کی دھونی دی جائے تو گھر سے تمام چوہے بھاگ جائیں گے۔ اگر چوہے کی آنکھ کسی ایسے شخص کے گلے میں لٹکا دی جائے جسے چوتھیہ بخار ہو تو اس کا بخار ختم ہو جائے گا۔ اگر چوہے کی دم گدھے کی کھال میں رکھ کر ریشم کے ٹکڑے میں سی لی جائے اور پھر کوئی شخص اسے اپنے بائیں ہاتھ میں لٹکا لے تو وہ شخص کسی بادشاہ یا حاکم کے پاس اپنی حاجت لے کر جائے گا تو اس کی حاجت پوری ہو جائے گی۔

چوہے کا پیشاب ورق (یعنی کاغذ) سے کتابت (تحریر) کو مٹا دیتا ہے۔ چوہے کا پیشاب حاصل کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ لوہے کے پنجرے میں چوہے کو قید کر لیا جائے اور پنجرے میں کوئی برتن رکھ دیا جائے اور پھر بلی کو اس لوہے کے پنجرے کی طرف چھوڑ دیا جائے تو چوہا بلی کو دیکھتے ہی شدت خوف کی بناء پر پیشاب کر دے گا۔

اگر رانگ کے چار ٹکڑوں پر یہ کلمات ''یَا رَبِیْقُ یَا سَلْوِیْرَا'' لکھ کر چوہوں کے بل کے منہ پر رکھ دیئے جائیں تو وہاں کے چوہے بھاگ جائیں گے۔ میں (یعنی دمیریؒ) کہتا ہوں کہ دھبے وغیرہ ختم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مٹی لے لی جائے جو جلی ہوئی زرد رنگ کی ہوتی ہے جس کو عورتیں ''حمام'' میں استعمال کرتی ہیں۔ پھر اس کے بعد اس مٹی کو خوب باریک پیس کر کاغذ پر جہاں دھبہ وغیرہ ہو یا کسی اور چیز پر جہاں دھبہ ہو لگا دیا جائے اور ایک دن اور ایک رات کسی وزنی چیز سے اس کاغذ یا دھبہ والی چیز کو دبا دیا جائے تو دھبے ختم ہو جائیں گے۔ یہ عمل آزمودہ اور مجرب ہے۔ ''سم الفار'' اس سے مراد ایک قسم کی ہلاک کرنے والی مٹی ہے جسے اہل عراق خراسان سے لاتے ہیں اور یہ چاندی کی کانوں میں ملتی ہے۔ اسی مٹی کی دو قسمیں ہیں سفید اور زرد۔ اگر اس مٹی کو آٹے میں ملا کر گھر میں ڈال دیا جائے اور جو چوہا بھی اس کو کھائے گا اس کی موت واقع ہو جائے گی۔ اسی طرح اس مرے ہوئے چوہے کی بو جو چوہا سونگھ لے گا اس کی بھی موت واقع ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ (اسی طرح) تمام چوہے مر جائیں گے۔

تعبیر معبرون (تعبیر بتلانے والے افراد) نے کہا ہے کہ چوہے کو خواب میں دیکھنا فاسقہ عورت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''الفوسیقۃ'' (یعنی چوہوں) کو قتل کر دو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ چوہے کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر نوحہ کرنے والی ملعون یہودی عورت سے دی جاتی ہے یا فاسق یہودی مرد سے یا چور نقب زن سے اس کی تعبیر دی جاتی ہے۔ چوہے کو خواب میں دیکھنا رزق کی کشادگی پر بھی دلالت کرتا ہے۔ پس جو شخص خواب میں اپنے گھر میں بکثرت چوہے دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کے رزق میں

اضافہ ہو جائے گا کیونکہ چوہے اسی گھر میں رہتے ہیں جس میں رزق ہو۔اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ اس کے گھر سے چوہے نکل گئے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کے گھر سے برکت ونعمت ختم ہو جائے گی۔اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ چوہے کا مالک بن گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی خادم کا مالک بن جائے گا کیونکہ چوہے وہی چیز کھاتے ہیں جو انسان کھاتا ہے اور اسی طرح خادم بھی وہی چیز کھاتا ہے جو اس کا آقا (یعنی مالک) کھاتا ہے۔اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس کے گھر میں چوہے کھیل رہے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس سال اسے خوشحالی نصیب ہوگی کیونکہ خوشحال (یعنی آسودہ) انسان ہی کھیل کود میں مشغول ہوتا ہے۔خواب میں سفید اور سیاہ چوہے کو دیکھنا رات اور دن کی طرف اشارہ ہے۔پس جو شخص خواب میں سفید اور سیاہ چوہے کو آتے جاتے دیکھے تو یہ اس کی لمبی زندگی کی علامت ہے۔اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ چوہا اس کے کپڑے کتر (یعنی کاٹ) رہا ہے تو یہ اس کی عمر کے گزر جانے کی علامت ہے۔اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ چوہا' سوراخ کر رہا ہے تو یہ چور کی طرف اشارہ ہے۔ پس خواب دیکھنے والے کو چاہیے کہ وہ اس سے بچنے کی تدابیر اختیار کرے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

الفازر

''الفاذر ''اس سے مراد سرخی مائل سیاہ چیونٹی ہے۔

اَلْفَاشِيَةُ

''اَلْفَاشِيَةُ ''اس سے مراد مویشی یعنی اونٹ، گائے، بھینس اور بکریاں وغیرہ ہیں۔اس کی جمع کے لئے ''فواش'' کا لفظ مستعمل ہے۔ان جانوروں کو ''الفاشیۃ'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ میدانوں اور جنگلوں میں منتشر رہتے ہیں یعنی چارہ وغیرہ کھاتے ہیں اور عربی میں ''اَلْفَاشِيَةُ '' کے معنی منتشر ہونے والی چیزیں ہیں۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب سورج غروب ہو جائے تو اپنے مویشیوں اور بچوں کو کھلا نہ چھوڑو۔ یہاں تک کہ ''فحمة العشاء'' ختم ہو جائے (رواہ مسلم فی الاشربۃ وابوداؤد فی الجہاد) ابوداؤدؒ کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ شیطان غروب آفتاب کے وقت چھوڑے جاتے ہیں۔''الفحمة '' کا معنی رات کی تاریکی ہے۔بعض اہل علم نے اس کی توضیح رات کی تاریکی کے اولین حصہ کی آمد سے کی ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ''تم اپنے مویشیوں کو باندھ دو جب رات داخل ہو جائے'' عنقریب انشاء اللہ ''باب المیم '' میں اس کے متعلق مزید تفصیل نقل کی جائے گی۔

اَلْفَاعُوسُ

''اَلْفَاعُوسُ ''(بروزن اَلْجَامُوسُ) اس سے مراد سانپ ہے۔کلام عرب میں ایسے کلمہ جو ''فاعول'' کے وزن پر ہوں اور ان

کے آخر میں ''سین'' ہو چند ہیں جیسے ''فَاعُوس''' ''(سانپ) ''البابوس'' (شیر خوار بچہ) ''الراموس'' (قبر) ''القاموس'' (وسطِ سمندر) ''القابوس'' (خوبصورت) ''العاطوس'' (ایک چوپایہ جس سے لوگ بدفالی لیتے ہیں) ''الفانوس'' (چغل خور) ''الجاموس'' (بھینس) ''الجاروس'' (بکثرت کھانے والے) ابن درید نے کہا ہے کہ ''الکابوس'' ایک قسم کی بیماری ہے جس میں انسان کو نیند کی حالت میں یوں محسوس ہوتا ہے گویا اس کو کسی چیز نے دبا رکھا ہے۔ ''الناموس'' (اس سے مراد خیر کا راز دار شخص ہے)۔ ''الجاسوس'' (اس سے مراد شر کا راز دار شخص ہے)

بخاری و مسلم میں مذکور ہے کہ ورقہ بن نوفل نے کہا ہے کہ یہ وہی ''ناموس'' (یعنی وحی لے کر آنے والا فرشتہ) ہے جو حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام پر اترا تھا (یعنی وحی لے کر آیا تھا)۔ امام نوویؒ اور دیگر محدثین نے فرمایا ہے کہ تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ یہاں (یعنی اس جگہ) ''الناموس'' سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ''ناموس'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ (یعنی حضرت جبریل علیہ السلام) کو وحی اور علم غیب کے لئے خاص کیا ہے۔ عنقریب انشاء اللہ ''باب النون'' میں ''اَلنَّامُوْسُ'' کے تحت اس کا تفصیلی ذکر آئے گا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

اَلْفَاطُوْسُ

''اَلْفَاطُوْسُ'' اس سے مراد ایک بڑی مچھلی ہے جو کشتی کو توڑ دیتی ہے۔ ملاح اس مچھلی کو پہچانتے ہیں۔ پس ملاح اس مچھلی سے بچاؤ کی تدبیر یہ کرتے ہیں کہ وہ حیض کے کپڑے کو (یعنی جس کپڑے کے ساتھ حائضہ عورت نے حیض کا خون صاف کیا ہو) کشتی کے ساتھ چمٹا دیتے ہیں تو یہ مچھلی بھاگ جاتی ہے۔ شاید یہ مچھلی ''حوت الحیض'' ہو۔ تحقیق ''باب الحاء'' میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

اَلْفَالِجُ

''اَلْفَالِجُ'' اس سے مراد دو کوہانوں والا فربہ اونٹ ہے جو سرزمین ہند میں باربرداری کے کام آتا ہے۔ اس کو ''الدھانج'' بھی کہتے ہیں۔ جیسا کہ ''باب الدال'' میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔''

فَالِیَۃُ الْاِفَاعِی

''فَالِیَۃُ الْاِفَاعِی'' اس سے مراد گبریلے کی مانند ایک کیڑا ہے۔ اسے ''بنات وردان'' بھی کہتے ہیں۔ عنقریب انشاء اللہ ''باب الواؤ'' کے آخر میں اس کا تذکرہ آئے گا۔

فتاح

''فتاح'' اس سے مراد ایک قسم کا پرندہ ہے جس کی کنیت ''ام عجلان'' ہے۔ ''باب العین'' کے آخر میں اس کا تفصیلی ذکر ہو چکا ہے۔

الفتع

''الفتع''اس سے مراد ایک قسم کا سرخ کیڑا ہے جو لکڑی کھاتا ہے۔

اَلْفُحُلُ

''اَلْفُحُلُ''(سانڈ) کھروں والے جانور جیسے گائے' بھینس' بکری' ہرن وغیرہ ''سم'' والے جانور جیسے گدھا' گھوڑا' خچر اور گدی رکھنے والے جانور جیسے ہاتھی' اونٹ ان تمام جانوروں کے مذکر کے لئے ''اَلْفُحُلُ'' کا لفظ مستعمل ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''افحل''، فحولۃ' فحول' فحال اور فحالۃ کے الفاظ مستعمل ہیں۔ امام بخاریؒ نے ''کتاب الجهاد'' میں بیان کیا ہے کہ راشد ابن سعد نے کہا ہے کہ سلف (یعنی گزرے ہوئے لوگ) گھوڑیوں کے مقابلہ میں گھوڑوں کو پسند کرتے تھے کیونکہ گھوڑا زیادہ بہادر اور تیز رفتار ہوتا ہے۔ حافظ ابو نعیمؒ نے غیلان بن سلمہ ثقفی کی روایت نقل کی ہے۔ غیلان بن سلمہ ثقفی کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر کے لئے نکلے۔ پس راستہ میں ہم نے عجیب وغریب منظر (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ) دیکھا کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ایک باغیچہ ہے جو میری اور میرے گھر والوں کی گزر اوقات کا ذریعہ ہے اور اس باغیچہ میں میرے دو نر اونٹ ہیں جن کو رہٹ (وہ چرخ جس کے ذریعے کنویں سے پانی نکالتے ہیں) میں چلاتا تھا اور اب وہ دونوں (اونٹ) نہ مجھے اپنے پاس آنے دیتے ہیں اور نہ ہمیں باغ میں داخل ہونے دیتے ہیں۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے یہاں تک کہ باغ کے پاس پہنچے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باغ والے سے فرمایا دروازہ کھولو۔ پس اس نے کہا کہ ان کا (یعنی دو اونٹوں کا) معاملہ سنگین ہے۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا دروازہ کھولو۔ پس جب اس شخص نے دروازہ کھولنا شروع کیا تو دونوں فحل (یعنی نر اونٹ) دوڑتے اور بڑبڑاتے ہوئے دروازہ کے سامنے آ گئے اور جب دروازہ کھلا تو ان (اونٹوں) کی نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی تو وہ دونوں بیٹھ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا۔ پس نبی اکرم ﷺ نے دونوں (اونٹوں) کا سر پکڑ کر ان کو باغ والے کے سپرد کیا اور باغ والے سے فرمایا کہ ان سے کام لو اور انہیں (یعنی اونٹوں کو) عمدہ چارہ کھلاؤ۔ پس صحابہ کرامؓ نے عرض کیا (یا رسول اللہ ﷺ) آپ ﷺ کو چوپائے سجدہ کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کیوں اجازت نہیں دے دیتے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کریں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سجدہ صرف زندہ و جاوید ہستی کیلئے ہے جسے کبھی موت نہیں آتی۔ اور اگر میں تم میں سے کسی ایک کو بھی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کیلئے سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

حافظ دمیاطی نے ''کتاب الخیل'' میں لکھا ہے کہ عروۃ البارقی کہتے ہیں کہ میرے پاس گھوڑیاں تھیں اور ان میں ایک ''فحل'' (سانڈ) بھی تھا جس کو میں نے بیس ہزار درہم میں خریدا تھا۔ پس ایک دیہاتی نے میرے ''فحل'' (سانڈ) کی آنکھ پھوڑ دی۔ پس میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو اس واقعہ کی خبر دی۔ پس حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی طرف لکھا کہ اس دہقان (یعنی دیہاتی) کو حکم دو کہ وہ بیس ہزار درہم کے عوض ''فحل'' (سانڈ) لے لے یا ''فحل'' (نر گھوڑے) کی چوتھائی قیمت تاوان

کے طور پر ادا کرے۔ پس جب حضرت سعدؓ نے اس دیہاتی کو بلا کر اسے حضرت عمرؓ کی رائے کے مطابق حکم دیا تو دیہاتی نے کہا کہ میں ''فحل'' (نر گھوڑے) کو کیا کروں گا اور دیہاتی نے ''فحل'' (نر گھوڑے) کی چوتھائی قیمت تاوان کے طور پر ادا کر دی۔ تحقیق ''باب الحاء'' میں ''الحیوان'' کے تحت بھی ہم نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

حرمت و رضاعت کے مسائل امام شافعیؒ نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی روایت نقل کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں ''لبن الفحل'' (یعنی سانڈ کا دودھ) باعث حرمت نہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے اس قول کا معنیٰ یہ ہے کہ دودھ پینے والے بچے اور دودھ پلانی والی عورت کے شوہر کے درمیان رضاعت ثابت نہیں ہوتی بلکہ حرمت کا تعلق صرف ''مرضعۃ'' (دودھ پلانے والی) کے اقارب سے ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اور ابن زبیرؓ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ داؤ داصم کا بھی یہی قول ہے اور عبدالرحمٰن ابن بنت الشافعی نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے لیکن فقہاء سبعہ' ائمہ اربعہ اور دیگر علماء امت کا مسلک یہ ہے کہ دودھ پینے والے بچے اور دودھ پلانے والی اور اس کے یعنی (دودھ پلانے والی کے) شوہر کے درمیان جس سے عورت کا دودھ بنا ہے حرمت و رضاعت ثابت ہوتی ہے۔ پس ''مرضعۃ'' یعنی دودھ پلانے والی عورت اس بچے کی ماں اور اس عورت کا خاوند بچے کا باپ بن جاتا ہے۔ اس کی دلیل حضرت عائشہؓ کی روایت ہے۔ ''حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں''۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ حرمت رضاعت دو شرطوں سے ثابت ہوتی ہے۔ پہلی شرط یہ ہے کہ دودھ پینے کا عمل دو سال مکمل ہونے سے قبل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ'' (اور مائیں اپنے بچوں کو مکمل دو سال دودھ پلائیں۔)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی مگر یہ کہ وہ رضاعت آنتوں کو کھولے۔ ایک روایت میں ہے کہ رضاعت نہیں ہے مگر یہ کہ (وہ رضاعت) ہڈیوں اور گوشت کی نشوونما کا سبب بنے۔'' پس حدیث کے مطابق یہ کیفیت صرف بچپن میں ہوتی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک رضاعت کی مدت تیس مہینے ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کیا ہے'' وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا'' (اور بچہ کی مدت حمل اور مدت رضاعت تیس مہینے ہے)

دوسری شرط جس سے حرمت ثابت ہوتی ہے یہ ہے کہ بچہ نے مرتبہ متفرق اوقات میں دودھ پیا ہو اور ہر مرتبہ سیراب ہو کر پیا ہو۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے اسی طرح منقول ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا بھی یہی قول ہے لیکن اہل علم کی ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ کم دودھ پینے سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے جیسے زیادہ دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ کا ہی قول ہے۔ سعید بن میسب' ثوریؒ امام مالکؒ (ایک روایت کے مطابق) اوزاعیؒ' عبداللہ بن مبارکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ حرمت و رضاعت کے متعلق کتب فقہ میں تفصیل موجود ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی امت کے متعلق صرف دودھ سے اندیشہ رکھتا ہوں کیونکہ شیطان دودھ کے جھاگ اور تھنوں کے درمیان ہوتا ہے۔ (رواہ احمد) ''حضرت عقبہ بن عامرؓ سے

مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب میری امت میں دودھ والے لوگ ہلاک ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے لوگ جو دودھ کو پسند کرتے ہیں اور دودھ کی تلاش میں جماعت سے نکل جاتے ہیں اور جمعہ کو چھوڑ دیتے ہیں'' حربی نے کہا ہے کہ میرا خیال ہے کہ جماعت سے نکلنے کا معنیٰ یہ ہے کہ لوگ دودھ کی تلاش میں چراگاہوں اور جنگلوں کی طرف جاتے ہیں اور شہروں اور جماعت کی نمازوں سے دور ہوجاتے ہیں۔ بعض اہل علم کے نزدیک اس حدیث میں ان لوگوں کے لئے وعید ہے جنہوں نے نمازوں کو ضائع کردیا اور شہوات کی پیروی کی۔

"صحیح بخاری میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''عسب الفحل'' (یعنی سانڈوں کی لڑائی) سے منع فرمایا ہے۔'' علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ حدیث میں مذکور ''عسب الفحل'' کی مشہور تفسیر سانڈوں کی لڑائی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''عسب الفحل'' سے مراد سانڈ کے مادہ منویہ کی قیمت ہے یعنی کسی نر جانور کی کسی مادہ کے ساتھ جفتی کرانا اور پھر اس کی قیمت وصول کرنا۔ امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام ابوداؤدؒ کی نقل کردہ روایت میں'' نَهٰی عَنْ ثَمن عَسبِ الفَحلِ '' کے الفاظ ہیں یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سانڈ کے مادہ منویہ کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے۔

امثال عسکری نے کہا ہے کہ سانڈ کے متعلق سب سے عمدہ مثال اہل عرب کا یہ قول ہے'' ذٰلِکَ الْفَحلُ لَا یَقْدَعَ اَنفَهٗ '' (یہ سانڈ یعنی نر اپنی ناک نہیں رگڑے گا) تحقیق ورقہ بن نوفل نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہی مثال بیان کی تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کو نکاح کا پیغام دیا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مثال ابوسفیانؓ ابن حرب نے اس وقت بیان کی تھی جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی (یعنی ابوسفیانؓ کی) بیٹی حضرت ام حبیبہؓ کو نکاح کا پیغام دیا تھا۔ اگر کسی شخص نے کسی کا ''فحل'' (یعنی بکرا) چھین لیا اور پھر اس سے اپنی بکری کو گابھن کرالیا تو بکری کے پیٹ سے پیدا ہونے والا بچہ غاصب کے لئے ہوگا اور جس سے بکرا چھینا گیا ہے اسے کچھ نہیں ملے گا۔ البتہ اگر بکرے کا نقصان ہوا تو اس کا تاوان بکرا چھیننے والے کو ادا کرنا پڑے گا اور اگر کسی آدمی نے کسی کی بکری چھین لی اور اسے اپنے بکرے سے گابھن کرالیا تو بکری کے پیٹ سے پیدا ہونے والا بچہ بکری والے کا ہوگا۔

تذنیب یونس کہتے ہیں کہ ہر قسم کا دودھ معتدل ہوتا ہے۔ امام رازیؒ نے فرمایا ہے کہ میٹھا دودھ گرم ہوتا ہے اور عمدہ دودھ وہ ہوتا ہے جو نوجوان بھیڑوں سے حاصل ہو۔ یہ دودھ سینے اور پھیپھڑوں کے لئے نفع بخش ہے لیکن بخار میں مبتلا افراد کے لئے نقصان دہ ہے۔ اس دودھ کے پینے سے عمدہ غذا بنتی ہے اور یہ معتدل مزاج اور بچوں کو موافق آتا ہے۔ اس دودھ کے استعمال کا بہترین وقت موسم ربیع ہے۔ ترش دودھ یعنی دہی سرد تر ہے۔ عمدہ دہی وہ ہوتا ہے جس پر بالائی ہو' دہی پیاس کی شدت کو کم کردیتا ہے لیکن یہ دانتوں اور مسوڑھوں کے لئے مضر ہے۔ پس اگر دہی کھا کر شہد کے پانی سے کلی کرلی جائے تو اس کا مضر پن دور ہوجاتا ہے۔ دہی معتدل مزاج والے افراد اور بچوں کے موافق ہے۔ دہی کے استعمال کا بہترین وقت موسم گرما ہے۔ بچہ پیدا ہونے کے چالیس دن بعد جانور کا دودھ بلا ضرر قابل استعمال ہوتا ہے۔ پس دودھ کی خاصیت دوسری چیزوں کے اختلاط سے تبدیل ہوجاتی ہے۔ پس جب دودھ میں گیہوں اور چاول ڈال کر پکا لئے جائیں تو یہ گرم مزاج والوں کے لئے موافق ہے۔ ایسا دودھ جس سے مکھن نکال لیا گیا ہو گرم مزاج والوں

کے لئے مفید ہے۔ اسے عربی میں ''الودع'' کہا جاتا ہے۔ اگر آگ میں پتھر پکا کر دودھ میں ڈال دیا جائے تا کہ اس کی مائیت خشک ہو جائے تو یہ دودھ جگر کی بیماری کے لئے نافع ہے۔ وہ دودھ جس کی غلظت پھونک کے ذریعے دور کر دی گئی ہو اس کو سکنجبین کے ہمراہ استعمال کرنا تر خارش کے لئے مفید ہے۔ گدھی کا دودھ ''مسل'' اور ''دق'' کے لئے نافع ہے۔ گابھن گدھی کا دودھ اگر اس کے پیشاب میں ملا کر استعمال کیا جائے تو استسقاء کے لئے نافع ہے۔ گدھی کے دودھ کی دہی بھی ٹھنڈی ہوتی ہے۔ پس گدھی کے دودھ کی دہی طبیعت میں امساک، خلط غلیظ سدے اور گردے میں پتھری پیدا کرتی ہے۔

تتمہ دودھ کو خواب میں دیکھنا فطرت اسلام کی طرف اشارہ ہے اور اس سے حلال مال مراد ہے جو بلا تعب کے حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِیْنَ'' (خالص دودھ جو پینے والوں کیلئے نہایت خوشگوار ہے۔ النحل۔ آیت ۶۶) ترش دودھ یعنی دہی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر حرام مال سے دی جاتی ہے۔ بکری کے دودھ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر شریف مال سے دی جاتی ہے۔ گائے کے دودھ کو خواب میں دیکھنا غنی شخص پر دلالت کرتا ہے گھوڑی کے دودھ کو خواب میں دیکھنا حسن کی طرف اشارہ ہے۔ لومڑی کے دودھ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر شفاء سے دی جاتی ہے۔ مادہ خچر کے دودھ کو خواب میں دیکھنا تنگی کی طرف اشارہ ہے۔ مادہ چیتا کے دودھ کو خواب میں دیکھنا غالب آجانے والے دشمن کی طرف اشارہ ہے۔ شیرنی کے دودھ کو خواب میں دیکھنا ایسے مال پر دلالت کرتا ہے جو بادشاہ سے حاصل ہو۔ جنگلی گدھی کے دودھ کو خواب میں دیکھنا دین میں شک پر دلالت کرتا ہے۔ مادہ خنزیر کے دودھ کو خواب میں دیکھنا فتور عقل اور مالی خسارہ پر دلالت کرتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص خواب میں مادہ خنزیر کا دودھ پی لے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے بکثرت مال حاصل ہوگا لیکن فتورِ عقل کا بھی اندیشہ ہے۔ خواب میں عورت کا دودھ پینا مال میں اضافہ کی علامت ہے لیکن خواب میں عورت کا دودھ پینے والا قابل تعریف نہیں کیونکہ عورت کا دودھ مکروہ بیماری پر دلالت کرتا ہے۔ علامہ محمد بن سیرینؒ نے فرمایا ہے کہ میں خواب میں نہ دودھ پینے والے کو پسند کرتا ہوں اور نہ ہی دودھ پلانے والی کو۔ پس اگر کسی مریض نے خواب میں کسی عورت کا دودھ پی لیا تو وہ شفایاب ہو جائے گا اور جس نے خواب میں دودھ کو گرا دیا تو تحقیق اس نے اپنا دین ضائع کر دیا۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ زمین سے دودھ نکل رہا ہے تو اس کی تعبیر فتنہ سے دی جائے گی۔ پس خواب دیکھنے والے نے جس قدر دودھ زمین سے نکلتے ہوئے دیکھا اتنی ہی خونریزی ہوگی۔ خواب میں کتے، بلی اور بھیڑوں کا دودھ دیکھنا خوف یا بیماری پر دلالت کرتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ خواب میں مادہ بھیڑیئے کا دودھ دیکھنا بادشاہ سے ملنے والے مال کی طرف اشارہ ہے یا اس کی تعبیر قوم کی سربراہی سے دی جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص خواب میں حشرات الارض کا دودھ پی لے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ اپنے دشمنوں سے صلح کرلے گا۔ واللہ اعلم۔

اَلْفُدُسُ

''اَلْفُدُسُ'' اس سے مراد مکڑی ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''فدسة'' کا لفظ مستعمل ہے۔

اَلْفَرُأ

''اَلْفَرأ'' اس سے مراد حمار وحشی ہے۔ اس کی جمع ''الفراء'' آتی ہے جیسے جبل کی جمع جبال آتی ہے۔ اہل عرب بطور ضرب المثل کہتے ہیں ''کُلُّ الصَّیْدِفِیْ جَوفِ الْفَرأ'' (یعنی ہر قسم کا شکار حمار وحشی کے پیٹ میں ہے)

نبی اکرم علیہ السلام نے ابوسفیان بن حرث کے لئے یہ مثال استعمال فرمائی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مثال ابوسفیان بن حرب کے لئے فرمائی تھی۔

ابوعمر بن عبدالبر کا یہی قول ہے۔ سہیلیؒ نے فرمایا ہے کہ صحیح بات یہی ہے کہ آپ علیہ السلام نے یہ کلمات سفیان بن حرب کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لئے فرمائے تھے اور اس کا واقعہ یہ ہوا کہ ابوسفیان بن حرب نے حضور علیہ السلام سے (ملاقات کیلئے) اجازت طلب کی۔ پس آپ علیہ السلام نے اس کو کچھ دیر کیلئے روکے رکھا اور پھر اجازت دیدی۔ پس جب ابوسفیان بن حرب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو کہا کہ جتنی دیر آپ علیہ السلام وادی کی کنکریوں کو اجازت دیتے اتنی دیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دی ہے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوسفیان تو ایسا ہی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ ''کُلُّ الصَّیْدِ فِیْ جَوْفِ الْفَرأ'' (ہر قسم کا شکار حمار وحشی کے پیٹ میں ہے۔) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات ابوسفیان بن حرب کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لئے فرمائے تھے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ (اے ابوسفیان) جب تک تم رکے رہے تو تمہاری وجہ سے دوسرے لوگ بھی رکے رہے۔ سہیلیؒ ہی نے فرمایا ہے کہ صحیح بات یہی ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم علیہ السلام نے یہ کلمات ابوسفیان بن حرث کیلئے فرمائے تھے اور ابوسفیان بن حرث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں۔ دونوں نے (یعنی ابوسفیان بن حرث اور حضور علیہ السلام نے) حضرت حلیمہؓ کا دودھ پیا ہے۔ ابوسفیان بن حرث بعثت نبویؑ سے قبل حضور علیہ السلام سے بے حد محبت رکھتے تھے اور ایک لمحہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ نہیں ہوتے تھے۔ پس جب نبی اکرمؑ نے اعلان نبوت فرمایا تو ابوسفیان بن حرث نے دوری اختیار کرلی (یعنی اس کی محبت عداوت میں بدل گئی) اور وہ آپ علیہ السلام کی ہجو کرنے لگا۔ پس جب ابوسفیان بن حرث نے اسلام قبول کرلیا تو ابوسفیانؓ پھر رسول اللہؐ سے محبت کرنے لگے اور آپ علیہ السلام کی زیارت کے بغیر ابوسفیانؓ کو سکون نہیں ملتا تھا۔ اس ضرب المثل کا پس منظر یہ ہے کہ ایک جماعت شکار کے لئے گئی۔ پس ان میں سے کسی ایک آدمی نے ہرن کا شکار کیا اور دوسرے آدمی نے خرگوش کا شکار کیا اور تیسرے شخص نے حمار وحشی کا شکار کیا۔ پس خرگوش کا شکار کرنے والا اور ہرن کا شکار کرنے والا دونوں اپنے اپنے شکار پر خوش تھے اور وہ دونوں تیسرے شخص کو طعنہ دینے لگے جس نے حمار وحشی کا شکار کیا تھا۔ پس تیسرے شخص نے ان سے کہا ''کُلُّ الصَّیْدِ فِیْ جَوْفِ الْفَرأ'' (ہر قسم کا شکار حمار وحشی کے پیٹ میں ہے۔) اسی وقت سے یہ مثل مشہور ہوگئی اور ہر اس چیز کیلئے استعمال ہونے لگی جو دوسری چیزوں کو شامل اور حاوی ہو۔

اَلْفَرَاشُ

''اَلْفَرَاشُ'' (پروانہ) اس سے مراد ایک (اڑنے والا) کیڑا ہے جو مچھر کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس کے واحد کے لئے

''فراشۃ'' کا لفظ مستعمل ہے۔ یہ کیڑا اُڑتا ہے اور چراغ کے اردگرد گھومتا رہتا ہے کیونکہ اس کی بصارت (آنکھوں کی روشنی) ضعیف ہوتی ہے اس لئے یہ دن کی روشنی کو تلاش کرتا ہے۔ پس جب رات کے وقت یہ چراغ کی بتی جلتی ہوئی دیکھتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ میں ایک اندھیرے گھر میں ہوں اور یہ چراغ اندھیرے گھر سے نکلنے کا سوراخ ہے۔ پس یہ روشنی کی تلاش میں رہتا ہے اور اسی کوشش میں اپنے آپ کو آگ میں گرا دیتا ہے۔ پس جب یہ چراغ جلنے کی جگہ سے باہر چلا جاتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ اندھیرے گھر سے نکلنے کا سوراخ اسے ہاتھ نہیں آیا اور قلت بینائی کی بناء پر یہ وہاں تک پہنچ نہیں پایا۔ پس وہ بار بار چراغ کی روشنی کی طرف لوٹتا ہے۔ یہاں تک کہ چراغ کی آگ میں جل جاتا ہے۔ حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ (اے مخاطب) شاید تو سمجھتا ہے کہ پروانہ کی ہلاکت اس کی قلت فہم اور جہالت کی وجہ سے ہوتی ہے (تو تیرا گمان صحیح نہیں ہے) پھر امام غزالیؒ نے فرمایا پس جان لے کہ انسان کا جہل پروانہ کے جہل سے زیادہ ہے بلکہ انسان جس صورت سے شہوات پر پڑتا ہے اور ان میں منہمک ہو جاتا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو پروانہ کو پیش آتی ہے کیونکہ پروانہ تو چراغ کے گرد گھومتے ہوئے اپنے آپ کو اس پر گرا دیتا ہے اور ہمیشہ کیلئے اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیتا ہے۔ پس کاش انسان کا جہل بھی پروانہ کے جہل کی طرح ہوتا کیونکہ پروانہ ظاہری روشنی پر جل کر خلاصی پالیتا ہے لیکن انسان اپنے گناہوں کے سبب آگ میں (یعنی جہنم میں) ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم لوگ آگ میں اس طرح گر رہے ہو جیسے پروانے اور میں تمہاری ازار پکڑ کر تمہیں (آگ سے) روک رہا ہوں۔'' علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ تحقیق مہلہل ابن یموت نے کیا خوب اشعار کہے ہیں کہ ؎

جَلَّتْ مُحَاسِنَهٗ عَنْ كُلِّ تَشْبِيْهٖ　　وَجَلَّ عَنْ وَاصِفٍ فِي الْحُسْنِ يُحْكِيْهٖ

''اس کے (یعنی محبوب کے) محاسن ہر قسم کی تشبیہ سے برتر ہیں اور ہر تعریف کرنے والے کی تعریف سے بالاتر محبوب کا حسن ہے۔''

اُنْظُرْ اِلٰى حُسْنِهٖ وَاسْتَغْنِ عَنْ صِفَتِي　　سُبْحَانَ خَالِقِهٖ سُبْحَانَ بَارِيْهٖ

''تم اس کے حسن کی طرف دیکھو اور میری تعریف سے بے نیاز ہو جاؤ۔ پاک اور بے عیب ہے وہ ذات جو اس کی (یعنی محبوب کی) خالق ہے''

اَلنَّرْجِسُ الْغَضُّ وَالْوَرْدُ الْجَنِي لَهٗ　　وَالْاُقْحُوَانُ النَّضِيْرُ الغض فِيْ فِيْهِ

''اس کی آنکھ نرگس کے پھول کی مانند ہے اور اس کے رخسار گلاب کی طرح ہیں۔''

دَعَا بِالْحَاظِهٖ قَلْبِي اِلٰى عَطَبِي　　فَجَاءَهٗ مُسْرِعًا طَوْعًا يُلَبِّيْهٖ

''اس نے آنکھ کے اشارے سے میرے دل کو میری تباہی کی طرف بلایا۔ پس میں اس کے پاس خوشی خوشی اس کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے چلا آیا۔''

مِثْلُ الْفَرَاشَةِ تَأْتِي اِذْ تَرٰى لَهَبًا　　اِلَى السِّرَاجِ فَتُلْقِيْ نَفْسَهَا فِيْهٖ

''پروانہ کی طرح کہ جب وہ چراغ کی روشنی دیکھتا ہے تو دوڑتا ہوا آتا ہے اور اپنے آپ کو چراغ کی روشنی میں گرا دیتا ہے۔''

عون الدین عجمی نے کہا ہے کہ ؎

لَهِيبُ الْخَدِّ حِينَ بَدَا لِطَرْفِي هوى قَلْبِي عَلَيْهِ كَالْفَرَاشِ

''محبوب کے رخساروں کی سرخی جب مجھ پر ظاہر ہوئی تو میرا دل پروانہ کی طرح اس کی طرف راغب ہوا۔''

فَأَحْرَقَهُ فَصَارَ عَلَيْهِ خَالاً وَهَا أَثَرُ الدُّخَانِ عَلَى الْحَوَاشِي

''پس اس سرخی نے میرے دل کو جلا دیا اور وہ (یعنی میرا دل) جلنے کے بعد اس کے رخساروں کا قاتل بن گیا اور یہ دیکھ اس کے بالوں کا رواں''

فائدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔''يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَاءُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ'' قرآن کریم کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل قیامت کو منتشر پروانوں سے تشبیہ دی ہے کیونکہ قیامت کے دن لوگ اپنی کثرت انتشار' ضعف اور ذلت کے باعث داعی (بلانے والے) کی طرف ہر جانب سے اس طرح دوڑتے ہوئے آئیں گے جیسے پروانے شمع کے گرد گھومتے ہیں۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری اور تمہاری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی۔ پس اس آگ پر بھنگے اور پروانے آ کر گرنے لگے اور وہ شخص ان کو اس آگ میں گرنے سے روک رہا ہے اور وہ ہیں کہ آگ میں گرتے جاتے ہیں۔ (اسی طرح) میں تمہیں پکڑ کر آگ میں گرنے سے روک رہا ہوں اور تم میرے ہاتھوں سے چھوٹے جا رہے ہو۔ (رواہ مسلم)

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو معراج کرائی گئی تو آپ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے اور یہ چھٹے آسمان میں ہے۔ پس زمین سے جو چیزیں اوپر پہنچائی جاتی ہیں وہ وہاں (یعنی چھٹے آسمان پر) لے لی جاتی ہیں اور اسی طرح اوپر جو احکام نازل ہوتے ہیں وہ اس پر پہنچا دیئے جاتے ہیں اور یہاں سے فرشتے لے لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى'' (اس وقت سدرۃ پر چھا رہا تھا جو کچھ چھا رہا تھا۔ النجم۔ آیت ۱۶) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ وہ (ڈھانپنے والی چیز) سونے کے پروانے تھے۔ (رواہ مسلم)

حضرت نواس بن سمعانؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے کہ میں تمہیں کذب (یعنی جھوٹ) میں اس طرح گرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں جس طرح پروانے آگ میں گرتے ہیں۔ ہر جھوٹ لکھا جاتا ہے (یعنی اس پر سزا دی جائے گی) سوائے اس جھوٹ کے جو جنگ میں دشمن کو دھوکہ دینے کے لئے بولا جائے اور وہ جھوٹ جو دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے بولا جائے اور وہ جھوٹ جو آدمی اپنی بیوی کے سامنے بولے تا کہ وہ اس سے راضی ہو جائے۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

الحکم پروانے کا کھانا حرام ہے۔

امثال اہل عرب کسی کی جہالت' سفاہت' ضعف' ذلت' خفت اور خطا کو بیان کرنے کے لئے کہتے ہیں۔ ''اطیش من فراشة وَأَضْعَفُ وَأَذَلُّ وَأَجْهَلُ وَأَخَفُّ وَأَخْطَأُ مِنْ فَرَاشَةٍ۔ یہ یہ ضرب المثل اس لئے بیان کی جاتی ہے کیونکہ پروانہ اپنے آپ کو آگ میں ڈال دیتا ہے۔ (اسی طرح انسان بھی جہالت' ضعف' ذلت' خفت کی وجہ سے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیتا ہے) اہل عرب مکھی کیلئے اسی طرح کی ضرب المثل استعمال کرتے ہیں ''أَخْطَأُ وَأَجْهَلُ مِنْ ذُبَابٍ'' (فلاں مکھی سے زیادہ خطا کار اور جاہل ہے) یہ مثال مکھی کیلئے اس لئے استعمال کی جاتی ہے کہ مکھی اپنے آپ کو گرم کھانے میں ڈال کر ہلاک کر لیتی ہے۔

تعبیر خواب میں پروانے کو دیکھنے کی تعبیر کمزور اور زبان دراز دشمن سے دی جاتی ہے۔ ارطامیدورس نے کہا ہے کہ کسانوں کے لئے پروانہ کو خواب میں دیکھنا بے کاری کی علامت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الفرافصة

''الفرافصة'' (فا کے ضمہ کے ساتھ) اس لفظ کا معنی شیر ہے اور (فا کے فتحہ کے ساتھ) یہ لفظ آدمی کیلئے مستعمل ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کلام عرب میں ''فراصفة'' (فا کے ضمہ کے ساتھ) ہے سوائے ''فَرَاصفة اَبَا نَائِلَة'' کے جو حضرت عثمانؓ کے داماد ہیں۔ پس یہ فا کے فتحہ کے ساتھ ہے۔ اس کا تذکرہ امام مالکؒ نے ''موطا'' میں ''ابواب الصلاۃ'' میں کیا ہے کہ حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت ہے وہ ربیعہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں اور وہ قاسم بن عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں کہ فرافصة بن عمیر حنفی فرماتے ہیں کہ میں نے سورۂ یوسف حضرت عثمانؓ کی فجر کی نماز میں سن کر یاد کی کیونکہ حضرت عثمانؓ نماز فجر میں سورۂ یوسف پڑھتے تھے۔

اَلْفَرُخُ

''اَلْفَرُخُ'' اس سے مراد پرندے کا بچہ ہے۔ تحقیق یہ لفظ ابتداء میں پرندوں کے بچوں کے لئے وضع کیا گیا تھا لیکن بعد میں حیوانات کے ہر چھوٹے بچے کے لئے یہی لفظ استعمال کیا جانے لگا۔ اس کی مونث ''فَرْخَة'' آتی ہے۔ اس کی جمع قلت ''افرخ'' اور ''أفراخ'' اور جمع کثرت ''فراخ'' آتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے آلِ جعفر کو تین دن تک (غم مٹانے کی) مہلت دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے (یعنی آلِ جعفر کے) یہاں تشریف لائے۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا تم میرے بھائی پر آج کے بعد مت رونا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بھائی کے لڑکوں کو میرے پاس لاؤ۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کہتے ہیں کہ ہمیں آپ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا گویا کہ ہم ''پرندہ کے بچے'' ہوں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حجام کو بلاؤ۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے (ہمارے سر مونڈنے کا) حکم دیا۔ پس حجام نے ہمارے سر مونڈ دیئے۔ (رواہ ابوداؤد باسناد صحیح علی شرط الشیخین)

حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ صحابہ کرامؓ کے ہمراہ کسی غزوہ میں تشریف لے جا رہے تھے۔ پس ہم میں سے کسی آدمی نے راستہ میں چلتے چلتے کسی پرندہ کے بچہ کو پکڑ لیا۔ پس اس بچے کے والدین میں سے کوئی ایک آیا۔ یہاں تک کہ اس شخص کے ہاتھ پر گر گیا جس نے پرندے کا بچہ پکڑا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں اس پرندے پر تعجب نہیں ہوا کہ تم نے اس کے بچے کو پکڑا اور وہ آیا یہاں تک کہ اس شخص کے ہاتھ پر گر پڑا جس نے اس کے بچے کو پکڑ لیا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ہم پرندے کی یہ حالت دیکھ کر متعجب ہوئے ہیں) پس آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس پرندے سے بھی زیادہ رحیم ہے۔ (رواہ البزار)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کے یہاں سو رحمتیں ہیں اور ان میں سے ایک رحمت اللہ تعالیٰ نے دنیا والوں میں تقسیم فرمائی ہے جس کی بناء پر آدمی اپنی اولاد پر رحم کرتا ہے اور پرندے اپنے بچوں سے محبت کرتے ہیں۔ پس جب قیامت کا دن آئے گا تو اللہ تعالیٰ اس دن سو رحمتوں کو پورا فرمائے گا اور ان سو رحمتوں کے ذریعے اپنی مخلوق پر رحم فرمائے گا۔ (رواہ مسلم) حضرت ابوایوب سجستانیؒ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا جو حصہ دنیا میں تقسیم فرمایا ہے اس میں سے میں نے بھی حصہ پایا ہے اور وہ اسلام ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ ننانوے رحمتیں جو آخرت میں تقسیم ہوں گی اس میں سے مجھے دنیا میں ملنے والے حصہ سے زائد حصہ ملے گا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک مسلمان مرد کی عیادت فرمائی جو کمزور ہو گیا تھا۔ ترمذیؒ کی روایت ہے کہ وہ آدمی کمزوری کی وجہ سے پرندہ کے بچہ کی مانند ہو گیا تھا۔ پس آپؐ نے اس آدمی سے فرمایا کہ کیا تم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہو یا اس سے کسی چیز کا سوال کرتے ہو؟ اس آدمی نے عرض کیا جی ہاں میں کہتا تھا اے اللہ جو عذاب تو مجھے آخرت میں دینا چاہتا ہے وہ مجھے دنیا ہی میں دے دے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "سبحان اللہ" ہم تو اس کی طاقت و استطاعت نہیں رکھتے تو یہ کیوں نہیں کہتا اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے (یعنی جہنم کے) عذاب سے بچا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس شخص نے ان کلمات کے ذریعے دعا مانگی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو شفایاب کر دیا۔ (رواہ المسلم والنسائی والترمذی)

حدیث میں مذکور "مِثْلُ الْفَرْخُ" کا معنی اس شخص کی بیماری کی وجہ سے کمزوری اور لاغر پن ہے۔ چنانچہ اس بیمار آدمی کو پرندے کے بچے سے تشبیہ دینا اس کے جسم کی کمزوری کو بیان کرنا ہے کہ جیسے پرندے کا بچہ جسمانی لحاظ سے لاغر ہوتا ہے اسی طرح بیماری نے اس شخص کو لاغر کر دیا ہے۔ اس حدیث سے تعجیل عذاب کی دعا مانگنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے اور افضل دعا بھی معلوم ہوئی وہ یہ ہے۔ "اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّار" اس حدیث میں "سبحان اللہ" کے الفاظ اظہار تعجب کیلئے کہنے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ اس حدیث میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد کہ "اِنَّکَ لَا تُطِیْقُہٗ" (تو اس کی یعنی آخرت کے عذاب کو دنیا میں برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا) اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کوئی بھی انسان دنیا میں عذاب آخرت کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ دنیا کی زندگی کمزور ہوتی ہے اس زندگی میں انسان سخت عذاب کو برداشت نہیں کر سکتا اور جو انسان دنیا کی زندگی میں عذاب میں مبتلا ہو جائے گا وہ ہلاک و برباد ہو جائے گا۔ اس کے برعکس آخرت کی زندگی بقاء کیلئے ہے خواہ یہ بقاء جنت میں ہو یا دوزخ میں وہاں موت نہیں آئے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا کفار کے متعلق ارشاد ہے۔ "کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُھُمْ بَدَّلْنٰھُمْ جُلُوْدًا غَیْرَھَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ" (جب ان کے بدن کی کھال گل جائے گی تو اس کی جگہ دوسری کھال پیدا کر دیں گے تاکہ وہ خوب عذاب کا مزا چکھیں۔ النساء - آیت ۵۶) ہم اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت میں عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

پھر اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے ایسی دعا بیان کی ہے جو دنیا و آخرت کی ہر بھلائی کو شامل ہے۔ حَسَنَۃً کی تفسیر میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔ پس بعض اہل علم کے نزدیک دنیا کی بھلائی علم اور عبادت ہے اور آخرت کی بھلائی جنت اور مغفرت ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے۔ "حَسَنَۃً" سے مراد عافیت ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے "فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً" سے مراد مال اور حسن مال

ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک "فِی الدُّنیَا حَسَنَۃً" سے مراد نیک عورت ہے اور "وَفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً" سے مراد "الحور العین" حورعین ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ "فِی الدُّنیَا حَسَنَۃً وَفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً" کوعموم پرمحمول کیا جائے تاکہ ہرقسم کی خیر (بھلائی) اس میں شامل ہو۔ امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ "فِی الدُّنیَا حَسَنَۃً" سے مرادعبادت وعافیت ہے اور "وَفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً" سے مراد جنت اور مغفرت ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک "فِی الدُّنیَا حَسَنَۃً" سے مراد دنیا کی نعمتیں ہیں اور "وَفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً" سے مرادآخرت کی نعمتیں ہیں۔

صدقہ مصیبتوں کو دور کرنے کا ذریعہ تاریخ ابن نجار میں مذکور ہے اور بصرہ کے قاضی ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن مثنی بن انس بن مالک انصاری جو امام بخاریؒ کے استاد ہیں‘ نے حضرت ابوہریرہؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلی امتوں میں ایک آدمی تھا جو ایک پرندہ کے گھونسلہ پر آتا تھا اور جب پرندہ بچے نکالتا تھا تو وہ آدمی اس پرندہ کے بچے اٹھالیتا تھا۔ پس پرندہ نے اس آدمی کی شکایت اللہ تعالیٰ سے کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے پرندہ کو بتایا اگر یہ آدمی دوبارہ تمہارے گھونسلے کی طرف آیا اور اس نے تمہارے بچے اٹھائے تو میں اسے ہلاک کردوں گا۔ پس جب اس پرندہ نے (دوبارہ) بچے نکالے تو یہ آدمی پرندے کے بچوں کو پکڑنے کیلئے گھر سے نکلا جیسے پہلے نکلا کرتا تھا۔ پس راستہ میں اسے ایک سائل ملا اور اس سائل نے اس آدمی سے کھانا مانگا۔ پس اس آدمی نے سائل کو اپنے کھانے میں سے ایک روٹی دیدی۔ پھر چل پڑا یہاں تک کہ پرندے کے گھونسلہ کے پاس آ گیا۔ پس اس نے سیڑھی لگائی اور درخت پر چڑھ کر پرندے کے گھونسلہ سے دو بچے پکڑ لئے اور ان (بچوں) کے والدین اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ پس انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اے ہمارے رب! بے شک تو اپنے وعدہ کے خلاف نہیں فرماتا اور تحقیق تو نے ہم سے وعدہ کیا تھا اگر یہ شخص دوبارہ ایسی حرکت کرے گا تو اس کو ہلاک کردیا جائے گا لیکن یہ شخص دوبارہ آیا اور اس نے ہمارے بچوں کو پکڑ لیا لیکن تو نے اسے ہلاک نہیں کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو (یعنی نرومادہ پرندے) کو خبردی کہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں صدقہ کرنے والوں کو بری موت کے ذریعہ ہلاک نہیں کرتا اور تحقیق اس شخص نے (آج) صدقہ کیا ہے۔

فائدہ ایک پرندہ کے بچہ کو دیکھنا ہی "حضرت عمران کی بیوی حنہ" کی تمنائے اولاد کا سبب بنا تھا جس کا واقعہ یوں ہے کہ "حضرت حنہ" (حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ) بانجھ تھیں اور بڑھاپے تک ان کے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ پس ایک دن یہ ایک درخت کے سائے میں بیٹھی ہوئی تھیں تو انہوں نے دیکھا کہ ایک پرندہ اپنے بچوں کو (دانہ وغیرہ) کھلا رہا ہے۔ پس آپ کے دل میں اولاد کی خواہش پیدا ہوئی۔ پس جب آپ (یعنی عمران کی بیوی حضرت حنہ) حاملہ ہوئیں تو آپ نے کہا "رَبِّ اِنِّی نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِی مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّی اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ" (اے میرے رب! میں اس بچے کو جو میرے پیٹ میں ہے تیری نذر کرتی ہوں‘ وہ تیرے ہی کام کیلئے وقف ہوگا۔ میری اس پیشکش کو قبول فرما۔ بے شک تو سننے اور جاننے والا ہے۔ آل عمران۔ آیت ۳۵) یعنی اے میرے رب تو میرے دل کے حال سے واقف ہے۔ پس میں نے نذر مانی ہے جو بچہ پیدا ہوگا میں اس کو بیت المقدس کی خدمت کیلئے وقف کردوں گی۔ بچے کو وقف کرنا ان کی شریعت میں جائز تھا۔ پس حضرت حنہ کو حضرت مریم کا حمل قرار پا گیا تو حضرت عمران کا انتقال ہوگیا۔ پس جب حضرت مریم علیہا السلام کی ولادت ہوگئی تو حضرت حنہ نے عرض کیا "رَبِّ اِنِّی وَضَعْتُهَا اُنْثٰی

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى وَاِنِّىْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّىْ اُعِيْذُهَابِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ فَتَقَبَّلَهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا" (اے میرے رب! میرے ہاں تو لڑکی پیدا ہوگئی ہے۔ حالانکہ جو کچھ اس نے جنا تھا' اللہ کو اس کی خبر تھی اور لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوتا۔ خیر میں نے اس کا نام مریم رکھ دیا ہے اور میں اسے اور اس کی آئندہ نسل کو شیطان مردود کے فتنے سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ آخر کار اس کے رب نے اس لڑکی کو بخوشی قبول فرمالیا' اسے بڑی اچھی لڑکی بنا کر اٹھایا۔ آل عمران۔ آیت ۳۶-۳۷)

اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا کی تفسیر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت مریم کی صفت "اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا" بیان فرمائی ہے۔ علامہ زمخشریؒ نے فرمایا ہے کہ "اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا" سے مراد یہ ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام نے اپنی شرمگاہ کی حلال وحرام دونوں ذرائع سے حفاظت فرمائی جیسا کہ قرآن مجید میں ہے "وَلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ" (مریم نے کہا میرے ہاں کیسے لڑکا ہوگا جبکہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں ہے اور میں کوئی بدکار عورت نہیں ہوں۔ مریم۔ آیت ۲۰) سہیلیؒ نے فرمایا ہے کہ "اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا" میں "فرج" سے مراد قمیص کے فرج (یعنی قمیص کے کھلے ہوئے حصے) ہیں تو آیت کا معنی یہ ہوا کہ حضرت مریم علیہا السلام کے کپڑے ہمیشہ پاک وصاف رہے اور ان کو کبھی ناپاکی کا دھبہ نہیں لگ سکا۔ "فروج القميص" (یعنی قمیص کے کھلے ہوئے حصے) چار ہیں۔ دو آستینیں اور ایک کپڑے کا اوپر کا حصہ اور ایک نیچے کا حصہ۔

مسئلہ: جب کوئی آدمی کسی سے انڈے چھین کر اپنی مرغی کے ذریعے ان انڈوں سے بچے نکلوالے تو ان بچوں کا مالک وہ شخص ہوگا جو انڈوں کا مالک ہے اور یہ بچے "عين المغصوب" ہیں جن کا واپس کرنا ضروری ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ غاصب انڈوں کی قیمت کا ضامن ہوگا' بچوں کو نہیں لوٹائے گا کیونکہ بچے انڈوں کے علاوہ ایک دوسری مخلوق ہیں۔ انڈے تو ضائع ہوگئے ہیں اب ان کا ضمان واجب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ مومنون میں فرمایا "ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ"

تحفہ مکیہ میں قاضی نصر عمادی نے ابراہیم بن ادھمؒ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ ابراہیم بن ادھمؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ بنی اسرائیل کے کسی آدمی نے گائے کے سامنے اس کے بچھڑے کو ذبح کردیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے (اس بے رحمی کی وجہ سے) اس کا ایک ہاتھ خشک کردیا۔ پس وہ شخص ایک دن بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک کسی پرندہ کا بچہ گھونسلہ سے زمین پر گر پڑا۔ پس وہ بچہ اپنے والدین کو بے بسی سے دیکھنے لگا اور اس کے والدین بھی اسے بے بسی سے دیکھتے رہے۔ پس اس آدمی نے اس بچے کو اٹھایا اور گھونسلہ میں رکھ دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے (پرندہ کے بچہ پر رحم کرنے کے سبب) اس آدمی پر رحم کیا اور اس کا خشک ہاتھ ٹھیک کردیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تعبیر خواب میں پرندوں کے بچے ہوئے بچے دیکھنے کی تعبیر ایسے رزق اور مال سے دی جاتی ہے جو کافی کوشش کے بعد حاصل ہو۔ پس جو شخص خواب میں دیکھے کہ وہ شکاری پرندوں (یعنی شاہین' چیل' عقاب وغیرہ) کے بچوں کا گوشت کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ آدمی بادشاہ کی اولاد کی غیبت میں مبتلا ہوگا یا ان سے نکاح کرے گا جو شخص خواب میں دیکھے کہ وہ پرندہ کے بچہ کا گوشت کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت یا شرفاء کی غیبت میں مبتلا ہوگا۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے

محفوظ رکھے) اگر کسی نے خواب میں پرندہ کے بچے کا بھنا ہوا گوشت خرید اتو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ آدمی کسی کو ملازم رکھے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اَلْفَرَسُ

''اَلْفَرَسُ''(گھوڑا) اس سے مراد گھوڑا ہے۔ مذکر و مونث کی جمع کے لئے ''اَفْرَاسٌ'' کا لفظ مستعمل ہے۔ابن جنی اور فراء کے نزدیک گھوڑی کے لئے ''فرستہ'' کا لفظ مستعمل ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ ''الفرس'' اسم ہے جو مذکر (گھوڑے) اور مونث (گھوڑی) کے لئے مستعمل ہے۔اس لئے مونث کے لئے ''فرستہ'' کا لفظ استعمال نہیں ہوگا۔ ''الفرس'' کا لفظ ''افتراس'' سے بنایا گیا ہے اور اس کے معنی پھاڑنے کے آتے ہیں اور گھوڑا بھی اپنی تیز رفتاری کے ذریعہ زمین پھاڑتا ہے اس لئے اس کو ''الفرس'' کہا جاتا ہے اور گھوڑے پر سوار ہونے والے کو ''فَارِس'' کہا جائے گا جیسے دودھ والے کو ''لابن'' اور کھجور والے کو ''تامر'' کہتے ہیں۔اس کی جمع کے لئے فوارس کا لفظ مستعمل ہے۔گھوڑی کیلئے الفرس کا لفظ استعمال کیا جائے گا۔اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو ابو داؤدؒ اور حاکم ؒ نے نقل کی ہے۔ ''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی کو ''فرس'' کہا کرتے تھے۔'' (رواہ ابو داؤد والحاکم) ابن السکیت نے کہا ہے کہ ہر ''سم'' والے جانور خواہ وہ گدھا' گھوڑا' خچر ہو اس کے سوار کے لئے ''فارس'' کا لفظ استعمال کیا جائے گا۔شاعر نے کہا ہے کہ ؎

وَ اِنِّیْ امرؤ لِلْخَیْلِ عِنْدِیْ مُزِبَّۃٌ عَلٰی فَارِسِ الْبِرْ ذُوْنِ اَوْ فَارِسُ الْبُغَل

اور میں دوست کی قدر کرنے والا آدمی ہوں خواہ وہ گھوڑے پر سوار ہو یا خچر پر سوار ہو

عمارہ بن عقیل بن بلال بن جریر نے کہا ہے کہ خچر پر سوار ہونے والے کے لئے فارس لفظ استعمال نہیں ہوگا بلکہ اس کے لئے ''بغَال'' کا لفظ استعمال کیا جائے گا۔ اسی طرح گدھے پر سوار ہونے والے کو بھی ''فَارِسٌ'' کی بجائے ''حِمَارٌ'' کہا جائے گا۔ گھوڑے کی کنیت کے لئے ''ابوشجاع' ابو طالب' ابو مدرک' ابو مضیٰ' ابوالمضمار اور ابو المنجی'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔گھوڑا بزرگی و عظمت و بلند ہمتی کی صفات کی وجہ سے انسان کے زیادہ مشابہ ہے۔ اہل عرب کا خیال ہے کہ گھوڑا ایک وحشی جانور تھا گھوڑے پر سب سے پہلے سواری کرنے کا شرف حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو حاصل ہے۔گھوڑوں میں مختلف اوصاف رکھنے والے گھوڑے ہوتے ہیں۔بعض گھوڑے وہ ہیں جو سواری کے دوران پیشاب اور لید نہیں کرتے اور بعض وہ ہوتے ہیں جن کو اپنے مالک کی پہچان ہوتی ہے اور وہ کسی دوسرے شخص کو سواری نہیں کرنے دیتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پروں والے گھوڑے تھے۔گھوڑے کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم کا نام عتیق ہے اور دوسری قسم کا نام ھجین ہے جسے برذون بھی کہا جاتا ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ فرس کے مقابلہ میں ہجین یعنی برذون کی ہڈیاں بڑی ہوتی ہیں اور فرس کی ہڈیاں چھوٹی ہونے کے باوجود مضبوط ہوتی ہیں۔ برذون زیادہ بوجھ اٹھانے کی صلاحیت رکھتا ہے اس کے برعکس فرس' برذون سے زیادہ تیز رفتار ہوتا ہے۔عتیق اور برذون میں بھی وہی فرق ہے جو ہرن اور بکری کے درمیان فرق ہے۔پس ''عتیق'' وہ گھوڑا ہے جس کے والدین عربی النسل ہوں۔ یہ گھوڑا تمام عیوب سے پاک ہوتا ہے اس لئے اس کو

''عتیق'' کہا جاتا ہے۔ خانہ کعبہ کو بھی ''بیت العتیق'' کہا جاتا ہے کیونکہ یہ عیب سے مامون ہے۔ نیز ملوک جبابرہ یعنی (ظالم و جابر بادشاہوں) میں سے کوئی بھی خانہ کعبہ پر قابض نہیں ہوسکا۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بھی ان کے حسن و جمال اور بدصورتی سے مامون ہونے کی وجہ سے ''عتیق'' کہا گیا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ''عتیق'' اس لئے کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا تھا ''اَنْتَ عَتِیقُ الرَّحْمٰنِ مِنَ النَّارِ'' (یعنی آپ کو رحمٰن نے آگ سے آزاد کردیا ہے۔) اور آپ کو (یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ کو) ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل رہی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو ''عتیق'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی والدہ محترمہ کی نرینہ اولاد پیدا ہوتے ہی فوت ہوجاتی تھی لیکن جب حضرت ابوبکرؓ پیدا ہوکر زندہ رہے تو آپ کی والدہ نے آپ کا نام ''عتیق'' رکھ دیا کیونکہ آپ کو بچپن کی موت سے آزادی مل گئی تھی۔

فائدہ علامہ زمخشریؒ نے سورۂ انفال کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ حدیث میں ہے کہ ''شیطان عربی گھوڑے کے مالک اور جس گھر میں عربی گھوڑا ہو اس کے قریب نہیں آتا''۔ حافظ شرف الدین نے ''کتاب الخیل'' میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن عریب ملیکی اپنے والد سے اپنے دادا کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ ''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا شیطان اس گھر میں کسی ایک کو بھی مخبوط نہیں کرسکتا جس (گھر) میں عربی گھوڑا ہو''۔ سلیمان بن یسار سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی اس آیت ''وَ آخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ یَعْلَمُهُمْ'' (اور ان دوسرے اعداء کو خوفزدہ کرو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے۔ الانفال۔ آیت ۶۰) کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ''آخرین'' سے مراد ''جنات'' ہیں جو کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں عربی گھوڑا ہو۔ مجاہدؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ''آخرین'' سے مراد بنو قریظہ ہیں۔ سدی نے کہا ہے کہ ''آخرین'' سے مراد اہل فارس ہیں۔ حسن کے نزدیک ''آخرین'' سے مراد منافقین ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''آخرین'' سے مراد ''کفار جنات'' ہیں جیسے پہلے بھی بیان ہوا ہے۔ ابن عبدالبر نے ''التمہید'' میں لکھا ہے کہ ''العتیق'' چست چالاک گھوڑے کو کہتے ہیں۔ صاحب العین نے کہا ہے کہ ''العتیق'' سے مراد تیز رفتار گھوڑا ہے۔

معاویہ بن حدیج جنہوں نے مصر میں محمد بن ابی بکر کی نعش کو گدھے کی لید میں رکھ کر جلوادیا تھا ان کے حوالے سے حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عربی گھوڑا ایسا نہیں ہے جس کو ہر روز دو مرتبہ یہ دعا مانگنے کی اجازت نہ دی جائے۔ وہ (گھوڑا) کہتا ہے ''اے اللہ جس طرح تو نے مجھے (فلاں شخص) کی ملکیت میں دیا ہے اسی طرح مجھے اس (شخص) کا محبوب ترین مال بنادے (رواہ المستدرک) اس حدیث کو امام نسائی نے سنن نسائی میں ''کتاب الخیل'' میں نقل کیا ہے کہ ابوعبیدہ نے کہا کہ معاویہ بن حدیج نے کہا ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو وہاں ہر قوم کے لئے ایک میدان تھا جس میں وہ لوگ اپنی سواریوں کے جانوروں کو لٹایا کرتے تھے۔ پس حضرت معاویہؓ کا گزر ایک مرتبہ حضرت ابوذرؓ کے پاس سے ہوا جو اپنے گھوڑے کو لٹا رہے تھے۔ پس حضرت معاویہؓ نے حضرت ابوذرؓ کو سلام کیا پھر کہا اے ابوذرؓ تمہارا گھوڑا کیسا ہے؟ پس حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ یہ گھوڑا ایسا ہے کہ اس کی مثل میں نے مستجاب الدعوات نہیں دیکھا۔ حضرت معاویہؓ کہنے لگے کہ کیا گھوڑے بھی دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا بھی قبول

ہوتی ہے۔ حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا ہاں کوئی رات ایسی نہیں گزرتی جس میں گھوڑا اپنے رب سے یہ دعا نہ کرتا ہو کہ ''اے میرے رب تو نے مجھے بنی آدم (یعنی انسان) کا غلام بنا دیا ہے اور میرا رزق اس کے ہاتھ میں دے دیا ہے۔ اے اللہ تو مجھے اس کے نزدیک اس کے اہل و اولاد سے زیادہ محبوب بنا دے'' پس اس کے بعد حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا کہ بعض گھوڑے مستجاب الدعوات ہوتے ہیں اور بعض گھوڑے غیر مستجاب الدعوات ہوتے ہیں لیکن میں نے اپنے اس گھوڑے کو ''مستجاب الدعوات'' پایا ہے۔ ''الھجین'' سے مراد وہ گھوڑا ہے جس کا باپ عربی النسل ہو اور اس کی ماں عجمی ہو۔ ''المقرف'' (میم کے پیش کے ساتھ) وہ گھوڑا ہے جس کی ماں عربی النسل ہو اور باپ عجمی ہو۔ ایسا ہی معاملہ انسانوں میں ہے۔

حضور ﷺ کے حق میں حضرت خزیمہؓ کی شہادت

سنن بیہقی میں ''کتاب البیوع'' میں مذکور ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عثمان بن عفانؓ سے چالیس ہزار (درہم) کے عوض ایک گھوڑا خریدا اور وہ گھوڑا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے خریدا اور جس کی (خریداری) کی گواہی حضرت خزیمہؓ نے دی تھی کا (یعنی گھوڑے کا) نام ''المرتجز'' تھا اور اعرابی کا نام سواد بن حرث محاربی تھا۔ نبی اکرمؐ نے اس سے (یعنی اعرابی سے) گھوڑا خرید لیا۔ پس وہ اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چل دیا تا کہ ان سے گھوڑے کی قیمت وصول کرے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جلدی جلدی چل رہے تھے اور اعرابی آہستہ چل رہا تھا۔ پس راستہ میں کچھ لوگوں نے ''جنہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ گھوڑا خرید لیا ہے'' گھوڑے کی خریداری شروع کر دی۔

پس اعرابی نے آواز لگائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس گھوڑے کو خریدنا چاہتے ہیں تو معاملہ طے کر لیں ورنہ میں اس گھوڑے کو فروخت کر دوں گا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تم نے یہ گھوڑا مجھے فروخت کر دیا ہے۔ پس اعرابی نے کہا نہیں اللہ کی قسم (میں نے تو گھوڑا آپ ﷺ کو فروخت نہیں کیا) پس اعرابی نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ کیا آپ ﷺ کے پاس کوئی گواہ ہے (کہ میں نے یہ گھوڑا آپ ﷺ کو فروخت کیا ہے) پس حضرت خزیمہؓ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں۔ پس نبی اکرمؐ نے خزیمہؓ سے فرمایا کہ تم کس وجہ سے گواہی دے رہے ہو؟ حضرت خزیمہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ﷺ کی تصدیق کی وجہ سے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہؓ کی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے قائم مقام کر دیا۔ امام ابو داؤدؒ، امام نسائیؒ اور حاکمؒ نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ ایک روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہؓ سے فرمایا اے خزیمہ کیا تم معاملہ کے وقت ہمارے پاس موجود تھے؟ حضرت خزیمہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں' میں آسمانی خبروں کی تصدیق کرتا ہوں اور آئندہ ہونے والے واقعات کی تصدیق کرتا ہوں تو کیا میں اس گھوڑے کی بیع (خرید و فروخت) میں آپ ﷺ کی تصدیق نہیں کر سکتا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خزیمہؓ تم (آج) دو گواہوں کے قائم مقام ہو۔ طبرانی میں ایک صحیح روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے حق میں یا جس کے خلاف خزیمہؓ گواہی دے دیں۔ پس ان کی (تنہا) گواہی ہی اس کیلئے کافی ہے۔

سہیلیؒ نے فرمایا ہے کہ ''مسند حرث'' میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو گھوڑا واپس کر دیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے اس میں برکت نہ دے۔ پس اس اعرابی نے اس حال میں صبح کی کہ اس کے گھوڑے کی موت واقع ہوئی تھی۔

ایک عجیب وغریب واقعہ امام احمدؒ نے متعدد ثقہ افرا سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خزیمہؓ نے خواب میں دیکھا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر سجدہ کررہے ہیں۔ پس حضرت خزیمہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ پس حضرت خزیمہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خواب بیان کیا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے اور حضرت خزیمہؓ نے آپ ﷺ کی پیشانی مبارک پر سجدہ کیا۔

گھوڑے کو پالنا باعث ثواب ''مسند امام احمد'' میں روح بن زنباع کے حوالے سے تمیم داریؓ کی یہ روایت منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے صاف جو لئے اور پھر وہ اپنے گھوڑے کے پاس آئے اور اسے وہ (جو) کھلا دے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے ہر جَو کے عوض ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔ ابن ماجہؒ نے بھی اسی حدیث کے ہم معنی روایت نقل کی ہے۔

مجاہد کی فضیلت ''کتب الغریب'' میں مذکور ہے کہ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ اس طاقتور آدمی کو پسند کرتا ہے جو گھوڑے پر سوار ہوکر آتا جاتا ہے'' یعنی جو ایک (گھوڑے پر سوار ہوکر) غزوہ میں شریک ہوا پھر واپس ہوا اور پھر دوسری مرتبہ غزوہ میں شریک ہوا۔ اسی طرح وہ گھوڑا بھی ''مبدی ومعید'' کہلائے گا جس پر سوار ہوکر اس کے مالک نے بار بار غزوات میں شرکت کی ہو۔ بعض اہل علم کے نزدیک ''مبدی ومعید'' سے مراد وہ شخص جس کو سدھایا جائے اور وہ اپنے آقا (یعنی مالک) کا مطیع ہوجائے۔

گھوڑے کی عادات گھوڑے کی طبیعت میں غرو اور تکبر پایا جاتا ہے۔ گھوڑا اپنی ذات میں مگن رہنے کے باوجود اپنے مالک سے محبت کرتا ہے۔ گھوڑے کے شریف اور معزز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ کسی دوسرے جانور کا باقی ماندہ چارہ وغیرہ نہیں کھاتا اور بلند ہمتی بھی گھوڑے کے معزز ہونے کی دلیل ہے۔ مروان کا ایک گھوڑا تھا جس کا نام ''اشعر'' تھا۔ یہ گھوڑا جس گھر میں رہتا تھا اس گھر میں اس گھر کے محافظ بھی اس کی (یعنی گھوڑے کی) اجازت کے بغیر داخل نہیں ہوسکتے تھے۔ گھوڑے کی اجازت کی صورت یہ تھی کہ رکھوالے گھر میں داخل ہونے سے قبل گھوڑے کی طرف اپنا پنجہ لہراتے تو وہ ہنہناتا۔ پس وہ محافظ کمرے میں داخل ہوجاتے۔ اگر گھوڑے کے ہنہنائے بغیر (یعنی اجازت کے بغیر) کوئی (محافظ) گھر میں داخل ہوجاتا تو اسے مشکل کا سامنا کرنا پڑتا۔ گھوڑی میں گھوڑے کی نسبت بہت زیادہ شہوت ہوتی ہے۔ اس لئے یہ اکثر گھوڑوں کے علاوہ دوسرے نر جانوروں کے پیچھے بھی لگی رہتی ہے۔ جاحظ نے کہا ہے کہ گھوڑی کو حیض آتا ہے لیکن اس کی مقدار بہت قلیل ہوتی ہے۔ گھوڑے کی شہوت چالیس سال اور بسا اوقات نوے سال تک برقرار رہتی ہے۔ گھوڑا بھی اسی طرح خواب دیکھتا ہے جس طرح انسان خواب دیکھتا ہے۔ گھوڑے کی ایک خاص عادت یہ ہے کہ یہ صرف گدلا پانی پیتا ہے اور اگر یہ صاف پانی دیکھ لے تو اسے گدلا کردیتا ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ گھوڑے کے تلی نہیں ہوتی۔ امام ابوالفرج بن جوزیؒ نے فرمایا ہے کہ جو شخص جوتا پہنتے وقت دائیں پاؤں سے ابتدا کرے (یعنی پہلے دایاں پاؤں پہنے) اور جوتا اتارتے وقت بایاں پاؤں پہلے اتارے تو ایسا شخص تلی کی بیماری سے مامون ہوجائے گا۔ تلی کے مرض کے لئے ایک نسخہ یہ بھی ہے کہ ''سورۃ الممتحنۃ'' کو لکھ کر پانی میں ڈال دیا جائے اور یہ پانی تلی کے مرض میں مبتلا آدمی کو پلایا جائے تو اللہ کے حکم سے اس کی بیماری دور ہوجائے گی۔ یہ نسخہ بھی تلی کے مرض کے لئے

مجرب ہے۔ درج ذیل الفاظ کو کسی چمڑے کے ٹکڑے میں لکھ کر جمعہ کے دن مریض کے بائیں جانب لٹکا دیں اور جمعہ کا پورا دن لٹکا رہنے دیں۔ نقش یہ ہے۔

ادا ح ح ھم ما مل ملما محد الی رای ۱۸۹۷۳

صالح صح و صح م لہ صالح دون مانع من الی ان تنصرہ و مرہ

اسی طرح ایک دوسرا عمل تلی کے مرض کے لئے یہ ہے کہ مندرجہ ذیل حروف کو لکھ کر مریض کے بائیں بازو میں لٹکا دیں۔ حروف یہ ہیں۔ ۲۵۹۴۸۱۹۲۳ ح ح د د صوع

تلی کے مرض کے لئے ایک تیسرا عمل یہ ہے کہ مندرجہ ذیل الفاظ کو کسی کاغذ پر لکھ کر اس کاغذ کو تلی کے سامنے کر کے جلا دیں۔ الفاظ یہ ہیں ''و علم بضمیر ھم''

تلی کے مریض کے لئے ایک مجرب عمل یہ ہے کہ ہفتہ کے دن سورج نکلنے سے پہلے کسی کاغذ وغیرہ پر درج ذیل الفاظ لکھ کر اس کاغذ کو تلوار لٹکانے کی طرح اپنی دائیں جانب اونی دھاگے سے لٹکا لے۔ الفاظ یہ ہیں۔

ح ح ہ د م ص ھا ا ص

ا ح اا ح ماتت الی الابد

دینوری کی کتاب ''المجالسۃ'' کی دسویں جلد میں اسمٰعیل بن یونس کی روایت مذکور ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ریاشی سے سنا اور انہوں نے ابوعبیدہ اور ابوزید کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ گھوڑے کے تلی نہیں ہوتی۔ اسی طرح اونٹ کے پتا نہیں ہوتا اور شترمرغ کے گودا نہیں ہوتا۔ اسی طرح پانی کے پرندوں اور دریا کے سانپوں کے دماغ اور زبان نہیں ہوتی اور مچھلی کے پھیپھڑے نہیں ہوتے۔

امام ابن ماجہؒ کے علاوہ محدثین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے کہ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر خیر (یعنی بھلائی) کسی چیز میں ہے تو وہ ان تین چیزوں'' عورت' گھر اور گھوڑا'' میں ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ''بدفالی تین چیزوں'' عورت' گھر اور گھوڑا میں ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ بدفالی چار چیزوں ''عورت، گھر گھوڑے اور خادم'' میں ہے۔

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ اہل علم کے درمیان اس حدیث کے معنیٰ میں اختلاف ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی روایت ''مسند ابوداؤد طیالسی'' میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہؓ سے کہا گیا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدفالی تین چیزوں عورت، گھر اور گھوڑے میں ہے۔ پس حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ابوہریرہؓ نے حدیث کو یاد نہیں کیا اس لئے وہ یعنی ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ ﷺ فرما رہے تھے ''اللہ تعالیٰ یہود کو تباہ کرے کہ وہ کہتے ہیں کہ بدفالی تین چیزوں ''عورت' گھر اور گھوڑے میں ہے'' حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ نے حدیث کے آخری الفاظ سن لئے (کہ بدفالی تین چیزوں عورت' گھر اور گھوڑے میں ہے) لیکن حدیث کے پہلے الفاظ (اللہ تعالیٰ یہود کو تباہ کرے وہ کہتے ہیں) نہیں سنے''۔

اختتامیہ ابوطفیلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایک آدمی کے ایک بچہ پیدا ہوا۔ پس وہ شخص اس بچہ کو لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ پس آپ ﷺ نے اس بچہ کی پیشانی پر اپنا دست مبارک رکھا اور اس کیلئے برکت کی دعا کی۔ پس اس بچہ کی پیشانی پر (اس قسم کے) بال اگ آئے جیسے گھوڑے کی پیشانی پر بال ہوتے ہیں۔ پس بچہ جوان ہو گیا (تو اس وقت بھی اس کی پیشانی پر یہ بال موجود تھے) پس جب خوارج کا زمانہ آیا تو اس لڑکے نے خوارج کو پسند کیا تو اس کی پیشانی سے بال جھڑ گئے۔ پس اس لڑکے کے باپ نے اسے پکڑ کر قید کر دیا تا کہ وہ خوارج کے گروہ میں شامل نہ ہو سکے۔ ابوطفیلؓ کہتے ہیں کہ ہم اس لڑکے کے پاس گئے۔ پس ہم نے اسے وعظ ونصیحت کی اور ہم نے اس سے کہا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے تمہاری پیشانی پر خوبصورت بال اگ گئے تھے (اور وہ بھی اب جھڑ گئے ہیں اس لئے تم توبہ کرو اور خوارج کے غلط راستے سے باز رہو) پس اس نوجوان نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ بال اس کی پیشانی پر پھر سے نکل آئے اور تا حیات باقی رہے۔ (رواہ احمد باسناد صحیح)

حضرت عائذ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں خیبر کے دن رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جہاد کر رہا تھا کہ اچانک ایک تیر میرے چہرے پر آ لگا جس کی وجہ سے میرا چہرہ، میری ڈاڑھی اور میرا سینہ خون سے بھر گیا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا خون صاف کیا اور میرے لئے برکت کی دعا کی۔ پس خون صاف کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک میرے سینہ کے جس حصہ پر پڑا اس جگہ لمبے لمبے بالوں کے خوشنما گچھے بن گئے، جیسا کہ گھوڑے کی پیشانی پر بال ہوتے ہیں۔ (رواہ الطبرانی)

ابن ظفرؒ نے ''اعلام النبوۃ'' میں لکھا ہے کہ ایک یہودی عالم مکہ مکرمہ میں مقیم تھا۔ پس ایک دن وہ اس مجلس میں پہنچا جس میں بنی عبد مناف اور بنی مخزوم کے افراد تھے۔ پس اس یہودی عالم نے کہا کہ کیا آج رات تمہارے ہاں کسی بچہ کی پیدائش ہوئی ہے؟ پس انہوں نے کہا کہ ہمیں معلوم نہیں۔ پس اس یہودی عالم نے کہا کہ تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ پس تم یاد رکھو کہ میں تمہیں یہ بات بتا رہا ہوں کہ آج کی رات اس آخری امت کے نبی پیدا ہوئے ہیں اور ان کی نشانی (یعنی مہر نبوت) ان کے دونوں شانوں کے درمیان ہوگی اور اس کے گرد زرد رنگ کے تل ہوں گے۔ نیز مہر نبوت کے گرد بال بھی ہوں گے۔ وہ مہر نبوت گھوڑے کی کلغی کی طرح ہوگی۔ وہ (یعنی محمد ﷺ) دو رات دودھ نہیں پئیں گے۔

پس یہودی عالم کی بات سن کر مجلس کے تمام لوگ بہت متعجب ہوئے۔ پس جب یہ لوگ اپنے اپنے گھر پہنچے تو ان کی عورتوں نے ان کو یہ خبر دی کہ تحقیق عبداللہ بن عبدالمطلب کے ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ پس جب یہ لوگ دوبارہ اپنی مجلس میں جمع ہوئے تو اس کے متعلق (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر) گفتگو کرنے لگے تو ان کے پاس یہودی عالم بھی آ گیا۔ پس انہوں نے اس کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہونے والے بچہ کے متعلق بتایا۔ پس یہودی نے کہا کہ تم مجھے اس کے پاس لے چلو یہاں تک کہ میں اسے دیکھ سکوں۔ پس وہ لوگ یہودی کے ہمراہ چلے۔ پس وہ حضرت آمنہ کے گھر پہنچے تو حضرت آمنہ سے اجازت لے کر بچہ کو یہودی عالم کے پاس لے گئے۔ پس یہودی نے بچہ کی پشت سے کپڑا ہٹا کر مہر نبوت کو دیکھا تو یہودی عالم بے ہوش ہو گیا۔ پس جب اسے ہوش آیا تو لوگوں نے اس سے بے ہوشی کے متعلق سوال کیا۔ پس یہودی عالم نے کہا نبوت بنی اسرائیل سے نکل گئی ہے۔ پھر یہودی عالم نے کہا تم اس بات

سے خوش نہ ہونا۔ پس اللہ کی قسم وہ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ایسی زبردست دبدبہ والی حکومت کو قائم کریں گے جس کی شہرت مشرق و مغرب تک جا پہنچے گی۔ کلبی نے اللہ تعالیٰ کے قول ''وَقَالَتِ النَّصَارٰی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ ذٰلِکَ قَوْلُھُمْ بِاَفْوَاھِھِمْ'' کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد اکیاسی سال تک نصاریٰ دین اسلام پر قائم رہے اور وہ نماز' روزہ ادا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ یہود و نصاریٰ کے درمیان بڑی لڑائی ہوئی۔ یہود میں ایک بہادر آدمی تھا جس کو ''بولس'' کہا جاتا تھا۔ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تمام ساتھیوں کو قتل (یعنی شہید) کردیا۔ پس اس آدمی نے (یعنی بولس) یہودیوں سے کہا کہ اگر حق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا تو ہم نے ان کا انکار (یعنی ان کے ساتھ کفر) کیا۔ پس آگ ہمارا ٹھکانہ ہے۔ پس اگر وہ (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی) جنت میں داخل ہوئے تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہوں گے لیکن تم مطمئن رہو میں عنقریب ایسے حیلہ سے ان کو گمراہ کروں گا یہاں تک کہ وہ بھی دوزخ میں داخل ہوجائیں گے۔ بولس کے پاس ایک گھوڑا تھا جسے ''العقاب'' کہا جاتا تھا۔ وہ (یعنی بولس) اس گھوڑے پر سوار ہوکر قتال (لڑائی) کرتا تھا۔ پس بولس نے اپنے گھوڑے کی کانچیں کاٹ ڈالیں اور اپنے سر میں دھول (مٹی وغیرہ) ڈال کر شرمندگی کا اظہار کیا۔ پس نصاریٰ نے اس سے کہا کہ تم کون ہو؟ پس اس نے کہا کہ تمہارا دشمن بولس ہوں اور تحقیق میں نے آسمان سے ایک آواز سنی ہے کہ تمہارے لئے توبہ نہیں ہے (یعنی تمہاری توبہ قبول نہیں ہوگی) جب تک تم نصاریٰ نہ بن جاؤ۔ پس میں نے توبہ کرلی ہے اور اب میں نصاریٰ میں شامل ہوگیا ہوں۔ پس نصاریٰ نے بولس کو اپنے گرجا گھر میں داخل کرلیا۔ پس بولس نصاریٰ کے گرجا گھر میں ایک سال تک ٹھہرا اور اس سے (یعنی گرجا سے) رات اور دن کو کسی بھی وقت باہر نہیں نکلا یہاں تک کہ اس نے انجیل سیکھ لی۔ پھر وہ گرجا سے باہر آیا۔ پس اس نے نصاریٰ سے کہا کہ مجھے ندا آئی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کرلی ہے۔ پس نصاریٰ نے بولس کے قول کی تصدیق کی اور وہ اس سے محبت کرنے لگے۔ پھر اس کے بعد بولس بیت المقدس چلا گیا اور اس نے ''نسطور'' کو ان پر (یعنی نصاریٰ پر) اپنا خلیفہ (نائب) مقرر کیا اور اسے اس بات کی تعلیم دی کہ بے شک عیسیٰ علیہ السلام' مریم علیہا السلام اور اللہ تعالیٰ تین تھے۔ پھر اس کے بعد بولس بیت المقدس سے روم چلا گیا اور اس نے روم کے لوگوں کو صفات باری تعالیٰ اور انسانیت کی تعلیم دی اور ان سے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ تو انسان تھے اور نہ جن بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے تھے (نعوذ باللہ) پھر بولس نے ایک شخص کو اپنا خلیفہ بنایا جسے یعقوب کہا جاتا تھا۔ پھر ایک دوسرے شخص کو بلایا جسے ملکان کہا جاتا تھا اور اس سے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو ہمیشہ معبود رہیں گے۔ پھر اس کے بعد بولس نے اپنے ان تینوں نائبین کو الگ الگ اپنے پاس بلایا اور ہر ایک سے کہا کہ تم میرے خاص خلیفہ ہو اور تحقیق میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رات خواب میں دیکھا کہ وہ مجھ سے راضی ہوگئے ہیں اور بولس نے اپنے ہر ایک خلیفہ سے کہا کہ کل میں اپنی طرف سے قربانی کروں گا۔ پس تم لوگوں کو یہ کہہ کر قربانی کی جگہ بلانا کہ وہ ہمارے عطیہ لے جائیں۔ پھر اس کے بعد بولس قربان گاہ میں داخل ہوا اور اس نے اپنی طرف سے قربانی کی اور کہا کہ یہ قربانی میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کی ہے۔ پس بولس کے تینوں نائبین نے اپنے اپنے پیروکاروں کو جمع کیا اور ان کی موجودگی میں بولس سے عطیہ قبول کرتے رہے۔ پس نصاریٰ اسی دن سے تین فرقوں نسطوریہ' یعقوبیہ اور ملکیہ میں تقسیم ہوگئے اور پھر ان تینوں فرقوں میں اختلاف اس قدر شدید ہوگیا کہ وہ ایک دوسرے کے دشمن بن

گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق فرمایا ہے ''وَقَالَتِ النَّصَارٰی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ ذٰلِکَ قَوْلُھُمْ بِاَفْوَاھِھِمْ'' (اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ بے حقیقت باتیں ہیں جو وہ اپنی زبانوں سے نکالتے ہیں۔ التوبۃ - آیت ۳۰) اہل معانی نے اس آیت کے تحت فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی قول کو ''الافواہ والالسن'' کے الفاظ کے ساتھ بیان نہیں فرمایا مگر یہ کہ وہ جھوٹ ہو۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نصاریٰ کا عقیدہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور اس کے رد میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے موتیوں کی باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کے اس جھوٹے عقیدے کو ''قَوْلُھُمْ بِاَفْوَاھِھِمْ'' کے الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔)

امام بلیانؒ اور امام غزالیؒ وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ جب ہارون الرشید خلیفہ بنے تو سفیان ثوریؒ کے علاوہ تمام علماء ان کو مبارکباد دینے کے لئے ان کے پاس گئے حالانکہ سفیان ثوریؒ اور ہارون الرشید ایک دوسرے کے دوست تھے۔ پس ہارون الرشید کو بڑی تکلیف ہوئی اور اس نے حضرت سفیان ثوریؒ کے نام ایک خط لکھا جس کا متن درج ذیل ہے۔

''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ''

عبداللہ ہارون امیر المومنین کی طرف سے اپنے بھائی سفیان ثوری کی طرف۔ اما بعد۔ اے میرے بھائی تحقیق آپ کو معلوم ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین کے درمیان ایسی بھائی چارگی اور محبت ودیعت کی ہے کہ جس میں کوئی غرض نہیں۔ چنانچہ میں نے بھی آپ سے ایسی ہی محبت اور بھائی چارگی کی ہے کہ اب میں اس کو نہ قطع کرسکتا ہوں اور نہ ہی اس سے علیحدہ ہوسکتا ہوں۔ اگر یہ خلافت کا طوق جو اللہ تعالیٰ نے میرے گلے میں ڈال دیا ہے (میرے گلے میں) نہ ہوتا تو ضرور میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا کیونکہ میرے دل میں آپ کی محبت سمائی ہوئی ہے۔ چنانچہ اب جبکہ میں منصب خلافت پر فائز ہوا ہوں تو میرے دوست احباب مجھے مبارکباد دینے کے لئے آئے تو میں نے ان کے لئے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیئے اور قیمتی سے قیمتی چیزوں کا عطیہ دے کر اپنے دل کو اور ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا لیکن آپ تشریف نہیں لائے۔ میں آپ کی آمد کا منتظر تھا۔ تحقیق یہ خط میں آپ کی جانب بڑے ذوق شوق اور محبت کی وجہ سے لکھ رہا ہوں۔ اے ابوعبداللہ آپ جانتے ہیں کہ مومن کی زیارت اور مواصلت کی کتنی فضیلت ہے۔ پس جب آپ کو میرا یہ خط موصول ہو تو آپ میری طرف جلد تشریف لائیے گا۔'' پھر اس کے بعد ہارون الرشید نے عباد طالقانی کو یہ خط دیا اور اس کو حکم دیا کہ یہ خط سفیان ثوریؒ تک پہنچاؤ اور وہ جو بھی جواب دیں اسے غور سے سننا اور ان کے احوال کی بھی خبر لانا۔ عباد کہتے ہیں کہ میں کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ پس وہاں پہنچ کر میں نے حضرت سفیان ثوریؒ کو ایک مسجد میں پایا۔ پس جب دور ہی سے حضرت سفیان ثوریؒ نے مجھے دیکھ لیا تو فرمایا ''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ وَاَعُوْذُبِکَ اَللّٰھُمَّ مِنْ طَارِقٍ یَطْرُقُ اِلَّا بِخَیْرٍ'' (میں شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں جو سننے اور جاننے والا ہے اور میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس سے جو رات میں آتا ہے الا یہ کہ وہ بھلائی کے ساتھ آیا ہو۔) عباد کہتے ہیں کہ میں مسجد کے دروازے پر اپنے گھوڑے سے اترا۔ پس حضرت سفیان ثوریؒ نماز کیلئے کھڑے ہوگئے حالانکہ یہ کسی نماز کا وقت نہیں تھا۔ پس میں حضرت سفیان ثوریؒ کی مجلس میں حاضر ہوا اور حاضرین مجلس کو سلام کیا۔ پس کسی ایک نے بھی میرے سلام کا جواب نہیں دیا اور نہ ہی مجھے مجلس میں بیٹھنے کیلئے کہا۔ پس یہ کیفیت دیکھ کر مجھ پر کپکپی

طاری ہوگئی اور میں نے وہ خط حضرت سفیان ثوریؒ کی طرف پھینک دیا۔ پس جب حضرت سفیان ثوریؒ نے خط کو دیکھا تو اس سے دور ہٹ گئے گویا کہ وہ کوئی سانپ ہو۔ پھر کچھ دیر بعد حضرت سفیان ثوریؒ نے اپنی آستین کے کپڑے سے اس خط کو اٹھایا اور ایک آدمی کی طرف پھینک دیا جو آپ کی پشت کی جانب بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے کہا کہ تم میں سے کوئی آدمی اس خط کو پڑھے کیونکہ میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں کہ میں کسی ایسی چیز کو چھوؤں جس کو کسی ظالم کے ہاتھ نے چھوا ہو۔ عباد کہتے ہیں کہ حاضرین مجلس میں سے ایک آدمی نے اس خط کو کھولا اور اس کے ہاتھ بھی کانپ رہے تھے۔ پھر اس نے خط کو پڑھا۔ پس حضرت سفیان ثوریؒ کسی متعجب آدمی کی طرح مسکرائے۔ پس جب خط پڑھنے والے نے خط پڑھ لیا تو حضرت سفیان ثوریؒ نے اس سے فرمایا کہ اس خط کو پلٹ کر اس کی پشت پر ظالم کیلئے اس خط کا جواب لکھ دو۔ پس آپ سے کہا گیا کہ اے ابوعبداللہ وہ خلیفہ ہیں۔ پس اگر آپ کسی صاف کاغذ پر اس کی طرف خط لکھتے تو بہتر تھا۔ پس حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ تم اس ظالم کی طرف اسی کے خط کی پشت پر اس کے خط کا جواب لکھو۔ پس اگر اس نے یہ کاغذ حلال کی کمائی کا استعمال کیا ہے تو عنقریب اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا اور اگر اس نے یہ کاغذ حرام کی کمائی کا استعمال کیا ہے۔ پس عنقریب اس کو عذاب دیا جائے گا اور ہمارے پاس کوئی چیز ایسی باقی نہ رہے جس کو کسی ظالم کے ہاتھ نے چھوا ہو کیونکہ یہ ہمارے دین میں فساد کا باعث ہے۔ پس آپ سے کہا گیا کہ ہم کیا لکھیں۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا تم لکھو۔

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ"

سفیان کی جانب سے مغرور بندے ہارون کی طرف جس سے حلاوت ایمان اور قرأت قرآن کی لذت کو سلب کرلیا گیا ہے۔

امابعد۔ پس میں یہ خط تمہاری طرف اس لئے لکھ رہا ہوں تا کہ تم جان لو کہ تحقیق میں نے تم سے اپنی بھائی چارگی اور محبت کو منقطع کرلیا ہے اور بے شک تم نے اپنے خط میں اس بات کا اقرار کیا ہے کہ تم نے اپنے دوست واحباب کو شاہی خزانہ سے مالا مال کردیا ہے۔ پس اب میں اس بات کا گواہ ہوں کہ تم نے مسلمانوں کے بیت المال کا غلط استعمال کیا ہے اور مسلمانوں کی اجازت کے بغیر ان کے مال کو اپنے نصاب پر خرچ کیا اور اس پر طرہ (اضافہ) یہ کہ تم نے مجھ سے بھی اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ میں تمہارے پاس آؤں لیکن یاد رکھو کہ میں اس کے لئے کبھی بھی راضی ہونے والا نہیں اور میرے اہل مجلس میں سے جس نے بھی تمہارے خط کو سنا وہ تمہارے خلاف گواہی دینے کے لئے کل قیامت کے دن انشاء اللہ خدا کے حضور حاضر ہوں گے کہ تم نے مسلمانوں کے مال کو غیر مستحق لوگوں پر خرچ کیا۔ اے ہارون! ذرا غور کرو' کیا تمہارے اس فعل پر اہل علم' قرآن کی خدمت کرنے والے' مولفۃ القلوب' مجاہدین' مسافر' یتیم' بیوہ عورتیں' عاملین سب راضی تھے یا نہیں؟ کیونکہ میرے نزدیک مستحق اور غیر مستحق دونوں کی اجازت لینی ضروری تھی۔ پس اے ہارون! اب تم ان سوالات کے جوابات دینے کے لئے اپنی کمر مضبوط کرلو کیونکہ عنقریب تمہیں اللہ کے حضور جو عادل وحکیم ہے پیش ہونا ہے۔

پس تم اپنے نفس کو اللہ سے ڈراؤ جس نے قرآن کی تلاوت' علم کی مجالس کو چھوڑ کر ظالم اور ظالموں کا امام بننا پسند کرلیا ہے۔

اے ہارون! اب تم سریر پر بیٹھنے لگے اور حریر تمہارا لباس ہوگیا اور تم نے ایسے لوگوں کا لشکر جمع کرلیا ہے جو رعایا (یعنی عوام) پر ظلم کرتے ہیں۔ مگر تم انصاف نہیں کرتے۔ تمہارے یہ لوگ شراب پیتے ہیں لیکن تم ان پر حد جاری کرنے کی بجائے دوسروں پر حد جاری

کرتے ہو۔ تمہارے یہ ساتھی زنا کرتے ہیں لیکن تم زنا کی حد ان کے علاوہ دوسروں پر جاری کرتے ہو۔ یہ لوگ چوری کرتے ہیں لیکن تم ہاتھ کسی اور کے کاٹتے ہو۔ تمہارے یہ ساتھی قتل عام کرتے ہیں اور تم ہو کہ خاموش تماشائی بنے ہوئے ہو۔ اے ہارون کل میدان حشر کیسا ہوگا جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکارنے والا پکارے گا کہ ''ظالموں کو اور ان کے ساتھیوں کو جمع کرو۔ پس تم اس وقت اس حال میں آگے بڑھو گے کہ تمہارے دونوں ہاتھ تمہاری گردن میں بندھے ہوں گے اور تمہارے اردگرد تمہارے ظالم مددگار ہوں گے اور بالآخر تم ان ظالموں کے امام بن کر آگ کی طرف جاؤ گے اور اس دن تم اپنی نیکیوں کو دوسروں کی میزان میں دیکھو گے اور دوسروں کی برائیاں اپنے میزان میں دیکھو گے اور وہاں اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا۔ اے ہارون! تم اپنی رعایا کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور محمد ﷺ کی امت کی حفاظت کرو اور یہ بادشاہت تمہارے پاس ہمیشہ نہیں رہے گی۔ یہ یقیناً دوسروں کے پاس جانے والی ہے۔ پس بادشاہت کے ذریعے بعض لوگ دنیا و آخرت سنوار لیتے ہیں اور بعض لوگ دنیا و آخرت برباد کر لیتے ہیں۔ تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم میری طرف آج کے بعد خط نہ لکھو اور اگر تم نے خط لکھا بھی تو میں اس کا جواب نہیں دوں گا۔ والسلام۔ پس حضرت سفیان ثوریؒ نے خط قاصد کی طرف پھینکنے کا حکم دیا اور نہ ہی خط پر مہر لگائی اور نہ ہی اس کو چھوا۔ عباد کہتے ہیں کہ میں نے خط لے لیا اور کوفہ کی جانب چل پڑا۔ تحقیق خط کے مضمون نے میرے دل کی کیفیت کو بدل دیا تھا۔ پس میں نے آواز لگائی اے کوفہ والو! کون ہے جو ایسے آدمی کو خرید لے جو اللہ تعالیٰ کی طرف جا رہا ہے۔ پس لوگ دراہم و دنانیر لے کر میرے پاس آئے۔ پس میں نے کہا کہ مجھے مال کی ضرورت نہیں بلکہ مجھے ایک جبہ اور قطوانی عبا کی ضرورت ہے۔ پس لوگ میرے پاس یہ چیزیں لے کر آ گئے۔ پس میں نے اپنا وہ (قیمتی) لباس اتار دیا جسے میں ہارون کے پاس جاتے وقت پہنتا تھا اور اس کے بعد میں نے گھوڑے کو ہنکایا۔ پس میں ننگے سر پیدل چلتا ہوا ہارون الرشید کے دربار پر پہنچا۔ پس محل کے دروازہ پر لوگوں نے میری حالت دیکھ کر میرا مذاق اڑایا اور پھر ہارون الرشید سے میری حاضری کی اجازت لی۔ پس میں دربار میں داخل ہوا۔ پس جب ہارون الرشید نے میری حالت دیکھی تو کھڑا ہو گیا اور اپنے سر اور چہرے کو سمیٹتے ہوئے کہنے لگا وائے بربادی وائے خرابی قاصد کامیاب ہو گیا اور بھیجنے والا برباد ہو گیا۔ اب اسے دنیا کی کیا ضرورت ہے۔ پس ہارون نے بڑی تیزی سے مجھ سے جواب طلب کیا۔ پس میں نے خط ہارون کی طرف پھینک دیا جیسے حضرت سفیان ثوریؒ نے میری جانب پھینکنے کا حکم دیا تھا۔ پس ہارون الرشید نے جھک کر ادب کے ساتھ خط اٹھایا اور کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ پس خط پڑھتے پڑھتے ہارون الرشید کے رخسار آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ یہاں تک کہ اس کی ہچکی بندھ گئی۔ پس ہارون کی مجلس میں موجود افراد میں سے کسی نے کہا اے امیر المومنین سفیان کی یہ جرأت کہ وہ آپ کو اس قسم کا خط لکھیں۔ پس اگر آپ ہمیں حکم دیں تو ہم اسی وقت سفیان کو زنجیروں میں جکڑ کر لے آئیں تا کہ اس کو عبرتناک سزا مل سکے۔ پس ہارون الرشید نے کہا اے مغرور! اے دنیا کے غلام سفیان کے متعلق کچھ نہ کہو بلکہ ان کو ان کی حالت پر رہنے دو۔ اللہ کی قسم دنیا نے ہمیں دھوکہ دیا اور بدبخت بنا دیا ہے۔ پس تمہارے لئے میرا یہ مشورہ ہے کہ تم سفیانؒ کی مجلس میں جا کر بیٹھو کیونکہ اس وقت سفیانؒ ہی نبی اکرم ﷺ کے حقیقی امتی ہیں۔ عباد کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہارون الرشید کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ وہ حضرت سفیانؒ کے اس خط کو ہر وقت اپنے پاس رکھتے اور ہر نماز کے بعد اس کو پڑھتے اور خوب روتے۔ یہاں تک کہ ہارون کا انتقال ہو گیا۔

سفیان ومنصور کا واقعہ ابن سمعانی وغیرہ نے لکھا ہے کہ جب منصور کو اس بات کا علم ہوا کہ حضرت سفیان ثوریؒ نے اس کے حق پر ہونے کی تصدیق کرنے سے انکار کر دیا ہے تو منصور نے حضرت سفیان ثوریؒ کو طلب کیا۔ پس حضرت سفیان ثوریؒ منصور کے پاس جانے کی بجائے مکہ مکرمہ کی طرف چلے گئے۔ پس جب منصور حج کرنے کے لئے جانے لگا تو اس نے سولی (یعنی پھانسی) دینے والے افراد (یعنی جلادوں) کو حکم دیا کہ سولی تیار کرو اور جب بھی تمہیں سفیان مل جائے تو اسے پھانسی دے دو۔ پس جلادوں نے سولی تیار کرلی۔ پس جب یہ خبر حضرت سفیان ثوریؒ کو ملی تو آپ سوئے ہوئے تھے اس حال میں کہ آپ کا سر فضیل بن عیاض کی گود میں اور دونوں پاؤں سفیان بن عیینہؒ کی گود میں تھے۔ پس منصور کا حکم سن کر عیاض اور عیینہؒ دونوں خوفزدہ ہوکر حضرت سفیان ثوریؒ سے کہنے لگے کہ اب دشمنوں کو ہم پر ہنسنے کا موقع نہ دیجئے گا۔ پس حضرت سفیان ثوریؒ کھڑے ہوئے اور کعبۃ اللہ کی طرف چل پڑے۔ پس آپ نے غلاف کعبہ کو پکڑ لیا اور کہنے لگے اے دنیا کے مالک ورب اس کو (یعنی منصور کو) یہاں داخل نہ ہونے دینا۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت سفیان ثوریؒ کی دعا کو قبول فرمایا اور اسی وقت ''حجون'' کے مقام پر منصور کی سواری کا پاؤں پھسلا اور وہ سواری سمیت نیچے گر کر مر گیا۔ تحقیق اس کے متعلق ''باب الحاء'' میں تفصیلی تذکرہ ہو چکا ہے۔

الحکم امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ گھوڑے کی وہ تمام اقسام جن میں گھوڑے کا نام پایا جاتا ہے جیسے ''العراب' المقاریف' البراذین وغیرہ ان تمام اقسام کا گوشت حلال ہے۔ قاضی شریح' حسن' ابن زبیر' عطاء' سعید بن جبیر' حماد بن زید' لیث بن سعد' ابن سیرین' اسود بن یزید' سفیان ثوری' ابو یوسف' محمد بن حسن' ابن مبارک' احمد' اسحٰق' ابو ثور رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ نیز اصحاب سلف (یعنی متقدمین) کی ایک جماعت کا بھی یہی مسلک ہے۔ ان حضرات نے دلیل کے طور پر بخاریؒ ومسلمؒ کی وہ روایت پیش کی ہے جو حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن پالتوں گدھے کے گوشت سے منع فرمایا اور گھوڑے کے گوشت میں رخصت دی۔'' (الحدیث)

امام ابو حنیفہؒ' اوزاعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت مکروہ ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت مکروہ تنزیہی ہے۔ ان حضرات نے دلیل کے طور پر وہ حدیث پیش کی ہے جسے ابو داؤد' نسائی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے گھوڑے' خچر اور گدھے کا گوشت کھانے سے روکا ہے۔ (الحدیث) اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً'' (اس نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کئے تا کہ تم ان پر سوار ہوا اور وہ تمہاری زندگی کی رونق بنیں۔ النحل۔ آیت ۸)

فائدہ نبی اکرم ﷺ کے پاس کافی گھوڑے تھے جن میں بعض کے نام درج ذیل ہیں۔ (۱) ''السکب'' یہ گھوڑا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی فزارہ کے ایک اعرابی سے خریدا تھا۔ اعرابی کے یہاں اس گھوڑے کا نام ''الضرس'' تھا۔ پس نبی اکرم ﷺ نے اس کا نام ''السکب'' رکھ دیا۔ یہ پہلا گھوڑا ہے جس پر سوار ہوکر آپ ﷺ نے غزوہ میں شرکت کی۔ (۲) ''المرتجز'' اس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ (۳) لزاز (۴) الظرب (۵) ''اللحیف'' سہیلیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ گھوڑا بہت تیز رفتار تھا گویا کہ یہ زمین کو چیرتا ہوا گزر رہا ہو۔ اس گھوڑے کا نام خاء کے ساتھ ''اللخیف'' بھی بیان کیا گیا ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب ''صحیح بخاری'' میں اس کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے۔ (۶) ''الورد'' یہ گھوڑا تمیم داری نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ پس

آپ ﷺ نے یہ گھوڑا حضرت عمر بن خطابؓ کو دے دیا تھا۔ پس حضرت عمرؓ اس گھوڑے پر سوار ہو کر غزوہ میں شریک ہوئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان گھوڑوں کے علاوہ اور بھی گھوڑے تھے جن کے نام یہ ہیں۔ ''الابلق' ذوالعقال' المرتجل' ذواللمۃ' السرحان' الیعسوب' البحر' کمیت' ادھم' ملاوح' السجا' الطرف (طا کے کسرہ کے ساتھ)' المراوح' المقدام' مندوب' الضریر۔ سہیلیؒ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑوں کے متعلق کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پندرہ گھوڑے تھے۔

تعبیر حاملہ عورت کا خواب میں گھوڑے کو دیکھنا گھوڑسوار بچے کی ولادت پر دلالت کرتا ہے۔ گھوڑے کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر آدمی اور تجارت سے بھی دی جاتی ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں گھوڑے کی موت واقع ہوگئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کا کوئی بیٹا مر جائے گا یا تجارت میں نقصان ہوگا یا اس کا شریک تجارت مر جائے گا۔ چتکبرے گھوڑے کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا مشہور امیر بنے گا۔ تحقیق اس کا تذکرہ ''باب الخاء'' میں ''الخیل'' کے تحت بھی ہو چکا ہے۔ سیاہ رنگ کے گھوڑے اور ''ادھم'' نامی گھوڑے کو خواب میں دیکھنا مال پر دلالت کرتا ہے۔ زرد رنگ کے گھوڑے اور مریض گھوڑے کو خواب میں دیکھنا بیماری پر دلالت کرتا ہے۔ گہرے سرخ رنگ کے گھوڑے کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر غم سے دی جاتی ہے۔ بعض اہل علم نے اس کی تعبیر فتنہ سے دی ہے۔ علامہ ابن سیرینؒ نے فرمایا ہے کہ مجھے سرخ گھوڑا پسند نہیں کیونکہ وہ خون کے مشابہ ہوتا ہے۔ سفید اور سیاہ رنگ کے گھوڑے کو خواب میں دیکھنا صاحب قلم (لکھنے والے آدمی) کی طرف اشارہ ہے۔ سفید اور سرخ رنگ کے گھوڑے کو خواب میں دیکھنا قوت یا لہو ولعب پر دلالت کرتا ہے۔ بعض اوقات اس کی تعبیر لڑائی اور مار پیٹ سے بھی دی جاتی ہے۔ اگر کسی نے خواب میں گھوڑے کو دوڑایا یہاں تک کہ وہ گھوڑا پسینہ میں شرابور ہوگیا تو اس کی تعبیر خواہش نفسانی سے دی جاتی ہے اور کبھی اس کی تعبیر مال کی برباد سے بھی دی جاتی ہے۔ گھوڑے کے پسینے کی بھی یہی تعبیر ہے۔ خواب میں گھوڑے کو ایڑی مارنے کی تعبیر خواہشات نفسانی کے مرتکب ہونے سے دی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **''لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْا اِلٰى مَا اُتْرِفْتُمْ''** (بھاگو نہیں' جاؤ اپنے انہی گھروں اور عیش کے سامانوں میں جن کے اندر تم سکون کر رہے تھے۔ الانبیاء آیت ۱۳) اگر کوئی شخص خواب میں گھوڑے سے نیچے اترا اور اس کی نیت دوبارہ گھوڑے پر سوار ہونے کی نہیں ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اگر خواب دیکھنے والا گورنر ہے تو وہ معزول کر دیا جائے گا۔ اگر کسی نے خواب میں گھوڑے کی دم لمبی' زیادہ بالوں والی اور موٹی دیکھی تو اس کی تعبیر اولاد یا مال کی کثرت سے دی جاتی ہے۔ اگر بادشاہ نے خواب میں گھوڑے کی اسی قسم کی دم دیکھی تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ بادشاہ کی فوج میں اضافہ ہوگا یعنی فوجیوں کی تعداد بڑھ جائے گی۔ اگر کسی نے خواب میں گھوڑے کی دم کٹی ہوئی دیکھی تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کے کوئی اولاد نہیں ہوگی اور اگر اولاد ہوئی بھی تو وہ زندہ نہیں رہے گی۔ اگر اسی قسم کا خواب کوئی بادشاہ دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی فوج بغاوت کرے گی۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ گھوڑے پر سوار ہے تو اس کی تعبیر عزت و جاہ سے دی جائے گی اس لئے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ گھوڑے کی پیشانی میں خیر (یعنی بھلائی) ہے۔'' بعض اوقات خواب میں گھوڑے پر سوار ہونے کی تعبیر سفر سے بھی دی جاتی ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ ترکی گھوڑے پر سوار ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا معتدل زندگی بسر کرے گا یعنی نہ تو زیادہ امیر ہوگا

اور نہ ہی فقیر ہوگا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ گھوڑی پر سوار ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ (کسی سے) نکاح کرے گا۔ ابن مقری کہتے ہیں کہ اگر کسی نے خواب میں سفید و سیاہ رنگ کے گھوڑے پر سواری کی تو اس کی تعبیر عزت اور غیبی مدد سے دی جائے گی۔ اس لئے کہ یہ رنگ فرشتوں کے گھوڑوں کا ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ ''کمیت'' یعنی سرخ و سفید رنگ کے گھوڑے پر سوار ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا شخص شراب پئے گا کیونکہ ''کمیت'' شراب کے ناموں میں سے ہے۔ اگر کوئی شخص خواب میں گھوڑے پر سوار ہوا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے عزت و احترام حاصل ہوگا۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ گھوڑے کو کھینچ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی شریف آدمی کی خدمت کرے گا۔ اگر کسی شخص نے خواب میں خصی گھوڑا دیکھا تو اس کی تعبیر خادم سے دی جائے گی۔ تمام چوپائے جن پر سواری کی جاتی ہے ان کو خواب میں دیکھنا زانیہ عورت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ زانیہ عورت بھی جس کسی کے ساتھ چاہتی ہے اپنے تعلقات قائم کرلیتی ہے۔ تیز رفتار گھوڑے کو خواب میں دیکھنا زانیہ عورت کی طرف اشارہ ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ گھوڑے کا گوشت کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ لوگوں میں اس کا اچھا مقام ہوگا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کا گھوڑا اس سے فرار ہوگیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کا غلام بھاگ جائے گا اور اگر خواب دیکھنے والا تاجر ہے تو اس کا حصہ دار اس سے علیحدہ ہوجائے گا۔ ایک شخص علامہ ابن سیرینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس اس شخص نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں ایسے گھوڑے پر سوار ہوں جس کی ٹانگیں لوہے کی ہیں۔ پس اس شخص سے امام ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے عنقریب تمہارا انتقال ہوجائے گا۔ واللہ اعلم۔

فرس البحر

''فرس البحر'' (دریائی گھوڑا) یہ ایک ایسا جانور ہے جو دریائے نیل میں پایا جاتا ہے۔ اس کی پیشانی گھوڑے کی پیشانی کی طرح ہوتی ہے اور اس کی ٹانگیں گائے کی ٹانگوں کی مثل ہوتی ہیں۔ اس جانور کا چہرہ چپٹا ہوتا ہے۔ اس جانور کی دم چھوٹی ہوتی ہے جو خنزیر کے مشابہ ہوتی ہے۔ اس جانور کی شکل و صورت گھوڑے کی شکل و صورت کی طرح ہوتی ہے لیکن اس کا چہرہ وسیع ہوتا ہے۔ اس جانور کی کھال موٹی اور مضبوط ہوتی ہے۔ یہ جانور پانی سے خشکی پر بھی آتا ہے اور گھاس وغیرہ چرتا (یعنی کھاتا) ہے۔ بعض اوقات انسان اس جانور کو قتل کردیتا ہے۔

شرعی حکم ''فرس البحر'' (دریائی گھوڑا) کا کھانا حلال ہے کیونکہ یہ جنگلی گھوڑے کی طرح ہوتا ہے۔

تعبیر دریائی گھوڑے کو خواب میں دیکھنا جھوٹ اور کسی ایسے کام پر دلالت کرتا ہے جو مکمل نہیں ہوسکتا۔

فصل دریا کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر بادشاہت اور قید سے دی جاتی ہے کیونکہ جو شخص دریا میں گر جائے وہ باہر نہیں نکل سکتا۔ بعض اوقات دریا کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر عالم و معزز آدمی سے دی جاتی ہے کیونکہ اکثر بحر علم، بحر کرم کے الفاظ گفتگو میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ دریا کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر دنیا سے بھی دی جاتی ہے۔ پس جو شخص خواب میں دیکھے کہ وہ دریا کے کنارے بیٹھا ہوا ہے یا لیٹا ہوا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے بادشاہت حاصل ہوگی نیز اس کی تعبیر خطرہ سے بھی دی جاتی ہے کیونکہ پانی میں ڈوبنے والا ہلاک

ہو جاتا ہے جو شخص خواب میں دیکھے کہ اس نے دریا کا سارا پانی پی لیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے کسی بادشاہ کا مکمل خزانہ ملے گا۔ پس جو شخص خواب میں دور سے دریا کو دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کا کوئی کام بگڑ جائے گا جو شخص خواب میں دیکھے کہ وہ اپنے کسی دوست کے ساتھ دریا کا پانی پی رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کا دوست اس سے علیحدہ ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَاِذْ فَرَقْنَابِکُمُ البَحْرَ" (یاد کرو وہ وقت جب ہم نے سمندر پھاڑ کر تمہارے لئے راستہ بنایا۔ سورۃ البقرۃ - آیت ۵۰) اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ دریا میں بالکل اسی طرح چل رہا ہے جیسے خشکی کے کسی راستہ پر آدمی چلتا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کا خوف ختم ہو جائے گا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ موتی نکالنے کیلئے دریا میں غوطہ لگا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا شخص علم میں گہرائی و بڑائی حاصل کرے گا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس نے تیرتے ہوئے دریا کو عبور کیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کو مصیبت اور فکر سے نجات مل جائے گی۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ موسم سرما میں دریا میں تیر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا بادشاہ کی طرف سے کسی مصیبت میں پھنس جائے گا یا قید کرلیا جائے گا یا کسی بیماری میں مبتلا ہو جائے گا یا اس کے جسم کے کسی حصہ میں درد ہوگا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ دریا کا پانی شہر کے گلی کوچوں میں داخل ہوگیا یا کھیتوں اور فصلوں میں داخل ہوگیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس علاقہ کا حکمران لوگوں پر ظلم کرے گا اور کبھی اس کی تعبیر شدید قحط سالی سے بھی دی جاتی ہے۔

اَلْفَرَشُ

"اَلْفَرَشُ" اس سے مراد اونٹ کا چھوٹا بچہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اونٹ، گائے اور بکری کے وہ بچے ہیں جو ذبح کرنے کے قابل نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے قول "وَحَمُوْلَةً وَفَرْشًا" (پھر وہی ہے جس نے مویشیوں میں سے وہ جانور بھی پیدا کئے جن سے سواری و باربرداری کا کام لیا جاتا ہے۔ الانعام - آیت ۱۴۲) میں "حمولۃ" کو مقدم کیا گیا ہے کیونکہ "حمولۃ" انسان کیلئے زیادہ نفع بخش ہے اس لئے کہ اس کو کھایا جاتا ہے اور اس کو بطور سواری بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ فراء نے کہا ہے کہ میں نے "اَلْفَرَشُ" کی جمع نہیں سنی اور اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ یہ مصدر ہے اور اس کے معنی پھیلانے کے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو تمام زمین پر پھیلایا ہے۔

اَلْفَرْفَر

"اَلْفَرْفَر" (بروزن ہدہد) یہ پانی کے پرندوں میں سے ایک پرندہ ہے۔ یہ پرندہ جسامت میں کبوتر کے برابر ہوتا ہے۔

اَلْفَرَعُ

"اَلْفَرَعُ" اس سے مراد چوپاؤں کا پہلا بچہ ہے۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے

فرمایا اسلام میں ''فرع'' اور ''عتیرہ'' نہیں ہے۔ (رواہ البخاری ومسلم) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''لَا فَرَعَ وَلَا عَتِیْرَۃَ'' کا مقصد یہ ہے کہ کفار مکہ ''عتیرہ'' کو اس لئے ذبح کرتے تھے اور اس کا گوشت بھی نہیں کھاتے تھے کہ اس سے اس کی ماں کو برکت حاصل ہوگی اور اس کی نسل میں اضافہ ہوگا۔ (اس قسم کے اعتقاد کی اسلام میں گنجائش نہیں ہے) ''العتیرہ'' یہ ہے کہ کفار مکہ رجب کے مہینہ کے پہلے دن اس کو ذبح کرتے تھے۔ اس لئے اس کو ''الرجبیۃ'' بھی کہا جاتا ہے۔

شرعی حکم فرع اور عتیرہ کی کراہت کے متعلق دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت وہ ہے جو امام شافعیؒ نے بیان کی ہے اور احادیث سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے کہ ان دونوں ''یعنی فرع اور عتیرہ'' کا کھانا مکروہ نہیں ہے بلکہ جائز ہے۔ امام ابوداؤدؒ نے صحیح سند سے روایت نقل کی ہے کہ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتیوں کی طرح اونٹوں کے ذبح کرنے میں مقابلہ کرنے میں منع فرمایا ہے۔'' پس عرب کے اعرابیوں (دیہاتیوں) کی یہ عادت تھی وہ ایک دوسرے پر فخر حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کئی کئی اونٹ ذبح کرتے تھے۔ پس نبی اکرم ﷺ نے اس قسم کے اونٹ کے گوشت کو مکروہ قرار دیا۔ اس لئے کہ شاید اس میں یہ شبہ تھا کہ یہ اونٹ غیر اللہ کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانوروں میں شامل ہو جائے گا۔

اَلْفُرْعُلُ

''اَلْفُرْعُلُ'' (بروزن قنفذ) اس سے مراد بجو کا بچہ ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''فُرَاعِل'' کا لفظ مستعمل ہے۔ حضرت عبداللہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہؓ سے ''ولدالضبع'' بجو کے بچہ کے متعلق سوال کیا؟ پس حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا وہ ''فرعل'' ہے اور اس میں بکری کا بچہ بھی شامل ہے (رواہ البیہقی) ابوعبید نے کہا ہے کہ اہل عرب کے نزدیک ''الفرعل'' سے مراد بجو کا بچہ ہے اور حدیث میں مذکور ''نعجۃ من الغنم'' کا معنی یہ ہے کہ یہ بکری کے بچہ کی طرح حلال ہے۔

الفرقد

''الفرقد'' اس سے مراد گائے کا بچہ ہے۔ وحشی بیل کی کنیت بھی ''ابوفرقد'' آتی ہے۔

الفرنب

''الفرنب'' (فاء کے کسرہ کے ساتھ) ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد چوہا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد چوہے کا بچہ ہے جس کا تعلق ''یربوع'' کی قسم سے ہے۔

الفرھود

''الفرھود'' (بروزن جلمود) اس سے مراد درندے کا بچہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد پہاڑی بکرے کا بچہ ہے۔

الفروج

"الفروج" اس سے مراد نوجوان مرغی ہے۔

الفریر والفرار

"الفریر والفرار" اس سے مراد بکری اور گائے کا چھوٹا بچہ ہے۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ "الفریر" واحد ہے اور "الفرار" جمع ہے۔

فسافس

"فسافس" ابن سینا نے کہا ہے کہ اس سے مراد چیچڑی کی مثل ایک جانور ہے۔ قزوینی نے کہا ہے کہ پسو کے مشابہ ایک حیوان ہے۔

الفصیل

"الفصیل" اس سے مراد اونٹنی کا وہ بچہ ہے جو اپنی ماں کا دودھ پینا چھوڑ دے۔ پس جب اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کا دودھ پینا چھوڑ دیتا ہے تو اسے "الفصیل" کہا جاتا ہے۔ فصیل بروزن فعیل بمعنی مفعول یعنی جس کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو۔ اس کی جمع کے لئے فصلان (فاء کے ضمہ کے ساتھ) اور "فصال" (فاء کے کسرہ کے ساتھ) کے الفاظ مستعمل ہیں۔

حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ اہل قباء کی طرف تشریف لے گئے تو اس وقت وہ (یعنی اہل قباء) چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ **"صلاۃ الاوابین اذا رمضت الفصال"** (اوابین کی نماز اس وقت پڑھی جائے جب مٹی گرم ہو جائے۔) (رواہ احمد و مسلم)

تعبیر | "فصیل" (اونٹنی کے بچہ) کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر شریف لڑکے سے دی جاتی ہے۔ تمام حیوانات کے چھوٹے بچوں کو خواب میں چھونا غم پر دلالت کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اَلْفَلْحَسُ

"اَلْفَلْحَسُ" (بروزن جعفر) اس سے مراد چوپایہ اور سن رسیدہ (بڑی عمر والا) کتا ہے۔ بنی شیبان کے سرداروں میں سے کسی سردار کا نام بھی "فلحس" تھا۔ **فلحس** نامی سردار کی ایک عادت یہ تھی کہ مال غنیمت میں سے جب یہ اپنا حصہ حاصل کر لیتا تو پھر اپنی بیوی کے حصہ کا بھی سوال کرتا اور جب اسے اس کی بیوی کا حصہ دے دیا جاتا تو یہ اپنی اونٹنی کا حصہ مانگتا تو اس سے کہا جاتا "أَسَالُ مِنْ فَلْحَسُ" (میں فلحس سے سوال کرتا ہوں۔)

الفلو

''الفلو'' (فاء کے ضمہ' فتحہ اور کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد بچھیرا ہے جو دودھ چھڑانے کے قابل ہو یا جس کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو۔ جوہری نے کہا ہے ''الفلو'' واؤ مشدد کے ساتھ ہے جس کا معنی بچھیرا ہے کیونکہ یہ اپنی ماں سے علیحدہ کردیا جاتا ہے یعنی اس کا دودھ چھڑا دیا جاتا ہے۔ اہل عرب ''الفلو'' کے مونث کے لئے ''فلوہ'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ جیسے ''عدو'' کا مونث'' عدوۃ'' ہے۔ اس کی جمع ''افلاء'' ہے جیسے ''عدو'' کی جمع ''اعداء''۔

الفناۃ

''الفناۃ'' اس سے مراد گائے ہے۔ اس کی جمع ''فنوات'' آتی ہے۔

الفھد

''الفھد'' اس سے مراد تیندوا ہے۔ یہ لفظ ''الفھود'' کا واحد ہے۔ اہل عرب ایسے شخص کیلئے جو بکثرت سوتا ہو اور بہت زیادہ ست ہو۔ یہ ضرب المثل استعمال کرتے ہیں۔ ''فھدالرجل اشبہ الفھد'' (فلاں آدمی تیندوا کے مشابہ ہے) حدیث ام زرع میں مذکور ہے ''اِنْ دَخَلَ فَھِد'' (عورت اپنے شوہر کی حالت بیان کرتے ہوئے کہتی ہے کہ) اگر وہ گھر میں داخل ہو جائے تو تیندوے جیسا بن جاتا ہے۔ (رواہ البخاری) ارسطو کا خیال ہے کہ تیندوا چیتے اور شیر کے باہم اختلاط سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ تیندوے کا مزاج چیتے کے مزاج کی طرح ہوتا ہے۔ تیندوے کی عادات کتے کی عادات کے مشابہ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جب ''الفھدۃ'' (یعنی تیندوے کی مادہ) حاملہ ہونے کی وجہ سے بھاری ہو جاتی ہے تو تمام تیندوے اپنی مادہ کیلئے شکار (غذا) کا بندوبست کرتے ہیں۔ پس جب ولادت کا وقت قریب آتا ہے تو تیندوی اس جگہ چلی جاتی ہے جو اس نے پہلے سے ولادت کیلئے تیار کر رکھی تھی۔ کثرت نوم کی بناء پر اہل عرب تیندوے کو بطور ضرب المثل استعمال کرتے ہیں۔ تیندوا بھاری جسم رکھنے والا حیوان ہے۔ تیندوے کے مزاج میں انتہائی غصہ اور غضب ہوتا ہے۔ تیندوا جب کسی شکار پر حملہ آور رہتا ہے تو اپنا سانس روک لیتا ہے جس سے اس کے غصہ اور غضب میں مزید ہو جاتا ہے۔ تیندوا جب کسی شکار پر حملہ آور رہتا ہے تو اپنا سانس روک لیتا ہے جس سے اس کے غصہ اور غضب میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ پس جب اس کا شکار اس کے ہاتھ سے نکل جائے تو انتہائی غصہ کی حالت میں واپس ہوتا ہے اور بسا اوقات اس غصہ کی وجہ سے یہ اپنے مالک کو بھی قتل کر دیتا ہے۔ ابن جوزی نے کہا ہے کہ تیندوے کو خوبصورت آواز کے ذریعے شکار کیا جا سکتا ہے۔ ابن جوزی نے مزید کہا ہے کہ تیندوے میں تعلیم قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ یہ انسانوں سے بہت جلد مانوس ہو جاتا ہے اور خاص طور پر اس انسان سے بہت جلد مانوس ہو جاتا ہے جو اس کے (یعنی تیندوے کے) ساتھ اچھا سلوک کرے۔ چھوٹا تیندوا (یعنی بچہ) بڑے (یعنی جوان) تیندوے کی بہ نسبت جلدی تعلیم قبول کر لیتا ہے۔ تیندوے کو سب سے پہلے جس شخص نے شکار کیا اس کا نام کلیب بن وائل ہے

اور سب سے پہلے تیندوے کو گھوڑے پر سوار کرنے والے یزید بن معاویہ بن ابی سفیان ہیں۔ تیندوے کے ساتھ سب سے زیادہ کھیلنے والے شخص ابو مسلم خراسانی ہیں۔

فائدہ الکیا الھر اسی (جو فقہاء شوافع میں سے ہیں) سے سوال کیا گیا کہ کیا یزید بن معاویہ صحابہ میں سے ہیں یا نہیں؟ کیا ان (یعنی یزید بن معاویہ) پر لعن طعن کرنا جائز ہے یا نہیں؟ پس الکیا الھر اسی نے جواب دیا کہ یزید بن معاویہ صحابہ میں سے نہیں ہیں کیونکہ ان کی ولادت حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں ہوئی ہے۔ سلف میں سے امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ سے یزید پر لعن طعن کرنے کے متعلق دو دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ صراحتاً یزید کی غلطی کا اظہار کیا جائے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یزید کی غلطی کو اشارتاً بیان کیا جائے۔ ہمارے (یعنی اصحاب شوافع) کے یہاں صرف ایک قول ہے اور وہ یہ ہے کہ غلطی ظاہر کر دی جائے۔ اشارہ سے کام نہ لیا جائے اور یزید کی غلطی کو کیوں نہ بیان کیا جائے حالانکہ یزید تیندوے کا شکار کرتا تھا اور چیتے کے ساتھ کھیلتا تھا اور مستقل شراب پیتا تھا اور یزید نے شراب کے سلسلہ میں اشعار بھی کہے ہیں۔

تحقیق امام غزالیؒ نے اس مسئلہ میں ابوالحسن الکیا الھر اسی کے فتویٰ کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔ وہ اس طرح کہ امام غزالیؒ سے سوال کیا گیا کہ کیا یزید پر صراحتاً لعن طعن کرنا جائز ہے یا ان کے فاسق ہونے کی بناء پر رخصت دی گئی ہے اور کیا یزید کا ارادہ حضرت حسینؓ کو شہید کرنے کا تھا یا صرف ان کو دور کرنے کا ارادہ تھا؟ کیا یزید کے معاملہ میں سکوت افضل ہے؟ پس امام غزالیؒ نے جواب دیا کہ کسی مسلمان پر لعن وطعن کرنا جائز نہیں ہے اور جو شخص کسی مسلمان پر لعن وطعن کرے گا۔ پس وہ (یعنی لعنت کرنے والا) ملعون ہوگا اور تحقیق ''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسلمان کسی پر لعنت نہیں کرتا۔'' پھر مسلمان پر لعنت کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے جبکہ اس سلسلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے (یعنی مسلمان پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے) ''اور مسلمان کی حرمت کعبۃ اللہ کی حرمت سے برتر ہے'' یہ بات نبی اکرم ﷺ کے قول سے ثابت ہے۔ یزید کا اسلام لانا ثابت ہے اور یزید کا حضرت حسینؓ کو شہید کرنا یا حضرت حسینؓ کو شہید کرنے کے متعلق یزید کا حکم دینا، یا حضرت حسینؓ کو شہید کرنے پر رضامندی کا اظہار کرنا یہ تمام مشتبہ امور ہیں۔ اس لئے ایک مسلمان پر بدگمانی رکھنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ**'' (اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ الحجرات - آیت ۱۲)

جو شخص یہ ارادہ کرے کہ وہ حضرت حسینؓ کے قتل (یعنی شہادت) کی حقیقت کو جان لے تو وہ اس پر قادر نہیں ہوسکتا اور یہ بھی نہیں جان سکتا کہ کیا یزید نے حضرت حسینؓ کے قتل کا حکم دیا تھا یا نہیں۔ جب آدمی یہ جان نہیں سکتا تو اس پر واجب ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کے متعلق اچھا گمان رکھے۔ اگر کسی مسلمان پر یہ بات ثابت بھی ہو جائے کہ اس نے کسی مسلمان کو قتل کیا ہے تو اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ وہ کافر نہیں ہوگا (یعنی جس مسلمان نے دوسرے مسلمان کو قتل کیا ہے وہ کافر نہیں ہوگا) اور قتل کفر نہیں ہے بلکہ ایک معصیت ہے۔ چنانچہ ممکن ہے کہ قاتل نے اس حال میں وفات پائی ہو کہ اس نے موت سے قبل اپنے کئے ہوئے گناہ کی توبہ کر لی ہو۔ لہٰذا اگر کافر بھی اپنے کفر سے توبہ کر لے تو پھر اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے تو جو مسلمان قاتل ہے جب وہ توبہ کر لے تو اس پر لعنت کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے۔ چنانچہ یہ بات بھی ہمیں معلوم نہیں ہے کہ قاتلِ حسین توبہ سے قبل مرا یا توبہ کے بعد؟ پس کسی (مسلمان) کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ

وہ کسی ایسے شخص پر لعنت کرے جس کی موت اسلام پر ہوئی ہو اور جو شخص بھی لعنت کرے گا وہ فاسق ہوگا۔ اگر شریعت میں کسی پر لعنت کرنا جائز ہو اور کوئی شخص اس مذکورہ آدمی پر لعنت نہ کرے تو بالاجماع وہ گنہگار نہیں ہوگا جیسا کہ شیطان پر لعنت کرنا جائز ہے لیکن اگر کوئی آدمی اپنی طویل زندگی میں شیطان پر لعنت نہ کرے تو قیامت کے دن اسے یہ نہیں کہا جائے گا کہ تم نے ابلیس پر لعنت کیوں نہیں کی لیکن اگر کوئی آدمی کسی مسلمان پر لعنت کرتا ہے تو قیامت کے دن اس سے ضرور پوچھا جائے گا کہ تم نے اس مسلمان پر کیوں لعنت کی اور تم نے کیسے معلوم کرلیا کہ یہ ملعون ہے اور ملعون وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو اور یہ بات اسی وقت کہی جاسکتی ہے جبکہ ہمیں معلوم ہو کہ فلاں شخص حالت کفر میں مرا ہے۔ اب جس شخص کے بارے میں ہمیں معلوم ہی نہیں تو ہم اس پر کیسے لعنت کر سکتے ہیں اور رہی یہ بات کہ کیا ہم ایسے شخص پر رحم کریں تو ہمارے نزدیک یہ جائز ہی نہیں بلکہ ایسا کرنا مستحب ہے۔ نیز ہمارے نزدیک وہ آدمی ہمارے قول ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ'' میں داخل ہو جائے گا اور وہ مومن ہوگا۔ اھ۔

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ الکیا الھر اسی کا نام ابوالحسن عماد الدین علی بن محمد طبری ہے۔ امام غزالیؒ کی وفات محرم ۵۰۵ھ کو بغداد میں ہوئی۔ تحقیق ''باب الحاء'' میں ''الحمام'' کے تحت ہم نے امام غزالیؒ کے مناقب اور ان کی وفات کا تذکرہ کیا ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا کہ عضدالدولہ نے مرنے سے قبل ہی مشہد بنالی تھی اور اس نے وصیت کی تھی کہ مجھے مرنے کے بعد اس مشہد میں دفن کیا جائے۔ پس جب عضدالدولہ کی وفات ہوئی تو یہ خبر کسی کو نہیں دی گئی۔ پھر انہیں بغداد میں دفن کردیا گیا۔ بعد میں لوگوں کو معلوم ہوا کہ عضدالدولہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ پھر انہیں قبر سے نکال کر سیدنا علیؓ بن ابی طالب کی مشہد پر دفن کردیا گیا۔ عضدالدولہ زبردست بادشاہ تھا۔ عضدالدولہ ہی وہ پہلا آدمی ہے جسے اسلام میں (ملک) بادشاہ کا خطاب دیا گیا۔ نیز عضدالدولہ ''تاج الملۃ'' کے لقب سے بھی مشہور تھا۔ عضدالدولہ اہل علم سے محبت رکھتا تھا اور ان کی مجالس میں شریک ہوتا تھا اور ان سے مسائل وغیرہ پوچھتا تھا۔ تحقیق عضدالدولہ کا تذکرہ ''باب الھمزۃ'' میں ''الاوز'' کے تحت گزر چکا ہے۔

الحکم تیندوے کا کھانا حرام ہے کیونکہ یہ ذی ناب (یعنی درندوں) میں سے ہے۔ نیز یہ شیر کے مشابہ ہے لیکن شکار کے لئے تیندوے کی بیع جائز ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''انوم من فھد'' (تیندوے سے زیادہ سونے والا) ''اکسب من فھد'' (تیندوے سے زیادہ کسب یعنی کام وغیرہ کرنے والا) کیونکہ تیندوا کی مادہ حاملہ ہونے کے بعد شکار نہیں کرسکتی اس لئے تمام تیندوے جمع ہو کر اس کیلئے ہر روز شکار کرتے ہیں۔

خواص اس کا (یعنی تیندوے کا) گوشت کھانے سے ذہن تیز ہوتا ہے اور بدن میں قوت آتی ہے جو شخص اس کا خون پی لے اس کے بدن میں زبردست قوت پیدا ہو جائے گی اگر کسی جگہ تیندوے کا پنجہ رکھ دیا جائے تو وہاں سے چوہے بھاگ جائیں گے۔ صاحب عین الخواص نے کہا ہے کہ میں نے بعض کتب میں پڑھا ہے کہ تیندوے کا پیشاب جب کوئی عورت پی لے تو وہ حاملہ نہیں ہوسکتی اور بسا اوقات تیندوے کا پیشاب پینے سے عورت بانجھ ہو جاتی ہے۔

تعبیر تیندوے کو خواب میں دیکھنا ایسے دشمن پر دلالت کرتا ہے جو نہ تو اپنی دشمنی ظاہر کرسکے اور نہ ہی اپنی دوستی کا اظہار کرسکے۔

پس جو شخص خواب میں تیندوے کے ساتھ جھگڑا کرے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ صاحب خواب کا کسی انسان سے جھگڑا ہو جائے گا۔ ابن مقری نے کہا ہے کہ تیندوے کو خواب میں دیکھنا عزت و رفعت پر دلالت کرتا ہے اور اس کی (یعنی تیندوے کی) دیگر تعبیر وہی ہیں جو دیگر وحشی جانوروں کی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الفويسقة

''الفويسقة'' اس سے مراد چوہا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا تم رات کے وقت اپنے برتنوں کو ڈھانپ دیا کرو اور مشکیزوں کو الٹ دیا کرو اور اپنے (گھروں کے) دروازے بند کر دیا کرو اور اپنے بچوں کو (گھروں میں) روکے رکھو تاکہ یہ تمام چیزیں جنات کے سفر سے محفوظ رہیں اور تم سوتے وقت اپنے چراغ بجھا دیا کرو کیونکہ چوہا بسا اوقات چراغ سے جلتی بتی اٹھالیتا ہے اور (اس بتی کے ذریعے گھر کو اور) گھر والوں کو جلا دے گا۔

الفیاد

''الفیاد'' (بروزن صیاد) اس سے مراد الو ہے۔ اس کو ''الصدیٰ'' بھی کہا جاتا ہے۔

الفیل

''الفیل'' اس سے مراد ایک معروف جانور (ہاتھی) ہے۔ اس کی جمع کے لئے افیال، فیول اور فیلة کے الفاظ مستعمل ہیں۔ ابن سکیت نے کہا ہے کہ تم ''افیلة'' نہ کہو (یعنی فیل کی جمع کیلئے ''افیلة'' کا لفظ استعمال نہ کرو۔) فیل کے صاحب (یعنی مَهَاوَت) کو ''فیال'' کہتے ہیں۔ سیبویہ نے کہا ہے کہ فیل کی جمع افیلة جائز ہے کیونکہ فیل کی اصل فیل تھی لیکن یاء اپنے سے پہلے حرف کو کسرہ کی طرف کھینچتی ہے۔ پس اس کو کسرہ دے کر ''فیل'' کر دیا جیسے وہ (یعنی اہل عرب) کہتے ہیں ''ابیض وبیض''۔ اس کی (یعنی الفیل کی) کنیت کیلئے ابوالحجاج، ابوالحرمان، ابوغفل، ابوکلثوم اور ابومزاحم کے الفاظ مستعمل ہیں۔ الفیلة (یعنی ہتھنی) کی کنیت ''ام شبل'' آتی ہے۔ ربیع الابرار میں ''فیل'' (ہاتھی) کی کنیت ''ابرھة'' مرقوم ہے۔ ''ابرھة'' حبشہ کے بادشاہ ابوالعباس کو کہا جاتا ہے۔ ہاتھی کا نام محمود (بھی) ہے۔ ''الفیلة'' (ہتھنی) کی ''فیل'' اور ''زندبیل'' دو قسمیں ہیں۔

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ ''الفیل'' نر (یعنی ہاتھی) کو اور ''الزندبیل'' مادہ (یعنی ہتھنی) کو کہا جاتا ہے۔ ہاتھی اپنی قیام گاہ کے علاوہ کسی اور جگہ جفتی نہیں کرتا چاہے اس پر شہوت کا غلبہ ہی کیوں نہ ہو۔ ہاتھی شہوت کی شدت کی وجہ سے بدخلق ہو جاتا ہے اور اونٹ کی طرح کھانا پینا ترک کر دیتا ہے یہاں تک کہ شہوت کی شدت کی بناء پر اس کے سر پر ورم آ جاتا ہے جب ہاتھی شدت شہوت کی وجہ سے بدخلق ہو جاتا ہے تو ''ہاتھی بان'' ہاتھی کو چھوڑ کر فرار ہو جاتا ہے۔ ہاتھی پانچ سال کی عمر میں ہی بالغ ہو جاتا ہے اور اس کی شہوت کا زمانہ موسم ربیع ہے۔ ہاتھی کی مونث (یعنی ہتھنی) دو سال میں حاملہ ہوتی ہے اور جب ہتھنی حاملہ ہو جاتی ہے تو مذکر (یعنی ہاتھی) اس کے

قریب نہیں جاتا اور نہ ہی اس کو چھوتا ہے اور نہ ہی اس کے (یعنی ہتھنی) کے ساتھ جفتی کرتا ہے۔ ہتھنی (حاملہ ہونے کے) تین سال بعد بچہ جنتی ہے۔ عبداللطیف بغدادی نے کہا ہے کہ ہتھنی سات سال کی مدت میں حاملہ ہوتی ہے اور ہاتھی صرف اور صرف اپنی مادہ (یعنی ہتھنی) کے ساتھ جفتی کرتا ہے۔ ہاتھی بہت غیرت مند جانور ہے۔ پس جب ہتھنی بچہ جننے کے قریب ہوتی ہے تو نہر میں داخل ہوجاتی ہے (اور اس وقت تک نہر میں ہی رہتی ہے) یہاں تک کہ بچہ جن لے۔ کیونکہ ہتھنی بیٹھ کر بچہ جننے کی استطاعت نہیں رکھتی اس لئے یہ پانی میں کھڑے ہوکر بچہ جنتی ہے۔ ہاتھی اس دوران نہر کے باہر اپنی مادہ اور بچے کی حفاظت کیلئے پہرہ دیتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہاتھی اونٹ کی طرح کینہ رکھنے والا حیوان ہے۔ پس بسا اوقات ہاتھی کینہ کی بناء پر اپنے سائس (یعنی مہاوت) کو بھی قتل کر دیتا ہے۔ اہل ہند کا خیال ہے کہ ہاتھی کی زبان ''مقلوب'' (الٹی) ہوتی ہے اور اگر اس کی زبان الٹی نہ ہوتی (یعنی سیدھی ہوتی) تو یہ گفتگو کرتا (جیسے انسان گفتگو کرتا ہے) ہاتھی کے دو بڑے دانت بھی ہوتے ہیں۔ بسا اوقات ہاتھی کے ان دانتوں کا وزن پانچ پانچ من تک دیکھا گیا ہے۔ ہاتھی کی سونڈ لچکدار ہڈیوں کا مجموعہ ہے۔ یہ سونڈ ہی اس کی ناک بھی ہے اور یہی اس کے ہاتھ بھی ہیں۔ اسی سونڈ کے ذریعے ہاتھی کھانے پینے کی چیزیں حاصل کرتا ہے اور اسی سونڈ کے ذریعے لڑائی کرتا ہے اور سونڈ کے ذریعے چیختا ہے لیکن اس کی چیخ اس کے جسم کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ اس کی چیخ بچوں کی چیخ کی طرح ہوتی ہے۔ ہاتھی کی سونڈ بہت طاقتور ہوتی ہے اس کے ذریعے سے ہاتھی درختوں کے پتے توڑ کر اپنی خوراک بنالیتا ہے۔ ہاتھی کو اللہ تعالیٰ نے فہم و فراست کی نعمت سے نوازا ہے۔ اسی لئے یہ بہت جلد تعلیم قبول کرلیتا ہے۔ ہاتھی اپنے سائس (مہاوت) کے حکم کے مطابق کام کرتا ہے۔ ہاتھی کی ایک خصلت یہ بھی ہے کہ ہاتھی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ لڑتے ہیں اور غصہ کی وجہ سے ایک ہاتھی دوسرے ہاتھی کو قتل کر دیتا ہے۔ اہل ہند ہاتھی کے بہترین خصائل (یعنی بڑی شکل وصورت، لمبی سونڈ، عجیب چال، کان، آنکھ) کی بناء پر اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ ہاتھی کی چال بہت دھیمی ہوتی ہے یہاں تک کہ ہاتھی بسا اوقات انسان کے قریب سے گزر جاتا ہے لیکن اس کے چلنے کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ ہاتھی کے پاؤں بہت ہی گدے دار ہوتے ہیں اور اس کی عمر بہت طویل ہوتی ہے۔ پس تحقیق ارسطو نے حکایت بیان کی ہے کہ ہاتھی کی عمر چار سو سال تک ہوتی ہے اور اس کا مشاہدہ یوں ہوا کہ ارسطو نے ایک ہاتھی دیکھا جس پر ایک مخصوص نشان تھا۔ پس جب تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ اس ہاتھی کی عمر چار سو سال ہے۔ ہاتھی اور بلی کے درمیان فطری طور پر دشمنی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر ہاتھی بلی کو دیکھ لے تو فرار ہوجاتا ہے جیسے درندے سفید مرغ کو دیکھ کر فرار ہوجاتے ہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ اگر بچھو کسی چھپکلی کو دیکھ لے تو اس کی موت واقع ہوجاتی ہے۔ قزوینی نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ ہتھنی کی فرج (یعنی شرمگاہ) اس کی بغل کے نیچے ہوتی ہے۔ پس جب جفتی کا وقت ہوتا ہے تو یہ اپنی بغل کو بلند کرلیتی ہے یہاں تک کہ ہاتھی اس پر قابو پالیتا ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جو کسی چیز (یعنی امر) سے عاجز نہیں۔

ایک قصہ ''الحلیۃ'' میں ابوعبداللہ قلانسی کے حالات میں مذکور ہے۔ ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ وہ بعض سیاحوں کے ہمراہ بحری سفر کیلئے کشتی پر سوار ہوئے۔ پس تیز ہوا چلی (جس کے باعث ہماری کشتی بے قابو ہوگئی) پس کشتی والے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائیں کرنے لگے اور نذریں ماننے لگے کہ اگر ہمیں اللہ تعالیٰ نے نجات دیدی تو ہم فلاں کام کریں گے۔ کشتی والوں نے ابوعبداللہ سے بھی اصرار کیا کہ وہ بھی کوئی نذر مانیں۔ ابوعبداللہ کہتے ہیں لوگوں کے اصرار پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری زبان پر یہ کلمات جاری ہوگئے کہ اگر

اللہ تعالیٰ نے مجھے خلاصی دیدی تو میں ہاتھی کا گوشت نہیں کھاؤں گا۔ ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ کشتی ٹوٹ گئی لیکن مجھے اور میرے کچھ ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے (اپنی رحمت خاص سے) ہلاکت سے بچالیا اور سمندر کی لہروں نے ہمیں ساحل پر پھینک دیا۔ پس ہم ساحل پر کئی دن تک ٹھہرے رہے لیکن ہمارے کھانے پینے کیلئے کوئی چیز نہیں تھی۔ پس ایک چھوٹا ہاتھی (یعنی ہاتھی کا بچہ) کہیں سے ساحل پر آ گیا۔ پس میرے ساتھیوں نے اس کو ذبح کیا اور اس کا گوشت کھایا لیکن میں نے اپنی نذر کی وجہ سے ہاتھی کا گوشت نہیں کھایا۔ ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ جب میرے ساتھی سو گئے تو ہاتھی کے بچہ کی ماں اس کے نشانات قدم دیکھتی ہوئی ہمارے قریب آ گئی۔ پس ہتھنی نے میرے ساتھیوں کا منہ سونگھا اور سونگھنے کے بعد ہر ایک کو اپنے پاؤں سے روند کر ہلاک کر دیا۔ ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ جب ہتھنی نے میرے تمام ساتھیوں کو قتل کر دیا تو وہ میری طرف آئی۔ پس جب اس نے میرے منہ سے گوشت کی خوشبو نہ پائی تو اس نے اشارہ کیا کہ میں اس کی پیٹھ پر سوار ہو جاؤں۔ پس میں اس کی پیٹھ پر سوار ہو گیا۔ پس وہ ہتھنی مجھے لے کر اس قدر تیز دوڑی کہ میں نے کبھی ہاتھیوں کو اتنی تیز دوڑتے ہوئے نہیں دیکھا یہاں تک کہ وہ ہتھنی مجھے اس دن اور پھر پوری رات اپنی پیٹھ پر سوار کئے ہوئے دوڑتی رہی۔ پھر صبح ہوئی تو اس نے مجھے ایسی جگہ اپنی پیٹھ سے اترنے کا اشارہ کیا جہاں لوگ کاشتکاری میں مشغول تھے۔ پس میں اس کی پیٹھ سے اتر گیا۔ پس لوگوں نے مجھے دیکھا تو ان میں سے ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کیا بات ہے؟ پس میں نے اس کو سارا قصہ سنایا۔ پس اس نے مجھے بتایا کہ ہتھنی نے جو مسافت آدھے دن اور ایک رات میں طے کی ہے وہ ساحل یہاں سے آٹھ دن کی مسافت پر ہے۔ ابوعبداللہ نے کہا کہ میں ان لوگوں کے پاس ہی ٹھہرا رہا۔ یہاں تک کہ ہتھنی دوبارہ حاملہ ہو گئی اور میں اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ آیا۔

دوسرا قصہ صاحب النشوان نے ذکر کیا ہے کہ ایک خارجی آدمی شاہ ہند کے علاقہ میں گیا۔ پس بادشاہ نے اس کی سرکوبی کیلئے ایک لشکر بھیجا۔ پس خارجی نے امان طلب کی۔ پس اس کو امان دیدی گئی۔ پس خارجی بادشاہ کی طرف (ملاقات کی غرض سے) چلا۔ پس جب خارجی بادشاہ کے شہر کے قریب پہنچا تو بادشاہ نے اپنے ایک لشکر کو حکم دیا کہ خارجی کا استقبال کیا جائے۔ پس خارجی کے استقبال کیلئے ہر قسم کے آلات حرب وغیرہ سے مزین ایک لشکر روانہ ہوا اور عام لوگ بھی خارجی کو دیکھنے کے لئے شہر سے باہر نکلے۔ پس لشکر شہر کی آخری حد پر آ کر رک گیا۔ پس عام لوگ بھی خارجی کا استقبال دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے۔ پس خارجی شہر کے نزدیک آ گیا۔ اس نے ریشمی کرتہ پہن رکھا تھا اور لباس و چہرہ وغیرہ سے وہ نڈر آدمی معلوم ہوتا تھا۔ جونہی خارجی لشکر کے قریب پہنچا تو لشکر والے اس سے ملاقات کرنے لگے اور پھر اس کو لے کر محل کی طرف چلنے لگے۔ استقبالیہ لشکر میں کچھ ہاتھیوں کو بھی زینت کی غرض سے شامل کیا گیا تھا۔ اس لشکر میں وہ عظیم ہاتھی بھی تھا جو بادشاہ کیلئے مخصوص تھا اور صرف بادشاہ ہی اس پر سواری کیا کرتا تھا۔ پس مہاوت نے خارجی سے کہا (جب وہ ہاتھی کے قریب ہوا) کہ تم بادشاہ کے ہاتھی کے راستہ سے دور رہو۔ پس خارجی نے مہاوت کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ پس مہاوت نے پھر اپنا قول دہرایا۔ پس خارجی نے مہاوت کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ پس مہاوت نے خارجی سے کہا اے فلاں اپنی جان کی حفاظت کر اور بادشاہ کے ہاتھی کے راستہ سے دور رہ۔ پس خارجی نے مہاوت سے کہا کہ تم بادشاہ کے ہاتھی سے کہہ دو کہ وہ میرے راستے سے دور رہے۔ پس مہاوت شدید غضبناک ہو گیا اور ہاتھی نے بھی خارجی کا کلام سن لیا۔ پس ہاتھی غضبناک ہو کر

خارجی کی طرف دوڑا اور اسے اپنی سونڈ سے پکڑ کر زمین سے اوپر اٹھالیا۔ لوگ اس منظر کو دیکھ رہے تھے' پھر اس کے بعد ہاتھی نے خارجی کو زمین پر گرایا۔ پس خارجی سمجھ گیا کہ ہاتھی اس کو اپنے قدموں سے کچلنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ پس خارجی نے ہاتھی کی سونڈ پر قبضہ کرلیا (یعنی سونڈ کے ساتھ لپٹ گیا) پس ہاتھی کا غصہ اور زیادہ ہوگیا۔ پس ہاتھی نے خارجی کو اپنی سونڈ سے دوسری مرتبہ اٹھایا اور پہلے سے زیادہ بلند کیا پھر زمین پر پھینک دیا تاکہ اسے (یعنی خارجی کو) اپنے قدموں سے کچل دے۔ خارجی ہاتھی کی سونڈ پر قابض (یعنی لپٹا) رہا اور اس نے ہاتھی کی سونڈ سے اپنے ہاتھ کو نہیں ہٹایا۔ پس ہاتھی نے تیسری مرتبہ خارجی کو اپنی سونڈ سے اوپر اٹھایا اور اس کو اوپر فضا میں کئی جھٹکے دیئے تاکہ اس کی گرفت کمزور ہوجائے لیکن ہاتھی اپنی کوشش میں ناکام ہوگیا اور خارجی بدستور سونڈ سے لپٹا رہا اور برابر اپنا دباؤ سونڈ پر بڑھاتا رہا جس سے ہاتھی کو سانس لینے میں مشکل ہونے لگی۔ یہاں تک کہ ہاتھی کی سانس رک گئی اور ہاتھی کی موت واقع ہوگئی۔ پس جب اس واقعہ کی خبر بادشاہ کو ملی تو اس نے خارجی کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ پس بادشاہ کے بعض وزیروں نے بادشاہ سے کہا کہ آپ خارجی کو قتل نہ کریں بلکہ درگزر فرمادیں اور ایسا کرنا آپ کے لئے باعث شہرت ہوگا کیونکہ خارجی کے زندہ رہنے کی صورت میں جب کہیں اس کا ذکر کیا جائے گا تو کہا جائے گا کہ یہ اس بادشاہ کا خادم ہے جس نے اپنی قوت وحیلہ سے ہاتھی کو بغیر اسلحہ کے قتل کردیا تھا۔ پس بادشاہ نے اپنے وزراء کے مشورہ کے مطابق خارجی کو معاف کردیا۔

فائدہ اگر کسی آدمی کو کسی سے (یعنی حاکم' بادشاہ وغیرہ سے) بھی شر کا خطرہ ہو تو وہ آدمی حاکم وغیرہ کے پاس جانے سے قبل یہ کلمات ''کھیٰعص ، حٰمٓ ، عٓسٓقٓ'' پڑھے اور ان تینوں کلمات کے دس حرفوں کا اس طرح شمار کرے کہ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے شروع کرے اور بائیں کے انگوٹھے پر ختم کرے اور پھر اس کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بند کرلے اور اپنے دل میں ''سورۂ فیل'' پڑھے۔ پس جب وہ ''ترمیھم'' پر پہنچے تو ''ترمیھم'' کو دس مرتبہ پڑھے اور ہر مرتبہ اپنے ہاتھ کی ایک انگلی کھولتا جائے۔ پس اگر وہ یہ عمل کرے گا تو انشاء اللہ حاکم وغیرہ کے شر سے مامون رہے گا۔ یہ عمل عجیب وغریب اور مجرب ہے۔

فائدہ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ عمل مجھے بعض بزرگوں نے بتایا ہے۔ عمل یہ ہے کہ جو شخص سورۂ فیل کو ایک ہزار مرتبہ پڑھے۔ وہ اس طرح کہ ہر روز سورۂ فیل کو ایک سو مرتبہ پڑھے اور یہ عمل دس دن تک متواتر جاری رکھے اور سورۂ فیل روزانہ پڑھتے ہوئے اس شخص کا خیال اپنے دل میں رکھے (جس سے اس کو خطرہ ہو) اور پھر دسویں دن سورۂ فیل سو مرتبہ پڑھنے کے بعد کسی جاری پانی (یعنی بہتے ہوئے پانی) کے کنارے بیٹھ جائے اور یہ کلمات پڑھے ''اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْحَاضِرُ الْمُحِیْطُ بِمَکْنُوْنَاتِ الضَّمَائِرِ اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الظَّالِمُ وَ قَلَّ النَّاصِرُ وَ اَنْتَ الْمَطَّلِعُ الْعَالِمُ اَللّٰھُمَّ اِنَّ فُلَانًا ظَلَمَنِیْ وَ آذَانِیْ وَلَا یَشْھَدُ بِذٰلِکَ غَیْرُکَ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ مَالِکُہٗ فَاَھْلِکْہُ اَللّٰھُمَّ سر بلہ سِرْ بَالَ الْھَوَامِ وَ قَمِّصْہُ قَمِیْصَ الرَّدیٰ اَللّٰھُمَّ اقْصِفْہُ''

ان کلمات کو دس مرتبہ پڑھنے کے بعد یہ کلمات پڑھے ''فَاَخَذَھُمُ اللّٰہُ بِذُنُوْبِھِمْ وَمَا کَانَ لَھُمْ مِنَ اللّٰہِ مِنْ وَّاقٍ فَاِنَّ اللّٰہ یُھْلِکُہٗ وَ یَکْفِیْہِ شرہ'' یہ عمل آزمودہ ہے۔

الحکم مشہور قول کے مطابق ہاتھی کا گوشت حرام ہے۔ ''الوسیط'' میں ہاتھی کے گوشت کی حرمت کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ ''ذوناب'' والے جانوروں یعنی لڑنے اور قتل کرنے والے جانوروں میں سے ہے اس لئے اس کا گوشت حرام ہے لیکن اس کے برعکس

ایک شاذ قول بھی ہے جسے رافعی نے ابوعبداللہ بوشنجی سے نقل کیا ہے (ابوعبداللہ ہمارے اصحاب یعنی شوافع میں سے ہیں) کہ ہاتھی حلال ہے۔ امام احمدؒ نے فرمایا کہ ہاتھی مسلمانوں کے طعام میں سے نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے ہاتھی کے گوشت کو مکروہ قرار دیا ہے۔ امام شعبیؒ نے ہاتھی کا گوشت کھانے کی رخصت دی ہے۔

ہاتھی کی خرید وفروخت جائز ہے اس لئے کہ اس پر سواری کی جاتی ہے اور اس پر سوار ہو کر لڑائی (یعنی جنگ) کی جاتی ہے اور اس سے اور بھی نفع بخش کام لئے جاسکتے ہیں۔

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ ہمارے (یعنی شوافع کے) نزدیک ہاتھی ذبح کرنے سے پاک نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کی (یعنی ہاتھی کی) ہڈی پاک ہوتی ہے چاہے اس سے گودا وغیرہ نکال کر اسے صاف کیا جائے یا گودا وغیرہ نہ نکالا جائے۔ ہاتھی کی ہڈی کسی بھی صورت میں پاک نہیں ہوگی چاہے وہ کسی زندہ ہاتھی کی ہو یا مردہ ہاتھی کی ہو لیکن ایک شاذ قول یہ ہے کہ میتۃ (مردار) کی ہڈی پاک ہوتی ہے۔ یہ قول امام ابوحنیفہؒ اور ان کے موافقین کا ہے۔

ان حضرات کے نزدیک مطلقاً ناپاک ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک اگر ہاتھی کی ہڈی کو پالش وغیرہ کرلیا جائے تو وہ پاک ہوگی۔ جیسے ''باب السین'' میں ''السلحفاۃ'' کے تحت اس بات کو نقل کر دیا گیا ہے۔ ہاتھ کی بیع (یعنی خرید وفروخت) جائز نہیں ہے اور ہاتھی کا ثمن (یعنی قیمت وغیرہ) بھی حلال نہیں ہے۔ حضرت طاؤس' عطاء بن ابی رباح' عمر بن عبدالعزیزؒ' امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا یہی قول ہے۔ ابن منذر نے کہا ہے کہ حضرت عروہ بن زبیرؓ' ابن سیرین اور ابن جریج نے اس میں (یعنی ہاتھی کی بیع اور ثمن میں) رخصت دی ہے۔ ''شامل'' (ایک کتاب کا نام) میں مذکور ہے کہ ہاتھی کی جلد (یعنی کھال) دباغت کو قبول نہیں کرتی کیونکہ یہ بہت موٹی ہوتی ہے۔

ہاتھی کی مسابقت کی صحت (یعنی جائز ہونے) کے متعلق دو قول ہیں لیکن صحیح ترین قول یہی ہے کہ ہاتھی سے مسابقت کرنا صحیح ہے۔ امام شافعیؒ' ابوداؤدؒ' ترمذیؒ' نسائیؒ' ابن ماجہؒ اور ابن حبانؒ نے اس کے متعلق ایک حدیث نقل کی ہے اور اس حدیث کی تصحیح بھی کی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حدیث میں مذکور لفظ ''السبق'' باء کے فتحہ کے ساتھ ہے جس کا معنیٰ یہ ہے کہ ''وہ چیز جس کو مسابقت کے لئے رکھتے ہیں' اس کی جمع ''اسباق'' آتی ہے۔ ایک دوسرا لفظ ''السبق'' باء کے سکون کے ساتھ ہے اور وہ مصدر ہے جیسے کہا جاتا ہے ''سَبَقَت الرَّجُلُ سَبْقه'' چنانچہ حدیث میں مذکور ''السبق'' کا مطلب یہ ہے گھوڑا' اونٹ اور تیر کے علاوہ وہ (یعنی آدمی) عطیہ (یعنی انعام وغیرہ) کا مستحق نہیں ہوتا۔

اہل علم نے صرف ان تین چیزوں میں عطیہ کے جواز کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ مسابقت ایک طرح سے دشمنان اسلام کے خلاف بطور تیاری کے ہے اور اس پر عطیہ وغیرہ مقرر کرنا بھی لوگوں کو دین اسلام کے دشمنوں کے خلاف ترغیب دینا ہے۔ امام شافعیؒ نے اس میں ہاتھی کو شمار نہیں کیا۔ ابواسحٰقؒ نے کہا ہے کہ ہاتھی کی مسابقت بھی جائز ہے اس لئے کہ ہاتھی سے بھی دشمنوں کی مخالفت کی جاتی جیسے اونٹ سے دشمنوں کی مخالفت کی جاتی ہے اور ہاتھی ''ذوخف'' میں شامل ہے اور نادر صورت اصولیین کے نزدیک عموم میں شامل ہوتی ہے۔ امام احمدؒ اور امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ ہاتھی میں گھوڑے کی طرح شان وشوکت نہیں اس لئے اس کی مسابقت کا کوئی معنی نہیں ہے یعنی بے فائدہ ہے۔ پس اگر ایک کہنے والا یہ کہے کہ اونٹ تو ہاتھی کی طرح ہے (یعنی جب اونٹ میں مسابقت جائز

ہے تو ہاتھی میں بھی جائز ہوگی) پس اس کا جواب یہ ہے کہ اہل عرب قتال (یعنی لڑائی) کے لئے اونٹ کو (سواری کے لئے) استعمال کرتے تھے اور یہ اہل عرب کی عادت تھی۔ اہل عرب لڑائی میں ہاتھی کو استعمال نہیں کرتے تھے۔ پس اگر معترض یہ کہے کہ ہاتھی تو صرف سرزمین ہند میں پایا جاتا ہے اس لئے اہل عرب اس کو قتال کے لئے (بطور سواری) استعمال نہیں کر سکے۔ واللہ اعلم۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''اکل من فیل'' (ہاتھی سے زیادہ کھانے والا) ''اشد من فیل'' (ہاتھی سے زیادہ سخت) ''اعجب من خلق فیل'' (ہاتھی سے زیادہ عجیب الخلقت)

روایت کی گئی ہے کہ امام مالک بن انسؒ کی مجلس میں ہر وقت ایک جماعت ایسے افراد کی موجود رہتی تھی جو امام مالکؒ سے علم حاصل کرتے تھے۔ پس امام مالکؒ کی مجلس جاری تھی کہ اچانک ایک ہاتھی سامنے سے گزرا۔ پس ایک کہنے والے نے کہا کہ تحقیق ہاتھی جا رہا ہے۔ پس مجلس کے تمام لوگ ہاتھی کو دیکھنے کے لئے چلے گئے لیکن یحییٰ بن یحییٰ لیثی اندلسی نہیں گئے۔ پس امام مالکؒ نے ان سے فرمایا کہ آپ اس عجیب وغریب جانور کو دیکھنے کے لئے کیوں نہیں گئے حالانکہ آپ کے ملک میں یہ جانور نہیں ہوتا۔ پس یحییٰ بن یحییٰ نے عرض کیا کہ میں اپنے ملک سے صرف اس لئے آیا ہوں کہ آپ کی زیارت کروں اور آپ سے علم حاصل کروں۔ ہاتھی دیکھنے کے لئے نہیں آیا۔ پس امام مالکؒ یحییٰ بن یحییٰ کا جواب سن کر متعجب ہوئے اور آپ نے اس کا (یعنی یحییٰ بن یحییٰ کا) نام ''عاقل اہل اندلس'' رکھ دیا۔ پھر اس کے بعد (یعنی تعلیم کے حصول کے بعد) یحییٰ بن یحییٰ اندلس کی طرف واپس ہوئے تو ان کے وہاں پہنچنے سے قبل ہی ان کے علم وکمالات کی شہرت پھیل چکی تھی۔ چنانچہ یحییٰ بن یحییٰ تمام اہل اندلس کے مرجع بن گئے اور وہاں پر آپ کے علم و شہرت کے ساتھ ساتھ مالکی مذہب بھی مشہور ہو گیا اور موطا امام مالکؒ کی وہ تمام روایتیں جو یحییٰ بن یحییٰ اندلسی نے روایت کیں وہ سب سے زیادہ مشہور ومعروف ہوگئیں۔ یحییٰ بن یحییٰ اس زمانے میں تمام عوام وخواص میں معظم تھے۔ یحییٰ بن یحییٰ مستجاب الدعوات بھی تھے۔ یحییٰ بن یحییٰ کا انتقال 234ھ میں ہوا۔ آپ کی قبر قرطبہ سے باہر مقبرہ ابن عباسؓ کے قریب بنائی گئی۔ آپ کی قبر آج بھی مرجع خلائق ہے۔

خواص جو آدمی ہاتھی کے کان کا میل پی لے تو وہ سات دن تک حالت نیند میں (یعنی سوتا) رہے گا۔ اگر ہاتھی کے پتہ کو برص کا مریض تین دن تک بطور مالش استعمال کرے تو وہ شفایاب ہو جائے گا۔ اگر ہاتھی کی ہڈی کو مرگی والے بچے کے گلے میں ڈال دیا جائے تو بچے کا مرض ختم ہو جائے گا اگر ہاتھی کا دانت کسی درخت پر لٹکا دیا جائے تو وہ درخت اس سال پھل نہیں دے گا۔ اگر ہاتھی کے دانت کی دھونی کسی درخت یا کسی کھیتی کے پاس دی جائے تو وہاں کھیتی کو نقصان پہنچانے والے کیڑے نہیں آئیں گے۔ اگر ہاتھی کے دانت کی دھونی کسی ایسے گھر میں دی جائے جہاں پسو ہوں تو وہ تمام پسو مر جائیں گے۔ جو شخص دو درہم بقدر ہاتھی کے دانت کا ٹکڑا شہد اور پانی میں ملا کر پی لے تو اس کی قوت حافظہ میں اضافہ ہو جائے گا۔ اگر کوئی بانجھ عورت ہاتھی کے دانت کا ٹکڑا دو درہم کے بقدر شہد اور پانی میں ملا کر سات دن تک پیئے پھر اس کے بعد جماع کرے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حاملہ ہو جائے گی۔ اگر ہاتھی کی جلد (یعنی کھال) کا ایک ٹکڑا بخار کا مریض اپنے گلے میں ڈال لے تو اس کا بخار ختم ہو جائے گا۔ اگر ہاتھی کی لید کو جلانے کے بعد باریک پیس لیا جائے اور پھر اس کو شہد میں ملا کر کسی ایسے شخص کی پلکوں پر اس کا لیپ کر دیا جائے جس کی پلکیں جھڑ گئی ہوں تو اس کی پلکوں کے بال دوبارہ نکل آئیں گے۔ اگر کوئی عورت لاعلمی میں ہاتھی کا پیشاب پی لے پھر اس کے بعد جماع کرلے تو وہ حاملہ نہیں ہوگی۔ اگر ہاتھی کی لید کسی

عورت کے گلے میں لٹکا دی جائے تو جب تک یہ لید اس کے گلے میں لٹکی رہے گی وہ حاملہ نہیں ہوگی۔ ہاتھی کی جلد کا دھواں بواسیر کی بیماری کو ختم کر دیتا ہے۔

تعبیر ہاتھی کو خواب میں دیکھنا ایسے عجمی بادشاہ پر دلالت کرتا ہے جو بارعب تو ہو لیکن کم عقل ہو اور وہ جنگی امور کا جاننے والا ہو نیز وہ خواہ مخواہ کے کام میں ملوث ہو جاتا ہو۔ پس جو شخص خواب میں دیکھے کہ وہ ہاتھی پر سوار ہے یا ہاتھی کا مالک بن گیا ہے یا ہاتھی پر حاکم (یعنی نگران) بن گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کو بادشاہ کی قربت حاصل ہوگی اور اسے اچھا مرتبہ حاصل ہوگا اس کی عزت وسربلندی طویل مدت تک قائم رہے گی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہاتھی کو خواب میں دیکھنا طاقتور عجمی شخص پر دلالت کرتا ہے۔ پس جو شخص خواب میں دیکھے کہ وہ ہاتھی پر سوار ہوا ہے اور ہاتھی اس کی اطاعت کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا کسی طاقتور بخیل آدمی پر غلبہ حاصل کرلے گا۔ اگر کسی نے دن کے وقت خواب میں دیکھا کہ وہ ہاتھی پر سوار ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے گا۔ یہ تعبیر اس لئے دی جاتی ہے کہ پرانے زمانے میں ''بلاد الفیلۃ'' (یعنی ایسا ملک جہاں ہاتھی پائے جاتے ہوں) میں جو شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا اس کو ہاتھی پر سوار کیا جاتا اور پھر اس کو شہر میں گھمایا جاتا تھا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے اس آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے۔ اگر کوئی بادشاہ جنگ کے دوران خواب میں دیکھے کہ وہ ہاتھی پر سوار ہو رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا بادشاہ (میدان جنگ میں) ہلاک ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ'' (تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ سورہ الفیل آیت ۱) جو شخص خواب میں کسی ہودج والے ہاتھی پر سوار ہو تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی فربہ عجمی آدمی کی لڑکی سے شادی کرے گا۔ اگر خواب دیکھنے والا تاجر ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی تجارت وسیع ہو جائے گی۔ جو شخص خواب میں دیکھے کہ اس پر ہاتھی حملہ آور ہو رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس شخص پر سلطان (بادشاہ) کی جانب سے کوئی آفت نازل ہوگی۔ اگر مذکورہ خواب دیکھنے والا شخص مریض ہو تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس شخص کی موت واقع ہو جائے گا۔ جو شخص خواب میں دیکھے کہ وہ کسی ہتھنی کی نگرانی کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کی کسی عجمی بادشاہ سے دوستی ہو جائے گی۔ جو شخص خواب میں دیکھے کہ وہ ہتھنی کا دودھ دوہ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ شخص کسی عجمی بادشاہ سے مکر وفریب کے ذریعے مال حاصل کرے گا۔ یہود کہتے ہیں کہ ہاتھی کو خواب میں دیکھنا عزت وتوقیر پر دلالت کرتا ہے۔ جو شخص خواب میں دیکھے کہ اسے ہاتھی نے اپنی سونڈ سے مارا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کو بھلائی حاصل ہوگی اور جو شخص خواب میں دیکھے کہ وہ ہاتھی پر سوار ہوا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے وزارت وولایت حاصل ہوگی۔ ہاتھی کو خواب میں دیکھنا صالح قوم پر بھی دلالت کرتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو شخص خواب میں ہاتھی کو دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے شدید مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن پھر اسے اس مصیبت سے نجات مل جائے گی۔ نصاریٰ کہتے ہیں کہ جو شخص خواب میں ہاتھی کو دیکھے لیکن وہ اس پر سوار نہ ہو تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کے جسم کو نقصان پہنچے گا یا اس کے مال میں خسارہ ہو جائے گا۔ جو شخص خواب میں شہر میں مردہ ہاتھی دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ بادشاہ کا کوئی خاص آدمی مر جائے گا یا اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا قتل ہو جائے گا۔ جو شخص خواب میں دیکھے کہ اس نے ہاتھی کو قتل کر دیا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ

خواب دیکھنے والا کسی عجمی شخص پر غلبہ پالے گا جو شخص خواب میں دیکھے کہ اسے ہاتھی نے اپنی پشت سے پھینک دیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا آدمی مرجائے گا۔ اگر کوئی شخص خواب میں ہاتھی کو کسی ایسے علاقہ میں دیکھے جہاں ہاتھی نہیں پایا جاتا تو اس کی تعبیر فتنہ سے دی جائے گی ۔ یہ تعبیر ہاتھی کی بدصورتی اور برا رنگ ہونے کی وجہ سے دی جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص ہاتھی کو ایسے علاقہ میں دیکھے جہاں ہاتھی پایا جاتا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا شریف آدمی ہے۔ اگر کوئی عورت خواب میں ہاتھی کو کسی بھی رنگ وصفت میں دیکھے تو اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے ۔ ہتھنی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر گائے کی طرح قحط سالی سے دی جاتی ہے۔ خواب میں ہاتھی کو کسی ایسے شہر سے باہر نکلتے ہوئے دیکھنا جس میں طاعون کی بیماری پھیل چکی ہو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس شہر سے طاعون کی وباء ختم ہوجائے گی۔ اگر کوئی شخص خواب میں ہاتھی پر کسی ایسے شہر میں سوار ہوا جس میں ''بُحَیّرة'' (چھوٹا سمندر) ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا شخص کشتی پر سوار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الفینة

''الفینة'' اس سے مراد عقاب کے مشابہ ایک پرندہ ہے۔ جب یہ پرندہ سردی محسوس کرتا ہے تو یمن کی طرف کوچ کر جاتا ہے۔
ابن سیدہ نے کہا ہے کہ ''الفینات'' سے مراد ''الساعات'' (یعنی لحظہ) ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے ''لقیته الفینة بعد الفینة'' (میں نے تم سے ایک لمحہ یعنی ساعت کے بعد ملاقات کی) اگر تو چاہے تو الف اور لام کو حذف کردے۔ جیسے ''لقیته فینة بعد فینة'' (میں نے تم سے ایک ساعت کے بعد (دوبارہ) ملاقات کی)۔

پس یہ پرندہ ایک مدت کے بعد یمن کی طرف چلا جاتا ہے۔ اس لئے اس کا نام زمانہ کے نام پر رکھا گیا ہے۔

ابو فراس

''ابو فراس'' یہ شیر کی کنیت ہے۔ کہا جاتا ہے ''فرس الاسد فریسته یفرسها فرسا وافترسها'' (یعنی اس کی گردن پر حملہ کیا)
''الفرس'' کی اصل یہ ہے کہ یہ شیر کی کنیت ہے اور اس کے معنی گردن کاٹ کر قتل کرنا ہے لیکن پھر یہ لفظ ''الفرس'' عام ہوگیا اور ہر قتل کرنے والے کو ''فرس'' کہا جانے لگا۔ سیف الدولہ ابن حمدان کے بھائی کا نام بھی ابوفراس بن حمدان تھا۔ ابوفراس بن حمدان بہت بڑے سردار اور مشہور شاعر تھے۔ واللہ اعلم۔

باب القاف

اَلْقَادِحَةُ

"اَلْقَادِحَۃُ" اس سے مراد ایک قسم کا کیڑا ہے۔ کہا جاتا ہے **"قدح الدود فی الاسنان والشجر قدحا"** (دانتوں اور درختوں میں کیڑا لگ گیا ہے) جوہری نے اسی طرح کہا ہے۔

القارة

"القارۃ" اس سے مراد چوپایہ ہے۔

اَلْقَارِيَةُ

"اَلْقَارِیَۃُ" (بروزن ساریۃ) اس سے مراد ایک ایسا پرندہ ہے جس کی ٹانگیں چھوٹی ہوتی ہیں اور اس کی چونچ لمبی ہوتی ہے اور اس کی پشت (یعنی پیٹھ) سبز ہوتی ہے۔ اہل عرب اس (پرندے) سے محبت رکھتے ہیں اور اس سے نیک شگون لیتے ہیں اور سخی آدمی کو اس پرندے سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اس کی جمع کے لئے "القواری" کا لفظ مستعمل ہے۔ یعقوب نے کہا ہے کہ عرب میں عام لوگ "قاریۃ" تشدید کے ساتھ بولتے ہیں۔ جوہری کا بھی یہی قول ہے۔ بطلیوسی نے کہا ہے کہ اہل عرب جس طرح اس پرندہ سے نیک شگون لیتے ہیں اسی طرح اس پرندہ سے برا شگون بھی لیتے ہیں۔ پس نیک شگون یہ ہے کہ اہل عرب اس پرندہ کو دیکھ کر بارش کی بشارت مراد لیتے ہیں اور برا شگون یہ ہے کہ اگر اہل عرب میں سے کوئی ایک شخص سفر کے لئے نکلا اور اس کی نظر اس پرندہ پر پڑ گئی تو وہ خوفزدہ ہو کر گھر واپس آ جاتا ہے حالانکہ کوئی بارش وغیرہ بھی نہیں ہوتی۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ "القاریۃ" سے مراد ایک سبز رنگ کا پرندہ ہے جس سے اہل عرب محبت رکھتے ہیں اور سخی آدمی کو اس پرندہ سے تشبیہ دیتے ہیں اور اسی سے بارش کیلئے نذر مانتے ہیں۔ "نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ لوگ زمین میں ایک دوسرے کے گواہ ہیں۔" (الحدیث) چنانچہ جب کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کا گواہ بن جاتا ہے تو اس پر اس کے اچھا یا برا ہونے کی گواہی واجب ہو جاتی ہے۔ "القواری" کا واحد "قار" ہے۔ "القواری" یہ جمع شاذ ہے۔ میں (یعنی دمیری) اس معنی (کہ لوگ زمین پر ایک دوسرے کے گواہ ہیں) کی صحت کیلئے کہتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔" (الحدیث)

"اَلْقَارِیَۃُ" کا شرعی حکم "اَلْقَارِیَۃُ" حلال ہے کیونکہ اہل عرب اس کو کھاتے ہیں۔ صمیری وغیرہ نے کہا ہے کہ "کتاب الحج" میں مرقوم ہے کہ (حالت احرام میں شکار کئے گئے) حمام (کبوتر) کا فدیہ ایک بکری ہے اور اگر (حالت احرام میں) شکار کیا گیا جانور اس سے (یعنی کبوتر سے) چھوٹا ہو "قواری" کی طرح تو پھر فدیہ قیمت سے ہی دیا جائے گا۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا کہ یہ حکم اس بات

پر دلالت کرتا ہے کہ ''قواری'' پرندہ حلال ہے اور اس بات کی وضاحت بھی ہوگئی کہ ''قواری'' پرندہ سے مراد کبوتر نہیں ہے۔ ابن سکیت نے ''اصلاح المنطق'' میں لکھا ہے۔ ''القواری'' سے مراد سبز رنگ کے پرندے ہیں۔

القاق

''القاق'' اس سے مراد پانی کا پرندہ ہے جس کی گردن لمبی ہوتی ہے۔

شرعی حکم اس پرندے کا کھانا حلال ہے جیسے پہلے گزرا ہے۔

القاقم

''القاقم'' اس سے مراد سنجاب (چوہے سے بڑا ایک جانور) کے مشابہ ایک جانور ہے۔ یہ جانور مزاج کے اعتبار سے ''سنجاب'' سے ٹھنڈے مزاج کا ہوتا ہے۔ یہ جانور سفید رنگ کا ہوتا ہے۔ اس کی جلد ''الفنک'' (لومڑی کے مشابہ ایک جانور) کی جلد کے مشابہ ہوتی ہے۔ ''القاقم'' کی جلد ''سنجاب'' کی جلد سے زیادہ قیمتی سمجھی جاتی ہے۔

شرعی حکم اس کا کھانا حلال ہے کیونکہ یہ طیبات میں سے ہے۔

القانب

''القانب'' اس سے مراد ''الذئب العواء'' بلبلانے والا بھیڑیا ہے۔ ''القانب الذئاب الضاربۃ'' سے مراد بھیڑیئے کا چنگل ہے۔ تحقیق لفظ ''الذئب'' کے تحت ''باب الذال'' میں بھیڑیئے کا تفصیلی تذکرہ گزر چکا ہے۔

القاوند

''القاوند'' اس سے مراد ایک ایسا پرندہ ہے جو سمندر کے کنارے اپنا گھونسلہ بناتا ہے اور سمندر کے کنارے ریت میں (یعنی ریتلی زمین میں) انڈے دے کر سات دن تک ان کو سیتا ہے اور ساتویں دن انڈوں سے بچے نکل آتے ہیں۔ پھر اس کے بعد یہ پرندہ سات دن تک اسی جگہ یعنی ساحل سمندر پر ہی اپنے بچوں کو چوگا (دانہ وغیرہ) کھلاتا ہے۔ مسافر اپنے بحری سفر کا آغاز اس پرندہ کے انڈے دینے کے دنوں میں ہی کرتے ہیں اس لئے کہ مسافروں کا یہ یقین ہوتا ہے کہ یہ اچھا وقت ہے۔ یہ وقت سفر کیلئے مناسب ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ موسم سرما میں اس پرندہ کے انڈے دینے کے زمانہ میں سمندر کی موجوں کو روک دیتے ہیں تاکہ اس پرندے کے بچے انڈوں سے نکل آئیں۔ لوگوں کا یہ گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ یہ سلوک ان پرندوں کے بچوں کے حسن اخلاق اور اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی وجہ سے کرتے ہیں کیونکہ اس پرندہ کے بچے جب بڑے ہو جاتے ہیں تو اپنے والدین کے لئے دانہ وغیرہ لاتے ہیں اور والدین کے ضعیف و ناتواں ہو جانے پر ان کے منہ میں دانہ وغیرہ ڈالتے ہیں یہاں تک کہ

ان کی موت واقع ہوجائے۔ یہ پرندہ ایسا ہے کہ اس کی چربی سے ایک مشہور تیل بھی بنتا ہے جسے ''شحم القاوند'' کہا جاتا ہے۔ یہ تیل اپاہج اور گنٹھیا کے مریضوں کے لئے بے حد فائدہ مند ہے۔ اس تیل کے لیپ سے پرانا بلغم بھی زائل ہوجاتا ہے۔ مفردات میں مذکور ہے کہ مشہور ''قاوند تیل'' جوگھی کی طرح ہوتا ہے اور جو یمن، حبشہ اور ہند میں پایا جاتا ہے وہ اسی پرندے کی چربی سے بنتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''قاوند تیل'' اخروٹ کی مثل ایک قسم کے پھل کو نچوڑ کر نکالا جاتا ہے۔ یہ تیل سردی سے پیدا ہونے والے ہر قسم کے امراض اور پٹھوں کے درد کیلئے نافع ہے۔

القبج

''القبج'' (قاف کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد چکور ہے۔ اس کو ''قبجة الحجل'' بھی کہتے ہیں۔ ''القبج'' قبجة کی جمع ہے۔ قبجة اسم جنس ہے جس کا اطلاق مذکر ومونث دونوں پر ہوتا ہے۔ کراع نے ''المجرد'' میں تحریر کیا ہے کہ ''القبج'' فارسی لفظ ہے اور معرب ہے۔ (''القبج'' کے عربی نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ) کلام عرب میں قاف جیم اور کاف ایک جگہ جمع نہیں ہوتے جیسا کہ ''جوالق، جلق، القبج، الکیلجة'' وغیرہ۔ ''القبج'' کی مادہ پندرہ انڈے دیتی ہے۔ نر چکور بہت زیادہ جفتی کرنے کی استطاعت رکھتا ہے جیسے مرغ اور چڑا بکثرت جفتی کرنے کی قوت رکھتے ہیں۔ نر چکور اس قدر جفتی کا حریص ہوتا ہے کہ جب مادہ چکور انڈے دیتی ہے تو نر چکور ان انڈوں کو توڑ دیتا ہے تاکہ مادہ چکور ان انڈوں پر نہ بیٹھنے پائے (جس کی وجہ سے یہ جفتی سے محروم رہ جائے) اسی لئے جب مادہ چکور کے انڈے دینے کا وقت قریب آتا ہے تو وہ نر چکور سے بھاگ جاتی ہے اور اس سے چھپ جاتی ہے کیونکہ مادہ چکور میں بچوں کی شدید خواہش پائی جاتی ہے۔ مادہ چکور انڈے دینے کی غرض سے جب اپنے نر سے راہ فرار اختیار کرتی ہے تو نر چکور اور مادہ چکور ایک دوسرے کو مارتے ہیں اور بکثرت چیختے و چلاتے ہیں۔ پھر اس کے بعد جو بھی مغلوب ہوجاتا ہے وہ غالب کی اتباع کرتا ہے۔ نر چکور اپنی ضرورت کے مطابق اپنی آواز کو تبدیل کرنے کی استطاعت رکھتا ہے۔ نر چکور کی عمر پندرہ سال ہوتی ہے۔ ایک عجیب واقعہ جس کو قزوینیؒ نے بیان کیا ہے کہ جب شکاری چکور کو پکڑنے کا ارادہ کرتا ہے تو یہ اپنا سر برف میں چھپا لیتی ہے اس خیال سے کہ شکاری اس کو نہیں دیکھ سکے گا۔ نر چکور بے حد غیرت مند ہوتا ہے۔ مادہ چکور اپنے نر کی بو سونگھ کر حاملہ ہوجاتی ہے۔ اس قسم کے پرندے کو اس کی خوبصورت آواز کی وجہ سے امیر لوگ بہت پسند کرتے ہیں۔ بسا اوقات اس کی آواز سن کر شکاری اس کو (یعنی چکور کو) پکڑ لیتے ہیں۔

چکور کا شرعی حکم اس پرندے کا کھانا حلال ہے کیونکہ یہ طیبات میں سے ہے۔

خواص عبدالملک بن زہر نے کہا ہے کہ نر چکور کا پتا آنکھوں میں بطور سرمہ استعمال کرنے سے نزول الماء کیلئے نافع ہے۔ اگر نر چکور کا پتا عرق بادیان میں ملاکر آنکھوں میں بطور سرمہ استعمال کیا جائے تو آنکھ کا رتوندھاپن (آنکھ کی ایک بیماری جس کے سبب رات کو دکھائی نہیں دیتا) دور ہوجائے گا۔ چکور کی چربی کو ناک میں ٹپکایا جائے تو سکتہ اور لقوہ کے امراض کیلئے نافع ہے۔ ارسطو نے کہا ہے کہ چکور کا پتا روغن زنبق میں ملاکر بخار میں مبتلا مریض کی ناک میں بخار کے وقت ٹپکایا جائے تو اس کا بخار ختم ہوجائے گا۔

چکور کو پکڑنے کی ترکیب چکور کو پکڑنے کی ترکیب یہ ہے کہ جو کے آٹے کو شراب میں گوندھ کر چکور کے چگنے کی جگہ پر رکھ دیا جائے یہاں تک کہ چکور اس آٹے کو کھالے۔ پس جب چکور اس آٹے کو کھائے گی تو نشہ کے اثر سے بے ہوشی کی کیفیت طاری ہو جائے گی۔ پھر شکاری اس کو پکڑ لے گا۔

القبرۃ

''القبرۃ'' (قاف کے پیش اور باء مشدد کے ساتھ) اس سے مراد ''حمرۃ'' (گوریا کی قسم میں سے ایک چڑیا) کے مشابہ ایک پرندہ (یعنی چنڈول) ہے۔ اس کا واحد ''القبر'' ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ عام طور پر یہ لفظ ''قنبرۃ'' ہے۔ بطلیوسی نے شرح ادب الکاتب میں بھی یہ لفظ ''قنبرۃ'' نون کے ساتھ نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ فصیح لغت ہے۔ اس پرندے کے مذکر (یعنی نر) کی کنیت ابوصابر، ابوالہیثم اور مونث (یعنی مادہ) کی کنیت ''ام العلعل'' آتی ہے۔ طرفہ نے جبکہ وہ اس پرندے کا شکار کر رہا تھا یہ اشعار کہے۔

یَا لَکَ من قبرۃ بمعمر — خلاً لک الجو فَبِیْضِی و اصفری

''اے قبرہ کیا ہے تیرے لئے کہ تو کھلے میدان میں نہیں اترتی حالانکہ کھانے پینے کی چیزیں بکثرت موجود ہیں۔ میدان خالی ہے تجھے چاہیے کہ تو انڈے دے اور چہچہائے۔''

قَدْ رَفَعَ الفخ فَمَاذَا تحْذَرِیُ — وَنقری مَاشِئْت ان تنقری

''تحقیق جال تو اٹھالیا گیا اب تو کس چیز سے خائف ہے۔ اگر تو بھوکی ہے تو اپنی خواہش کے مطابق دانہ چگ لے۔''

قَدْ ذَھَبَ الصِیاد عَنکَ فَابْشِری — لاَ بُدَّ من اخذک یَوْمًا فاحْذَرِیُ

''تحقیق شکاری تجھ سے دور ہو گیا ہے اب تو خوش ہو جا مگر احتیاط کا دامن مضبوطی سے تھام لے کیونکہ ایک نہ ایک دن تو ضرور پکڑی جائے گی۔''

طرفہ کے اس قول کا سبب یہ ہے کہ طرفہ جب سات سال کا تھا تو اپنے چچا کے ہمراہ سفر کے لئے نکلا۔ پس انہوں نے راستہ میں ایسی جگہ قیام کیا جہاں پانی تھا' طرفہ کو وہاں چنڈول نظر آئے تو اس نے جال چنڈول اترنے کی جگہ پر بچھا دیا۔ صبح سے شام ہوگئی لیکن کوئی چنڈول وہاں نہ اترا۔ پھر طرفہ نے جال اٹھایا اور اپنے چچا کی طرف لوٹ آیا۔ پس جب وہ اس جگہ سے کوچ کرنے لگے تو طرفہ نے دیکھا کہ جس جگہ اس نے چنڈول کو شکار کرنے کیلئے دانہ ڈالا تھا اور جال بچھایا تھا وہاں چنڈول اتر رہے ہیں اور دانہ کھا رہے ہیں۔ پس اس منظر کو دیکھ کر طرفہ نے مذکورہ بالا اشعار کہے۔

ابوعبیدہ نے فرمایا ہے کہ جب حضرت حسینؓ مکہ مکرمہ سے عراق کی جانب روانہ ہوئے تو حضرت ابن عباسؓ نے حضرت ابن زبیرؓ کے لئے فرمایا ''خَلاَلَکَ الْجوفَبِیْضِی واصفری'' (تیرے لئے میدان خالی ہے تجھے چاہیے کہ تو انڈے دے اور چہچہائے)

کہا جاتا ہے کہ عمرو بن منذر جسے عمرو بن ہند بھی کہا جاتا تھا نہ تو وہ مسکراتا تھا اور نہ ہی کھل کھلا کر ہنستا تھا۔ اہل عرب نے عمرو بن منذر کا نام شدت مزاج اور شدت حکومت کی وجہ سے ''مضرط الحجر'' (یعنی اس کی مقعد سے ریح کی بجائے پتھر نکلتے ہیں) رکھ دیا تھا۔

عمرو بن منذر 53 سال حاکم رہا ہے۔ اہل عرب اس کی ہیبت سے خوفزدہ رہتے تھے۔ سہیلی نے کہا ہے کہ عمرو بن منذر بن ماء السماء ہے اور اس کی ماں کا نام ھند ہے۔ عمرو کے والد المنذر کو اس کے حسن و جمال کی وجہ سے ''ابن ماء السماء'' کہا جاتا تھا حالانکہ ان کا اصل نام منذر بن اسود تھا۔ عمرو ''محرق'' (آگ جلانے والا) کے لقب سے مشہور تھا کیونکہ اس نے ایک شہر کو جلا دیا تھا جسے ''ملھم'' کہا جاتا ہے اور یہ شہر ''ملھم'' یمامہ کے قریب تھا۔ عتبی اور مبرد نے کہا ہے کہ عمرو بن منذر کو ''محرق'' اس لئے کہا جاتا تھا کیونکہ اس نے قبیلۂ بنو تمیم کے ایک سو آدمی جلا دیئے تھے۔ عمرو بن منذر ترپن سال تک حکمران رہا۔ طرفہ بن عبد کا عمرو بن منذر بن امری ءالقیس جسے عمرو بن ہند بھی کہا جاتا تھا کے ساتھ عجیب واقعہ گزرا ہے۔ طرفہ عجیب وغریب غلام تھا۔ پس ایک مرتبہ طرفہ عمرو بن منذر کے سامنے کسی مجلس میں اکڑ کر چلا۔ پس عمرو بن منذر نے ایسی خونخوار نظروں سے دیکھا جیسا کہ ابھی وہ اس کو نگل جائے گا۔ پس ملتمس نے طرفہ سے کہا (جب وہ دونوں یعنی طرفہ اور ملتمس بادشاہ کی مجلس سے اٹھ کر باہر آئے) اے طرفہ بادشاہ نے آج تمہیں جس نظر سے دیکھا ہے اس سے مجھے تمہاری جان کا خطرہ ہو گیا ہے۔ پس طرفہ نے کہا ایسا ممکن نہیں ہے پھر اس واقعہ کے کچھ دن بعد بادشاہ نے طرفہ اور ملتمس کو دو خط دیئے جو اس نے (یعنی بادشاہ نے) مکعبر کے نام لکھے تھے اور مکعبر بحرین اور عمان کا عامل تھا۔ پس وہ دونوں یعنی طرفہ اور ملتمس خط لے کر بادشاہ کے دربار سے نکلے اور بحرین کی طرف سفر کرنے لگے یہاں تک کہ جب وہ دونوں (یعنی طرفہ اور ملتمس) ''الحیر ۃ'' (ایک جگہ کا نام) کے قریب پہنچے تو انہیں ایک بوڑھا آدمی نظر آیا جو قضاء حاجت (یعنی بول و براز) کر رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ ایک ہڈی سے گوشت نوچ نوچ کر کھا رہا تھا اور اپنے جسم سے جوئیں پکڑ کر مار رہا تھا۔ پس ملتمس نے اس بوڑھے سے کہا اللہ کی قسم میں نے تم سے زیادہ احمق، کم عقل، اور بدبخت نہیں دیکھا۔ پس بوڑھے نے ملتمس سے کہا کہ میری کون سی بات تمہیں بری معلوم ہوئی؟ ملتمس نے بوڑھے سے کہا اس سے زیادہ اور کیا بری بات ہو گی کہ تو بول و براز بھی کر رہا ہے کھا بھی رہا ہے اور جوئیں بھی مار رہا ہے۔ بوڑھے نے کہا کہ میں خبیث چیز کو (یعنی بول و براز) کو خارج کر رہا ہوں اور طیب چیز (یعنی گوشت) اپنے پیٹ میں داخل کر رہا ہوں اور اپنے دشمن کو قتل کر رہا ہوں۔ مجھ سے زیادہ احمق اور بدبخت وہ آدمی ہے جو اپنے دائیں ہاتھ میں اپنی موت کو لئے جا رہا ہو اور اسے معلوم بھی نہ ہو کہ اس کے ہاتھ میں کیا ہے۔ پس ملتمس بوڑھے آدمی کے جواب پر ایسے چونکا جیسے کوئی سویا ہوا آدمی چونک کر اٹھتا ہے۔ پس اسی دوران اہل حیرہ میں سے ایک لڑکا اپنی بکریوں کو نہر حیرہ سے پانی پلانے کے لئے (نہر حیرہ پر) لایا۔ پس ملتمس نے اس لڑکے سے کہا اے غلام (لڑکے) کیا تو (تحریر وغیرہ) پڑھ سکتا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ ملتمس نے کہا یہ (خط) پڑھو۔ پس لڑکے نے خط پڑھا اس میں لکھا ہوا تھا ''بِاسْمِکَ اَللّٰھُمَّ'' (یہ خط) عمرو بن ہند کی طرف سے المکعبر کی طرف (تحریر کیا گیا) ہے۔ جب تیرے پاس میرا خط ملتمس کے ذریعہ پہنچے تو تم اس کے (یعنی ملتمس کے) ہاتھ پاؤں کاٹ کر اس کو زندہ دفن کر دینا۔ پس ملتمس نے (بادشاہ کا) خط نہر میں ڈال دیا اور کہا اے طرفہ اللہ کی قسم تیرے خط میں بھی اسی کی مثل مضمون ہو گا۔ پس طرفہ نے کہا ایسا ممکن نہیں ہے کہ بادشاہ میرے لئے بھی وہی حکم دے جو تیرے متعلق دیا ہے۔ (ملتمس اپنے اہل خانہ کی طرف لوٹ گیا لیکن) پھر طرفہ مکعبر کی طرف گیا اور اس کو خط دیا۔ پس مکعبر نے خط پڑھتے ہی طرفہ کے ہاتھ، پاؤں کاٹ کر اسے زندہ دفن کر دیا۔ پس (اس واقعہ کی وجہ سے) ملتمس کا صحیفہ (یعنی خط) اہل عرب میں ضرب المثل بن گیا اور یہ ضرب المثل ایسے شخص کے لئے استعمال کی جانے لگی جو اپنے آپ کو

دھوکہ دے رہا ہے۔ عنقریب انشاء اللہ اس قصہ کے متعلق ''باب الکاف'' میں ''الکروان'' کے تحت اشارتاً تذکرہ ہوگا۔ عمرو بن ھند نے جو بنی تمیم کے سو آدمی جلا دیئے تھے جیسا کہ عتبی اور مبرد نے کہا ہے کہ اس کا سبب یہ ہوا تھا کہ عمرو بن ہند کا ایک بھائی تھا جس کا نام اسعد بن منذر تھا اور اسعد بن منذر نے بنی تمیم کی کسی عورت کا دودھ پیا تھا۔ پس ایک دن اسعد بن منذر شکار سے واپس آ رہا تھا تو شراب کے نشہ سے چور تھا۔ پس اس کا گزر سوید بن ربیعہ تیمی کے اونٹوں پر ہوا تو اس نے ایک جوان اونٹنی کو پکڑ کر نحر (یعنی ذبح) کرلیا۔ پس سوید نے تیر مار کر اسعد بن منذر کو قتل کر دیا۔ پس جب عمرو بن ہند نے اپنے بھائی کے قتل کی خبر سنی تو اس نے قسم کھائی کہ وہ ضرور قبیلہ بنی تمیم کے سو آدمی (اپنے بھائی کے قصاص میں) جلائے گا۔ پس اس نے بنی تمیم کے ننانوے آدمی پکڑ لئے اور ان کو آگ میں ڈال دیا۔ پھر اس نے اپنی قسم پوری کرنے کے لئے بنی تمیم کی ایک بڑھیا کو پکڑ لیا تا کہ اس کی تعداد (یعنی سو) پوری ہو جائے۔ پس بڑھیا نے کہا کیا کوئی جوان اس بڑھیا کی طرف سے اپنی جان کا فدیہ نہیں دے سکتا۔ پھر بڑھیا کہنے لگی افسوس کوئی ایسا جوان باقی نہیں بچا کہ وہ اس بڑھیا کی طرف سے اپنی جان کا فدیہ دے؛ تمام نوجوان جل چکے ہیں۔ اچانک قبیلہ وافد البراجم کا ایک نوجوان وہاں سے گزرا۔ پس اس کو وہاں گوشت کی خوشبو محسوس ہوئی۔ پس اس نوجوان نے خیال کیا کہ شاید بادشاہ نے کھانا پکوایا ہے۔ پس وہ گوشت کی تلاش میں مطبخ میں گیا۔ پس بادشاہ کے سپاہی اس کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لائے۔ پس بادشاہ نے اس نوجوان سے کہا تو کون ہے؟ اس نوجوان نے کہا کہ میں قبیلہ وافد البراجم سے ہوں۔ پس عمرو نے اس نوجوان سے کہا ''وافد البراجم'' بدبخت ہے۔ پس اسی وقت سے یہ جملہ ضرب المثل بن گیا۔ پھر بادشاہ نے اس نوجوان کو آگ میں ڈالنے کا حکم دیا؟ پس اس نوجوان کو آگ میں ڈال دیا گیا۔ ابن درید نے اپنے شعر میں اس قصہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ

ثم ابن هند باشرت نیرانه یوم اوارات تمیما بالصلی

پھر اس کے بعد ابن ہند کی آگ نے ''اوارات'' کے دن قبیلہ بنی تمیم کے آگ میں داخل ہونے کی اطلاع دی

''اوارات'' ایک جگہ کا نام ہے اس کا واحد ''اوارۃ'' ہے۔ تمیم سے مراد قبیلہ بنی تمیم ہے ''والصلی'' سے مراد آگ ہے۔

القبرۃ (چنڈول) کا رنگ خاکی ہوتا ہے اور اس کی چونچ لمبی ہوتی ہے اور اس کے سر پر بال ابھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ القبرۃ (چنڈول) عصفور (گوریا) کی ایک قسم ہے۔ اسے ''قاسی القلب'' (سنگدل) بھی کہا جاتا ہے۔

''القبرۃ'' کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ یہ چیخ و پکار سے نہیں گھبراتا۔ بسا اوقات اگر ''القبرۃ'' کی طرف پتھر وغیرہ بھی پھینکے جائیں تو یہ زمین کے ساتھ چمٹا رہتا ہے (یعنی وہاں سے نہیں بھاگتا) یہاں تک کہ جب وہ (یعنی چنڈول) پتھر کو اپنی طرف آتا ہوا دیکھتا ہے تو اپنے سر کو جھکا لیتا ہے تا کہ سر (چوٹ سے) محفوظ رہے۔ شکاری چنڈول کی اس عادت سے غصہ میں آجاتا ہے اور چنڈول پر مسلسل پتھر پھینکنا شروع کر دیتا ہے یہاں تک کہ کوئی نہ کوئی پتھر چنڈول کو لگ جاتا ہے اور یوں چنڈول زندہ پکڑا جاتا ہے یا ہلاک ہو جاتا ہے۔ یہ پرندہ اپنا گھونسلہ شاہراؤں پر بناتا ہے کیونکہ یہ انسانوں سے محبت رکھتا ہے۔

امام حافظ ابوبکر خطیب بغدادی نے داؤد بن ابی ھند کی سند سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے قبرۃ (چنڈول) کا شکار کیا۔ پس چنڈول نے کہا کہ تم میرا کیا کرو گے؟ اس آدمی نے کہا تمہیں ذبح کر دوں گا اور (پھر پکا کر) کھاؤں گا۔ پس چنڈول نے کہا اللہ کی قسم

میں تو نہ تمہارا پیٹ بھر سکتا ہوں اور نہ ہی تمہاری بھوک ختم کرسکتا ہوں اور اگر تم مجھے چھوڑ دو تو میں تمہیں تین ایسی قیمتی باتیں بتاؤں گا جو تمہارے لئے میرے کھانے سے زیادہ بہتر ہوں گی۔ چنانچہ پہلی بات میں تم کو اس وقت بتاؤں گا جب میں تمہاری گرفت سے نکل کر تمہارے ہاتھ پر بیٹھ جاؤں گا اور دوسری بات اس وقت بتاؤں گا جب میں درخت پر بیٹھ جاؤں گا اور تیسری بات میں تمہیں اس وقت بتاؤں گا جب میں پہاڑ پر بیٹھوں گا۔ شکاری نے کہا میں ایسا ہی کروں گا۔ پس جب چنڈول شکاری کے ہاتھ پر بیٹھ گیا تو کہنے لگا کہ جو چیز تمہارے سے نکل جائے اس پر افسوس نہ کرنا۔ پس جب چنڈول درخت پر بیٹھ گیا تو کہنے لگا اگر کوئی ناممکن چیز کو ممکن بتانے لگے تو تم اس کی تصدیق نہ کرنا' پس جب چنڈول (اڑکر) پہاڑ پر پہنچ گیا تو کہنے لگا اے بدبخت اگر تو مجھے ذبح کر لیتا تو تجھے میرے پوٹہ (یعنی معدہ) سے موتی حاصل ہوتا جس کا وزن بیس مثقال ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس پر شکاری اپنے ہونٹ کاٹنے لگا (یعنی افسوس کرنے لگا) پھر شکاری نے کہا تیسری نصیحت کیا ہے۔ پس چنڈول نے کہا کہ تو نے میری پہلی دو نصیحتوں کو بھلا دیا ہے۔ اب میں تجھے تیسری نصیحت کس لئے بتاؤں۔ پس شکاری نے کہا کہ میں نے تیری پہلی دو نصیحتوں کو کیسے بھلا دیا ہے۔ چنڈول نے کہا کہ کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ فوت شدہ چیز پر افسوس نہ کرنا لیکن تو نے مجھ پر (یعنی میرے کھو جانے پر) افسوس کیا اور میں نے تجھے کہا تھا کہ اگر کوئی ناممکن کو ممکن بتائے تو اس کی تصدیق نہ کرنا اور تحقیق تو نے اس بات کی تصدیق کی۔ پس اگر تو میری ہڈیاں' میرے پر اور میرا گوشت جمع کرلے تب بھی وہ بیس مثقال وزن نہیں ہوگا۔ پس تو نے کیسے میری بات کی تصدیق کردی کہ میرے پوٹہ میں بیس مثقال وزن کا موتی ہے۔ قشیریؒ نے اپنے رسالہ میں حضرت ذی النون مصریؒ کی روایت نقل کی ہے کہ ان سے کسی نے ان کی توبہ کا سبب دریافت کیا؟ پس حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ مصر سے کسی دوسرے شہر کی طرف جارہا تھا پس راستہ میں ایک جنگل تھا میں اس میں آرام کی غرض سے سو گیا۔ پھر میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ ایک اندھا چنڈول اپنے گھونسلہ سے گرا اور اس کے گرتے ہی زمین پھٹ گئی اور اس سے (یعنی زمین سے) دو پیالیاں نکلیں۔ ایک سونے کی پیالی تھی اور دوسری پیالی چاندی کی تھی۔ ایک پیالی میں تل تھے اور دوسری میں پانی تھا۔ پس اندھے چنڈول نے ایک پیالی سے کھایا اور دوسری پیالی سے پیا۔ حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ یہ منظر دیکھ کر میں نے توبہ کی اور اس پر دوام اختیار کیا اور میں نے جان لیا جس ذات بابرکت نے چنڈول کو ضائع نہیں کیا وہ مجھے بھی ضائع نہیں کرے گا۔

چنڈول کا شرعی حکم | چنڈول کا کھانا بالا جماع حلال ہے۔ اگر کوئی محرم (حالت احرام میں) چنڈول کو قتل کردے تو اس پر ضمان واجب ہے۔

خواص | اس کا (یعنی چنڈول کا) گوشت دستوں کو روکتا ہے اور قوت باہ میں اضافہ کرتا ہے۔ چنڈول کے انڈے بھی دستوں و روکتے ہیں اور قوت باہ میں اضافہ کرتے ہیں۔ اس کی بیٹ انسانی لعاب میں ملا کر مسوں پر لگائی جائے تو مسے ختم ہوجائیں گے۔ جب کوئی عورت اپنے خاوند کو ناپسند کرتی ہے تو خاوند کو چاہیے کہ وہ چنڈول کی چربی کی مالش سے اپنے آلہ تناسل کو لمبا کرے اور پھر اس سے (یعنی اپنی بیوی سے) جماع کرے تو اس کی بیوی اس سے محبت کرنے لگے گی۔

اختتامیہ | ''قبنر'' (قاف کے ضمہ نون ساکن اور باء کے فتحہ کے ساتھ) لفظ اہل عرب کے ہاں بطور نام بھی مستعمل ہے۔ سیبویہ

کے دادا عمرو بن عثمان ابن قنبر تھے اور ان کا لقب ''سیبویہ'' تھا۔ یہ لفظ (یعنی سیبویہ) عجمی ہے اور اس کا معنیٰ ''رائحۃ التفاح'' (سیب کی خوشبو) ہے۔ ''قنبر'' (قاف اور باء کے ضمہ کے ساتھ) ابراہیم بن علی قنبر بغدادی کے دادا کا نام ہے۔ ابوالفتح محمد بن احمد بن قنبر البزار کا نام بھی قنبر (قاف اور باء کے ضمہ کے ساتھ) تھا۔ قنبر (قاف اور فاء کے فتحہ کے ساتھ) ابوالشعثاء قنبر کا نام ہے۔ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے حدیث روایت کی ہے۔ ان حبان نے ان کو (یعنی ابوالشعثاء قنبر کو) ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔ حضرت علیؓ کے غلام کا نام بھی قنبر تھا۔ ابن ابی حاتم نے کہا ہے کہ قنبر نے حضرت علیؓ سے حدیث روایت کی ہے اور یہ (یعنی قنبر) حضرت علیؓ کے پہرہ دار تھے۔ شیخ ابن حبان نے ''المہذب'' میں ''کتاب القضاء'' میں لکھا ہے کہ امام کے لئے یہ بات مکروہ نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنا پہرہ دار مقرر کرے کیونکہ ''یرفا'' حضرت عمر بن خطابؓ کے پہردار تھے۔ حضرت حسنؓ حضرت عثمانؓ کے پہرہ دار تھے اور قنبر حضرت علیؓ کے محافظ (پہرہ دار) تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ابو یوسف یعقوب بن السکیت ایک دن خلیفہ متوکل کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور یہ اس کی اولاد کو ادب بھی سکھاتے تھے۔ پس متوکل کے بیٹے معتز اور مؤید ان کے (یعنی متوکل اور ابن السکیت) کے پاس آئے۔ پس متوکل نے ابن السکیت سے کہا کہ اے یعقوب میرے یہ دونوں بیٹے تمہیں زیادہ محبوب ہیں یا حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ؟ پس اب سکیت نے کہا اللہ کی قسم حضرت علی بن ابی طالبؓ کا غلام ''قنبر'' تجھ سے اور تیرے دونوں بیٹوں سے بہتر ہے۔ پس متوکل نے (اپنے غلاموں سے) کہا کہ اس کی (یعنی ابن سکیت کی) گدی سے زبان کھینچ لو۔ پس غلاموں نے ایسا ہی کیا۔ پس 2 رجب 244ھ اتوار کی رات کو ابن سکیت کی موت واقع ہوگئی۔ پھر اس کے بعد متوکل نے ابن السکیت کی جانب دس ہزار درہم بھیجے اور کہا کہ یہ تیرے باپ کی دیت ہے۔ ابن خلکان نے ابن سکیت کے حالات میں اسی طرح لکھا ہے۔ ابن سکیت کے اس واقعہ کے متعلق ایک عجیب بات یہ ہے کہ ابن سکیت جب متوکل کے بیٹوں کو تعلیم دے رہے تھے تو ان کی (یعنی ابن سکیت کی) زبان سے بے ساختہ یہ اشعار نکلے۔

یصاب الفتی من عثرۃ بلسانہ
و لیس یصاب المرء من عثرۃ الرجل

جوان زبان کی لغزش کی وجہ سے مبتلا ہوتا ہے اور قدم کی لغزش سے وہ مصیبت میں مبتلا نہیں ہوتا

فعثرتہ بالقول تذھب راسہ
و عثرتہ بالرجل تبرا علی مھل

پس زبان کی لغزش سے اس کا سر جاتا رہتا ہے لیکن قدم کی لغزش سے آنے والا زخم کچھ مدت کے بعد ٹھیک ہوجاتا ہے

ابن السکیت کے عمدہ اشعار یہ بھی ہیں

اذا اشتملت علی الیاس القلوب
و ضاق لما بہ الصدر الرحیب

جب مایوسی انسانی دلوں کا مشغلہ قرار پاتی ہے تو سینے کشادہ ہونے کے باوجود تنگ ہوجاتے ہیں

و اوطنت المکارہ واستقرت
و أرست فی اماکنھا الخطوب

اور انسانی دلوں میں ناپسندیدہ امور اور گندے خیالات جگہ بنا لیتے ہیں

ولم تر لا نکشاف الضر وجھا
ولا اغنی بحیلۃ الاریب

اور ہمیں مضرت کے دور ہونے کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی اور عقل مند کا کوئی حیلہ کامیاب نہیں ہوتا

اتاک علی قنوط منک عفو   یمن بہ اللطیف المستجیب

(اے مخاطب) تیری مایوسی کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی آتی ہے وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) احسان کرنے والا' لطیف اور دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے

وکل الحادثات اذا تناھت   فموصول بھا فرج قریب

اور جملہ حادثات جب انتہاء کو پہنچ جاتے ہیں تو عنقریب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کشائش حاصل ہوتی ہے

ابن سکیتؒ لغت کے امام تھے اور ان کی تصانیف مفید ہیں۔

اَلْقُبْعَۃُ

''اَلْقُبْعَۃُ '' (قاف کے پیش کے ساتھ) اس سے مراد چڑیا کی مثل ایک سیاہ سفید رنگ کا پرندہ ہے جو چوہوں کے بلوں کے قریب بیٹھتا ہے۔ پس جب کوئی اسے خوفزدہ کرتا ہے یا اس کی طرف پتھر پھینکتا ہے تو یہ چوہوں کے بلوں میں گھس جاتا ہے۔ ابن سکیت نے اسی طرح بیان کیا ہے۔ ''انقبع'' کا معنی یہ ہے کہ یہ پرندہ چوہوں کے بلوں میں داخل ہو جاتا ہے۔

القبیط

''القبیط '' (بروزن حمیر) اس سے مراد ایک مشہور پرندہ ہے۔

القتع

''القتع'' (قاف کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد ایک ایسا کیڑا ہے جو لکڑی میں پایا جاتا ہے اور یہ کیڑا لکڑی کھاتا ہے۔ اس کا واحد ''قتعۃ'' ہے۔ یہ کیڑا لکڑی میں سوراخ کرتا ہے۔ پھر اس سوراخ میں گھس جاتا ہے۔

ابن قترۃ

''ابن قترۃ ''اس سے مراد ایک قسم کا سانپ ہے۔ اس سانپ کا ڈسا ہوا سلامت نہیں رہتا (یعنی ہلاک ہو جاتا ہے) یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''ابن قترۃ '' سے مراد ''الافعی'' سانپ کا مذکر (یعنی نر) ہے اور یہ سانپ ایک بالشت کے برابر (لمبا) ہوتا ہے۔ ابن سیدہ وغیرہ نے کہا ہے کہ ''ابوقترۃ'' ابلیس (یعنی شیطان) کی کنیت ہے۔

اَلْقِدَّانُ

''اَلْقِدَّانُ'' (قاف کے کسرہ اور دال مشدد کے ساتھ) اس سے مراد پسو ہے۔ ابن سیدہ کا یہی قول ہے بعض دوسرے اہل علم

نے کہا ہے کہ "اَلْقِدَّان" سے مراد ایک قسم کا کیڑا ہے جو پسو کے مشابہ ہوتا ہے۔ یہ کیڑا کاٹتا بھی ہے۔ راجز نے کہا ہے کہ:

یا ابتا ارقنی القدان فالنوم لا تطعمه العینان

"اے میرے باپ "قدان" نے مجھے سونے نہیں دیا اور (رات بھر) میری آنکھوں نے نیند کا ذائقہ نہیں چکھا۔"

ابو حاتم نے "کتاب الطیر" میں اسی طرح کا قول نقل کیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ "قِدَّان" اکثر ممالک میں پایا جاتا ہے اور یہ ریت پر چلتا ہے۔ لوگ اس کو "الدلم" بھی کہتے ہیں جو اونٹوں کو کاٹتا ہے۔

القراد

"القراد" اس سے مراد چیچڑی ہے۔ یہ "القردان" کا واحد ہے۔ کہا جاتا ہے کہ "قرد بعیرک" (اپنے اونٹ سے چیچڑی کو ہٹاؤ) تحقیق "القراد" (چیچڑی) کا تذکرہ "الحلم" کے تحت بھی ہو چکا ہے۔ تحقیق ہم نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ ہمارا (یعنی شوافع) کا مذہب یہ ہے کہ حالت احرام میں چیچڑی کو قتل کرنا مستحب ہے۔ عبدری نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک محرم کے لئے (حالت احرام میں) اپنے اونٹ سے چیچڑی کو ہٹانا جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ، ابن عباسؓ اور اکثر فقہاء کا یہی قول ہے۔ امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ محرم (حالت احرام میں) چیچڑی کو (اپنے اونٹ سے) نہ ہٹائے۔ ابن منذر نے کہا ہے کہ جن حضرات نے حالت احرام میں محرم کیلئے (اپنے) اونٹ سے چیچڑی ہٹانے کو مباح قرار دیا ہے ان میں حضرت عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت جابر بن زیدؓ، عطاء، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور اسحٰقؒ، اور اصحاب رائے (یعنی احناف) شامل ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ اور امام مالکؒ نے حالت احرام میں محرم کا اپنے اونٹ سے چیچڑی ہٹانا مکروہ قرار دیا ہے۔ حضرت سعید بن مسیبؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر محرم (حالت احرام میں) چیچڑی کو قتل کر دے تو وہ ایک کھجور یا دو کھجوریں صدقہ کرے۔ ابن منذرؒ نے کہا ہے کہ میرے خیال میں حالت احرام میں چیچڑی کو قتل کرنا مکروہ نہیں ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں "اَسْمَعُ مِنْ قِرَادٍ" (چیچڑی سے زیادہ سننے والا) یہ ضرب المثل اس لئے استعمال کی جاتی ہے کیونکہ چیچڑی ایک دن کی دوری مسافت سے اونٹوں کے قدموں سے نکلنے والی آواز کو سن لیتی ہے اور خوشی سے متحرک ہو جاتی ہے (یعنی ناچنے لگتی ہے) ابو زیاد اعرابی نے کہا ہے کہ اکثر ایسا مشاہدے میں آیا ہے کہ کسی اصطبل میں اونٹ تھے اور پھر ان کو وہاں سے نکال دیا گیا اور اصطبل خانہ بند کر دیا گیا۔ پھر جب پندرہ بیس سال کے بعد اصطبل خانہ کھولا گیا تو معلوم ہوا کہ پندرہ بیس سال قبل جو چیچڑیاں اصطبل خانہ میں موجود تھیں وہ اب بھی موجود ہیں۔ اسی لئے اہل عرب چیچڑی کی عمر سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتے ہیں "اَعْمَرُ من قراد" (چیچڑی سے زیادہ عمر پانے والا) کہتے ہیں کہ اہل عرب کا یہ خیال ہے کہ چیچڑی (بغیر کچھ کھائے پیئے) سات سو سال تک زندہ رہتی ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ ایک جھوٹی بات ہے۔

تعبیر چیچڑی کو خواب میں دیکھنا دشمن اور رذیل حاسد پر دلالت کرتا ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ زمین اور ریت پر چیچڑیاں ہی چیچڑیاں ہیں تو اس کی تعبیر بھی دشمن اور رذیل حاسد سے دی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اَلْقِرْد

"اَلْقِرْد" اس سے مراد ایک معروف جانور (بندر) ہے۔ اس کی کنیت کیلئے ابو خالد' ابوحبیب' ابو خلف' ابوربۃ اور ابوقشۃ کے الفاظ مستعمل ہیں۔ "القرد" قاف کے کسرہ اور را کے سکون کے ساتھ ہے۔ اس کی جمع قاف کے کسرہ اور را کے ساتھ "قرود" آتی ہے اس کی مونث "قردۃ" (قاف کے کسرہ اور را کے سکون کے ساتھ) آتی ہے۔ اس کی مونث کی جمع قاف کے کسرہ اور را کے فتحہ کے ساتھ "قرد" آتی ہے جیسے "قربۃ" کی جمع "قرب" آتی ہے۔ بندر بدصورت حیوان ہونے کے باوجود بہت ذہین ہوتا ہے۔ یہ اپنی ذہانت کی وجہ سے بہت سے کام جلدی سیکھ جاتا ہے۔

ایک حکایت حکایت بیان کی گئی ہے کہ "ملک النوبۃ" نے خلیفہ متوکل کی طرف دو بندر بطور ہدیہ بھیجے جن میں سے ایک بندر درزی کا ہنر جانتا تھا اور دوسرا بندر رنگ سازی کا ہنر جانتا تھا۔ اہل یمن نے اپنی ضروریات کے لئے بندروں کو سدھا لیا ہے یہاں تک کہ قصاب (گوشت فروخت کرنے والا) اور بقال (سبزی بیچنے والا) نے بندروں کو سدھا لیا ہے اور جب وہ کہیں جاتے ہیں تو بندروں کو اپنی دکان پر حفاظت کے لئے چھوڑ دیتے ہیں اور بندر ان کی دکانوں کی نگرانی کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ان کے مالک واپس لوٹ آئیں۔ بعض لوگ بندر کو چوری کا طریقہ سکھاتے ہیں۔ پس وہ (یعنی بندر) چوری کرنے لگتا ہے۔

فائدہ حضرت ابن عباسؓ اور عکرمہؒ نے اللہ تعالیٰ کے قول "الذی احسن کل شیء خلقہ" کے متعلق فرمایا ہے کہ "خلقہ" سے مراد "اتقنہ" (یعنی اسے مضبوط بنایا) ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اور عکرمہؒ نے فرمایا کہ "است القرد" (بندر کی سرین) حسین نہیں ہوتی بلکہ وہ مضبوط و محکم ہوتی ہے۔ پس تمام مخلوقات حسین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ" (ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔ سورۃ التین آیت 4)

بندریا ایک بار میں گیارہ، بارہ بچے جنتی ہے۔ بندر بہت غیرت مند حیوان ہے۔ یہ ایسا حیوان ہے کہ یہ انسان سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ بندر (انسانوں کی طرح) ہنستا ہے' خوش ہوتا ہے' بیٹھتا ہے' باتیں کرتا ہے' ہاتھوں سے چیزیں لیتا اور دیتا ہے' بندر کے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا جدا جدا ہونا' انگلیوں کے ناخنوں کا ہونا' تلقین و تعلیم کو قبول کرنا۔ بندر کی یہ تمام عادات انسانوں سے مشابہت رکھتی ہیں۔ بندر انسانوں سے مانوس ہو جاتا ہے۔ بندر چار پاؤں پر چلتا ہے لیکن بوقت ضرورت یہ اپنے پچھلے دو پاؤں کھڑے کر لیتا ہے۔ نیز بندر کی آنکھوں کی پلکوں کا اوپر نیچے ہونا بھی انسان سے مشابہت رکھتا ہے۔ بندر پانی میں گر جائے تو ڈوب کر ہلاک ہو جاتا ہے جیسے آدمی پانی میں گر کر ڈوب جاتا ہے۔ بندر کا اپنی مادہ پر غیرت کا اظہار کرنا (بھی انسان سے مشابہت رکھتا ہے) بندریا اپنی اولاد کو گود میں لئے پھرتی ہے جیسے عورت اپنے بچوں کو گود میں لئے پھرتی ہے۔ بندر میں جب شہوت کا غلبہ ہوتا ہے اور اس کی تکمیل کی فطری سبیل نہیں ہوتی تو یہ اپنے منہ سے اس خواہش کو پورا کرتا ہے۔ ان تمام خصائل میں بندر انسان سے مشابہت رکھتا ہے اس حیوان (یعنی بندر) کی ایک عجیب و غریب خاصیت یہ بھی ہے کہ جب یہ سوتے ہیں تو ایک دوسرے سے مل کر قطار میں سوتے ہیں اور جب ان پر نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے تو قطار کے بائیں جانب کا پہلا بندر بیدار ہو جاتا ہے اور زور سے چیختا ہے جس کی وجہ سے اس کے

ساتھ والا بندر نیند سے بیدار ہو جاتا ہے اور پھر وہ بھی یہی کام کرتا ہے (یعنی چیختا ہے) یہاں تک کہ تمام بندر نیند سے بیدار ہو جاتے ہیں۔ بندر پوری رات میں کئی مرتبہ یہی عمل دہراتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بندر کسی ایک جگہ رات گزارتا ہے اور صبح کسی دوسری جگہ کرتا ہے۔ بندر میں تعلیم و تادیب قبول کرنے کی صلاحیت بھی ہوتی ہے جس کو چھپایا نہیں جا سکتا۔ تحقیق یزید بن معاویہ کے لئے ایک بندر کو گدھے کی سواری کرنے کی تعلیم دی گئی تھی۔ چنانچہ بندر گدھے پر سوار ہو کر یزید بن معاویہ کے گھوڑے کے ہمراہ چلتا تھا۔

ابن عدی نے اپنی کتاب ''الکامل'' میں احمد بن طاہر بن حرملہ بن اخی حرملہ بن یحییٰ کی روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رملہ میں ایک بندر دیکھا جو زرگری کا کام کرتا تھا۔ پس جب وہ دھونکنے کا ارادہ کرتا تو وہ آدمی کی طرف اشارہ کرتا یہاں تک کہ وہ آدمی بھٹی میں پھونک مارتا تھا۔ الکامل ہی میں محمد بن یوسف بن منکدر کے حالات میں حضرت جابرؓ کی روایت مذکور ہے کہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بندر کو دیکھتے تو سجدہ میں گر پڑتے تھے۔ (رواہ ابن عدی فی کاملہ)

المستدرک میں ضمام بن اسماعیل کے حالات میں ابو قبیلؒ کی روایت مذکور ہے کہ حضرت معاویہؓ جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوئے، پس آپؓ نے اپنے خطبہ میں فرمایا: اے لوگو بے شک (تمام) مال ہمارے لئے ہے اور مال غنیمت بھی ہمارا ہی ہے، ہم اس میں سے جس کو چاہیں عطا کر دیں اور اس میں سے جس کو چاہیں نہ دیں۔ پس اس کا (یعنی حضرت معاویہؓ کی بات کا) کسی ایک نے بھی جواب نہیں دیا۔ پس جب دوسرا جمعہ آیا تو حضرت امیر معاویہؓ نے اسی طرح فرمایا (جیسے پہلے جمعہ میں فرمایا تھا) پس اس کا (یعنی حضرت معاویہؓ کی بات کا) کسی ایک نے بھی جواب نہیں دیا۔ پس جب تیسرا جمعہ آیا تو آپؓ نے اسی طرح فرمایا (جیسے پہلے جمعہ میں فرمایا تھا) پس ایک آدمی کھڑا ہوا۔ پس اس آدمی نے کہا ہرگز نہیں اے معاویہؓ سن لو بے شک مال ہمارے لئے ہے اور مال غنیمت بھی ہمارا ہی ہے۔ اس لئے جو بھی ہمارے اور اس مال کے درمیان آڑے آئے گا ہم اپنی تلواروں کے ذریعے (یعنی آپ سے قتال کر کے) اللہ تعالیٰ کو اس معاملہ میں حَکَم (فیصلہ کرنے والا) بنائیں گے۔ پس حضرت معاویہؓ منبر سے اتر گئے (اور اندر چلے گئے اور دروازہ بند کر لیا) اس کے بعد آدمی کو بلوایا۔ پس وہ آدمی حضرت امیر معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا پس لوگ کہنے لگے کہ آدمی ہلاک ہو گیا۔ پھر حضرت معاویہؓ نے دروازہ کھلوا دیا۔ پس لوگ اندر داخل ہو گئے۔ پس لوگوں نے اس آدمی کو حضرت معاویہؓ کے تخت پر بیٹھا ہوا پایا۔ پس حضرت معاویہؓ نے فرمایا اے لوگو بے شک یہ وہ آدمی ہے جس نے مجھے زندہ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو زندہ رکھے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب میرے بعد ایسے ائمہ آئیں گے کہ وہ (ناجائز) بات کہیں گے تو کوئی ان کی تردید کرنے والا نہ ہوگا۔ وہ (یعنی ائمہ) آگ میں داخل ہوں گے جیسے بندر آگے پیچھے (یعنی قطار در قطار) کسی جگہ میں داخل ہوتے ہیں۔ میں (یعنی حضرت معاویہؓ) نے پہلے جمعہ میں گفتگو کی لیکن کسی ایک نے بھی میری تردید نہیں کی۔ پس مجھے ڈر ہوا کہ کہیں میں بھی ان ہی ائمہ میں سے تو نہیں ہوں؟ پھر میں نے دوسرے جمعہ میں وہی گفتگو کی (جو پہلے جمعہ میں کی تھی) پس کسی ایک نے بھی میری تردید نہیں کی۔ پس میں نے اپنے دل میں کہا کہ تو بھی اسی قوم سے (یعنی آگ میں داخل ہونے والے ائمہ میں سے) ہے۔ پس میں نے تیسرے جمعہ میں بھی وہی گفتگو کی (جو پہلے جمعہ میں کی تھی) پس یہ آدمی کھڑا ہوا۔ پس اس نے میری تردید کی۔ پس اس آدمی نے مجھے زندگی عطا کی۔ اللہ تعالیٰ اسے زندہ رکھے۔ پس مجھے یقین آ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان ائمہ سے (جو

جہنم میں داخل ہوں گے) خارج کر دیا ہے۔ پھر حضرت معاویہؓ نے اس آدمی کو انعام دیا اور اس کو (گھر جانے کی) اجازت دی۔ ابن سبع نے شفاء الصدور میں طبرانی نے اپنی کتاب ''معجم کبیر والاوسط'' میں اور حافظ ابویعلیٰ موصلی نے اس واقعہ کو اسی طرح نقل کیا ہے اور اس کے جملہ رجال (یعنی روایت کرنے والے افراد) ثقہ ہیں۔ قزوینیؒ نے عجائب المخلوقات میں ذکر کیا ہے کہ جو شخص دس دن تک متواتر صبح صبح بندر کے چہرہ کو دیکھ لیا کرے تو اس کو سرور حاصل ہوگا اور غم اس کے قریب نہیں آئے گا اور اس کا رزق وسیع ہو جائے گا اور عورتیں اس سے بے حد محبت کرنے لگیں گی اور وہ شخص ان کو (یعنی عورتوں کو) اچھا لگنے لگے گا۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ عقیدہ باطل ہے۔

فائدہ امام احمدؒ نے ابی صالح سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا ایک آدمی اپنے ساتھ شراب لے کر کشتی میں سوار ہوا تا کہ اس کو فروخت کر سکے اور اس کے ساتھ ایک بندر بھی تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ آدمی جب بھی کسی کو شراب بیچتا تو اس میں پانی ملا دیتا تھا۔ چنانچہ جب اس آدمی نے شراب بیچ ڈالی تو بندر نے اس کے دیناروں والی تھیلی اٹھالی اور وہ (یعنی بندر) کشتی کے بادبان پر چڑھ گیا۔ پس وہ بندر تھیلی میں سے ایک دینار نکال کر سمندر میں پھینک دیتا اور ایک دینار کشتی میں پھینک دیتا۔ یہاں تک کہ اس نے یعنی بندر نے تھیلی میں موجود مال کو تقسیم کر دیا۔ یعنی آدھے دینار سمندر میں پھینک دیئے اور آدھے دینار کشتی میں پھینک دیئے۔ امام بیہقی نے اسی کی مثل حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ تم دودھ میں پانی نہ ملاؤ (یعنی دودھ میں پانی ملا کر دودھ کو فروخت نہ کرو) کیونکہ تم سے پہلے ایک آدمی دودھ میں پانی ملا کر دودھ کو فروخت کیا کرتا تھا۔ پس ایک دن اس آدمی نے ایک بندر خرید لیا اور اس کو لے کر بحری سفر پر روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ جب کشتی سمندر کے درمیان میں پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے بندر کے دل میں دنانیر کا خیال پیدا فرمایا۔ پس بندر نے اپنے مالک کے دیناروں کی تھیلی اٹھالی اور کشتی کے بادبان پر چڑھ گیا۔ پس اس نے (یعنی بندر نے) تھیلی کو کھولا اور اس کا مالک اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پس بندر نے تھیلی سے ایک دینار نکالا اور سمندر میں ڈال دیا۔ اسی طرح ایک دینار تھیلی سے نکال کر کشتی میں ڈال دیا یہاں تک کہ اس نے (یعنی بندر نے) مال کو تقسیم کر دیا۔ پس بندر نے پانی کی قیمت سمندر میں ڈال دی اور دودھ کی قیمت کشتی میں ڈال دی۔ بیہقی نے یہ بھی روایت کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا گزر ایک ایسے انسان پر ہوا جو دودھ میں پانی ملا کر اسے (یعنی دودھ کو) فروخت کر رہا تھا۔ پس حضرت ابو ہریرہؓ نے اس سے فرمایا کہ قیامت کے دن تیرا کیا حال ہوگا جب تیرے لئے کہا جائے گا کہ پانی کو دودھ سے علیحدہ کرو۔ تحقیق ''باب الہمزہ'' میں ''الاسود السالخ'' میں بھی یہ حدیث گزر چکی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فائدہ حاکمؒ نے ''المستدرک'' میں اصم سے انہوں نے ربیع سے انہوں نے امام شافعیؒ سے انہوں نے یحییٰ بن سلیم سے انہوں نے ابن جریجؒ سے اور انہوں نے عکرمہؒ سے روایت کی ہے کہ حضرت عکرمہؒ نے فرمایا کہ میں حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؓ (یعنی ابن عباسؓ) قرآن مجید پڑھ رہے تھے اور آپؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے (یہ واقعہ آپ کے نابینا ہونے سے قبل کا ہے۔) حضرت عکرمہؒ کہتے ہیں میں نے کہا میں آپ پر قربان جاؤں آپ کیوں رو رہے ہیں؟ پس حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اس آیت ''وَاسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِىْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ'' (اور ذرا اس بستی کا حال پوچھو جو سمندر کے کنارے واقع

تھی۔الاعراف-آیت ۱۶۳) نے مجھے رلا رکھا ہے۔ پھر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کیا تم ''ایلہ'' کے متعلق جانتے ہو؟ میں نے کہا ''ایلہ'' کیا ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ''ایلہ'' یہودیوں کی بستی ہے۔اس بستی کے رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار حرام کر دیا تھا۔ پس ہفتہ کے دن بہت موٹی موٹی اور بڑی بڑی مچھلیاں دریا میں آتی تھیں۔ پس ہفتہ کے علاوہ دوسرے دنوں میں یہودیوں کو مچھلیاں پکڑنے میں بڑی محنت اور جاں فشانی اٹھانی پڑتی تھی۔ پھر یہودیوں میں سے ایک آدمی نے ہفتہ کے دن ایک مچھلی پکڑ لی۔ پس اس آدمی نے اس مچھلی کو دریا کے کنارے ایک کھونٹی سے باندھ کر پانی میں چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ جب ہفتہ کا دن گزر گیا اور دوسرا دن آیا تو اس نے مچھلی کو پکڑ لیا۔ پس اس نے مچھلی کھائی اور اس کے گھر والوں نے بھی مچھلی کھائی۔ پس اس شخص کی دیکھا دیکھی اس کے قبیلہ کے دوسرے لوگ بھی اسی طرح مچھلی کا شکار کرنے لگے۔ پس جب اس شخص کے پڑوسیوں نے مچھلی کو بھوننے کی خوشبو پائی تو وہ بھی انہی کی طرح مچھلی کا شکار کرنے لگے۔ یوں یہودیوں کی اکثریت ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کرنے لگی۔ یہودیوں میں تین فرقے ہو گئے تھے۔ ایک فرقہ وہ تھا جو ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کر کے کھاتا تھا اور دوسرا فرقہ وہ تھا جو لوگوں کو ہفتہ کے دن شکار سے منع کرتا تھا۔ تیسرا فرقہ وہ تھا جو منع کرنے والوں کو کہتا تھا کہ تم ایسی قوم کو کس لئے نصیحت کرتے ہو جسے اللہ تعالیٰ ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ پس ہفتہ کے دن شکار سے منع کرنے والا فرقہ کہتا تھا کہ ہم تمہیں اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب سے ڈراتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تم کو زمین میں دھنسا دے یا سنگ باری کے ذریعہ عذاب میں مبتلا کر دے یا کسی اور عذاب سے تمہیں ہلاک کر دے۔ اللہ کی قسم ہم اس شہر میں نہیں رہیں گے جس میں تم مقیم ہو۔ پس اس فرقہ کے لوگ اس شہر پناہ سے نکل گئے پھر یہ لوگ اگلے دن صبح کو اس بستی میں واپس آئے۔ پس انہوں نے شہر پناہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ پس انہیں کوئی جواب نہیں ملا۔ پس ان میں سے ایک آدمی شہر پناہ کی دیوار پر چڑھ گیا اور شہر میں جھانک کر کہنے لگا اللہ کی قسم یہاں تو دم دار بندر ہیں جو چلا رہے ہیں۔ پھر وہ دیوار سے نیچے اترا۔ پس اس آدمی نے شہر پناہ کا دروازہ کھولا اور لوگ شہر پناہ میں داخل ہو گئے۔ پس بندروں نے اپنے رشتہ داروں کو پہچان لیا لیکن انسان اپنے رشتہ داروں کو نہ پہچان سکے (جواب بندر بن چکے تھے) راوی کہتے ہیں کہ بندر اپنے رشتہ داروں کی طرف دوڑ دوڑ کر آتے اور ان سے لپٹ جاتے۔ پس انسان بندر سے کہتا تو فلاں ہے تو بندر اپنے سر سے اشارہ کرتا کہ ہاں اور رونے لگتا۔ حضرت ابن عباسؓ نے یہ قصہ سنا کر یہ آیت پڑھ کر سنائی ''فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَ اَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ م بَئِيْسٍ م بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (پس جب وہ ان ہدایات کو بالکل ہی فراموش کر گئے جو انہیں یاد کرائی گئی تھیں تو ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو برائی سے روکتے تھے اور باقی سب لوگوں کو جو ظالم تھے ان کی نافرمانیوں پر سخت عذاب میں پکڑ لیا۔الاعراف-آیت ۱۶۵) پھر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ تیسرے فرقہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ فرمایا؟ حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا میں آپؓ پر قربان جاؤں وہ تیسرا فرقہ ان کی اس حرکت (یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے) کو مکروہ سمجھتا تھا اور اسی لئے وہ دوسرے فرقہ کو کہتا تھا کہ تم اس قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جسے اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے یا ان کو شدید عذاب دینے والا ہے۔ میرے نزدیک یہ تیسرا فرقہ بھی نجات پانے والوں میں سے ہے۔ حضرت عکرمہؒ کہتے ہیں کہ میرا یہ قول حضرت ابن عباسؓ کو بہت پسند آیا اور آپؓ نے مجھے دو موٹی عمدہ چادریں منگوا کر اوڑھا دیں۔ حاکم نے کہا ہے کہ اس حدیث کی

سند صحیح ہے۔ نیز ''ایلہ'' مدین اور طور کے درمیان دریا کے کنارے ایک شہر تھا۔ زہری نے کہا ہے کہ یہ واقعہ ''طبریہ'' نامی بستی کا ہے۔ طبرانی نے اپنی کتاب ''معجم الاوسط'' میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت نقل کی ہے۔ حضرت سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں ایک عورت آئے گی پس وہ عورت اپنے شوہر کو (اس حال میں) پائے گی کہ اس کے شوہر کی صورت بندر کی صورت میں تبدیل ہوچکی ہوگی کیونکہ اس کا شوہر (اللہ تعالیٰ کی) قدرت پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔

فائدہ اہل علم کے درمیان اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا ممسوخ (یعنی انسان سے بندر کی صورت اختیار کرنے والوں) کی نسل چلی یا منقطع ہوگئی تھی۔ ممسوخ کی نسل چلنے یا منقطع ہونے کے متعلق دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ ہاں ان کی (یعنی ممسوخ کی) نسل آگے چلی تھی۔ یہ قول زجاج اور قاضی ابوبکر بن عربی مالکی کا ہے۔ جمہور نے کہا ہے کہ ممسوخ کی نسل کا چلنا ناممکن تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ ممسوخ تین دن سے زیادہ زندہ نہ رہے کیونکہ نہ وہ کھاتے تھے اور نہ ہی پیتے تھے۔ پہلے قول کو اختیار کرنے والوں (یعنی زجاج اور قاضی ابوبکر بن عربی مالکی) کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل کی قوم میں سے بہت زیادہ افراد کو ہم نے کھودیا (یعنی گم کردیا) اور میں نہیں جانتا کہ ان کا کیا حال ہوا اور میں نہیں دیکھتا ان کو مگر چوہوں (کی شکل میں) کیا تم دیکھتے نہیں کہ جب ان چوہوں کے سامنے اونٹوں کا دودھ رکھا جاتا ہے تو یہ اسے نہیں پیتے اور جب ان کے سامنے اونٹ کے علاوہ دوسرے جانوروں کا دودھ رکھا جاتا ہے تو یہ اس دودھ کو پی لیتے ہیں۔ (الحدیث) اسی طرح امام مسلم نے حضرت ابوسعیدؓ اور حضرت جابرؓ کی روایت نقل کی ہے۔ حضرت ابوسعیدؓ اور حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ کے سامنے گوہ کا گوشت لایا گیا۔ پس آپؐ نے اس کا گوشت کھانے سے انکار کردیا اور فرمایا میں نہیں جانتا شاید کہ گوہ ممسوخ میں سے ہو۔ علامہ دمیری نے فرمایا کہ یہ دونوں حدیثیں قاضی ابوبکر بن عربی اور زجاج نے بطور دلیل پیش کی ہیں۔ لیکن جمہور اہل علم نے ان حضرات کے قول کو رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں اس وقت کی ہیں جب تک آپؐ کو ان کے متعلق معلوم نہ تھا لیکن جب بذریعۂ وحی اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو آگاہ فرمادیا کہ ممسوخ کی نسل نہیں چلی تو یہ بات ظاہر ہوگئی کہ گوہ اور چوہا ممسوخ میں سے نہیں ہیں۔ چنانچہ حدیث میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بندر اور خنزیر کے متعلق سوال کیا کہ کیا یہ مسخ شدہ کوئی قوم ہیں؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے جن اقوام کو ہلاک کیا یا عذاب میں مبتلا کیا اور ان کو مسخ کیا تو ان کی نسل کو منقطع کردیا گیا اور ان سے کوئی نسل نہیں چلی نیز یہ بندر اور خنازیر مسخ شدہ قوم نہیں ہیں بلکہ یہ نسل ان سے پہلے ہی موجود تھی۔

الحکم علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ ہمارے (یعنی شوافع کے) نزدیک بندر کا کھانا حرام ہے۔ حضرت عکرمہؓ عطاء، مجاہد، حسن اور ابن حبیب مالکی کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالکؒ اور ان کے جمہور اصحاب نے کہا ہے کہ بندر حرام نہیں ہے اور رہی اس کی بیع تو وہ بھی جائز ہے کیونکہ یہ (یعنی بندر) تعلیم کو قبول کرتا ہے اور سامان وغیرہ کی حفاظت کرتا ہے۔ ابن عبدالبر نے ''التمہید'' کے اوائل میں لکھا ہے کہ بندر کا گوشت حرام ہے اور اس کی بیع بھی جائز نہیں ہے اور اس میں اہل علم کا اختلاف نہیں ہے اور ہم نے کسی (عالم) کو نہیں دیکھا کہ اس نے بندر کا گوشت کھانے کی اجازت دی ہو نیز کتا، ہاتھی اور تمام درندے میرے نزدیک اسی کی (یعنی بندر کی) مثل ہیں یعنی ان کا گوشت حرام ہے۔ اس کی دلیل نبی اکرمؐ کا ارشاد ہے نہ کہ کسی دوسرے کا قول۔ اور نہ ہی

ہم نے اہل عرب وغیر عرب میں سے کسی کو بندر کا گوشت کھاتے دیکھا۔ امام شعبی سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ نے بندر کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ (یعنی بندر) درندہ ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں "ازنیٰ من قرد" (بندر سے زیادہ زانی) اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں "اقبح من قرد" (بندر سے زیادہ قبیح) اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں "احکی من قرد" (بندر سے زیادہ نقل اتارنے والا) بندر نقل اتارنے میں مہارت رکھتا ہے خصوصاً جو کام انسان کرتا ہے بندر بھی اس کو دیکھ کر اس کی نقل اتار لیتا ہے۔

خواص جاحظ نے کہا ہے کہ بندر کا گوشت کتے کے گوشت کے مشابہ ہے بلکہ کتے کے گوشت سے بھی زیادہ برا اور گندہ ہوتا ہے۔ ابن سویدی نے کہا ہے کہ اگر بندر کا دانت انسان کے جسم پر لٹکا دیا جائے تو اس کو (یعنی انسان کو) گہری نیند نہیں آئے گی اور نہ ہی انسان رات کے وقت ڈر محسوس کرے گا۔ بندر کا گوشت کھانے سے جذام کا مرض ختم ہو جاتا ہے۔ اگر بندر کی کھال کسی درخت پر لٹکا دی جائے تو اس درخت کو سردی اور برف وغیرہ سے نقصان نہیں پہنچے گا۔ اگر بندر کی کھال کی چھلنی بنا کر اس میں غلہ کا بیج چھان لیا جائے اور پھر اس بیج کو زمین میں بویا جائے تو کھیتی ٹڈی دل کی آفت سے محفوظ رہے گی۔ اگر کسی انسان کو بندر کا گرم گرم خون پلا دیا جائے تو وہ انسان اسی وقت گونگا ہو جائے گا۔ جب بندر زہر آلود کھانا دیکھ لیتا ہے تو خوفزدہ ہو جاتا ہے اور چلانے لگتا ہے۔ اگر کسی سونے والے آدمی کے سر کے نیچے بندر کا بال رکھ دیا جائے تو وہ ڈراؤنے خواب دیکھنے لگے گا۔

تعبیر بندر کو خواب میں دیکھنا ایسے شخص پر دلالت کرتا ہے جس میں ہر قسم کے عیوب پائے جاتے ہوں۔ جو شخص خواب میں دیکھے کہ وہ بندر سے لڑائی کر رہا ہے اور بندر کو اس پر غلبہ حاصل ہو گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے کوئی مرض لاحق ہوگا لیکن پھر وہ شفایاب ہو جائے گا۔ جو شخص خواب میں دیکھے کہ وہ بندر کا گوشت کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے کوئی ایسا مرض لاحق ہوگا جس کے لئے کوئی علاج کارگر نہ ہوگا۔ نصاریٰ نے کہا ہے کہ جو شخص خواب میں بندر کا گوشت کھائے اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ شخص اپنی زندگی میں نئی نئی چیزیں پہنے گا۔ جو شخص خواب میں دیکھے کہ بندر اس کو کاٹ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کا کسی آدمی کے ساتھ جھگڑا ہو جائے گا۔ جس نے خواب میں دیکھا کہ وہ کسی کو بندر ہبہ کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کو دشمن پر فتح حاصل ہوگی۔ جو شخص خواب میں بندر کو اپنے بستر پر دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی یہودی عورت سے زنا کرے گا۔ اسی طرح اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ کھانا کھا رہا ہے اور اس کے دسترخوان پر بندر بھی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے شخص نے کسی کبیرہ گناہ کی وجہ سے جس کا اس نے ارتکاب کیا ہے کوئی نعمت چھن جائے گی۔ جو شخص خواب میں مادہ بندر سے نکاح کرے اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی فحش کام کا ارتکاب کرے گا یا اس کا کسی آدمی سے جھگڑا ہوگا۔ ارطامیدورس نے کہا ہے کہ بندر کو خواب میں دیکھنا مکار آدمی اور مریض کی بیماری پر دلالت کرتا ہے۔ جاماسب نے کہا ہے کہ جو شخص خواب میں بندر کا شکار کرے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے شخص کو جادو اور کہانت سے نفع حاصل ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

القردوح

"القردوح" ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد فربہ چیچڑی ہے۔

اَلْقِرْشُ

''اَلْقِرْشُ'' (قاف کے کسرہ اور راء کے سکون کے ساتھ) اس سے مراد بحری جانوروں میں سے سب سے بڑا جانور ہے جو سمندر میں کشتیوں کو چلنے سے روک دیتا ہے اور کشتیوں سے ٹکرا کر انہیں توڑ دیتا ہے۔ زمخشری نے کہا ہے کہ میں نے مکہ مکرمہ کے بعض تاجروں سے سنا ہے اس حال میں کہ ہم (یعنی میں اور مکہ مکرمہ کے تاجر) باب بنی شیبہ کے پاس بیٹھے تھے اور مکہ مکرمہ کا ایک تاجر میرے لئے (یعنی میرے سامنے) ''القرش'' (بحری جانور) کی صفات بیان کررہا تھا۔ پس اس نے (یعنی تاجر نے) کہا کہ ''القرش'' کا چہرہ گول ہوتا ہے اور اس کی (یعنی القرش کی) چوڑائی اتنی زیادہ ہے کہ جتنا باب بنی شیبہ اور خانہ کعبہ کے درمیان فاصلہ ہے۔ اس جانور کی یہ خصوصیت ہے کہ جب یہ بڑی کشتیوں پر حملہ آور ہوتا ہے تو اسے مشعلوں (یعنی آگ) کے علاوہ کسی اور چیز سے نہیں بھگایا جاسکتا۔ پس جب مشعلوں کی تیز روشنی بجلی کی طرح ''القرش'' کے چہرہ پر پڑتی ہے تو یہ فرار ہوجاتا ہے اور یہ جانور آگ کے علاوہ کسی چیز سے خوفزدہ نہیں ہوتا۔ عرب کی معزز قوم ''قریش'' کا نام ''قریش'' بھی اسی جانور ''القرش'' کی نسبت سے رکھا گیا ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

و قریش هی التی تسکن البحر — بها سمیت قریش قریشا

''اور قریش وہ (حیوان) ہے جو سمندر میں سکونت اختیار کرتا ہے اور قوم قریش کا نام بھی اسی جانور ''قریش'' کی نسبت سے رکھا گیا ہے''

تاکل الغث والسمین — ولا تترک فیه لذی جناحین ریشا

''وہ جانور دبلے اور فربہ جانور کو کھا جاتا ہے اور وہ جانور کسی پروالے جانور کے پروں کو بھی نہیں چھوڑتا۔ یعنی ان کے پر کھا جاتا ہے۔''

هٰكَذَا فِي الْبِلَادِ حي قریش — یا کلون البلاد اکلا کمیشا

''اسی طرح قوم قریش کا بھی شہروں میں یہی حال ہے کہ وہ لوگ شہروں کو جلدی جلدی کھا جاتے ہیں۔''

وَلَهُمْ آخِرُ الزَّمَانِ نَبِیٌّ — یکثر القتل فیهم والخموشا

''اور ان کے لئے آخری زمانہ میں ایک نبی ہوں گے جو ان میں بکثرت قتال کریں گے۔''

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ ''قریش'' ایک بحری چوپایہ ہے جو تمام جانوروں کو کھا جاتا ہے۔ پس تمام جانور اس سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ پھر ابن سیدہ نے پہلا شعر پڑھا۔ مطرزی نے کہا ہے کہ ''القرش'' بحری جانوروں کا سردار ہے اور تمام جانوروں سے مضبوط جانور ہے۔ اسی طرح قریش (عرب کی ایک قوم) بھی لوگوں کے سردار ہیں۔ ابوالخطاب بن دحیہ نے قریش کی وجہ تسمیہ کے متعلق حکایت بیان کی ہے کہ سب سے پہلے قریش نام رکھنے والا کون آدمی ہے اس کے متعلق اہل علم کے بیس اقوال ہیں۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ حدیث میں مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں۔ سفاح (جاہلیت) سے پیدا نہیں ہوا۔ نیز علامہ دمیریؒ نے اپنے اشعار میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالی نسب کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ ؎

محمد خیر جمیع الخلق — جاء من الحق لنا بالحق

''محمدؐ تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔ وہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لئے حق کے ساتھ (یعنی دین حق کے ساتھ) مبعوث ہوئے ہیں''

دعوة ابراهيم الخليل بشارة المسيح فی التنزيل

''آپ ﷺ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی دعا ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کی بشارت ہیں۔''

الطيب الاصول والفروع الطاهر المحتد والينبوع

''آپؐ اپنے نسب کے اصول وفروع میں پاک وصاف تھے۔''

آباؤه قد طهرت انسابا وشرفت بين الورى احسابا

''آپ کے آباؤ اجداد نسب کے لحاظ سے طاہر تھے اور تمام مخلوق میں شریف الحسب تھے۔''

نكاحهم مثل نكاح الاسلام كذا رواه النجباء الاعلام

''ان کا (یعنی آپؐ کے آباؤ اجداد کا) نکاح' نکاح اسلام کے مطابق تھا۔ محدثین اور شرفاء نے اسی طرح روایت کیا ہے۔''

وَ مَنْ اَبٰی أَوْشَکَّ فِی هٰذَا کفر وذنبه بما جناه ما اغتفر

''اور جو شخص اس کا انکار کرے یا اس میں شک کرے وہ کافر ہے اور اس کا گناہ نا قابل معافی ہے۔''

نقل ذا الحافظ قطب الدين عن صاحب البيان والتبيين

''حافظ قطب الدین صاحب البیان والتبین سے اس فتویٰ کو نقل کیا ہے۔''

الحکم علامہ دمیریؒ نے کہا ہے کہ ہمارے شیخ جمال الدین اسنویؒ نے ''قرش'' کی حلت کا فتویٰ دیا ہے۔ شیخ محب الدین طبری ''شارح تنبیہ'' نے ''التمساح'' مگرمچھ پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ہے ''القرش'' حلال ہے۔ ابن الاثیر کی ''نہایہ'' میں بھی ''القرش'' کی حلت کی تصریح مرقوم ہے لیکن حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ ''قرش'' (جانوروں کو) کھاتا ہے لیکن وہ کھایا نہیں جاتا (یعنی اس کے گوشت کو کوئی نہیں کھاتا) علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ شاید حضرت ابن عباسؓ کے ارشاد کا معنیٰ یہ ہو کہ ''قرش'' تو تمام بحری جانوروں کو کھا جاتا ہے لیکن کوئی جانور ''قرش'' جانور کو کھانے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ ''القرش'' جانور بحر قلزم میں پایا جاتا ہے جہاں فرعون غرق ہوا تھا۔ تحقیق اس کا تذکرہ ''باب السین'' میں ''السقنقور'' کے تحت کر دیا گیا ہے۔ جمہور کا قول حلت' امام شافعیؒ کی تصریح اور قرآن کریم کی آیت ''القرش'' کے حلال ہونے پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ ''القرش'' مچھلی کی ایک قسم ہے اور یہ جانور صرف پانی میں رہتا ہے۔ تحقیق امام نوویؒ نے ''شرح المہذب'' میں اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ صحیح بات یہی ہے کہ ہر وہ جانور جو سمندر میں رہتا ہے وہ حلال ہے اور اہل علم نے جو استثناء کیا ہے وہ صرف ان حیوانات کیلئے ہے جو پانی کے علاوہ خشکی میں بھی زندگی گزارتے ہیں۔

تعبیر قرش کو خواب میں دیکھنا بلند ہمتی اور شرافت نسب پر دلالت کرتا ہے کیونکہ قرش بلند مرتبہ جانور ہے اس سے برتر کوئی جانور سمندر میں موجود نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اَلْقُرْقُس

''اَلْقُرْقُس'' (بکسر القافین) اس سے مراد مچھر ہے۔ اصحاب شوافع نے کہا ہے کہ محرم کیلئے (حالت احرام میں) موذی جانوروں

کا قتل کرنا مستحب ہے جیسے سانپ' بچھو' خنزیر' پاگل کتا' کوا' چیل' بھیڑیا' شیر' چیتا' ریچھ' گدھ' عقاب' پسو' کھٹمل' بھڑ' چیچڑی' مچھر اور ان جیسے دیگر موذی جانوروں کا (قتل کرنا اصحاب شوافع کے نزدیک محرم کیلئے مستحب ہے۔)

القرشام والقرشوم والقراشم

"القرشام والقرشوم والقراشم" اس سے مراد موٹی چیچڑی ہے۔

القرعبلانة

"القرعبلانة" اس سے مراد ایک لمبا کیڑا ہے۔اس کی تصغیر "قریعبة" آتی ہے۔جوہری نے اسی طرح کہا ہے۔

القرعوش

''القرعوش ''اس سے مراد غلیظ (گندی) چیچڑی ہے۔

القرقف

"القرقف" (بروزن ھدھد) اس سے مراد ایک چھوٹا پرندہ ہے۔

القرلی

"القرلی" (قاف کے ضمہ' کسرہ اور فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد "ملاعب ظلہ" (ایک بدکنے والا پانی کا پرندہ ہے) عنقریب انشاء اللہ ''باب المیم'' میں اس کا تذکرہ آئے گا۔ جوالیقی نے کہا ہے کہ ''القرلی'' فارسی زبان کا لفظ ہے اور معرب ہے۔ میدانی نے کہا ہے کہ ''القرلی'' سے مراد ایک تیز نگاہ والا چھوٹا سا پرندہ ہے جو کسی بھی چیز کو تیزی سے اچک لیتا ہے۔ یہ پانی کے اوپر پرواز کرتا ہے جونہی اسے پانی میں کوئی مچھلی وغیرہ نظر آتی ہے تو یہ غوطہ لگا کر مچھلی کو پکڑ لیتا ہے۔ اس پرندہ کی نظر بہت تیز ہوتی ہے۔ پس اگر یہ پرندہ پانی میں دیکھے تو اسے چھوٹی چھوٹی مچھلیوں اور ان کے بچوں کی چال (تک) نظر آ جاتی ہے۔ اگر یہ پانی میں کسی شکار پر حملہ آور ہو تو اس کا حملہ ناکام نہیں ہوتا۔

الحکم اس پرندے کا کھانا حلال ہے کیونکہ یہ پانی کا پرندہ ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''اخطف واطمع من قرلی'' (قرلی سے زیادہ اچکنے اور طمع رکھنے والا)۔

القرمل

''القرمل'' اس سے مراد بختی اونٹ کا بچہ ہے۔

القرمید

''القرمید'' اس سے مراد ''الارویۃ'' (پہاڑی بکری) ہے۔

القرمود

''القرمود'' (قاف کے فتحہ کے ساتھ) ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد پہاڑی بکرا ہے۔

القرنبی

''القرنبی'' اس سے مراد لمبی ٹانگوں والا ایک کیڑا ہے جو گبریلا کے مشابہ ہوتا ہے یا جسامت میں اس سے (یعنی گبریلا سے) بڑا ہوتا ہے۔

القرھب

''القرھب'' (بروزن ثعلب) جوہری نے کہا ہے کہ اس سے مراد بوڑھا بیل ہے۔

القزر

''اَلْقِزِر'' (قاف اور زاء کے کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد درندوں کی ایک قسم (یعنی ایک قسم کا درندہ) ہے۔

القرم

''القوم'' اس سے مراد اونٹ کی قسم کا سانڈ (یعنی نر اونٹ) ہے۔ اس کی جمع ''قروم'' ہے۔ ''القرم'' مردوں میں سے بڑے سردار کو کہا جاتا ہے جو تجربہ کار بھی ہو۔

اَلْقُرُۃ

''اَلْقُرَۃ'' (قاف کے ضمہ کے ساتھ) جوہریؒ نے کہا ہے کہ اس سے مراد مینڈک ہے۔

القسورۃ

''القسورۃ'' اس سے مراد شیر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''کَاَنَّھُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَۃٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَۃٍ'' (گویا یہ جنگلی

گدھے ہیں جو شیر سے ڈر کر بھاگ پڑے ہیں۔سورۃ المدثر۔آیت ۵۰) بزار نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ ''القسورۃ'' سے مراد ''الاسد'' (شیر) ہے۔

ابن طبرزد نے اپنی سند سے (روایت کی ہے) جو حکم بن عبداللہ بن خطاب تک پہنچتی ہے۔حکم بن عبداللہ بن خطاب نے زہری سے انہوں نے ابی واقد سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمر بن خطابؓ نے مقام جابیہ میں قیام فرمایا تو قبیلۂ بنی تغلب کا ایک آدمی جس کو روح بن حبیب کہا جاتا تھا۔ان کے پاس اس حال میں آیا کہ اس کے ہمراہ ایک شیر بھی تھا جو اس نے پنجرے میں قید کر رکھا تھا۔یہاں تک کہ اس نے (یعنی روح بن حبیب نے) اس پنجرے کو حضرت عمرؓ کے سامنے رکھ دیا۔پس حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم نے اس کے (یعنی شیر کے) دانت یا ناخن تو نہیں توڑے؟ روح بن حبیب نے کہا نہیں۔حضرت عمرؓ نے فرمایا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کوئی شکار اس وقت تک شکار نہیں ہوتا مگر یہ کہ وہ اپنی تسبیح میں کمی کر دے۔''اے قسورۃ'' (اے شیر) تو اللہ کی عبادت کر۔پھر اس کے بعد حبیب بن روح نے شیر کو آزاد کر دیا۔تحقیق ''باب الغین'' میں ''الغراب'' کے تحت اسی کی مثل حضرت ابوبکر صدیقؓ کی روایت نقل کی گئی ہے۔حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ''القسورۃ'' کو عربی زبان میں ''الاسد'' اور حبشہ کی زبان میں ''القسورۃ'' اور فارسی کی زبان میں ''سیر'' (یعنی شیر) کہا جاتا ہے۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''القسورۃ'' فعولۃ کے وزن پر ''القسر'' سے ہے اور یہ بارعب شیر کا نام ہے کیونکہ شیر درندوں میں سے رعب و دبدبہ رکھنے والا درندہ ہے۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''القسورۃ'' سے مراد ظالم آدمی ہے۔

القشبة

''القشبة'' جوہری نے کہا ہے کہ اس سے مراد بندریا (بندر کی مونث) ہے۔اصمعی نے کہا ہے کہ بندریا کی چھوٹی اولاد کو ''القشبة'' کہتے ہیں۔

القصیری

''القصیری'' یہ مقصور (یعنی کم کیا گیا) بھی ہے اور مصغر بھی ہے۔اس سے مراد ''افاعی'' سانپ کی ایک قسم ہے۔

القط

''القط'' اس سے مراد بلی ہے۔مونث کے لئے ''قطة'' کا لفظ مستعمل ہے۔اس کی جمع قطاط اور قططة آتی ہے۔ابن درید نے کہا ہے کہ میں اس لفظ کو صحیح عربی لفظ خیال نہیں کرتا۔میں (یعنی دمیریؒ) کہتا ہوں کہ ابن درید کا قول غلط ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ مجھ پر جہنم پیش کیا گیا (یعنی مجھے جہنم دکھایا گیا) پس میں نے دیکھا کہ جہنم میں ایک (ایسی) عورت ہے جو (دنیا میں) بلی کی مالکہ تھی اس نے اس کو (یعنی بلی کو) رسی سے باندھ رکھا تھا۔پس نہ تو وہ بلی کو کھانا وغیرہ دیتی تھی اور نہ ہی اس کی رسی کو کھولتی تھی (کہ وہ از خود اپنی خوراک کا بندوبست کرے)

القطا

''القطا'' اس سے مراد ایک معروف پرندہ ہے۔ اس کا واحد ''قطاط'' آتا ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''قطوات'' اور ''قطیات'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔ رافعی نے ''کتاب الحج والاطعمۃ'' میں لکھا ہے کہ ''قطا'' سے مراد ''الحمام'' (یعنی کبوتر) کی ایک قسم کا نام ہے۔

الحکم ''قطا'' کا کھانا بالاجماع حلال ہے۔ رافعی اور دیگر اہل علم نے ''کتاب الحج'' میں ذکر کیا ہے کہ ''قطا'' حمام (یعنی کبوتر) کی ایک قسم ہے۔ پس اگر کوئی محرم ''قطا'' کو (حالت احرام میں) قتل کردے تو اس پر بطور فدیہ ایک بکری واجب ہوگی اگرچہ اس کا مثل ہی دستیاب کیوں نہ ہو۔ شیخ محب الدین طبری نے کہا ہے کہ جوہری نے بھی ''قطا'' کو ''حمام'' کی ایک قسم قرار دیا ہے لیکن مشہور اس کے خلاف ہے (یعنی ''قطا'' کبوتر کی ایک قسم نہیں ہے۔)

خواص اگر ''قطاء'' (پرندے) کی ہڈیوں کو جلا دیا جائے اور ان ہڈیوں کی راکھ کو زیتون کے تیل میں ملا کر جوش دیا جائے اور پھر اس کو کسی ایسے شخص کے سر پر لیپ کردیا جائے جس کو کسی زہریلے سانپ نے ڈسا ہو اور زہر کے اثر سے اس آدمی کے سر کے بال جھڑ گئے ہوں اور اسی طرح اس کو ''داءالثعلب'' (ایک بیماری جس کی وجہ سے مریض کے سر کے بال جھڑ جاتے ہیں) کے مریض کے سر پر لیپ کردیا جائے تو ان (دونوں) کے بال دوبارہ نکل آئیں گے۔ ابن زہر نے کہا ہے کہ اس نسخہ کو آزمایا جاچکا ہے۔ اس پرندے کا گوشت دیر سے ہضم ہوتا ہے اور غذائیت کے لحاظ سے ردی ہوتا ہے۔ اگر قطاء پرندے کے سر کو خشک کرلیا جائے اور پھر اسے کسی نئے اونی کپڑے کے ٹکڑے یا تھیلی میں رکھ کر کسی عورت کی ران پر سوتے ہوئے باندھ دیا جائے تو وہ عورت نیند کی حالت میں ہی اپنے تمام پوشیدہ راز بتا دے گی۔ اگر نر قطا اور مادہ قطا کے پیٹ کو چیر دیں اور پھر نر قطا اور مادہ قطا کے پیٹ کو پکا کر اس کی چربی کسی شیشی میں جمع کرلیں اور پھر اس چربی سے کسی انسان کے جسم پر مالش کردی جائے اس حال میں کہ جس کے جسم پر مالش کی جارہی ہے اسے اس کا علم نہ ہو تو وہ شخص (جس کے جسم پر مالش کی گئی ہے) مالش کرنے والے آدمی سے بہت زیادہ محبت کرنے لگے گا۔

خاتمہ ابن حبان نے حضرت ابوذرؓ کی روایت نقل کی ہے اور ابن ماجہ نے حضرت جابرؓ کی حدیث روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ کیلئے مسجد بنائی اگرچہ وہ قطاء کے انڈے دینے کے گڑھے کے برابر ہی کیوں نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس (شخص) کیلئے جنت میں گھر بنائیں گے (رواہ ابن حبان وابن ماجہ) صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کیلئے مسجد بنائی تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں گھر بنائیں گے۔ (رواہ مسلم)

تعبیر قطاء کو خواب میں دیکھنا سچی اور فصیح بات اور محبت والفت پر دلالت کرتا ہے۔ بسا اوقات قطاء کو خواب میں دیکھنا ایسی حسین و جمیل عورت پر دلالت کرتا ہے جسے اپنے حسن کا احساس بھی ہو لیکن اس میں محبت والفت نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

اَلقُطّا

''القطا'' (طا مشدد کے ساتھ) قزوینی نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک بڑی مچھلی ہے۔ لوگوں نے (یعنی اہل علم نے) اس

بات کا تذکرہ کیا ہے کہ اس مچھلی کی پسلی کی ہڈی سے عمارتیں اور پل وغیرہ تعمیر کئے جاتے ہیں۔ اگر اس مچھلی کی چربی برص کے داغوں پر لگائی جائے تو برص کے داغ ختم ہو جائیں گے۔

اَلقُطامی

''اَلقُطامی'' (قاف کے ضمہ اور فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد ''الصقر'' (یعنی شکرا) ہے۔ یہ ان پرندوں میں سے سب سے بڑا پرندہ ہے جن کے ذریعے شکار کیا جاتا ہے۔ نیز یہ (شکاری پرندوں میں سے) حسین وجمیل پرندہ ہے۔

قطرب

''قطرب'' اس سے مراد ایک ایسا پرندہ ہے جو ساری رات گھومتا رہتا ہے اور سوتا نہیں ہے۔ اہل عرب ضرب المثل کے طور پر کہتے ہیں ''اجول من قطرب'' (قطرب سے زیادہ چکر لگانے والا) ''اَسْهَرُ مِنْ قُطْرب'' (قطرب پرندے سے زیادہ جاگنے والا) محمد بن مستنیر نحوی صاحب مثلث کا لقب ''قطرب'' تھا۔ محمد بن مستنیر نحوی کا تعلق اہل عرب سے تھا اور یہ علم کے حریص تھے۔ پس محمد بن مستنیر اپنے استاد سیبویہ کے درس میں تمام طالب علموں سے پہلے ہی صبح سویرے حاضر ہو جاتے تھے۔ پس ایک دن ان کے استاد سیبویہ نے ان سے فرمایا نہیں ہو تم مگر ''قطرب اللیل'' (رات کو چکر لگانے والا پرندہ) پس اسی وقت سے ان کا (یعنی محمد بن مستنیر کا) لقب ''قطرب'' پڑ گیا۔ محمد بن مستنیر قطرب کا انتقال ۲۰۶ھ میں ہوا۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ ''القطرب والقطروب'' کا نر ''السعالی'' (غولِ بیابانی) کی قسم سے ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''القطرب والقطروب'' سے مراد ''القطرب'' ہے اور ''القطرب'' ایک کیڑا ہے جو مسلسل چلتا رہتا ہے اور کوشش کے باوجود آرام نہیں کر پاتا۔ امام محمد بن ظفر نے کہا ہے کہ ''القطرب'' سے مراد ایک جانور ہے جو سرزمین مصر میں لوگوں کو نظر آتا ہے۔ پس بسا اوقات اگر اس جانور کو محسوس ہو جائے کہ اس کا مدمقابل بہادر ہے تو یہ اس پر حملہ نہیں کرتا اور اگر اسے محسوس ہو کہ اس کا مدمقابل کمزور ہے تو یہ اس پر حملہ کر دیتا ہے یہاں تک کہ اس کو کاٹ لیتا ہے۔ پس جس شخص کو یہ جانور کاٹ لے وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ اہل مصر جب کسی شخص پر ''قطرب'' کو حملہ آور دیکھتے ہیں تو اس آدمی سے پوچھتے ہیں کیا تمہیں ''قطرب'' نے کاٹ لیا ہے یا تم پر خوف طاری ہو گیا ہے۔ پس اگر وہ شخص کہتا کہ میں ''منکوح'' ہوں یعنی مجھے قطرب نے کاٹ لیا ہے تو وہ لوگ اس کی زندگی سے مایوس ہو جاتے۔ اگر وہ شخص کہتا کہ میں ''مروع'' ہوں یعنی مجھ پر ''قطرب'' کے حملہ آور ہونے کی وجہ سے گھبراہٹ طاری ہو گئی ہے تو پھر لوگ اس کا علاج کرتے۔ محمد بن ظفر نے کہا ہے کہ اہل مصر اس جانور سے خوفزدہ ہونے کی وجہ سے اس کے متعلق تفصیلی گفتگو نہیں کرتے۔ ''القطرب'' سے مراد چور چوہا' بال گرا ہوا بھیڑیا' جاہل آدمی اور مالیخولیا کی ایک قسم ہے۔ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ ''لاَ یلقین احدکم جیفة لیل قطرب نهارًا'' علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حضرت ابن مسعودؓ کا کلام ہے جس کو آدم بن ابی ایاس عسقلانی نے ''کتاب الثواب'' میں موقافا روایت کیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ

مرفوع روایت ہے۔ اہل علم نے اس حدیث کے معانی بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''قطرب'' (ایک قسم کا کیڑا) دن کے وقت آرام نہیں کرتا اور حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ تم میں سے کوئی پوری رات نہ سوئے تو وہ ''جیفۃ'' (میت کے بدبودار جسم) کی طرح ہے پھر وہ آدمی دن کے وقت بھی آرام نہ کرے تو وہ ''قطرب'' (ایک قسم کے کیڑے) کی طرح ہے۔ یعنی وہ آدمی دن کے وقت دنیا کے امور میں سرگرداں رہتا ہے۔ پس جب شام ہوتی ہے تو وہ تھکا ہوتا ہے۔ پس وہ پوری رات سویا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ صبح اس حال میں کرتا ہے گویا کہ وہ میت کا بدبودار جسم ہو جو حرکت نہ کرسکتا ہو۔

القشعبان

''القشعبان'' (بروزن مہرجان) ''العباب'' میں مذکور ہے کہ اس سے مراد گبریلا کی مثل ایک کیڑا ہے۔

القعود

''القعود'' اس سے مراد وہ اونٹ ہے جس کو چرواہے نے سواری اور سامان وغیرہ اٹھانے کے لئے مخصوص کیا ہو۔ اس کی جمع کے لئے ''اقعدۃ' قعد' قعدان اور قعائد'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''القعود'' سے مراد ''القلوص'' (یعنی وہ اونٹنی جس پر پہلی مرتبہ سواری کی جائے) ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''القعود'' سے مراد اونٹ کا وہ بچہ ہے جو ابھی جوان نہ ہوا ہو۔ نیز ''القعود'' سے مراد اونٹنی کا وہ بچہ ہے جس نے اپنی ماں کا دودھ پینا ترک کر دیا ہو۔

القعید

''القعید'' (قاف کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد وہ ٹڈی ہے جس کے پر ابھی مکمل طور پر نہ نکلے ہوں۔

القعقع

''القعقع'' (بروزن فلفل) اس سے مراد سفید اور سیاہ رنگ کا ایک موٹا پانی کا پرندہ ہے۔ جس کی چونچ لمبی ہوتی ہے جوہری کا یہی قول ہے۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس کے رنگ میں سفیدی اور سیاہی ہوتی ہے۔

اَلْقِلُو

''اَلْقِلُو'' (قاف کے کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد وہ گدھا ہے جو خفیف (ہلکی) چال چلتا ہو۔

القلقانی

''القلقانی'' جوہریؒ اور دیگر اہل علم نے کہا ہے کہ اس سے مراد فاختہ کی طرح کا ایک پرندہ ہے۔

القلوص

"القلوص" اس سے مراد شترمرغ کا مادہ بچہ ہے جو (جسامت میں) لونڈی کے بچہ کے برابر ہوتا ہے۔ اس کی جمع کیلئے "قلص" اور "قلائص" کے الفاظ مستعمل ہیں جیسے "قدوم" کی جمع کے لئے "قدوم وقدائم" کے الفاظ مستعمل ہیں۔ عدوی نے کہا ہے کہ "القلوص" سے مراد اونٹنی کا مادہ بچہ ہے جس پر سواری کی جائے۔ پس جب وہ دو سال کا ہوجاتا ہے تو "ناقة" کہلاتا ہے۔ ابن مبارک نے "الزھد" میں اور حضرت معاویہ کے غلام قاسم نے "الرقائق" میں نقل کیا ہے کہ ایک اعرابی نبی اکرم ﷺ کی طرف اپنی سرکش اونٹنی پر سوار ہوکر آیا۔ پس اس نے (دور ہی سے) سلام کیا۔ پس جب وہ نبی اکرم ﷺ کے قریب ہونے لگا تاکہ وہ آپ سے سوال کرے تو اس کی اونٹنی اسے لے کر بھاگ گئی۔ صحابہ کرامؓ اس بات پر ہنس دیئے۔ پس اس شخص نے تین مرتبہ ایسا ہی کیا (یعنی آیا اور جب نبی اکرم ﷺ کے قریب ہوا تو اس کی اونٹنی اسے لے کر بھاگ گئی) پھر اس کی اونٹنی نے اس شخص کو اس کی کھوپڑی سے پکڑ کر قتل کردیا۔ پس رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا یا رسول اللہ! بے شک اعرابی کو اس کی سرکش اونٹنی نے قتل کردیا ہے جبکہ وہ اس اونٹنی کو ہنکانے کی کوشش کررہا تھا۔ پس آپ نے فرمایا "ہاں" اور تمہارے منہ بھی اس کے (یعنی اعرابی) کے خون سے آلودہ ہیں۔" ابن مبارک نے اس حدیث کو مرسلاً روایت کیا ہے۔ اسی طرح "الاحیاء" میں بھی یہ حدیث مذکور ہے۔

القلیب

"القلیب" (بروزن سکین) اس سے مراد بھیڑیا ہے۔ اسی طرح قلوب بروزن خنوص بھی ہے۔

القمری

"القمری" ایک مشہور ومعروف پرندہ ہے۔ اس کی کنیت کیلئے ابوزکری اور ابوطلحہ کے الفاظ مستعمل ہیں۔ یہ اچھی آواز والا پرندہ ہے۔ اس کی مونث کیلئے "قمریة" کا لفظ مستعمل ہے۔ اس کے مذکر کو "ساق حر" کہا جاتا ہے اس کی جمع کیلئے "قماری" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ لفظ غیر منصرف ہے۔ ابن سمعانی نے "الانساب" میں تحریر کیا ہے کہ "القمرة" ایک شہر ہے جو اپنی سفیدی کے لحاظ سے "الجصّ" (گچ، چونہ وغیرہ) کے مشابہ ہے اور میرا (یعنی دمیریؒ کا) گمان یہ ہے کہ "القمرة" نامی شہر مصر میں ہے۔ حجاج بن سلیمان بن افلح القمری مصری کا تعلق بھی اسی شہر "القمرة" سے تھا۔ حجاج بن سلیمان بن افلح قمری مصری نے مالک بن انسؓ اور لیث بن سعدؒ سے روایت کی ہے۔ حجاج بن سلیمان بن افلح قمری مصری کی ۱۹۸ھ میں اچانک موت واقع ہوگئی تھی۔ حجاج بن سلیمان بن افلح قمری مصری سے محمد بن سلمہ المرادی اور دیگر اہل علم نے حدیث روایت کی ہے۔ کہتے ہیں کہ "القمری" ایک ایسا پرندہ ہے جس کی نسبت "القمرة" نامی شہر کی طرف ہے۔ صاحب "المجمل" نے اسی طرح بیان کیا ہے۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ "القمری" حمام (کبوتر)

کی قسم کا ایک چھوٹا سا پرندہ ہے۔اس کی مونث کے لئے ''قمریۃ'' کا لفظ مستعمل ہے۔اس کی جمع کے لئے ''قماری'' اور ''قمر'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیقؓ نے جب اپنی زوجۂ محترمہ عاتکہ بنت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کو طلاق دے دی تو آپ یہ اشعار پڑھتے تھے

اعاتک لا انساک ماذر شارق — وما ناح قمری الحمام المطوق

''اے عاتکہ جب تک سورج طلوع ہوتا رہے گا اور طوق دار قمری کبوتر نوحہ کرتا رہے گا میں تجھے نہیں بھلا سکتا۔''

ولم ار مثلی طلق الیوم مثلها — ولا مثلها من غیر جرم یطلق

''اور میں نے اپنی مثل کوئی آدمی نہیں دیکھا جس نے آج عاتکہ جیسی بیوی کو جس نے کوئی جرم نہیں کیا طلاق دیدی۔''

اعاتک قلبی کل یوم ولیلة — الیک بما تخفی النفوس معلق

''اے عاتکہ میرا دل دن رات اس الفت ومحبت کی بناء پر جو دل میں چھپی ہوئی ہے تیری طرف متوجہ رہتا ہے۔''

لها خلق جزل ورأی و منصب — و خلق سوی فی الحیات و منطق

''اس کیلئے (یعنی عاتکہ کیلئے) اچھے اخلاق، درستی رائے اور بلند مرتبہ ہے اور یہ تمام اچھے اوصاف اس کی زندگی اور گفتگو میں ظاہر ہوتے ہیں۔''

جب حضرت عبدالرحمٰن کے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اپنے بیٹے کی یہ حالت معلوم ہوئی تو انہوں نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کر لے۔قزوینیؒ نے کہا ہے کہ جب قماری کا مذکر مر جاتا ہے تو اس کی مونث اس کے بعد کسی اور نر کو جفتی کیلئے قریب نہیں آنے دیتی اور اپنے نر کے غم میں نوحہ کرتی رہتی ہے یہاں تک کہ اسی غم کی وجہ سے مادہ کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

فائدہ امام شافعیؒ ایک مرتبہ امام مالک بن انسؒ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔پس ایک آدمی آیا۔پس اس آدمی نے امام مالکؒ سے کہا میں قمریوں کی خرید و فروخت کرتا ہوں۔پس میں نے ایک دن ایک آدمی کو ایک قمری فروخت کی۔پس وہ قمری خریدار نے مجھے واپس کر دی اور کہنے لگا کہ تیری قمری چیختی نہیں یعنی بولتی نہیں۔پس میں نے قسم کھائی کہ اگر میری قمری برابر آواز نہ کرے تو میری بیوی پر طلاق ہے۔پس امام مالکؒ نے اس آدمی سے فرمایا کہ تیری بیوی کو طلاق ہو گئی اور اب تمہارے لئے (اس کو اپنے پاس رکھنے کی) کوئی سبیل نہیں۔امام شافعیؒ جو اس وقت چودہ سال کے تھے۔اس آدمی سے فرمانے لگے کہ کیا تیری قمری اکثر وقت چیختی رہتی ہے یا خاموش رہتی ہے؟ پس اس آدمی نے کہا نہیں بلکہ وہ اکثر وقت چیختی رہتی ہے۔پس امام شافعیؒ نے فرمایا کہ تمہاری بیوی کو طلاق نہیں ہوئی۔پس امام مالکؒ کو امام شافعیؒ کا یہ جواب معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا اے لڑکے تمہیں یہ جواب کہاں سے معلوم ہوا ہے؟ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ بے شک آپ نے ہی مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ زہری نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے انہوں نے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ فاطمہ بنت قیسؓ نے کہا یا رسول اللہ! بے شک ابوجہم اور معاویہ نے مجھے نکاح کا پیغام بھیجا ہے۔پس آپ ﷺ نے فرمایا ''رہے معاویہ وہ تو فقیر ہیں ان کے پاس مال نہیں ہے اور رہے ابوجہم تو وہ اپنی گردن سے لاٹھی نہیں اتارتے'' (امام شافعیؒ نے

فرمایا) تحقیق رسول اللہؐ کو یہ بات معلوم تھی کہ ابوجہم کھاتے بھی ہیں سوتے بھی ہیں اور آرام کرنے کے علاوہ دیگر ضروریات زندگی بھی پوری کرتے ہیں لیکن آپ ﷺ نے فرمایا "لا یضع عصه" (ابوجہم اپنی گردن سے لاٹھی نہیں اتارتے) یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ نے مجازاً فرمائے تھے۔ اہل عرب دو فعل میں سے اغلب فعل کو مانند مداومت قرار دیتے ہیں اس لئے میں نے (یعنی امام شافعیؒ نے) بھی ایسا ہی کیا اور اسی حدیث سے استدلال کیا کیونکہ اس آدمی کی قمری اکثر وقت سکوت کی بجائے بولتی رہتی ہے۔ اس لئے میں نے اس کے دو فعل یعنی سکوت اور صیاح میں سے اغلب فعل صیاح (آواز نکالنے) کو دائمی قرار دیا۔ پس امام مالکؒ، امام شافعیؒ کی دلیل سن کر متعجب ہوئے اور ان سے (یعنی امام شافعیؒ سے) فرمایا اب تمہیں فتویٰ دینے کی اجازت ہے۔ پس امام شافعیؒ نے اسی سال سے فتویٰ دینا شروع کر دیا۔

ایک عجیب بات ابن خلکان اور ابن کثیر نے اپنی اپنی تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ہندوستان کے بعض بادشاہ جب ہندوستان چھوڑنے لگے تو انہوں نے رخصت ہوتے وقت سلطان محمود بن سبکتگین کو بہت سے ہدایا دیئے جن میں قمری کے مشابہ ایک پرندہ بھی تھا۔ اس پرندے کی یہ خصوصیت تھی کہ اگر اس پرندے کی موجودگی میں کسی آدمی کے سامنے زہر آلود کھانا ہوتا تو اس پرندے کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے جس سے اس شخص کو معلوم ہو جاتا کہ یہ کھانا مضر ہے اور وہ آنسو اس کی آنکھ سے گرتے ہی ٹھوس شکل اختیار کر لیتے۔ پس ان خشک آنسوؤں کو کھرچ کر اٹھا لیا جاتا اور پھر پیس کر ان کا سفوف زخموں پر چھڑک دیا جاتا تو زخم ٹھیک ہو جاتے۔

قمری کا شرعی حکم اس پرندے کا کھانا کبوتر کی طرح بالاجماع حلال ہے کیونکہ یہ کبوتر کی ہی ایک قسم ہے جیسے پہلے گزرا۔

تعبیر قمری کو خواب میں دیکھنا دیندار عورت پر دلالت کرتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قمری کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر ایسے مرد سے دی جاتی ہے جو عمدہ آواز میں اشعار پڑھنے والا ہو۔ یہودیوں نے کہا ہے کہ جو شخص خواب میں قمری، بلبل یا ان کے مشابہ کوئی پرندہ دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے بھلائی حاصل ہوگی۔ اگر خواب دیکھنے والے نے سفر کا ارادہ کیا ہوا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ ضرور سفر پر جائے گا اور اگر خواب دیکھنے والا کسی غم میں مبتلا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ خواب دیکھنے والے کے غم کو دور فرما دے گا اور اگر اس کی کوئی حاجت ہوگی تو وہ بھی عنقریب پوری ہو جائے گی۔ اگر کسی نے موسم بہار میں قمری کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ خواب دیکھنے والے کی پرانی خواہش پوری ہو جائے گی۔ حاملہ عورت کا خواب میں قمری کو دیکھنا لڑکے پر دلالت کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

القمعة

"القمعة" (حرکت کے ساتھ) اس سے مراد وہ مکھی ہے جو سخت گرمی کے موسم میں اونٹوں اور ہرنوں پر سوار ہو جاتی (یعنی ان کے جسموں کے ساتھ چپک جاتی) ہے۔ کہا جاتا ہے "الحمار یقمع" (گدھا اپنے سر کو حرکت دے رہا ہے) جاحظ نے کہا ہے کہ یہ کتا مکھی کی ایک قسم ہے۔ کفایہ میں مرقوم ہے کہ "القمع" سے مراد نیلے رنگ کی بڑی مکھی ہے۔

القمعوط والقمعوطة

''القمعوط والقمعوطة'' ابن سیدہ نے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد ایک کیڑا ہے۔

القمل

''القمل'' اس سے مراد ایک مشہور کیڑا (یعنی جوں) ہے۔اس کا واحد ''قملة'' ہے۔اسی طرح واحد کے لئے ''قمال'' کا لفظ بھی مستعمل ہے۔ابن سیدہ نے کہا ہے کہ ''القمل'' قملة کی جمع ہے اور تحقیق اس کیڑے کیلئے ''القمل'' (قاف کے کسرہ کے ساتھ) لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔''القملة'' (یعنی مادہ جوں) کی کنیت کیلئے ام عقبة اور ام طلحۃ کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔مذکر جوں کی کنیت ''ابوعقبہ'' ہے۔بہت سی جوؤں کے لئے ''بنات عقبة'' اور ''بنات الدروز'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔''الدروز'' سے مراد ''الخیاطة'' (یعنی درزی) ہے۔جوں کو ''الدروز'' (یعنی درزی) سے تشبیہ اس لئے دی گئی ہے کہ درزی کے سلے ہوئے دو کپڑوں کے درمیان کی سلائی بھی جوؤں کی مانند دکھائی دیتی ہے اس لئے جوں کا نام ''الدروز'' رکھ دیا گیا۔''قملة الزرع'' سے مراد ایک کیڑا ہے جو ٹڈی کی طرح پرواز کرتا ہے۔اس کی جمع ''قمل'' آتی ہے۔جوہری کا یہی قول ہے۔''القمل'' ایک معروف کیڑا ہے جو اس میل اور گندگی سے پیدا ہوتا ہے جو انسان کے کپڑوں یا جسم یا پرندے کے پروں، انسانی بالوں وغیرہ میں پائی جاتی ہے۔یہاں تک کہ وہ جگہ (جہاں جوں موجود ہو) بدبودار ہو جاتی ہے۔جاحظ نے کہا ہے کہ بسا اوقات انسان ''قمل الطباع'' (یعنی ایسا انسان جس کے جسم پر متواتر جوئیں پیدا ہوتی ہیں) ہوتا ہے اگرچہ وہ صاف رہے، خوشبو لگائے اور (ہر روز) کپڑے تبدیل کرے۔جیسے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت زبیر بن عوامؓ کو (ایک مرتبہ حج میں) ایسا ہی واقعہ پیش آیا (یعنی جوئیں انہیں تکلیف پہنچا رہی تھیں) حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت زبیر بن عوامؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے ریشمی لباس پہننے کی اجازت طلب کی۔پس ہمیں ریشمی لباس پہننے کی اجازت دے دی گئی۔راوی کہتے ہیں۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت زبیر بن عوامؓ کو ریشمی لباس کی شدید ضرورت تھی (کیونکہ جوئیں انہیں اذیت دے رہی تھیں) اس لئے ان دونوں حضرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ریشمی لباس پہننے کی اجازت ملی۔حالانکہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں بنی مغیرہ کے کسی آدمی (جو آپ کے ماموں کے قبیلہ سے تھا) کو دیکھا کہ اس نے ریشمی قمیص پہن رکھی ہے تو آپؓ (یعنی حضرت عمرؓ) نے اس آدمی کو مارنے کے لئے درہ اٹھایا۔پس بنی مغیرہ کے آدمی نے کہا کیا عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ریشم کا لباس نہیں پہنا تھا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا تیری ماں مرے کیا تو عبدالرحمٰن بن عوفؓ جیسا ہے۔جاحظ نے کہا ہے کہ جوں کی یہ طبعی خاصیت ہے کہ یہ جس جگہ پیدا ہوتی ہے یا رہتی ہے اسی چیز کا رنگ اختیار کر لیتی ہے۔چنانچہ سرخ بالوں کی جوں سرخ، سیاہ بالوں کی جوں سیاہ اور سفید بالوں کی جوں سفید ہوگی۔چنانچہ جب بالوں کا رنگ تبدیل ہوتا ہے تو بالوں میں پائی جانے والی جوں کا رنگ بھی تبدیل ہو جاتا ہے۔کہتے ہیں کہ جوں ایسا حیوان ہے جس کی مادہ اپنے نر سے (جسامت میں) بڑی ہوتی ہے۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جوں کے بچے بھی ہوتے ہیں اور یہ بچے جوں کے انڈوں سے پیدا

ہوتے ہیں۔ جیسے ''باب الصاد'' میں تذکرہ کیا گیا ہے۔ حاکم نے اپنی مستدرک کے اوائل میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ مصیبت کس کو اٹھانی پڑی؟ آپؐ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام سب سے زیادہ مصائب میں مبتلا ہوئے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ نے عرض کیا پھر اس کے بعد کن کو؟ آپ ﷺ نے فرمایا علماء کرام کو انبیاء کرام کے بعد سب سے زیادہ مصیبتیں اٹھانی پڑیں۔ حضرت ابوسعید خدریؓ نے عرض کیا اس کے بعد کن کو؟ آپ ﷺ نے فرمایا صالحین کو اور ان میں سے کسی کو جوؤں کی اذیت میں مبتلا کیا گیا یہاں تک کہ جوؤں نے اس کو (اذیت دے کر) قتل کرڈالا اور ان (یعنی صالحین) میں سے بعض کو فقر کے ذریعے آزمایا گیا یہاں تک کہ ان میں سے بعض کے پاس سوائے ایک عباء کے جو ان کے جسم پر ہوتی تھی اور کوئی کپڑا نہ تھا۔ مگر پھر بھی ان میں (یعنی صالحین میں) سے ہر ایک مصائب پر بہت زیادہ خوشی کا اظہار کرتا جیسے تم میں سے کوئی عطیہ (انعام وغیرہ) ملنے پر خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح الاسناد ہے۔ ''القمل'' (جوں) مرغیوں، کبوتروں میں بھی پائی جاتی ہے اور اسی طرح جوں بندروں میں بھی پائی جاتی ہے۔ رہی ''قملۃ النسر'' (گدھ کی جوئیں) تو وہ پہاڑی مقامات پر سکونت اختیار کرتی ہیں۔ فارسی میں گدھ کی جوں کو ''درہ'' کہا جاتا ہے۔ یہ جوں جب کسی کو کاٹ لے تو اس کو قتل کردیتی ہے۔ یہ جوں (یعنی گدھ کی جوں) ''القمل'' (عام جوں) سے بڑی ہوتی ہے۔ اس کا نام ''قملۃ النسر'' ہے کیونکہ یہ گدھ میں پائی جاتی ہے۔

فائدہ اہل علم کا بنی اسرائیل پر مسلط کی جانے والی ''القمل'' (جوں) کے متعلق اختلاف ہے۔ پس حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ وہ ''السوس'' (یعنی سرسری) تھی جو گندم (کے دانہ) سے نکلتی ہے۔ مجاہد، سدی، قتادہ اور کلبی نے کہا ہے کہ وہ اڑنے والی ٹڈی تھی جس کے پر ہوتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے وہ ''الدبا'' تھی۔ ''الدبا'' سے مراد ایک چھوٹی ٹڈی ہے جس کے پر نہیں ہوتے۔ عکرمہؒ نے فرمایا ہے کہ وہ ''بنات الجراد'' (یعنی ٹڈیوں کے بچے) تھے۔ ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ وہ ''الحمنان'' تھی۔ الحمنان سے مراد ایک قسم کی چیچڑی ہے۔ ابوزید نے کہا ہے کہ وہ ''البراغیث'' (یعنی پسو) تھا۔ حسن اور سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ وہ سیاہ رنگ کے چھوٹے چھوٹے کیڑے تھے۔ عطاء الخراسانی نے کہا ہے کہ وہ مشہور و معروف (کیڑا) ''القمل'' (جوں) تھا۔ روایت کی گئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مرتبہ اپنا عصاء لے کر ''اعفر جھیل'' کی جانب گئے جو مصر کے ایک گاؤں میں واقع تھی جسے ''عین شمس'' کہا جاتا ہے۔ پس آپ نے (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے) ''اعفر جھیل'' پر موجود ٹیلہ پر اپنا عصا مارا۔ پس وہ ٹیلہ منتشر (یعنی ٹکڑے ٹکڑے) ہوگیا اور ان ٹکڑوں نے جوؤں کی شکل اختیار کرلی اور وہ پورے مصر میں پھیل گئیں اور وہاں (یعنی مصر) کے کھیتوں اور باغوں میں جو کچھ بھی تھا سب کو کھا گئیں۔ اس کے بعد وہ جوئیں لوگوں کے کپڑوں میں داخل ہوگئیں اور ان کے جسموں کے ساتھ چمٹ گئیں۔ پس ان جوؤں نے ان کو کاٹنا شروع کردیا۔ یہاں تک کہ اہل مصر کا کوئی بھی آدمی جب کھانا کھاتا تو اس کے کھانے میں جوئیں بھر جاتیں۔ کہا جاتا ہے کہ قبطی لوگ جوؤں کی اذیت سے زیادہ اور کسی اذیت میں مبتلا نہیں ہوئے کیونکہ جوئیں ان کے کھانے کی چیزوں، مشروبات، رہنے کی جگہ، کپڑوں، بالوں، آنکھوں اور پلکوں کے ساتھ اس طرح چمٹ گئیں تھیں کہ ایسا دکھائی دیتا تھا کہ گویا ان کے چیچک نکل آئی ہو۔ پس جوؤں کی وجہ سے نہ تو وہ سو سکتے تھے اور نہ ہی

آرام کر سکتے تھے۔ پس وہ تمام لوگ چیختے' چلاتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے ہم توبہ کرتے ہیں۔ پس آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر سے اس مصیبت کو دور کر دے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے دعا کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر سے جوؤں کا عذاب جس میں وہ مبتلا تھے (سات دن کے بعد) دور کر دیا۔ (یعنی وہ لوگ اس عذاب میں سات دن مبتلا رہے) نیز یہ عذاب ان پانچ نشانیوں میں سے تھا جو اس آیت میں ذکر کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ'' (پس ہم نے ان پر طوفان بھیجا، ٹڈی دل چھوڑے، سُرسُریاں پھیلائیں، مینڈک نکالے اور خون برسایا۔ یہ سب نشانیاں الگ الگ کر کے دکھائیں۔ الاعراف۔ آیت ۱۳۳) یہ پانچ عذاب ان پر (یعنی قبطیوں پر) یکے بعد دیگرے نازل ہوتے رہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ ان پر ہر عذاب ایک ہفتہ تک مسلط رہتا اور ہر دو عذاب کے درمیان ایک ماہ کا وقفہ دیا گیا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ، سعید بن جبیرؒ، قتادہ اور محمد بن اسحٰق نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ جب جادوگر ایمان لے آئے اور فرعون مغلوب ہو کر واپس ہوا۔ نیز فرعون اور اس کے متبعین نے (ایمان لانے سے) انکار کیا اور وہ (یعنی فرعون اور اس کی قوم) اپنے کفر اور بنی اسرائیل کی اذیت رسانی پر اڑے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر (یعنی فرعون اور اس کی قوم پر) یکے بعد دیگرے عذاب نازل کرنے شروع کر دیئے اور ان کو (پہلے) قحط اور پھلوں کی کمی کے ذریعے عذاب میں مبتلا کیا۔ پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس (یعنی فرعون اور اس کی قوم کے پاس) چار نشانیوں ''الید'' (ہاتھ) ''والعصا'' (عصاء) ''والسنین'' (قحط سالی) ''وَنَقْصِ الثَّمَرَات'' (پھلوں کی کمی) کے ساتھ آئے تو فرعون اور اس کی قوم نے ایمان لانے سے انکار کیا اور اپنے کفر پر اصرار کیا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے بددعا فرمائی۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا! ''اے میرے رب تیرے بندے فرعون نے زمین میں سرکشی' بغاوت اور غرور پر کمر باندھ رکھی ہے اور اس کی قوم نے تیرے عہد کو توڑ دیا ہے۔ اے میرے رب تو ان کو عذاب میں مبتلا کر دے تاکہ یہ ان کے لئے (یعنی آلِ فرعون کیلئے) اور میری قوم (بنی اسرائیل) کیلئے نصیحت اور ان کے بعد آنے والوں کے لئے عبرت ہو۔'' پس اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ان پر بارش کا طوفان نازل فرمایا۔ بنی اسرائیل اور قبطیوں کے گھر ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے تھے لیکن بارش کے طوفان کا پانی صرف قبطیوں کے گھر میں داخل ہوا یہاں تک کہ قبطیوں میں سے جو لوگ کھڑے ہوتے پانی ان کی گردن تک پہنچ جاتا اور جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہ پانی میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے لیکن بنی اسرائیل کے گھروں میں طوفان کے پانی کا ایک قطرہ بھی داخل نہیں ہوا۔ نیز پانی قبطیوں کی زمینوں میں کھڑا ہو گیا جس کی وجہ سے قبطی زراعت وغیرہ سے محروم ہو گئے۔ پانی کے طوفان کا عذاب قبطیوں پر ایک ہفتہ تک مسلط رہا۔ مجاہدؒ اور عطاؒ نے کہا ہے کہ قبطیوں پر آنے والے طوفان سے مراد موت ہے۔ وہب نے کہا ہے کہ ''الطّوفان'' سے مراد طاعون ہے جو (مصر سے) یمن تک پہنچ گیا تھا۔ پس قبطیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہم سے یہ عذاب دور فرما دے۔ پس اگر ہمارے اوپر سے یہ عذاب ٹل گیا تو ہم ضرور آپ پر ایمان لے آئیں گے اور ہم ضرور آپ کے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دیں گے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر سے

(یعنی قبطیوں پر سے) طوفان (کا عذاب) اٹھالیا اور ان کے لئے اس سال وہ تمام چیزیں اگا دیں جو اس سے قبل ان کے لئے نہیں اگ سکی تھیں مثلاً غلہ پھل اور چارہ وغیرہ۔ پس قبطیوں نے کہا کہ یہ پانی ہمارے لئے ایک نعمت ثابت ہوا ہے لیکن اس کے باوجود وہ (یعنی قبطی) ایمان نہیں لائے اور وہ ایک ماہ تک عافیت سے رہے۔ پس (اس کے بعد) اللہ تعالیٰ نے ان پر ٹڈیوں کو بھیج دیا (یعنی ان پر بطور عذاب ٹڈیوں کو نازل کیا) پس ٹڈیاں ان کے کھیتوں کی پیداوار اور ان کے پھلوں اور درختوں کے پتوں کو کھا گئیں۔ یہاں تک کہ ٹڈیوں نے ان کے گھروں کے دروازے گھروں کی چھتیں لکڑی کپڑے کھانے پینے کا سامان دروازوں کی کھونٹیوں وغیرہ کو (جو لوہے کی تھیں) بھی کھالیا۔ (اس عذاب کی وجہ سے) قبطی سخت اذیت میں گرفتار ہو گئے اور بھوکے مرنے لگے لیکن ٹڈیوں نے بنی اسرائیل کی کسی بھی چیز کو نقصان نہیں پہنچایا۔ پس وہ (یعنی قبطی) مایوس ہو کر حضرت موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی خوشامد کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہمارے لئے دعا کیجئے تا کہ یہ عذاب دور ہو جائے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے دعا کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان سے (ٹڈیوں کا) عذاب دور کر دیا۔ قبطی ایک ہفتہ (یعنی سات دن) تک ٹڈیوں کے عذاب میں مبتلا رہے۔ روایت کی گئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میدان میں کھڑے ہوئے اور آپ نے اپنے عصا سے مشرق اور مغرب کی جانب اشارہ فرمایا تو ٹڈیاں جہاں سے آئی تھیں اسی طرح لوٹ گئیں۔ پس قبطی اپنے کفر پر قائم رہے اور انہوں نے اسی حالت میں ایک ماہ عافیت کے ساتھ گزارا۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر جوؤں کو بھیجا۔ پس قبطی جوؤں کے عذاب سے بہت تنگ ہوئے اور جب مایوس ہو گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی خوشامد کرنے لگے اور سوال کرنے لگے کہ اس عذاب کو ہم پر سے دور کر دیجئے اور کہنے لگے کہ ہم توبہ کرتے ہیں۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ وہ جوؤں (کے عذاب) کو اٹھالے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر سے (یعنی قبطیوں پر سے) جوؤں (کے عذاب) کو اٹھالیا۔ بعد اس کے کہ قبطی سات دن تک اس عذاب میں مبتلا رہے۔ پس قبطیوں نے اپنا عہد توڑ دیا اور برے اعمال کی طرف لوٹ گئے۔ پس قبطیوں نے ایک ماہ عافیت کے ساتھ گزارا۔ پس (اس کے بعد) اللہ تعالیٰ نے ان پر مینڈکوں کو بھیج دیا۔ پس ان کے گھر مینڈکوں سے بھر گئے۔ پس مینڈک ان کے (یعنی قبطیوں کے) بستروں کپڑوں کھانے پینے کی اشیاء اور برتنوں میں داخل ہو گئے۔ پس اگر کوئی آدمی اپنے کھانے سے یا برتن سے مینڈک نکالتا تو مینڈک دوبارہ اس میں داخل ہو جاتا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی آدمی کلام کرتا تو مینڈک کود کر اس کے منہ میں گھس جاتے۔ اسی طرح ان کی ہانڈیوں میں سالن و دیگر چیز پکاتے ہوئے مینڈک آ کر گر جاتے ان کے گندھے ہوئے آٹے میں مینڈک گھس جاتے اور اگر کوئی شخص سوتا تو مینڈک اس کے بدن اور چارپائی پر بکثرت جمع ہو جاتے۔ یہاں تک کہ اس کے لئے کروٹ لینی مشکل ہو جاتی اور وہ آدمی خوفزدہ ہو کر چیخنا شروع کر دیتا۔ پس قبطی مایوس ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر سے یہ عذاب دور کر دے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر سے مینڈکوں کا عذاب اٹھالیا بعد اس کے کہ وہ (یعنی قبطی) سات دن تک اس عذاب میں مبتلا رہے۔ پس اس کے بعد قبطیوں نے ایک ماہ عافیت کے ساتھ گزارا۔ پھر انہوں نے اپنا عہد توڑ دیا اور کفر کی طرف لوٹ گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر

خون کا عذاب مسلط کر دیا۔ پس دریائے نیل میں پانی کی بجائے خون بہنے لگا۔ پس ان کے شہروں کے تمام کنوئیں اور چشمے خون سے بھر گئے۔ پس انہوں نے اس معاملہ کی شکایت فرعون سے کی۔ پس قبطی کہنے لگے کہ ہمارے لئے شراب (یعنی پینے کا پانی وغیرہ) نہیں ہے۔ پس فرعون نے کہا تحقیق تم پر سحر (جادو) کیا گیا ہے۔ پس فرعون نے ایک قبطی اور ایک اسرائیلی کو ایک برتن پر (پانی پینے کیلئے) جمع کیا۔ پس اسرائیلی کی طرف برتن میں پانی بھر گیا اور جس سمت سے قبطی پانی پینا چاہتا تھا وہاں خون ہو گیا۔ یہاں تک کہ فرعون نے بنی اسرائیل کی ایک عورت کو طلب کیا اور ایک قبطی عورت کو بلایا اور ایک برتن میں بنی اسرائیل کی عورت سے پانی بھروایا۔ چنانچہ جب بنی اسرائیل کی اس عورت نے برتن میں پانی بھرا تو وہ پانی ہی رہا' خون میں تبدیل نہیں ہوا۔ فرعون نے قبطی عورت سے کہا کہ وہ اس برتن سے پانی پی لے لیکن اس بنی اسرائیل کی عورت کے ہاتھ سے پئے۔ پس جب قبطی عورت نے برتن کو ہاتھ لگایا اور پانی پینے کیلئے برتن کو اپنی طرف جھکایا تو برتن کا پانی خون میں تبدیل ہو گیا لیکن بنی اسرائیل کی عورت کی طرف کا پانی خون میں تبدیل نہیں ہوا۔ غرض قبطیوں نے بہت جدوجہد کی کہ بنی اسرائیل کے تعاون سے ان کی پیاس ختم ہو جائے لیکن ایسا ممکن نہیں ہو سکا۔ چنانچہ ایک قبطی عورت جو پیاس کی وجہ سے پریشان تھی۔ اس نے بنی اسرائیل کی ایک عورت سے کہا کہ وہ اپنے منہ میں پانی بھرے اور پھر وہ پانی اس کے منہ میں منتقل کر دے۔ پس بنی اسرائیل کی اس عورت نے اپنے منہ میں پانی بھرا اور پھر اس پانی کو قبطی عورت کے منہ میں منتقل کیا لیکن پانی قبطی عورت کے منہ میں جاتے ہی خون میں تبدیل ہو گیا۔ نیز فرعون بھی پیاس کی شدت سے مضطرب ہو گیا یہاں تک کہ اس نے درختوں کی شاخوں کو چبانا شروع کر دیا تا کہ ان کی تری سے تسکین حاصل کر سکے لیکن درخت کی ان ٹہنیوں سے فرعون کو صرف نمک اور کھار کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہو سکا۔ پس قبطی ایک ہفتہ (یعنی سات دن) تک اسی حالت میں رہے۔ وہ نہیں پیتے تھے مگر خون پس وہ (یعنی قبطی) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر سے اس خون (کے عذاب) کو دور کر دے۔ پس ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیج دیں گے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے دعا کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر سے خون (کا عذاب) دور کر دیا لیکن وہ ایمان نہیں لائے۔ پس اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ" (پس جب ہم نے ان پر سے عذاب کو دور کر دیا۔ الاعراف - ۱۳۵) علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس عذاب سے مراد پانی کا طوفان' ٹڈی' جوں' مینڈک اور خون کا عذاب ہے لیکن ابن جبیر نے کہا ہے کہ "الرِّجْز" سے مراد طاعون ہے یہ چھٹا عذاب تھا (جو پانچ عذابوں کے علاوہ تھا جو آیت میں بیان ہوئے ہیں) جس میں قبطیوں کو مبتلا کیا گیا یہاں تک کہ ایک دن میں قبطیوں کے ستر ہزار آدمی اس عذاب (یعنی طاعون) کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔

حضرت ابن جبیر فرماتے ہیں کہ ہم سے روایت (بیان) کی عامر بن سعد بن ابی وقاص نے کہ انہوں نے اپنے والد محترم کو حضرت اسامہ بن زیدؓ سے یہ سوال کرتے ہوئے سنا کہ کیا آپؐ نے رسول اللہ ﷺ سے طاعون کے متعلق کچھ سنا ہے؟ پس حضرت اسامہ بن زیدؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "اَلطَّاعُوْنُ رِجْزٌ" (طاعون ایک عذاب ہے) جو بنی اسرائیل یا تم سے قبل کسی امت پر (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) بھیجا گیا (یعنی مسلط کیا گیا) تھا۔ پس جب تم سنو کہ کسی خطہ (یعنی شہر

ملک وغیرہ) میں طاعون کی بیماری پھیل چکی ہے تو تم اس خطہ میں نہ جاؤ اور اگر تم اسی خطہ میں موجود ہو تو وہاں سے راہِ فرار نہ اختیار کرو۔ (رواہ عامر بن سعد بن ابی وقاص) پس قبطیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گزارش کی کہ وہ اس عذاب کو دور کرنے کے لئے اپنے رب سے دعا کریں۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (ان کے لئے) اپنے رب سے دعا کی۔ پس اس نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے) ان پر سے عذاب کو دور کر دیا لیکن قبطی اپنے عہد سے ہٹ گئے اور ایمان نہ لائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے کفر اور سرکشی کے سبب فرعون اور اس کے سرداروں کو سمندر میں غرق کر دیا۔ تحقیق فرعون اور اس کے ساتھیوں کی غرقابی کے متعلق ''باب الحاء'' میں ''الحصان'' کے تحت بھی تفصیل گزر چکی ہے۔ حضرت سعید بن جبیرؓ اور محمد بن منکدر نے فرمایا ہے کہ فرعون نے چار سو سال تک حکومت کی ہے اور اس کی عمر چھ سو بیس برس تھی۔ نیز اس مدت میں اس نے کسی قسم کی اذیت محسوس نہیں کی (یعنی خوشحال رہا) اگر فرعون کو (چھ سو بیس برس میں) ایک دن بھی بھوک کی یا ایک رات بخار کی یا ایک ساعت جسم میں کسی درد کی اذیت پہنچتی تو فرعون ہرگز ربوبیت کا دعویٰ نہ کرتا۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا کہ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے عصاء کے ساتھ ''اعفر جھیل'' کی جانب چلے۔ پس انہوں نے جھیل کے کنارے پر موجود ٹیلے پر اپنا عصا مارا جس سے وہ ریزہ ریزہ ہو گیا اور ٹیلے کے ان ٹکڑوں نے جوؤں کی شکل اختیار کر لی اور پھر یہ جوئیں پورے مصر میں پھیل گئیں۔ پھر وہ مصری لوگ (یعنی قبطی) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور کہنے لگے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر سے یہ عذاب دور کر دے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے دعا کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر سے عذاب کو دور کر دیا لیکن اس کے باوجود قبطی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف لوٹ گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر مینڈکوں کا عذاب مسلط کر دیا۔ پس مینڈک ان کے بستروں، کپڑوں میں داخل ہو گئے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی آدمی گفتگو کرنے لگتا تو مینڈک اچھل کر اس کے منہ میں گھس جاتے۔ پس قبطیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گزارش کی کہ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کیجئے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان پر سے مینڈکوں کا عذاب دور کر دیا لیکن قبطی پھر کفر کی طرف لوٹ گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر خون (کا عذاب) مسلط کر دیا۔ پس ان کا پانی خون میں تبدیل ہو گیا۔ پس ایک قبطی آدمی پانی کی تلاش میں کنواں پر گیا اس نے کنواں میں ڈول ڈال کر پانی نکالنا چاہا لیکن اس کے ڈول میں پانی کی بجائے خون تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قبطیوں پر ''الرعاف'' کا عذاب مسلط کیا تھا۔

فائدہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوں کو کھجور کی گٹھلی کے ذریعے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ کھجور کی گٹھلی کو بوقت ضرورت اہل عرب کھا لیا کرتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کھجور کی گٹھلی کی تخلیق اس مٹی سے ہوئی تھی جو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد بچ گئی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کھجور کی گٹھلی جانوروں کی غذا بھی ہے۔

الحکم جوں کو کھانا بالاتفاق حرام ہے۔ جب محرم (جس نے احرام باندھا ہو) کے بدن یا کپڑوں میں جوئیں پڑ جائیں تو محرم کیلئے ان جوؤں کو اپنے بدن سے ہٹانا یا کپڑوں سے ہٹانا مکروہ نہیں ہے۔ پس اگر (ایسی حالت میں) محرم جوں کو قتل کر دے تو اس پر کوئی چیز (یعنی دم وغیرہ) واجب نہیں ہوگی لیکن محرم کیلئے مکروہ ہے کہ وہ اپنے سر اور ڈاڑھی سے جوئیں نکالے۔ پس اگر محرم نے ایسا کیا اور اس

نے سر اور ڈاڑھی سے جوئیں نکال کر ان کو قتل کر دیا تو اس پر صدقہ واجب ہوگا اگر چہ ایک لقمہ ہی کیوں نہ ہو۔ اکثر اہل علم کا یہ قول ہے کہ یہ صدقہ صرف مستحب ہوگا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ صدقہ واجب ہوگا لیکن یہ صدقہ جوں کے فدیہ کے طور پر نہیں ہے کہ جوں کے کھانے کی حلت (یعنی حلال ہونے) پر دلالت کرے بلکہ یہ صدقہ اس سکون و آرام کے عوض میں ہے جو محرم کو سر اور ڈاڑھی سے جوئیں نکالنے پر حاصل ہوا ہے۔ امام ترمذیؒ نے ایک مفید بات یہ بیان کی ہے جب کوئی آدمی رفع حاجت کے وقت (یعنی بول و براز کے وقت) جوں وغیرہ کو پائے تو اسے قتل نہ کرے بلکہ اس کو (زمین میں ہی) دفن کر دے۔ پس تحقیق روایت کی گئی ہے کہ جو شخص قضائے حاجت کے وقت جوں کو قتل کر دیتا ہے تو شیطان اس کے بالوں میں شب باشی کرتا ہے۔ پس شیطان اس آدمی کو چالیس دن تک اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کر دیتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو آدمی قضائے حاجت کے وقت جوں کو قتل کر ڈالے تو وہ ہمیشہ غموں میں گھرا رہے گا۔ فتاویٰ قاضی خان میں مذکور ہے کہ جوں کو زندہ پھینکنے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن ادب یہ ہے کہ اس کو (یعنی جوں کو) قتل کر دیا جائے۔

مسئلہ: جوؤں کو دور کرنے کے لئے ریشم کا لباس پہننا جائز ہے کیونکہ ریشم کی خاصیت یہ ہے کہ جوں اس کے قریب نہیں آتی۔ نیز نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت زبیر بن عوامؓ کو (جوؤں کی اذیت سے محفوظ رہنے کیلئے) ریشم کا لباس پہننے کی اجازت دی تھی جیسے پہلے گزر چکا ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ سفر میں ریشمی لباس نہ پہنا جائے۔ شیخ ابو محمد جوینی اور ابن صلاح نے کہا ہے سفر میں بھی ریشمی لباس پہن سکتے ہیں۔ امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ ریشم کا لباس پہننا مطلقاً ناجائز ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ ہمارے (یعنی شوافع کے) نزدیک یہ قول بعید ہے۔

مسئلہ: اگر مصلی (یعنی نماز پڑھنے والا) اپنے کپڑوں میں جوں یا پسو وغیرہ دیکھے تو شیخ ابو حامد کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ مصلی (نماز پڑھنے والا) ان سے غافل ہو جائے (یعنی ان کو ہلاک نہ کرے) پس اگر وہ (یعنی نمازی) ان کو (یعنی جوں یا پسو کو) اپنے ہاتھ سے جھاڑ دے یا روکے رکھے یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہو جائے تو ایسا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ پس اگر نمازی نے دورانِ نماز جوں اور پسو کو قتل کر دیا تو جلد کے علاوہ ان کے خون کی رخصت ہے (یعنی جوں، پسو کا خون معاف ہے نماز نہیں ٹوٹے گی) اور اگر نمازی نے دوران نماز جوں یا پسو کو قتل کر دیا اور ان کی (یعنی جوں یا پسو کی) جلد اس کے (یعنی نمازی کے) ناخن یا کپڑوں کے ساتھ چمٹ گئی تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی لیکن (شیخ ابو حامد کا) ایک قول یہ ہے کہ دورانِ نماز نمازی کیلئے جوں اور پسو کو قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسے دورانِ نماز بچھو اور سانپ کو قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پس اگر نمازی نے دوران نماز جوں اور پسو کو اپنے ہاتھ سے روکے رکھا تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ قمولی نے کہا ہے کہ نمازی کیلئے ضروری ہے کہ وہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد جوں کو مسجد سے باہر پھینک دے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی آدمی مسجد میں جوں پائے (یعنی اپنے کپڑوں وغیرہ میں یا کسی اور جگہ میں) تو اسے چاہئے کہ جوں کو اپنے کپڑوں میں ہی (روکے) رکھے یہاں تک کہ وہ مسجد سے باہر نکل آئے (یعنی مسجد سے باہر نکل کر جوں کو پھینک دے) امام احمدؒ نے اپنی مسند میں سند صحیح کے ساتھ مکہ مکرمہ کے شیخ جن کا تعلق قبیلۂ قریش سے تھا ایک حدیث نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے

اپنے کپڑوں میں جوں کو پایا۔ پس اس نے جوں کو پکڑ لیا تا کہ وہ اس کو (یعنی جوں کو) مسجد ہی میں پھینک دے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے فرمایا تم ایسا نہ کرو (یعنی مسجد میں جوں کو نہ پھینکو) بلکہ تم جوں کو اپنے کپڑوں میں لوٹا دو (یعنی کپڑوں میں ہی رہنے دو) یہاں تک کہ تم مسجد سے باہر نکل جاؤ۔ امام بیہقیؒ نے اسی کی مثل مرسل روایت کی ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے اپنے کپڑوں میں جوں کو دیکھا اس حال میں کہ وہ آدمی مسجد میں موجود تھا۔ پس اس نے جوں کو پکڑ کر خاک میں (یعنی مٹی میں) دفن کر دیا۔ پھر کہا "اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا" (کیا ہم نے زمین کو سمیٹ کر رکھنے والی نہیں بنایا، زندوں کے لئے بھی اور مردوں کے لئے بھی۔ المرسلات: آیت-۲۵-۲۶) مجاہد سے بھی اسی کی مثل روایت منقول ہے۔ مالک بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو دورانِ نماز پسو اور جوں کو قتل کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ میں نے دوران نماز حضرت معاذ بن جبلؓ کو جوں کو قتل کرتے ہوئے دیکھا لیکن وہ اس سے (یعنی جوں سے) کھیلتے نہیں تھے۔ اسی طرح بزار' طبرانی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں جوں کو پائے تو اسے چاہئے کہ وہ جوں کو دفن کر دے۔ ابو عمر بن عبدالبر نے "التمہید" میں لکھا ہے کہ جوں اور پسو کے متعلق ہمارے اکثر اصحاب کا یہ قول ہے کہ وہ کھانا جس میں جوں اور پسو گر کر مر جائیں' نہیں کھانا چاہئے کیونکہ جوں اور پسو دونوں نجس ہیں اور یہ دونوں ایسے حیوان ہیں جو جاندار کے خون پر زندگی گزارتے ہیں (یعنی جانداروں کا خون چوستے ہیں کیونکہ یہی ان کی غذا ہے) اس لئے یہ دونوں نجس ہیں۔ اسی طرح سلیمان بن سالم قاضی کندی افریقی فرماتے ہیں کہ اگر پانی میں جوں مر جائے تو اس پانی کو نہ پیا جائے بلکہ پھینک دیا جائے اور اگر گوندھے ہوئے آٹے میں جوں مر جائے تو اس آٹے کی پکی ہوئی روٹی نہ کھائی جائے۔ اگر جوں کسی جامد چیز (یعنی جمے ہوئے گھی وغیرہ) میں گر کر مر جائے تو جہاں جوں پڑی ہوئی ہے اس جگہ سے اس کے اردگرد سے وہ جامد چیز نکال کر پھینک دی جائے جیسے چوہے کے جامد چیز میں مرنے پر کیا جاتا ہے۔

خواص جاحظ نے کہا ہے کہ مجذومین (جزام کے مریض) کے کپڑوں (اور جسم) میں جوئیں پیدا نہیں ہوتیں۔ ابن جوزی نے کہا ہے کہ اس کی حکمت یہ ہے کہ مجذومین کو جوؤں سے شدید اذیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے مجذومین کے (جسم اور کپڑوں میں) جوؤں (کی پیدائش) کو روک دیا۔ اگر کوئی آدمی جوں کو پھینک دے اس حال میں کہ وہ (یعنی جوں) زندہ ہو تو وہ آدمی نسیان (کے مرض) میں مبتلا ہو جائے گا۔ اسی طرح ابن عدی نے اپنی کتاب "الکامل" میں ابی عبداللہ حکم بن عبداللہ ایلی کے حالات میں ایک صحیح روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا چھ خصائل نسیان میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ چوہے کا جوٹھا کھانا' جوں کو زندہ چھوڑ دینا' رکے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا' قطار کو توڑ دینا' گوند چبانا اور ترش سیب کھانا۔ ایک روایت میں ہے کہ ترش سیب کھانا' چوہے کا جوٹھا کھانا اور جوں کو (زندہ) پھینک دینا نسیان پیدا کرتے ہیں۔ ایک حدیث میں مذکور ہے جو شخص جوں کو (زندہ) پھینک دے وہ غم میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قبروں کی تختیاں پڑھنا' دو عورتوں کے درمیان چلنا' مصلوب (جس کو پھانسی دی جائے) کو دیکھنا' ہرا دھنیا کھانا اور گرم روٹی کھانا نسیان پیدا کرتا

ہے۔ نیز حلوہ (یعنی میٹھی چیز) کھانے، شہد پینے اور ٹھنڈی روٹی کھانے سے ذہن تیز ہوتا ہے۔ عام لوگوں کا خیال یہ ہے کہ سیاہ رنگ کے جوتے پہننا بھی نسیان پیدا کرتا ہے۔

عورت کے پیٹ میں بچہ یا بچی کے معلوم کرنے طریقہ اگر کوئی آدمی یہ معلوم کرنا چاہے کہ حاملہ عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی تو اسے چاہئے کہ وہ ایک جوں پکڑ کر اپنی ہتھیلی پر رکھ لے اور پھر حاملہ عورت اپنا دودھ نکال کر ایک قطرہ اس پر (یعنی آدمی کی ہتھیلی پر جہاں جوں پڑی ہے) ڈال دے۔ پس اگر جوں دودھ کے قطرے میں سے رینگ کر نکل آئے تو حمل لڑکی کا ہے اور اگر جوں دودھ کے قطرے سے باہر نہ نکل سکے تو حمل لڑکے کا ہے۔

جوں کے مزید خواص اگر کسی آدمی کا پیشاب رک جائے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے بدن کی ایک جوں پکڑ کر اپنے احلیل میں (یعنی آلہ تناسل کے سوراخ میں) رکھ دے تو اسی وقت پیشاب جاری ہو جائے گا۔ اگر کوئی عورت اپنے سر کے بالوں کو چقندر کے پانی سے دھولے تو اس کے سر میں کبھی جوئیں نہیں پڑیں گی۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی اپنے سر میں روغن قرطم لگا لے تو اس کے سر کی تمام جوئیں مر جائیں گی۔ اگر انسان اپنے جسم کو سرکہ اور سمندر کے پانی سے دھولے تو (انسان کے جسم میں موجود) تمام جوئیں ہلاک ہو جائیں گی۔ اگر تل (چھوٹے چھوٹے باریک دانے جن کا رنگ سفید ہوتا ہے) کے تیل میں پارہ ملا کر سر اور جسم پر ملا جائے تو سر اور کپڑوں میں جوئیں نہیں پڑیں گی۔

تعبیر جوں کو خواب میں دیکھنے کی چند صورتیں ہیں۔ پس اگر کسی نے خواب میں اپنی نئی قمیص میں جوں دیکھی تو اس کی تعبیر مال سے دی جائے گی اور اگر یہی خواب کسی بادشاہ نے دیکھا تو اس کی تعبیر لشکر اور مددگاروں سے دی جاتی ہے اور اگر اس قسم کا خواب کسی والی (حاکم وغیرہ) نے دیکھا تو اس کی تعبیر مال و دولت کی کثرت سے دی جاتی ہے جو شخص خواب میں اپنے پرانے کپڑے میں (جو وہ پہنتا ہے) جوں کو دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا مقروض ہے اور اس کا قرض بڑھنے کا اندیشہ ہے۔ خواب میں جوں کو زمین پر (رینگتے ہوئے) دیکھنا کمزور دشمن پر دلالت کرتا ہے۔ پس اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ جوں نے اسے کاٹ لیا ہے اور جوں کے کاٹنے کی وجہ سے اسے خارش ہو رہی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے آدمی سے قرض خواہ اپنے قرض کی واپسی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ مادہ جوں کو خواب میں دیکھنا عورت پر دلالت کرتا ہے۔ امام ابن سیرینؒ کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے میری قمیص سے ایک جوں پکڑ لی اور پھر اس کو (یعنی جوں کو) زمین پر ڈال دیا۔ پس امام ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ تم اس آدمی کی وجہ سے اپنی بیوی کو طلاق دے دو گے۔ چنانچہ کچھ دن بعد ایسا ہی ہوا جیسے امام ابن سیرینؒ نے فرمایا تھا۔ جو شخص خواب میں دیکھے کہ جوں اس کے سینے پر اڑ رہی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کا نوکر یا اس کا غلام یا اس کا لڑکا فرار ہو جائے گا۔ خواب میں بہت سی جوؤں کو دیکھنا بیماری یا قید پر دلالت کرتا ہے۔ بسا اوقات جوں کو خواب میں دیکھنا عیال پر دلالت کرتا ہے۔ جوں کو خواب میں دیکھنا بادشاہ کے لشکر اور اس کے مددگاروں اور اس کے وزیروں پر دلالت کرتا ہے جو شخص خواب میں دیکھے کہ اس نے جوں کھالی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی آدمی کی غیبت کرے گا۔ پس اگر کسی آدمی نے خواب میں جوں کھانے کے

ساتھ ساتھ اس کا (یعنی جوں کا) خون بھی دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا کسی مالدار آدمی کی غیبت کرے گا۔ خواب میں جوں کو قتل کرنا دشمنوں کے غضب پر دلالت کرتا ہے۔

القمقام

''القمقام'' اس سے مراد چھوٹی چھوٹی چیچڑیاں ہیں جو جوؤں کی ہی ایک قسم ہیں جو بالوں کی جڑوں میں سختی کے ساتھ چپک جاتی ہیں۔اس کے واحد کے لئے ''قمقامۃ'' کا لفظ مستعمل ہے۔اس کا نام ''العامۃ الطبوع'' بھی ہے جیسے پہلے گزرا ہے۔

قندر

''قندر'' قزوینی نے کہا ہے کہ اس سے مراد خشکی و پانی میں پایا جانے والا ایک جانور ہے جو بڑی بڑی نہروں میں رہتا ہے۔ یہ جانور خشکی میں سمندر کے کناروں پر اپنا گھر بناتا ہے۔اس کے گھر میں دو دروازے ہوتے ہیں۔ یہ جانور مچھلی کو کھاتا ہے۔اس حیوان کو ''جند بادستر'' بھی کہتے ہیں۔تحقیق ''باب الجیم'' میں اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

القندس

''القندس'' ابن دحیہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد پانی کا کتا ہے۔اس کی تفصیل عنقریب انشاءاللہ ''باب الکاف'' میں آئے گی۔

القنعاب

''القنعاب'' اس سے مراد ''سنجاب'' کے مشابہ ایک حیوان ہے جو پہاڑی بکرے کی ایک قسم ہے۔

القنفذ

''القنفذ'' (فاء کے ضمہ اور فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد خشکی کا ایک حیوان (سیہی) ہے۔ اس کی کنیت کیلئے ابوسفیان اور ''ابوالشواک'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔اس کی مادہ کی کنیت کیلئے ''ام دلدل'' کا لفظ مستعمل ہے۔اس کی جمع ''القنافذ'' ہے۔اس جانور کو رات کے وقت بکثرت نکلنے کی وجہ سے ''العساعس'' بھی کہا جاتا ہے۔ نیز ''القنفذ'' کو ''انقد'' بھی کہتے ہیں۔اس کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم ''قنفذ'' ہے۔ جو سرزمین مصر میں پائی جاتی ہے اور یہ چوہے کے برابر ہوتی ہے۔ دوسری قسم ''دلدل'' ہے جو سرزمین شام اور عراق میں پائی جاتی ہے اور یہ ''کلب قلطی'' کے برابر ہوتی ہے۔ان دونوں اقسام میں وہی فرق ہے جو ''الجرذ'' (چوہے کی قسم) اور ''الفار'' (چوہا) میں ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب ''القنفذ'' جانور (سیہی) کو بھوک لگتی ہے تو یہ الٹے سر انگور کی بیلوں پر چڑھ جاتا ہے۔ پس یہ جانور انگور کے خوشے کاٹ کر نیچے پھینک دیتا ہے۔ پھر یہ جانور نیچے اتر جاتا ہے اور ان خوشوں کو اپنی ضرورت کے مطابق کھالیتا ہے۔ پس اگر اس جانور کے بچے بھی ہوں تو یہ انگور کے بقیہ خوشے اپنے کانوں میں لٹکا کر اپنے بچوں کے لئے لے جاتا ہے۔ یہ جانور

صرف رات کے وقت ظاہر ہوتا ہے۔ یہ جانور سانپ کھانے کا بہت شوقین ہے نیز اس جانور کو سانپ کھانے کی وجہ سے کوئی نقصان نہیں ہوتا جب اس جانور کو سانپ ڈس لیتا ہے تو یہ پودینہ کھالیتا ہے جس کی وجہ سے یہ جانور شفایاب ہو جاتا ہے (یعنی اس پر سانپ کے زہر کا اثر نہیں ہوتا) اس جانور کے منہ میں پانچ دانت ہوتے ہیں۔ خشکی کا نر "قنفذ" (سیہی) کھڑا ہو کر جفتی کرتا ہے اور جفتی کرتے وقت نر "قنفذ" کی پشت مادہ "قنفذ" کے پیٹ کے ساتھ ملی (یعنی چمٹی) ہوتی ہے۔ طبرانیؒ نے اپنی "معجم الکبیر" میں اور حافظ ابن منیر الحلبی و دیگر محدثین نے حضرت قتادہ بن نعمانؓ سے روایت کی ہے۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اندھیری رات میں جبکہ بارش بھی ہو رہی تھی میں نے (دل ہی دل میں) کہا کہ آج مجھے عشاء کی نماز رسول اللہ کے ساتھ پڑھنے کا موقع مل جائے تو یہ میرے لئے باعث غنیمت ہوگا۔ پس میں نے ایسا ہی کیا (یعنی نماز کیلئے چل پڑا) پس جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا قتادہ۔ میں نے کہا "لبیک یا رسول اللہ ﷺ" (اے اللہ کے رسول میں حاضر ہوں) پھر میں نے کہا کہ میں نے یہ سمجھ کر کہ آج کی رات نمازیوں کی تعداد قلیل ہوگی تو میں نے اس بات کو پسند کیا کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کروں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو میرے پاس آنا۔ قتادہؓ کہتے ہیں جب میں نماز سے فارغ ہوا تو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس آپؐ نے مجھے ایک کھجور کی شاخ عطا فرمائی جو آپؐ کے دست اقدس میں تھی اور فرمایا کہ یہ (شاخ) تمہارے آگے دس چراغوں کا کام کرے گی اور تمہارے پیچھے بھی دس چراغوں جتنی روشنی کرے گی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک شیطان تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے گھر میں گھس گیا ہے۔ پس تم اس شاخ کے ساتھ واپس جاؤ یہ شاخ تمہارے لئے روشنی فراہم کرے گی یہاں تک کہ تم اپنے گھر میں پہنچ جاؤ۔ پس گھر پہنچ کر تم شیطان کو گھر کے ایک کونہ میں پاؤ گے۔ پس تم اس شاخ سے اس کو (یعنی شیطان کو) مارنا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں مسجد سے باہر نکلا تو شاخ شمع کی طرح روشن ہوگئی۔ پس میں اس شاخ کی روشنی میں اپنے گھر پہنچا۔ پس میں نے اپنے گھر والوں کو دیکھا تو وہ سوئے ہوئے تھے۔ پس میں نے گھر کے کونہ کی طرف دیکھا تو اس میں (یعنی گھر کے کونہ میں) ایک "قنفذ" (سیہی) تھا۔ پس میں نے اس کو (یعنی قنفذ کو) کھجور کی شاخ سے مارا یہاں تک کہ وہ (قنفذ) گھر سے باہر نکل گیا۔ امام احمد اور بزار نے بھی اس رویت کو نقل کیا ہے۔ نیز امام احمدؒ نے جن راویوں سے یہ روایت نقل کی ہے وہ تمام راوی صحیح (یعنی ثقہ) ہیں۔

فائدہ امام بیہقیؒ نے "دلائل النبوۃ" کے آخر میں حضرت ابودجانہؓ جن کا نام سماک ابن خرشہ ہے سے روایت کی ہے۔ حضرت ابودجانہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ جب میں بستر پر (سونے کیلئے) لیٹا تو میں نے ایک آواز سنی جیسے چکی چلنے کی آواز ہو اور شہد کی مکھیوں کے بھنبھنانے کی آواز ہو اور مجھے بجلی کی چمک جیسی چمک دکھائی دی۔ پس میں نے سر اٹھایا تو مجھے میرے گھر کے صحن میں ایک سیاہ سایہ نظر آیا جو بلند ہوتا اور پھیلتا جا رہا تھا۔ پس میں نے اس سیاہ سایہ کے قریب جا کر اس کی جلد کو چھوا تو مجھے یوں محسوس ہوا گویا کہ "قنفذ" (سیہی) کی جلد ہو۔ پس اس کے بعد میرے چہرہ پر ایک آگ کی سی لپٹ آ کر لگی۔ پس آپؐ نے فرمایا اے ابودجانہ تمہارے گھر میں جن ہے۔ پھر آپ ﷺ نے کاغذ اور قلم طلب فرمایا اور حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ وہ (درج ذیل کلمات) لکھیں "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اِلٰى مَنْ يَطْرُقُ

الدار من العمار والزوار الا طارقا یطرق بخیر اما بعد فان لَنَا وَلَكُمْ فِي الْحَقِّ سعة فان كنت عاشقًا مولعًا اَوْ فَاجِرًا مقتحمًا فَهٰذَا كِتَاب الله ينطق عَلَيْنَا وَعَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ وَ رُسُلُنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ اتر كوا صاحب كتابي هذا وانْطَلِقُوْا اِلٰى عَبَدَةِ الْاَصْنَامِ وَاِلٰى من يزعم ان مَعَ اللهِ اِلٰهًا آخَرَ لاَ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهُ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ حٰمٓ عٓسٓقٓ تفرق اعداء الله و بلغت حجة الله وَلاَ حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللهُ وَ هُوَالسَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ"

حضرت ابودجانہؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خط (جس پر مذکور بالا کلمات لکھے ہوئے تھے) لے لیا اور اسے لپیٹ کر اپنے گھر لے آیا اور (رات کو) سوتے وقت اس کو اپنے سر کے نیچے (یعنی سرہانے کے نیچے) رکھ لیا۔ پس میں رات کو سویا ہوا تھا کہ مجھے کسی کے چیخنے کی آواز سنائی دی جس سے میری آنکھ کھل گئی۔ چیخنے والا کہہ رہا تھا اے ابودجانہ تو نے ان کلمات کے ذریعے ہمیں جلا دیا ہے۔ تجھے اپنے صاحب کی قسم اس خط کو اپنے پاس سے ہٹا لے۔ پس ہم تیرے گھر یں یا تیرے پڑوس میں یا جہاں بھی یہ خط ہوگا کبھی نہیں آئیں گے۔ حضرت ابودجانہؓ فرماتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اللہ کی قسم میں اس خط کو نہیں ہٹاؤں گا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے لوں۔ حضرت ابودجانہؓ فرماتے ہیں کہ جنوں کی چیخ و پکار کی وجہ سے میں رات بھر سو نہ سکا۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ پس دوسرے دن صبح کے وقت میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی اور میں نے آپ ﷺ کو جن کی بات بتائی جو میں نے سنی تھی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابودجانہ اب تم اس خط کو وہاں سے ہٹا دو۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے نبی برحق بنا کر بھیجا ہے وہ (یعنی جن) قیامت تک اس دردناک عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ (رواہ البیہقی)

الحکم امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ "قنفذ" کا کھانا حلال ہے کیونکہ اہل عرب اسے بہت رغبت سے کھاتے ہیں اور تحقیق حضرت ابن عمرؓ نے اس کی (یعنی قنفذ کی) اباحت کا فتویٰ دیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ نے فرمایا ہے کہ "قنفذ" حلال نہیں ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں "اسری من قنفذ" (قنفذ یعنی سیہی سے زیادہ گھومنے والا) کیونکہ قنفذ (سیہی) رات کے وقت بکثرت گھومتی رہتی ہے اس لئے یہ ضرب المثل مشہور ہوگئی۔ تحقیق باب الہمزہ میں "انقد" کے تحت بھی اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

خواص اگر سیہی کا پتہ بدن کے اس حصہ پر مل دیا جائے جس حصہ کے بال اکھاڑے گئے ہوں تو پھر وہاں دوبارہ کبھی بھی بال نہیں اگیں گے۔ اگر سیہی کے پتہ کو بطور سرمہ آنکھوں میں استعمال کیا جائے تو آنکھوں کی سفیدی زائل (ختم) ہوجاتی ہے۔ اگر سیہی کے پتا کو گندھک میں ملا کر برص پر لگایا جائے تو برص ختم ہوجائے گا۔ اگر اس کا پتا (پانی وغیرہ میں حل کر کے) پی لیا جائے تو جزام، سل اور پیچش کے لئے نافع ہے۔ اگر سیہی کے پتا کو عرق گلاب میں ملا کر اس کا ایک قطرہ کسی بہرے آدمی کے کان میں ڈال دیا جائے تو وہ آدمی ٹھیک ہوجائے گا۔ بشرطیکہ کئی دن تک اس پر مداومت اختیار کی جائے۔ سیہی کا گوشت کھانا سل، جذام، برص، تشنج جیسے موذی امراض کیلئے نفع بخش ہے۔ اگر سیہی کی چربی، خون اور اس کے پنجہ کی مالش کسی ایسے شخص کے کی جائے جو عورت کے ساتھ صحبت کرنے سے معذور ہو (یعنی جنسی طور پر کمزور ہو) تو وہ آدمی شفایاب ہوجائے گا۔ اگر سیہی کی تلی شہد کی شراب میں ملا کر اس آدمی کو پلائی جائے

جو تلی کے درد میں مبتلا ہو تو وہ آدمی ٹھیک ہو جائے گا۔ اگر سیہی کا گردہ خشک کر کے سیاہ چنے کے پانی کے ساتھ پیس لیں اور پھر یہ اس آدمی کو پلایا جائے جو عسر البول کے مرض میں مبتلا ہو تو وہ بہت جلد شفایاب ہو جائے گا۔ اگر سیہی کو قتل کر کے اس کا سر کسی ایسی تلوار کے ساتھ کاٹ لیا جائے جس کے ذریعے کسی انسان کو قتل نہ کیا گیا ہو اور پھر اس سر کو کسی مجنون (دیوانے) یا مصروع یا کسی حواس باختہ کے جسم پر لٹکا دیا جائے تو وہ شفایاب ہو جائے گا۔ اگر زندہ سیہی کے داہنے پاؤں (کے گوشت) کا ٹکڑا کاٹ لیا جائے اور اس ٹکڑے کو کتان کے کپڑے میں لپیٹ کر کسی ایسے شخص کے جسم پر لاعلمی میں لٹکا دیا جائے جو ٹھنڈے اور گرم بخار میں مبتلا ہو تو اس کا بخار ختم ہو جائے گا۔ اگر سیہی کی دائیں آنکھ ابال کر تانبے کے برتن میں رکھ لی جائے اور پھر جو آدمی بھی اس کو بطور سرمہ آنکھوں میں استعمال کرے گا تو رات کے وقت بھی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی بلکہ وہ رات کے وقت اسی طرح دیکھے گا جیسے دن کے وقت دیکھتا ہے۔ عیار اور چالاک لوگ ایسے ہی کرتے ہیں۔ اگر سیہی کی بائیں آنکھ تیل میں ابال لی جائے اور پھر اس تیل کو شیشی میں ڈال کر رکھ لیا جائے۔ پس اگر کسی انسان کو سلانے (یعنی نیند لانے) کا ارادہ ہو تو اس تیل میں ایک سلائی ڈبو کر ایسے انسان کو سونگھا دیا جائے تو وہ انسان اسی وقت سو جائے گا۔ اگر سیہی کے دائیں ہاتھ کے ناخنوں کی دھونی کسی ایسے شخص کو دی جائے جو بخار میں مبتلا ہو تو اس کا بخار ختم ہو جائے گا۔ اگر سیہی کی تلی پکا کر کوئی ایسا آدمی کھالے جو تلی کے درد میں مبتلا ہو تو وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ اگر کوئی حاملہ عورت سیہی کا پتا پرانے گھی میں ملا کر اپنی قُبُل (یعنی شرمگاہ) میں رکھ لے تو اس کا حمل گر جائے گا۔ سیہی کا خون کتے کے کاٹنے کی جگہ پر لگانے سے (درد میں) سکون ملتا ہے۔ اگر سیہی کے گوشت میں نمک ملا کر کھا لیا جائے تو یہ فیل پا اور جذام کے مرض کیلئے نفع بخش ہے اور اس شخص کیلئے بھی مفید ہے جو بستر پر پیشاب کرنے کا عادی ہو۔ اگر سیہی کا پیشاب شراب میں ملا کر کسی ایسے آدمی کو تین دن پلا دیا جائے جو اپنے مرض سے عاجز آ چکا ہو تو وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ اگر سیہی کا دل ایسے شخص کے بدن پر لٹکا دیا جائے جو چوتھیا بخار میں مبتلا ہو تو وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ اگر مجذوم کے مریض کے جسم پر سیہی کی چربی کی مالش کر دی جائے تو اس کے لئے بے حد نافع ہے۔

تعبیر قنفذ (سیہی) کو خواب میں دیکھنا مکر، دھوکہ، تجسس، احتقار (کسی کو حقیر سمجھنا) شر، تنگ دلی، جلدی غصہ آنے اور رحمت کی کمی پر دلالت کرتا ہے۔ بسا اوقات سیہی کو خواب میں دیکھنا ایسے فتنہ پر دلالت کرتا ہے جو جنگ کا باعث بننے والا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

القنفذ البحری

"القنفذ البحری" اس سے مراد سمندری سیہی ہے۔ قزوینیؒ نے کہا ہے کہ سمندری سیہی کا اگلا حصہ بری سیہی کے مشابہ اور پچھلا حصہ مچھلی کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس کا گوشت بہت اچھا ہوتا ہے۔ ابن زہر نے کہا ہے کہ سمندری سیہی کے گوشت سے "عسر البول" کا علاج کیا جاتا ہے۔ اس کے بال بہت زیادہ نرم ہوتے ہیں۔

القنفشة

"القنفشة" اہل بادیہ (دیہاتی لوگوں) کے نزدیک اس سے مراد ایک معروف کیڑا ہے۔ ابن سیدہ نے اسی طرح بیان کیا ہے۔

القهبی

"القهبی" (قاف کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد نر چکور ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد "العنکبوت" (یعنی مکڑی) ہے۔

القهیبة

"القهیبة" اس سے مراد سفید اور سبز رنگ کا ایک پرندہ ہے جو مکہ مکرمہ میں پایا جاتا ہے۔ یہ پرندہ چکور کی ایک قسم ہے۔ ابن سیدہ نے اسی طرح کہا ہے۔

القوافر

"القوافر" اس سے مراد مینڈک ہے۔ تحقیق باب الضاء میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

القواع

"القواع" (قاف کے ضمہ کے ساتھ) اس سے مراد نر خرگوش ہے۔

القوب

"القوب" اس سے مراد پرندے کا چھوٹا بچہ ہے۔ "القائبة" انڈے کے چھلکے کو کہتے ہیں۔

القوبع

"القوبع" (قاف کے ضمہ اور باء کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد سیاہ رنگ کا ایک پرندہ ہے جس کی دم سفید ہوتی ہے۔ یہ پرندہ اکثر اپنی دم کو حرکت دیتا رہتا ہے۔

القوثع

"القوثع" (ثا کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد "الظلیم" نر شتر مرغ ہے۔ تحقیق "باب لضاء" میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

القوق

"القوق" (قاف کے ضمہ کے ساتھ) اس سے مراد لمبی گردن والا پانی کا ایک پرندہ ہے۔ "العباب" میں اسی طرح مذکور ہے۔

قوقیس

"قوقیس" قزوینیؒ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک ایسا پرندہ ہے جو سرزمین ہند میں پایا جاتا ہے۔ اس پرندے کی خصوصیت یہ ہے کہ جب اس پر شہوت کا غلبہ ہوتا ہے اور اس کی جفتی کا وقت آتا ہے تو یہ اپنے گھونسلہ میں بہت سی لکڑیاں اور خشک گھاس جمع کر لیتا ہے۔ پھر نر اپنی چونچ کو اپنی مادہ کی چونچ سے رگڑتا ہے یہاں تک کہ ان دونوں کی چونچ ٹکرانے سے ایک آگ پیدا ہوتی ہے جو گھاس وغیرہ کو بھی لگ جاتی ہے اور اس طرح یہ دونوں یعنی نر اور مادہ آگ کی لپیٹ میں آ کر جل جاتے ہیں۔ پس جب بارش کا پانی ان (پرندوں) کی راکھ پر گرتا ہے تو اس راکھ میں کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کیڑوں کے بال و پر نکل آتے ہیں۔ پھر وہ اڑنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ پھر ان بچوں کا نر اپنے مادہ سے چونچ ٹکراتا ہے یہاں تک کہ ان کی چونچ کے ٹکرانے سے آگ پیدا ہوتی ہے جس کی لپیٹ میں آ کر یہ جل کر راکھ ہو جاتے ہیں۔

قُوقِی

"قُوقِی" (پہلے قاف پر ضمہ اور دوسرے قاف پر کسرہ ہے) اس سے مراد ایک عجیب وغریب قسم کی مچھلی ہے جس کے سر پر ایک کانٹا ہوتا ہے جو بہت مضبوط ہوتا ہے۔ یہ مچھلی اس کانٹے کے ذریعے دشمن کو مارتی ہے۔ ملاحوں نے حکایت بیان کی ہے کہ یہ مچھلی جب بھوکی ہوتی ہے تو یہ کسی نہ کسی جانور پر گر جاتی ہے۔ پس وہ جانور اس مچھلی کو نگل لیتا ہے۔ پھر یہ مچھلی اس جانور کی آنتوں اور معدہ میں اپنا کانٹا مارنا شروع کرتی ہے جس سے جانور اذیت میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اسی اذیت کی وجہ سے جانور ہلاک ہو جاتا ہے جب مچھلی کو محسوس ہوتا ہے کہ جانور کی موت واقع ہو چکی ہے تو یہ اس جانور کا پیٹ چیر کر باہر نکل آتی ہے اور جانور کو اپنی غذا بنا لیتی ہے۔ جب کوئی شکاری اس مچھلی کو شکار کرنا چاہتا ہے تو یہ اپنا کانٹا مار کر کشتی کو پانی میں ڈبو دیتی ہے جس کی وجہ سے شکاری بھی ہلاک ہو جاتے ہیں اور یوں یہ مچھلی ان شکاریوں کو اپنی غذا بنا لیتی ہے۔ ملاح اس مچھلی کو اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ پس ملاح (اس مچھلی کے حملہ سے بچنے کیلئے) کشتی پر اس مچھلی کی کھال چڑھا دیتے ہیں کیونکہ اس مچھلی کا کانٹا اس کی کھال پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ قزوینیؒ نے اسی طرح کہا ہے۔

قیدالاوابد

"قیدالاوابد" اس سے مراد عمدہ گھوڑا ہے۔ اس گھوڑے کو "قیدالاوابد" اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ اپنی تیز رفتاری کی بناء پر شکاری جانوروں کو اپنی گرفت سے نکلنے نہیں دیتا۔ جنگلی جانوروں کو "الاوابد الوحوش" کہتے ہیں۔ امرؤالقیس نے کہا ہے کہ ؎

بمجرد قید الاوابد هیکل

"ایک مضبوط گھوڑے کے ذریعے جو وحشی جانوروں کی قید ہے۔"

قیق

''قیق'' (پہلے قاف پر کسرہ ہے) اس سے مراد ایک پرندہ ہے جو جسامت میں فاختہ کے برابر ہوتا ہے۔ اہل شام اس پرندے کو ''اباز ریق'' کہتے ہیں۔ یہ پرندہ لوگوں سے مانوس ہوتا ہے اور جلد ہی تعلیم و تربیت کو قبول کر لیتا ہے۔ تحقیق ''باب الزاء'' میں بھی اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

ام قشعم

''ام قشعم'' (قاف کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد شتر مرغ، مکڑی، بجو، شیرنی وغیرہ ہیں۔

ابو قیر

''ابو قیر'' ابن اثیر وغیرہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک معروف پرندہ ہے۔

ام قیس

''ام قیس'' اس سے مراد بنی اسرائیل کی گائے ہے۔ تحقیق ''باب الباء'' میں اور ''باب العین'' میں بھی اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

باب الکاف

الکبش

"الکبش" مینڈھے کو کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع کیلئے "الکبش" اور "کباش" کے الفاظ مستعمل ہیں۔

حدیث میں مینڈھے کا تذکرہ محدثین کی ایک جماعت نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے دو مینڈھوں کی قربانی فرمائی جن کا رنگ سفید مائل بہ سیاہی تھا۔ پس آپ ﷺ نے "بِسْمِ اللہِ وَاللہُ اَکْبَرُ" کہہ کر ان کے دونوں پہلوؤں پر پاؤں رکھا۔ (الحدیث)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ۱۰ ذی الحجہ کو دو سینگ دار خصی مینڈھے ذبح کئے جن رنگ سفید مائل بہ سیاہی تھا۔ پس جب ان دونوں مینڈھوں کو قبلہ رُخ لٹایا تو یہ کلمات کہے "اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِلٰی قَوْلِہٖ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ" پھر فرمایا "اللھم منک والیک من محمد وامتک بسم اللہ واللہ اکبر (اے اللہ یہ تیرے لئے ہے محمد ﷺ اور ان کی امت کی طرف سے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور اللہ بہت بڑا ہے) پھر مینڈھوں کو ذبح کیا۔ (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ وقال الحاکم صحیح علی شرط مسلم)

ابن سعد نے اپنے "طبقات" میں روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو ہدیہ میں ایک ڈھال ملی جس پر ایک مینڈھے کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تصویر پر اپنا دست مبارک رکھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس تصویر کو مٹا دیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس ڈھال پر مینڈھے کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ نیز ایک اور روایت میں ہے کہ اس ڈھال پر عقاب کی تصویر تھی۔ پس نبی اکرم ﷺ کو بری معلوم ہوئی۔ پس جب آپ ﷺ صبح بیدار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اس تصویر کو مٹا دیا تھا۔ (رواہ ابن سعد فی طبقاتہ)

حضرت ابودرداؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض نبیوں پر وحی نازل فرمائی اور حکم دیا کہ ان لوگوں سے فرما دیجئے جو ماسوائے (دین) کیلئے فقیہ بنتے ہیں۔ علم حاصل کرتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں کرتے اور عمل آخرت کے ذریعے دنیا طلب کرتے ہیں اور لوگوں کو دکھانے کیلئے مینڈھے کی اون کے کپڑے پہنتے ہیں لیکن ان کے دل ایلوہ سے زیادہ تلخ ہیں اور ان کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہیں۔ آپ فرما دیں کہ وہ مجھے دھوکہ دے رہے ہیں اور مجھ سے مذاق کر رہے ہیں۔ پس میں ضرور ان پر ایسی آفت مسلط کروں گا کہ جس کے دور کرنے میں حکیم بھی عاجز و حیران ہو جائے گا۔"

(رواہ ابی داؤد وابن ماجہ)

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو سامنے سے آتے ہوئے دیکھا کہ وہ مینڈھے کی کھال پہنے ہوئے ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ اس شخص کی طرف دیکھو کہ اس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے منور فرما دیا ہے۔ تحقیق میں نے دیکھا تھا کہ اس کے والدین اس کو بہترین کھانا کھلاتے تھے اور پلاتے تھے اور میں نے اسے ایسے لباس

میں دیکھا تھا جو دوسو درہم میں خریدا گیا تھا۔ پس اب اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی محبت نے اس کو اس حال میں پہنچا دیا ہے جسے تم دیکھ رہے ہو۔ (رواہ البیہقی فی الشعب)

حضرت خباب بن ارتؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں۔ پس ہمارا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ثابت ہوگیا۔ پس ہم میں سے وہ بھی ہیں جو وفات پا گئے اور دنیا میں اپنے اجر میں سے کچھ نہ کھایا اور ان میں حضرت مصعب بن عمیرؓ بھی شامل ہیں۔ آپ غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ پس ہم نے ان کے کفن کیلئے اون کے ایک کپڑے کے علاوہ کچھ نہ پایا۔ پس جب آپ کو غسل دے کر وہ اونی کپڑا جسم پر ڈالا گیا تو وہ اس قدر چھوٹا تھا کہ اگر ہم آپ کے سر کو ڈھانپتے تو پاؤں ننگے رہ جاتے اور اگر پاؤں کو ڈھانپتے تو سر ننگا رہ جاتا۔ پس اس کیفیت کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ کپڑے سے مصعب بن عمیرؓ کا سر ڈھانپ دو اور پاؤں پر گھاس ڈال دو اور ہم میں وہ بھی ہیں کہ جن کا پھل پختہ ہوگیا (پک گیا) ہوگا اور اب وہ اس کو توڑنے والے ہیں۔ (رواہ البخاری ومسلم) اس سے مراد دنیا میں حاصل ہونے والی فتوحات ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ کو حاصل ہوئیں۔

قرآن کریم میں مینڈھے کا تذکرہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ" یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے عوض میں ذبح ہونے کے لئے جنت سے ایک مینڈھا بھیج دیا تھا۔ پس اس مینڈھے کو "عظیم" کہنے کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کا قول یہ ہے کہ یہ مینڈھا چالیس سال تک جنت میں چرتا پھرتا رہا۔ اس لئے اس کو "عظیم" کہا گیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ مینڈھا وہی ہے جسے ہابیل بن آدمؑ نے نذر میں چڑھایا تھا اور اس کی نذر اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی تھی۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دست مبارک سے اتمام کو پہنچ جاتی تو یہ بھی ایک سنت قائم ہو جاتی اور مسلمانوں کو اپنے بیٹے اللہ کے راستے میں ذبح کرنے پڑتے۔

ذبیح کے متعلق اہل علم کا اختلاف تحقیق اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ذبح کا حکم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کیلئے تھا یا حضرت اسحٰق علیہ السلام کیلئے۔ پس اہل علم کی ایک جماعت جن میں حضرت عمرؓ، علیؓ، ابن مسعودؓ، عباسؓ، کعبؓ، قتادہ، مسروق، عکرمہ، عطاء، زہری اور سدی شامل ہیں۔ ان تمام حضرات کا مسلک یہ ہے کہ ذبح کا حکم حضرت اسحٰق کیلئے تھا اس لئے کہ یہ واقعہ ملک شام میں پیش آیا تھا۔ حضرت سعید بن جبیرؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔ چنانچہ اہل علم کی ایک جماعت کے نزدیک ذبح کا حکم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کیلئے تھا۔ پس اہل علم نے اس پر درج ذیل دلائل دیئے ہیں۔

پہلی دلیل اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت اسحٰق علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت ذبیح کے قصہ سے فراغت کے بعد اور اس کے متصل دی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ إِسْحٰقَ يَعْقُوبَ" (پس ہم نے بشارت دی حضرت سارہ کو اسحٰق کی اور اسحٰق کے بیٹے یعقوب کی) پس اگر حضرت اسحٰق کو ذبیح تسلیم کیا جائے تو اس آیت پر یہ اعتراض (نعوذ باللہ)

وارد ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحٰق علیہ السلام کی پشت سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی پیدائش کا وعدہ فرمایا تو پھر حضرت اسحٰق کو ذبح کرنے کا حکم کیسے دیا جارہا ہے؟

دوسری دلیل محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک یہودی عالم سے جو مسلمان ہو گئے تھے۔ پوچھا کہ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کس بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ پس اس نے جواب دیا کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام۔ پھر اس کے بعد اس نومسلم یہودی عالم نے کہا کہ اے امیر المومنین یہودی اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا مگر یہودی محض مسلمانوں سے حسد رکھنے کی وجہ سے اس قصہ کو حضرت اسحٰق علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں کیونکہ یہودی حضرت اسحٰق علیہ السلام کو اپنا باپ سمجھتے ہیں۔

تیسری دلیل حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے عوض میں جو مینڈھا اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا اس کے سینگ عرصہ دراز تک خانہ کعبہ میں لگے رہے اور ان پر بنی اسمٰعیل (یعنی قریش) کا قبضہ تھا۔ پس جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حجاج بن یوسف کے درمیان جنگ ہوئی اور حجاج کی آتش بازی سے خانہ کعبہ میں آگ لگ گئی تو دوسرے سامان کے ساتھ یہ سینگ بھی جل کر خاکستر ہو گئے تھے۔ امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سینگوں کو خانہ کعبہ کے ساتھ معلق دیکھا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آغاز اسلام ہی سے مینڈھے کے سینگ خانہ کعبہ کے ساتھ معلق تھے لیکن کوئی بھی ان کو خانہ کعبہ سے جدا نہ کر سکا۔

چوتھی دلیل عرب کے مشہور ادیب اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے ابوعمرو بن علاء سے سوال کیا کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام ذبیح تھے یا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام؟ پس ابوعمرو نے کہا اے اصمعی! تمہاری عقل کہاں جاتی رہی، حضرت اسحٰق مکہ میں کب رہے۔ البتہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدائش سے لے کر وفات تک مکہ مکرمہ میں رہے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے ہی اپنے والد محترم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بیت اللہ کی تعمیر کی تھی۔

پانچویں دلیل محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو دیکھنے کا ارادہ فرماتے تھے تو براق پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ پہنچ جاتے اور وہاں شام تک قیام فرما کر رات کو واپس اپنے گھر ''جرون'' واپس آ جاتے۔ چنانچہ جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اپنے والد محترم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام سے اللہ کی عبادت اور اس کی حدود کی تعظیم کے متعلق جو امیدیں وابستہ تھیں ان کو پورا کرنے کی صلاحیت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے اندر پیدا ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو (بذریعہ خواب) حکم دیا کہ اسمٰعیل علیہ السلام کو میرے راستے میں ذبح کردو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذی الحجہ کی آٹھویں شب میں یہ دیکھا کہ کوئی کہنے والا آپ سے کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔ پس جب صبح ہوئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ خواب اللہ کی جانب سے ہے یا شیطانی وسوسہ ہے۔ پس اسی وجہ سے آٹھ ذی الحجہ کو ''یوم الترویہ'' یعنی یوم شک کہا جاتا ہے۔

پس جب رات ہوئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہی خواب دوبارہ دیکھا۔ پس جب صبح ہوئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام

اس یقین کے ساتھ بیدار ہوئے کہ قربانی کا حکم اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ہے۔ پس ۹ ذی الحجہ کو ''یوم عرفہ'' کہنے کا یہی سبب ہے۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں ذبح کرنے کا پختہ ارادہ فرمالیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے عوض میں ذبح کرنے کیلئے ایک مینڈھا بھیج دیا۔

فائدہ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنتی جنت میں داخل ہوں گے اور دوزخی دوزخ میں داخل ہوں گے تو موت کو ایک سفید مینڈھے کی شکل میں جنت اور جہنم کے درمیان لاکر کھڑا کیا جائے گا اور پھر اس مینڈھے کو ذبح کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا اے اہل جنت تمہیں کبھی بھی موت نہیں آئے گی اور تم ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہو گے اور اے اہل جہنم تمہیں اب کبھی موت نہیں آئے گی اور تم ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہو گے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی۔

''وَ أَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الحسرة اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ''

ترمذی کی روایت میں ہے کہ اہل جنت اور اہل جہنم سے کہا جائے گا کہ کیا تم لوگ اسے جانتے ہو؟ وہ سب کہیں گے جی ہاں یہ موت ہے۔ پس اسے (یعنی مینڈھے کو) لٹایا جائے گا اور ذبح کر دیا جائے گا۔ نیز ترمذی ہی کی روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کیلئے حیات ابدی کا فیصلہ فرمایا تو اگر کوئی خوشی سے مرتا تو اہل جنت مرجاتے اور اسی طرح جہنمیوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے حیات ابدی کا فیصلہ فرمادیا تو اگر کوئی غم سے مرتا تو اہل جہنم مرجاتے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا کہ موت کے مینڈھے کو ذبح کرنے والے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام ہوں گے اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ذبح کیا جائے گا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے اسم گرامی میں حیات ابدی کی جانب اشارہ ہے۔ ''کتاب الفردوس'' کے مصنف نے لکھا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام موت کے مینڈھے کو ذبح کریں گے۔ (واللہ اعلم)

دوسرا فائدہ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے ابونعیم کی کتاب ''الحلیۃ'' میں وہب بن منبہ کے حالات میں (لکھا ہوا) دیکھا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک گھر ساتویں آسمان میں ہے جسے ''البیضاء'' کہا جاتا ہے۔ اس مکان میں مومنین کی ارواح مرنے کے بعد جمع ہوتی ہے۔ پس جب اہل دنیا میں سے کوئی مومن مرجاتا ہے اور اس کی روح ''البیضاء'' میں پہنچتی ہے تو دوسری روحیں اس سے دنیا کے حالات کے متعلق سوال کرتی ہیں جیسے پردیسی آدمی اپنے ہم وطن سے اپنے گھر والوں کے حالات کے متعلق سوال کرتا ہے۔

تیسرا فائدہ بونی نے اپنی کتاب ''اللمعۃ النورانیۃ'' میں ایک عجیب وغریب راز کی بات لکھی ہے کہ جب کسی انسان کو قتل یا عذاب وغیرہ سے اپنی جان کا اندیشہ ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ تندرست توانا مینڈھا جو قربانی کے جانوروں کی طرح جملہ عیوب سے پاک ہو اور پھر اس کو کسی سنسان جگہ پر قبلہ رخ کر کے جلدی سے ذبح کر دے۔ نیز ذبح کرتے وقت یہ کلمات کہے ''اَللّٰھُمَّ ھٰذَالَکَ وَ مِنْکَ اَللّٰھُمَّ انه فدائی فتقبله مِنِّیْ'' نیز اس مینڈھے کے خون کو مٹی میں دفن کر دے تاکہ اس کا خون کسی کے پاؤں کے نیچے نہ آئے اور اس کے بعد اس کے گوشت کے ساتھ حصے کرے اور سری، پائے، کلیجی اور کھال وغیرہ بھی تقسیم کر دے لیکن اس کے گوشت میں سے نہ تو خود کھائے اور نہ اپنے اہل وعیال و دیگر رشتہ داروں کو کھلائے بلکہ فقراء و مساکین میں سارا گوشت تقسیم کر دے۔ بونی کہتے ہیں کہ یہ عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کے کرم وفضل سے اس کے سر سے وہ وصیت دور ہو جائے گی۔ یہ عمل متفق علیہ اور مجرب ہے۔

پس اگر خوف کا معاملہ مذکورہ بالا سے کم درجہ کا ہو تو اس صورت میں ساٹھ مسکینوں کو پیٹ بھر کر عمدہ قسم کا کھانا کھلائے اور یہ کلمات کہے ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ استکفنی الأمر الذی أخافه بهم هٰؤلاءِ وَ أسألکَ بِأنفُسِهِمْ وَ أرواحهم و عزائمهم ان تخلصنی مماأخاف و أحذر'' انشاء اللہ اس عمل سے اس کی تکلیف دور ہو جائے گی۔ یہ عمل بھی مجرب اور متفق علیہ ہے۔ اہل طریقت اس پر عمل پیرا ہیں۔

مینڈھوں کو آپس میں لڑانے کا شرعی حکم مینڈھوں کو مرغوں کی طرح آپس میں لڑانا حرام ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع فرمایا۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی من حدیث مجاھد)

''کتاب الکامل'' میں غالب بن عبداللہ جزری کی سوانح میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی جو حدیث مذکور ہے اس کے الفاظ یہ ہیں ''ان اللہ تعالیٰ لعن من یحرش بین البھائم'' حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو آپس میں لڑانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

اس حدیث کی بناء پر حلیمی نے تحریش (یعنی جانوروں کو آپس میں لڑانے) کو حرام و ممنوع قرار دیا ہے اور امام احمدؒ کے اس کے متعلق دو قول ہیں۔ پہلا قول تحریم کا ہے اور دوسرا قول کراہت کا ہے۔

خواص مینڈھے کے طبی فوائد درج ذیل ہیں۔ (۱) اگر مینڈھے کا خصیہ تل کر اس شخص کو کھلایا جائے جو رات کو بستر پر پیشاب کر دیتا ہو تو انشاء اللہ اس کو شفا نصیب ہوگی۔ بشرطیکہ اس کے کھانے پر مداومت کرے۔ (۲) اگر کوئی عورت ولادت کی تکلیف میں مبتلا ہو تو مینڈھے اور گائے کی چربی ''آب گندنا'' میں ملا کر عورت کی اندام نہانی میں رکھی جائے تو انشاء اللہ ولادت کی تکلیف دور ہو جائے گی اور بچہ آسانی سے پیدا ہو جائے گا۔ (۳) اگر مینڈھے کا گردہ نسوں سمیت نکال کر دھوپ میں خشک کر کے روغن زنبق میں ملا کر اس جگہ پر ملا جائے جہاں پر بال نہ اگتے ہوں تو اس جگہ پر بال نکل آئیں گے۔ (۴) اگر مینڈھے کا ''پتہ'' عورتوں کی چھاتیوں میں کلا جائے تو دودھ نکلنا بند ہو جائے گا۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرق النساء کے علاج کیلئے عربی سیاہ مینڈھے کی دم کی تعریف کی ہے لیکن یہ مینڈھا نہ بہت بڑا ہو اور نہ بہت چھوٹا ہو بلکہ درمیانی ہو۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ مینڈھے کی دم کے تین حصے کر کے ایک حصہ کو روزانہ ابال کر تین دن تک پیا جائے۔ (رواہ احمد ابن حنبل) اس حدیث کو حاکم و ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے اور ان کے الفاظ یہ ہیں کہ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرق النساء کی شفاء اس میں ہے کہ مینڈھے کی دم لے کر اس کے تین حصے کیے جائیں اور پھر ان میں سے ہر ایک حصہ ایک ایک دن (یعنی تین دن تک) روزانہ نہار منہ پیا جائے۔'' (رواہ ابن ماجہ والحاکم)

عبداللطیف بغدادی کہتے ہیں کہ یہ علاج ان اعرابیوں (دیہاتیوں) کے لئے زیادہ مفید ہے جو خشکی کی وجہ سے ''عرق النساء'' کے مرض میں مبتلا ہوئے ہوں۔

تعبیر خواب میں مینڈھے کو دیکھنا شریف آدمی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ ابن آدم کے بعد مینڈھا ''اشرف الدواب'' ہے۔ اس لئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلہ میں اس کا فدیہ دیا گیا تھا۔ اگر کسی آدمی نے خواب میں اپنے پاس مینڈھے کا خصیہ دیکھا

تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو کسی شریف آدمی کا مال حاصل ہوگا یا کسی شریف آدمی کی لڑکی سے اس کا نکاح ہوگا۔ اگر کسی شخص نے بلا ضرورت خواب میں مینڈھا ذبح کیا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی بڑے آدمی کو قتل کرے گا۔ نیز اگر اس نے خواب میں کھانے کی غرض سے مینڈھا ذبح کیا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی بڑے شخص کے ظلم سے نجات پائے گا اور اگر بیمار آدمی خواب میں مینڈھے کو کھانے کی غرض سے ذبح کرے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ تمام تفکرات و الجھنوں سے نجات پا جائے گا اور اگر خواب دیکھنے والا قیدی ہے تو اس کو قید سے رہائی نصیب ہوگی اور اگر خواب دیکھنے والا مقروض ہے تو اس کا قرض ادا ہو جائے گا اور اگر وہ بیمار ہے تو اسے شفا نصیب ہوگی۔ اللہ اعلم۔

الکرکند

''الکرکند'' گینڈا کو کہا جاتا ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اسماعیل بن محمد الامیر کے ہاتھ کی بنی ہوئی گینڈا کی ایک تصویر دیکھی۔ گینڈا چین و ہند کے جزائر میں پایا جاتا ہے۔ گینڈا کی لمبائی سو ہاتھ اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ گینڈا کے تین سینگ ہوتے ہیں۔ ایک سینگ اس کی پیشانی پر اور بقیہ ایک ایک اس کے دونوں کانوں پر ہوتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ گینڈے کے سینگ بڑے مضبوط ہوتے ہیں اور یہ اپنے سینگوں سے ہاتھی کو مار کر اس کو سینگوں پر اٹھا لیتا ہے اور آرام سے مردہ ہاتھی کو سینگوں پر لٹکائے پھرتا ہے۔ گینڈے کا بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں چار سال تک رہتا ہے۔ چنانچہ جب ایک سال پورا ہو جاتا ہے تو بچہ اپنی ماں کے پیٹ سے اپنا سر باہر نکال لیتا ہے اور اردگرد کے درخت چر لیتا ہے۔ پس جب چار سال پورے ہو جاتے ہیں تو یہ ماں کے پیٹ سے نکل کر بجلی کی تیزی سے ماں سے دور بھاگ جاتا ہے تاکہ اس کی ماں اس کو چاٹ نہ سکے اس لئے کہ گینڈے کی ماں کی زبان پر ایک بہت موٹا کانٹا ہوتا ہے۔ پس اگر وہ اپنے بچے کو چاٹ لیتی ہے تو ایک ہی لمحہ میں بچہ کا گوشت ہڈیوں سے جدا ہو جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ چین کے بادشاہ جب کسی کو سخت سزا دینا چاہتے ہیں تو اس شخص کو مادہ گینڈا کے سامنے ڈالنے کا حکم دیتے ہیں۔ چنانچہ مادہ گینڈا چند لمحوں میں اس کے تمام جسم کو چاٹ لیتی ہے اور پھر اس آدمی کے جسم پر ہڈیوں کے ڈھانچہ کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہتا۔ جاحظ کے نزدیک ''الکرکند'' کی بجائے ''الکرکدن'' ہے۔ گینڈا کو ''حمار ہندی'' اور ''حریش'' بھی کہا جاتا ہے۔ گینڈا ہاتھی کا دشمن ہوتا ہے۔ گینڈا کی پیدائش کی جگہ بلاد ہند اور نوبہ ہیں۔

گینڈے کے سر میں ایک بڑا سینگ ہوتا ہے جس کے وزن کی وجہ سے یہ اپنا سر بہت زیادہ اوپر نہیں اٹھا سکتا اور ہمیشہ اس کا سر جھکا ہوا رہتا ہے۔ نیز یہ سینگ گینڈے کے سر یا پیشانی پر بہت ہی مضبوطی سے قائم ہوتا ہے اور اس سینگ کی نوک بہت ہی تیز ہوتی ہے۔ گینڈا اسی سینگ کے ذریعے سے ہاتھی کا مقابلہ کرتا ہے اور ہاتھی کے دونوں دانت اس سینگ کے مقابلے میں کچھ فائدہ نہیں دیتے۔ چنانچہ اگر گینڈے کے سینگ کو لمبا پھیلا دیا جائے تو اس میں مختلف قسم کی تصویریں دکھائی دیتی ہیں کہیں مور کی تصویر، کہیں ہرن کی تصویر، کہیں مختلف قسم کے پرند اور درخت اور کہیں آدمیوں کی شکلیں دکھائی دیتی ہیں۔ نیز کہیں صرف سیاہ و سفید رنگ نظر آتے ہیں۔ چنانچہ ان عجیب و غریب نقوش کی بناء پر گینڈے کے سینگوں کی تختیاں بنا کر ان کو شاہی تختوں اور کرسیوں پر لگایا جاتا ہے اور سوداگر لوگ

گینڈے کے سینگ سے بنی ہوئی تختیوں کو بہت بھاری قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔ اہل ہند کا خیال ہے کہ جس جنگل میں گینڈا ہوتا ہے اس میں دور دور تک کوئی دوسرا جنگلی جانور نہیں رہتا۔ یہاں تک کہ جنگلی جانور اپنی اور گینڈا کی رہائش کے درمیان ہر سمت سے سو فرلانگ کا فاصلہ رکھتے ہیں۔

گینڈا کا شرعی حکم امام شافعیؒ کے نزدیک گینڈا حلال ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور دیگر اہل علم کے نزدیک گینڈا حرام ہے۔

خواص گینڈے کے خواص درج ذیل ہیں۔(۱) گینڈا کے سینگ کے سر پر موڑ کے مخالف جانب ایک شاخ ہوتی ہے۔ اس کے خواص بڑے عجیب و غریب ہیں۔ اس کی صحت کی علامت یہ ہے کہ اگر اس میں جھانک کر دیکھا جائے تو اس میں گھڑ سوار کی شکل نظر آتی ہے۔ یہ چیز بادشاہوں کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں ہوتی۔ اس کی خاصیت یہ ہے کہ اس کے ذریعے ہر قسم کی تکالیف دور ہو جاتی ہیں۔(۲) اگر درد قولنج کا مریض اس شاخ کو اپنے ہاتھ میں لے لے تو وہ فوراً شفایاب ہو جائے گا۔ نیز اگر عورت ولادت کی تکلیف کے وقت اس شاخ کو اپنے ہاتھ میں لے لے تو فوراً ولادت ہو جائے گی اور اگر اس شاخ کو پیس کر کسی مرگی والے مریض کو پلا دیا جائے تو اسے فوراً افاقہ ہو جائے گا۔(۳) اسی طرح جو شخص اس شاخ کو اپنے پاس رکھے گا وہ نظر بد سے محفوظ رہے گا اور اگر گھوڑے پر سوار ہو تو گھوڑا اس کو نہیں گرائے گا۔(۴) اگر اس شاخ کو گرم پانی میں ڈال دیا جائے تو وہ پانی فوراً ٹھنڈا ہو جائے گا۔(۵) اگر گینڈا کی داہنی آنکھ کسی انسان کے بدن پر لٹکا دی جائے تو اس کی تمام تکلیفیں دور ہو جائیں گی اور جنات اور سانپ اس کے قریب نہیں آئیں گے۔(۶) گینڈا کی بائیں آنکھ تپ لرزہ میں مفید ہے۔(۷) گینڈا کی کھال سے تلواریں بنائی جاتی ہیں اور گینڈا کی کھال سے بنی ڈھال پر تلوار اثر انداز نہیں ہوتی۔

خاتمہ ابو عمر بن عبدالبر نے ''کتاب الامم'' میں لکھا ہے کہ اہل چین کا سب سے قیمتی زیور گینڈے کے سینگ سے تیار ہوتا ہے کیونکہ اس میں طرح طرح کے نقوش ہوتے ہیں۔ پس ان سینگوں کی پٹیاں بنائی جاتی ہیں۔ گینڈے کے سینگ سے بنی ہوئی ایک پٹی کی قیمت چار ہزار مثقال سونے تک پہنچ جاتی ہے۔ اہل چین کے نزدیک یہ سونا سے بھی زیادہ قیمتی سمجھا جاتا ہے۔ پس اہل چین سونے کے مقابلہ میں گینڈے کے سینگ سے بنے زیورات کو قیمتی سمجھتے ہیں اور سونے سے اہل چین اپنے گھوڑوں کے لگام اور کتوں کی زنجیریں بنواتے ہیں۔

ابو عمر بن عبدالبر کہتے ہیں کہ اہل چین سفید رنگ مائل بہ زردی ہوتے ہیں اور ان کی ناک چپٹی ہوتی ہے۔ اہل چین زنا کو مباح سمجھتے ہیں اور یہ زنا سے بالکل انکار نہیں کرتے۔ چنانچہ آفتاب برج حمل میں پہنچتا ہے تو اہل چین کے ہاں ایک عید منائی جاتی ہے جس میں یہ لوگ سات دنوں تک خوب کھاتے اور پیتے ہیں۔ اہل چین کی مملکت بہت وسیع ہے۔ اہل چین کی مملکت میں تین سو شہر اور بکثرت عجائبات ہیں۔

ابو عمر بن عبدالبر کہتے ہیں کہ چین کی آبادی کی اصل اس طرح ہے کہ عامور بن یافث بن نوح علیہ السلام سب سے پہلے اس سرزمین پر آئے اور انہوں نے اور ان کی اولاد نے بہت سے شہر آباد کئے اور ان شہروں میں طرح طرح کے عجائبات رکھے۔ عامور نے چین میں تین سو سال تک حکومت کی۔ پھر اس کے بعد عامور کا بیٹا صاین بن عامور بادشاہ بنا اور اس نے دو سو سال تک حکومت کی۔ چنانچہ صاین کے نام پر اس سلطنت کا نام ''صین'' پڑ گیا اور بعد میں ''صین'' کو چین کہا جانے لگا۔

صاین بن عامور نے اپنے باپ کی شکل کا سونے کا ایک بت بنوایا اور اسے سونے کے ایک تخت پر رکھوا دیا تھا۔ چنانچہ اس کی قوم نے اس بت کی پرستش شروع کر دی اور پھر صاین کے بعد آنے والے تمام بادشاہوں نے عبادت کا یہ طریقہ جاری رکھا۔ کہا جاتا ہے کہ صابی مذہب کے موجد یہی لوگ ہیں۔ ابوعمر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ چین کے عقب میں برہنہ لوگوں کی ایک قوم آباد ہے۔ اس قوم کے بعض افراد تو اپنے بالوں سے اپنی ستر پوشی کرتے ہیں۔ جبکہ بعض افراد ایسے ہیں جن کے بال ہی نہیں ہیں۔ اس لئے وہ برہنہ ہی رہتے ہیں۔ ان کے چہرے سرخ ہوتے ہیں اور ان کے بالوں کی رنگت سرخ و سفید ہے۔ اس قوم کے بعض افراد ایسے ہیں جو سورج کے طلوع ہوتے ہی بھاگ کر غاروں میں داخل ہو جاتے ہیں اور غروب آفتاب تک غاروں میں رہتے ہیں۔ اس قوم کے اکثر افراد کی خوراک سانپ کی چھتری کی قسم کی ایک جڑی بوٹی اور بحری مچھلیاں ہیں۔ چنانچہ ان تفصیلات کے بعد ابوعمر بن عبدالبر نے اپنی کتاب میں یاجوج ماجوج کا تذکرہ کیا ہے۔ ابوعمر بن عبدالبر کہتے ہیں کہ مؤرخین کا اس بات پر اجماع ہے کہ یاجوج ماجوج کا تعلق یافث بن نوح علیہ السلام کی نسل سے ہے۔ ابوعمر بن عبدالبر نے اپنی کتاب کا اختتام اس حدیث پر کیا ہے کہ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ ﷺ کی دعوت یاجوج ماجوج تک پہنچی ہے؟ پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ شب معراج میں جب میرا گزر یاجوج ماجوج پر ہوا تو میں نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ پس انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔'' (رواہ ابوعمر بن عبدالبر فی کتاب الامم)

تعبیر گینڈے کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر ظالم و جابر بادشاہ سے دی جاتی ہے۔ نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ گینڈے کو خواب میں دیکھنا جنگ اور جھگڑے کی علامت ہے۔ واللہ اعلم۔

الکرکی

''الکرکی'' بڑی بطخ کو کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع ''الکراکی'' آتی ہے۔ اس کی کنیت ابوعریان' ابوعنیا، ابوالعیز ار' ابونعیم اور ابو الھیصم آتی ہیں۔ ''الکرکی'' ایک بڑا آبی پرندہ ہے جس کا رنگ خاکی ہوتا ہے اور اس کی ٹانگیں پنڈلیوں سمیت لمبی ہوتی ہیں۔ اس کی مادہ جفتی کے وقت بیٹھتی نہیں اور نر و مادہ جفتی سے جلدی فارغ ہو جاتے ہیں۔ یہ پرندہ امراء کے لئے بہت مفید ہے کیونکہ یہ طبعاً بہت چوکنا اور محافظ واقع ہوا ہے چنانچہ یہ پرندہ پہرہ داری کا فرض باری باری انجام دیتا ہے۔

جس کی باری ہوتی ہے وہ آہستہ آہستہ گنگناتا رہتا ہے تاکہ دوسروں کو معلوم ہو کہ وہ اپنا فرض (پہرہ داری) انجام دے رہا ہے۔ پس جب ایک کی باری اختتام پذیر ہوتی ہے تو دوسرا نیند سے بیدار ہو جاتا ہے اور بالکل اسی طرح پہرہ دینے لگ جاتا ہے۔ یہ ان پرندوں میں شامل ہے جو موسم کے اعتبار سے اپنی رہائش تبدیل کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ یہ پرندہ گرمیاں کسی مقام پر اور سردیاں کسی دوسرے مقام پر گزارتا ہے اور بعض اوقات یہ پرندہ نقل مکانی کے سلسلے میں ہزاروں میل کا سفر طے کرتا ہے۔ اس پرندے کی کچھ اقسام ایسی بھی ہیں جو پورا سال ایک ہی جگہ قیام کرتی ہیں۔ ''قاز'' (بڑی بطخ) کی فطرت میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کا عنصر بکثرت پایا جاتا ہے۔

اس قسم کی بطخ علیحدہ علیحدہ پرواز نہیں کرتیں' بلکہ ایک ہی قطار میں ایک ساتھ اڑتی ہیں۔ پس بطخ کی اس قطار میں ایک ''قاز''

(بڑی بطخ) بطور رئیس سب سے آگے رہتی ہے اور بقیہ اس کے پیچھے پیچھے رہتی ہیں۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد یہ ترتیب بدل جاتی ہے اور مقدم کی ڈیوٹی بھی پاسبانی کی طرح باری باری انجام دی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ جو شروع میں سب سے آگے ہوتی ہے وہ بتدریج سب سے پیچھے ہو جاتی ہے۔ پس ''قاز'' (بڑی بطخ) کی فطرت میں یہ عنصر بھی پایا جاتا ہے کہ جب اس کے ماں باپ بوڑھے ہوتے ہیں تو ان کی اولاد ان کی مددگار رہتی ہے۔ تحقیق ابوالفتح کشاجم اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ

اتخذ فی خلة الکراکی اتخذ فیک خلة الوطواط

تو میرے لئے ''قاز'' (بڑی بطخ) کی عادت اختیار کر اور میں تیرے لئے چمگادڑ کی عادت اپناؤں گا

انا ان لم تبرنی فی عناء فبری ترجوا جواز الصراط

''اگر تو میرے ساتھ بھلائی کا معاملہ نہیں کرے گا تو مجھے تکلیف ہوگی اور اگر بھلائی کرے گا تو قیامت کے دن تو پل صراط سے گزرنے کی امید کر سکتا ہے''

پس ''خلة الوطواط'' کے معنی یہ ہے کہ چمگادڑ پرواز کے وقت اپنے بچوں کو اپنے جسم کے ساتھ چمٹائے رہتی ہے انہیں اپنے جسم سے علیحدہ نہیں کرتی۔ قزوینی کہتے ہیں کہ ''قاز'' (بڑی بطخ) بسا اوقات زمین پر ایک ٹانگ سے کھڑی رہتی ہے اور اگر اپنی دوسری ٹانگ زمین پر رکھتی ہے تو بہت آہستہ سے رکھتی ہے۔ اس خوف سے کہ کہیں وہ زمین میں نہ دھنس جائے۔ مصر کے بادشاہ اور امراء ''قاز'' (بڑی بطخ) کے شکار میں بہت غلو کرتے ہیں اور بہت زیادہ مال خرچ کرتے ہیں۔

فائدہ ابن ابی الدنیا اور دیگر محدثین حضرات نے حضرت ابوذرؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور اس علم کے آپ ﷺ کے پاس کیا ذرائع تھے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذرؓ! میرے پاس دو فرشتے آئے' پس ان میں سے ایک زمین پر اترا لیکن دوسرا زمین و آسمان کے درمیان معلق رہا۔ پس ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ کیا یہی وہ شخص ہیں؟ پس اس کے ساتھی نے جواب دیا کہ ہاں یہی ہیں۔ پس اس نے جو معلق تھا اپنے ساتھی سے کہا کہ ان کا ان کی امت کے ایک مرد سے وزن کرو۔ پس میرا وزن میری امت کے ایک شخص کے ساتھ کیا گیا تو میرا وزن زیادہ نکلا۔ پھر معلق فرشتے نے کہا کہ انہیں دس مردوں کے ساتھ تولا جائے؟ پس میرا وزن دس مردوں کے ساتھ کیا گیا تو میرا وزن زیادہ رہا۔ پھر معلق فرشتے نے کہا کہ ایک سو مردوں کے ساتھ ان کا وزن کیا جائے؟ پس میرا وزن ایک سو مردوں کے ساتھ کیا گیا تو میرا وزن زیادہ رہا۔ پھر معلق فرشتے نے کہا کہ انہیں ایک ہزار افراد کے ساتھ تولا جائے؟ پس میرا وزن ایک ہزار افراد کے ساتھ کیا گیا تو میرا پلڑا بھاری رہا۔ پھر ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا کہ ان کا شکم چاک کرو۔ پس میرا شکم چاک کیا گیا' پس میرا دل نکالا گیا' پس میرے دل سے شیطانی' غذا اور جما ہوا خون خارج کر دیا گیا۔ پھر ایک فرشتے نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا کہ ان کے شکم کو پانی سے بھر بھر کے دھوڈالو۔ پھر ایک فرشتے نے اپنے ساتھی کو کہا کہ ان کے پیٹ کو ٹانکے لگا دو۔ پس اس نے دل کو اس کی جگہ پر رکھ کر میرے شکم کو ٹانکے لگا دیئے اور میرے شانوں کے درمیان مہر نبوت قائم کر دی جیسے اب تم دیکھ رہے

ہو۔ پھراس کے بعد وہ فرشتے میرے پاس سے چلے گئے۔ (رواہ ابن ابی الدنیا) علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ سے قبل آپ ﷺ کے جسم مبارک پر مہر نبوت نہیں تھی۔ چنانچہ اس مہر نبوت کی صفات کے متعلق اہل علم کا اختلاف ہے اور اس سلسلے میں علماء کے بیس اقوال ہیں۔ سیرہ ابن ہشام میں ہے کہ مہر نبوت ایک پچھنے جیسا نشان تھا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مہر نبوت کے ارد گرد تل تھے اور ان پر سیاہ بال تھیاور کسی نے کہا ہے کہ مہر نبوت سیب کی شکل وصورت کی تھی اوراس پر ''**لا اله الا الله محمد رسول الله**'' کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔

الحکم بڑی بطخ تمام اہل علم کے نزدیک حلال ہے۔

خواص بڑی بطخ کا گوشت سرد وخشک ہوتا ہے اور اس میں چکنائی نہیں ہوتی۔ نیز اس بڑی بطخ کا گوشت بہترین تصور کیا جاتا ہے جو باز کے ذریعے شکار کی گئی ہو۔ اس بطخ کا گوشت محنتی لوگوں کے لئے مفید ہوتا ہے مگر دیر سے ہضم ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کے مضر اثرات کو گرم مصالحوں سے دور کیا جاسکتا ہے۔ بڑی بطخ کا گوشت کھانے سے گاڑھا خون پیدا ہوتا ہے اور یہ گوشت گرم مزاج والوں اور نوجوانوں کے لئے بہت مفید ہے۔ بڑی بطخ کا گوشت کھانے کا بہترین وقت موسم سرما ہے۔ بڑی بطخ کا گوشت کھانے کے بعد شہد کے حلوہ سے منہ میٹھا کرنا پسندیدہ ہے اور اس طرح گوشت ہضم ہو کر پیٹ سے بآسانی خارج ہو جاتا ہے۔ بڑی بطخ کا گوشت کھانے کیلئے ضروری ہے کہ ایک یا دو دن کے وقفے کے بعد گوشت کھایا جائے کیونکہ لگا تار گوشت کا استعمال درست نہیں ہے۔ بڑی بطخ کو پکانے سے پہلے ضروری ہے کہ اس کی ٹانگوں میں پتھر باندھ کر لٹکا دیا جائے تا کہ اس کا گوشت نرم پڑ جائے اور پھر اس کے بعد اس کو خوب پکایا جائے۔ بڑی بطخ کا پتا گنجاپن کے لئے بہت مفید ہے۔ اگر بڑی بطخ کا پتا اور دماغ ''زنبق'' میں ملا کر اس آدمی کے دماغ میں ڈالا جائے جس کو ''نسیان'' کی بیماری ہو تو اس کی بیماری دور ہو جائے گی اور اس کو تمام بھولی ہوئی باتیں یاد آ جائیں گی۔ اگر کسی شخص کی یہ خواہش ہو کہ اس کے بدن پر بالکل بال نہ اگیں تو اس کو چاہیے کہ تھوڑا سا ''ذرارتح'' (ایک قسم کا مرغ) کا گوشت اور اس کے ہم وزن بڑی بطخ کی ہڈی کا گودا لے کر آپس میں اچھی طرح ملا کر اس جگہ لگائے تو جہاں پر یہ گوشت لگایا جائے گا وہاں بال نہیں نکلیں گے۔

تعبیر بڑی بطخ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر مسکین وغریب آدمی سے دی جاتی ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ بڑی بطخ کی کثیر تعداد کا مالک ہو گیا ہے یا اس کو بڑی بطخ کی کثیر تعداد کسی نے ہبہ کر دی ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس شخص کو مال حاصل ہوگا۔ اگر کسی آدمی نے خواب میں بڑی بطخ کو پکڑا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ بدخلق قوم کا داماد بنے گا۔

الکروان

''الکروان'' (کاف پر زبر اور راء مہملہ کے ساتھ) یہ بطخ کے مشابہ ایک پرندہ ہے جو رات بھر نہیں سوتا' کروان کے معنی نیند کے ہیں۔ چنانچہ اس کا نام اس کی ضد ہے۔ کیونکہ یہ اپنے نام کے برعکس رات بھر نہیں سوتا۔ ''الکروان'' کے مونث کے لئے ''کروانۃ'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔ اس کی جمع ''کِروان'' کاف کے کسرہ کے ساتھ آتی ہے جیسے کہ ''وِرشان'' ہے۔

لنا یوم الکروان یوم　　　تطیر الیابسات ولا نطیر

''ہمارے لئے ایک دن ہے اور ایک دن ''کروان'' کے لئے بھی ہے لیکن ''کروان'' خشک میدانوں میں پرواز کر سکتے ہیں مگر ہم پرواز نہیں کر سکتے''

فامایومھن فیوم سوء　　　تطار دھن بالعرب الصقور

''پس ''کروان'' کا دن برا ہے کیونکہ شکاری پرندے ان کو لڑ کر بھگا دیتے ہیں''

واما یومنا فنظل رکبا　　　وقوفا ما نحل ولا نسیر

''اور ہمارا دن ہمارے لئے باعث نحوست ہے کہ ہم اونٹوں پر سوار برابر کھڑے رہتے ہیں کہ نہ تو ہم اتر سکتے ہیں اور نہ ہی واپس جا سکتے ہیں''

پس ان اشعار میں عمرو بن ہند کی طرف اشارہ تھا۔ اس لئے کہ عمرو بن ہند نے طرفہ اور ملتمس کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ پس عمرو بن ہند نے ایک خط ملتمس کو اور ایک خط طرفہ کو دیا اور حکم دیا کہ وہ ان خطوط کو اس کے عامل مکعبر تک پہنچا دیں۔ عمرو بن ہند نے مکعبر کے لئے ان خطوط میں ملتمس اور طرفہ کو زندہ درگور کرنے کا حکم جاری کیا تھا۔ پس طرفہ قتل کر دیا گیا اور ملتمس بچ گیا کیونکہ اس نے خط کا مضمون پڑھ لیا تھا چنانچہ ملتمس کا خط عرب میں ضرب المثل بن گیا۔

چنانچہ سنن ابی داؤد میں ''کتاب الزکاۃ'' کے آخر میں اس خط کا ذکر آیا ہے۔ وہ اس طرح کہ عیینہ بن حصن فزاری اور اقرع بن حابس تمیمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پس ان دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حاجت طلب کی۔ پس آپ ﷺ نے ان کی حاجت پوری کرنے کا حکم فرمایا اور اس بارے میں حضرت معاویہؓ سے خطوط لکھوا کر ان دونوں کے حوالے کر دیئے۔ پس اقرع نے خط لیا اور اسے اپنے عمامہ میں لپیٹ لیا اور پھر اپنی قوم کی طرف چل دیا۔ لیکن عیینہ نے اپنا خط لے لیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ﷺ دیکھتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کا خط لے کر اپنی قوم کی طرف جا رہا ہوں لیکن مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ اس خط میں کیا لکھا ہوا ہے۔ چنانچہ اس کی مثال تو وہی ہوئی جو ملتمس کے خط کی تھی۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی کے پاس اس قدر (مال) ہو جو اسے دوسروں سے سوال کرنے سے مستغنی کر دے لیکن وہ پھر بھی دوسروں سے سوال کرے تو ایسا شخص اپنے حق میں دوزخ کی آگ کی کثرت کرتا ہے۔ پس صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا چیز ہے جو اس کو سوال سے مستغنی کر دیتی ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اس قدر کھانا جو اس کے صبح یا شام کھانے کے لئے کافی ہو۔ اھ۔

''کروان'' کا شرعی حکم ''کروان'' کے حلال ہونے پر تمام اہل علم کا اجماع ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''اجبن من کروان'' (''کروان'' سے زیادہ بزدل) یہ مثال اس لئے دی جاتی ہے کہ جب شکاری ''کروان'' کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ ''اطرق کروان النعام فی القری'' تو کروان زمین پر اتر آتی ہے اور شکاری اس کو کپڑا ڈال کر پکڑ لیتا ہے۔ نیز یہ عجیب و غریب ضرب المثل ہے۔

خواص قزوینی نے کہا ہے کہ ''کروان'' کا گوشت اور چربی کھانے سے قوت باہ میں عجیب و غریب تحریک پیدا ہوتی ہے۔

الکلب

''الکلب'' کتا کو کہا جاتا ہے۔ مونث کے لئے ''کلبۃ ''، اور جمع کے لئے ''اکلب'' اور ''کلاب'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔ ابن سیدہ نے اسی طرح لکھا ہے۔ بعض اہل علم نے ''کلب'' کی جمع کے لئے ''کلابات'' کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

''کلاب'' رسول اللہ ﷺ کے اجداد میں سے ایک شخص کا نام ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا پورا شجرۂ نسب یوں ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن لیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

پس کتا نہایت محنتی اور وفادار جانور ہے۔ اس کا شمار نہ درندوں میں اور نہ ہی بہائم (مواشی) میں ہوتا ہے بلکہ یہ ان دونوں کے بین بین ایک خلق مرکب واقع ہوا ہے کیونکہ اگر اس کی طبیعت درندوں جیسی ہوتی تو یہ انسانوں سے مانوس نہ ہوتا اور اگر اس کی طبیعت ''بہائم'' جیسی ہوتی تو یہ گوشت نہ کھاتا لیکن حدیث شریف میں اس پر بہیمۃ کا ہی اطلاق ہوا ہے۔

کتے کی دو قسمیں ہیں (۱) اصلی (۲) سلوقی۔ سلوقی، سلوق کی طرف منسوب ہے جو ملک یمن کے ایک شہر کا نام ہے لیکن باعتبار طبیعت دونوں قسمیں برابر ہیں۔ کتے کو احتلام اور کتیا کو حیض ہوتا ہے۔ نیز کتیا ساٹھ دن میں اور بعض اوقات ساٹھ سے بھی کم دنوں میں حاملہ ہو جاتی ہیں۔ کتیا کے بچے پیدائش کے وقت اندھے ہوتے ہیں۔ پس کتیا کے بچوں کی آنکھیں پیدائش کے بارہ دن بعد کھلتی ہیں۔ کتا اپنی مادہ سے قبل حد بلوغ کو پہنچ جاتا ہے۔ کتیا کو ایک سال پورا کرنے کے بعد شہوت ہوتی ہے اور بعض اوقات اس سے بھی کم مدت میں شہوت ہونے لگتی ہے۔ چنانچہ جب کتیا مختلف رنگوں کے کتوں سے ہم جفت ہوتی ہے تو اس کے بچوں میں بھی تمام ہم جفت ہونے والے کتوں کا رنگ آجاتا ہے۔ کتوں کے اندر نشانات قدم کے پیچھے چلنے اور بو سونگھنے کا جو ملکہ ہے وہ دوسرے جانوروں میں نہیں پایا جاتا لیکن کتے کے اندر بعض خرابیاں بھی ہیں وہ یہ ہیں کہ کتے کو ناپاکی کھانا تروتازہ گوشت سے بھی زیادہ پسند ہے۔ چنانچہ کتا اکثر گندی چیزیں ہی کھاتا ہے۔ یہاں تک کہ بسا اوقات کتا اپنی کی ہوئی قے کو بھی دوبارہ کھا لیتا ہے۔ کتے اور بجو میں بہت شدید عداوت پائی جاتی ہے۔ پس اگر کتا چاندنی رات میں کسی بلند مقام یا مکان پر ہو اور اس کے سائے پر بجو کا قدم پڑ جائے تو کتا بے اختیار نیچے گر پڑتا ہے اور بجو کتے کو پکڑ کر کھا لیتا ہے۔ اگر کتے کو بجو کی چربی کی دھونی دے دی جائے تو کتا پاگل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر انسان اپنے پاس بجو کی زبان رکھ لے تو اس پر نہ کتے بھونکیں گے اور نہ ہی اس پر حملہ آور ہوں گے۔ کتے کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ اپنے مالک کا محافظ ہوتا ہے اور اپنے مالک کی غیر موجودگی میں اس کے گھر کی حفاظت بلکہ ہر حال میں حفاظت کرتا ہے۔ کتا رات کو جاگتا رہتا ہے اور اگر کبھی نیند کی حالت میں کتے کو جگانے کی ضرورت پیش آئے تو وہ اپنے مالک کے ایک اشارے پر نیند سے بیدار ہو جاتا ہے۔ کتا زیادہ تر دن میں سوتا ہے کیونکہ دن کے وقت پاسبانی کی ضرورت کم پڑتی ہے۔ کتا نیند کی حالت میں بھی گھوڑے سے زیادہ سننے والا اور ''عقعق'' سے زیادہ چوکنا ہوتا ہے۔ نیز کتا سوتے وقت پلکوں کو بالکل بند نہیں کرتا بلکہ نیچے کی طرف جھکا لیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کتے کا دماغ انسانی دماغ

کے مقابلہ میں زیادہ سرد ہوتا ہے۔ کتے کی یہ عجیب وغریب طبیعت ہے کہ یہ بڑے اور بارعب لوگوں کا اکرام کرتا ہے اور ان پر بھونکتا نہیں اور بعض اوقات ان کو دیکھ کر راستے سے بھی ہٹ جاتا ہے لیکن کالے اور غریب لوگوں خاص طور پر میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے لوگوں پر خوب بھونکتا ہے۔ کتے کی فطرت میں دم ہلانا' اپنے مالک کو خوش رکھنا اور اپنے مالک سے محبت ظاہر کرنا بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کتے کو بار بار دھتکارنے کے بعد بھی بلایا جائے تو یہ فوراً دم ہلاتا ہوا چلا آتا ہے۔ کتے کے دانت بہت تیز ہوتے ہیں۔ چنانچہ اگر کتا غصے کی حالت میں پتھر پر بھی اپنے دانت ماردے تو پتھر بھی ٹوٹ جائے۔ لیکن جب کتا اپنے مالک یا کسی دوسرے شخص سے مانوس ہوجاتا ہے تو اس سے خوب کھیلتا ہے اور کھیلتے ہوئے کتا کبھی اپنے مالک کی ٹانگ یا ہاتھ کو منہ سے پکڑ لیتا ہے لیکن اس قدر نرمی سے پکڑتا ہے کہ آدمی کو محسوس بھی نہیں ہوتا۔

کتے میں تادیب تعلیم وتلقین قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے اور یہ تعلیم کو بہت جلد قبول کر لیتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کتے کے سر پر چراغدان رکھا ہوا ہو اور ایسی حالت میں اس کے سامنے کھانے کی کوئی چیز ڈال دی جائے تو کتا اس کی طرف متوجہ نہیں ہوگا۔ البتہ اگر کتے کے سر سے چراغدان اتار دیا جائے تو وہ ضرور اس کھانے والی چیز کی طرف متوجہ ہوگا۔ کچھ خاص دنوں میں کتے کو امراض سوداوی لاحق ہوجاتے ہیں جس کی وجہ سے کتے کے اندر ایک قسم کا جنون پیدا ہوجاتا ہے جسے ''ہڑک'' کہتے ہیں اس مرض کی علامات یہ ہیں کہ کتے کی دونوں آنکھیں سرخ ہوجاتی ہیں اور ان میں تاریکی چھا جاتی ہے۔ نیز کتے کے کانوں میں استرخاء پیدا ہوجانا' زبان کا لٹک جانا' رال بکثرت بہنا' ناک کا بہنا' سر کا نیچے لٹک جانا اور ایک جانب کو ٹیڑھا ہوجانا' دم کا سیدھا ہو کر دونوں ٹانگوں کے درمیان میں آجانا اور چلنے میں لڑکھڑاہٹ پیدا ہوجاتی ہے۔ جنون کی حالت میں کتے کو بھوک لگتی ہے لیکن کچھ کھاتا نہیں اور پیاس محسوس ہوتی ہے لیکن پانی نہیں پیتا اور بعض اوقات کتا پانی سے اس قدر خوف محسوس کرتا ہے کہ کبھی کبھی پانی کے خوف سے کتے کی موت واقع ہوجاتی ہے۔ جنون کی حالت میں جب کوئی جاندار چیز کتے کے سامنے آتی ہے تو یہ اس کو کاٹ کھانے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ جنون کی حالت میں صحت مند کتے بھی اس کے قریب نہیں آتے اور اگر کبھی کوئی کتا اس کے سامنے آجائے تو یہ خوف کی وجہ سے اپنی دم دبا لیتا ہے اور اس کے سامنے بالکل ساکت ہوجاتا ہے۔ اگر کوئی پاگل کتا کسی انسان کو کاٹ لے تو وہ آدمی امراض ردیہ میں مبتلا ہوجاتا ہے اور وہ کتے کی طرح پاگل بھی ہوجاتا ہے۔ نیز کتے کی طرح انسان کو بھی بھوک اور پیاس محسوس ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود وہ کچھ بھی نہیں کھاتا اور نہ ہی پانی پیتا ہے۔ بلکہ پانی سے اسی طرح خوف محسوس کرتا ہے جیسے مجنوں کتا خوف محسوس کرتا ہے چنانچہ جب یہ مرض کسی آدمی پر پوری طرح مستحکم ہوجاتا ہے تو اس وقت اس کی مقعد سے بول وبراز کے وقت کوئی چیز کتے کے چھوٹے چھوٹے بچوں کی صورت میں خارج ہوتی ہے۔

''الموجز فی الطب'' کے مصنف کا قول ہے کہ کتے کا پاگل پن جزام کی طرح ایک قسم کا مرض ہے جو کتوں' بھیڑیوں' گیدڑوں' نیولوں اور لومڑیوں کو لاحق ہوتا ہے۔ نیز گدھے اور اونٹ بھی اس مرض میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ باؤلے کتے کا کاٹا ہوا انسان کے علاوہ ہر چیز کی ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے کیونکہ انسان بعض اوقات علاج معالجہ کرنے سے بچ جاتا ہے لیکن دوسرے جانوروں کی ہلاکت یقینی ہوتی ہے۔ قزوینیؒ نے اپنی کتاب ''عجائب المخلوقات'' میں لکھا ہے کہ حلب کے علاقہ میں کسی بستی میں ایک کنواں ہے جس کو

''بیرالکلب'' کہتے ہیں۔ اس کنویں کے پانی کی یہ خصوصیت ہے کہ اگر کتے کا کاٹا ہوا آدمی اس پانی کو پی لیتا ہے تو وہ ٹھیک ہوجاتا ہے۔ یہ کنواں مشہور ومعروف ہے۔

قزوینیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اس بستی کے رہنے والے بعض افراد نے یہ اطلاع دی ہے کہ اگر چالیس دن گزر جانے سے پہلے کوئی مریض اس کنویں کا پانی پی لے تو وہ شفایاب ہوجاتا ہے اور اگر چالیس دن کے بعد کنویں کا پانی پیئے تو پھر اسے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ قزوینیؒ فرماتے ہیں کہ اس بستی کے لوگوں نے یہ بات بھی بیان کی کہ ایک مرتبہ تین مجنون آدمی ہماری بستی میں آئے۔ ان میں دو مریض تو ایسے تھے کہ انہوں نے چالیس دن کی مہلت پوری نہیں کی تھی اور ایک مریض ایسا تھا جو اس مرض میں چالیس دن گزار چکا تھا۔ پس ان تینوں مریضوں کو کنویں کا پانی پلایا گیا۔ پس ان میں دو مریض تو اچھے ہوگئے لیکن جو مریض مرض کی حالت میں چالیس دن گزار چکا تھا اس کو کچھ افاقہ نہ ہوا اور اسی حالت میں اس کا انتقال ہوگیا۔

سلوقی کتے کی یہ عادت ہے کہ جب وہ کسی ہرن کو قریب سے یا دور سے دیکھ لیتا ہے تو سلوقی کتے میں ہرن کو پہچاننے کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے چنانچہ سلوقی کتا قطار میں چلنے والے ہرن کو پہچان لیتا ہے اور سلوقی کتے کو یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ قطار میں سب سے آگے چلنے والا ہرن کون سا ہے اور سب سے پیچھے چلنے والا ہرن کون سا ہے؟

نیز سلوقی کتے کو ہرن کی چال سے یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ کتنے ہرن نر ہیں اور کتنے مادہ ہیں۔ کتے کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ مردہ اور بے ہوش انسان کی بھی شناخت کرلیتا ہے چنانچہ اہل روم اپنے مردے کو اس وقت تک دفن نہیں کرتے جب تک کہ وہ کسی کتے سے اس کی موت کی تصدیق نہیں کرالیتے۔ پس کتا جب مردہ کو سونگھتا ہے تو اسے معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ انسان مردہ ہے یا بے ہوش۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ تشخیص کا یہ ملکہ سلوقی کتے کی ایک قسم میں پایا جاتا ہے جسے ''قلطی'' کہا جاتا ہے۔ یہ کتا جسامت اور ہاتھ پاؤں کے لحاظ سے بہت چھوٹا ہوتا ہے نیز اس قسم کے کتے کو ''الصینی'' (چینی) بھی کہا جاتا ہے۔

سلوقی کتیا سلوقی کتے کے مقابلہ میں بہت جلد تعلیم قبول کرلیتی ہے جبکہ تیندوے کتے کا معاملہ اس کے برعکس ہے نیز سیاہ رنگ کے کتے میں صبر کی کمی ہوتی ہے۔

حدیث شریف میں کتے کا تذکرہ حضرت عمرو بن شعیب بواسطہ والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مقتول آدمی کو دیکھا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کیسے قتل ہوا؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اس شخص نے بنی زہرہ کی بکریوں پر حملہ کرکے ان کی ایک بکری پکڑ لی تھی۔ پس بنی زہرہ کے محافظ کتے نے اس پر حملہ کردیا اور اس آدمی کو قتل کردیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے اپنے آپ کو ہلاک ہی نہیں کیا بلکہ دیت کو بھی ضائع کردیا اور اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اپنے بھائی کی خیانت کا مرتکب ہوا۔ پس یہ کتا اس آدمی سے بہتر ہے۔ (فضل الکلاب علی کثیر ممن لبس الثیاب)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ امانت دار کتا خیانت کرنے والے دوست سے بہتر ہے۔ کہتے ہیں کہ حرث بن صعصعہ کے کچھ دوست تھے جو اس سے کبھی بھی علیحدہ نہیں ہوتے تھے اور وہ ان سے بہت محبت رکھتا تھا۔ پس ایک دن حرث اپنے دوستوں کے ہمراہ شکار کے لئے چلا گیا لیکن اس کا ایک دوست اس کے ساتھ نہ گیا اور اس کے گھر پر ہی رہ گیا۔ پس وہ حرث کی بیوی کے پاس

پہنچا۔ پس اس نے حرث کی بیوی کے ساتھ کھانا کھایا اور شراب نوشی کی' پھر حرث کی بیوی اور اس کا دوست بستر پر لیٹ گئے۔ پس جب حرث کے کتے نے ان دونوں کو اس حالت میں دیکھا تو ان پر حملہ آور ہوا اور ان دونوں کو قتل کر دیا۔ پس جب حرث بن صعصعہ شکار سے واپس اپنے گھر پہنچا تو اس نے اپنے دوست اور اپنی بیوی کو ایک جگہ مرا ہوا پایا۔ پس اسے سارے واقعہ کی حقیقت معلوم ہوگئی اور اس کی زبان پر یہ اشعار جاری ہوگئے ؎

ومازال یرعی ذمتی و یحوطنی و یحفظ عرسی والخلیل یخون

''کتے کی تو یہ شان ہے کہ وہ میری ذمہ داری کی رعایت کرتا اور مجھے احتیاط دلاتا رہے لیکن دوست کی یہ حالت ہے کہ وہ میرے ساتھ خیانت کا معاملہ کرے''

فیاعجبا للخل یھتک حرمتی و یاعجبا للکلب کیف یصون

''پس ایسے دوست پر تعجب ہے جو میری بے حرمتی کرے اور ایسے کتے پر تعجب ہے کہ کیسے اس نے میری آبرو کی حفاظت کی''

امام الفرج بن جوزی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک آدمی سفر کے لئے نکلا۔ پس دوران سفر اس کا گزر ایک قبہ پر ہوا جو بہت خوبصورت تھا اور اس کی تعمیر بڑے سلیقہ سے کی گئی تھی۔ نیز اس قبہ پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی کہ جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ وہ اس قبہ کی تعمیر کا سبب معلوم کرے تو وہ اس گاؤں میں داخل ہو کر اس کے متعلق دریافت کرے۔ پس وہ آدمی اس گاؤں میں داخل ہوا اور اس نے گاؤں کے رہنے والوں سے قبہ کی تعمیر کے متعلق سوال کیا تو کوئی بھی اس کے متعلق جواب نہ دے سکا۔ پس اس شخص کو ایک ایسے شخص کا علم ہوا جس کی عمر دو سو برس تھی۔ پس اس آدمی نے اس بوڑھے آدمی سے قبہ کے متعلق پوچھا تو بوڑھے آدمی نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا تھا کہ اس گاؤں میں ایک زمیندار مقیم تھا جس کے پاس ایک کتا تھا جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا تھا اور سفر و حضر میں' نیند و بیداری میں کسی وقت بھی اس سے علیحدہ نہیں ہوتا تھا۔ نیز اس زمیندار کے گھر میں ایک اپاہج گونگی لونڈی بھی تھی۔ پس ایک دن وہ زمیندار کہیں سیر کرنے گیا تو اس نے اپنے کتے کو گھر پر ہی باندھ دیا تاکہ وہ اس کے ساتھ نہ جاسکے اور جانے سے پہلے زمیندار نے اپنے باورچی کو حکم دیا کہ میرے لئے دودھ کا کھانا تیار کر کے رکھنا۔ زمیندار اس کھانے کو بے حد شوقین تھا۔ پس باورچی نے زمیندار کا پسندیدہ کھانا تیار کر کے ایک بڑے پیالہ میں ڈال کر اس گونگی لونڈی اور کتے کے قریب رکھ دیا۔ نیز وہ باورچی اس پیالہ کو ڈھانپے بغیر چلا گیا۔ پس ایک بڑا ناگ آیا اور اس نے اس پیالہ میں سے دودھ پی لیا اور پھر بھاگ گیا۔ چنانچہ کچھ دیر کے بعد جب زمیندار واپس آیا تو اس نے اپنا پسندیدہ کھانا کھانے کے لئے اٹھایا تو گونگی لونڈی نے بڑے زور سے تالی بجائی اور زمیندار کو ہاتھ کے اشارے سے کھانا کھانے سے منع کیا لیکن زمیندار گونگی لڑکی کی بات نہ سمجھ سکا۔ پس زمیندار نے کھانے کے لئے دوبارہ پیالے میں ہاتھ ڈالا تو کتا زور زور سے بھونکنے لگا اور جوش میں اپنی زنجیر توڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ یہاں تک کہ قریب تھا کہ کتا اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالتا۔ پس زمیندار اس پر متعجب ہوا اور کہنے لگا کہ آخر معاملہ کیا ہے؟ پس زمیندار اٹھا اور پیالہ رکھ کر کتے کے پاس گیا اور اسے کھول دیا۔ کتا زنجیر سے آزادی پاتے ہی پیالہ پر جھپٹا اور اسے گرا دیا۔ پس زمیندار نے کتے کو زور سے تھپڑ مارا' چنانچہ جب کتے نے دیکھا کہ ابھی بھی پیالہ میں دودھ باقی ہے تو اس نے فوراً اپنا منہ اس پیالہ میں ڈال دیا اور بچا ہوا دودھ پی گیا۔ چنانچہ دودھ جب کتے کے حلق سے نیچے

اترا تو کتا تڑپنے لگا اور اسی حالت میں اس کی موت واقع ہوگئی۔ پس زمیندار اس پر اور بھی متعجب ہوا۔ پس زمیندار نے گونگی لونڈی سے پوچھا کہ آخر معاملہ کیا ہے؟ پس گونگی لونڈی نے اشاروں سے زمیندار کو سمجھایا کہ اس دودھ میں سے ایک بڑا ناگ دودھ پی چکا ہے جس کے زہر کی وجہ سے کتے کی موت واقع ہوگئی ہے اور کتا اسی وجہ سے تمہیں اس دودھ کے پینے سے روک رہا تھا۔ پس زمیندار سارے معاملہ کو سمجھ گیا تو اس نے باورچی کو بلا کر ڈانٹا کہ اس نے کھانا کو کھلا ہوا کیوں رکھا تھا۔ پس زمیندار نے اس کتے کو دفن کر دیا اور اس کے اوپر یہ قبہ تعمیر کروا دیا اور اس قبہ پر یہ کتبہ لگا دیا ہے جسے تم نے دیکھا ہے۔

اسی طرح کی ایک عجیب وغریب حکایت ابوعثمان مدینی نے ''کتاب النشوان'' میں نقل کی ہے۔ ابوعثمان مدینی کہتے ہیں کہ بغداد میں ایک آدمی کو کتوں کا بہت شوق تھا۔ پس ایک دن وہ کسی کام کے لئے ایک گاؤں کی طرف روانہ ہوا تو اس کے کتوں میں سے ایک کتا جسے وہ پسند کرتا تھا اس کے ساتھ چل پڑا۔ پس مالک نے کتے کو روکا لیکن کتا واپس نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ جب وہ آدمی گاؤں میں داخل ہوا تو وہ کتا بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس گاؤں کے لوگ اس آدمی سے عداوت رکھتے تھے۔ پس جب گاؤں کے لوگوں نے اس آدمی کو تنہا دیکھا تو اس کو پکڑ لیا اور کتا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ پس وہ لوگ اس آدمی کو گھر میں لے گئے اور کتا بھی ان کے ساتھ گھر میں داخل ہو گیا۔ پس ان لوگوں نے اس آدمی کو قتل کر دیا اور اسے ایک کنویں میں ڈال دیا جو خشک ہو چکا تھا اور کنویں پر ایک تختہ رکھ کر اس کو مٹی سے چھپا دیا نیز کتے کو مار مار کر گھر سے باہر نکال دیا۔ پس کتا اپنے مالک کے گھر پہنچا اور زور زور سے بھونکنے لگا۔ پس کسی نے بھی اس کی پرواہ نہیں کی۔ چنانچہ کتے کے مالک کی والدہ اپنے بیٹے کو تلاش کرنے لگی لیکن اسے اس کا کچھ پتہ نہ چلا۔ پس کتے کے مالک کی ماں نے سمجھ لیا کہ اس کے بیٹے کو کسی نے ہلاک کر دیا ہے۔ پس اس نے اپنے بیٹے کی تمام ماتمی رسوم ادا کر کے تمام کتوں کو گھر سے نکال دیا لیکن وہ کتا جو مالک کے ساتھ گیا تھا وہ مالک کے گھر سے نکلنے پر تیار نہیں ہوا۔ البتہ وہ گھر کے دروازے پر پڑا رہا۔ پس ایک دن کتے کے مالک کے قاتلوں میں سے ایک آدمی اس گھر کے سامنے سے گزرا تو کتے نے اسے پہچان لیا۔ پس جب کتے نے اسے دیکھا تو زور زور سے بھونکنا شروع کر دیا اور اس کے دامن کو پکڑ لیا۔ پس گاؤں کے لوگ جمع ہو گئے اور انہوں نے کوشش کی کہ کتا اس شخص کا دامن چھوڑ دے لیکن کتے نے دامن ہرگز نہیں چھوڑا۔ چنانچہ اسی شور وغل کی آواز کتے کے مالک کی ماں نے سنی تو وہ گھر سے باہر آ گئی۔ پس جب اس نے کتے کو دیکھا کہ وہ ایک آدمی کے دامن سے چمٹا ہوا ہے تو وہ اس آدمی کے قریب آ گئی۔ پس اسے معلوم ہوا کہ یہ آدمی تو ان لوگوں میں سے ایک ہے جو میرے بیٹے کے دشمن تھے اور اس کی کھوج میں رہتے تھے۔ پس (اس نے دل میں کہا) ضرور یہی میرے بیٹے کا قاتل ہے۔

پس لوگ دونوں (کتا اور اس شخص) کو امیر المومنین راضی باللہ کے پاس لے گئے۔ پس مقتول کی ماں نے ملزم پر قتل کا مقدمہ دائر کیا۔ پس خلیفہ راضی باللہ نے ملزم کو زدوکوب کرنے کا حکم دیا۔ پس ملزم نے قتل کا اقرار کرنے سے انکار کر دیا۔ پس ملزم کو قید خانہ بھیج دیا گیا۔ پس کتا بھی قید خانہ کے دروازہ پر پہنچ گیا۔ پس کچھ عرصہ کے بعد خلیفہ نے ملزم کو رہا کرنے کا حکم دیا۔ پس جب ملزم قید خانہ کے دروازے سے باہر آیا تو کتا اس کے ساتھ لپٹ گیا جیسے پہلی مرتبہ لپٹا تھا۔ پس لوگ یہ منظر دیکھ کر حیران ہو گئے اور انہوں نے اس آدمی کو چھڑانے کی کوشش کی لیکن ناکام ہو گئے۔ پس اس واقعہ کی اطلاع خلیفہ راضی باللہ کو دی گئی۔ پس خلیفہ نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ

ملزم اور کتے کو چھوڑ دیا جائے تو تم بھی ان دونوں کے پیچھے پیچھے جاؤ۔ پس جب یہ آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو تم بھی کتے کو ساتھ لے کر اس کے گھر میں داخل ہو جاؤ۔ پس تم جائزہ لو کہ کتا کیا کرتا ہے۔ پس جو بھی معاملہ ہو اس کی فوری مجھے اطلاع دو۔ پس خلیفہ کی ہدایت پر عمل کیا گیا۔ پس جب ملزم اپنے گھر میں داخل ہوا تو اس کے پیچھے غلام اور کتا بھی گھر میں داخل ہو گئے۔ پس غلام نے گھر کی تلاشی لی لیکن اسے وہاں کوئی ایسی چیز نظر نہیں آئی جس کی وجہ سے یہ راز منکشف ہو جاتا لیکن کتا مسلسل بھونک رہا تھا اور اپنے پاؤں سے کنویں کی اس جگہ کو کرید رہا تھا جہاں مقتول کو دفن کیا گیا تھا۔ پس غلام یہ کیفیت دیکھ کر حیران ہوا۔ پس غلام نے خلیفہ راضی باللہ کو اس کی اطلاع دی۔ پس خلیفہ راضی باللہ نے کنویں کی جگہ کو کھودنے کا حکم دیا۔ پس وہ جگہ کھودی گئی تو کنواں ظاہر ہوا اور اس کنویں سے مقتول کی لاش برآمد ہوئی۔ پس خلیفہ کے سپاہی اس گھر کے مالک کو پکڑ کر خلیفہ کے پاس لے گئے۔ پس خلیفہ نے ملزم پر تشدد کرنے کا حکم دیا۔ پس ملزم نے جرم کا اقرار کر لیا اور قتل کرنے والے ساتھیوں کی بھی نشاندہی کی۔ پس خلیفہ نے اس کو قتل کرا دیا اور بقیہ ملزمان کو پکڑنے کے لئے سپاہی روانہ کئے لیکن ملزمان فرار ہو چکے تھے۔ (کتاب النشوان)

''عجائب المخلوقات'' میں مذکور ہے کہ اصفہان میں ایک شخص نے کسی کو قتل کر کے کنویں میں ڈال دیا لیکن مقتول کے ساتھ ایک کتا تھا جس نے یہ سارا منظر دیکھ لیا تھا۔ پس وہ کتا ہر روز اس کنویں پر آتا اور اپنے پنجوں سے اس کی مٹی کو ہٹاتا اور اشارے سے بتاتا کہ اس کا مقتول مالک یہاں ہے۔ نیز جب کتا قاتل کو دیکھ لیتا تو بھونکنا شروع کر دیتا۔ پس جب لوگوں نے بار بار اس منظر کو دیکھا تو انہوں نے اس جگہ کو کھودنا شروع کیا تو وہاں سے مقتول کی لاش برآمد ہوئی پھر اس کے بعد قاتل کو پکڑ لیا گیا اور قاتل نے جرم کا اقرار کر لیا۔ پس لوگوں نے قاتل کو قتل کر دیا۔

فائدہ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب ''**بهجة المجالس وانس المجالس**'' میں لکھا ہے کہ امام جعفر صادقؒ سے پوچھا گیا کہ خواب کی تعبیر کتنے عرصہ تک مؤخر رہتی ہے۔ پس امام جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ پچاس سال تک اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ چت کبرا کتا آپ ﷺ کا خون پی رہا ہے۔ پس آپ ﷺ نے اس خواب کی یہ تعبیر لی تھی کہ ایک آدمی آپ ﷺ کے نواسے حضرت حسینؓ کو شہید کرے گا۔ پس شمر بن جوشن نے حضرت حسینؓ کو قتل کیا اور شمر کے جسم پر برص کے داغ تھے۔ پس پچاس سال کے بعد اس خواب کی تعبیر ظاہر ہوئی۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب میں قیمتی باتیں ذکر کی ہیں۔ انہی قیمتی باتوں میں چند باتیں درج ذیل ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کا خواب رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں داخل ہوئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں ایک انگور کا خوشہ لٹکا ہوا دیکھا جو آپ ﷺ کو بہت پسند آیا۔ پس آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کس کیلئے ہے؟ پس جواب دیا گیا کہ یہ ابوجہل کے لئے ہے۔ پس آپ ﷺ پر یہ جواب شاق گزرا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت سے ابوجہل کیا واسطہ بخدا ابوجہل جنت میں کبھی بھی داخل نہیں ہو سکتا۔ پس جنت میں داخل نہیں ہوگا مگر مومن۔ پس جب عکرمہ بن ابوجہل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے تو اس وقت آپ ﷺ کو اپنے خواب کی تعبیر معلوم ہوئی کہ جنت میں انگور کے خوشہ سے مراد ابوجہل کے فرزند حضرت عکرمہؓ تھے۔

ایک شامی کا خواب اہل شام میں سے ایک شخص حضرت عمر فاروق ؓ کے پاس ملازم تھا۔ پس اس آدمی نے کہا اے امیر المومنین میں نے خواب دیکھا ہے کہ چاند اور سورج آپس میں لڑ رہے ہیں اور ستاروں کی ایک جماعت سورج کے ساتھ اور ایک چاند کے ساتھ ہے۔ پس حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تو کس کے ساتھ تھا؟ پس اس آدمی نے کہا کہ چاند کے ساتھ۔ پس حضرت عمرؓ نے اسے معزول کر دیا اور کہا کہ میں تجھے نوکر نہیں رکھ سکتا اس لئے کہ تو نے اللہ تعالیٰ کی اس نشانی کا ساتھ دیا ہے جو مٹنے والی ہے۔ پس یہ شخص جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کے لشکر کے ساتھ قتل ہوا۔

حضرت عائشہؓ کا خواب ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے خواب دیکھا کہ تین چاند آ کر آپؓ کے حجرۂ مبارک میں گرے۔ پس حضرت عائشہؓ نے اپنا خواب اپنے والد محترم حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے بیان کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: اے عائشہؓ اگر تیرا خواب سچا ہے تو پھر دنیا کی تین بزرگ ترین ہستیاں تیرے حجرے میں مدفون ہوں گی۔ پس جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حجرہ عائشہؓ میں دفن کیا گیا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اے عائشہؓ! یہ تیرے خواب کا پہلا چاند ہے اور یہ سب سے بہترین ہستی ہیں نیز باقی دو چاند حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ تھے۔

امالی ابی بکر القطیعی میں حضرت ابو درداءؓ کی روایت نقل کی گئی ہے۔ حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ ہمارے سامنے سے ایک کتا گزرا۔ پس ابھی اس کے قدم آگے بڑھنے بھی نہ پائے تھے کہ وہ ہلاک ہو گیا۔ پس جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کتے کیلئے کس نے بددعا کی تھی؟ پس ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے اس کتے کے لئے بددعا کی تھی۔ پس آپؐ نے فرمایا تو نے کیا کہا تھا؟ اس آدمی نے جواب دیا کہ میں نے یہ کلمات کہے تھے: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَسْأَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اِکْفِنِیْ ھٰذَا الْکَلْبَ بِمَا شِئْتَ'' پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اسم اعظم کے ذریعہ دعا مانگی ہے۔ پس جو آدمی بھی اسم اعظم کے ذریعے دعا مانگتا ہے اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور وہ جو بھی سوال کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرما دیتے ہیں۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث سنن اربعہ' مسند احمد' حاکم اور ابن حبان کی کتب احادیث میں موجود ہے لیکن حاکم اور ابن حبان میں کتے کا واقعہ مذکور نہیں ہے۔

طبرانی نے حضرت ابن عمرؓ کی حدیث سے افادہ کیا ہے کہ نمازِ مذکورہ بالا نماز عصر کی نماز تھی اور جمعہ کا دن تھا اور کتے کے لئے بددعا کرنے والے صحابی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ہیں۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ سے فرمایا، اے سعدؓ تحقیق تو نے ایسے دن' ایسی ساعت اور ایسے الفاظ سے دعا مانگی ہے کہ اگر ان کے ذریعے تم زمین و آسمان والوں کے لئے بھی دعا کرتے تو وہ بھی قبول ہوتی۔ پس اے سعدؓ تمہارے لئے خوشخبری ہے۔ (رواہ الطبرانی)

برے ہم نشین کی صحبت زہر قاتل ہے امام احمدؒ نے ''کتاب الزہد'' میں حضرت جعفر بن سلیمان سے روایت کی ہے حضرت جعفر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مالک بن دینار کے پاس ایک کتا دیکھا پس میں نے کہا اے ابو یحیٰ آپ نے کتا کیوں رکھا ہوا ہے؟ پس انہوں نے جواب دیا کہ یہ برے ہم نشین سے بہتر ہے۔

خوفِ خدا ''مناقب امام احمدؒ'' میں مذکور ہے کہ امام احمدؒ کو معلوم ہوا کہ ''ماوراء النہر'' میں ایک آدمی ہے جس کے پاس تین احادیث ہیں۔ پس امام احمد فرماتے ہیں کہ میں وہ احادیث سننے کے لئے ''ماوراء النہر'' پہنچا تو میں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو کتے کو کھانا کھلانے میں مصروف تھے۔ پس میں نے انہیں سلام کیا۔ پس انہوں نے سلام کا جواب دیا اور پھر کتے کو کھانا کھلانے میں مصروف ہوگئے۔ پس امام صاحب نے اپنے دل میں یہ بات محسوس کی کہ شیخ کو میری طرف متوجہ ہونا چاہیے تھا لیکن وہ کتے کی طرف متوجہ ہوگئے۔ پس جب شیخ کتے کو کھانا کھلا چکے تو امام احمدؒ کی طرف متوجہ ہوگئے اور امام احمدؒ سے فرمایا کہ آپ کو یہ بات ناگوار محسوس ہوئی ہوگی کہ میں آپ کو چھوڑ کر کتے کی طرف کیوں متوجہ ہوگیا۔ امام احمدؒ نے فرمایا جی ہاں۔ پس بوڑھے آدمی نے فرمایا کہ مجھے یہ حدیث ابوزناد نے بیان کی ہے' ان سے اعرج اور ان سے حضرت ابو ہریرہؓ نے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی دوسرے شخص کے پاس کوئی امید لے کر آیا اور وہ شخص اس کی امید منقطع کردے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی امید منقطع کردیں گے اور امید کو منقطع کرنے والا آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (رواہ ابوالزناد عن الاعرج عن ابی ھریرہؓ)

پھر اس کے بعد اس بوڑھے آدمی نے فرمایا کہ ہمارے علاقے میں کتا نہیں ہوتا لیکن یہ کتا کہیں سے میرے پاس اس حالت میں آیا کہ اسے سخت بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ پس میں نے اس ڈر سے کہ کہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھے اپنی رحمت سے محروم نہ فرمادے۔ میں نے اس کتے کو کھانا کھلا دیا۔ پس امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس بوڑھے آدمی کی یہ بات سن کر کہا کہ میرے لئے یہی حدیث کافی ہے۔ پس میں اس کے بعد ان کے پاس سے واپس آگیا۔ (مناقب امام احمدؒ)

''رسالہ قشیری'' میں ''باب الجود والسخا'' میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن جعفر ایک دن اپنی کسی جاگیر کی جانب جا رہے تھے کہ راستے میں آپ نے کسی نخلستان میں قیام فرمایا۔ اس نخلستان میں ایک حبشی غلام کام کر رہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن جعفر نے دیکھا کہ جب حبشی کا کھانا آیا تو اس کھانے میں تین روٹیاں تھیں اور حبشی نے ایک روٹی کتے کو ڈال دی۔ پس کتے نے روٹی کھالی۔ پھر اس کے بعد حبشی نے دوسری روٹی بھی کتے کو ڈال دی۔ پس کتے نے اسے بھی کھالیا۔ پھر اس کے بعد حبشی نے تیسری روٹی بھی کتے کے سامنے ڈال دی' پس کتا تیسری روٹی بھی کھا گیا۔ پس عبداللہ بن جعفر اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ پس عبداللہ بن جعفر نے فرمایا اے غلام! تجھے ہر روز کتنا کھانا ملتا ہے؟ غلام نے کہا میرے لئے وہی کھانا ہے (یعنی تین روٹیاں) جو آپ نے دیکھا ہے۔

پس حضرت عبداللہ بن جعفر نے فرمایا کہ پھر تو نے وہ تینوں روٹیاں کتے کو کیوں کھلا دیں؟ پس غلام نے کہا کہ ہمارے علاقے میں کتے نہیں ہوتے اور یہ کتا کہیں دور سے اس حالت میں میرے پاس آیا ہے کہ اسے سخت بھوک محسوس ہو رہی ہے۔ پس مجھے یہ بات ناپسند تھی کہ میں اسے اس حال میں واپس بھیجوں کہ وہ بھوکا ہی ہو۔ پس عبداللہ بن جعفر نے فرمایا کہ تو آج کے دن کیا کھائے گا؟ پس غلام نے جواب دیا کہ بھوکا ہی رہوں گا۔ پس حضرت عبداللہ بن جعفر نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ یہ غلام سخاوت کی بدولت خود بھوک کی مشقت برداشت کرے گا کیونکہ اس نے کتے کو بھوک کی تکلیف دینا مناسب نہیں سمجھا۔ درحقیقت یہ غلام مجھ سے زیادہ سخی ہے۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن جعفر نے اس غلام کو خرید کر آزاد کر دیا اور جس نخلستان میں وہ غلام کام کر رہا تھا اسے بھی خرید لیا اور وہ نخلستان غلام کو ہبہ کر دیا۔ (ھذا مافی رسالۃ القشیری فی باب الجود والسخا)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ تحقیق اس سے قبل ہم نے ''باب الحاء المھملہ'' میں ''الحمار'' کے تحت یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم رات کو کتے کا بھونکنا اور گدھے کا چلانا سنو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو شیطان مردود سے' کیونکہ گدھا اور کتا ان بلاؤں کو دیکھ کر بولتے ہیں جنہیں تم نہیں دیکھ سکتے۔ پس جب رات کا وقت ہو جائے تو گھروں سے بھی کم نکلو کیونکہ رات میں کیڑے مکوڑے نکل آتے ہیں۔ (رواہ الحاکم)

ایک عجیب وغریب حکایت ''کتاب البشر بخیر البشر'' میں مذکور ہے کہ مالک بن نقیع فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا ایک اونٹ فرار ہو گیا۔ پس میں اپنی سانڈنی پر سوار ہو کر اونٹ کی تلاش میں نکلا۔ یہاں تک کہ میں نے اونٹ کو پالیا اور اس کو لے کر گھر کی طرف چل دیا اور رات بھر مسلسل چلتا رہا۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ پس میں نے اپنے دونوں اونٹوں کو بٹھایا اور انہیں ایک ہی رسی سے باندھ دیا پھر اس کے بعد میں ایک ریت کے ٹیلہ کی چوٹی پر آرام کرنے کے لئے لیٹ گیا۔ پس جب میری آنکھوں میں نیند غالب ہوئی تو میں نے کسی غیبی پکارنے والے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا اے مالک' اے مالک اگر تو اس جگہ کو کھودے جہاں تیرا اونٹ بیٹھا ہوا ہے تو تجھے وہاں سے ایسی چیز حاصل ہوگی جس سے تو خوش ہو جائے گا۔ مالک بن نقیع فرماتے ہیں کہ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اونٹ کو اس جگہ سے ہٹا کر زمین کھودنی شروع کردی۔ پس اس زمین سے ایک بت نکلا جو عورت کی شکل کا تھا اور زرد پتھر سے تیار کیا گیا تھا اور اس بت کا چہرا روشن تھا۔ پس میں نے اس بت کو نکال کر کپڑے سے صاف کیا اور سیدھا کھڑا کردیا اور اس کے سامنے سجدہ میں گر گیا۔ پھر میں کھڑا ہوا اور اس بت کے لئے ایک اونٹ ذبح کیا اور اونٹ کا خون بت پر چھڑک دیا۔ پھر میں نے اس بت کا نام ''غلاب'' تجویز کیا۔ پھر میں نے اس بت کو اپنی سانڈنی پر رکھا اور گھر کی طرف چل دیا۔ چنانچہ جب میں اپنے گھر پہنچا تو میری قوم کے لوگوں کو اس بت کے متعلق معلوم ہوا تو وہ میرے گھر جمع ہو گئے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ اس بت کو کسی ایسی جگہ نصب کردیں جہاں قوم کے تمام لوگ اس کی عبادت کر سکیں۔ پس میں نے اس تجویز کو ماننے سے انکار کردیا اور میں نے اس بت کو اپنے گھر میں ایک جگہ رکھ دیا اور میں نے اس بت کی عبادت کے لئے اپنی ذات کو مخصوص کرلیا۔ پس میں ہر روز اس بت کے لئے ایک بکری کی قربانی کرنے لگا۔ یہاں تک کہ میں نے اپنی ساریاں بکریاں اس بت کے لئے ذبح کردیں۔ پس جب میرے پاس کچھ بھی باقی نہ رہا تو میں نے اپنی بے بسی کو بت کے سامنے پیش کیا کیونکہ مجھے یہ بات ناپسند تھی کہ میری نذر میں ناغہ ہو۔ پس میرا شکوہ سن کر بت کے اندر سے آواز آئی کہ اے مالک' اے مالک' مال کے ختم ہونے پر افسوس نہ کر بلکہ ''مقام طوی الارقم'' پر جا کر ایک کالے کتے کو پکڑ کر لا جو وہاں پر خون چاٹ رہا ہوگا اور اس کتے کے ذریعے سے شکار کر تو تجھے مال حاصل ہوگا۔ مالک کہتے ہیں کہ بت کی ہدایت پر میں ''طوی الارقم'' پہنچا۔ پس میں نے دیکھا کہ وہاں ایک خوفناک شکل وصورت کا ایک کالا کتا کھڑا ہے۔ پس میں کتے کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا۔ چنانچہ اسی اثنا میں اس کتے نے ایک جنگلی بیل پر حملہ کردیا اور اسے ہلاک کرکے اس کا خون پینے لگا۔ پس میں اس صورتحال کو دیکھ کر بہت خوفزدہ ہو گیا لیکن بت کی ہدایت کے مطابق ہمت کرکے میں کتے کی جانب بڑھا چونکہ کتا اپنے مارے ہوئے شکار میں مصروف تھا اس لئے وہ مجھ سے غافل رہا۔ پس میں نے کتے کے گلے میں رسی ڈال دی اور پھر اس کو اپنی طرف کھینچا تو وہ میرے قریب آ گیا۔ پس میں اس کتے کو لے کر اپنی اونٹنی کے پاس آیا اور پھر کتے اور اونٹنی کو لے کر جنگل کے بیل کے پاس آیا اور اس بیل کے گوشت کے ٹکڑے کرکے اونٹنی پر لاد دیئے۔

اور گھر کی طرف روانہ ہوا۔ پس کتا رسی میں بندھا ہوا میرے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ چنانچہ دوران سفر کتے کو ایک مادہ ہرن نظر آئی تو وہ اس کی طرف لپکا اور میرے ہاتھ سے رسی چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔ پس کتے کے مشتعل ہونے پر میں نے اپنے ہاتھ سے رسی چھوڑ دی۔ پس کتے مادہ ہرن پر حملہ کر دیا۔ پس میں دوڑتا ہوا گیا اور مادہ ہرن کو کتے کے منہ سے چھڑا لیا اور انتہائی خوشی کی حالت میں گھر پہنچا۔ پس میں نے مادہ ہرن ''غلاب'' نامی بت پر چڑھا دی اور بیل کا گوشت برادری والوں میں بانٹ دیا۔ پس میں نے پرسکون رات گزاری۔ پس جب صبح ہوئی تو میں کتے کو لے کر جنگل کی طرف روانہ ہوا۔ پس جب ہم جنگل میں پہنچے تو کتے کے سامنے جو جانور بھی آتا وہ اس کو پکڑ لیتا۔ یہاں تک کہ کتے کے حملہ سے ہرن' گورخر اور جنگل کا کوئی جانور بھی نہ بچ سکا۔ پس کتے کے کارناموں سے مجھے خوشی محسوس ہوئی اور میں کتے کی خوب خاطر تواضع کرنے لگا اور کتے کا نام میں نے ''سحام'' یعنی ''کالو'' رکھ دیا۔ پس میں نے ایک عرصہ اسی طرح عیش و آرام میں گزار دیا۔ پس ایک دن میں کتے کے ہمراہ جنگل میں شکار کر رہا تھا کہ میرے قریب سے ایک شتر مرغ گزرا میں نے کتے کو شتر مرغ پر چھوڑ دیا لیکن شتر مرغ بھاگ گیا۔ پس میں نے شتر مرغ کو پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ چنانچہ قریب تھا کہ کتا اس شتر مرغ پر حملہ آور ہو جاتا کہ اچانک ایک عقاب کتے پر حملہ آور ہوا اور پھر لوٹ کر میری طرف آیا۔ پس میں نے عقاب کو مارنے اور بھگانے کی کوشش کی لیکن وہ فرار نہیں ہوا۔ پس میں نے اپنا گھوڑا روک لیا۔ پس کتا بھی عقاب کی ٹانگوں کے درمیان آ کر کھڑا ہو گیا۔ پس عقاب اڑ کر میرے سامنے والے ایک درخت پر بیٹھ گیا اور وہاں سے کتے کو اس کے نام سے پکارنے لگا۔ پس کتے نے کہا ''لبیک'' عقاب نے کہا بت ہلاک ہو گئے اور اسلام کا ظہور ہوا۔ پس تو مسلمان ہو جا اور سلامتی کے ساتھ نجات حاصل کر لے ورنہ کہیں بھی ٹھہرنے کی جگہ نہیں ملے گی۔ پھر عقاب اڑ گیا پس میں نے کتے کی طرف دیکھا تو وہ بھی مجھے کہیں نظر نہیں آیا۔ پس یہ میری اس کتے کے ساتھ آخری ملاقات تھی۔ (کتاب البشر بخیر البشر)

فائدہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ''دومۃ الجندل'' کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی وفات کے چند روز بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتی ہوئی میرے پاس آئی۔ پس اس عورت کے آنے کا مقصد یہ تھا کہ جادو کے متعلق اس کے دل میں خلجان پیدا ہو گیا تھا جسے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے دور کرنا چاہتی تھی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب اسے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی ہے تو وہ رونے لگی۔ یہاں تک کہ مجھے اس عورت کے بکثرت رونے کی وجہ سے اس پر رحم آ گیا۔ پس وہ عورت کہہ رہی تھی کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اس سے سوال کیا کہ آخر تیرا معاملہ کیا ہے؟ اس عورت نے کہا کہ میرا شوہر کہیں لاپتہ ہو گیا تھا۔ تحقیق میں ایک بڑھیا کے پاس گئی۔ پس میں نے اسے اپنا حال بیان کیا۔ پس اس بڑھیا نے کہا کہ اگر تو وہ کام کرے گی جس کا میں تجھے حکم دوں گی تو تمہارا شوہر تمہارے پاس آ جائے گا۔ پس میں نے کہا کہ میں تمہارا حکم مانوں گی۔

پس جب رات ہوئی تو وہ بڑھیا دو کالے کتوں کے ہمراہ میرے پاس آئی۔ پس میں اس بڑھیا کے حکم پر ایک کتے پر سوار ہو گئی اور دوسرا کتا بھی ساتھ رہا۔ پس تھوڑی ہی دیر میں ان کتوں نے مجھے شہر بابل میں پہنچا دیا۔ پس میں نے دو آدمیوں کو سر کے بل لٹکے ہوتے دیکھا' پس ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ تیری کیا حاجت ہے اور تو یہاں کس لئے آئی ہے؟ وہ عورت کہتی ہے کہ میں نے کہا کہ

میں یہاں اس لئے آئی ہوں تا کہ جادو سیکھ سکوں۔ پس ان دونوں آدمیوں نے کہا کہ ہم یہاں پر آزمائش کے لئے رکھے گئے ہیں لہٰذا تو جادو سیکھ کر کفر کی مرتکب نہ ہو بلکہ یہاں سے واپس چلی جا۔ پس میں نے واپس جانے سے انکار کر دیا اور میں نے کہا کہ میں واپس نہیں جاؤں گی۔ پس ان دونوں مردوں نے کہا کہ یہ تندور ہے۔ پس تو اس تندور میں جا کر پیشاب کر آ۔ وہ عورت کہتی ہے کہ میں اس تندور کے پاس گئی تو اس کو دیکھتے ہی میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں خوفزدہ ہو گئی۔ پس میں تندور میں پیشاب کیے بغیر ان دونوں آدمیوں کے پاس واپس آ گئی۔ پس ان دونوں آدمیوں نے مجھ سے کہا کہ کیا تو نے تندور میں پیشاب کیا ہے؟ پس میں نے جواب دیا کہ ہاں۔ پس ان دونوں آدمیوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہیں کوئی چیز نظر آئی ہے؟ میں نے کہا کہ مجھے کوئی چیز نظر نہیں آئی۔ پس ان دونوں آدمیوں نے کہا کہ تم جادو نہ سیکھو بلکہ اپنے ملک کی طرف واپس چلی جاؤ اور کفر نہ کرو۔ پس میں نے واپس جانے سے انکار کر دیا۔ پس اس کے بعد ان دونوں آدمیوں نے مجھے تندور میں پیشاب کرنے کا حکم دیا۔ پس میں تندور کے پاس گئی تو خوفزدہ ہو گئی اور پھر پیشاب کئے بغیر ان دو آدمیوں کے پاس آ گئی۔ پس ان دونوں آدمیوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تو نے تندور میں پیشاب کیا ہے؟ پس میں نے جواب دیا کہ ہاں۔ چنانچہ ان دونوں آدمیوں نے کہا کہ تو اپنے شہر کی طرف واپس چلی جا اور جادو سیکھ کر کفر کی مرتکب نہ ہو۔ وہ عورت کہتی ہے کہ میں نے واپس جانے سے انکار کر دیا۔ پس ان دونوں مردوں نے مجھے تندور میں پیشاب کرنے کا حکم دیا پس جب میں تیسری مرتبہ تندور کے پاس گئی تو تندور کے منظر کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گئی لیکن میں نے ہمت کر کے تندور میں پیشاب کر دیا چنانچہ جوں ہی میں پیشاب سے فارغ ہوئی تو میں نے دیکھا کہ ایک شہسوار آہنی زرہ پوش میرے اندر سے نکلا اور آسمان کی بلندیوں کو عبور کرتا چلا گیا۔ پس اس کے بعد میں ان دو آدمیوں کے پاس آئی تو ان کو اس واقعہ کی خبر دی۔ پس ان دونوں نے کہا کہ تو نے سچ کہا ہے اور وہ شہسوار تیرا ایمان تھا جو تجھ سے رخصت ہو گیا ہے لہٰذا اب تو یہاں سے چلی جا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اس عورت سے پوچھا کہ کیا ان آدمیوں نے تجھے جادو سکھایا تھا یا نہیں؟ پس وہ عورت کہنے لگی کہ ہاں: انہوں نے مجھ سے کہا کہ جو تو چاہے گی وہ ہو جایا کرے گا۔ یہ گیہوں کے دانے لے اور ان کو گھر جا کر بو دے۔ پس میں نے وہ دانے لے لئے اور گھر پہنچ کر ان کو بو دیا۔ پھر میں نے ان سے کہا اگ جاؤ تو وہ اگ گئے۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ پک جاؤ تو وہ پک گئے۔ یہاں تک کہ میں نے ان دانوں کو حکم دیا کہ پکی پکائی روٹی کی صورت اختیار کر لو تو انہوں نے پکی پکائی روٹی کی صورت اختیار کر لی۔ پس مجھے اپنی اس حالت پر ندامت ہوئی اور میں نے جادو کو ترک کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اللہ کی قسم اے ام المومنینؓ اب میں آئندہ کبھی یہ کام نہیں کروں گی۔ پس میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ سے اس کے متعلق سوال کیا لیکن انہوں نے مجھے اس کے متعلق کوئی فتویٰ نہیں دیا نیز صحابہ کرامؓ نے مجھ سے صرف یہی فرمایا کہ اگر تیرے والدین میں سے کوئی زندہ ہوتا تو تیری کچھ مدد کرتے۔ (رواہ الحاکم فی المستدرک)

حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ ہشام بن عروہ جو اپنے والد کے واسطے سے حضرت عائشہؓ کی اس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ چونکہ صحابہ کرامؓ نہایت متقی تھے اور وہ کسی بھی دینی معاملے میں کسی قسم کی رائے زنی سے اجتناب فرماتے تھے۔ اس لئے انہوں نے اس عورت کے متعلق کسی قسم کا فتویٰ دینے میں معذوری کا اظہار کر دیا لیکن اگر وہ عورت اس زمانے میں ہوتی اور ہمارے پاس آتی تو نتیجہ اس سے مختلف ہوتا۔ (رواہ الحاکم فی المستدرک)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سحر اور ایمان دل کے اندر ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے۔ اس لئے جس آدمی کے دل میں ایمان ہوگا وہ جادوگر نہیں ہوسکتا۔ پس اس مسکینہ عورت کی حالت سے ہمیں عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ اس بے چاری کو شیطانی خواہشات اور نفس امّارہ نے کیسے ہلاکت میں ڈال دیا اور اس کی اس مصیبت کا کوئی تدارک نہیں ہوسکا۔ پس تمام معاصی کا یہی نتیجہ ہے کہ ان کی وجہ سے ذلت اٹھانی پڑتی ہے اور قید کی سختیاں برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ عذاب کی سختی میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ تحقیق کسی شاعر نے اس کے متعلق کیا خوب کہا ہے ؎

اذا مادعتک النفس یوما لحاجۃ   وکان علیھا الخلاف طریق

جب تیرا نفس کسی دن تجھ سے کوئی حاجت طلب کرے اور تجھے اس کی مخالفت کا کوئی ذریعہ بھی حاصل ہو

فخالف ھواھا ما استطعت فانما   ھواھا عدو والخلاف صدیق

''پس تو اپنی استطاعت کے مطابق نفس کی مخالفت کر کیونکہ نفس کی خواہشات تیری دشمن اور نفس کی مخالفت تیرے لئے دوست ثابت ہوگی''

تذنیب علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ جادو کی حقیقت بھی ہے اور اس کی تاثیر بھی ہے۔ بعض لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں لیکن صحیح قول یہی ہے کہ جادو برحق ہے اور اس کی تاثیر بھی ہے کیونکہ قرآن مجید کے ظاہری معنی اور احادیث نبویؐ سے جادو کا ثبوت ملتا ہے۔ مازری کہتے ہیں کہ جادو کی تاثیر کے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔ پس بعض اہل علم کے نزدیک جادو کی تاثیر اس قدر زیادہ ہے کہ یہ خاوند اور بیوی کے درمیان جدائی ڈال دے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جادو کی تاثیر اس قدر بڑھا کر بیان کی ہے جتنی اس کے نزدیک ہوسکتی ہے۔ پس اگر جادو کی تاثیر اس سے بھی زیادہ ہوتی تو قرآن مجید میں ضرور اس کا تذکرہ کیا جاتا۔ کیونکہ اگر کسی شخص کے وصف کو مبالغہ کے ساتھ بیان کرنا مقصود ہو تو اس کے اعلیٰ احوال کی مثل بیان کی جاتی ہے لیکن اشعریین کا مذہب یہ ہے کہ جادو میں میاں بیوی کی تفریق سے بھی زیادہ اثر موجود ہے۔ مازری کہتے ہیں کہ یہی قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ جادو میں اثر پیدا کرنے والا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے اور جادو کا اثر ایک قسم کی عادت ہے جو اللہ تعالیٰ کی جاری کی ہوئی ہے۔ چنانچہ آیت قرآنی میں سحر کی وجہ سے جو میاں اور بیوی کے درمیان جدائی کا ذکر آیا ہے وہ عدم زیادتی تاثیر پر نص نہیں ہے۔

پس اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جب اشعریین کے نزدیک جادوگر کے ہاتھ پر خرق عادت جائز ہے تو پھر نبی اور جادوگر میں کیا فرق ہے؟ چنانچہ اس کا جواب یہ ہے کہ خرق عادت نبی، ولی اور جادوگر سے صادر ہوتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ جو خرق عادت نبی سے صادر ہوتا ہے وہ اپنی نوعیت میں منفرد اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے اور غیر نبی اس کے کرنے سے عاجز ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو معجزہ کہتے ہیں۔ معجزہ سے نبی کی نبوت کی تصدیق ہوتی ہے۔ پس ولی اور جادوگر کے ہاتھوں سے جو خرق عادت کا ظہور ہوتا ہے وہ بالکل معجزہ کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ ایک ولی سے جو کرامت ظاہر ہوتی ہے وہ دوسرے ولی سے بھی ظاہر ہوسکتی ہے۔ اسی طرح جادو کا کرشمہ جو ایک جادوگر دکھا سکتا ہے اس کو کوئی دوسرا جادوگر بھی دکھا سکتا ہے لیکن ولی اور جادوگر میں فرق یہ ہے کہ سحر کا ظہور فاسق و فاجر کے علاوہ کسی اور سے نہیں ہوتا اور کرامت کا ظہور صرف ولی (اللہ کا برگزیدہ بندہ) سے ہوتا ہے، فاسق سے نہیں ہوتا نیز

اس پر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ امام الحرمین' ابوسعید متولی اور دیگر اہل علم کا یہی قول ہے۔ جادو اور کرامت میں دوسرا فرق یہ ہے کہ جادو میں بہت کچھ دھندے کرنے پڑتے ہیں لیکن علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ علم الفقہ کا ایک فروعی مسئلہ یہ بھی ہے کہ جادو سیکھنا اور سکھانا دونوں حرام ہیں۔

امام مالکؒ' امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک جادوگر کو کافر کہا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَمَا کَفَرَ سُلَیْمَانُ'' (اور سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا)۔ اس آیت میں بنی اسرائیل کے اس قول کی تردید ہے کہ بنی اسرائیل جو جادو کرتے تھے اس کے متعلق ان کی یہ رائے تھی کہ ہمیں جادو کا علم حضرت سلیمان علیہ السلام نے سکھایا ہے۔ امام مالکؒ' امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کی دوسری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ ''وَ اِنَّمَا فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ'' (ہم آزمائش کے لئے ہیں پس تم کفر نہ کرو۔) اس آیت میں ہاروت و ماروت کا مقولہ ہے کہ جو لوگ ان دو فرشتوں سے جادو سیکھنے کے لئے آتے تھے تو وہ ان کو سمجھاتے وقت یہ کہتے تھے کہ تم جادو سیکھ کر کافر نہ بنو۔ امام شافعیؒ کے نزدیک جادوگر کو کافر اس وقت کہا جائے گا جب کہ اس کے کسی قول یا فعل سے کفر ظاہر ہو اور اگر جادوگر توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول ہوسکتی ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ سحر زندقہ ہے اور زندیق کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی قول ہے۔ امام احمدؒ سے اس کے متعلق دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت میں وہ امام شافعیؒ کے قول سے اور دوسری روایت میں امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے قول سے متفق ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ساحرہ عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے قید کردیا جائے گا۔

فائدہ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ''وَ کَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّ لَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا'' (اور ان کا کتا غار کے دہانے پر ہاتھ پھیلائے بیٹھا تھا اگر تم کہیں جھانک کر انہیں دیکھتے تو الٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہوتے اور تم پر ان کے نظارے سے دہشت بیٹھ جاتی۔ الکھف-آیت ۱۸)

اہل علم کا اختلاف ہے کہ اصحاب کہف کا کتا کوئی اور چیز تھا یا کتا ہی تھا۔ اکثر مفسرین کے نزدیک اصحاب کہف کا کتا دراصل کتا ہی تھا کوئی دوسری چیز نہ تھی۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ اصحاب کہف کا کتا دراصل کتا نہیں تھا بلکہ وہ ایک شیر تھا کیونکہ لفظ ''کلب'' کا اطلاق شیر پر بھی ہوتا ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ بن ابی لہب کے حق میں یہ بددعا فرمائی تھی ''اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِنْ كِلَابِكَ'' (اے اللہ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط کردے)۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا کے نتیجہ میں عتبہ کو ایک شیر نے آکر پھاڑ ڈالا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ اصحاب کہف کا کتا سیاہ رنگ کا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ سرخ رنگ کا کتا تھا اور اس کا نام ''قطمیر'' تھا۔

مقاتل کہتے ہیں کہ وہ ایک زرد رنگ کا کتا تھا۔ قرطبی نے کہا ہے کہ اصحاب کہف کا کتا زرد مائل بہ سرخی تھا۔ کلبی کہتے ہیں کہ وہ خلنجی رنگ کا کتا تھا۔ بعض مفسرین کے نزدیک اصحاب کہف کا کتا آسمانی رنگ کا اور بعض کے نزدیک سفید رنگ کا تھا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اصحاب کہف کے کتے کا رنگ سیاہ تھا اور بعض کے نزدیک اس کا رنگ سرخ تھا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ اصحاب کہف کے کتے کا نام ''ریان'' تھا۔ اوزاعی کہتے ہیں کہ اصحاب کہف کے کتے کا نام ''مشیر''

تھا۔سعید حمال کے مطابق اس کا نام ''حران'' تھا جبکہ حضرت عبداللہ بن سلام کے نزدیک اس کا نام ''بسیط'' اور حضرت کعب احبار کے نزدیک اصحاب کہف کے کتے کا نام ''صیھا'' تھا۔وہب کے نزدیک اصحاب کہف کے کتے کا نام ''نقیا'' تھا۔

ایک فرقہ کے نزدیک ''کَلْبُهُمْ'' سے مراد اصحاب کہف کا باورچی تھا۔بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ اصحاب کہف ہی کا ایک فرد تھا جس کو غار کے دروازے پر بطور ''طلیحہ'' بٹھا دیا گیا تھا لہٰذا اس کو مجازاً کتا کہہ دیا گیا کیونکہ حراست کتا ہی کا خاصہ ہے۔اسی طرح اس ستارہ کو بھی جو برج جوزاء کا تابع ہے ''کلب'' کہا جاتا ہے۔ابو عمرو مطرزی نے اپنی کتاب ''الیواقیت'' میں اور دیگر مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت جعفر بن محمد صادق نے ''کَلْبُهُمْ'' کی بجائے ''کالبھم'' پڑھا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اصحاب کہف میں سے ہی کسی کا نام تھا۔خالد بن معدان کہتے ہیں کہ چوپاؤں میں سے اصحاب کہف کے کتے حضرت عزیر علیہ السلام کے گدھے اور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے علاوہ اور کوئی بھی جانور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔''سَبْعَةٌ وَّ ثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ'' (کچھ اور لوگ کہتے ہیں کہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔الکھف-آیت ۲۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِیْلٌ'' (آپ فرما دیجئے میرا رب ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنے تھے کم ہی لوگ ان کی صحیح تعداد جانتے ہیں۔الکھف-آیت ۲۲)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی ''اعلمیت'' اور تھوڑے سے لوگوں کے لئے عالمیت کا ثبوت موجود ہے۔ابن عطیہ نے کہا ہے کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ میں نے ۴۶۹ھ میں ابوالفضل بن جوہری کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو شخص اہل خیر سے محبت رکھتا ہے وہ ان سے برکت حاصل کرتا ہے۔پس اصحاب کہف کے کتے نے بھی اہل فضل سے محبت رکھی اور ان کی صحبت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا تذکرہ فرمایا۔چنانچہ لفظ ''الوصید'' کے متعلق جو سورہ کہف میں ہے مفسرین کا اختلاف ہے۔حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ''فناء الکھف'' یعنی صحن خانہ ہے۔حضرت سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ ''الوصید'' سے مراد مٹی ہے جبکہ سعدی کے نزدیک ''الوصید'' سے مراد دروازہ ہے اور حضرت مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔نیز عطاء کا بھی یہی قول ہے۔عتبی کہتے ہیں کہ ''الوصید'' سے مراد غار کے اوپر اور نیچے کی عمارت ہے جو اس قول سے ماخوذ ہے ''اوصدت الباب و آصدته ای اغلقته و اطبقته'' چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس قول ''وَلَمُلِئْتَ'' کے معنی رعب کے ہیں اور اس سے مراد اس غار کی وہ وحشت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھ دی تھی تاکہ کوئی شخص ان تک نہ پہنچ سکے اور نہ ہی ان کو دیکھ سکے۔

ثعلبی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کہف کو دیکھنے کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب کہف کو نہیں دیکھ سکتے' البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کبارؓ میں سے چار شخص ان کے پاس روانہ کر دیں تاکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ان تک پہنچا دیں اور وہ یعنی اصحاب کہف آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں۔پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ میں اپنے لوگوں کو کیسے اصحاب کہف کے پاس بھیجوں؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر کو بچھا دیں اور اس کے چاروں کونوں پر اپنے چاروں صحابہ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ کو بٹھا دیں اور اس ہوا کو طلب فرمائیں جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے مسخر کی گئی تھی اور اس کو اپنی اطاعت کا حکم فرمائیں۔

پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔ پس وہ ہوا ان چاروں حضرات کو اس غار کے دروازہ تک اڑا کر لے گئی۔ پس جب صحابہ کرامؓ نے غار کے منہ سے پتھر ہٹایا تو کتے نے بھونکنا شروع کر دیا۔ پس جب کتے نے صحابہ کرامؓ کو دیکھا تو خاموش ہو گیا اور اپنے سر سے غار میں داخل ہونے کے لئے اشارہ کیا۔ پس چاروں حضرات غار میں داخل ہوئے اور کہا ''السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ'' پس اصحاب کہف کھڑے ہو گئے اور کہا ''وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ''۔ پس صحابہ کرامؓ نے اصحاب کہف سے فرمایا اے نوجوانوں کے گروہ اللہ کے نبی محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سلام کہتے ہیں۔ پس اصحاب کہف نے جواب دیا کہ جب تک زمین و آسمان قائم ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ حضرات پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچانے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین قبول کرنے پر سلام پہنچتا رہے۔ یہ کہہ کر اصحاب کہف پھر سو گئے اور امام مہدی علیہ السلام کے ظہور تک اسی حالت میں رہیں گے۔ پس کہا جاتا ہے کہ جب امام مہدی علیہ السلام مبعوث ہوں گے تو وہ اصحاب کہف کو سلام کریں گے تو اصحاف کہف زندہ ہو کر سلام کا جواب دیں گے اور پھر سو جائیں گے یہاں تک کہ جب قیامت قائم ہو گی تو اس وقت بیدار ہوں گے۔

پھر اس کے بعد ہوا نے چاروں صحابہ کرامؓ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے اصحاب کہف کے متعلق پوچھا۔ پس صحابہ کرامؓ نے اصحاب کہف سے ہونے والی گفتگو کا ذکر کیا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ میرے اور میرے اصحاب و انصار کے درمیان جدائی نہ ڈالنا اور میرے اصحاب و انصار کی مغفرت فرما اور ان کی بھی مغفرت فرما جو میرے اہل بیت اور صحابہ کرامؓ سے محبت رکھتے ہیں۔

اصحاب کہف کا غار میں پناہ لینے کا سبب کیا تھا اس کے متعلق مفسرین کا اختلاف ہے۔ پس محمد بن اسحٰق فرماتے ہیں کہ اہل انجیل یعنی نصاریٰ کے عقائد میں خرابی پیدا ہو چکی تھی اور ان کے معاصی حد سے تجاوز کر گئے تھے اور وہ اس قدر سرکش ہو چکے تھے کہ وہ بت پرستی اور شیاطین کے نام پر قربانی کرنے لگے تھے لیکن اس کے باوجود نصاریٰ میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو دین مسیحی پر قائم تھے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ نصاریٰ کے بادشاہ کا نام دقیانوس تھا جو بت پرست تھا اور شیاطین کو نذر چڑھاتا تھا۔ پس یہ بادشاہ ایک مرتبہ اصحاب کہف کے شہر ''افسوس'' میں گیا پس بادشاہ جب اس شہر میں پہنچا تو اہل ایمان اس شہر سے فرار ہو گئے کیونکہ بادشاہ نے وہاں پہنچ کر شہر کے لوگوں کو جمع کیا اور ان کو حکم دیا کہ وہ بت پرستی کو اختیار کر لیں بصورت دیگر قتل ہونے کے لئے تیار ہو جائیں۔ پس کچھ لوگوں نے ایمان پر زندگی کو ترجیح دی اور بت پرست بن گئے لیکن ایمان والوں نے بت پرستی کو اختیار کرنے سے انکار کر دیا۔ پس بادشاہ نے ان کو قتل کروا کر ان کے سروں کو شہر کے دروازوں پر لٹکا دیا۔ پس اہل ایمان میں ایک گروہ اصحاب کہف کا بھی تھا۔ اس گروہ کو جب دیگر اہل ایمان کے قتل کا واقعہ معلوم ہوا تو وہ بہت پریشان ہوئے تو انہوں نے نماز، روزہ، تسبیح اور دعا کو اختیار کر لیا۔ اس گروہ کی تعداد آٹھ تھی اور یہ سب اپنی قوم کے اشراف لوگ تھے۔ پس جب دقیانوس بادشاہ کو اس گروہ کا علم ہوا تو اس نے ان کو بلا کر دو باتوں کا اختیار دیا کہ یا تو بت پرستی قبول کر لیں یا قتل ہونے کیلئے تیار ہو جائیں۔ پس اصحاب کہف میں سے ایک آدمی جس کا نام ''مکسلمینا'' تھا اور وہ عمر میں بھی سب سے بڑا تھا، نے بادشاہ کو جواب دیا کہ ہمارا معبود تو وہ ہے جو زمین و آسمان کا مالک ہے اور ہر چیز سے بزرگ و برتر ہے۔ ہم اس کے علاوہ کسی کو معبود نہیں بنا سکتے۔ پس بادشاہ نے کہا کہ مجھے تمہاری وجہ سے رحم آتا ہے ورنہ میں تم

سب کو ابھی قتل کرا دیتا۔ پس میں تمہیں مہلت دیتا ہوں کہ تم اپنے معاملہ میں غور و فکر کرو اور عقل سے کام لو۔ پس بادشاہ نے اصحاب کہف کو جانے کی اجازت دے دی اور یہ لوگ اپنے اپنے گھر واپس آ گئے اور ہر ایک نے اپنے اپنے گھر سے زاد راہ لی اور ایک جگہ جمع ہو کر مشورہ کیا اور پھر وہ سب ایک غار کی جانب روانہ ہو گئے۔ پس اصحاب کہف میں سے کسی کا کتا بھی ان کے ساتھ ساتھ چلتا گیا اور ان کے ہمراہ اس غار میں پہنچ گیا۔ کعب کہتے ہیں کہ وہ کتا اصحاب کہف میں سے کسی کا نہیں تھا بلکہ وہ ان کو راستہ میں ملا تھا۔ پس یہ کتا اصحاب کہف کو راستہ میں ملا تو ان پر بھونکنے لگا۔ پس اصحاب کہف نے کتے کو بھگا دیا لیکن جب بھی وہ بھگاتے تو وہ چلا جاتا اور جیسے ہی اصحاب کہف چلنے لگتے تو وہ پھر لوٹ آتا اور ان کے ہمراہ چلنے لگتا۔ پس جب اصحاب کہف نے کتے کو بھگانے کے لئے سختی کی تو کتا اپنے پچھلے پاؤں پر کھڑا ہو کر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے لگا اور پھر اصحاب کہف سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ تم مجھ سے خوف نہ کھاؤ کیونکہ میں اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والوں سے محبت رکھتا ہوں۔ پس تم مجھے اپنے ساتھ لے چلو جب تم لوگ آرام کرو گے تو میں تمہاری حفاظت کروں گا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اصحاب کہف رات کے وقت فرار ہوئے تھے اور ان کی تعداد سات تھی۔ پس راستہ میں ان کا گزر ایک چرواہا پر ہوا جس کے ساتھ ایک کتا بھی تھا۔ پس اس چرواہے نے اصحاب کہف کے دین کو اختیار کر لیا اور ان کے ساتھ چل دیا۔ پس یہ تمام لوگ غار میں پہنچ کر عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے اور انہوں نے اپنے خورد و نوش کا انتظام ''ملیخا'' نامی نوجوان کے سپرد کر دیا۔ یہ نوجوان بہت خوبصورت تھا اور یہ مساکین کا لباس پہن کر بازار جاتا اور کھانا وغیرہ خرید کر لاتا اور یہی نوجوان اپنے ساتھیوں کے لئے جاسوسی کا کام بھی کرتا تھا۔ پس ایک عرصہ تک یہ تمام لوگ اسی طرح رہتے رہے۔ پس ایک دن ''ملیخا'' نے یہ خبر سنائی کہ بادشاہ اب بھی ہماری تلاش میں لگا ہوا ہے۔ پس یہ خبر سن کر ''ملیخا'' کے ساتھی ڈر گئے اور غمگین ہو گئے۔ پس اسی حالت میں وہ ایک دن ایک دوسرے کو نصیحت کر رہے تھے کہ یکا یک اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر دی اور وہ سب کے سب سو گئے اور ان کا کتا جو اس وقت غار کے منہ پر پاؤں پھیلائے ہوئے بیٹھا تھا وہ بھی ان کے ساتھ سو گیا۔ پس بادشاہ نے سنا کہ وہ لوگ پہاڑ میں چھپے ہوئے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ ایک دیوار تعمیر کر کے پہاڑ کی آمد و رفت کا راستہ بند کر دیا جائے تاکہ وہ لوگ بھوک اور پیاس کی شدت سے مر جائیں کیونکہ ان کے خیال کے مطابق وہ جاگ رہے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر دی تھی اور اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ تھی کہ ان کا اکرام کرے اور اپنی مخلوق کے لئے ان کو اپنی قدرت کاملہ کی نشانی قرار دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے دقیانوس کے ذریعہ سے اصحاب کہف کو دنیا کی نظروں سے اوجھل کرا دیا اور ان کی ارواح کو بصورت نیند قبض کر لیا اور فرشتوں کو ان کے دائیں بائیں کروٹیں دلانے پر مامور فرما دیا۔ چنانچہ دقیانوس بادشاہ کے گھرانے میں اس وقت دو مرد مومن تھے۔ پس ان دونوں مومن مردوں نے اصحاب کہف کے نام و نسب اور دیگر حالات ایک سیسہ کی تختی پر کندہ کرا کر محفوظ کر دیئے اور پھر اس تختی کو ایک تانبے کے صندوق میں رکھ کر اس صندوق کو ایک مکان میں حفاظت سے رکھ دیا۔

عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ اصحاب کہف نوجوان تھے اور ان کے گلوں میں طوق اور ہاتھوں میں کنگن پہنے ہوئے تھے اور ان کی زلفیں لمبی تھیں۔ ان کے پاس ایک شکاری کتا تھا۔ پس ایک دن وہ عید منانے کے لئے نکلے اور اپنے ساتھ ایک بت پوجا کے لئے لے لیا۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو نور ایمان سے منور کر دیا۔ پس ان افراد میں بادشاہ کا ایک وزیر بھی شامل تھا۔ پس وہ سارے نوجوان مومن ہو گئے لیکن ہر ایک نے اپنے ایمان کو اپنے دوسرے ساتھی سے پوشیدہ رکھا۔ پس ان میں سے ایک نوجوان نکلا یہاں تک کہ درخت کے سایہ میں بیٹھ گیا۔ پس اس کو دیکھ کر دوسرا نوجوان بھی اس کے پاس درخت کے نیچے پہنچ گیا۔ پھر یکے بعد دیگرے تمام افراد اس درخت کے نیچے اکٹھے ہو گئے لیکن کسی نے بھی اپنے راز کو ظاہر نہیں کیا۔ پس ان میں سے بعض افراد نے اپنے بعض افراد سے کہا کہ ہمارے یہاں جمع ہونے کی کیا وجہ ہے؟ پس ہر ایک نے اپنے راز کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی اور کوئی بھی جواب نہ دے سکا۔ آخر کار ان میں سے ایک نوجوان نے اپنے دل کی بات کو ظاہر کر دیا اور اس کے بعد یکے بعد دیگرے تمام افراد نے اپنے مومن ہونے کا اظہار کر دیا۔

پس جب ان تمام افراد کو معلوم ہوا کہ ہم سب ایک ہی رشتہ (اسلام) میں منسلک ہیں تو وہ بہت خوش ہوئے۔ پس ان میں سے بعض نے بعض سے کہا کہ ہم کسی غار میں پناہ لے لیں۔ وہاں اللہ تعالیٰ ہم پر رحمت کی بارش فرمائیں گے اور ہمارے کام میں آسانی پیدا فرما دیں گے۔ پس وہ ایک غار میں جا کر پناہ گزین ہو گئے اور ان کے ساتھ ان کا کتا بھی تھا۔ پس اصحاب کہف اس پہاڑ میں ۳۰۹ سال تک ٹھہرے رہے۔ پس جب شہر والوں اور ان کے عزیز و اقارب نے ان نوجوانوں کو نہ پایا تو انہوں نے ان کے نام معہ ولدیت وسکونت اور تاریخ گمشدگی اور بادشاہ وقت کا نام ایک تختی پر لکھوا کر اس کو شاہی خزانہ میں جمع کرا دیا۔

سدی کہتے ہیں کہ جب اصحاب کہف غار کی طرف جا رہے تھے تو راستہ میں ان کا گزر ایک چرواہے پر ہوا۔ پس چرواہے نے کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں گا۔ انہوں نے کہا پس ہمارے ساتھ چل۔ پس وہ چرواہا بھی ان کے ساتھ چل پڑا اور اس کے ساتھ اس کا کتا بھی تھا جو ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ پس انہوں نے کہا اے چرواہے یہ کتا بھونک بھونک کر ہماری نیند میں خلل ڈالے گا اور ہمیں اس کی کیا ضرورت ہے۔ پس چرواہے نے کتے کو بھگایا لیکن کتے نے راہ فرار اختیار کرنے سے انکار کر دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے کتے کو قوتِ گویائی عطا فرمائی تو وہ کہنے لگا اے لوگو! مجھے نہ بھگاؤ اور نہ مارو کیونکہ میں تم سے چالیس سال قبل اللہ پر ایمان لا چکا ہوں۔ پس کتے کا یہ کلام سن کر ان کو بہت متعجب ہوا اور ان کے ایمان میں مزید اضافہ ہوا۔ محمد باقرؒ فرماتے ہیں کہ اصحاب کہف ''صیاقلۃ'' یعنی قلعی گر تھے۔ نیز ''کہف'' کا نام ''حیوم'' ہے اور یہ قصہ تفاسیر کی کتابوں میں بہت طویل اور مشہور ہے۔

امام ابو اسحٰق محمد بن احمد بن ابراہیم نیشاپوری ثعلبی نے اپنی کتاب ''الکشف والبیان فی تفسیر القرآن'' میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول ''اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيَاتِنَا عَجَبًا'' کی تفسیر یہ ہے کہ یہ واقعات عجیب نہیں ہیں بلکہ جو عجائبات اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور ان میں رہنے والوں کی پیدائش میں رکھے ہیں وہ ان سے بھی عجیب تر ہیں نیز کہف سے مراد پہاڑ کا ایک غار ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ''اصحاب رقیم'' کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ پس وہب فرماتے ہیں کہ مجھ کو نعمان بن بشیر انصاریؓ سے یہ حدیث پہنچی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''رقیم'' کا تذکرہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تین آدمی اپنے گھر والوں سے ناراض ہو کر باہر نکلے۔ راستہ میں بارش آ گئی تو وہ بارش سے بچنے کیلئے ایک

غار میں داخل ہو گئے۔ پس بارش کی تیزی سے پہاڑ سے ایک بہت بڑا پتھر لڑھک کر اس غار کے منہ پر آ گرا جس سے غار سے نکلنے کا راستہ بند ہو گیا۔ پس اس منظر کو دیکھ کر ان میں سے ایک نے کہا کہ اب ہمیں اپنی اپنی زندگی میں کیے جانے والے نیک اعمال کو یاد کر کے ایک دوسرے کو سنانا چاہئے۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ ان اعمال کی برکت سے ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ پس ان میں سے ایک آدمی نے کہا کہ میں نے ایک اچھا کام یہ کیا تھا کہ ایک مرتبہ میرے یہاں مزدور کام کر رہے تھے اور ان کی صبح سے شام تک کی مزدوری مقرر تھی۔ پس ایک دن ان میں سے ایک مزدور اس وقت آیا جب آدھا دن گزر چکا تھا۔ پس میں نے اس کی مزدوری آدھی کر دی۔ پس وہ مزدور آدھی مزدوری پر ہی کام کرنے لگا لیکن اس نے آدھے دن میں اپنے ساتھیوں کے پورے دن کے کام سے زیادہ کام کیا۔ پس میں نے اس کی محنت سے خوش ہو کر اس کو پورے دن کی مزدوری دے دی۔ پس اس کے ساتھیوں میں سے ایک آدمی نے کہا کہ تو نے اسے پورے دن کی مزدوری دے دی۔ پس میں نے اس کو جواب دیا کہ اے اللہ کے بندے میں نے تیری مزدوری میں تو کوئی کمی نہیں کی اور میرا مال ہے میں جس کو چاہوں دوں اور جس کو چاہوں نہ دوں۔ پس وہ آدمی ناراض ہو گیا اور اپنے کام کا معاوضہ چھوڑ کر چلا گیا۔ پس میں نے اس کی مزدوری کی رقم گھر کے کسی کونہ میں رکھ دی۔ پھر کچھ دیر بعد میرے پاس سے ایک بچہ والی گائے گزری تو میں نے اس گائے کو اس کے مالک سے بات چیت کر کے اس مزدور کی رقم سے خرید لیا۔ پس اس گائے کے بچہ کو میں نے پالا اور وہ جب گائے ہو گئی اور پھر وہ گابھن ہو کر بیاہی اور اس طرح اس کی نسل بڑھتی رہی۔

پس کچھ سال بعد ایک بوڑھا میرے پاس آیا لیکن میں اس کو پہچانتا نہیں تھا۔ وہ بوڑھا کہنے لگا کہ آپ کے ذمہ میرا کچھ حق ہے اور پھر اس نے تفصیل بتا کر مجھے یاد دلایا۔ پس جب میں نے اس کو پہچان لیا تو میں نے اس سے کہا کہ میں تو خود تمہاری تلاش میں تھا۔ پس میں نے اس بوڑھے کے سامنے وہ گائے اور اس کی تمام اولاد لا کر کھڑی کر دی اور اس سے کہا کہ یہ تیری مزدوری ہے۔ پس اس بوڑھے آدمی نے کہا کہ آپ مجھ سے مذاق کر رہے ہیں؟ پس میں نے کہا اللہ کی قسم میں تم سے مذاق نہیں کر رہا بلکہ یہ تمہارا حق ہے اس میں میرا کوئی حصہ نہیں ہے۔ پھر اس کے بعد میں نے اس کو گائے کی خریداری کا واقعہ بیان کیا۔ پس وہ بوڑھا آدمی بہت خوش ہوا اور اپنا مال لے کر اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹ گیا۔ پس اس آدمی نے کہا کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ وہ کام میں نے تیری رضا کیلئے کیا تھا۔ پس تو اس پتھر کو ہمارے اوپر سے اٹھا لے۔ پس وہ پتھر چٹخا اور ایک تہائی ہٹ گیا۔ یہاں تک کہ غار میں اس قدر روشنی ہو گئی کہ ہم ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ پس اس کے بعد ان میں سے ایک دوسرا شخص کہنے لگا کہ میں نے بھی ایک نیک کام کیا تھا اور وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ہمارے شہر میں مہنگائی ہوئی تو تمام لوگ اس مہنگائی سے پریشان ہو گئے لیکن میرے یہاں اللہ کا فضل تھا۔ پس میرے پاس ایک عورت آئی اور مجھ سے خیرات مانگنے لگی۔ پس میں نے اس عورت سے کہا کہ تمہیں خیرات تب ملے گی کہ تم میرے ساتھ ہم بستری کرو گی۔ پس اس عورت نے انکار کر دیا اور وہ واپس چلی گئی۔ پس دوسرے دن وہ پھر آئی اور خیرات طلب کرنے لگی۔ میں نے اس سے کہا کہ خیرات تمہیں اس صورت میں ملے گی کہ تم میرے ساتھ ہم بستری کرو گی۔ پس اس عورت نے انکار کر دیا اور وہ واپس چلی گئی۔ پس اس عورت نے اپنے خاوند سے اس بات کا تذکرہ کیا تو اس کے خاوند نے کہا کہ تو ایسا کر لے کیونکہ اس سے تیرے بچے بھوک سے نجات پا جائیں گے۔ پس وہ پھر دوبارہ میرے پاس آئی اور اللہ کا واسطہ دے کر مجھ سے خیرات طلب کرنے لگی۔ پس میں نے اس

سے کہا کہ تجھے اس وقت تک خیرات نہیں ملے گی جب تک تو میرے ساتھ ہم بستری نہیں کرے گی۔ پس اس مرتبہ وہ عورت راضی ہوگئی اور ستر کھول کر گر پڑی۔ پس جب میں نے اس عورت کے ساتھ برے کام کا ارادہ کرلیا تو وہ کانپنے لگی۔ پس میں نے اس عورت سے پوچھا کہ تو کیوں کانپ رہی ہے؟ پس اس عورت نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے کانپ رہی ہوں۔ پس میں نے کہا کہ اس سختی اور مصیبت میں بھی تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہے اور افسوس ہے مجھ پر کہ باوجود اللہ تعالیٰ کی رحمت کے میں اس سے بے خوف ہوں۔ پس میں نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور اپنے کیے پر نادم ہوا۔ پس میں نے اس عورت کو مال دے کر رخصت کردیا۔ اے اللہ! اگر اس دن میرا یہ فعل تیرے نزدیک تیرے خوف کی وجہ سے تھا تو آج تو ہمیں اس پتھر کے خوف سے نجات عطا فرما۔ پس وہ پتھر فوراً ایک حصہ اور کھسک گیا اور غار میں روشنی اور ہوا کا اضافہ ہوگیا۔ اس کے بعد تیسرے شخص نے کہا کہ میرے والدین بوڑھے اور ضعیف تھے اور میں نے بکریاں پال رکھی تھیں۔ پس میرا روزانہ کا یہ معمول تھا کہ میں پہلے اپنے والدین کو کھلاتا پلاتا تھا اور پھر بکریاں چرانے جنگل میں چلا جاتا۔ پس ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ بارش کی وجہ سے مجھے جنگل میں رکنا پڑ گیا اور پھر میں رات کو گھر پہنچا۔ پس میں نے بکریوں کا دودھ دوہا اور بکریوں کو کھلا ہی چھوڑ کر اس دودھ کو لے کر والدین کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ ان کو دودھ پلاسکوں۔ پس جب میں اپنے والدین کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ دونوں سو رہے ہیں۔ پس والدین کو نیند سے جگانا مجھے شاق معلوم ہوا۔ پس میں دودھ لے کر ان کے قریب بیٹھ گیا تاکہ اگر وہ خود بخود بیدار ہوں تو میں ان کو دودھ پیش کرسکوں۔ نیز میری بکریاں بھی بغیر بندھی ہوئی تھیں اور یہ امر بھی خطرہ سے خالی نہ تھا۔ پس اسی کشمکش میں صبح ہوگئی اور میں ہاتھ میں دودھ کا برتن لئے ہوئے اپنے والدین کے پاس بیٹھا رہا اور جب وہ بیدار ہوئے تو میں نے ان کو دودھ پلایا۔ یہ قصہ بیان کرکے اس تیسرے شخص نے کہا اے اللہ! اگر میرا یہ عمل تیری رضا کیلئے تھا تو پھر ہمیں اس پتھر کے خوف سے نجات عطا فرما۔ (حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بیان کرتے وقت مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سن رہا ہوں) پس جوں ہی اس تیسرے آدمی نے دعا ختم کی تو پہاڑ سے ''طاق طاق'' کی آواز آئی اور غار بالکل کھل گیا اور تینوں افراد غار سے باہر آگئے۔ (رواہ نعمان بن بشیر عن النبی ﷺ)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ''رقیم'' عمان اور ایلہ کے درمیان فلسطین کے قریب ایک وادی ہے اور یہ وہی وادی ہے جس میں ''اصحاب کہف'' کی خواب گاہ ہے۔ کعب بن احبار فرماتے ہیں کہ ''الرقیم''، ''اصحاب کہف'' کے شہر کا نام تھا۔ حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ ''الرقیم'' سے مراد وہ تختی ہے جس پر اصحاب کہف کے نام کندہ تھے جو محفوظ کردیئے گئے تھے۔

كَلْبُ الْمَاء

''كَلْبُ الْمَاء'' اس سے مراد پانی کا کتا ہے۔ تحقیق ''باب القاف'' میں ہے کہ پانی کے کتے سے مراد ''القندس'' ہے۔ عجائب المخلوقات میں مرقوم ہے کہ پانی کا کتا معروف ہے اور یہ مشہور حیوان ہے۔ اس کے ہاتھ، پاؤں کی بہ نسبت طویل ہوتے ہیں۔ یہ جانور اپنے بدن کو کیچڑ میں لتھڑ لیتا ہے۔ پس مگرمچھ اسے مٹی خیال کرکے اس سے غافل ہوجاتا ہے۔ پس یہ جانور مگرمچھ کے

پیٹ میں گھس جاتا ہے اور اس کی آنتوں کو کاٹ کر کھا جاتا ہے۔ پھر مگرمچھ کا پیٹ پھاڑ کر باہر نکل آتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کتے کی خاصیت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس (یعنی پانی کے کتے) کی چربی اپنے پاس رکھے تو وہ مگرمچھ کے حملہ سے محفوظ رہے گا۔ بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ ''جند بادستر'' (ایک آبی جانور) کی جلد کی خاصیت بھی یہی ہے۔ جند بادستر کا خصیہ دوا کیلئے مشہور ہے۔ تحقیق اس کی تفصیل باب الجیم میں گزر چکی ہے۔

الحکم حضرت لیث بن سعد سے پانی کے کتے کا گوشت کھانے کے متعلق سوال کیا گیا؟ پس آپ نے فرمایا کہ اس کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ تحقیق اس کا ذکر عام مچھلیوں کے حکم کے دوران گزر چکا ہے کہ چار کے علاوہ سب حلال ہیں اور پانی کا کتا ان چار میں سے نہیں ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ پانی کے کتے کا گوشت حلال نہیں ہے کیونکہ یہ خشکی کے کتے کے مشابہ ہے جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا۔

طبی خواص اگر پانی کے کتے کا خون زیرہ سیاہ کے عرق میں حل کر کے پی لیا جائے تو یہ بخار کیلئے بے حد نافع ہے۔ نیز پیشاب کے قطرات آنے اور پیشاب میں سوزش کیلئے بھی مفید ہے۔ پانی کے کتے کا مغز آنکھوں میں بطور سرمہ استعمال کرنا آنکھوں کیلئے بے حد مفید ہے۔ اس جانور کا پتہ زہر قاتل ہے۔ ابن سینا نے کہا ہے کہ اس جانور کا خصیہ سانپ کے ڈسے ہوئے کیلئے نافع ہے اور اس کی جلد کے موزے نقرس کا مریض پہن لے تو شفایاب ہو جائے۔

الکلثوم

''الکثوم'' ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہاتھی ہے۔ تحقیق باب الفاء میں اس کا شرعی حکم اور تفصیلی ذکر گزر چکا ہے۔

اَلْکُلْکُسَۃُ

''اَلْکُلْکُسَۃُ'' بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس سے مراد نیولا ہے لیکن دوسرے حضرات نے کہا ہے کہ یہ نیولا کے علاوہ کوئی اور جانور ہے۔

طبی خواص اس جانور کی لید جب خشک ہو جائے تو اسے سرکہ میں ملا کر چیونٹیوں کے بلوں میں لگا دیا جائے تو وہاں سے چیونٹیاں بھاگ جائیں گی۔ دمقراطیس کی کتاب میں مرقوم ہے کہ بے شک ''الکلکسۃ'' اپنے منہ سے انڈا دیتا ہے۔

الکمیت

''الکمیت'' اس سے مراد نہایت سرخ رنگ کا گھوڑا ہے اور گھوڑے کو ''کمیت'' نہیں کہا جاتا یہاں تک کہ اس کی گردن، پیشانی اور دم کے بال سیاہ ہوں۔ پس اگر یہ بال بھی سرخ ہوں تو پھر اس کو ''اشقر'' کہتے ہیں۔ پس اگر ''کمیت'' اور ''اشقر'' کے درمیان کا رنگ ہو تو اسے ''الورد'' کہتے ہیں۔ اس کی جمع ''الوردان'' آتی ہے۔

الکندارۃ

''الکندارۃ'' یہ ایک معروف مچھلی ہے جس کی پشت پر ایک بڑا کانٹا ہوتا ہے۔

الکنعبۃ

''الکنعبۃ''اس سے مراد''الناقۃ العظیمۃ''بڑی اونٹنی ہے۔عنقریب ان شاء اللہ اس کا تفصیلی ذکر''باب النون''میں آئے گا۔

الکنعد و الکعند

''الکنعد و الکعند''جوہری نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک قسم کی مچھلی ہے۔

الکندش

''الکندش ''اس سے مراد سرخ رنگ کا کوا ہے جو بہت بولتا ہے۔ابوالمغطش حنفی نے کہا ہے کہ عورت کو زیادہ بولنے کی وجہ سے ''الکندش'' سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

الکھف

''الکھف''اس سے مراد بوڑھی بھینس ہے۔تحقیق اس کا تفصیلی ذکر''باب الجیم''میں گزر چکا ہے۔

الکودن

''الکودن ''اس سے مراد گدھا ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ گدھے پر بوجھ لادا جاتا ہے اور بے وقوف کو اس سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ابن سیدہ نے کہا ہے کہ''الکودن'' گدھے کو کہتے ہیں۔بعض اہل علم کے نزدیک''الکودن'' سے مراد خچر ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے''الکودن'' بے وقوف کو کچھ حصہ نہیں دیا۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ''اعطاہ دون سھم العراب''اس کو(یعنی بے وقوف کو)عقلمند کے حصہ سے کم دیا۔

اس حدیث کو طبرانی نے نقل کیا ہے اس کی اسناد میں ابو بلال اشعری راوی بھی ہے جو ضعیف ہے۔

الکوسج

''الکوسج''اس سے مراد ایک سمندری مچھلی ہے جس کی سونڈ آرے کی مانند ہوتی ہے۔ یہ مچھلی اپنی سونڈ کے ذریعے شکار کرتی

ہے۔ اگر یہ مچھلی انسان کو پالے تو اس کے دو ٹکڑے کر کے کھا جاتی ہے۔ اس مچھلی کو "القرش" اور "اللخم" بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر اس مچھلی کو رات کے وقت شکار کر لیا جائے تو اس کے پیٹ سے ایک خوشبودار چربی نکلتی ہے اور اگر دن کے وقت اس مچھلی کا شکار کیا جائے تو پھر خوشبودار چربی حاصل نہیں ہوتی۔ قزوینیؒ نے فرمایا ہے کہ "الکوسج" مچھلی کی ایک قسم ہے جو پانی میں پائی جاتی ہے اور یہ خشکی کے شیر سے بھی زیادہ شریر ہوتی ہے۔ یہ مچھلی پانی کے اندر حیوان کو اپنے دانتوں سے اس طرح کاٹ ڈالتی ہے جیسے تیز تلوار کسی چیز کو کاٹ ڈالتی ہے۔ قزوینیؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے اس مچھلی کو دیکھا ہے یہ مچھلی ایک ہاتھ یا دو ہاتھ لمبی ہوتی ہے۔ اس مچھلی کے دانت انسانی دانتوں کے مشابہ ہوتے ہیں۔ سمندری جانور اس مچھلی سے دور بھاگتے ہیں۔ بصرہ کے دریائے دجلہ میں ایک خاص وقت میں یہ مچھلی بکثرت پائی جاتی ہے۔

الحکم امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک اس مچھلی کا کھانا حرام ہے۔ امام احمدؒ کے شاگرد ابو حامد نے کہا ہے کہ "مگر مچھ" اور "الکوسج" دونوں حرام ہیں کیونکہ یہ انسانوں کو کھاتے ہیں اور یہ کچلیوں والے نہیں۔ حالانکہ ہمارے مذہب (یعنی امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب) کا تقاضا یہ تھا کہ یہ حلال ہوں۔ نیز "القرش" کا شرعی حکم "باب القاف" میں بیان کر دیا گیا ہے۔

اَلْکَھُوْلُ

"اَلْکَھُوْلُ" ازہری نے کہا ہے کہ کاف کے فتحہ اور ھاء کے ضمہ کے ساتھ "اَلْکَھُوْل" سے مراد مکڑی ہے۔ تحقیق اس کا تفصیلی ذکر "باب العین" میں گزر چکا ہے۔

باب اللام

لأی

''لأی'' بروزن ''لعی'' یہ ایک جنگلی بیل ہے۔ اس کی جمع اٰلاء بروزن ''العاء'' آتی ہے جیسے جبل کی جمع اجبال ہے۔ اس کی مؤنث کے لئے ''لآۃ'' کا لفظ مستعمل ہے۔ تحقیق ''باب الباء'' میں بھی اس کا ذکر گزر چکا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ ''اللأی'' سے مراد گائے ہے۔

اَللُّبَادُ

''اَللُّبَادُ'' (لام کے پیش کے ساتھ) زبیدی نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک پرندہ ہے جو زمین پر رہتا ہے۔ نیز اگر اس پرندے کو اڑایا نہ جائے تو یہ نہیں اڑتا۔ عنقریب انشاء اللہ باب النون میں النون ''النسر'' کے تحت اس کا تفصیلی تذکرہ آئے گا۔

اَللَّبُؤَۃُ

''اَللَّبُوَۃُ'' (باء کے پیش کے ساتھ اور اس کے بعد ھمزۃ ہے) اس سے مراد ''اَلاَسَدُ'' کی مونث یعنی شیرنی ہے۔ ابن سکیت نے کہا ہے کہ ''اللبأۃ و اللبوۃ'' میں باء ساکن ہے۔ شیرنی کو ''العرس'' بھی کہا جاتا ہے۔

تعبیر | شیرنی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر بادشاہ کی بیٹی یعنی شہزادی سے دی جاتی ہے۔ پس جو شخص خواب میں دیکھے کہ وہ شیرنی سے جماع کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے بہت بڑی مصیبت سے نجات حاصل ہوگی اور اس کا مرتبہ بلند ہوگا اور اسے دشمنوں پر غلبہ حاصل ہوگا۔ پس اگر خواب دیکھنے والا بادشاہ ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ بادشاہ کو جنگ میں کامیابی حاصل ہوگی اور وہ بہت سے ممالک کو فتح کرلے گا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شیرنی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر درندے کی تعبیر کی طرح ہے۔ واللہ اعلم۔

اللجاء

''اللجاء'' اس سے مراد ایک قسم کا کچھوا ہے جو خشکی اور تری دونوں میں رہتا ہے۔ یہ کچھوا بڑے عجیب وغریب طریقے سے شکار کرتا ہے چنانچہ اس قسم کا کچھوا جب تک کسی پرندے وغیرہ کا شکار نہیں کرلیتا تدبیر میں لگا رہتا ہے۔ پس کچھوا پانی میں غوطہ لگاتا ہے پھر مٹی میں اپنا جسم لوٹ پوٹ کر لیتا ہے۔ پھر گھاٹ پر پرندہ کی گھات میں بیٹھ جاتا ہے۔ پس پرندے پر کچھوے کا اصلی رنگ مخفی رہتا ہے اور وہ اسے مٹی سمجھ کر کر پانی پینے کے لئے اس پر بیٹھ جاتا ہے۔ پس کچھوا پرندے کو منہ میں دبا کر پانی میں غوطہ لگاتا ہے یہاں تک کہ پرندے کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس قسم کا کچھوا خشکی پر انڈے دیتا ہے اور اپنی

نگرانی میں اس کی پرورش کرتا ہے۔ ارسطاطالیس نے ''النعوت'' میں لکھا ہے کہ کچھوے کا جو انڈا خشکی کی طرف گرتا ہے وہ خشکی میں رہتا ہے اور جو انڈا سمندر میں چلا جاتا ہے وہ سمندر میں ہی نشوونما کے تمام مراحل طے کرتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس قسم کا کچھوا بڑے بڑے سانپوں کو اپنا لقمہ بنالیتا ہے۔ بحری کچھوے کی زبان اس کے سینے میں ہوتی ہے۔ تحقیق باب السین میں اس کا تفصیلی ذکر گزر چکا ہے۔

الحکم علامہ بغوی نے کچھوے کو حرام قرار دیا ہے اور علامہ نوویؒ نے بھی ''شرح المہذب'' میں کچھوے کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

طبی خواص ارسطو نے کہا ہے کہ کچھوے کا تازہ کلیجہ کھانا جگر کے امراض میں بے حد نافع ہے اور اس کا گوشت ''السکباج'' (ایک قسم کا کھانا) کی طرح پکایا جائے اور اگر استسقاء کا مریض اس کا شوربہ پی لے تو اسے بے حد فائدہ ہو۔ کچھوے کا گوشت دل کو تقویت دیتا ہے اور گیس خارج کرتا ہے۔

تعبیر کچھوے کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر پاک دامن عورت سے دی جاتی ہے۔ نیز کچھوے کو خواب میں دیکھنا آئندہ سال میں دولت ملنے کی طرف اشارہ ہے۔ بسا اوقات کچھوے کو خواب میں دیکھنا دشمنوں سے حفاظت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ لوگ کچھوے کی پیٹھ کی ہڈی کی زرہ تیار کر کے لڑائی میں پہنا کرتے تھے۔

اَللُّحَكَاءُ

''اَللُّحَكَاءُ'' ازہری نے کہا ہے کہ لام کے ضمہ اور حاء کے فتحہ کے ساتھ ہے اس کے بعد کاف، الف اور ہمزہ ہے۔ اسے ''اَللُّحَكَةُ'' بھی کہا جاتا ہے۔ ابن قتیبہ نے ادب الکاتب میں اس لفظ کو حاء کے فتحہ اور لام کے سکون اور ہمزہ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ یہ لفظ ''اللحكة'' ہے۔ اس سے مراد چکنے بدن کا چھپکلی کی طرح کا ایک جانور ہے جو ریت میں اس طرح چلتا ہے جیسے آبی پرندہ پانی پر دوڑتا ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس سے مراد مچھلی کی شکل کا ایک جانور ہے جو ریت میں رہتا ہے۔ پس جب یہ انسان کو دیکھتا ہے تو ریت میں چھپ جاتا ہے۔ ابن السکیت نے کہا ہے کہ یہ چھپکلی کے مشابہ ایک جانور ہے جو نیلگوں اور چمکدار ہوتا ہے جس کی دم چھپکلی کی طرح لمبی نہیں ہوتی اور جس کے پاؤں چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ یہی قول زیادہ اچھا ہے۔ صیدلانی اور الرویانی نے کہا ہے کہ یہ انسانی انگلیوں کی مثل ایک جانور ہے جو ریت میں چلتا ہے پھر ریت میں ہی گھس جاتا ہے۔

الحکم اس جانور کا کھانا حلال نہیں ہے کیونکہ یہ چھپکلی کی ایک قسم ہے۔

اَللُّخُمُ

''اَللُّخُمُ'' (لام کے ضمہ اور خاء ساکن کے ساتھ) اس سے مراد ایک قسم کی مچھلی ہے جسے ''الکوسج'' اور ''القرش'' بھی کہا جاتا ہے۔

الحکم ظاہری طور پر یہ مچھلی حلال ہے۔ ابو السعادات المبارک بن محمد بن الاثیر نے اپنی کتاب ''نہایۃ غریب الحدیث'' میں

حضرت عکرمہؒ کی حدیث نقل کی ہے کہ" اللخم" حلال ہے اور یہ ایک قسم کی سمندری مچھلی ہے۔ اس کو "القرش" بھی کہا جاتا ہے۔ اھ۔ تحقیق اس کا ذکر "القرش" کے تحت "باب القاب" میں بھی گزر چکا ہے۔

اَللعوس

"اَللعوس" اس سے مراد بھیڑیا ہے۔ بھیڑیئے کا یہ نام اس کے جلدی کھانے کی وجہ سے رکھا گیا ہے کیونکہ عربی میں "لعس" کے معنی "جلدی کھانے کے ہیں"۔

اللعوۃ

"اللعوۃ" (لام کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد کتیا ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں "اَجُوعُ مِنْ لَعوۃ" (فلاں کتیا سے بھی زیادہ بھوکا ہے۔)

اَللِّقَحَۃُ

"اَللِّقَحَۃُ" یہ لفظ لام کے کسرہ اور فتحہ دونوں طرح پڑھا جاتا ہے لیکن لام کے کسرہ کے ساتھ زیادہ مشہور ہے۔ قاف پر فتحہ ہے۔ اس سے مراد وہ اونٹنی ہے جو دودھ دیتی ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ اونٹنی ہے جو بچہ جننے کے قریب ہو۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم ہوگی اور آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ "دوہ" رہا ہوگا۔ پس دودھ کا برتن اس کے (یعنی آدمی کے) منہ تک نہیں پہنچے گا۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ (رواہ مسلم)

اللقوۃ

"اللقوۃ" اس سے مراد مادہ باز ہے۔ لقوہ ایک مرض کا نام بھی ہے جس میں مریض کا چہرہ ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔ نیز تیز رفتار اونٹنی کے لئے بھی "لقوۃ" کا لفظ مستعمل ہے۔ "اللقوۃ" حجاج بن یوسف کا لقب تھا۔ امام مسلمؒ اور امام ابو داؤدؒ سے مروی ہے کہ حجاج بن یوسف ثقفی بغدادی کی وفات ۲۵۹ھ کو ہوئی۔

اللقاط

"اللقاط" اس سے مراد ایک مشہور پرندہ ہے اس کا یہ نام اس لئے پڑ گیا ہے کہ یہ زمین سے دانہ چگتا ہے۔

الحکم "اللقاط" حلال ہے۔ عبادی نے کہا ہے کہ "اللقاط" حلال ہے لیکن شرح مہذب میں مذکور ہے کہ پنجوں والا "لقاط" اس حکم سے مستثنیٰ ہے یعنی وہ ذی مخلب ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ "لقاط" سے مراد وہ پرندہ ہے جو دانہ چگتا ہو۔ پس استثناء صحیح نہیں ہے۔

اللقلق

''اللقلق'' (سارس) اس سے مراد لمبی گردن والا ایک عجمی پرندہ ہے۔ اہل عراق کے نزدیک اس کی کنیت ''ابو خدیج'' آتی ہے۔ اس کی جمع ''اللقالق'' آتی ہے۔ یہ پرندہ سانپ وغیرہ کھاتا ہے۔ قزوینیؒ نے ''الاشکال'' میں لکھا ہے کہ اس پرندہ کی ذہانت کی دلیل یہ ہے کہ یہ اپنے لئے دو گھونسلے بناتا ہے۔ سال کا کچھ حصہ ایک گھونسلہ میں اور سال کا کچھ حصہ دوسرے گھونسلے میں گزارتا ہے۔ جب یہ پرندہ فضاء کی تبدیلی کی وجہ سے وبائی امراض کے پھیلنے کے اثرات محسوس کرتا ہے تو یہ اپنا گھونسلہ چھوڑ دیتا ہے اور اس علاقے سے چلا جاتا ہے۔ بعض اوقات یہ پرندہ ایسے حالات میں اپنے انڈے بھی (گھونسلہ میں) چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ قزوینی نے کہا ہے کہ کیڑے مکوڑوں کو بھگانے کے لئے ایک طریقہ یہ ہے کہ سارس کو گھر میں پال لیا جائے پس کیڑے مکوڑے اس گھر سے بھاگ جاتے ہیں جس میں سارس ہو۔ اگر کیڑے مکوڑے ظاہر بھی ہو جائیں تو سارس ان کو قتل کر دیتا ہے۔

الحکم سارس کی حلت وحرمت کے متعلق دو قول ہیں۔ پہلا قول شیخ ابو محمد کا ہے کہ ''سارس'' بھی ''الکرکی'' کی طرح حلال ہے۔ امام غزالیؒ نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ سارس حرام ہے۔ علامہ بغویؒ نے اس قول کو صحیح قرار دیا ہے اور عبادی نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے اور اس پر دلیل یہ پیش کی ہے کہ ''سارس'' سانپ وغیرہ کو کھاتا ہے اور پرواز کے دوران اپنے پروں کو پھیلا کر رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اَوَلَمْ یَرَوا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَھُمْ صَافَاتٍ''

شرح مہذب اور ''الروضۃ'' میں مذکور ہے کہ سارس حرام ہے۔ ''اللقلق'' سارس پانی کے پرندوں میں سے (ایک پرندہ) ہے۔

خواص اگر سارس کا بچہ ذبح کر لیا جائے اور اس بچے کا خون مجذوم کے جسم پر لگا دیا جائے تو مجذوم کو بے حد فائدہ ہوگا۔ اگر سارس کا دماغ (یعنی مغز) ایک دانق کے بقدر لے لیا جائے اور اس میں خرگوش کا ''انفحہ'' ہم وزن ملا کر آگ پر پگھلا لیں اور اگر کسی کا نام لے کر اس کو کھایا جائے تو کھانے والے کی محبت اس آدمی کے دل میں پیدا ہو جائے گی جس کا نام لیا جائے گا۔ ہرمس نے کہا ہے کہ جو شخص ہرمس کی ہڈی کو اپنے پاس رکھتا ہے اس کے غم دور ہو جائیں گے اگرچہ عشق کا غم ہی کیوں نہ ہو۔ جو شخص سارس کی داہنی آنکھ کا ڈھیلا اپنے پاس رکھے گا وہ نیند سے بیدار نہیں ہوگا یہاں تک کہ اس سے سارس کی آنکھ کا ڈھیلا ہٹا دیا جائے جو شخص سارس کی آنکھ کو اپنے پاس رکھ لے اور پانی میں داخل ہو جائے تو وہ آدمی پانی میں غرق نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ وہ اچھی طرح تیر بھی نہ سکتا ہو۔

تعبیر سارس کو خواب میں دیکھنا ایسی قوم پر دلالت کرتا ہے جو مشارکت کو پسند کرتی ہے۔ پس اگر انسان خواب میں دیکھے کہ کسی جگہ بہت سے سارس جمع ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس جگہ چور، ڈاکو جمع ہیں اور لڑائی کرنے کے لئے دشمن اس جگہ پر موجود ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سارس کو خواب میں دیکھنا کسی کام میں تردد کی علامت ہے جو شخص خواب میں سارس کو متفرق دیکھے تو اگر وہ آدمی سفر کا ارادہ

رکھتا ہے یا مسافر ہے تو یہ اس کی بھلائی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ سارس گرمیوں میں آتے ہیں۔ سارس کو خواب میں دیکھنا مسافر کی اپنے وطن بخیر و عافیت واپسی اور مقیم کے لئے خیریت سے سفر کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

اللحق

''اللحق''اس سے مراد سفید بیل ہے۔ تحقیق ''باب الثاء'' میں ''الثور'' کے تحت اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

اللهم

''اللهم''اس سے مراد عمر رسیدہ (لمبی عمر والا) بیل ہے۔ تحقیق اس کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔ اس کی جمع ''لھوم'' آتی ہے۔

اللوب والنوب

''اَللُّوبُ وَالنُّوبُ''(پہلا لفظ لام کے ضمہ کے ساتھ اور دوسرا لفظ نون کے ضمہ کے ساتھ ہے) اس سے مَراد شہد کی مکھیوں کی جماعت (یعنی گروہ) ہے۔ حضرت ریان بن قسورؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ ﷺ ''وادی شوحط'' میں تشریف فرما تھے۔ پس میں نے رسول اللہؐ سے گفتگو کی۔ پس میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ شہد کی مکھیاں تھیں ہم نے انہیں پال رکھا تھا اور وہ ایک چھتہ میں مقیم تھیں۔ ہمیں اس میں سے شہد اور موم حاصل ہوتا تھا۔ پس ایک آدمی آیا اور اس نے ان کو (یعنی شہد کی مکھیوں کو) ہلاک کر دیا اور جو زندہ بچی تھیں ان کا بھی حشر نشر کر دیا۔ یعنی اس شخص نے آگ جلائی تو مکھیاں بھاگ گئیں لیکن اپنے چھتہ میں انڈے چھوڑ گئیں۔ پس اس آدمی نے چھتہ کاٹا اور چل دیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ ملعون ہے وہ ملعون ہے جس نے کسی قوم کی ملکیت چرائی اور ان کو نقصان پہنچایا۔ پس کیا تم نے اس آدمی کا پیچھا نہیں کیا اور اس کا حال معلوم نہیں کیا؟ حضرت ریانؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ ایسی قوم (یعنی قبیلہ ہذیل) کی پناہ میں داخل ہو گیا ہے جو ہمارے پڑوسی ہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم صبر کرو، تم صبر کرو۔ تم جنت میں ایسی نہر پر پہنچو گے جس کی وسعت عقیقہ اور سحیقہ کے درمیان فاصلہ کے برابر ہے۔ اس نہر سے گرد و غبار سے صاف و شفاف شہد جاری ہوگا جو نہ کسی ''لوب'' (شہد کی مکھی) کا قے ہوگا اور نہ کسی ''نوب'' (شہد کی مکھی) کے منہ کا لعاب ہوگا۔

الغليم

''الغلیم'' اس سے مراد اونٹ ہے۔ ''اللوشب'' (بروزن کوکب) اس سے مراد بھیڑیا ہے۔ تحقیق ''الذئب'' کے تحت ''باب الذال'' میں اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

اللیاء

''اللیاء'' اس سے مراد ایک قسم کی سمندری مچھلی ہے جس کی کھال سے زرہ تیار کی جاتی ہے۔ پس جو شخص بھی اس زرہ کو پہن لے اس پر ہتھیار کا اثر نہیں ہوگا اور نہ ہی تلوار اس کو کاٹ سکتی ہے۔

اَللَّیْثُ

''اَللَّیْثُ'' اس سے مراد شیر ہے۔ اس کی جمع ''لیوث'' آتی ہے۔ (اس کا تفصیلی ذکر ''الاسد'' کے تحت ''باب الالف'' میں گزر چکا ہے۔)

اللیل

''اللیل'' اس سے مراد ''الکروان'' (ایک قسم کا پرندہ) کا بچہ ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں ''فُلَانٌ أَجْبَنُ مِنْ لیل'' (فلاں ''لیل'' یعنی کروان کے بچے سے زیادہ بزدل ہے) ابن فارس نے ''المجمل'' میں لکھا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ ''لیل'' ایک پرندہ کا نام ہے لیکن میں اس کو نہیں پہچانتا۔ واللہ اعلم۔

باب المیم

اَلْمَارِیَّۃُ

"اَلْمَارِیَّۃُ" اس سے مراد بھٹ تیتر ہے جو ریگستانی علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ نیز نیل گائے کو بھی "اَلْمَارِیَّۃُ" کہا جاتا ہے۔ اہل عرب کا قول ہے "خُذْہُ وَلَوْ بقرطی مَارِیَّۃُ" (اس سے لے لو اگر چہ اس کی قیمت ماریہ کی دونوں بالیوں کے برابر ہی کیوں نہ ہو یعنی وہ چیز مہنگی ہی کیوں نہ ہو) پس "ماریۃ" سے مراد ماریۃ بنت ظالم بن وہب ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ماریہ نے اپنے کان کی بالیاں خانہ کعبہ کیلئے ہدیہ کی تھیں اور ان بالیوں کے اوپر کبوتر کے انڈے کے برابر دو موتی جڑے ہوئے تھے کہ اس سے قبل لوگوں نے ایسی بالیاں نہیں دیکھی تھیں اور ان بالیوں کی قیمت سے زیادہ کسی اور چیز کی قیمت بھی نہیں تھی یعنی یہ بالیاں بہت مہنگی تھیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ "الماریۃ" سے مراد ماریہ قبطیہؓ ہیں۔ عنقریب انشاء اللہ ان کا تفصیلی تذکرہ "المقوقس" کے تحت آئے گا۔

اَلْمَازور

"اَلْمَازور" اس سے مراد ایک بابرکت پرندہ ہے جو بحر مغرب (یعنی بحر مراکش) کے اطراف میں پایا جاتا ہے۔ کشتی چلانے والے اس پرندے سے نیک شگون لیتے ہیں۔ یہ پرندہ سمندر کے پرسکون ہونے پر ساحل سمندر پر انڈے دیتا ہے۔ پس جب لوگ اس کے انڈے کو دیکھتے ہیں تو وہ سمجھ جاتے ہیں کہ بے شک سمندر پرسکون ہو گیا ہے جب کشتی کسی خطرناک جگہ یا کسی مضر چوپایہ کے قریب پہنچ جائے تو یہ پرندہ کشتی کے سامنے اڑتا رہتا ہے۔ پس یہ پرندہ کبھی کشتی کے اوپر بیٹھ جاتا ہے اور کبھی اڑ جاتا ہے۔ گویا کہ وہ کشتی والوں کو متنبہ کر رہا ہے کہ وہ اپنے بچاؤ کی تدبیر کرلیں۔ ملاح (کشتی چلانے والے) اس پرندے کو پہچانتے ہیں۔ تحفۃ الغرائب میں اسی طرح مذکور ہے۔

اَلْمَاشِیَۃُ

"اَلْمَاشِیَۃُ" (مویشی) اس سے مراد اونٹ' گائے اور بکری وغیرہ ہیں۔ اس کی جمع "المواشی" آتی ہے۔ ان جانوروں کو چرنے کیلئے چلنے کی وجہ سے "اَلْمَاشِیَۃُ" کہا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے ان کی کثرت نسل کی بناء پر ان کو "اَلْمَاشِیَۃُ" کہا جاتا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب سورج غروب ہو جائے تو تم اپنے مویشیوں اور اپنے بچوں کو کھلا نہ چھوڑو' یہاں تک کہ "فحمة العشاء" (یعنی رات کی تاریکی) دور ہو جائے۔ (رواہ مسلم) حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص (جنگل میں) مویشیوں کے پاس پہنچے۔ پس اگر ان کے پاس ان کا مالک ہو تو اس سے دودھ دوہنے کی اجازت لے۔ پس اگر وہ اسے اجازت دے تو وہ دودھ دوہ کر پی لے اور اگر

وہاں کوئی ایک آدمی بھی نہ ہوتو وہ تین مرتبہ آواز دے۔ پس اگر کوئی ایک شخص بھی اس کی آواز کا جواب دے تو وہ اس سے دودھ دوہنے کی اجازت مانگے۔ پس اگر اس کی آواز کا کوئی ایک آدمی بھی جواب نہ دے تو وہ دودھ دوہ لے اور پی لے لیکن اپنے ساتھ نہ لے جائے۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی) امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور بعض اہل علم جن میں احمدؒ اور اسحٰقؒ بھی شامل ہیں' کا اس حدیث پر عمل ہے۔ علی بن مدینی کہتے ہیں کہ حسن کا سمرہ سے سماع صحیح ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی کسی کے مویشی سے دودھ نہ دوہے مگر یہ کہ مویشی کا مالک اسے دودھ دوہنے کی اجازت دے دے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کھانے پینے کے کمرے میں پہنچ کر اس کی الماری توڑ کر کوئی اس کا کھانا اٹھالے جائے۔ پس اسی طرح مویشیوں کے تھن لوگوں کی غذا کا خزانہ ہیں۔ پس کوئی کسی کے مویشی سے اس کی (یعنی مالک کی) اجازت کے بغیر دودھ نہ دوہے۔ (رواہ مسلم والبخاری)

مسئلہ: اگر مویشی کسی کی کھیتی تباہ کردے اور اس کا مالک اس کے ساتھ نہ ہو۔ پس اگر مویشی نے یہ کام دن کے وقت کیا ہے تو پھر اس کے مالک پر ضمان (یعنی تاوان) نہیں ہوگا اور اگر مویشی نے رات کے وقت کسی کی کھیتی کو برباد کیا ہے تو مویشی کے مالک پر ضمان (تاوان) واجب ہوگا۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام ابوداؤدؒ نے اپنی سنن میں نقل کی ہے۔ حضرت حرام بن سعید ابن محیصة سے مروی ہے کہ حضرت براء بن عازبؓ کی اونٹنی کسی قوم کے کھیت میں داخل ہوگئی۔ پس اس نے کھیت کو برباد کردیا۔ پس نبی اکرم ﷺ نے اس کے متعلق فیصلہ یہ صادر فرمایا کہ بے شک دن کے وقت مال والوں پر اپنے مال کی حفاظت کرنا ضروری ہے اور رات کے وقت مویشی والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے مویشی کی حفاظت کریں۔ (رواہ ابوداؤد)

مالک الحزین

''مالک الحزین'' جوہری نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک قسم کا آبی پرندہ ہے۔ ابن بری نے ''حواشی'' میں لکھا ہے کہ اس سے مراد ''البلشون'' (بگلا) ہے جس کے پاؤں اور گردن لمبی ہوتی ہے۔ جاحظ نے کہا ہے کہ ''مالک الحزین'' دنیا کا عجوبہ ہے۔ اس لئے کہ یہ پانی کی نہروں' چشموں اور تالابوں وغیرہ کے قریب بیٹھا رہتا ہے۔ پس جب نہروں' چشموں اور تالابوں کا پانی خشک ہوجاتا ہے تو یہ پانی کی خشکی پر غمگین ہوجاتا ہے اور بعض اوقات غم کی وجہ سے پانی پینا بھی ترک کردیتا ہے۔ یہاں تک کہ پیاس کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوجاتی ہے۔ یہ پرندہ اس خوف سے پانی نہیں پیتا کہ اس کے پینے سے پانی مزید کم ہوجائے گا۔ کہا جاتا ہے اسی قسم کا معاملہ ایک کیڑے (یعنی جگنو) کا بھی ہے جو رات کے وقت چراغ کی طرح چمکتا ہے اور دن کو اڑتا ہے۔ اس کے پر سبز رنگ کے ہوتے ہیں اور بدن ملائم ہوتا ہے۔ اس کی غذا مٹی ہے لیکن یہ کبھی بھی پیٹ بھر کر مٹی نہیں کھاتا' اس خوف سے کہ کہیں زمین کی مٹی ختم نہ ہوجائے۔ پس یہ کیڑا (یعنی جگنو) بھوکا رہنے کی وجہ سے ہلاک ہوجاتا ہے۔ ''مالک الحزین'' کے بہت سے فوائد ہیں۔ یہ پرندہ پانی پر جم کر بیٹھنے کی وجہ سے ''مالک'' کہلاتا ہے اور پانی کے خشک ہوجانے پر غمگین ہونے کی وجہ سے ''الحزین'' کہلاتا ہے۔ توحیدی نے اپنی کتاب ''الامتناع والمؤانسة'' میں لکھا ہے کہ ''مالک الحزین'' پانی کے سانپوں کا شکار کرکے

کھا جاتا ہے کیونکہ یہی اس کی غذا ہے۔ یہ پرندہ پانی میں اچھی طرح تیر بھی نہیں سکتا۔ پس اگر اسے شکار نہیں ملتا اور یہ بھوکا ہو تو سمندر کے کنارے پر اڑتا رہتا ہے۔ پس جونہی چھوٹی چھوٹی مچھلیاں اس کے قریب جمع ہوتی ہیں تو یہ جلدی سے انہیں اچک کر جتنی کو پکڑ سکتا ہے' پکڑ لیتا ہے۔

شرعی حکم اس پرندے کا کھانا حلال ہے۔

خواص اس پرندے کا گوشت ٹھنڈا' غلیظ اور دیر ہضم ہوتا ہے۔ اس پرندے کے گوشت کے شوربے کو پینے سے بواسیر کا مرض پیدا ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اَلْمُتَرَدِّيَةُ

"اَلْمُتَرَدِّيَةُ" اس سے مراد وہ جانور ہے جو کسی کنویں میں گر جائے یا کسی اونچی جگہ سے گر جائے اور اس کی موت واقع ہو جائے۔

شرعی حکم اس قسم کے جانور کا کھانا بالاجماع حرام ہے۔

اَلْمُجَثِّمَةُ

"اَلْمُجَثِّمَةُ" (جیم کے فتحہ اور ثاء مشدد کے ساتھ) اس سے مراد وہ جانور ہے جسے باندھ کر چھوڑ دیا جائے اور بھوک کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو جائے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے "الجلالة" (گندگی کھانے والا جانور) "اَلْمُجَثِّمَةُ" (گر کر مرنے والا جانور) "الخطفة" (باندھ کر چھوڑ دیا جانے والا جانور جبکہ اس کی موت واقع ہو جائے) کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

المثا

"المثا" اس سے مراد اونٹ کا چھوٹا بچہ ہے۔ تحقیق اس کا تذکرہ باب الفاء میں گزر چکا ہے۔

اَلْمُرْبَحُ

"اَلْمُرْبَح" ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک بدشکل آبی پرندہ ہے۔

اَلْمَرْءُ

"اَلْمَرْءُ" اس سے مراد آدمی ہے۔ جیسے تو کہے "هٰذَا مَرْءُ صَالِحٌ" (یہ نیک آدمی ہے) اس لفظ کی جمع نہیں آتی۔ بعض اہل علم کے نزدیک بھیڑیئے کو بھی "مَرْأ" کہا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اَلْمُرْزُمْ

"اَلْمُرْزُمْ" اس سے مراد ایک آبی پرندہ ہے جس کی گردن اور پاؤں لمبے ہوتے ہیں اور اس کی چونچ ٹیڑھی ہوتی ہے نیز اس کے پروں کے کناروں کا کچھ حصہ سیاہ ہوتا ہے۔ یہ پرندہ اکثر مچھلی کھاتا ہے۔

شرعی حکم اس پرندہ کا کھانا حلال ہے۔

اَلْمُرَعَةُ

"اَلْمُرَعَةُ" (میم کے ضمہ اور راء کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد خوبصورت رنگ والا پرندہ ہے جو کھانے میں لذیذ ہوتا ہے۔ یہ پرندہ بٹیر کے برابر ہوتا ہے۔ اس کی جمع کے لئے "مُرَع" کا لفظ (میم کے ضمہ اور راء کے فتحہ کے ساتھ) مستعمل ہے۔ ثعلب کا یہی قول ہے۔ ابن سکیت نے کہا ہے کہ "اَلْمُرَعَةُ" تیتر کے مشابہ ایک پرندہ ہے۔

شرعی حکم اس پرندے کا کھانا حلال ہے۔

خواص ابن زاہر نے کہا ہے کہ اگر اس پرندے کا پیٹ چاک کر کے (جسم میں) چبھے ہوئے تیر اور کانٹوں کی جگہ پر رکھ دیا جائے تو تیر اور کانٹے بغیر کسی مشقت اور تکلیف کے نکل جائیں گے۔

مسهر

"مسهر" ہرمس نے کہا ہے کہ یہ ایک ایسا پرندہ ہے جو پوری رات نہیں سوتا اور دن میں اپنی روزی تلاش کرتا رہتا ہے۔ یہ پرندہ رات کو سریلی آواز میں بار بار بولتا ہے جو بھی اس پرندے کی آواز سنتا ہے مست ہو جاتا ہے اور اس آواز کی لذت سے سننے والے کو نیند اچھی نہیں لگتی۔

خواص اگر اس پرندے کا دماغ (یعنی مغز) سایہ میں خشک کر کے باریک پیس کر ایک درہم کے ہم وزن روغن بادام میں ملائیں اور اسے کسی کو سنگھا دیں تو اسے نیند نہیں آئے گی اور وہ سخت اذیت میں مبتلا ہو جائے گا یہاں تک کہ دیکھنے والا یہ خیال کرے گا کہ شراب پینے کی وجہ سے اس کی یہ حالت ہوئی ہے جو آدمی اس پرندے کا سر اپنے ہاتھ میں رکھے یا تعویذ بنا کر پہن لے تو اس کا خوف ختم ہو جائے گا اور اس پر مدہوشی طاری ہو جائے گی۔

المطية

"المطية" اس سے مراد اونٹنی ہے نیز سواری کیلئے بھی "المطية" کا لفظ مستعمل ہے۔ اس کی جمع "مطایا" اور "مطی" آتی ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ "المطی" واحد ہے اور اس کی جمع "المطایا" آتی ہے جو مذکر و مونث دونوں کو شامل ہے۔

فائدہ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم دنیا کو گالی نہ دو (یعنی برا بھلا نہ کہو) کیونکہ یہ مومن کیلئے عمدہ سواری ہے جس پر سوار ہو کر وہ جنت میں جائے گا اور اسی کے ذریعہ آگ سے نجات پائے گا۔ (رواہ الطبرانی) ''حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تم دنیا کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ تم اس میں نماز پڑھتے ہو، روزے رکھتے ہو اور اسی دنیا میں تم دیگر اعمال کرتے ہو۔''

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ اگر کہا جائے کہ حضرت علیؓ کے قول اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں مطابقت کیسے ہوگی جبکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے ''دنیا اور اس کی تمام چیزیں ملعون ہیں البتہ اللہ کا ذکر اور اس کی معاون چیزیں اور عالم یا متعلم (اللہ کے نزدیک محبوب ہیں) پس اس کا جواب وہ ہے جو شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام نے ''الفتاوی الموصلیۃ'' کے آخر میں نقل کیا ہے کہ بے شک دنیا ملعون اس لحاظ سے ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو اختیار کرلے اور اس کی بغاوت پر اتر آئے۔ تحقیق ''باب الباء'' میں البعوض'' کے تحت اس کا تفصیلی تذکرہ کردیا گیا ہے۔

اختتامیہ شیخ الاسلام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ ہم نے اسناد صحیح کے ساتھ جامع ترمذی کی روایت نقل کی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب لوگ علم حاصل کرنے کے لئے دور دراز سے اپنی سواریوں پر سفر کریں گے۔ پس وہ لوگ مدینہ کے عالم کے علاوہ کسی کو علم میں زیادہ نہیں پائیں گے۔ امام ترمذیؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ سفیان بن عیینہ سے منقول ہے کہ اس عالم مدینہ سے مراد مالک بن انسؓ ہیں۔ امام نسائیؒ نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب لوگ علم حاصل کرنے کے لئے اونٹوں پر سفر کریں گے اور وہ لوگ مدینہ کے عالم کے علاوہ کسی کو علم میں زیادہ نہیں پائیں گے۔ (رواہ النسائی والحاکم)

المعراج

''المعراج'' (بجو) اس سے مراد ایک عجیب و غریب بڑا جانور ہے جو خرگوش کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس جانور کا رنگ زرد ہوتا ہے اور اس کے سر پر ایک سیاہ سینگ ہوتا ہے جو بھی درندہ یا چوپایہ اس جانور کو دیکھ لیتا ہے بھاگ جاتا ہے۔ قزوینیؒ نے ''جزائر البحار'' میں اس کا ذکر کیا ہے۔

اَلْمَعْزُ

''اَلْمَعْزُ'' (میم کے فتحہ کے ساتھ) یہ بکری کی ایک قسم ہے۔ یہ بالوں والا اور چھوٹی دم والا جانور ہے۔ یہ جانور بھیڑ سے مختلف ہوتا ہے۔ اس کی مونث ''ماعزۃ'' آتی ہے اور اس کی جمع مواعز آتی ہے۔ اس کی کنیت ام السخال ہے۔ حضرت علیؓ کی حدیث میں ہے کہ تم فرار ہو جاتے ہو جیسے ''معز'' شیر کی آواز سن کر فرار ہو جاتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ ''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم ''معز'' (بکری) کے ساتھ حسن سلوک کرو کیونکہ یہ نفیس مال ہے اور اس کے بیٹھنے کی جگہ صاف کردیا کرو۔ یعنی وہاں سے کانٹے اور پتھر وغیرہ ہٹا دیا کرو۔'' (الحدیث) بکری نادانی میں ضرب المثل ہے۔ بکری کو دودھ کی کثرت کی وجہ سے بھیڑ پر فضیلت حاصل ہے۔ بکری کی کھال بھیڑ کی کھال

سے موٹی ہوتی ہے۔ بکری کے پچھلے حصہ پر جتنا گوشت کم ہوتا ہے اتنا ہی اس کی چربی میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ بکری کی ''الیۃ'' (یعنی چوڑی دم) اس کے پیٹ میں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھیڑ کی کھال کو باریک بنایا ہے لیکن اس کے بال (یعنی اون وغیرہ) گھنے کر دیئے ہیں اور بکری کی جلد کو موٹا بنا کر اس کے بالوں کو کم کر دیا ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جو لطیف وخبیر ہے۔

خواص بکری کا گوشت نسیان، غم اور بلغم پیدا کرتا ہے نیز بکری کا گوشت پتا میں حرکت پیدا کرتا ہے لیکن جس آدمی کو پھنسیاں نکل رہی ہوں اس کے لئے (بکری کا گوشت) بے حد نفع بخش ہے۔ اگر سفید بکری کے سینگ خشک کر کے کسی کپڑے میں لپیٹ کر سونے والے آدمی کے سر کے نیچے رکھ دیا جائے تو جب تک یہ سینگ اس کے سر کے نیچے رہے گا وہ نیند سے بیدار نہیں ہوگا۔ اگر بکرے کا پتہ گائے کے پتہ کے ساتھ ملا کر روئی کی ایک بتی میں لگا کر کان کے سوراخ میں رکھ دیا جائے تو بہرہ پن زائل ہوجائے گا اور کان سے بہنے والا (مادہ) پانی بھی بند ہوجائے گا۔ اگر آدمی پلکوں کے اندرونی حصہ کے بال اکھاڑنے کے بعد بکری کا پتہ بطور سرمہ آنکھوں میں لگائے تو دوبارہ پلکوں کے اندر بال نہیں اگیں گے۔ نیز بکری کے پتہ کو بطور سرمہ آنکھ میں استعمال کرنے سے آنکھ کا جالا ختم ہوجاتا ہے اور بینائی میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے۔ اگر فیل پا (بیماری) میں بکری کے پتہ کی مالش کی جائے تو بیماری ختم ہوجائے گی۔ بکری کی ہڈیوں کا گودا کھانے والا غم اور نسیان میں مبتلا ہوجاتا ہے اور اس کے پتہ میں تحریک (حرارت) پیدا ہوجاتی ہے۔ ابن سینا نے کہا ہے کہ بکری کی مینگنی کنٹھ مالا کو زائل کر دیتی ہے اور اگر کوئی عورت بکری کی مینگنی کو اونی کپڑے میں رکھ کر استعمال کرے تو اس کی شرمگاہ سے نکلنے والا خون بند ہوجائے گا اور لیکوریا کا مرض بھی ختم ہوجائے گا۔

ابن مُقرِض

''ابن مُقرِض'' (نیولے کے مشابہ ایک جانور) (میم کے ضمہ اور راء کے کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد ایک سیاہ رنگ کا جانور ہے جس کی پشت لمبی ہوتی ہے۔ نیز اس جانور کے چار پاؤں ہوتے ہیں۔ یہ جانور چوہے سے چھوٹا ہوتا ہے اور کبوتروں کو قتل کر دیتا ہے اور کپڑوں کو کترتا (یعنی کاٹتا) ہے۔ اسی لئے اس کو ''ابن مقرض'' کہا جاتا ہے۔

شرعی حکم رافعی نے ''ابن عرس'' کے شرعی حکم کے تحت اس کی (یعنی ابن عرس کی) حلت کی دو صورتیں بیان کی ہیں۔ پہلی صورت نیولے کے حلال ہونے کی یہ ہے کہ یہ ''دلق'' (ایک جانور) ہے۔ ''المھمات الصحیح'' نامی کتاب میں بھی مذکور ہے کہ ''ابن مقرض'' حلال ہے اور ''ابن عرس'' (نیولا) حرام ہے۔ تحقیق ''باب الدال'' میں ''الدلق'' کے تحت بھی ہم نے ''نیولے'' کا تذکرہ کیا ہے۔ واللہ الموفق۔

المقوقس

''المقوقس'' (فاختہ) اس سے مراد کبوتر کی مثل ایک معروف پرندہ ہے جس کی گردن میں طوق ہوتا ہے اور اس کے رنگ میں

سفیدی میں سیاہی کی آمیزش ہوتی ہے۔ "المقوقس" مصر کے بادشاہ جریج بن مینا قبطی کا لقب بھی ہے۔ مقوقس بادشاہ ہرقل سے پہلے گزرا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہرقل، مقوقس کی عزت کرتا تھا لیکن جب اس نے مقوقس کا میلان اسلام کی طرف دیکھا تو اس سے قطع تعلق کرلیا۔ مقوقس نے نبی اکرم ﷺ کو بطور ہدیہ ایک گھوڑا بھی دیا تھا جس کو "لزاز" کہا جاتا تھا اور ایک خچر بھی دی تھی جس کو "الدلدل" کہتے تھے۔ اس کے علاوہ ایک گدھا اور ایک خصی غلام بھی دیا تھا جس کا نام "مابور" تھا۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ تحقیق ابن مندہ اور ابونعیم وغیرہ نے مقوقس کو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں شمار کیا ہے لیکن یہ بات غلط ہے کیونکہ مقوقس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا بلکہ اس کی موت نصرانیت پر ہوئی تھی۔ حضرت عمرؓ کی خلافت میں مصر فتح ہوا تھا۔ طبرانی میں مذکور ہے کہ مابور نامی غلام حضرت ماریہ قبطیہؓ کا چچازاد بھائی تھا اور ان دونوں میں باہم مناسبت زیادہ تھی۔ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو گفتگو کرتے دیکھ لیا تو دل میں کھٹک پیدا ہوئی۔ پس آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ پس آپ ﷺ کی حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنے دل کی بات کہہ دی۔ اس دوران حضرت ماریہؓ حمل سے تھیں۔ پس حضرت عمرؓ تلوار لے کر چلے۔ یہاں تک حضرت ماریہؓ کے ہاں پہنچے تو غلام کو وہاں پایا۔ پس حضرت عمرؓ نے اس کی طرف تلوار لہرائی تاکہ اس کو قتل کردیں لیکن غلام نے اپنے بدن سے کپڑے ہٹا دیئے۔ پس جب حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ غلام کا عضو ہی کٹا ہوا ہے تو رسول اللہ ﷺ کی طرف آئے اور ان کو اس کی خبر دی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمرؓ کیا تمہیں معلوم ہے ابھی ابھی میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے بتلایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ماریہؓ اور اس کے رشتہ دار غلام کو اس بات سے بری کردیا ہے جو آپؐ کے دل میں کھٹک رہی تھی اور جبرائیل علیہ السلام نے بشارت دی ہے کہ ماریہؓ کے بطن میں جو لڑکا ہے میرا ہے اور مجھ سے مشابہ ہے اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں اس لڑکے کا نام ابراہیم رکھوں اور اپنی کنیت ابوابراہیم رکھوں۔ پس اگر مجھے وہ کنیت بدلنی ناگوار نہ ہوتی جس سے لوگ مجھے پہچانتے ہیں تو میں ضرور اپنی کنیت ابوابراہیم رکھ لیتا جیسا کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے ابوابراہیم کی کنیت سے پکارا تھا۔ اس غلام نے اسلام قبول کرلیا تھا اور اس کی وفات حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ہوئی۔ پس حضرت عمرؓ نے اس غلام کے جنازہ کیلئے لوگوں کو جمع کیا اور خود اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس غلام کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ (رواہ الطبرانی)

مقوقس کی وفات اس وقت ہوئی جب حضرت عمرو بن عاصؓ مصر کے گورنر تھے۔ مقوقس کو (کنیسة ابی یحنس" میں دفن کیا گیا۔ مقوقس کی وفات نصرانیت پر ہی ہوئی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے حاطب بن بلتعہ کو بطور قاصد مقوقس کی طرف بھیجا تھا۔ حاطب کہتے ہیں کہ جب مجھے نبی اکرم ﷺ نے مقوقس کی طرف بھیجا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لے کر اس کے پاس گیا اور مقوقس کے ہاں ایک رات قیام کیا۔ پھر اس کے بعد مقوقس نے اپنے ساتھیوں کو جمع کرکے مجھے پیغام بھیجا کہ میں تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ پس مقوقس نے کہا کہ کیا تمہارا صاحب نبی ہے۔ حاطب کہتے ہیں۔ میں نے کہا کیوں نہیں ہاں ضرور وہ نبی ہے۔ مقوقس نے کہا وہ اللہ کے رسول ہیں۔ میں نے کہا ہاں وہ "رسول اللہ" یعنی اللہ کے رسول ہیں۔ مقوقس نے کہا اگر وہ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو انہوں نے اپنی قوم کے ان مخالفین کے لئے بددعا کیوں نہیں کی جنہوں نے ان کو اپنے وطن سے بے وطن کردیا؟ حاطب کہتے ہیں "میں نے کہا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں۔ مقوقس نے کہا ہاں۔

حاطب کہتے ہیں میں نے کہا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے جب انہوں نے ان کو اذیت دی اور صلیب پر چڑھانے کا برا ارادہ کیا' کیوں بددعا نہیں کی کہ اللہ ان کو ہلاک کردے'' مقوقس نے کہا ''بہت خوب! تم خود بھی دانا ہو اور جس کے پاس سے آئے ہو وہ بھی دانا ہیں۔''

اَلُمُکَّاء

''اَلُمُکَّاء'' (میم کے ضمہ کے ساتھ) اس سے مراد ایک ایسا پرندہ ہے جس کی آواز سیٹی کی طرح ہوتی ہے اور یہ باغوں میں بولتا رہتا ہے۔ بغویؒ نے ''اَلُمُکَّاء'' کے متعلق کہا ہے کہ یہ ایک سفید رنگ کا پرندہ ہے جو حجاز میں پایا جاتا ہے۔ قزوینی نے کہا ہے کہ یہ ایک جنگلی پرندہ ہے جو انڈہ دینے کیلئے عجیب انداز کا گڑھا کھودتا ہے۔ یہ پرندہ سانپ کا دشمن ہے کیونکہ سانپ اس کے انڈے اور بچے کھا جاتا ہے۔ ہشام بن سالم نے بیان کیا ہے کہ بے شک ایک سانپ نے ''اَلُمُکَّاء'' پرندے کے انڈے کھالئے تھے۔ پس ''مکاء'' پرندہ سانپ کے سر پر منڈلاتا رہا اور اس سے قریب ہوتا رہا یہاں تک کہ جب سانپ نے منہ کھولا تو ''اَلُمُکَّاء'' (پرندہ) نے ایک کانٹے دار پودا جو اس نے اپنے منہ میں لے رکھا تھا سانپ کے منہ میں ڈال دیا۔ پس وہ کانٹے دار پودا سانپ کے حلق میں پھنس گیا۔ پس سانپ کی موت واقع ہوگئی۔

اَلُمُکَلَّفَةُ

''اَلُمُکَلَّفَةُ'' اس سے مراد ایک پرندہ ہے۔ جاحظ نے کہا ہے کہ عقاب بری عادت والا پرندہ ہے۔ عقاب تین انڈے دیتا ہے۔ پس جب ان انڈوں سے بچے نکلتے ہیں تو یہ دو بچوں کی پرورش کرتا ہے اور ایک کو نیچے گرا دیتا ہے۔ پس ''اَلُمُکَلَّفَةُ'' پرندہ اس پڑے ہوئے بچے کو اٹھا لیتا ہے اور اس کی پرورش کرتا ہے اسی لئے اس کو ''اَلُمُکَلَّفَةُ'' کہا جاتا ہے۔ اس پرندہ کو ''کاسر العظام'' بھی کہتے ہیں۔ عقاب کی اس حرکت کے اسباب میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ پس لوگوں نے کہا ہے کہ عقاب صرف دو انڈے سیتا ہے۔ بعض لوگوں کے نزدیک عقاب تین انڈے سیتا ہے لیکن تین بچوں کے رزق تلاش کرنے کو بھاری سمجھ کر ایک بچے کو نیچے گرا دیتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عقاب اس طرح کی حرکت نہیں کرتا لیکن جب عقاب شکار کرنے میں کمزوری محسوس کرتا ہے جیسے نفاس والی عورت کمزوری محسوس کرتی ہے تو تب ایسی حرکت کرتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عقاب بری عادت والا پرندہ ہے جیسے پہلے گزرا اور بچہ کی پرورش تکالیف پر صبر کئے بغیر ممکن نہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے عقاب لالچی پرندہ ہے۔ اس لئے یہ اپنے بچے کو پھینک دیتا ہے اور گرے ہوئے بچے کو ''اَلُمُکَلَّفَةُ'' اٹھا لیتا ہے اور اس کی پرورش کرتا ہے۔

اَلُمَلَکَةُ

''اَلُمَلَکَةُ'' (بروزن سمکة) اس سے مراد ایک قسم کا سانپ ہے جس کی لمبائی ایک بالشت یا اس سے زائد ہوئی ہے۔ اس کے سر

پر تاج کے مشابہ سفید لکیریں ہوتی ہیں۔ پس جب یہ سانپ زمین پر رینگتا ہے تو جس (گھاس وغیرہ) پر اس کا گزر ہوتا ہے۔ وہ جل جاتی ہے۔ اگر کوئی پرندہ اس کے اوپر سے اڑ کر جا رہا ہوتو وہ اس پر (یعنی سانپ پر) گر پڑتا ہے جب یہ سانپ رینگتا ہے تو اس کے رینگنے کی آواز سن کر تمام جانور بھاگ جاتے ہیں۔ اگر کوئی درندہ یا کوئی اور جانور اس سانپ کو کھالے تو فوراً ہلاک ہو جاتا ہے۔ یہ سانپ انسانوں کو کم ہی دکھائی دیتا ہے۔

خواص اس سانپ کے اندر عجیب وغریب تاثیر پائی جاتی ہے کہ جو شخص بھی اس سانپ کو قتل کرتا ہے اس کی سونگھنے کی قوت فوراً ختم ہو جاتی ہے اور پھر اس کا علاج بھی نہیں ہوسکتا۔

المنارة

''المنارة'' اس سے مراد منارہ کی شکل کی ایک سمندری مچھلی ہے جو سمندر سے نکل کر کشتی پر گر پڑتی ہے اور کشتی کو توڑ دیتی ہے اور اس کے سواروں کو سمندر میں ڈبو دیتی ہے۔ پس جب انسان اس کی آہٹ محسوس کرتے ہیں تو نرسنگھا اور سلفچی وغیرہ بجاتے ہیں تاکہ یہ مچھلی ان سے دور ہو جائے۔ ابو حامد اندلسی نے کہا ہے کہ سمندر میں یہ مچھلی کشتی والوں کیلئے بہت بڑی آفت ہے۔

المنخنقة

''المنخنقة'' اس سے مراد وہ حلال چوپایہ (جانور) ہے جس کے گلے میں رسی کا پھندا لگایا جائے یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہو جائے۔ اہل عرب جانور کا خون روکنے کیلئے ایسا کرتے ہیں کیونکہ وہ خون کو کھاتے تھے اور اس کا نام انہوں نے ''الفصید'' (وہ خون جسے آنتوں میں بھر کر بھون لیا جائے) رکھا تھا۔ اہل عرب کہتے تھے کہ بے شک گوشت جامد (جما ہوا) خون ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ''المنخنقة'' کو حرام قرار دیا کیونکہ اس میں خون رک جاتا ہے۔ رافعی نے کہا ہے کہ جنین (ذبیحہ کے پیٹ کا بچہ) ''منخنقة'' سے مستثنیٰ ہے کیونکہ ''جنین'' کی موت سانس رکنے کی وجہ سے ہوئی ہے نہ کہ گلا گھونٹنے کی وجہ سے۔ اس لئے ''جنین'' حلال ہوگا۔ اگر کسی جانور کو ذبح کر کے اس کی گردن کی رگیں کاٹ دی جائیں پھر اس کا گلا گھونٹ کر خون کو بہنے سے روک دیا جائے یہاں تک کہ جانور سانس رکنے کی وجہ سے مر جائے تو وہ حلال ہوگا کیونکہ شرعی طور پر جانور کو ذبح کرنے کا جو تقاضا ہے وہ پورا ہو گیا ہے اور خون رکنے کا کوئی اثر وہاں موجود نہیں ہے۔ جیسے شکاری جانوروں سے شکار کیا ہوا جانور یا غیر دھاردار چیز کا شکار جس کو ذبح نہ کیا جاسکا ہو یا تیر کا شکار۔ پس یہ تمام حلال ہیں اگرچہ ان میں خون رک گیا ہو لیکن اس کے ساتھ ساتھ حرمت کا احتمال بھی ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ جواب ہمارے شیخ سنویؒ نے دیا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ ذبح کرنے کی حکمت خون بہانا ہے لیکن ان جانوروں کا خون خارج نہیں ہوا۔ پس وہ ''منخنقة'' کے مشابہ ہو گیا۔ نیز ذبح کے وقت گلا گھونٹ کر مارے گئے جانور اور شکاری درندہ کے شکار کے شرعی حکم میں فرق اس لئے ہے کہ شکار میں ذبح اصلی پر قدرت نہیں ہے۔ اس لئے ذبح اضطراری کافی ہے اور ''منخنقة'' میں ذبح اصلی پر قدرت ہے اس لئے یہاں ذبح اضطراری کافی نہیں ہوگی۔ واللہ اعلم۔

المنشار

''المنشار'' اس سے مراد بحراسود میں پائی جانے والی مچھلی ہے جو جسامت میں پہاڑ کی طرح ہوتی ہے۔اس مچھلی کے سر سے لیکر دم تک پیٹھ پر سیاہ رنگ کے بڑے بڑے کانٹے ہوتے ہیں جو آرہ کے دندانہ کی طرح ہوتے ہیں۔اس مچھلی کے ایک دندانہ کی لمبائی دو ذراع (دوگز) ہوتی ہے اوراس کے سر کی دائیں اور بائیں جانب دو بڑے کانٹے ہوتے ہیں۔ ہر کانٹے کی لمبائی دس ذراع (یعنی دس گز) ہوتی ہے۔ یہ مچھلی اپنے ان دونوں کانٹوں کی مدد سے سمندر کا پانی دائیں اور بائیں سمت میں چیرتی ہوئی آگے بڑھ جاتی ہے جس سے ایک خوفناک آواز سنائی دیتی ہے۔ یہ مچھلی اپنے منہ اور ناک سے پانی کی پچکاری نکالتی ہے۔پس وہ پانی آسمان کی طرف چڑھتا ہے اور پھر کشتی وغیرہ پر بارش کے قطروں کی طرح گرتا ہے جب یہ مچھلی کشتی کے نیچے گھستی ہے تو اس کو توڑ دیتی ہے۔ پس جب کشتی والے اس مچھلی کو دیکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا مانگتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان سے یہ مصیبت دو کر دیتا ہے۔ عجائب المخلوقات میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ یہ مچھلی عام مچھلیوں کی طرح ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

اَلْمَوْقُوْذَۃُ

''اَلْمَوْقُوْذَۃُ'' زجاج نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ جانور ہے جو چوٹ وغیرہ سے ہلاک ہوا ہو۔اس جانور کا کھانا حرام ہے۔ نیز اسی کے حکم میں اس تیر کا شکار بھی ہے جس میں دھار وغیرہ نہ ہو اور پتھر وغیرہ سے ہلاک ہونے والا شکار بھی اسی حکم میں داخل ہے یعنی حرام ہے۔ تحقیق حضرت ابن عمرؓ سے ایسے پرندے کے متعلق سوال کیا گیا جس کو بندوق کے ذریعہ شکار کیا گیا ہو۔ پس حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ ''وقیذ'' ہے یعنی وہ ''موقوذۃ'' کے حکم میں داخل ہے۔

اَلْمُوْق

''اَلْمُوْق'' (میم کے ضمہ کے ساتھ) اس سے مراد ایسی چیونٹی ہے جس کے پر ہوں۔ عنقریب انشاء اللہ ''النمل'' کے تحت ''باب النون'' میں اس کا تذکرہ آئے گا۔

المول

''المول'' اس سے مراد چھوٹی مکڑی ہے۔

المها

''المها'' (میم کے فتحہ کے ساتھ) اس کی جمع کیلئے ''مہاۃ'' کا لفظ مستعمل ہے۔اس سے مراد نیل گائے ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے

کہ اس سے مراد نیل گائے کی ایک قسم ہے جب اس کی مادہ حاملہ ہوتی ہے تو وہ نر سے دور بھاگتی ہے۔اس جانور کی طبیعت میں شہوت کی کثرت ہوتی ہے اور شہوت کی کثرت کی وجہ سے ایک نر دوسرے نر پر چڑھ جاتا ہے۔"المھا" (نیل گائے) پالتو بکری کے زیادہ مشابہ ہوتی ہے۔اس کی سینگیں بہت سخت ہوتی ہیں۔عورت کے موٹاپے اور حسن و جمال کو نیل گائے سے تشبیہ دیتے ہیں۔

خواص نیل گائے کا گوشت گردہ کے درد کیلئے نافع ہے۔اگر نیل گائے کے سینگ کا ایک ٹکڑا کوئی آدمی اپنے پاس رکھے تو درندے اس کے قریب نہیں آئیں گے۔اگر کسی گھر میں "المھا" کے سینگ یا کھال کی دھونی دی جائے تو وہاں سے سانپ بھاگ جائیں گے۔"المھا" کے سینگ کا کوئلہ کیڑے لگے ہوئے دانت میں لگانے سے درد زائل ہوجاتا ہے۔اگر "المھا" کے بالوں کی دھونی گھر میں دی جائے تو گھر سے چوہے اور گبریلے بھاگ جائیں گے۔اگر "المھا" کے سینگ جلا کر چوتھیا بخار میں مبتلا شخص کے کھانے میں ملا کر اس کو کھلا دیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کا بخار ختم ہوجائے گا۔"المھا" کے سینگوں کو پیس کر کسی مشروب میں ملا کر پینا قوت باہ میں اضافہ کرتا ہے اور اعصاب کو مضبوط کرتا ہے۔اگر اس کے سینگوں کو پیس کر نکسیر والے کی ناک میں ڈال دیا جائے تو (نکسیر کا) خون بند جائے گا۔اگر "المھا" کے سینگوں کو جلایا جائے۔یہاں تک کہ وہ راکھ میں تبدیل ہوجائیں اور پھر اس راکھ کو برص (سفید داغ) پر دھوپ میں مالش کریں تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے برص زائل ہوجائے گا۔اگر کوئی شخص "المھا" کے سینگوں کی راکھ کو ایک مثقال کے برابر سونگھ لے تو اسے لڑائی میں غلبہ حاصل ہوگا۔

تعبیر "المھا" کو خواب میں دیکھنا سردار، عبادت گزار اور زاہد آدمی پر دلالت کرتا ہے۔اگر کسی نے خواب میں "مہاۃ" (نیل گائے) کی آنکھ دیکھی تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے سرداری ملے گی یا اسے موتی، خوبصورت کم عمر عورت حاصل ہوگی۔اگر کسی نے خواب میں "مہاۃ" (نیل گائے) کا سر دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے سرداری، مال غنیمت اور حکومت حاصل ہوگی۔اگر کسی نے دیکھا کہ وہ "مہاۃ" (نیل گائے) کی طرح ہوگیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ جماعت سے الگ ہوکر بدعت میں مبتلا ہوجائے گا۔واللہ الموفق۔

المھر

"المھر" اس سے مراد گھوڑے کا بچہ ہے۔اس کی جمع "امھار، مھارۃ" آتی ہے اور مونث کیلئے "مھرۃ" کا لفظ مستعمل ہے۔
حدیث شریف میں مذکور ہے کہ "بہتر مال کثیر النسل گھوڑے اور کھجوروں سے لدے ہوئے درختوں کے جھنڈ ہیں۔"

اشارہ ابوعبداللہ محمد بن حسان بسری صاحب کرامت اولیاء میں سے ہیں۔ان کے احوال عجیب و غریب ہیں۔ایک بار ابوعبداللہ محمد بن حسان بسری سفر میں جارہے تھے۔پس جب آپ ایک جنگل میں پہنچے تو آپ کا گھوڑا جس پر آپ سوار تھے مرگیا۔پس آپ نے فرمایا "اے اللہ ہمیں یہ گھوڑا عاریتاً عطا فرمایئے" پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کا (مردہ گھوڑا) زندہ ہوکر کھڑا ہوگیا۔پس جب آپ بسر کے مقام پر پہنچے اور آپ نے گھوڑے کی زین کھولی۔پس اسی وقت گھوڑا مردہ ہوکر گر پڑا۔ابن سمعانی نے "الانساب" میں لکھا ہے کہ ابوعبداللہ کا تعلق بصرہ کے ایک قصبہ "شام" کے رہنے والے تھے۔ابن اثیر نے کہا ہے کہ یہ بات ٹھیک نہیں ہے بلکہ ابوعبداللہ کا تعلق

''بسر'' سے ہے جو ایک مشہور گاؤں ہے۔ تحقیق حافظ ابوالقاسم بن عطاء دمشقی نے بھی ''تاریخ دمشق'' میں لکھا ہے کہ ابوعبداللہ ''بسر'' نامی گاؤں کے رہنے والے تھے۔

ملاعب ظله

''ملاعب ظله'' اس سے مراد ایک بدکنے والا پانی کا پرندہ ہے جسے ''القربی'' بھی کہتے ہیں۔ اس کا تذکرہ باب القاف میں گزر چکا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس پرندے کا نام ''خاطف ظله'' بھی ہے۔

جوہری نے کہا ہے کہ ابن سلمہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ایک پرندہ ہے جسے ''الرفراف'' کہا جاتا ہے۔ جب وہ پانی میں سایہ دیکھ لیتا ہے تو اس (سائے) کی طرف لپکتا ہے تاکہ اس کو (یعنی سایہ کو) اچک لے۔

اَبُو مُزَیْنَةُ

''اَبُو مُزَیْنَةُ'' اس سے مراد انسانی شکل کی سمندری مچھلی ہے جو اسکندریہ کے بعض علاقوں میں پائی جاتی ہے۔ اس مچھلی کی شکل و صورت انسان کی شکل وصورت کی طرح ہوتی ہے اور اس مچھلی کی کھالیں لیس دار اور چکنی ہوتی ہیں۔ اس قسم کی تمام مچھلیوں کے جسم آپس میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں۔ یہ مچھلیاں چیخ و پکار بھی کرتی ہیں اور جب یہ سمندر کے ساحلوں پر نکل کر لوگوں کی طرح چلنے لگتی ہیں تو شکاری ان مچھلیوں کو پکڑ لیتے ہیں۔ پس یہ مچھلیاں رونے لگتی ہیں۔ پس شکاری ان کے ساتھ رحم کا معاملہ کرتے ہوئے ان کو چھوڑ دیتے ہیں۔ قزوینیؒ نے اسی طرح بیان کیا ہے۔

اِبْنَةُ الْمَطَرُ

''اِبْنَةُ الْمَطَرَ''، ''مرصع'' میں مذکور ہے کہ اس سے مراد ایک سرخ رنگ کا کیڑا ہے جو بارش کے بعد نمودار ہوتا ہے۔ پس جب نمی خشکی میں تبدیل ہو جاتی ہے تو اس کیڑے کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

ابو الملیح

''ابو الملیح'' اس سے مراد شکرہ ہے۔ تحقیق اس کا حکم ''باب الصاد'' میں گزر چکا ہے۔

ابن ماء

''ابن ماء''، ''مرصع'' میں مذکور ہے کہ یہ پانی کے پرندہ کی ایک قسم ہے۔ اس لفظ کا اطلاق ان پرندوں پر ہوتا ہے جو پانی سے مانوس ہوتے ہیں۔ ''ابن ماء'' کا اطلاق کسی خاص نوع پر نہیں ہوتا برخلاف ابن عرس (نیولا) اور ابن آوی (گیدڑ) کے کیونکہ یہ دو مختلف مخصوص اقسام کے نام ہیں۔

باب النون

اَلنَّابُ

''اَلنَّابُ'' اس سے مراد عمر رسیدہ (یعنی بوڑھی) اونٹنی ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''النیب'' کا لفظ مستعمل ہے۔ اس کا یہ نام اس کے دانت کی طوالت (لمبائی) کی وجہ سے ہے۔ ''الناب'' کا لفظ ''الجمل'' اونٹ کے لئے استعمال نہیں ہوگا۔

اَلنَّاسُ

''اَلنَّاسُ'' یہ انسان کی جمع ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ ''الناس'' کا اطلاق بسا اوقات جنات اور انسان پر بھی ہوتا ہے۔ مفسرین کی کثیر تعداد نے اللہ تعالیٰ کے قول ''لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ'' (آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسان کو پیدا کرنے کی بہ نسبت یقیناً زیادہ بڑا کام ہے۔ المؤمن - آیت ۵۷) کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہاں ''الناس'' سے مراد مسیح دجال ہے۔ ان مفسرین کے قول کے مطابق اس آیت کے علاوہ قرآن پاک میں کہیں پر ''مسیح دجال'' کا ذکر نہیں ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول ''يَوْمَ يَاْتِىْ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ'' (جس روز تمہارے رب کی بعض مخصوص نشانیاں نمودار ہو جائیں گی پھر کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان کچھ فائدہ نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لایا ہو۔ الانعام - آیت ۱۵۸) میں '' آیَاتِ رَبِّکَ '' سے مراد مسیح دجال ہے۔ لیکن مشہور قول یہ ہے کہ '' آیَاتِ رَبِّکَ '' سے مراد سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔ (یعنی اس وقت ایمان کسی ایسے شخص کے لئے نفع بخش نہیں ہوگا جو سورج کے مغرب سے نکلنے سے قبل ایمان نہیں لایا تھا)

مسئلہ: اگر کوئی شخص یہ قسم اٹھائے کہ وہ لوگوں سے کلام نہیں کرے گا۔ پس اگر اس نے کسی ایک بھی انسان سے کلام کیا تو وہ حانث ہو جائے گا (یعنی اس کو قسم کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا) جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ میں روٹی نہیں کھاؤں گا اگر اس نے روٹی کا ایک ٹکڑا بھی کھالیا تو وہ حانث ہو جائے گا۔

اَلنَّاضِحُ

''اَلنَّاضِحُ'' اس سے مراد وہ اونٹ ہے جس پر پانی لاد کر لایا جائے۔ اس اونٹ کو ''الناضح'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس اونٹ پر پانی (لاد کر) لایا جاتا ہے۔ اس کی مونث ''نَاضِحَۃٌ'' اور جمع ''نواضح'' آتی ہے۔

''اعمش'' کو شک ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے یا حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے جب غزوہ تبوک کے دن لوگوں کو بھوک کی شدت محسوس ہوئی تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اجازت دیں تو ہم اپنے

پانی لانے والے اونٹوں کو ذبح کر کے کھالیں اور ان کی چربی بطور تیل اپنے بدن پر مل لیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ایسا کرلو) پس حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ایسا ہو گیا تو سواریاں کم ہو جائیں گی۔ آپ ﷺ لوگوں سے ان کے بچے ہوئے توشہ (کھانے پینے کا سامان) منگوا کر برکت کی دعا کریں۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی ان کے لئے کافی کر دے گا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ایسا ہی کرو۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چمڑے کا ایک دستر خوان منگوایا۔ پس اس دستر خوان کو بچھوا دیا۔ پھر لوگوں سے ان کے پاس بچا ہوا توشہ لانے کو کہا۔ کوئی ایک مٹھی (توشہ) لے کر آنے لگا کوئی ایک مٹھی کھجور لانے لگا۔ کوئی روٹی کا ٹکڑا۔ یہاں تک کہ دستر خوان پر کچھ معمولی چیزیں اکٹھی ہو گئیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا فرمائی۔ پھر فرمایا تم اپنے اپنے برتن اور تھیلے یہاں سے بھرلو۔ پھر سب لوگ اپنے اپنے برتن اور تھیلے بھرنے لگے یہاں تک کہ لشکر میں موجود ہر برتن اور تھیلا بھر گیا۔ پھر ان لوگوں نے اس میں سے کھایا۔ یہاں تک کہ خوب سیر ہو گئے اور پھر بھی تھوڑا سا توشہ بچ گیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ انی محمد رَسُول اللّٰہ'' (جو شخص بھی اس کلمہ کو پڑھے گا) وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اسے جنت سے نہیں روکے گا۔ (رواہ مسلم)

غیلانؓ بن سلمہ ثقفی کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں نکلے۔ پس ہم نے دوران سفر عجیب وغریب منظر دیکھا کہ ایک آدمی آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ایک باغ ہے جس پر میرا اور میرے اہل وعیال کا گزر بسر ہوتا ہے اور اس میں میری دو اونٹنیاں بھی ہیں۔ پس ان دو اونٹنیوں نے ہمیں باغ میں جانے سے روک رکھا ہے اور میں ان کے قریب جانے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ پس رسول اللہؐ اپنے صحابہؓ کے ہمراہ چلے یہاں تک کہ باغ کے پاس پہنچے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باغ کے مالک سے کہا دروازہ کھولو۔ پس مالک نے کہا کہ اس وقت ان دونوں اونٹنیوں سے خطرہ ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دروازہ کھولو۔ پس جب دروازہ میں حرکت ہوئی تو دونوں اونٹنیاں خوفناک قسم کی آواز نکالتے ہوئے آگے بڑھیں۔ پس جب دروازہ کھلا اور دونوں اونٹنیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بیٹھ گئیں۔ پھر دونوں اونٹنیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کا سر پکڑ کر ان کو ان کے مالک کے سپرد کر دیا اور فرمایا ان دونوں سے کام لو اور انہیں اچھی طرح چارہ دیا کرو۔ پس لوگوں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جانور سجدہ کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بھی اجازت دیں تا کہ ہم آپ کو سجدہ کریں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک سجدہ ہمیشہ زندہ وقائم رہنے والی ذات کے لئے ہے جس کو موت نہیں آئے گی اور اگر میں تم میں سے کسی ایک کو (اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے) سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ (رواہ الحافظ ابونعیم)

یعلی بن مرہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے کہ ہم نے ایک اونٹ دیکھا جس پر پانی لایا جا رہا تھا پس جب اونٹ نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا تو بلبلانے لگا اور اس نے اپنی گردن اور نکیل زمین پر رکھ دی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ ٹھہر گئے اور فرمایا اس اونٹ کا مالک کہاں ہے؟ پس اونٹ کا مالک آیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اونٹ ہمیں فروخت کر دو۔ پس مالک نے کہا نہیں بلکہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ اونٹ ہبہ کرتے ہیں لیکن یہ ایسے خاندان کا اونٹ ہے جن کے

پاس اس کے علاوہ کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس اونٹ نے مجھ سے کام زیادہ لئے جانے اور چارہ کم ملنے کی شکایت کی ہے۔ پس تم اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ (یعنی اس کی طاقت کے مطابق کام لو اور چارہ اچھی طرح دیا کرو تا کہ اس کا پیٹ بھر جائے)۔ (رواہ الحافظ ابونعیم)

ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ اونٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس حال میں کہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ اونٹ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو اونٹ کیا کہہ رہا ہے؟ اونٹ کہہ رہا ہے کہ میرے مالک نے چالیس سال تک (ایک روایت میں ہے کہ) بیس سال تک مجھ سے کام لیا یہاں تک کہ میں بوڑھا ہو گیا اور مجھے چارہ کم دیا اور کام زیادہ لیا اور اب ان کا ارادہ یہ ہے کہ وہ مجھے ذبح کر دیں۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ سے فرمایا ہم اس اونٹ کو ذبح نہیں کریں گے اور صحابہ کو حکم دیا کہ اونٹ کو اچھا چارہ دو یہاں تک کہ یہ اپنی مدت پوری کرے (یعنی طبعی موت سے دوچار ہو جائے)۔

اَلنَّاقَةُ

''اَلنَّاقَةُ'' اس سے مراد اونٹ کی مادہ (یعنی اونٹنی) ہے۔ اونٹنی کی کنیت کے لئے ''ام بو، ام حائل، ام حوار، ام السقب اور ام مسعود کے الفاظ مستعمل ہیں۔ نیز اونٹنی کو بنت الفحل' بنت الفلاۃ اور بنت النجائب بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے۔ پس ایک آدمی نے اپنی اونٹنی پر لعنت کی۔ پس آپؐ نے فرمایا اس اونٹنی کا مالک کہاں ہے۔ پس ایک آدمی نے کہا کہ میں ہوں۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا اس اونٹنی کو چھوڑ دو کیونکہ اس کے حق میں تمہاری لعنت قبول کر لی گئی ہے۔ (رواہ الاحمد)

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے اور ایک انصاری خاتون اونٹنی پر سوار تھی۔ پس اس نے اونٹنی پر لعنت بھیجی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (عورت کی لعنت کو) سن لیا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ اونٹنی پر جو کچھ ہے اتار لو اور اس کو چھوڑ دو کیونکہ یہ ملعون ہو گئی ہے۔ (رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی) حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ مٹیالے رنگ کی وہ اونٹنی اب بھی میری نگاہوں میں گھوم جاتی ہے کہ لوگوں کے درمیان چلتی پھرتی ہے مگر کوئی اسے نہیں چھیڑتا۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اونٹنی کو چھوڑ دینے کا حکم اس لئے دیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹنی کے متعلق بددعا کی مقبولیت معلوم ہو گئی تھی۔ پس اگر ہمیں بھی کسی محنت کرنے والے کی لعنت کی مقبولیت معلوم ہو جائے تو ہم اسے حکم دیں گے کہ وہ اپنے جانور کو چھوڑ دے لیکن وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ پس کسی لعنت کرنے والے کو یہ حکم نہیں دیا جائے گا کہ وہ جانور کو کھلا چھوڑ دے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (لعنت کرنے والی) عورت اور دیگر لوگوں کو سزا کے طور پر یہ حکم دیا تھا کہ اونٹنی کو چھوڑ دو اور اس حکم سے مراد یہ تھا کہ اونٹنی پر سواری نہ کرو۔ پس اس کے علاوہ کسی اور جگہ اونٹنی (یا لعنت کیا گیا جانور) کا استعمال مثلاً بیچنے' کھانے وغیرہ میں ممانعت نہیں فرمائی۔ یہ تمام کام جائز ہی ہوں گے۔ اس لئے کہ نہی صرف سواری کرنے سے ہے یا اس سفر میں سوار ہونے

سے ممانعت تھی ورنہ دوسرے سفر میں سواری کی ممانعت نہیں تھی۔ لعنت کرنے والے آدمی کو شریعت میں پسند نہیں کیا گیا۔ حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا قیامت کے دن لعنت کرنے والوں کا کوئی سفارشی نہیں ہوگا اور نہ ہی ان کے حق میں کوئی گواہی دینے والا ہوگا۔ (رواہ مسلم) ترمذی کی روایت میں ہے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن لعن طعن نہیں کرتا اور (اپنے منہ سے) فحش اور بکواس نہیں نکالتا۔

سنن ابوداؤد میں حضرت ابودرداءؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک بندہ جب کسی (چیز) پر لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت آسمان پر چڑھتی ہے لیکن آسمان کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ پس وہ (لعنت آسمان سے) زمین کی طرف لوٹتی ہے تو زمین کے دروازے (اس کے لئے) بند ہو جاتے ہیں۔ پھر دائیں بائیں گھومتی ہے۔ پس جب اس کو کوئی جگہ نہیں ملتی تو یہ اس شخص کی طرف لوٹ جاتی ہے جس پر لعنت کی گئی ہے۔ پس اگر وہ اس کا مستحق ہوتا ہے تو اس پر اتر جاتی ہے ورنہ لعنت کرنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ (رواہ ابوداؤد) حضرت عبداللہ بن ابی الھذیل نے فرمایا ہے کہ جب کوئی آدمی بکری پر لعنت کرے تو اس کا دودھ نہ پیئے اور جب کوئی آدمی مرغی پر لعنت کرے تو اس کے انڈے نہ کھائے۔

فائدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''نَاقَةُ اللهِ'' میں مخلوق کی اضافت خالق کی طرف مخلوق کے مرتبہ کو بڑھانے کے لئے کی گئی ہے۔ ''ناقۃ اللہ'' سے مراد حضرت صالحؑ کی اونٹنی ہے۔ جمہور کا قول یہ ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے آپ سے سوال کیا کہ آپ اپنے رب سے دعا کریں کہ وہ اس چٹان جسے کاثبہ کہا جاتا ہے، سے ایک بڑی کوکھ والی اونٹنی کو پیدا کرے۔ پس حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو چٹان پھٹ گئی اور اس سے ایک بڑی اونٹنی برآمد ہوئی۔ روایت کی گئی ہے کہ چٹان میں ایسی حرکت پیدا ہوئی جس طرح جانور میں بچہ دینے کے وقت حرکت پیدا ہوتی ہے اور حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے لوگ اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ اونٹنی گھاس چرتی اور پانی پیتی رہی۔ پس قدار بن سالف جو شقی انسان تھا اس نے اپنے پنجوں کے بل کھڑے ہو کر ہاتھ بڑھا کر تلوار ماری اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔

روایت کی گئی ہے کہ قوم ثمود کے سردار جندع بن عمرو نے کہا اے صالح علیہ السلام ہمارے لئے اس چٹان سے جو حجر کے ایک کنارے پر ہے جسے ''کاثبۃ'' کہا جاتا ہے ایک ایسی اونٹنی نکالئے جس کی کوکھ بڑی ہو اور وہ حاملہ ہو۔ پس حضرت صالح علیہ السلام نے دو رکعت نماز ادا کی اور اپنے رب سے دعا کی۔ پس چٹان میں حرکت پیدا ہوئی جیسے جانور میں بچہ کی پیدائش کے وقت حرکت پیدا ہوتی ہے۔ پھر چٹان ہلنے لگی پھر چٹان پھٹ گئی تو اس سے ایک بڑی کوکھ والی حاملہ اونٹنی برآمد ہوئی (جیسا کہ قوم کا مطالبہ تھا) نیز اس اونٹنی کے پہلو میں کوئی ہڈی پسلی نہیں تھی۔ قوم ثمود کے لوگ اس منظر کو دیکھ رہے تھے' پھر اونٹنی نے ایک بچہ جنا جو اس اونٹنی کے برابر تھا۔ پس جندع بن عمرو اور اس کی قوم میں سے ایک گروہ یہ منظر دیکھ کر ایمان لے آیا۔ پس حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود کے لوگوں سے فرمایا کہ یہ ''ناقۃ اللہ'' (اللہ کی اونٹنی) ہے۔ ایک دن پانی پینے کی باری اس کی ہوگی اور ایک دن پانی پینے کی باری تمہاری ہوگی۔ پس کچھ مدت تک اونٹنی اور اس کا بچہ قوم ثمود کی سرزمین پر رہے۔ اونٹنی گھاس وغیرہ چرتی اور پانی پیتی رہی' پس جب اونٹنی کی باری کا دن ہوتا تو وہ حجر کے ایک کنویں میں جس کو ''بیئر الناقۃ'' کہا جاتا تھا اپنا منہ رکھ دیتی تھی اور اپنا سر نہیں اٹھاتی تھی۔ یہاں تک کہ کنویں سے

سارا پانی پی جاتی تھی اور کنویں میں ایک قطرہ بھی پانی نہ بچتا تھا۔ پھر وہ اونٹنی اپنا سر اٹھاتی تھی پس وہ اونٹنی لوگوں کے لئے اپنے پاؤں پھیلا دیتی تھی۔ پس لوگ اپنی مرضی کے مطابق اس اونٹنی کے تھنوں سے دودھ لیتے تھے' پس وہ دودھ پیتے بھی تھے اور برتنوں میں بھر کر ذخیرہ بھی کر لیتے تھے۔ پھر اونٹنی دوسرے راستے سے لوٹ جاتی تھی۔ پس یہ اونٹنی گرمی کے موسم میں وادی کے اوپر کے حصہ میں رہتی تھی۔ پس دوسرے مویشی اس اونٹنی کے خوف سے نشیبی حصہ کی طرف فرار ہو جاتے تھے جہاں گرمی بہت زیادہ ہوتی تھی اور زمین پر گھاس وغیرہ بھی نہیں ہوتی تھی۔ پس جب سردی کا موسم آتا تو یہ اونٹنی وادی کے نشیبی حصہ میں آجاتی تھی تو دوسرے مویشی اونٹنی کے خوف سے وادی کے اوپر والے حصہ کی طرف بھاگ جاتے تھے جہاں شدید سردی پڑتی تھی جس کی بناء پر جانور سردی سے کانپتے رہتے۔ پس قوم ثمود کے لئے یہ آزمائش اور اپنے جانوروں کے لئے اذیت ناقابل برداشت تھی۔ پس انہوں نے اپنے رب کے حکم کی خلاف ورزی کی اور یہی چیز (یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی) ان کے لئے اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کا سبب بنی۔ پس اونٹنی کی کانچیں کاٹنے کے لئے قدار بن سالف تیار ہو گیا اور یہ اولین بدبخت تھا۔ اس کے چہرہ میں سرخ اور زرد رنگ کی ملاوٹ تھی۔ یہ چھوٹے قد کا تھا اور اس کے ہاتھ اور پاؤں بھی چھوٹے چھوٹے تھے۔ اس کی ماں کا نام ''قدیرۃ'' تھا۔ روایت کی گئی ہے کہ یہ اپنے باپ کا نہیں تھا یعنی حرامی تھا۔ پس ایک بوڑھی عورت جس کو عنیزہ کہا جاتا تھا کے یہاں اونٹ' بیل اور بکریوں کی کثرت تھی اور اس کی کئی حسین وجمیل لڑکیاں بھی تھیں۔ پس قدار بھی اپنی قوم میں باعزت اور طاقتور تھا۔ پس اس بوڑھی عورت نے قدار سے کہا کہ تم اس اونٹنی کو قتل کر دو تو تم میری جس لڑکی کو پسند کرو گے میں تم سے اس کی شادی کر دوں گی۔ پس قدار اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے چل پڑا اور اونٹنی کے آنے کے راستہ میں ایک درخت کی جڑ میں گھات لگا کر بیٹھ گیا۔ پس جب اونٹنی وہاں سے گزری تو قدار نے اس پر حملہ کیا اور اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ پس قرآن نے اس کو ''**فَتَعَاطٰی فَعَقَرَ**'' کے الفاظ سے نقل کیا ہے کہ وہ اپنے پنجوں کے بل کھڑا ہوا اور اس نے ہاتھ بڑھا کر تلوار ماری اور اس کی (یعنی اونٹنی کی) کونچیں کاٹ ڈالیں۔ پس اونٹنی بھاگی اور اس نے ایک آواز نکالی تا کہ اس کا بچہ حملہ سے چوکنا ہو جائے۔ پس بچہ وہاں سے بھاگ گیا' یہاں تک کہ وہ ایک مضبوط پہاڑ پر پہنچ گیا جس کو ''صنو'' کہا جاتا ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کو جب اس واقعہ کی خبر ملی تو قوم کے پاس تشریف لائے۔ پس قوم کے لوگ اس معاملہ پر آپ سے معذرت کرنے لگے اور کہنے لگے کہ اے اللہ کے نبی اس اونٹنی کی کونچیں فلاں آدمی نے کاٹی ہیں اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔

پس حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اس اونٹنی کے بچے کو تلاش کرو۔ پس اگر تم نے اس بچے کو تلاش کر لیا تو شاید تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جاؤ۔ پس وہ اونٹنی کے بچے کی تلاش کے لئے نکلے تو انہیں پہاڑ پر اونٹنی کا بچہ دکھائی دیا۔ پس جب قوم ثمود کے لوگوں نے چاہا کہ وہ پہاڑ پر چڑھ کر اس بچے کو پکڑ لیں تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو حکم دیا۔ پس پہاڑ آسمان کی طرف بلند ہو گیا یہاں تک کہ کوئی بھی اس پہاڑ پر نہ پہنچ سکا۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ ''قدار'' قاف کے ضمہ کے ساتھ ہے۔ ''المھذب'' کے ''باب الھدنۃ'' میں مذکور ہے کہ اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والے آدمی کا نام ''عیزار بن سالف'' ہے۔ یہ ان کا وہم ہے نیز اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اونٹنی کی کونچیں بدھ کے دن کاٹی گئیں تھیں۔ پس قوم ثمود جمعرات کو اس حال میں بیدار ہوئی کہ ان کے چہرے زرد ہو چکے تھے گویا کہ ان پر خلوق (ایک قسم کی خوشبو جس کا رنگ زرد ہوتا ہے) کا لیپ کر دیا گیا ہو۔ اس قوم کا ہر مرد' عورت' چھوٹا' بڑا تمام اس

مصیبت میں مبتلا ہو گئے اور انہیں عذاب الٰہی کا یقین ہو گیا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو اس بات کی اطلاع دی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ظہور چہروں کے رنگ بدلنے سے ہو گا۔ پس جب ان میں سے بعض نے بعض کا چہرہ دیکھا تو چہرے کا رنگ بدلا ہوا نظر آیا۔ پس جب شام ہو گئی تو وہ تمام لوگ چیخنے لگے اور کہنے لگے کہ موت کے انتظار کا ایک اور دن گزر گیا۔ پس جب جمعہ کی صبح نمودار ہوئی تو ان کے چہرے اس طرح سرخ ہو گئے گویا کہ ان پر خون لگا ہوا ہے۔ پس جب شام ہوئی تو تمام لوگ رونے لگے اور کہنے لگے کہ موت کے انتظار میں دو دن گزر گئے۔ پس جب ہفتہ کی صبح نمودار ہوئی تو ان لوگوں کے چہرے سیاہ ہو چکے تھے گویا کہ ان پر تارکول کا لیپ کر دیا گیا ہو۔ پس جب شام ہوئی تو وہ تمام لوگ چیخنے لگے کہ موت کا وقت آچکا ہے۔ پس اتوار کے دن آفتاب کے اجالے کا پھیلنا تھا کہ آسمان سے ایک چیخ سنائی دی جس میں روئے زمین کی ہر خوفناک آواز اور ہر کڑک اور ہر گرج کی آوازیں شامل تھیں۔ پس اس چیخ کی وجہ سے ان کے دل ان کے سینوں میں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور انہوں نے اس حال میں صبح کی کہ وہ سب گھٹنوں کے بل اپنی ہی سرزمین میں دفن ہو گئے۔ قوم ثمود میں سے جو گروہ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لایا تھا اس کی تعداد چار ہزار تھی۔ پس حضرت صالح علیہ السلام ان ایمان لانے والے افراد کے ہمراہ ''حضر موت'' کی جانب ہجرت کر گئے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب حضرت صالح علیہ السلام اس بستی میں پہنچے اور اس جگہ آپ کا انتقال ہو گیا تو اس وجہ سے اس بستی کا نام حضر موت پڑ گیا (یعنی موت حاضر ہو گئی) اہل علم کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی۔

شرعی حکم ''الناقة'' اونٹنی کا شرعی حکم ''الابل'' اونٹ کی طرح ہے۔ یعنی اونٹنی حلال ہے۔

تعبیر ''الناقة'' کو خواب میں دیکھنا عورت پر دلالت کرتا ہے۔ پس اگر کسی نے خواب میں بختی اونٹنی دیکھی تو اس کی تعبیر یہ ہو گی کہ اسے عجمی عورت حاصل ہو گی اور اگر خواب دیکھنے والے نے خواب میں غیر بختی اونٹنی دیکھی تو اس کی تعبیر یہ ہو گی کہ اسے عربی عورت حاصل ہو گی۔ پس اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ اونٹنی کا دودھ دوہ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہو گی کہ اس کی کسی نیک عورت سے شادی ہو گی اور اگر خواب دیکھنے والا شادی شدہ ہے تو اس کی تعبیر یہ ہو گی کہ اس کے ہاں بیٹا پیدا ہو گا۔ بسا اوقات اس کی تعبیر لڑکی کی پیدائش سے بھی دی جاتی ہے جو شخص خواب میں اونٹنی کے ساتھ اس کا بچہ بھی دیکھے تو یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ظہور اور عوام الناس کے فتنہ میں مبتلا ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ ابن سیرینؒ نے فرمایا ہے کہ خواب میں ایسی اونٹنی کو دیکھنا جس پر بوجھ لدا ہو' خشکی کے سفر کی دلیل ہے اور بھگائی ہوئی اونٹنی دیکھنا سفر میں لوٹ لئے جانے کی خبر ہے۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ بہت سی اونٹنیوں کا دودھ دوہ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہو گی کہ وہ کسی علاقے کا حاکم ہو گا اور لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرے گا۔

ایک خواب امام ابن سیرینؒ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے خواب میں ایک آدمی کو دیکھا ہے جو بختی اونٹنیوں سے دودھ دوہ رہا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ اونٹنیوں کے تھنوں سے دودھ کی بجائے خون نکل رہا ہے۔ پس حضرت ابن سیرینؒ نے اس خواب کی یہ تعبیر بیان کی کہ خواب میں دودھ دوہنے والا شخص عجمیوں پر حاکم ہو گا اور ان سے زکوٰۃ وصول کرے گا (یہ دودھ ہے) پھر وہ آدمی ان لوگوں (یعنی عجمیوں) پر ظلم کرے گا اور ان کے اموال غصب کر لے گا (یہ خون ہے) پس بعد میں ایسا ہی ہوا۔ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ وہ اونٹنی کی کونچیں کاٹ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہو گی کہ وہ اپنے فعل پر نادم ہو گا یا مصیبت میں مبتلا

ہو جائے گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ خواب میں اونٹنی پر سوار ہونا کسی عورت کے ساتھ نکاح پر دلالت کرتا ہے۔ پس اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اونٹنی خچر یا اونٹ بن گئی ہے تو اگر خواب دیکھنے والے کی بیوی ہے تو وہ کبھی حاملہ نہیں ہوگی۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کی اونٹنی مرگئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی بیوی کی موت واضح ہو جائے گی یا اس کا سفر ملتوی ہو جائے گا۔ بسا اوقات اونٹنی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر جھگڑالو عورت سے بھی دی جاتی ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اونٹنی شہر میں داخل ہوگئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس شہر میں فتنہ وفساد پھیل جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اِنَّا مُرۡسِلُوۡا النَّاقَةِ فِتۡنَةً" (ہم اونٹنی کو ان کے لئے فتنہ بنا کر بھیج رہے ہیں۔ القمر۔ آیت ۲۷)

اَلنَّامُوۡسُ

"اَلنَّامُوۡسُ" اس سے مراد مچھر ہے۔ تحقیق "باب الباء" میں اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ ابو حامد اندلسی نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک کیڑا ہے جو انسانوں کو کاٹتا ہے۔ جوہریؒ نے کہا ہے کہ "الناموس" سے مراد وہ آدمی ہے جو راز دار ہو۔ اہل کتاب حضرت جبرائیل علیہ السلام کو "اَلنَّامُوۡسُ" کہتے تھے کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام راز دارانہ طور پر اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرتے رہے۔ حدیث میں ورقہ بن نوفل کا قول مذکور ہے کہ "لَیَاتِیَهِ النَّامُوۡسُ الَّذِی کَانَ یَاتِیۡ مُوۡسٰی" (کہ یہ وہی ناموس یعنی (جبرائیل فرشتہ) ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف آیا تھا) تحقیق باب الفاء میں "الفاعوس" کے تحت بھی اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

اَلنَّاهِضُ

"اَلنَّاهِضُ" اس سے مراد عقاب کا بچہ ہے۔ تحقیق "باب العین" میں "العقاب" کے تحت اس کا تفصیلی تذکرہ گزر چکا ہے۔

اَلنَّبَاجُ

"اَلنَّبَاجُ" (بروزن کرمان) اس سے مراد زور زور سے بولنے والا ہدہد ہے۔ عنقریب "باب الهاء" میں اس کا تفصیلی تذکرہ آئے گا۔

اَلنِّبۡرُ

"اَلنِّبۡرُ" (نون کے کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد ایک کیڑا ہے جو چیچڑی کے مشابہ ہوتا ہے لیکن یہ کیڑا چیچڑی سے چھوٹا ہوتا ہے جب یہ کیڑا جانور کے بدن پر رینگتا ہے تو جانور کے جسم پر سوجن ہو جاتی ہے۔ اس کی جمع کے لئے "بنار" اور "ابنار" کے الفاظ مستعمل ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ "النبر" ایک درندہ ہے۔

اَلنَّجِیبُ

''اَلنَّجِیبُ'' اونٹوں، گھوڑوں اور انسانوں میں سے عمدہ نسل والوں کو ''اَلنَّجِیبُ'' کہتے ہیں۔ اس کی جمع کیلئے ''نجباء' انجاب اور نجائب کے الفاظ مستعمل ہیں۔'' عبداللہ بن عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ تحقیق حضرت حسن بن علیؓ نے پچیس حج کئے اس حال میں کہ آپ پیدل چلتے تھے اور اونٹنیاں آپ کے آگے آگے چلتی تھیں۔ (رواہ الحاکم)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کو سات شریف اور مددگار دوست عطا کئے گئے اور مجھے چودہ دوست ''حمزہؓ، جعفرؓ، علیؓ، حسنؓ، حسینؓ، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ، عمارؓ، سلیمانؓ، بلالؓ '' عطا کئے گئے۔ (رواہ احمد والبزار والطبرانی وابن عدی وغیرھم)

ایک حدیث میں ہے کہ ''بے شک اللہ تعالیٰ شریف تاجر سے محبت کرتا ہے''

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ سورۂ انعام ''نجائب القرآن'' ہے یعنی قرآن کریم کی افضل ترین سورۃ ہے۔

اَلنّحام

''اَلنّحام'' اس سے مراد بطخ کے مشابہ پرندہ ہے۔ اس کا واحد ''نحامۃ'' ہے۔ یہ پرندے الگ الگ بھی پرواز کرتے ہیں اور ایک ساتھ بھی۔ جب یہ پرندے کسی جگہ رات گزارنے کا ارادہ کرتے ہیں تو سب اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ پس اس پرندے کے نر سو جاتے ہیں اور ان کی مادہ نہیں سوتی اور نر کے لئے رات گزارنے کی جگہ بناتی ہے۔ پس جب مادہ ایک نر سے متنفر ہو جاتی ہے تو دوسرے نر کے پاس چلی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس قسم کے پرندے کی مادہ جفتی کی بجائے نر کے چوگا دینے سے انڈے دیتی ہے۔ پس جب مادہ انڈے دے لیتی ہے تو پھر اس کے بعد وہاں سے چلی جاتی ہے اور نر انڈوں کے پاس رہتا ہے اور ان پر بیٹ کر دیتا ہے۔ پس نر کی بیٹ ہی انڈوں کو سینے کا کام کرتی ہے۔ پس جب انڈوں کو سینے کی مدت پوری ہو جاتی ہے تو انڈوں سے بے حس و حرکت چوزے نکل آتے ہیں۔ پس اس کے بعد مادہ آتی ہے اور ان چوزوں کی چونچ میں پھونک مارتی ہے۔ یہاں تک کہ مادہ کی پھونک ان بچوں میں روح کا کام کرنے لگتی ہے۔ پھر اس کے بعد نر، مادہ دونوں مل کر بچوں کی پرورش کرتے ہیں۔ نر سخت طبیعت اور بے وفا ہوتا ہے۔ پس جب نر دیکھتا ہے کہ اس کے بچے اپنی غذا حاصل کرنے کے قابل ہو گئے ہیں تو انہیں مار کر بھگا دیتا ہے۔ پس ان بچوں کی ماں ان کے ساتھ چلی جاتی ہے اور پھر انڈے دینے سے پہلے نر کے قریب نہیں آتی۔

الحکم ''النحام'' کا کھانا حلال ہے کیونکہ یہ طیبات میں سے ہے۔ ابن نجار نے تاریخ بغداد کے حاشیہ پر ایک حدیث نقل کی ہے کہ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پرندہ لایا گیا جسے ''نحام'' کہتے تھے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھایا اور اسے پسند فرمایا اور فرمایا اے اللہ اس وقت میرے پاس اپنی مخلوق میں سے سب سے محبوب شخص کو پہنچا دے۔ حضرت انسؓ دروازے پر (پہرے دار) تھے۔ پس حضرت علیؓ آئے اور کہا اے انسؓ میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (اندر آنے کی) اجازت طلب

کیجئے۔ پس حضرت انسؓ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک کام میں مصروف ہیں۔ پس حضرت علیؓ نے حضرت انسؓ کے سینہ پر دھکا مارا اور اندر داخل ہو گئے اور فرمایا کہ یہ (یعنی حضرت انسؓ) ہمارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان آڑ بن گئے تھے۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو دیکھا تو فرمایا اے اللہ جس سے یہ (یعنی حضرت علیؓ) دوستی اور محبت رکھیں تو بھی اس شخص سے محبت فرما۔ (رواہ ابن النجار) کامل ابن عدی میں جعفر بن سلیمان ضبعی کے حالات میں مذکور ہے کہ وہ بھنا ہوا پرندہ چکور تھا۔ جعفر بن میمون کے حالات میں مذکور ہے کہ وہ پرندہ سرخاب تھا۔

اَلنَّحلُ

''اَلنَّحلُ'' اس سے مراد شہد کی مکھی ہے۔ تحقیق باب الذال میں لفظ ''الذباب'' کے تحت گزر چکا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نساء کی تفسیر میں فرمایا کہ شہد کی مکھی کے علاوہ تمام مکھیاں جہنم میں داخل ہوں گی۔

اس کے واحد کیلئے ''نحلة'' کا لفظ مستعمل ہے۔ یحییٰ بن وثاب نے ''وَ اَوحٰی رَبُّکَ اِلٰی النَّحَلَ'' خاء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے لیکن جمہور کے نزدیک ''وَ اَوحٰی رَبُّکَ اِلٰی النَّحلَ'' حاء کے سکون کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ زجاج نے کہا ہے کہ اس کا نام ''نحل'' اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مکھی سے شہد نکالتا ہے اور یہ مکھی انسانوں کے لئے عطیہ خداوندی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَاَوحٰی رَبُّکَ اِلٰی النَّحلِ'' (اور وحی کے تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف۔ سورۃ النحل - آیت ۶۸) پس شہد کی مکھی نے جان لیا کہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ بے آب و گیاہ میدان کی بجائے بارش کے مقامات ہیں۔ پس شہد کی مکھی بارش سے سرسبز ہونے والے علاقوں میں ہر قسم کے عمدہ پھولوں کے ارد گرد گھومتی ہے اور پھر ان کا رس چوس کر اپنا لعاب بناتی ہے اور لعاب سے عمدہ قسم کا مشروب (یعنی شہد) تیار کرتی ہے۔ قزوینیؒ نے فرمایا ہے کہ عید الفطر کو ''یوم الرحمة'' (رحمت کا دن) اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس دن میں اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی اور شہد بنانے کا طریقہ سکھایا۔ پس اللہ تعالیٰ کے کلام سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شہد کی مکھی بڑی عبرت ہے اور یہ ذہین' ہوشیار اور بہادر حیوان ہے۔ یہ جانور اپنے انجام سے باخبر اور سال کے موسموں سے واقف ہوتا ہے اور اسے بارش کے اوقات بھی معلوم ہوتے ہیں۔ اپنے کھانے پینے کے انتظامات کرتا ہے' اپنے بڑے کی اطاعت کرتا ہے اور اپنے امیر و قائد کا فرمانبردار ہوتا ہے۔ یہ جانور عجیب و غریب کاریگر اور نرالی طبیعت کا مالک ہے۔

ارسطو نے کہا ہے کہ شہد کی مکھی کی (۹) اقسام ہیں جن میں سے چھ قسمیں ایسی ہیں جن میں ایک دوسرے کا باہم رابطہ ہوتا ہے اور ایک جگہ اکٹھی بھی ہو جاتی ہیں۔ ارسطو نے کہا ہے کہ شہد کی مکھی کی غذا عمدہ پھل اور میٹھی رطوبت ہے جو پھولوں اور پتیوں سے حاصل ہوتی ہے۔ شہد کی مکھی ان سب کو اکٹھا کر کے شہد تیار کرتی ہے اور اپنا چھتہ بھی بناتی ہے لیکن اس کے لئے چکنی رطوبت جمع کرتی ہے جس کو موم کہتے ہیں۔ یہ رطوبت اسے شمع سے حاصل ہوتی ہے۔ شہد کی مکھی اسے اپنی سونڈ سے چوس کر نکالتی ہے اور اسے اپنی ران پر جمع کر کے اپنی پیٹھ پر منتقل کرتی ہے۔ اسی طرح یہ (مکھی) اپنے کام میں مصروف رہتی ہے۔ ارسطو نے کہا ہے کہ قرآن کریم بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شہد کی مکھی پھولوں سے غذا حاصل کرتی ہے جو (یعنی غذا) اس کے پیٹ میں جا کر شہد کی صورت اختیار کر لیتی

ہے پھر اس کے بعد اپنے منہ سے اس کو نکالتی رہتی ہے یہاں تک کہ اس کے (یعنی شہد کی مکھی کے) پاس شہد کا خزانہ جمع ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''ثُمَّ کُلِی مِنْ کُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُکِی سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلاً یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِھَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُہٗ فِیْہِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ'' (پھر ہر طرح کے پھلوں کا رس چوس اور اپنے رب کی ہموار کی ہوئی راہوں پر چلتی رہ۔ اس مکھی کے اندر سے رنگ برنگ کا ایک شربت نکلتا ہے جس میں شفا ہے لوگوں کے لئے۔ النحل- آیت ٦٩)

اللہ تعالیٰ کے قول ''مِنْ کُلِّ الثَّمَرَاتِ'' سے مراد بعض پھل ہیں۔ شہد کے رنگ کا اختلاف شہد کی مکھی اور اس کی غذا کی وجہ سے ہوتا ہے اور بسا اوقات غذا کے فرق سے شہد کا ذائقہ تبدیل ہو جاتا ہے۔ صحیحین کی مشہور روایت میں حضرت زینبؓ کے قول ''جَرَسَتْ نَحْلَۃُ الْعُرْفُطِ'' کا مفہوم یہی ہے کہ مکھی نے مغافیر (ایک قسم کا گوند کا درخت) کی شاخ میں چھتہ لگایا ہوگا۔ اس لئے شہد میں مغافیر کے درخت کی خوشبو آ رہی ہے۔

شہد کی مکھی کی خصوصیات شہد کی مکھی اپنے معاش کے لئے تدبیر یہ کرتی ہے کہ جب اسے کہیں صاف جگہ ملتی ہے تو وہاں سب سے پہلے چھتہ کا وہ حصہ تیار کرتی ہے جس میں شہد جمع کرنا ہے۔ پھر ایک گھر تعمیر کرتی ہے جس میں ''رانی'' مکھی سکونت اختیار کرتی ہے۔ پھر نر مکھیوں کے لئے جگہ بناتی ہے جو معاش کے لئے جدوجہد نہیں کرتے۔

نر مکھیاں مادہ مکھیوں سے چھوٹی ہوتی ہیں۔ مادہ مکھیاں چھتہ کے خانوں میں شہد جمع کرتی ہیں اور تمام ایک ساتھ اڑ کر فضا میں بکھر جاتی ہیں۔ اس کے بعد شہد لے کر چھتہ میں واپس آ جاتی ہیں جبکہ نر مکھی پہلے چھتہ تیار کرتی ہے پھر اس میں تخم ریزی کرتی ہے اور تخم ریزی کے بعد اس پر اس طرح بیٹھی رہتی ہے کہ جس طرح پرندے انڈے سیتے ہیں اور اس عمل سے اس تخم (بیج) سے ایک سفید کیڑا نمودار ہوتا ہے۔ اس کی نشوونما ہوتی رہتی ہے۔ کیڑا اپنی خوراک خود ہی حاصل کر لیتا ہے اور چند دن میں پرواز کے قابل ہو جاتا ہے۔ نر مکھیاں مختلف قسم کے پھولوں کی بجائے صرف ایک ہی قسم کے پھولوں کا رس نکالتی ہیں۔ شہد کی مکھیوں کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ جب یہ کسی مکھی کے اندر کسی قسم کی خرابی دیکھتی ہیں تو اسے چھتہ سے علیحدہ کر دیتی ہیں یا پھر اسے قتل کر دیتی ہیں اور اکثر تو چھتہ کے باہر ہی اس کو ہلاک کر دیتی ہیں۔ ''رانی'' مکھی چھتہ سے باہر نہیں نکلتی مگر اس کے ساتھ مکھیوں کی ایک جماعت بھی ہوتی ہے۔ پس اگر ''رانی'' مکھی پرواز نہ کر سکے تو دوسری مکھیاں اسے اپنی پیٹھ پر بٹھا کر اڑا کر لے جاتی ہیں۔

عنقریب انشاء اللہ لفظ ''الیعسوب'' کے تحت ''رانی مکھی'' کا تفصیلی تذکرہ ہوگا۔ رانی مکھی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے پاس ڈنک نہیں ہوتا جس سے کسی کو (ڈس کر) اذیت میں مبتلا کر سکے۔

رانی مکھیوں میں سب سے افضل مکھی وہ ہوتی ہے جس کا رنگ سرخی مائل بہ زردی ہو اور سب سے بے کار وہ مکھی ہوتی ہے جس کی سرخی میں سیاہی ملی ہو۔ شہد کی مکھیاں جمع ہو کر تقسیم کار کر لیتی ہیں۔ پس بعض مکھیاں شہد تیار کرتی ہیں اور بعض مکھیاں موم بناتی ہیں۔ بعض مکھیاں پانی لاتی ہیں اور بعض مکھیاں گھر (یعنی چھتہ) تیار کرتی ہیں۔ شہد کی مکھی کا گھر (یعنی چھتہ) بڑا عجیب وغریب ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ مسدس شکل کا بنا ہوتا ہے اور اس میں کسی قسم کا ٹیڑھا پن نہیں ہوتا گویا کہ اس نے انجینئرنگ سے اس شکل میں اپنا گھر (یعنی چھتہ) بنایا ہو۔ پھر اس چھتہ میں مسدس دائرے ہوتے ہیں جن میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ پس اس وجہ سے یہ تمام دائرے ایک دوسرے سے جڑے

ہوتے ہیں اور یوں دکھائی دیتے ہیں گویا کہ تمام دائرے ایک ہی شکل کے ہوں کیونکہ تین سے لے کر دس تک کا کوئی بھی دائرہ مسدس شکل کے علاوہ ایسا نہیں بن سکتا کہ ایک دوسرے کے درمیان کشادگی نہ ہو۔ پس شہد کی مکھی نے مسدس شکل کے چھوٹے چھوٹے دائروں کو ملا کر ایک ہی ڈھانچہ بنا دیا ہے۔ نیز شہد کی مکھی نے اپنے چھتے کو تعمیر کرنے کے لئے کسی قسم کا کوئی آلہ اور پرکار وغیرہ استعمال نہیں کیا بلکہ یہ لطیف وخبیر ذات کی تربیت کا اثر ہے جس نے شہد کی مکھی کی طرف الہام کیا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ''**وَاوحی ربک الی النحل ان تخذی من الجبال بیوتا و من الشجر و مما یعرشون**'' (اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کی طرف یہ بات وحی کردی کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور ٹٹیوں پر چڑھائی ہوئی بیلوں میں اپنے چھتے بنا۔ النحل۔ آیت ۶۸)

پس شہد کی مکھی کس طرح اپنے رب کے حکم کو بجالاتی ہے اور اپنے رب کے حکم کے مطابق نہایت عمدگی کے ساتھ پہاڑوں، درختوں اور (لوگوں کے) مکانات میں چھتہ بناتی ہے۔ پس آپ شہد کی مکھی کو ان تین جگہوں کے علاوہ کسی اور جگہ چھتہ بناتے ہوئے نہیں دیکھیں گے۔ شہد کی مکھی اکثر پہاڑوں میں چھتہ بناتی ہے کیونکہ آیت میں پہاڑوں میں چھتہ بنانے کا حکم پہلے ہے۔ پھر درختوں پر چھتہ بنانے کا حکم ہے اور پھر (لوگوں کے) گھروں میں چھتہ بنانے کا حکم ہے۔ اس حکم کی تعمیل میں شہد کی مکھی درختوں اور مکانات میں بہت کم چھتہ لگاتی ہے جبکہ پہاڑوں میں بکثرت چھتہ لگاتی ہے۔ پس تم دیکھو کہ شہد کی مکھی کس عمدگی کے ساتھ پہلے اپنا چھتہ تیار کرتی ہے پھر پھلوں اور پھولوں سے رس وغیرہ چوس کر اپنے گھر میں ذخیرہ کرلیتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے پہلے گھر (یعنی چھتہ) بنانے کا حکم دیا ہے اور پھر کھانے کا حکم دیا ہے۔ ''احیاء'' میں مذکور ہے کہ تم دیکھو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کی طرف کیسے وحی کی یہاں تک کہ شہد کی مکھی نے پہاڑوں میں چھتہ بنایا اور اس نے کیسے اپنے لعاب سے موم اور شہد نکالا کہ ایک (یعنی موم) میں روشنی ہے اور دوسرے (یعنی شہد) میں شفاء ہے۔ پھر اگر کوئی شہد کی مکھی کے کاموں میں غور کرے تو اسے تعجب ہوگا کہ شہد کی مکھی کیسے پھولوں اور شگوفوں سے رس چوستی ہے اور گندگی اور بدبودار چیزوں سے کس طرح اجتناب کرتی ہے اور کس طرح اپنے بڑے کے جو اس کا امیر ہوتا ہے اتباع کرتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کے امیر کو بھی ان میں عدل وانصاف کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی۔ یہاں تک کہ ان کا امیر چھتہ میں گندگی لانے والی مکھیوں کو دروازہ پر ہی ہلاک کر دیتا ہے۔ دشمنوں سے دشمنی، دوستوں سے دوستی بھی ان کی فطرت میں داخل ہے۔ تم سب کچھ چھوڑ وصرف اس کے چھتہ پر غور کرو کہ شہد کی مکھی نے اسے موم سے تیار کیا ہے اور اس نے تمام شکلوں میں سے مسدس شکل کو اپنے گھر (یعنی چھتہ) کے لئے منتخب کیا ہے۔ پس شہد کی مکھی نے اپنے گھر کے لئے گول، چوکور اور مخمس شکل کی بجائے مسدس شکل کو منتخب کیا ہے۔ اس لئے کہ مسدس شکل میں کوئی ایسی خصوصیت موجود تھی۔ جہاں تک کسی انجینئر کا ذہن بھی نہیں پہنچ سکتا تھا اور وہ خصوصیت یہ ہے کہ سب سے کشادہ اور وسیع گول شکل بنے یا جو اس کے قریب قریب ہے۔ پس اگر شہد کی مکھی مربع شکل کو اختیار کرلیتی تو بہت سی جگہ خالی رہ جاتی کیونکہ شہد کی مکھی کی شکل گول اور لمبی ہوتی ہے اور چھتہ گول بنانے کی صورت میں خانوں سے باہر بہت سی جگہ بیکار ہوجاتی۔ کیونکہ گول شکلیں اگر ایک ساتھ ملائی جائیں تو باہم مل کر یکجا نہیں ہوسکیں گی بلکہ درمیان میں کچھ جگہ خالی بچ جائے گی۔ یہ خاصیت صرف مسدس شکل میں ہے کہ اگر ایک خانے کو دوسرے سے ملا دیں تو درمیان میں کوئی جگہ نہیں بچے گی۔ پس تم دیکھو کہ اس چھوٹے سے جانور کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کس قدر لطف واحسان کا معاملہ فرمایا ہے اور اس کی زندگی کی

ضروریات اسے مہیا کردی ہیں تا کہ وہ خوشگوار طریقہ پر زندگی بسر کر سکے۔ شہد کی مکھیوں کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ یہ ایک دوسری کے ساتھ لڑتی ہیں اور ایک دوسری کو قتل کر دیتی ہیں۔ پس اگر شہد کی مکھیوں کے چھتہ کے پاس کوئی دوسرے چھتہ کی مکھی آ جائے تو یہ اس کو ڈنک مارتی ہیں اور بسا اوقات وہ مکھی جس کو ڈنک لگا ہو مر جاتی ہے۔ شہد کی مکھی کے مزاج میں صفائی ستھرائی بھی بہت ہے۔ پس اگر چھتہ کے اندر کوئی مکھی مر جائے تو زندہ مکھیاں اسے باہر نکال دیتی ہیں۔ شہد کی مکھیاں چھتہ میں سے اپنا پاخانہ بھی صاف کرتی رہتی ہیں تا کہ چھتہ میں بدبو نہ پھیلے۔ شہد کی مکھیاں ربیع وخریف دونوں موسموں میں اپنے کام میں مصروف رہتی ہیں۔ شہد کی مکھیاں موسم ربیع میں جو شہد تیار کرتی ہیں وہ عمدہ ہوتا ہے۔ چھوٹی مکھیاں بڑی مکھیوں سے زیادہ محنت کرتی ہیں۔ چھوٹی مکھیاں صاف اور عمدہ پانی پیتی ہیں۔ وہ اس قسم کا پانی تلاش کرتی ہیں چاہے جہاں سے بھی ملے۔ چھوٹی مکھیاں شہد نہیں کھاتیں مگر اپنی بھوک کے مطابق۔ جب چھتہ میں شہد کم ہو جائے تو اپنی جان کے خطرے سے اس میں پانی ملا دیتی ہیں کیونکہ جب چھتہ میں شہد کم ہو جائے تو مکھیاں خود ہی اپنا چھتہ تباہ کر دیتی ہیں۔ اگر چھتہ میں اس وقت کوئی رانی مکھی یا نر مکھی موجود ہو تو اس کو قتل کر دیتی ہیں۔ یونان کے ایک حکیم نے اپنے تلامذہ (یعنی شاگردوں) سے کہا تھا کہ تم چھتہ میں رہنے والی شہد کی مکھی کی طرح ہو جاؤ۔ شاگردوں نے کہا کہ شہد کی مکھی چھتہ میں کیسے رہتی ہے؟ استاد نے کہا کہ شہد کی مکھی اپنے چھتہ میں نکمی مکھی کو نہیں چھوڑتی بلکہ اسے اپنے چھتہ سے نکال دیتی ہے کیونکہ وہ بے مقصد اس کی جگہ کو تنگ کر دیتی ہے اور شہد کھا کر ختم کر دیتی ہے۔ شہد کی مکھی اس بات سے بھی واقف ہوتی ہے کہ کون سی مکھی ٹھیک کام کرتی ہے اور کون سی مکھی نکمی ہے۔ شہد کی مکھی اپنی جلد اتارتی ہے جیسے سانپ اپنی کینچلی اتارتا ہے۔ شہد کی مکھیوں کو سریلی اور اچھی آواز سے لذت ملتی ہے۔

شہد کی مکھیوں کو "السوس" (ایک بیماری ہے جس میں گھن جیسے باریک کیڑے ان کے جسم کو کھاتے رہتے ہیں) ضرر پہنچاتی ہے۔ اس کی دوا یہ ہے کہ مکھیوں کے چھتہ میں ایک مٹھی نمک چھڑک دیا جائے اور ہر ماہ ایک بار چھتہ کھول کر اس میں گائے کے گوبر کی دھونی دے دیں۔ شہد کی مکھیوں کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ یہ اپنے چھتہ سے اڑ کر غذا حاصل کرنے کے لئے جاتی ہیں اور جب واپس آتی ہیں تو ہر مکھی اپنے ہی خانہ میں جاتی ہے اس میں بالکل غلطی نہیں کرتی۔ مصر کے لوگ کشتیوں میں مکھیوں سے بھرے چھتے لے کر سفر کرتے ہیں اور جب وہ درختوں اور پھولوں سے ہرے بھرے علاقے میں پہنچتے ہیں تو وہاں ٹھہر کر مکھیوں کے چھتے کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ پس مکھیاں چھتے سے باہر نکل جاتی ہیں اور دن بھر پھولوں سے رس چوس چوس کر اکٹھا کرتی ہیں۔ پس جب شام ہوتی ہے تو مکھیاں کشتی کی طرف لوٹ آتی ہیں اور ہر مکھی چھتے میں اپنی اپنی جگہ بیٹھ جاتی ہے۔

ابو سبرہ ہذلی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے مجھ سے ایک حدیث بیان کی جس کو میں نے سمجھا ہے اور جس کو اپنے ہاتھوں سے لکھ کر محفوظ کر لیا ہے۔ وہ یہ ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ یہ وہ حدیث ہے جس کو حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والے، بدکلامی کرنے والے، بدترین پڑوسی اور قطع رحمی کرنے والے سے محبت نہیں رکھتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی مثال شہد کی مکھی کی سی ہے کہ وہ اپنے چھتہ سے نکلتی ہے۔ پس وہ پاکیزہ چیزیں کھاتی ہے۔ پھر کھایا ہوا گرا دیتی ہے (یعنی پاخانہ وغیرہ کر دیتی ہے) نہ کسی کو نقصان پہنچاتی ہے اور نہ توڑ پھوڑ کرتی ہے۔ پس مومن بھی

اپنے کام سے کام رکھتا ہے اور کسی کو اذیت میں مبتلا نہیں کرتا اور حلال رزق کھاتا ہے۔ مومن کی مثال سونے کے اس سرخ ٹکڑے کی سی ہے جسے آگ میں ڈالا جائے لیکن نہ تو اس کا رنگ تبدیل ہو نہ اس کے وزن میں کمی ہو۔ پس مومن بھی اسی طرح ہے۔ (رواہ المستدرک)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلالؓ کی مثال شہد کی مکھی کی طرح ہے جس کی غذا میٹھا اور کڑوا (پھل وغیرہ) ہوتا ہے۔ پھر اس سے میٹھا شہد برآمد ہوتا ہے۔ (رواہ الطبرانی فی المعجم الاوسط)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مومن شہد کی مکھی کی طرح ہے جس کی غذا بھی پاک ہے اور پاکیزہ جگہ بیٹھتی ہے اور جب کھایا ہوا گراتی ہے (یعنی بیٹ وغیرہ کرتی ہے) تو نہ توڑ پھوڑ کرتی ہے اور نہ کسی کو اذیت پہنچاتی ہے۔ (رواہ الامام احمد وابن ابی شیبہ والطبرانی)

ابن اثیرؒ نے کہا ہے کہ مومن کو شہد کی مکھی سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ دونوں میں ''فہم وفراست'' کسی کو اذیت نہ پہنچانا' وعدہ پورا کرنا' دوسروں کو نفع پہنچانا' قناعت کرنا' دن میں تلاش معاش' گندگی سے دور رہنا' حلال کمائی کھانا اور اپنی کمائی کھانا' امیر کی اطاعت کرنا' وغیرہ امور میں مشابہت ہوتی ہے۔ نیز تاریکی' بادل' آندھی' دھواں' بارش اور آگ وغیرہ جیسی آفات شہد کی مکھی کے کام کو منقطع کر دیتی ہیں۔ اسی طرح غفلت کی تاریکی' شک کے بادل' فتنوں کی آندھیاں' حرام مال کا دھواں' مالداری کا پانی اور خواہشات نفسانی کی آگ جیسی آفات مومن کے کام کو منقطع کر دیتی ہیں۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ تم لوگوں میں اس طرح رہو جیسے پرندوں میں شہد کی مکھی رہتی ہے کہ تمام پرندے اسے معمولی اور کمزور سمجھتے ہیں لیکن اگر پرندوں کو شہد کی مکھی کے پیٹ کا شہد اور اس کی برکت وفوائد کا علم ہو جائے تو وہ اسے معمولی نہ سمجھیں۔ تم لوگوں کے ساتھ اپنے حلم اور زبان سے میل جول رکھو لیکن اپنے اعمال اور دلوں کو ان سے الگ رکھو۔ پس آدمی کے لئے وہی ہے جو وہ عمل کرے گا اور قیامت کے دن ہر آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبت ہو۔ (رواہ مسند الدارمی)

حضرت علیؓ نے دنیا کی مذمت میں فرمایا ہے کہ دنیا میں چھ قسم کی چیزیں ہیں' مطعوم' مشروب' ملبوس' مرکوب' منکوح' شموم۔ سب سے بہتر کھانے کی چیز شہد ہے جو ایک کیڑے (یعنی مکھی) کا لعاب ہے۔ سب سے عمدہ پینے کی چیز پانی ہے جس میں اچھے برے سب برابر کے حصے دار ہیں۔ سب سے اچھا لباس ریشم ہے جو ایک معمولی کیڑے کا بنایا ہوا ہے۔ سب سے افضل سواری گھوڑا ہے جس پر بیٹھ کر (یعنی سوار ہو کر) انسانوں کا قتل ہوتا ہے۔ سب سے عمدہ خوشبو مشک ہے جو ایک جانور کا خون ہے۔ سب سے بہترین منکوح ''عورت'' ہے جو پیشاب کرنے کی جگہ ہے اور ایسی ہی جگہ سے نکلی ہے یعنی اس کی پیدائش بھی پیشاب والی جگہ سے ہوتی ہے۔

نکتہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی میں زہر اور شہد کو جمع کر دیا ہے۔ شہد کی مکھی میں زہر اور شہد کا اجتماع اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی دلیل ہے۔ اسی طرح مومن کے اعمال خوف ورجاء سے مرکب ہوتے ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ شہد ہر بیماری کے لئے شفا ہے اور قرآن سینوں (میں پائی جانے والی بیماری) کے لئے شفاء ہے۔ پس تمہارے لئے ضروری ہے کہ قرآن اور شہد سے شفا حاصل کرو۔ (رواہ ابن ماجہ والحاکم) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہر مہینے میں تین دن صبح نہار منہ شہد چاٹ لیا کرے تو اسے کوئی بڑی بیماری لاحق نہیں ہوگی۔ (رواہ ابن ماجہ) نقاش نے ابی وجرہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ شہد کو بطور سرمہ استعمال کرتے تھے اور ہر بیماری میں شہد بطور دوا استعمال کرتے تھے۔ اسی طرح عوف بن مالکؓ

سے مروی ہے کہ وہ بیمار ہوئے تو انہوں نے فرمایا میرے پاس پانی لاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُبَارَکًا'' (اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا) پھر فرمایا شہد لاؤ اور قرآن کریم کی آیت (وَ اَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحل) پڑھی۔ پھر فرمایا میرے پاس زیتون لاؤ کیونکہ یہ مبارک درخت ہے۔ پس آپؓ (یعنی عوف بن مالکؓ) نے تینوں کو ملایا پھر نوش فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفا بخش دی۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا پس اس نے کہا کہ میرے بھائی کو دست آ رہے ہیں۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا اس کو شہد پلاؤ۔ پس اس نے اپنے بھائی کو شہد پلایا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اسے (یعنی اپنے بھائی کو) شہد پلایا ہے لیکن شہد کی وجہ سے دست میں اضافہ ہو گیا ہے۔ پس آپؐ نے فرمایا کہ اس کو شہد پلاؤ۔ (تیسری مرتبہ بھی یہی حکم دیا) پھر چوتھی مرتبہ وہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کو (یعنی اپنے بھائی کو) شہد پلاؤ۔ پس اس آدمی نے عرض کیا تحقیق میں نے اس کو (یعنی اپنے بھائی کو) شہد پلایا لیکن اس کے دست میں اضافہ ہو گیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے تم اس کو شہد پلاؤ۔ پس اس نے اپنے بھائی کو شہد پلایا۔ پس وہ صحت یاب ہو گیا۔ (رواہ البخاری و مسلم والترمذی والنسائی)

فائدہ تحقیق نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث پر اعتراض کیا گیا ہے جس میں دست کا علاج شہد کو بتلایا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم عود ہندی کو لازم پکڑ لو کیونکہ یہ سات بیماریوں کیلئے شفاء ہے اور ان بیماریوں میں سے ایک بیماری '''ذات الجنب'' بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخار جہنم کے سانس لینے سے ہوتا ہے۔ پس تم اسے پانی سے بجھاؤ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کلونجی سوائے موت کے ہر بیماری کے لئے دوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھمبی ''من'' (من وسلویٰ وہ کھانے جو بنی اسرائیل پر اترتے تھے) کی ایک قسم ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لئے شفا ہے۔ (الحدیث)

پس اعتراض کرنے والے نے کہا کہ اطباء کا اس بات پر اجماع ہے کہ شہد مسہل (یعنی دست آور) ہے۔ پس اسہال کا علاج شہد سے کیسے ممکن ہے؟ نیز اطباء کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ بخار زدہ شخص کیلئے ٹھنڈے پانی کا استعمال خطرناک ہے اور (ٹھنڈا پانی) اسے ہلاکت کے قریب کر دیتا ہے۔ کیونکہ ٹھنڈا پانی مسامات کو بند کر دیتا ہے جس کی وجہ سے تحلیل شدہ بخار باہر نکلنے سے رک جاتا ہے اور حرارت جسم کے اندر لوٹ جاتی ہے۔ پس یہ ہلاکت کا سبب بن سکتا ہے۔ اسی طرح اطباء ذات الجنب کے مریض کے لئے کلونجی کا استعمال ممنوع قرار دیتے ہیں کیونکہ اس میں بہت زیادہ حرارت ہوتی ہے جو مریض کے لئے خطرناک ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ حدیث پر اعتراض کرنے والے نے جہالت کا مظاہرہ کیا ہے اور یہ نادانی اور کم علمی کا نتیجہ ہے۔ ہم یہاں احادیث کی تشریح کے ساتھ ساتھ اطباء کے اقوال بھی نقل کرتے ہیں تاکہ اعتراض کرنے والے کی آنکھوں سے جہالت کا پردہ ہٹ جائے اور اسے صحیح بات معلوم ہو جائے۔

احادیث کی وضاحت جان لے کہ علم طب میں بہت سی تفصیلات کا جاننا ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً یہی کہ مریض کے لئے ایک وقت میں ایک چیز دوا ہوتی ہے اور کبھی بعینہ وہی چیز مرض کا سبب بن جاتی ہے اور ایسا کسی خارجی عارض کی بنا پر ہوتا ہے۔ مثلاً عارضی

غصہ جس سے اس کے مزاج میں گرمی پیدا ہو جاتی ہے لہٰذا علاج کارگر نہیں ہوتا یا فضاء میں حرارت یا ٹھنڈک کے باعث دوا کا مناسب اثر نہیں ہوتا۔ پس اگر کسی حال میں طبیب کسی مریض میں کسی دوا سے شفاء کا احساس کرلے تو اسی ایک دوا سے ہر حال میں ہر مرض کا علاج ہو جائے یہ ضروری نہیں ہے۔ اطباء کا اس بات پر اجماع ہے کہ عمر' موسم' وقت' عادت' غذا (جو پہلے کھائی ہے) مناسب تدبیر اور طبیعت کی دفاعی قوت وغیرہ سے مختلف ہونے کی وجہ سے ایک ہی مرض کا علاج مختلف ہو جاتا ہے۔ پس جان لے کہ دست آنے کے بہت سے اسباب ہیں جن میں سے ایک سبب بدہضمی اور کھانے کی بے احتیاطی ہے۔ اس قسم کے دست میں اطباء کی رائے یہ ہے کہ ایسے مریض کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ نیز اگر مریض کمزور نہ ہو اور اس قسم کے دست کو روک دینا ضرر رساں ہو اور اس سے دوسری بیماری پیدا ہونے کا خدشہ ہو تو مریض کو دست آور دوا دینی چاہیے۔ پس جب اتنی بات طے شدہ ہے تو پھر وہ مریض جس کے لئے حضور علیہ السلام نے اسہال میں شہد کے استعمال کا حکم دیا تھا تو ہمیں مان لینا چاہیے کہ وہ شخص بدہضمی اور کھانے کی بداحتیاطی کی وجہ سے دست کا شکار تھا۔ پس اس مریض کا علاج ہی یہی تھا کہ اس کے دست آنے کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے یا اس میں اضافہ کر دیا جائے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مریض کے لئے شہد کا علاج تجویز فرمایا پھر شہد پلانے سے دست زیادہ آنے لگے۔ شکایت کرنے پر آپ علیہ السلام نے فرمایا مریض کو شہد پلاؤ یہاں تک کہ پیٹ کے اندر کا فاسد مادہ ختم ہو گیا اور دست خود بخود بند ہو گئے۔ پس جو دلائل ہم نے ذکر کئے ہیں ان سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ شہد سے علاج اطباء کے یہاں رائج ہے۔ معترض طب کے اصولوں سے ناواقف معلوم ہوتا ہے۔ ہم نے حدیث کی تصدیق کے لئے اطباء کے اقوال کو نقل کیا ہے۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''بخار جہنم کے سانس لینے سے ہوتا ہے لہٰذا اسے پانی سے بجھاؤ'' پر بھی اعتراض کیا گیا ہے۔ پس ہم اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ عمر' موسم' مریض اور آب و ہوا کے اختلاف سے علاج کے طریقے بھی بدل جاتے ہیں نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ''الماء البارد'' (ٹھنڈا پانی) کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''اطفئوھا بالمَاء'' (اس کو پانی سے بجھاؤ) پانی کی حرارت اور ٹھنڈک کا تذکرہ نہیں فرمایا۔ اطباء نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ صفراوی بخار میں مبتلا مریض کا علاج مریض کو ٹھنڈا پانی پلانے' بلکہ برف کا پانی پلانے اور اسی (ٹھنڈے) پانی سے مریض کے ہاتھ' پاؤں دھونے سے کیا جائے۔ پس کیا بعید ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی قسم کے بخار کا علاج پانی تجویز کیا ہو۔ اسی طرح اعتراض کرنے والے شخص کا ذات الجنب میں عود ہندی سے شفاء کا انکار بھی باطل ہے۔ اس لئے کہ بعض اطباء نے کہا ہے کہ ذات الجنب اگر بلغم کی وجہ سے ہو تو اس کا علاج ''قسط'' (یعنی عود ہندی) ہے۔ تحقیق جالینوس اور دیگر ماہر اطباء نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ عود ہندی سینے کے درد کیلئے نافع ہے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عود ہندی کو لازم پکڑلو اس میں سات قسم کے امراض کی دوا ہے جس میں سے ایک ذات الجنب بھی ہے۔ (الحدیث)

پس تمام ماہر اطباء نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ عود ہندی حیض اور پیشاب جاری کرتی ہے۔ زہر کا اثر کم کرنے میں مفید ہے۔ شہوت میں ہیجان پیدا کرتی ہے۔ اگر عود ہندی کو شہد کے ساتھ ملا کر پیا جائے تو کدو دانے اور پیٹ کے کیڑوں کے لئے نافع ہے۔ عود ہندی کو سیاہ جھائیوں پر مل دینے سے جھائیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ معدے اور جگر کی برودت کے لئے مفید ہے۔ موسمی اور باری باری آنے

والے بخار کیلئے بے حد مفید ہے۔ اس کے علاوہ عود ہندی اور امراض کے لئے بھی نافع ہے۔ عود کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم بحری اور دوسری قسم ہندی ہے۔ پس بحری (عود) سفید رنگ کی ہوتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قسط (عود) کی ان دو قسموں کے علاوہ اور بھی قسمیں ہیں۔ بعض حکماء نے کہا ہے کہ عود بحری' عود ہندی سے افضل (عمدہ) ہوتی ہے۔ نیز عود بحری میں عود ہندی کے مقابلہ میں حرارت کم ہوتی ہے۔ بعض حکماء نے کہا ہے کہ قسط (عود) کی دونوں قسمیں (یعنی بحری و ہندی) تیسرے درجہ کی خشک اور گرم ہیں لیکن عود ہندی میں عود بحری کے مقابلہ میں حرارت زیادہ ہوتی ہے۔ ابن سینا نے کہا ہے کہ قسط (عود) میں تیسرے درجہ کی حرارت اور دوسرے درجہ کی خشکی پائی جاتی ہے۔ تحقیق اطباء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مذکورہ بالا تمام فوائد (جو ہم نے اوپر ذکر کئے ہیں) عود ہندی میں پائے جاتے ہیں۔ عود ہندی کے متعلق یہ تمام فوائد ہم نے حکماء کی کتابوں سے نقل کئے ہیں لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک جملے میں ہی عود ہندی کی افادیت بیان فرما دی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عود ہندی میں سات بیماریوں کی شفاء ہے اور ان میں سے ایک ذات الجنب بھی ہے۔ (الحدیث)

نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد کہ ''حبة السوداء'' کلونجی سوائے موت کے ہر مرض کے لئے دوا ہے۔ تحقیق اطباء نے کلونجی کے بہت سے فوائد اور عجیب و غریب خاصیتیں لکھی ہیں جن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ حکیم جالینوس نے کہا ہے کہ کلونجی سوجن کو تحلیل کر دیتی ہے اور اگر کلونجی کو کھا لیا جائے یا پیٹ پر لیپ کیا جائے تو پیٹ کے کیڑے ہلاک ہو جاتے ہیں۔

اگر کلونجی کو پکا کر ایک کپڑے میں باندھ کر سونگھا جائے تو زکام کے لئے نافع ہے۔ نیز کلونجی اس بیماری (یعنی چیچک) میں بھی بے حد مفید ہے جس میں جسم پر نشان پڑ جاتے ہیں۔ کلونجی باہر نکلے ہوئے اور جلد کے اندر پھیلے ہوئے مسہ وغیرہ کو بھی زائل (ختم) کر دیتی ہے۔ اگر حیض چربی کی وجہ سے رک گیا ہے تو کلونجی کھانے سے حیض جاری ہو جاتا ہے۔ اگر کلونجی کو سر درد کا مریض اپنی پیشانی پر مل لے تو سر کا درد ختم ہو جائے گا۔ کلونجی پیشاب جاری کرتی ہے۔ دودھ بڑھاتی ہے' اگر کلونجی کو سرکہ میں ملا کر بلغمی ورم پر پٹی باندھ دی جائے تو ورم دور ہو جاتا ہے۔ اگر کلونجی کو باریک پیس کر آنکھ میں بطور سرمہ استعمال کریں تو آنکھ سے نکلنے والا پانی بند ہو جائے گا۔ مواد بہنے میں بھی نافع ہے۔ دانت کے درد میں کلونجی کی کلی کرنا (یعنی پانی وغیرہ میں ملا کر کلی کرنا) بے حد مفید ہے۔ کلونجی زہریلی مکڑی کے کاٹنے میں نافع ہے۔ کلونجی کی دھونی دینے سے سانپ اور بچھو وغیرہ بھاگ جاتے ہیں۔ بلغمی اور سوداوی بخار میں بے حد مفید ہے۔ زکام کے مریض کے گلے میں کلونجی کا لٹکانا بھی فائدہ دیتا ہے۔ موسمی بخار میں بھی نفع بخش ہے اور دوسری گرم دواؤں سے اس کا اثر ختم نہیں ہوتا۔ کلونجی کبھی بغیر کسی چیز میں ملائے اور کبھی ملا کر استعمال کی جاتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھمبی ''من'' (من و سلویٰ وہ کھانے ہیں جو بنی اسرائیل کی طرف اترتے تھے) سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لئے شفا ہے۔ (الحدیث)

امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ کھمبی کا پانی مطلقاً آنکھوں کے لئے شفا ہے۔ پس جس کی آنکھوں میں تکلیف ہو وہ کھمبی کا پانی نچوڑ کر آنکھوں میں ڈالے تو شفایاب ہو جائے گا۔ تحقیق میں نے اور ہمارے زمانے کے بہت سے دوسرے اہل علم نے اس بات کا مشاہدہ کیا ہے جو شخص اندھا ہو گیا ہو اور وہ کھمبی کے پانی کو بطور سرمہ استعمال کرے تو وہ شفایاب ہو جاتا ہے اور اس کی آنکھوں کی بینائی لوٹ آتی ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ان احادیث سے جو تفصیلات معلوم ہوئیں ان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دین و دنیا کے علوم میں ماہر تھے اور ان احادیث سے علم طب کی صحت اور کسی نہ کسی درجہ میں علاج معالجہ کرنے کا بھی جواز معلوم ہوتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں طرح طرح کے رموز واسرار رکھ دیئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہر مرض کی دوا پیدا کی ہے۔ البتہ یہ انسان کی عقل وفہم اور اس کے ادراک و وجدان کی کوتاہی ہے کہ وہ کسی مرض کی دوا معلوم نہ کرے۔ واللہ اعلم۔

الحکم مجاہدؒ نے شہد کی مکھی کے قتل کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اصح قول کے مطابق شہد کی مکھی کا کھانا حرام ہے مگر اس کا شہد حلال ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے عورت کا دودھ حلال ہے لیکن اس کا گوشت (کھانا) حرام ہے۔ بعض متقدین نے شہد کی مکھی کا کھانا مباح قرار دیا ہے جیسے ٹڈی کا کھانا مباح (یعنی حلال) ہے۔ لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ نیز شہد کی مکھی کے قتل کو متقدین نے حرام قرار دیا ہے۔ اس کی حرمت کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کی مکھی کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (الحدیث) فورانی نے "الابانۃ" میں لکھا ہے کہ شہد کی مکھی کو قتل کرنا مکروہ ہے لیکن قیاس اس بات کا متقاضی ہے کہ شہد کی مکھی کو قتل کر دیا جائے کیونکہ اس کا ڈنگ بھی ہوتا ہے اور بسا اوقات وہ انسان اور دیگر جانوروں پر حملہ کر کے انہیں بہت تکلیف پہنچاتی ہے۔ شہد کی مکھی کے قتل کی حرمت اس لئے ہے کہ جب اس کو قتل کرنے سے کوئی نفع حاصل نہیں ہوتا تو پھر بلاوجہ کسی جاندار کو ہلاک کرنے سے کیا فائدہ؟ اور دوسری بات جو اصل الاصول ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے شہد کی مکھی کو ہلاک کرنے سے منع فرمایا ہے" (الحدیث) شہد کی مکھی کا بیچنا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناجائز ہے کیونکہ مکھی کوئی مال نہیں ہے جس طرح بھڑوں کا بیچنا حرام ہے لیکن امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ مکھیوں کو دو شرطوں کے ساتھ بیچ سکتے ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ خریدار دیکھ لے کہ مکھیوں کی تعداد کتنی ہے؟ دوسری شرط یہ ہے کہ مکھیوں کو چھتہ میں ہی فروخت کیا جائے۔ اگرچہ کچھ مکھیاں چھتہ سے باہر آ جا رہی ہوں کیونکہ انسان ان کو غذا فراہم کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ وہ خود اپنی کمائی کھاتی ہیں لہٰذا شہد کی مکھیوں کا چھتہ سے باہر آنا جانا ضروری ہے لیکن اگر تمام مکھیاں فضا میں اڑ رہی ہوں تو امام شافعیؒ کے نزدیک بھی شہد کی مکھیوں کی خرید وفروخت ناجائز ہوگی۔

خواص شہد گرم خشک ہے۔ عمدہ شہد وہ ہے جو چھتہ کی موم سے الگ نہ کیا گیا ہو۔ شہد مسہل (یعنی دست آور) ہے پیشاب جاری کرتا ہے اور قے میں اضافہ کرتا ہے۔ پیاس لگاتا ہے۔ صفرا بن کر گرم خون پیدا کرتا ہے۔ پس اگر شہد کو پانی میں ملا کر پیا جائے تو اس کا جھاگ نکال دینے سے اس کی حرارت ختم ہو جاتی ہے اور مٹھاس کم ہو جاتی ہے اور فائدہ بھی کم ہو جاتا ہے لیکن غذائیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ پیشاب جاری کرنے میں زیادہ مفید ہوتا ہے۔ سب سے عمدہ شہد موسم خریف کا ہوتا ہے جس کی مٹھاس عمدہ ہوتی ہے اور زیادہ شہد موسم ربیع میں ملتا ہے جو سرخی مائل ہوتا ہے۔ شہد کی مضرت کو کھٹا سیب ختم کر دیتا ہے۔ جو چیزیں جلدی خراب ہو جاتی ہیں مثلاً گوشت وغیرہ اگر ان کو شہد میں رکھ دیا جائے تو وہ طویل مدت تک خراب نہیں ہوں گی۔ اگر خالص شہد (جس میں پانی' آگ اور دھواں وغیرہ کا اثر نہ پہنچا ہو) میں تھوڑا سا مشک ملا کر آنکھوں میں بطور سرمہ استعمال کیا جائے تو نزول الماء (آنکھوں سے بہنے والا پانی) کیلئے نافع ہے۔ اگر سر میں شہد کی مالش کی جائے تو جوئیں اور اس کے انڈے اور بچے وغیرہ مر جاتے ہیں۔ کتے کے کاٹنے میں شہد کا چاٹنا بے حد مفید ہے۔ پکی ہوئی شہد زہر کیلئے نافع ہے۔ (شہد کی مکھی کے) موم کی خاصیت یہ ہے کہ جو شخص بھی

اسے اپنے پاس رکھے اور بعض نے کہا ہے کہ اسے (یعنی موم کو) کھالے تو اسے بے چینی لاحق ہوگی لیکن احتلام نہیں ہوگا۔ (یعنی احتلام سے محفوظ رہے گا۔)

تعبیر شہد کی مکھی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر خواب دیکھنے والے کیلئے خطرہ اور مال جمع کرنے سے دی جاتی ہے۔ اگر کسی نے خواب میں مکھیوں کا چھتہ دیکھا اور اس سے شہد نکالا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے حلال مال حاصل ہوگا۔ اگر اس نے (خواب میں) پورا شہد نکال لیا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی قوم پر ظلم کرے گا اور اگر اس نے (خواب میں) پورا شہد نہیں نکالا بلکہ مکھیوں کیلئے کچھ حصہ چھوڑ دیا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اگر وہ حاکم یا اپنا حق وصول کرنے کا دعویدار ہے تو اپنے معاملہ میں انصاف کرے گا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ شہد کی مکھیاں اس کے سر پر بیٹھ گئی ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کو سرداری اور حکومت ملے گی۔ اگر بادشاہ نے اس قسم کا خواب دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی ملک پر قبضہ کرلے گا۔ اسی طرح (خواب میں) مکھیوں کے ہاتھ پر بیٹھنے کی بھی یہی تعبیر ہے۔ کسانوں کا خواب میں شہد کی مکھی کو دیکھنا خیر پر دلالت کرتا ہے لیکن فوجی اور غیر کسانوں کا خواب میں شہد کی مکھی کو دیکھنا جنگ پر دلالت کرتا ہے کیونکہ مکھیوں کی آواز اور ان کا ڈنگ مارنا اس قسم کی چیز ہے۔ شہد کی مکھی کا خواب میں دیکھنا لشکر پر دلالت کرتا ہے کیونکہ یہ اپنے امیر کی اسی طرح اتباع کرتی ہے جیسے لشکر کے لوگ اپنے امیر کی اتباع کرتے ہیں جو شخص خواب میں شہد کی مکھی کو قتل کردے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کا دشمن اسے قتل کردے گا۔ خواب میں کسان کیلئے مکھیوں کا قتل کرنا ٹھیک نہیں کیونکہ یہ اس کی روزی اور معاش کی علامت ہے۔ خواب میں شہد کی مکھی دیکھنے کی تعبیر علماء اور مصنفین سے بھی دی جاتی ہے۔ خواب میں شہد کو دیکھنے کی تعبیر ایسے مال سے دی جاتی ہے جو بغیر محنت کے حاصل ہوگا یا اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کو کسی مرض سے شفا نصیب ہوگی۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ لوگوں کو شہد کھلا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ لوگوں کو عمدہ کلام سنائے گا اور اچھی آواز میں قرآن مجید سنائے گا جو شخص خواب میں دیکھے کہ وہ شہد چاٹ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی عورت سے شادی کرے گا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رفاعہؓ کی بیوی سے فرمایا تھا (کہ تم رفاعہ سے الگ نہیں ہوسکتی) یہاں تک کہ وہ تمہارا مزہ چکھ لے اور تم اس کا ذائقہ چکھ لو۔ (الحدیث) خواب میں شہد کا کھانا محبوب سے ملاقات اور بوس وکنار پر دلالت کرتا ہے۔ خواب میں موم ملا ہوا شہد دیکھنے کی تعبیر وراثت کے مال سے دی جاتی ہے یا اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کو کسی تجارت میں نفع حاصل ہوگا۔ ابن سیرینؒ نے فرمایا ہے کہ شہد رزق حلال ہے۔ اس لئے آگ اسے نہیں چھوئے گی جو شخص خواب میں اپنے سامنے شہد رکھا ہوا دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کے پاس وسیع علم ہوگا اور لوگ اس سے (علم) سننے کی خواہش کا اظہار کریں گے۔ اگر کسی نے خواب میں صرف شہد دیکھا تو اس کی تعبیر مال غنیمت سے دی جائے گی اور اگر خواب میں شہد برتن میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا صاحب علم ہے یا اس کی تعبیر مال حلال سے دی جائے گی۔

اَلنَّحُوْصُ

''اَلنَّحُوْصُ'' (نون کے فتحہ اور حاء کے ضمہ کے ساتھ) اس سے مراد بانجھ گدھی ہے۔ اس کی جمع کیلئے نحص اور نحاص کے الفاظ مستعمل ہیں۔

النسر

''النسر'' (گدھ) اس سے مراد ایک معروف پرندہ ہے۔ اس کی جمع قلت ''النسر'' اور جمع کثرت ''نسور'' آتی ہے۔ اس کی کنیت کے لئے ''ابوالابرد' ابوالاصبع' ابو مالک' ابوالمنہال اور ابو یحیٰی کے الفاظ مستعمل ہیں۔ اس کی مؤنث کو ''ام قشعم'' کہا جاتا ہے۔ اس پرندہ کو ''نسر'' اس لئے کہتے ہیں کہ یہ چیز (یعنی گوشت وغیرہ) کو نوچ کر نگل جاتا ہے۔ یہ ایک مشہور پرندہ ہے۔ حضرت حسن بن علیؓ نے فرمایا ہے کہ گدھ چیختے ہوئے کہتا ہے ''ابن آدم عش مَا شِئتَ فَإنَّ المَوتَ مُلاَقِیکَ'' (اے ابن آدم یعنی انسان تو من پسند زندگی گزار لے۔ پس بے شک موت سے تیری ملاقات ضرور ہوگی۔) میں (یعنی دمیریؒ) کہتا ہوں کہ گدھ کا یہ قول اس کی طویل عمر کی وجہ سے ہے۔ کہا جاتا ہے کہ گدھ طویل عمر والا پرندہ ہے۔ گدھ کی عمر ایک ہزار سال ہوتی ہے۔ گدھ چونچ سے شکار کرنے والا پرندہ ہے۔ یہ پنجوں سے شکار نہیں کرتا۔ گدھ کے پنجوں کے ناخن بہت تیز ہوتے ہیں۔ باز اور گدھ دونوں مرغ کی طرح جفتی کرتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ گدھ کی مادہ اپنے نر کو دیکھنے کی وجہ سے انڈے دیتی ہے۔ گدھ انڈے نہیں سیتا۔ گدھ کی مادہ کسی اونچی جگہ پر جہاں سورج کی روشنی پہنچتی ہو انڈے دے کر انڈوں سے الگ ہو جاتی ہے۔ پس سورج کی حرارت انڈوں کو سینے کا کام کرتی ہے۔ گدھ بہت تیز نظر والا پرندہ ہے او. یہ چار سو فرسخ سے مردار کو دیکھ لیتا ہے۔ اسی طرح گدھ کی سونگھنے کی قوت بھی بہت تیز ہوتی ہے لیکن اگر گدھ خوشبو سونگھ لے تو اسی وقت اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ گدھ تمام پرندوں میں تیز اڑنے والا ہے اور اس کے بازو بھی تمام پرندوں کے بازوؤں سے مضبوط ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ گدھ ایک ہی دن میں مشرق سے مغرب تک کا سفر کر لیتا ہے جب گدھ کسی جگہ مردار کو دیکھ لیتا ہے تو وہاں پہنچ جاتا ہے اور اگر مردار کو عقاب کھا رہا ہو تو جب تک عقاب مردار کھاتا رہتا ہے گدھ (عقاب کے خوف سے) مردار نہیں کھاتا بلکہ تمام شکاری پرندے عقاب سے خائف رہتے ہیں۔ گدھ نہایت لالچی اور حریص ہوتا ہے۔ پس جب گدھ کسی مردار پر اترتا ہے تو اس سے اتنا زیادہ کھا لیتا ہے کہ پھر فوراً اڑ نہیں سکتا۔ یہاں تک کہ گدھ کئی بار اچھل کود کرتا رہے گا اور پھر آہستہ آہستہ فضا کی جانب بڑھتا ہے اور پھر ہوا کے دوش پر پہنچ کر پرواز کرنے لگتا ہے۔ بسا اوقات اس حالت میں ایک کمزور (انسانی) بچہ بھی گدھ کا شکار کر لیتا ہے۔ گدھ کی مادہ اپنے انڈوں اور بچوں کے متعلق چمگادڑ سے خائف رہتی ہے۔ پس وہ اپنے گھونسلہ میں چنار کے درخت کا پتہ بچھا دیتی ہے تا کہ چمگادڑ اس کے گھونسلے کے قریب نہ آ سکے۔ مادہ گدھ اپنے نر کی جدائی پر غمگین ہو جاتی ہے۔ پس جب اس پرندے (گدھ) کا ایک (یعنی نر یا مادہ) دوسرے سے جدا ہو جائے تو دوسرا غم کی وجہ سے ہلاک ہو جاتا ہے۔ جب گدھ کی مادہ کے انڈے دینے کا وقت آتا ہے تو گدھ سرزمین ہند کی جانب جاتا ہے اور وہاں سے اخروٹ کی شکل کا ایک پتھر لاتا ہے جس کو اگر حرکت دی جائے تو اس کے اندر سے ایک دوسرے پتھر کی آواز سنائی دیتی ہے جیسے گھنٹی کی آواز ہو۔ پس گدھ وہ پتھر اپنی مادہ کے اوپر یا اس کے نیچے رکھ دیتا ہے جس کی وجہ سے مادہ آسانی کے ساتھ انڈا دیتی ہے۔ یعنی انڈہ دیتے ہوئے ہونے والی تکلیف ختم ہو جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح کا قول قزوینیؒ نے عقاب کے متعلق بھی نقل کیا ہے جو کہ ''باب العین'' میں ہم نے ذکر کر دیا ہے۔ شکاری پرندوں میں گدھ ہی بڑا جسم رکھنے والا پرندہ ہے۔ گدھ پرندوں کا سردار ہے جیسا کہ یافعیؒ نے اپنی کتاب ''نفحات

الازھار ولمحات الانوار'' میں حضرت علیؓ بن ابی طالب کی روایت نقل کی ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے حبیب جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے۔ پس انہوں نے کہا اے محمد (ﷺ) ہر چیز کا ایک سردار ہوتا ہے۔ پس انسانوں کے سردار حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور بنی آدم کے سردار آپ ﷺ ہیں۔ روم کے سردار حضرت صہیبؓ ہیں۔ فارس کے سردار سلمان فارسیؓ ہیں۔ حبشہ کے سردار بلالؓ ہیں۔ درختوں کا سردار بیر (کا درخت) ہے۔ پرندوں کا سردار گدھ ہے۔ مہینوں کا سردار رمضان ہے۔ دنوں کا سردار جمعہ (کا دن) ہے۔ کلام کا سردار عربی کلام ہے۔ عربی کلام کا سردار قرآن مجید اور قرآن مجید کا سردار سورۂ بقرہ ہے۔ (نفحات الازھار ولمحات الانوار)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا[1]) اے میرے رب مجھے اپنی مخلوق میں سے اپنے نزدیک معزز شخص کی خبر دیجئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میری مرضیات کی طرف ایسی تیزی سے بڑھتا ہے جیسے گدھ اپنی خواہشات کی طرف بڑھتا ہے (رواہ الطبرانی فی معجمہ الاوسط) حدیث کا بقیہ حصہ انشاء اللہ ''النمر'' کے تحت نقل کیا جائے گا۔

علی بن ہارون عبدی کہتے ہیں کہ میں نے جنیدؒ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حق شکر یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے اور جس شخص کی زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہے گی وہ جنت میں ہنستا ہوا داخل ہوگا۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کے بندے اس کے ذکر کی طرف اس طرح لپکتے ہیں جیسے گدھ مردار کی طرف لپکتا ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی)

وہب بن منبہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بے شک بخت نصر کا مسخ پہلے شیر کی شکل میں ہوا۔ پس شیر درندوں کا بادشاہ ہوگیا۔ پھر بخت نصر کا مسخ (یعنی اس کی شکل اللہ تعالیٰ نے تبدیل کردی) گدھ کی شکل میں ہوا۔ پس گدھ پرندوں کا بادشاہ بن گیا۔ پھر بخت نصر کا مسخ بیل کی شکل میں ہوا۔ پس بیل چوپاؤں (یعنی مویشیوں) کا بادشاہ بن گیا۔ بخت نصر کا مسخ سات سال تک ہوتا رہا لیکن اس کا دل انسان ہی کا دل رہا۔ اسی لئے وہ تمام (مسخ شدہ) صورتوں میں انسانی عقل کے مطابق کام کرتا رہا اور اس کا ملک اس وقت تک باقی تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو انسانی شکل میں تبدیل کردیا تو اس کی روح بھی لوٹا دی۔ پس بخت نصر نے توحید کی دعوت دی اور کہا اللہ کے علاوہ تمام معبود باطل ہیں۔ پس وہب بن منبہ سے کہا گیا کہ کیا بخت نصر کی موت اسلام کی حالت میں ہوئی۔ پس وہب بن منبہ نے کہا کہ میں نے اس کے متعلق اہل کتاب (یعنی یہود ونصاریٰ) میں اختلاف پایا ہے۔ پس بعض نے کہا ہے کہ بخت نصر موت سے قبل ایمان لے آیا تھا اور بعض نے کہا ہے کہ بخت نصر نے انبیاء علیہم السلام کو قتل (یعنی شہید) کردیا تھا اور بیت المقدس کو خراب کردیا (یعنی کھنڈر بنادیا) تھا اور بیت المقدس میں موجود کتب کو جلا دیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس (یعنی بخت نصر) پر (اپنا) غضب نازل کیا۔ پس اس کی (یعنی بخت نصر کی) توبہ قبول نہیں ہوئی۔ (رواہ الحلیۃ فی ترجمۃ وہب بن منبہ) سدی نے کہا کہ جب بخت

---

[1] اصل کتاب میں حدیث یوں ہے ''عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا رَبِّ'' ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ ہی ''یارب'' کے الفاظ ادا کر رہے ہیں لیکن ''النمر'' (چیتا) کے تحت جو حدیث ہے اس کے الفاظ یہ ہیں ''عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ يَارَبِّ'' اس روایت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا مانگنے والے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اسی مناسبت سے میں نے یہاں اسی ترجمہ کو نقل کیا ہے اور یہ سمجھا ہے کہ اصل روایت وہی ہے جو ''النمر'' کے تحت نقل کی گئی ہے کیونکہ آگے علامہ دمیریؒ نے اس کا حوالہ بھی دیا ہے کہ روایت کا بقیہ حصہ ''النمر'' کے تحت نقل کیا جائے گا۔ ممکن ہے یہاں روایت کو لکھتے ہوئے کاتب سے غلطی ہوگئی ہوگی۔ مترجم۔

نصر کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ انسانی شکل میں تبدیل کر دیا تو اس کو اس کی بادشاہت بھی لوٹا دی۔ حضرت دانیال علیہ السلام اور ان کے ساتھی (اس وقت) بخت نصر کے نزدیک سب سے زیادہ باعزت تھے۔ پس یہودیوں کو اس پر حسد ہوا اور وہ بخت نصر سے کہنے لگے کہ دانیال جب پانی پی لیتے ہیں تو ان کا پیشاب پر کنٹرول نہیں رہتا۔ یہ بات ان کے یہاں بہت عار کی تھی۔ پس بخت نصر نے (اس بات کی حقیقت جاننے کے لئے) ان (یعنی یہود) کیلئے کھانا تیار کیا۔ پس انہوں نے کھانا کھایا اور پانی پیا۔ بخت نصر نے دربان سے کہا کہ تم دیکھو کہ حاضرین میں سے سب سے پہلے جو بھی پیشاب کے لئے باہر نکلے اسے کلہاڑے سے قتل کر دینا۔ پس اگر وہ کہے کہ میں بخت نصر ہوں پس تم کہنا تو جھوٹ بولتا ہے کیونکہ بخت نصر نے مجھے تیرے قتل کا حکم دیا ہے۔ پس کھانا کھانے کے بعد سب سے پہلے پیشاب کرنے کے لئے بخت نصر ہی کھڑا ہوا۔ پس جب دربان نے (اندھیرے میں) اسے دیکھا تو اس پر حملہ آور ہوا۔ پس اس نے کہا کہ میں بخت نصر ہوں۔ پس دربان نے کہا کہ تو جھوٹ بولتا ہے کیونکہ بخت نصر نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے قتل کر دوں۔ پھر دربان نے کلہاڑے سے وار کر کے اسے (یعنی بخت نصر کو) قتل کر دیا۔

نمرود کا قصہ حضرت علیؓ بن ابی طالب سے روایت ہے کہ بے شک ظالم نمرود نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کے رب کے متعلق جھگڑا کیا تو کہنے لگا کہ اگر وہ بات جو ابراہیم (علیہ السلام) نے کہی ہے سچ ہے تو میں ضرور آسمان تک چڑھ جاؤں گا اور میں جان لوں گا کہ اس میں (یعنی آسمان میں) کیا ہے۔ پس نمرود نے گدھ کے چار چوزے (بچے) منگوائے۔ پس اس نے ان کی تربیت کی۔ یہاں تک کہ وہ جوان ہو گئے۔ پھر نمرود نے ایک تابوت بنوایا جس میں ایک دروازہ اوپر کی جانب اور ایک دروازہ نیچے کی جانب لگوایا۔ نمرود اس تابوت میں ایک آدمی کے ہمراہ بیٹھ گیا اور تابوت کے کناروں پر لکڑی کے ڈنڈے لگا کر اس میں گوشت کے لوتھڑے لٹکا دیئے اور تابوت سے ان گدھوں کے پاؤں میں اتنی لمبی رسی باندھ دی کہ وہ گوشت تک نہ پہنچ سکیں اور ڈنڈے اس طرح لگائے کہ بوقت ضرورت ان کو اوپر نیچے کیا جا سکے۔ پس گدھ اڑے اور گوشت کے لالچ میں اوپر چڑھتے گئے یہاں تک کہ (پورا) دن ختم ہو گیا اور گدھ فضاء کی طرف بڑھتے رہے۔ پس نمرود نے اپنے ساتھی سے کہا کہ اوپر والا دروازہ کھولو اور آسمان کی طرف دیکھو کہ کیا ہم اس کے (یعنی آسمان کے) قریب آ گئے ہیں۔ پس نمرود کے ساتھی نے دروازہ کھولا اور آسمان کی طرف دیکھ کر کہا کہ بے شک آسمان اپنی حالت پر ہے (یعنی آسمان کا فاصلہ اتنا ہی ہے جتنا پہلے تھا) پھر نمرود نے اپنے ساتھی سے کہا کہ نیچے والا دروازہ کھولو اور زمین کی طرف دیکھو کیا صورتحال ہے؟ پس اس نے نمرود کے حکم کی تعمیل کی اور کہا کہ میں زمین کو سمندر کے پانی کی طرح اور پہاڑوں کو دھوئیں کی طرح دیکھ رہا ہوں۔ پس گدھ دوسرے دن میں پرواز کرتے رہے اور بلندیوں کی طرف بڑھتے رہے یہاں تک کہ ایک (تیز) ہوا ان دو پرندوں کی پرواز میں حائل ہو گئی۔ پس نمرود نے اپنے ساتھی سے کہا کہ دونوں دروازوں کو کھولو اور صورتحال کا جائزہ لو۔ پس نمرود کے ساتھی نے تابوت کے اوپر والا دروازہ کھولا تو دیکھا کہ آسمان اپنی پہلی حالت پر ہے۔ پس جب زمین کو دیکھا تو اسے معلوم ہوا کہ زمین سیاہی (یعنی تاریکی) میں ڈوبی ہوئی ہے۔ پھر اس کے بعد ایک آواز سنائی دی ''اَیُّھَا الطَّاغِیَۃ اِلٰی اَیْنَ تُرِیْدُ'' (اے سرکش تو کہاں جانا چاہتا ہے) حضرت عکرمہؒ نے فرمایا ہے کہ اس تابوت میں ایک لڑکا بھی تھا جو تیر کمان اٹھائے ہوئے تھا۔ پس اس لڑکے نے تیر چلایا۔ پس تیر اس حال میں اس کی طرف واپس آیا کہ اس کے ساتھ خون لگا ہوا تھا اور خون سمندر کی ایک

مچھلی کا تھا جو اڑ کر اوپر پہنچ گئی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تیر کو لگنے والا خون ایک پرندے کا تھا۔ پس اس لڑکے نے کہا کہ میں نے آسمان کے معبود کا (نعوذ باللہ) خاتمہ کر دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر نمرود نے اپنے ساتھی سے کہا کہ وہ لکڑی کے ان ڈنڈوں کو جن کے ساتھ گوشت لٹکایا گیا ہے نیچے جھکا دے۔ پس اس نے ایسا ہی کیا۔ پس گدھ تابوت کو لے کر (آسمان کی بلندیوں سے) نیچے اترنے لگے۔ پس گدھوں اور تابوت اڑنے کی آواز پہاڑوں نے سنی تو ان پر خوف طاری ہو گیا اور انہوں نے (یعنی پہاڑوں نے) خیال کیا کہ آسمان سے کوئی آفت نازل ہوئی ہے اور تحقیق قیامت قائم ہو گئی ہے۔ پس خوف کی اس کیفیت کی وجہ سے پہاڑ لرزنے لگے اور قریب تھا کہ وہ (یعنی پہاڑ) اپنی جگہ سے لڑھک جاتے۔ پس اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَ اِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ" (اگرچہ ان کی چالیں ایسی غضب کی تھی کہ پہاڑ ان سے ٹل جائیں۔ ابراہیم۔ آیت ۴۶) حضرت ابن مسعودؓ نے "اِنْ كَانَ" دال کے ساتھ "كَادَ" پڑھا ہے۔ جبکہ عام قرأت "وَ اِنْ كَانَ" ہی ہے۔ ابن جریج اور کسائی کی قرأت کے مطابق "لتزول" میں پہلے لام پر زبر اور دوسرے لام پر پیش ہے۔ یعنی "لَتَزُوْلُ" ہے جبکہ عام قرأت میں پہلے لام پر زیر اور دوسرے لام پر زبر ہے یعنی "لِتَزُوْلَ" ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ "نسر" سے مراد قبیلہ ذی الکلاع کا بت ہے۔ یہ قبیلہ سرزمین حمیر میں رہتا تھا۔ "یغوث" نامی بت قبیلہ مذحج کا تھا اور "یعوق" نامی بت قبیلہ ہمدان کا تھا۔ یہ تمام بت قوم نوح کے بزرگوں کی صورت پر بنائے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَلَا يَغُوْثَ وَ يَعُوْقَ وَ نَسْرًا" (اور نہ چھوڑو یغوث اور یعوق اور نسر کو۔ سورۂ نوح۔ آیت ۲۳)

تتمہ حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے شب معراج میں آسمان دنیا پر لے جایا گیا تو میں "جنت عدن" میں داخل ہوا۔ پس میرے ہاتھ میں ایک سیب گرا۔ پس جب میں نے اس سیب کو اپنی ہتھیلی پر رکھا تو وہ ایک ایسی خوبصورت حور میں تبدیل ہو گیا جس کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں۔ اس حور کی آنکھوں کی پتلیاں گدھ کے اگلے بازوؤں کی طرح تھیں۔ پس میں نے اس سے کہا کہ تو کس کیلئے ہے؟ پس اس حور نے کہا کہ میں آپ ﷺ کے بعد آنے والے خلیفہ کیلئے ہوں۔

الحکم گدھ کا کھانا حرام ہے کیونکہ یہ گندا پرندہ ہے اور گندگی ہی اس کی غذا ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں "اَعْمَرُ مِنْ نَسْرٍ" (فلاں گدھ سے بھی زیادہ طویل عمر والا ہے) اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں "اَتَى الأبد عَلٰى لبد" (گدھ کے لئے ہمیشگی ہے) "بعد" لقمان بن عاد کے دور کا آخری گدھ تھا۔ لقمان بن عاد اصغر کو ان کی قوم (یعنی قوم عاد) نے مکہ مکرمہ بھیجا تا کہ وہ دعا کر کے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں۔ قوم عاد سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کیا ہے۔ پس جب یہ لوگ مکہ مکرمہ پہنچے تو معاویہ بن بکر کے ہاں قیام کیا۔ ان کا گھر حرم کے باہر مکہ مکرمہ کی آبادی کے کنارے پر تھا۔ پس انہوں نے ان کا اکرام کیا کیونکہ قوم عاد سے معاویہ بن بکر کا ماموں کا رشتہ اور سسرالی رشتہ تھا۔ پس قوم عاد کے لوگ ایک مہینہ تک معاویہ بن بکر کے ہاں مقیم رہے۔ پس جب معاویہؓ بن بکر نے دیکھا کہ یہ لوگ یہاں زیادہ مدت تک رہنا چاہتے ہیں حالانکہ ان کی قوم نے انہیں اس لئے بھیجا ہے تا کہ یہ ان پر آنے والی مصیبت دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں تو حضرت معاویہ بن بکر نے اس پر ناگواری کا اظہار کیا اور سوچا کہ میرے ماموں اور سسرال تباہ ہو جائیں گے اور یہ لوگ یہیں ٹھہرے رہیں گے۔ یہ میرے مہمان بھی ہیں اب میں ان کے ساتھ کیا سلوک کروں۔ پس معاویہ بن بکر نے اپنی دو کنیزوں سے اس معاملہ کا

تذکرہ کیا۔ پس انہوں نے کہا کہ ہمیں ایسا شعر لکھ دیجئے جس کے کہنے والے کا کسی کو علم نہ ہو اور ان اشعار میں ان لوگوں کو ان کا وہ کام یاد دلائیے جس کے لئے وہ یہاں آئے ہیں۔ شاید یہ بات ان کے لئے یہاں سے جانے کا سبب بن جائے۔ پس معاویہ بن بکر نے اشعار کنیزوں کو لکھ کر دیئے۔ پس جب کنیزوں نے اشعار قوم عاد کے لوگوں کے سامنے پڑھے تو یہ لوگ آپس میں کہنے لگے کہ ہمیں ہماری قوم نے اس مصیبت سے نجات طلب کرنے کے لئے یہاں بھیجا تھا جس میں وہ مبتلا ہیں۔ لہٰذا اب ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اس وقت حرم میں داخل ہو کر اپنی قوم کے لئے بارش طلب کریں۔ پس مرثد بن سعد جو حضرت ہود علیہ السلام پر خفیہ طور پر ایمان لا چکے تھے کہنے لگے کہ اللہ کی قسم تمہاری دعا سے بارش نہیں مل سکتی یہاں تک کہ تم اپنے نبی کی اطاعت کرو (یعنی ان پر ایمان لے آؤ) اور اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اگر ایسا کر لو گے تو تمہیں سیراب کر دیا جائے گا۔ پس اس کے بعد مرثد بن سعد نے اپنا ایمان ظاہر کر دیا اور ایک شعر پڑھا جس میں اسلام لانے کا ذکر تھا۔ پس قوم عاد کے لوگوں نے معاویہ بن بکر سے کہا کہ تم مرثد بن سعد کو ہمارے ساتھ جانے سے روک لو تا کہ یہ ہمارے ساتھ مکہ مکرمہ نہ جا سکیں کیونکہ انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کے دین کو اختیار کر لیا ہے اور ہمارے دین کو ترک کر دیا ہے۔ پھر یہ لوگ مکہ مکرمہ جانے کے لئے نکلے تا کہ قوم عاد کے لئے بارش طلب کریں۔ پس جب یہ لوگ مکہ مکرمہ کی طرف مڑ گئے تو مرثد بن سعد' معاویہ بن بکر کے گھر سے نکلے یہاں تک کہ ان لوگوں کے دعا مانگنے سے پہلے ان کے پاس پہنچ گئے۔ پس جب مرثد بن سعد حرم مکہ میں قوم عاد کے پاس پہنچ گئے تو وہ لوگ دعا کرنے لگے۔ پس مرثد بن سعد کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے اللہ میری دعا قبول فرمانا اور قوم عاد کا وفد جس چیز کا سوال کر رہا ہے اس میں مجھے شریک نہ کرنا۔ چنانچہ قیل بن عتر قوم عاد کے وفد کا سربراہ تھا۔ پس قوم عاد کے وفد نے یہ دعا مانگی "اے اللہ قیل کی دعا قبول فرما اور اس کی دعا سے ہمیں بھی حصہ عطا فرما" پس قیل نے یہ دعا مانگی "اے ہمارے معبود" "اگر حضرت ہود علیہ السلام" سچے ہیں تو ہمیں سیراب کر دے کیونکہ قحط سالی نے ہمیں ہلاک کر دیا ہے"' پس اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تین بادل "سفید' سرخ اور سیاہ" بھیجے۔ پھر ایک منادی کرنے والے نے بادلوں کے پیچھے سے آواز دی اے قیل اپنے لئے اور اپنی قوم کے لئے ان بادلوں میں سے بادل منتخب کر لے۔ پس قیل نے کہا کہ میں نے سیاہ بادل کو منتخب کر لیا ہے کیونکہ اس میں پانی زیادہ ہوتا ہے۔ پس منادی کرنے والے نے آواز دی کہ تو نے خاک اور راکھ کو منتخب کیا ہے اب قوم عاد میں سے کوئی ایک بھی نہیں بچے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سیاہ بادلوں کو جسے قیل نے اختیار کیا تھا چلایا یہاں تک کہ وہ عذاب جو اس بادل میں تھا ایک وادی کی طرف سے "جسے المغیث کہا جاتا تھا" قوم کے سامنے آیا۔ پس جب قوم عاد نے بادل کو دیکھا تو خوش ہو کر کہنے لگے کہ بادل ہمارے لئے بارش برسائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بلکہ یہ ہوا ہے جس میں تمہارے لئے ایک دردناک عذاب ہے جس کیلئے تم جلدی مچا رہے تھے۔ قوم عاد میں سے سب سے پہلے ایک عورت جسے "مہدد" کہا جاتا تھا نے اس ہلاک کرنے والی ہوا کو دیکھا۔ پس جب اس عورت نے واضح طور پر اس مہلک ہوا کو دیکھا تو وہ چلائی پھر بے ہوش ہو گئی۔ پس جب اسے افاقہ ہوا تو لوگوں نے اس سے کہا کہ تو نے کیا دیکھا ہے؟ اس عورت نے کہا کہ میں نے آگ کے شعلوں کی طرح ایک ہوا دیکھی ہے جس کے آگے کچھ آدمی ہیں جو اسے کھینچ رہے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر (یعنی قوم عاد پر) اس ہوا کو سات رات اور آٹھ دن تک مسلط کر دیا۔ پس اس آگ نے قوم عاد کو ہلاک کر دیا۔ یہاں تک کہ ان میں سے کوئی ایک بھی زندہ نہیں رہا۔ چنانچہ حضرت ہود علیہ السلام اور مومنین قوم عاد

سے الگ ہو کر ایک پناہ گاہ میں چلے گئے۔ جب ہوا کا گزران لوگوں پر ہوتا تو وہ نرم ہو جاتی تھی جس کی وجہ سے طبیعت خوشگوار ہو جاتی تھی لیکن قوم عاد پر یہ ہوا بہت تیز چلتی تھی اور ان کو زمین و آسمان کے درمیان لے جا کر پہاڑوں پر پھینک دیتی تھی جس سے ان کے دماغ بکھر جاتے تھے اور جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے تھے۔ یہاں تک کہ پوری قوم ہلاک ہوگئی پس جب قوم عاد ہلاک ہوگئی تو لقمان بن عاد کو اختیار دیا گیا کہ چاہو تو خاکستری رنگ کی ہرنوں سے زیادہ دودھ دینے والی سات گایوں کی عمر کے برابر تمہیں عمر دے دی جائے یا سات گدھوں کی عمر اس طرح کہ جب ایک گدھ مر جائے تو دوسرا اس کا جانشین ہو جائے۔ پس لقمان بن عاد نے اس سے قبل اللہ تعالیٰ سے لمبی عمر کی دعا مانگی تھی۔ پس اس نے گدھوں کو اختیار کر لیا۔ پس لقمان بن عاد انڈے سے نکلنے والے چوزے (یعنی گدھ کے بچے) کو پالتا یہاں تک کہ وہ گدھ اسی (80) برس تک زندہ رہتا۔ اسی طرح سات گدھ جیتے رہے پس ساتویں گدھ کا نام ''لبد'' تھا۔ پس جب ''لبد'' بوڑھا ہو گیا اور پرواز کے قابل نہ رہا تو لقمان اس گدھ سے کہتا تھا کہ اے ''لبد'' اٹھ۔ پس وہ اٹھ جاتا تھا' پس جب ''لبد'' ہلاک ہو گیا تو لقمان بن عاد کی موت واقع ہوگئی۔ روایت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو قوم عاد پر ریت کے تودے برسانے کا حکم دیا۔ پس ہوا نے قوم عاد پر ریت کے تودے برسائے تو قوم عاد کے لوگ سات رات اور آٹھ دن تک ریت کے ان تودوں کے نیچے دبے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا۔ پس ہوا نے ان پر سے ریت کے تودوں کو ہٹا دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی طرف ایک سیاہ پرندہ بھیجا۔ پس وہ پرندہ ان کو اٹھا اٹھا کر سمندر میں ڈالتا جاتا تھا یہاں تک کہ پوری قوم کو اس پرندہ نے سمندر میں غرق کر دیا۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کی قبر حضر موت کے مقام پر ''**کثیب احمر**'' میں ہے۔ عبدالرحمٰن بن سابط کہتے ہیں کہ رکن حطیم اور زمزم کے قریب ننانوے انبیاء کرام کی قبریں ہیں ان میں حضرت ہود علیہ السلام' حضرت شعیب علیہ السلام' حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی شامل ہیں۔

خواص اگر گدھ کا دل بھیڑیئے کی جلد میں رکھ کر کسی آدمی کی گردن میں لٹکا دیا جائے تو وہ لوگوں کا محبوب ہو جائے گا اور لوگوں پر اس کا خوف غالب رہے گا۔ اگر مذکورہ شخص بادشاہ کے پاس کسی حاجت سے جائے گا تو حاجت پوری ہو جائے گی اور اس کو درندہ ضرر نہیں پہنچائے گا۔ اگر گدھ کا پر کسی ایسی عورت کے نیچے رکھ دیا جائے جو دردزہ میں مبتلا ہو تو ولادت میں سہولت ہو جاتی ہے اور جلدی سے بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر گدھ کی سب سے بڑی ہڈی ایسا شخص اپنے گلے میں پہن لے جو بادشاہوں اور آقاؤں کے زیر تسلط (یعنی غلام) ہے تو وہ ان کے غضب سے محفوظ رہے گا اور ان کے یہاں محبوب ہو جائے گا۔ اگر گدھ کے بائیں ران کی ہڈی ایسا شخص پہن لے جو عرصہ دراز سے اسہال کے مرض میں مبتلا ہو تو وہ شفایاب ہو جائے گا۔ اگر گدھ کے پاؤں کے پٹھے ایسا شخص اپنے گلے میں لٹکا لے جو نقرس کے مرض میں مبتلا ہو تو اس کا مرض ختم ہو جائے گا۔ نیز داہنے حصہ کے لئے گدھ کے داہنے پاؤں کا پٹھا اور بائیں حصہ کے لئے بائیں پاؤں کا پٹھا استعمال کیا جائے۔ اگر کسی گھر میں گدھ کے پر سے دھونی دی جائے تو وہاں سے تمام کیڑے مکوڑے بھاگ جائیں گے اور اگر گدھ کا کلیجہ جلا کر پی لیا جائے تو قوت باہ کے لئے بے حد نفع بخش ہے۔ اگر گدھ کے انڈوں کو لے کر آپس میں ایک دوسرے پر ماریں اور ٹوٹ جانے پر ان کو آپس میں ملا دیں اور پھر (اس مواد کو) تین دن تک

آلۂ تناسل پر ملا جائے تو عجیب وغریب قوت حاصل ہوگی۔ اگر گدھ کا پتہ ٹھنڈے پانی میں ملا کر آنکھوں میں سات مرتبہ بطور سرمہ لگایا جائے اور آنکھوں کے ارد گرد مل دیا جائے تو آنکھوں سے بہنے والے پانی (یعنی آشوب چشم) کے لئے بے حد نافع ہے۔ اگر گدھ کی چونچ کا اوپر والا حصہ کپڑے میں لپیٹ کر کسی انسان کی گردن میں لٹکا دیا جائے تو سانپ' بچھو وغیرہ اس کے قریب نہیں آئیں گے۔

تعبیر گدھ کو خواب میں دیکھنا بادشاہ پر دلالت کرتا ہے۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ گدھ اس سے جھگڑ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی بادشاہ اس سے ناراض ہوجائے گا اور اس پر کسی ظالم کو مسلط کردے گا۔ یہ تعبیر اس لئے دی جاتی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے گدھ کو دوسرے پرندوں پر مسلط کردیا تھا۔ پس پرندے گدھ سے خوفزدہ رہتے تھے جو شخص خواب میں دیکھے کہ وہ کسی مطیع گدھ کا مالک بن گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے بہت بڑا ملک حاصل ہوگا۔ لیکن اگر اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ فرمانبردار گدھ کا مالک بنا اور گدھ اڑ گیا اس حال میں کہ وہ اس سے (یعنی اپنے مالک سے) خائف بھی نہیں تھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے آدمی کا معاملہ خراب ہوجائے گا اور وہ ظالم و جابر بادشاہ بن جائے گا۔ جیسے نمرود کا واقعہ پیچھے گزرا ہے جو شخص خواب میں گدھ کا بچہ پائے تو اس کے یہاں ایسے بچہ کی پیدائش ہوگی جو عظیم اور باوقار آدمی بنے گا۔ پس اگر دن میں یہی خواب دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا بیمار ہوجائے گا۔ پس اگر خواب میں اس شخص نے گدھ کے بچہ کو نوچ دیا ہے تو اس کی تعبیر اس کے مرض کی طوالت سے دی جائے گی۔ خواب میں ذبح کئے ہوئے گدھ کو دیکھنا بادشاہ کی موت پر دلالت کرتا ہے۔ پس اگر کوئی حاملہ عورت گدھ کو خواب میں دیکھے تو اس کی تعبیر دودھ پلانے والی عورتوں اور دائیوں سے دی جائے گی۔ یہودیوں نے کہا ہے کہ گدھ کو خواب میں دیکھنا انبیاء علیہم السلام اور صالحین پر دلالت کرتا ہے کیونکہ تورات میں صالحین کو گدھ سے تشبیہ دی گئی ہے جو اپنے وطن کو پہچانتا ہے اور اپنے بچوں کے پاس منڈلاتا رہتا ہے اور ان کو دانہ وغیرہ کھلاتا ہے۔ ابراہیم الکرمانی نے کہا ہے کہ خواب میں گدھ کے دیکھنے کی تعبیر بہت بڑے بادشاہ سے دی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے گدھ کی شکل کا ایک فرشتہ بنایا ہے جو پرندوں کو رزق فراہم کرنے پر مقرر ہے۔ جاماسب نے کہا ہے کہ جو شخص خواب میں گدھ دیکھے یا اس کی آواز سنے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا شخص کسی سے جھگڑا کرے گا۔ ابن المقری نے کہا ہے کہ جو شخص خواب میں گدھ کا مالک بن جائے یا اس پر غلبہ پالے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے عزت و بادشاہت حاصل ہوگی اور دشمنوں پر فتح حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ اسے لمبی عمر حاصل ہوگی۔ پس اگر خواب دیکھنے والا محنت و مشقت کرنے والا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ لوگوں سے الگ ہو کر گوشہ نشینی اختیار کرے گا اور تنہا زندگی گزارے گا اور کسی کے پاس نہیں جائے گا۔ اگر خواب دیکھنے والا بادشاہ ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لے گا اور کبھی ان سے مصالحت کرکے ان کے شر اور مکر و فریب سے محفوظ رہے گا اور ان کے مال و اسلحہ سے نفع اٹھائے گا۔ اگر خواب دیکھنے والا عام آدمی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ اپنے شایان شان مرتبہ حاصل کرے گا یا اسے مال ملے گا اور دشمنوں پر غلبہ حاصل ہوگا۔ بسا اوقات گدھ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر بدعت و گمراہی سے بھی دی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا وَ قَدْ اَضَلُّو كَثِيْرًا'' (اور نہ ''چھوڑو'' یغوث

اور یعوق اور نسر کو انہوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔ سورۂ نوح ۔ آیت ۲۳) مادہ گدھ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر زنا کار عورت اور ولد الزنا سے دی جاتی ہے۔ بعض اوقات گدھ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر موت سے بھی دی جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اَلنَّسَّاف

''اَلنَّسَّاف'' (نون کے فتحہ اور سین مشدد کے ساتھ) ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک ایسا پرندہ ہے جس کی چونچ بڑی ہوتی ہے۔

اَلنَّسْنَاسُ

''اَلنَّسْنَاسُ'' محکم میں مذکور ہے کہ اس سے مراد انسانوں کی شکل کی ایک مخلوق ہے جو انہیں کی نسل سے ہے۔ صحاح میں ہے کہ اس سے مراد ایسی مخلوق ہے جو ایک پاؤں پر اچھل اچھل کر چلتی ہے۔ مسعودی نے ''مروج الذھب'' میں لکھا ہے یہ ایک ایسا حیوان ہے جس کی شکل وصورت انسان کی طرح ہوتی ہے۔ اس جانور کی صرف ایک آنکھ ہوتی ہے۔ یہ جانور پانی سے نمودار ہوتا ہے اور گفتگو بھی کرتا ہے۔ اگر یہ جانور انسان پر غلبہ پالے تو اسے قتل کر دیتا ہے۔ قزوینیؒ نے ''الاشکال'' میں لکھا ہے کہ یہ ایک مستقل امت ہے جن میں سے ہر ایک کو انسان کا آدھا جسم' آدھا سر' ایک ہاتھ' ایک پاؤں ملا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے گویا کہ ایک انسان کو چیر کر دو ٹکڑے کر دیا گیا ہو۔ یہ ایک پاؤں پر تیزی کے ساتھ اچھل اچھل کر چلتا ہے۔ اس قسم کی مخلوق دریائے چین کے جزیروں میں پائی جاتی ہے۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ابن اسحٰق نے کہا ہے کہ ''النسناس'' یمن میں پائی جانے والی ایک مخلوق ہے۔ جس کے ہر ایک فرد کی ایک آنکھ' ایک ہاتھ اور ایک پاؤں ہوتا ہے۔ یہ ایک پاؤں پر اچھل اچھل کر چلتا ہے۔ اہل یمن اس مخلوق کا شکار کرتے ہیں۔ (المجالسۃ للدینوری) میدانی نے کہا ہے کہ ابو الدقیس نے کہا ہے کہ لوگ ''النسناس'' کو کھاتے ہیں اور یہ ایک ایسی مخلوق ہے جن میں سے ہر ایک کے لئے ایک ہاتھ' ایک پاؤں' نصف سر اور نصف جسم ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس مخلوق کا تعلق ''ارم بن سام'' کی نسل سے ہے۔ اس مخلوق میں عقل نہیں ہوتی۔ یہ مخلوق بحر ہند کے ساحل کے نزدیک مکانوں میں رہتی ہے۔ اہل عرب اس مخلوق کا شکار کرتے ہیں اور ان کو کھاتے ہیں۔ یہ مخلوق عربی زبان میں گفتگو کرتی ہے اور اپنی افزائش نسل بھی کرتی ہے اور اہل عرب کی طرح اپنی نسل کے نام رکھتی ہے۔ یہ مخلوق اشعار بھی کہتی ہے۔ ''تاریخ صنعاء'' میں مذکور ہے کہ ایک تاجر آدمی سفر کرتے ہوئے ''نسناس'' قوم کے ملک (رہنے کی جگہ) میں پہنچا۔ پس اس نے ان کو دیکھا کہ وہ ایک پاؤں پر اچھل اچھل کر چل رہے ہیں اور درختوں پر چڑھ رہے ہیں اور کتوں سے بھاگ رہے ہیں کہ کہیں وہ (یعنی کتے) انہیں پکڑ نہ لیں۔

ابونعیم نے ''الحلیۃ'' میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ انسان ختم ہو گئے اور ''نسناس'' باقی رہ گئے۔ آپ سے کہا گیا ''نسناس'' کیا ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا وہ ایسی مخلوق ہے جو انسانوں کے مشابہ ہے لیکن انسان نہیں ہے۔ (رواہ ابونعیم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی اسی قسم کی روایت مروی ہے۔ ''المجالسة للدنیوری'' میں حسن بصری کا قول بھی اسی روایت کی مثل نقل کیا گیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''النسناس'' سے مراد یاجوج ماجوج ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''النسناس'' ایسی مخلوق ہے جو کچھ چیزوں میں انسان کے مشابہ ہے لیکن کچھ چیزوں میں انسان سے مختلف ہے اور یہ بنی آدم (انسانی نسل) میں سے نہیں ہے۔ اس کے متعلق ایک حدیث بھی ہے جس میں مذکور ہے کہ قوم عاد کے ایک قبیلہ نے اپنے نبی کی نافرمانی کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی شکلوں کو تبدیل کر کے ''نسناس'' بنا دیا۔ ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک ہاتھ اور ایک پاؤں ہے۔ یہ پرندوں کی طرح دانہ وغیرہ چگتے ہیں اور چوپایوں کی طرح چرتے ہیں۔

الحکم قاضی ابوطیب اور شیخ ابو حامد نے فرمایا ہے کہ ''النسناس'' کا کھانا حلال نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ انسانوں کے مشابہ ہے۔ اسی طرح شیخ محب الدین طبری نے ''شرح التنبیہ'' میں لکھا ہے کہ وہ جانور جس کو عام لوگ ''النسناس'' کے نام سے پکارتے ہیں بندر کی ایک قسم ہے جو پانی میں نہیں رہتا۔ پس اس جانور کا کھانا حرام ہے کیونکہ یہ خلقت' عادات' ہوشیاری اور عقلمندی میں بندر کے مشابہ ہوتا ہے۔ رہا حیوان بحری تو اس کی حلت وحرمت کے متعلق دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ یہ دوسری مچھلیوں کی طرح حلال ہے۔ اس قول کو رویانی اور دیگر اہل علم نے اختیار کیا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ جانور حرام ہے۔ شیخ ابو حامد اور قاضی ابوطیب نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ ان دونوں (یعنی شیخ ابو حامد اور قاضی ابوطیب) کے نزدیک یہ جانور مچھلی کے علاوہ پانی کے تمام جانوروں سے مستثنیٰ ہے۔ پس اختلاف میں تطبیق اس طرح ہوگی کہ اگر ہم کہیں کہ مچھلی کے علاوہ پانی کے تمام جانور حرام ہیں تو پھر ''النسناس'' بھی حرام ہوگا۔ اگر ہم کہیں کہ پانی کے تمام جانور مچھلی کی طرح حلال ہیں۔ تو پھر ''النسناس'' کی حلت وحرمت میں دو صورتیں ہوں گی۔ پہلی صورت یہ ہوگی کہ ''النسناس'' حرام ہے جس طرح مینڈک' کیکڑا' مگرمچھ وغیرہ حرام ہیں۔ دوسری صورت یہ ہوگی کہ ''النسناس'' حلال ہے جیسے پانی کا کتا اور پانی کا انسان حلال ہے۔ یہ بات امام شافعیؒ کے مسلک کے زیادہ قریب معلوم ہوتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''النسناس'' ایک وحشی چوپایہ ہے جس کا شکار کیا جاتا ہے اور کھایا جاتا ہے اور یہ انسان کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس جانور کے لئے ایک ہاتھ اور ایک پاؤں ہوتا ہے۔ اور یہ انسان کی طرح گفتگو کرتا ہے۔ پس یہ قول کہ اس کا شکار بھی کیا جاتا ہے اور اس کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے جیسے پہلے دینوری نے ابی اسحٰق کی روایت نقل کی ہے کہ ''النسناس'' کا شکار بھی کیا جاتا ہے اور اس کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے۔ میدانی نے بھی اسی کی مثل نقل کیا ہے۔ یہ اقوال اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ''النسناس'' حلال ہے۔

تعبیر النسناس کو خواب میں دیکھنا ایسے شخص پر دلالت کرتا ہے جو کم عقل ہے اور خودکشی کرنے والا ہے اور وہ ایسا کام کرے گا جس کی وجہ سے وہ لوگوں کی نظروں میں گر جائے گا۔ (واللہ اعلم)

اَلنَّسنوس

''اَلنَّسنوس'' اس سے مراد ایک ایسا پرندہ ہے جو پہاڑوں پر سکونت اختیار کرتا ہے اور اس کا سر بڑا ہوتا ہے۔

اَلنَّعَاب

''اَلنَّعَاب''، ''فتاویٰ ابن اصلاح'' میں مذکور ہے کہ اس سے مراد ''اللقلق'' (یعنی کوا) ہے۔

الحکم صحیح قول کے مطابق کوے کا کھانا حرام ہے جیسے اس کے متعلق پہلے گزرا ہے۔ دینوریؒ نے ''المجالسۃ'' کے دسویں حصہ کے شروع میں اخوص ابن حکیم سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام دعا کرتے وقت فرمایا کرتے تھے ''یا رازق النعاب فی عشہٖ'' (اے کوے کو اس کے گھونسلے میں رزق پہنچانے والے)۔

راوی کہتے ہیں کہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ کوا جب اپنے انڈے کو سینے کے بعد توڑتا ہے تو اس سے سفید بچے نکلتے ہیں۔ پس جب کوا ان کو اس حالت میں دیکھتا ہے تو ان سے نفرت کرنے لگتا ہے اور ان سے الگ ہو جاتا ہے۔ پس یہ بچے اپنا منہ کھول کر رکھتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ان کے لئے ایک مکھی بھیجتا ہے جو ان کے پیٹ میں داخل ہو جاتی ہے۔ پس یہی مکھی ان بچوں کی غذا بن جاتی ہے اور برابر اسی طرح ان کو غذا ملتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ بچوں کا رنگ سیاہ ہو جاتا ہے۔ پس جب بچوں کا رنگ سیاہ ہو جاتا ہے تو کوا ان کے پاس لوٹ آتا ہے اور انہیں غذا پہنچاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ مکھی کو اٹھا لیتا ہے۔

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام دعا مانگا کرتے تھے ''اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس شخص کی محبت کا بھی سوال کرتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کا سوال کرتا ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے اللہ اپنی محبت کو میرے لئے، میری جان، میرے اہل وعیال اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر کیا کرتے تھے تو فرماتے تھے کہ حضرت داؤد علیہ السلام (اللہ تعالیٰ کے) بندوں میں سے سب سے زیادہ عبادت گزار تھے۔ امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ (رواہ الترمذی)

حضرت فضیل بن عیاضؒ سے روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے (اللہ تعالیٰ سے) دعا کی ''اے اللہ میرے بیٹے سلیمان کے ساتھ بھی اسی طرح کا معاملہ فرما جس طرح (کا معاملہ) تو نے میرے ساتھ کیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کی طرف وحی کی۔ اے داؤد علیہ السلام اپنے بیٹے سے کہہ دو کہ وہ میرے لئے اسی طرح بن جائے جیسے تم میرے لئے ہو۔ پھر میں بھی ان کے ساتھ وہی معاملہ کروں گا جو تمہارے ساتھ کرتا ہوں۔ (حلیۃ الاولیاء)

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ ایک صبح نماز فجر پڑھانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک اپنے حجرے سے باہر تشریف نہیں لائے۔ یہاں تک کہ قریب تھا ہم سورج کو طلوع ہوتا دیکھ لیتے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے۔ پس نماز کے لئے اقامت کہی گئی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت مختصر نماز پڑھائی۔ پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو بلند آواز سے ہمیں پکارا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ جہاں ہو وہیں ٹھہرے رہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں وہ بات بتانا چاہتا ہوں جس نے صبح مجھے

آنے سے روک لیا تھا۔ (وہ قصہ یہ ہے کہ) میں رات کو بیدار ہوا' پس میں نے وضو کیا اور جتنا مقدر میں تھا نماز پڑھی۔ پھر مجھے نیند آنے لگی یہاں تک کہ میں سو گیا۔ پس اچانک میں کیا دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نہایت حسین وجمیل صورت میں میرے سامنے ہیں اور وہ فرما رہے ہیں: اے محمد (ﷺ) پس میں نے عرض کیا پروردگار میں حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''ملاء الاعلیٰ'' کس معاملے میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا اے میرے رب میں اس کے متعلق نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کفارات اور درجات کے متعلق جھگڑ رہے ہیں۔ ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے میرے رب ''ملاء الاعلیٰ'' کفارات اور درجات کے متعلق جھگڑ رہے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ (یعنی کفارات و درجات) کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا جماعت میں شرکت کی غرض سے پاؤں سے چل کر جانا' (فرض) نمازوں کے بعد مسجد میں بیٹھنا' ناگواریوں کے باوجود اچھی طرح وضو کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کے بعد ''ملاء الاعلیٰ'' کس چیز کے متعلق جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا کھانا کھلانے' نرم گفتگو کرنے' رات کو نماز پڑھنے (کے ثواب کے سلسلہ میں) جبکہ ساری مخلوق سو رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اے محمد ﷺ) سوال کیجئے؟ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) میں نے عرض کیا ''اے اللہ میں تجھ سے بھلائیاں کرنے اور منکرات (یعنی برائیاں) ترک کرنے کی توفیق طلب کرتا ہوں (اور اس بات کی توفیق طلب کرتا ہوں کہ) میں مسکینوں سے محبت کروں (اور اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ) تو میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما اور جب تو اپنے بندوں کو فتنہ (یعنی آزمائش) میں مبتلا کرنا چاہے تو اس سے قبل مجھے اپنے پاس بلا لے (اے اللہ) میں تجھ سے تیری محبت اور تیرے چاہنے والوں کی محبت اور تیری محبت سے قریب کرنے والے عمل کا سوال کرتا ہوں'' (راوی کہتے ہیں اس کے بعد) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ (یعنی خواب) حق (یعنی سچا) ہے۔ پس تم اسے پڑھو اور یاد کرلو۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (رواہ الترمذی)

اَلنَّعَام

''اَلنَّعَامُ'' اس سے مراد ایک معروف پرندہ (شتر مرغ) ہے۔ مذکر ومؤنث دونوں کے لئے ''النعام'' کا لفظ ہی مستعمل ہے۔ اس کی جمع ''نعامات'' آتی ہے۔ اس کی کنیت ''ام البیض'' اور ''ام ثلاثین'' آتی ہے۔ شتر مرغ کے پورے گروہ کے لئے ''بنات الھیق'' اور ''بنات الظلیم'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔ جاحظ نے کہا ہے کہ اہل فارس (یعنی ایرانی) اس پرندے کو ''اشتر مرغ'' کہتے ہیں جس کے معنی ''اونٹ اور پرندہ'' ہے۔

اہل عرب شتر مرغ کے پاؤں کو اونٹ کی طرح ''خف'' (یعنی ٹاپ) کہتے ہیں جیسے اونٹنی کو اہل عرب ''قلوص'' کہتے ہیں۔ اسی طرح شتر مرغ کی مادہ کو بھی ''قلوص'' کہتے ہیں۔ یہ اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ شتر مرغ' اونٹنی کے زیادہ مشابہ ہے۔ بعض اہل عرب کا خیال ہے کہ شتر مرغ اللہ تعالیٰ کے یہاں سینگ مانگنے کے لئے گیا۔ پس (فرشتوں نے) شتر مرغ کے کان بھی کاٹ لئے۔ اس لئے شتر مرغ کو ''ظلیم'' (یعنی مظلوم) کہا جاتا ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ رائے فاسد اعتقاد کی وجہ سے قائم ہوئی ہے کیونکہ شتر مرغ کے پیدائشی طور پر ہی کان نہیں ہوتے بلکہ وہ بہرا ہوتا ہے لیکن شتر مرغ کی قوت شامہ اتنی تیز ہوتی ہے کہ

شتر مرغ دور ہی سے شکاری کا پتہ لگا لیتا ہے اور جہاں بھی سن کر کسی چیز کا پتہ لگانے کی ضرورت ہو وہاں یہ اپنی ناک سے کام لیتا ہے۔ متکلمین کے نزدیک شتر مرغ کی طبیعت حیوانات کی سی ہے' پرندوں کی سی نہیں ہے اگرچہ شتر مرغ انڈے دیتا ہے اور اس کے بازو اور پر بھی ہوتے ہیں جیسے متکلمین نے چمگادڑ کو پرندوں میں شمار کیا ہے۔ حالانکہ چمگادڑ گابھن ہو کر بچے بھی دیتی ہے اور اس کے کان بھی باہر کی طرف نکلے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس کے پر نہیں ہوتے پھر بھی پرواز کرتی ہے۔ اس لئے چمگادڑ کو پرندوں میں شمار کیا گیا ہے۔ چمگادڑ کو پرندوں میں اس لئے بھی شمار کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے'' **وَ اَنِّی اَخْلُقُ لَکُمْ مِنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَةِ الطَّیْرِ** '' (میں تمہارے سامنے مٹی سے پرندے کی صورت کا ایک مجسمہ بناتا ہوں اور اس میں پھونک مارتا ہوں' وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔ سورۂ آل عمران- آیت ۴۹) اس پرندے سے مراد چمگادڑ ہے۔ اسی طرح مرغی کو بھی پرندوں میں شمار کیا جاتا ہے حالانکہ مرغی پرواز نہیں کرتی۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ پرندہ (یعنی شتر مرغ) اونٹ اور مرغ کی مخلوط نسل ہے لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے۔ شتر مرغ کے متعلق ایک عجیب وغریب بات یہ بھی ہے کہ جب یہ انڈے دیتا ہے تو وہ اتنے لمبے اور باریک ہوتے ہیں کہ اگر اس انڈے پر کوئی دھاگہ پھیلا دیا جائے تو دونوں ایک دوسرے سے مل جائیں گے اور آپ کو ایک (انڈا) دوسرے سے الگ نظر نہیں آ سکتا کیونکہ انڈا دھاگے کی طرح لمبا اور باریک ہوتا ہے۔ شتر مرغ کا جسم بیک وقت کئی انڈوں کو نہیں ڈھک سکتا اس لئے یہ ہر انڈے کو باری باری سیتا ہے۔ پس جب شتر مرغ اپنے انڈے کو چھوڑ کر کھانے کی تلاش میں نکلتا ہے تو اپنے انڈے کو بھول جاتا ہے اور اگر اسے کسی دوسرے شتر مرغ کا انڈا مل جائے تو اسی کو سینے لگتا ہے اس خیال سے کہیں اس کو چھوڑ کر چلا جائے تو کوئی اس کا شکار نہ کر لے۔

شتر مرغ کی حماقت ضرب المثل ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شتر مرغ اپنے انڈوں کو تین حصوں میں تقسیم کر لیتا ہے۔ پس ان میں سے کچھ (انڈوں) کو سیتا ہے اور کچھ کی زردی کھا لیتا ہے اور کچھ انڈوں کو چھوڑ دیتا ہے اور پھر انہیں ہوا میں چھوڑ دیتا ہے یہاں تک کہ ان انڈوں میں سڑنے کے بعد کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ پس یہ کیڑے شتر مرغ کے بچوں کے لئے غذا کا کام دیتے ہیں۔

حضرت کعب احبار سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو حضرت میکائیل علیہ السلام ان کے پاس گندم کے کچھ دانے لے کر آئے اور فرمایا یہ آپ اور آپ کے بعد آپ کی اولاد کا رزق ہے۔ کھڑے ہو جائیے اور زمین جوتیئے اور اس میں یہ دانے بو دیجئے۔ پس حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر حضرت ادریس علیہ السلام کے زمانہ تک گندم کا دانہ اتنا بڑا تھا گویا کہ وہ شتر مرغ کا انڈا ہو۔ پس جب لوگوں نے کفر کا (راستہ) اختیار کیا تو گندم کا دانہ کم ہو کر مرغی کے انڈا کے برابر ہو گیا پھر کم ہو کر کبوتر کے دانہ کے برابر ہو گیا۔ پھر عزیز مصر کے زمانے میں ''بندقة'' (ایک قسم کا درخت جس کا پھل چنے سے ذرا بڑا ہوتا ہے) کے برابر ہو گیا۔

ابن خالویہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ دنیا میں کوئی حیوان ایسا نہیں ہے جو نہ سنتا ہو اور نہ کبھی پانی پیتا ہو مگر شتر مرغ ایسا حیوان ہے کہ جو نہ تو سنتا ہے اور نہ پانی پیتا ہے۔ شتر مرغ کی ہڈیوں میں گودا نہیں ہوتا۔ اگر شتر مرغ کا ایک پاؤں زخمی ہو جائے تو

دوسرے پاؤں سے بھی یہ (یعنی شتر مرغ) فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ گو یہ بھی پانی نہیں پیتا لیکن اس میں قوت سماعت موجود ہوتی ہے۔ شتر مرغ کی حماقت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب یہ (یعنی شتر مرغ) شکاری کو دیکھتا ہے تو اپنا سر ریت کے تودے میں داخل کر لیتا ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو شکاری سے چھپا لیا ہے۔ پس شکاری آسانی سے اس کا شکار کر لیتا ہے۔ شتر مرغ پانی کو ترک کر دینے میں بے پناہ قوت صبر رکھتا ہے۔ اسی طرح اگر تیز ہوا چل پڑے تو ہوا کے مخالف سمت میں بڑی تیزی کے ساتھ دوڑتا ہے۔ شتر مرغ ہڈی، کنکر، پتھر اور لوہا وغیرہ نگل جاتا ہے۔ پس یہ تمام چیزیں اس کے معدہ میں جا کر پانی ہو جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ لوہا بھی پگھل جاتا ہے۔ جاحظ نے کہا ہے کہ جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ شتر مرغ کے پیٹ میں پتھر وغیرہ اس کے پیٹ کی شدت حرارت سے پگھل جاتا ہے تو اس نے خطا کھائی۔ پس اگر محض شتر مرغ کے پیٹ کی حرارت سے پتھر وغیرہ پگھل جاتا ہو تو ہانڈی میں پتھر رکھ کر پکانے سے گل جانا چاہیے۔ حالانکہ اگر اس کو (یعنی پتھر کو) کئی دن تک بھی پکایا جائے تو وہ پتھر ہانڈی میں نہیں گل سکتا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ حرارت کے ساتھ کوئی دوسری طبعی چیز بھی شتر مرغ میں موجود ہے جو پتھر وغیرہ کو اس کے معدے میں گلا دیتی ہے جیسے کتے اور بھیڑیئے کے معدے میں ہڈی گل جاتی ہے لیکن کھجور کی گٹھلی نہیں گلتی اور جیسے اونٹ کانٹے دار درخت کے پتے اور کانٹے ہی کھاتا ہے خواہ کتنے ہی سخت کانٹے ہوں جیسے کہ ببول وغیرہ۔ پس اونٹ کانٹے کھانے کے بعد لید کرتا ہے جس میں کانٹے کا کوئی اثر نہیں ہوتا لیکن اگر اونٹ جو کھالے تو لید کرتے ہی جو صحیح وسالم نکل آتا ہے کیونکہ اونٹ کا معدہ جو کو ہضم نہیں کر پاتا۔ جب شتر مرغ کسی چھوٹے بچے کے کان میں کوئی موتی یا بالی لٹکی ہوئی دیکھ لیتا ہے تو اسے اچک کر نگل لیتا ہے۔ اسی طرح شتر مرغ آگ کے انگارے بھی نگل لیتا ہے۔ پس جب آگ کے انگارے اس کے معدے میں پہنچتے ہیں تو ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔ انگارے اس کے معدے پر اثر انداز نہیں ہوسکتے۔ شتر مرغ میں دو عجیب وغریب خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ پہلی خصوصیت یہ ہے کہ ایسی چیز جو بطور غذا استعمال نہیں کی جاتی شتر مرغ اسے کھا جاتا ہے۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ایسی چیزوں کو شتر مرغ بلا تکلف کھالیتا ہے اور ہضم بھی کر لیتا ہے اور یہ بات ناممکن نہیں کیونکہ سمندل (ایک قسم کا کیڑا جو آگ میں رہتا ہے) آگ میں ہی انڈے اور بچے دیتا ہے۔ اگر اس کو آگ سے باہر نکال دیا جائے تو اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ پہلے اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

الحکم شتر مرغ کا کھانا بالا جماع حلال ہے کیونکہ یہ طیبات میں سے ہے۔ شتر مرغ کی حلت کی دلیل یہ بھی ہے کہ صحابہ کرامؓ نے فیصلہ کیا ہے کہ جب کوئی محرم یا غیر محرم شتر مرغ کو حرم میں قتل کر دے تو اس کے عوض اسے ایک اونٹ دینا پڑے گا۔ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت معاویہؓ سے اسی طرح مروی ہے۔ امام شافعیؒ اور بیہقیؒ نے اس کو نقل کیا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اہل علم کے نزدیک یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میرے اکثر اساتذہ کا بھی یہی قول ہے لیکن شتر مرغ کو اونٹ کے مثل قرار دے کر اس کے قتل پر اونٹ کو بطور فدیہ لازم کرنا ہم نے قیاس سے ثابت کیا ہے۔ یہ حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ اہل علم کا شتر مرغ کے انڈے کو ضائع کر دینے کے متعلق اختلاف ہے کہ اگر کوئی محرم حرم میں شتر مرغ کے انڈے کو ضائع کر دے تو اس کا کیا حکم ہے؟ حضرت عمرؓ، ابن مسعودؓ، شعبیؒ، نخعیؒ، زہریؒ، شافعیؒ، ابوثورؒ اور دیگر اصحاب رائے کے نزدیک اس صورت میں انڈہ ضائع کرنے والے پر انڈے کی قیمت واجب ہوگی۔

حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے فرمایا ہے کہ ایک دن کا روزہ یا ایک مسکین کو کھانا کھلانا واجب ہے۔ امام مالکؒ نے فرمایا کہ اس صورت میں اونٹ کی قیمت کا دسواں حصہ واجب ہوگا۔ جیسے آزاد عورت کے پیٹ کے بچہ کو مار ڈالنے سے ایک غلام یا لونڈی کا دینا واجب ہوتا ہے جس کی قیمت اصل دیت کے دسویں حصہ کے برابر ہو۔ (علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ) ہماری (یعنی شوافع کی) دلیل یہ ہے کہ انڈہ شکار کا ایک جزو ہے جس کی جانوروں میں کوئی نظیر (مثال) نہیں ملتی۔ پس ہم نے انڈے کی قیمت واجب کردی۔ ان تمام چیزوں کی طرح جن کو محرم ضائع کردے اور ان کی مثل نہ مل سکے تو ان کی قیمت واجب وتی ہے۔ نیز ابن ماجہ اور دار قطنی نے یہ روایت نقل کی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "شتر مرغ کے انڈے کے بارے میں جس کو محرم ضائع کردے فرمایا کہ (محرم پر) انڈے کی قیمت واجب ہے"۔

تمام محدثین نے ابوالمہزم کو ضعیف قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ شعبہ نے کہا ہے کہ ابوالمہزم کو چند (درہم وغیرہ) دے دو تو یہ تمہیں ستر حدیثیں سنائے گا۔ تحقیق ابوالمہزم کا تذکرہ "الجراد" کے تحت بھی گزر چکا ہے۔ البتہ امام ابوداؤدؒ نے اپنی مراسیل میں ایک روایت نقل کی ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شتر مرغ کے انڈوں کے متعلق (یہ فیصلہ فرمایا) کہ ہر انڈے کے عوض ایک دن کا روزہ (واجب) ہے۔" پھر امام ابوداؤدؒ نے فرمایا کہ لوگ اس حدیث کو مستند نقل کرتے ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ مہذب میں مذکور ہے کہ انڈا شکار سے نکلا ہے جس سے اس قسم کا جانور پیدا ہوتا ہے۔ پس ضمان دینا ضروری ہے جیسے کہ پرندے کے چوزے کا ضمان ہوتا ہے اگر انڈا توڑ دیا تو اس انڈے کا کھانا محرم کیلئے بالا جماع حلال نہیں ہے البتہ غیر محرم کے لئے اس ٹوٹے ہوئے انڈے کو کھانے کے متعلق دو قول ہیں لیکن صحیح قول یہی ہے کہ غیر محرم کے لئے ٹوٹے ہوئے انڈے کا کھانا حلال ہے کیونکہ اس انڈے میں روح نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کو ذبح کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ پس اگر غیر محرم شتر مرغ کے علاوہ کسی (حلال) پرندے کے انڈوں کو توڑ ڈالے تو اس پر ضمان نہیں ہوگا کیونکہ شتر مرغ کے انڈے کا خول فروخت کیا جاتا ہے جبکہ دوسرے کسی پرندے کا انڈا بے قیمت ہوتا ہے۔

کتاب "مناقب شافعی" میں مذکور ہے کہ امام شافعیؒ سے سوال کیا گیا کہ اگر کسی آدمی کا شتر مرغ دوسرے آدمی کا موتی نگل جائے تو پھر وہ کیا کرے؟ پس امام شافعیؒ نے فرمایا میں اسے کوئی حکم نہیں دیتا البتہ اگر موتی کا مالک عقلمند ہو تو وہ شتر مرغ کو ذبح کرکے اپنا موتی نکال لے۔ پھر اس (موتی کے مالک) پر شتر مرغ کے زندہ اور مذبوح ہونے کی حالت کے درمیان کی قیمت واجب ہوگی۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں "**مِثْلُ النعامة لَا طَيْرَ وَلَا جَمَل**" (فلاں شتر مرغ کی مانند ہے' نہ پرندہ ہے نہ اونٹ) یہ مثال ایسے شخص کے لئے استعمال کی جاتی ہے جس میں نہ تو بھلائی ہو اور نہ ہی شر ہو۔

اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں کہ "اروی من النعامة" (شتر مرغ سے زیادہ پیاسا) شتر مرغ پانی نہیں پیتا۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آخری حج کے موقع پر حضرت عمرؓ نے امہات المومنین کے ساتھ حج کیا تھا۔ ہم ایک وادی میں سے گزرے' پس میں نے ایک شخص کی آواز سنی جو اونٹ پر سوار تھا اور یہ اشعار پڑھ رہا تھا ۔

جزی اللہ خیرا من امام و بارکت   یداللہ فی ذاک الادیم الممزق

''اللہ تعالیٰ بہترین بدلہ دے امیر المومنین (یعنی حضرت عمرؓ) کو اور ان کی کھال کو بھی جو خنجر سے پار ہوگئی ہے''

فمن یسع او یرکب جناحی نعامۃ   لیدرک ما قدمت بالامس یسبق

''پس جو شخص دوڑے یا شتر مرغ کے بازوؤں پر سوار ہو کر چلے تاکہ وہ ان کاموں کو پالے جو حضرت عمرؓ کے دور مبارک میں ہوئے تو وہ پیچھے رہ جائے گا''

قضیت امورا ثم غادرت بعدھا   بوائق فی اکما مھالم تفتق

''آپؓ (یعنی حضرت عمرؓ) نے اپنے دور خلافت میں بڑے امور کا فیصلہ کیا پھر اپنے غلاموں میں ایسے مصائب چھوڑ گئے جو ابھی تک حل نہیں ہوسکے۔''

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس اونٹ سوار کو اس وقت کوئی بھی پہچان نہیں سکا' ہم اس کے متعلق یہ کہا کرتے تھے کہ وہ جن تھا۔ پس حضرت عمرؓ اس حج سے واپس ہوئے تو آپؓ کو زخمی کر دیا گیا۔ پس آپؓ کا وصال ہوگیا۔ (یعنی ابولؤلؤ نے زخمی کیا اس کے بعد آپؓ شہید ہوگئے۔)

خواص شتر مرغ کا پتہ زہر قاتل ہے۔ شتر مرغ کی ہڈیوں کا گودا کھانے والا ''سل'' کی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اگر شتر مرغ کا پاخانہ جلا دیا جائے اور اس کی راکھ کو تیل میں حل کر کے چہرے اور سر کی پھنسیوں پر مل دیا جائے تو تمام پھنسیاں ختم ہو جائیں گی۔ اگر شتر مرغ کے انڈے کا چھلکا سرکہ میں ڈال دیا جائے' تو وہ سرکہ میں تیرتا رہے گا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ ہلتا رہے گا۔ اگر کوئی شخص وہ لوہا جسے شتر مرغ نے کھالیا ہو شتر مرغ کے پیٹ سے نکال کر چھری یا تلوار بنالے تو اس شخص کو کبھی کوئی کام سپرد نہیں کیا جائے گا اور کوئی بھی اس کے سامنے نہیں ٹھہر سکے گا۔

تعبیر شتر مرغ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر بدوی (دیہاتی) عورت سے دی جاتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شتر مرغ کو خواب میں دیکھنا نعمت پر دلالت کرتا ہے۔ پس جو شخص خواب میں خود کو شتر مرغ پر سوار دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ ڈاک گھوڑے پر سوار ہوگا یعنی ڈاکیہ بنے گا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر کوئی عورت خواب میں خود کو شتر مرغ پر سوار دیکھ لے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ خصی آدمی سے شادی کرے گی۔ شتر مرغ کو خواب میں دیکھنا بہرے آدمی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ شتر مرغ کچھ بھی نہیں سن سکتا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شتر مرغ کو خواب میں دیکھنا موت پر دلالت کرتا ہے۔ بسا اوقات ایک شتر مرغ کو خواب میں دیکھنا ایک نعمت پر دو کو دو نعمتوں پر اور تین کو دیکھنا تین نعمتوں کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

اَلنَّعْثَل

''اَلنَّعْثَل'' (بروزن جعفر) اس سے مراد نر بجو ہے۔ حضرت عثمانؓ کے دشمن آپؓ کو ''اَلنَّعْثَل'' کے نام سے پکارتے تھے۔

اَلنَّعُجَۃُ

''اَلنَّعُجَۃُ'' اس سے مراد مادہ بھیڑ ہے۔ اس کی جمع ''نعاج'' اور ''نعجات'' آتی ہے۔ اس کی کنیت کے لئے ''ام الاموال اورام فروۃ'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔ ''النعجۃ'' کا اطلاق مادہ ہرن (یعنی ہرنی) اور نیل گائے پر بھی ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک ''نعجۃ'' (بھیڑ) گزری۔ پس آپؐ نے فرمایا یہ وہ جانور ہے جس میں اور جس کے بچوں میں برکت ہے'' علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث انتہائی درجہ کی منکر ہے۔ بسا اوقات ''نعجۃ'' کا لفظ عورت کی کنیت کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اِنَّ هٰذَا اَخِیْ لَهٗ تِسۡعٌ وَّ تِسۡعُوۡنَ'' (بے شک یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں۔ سورہ ص - آیت ۲۳)

حسن نے ''نَعۡجَة'' کو نون کے کسرہ کے ساتھ ''نِعۡجَة'' پڑھا ہے۔ ''التمهید'' میں مذکور ہے کہ مبرد سے اللہ تعالیٰ کے قول ''اِنَّ هٰذَا اَخِیْ تِسۡعٌ وَ تِسۡعُوۡنَ نَعۡجَةً وَ لِیَ نَعۡجَةٌ وَّاحِدَةٌ'' کے متعلق سوال کیا گیا کہ وہ تو فرشتے ہیں اور فرشتوں کے لئے بیویاں نہیں ہوتیں؟ مبرد نے کہا کہ ہم تمہیں مدتوں سے یہ مثالوں میں سمجھاتے رہتے ہیں ''ضَرَبَ زَیۡدٌ عَمۡرًا'' (زید نے عمرو کو مارا) پس کیا زید ہر وقت عمرو کو مارتا رہتا ہے' بلکہ یہ بطور مثال ہے۔ اسی طرح اگر ''نَعۡجَة'' سے مراد بیوی لیتے ہو تب بھی یہ مسئلہ بطور فرض اور تقدیر کے ہے کہ اگر بالفرض ایسا ہو کہ فلاں کے پاس ننانوے بیویاں ہوں اور میری ایک ہی بیوی ہو اور وہ اسے بھی مجھ سے لے لے تو کیا فیصلہ ہوگا؟ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کے متعلق ایک حدیث مسند دارمی میں منقول ہے۔ حضرت عبداللہ بن ابوبکرؓ ایک عربی آدمی سے نقل کرتے ہیں کہ میں حنین کے دن بھیڑ (رش) میں حضور ﷺ کے پاس پہنچ گیا اس حال میں کہ میرے پاؤں میں موٹی چپل تھی' پس میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں مبارک کچل دیا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف محسوس ہوئی' پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک کوڑا تھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہلکی سی ضرب لگائی اور فرمایا ''بسم اللہ'' تم نے مجھے تکلیف پہنچائی۔ راوی کہتے ہیں میں پوری رات اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے کہتا رہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دی ہے اور میری رات کیسے گزری' اللہ ہی کو اس کا علم ہے۔ پس جب ہم نے صبح کی تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے فلاں کہاں ہے؟

راوی کہتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا اللہ کی قسم یہ وہی معاملہ ہے جو کل میرے ساتھ پیش آیا تھا۔ راوی کہتے ہیں پس میں آگے بڑھا اس حال میں کہ میں خوفزدہ تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ بے شک تم نے کل اپنی چپل سے میرا پاؤں کچل دیا تھا جس سے مجھے تکلیف پہنچی تھی۔ پس میں نے تمہیں کوڑے سے مارا تھا' پس یہ اسی (80) بھیڑیں ہیں (یعنی کوڑے کے عوض میں) پس تم انہیں اپنے ساتھ لے جاؤ'' (مسند دارمی)

خواص بھیڑ کے سینگ کو لے کر اس پر تین مرتبہ یہ آیت ''یَوۡمَ تَجِدُ کُلُّ نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ مِنۡ خَیۡرٍ مُّحۡضَرًا ۚ وَّ مَا عَمِلَتۡ مِنۡ سُوۡٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوۡ اَنَّ بَیۡنَهَا وَ بَیۡنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِیۡدًا'' (وہ دن آنے والا ہے جب ہر نفس اپنے کئے کا پھل حاضر

پائے گا خواہ اس نے بھلائی کی ہو یا برائی۔ اس روز آدمی یہ تمنا کرے گا کہ کاش ابھی یہ دن اس سے بہت دور ہوتا۔ آل عمران- آیت ۳۰) پڑھ کر دم کر دیا جائے اور پھر اس سینگ کو کسی سونے والی عورت کے سر کے نیچے رکھ دیا جائے اس حال میں کہ اس عورت کو اس کی خبر نہ ہو تو اس سے جو بات بھی پوچھی جائے گی وہ بتا دے گی اور اگر اسے اس بات کا علم ہوا تو وہ بات کو چھپا نہیں سکے گی۔ بھیڑ کا پتہ جلا کر تیل میں ملالیا جائے اور پھر اس کو بھوؤں پر لگا دیا جائے تو بھوؤں پر بالوں کی کثرت ہو جائے گی اور ان کی سیاہی میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔ اگر بھیڑ کے دودھ سے کسی کاغذ پر تحریر لکھی جائے تو حروف ظاہر نہیں ہوں گے لیکن جب اس کاغذ کو پانی میں ڈال دیا جائے گا تو اس کاغذ پر سفید تحریر ظاہر ہو جائے گی۔ اگر کوئی عورت اپنی اندام نہانی میں بھیڑ کا بال رکھ لے تو اس کو حمل نہیں ٹھہر سکے گا۔ واللہ اعلم۔

تعبیر | خواب میں فربہ بھیڑ کو دیکھنا شریف مالدار عورت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ عورتوں کو عربی میں ''نعجۃ'' بھی کہہ دیا جاتا ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ بھیڑ کا گوشت کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے کوئی عورت حاصل ہوگی۔ خواب میں بھیڑ کے بال (یعنی اون) اور اس کے دودھ کو دیکھنا مال پر دلالت کرتا ہے جو شخص خواب میں دیکھے کہ بھیڑ اس کے گھر میں داخل ہوگئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس سال اسے بے پناہ نفع حاصل ہوگا۔ حاملہ بھیڑ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر مال اور خوشحالی سے دی جاتی ہے جو شخص خواب میں دیکھے کہ اس کی بھیڑ' دنبہ بن گئی ہے تو اگر خواب دیکھنے والا شادی شدہ ہے تو اس کی بیوی کبھی حاملہ نہیں ہوگی۔ نیز اسی تعبیر پر مادہ جانور کی تعبیر قیاس کر لیں۔ (یعنی مادہ جانور کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر یہی دی جائے گی کہ خواب دیکھنے والی کی بیوی حاملہ نہیں ہوگی) خواب میں بہت ساری بھیڑوں کو دیکھنا نیک وصالح عورتوں کی طرف اشارہ ہے۔ بسا اوقات اس کی تعبیر رنج وغم سے دی جاتی ہے۔ نیز خواب میں بہت ساری بھیڑوں کو دیکھنے کی تعبیر بیویوں سے ہاتھ دھونے اور عہدہ سے معزول ہونے سے بھی دی جاتی ہے۔

اَلنَّعْبُوْلُ

''اَلنُّعْبُوْلُ''(نون کے پیش کے ساتھ) ابن درید اور دیگر اہل علم کے نزدیک اس سے مراد ایک پرندہ ہے۔

اَلنُّعَرَۃ

''اَلنُّعَرَۃ ''اس سے مراد ایک فربہ (موٹی) چیونٹی ہے جس کی آنکھیں نیلی ہوتی ہیں اور اس کی دُم کے پاس ڈنک بھی ہوتا ہے جس سے وہ چوپایوں کو ڈستی ہے۔ بسا اوقات یہ چیونٹی گدھے کی ناک سے گھس کر دماغ کی طرف چڑھ جاتی ہے اور پھر اس کو وہاں سے نکالا نہیں جا سکتا۔

الحکم | اس چیونٹی کا کھانا حرام ہے۔

اَلنَّعَم

''اَلنَّعَم'' اہل لغت کے نزدیک اس سے مراد اونٹ اور بکریاں ہیں خواہ نر ہوں یا مادہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''نُسْقِیُکُمْ مِمَّا فِیْ بُطُوْنِہَا'' (ان کے پیٹ سے ہم تمہیں ایک چیز پلاتے ہیں یعنی دودھ۔ سورۃ النحل: آیت ٦٦) اس کی جمع ''انعام'' ہے اور جمع الجمع کے لئے ''اناعیم'' کا لفظ مستعمل ہے۔ فقہاء کے نزدیک ''النعم'' سے مراد اونٹ' گائے' بھینس' بھیڑ' بکریاں وغیرہ ہیں۔ ابن الاعرابی نے کہا ہے کہ ''النعم'' کا لفظ صرف اونٹ کے لئے خاص ہے۔ نیز ''الانعام'' کا لفظ اونٹ' گائے' بھینس' اور بکری و بھیڑ کے لئے مستعمل ہے۔ قشیریؒ نے اللہ تعالیٰ کے قول ''اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَہُمْ مِمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَا اَنْعَامًا فَہُمْ لَہَا مَالِکُوْنَ'' (کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ ہم نے اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لئے مویشی پیدا کئے ہیں اور اب یہ ان کے مالک ہیں۔ یٰسین: آیت ٧٢) کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ''انعاما'' سے مراد اونٹ' گائے' بھینس' بکری' گھوڑا' خچر اور گدھا وغیرہ ہیں۔ ''مَالِکُوْنَ'' سے مراد یہ ہے کہ وہ تمہارے مطیع ہیں۔ یعنی تم ان کے مالک ہو اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارا فرمانبردار بنا دیا ہے۔

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ تمہاری بدولت ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو تمہارے حق میں یہ ''سرخ اونٹ'' سے بھی بہتر ہے۔ (رواہ البخاری و مسلم)

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث علم دین سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔ نیز اس حدیث سے اہل علم کا مقام و مرتبہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شخص کی دین کی طرف رہنمائی کرنا جو دین کے متعلق کچھ نہ جانتا ہو سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ سرخ اونٹ کی قدر و قیمت سے اونٹ والے بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ پس ان لوگوں کا مقام و مرتبہ کتنا بلند ہوگا۔ جن سے لوگوں کی کثیر تعداد ہدایت حاصل کرتی ہے۔ مویشیوں میں بے حد فوائد ہیں۔ مویشیوں میں کسی قسم کا خطرناک ہتھیار نہیں ہے جیسے کہ درندوں کے دانت' پنجے اور سانپ اور بچھوؤں کے زہریلے دانت اور ڈنک ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مویشیوں کے لئے ایسا کوئی ہتھیار پیدا نہیں کیا کیونکہ لوگوں کو مویشیوں کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مویشیوں میں بھوک' پیاس' تھکن' برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا کی ہے۔ نیز مویشیوں کو مستقل مزاج بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مویشیوں کو انسان کا مطیع بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَ ذَلَّلْنَاہَا لَہُمْ فَمِنْہَا رَکُوْبُہُمْ وَ مِنْہَا یَاْکُلُوْنَ'' (ہم نے انہیں اس طرح ان کے بس میں کر دیا کہ ان میں سے کسی پر یہ سوار ہوتے ہیں، کسی کا یہ گوشت کھاتے ہیں) اللہ تعالیٰ نے مویشیوں کے سینگوں کو ان کے لئے بطور ہتھیار بنایا تاکہ وہ ان کے ذریعے دشمنوں سے اپنی حفاظت کر سکیں۔ مویشیوں کی خوراک گھاس ہے اس لئے حکمت الٰہی کا تقاضا تھا کہ مویشیوں کے منہ کو کشادہ اور ان کے دانتوں کو تیز اور ڈاڑھوں کو مضبوط بنایا جائے تاکہ وہ اس سے دانہ و چارہ وغیرہ اچھی طرح چبا کر کھا سکیں۔

فائدہ اللہ تعالیٰ نے مویشیوں کو انسانوں کے نفع کے لئے بطور نعمت پیدا فرمایا اور اس نعمت کو شمار بھی کرایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

ہے"وَ ذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَ مِنْهَا يَاكُلُوْنَ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَ مَشَارِبُ أَفَلا يَشْكُرُوْنَ"(ہم نے انہیں اس طرح ان کے بس میں کر دیا کہ ان میں سے کسی پر یہ سوار ہوتے ہیں، کسی کا یہ گوشت کھاتے ہیں اور ان کے اندر ان کے لئے طرح طرح کے فوائد اور مشروبات ہیں۔ پھر کیا یہ شکر گزار نہیں ہوتے۔ یٰسین: آیت ۷۲-۷۳) پس زمانہ جاہلیت کے لوگ ان مویشیوں سے فوائد حاصل کرنے کے راستوں کو بند کر دیتے تھے اور اللہ کی نعمتوں کو ضائع کر دیتے تھے اور اپنی خباثت کی وجہ سے ان مویشیوں میں انسانوں کیلئے موجود فوائد کو بے کار کر دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی فکر کا رد کرتے ہوئے فرمایا ہے"مَا جَعَلَ اللهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَلاَ سَائِبَةٍ وَلاَ وَصِيلَةٍ وَلاَ حَامٍ"(اللہ نے نہ کوئی بحیرہ مقرر کیا، نہ سائبہ، نہ وسیلہ اور نہ حام۔ سورۃ المائدہ: آیت ۱۰۴)

"البحیرۃ" اونٹنی جب پانچ بچے جن دیتی ہے تو (زمانۂ جاہلیت کے لوگ) اس کے کان کو پھاڑ دیتے تھے اور اس پر سواری کرنے اور بوجھ لادنے کو حرام سمجھتے تھے۔ اس کے بعد نہ تو اس کا بال کاٹتے اور نہ اسے کہیں چرنے اور پانی پینے سے روکتے خواہ کہیں سے بھی کھائے پیئے۔ پھر اگر اس کا پانچواں بچہ نر ہوتا تو اس اونٹنی کو ذبح کر دیتے اور تمام مرد اور عورتیں اس اونٹنی کا گوشت کھاتے اور اگر پانچواں بچہ مادہ ہوتو اس اونٹنی کا کان پھاڑ کر اسے چھوڑ دیتے تھے اور عورتوں پر اس کا دودھ اور اس سے کسی قسم کا نفع اٹھانا حرام قرار دیا جاتا اور اس اونٹنی سے صرف مرد ہی نفع اٹھا سکتے تھے لیکن جب وہ اونٹنی مرجاتی تو پھر تمام مردوں اور عورتوں کے لئے حلال ہو جاتی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ (بحیرۃ سے مراد یہ ہے کہ) جب اونٹنی مسلسل بارہ مادہ بچے دیتی تو زمانہ جاہلیت کے لوگ اسے چھوڑ دیتے تھے۔ پس نہ تو اس پر کوئی سوار ہوتا تھا اور نہ ہی اس کے بال کاٹتے تھے اور مہمان کے علاوہ اور کوئی فرد اس اونٹنی کا دودھ بھی نہیں پی سکتا تھا۔ پھر اگر وہ اونٹنی مادہ بچہ جنتی تو اس اونٹنی کے بچہ کا کان پھاڑ کر اسے بھی اس کی ماں کے ساتھ اونٹوں میں چھوڑ دیا جاتا تھا۔ پس نہ تو اس پر کوئی سوار ہوتا تھا اور نہ ہی اس کے بال کاٹتا اور نہ ہی مہمان کے سوا کوئی اس کا دودھ استعمال کر سکتا تھا۔ پس اس کے ساتھ بھی وہی معاملہ کیا جاتا جو اس کی ماں کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ پس اس تفسیر کے مطابق "بحیرۃ" سائبہ (آزاد چھوڑی ہوئی اونٹنی) کی مادہ اولاد ہوئی۔"السائبۃ" اس سے مراد وہ اونٹنی ہے جسے آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ دور جاہلیت کا کوئی شخص جب بیمار ہو جاتا یا اس کا کوئی رشتہ دار کہیں غائب ہو جاتا تو وہ نذر مانتا کہ اگر مجھے اللہ نے شفا دی یا میرے مریض کو شفا دی یا میرا گمشدہ رشتہ دار واپس لوٹا دیا تو میری یہ اونٹنی (اللہ کے لئے) آزاد ہے۔ پھر اس اونٹنی کو "بحیرۃ" کی طرح پانی پینے یا چرنے سے کوئی نہیں روکتا تھا اور نہ ہی اس پر کوئی سواری کرتا تھا۔ حضرت سعید بن میسبؒ نے فرمایا کہ "السائبۃ" اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کو زمانہ جاہلیت کے لوگ اپنے معبودوں (یعنی بتوں) کے لئے (یعنی ان کے نام پر) چھوڑ دیتے تھے اور پھر اس پر کوئی بھی سوار نہیں ہوتا تھا۔ نیز "البحیرۃ" اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کا دودھ بتوں کے نام پر روک لیا جاتا تھا۔ پس لوگوں میں سے کوئی ایک بھی اس قسم کی اونٹنی کا دودھ نہیں دوہتا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ "السائبۃ" سے مراد وہ اونٹنی ہے جس نے بارہ بچے جنے ہوں اور پھر اس کو آزاد چھوڑ دیا گیا ہو اور "السائبة"، "فاعلة" کے وزن پر ہے۔ محمد بن اسحٰق نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ''اکثم بن جون خزاعیؓ سے فرمایا: اے اکثم میں نے عمرو بن لحی کو آگ (یعنی جہنم) میں اپنی آنتیں گھسیٹتے ہوئے دیکھا ہے۔ پس میں نے اس سے زیادہ تمہارے مشابہ اور تم سے زیادہ اس کے مشابہ کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ تحقیق میں نے اس کو آگ (یعنی جہنم) میں اس حال میں دیکھا ہے کہ جہنمی اس کی آنتوں کی بو سے تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ اکثمؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میرا اس کے مشابہ ہونا میرے لئے مضر تو نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک تم مومن ہو وہ تو کافر تھا۔ (رواہ ابن اسحٰق) عمرو بن لحی ہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے دین کو تبدیل کیا اور بتوں کو نصب کیا اور ''بحیرۃ، سائبۃ، وصیلۃ اور الحام'' کی ایجاد کی۔

''الوصلیۃ'' اس کا تعلق بکریوں سے ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ (زمانہ جاہلیت میں) جب بکری تین بچے دے دیتی تھی یا پانچ بچے دے دیتی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سات بچے دے دیتی تھی تو اس کا آخری بچہ اگر نر ہوتا تو اسے معبودوں کے گھر (یعنی بت خانہ) میں ذبح کر دیا جاتا اور تمام مرد اور عورتیں اس کا گوشت کھاتے تھے۔ اگر وہ آخری بچہ مادہ ہوتا تو اس کو چھوڑ دیتے تھے (یعنی ذبح نہیں کرتے تھے) نیز اگر بکری نر و مادہ دونوں ایک ساتھ جنتی تو نر کو مادہ کے لئے چھوڑ دیتے تھے اور اس کو ذبح نہیں کرتے تھے اور اس مادہ بچہ کا دودھ عورتوں پر حرام کر دیا جاتا۔ پس اگر کوئی بچہ مرجاتا تو مرد اور عورت مل کر اس بچہ کے گوشت کو کھاتے تھے۔

''الحام'' اونٹ' جب اس کے نطفے سے دس بچے پیدا ہو جاتے' یہ بھی کہا جاتا ہے جب اونٹ دس سال تک جفتی کر چکا ہوتا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب اونٹ کا بچہ' بچہ دے دیتا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب اس اونٹ کے بچے کا بچہ سواری کے قابل ہو جاتا تھا تو (زمانہ جاہلیت میں) اس اونٹ پر کوئی بوجھ وغیرہ نہیں لادا جاتا تھا اور نہ اسے کسی جگہ گھاس چرنے اور پانی پینے سے روکا جاتا تھا۔ جب وہ اونٹ مرجاتا تو اس کا گوشت تمام مرد اور عورتیں کھاتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان تمام اشیاء کو کسی مرد اور عورت کے لئے حرام نہیں فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ'' (اللہ نے نہ کوئی بحیرہ مقرر کیا، نہ سائبہ، نہ وسیلہ اور نہ حام۔ سورۃ المائدہ: آیت ۱۰۴) پس یہ تمام افعال جاہلیت کے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے (ان کو) ان تمام جاہلیت کے افعال سے منع فرمایا ہے۔

اَلنُّغَرُ

''اَلنُّغَرُ'' (نون کے ضمہ اور غین کے فتحہ کے ساتھ) جوہری نے کہا ہے کہ اس سے مراد چڑیوں کی مثل ایک پرندہ ہے جس کی چونچ سرخ ہوتی ہے۔ اسکی جمع ''نغران'' آتی ہے۔ اس کی مونث ''نغرۃ'' ہے۔ اہل مدینہ اس پرندے کو ''البلبل'' کہتے ہیں۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں بہترین اخلاق والے تھے اور میرا ایک ماں شریک بھائی جس نے دودھ پینا چھوڑ دیا تھا۔ اسے عمیر کہا جاتا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہاں تشریف لائے تو فرمایا ''اے ابوعمیر'' تمہاری ''نغیر'' (بلبل) کا کیا ہوا۔ (رواہ البخاری و مسلم) شیخ الاسلام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ (اس) حدیث

میں بے حد فوائد ہیں ۔اس حدیث سے اس شخص کے لئے کنیت کا جواز معلوم ہوگیا جس کے ہاں اولاد نہ ہو۔ بچہ کو بھی کنیت سے پکارا جاسکتا ہے ۔ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ کسی شخص کو کنیت کے ساتھ پکارنا جھوٹ نہیں ہے نیز کلام میں بلاتکلف مسجع جملوں کے استعمال کا جواز بھی معلوم ہوگیا۔ نیز بچوں سے پیار ومحبت کا معاملہ کرنے کا جواز بھی ثابت ہوگیا۔اس حدیث سے حضور ﷺ کے اخلاق کریمانہ اور آپ کا بچوں کے ساتھ شفقت کا معاملہ فرمانا معلوم ہوا۔اس حدیث سے رشتہ داروں کی زیارت کا جواز بھی معلوم ہوگیا کیونکہ حضرت انسؓ اور ابوعمیر کی والدہ ام سلیم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محارم میں سے تھیں ۔(یعنی رضاعی خالہ اور بعض اہل علم کے مطابق نسبی خالہ تھیں)۔

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے بعض مالکیہ نے حرم مدینہ میں شکار کو جائز قرار دیا ہے۔ حالانکہ حدیث میں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے ۔اس لئے کہ حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ وہ بلبل حرم مدینہ سے شکار کی ہوئی تھی بلکہ وہ مدینہ سے باہر ''حل'' (ایسی جگہ جہاں شکار کرنا حلال ہو) کا شکار تھی اور اس کو حرم مدینہ میں لایا گیا تھا اور حلال (یعنی جس نے احرام باندھا ہو) کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ ''حل'' سے شکار کر کے اس کو حرم میں لے جا کر رکھے مگر حرم سے شکار نہ کرے کیونکہ ''حرم'' سے شکار کرنا جائز نہیں ہے۔تحقیق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی صحیح احادیث منقول ہیں جن سے حرم مدینہ میں بھی شکار کرنے کی حرمت معلوم ہوتی ہے ۔ پس اس حدیث میں محض احتمال کی بنیاد پر دوسری صریح احادیث کو ترک کرنا اور ان حدیثوں سے اس حدیث کا معارضہ جائز نہیں ہے نیز اس حدیث میں اس بات کی دلیل بھی موجود ہے کہ بچہ پرندہ سے کھیل سکتا ہے۔ علامہ ابوالعباس قرطبیؒ نے فرمایا ہے کہ علماء نے بچے کو پرندہ سے کھیلنے کی اجازت (اس شرط پر) دی ہے کہ وہ پرندہ کو پنجرہ میں بند کر کے کھیلے۔ پس پرندہ کو اذیت پہنچانا اور اس سے کھیلنا جائز نہیں ہے ۔اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوان کو اذیت پہچانے سے منع فرمایا ہے۔بعض اہل علم نے کہا ہے کہ علامہ ابوالعباس قرطبیؒ کے قول سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پرندے کو پنجرے میں روک کر رکھنا جائز ہے۔ابن عقیل حنبلیؒ نے پرندے کو پنجرے میں قید کرنے سے منع کیا ہے۔

بلبل کا شرعی حکم بلبل کا کھانا حلال ہے کیونکہ چڑیوں کی ایک قسم ہے۔

اَلنَّغف

''اَلنَّغف ''اس سے مراد ایک قسم کا کیڑا ہے۔ ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ یہ سفید کیڑے کی طرح ایک کیڑا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایک لمبا کیڑا ہے جو سیاہ اور سبز رنگ کا ہوتا ہے۔ یہ کیڑا زمین میں کھیتی کو قطع کرتا ہے (یعنی نقصان پہنچاتا ہے)

حضرت نواس بن سمعانؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ (قیامت کے قریب) یاجوج ماجوج کو ظاہر کرے گا۔ پس اس کے بعد وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) ان کی (یعنی یاجوج ماجوج کی) گردنوں میں لگنے والا ''نغف'' (کیڑا) بھیجے گا۔ پس وہ تمام بیک وقت مر جائیں گے ۔(رواہ مسلم) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کو توشہ دان کی طرح جھاڑا تو ان کے جسم سے (باریک باریک) کیڑے جیسی چیزیں نکلیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس میں سے دو مٹھی اٹھایا۔

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میری داہنی مٹھی میں ہے یہ جنت میں جانے والے ہیں اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں اور فرمایا جو میری بائیں مٹھی میں ہے یہ دوزخی ہیں اور مجھے اُس کی کوئی پرواہ نہیں۔

اَلنَّفَار

''اَلنَّفَار'' اس سے مراد ایک قسم کی چڑیاں ہیں۔ ان کو ''اَلنَّفَار'' اس لئے کہتے ہیں کہ یہ انسان کو دور ہی سے دیکھ کر فرار ہو جاتی ہیں۔

اَلنَّقَاز

''اَلنَّقَاز'' اس سے مراد ایک چھوٹی چڑیا ہے نیز چڑیوں کے بچوں کو بھی ''اَلنَّقَاز'' کہا جاتا ہے۔

اَلنَّقد

''اَلنَّقد'' اس سے مراد چھوٹی بکری ہے۔ اس کے واحد کے لئے ''نقدۃ'' کا لفظ مستعمل ہے۔ اس کی جمع ''نقاد'' آتی ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ ''النقد'' بکریوں کی ایک قسم ہے جس کے پاؤں چھوٹے ہوتے ہیں نیز اس بکری کا چہرہ قبیح ہوتا ہے۔ یہ بکری بحرین میں پائی جاتی ہے۔ اس کے واحد کے لئے ''نقدۃ'' کا لفظ مستعمل ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''أذل من النقد'' (چھوٹی بکریوں سے بھی زیادہ ذلیل) اصمعی نے کہا ہے کہ سب سے بہترین اون ''النقد'' (چھوٹی بکری) کی اون ہوتی ہے۔

اَلنَّکل

''اَلنَّکل'' اس سے مراد سدھایا ہوا طاقتور گھوڑا ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ مضبوط سدھائے ہوئے گھوڑے پر بہادر' ماہر شخص کو پسند کرتا ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ مضبوط گھوڑا جو حملہ کرتا ہو پھر مڑتا ہو اور پھر حملہ کرتا ہو' اس گھوڑے پر سوار ہو کر اس قسم کا حملہ کرنے والا' پھر مڑ کر حملہ کرنے والا بہادر شخص اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔'' علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ تحقیق ''باب الفاء'' میں ''الفرس'' کے تحت اس کا تفصیلی تذکرہ گزر چکا ہے۔

اَلنَّمِرُ

''اَلنَّمِرُ'' (نون کے فتحہ اور میم کے کسرہ کے ساتھ) درندوں کی ایک قسم (یعنی چیتا) ہے جو شیر کے مشابہ ہوتا ہے لیکن شیر اس (یعنی چیتا) سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کی جلد پر سفید اور سیاہ نقطے ہوتے ہیں۔ یہ شیر سے زیادہ خبیث (یعنی خطرناک) ہوتا ہے۔ غصہ کے وقت یہ اپنے نفس (یعنی خود) پر کنٹرول نہیں کر سکتا یہاں تک کہ وہ غصہ کی شدت کے باعث یوں محسوس ہوتا ہے کہ

وہ اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالے گا۔ اس کی جمع کے لئے ''انمار' انمر' نمور' نمار'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔ اس کی مونث ''غرۃ'' آتی ہے۔ اس کی کنیت کے لئے ''ابو الابرد، ابوالاسود، ابو جعرۃ، ابو جہل، ابو خطاف، ابو الصعب، ابو رقاش، ابو سہل، ابوعمرو، ابوالمرسال'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔ اس کی مونث کو ''ام الابرد، ام رقاش کہتے ہیں۔ چیتے کا مزاج درندوں کے مزاج جیسا ہوتا ہے۔ چیتے کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم کا چیتا بڑے جسم اور چھوٹی دم والا ہوتا ہے اور دوسری قسم اس کے برعکس ہوتی ہے یعنی اس قسم کا چیتا بڑی دم اور چھوٹے جسم والا ہوتا ہے۔ ہر قسم کے چیتے طاقتور' بہادر اور نڈر ہوتے ہیں۔ تمام چیتوں کی چھلانگ بہت تیز ہوتی ہے۔ چیتا جانوروں کا دشمن ہوتا ہے اور یہ کسی بھی جانور سے مرعوب نہیں ہوتا۔ چیتا بہت متکبر ہوتا ہے۔ پس جب چیتا پیٹ بھر کر کھالیتا ہے تو تین دن تک سوتا رہتا ہے لیکن دوسرے درندوں کی طرح چیتے کے جسم سے بدبو نہیں آتی۔ جب چیتا بیمار ہو جائے تو وہ چوہا کھالیتا ہے جس سے اس (یعنی چیتے) کی بیماری زائل ہو جاتی ہے۔ جاحظ نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ چیتا شراب نوشی کو پسند کرتا ہے۔ پس اگر شراب کو جنگل میں رکھ دیا جائے تو چیتا شراب پی کر مست ہو جاتا ہے۔ پس اس طرح شکاری اس کا شکار کر لیتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جب چیتے کی مادہ بچہ جنتی ہے تو اس کے گلے میں سانپ لپٹ جاتا ہے اور وہ (یعنی سانپ) اسے (یعنی چیتے کی مادہ کو) ڈستا رہتا ہے لیکن وہ (یعنی چیتے کی مادہ) سانپ کو قتل نہیں کرتی۔ درندوں میں چیتے کو شیر کے بعد دوسرا درجہ حاصل ہے۔ چیتا کمزور سینے والا' لالچی اور ہر وقت حرکت کرنے والا (درندہ) ہے۔ اس کی طبیعت میں شیر کی عداوت پائی جاتی ہے۔ بسا اوقات شیر' چیتے کو مغلوب کر لیتا ہے اور کبھی چیتا' شیر پر غلبہ پالیتا ہے۔ چیتا گوشت کو نوچ نوچ کر کھاتا ہے۔ نیز چیتا (شکار کو) اچک لینے میں بڑا بہادر ہے۔ چیتے کی چھلانگ بہت لمبی ہوتی ہے۔ بعض اوقات چیتا اونچائی میں چالیس گز چھلانگ لگالیتا ہے اور جب چیتا کودنے پر قادر نہیں ہوتا تو کوئی چیز نہیں کھاتا۔ چیتا دوسرے درندوں کا کیا ہوا شکار نہیں کھاتا۔ نیز چیتا مردار سے بھی اپنے آپ کو دور رکھتا ہے۔

طبرانی نے معجم الاوسط میں حضرت عائشہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے پروردگار مجھے اپنی مخلوق میں سے معزز شخص کی خبر دیجئے؟ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا (میری مخلوق میں معزز شخص) وہ ہے جو میری مرضیات کی طرف ایسی تیزی سے بڑھتا ہے جیسے گدھ اپنی خواہشات کی طرف بڑھتا ہے اور وہ شخص (جو میری مخلوق میں معزز ہے) میرے نیک بندوں سے ایسی ہی محبت کرتا ہے جیسے (انسانی) بچہ کھلونوں سے محبت کرتا ہے اور وہ شخص (میری مخلوق میں معزز ہے جو) میری حرمتوں کی آبروریزی کرنے پر ایسے ہی غضبناک ہو جاتا ہے جیسے چیتا غضبناک ہو جاتا ہے۔ پس جب چیتا غضبناک ہو جاتا ہے تو وہ اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ شکاری کم ہیں یا زیادہ۔ (یعنی چیتا بلاخوف شکاریوں پر حملہ کر دیتا ہے) اس روایت میں محمد بن عبداللہ بن یحییٰ بن عروہ نامی راوی متروک ہیں۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ تحقیق ''النسر'' (گدھ) کے تحت بھی اس روایت کے بعض حصہ کو نقل کیا گیا ہے۔

الحکم چیتے کا کھانا حرام ہے کیونکہ یہ ایک نقصان پہنچانے والا درندہ ہے۔

امام ابو داؤدؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے اس جماعت کے

ساتھ نہیں رہتے جس کے پاس چیتے کی کھال ہو۔ ایک روایت میں ''وَقعَۃٌ'' کے الفاظ ہیں یعنی فرشتے اس جماعت میں داخل نہیں ہوتے جس کے پاس چیتے کی کھال ہو۔ شیخ ابوعمرو بن صلاح نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ چیتے کی کھال دباغت سے قبل ناپاک ہے۔ چاہے چیتے کو ذبح کیا گیا ہو یا ذبح نہ کیا گیا ہو۔ پس اس کھال کا استعمال نجس العین کی طرح ممنوع ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ دباغت سے قبل چیتے کی کھال کا استعمال قطعی طور پر اس جگہ ممنوع ہے جہاں نجاست سے بچنا واجب ہو جیسے نماز وغیرہ۔

کیا چیتے کی کھال کا استعمال مطلقاً بھی حرام ہے اس سلسلہ میں دو قول ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ مطلقاً استعمال جائز ہے جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ چیتے کی کھال کا استعمال مطلقاً بھی حرام ہے لیکن دباغت کے بعد کھال پاک ہو جاتی ہے لیکن چیتے کا بال نجس ہی ہوگا۔ کیونکہ وہ اصل کے تابع ہوگا اور اس کی اصل نجس ہے۔ اسی طرح غیر مستعمل چیز کا استعمال بھی ممنوع ہو جائے گا کیونکہ حدیث میں عام طور سے استعمال کرنے کی چیز ''کھال'' کے استعمال کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے ''لا ترکبوا النمور'' (تم چیتوں پر سواری نہ کرو) ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کی کھال بچھانے سے منع فرمایا۔ (علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ) اس بات میں کوئی شک نہیں کہ چیتا بھی درندوں میں سے ایک درندہ ہے۔ پس یہ احادیث قوی و معتبر ہیں اور ان میں تاویل فاسد درست نہیں ہے۔ پس اگر کوئی آدمی ان احادیث کے خلاف کوئی حدیث کہیں سے لے کر آتا ہے تو وہ اس کی متاع گمشدہ ہے اور وہ اس سے تسلی حاصل کرلے لیکن صحیح بات وہی ہے جو ہم نے نقل کر دی ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''شَمِّرْ وَاتَّزِرْ وَالْبَسْ جِلْدَ النَّمر'' (تو آستین سمیٹ لے اور کمر کس لے اور چیتے کی کھال پہن لے) یہ الفاظ کسی کام میں خوب محنت اور لگن پیدا کرنے کے لئے کسی کو کہے جاتے ہیں۔

خواص جب کسی جگہ چیتے کا سر دفن کر دیا جائے تو وہاں بکثرت چوہے جمع ہو جائیں گے۔ چیتے کا پتہ بطور سرمہ آنکھوں میں لگانے سے آنکھوں کی روشنی میں اضافہ ہوتا ہے اور آنکھوں سے نکلنے والا پانی بند ہو جاتا ہے نیز چیتے کا پتہ زہر قاتل ہے۔ اگر کسی شخص کو ایک دانق کے ہم وزن چیتے کا پتہ کسی چیز میں ملا کر پلا دیا جائے تو وہ زندہ نہیں بچ سکتا۔ البتہ اگر اللہ تعالیٰ ہی اس کو بچا لے تو کون کسی کو ہلاک کر سکتا ہے۔ چیتے کا دماغ (یعنی مغز) جب کوئی شخص سونگھ لے تو اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ ارسطو نے ''طبائع الحیوان'' میں اسی طرح لکھا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ چیتا انسان کی ہڈیوں کی کھوپڑی دیکھتے ہی فرار ہو جاتا ہے۔ اگر چیتے کے بالوں کی کسی گھر میں دھونی دی جائے تو وہاں سے بچھو بھاگ جاتے ہیں۔ چیتے کی چربی پگھلا کر پرانے گہرے زخموں پر لگانے سے زخم صاف اور ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ جو شخص چیتے کا گوشت پانچ درہم کے بقدر کھا لے تو اسے زہریلے سانپوں خصوصاً ''افعی'' سانپ کا زہر ضرر نہیں پہنچائے گا۔ قزوینیؒ نے فرمایا ہے کہ چیتے کے جسم کا ہر حصہ سم قاتل (زہر قاتل) کا کام کر سکتا ہے۔ خصوصاً چیتے کا پتہ، صحیح بات یہی ہے۔ اگر چیتے کا عضو تناسل پکا لیا جائے اور اس کا شوربہ ایسا شخص پی لے جسے پیشاب کے قطرے آتے ہوں یا (وہ شخص پی لے) جس کے مثانہ میں تکلیف ہو تو ان کیلئے بے حد نافع ہے۔

اگر بواسیر کا مریض چیتے کی کھال پر بیٹھ جائے تو اس کا مرض زائل ہو جائے گا اور اگر کوئی شخص چیتے کی کھال کا ٹکڑا اپنے پاس

رکھے تو لوگوں میں بارعب ہو جائے گا۔ چیتے کا ہاتھ اور اس کے پنجے اگر کسی جگہ دفن کر دیئے جائیں تو وہاں چوہے نہیں رہ سکتے۔ اگر کسی انسان کو چیتے نے زخمی کر دیا ہو تو چوہے اس شخص کو تلاش کرتے رہتے ہیں تاکہ وہ (یعنی چوہے) اس (یعنی آدمی) پر پیشاب کریں۔ پس اگر وہ (یعنی چوہے) ایسا (یعنی پیشاب) کر لیں تو اس آدمی کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں ضروری ہے کہ ایسے شخص کی حفاظت و نگرانی کی جائے۔ صاحب ''عین الخواص'' اور دوسرے اہل علم نے کہا ہے کہ جو شخص اپنے جسم پر گوہ کی چربی مل لے اور وہ چیتے پر داخل ہو (یعنی چیتا کے پاس جائے) تو چیتا اس سے فرار ہو جائے گا۔

تعبیر چیتے کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر ظالم بادشاہ یا ایسے شان و شوکت والے دشمن سے دی جاتی ہے جس کی دشمنی واضح ہو۔ پس اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس نے چیتے کو قتل کر دیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ چیتے کی صفات کے حامل دشمن کو قتل کرے گا۔ جو شخص خواب میں دیکھے کہ وہ چیتے کا گوشت کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے مال و دولت اور عزت حاصل ہوگی۔ جو شخص خواب میں دیکھے کہ وہ چیتے پر سوار ہوا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے بہت بڑی سلطنت حاصل ہوگی۔ پس اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ چیتا اس پر سوار ہو گیا (یعنی غالب ہو گیا) ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کو کسی ظالم بادشاہ یا کسی دشمن کی طرف سے ضرر پہنچے گا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس نے چیتا کی مادہ سے جماع کیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی ظالم قوم کی عورت سے نکاح کرے گا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ چیتا اس کے گھر میں آ گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کے گھر پر کوئی فاسق شخص حملہ آور ہوگا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس نے چیتا یا تیندوا کا شکار کر لیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ ان جانوروں یعنی چیتا اور تیندوا کے غصہ کے برابر اس کو (یعنی خواب دیکھنے والے کو) نفع حاصل ہوگا۔ ارطامیدورس نے کہا ہے کہ چیتا کو خواب میں دیکھنا مرد پر دلالت کرتا اور عورت پر بھی دلالت کرتا ہے کیونکہ چیتے کا رنگ مختلف ہوتا ہے اور چیتا نہایت چالاک اور مکار ہوتا ہے۔ بسا اوقات چیتے کو خواب میں دیکھنا بیماری یا آشوب چشم پر دلالت کرتا ہے۔ خواب میں چیتے کی مادہ کا دودھ دیکھنا دشمنی کی علامت ہے اور خواب میں چیتے کی مادہ کا دودھ پینے کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کو نقصان پہنچے گا۔

اَلنَّمِس

''اَلنِّمس'' ایک چوڑے بدن کا (نیولے کی صفت کا) چھوٹا جانور ہے جو یوں دکھائی دیتا ہے گویا کہ سوکھے ہوئے گوشت کا ٹکڑا ہو۔ یہ جانور سرزمین مصر میں پایا جاتا ہے۔ باغبانوں کو جب سانپ سے خطرہ محسوس ہوتا ہے تو اس جانور کو اپنے ساتھ رکھ لیتے ہیں کیونکہ یہ سانپ کو قتل کر دیتا ہے اور اسے اپنی غذا بنا لیتا ہے۔ جوہریؒ نے اسی طرح کہا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ''نمس'' ایک ایسا حیوان ہے جس کی دم لمبی اور ہاتھ و پاؤں چھوٹے ہوتے ہیں۔ یہ جانور چوہے اور سانپ کو شکار کر کے کھا جاتا ہے۔ مفضل بن سلمہ نے کہا ہے کہ ''النمس'' سے مراد ''الظربان'' (بلی جیسا ایک بدبودار جانور) ہے۔ جاحظ نے کہا ہے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ ''النمس'' سے مراد مصر میں پایا جانے والا ایک کیڑا ہے جو سکڑتا اور پھیلتا رہتا ہے۔ جیسے چوہا سکڑتا اور پھیلتا ہے۔ پس جب سانپ

''النمس'' پر لپٹ جاتا ہے تو ''النمس'' بار بار سانس لے کر اپنے بدن کو پھلا لیتا ہے جس کی وجہ سے سانپ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ ''النمس'' سے مراد ''ابن عرس'' (یعنی نیولا) ہے۔ نیولا کو ''النمس'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ''النمس'' کے معنی چھپانا ہے۔ ''نمس الصائد'' کے الفاظ اس وقت بولے جاتے ہیں جب شکاری شکار کرنے کے لئے گھات میں چھپ جائے۔ اسی طرح ''النمس'' بھی سانپ کے شکار کیلئے گھات لگا کر بیٹھا رہتا ہے اور بسا اوقات ''النمس'' اپنے آپ کو مردہ ظاہر کر کے ہاتھ پاؤں بے حس وحرکت کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ سانپ آ کر ''النمس'' کو کھانے کیلئے چاٹنے لگتا ہے۔ پس ''النمس'' سانپ کا شکار کر لیتا ہے۔

شرعی حکم ''النمس'' کا کھانا حرام ہے کیونکہ اس میں (طبعاً) گندگی پائی جاتی ہے۔ امام رافعیؒ نے ''کتاب الحج'' میں لکھا ہے کہ ''النمس'' کی بہت سی اقسام ہیں۔ پس مختلف متضاد اقوال کو جمع کرنا اس قول کی بنیاد پر آسان ہو جاتا ہے۔

خواص اگر ''النمس'' کی دھونی کسی ایسے برج (یعنی گنبد) میں دی جائے جہاں کبوتر رہتے ہوں تو وہاں سے کبوتر بھاگ جائیں گے۔ ''النمس'' کا پتہ انڈے کی سفیدی میں ملا کر آنکھ پر لیپ کر دیا جائے تو آنکھ کی حرارت ختم ہونے کے ساتھ ساتھ آنکھ سے آنسو نکلنا بھی بند ہو جاتے ہیں۔ ''النمس'' کا خون ایک قیراط کے بقدر عورت کے دودھ میں ملا کر مجنون کی ناک میں ٹپکایا جائے اور اس کی دھونی مجنون کو دے دی جائے تو اس کو (یعنی مجنون کو) افاقہ آ جاتا ہے۔ النمس کا عضو تناسل پکا کر اگر کوئی ایسا شخص پی لے جسے پیشاب کے قطرے آتے ہوں یا اس کے مثانہ میں درد ہو تو وہ شفایاب ہو جائے گا۔ ''النمس'' کی داہنی آنکھ اگر موسمی بخار میں مبتلا شخص کے گلے میں لٹکا دی جائے تو بخار ختم ہو جاتا ہے اور اگر بائیں آنکھ مذکورہ شخص کے گلے میں لٹکا دیں تو بخار واپس آ جاتا ہے۔ ''النمس'' کا دماغ اگر مولی کے عرق میں حل کر کے اس میں روغن گلاب ملا لیا جائے اور پھر یہ کسی انسان کے لگا دیا جائے تو وہ اسی وقت بیمار ہو جائے گا اور اس کے دن میں خارش ہونے لگے گی۔ اس کا علاج یہ ہے کہ پارہ کے تیل میں ''النمس'' کا پاخانہ خشک کر کے اس انسان کے بدن پر مل دیا جائے (تو بیماری اور خارش ختم ہو جائے گی) اگر ''النمس'' کا پاخانہ پانی میں گر جائے اور کوئی انسان اس پانی کو پی لے تو وہ انسان رات اور دن یعنی ہر وقت خوفزدہ رہے گا اور یوں دکھائی دے گا گویا کہ شیاطین اس کی تلاش میں لگے ہوں۔

تعبیر ''النمس'' کو خواب میں دیکھنا زنا پر دلالت کرتا ہے کیونکہ یہ مرغیاں چراتا ہے اور ان کے ساتھ زنا کرتا ہے۔ اگر کسی نے خواب میں ''النمس'' یعنی نیولوں کا پورا گروہ دیکھا تو اس کی تعبیر عورتوں سے دی جائے گی۔ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ وہ نیولے سے جھگڑ رہا ہے یا وہ خواب میں نیولے کو اپنے گھر میں دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی زانی انسان سے جھگڑا کرے گا۔ واللہ اعلم۔

اَلنَّمل

''اَلنَّمل'' اس سے مراد ایک معروف جانور ہے۔ اس کی کنیت کے لئے ابو مشغول کا لفظ مستعمل ہے۔ نیز مادہ کی کنیت ''ام نوبۃ'' اور ام مازن'' ہے۔ اس کی مادہ کیلئے ''نملۃ'' کا لفظ مستعمل ہے اور ''نملۃ'' کی جمع ''نمال'' آتی ہے۔ چیونٹی کو کثرت حرکت اور قلت قوائم کی بناء پر ''النملۃ'' کہا جاتا ہے۔ چیونٹی کے باہم جوڑے نہیں ہوتے اور ان میں جماع کا طریقہ بھی نہیں ہوتا بلکہ چیونٹی کے جسم

سے ایک حقیر (معمولی) چیز نکلتی ہے جو بڑھتے بڑھتے انڈے کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور اسی سے چیونٹی کی نسل بڑھتی ہے۔ ہر انڈے کو ضاد کے ساتھ ''البیض'' کہتے ہیں لیکن چیونٹی کے انڈے کو ظاء کے ساتھ ''البیظ'' کہا جاتا ہے۔ چیونٹی رزق کی طلب میں بڑی بڑی تدبیریں کرتی ہے۔ پس جب وہ کسی چیز کو پالیتی ہے تو دوسری چیونٹیوں کو بلالیتی ہے تا کہ وہ سب مل کر خوراک کھائیں اور اٹھا کر (اپنے بلوں میں) لے جائیں۔ کہا جاتا ہے کہ جو چیونٹی یہ کام سرانجام دیتی ہے وہ تمام چیونٹی کی سردار ہوتی ہے۔ اس چیونٹی (یعنی سردار چیونٹی) کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ موسم سرما کی خوراک موسم گرما ہی میں جمع کر لیتی ہے۔ نیز رزق جمع کرنے میں یہ چیونٹی عجیب عجیب تدبیریں کرتی ہے جب یہ چیونٹی کوئی ایسی چیز جمع کرتی ہے جس کے متعلق اسے خطرہ ہو کہ وہ چیز اگ آئے گی تو چیونٹی اس چیز کو دو ٹکڑے کر دیتی ہے لیکن دھنیا وغیرہ کے چار ٹکڑے کر دیتی ہے کیونکہ چیونٹی کو دھنیا کے متعلق معلوم ہے کہ اس کے دونوں حصے اگ جاتے ہیں۔ چیونٹی جب دانہ میں بدبو اور سڑاند محسوس کرتی ہے تو اسے (اپنے بل سے باہر نکال کر) زمین کی سطح پر لاتی ہے اور دانہ کو زمین پر بکھیر دیتی ہے۔ چیونٹی اکثر یہ عمل چاند کی روشنی میں سرانجام دیتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ چیونٹی کی زندگی کی بقاء کا انحصار کھانے پر نہیں ہے کیونکہ چیونٹی کے جسم میں ایسا پیٹ (یعنی معدہ) نہیں ہے جس میں کھانا جائے بلکہ اس کے جسم میں دو حصے ہیں اور وہ دونوں حصے الگ الگ ہیں۔ چیونٹی جب دانہ کاٹتی ہے تو اس سے ایک قسم کی بو نکلتی ہے۔ چیونٹی اسی بو کو سونگھ کر قوت حاصل کرتی ہے اور یہی قوت اس کے لئے کافی ہے۔ تحقیق العقق اور الفار (چوہے) کے بیان میں حضرت سفیان بن عیینہؒ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ انسان' عقعق (ایک قسم کا جانور)' چوہے اور چیونٹی کے علاوہ کوئی جانور اپنی خوراک ذخیرہ نہیں کرتا۔ ''الاحیاء'' میں ''کتاب التوکل'' میں بعض لوگوں کا یہ قول مذکور ہے کہ بلبل بھی اپنی خوراک ذخیرہ کرتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ''عقعق'' اپنی خوراک ذخیرہ کرنے کے لئے خفیہ جگہ کا انتخاب کرتا ہے لیکن پھر وہ اس جگہ کو (جہاں اس نے خوراک جمع کر رکھی تھی) بھول جاتا ہے۔ چیونٹی کی سونگھنے کی قوت بہت تیز ہوتی ہے۔ چیونٹی کی ہلاکت کے اسباب میں سے (ایک سبب) اس کے پروں کا نکل آنا ہے۔ پس جب چیونٹی اس حالت میں پہنچ جاتی ہے تو پرندوں کی زندگی میں خوشحالی آ جاتی ہے کیونکہ وہ اڑتی ہوئی چیونٹیوں کا شکار کر لیتے ہیں۔ چیونٹی کے چھ پاؤں ہوتے ہیں جن کے ذریعے یہ زمین کو کھود کر اپنا گھر (یعنی بل) تیار کرتی ہے۔ پس جب چیونٹی اپنا بل بناتی ہے تو اسے ٹیڑھا کر کے بناتی ہے تا کہ بارش کا پانی وہاں تک نہ پہنچ سکے اور بسا اوقات چیونٹی اپنا گھر دو منزلہ (یعنی ایک گھر کے اوپر ایک گھر) بناتی ہے تا کہ بارش کا پانی اس کے گھر تک نہ پہنچ سکے۔ نیز دو منزلہ گھر بنانے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ چیونٹی کی خوراک کا ذخیرہ نم نہ ہو جائے۔ بیہقیؒ نے ''الشعب'' میں لکھا ہے کہ عدی بن حاتم طائی چیونٹیوں کیلئے روٹی کے ٹکڑے بکھیرتے تھے اور کہتے تھے کہ چیونٹیاں ہماری پڑوسن ہیں اور (پڑوسی ہونے کی وجہ سے) ان کا ہم پر حق ہے۔ عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ ''الوحش'' (جانوروں) کے بیان میں اسی قسم کی بات آنے والے ہے کہ فتح بن سحرب زاہد چیونٹیوں کیلئے روٹی کے ٹکڑے بکھیرتے تھے اور چیونٹیاں ان ٹکڑوں کو کھا جاتی تھیں لیکن جب عاشوراء (یعنی دس محرم) کا دن آتا تھا تو چیونٹیاں روٹی کے ٹکڑوں کو نہیں کھاتی تھیں۔ حیوانات میں کوئی ایسا حیوان نہیں ہے جو اپنے جسم پر (اپنی طاقت سے) دوگنا بوجھ اٹھا کر بار بار لے جائے لیکن چیونٹی (ایک ایسا جانور ہے) جو کئی گنا بوجھ اٹھانے پر راضی ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ کھجور کی گٹھلی بھی اٹھا لیتی ہے حالانکہ اس کو کھجور کی گٹھلی سے کوئی نفع حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن چیونٹی کی حرص اسے اس بات (یعنی کھجور کی گٹھلی اٹھانے) پر مجبور کرتی

ہے۔ اگر چیونٹی زندہ رہ جائے تو یہ کئی سالوں کی خوراک ذخیرہ کر لے لیکن اس کی عمر زیادہ سے زیادہ ایک سال ہوتی ہے۔ چیونٹی کی عجیب وغریب خصوصیت یہ ہے کہ یہ زمین کے اندر اپنے رہنے کی جگہ بناتی ہے جس میں گھر اور ان کے کمرے اور دہلیزیں ہوتی ہیں۔ نیز ایسے لٹکے ہوئے خانے بھی ہوتے ہیں جن میں (چیونٹیاں) سردی کے موسم کیلئے دانے اور دیگر چیزیں جمع کرتی ہیں۔ چیونٹی کی ایک قسم کو ''ذرفارسی'' بھی کہتے ہیں۔ یہ ایسی چیونٹی ہے جو دوسروں کو اذیت دینے میں بھڑ کی طرح ہوتی ہے۔ چیونٹی کی ایک قسم کو ''نمل الاسد'' کہتے ہیں۔ اس قسم کی چیونٹی کا سر شیر کے مشابہ اور پچھلا حصہ چیونٹی کے مشابہ ہوتا ہے۔

فائدہ حضرت ابوہریرہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام (کی جماعت) میں سے ایک نبی ایک درخت کے نیچے (آرام کی غرض سے) ٹھہرے۔ پس ایک چیونٹی نے ان کو کاٹ لیا۔ پس انہوں نے سامان، بستر وغیرہ اٹھانے کا حکم دیا۔ پس سامان، بستر وغیرہ اٹھالیا گیا تو انہوں نے حکم دیا کہ چیونٹیوں کو آگ میں جلا دیا جائے۔ پس ان کے حکم کے مطابق چیونٹیوں کو آگ میں جلا دیا گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ آپ نے (تمام چیونٹیوں کو آگ میں جلانے کی بجائے) ایک ہی چیونٹی کو کیوں نہ جلایا۔ (رواہ البخاری ومسلم وسنن ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ)

امام ترمذیؒ نے ''نوادر الاصول'' میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نبی علیہ السلام پر اس لئے عتاب نہیں فرمایا کہ انہوں نے چیونٹیوں کو آگ میں جلا دیا تھا بلکہ عتاب کی وجہ یہ ہے کہ انہوں (یعنی اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام) نے مجرم (چیونٹی جس نے اللہ تعالیٰ کے نبی کو کاٹ لیا تھا) کے ساتھ ساتھ غیر مجرم (یعنی ان چیونٹیوں کو جنہوں نے نقصان نہیں پہنچایا تھا) کو بھی (آگ میں جلانے کی) سزا دی تھی۔ قرطبیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ نبی حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہیں کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا اے پروردگار! آپ کسی بستی والوں پر ان کے گناہوں کے سبب عذاب نازل فرماتے ہیں حالانکہ ان میں نیک لوگ بھی ہوتے ہیں؟ پس اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس سوال کا جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دکھا دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان (یعنی اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام) پر گرمی مسلط کر دی یہاں تک کہ وہ (یعنی اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام) ایک درخت کی طرف آئے تا کہ اس کے سائے میں آرام کریں۔ پس اس درخت کے پاس چیونٹیوں کا بل (یعنی سوراخ) تھا۔ پس اللہ تعالیٰ کے نبی (یعنی حضرت موسیٰؑ) پر نیند غالب آ گئی۔ پس جب انہوں نے نیند کا لطف پایا تو ایک چیونٹی نے ان کو کاٹ لیا۔ پس انہوں (یعنی اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام) نے (وہاں موجود) تمام چیونٹیوں کو اپنے پاؤں سے مسل دیا اور ان کو ہلاک کر دیا۔ نیز ان (یعنی چیونٹیوں) کے گھروں کو جلا دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو اس واقعہ میں نشانی دکھلا دی کہ کس طرح ایک چیونٹی نے کاٹا اور دوسری چیونٹیوں کو بھی اس کی (یعنی ایک چیونٹی کے عمل کی) سزا ملی۔ اس واقعہ سے اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اس بات سے متنبہ کرنا چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے سزا نیک و بد دونوں کو ملتی ہے۔ پس یہ سزا نیک بندوں کیلئے رحمت اور (گناہوں سے) طہارت اور باعث برکت بن جاتی ہے اور برے لوگوں کیلئے یہ سزا عذاب اور انتقام بن جاتی ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے چیونٹیوں کے جلانے پر اپنے نبی (علیہ السلام) کو تنبیہ کی لیکن حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو چیونٹیوں کو ہلاک کرنے اور جلانے کی ممانعت اور کراہت پر دلالت کرتا ہو۔ اس لئے کہ جو چیز بھی انسان کیلئے اذیت کا باعث ہو اس کو روکنا اور اس سے اپنے آپ کو بچانا انسان کیلئے جائز ہے اور مومن کی حرمت سے بڑھ کر کسی مخلوق کی حرمت نہیں ہے اور تحقیق اگر کسی

مومن کو کسی مومن سے جان کا خطرہ ہوتو اس کو مار کر بھگانا یا بوقت ضرورت اس کو قتل کرنا بھی مباح (یعنی جائز) ہے۔ پس بوقت ضرورت کیڑوں مکوڑوں کو ہلاک کرنا کیسے جائز نہ ہوگا حالانکہ ان کو مومن کیلئے مسخر کر دیا گیا ہے اور بعض اوقات کیڑے مکوڑے انسان کو اذیت پہنچاتے ہیں۔ پس جب کیڑے مکوڑے مومن کو اذیت پہنچائیں تو مومن کے لئے ان کا قتل مباح (یعنی جائز) ہے۔ نیز حدیث میں موجود "فھلا نملة واحدة" کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اذیت دینے والے کیڑے مکوڑے (یا ہر موذی جانور) کو قتل کرنا جائز ہے۔ ہر وہ قتل جو دفع ضرر اور نفع کیلئے کیا جائے۔ اہل علم کے نزدیک جائز ہے۔ پس چیونٹیوں کو جلانے پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو تنبیہ کیوں کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو بتلانا چاہتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو سزا دینا چاہتا ہے تو اس میں موجود نیک و بدسب عذاب کی لپیٹ میں آ جاتے ہیں۔ تحقیق یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی نے چیونٹیوں کو آگ میں جلانے کا حکم اس لئے دیا ہوگا کہ شاید ان کی شریعت میں جانوروں کو آگ میں جلا کر سزا دینا جائز ہوگا۔ پس اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جو تنبیہ کی ہے وہ اس وجہ سے کی ہے کہ انہوں نے ایک چیونٹی کے کاٹنے پر اسی ایک چیونٹی کو جلانے کی بجائے تمام چیونٹیوں کو آگ میں کیوں جلایا؟ پس ہماری شریعت (یعنی شریعت محمدیہ) میں کسی جانور کو آگ میں جلانا جائز نہیں ہے کیونکہ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کو آگ میں جلا کر سزا دینے سے روکا ہے" "نیز آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ آگ کے ذریعے صرف اللہ تعالیٰ ہی سزا دیتا ہے۔" علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ کسی بندہ کیلئے حیوان کو آگ میں جلانا جائز نہیں ہے مگر جب کوئی انسان کسی انسان کو آگ میں جلائے۔ پس وہ آدمی جس کو آگ میں جلایا گیا ہے' مر جائے تو مقتول کے وارثوں کے لئے مجرم قاتل کو آگ میں جلا کر قصاص لینا جائز ہے۔ (لیکن احناف کے نزدیک " لَا قَوَدَ اِلَّا بِالسَّیْف" یعنی قصاص صرف تلوار سے لیا جاتا ہے۔ کی بناء پر تلوار کے علاوہ کسی چیز سے قصاص لینا بھی جائز نہیں ہے۔) علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے۔ ہمارے مذہب (یعنی شوافع) کے مطابق چیونٹی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار جانوروں "چیونٹی' شہد کی مکھی' ہدہد' لٹورا کے قتل سے منع فرمایا ہے۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ یہاں جس چیونٹی کو قتل نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ بڑی چیونٹی ہے جس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے گفتگو کی تھی۔ خطابی نے اور بغوی نے "شرح السنۃ" میں اسی طرح نقل کیا ہے لیکن چھوٹی چیونٹی جسے "الذر" کہتے ہیں۔ پس اس کا قتل جائز ہے لیکن امام مالکؒ کے نزدیک بلا وجہ چیونٹی کو قتل کرنا مکروہ ہے۔ البتہ اگر اس کو ہٹانے اور اس کے نقصان سے بچنے کی قتل کے علاوہ کوئی صورت نہ ہو تو پھر چھوٹی چیونٹی کو قتل کرنا (امام مالکؒ کے نزدیک) بھی جائز ہے۔ ابن ابی زید نے مطلقاً چیونٹی کے قتل کو جائز قرار دیا ہے بشرطیکہ چیونٹی سے اذیت پہنچے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نبی (علیہ السلام) کے چیونٹیوں کو جلانے پر اللہ تعالیٰ کی تنبیہ کی وجہ یہ ہے کہ ان کو (یعنی اللہ تعالیٰ کے نبی کو) صرف ایک ہی چیونٹی نے اذیت دی تھی لیکن انہوں نے تمام چیونٹیوں کو انتقام کے طور پر آگ میں جلا دیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے اس نبی کے شایان شان تو یہ تھا کہ وہ صبر کرتے اور درگزر سے کام لیتے لیکن اللہ تعالیٰ کے اس نبی (علیہ السلام) نے یہ محسوس کیا کہ چیونٹیوں کی یہ قسم بنی آدم (یعنی انسانوں) کے لئے اذیت رساں ہے اور بنی آدم کی حرمت جانور کی حرمت سے اعلیٰ وارفع ہے۔ پس اس خیال کی تصحیح کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نبی کو تنبیہ فرمائی۔ واللہ اعلم۔

دارقطنی نے اور طبرانی نے ''معجم الاوسط'' میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو فرمائی تو اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام پہاڑ پر چلنے والی چیونٹی کی چال کو تاریک رات میں دس فرسخ سے دیکھ رہے تھے۔

اسی طرح امام ترمذیؒ نے اپنی نوادر میں یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت معقل بن یسار سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے ایک حدیث بیان کی اور انہوں نے (یعنی معقل بن یسار نے) بھی اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کا تذکرہ کیا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ شرک تمہارے درمیان چیونٹی کے قدموں کی آہٹ سے بھی خفی (یعنی ہلکا) ہے۔ میں تمہیں ایک عمل بتاتا ہوں اگر تم اس کو کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے چھوٹا اور بڑا شرک دور فرما دیں گے۔ تم یہ کلمات تین مرتبہ پڑھا کرو ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ أَنْ اُشْرِکَ بِکَ شَیْئًا وَأَنَا اَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُکَ لِمَا تَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ'' (اے اللہ میں پناہ چاہتا ہوں کہ میں جان بوجھ کر آپ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤں اور میں آپ سے مغفرت طلب کرتا ہوں (اس گناہ سے) جس کو آپ جانتے ہیں اور مجھے اس کا علم نہیں ہے۔)

حضرت ابوامامہ باہلیؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دو آدمیوں کا تذکرہ ہوا۔ ان میں سے ایک عابد ہے اور دوسرا عالم۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے کسی ادنیٰ شخص پر۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور آسمان و زمین کی تمام مخلوقات یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بل (سوراخ) میں اور مچھلیاں سمندر میں لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والوں (یعنی اہل علم) کے لئے دعائے رحمت کرتی ہیں۔ امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا کہ ''ایسا عالم جو اپنے علم پر عمل کرنے والا ہو اور لوگوں کو اس (علم) کی تعلیم دینے والا ہو۔ اس کی آسمان کے فرشتوں میں بہت شہرت ہوتی ہے۔'' روایت کی گئی ہے کہ وہ چیونٹی جس نے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گفتگو کی تھی، اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک بیر ہدیہ میں پیش کیا۔ پس اس چیونٹی نے وہ بیر حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہتھیلی پر رکھ دیا اور کہا کہ ہم اسی طرح اللہ تعالیٰ کو بھی اسی کی دی ہوئی چیز ہدیہ کرتے ہیں اور اگر کوئی غنی ہوتا تو اللہ سے بڑھ کر کوئی نہیں اور اگر اس اعلیٰ و برتر ذات کو اس کے شایان شان ہدیہ پیش کیا جائے تو سمندر بھی حق ادا نہ کر سکے لیکن ہم اس (یعنی اللہ تعالیٰ) کی خدمت میں وہ ہدیہ پیش کرتے ہیں جو ہمیں محبوب ہے تاکہ وہ ہم سے راضی ہو جائے اور ہدیہ دینے والے کی قدردانی کرے۔ یہ معمولی چیز ایک شریف نے آپ کو (بطور ہدیہ) دی ہے ورنہ اس سے بہتر ہماری ملکیت میں کوئی چیز نہیں ہے۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے (چیونٹی سے) فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام کی میزبانی اور دعا کی برکت سے یہ چیونٹیاں اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سب سے زیادہ شکرگزار اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والی ہیں۔

روایت کی گئی ہے کہ ایک آدمی نے مامون الرشید سے کہا کہ کھڑے ہو کر میری بات سنئے۔ پس مامون اس شخص کے لئے کھڑے نہیں ہوئے۔ پس اس آدمی نے کہا اے امیر المومنین بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک چیونٹی کی بات سننے کے

لئے کھڑا کیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک میں چیونٹی سے زیادہ حقیر نہیں ہوں اور آپ بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت سلیمان علیہ السلام سے زیادہ معزز نہیں ہیں۔ پس مامون نے اس آدمی سے کہا کہ تو نے سچ کہا ہے۔ پھر مامون اس شخص کے لئے کھڑا ہو گیا اور اس کی بات سنی اور اس کی حاجت پوری کر دی۔

فائدہ علامہ امام فخر الدین رازیؒ نے اللہ تعالیٰ کے قول "**حَتّٰی اِذَا اَتَوْا عَلٰی وَادِالنَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ یٰاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰکِنَکُمْ**" (یہاں تک کہ جب یہ سب چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں گھس جاؤ۔النمل: آیت-۱۸) کی تفسیر میں لکھا ہے کہ "وادی النمل" سے مراد ملک شام میں ایک وادی ہے جہاں چیونٹیوں کی کثرت ہے۔

ایک حکایت روایت ہے کہ حضرت قتادہؒ کوفہ پہنچے تو لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے۔ پس حضرت قتادہؒ نے فرمایا جو تمہارا جی چاہے مجھ سے سوال کرو؟ امام ابوحنیفہؒ بھی وہاں موجود تھے اور اس وقت وہ (یعنی ابوحنیفہ) بچے تھے۔ پس امام ابوحنیفہؒ نے لوگوں سے کہا کہ تم حضرت قتادہؒ سے سوال کرو کہ وہ چیونٹی جس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے گفتگو کی تھی نر تھی یا مادہ؟ پس لوگوں نے حضرت قتادہؒ سے یہی سوال پوچھا۔ پس حضرت قتادہؒ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پس امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے گفتگو کرنے والی چیونٹی مادہ تھی۔ پس ان سے کہا گیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ پس امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے قول "**قَالَتْ**" سے کیونکہ اگر نر چیونٹی ہوتی تو اللہ تعالیٰ "**قَالَ**" کا لفظ استعمال کرتے۔ یعنی "**قَالَ نَمْلَةٌ**" فرماتے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ "النملۃ"، "حمامۃ" کے وزن پر ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے بعض کتب میں پڑھا ہے کہ اس چیونٹی نے (جس نے حضرت سلیمانؑ سے گفتگو کی تھی) اپنی رعایا کو اپنے بلوں میں گھس جانے کا حکم اس لئے دیا تھا کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر کے ناز و نعم کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا کفر (یعنی ناشکری) نہ کریں۔ اس میں اس بات کی تنبیہ ہے کہ دنیاداروں کی مجالس سے اجتناب کرنا چاہئے۔ اسی طرح روایت کی گئی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی سے فرمایا کہ تو نے چیونٹیوں کو کیوں کہا کہ تم اپنے بلوں میں گھس جاؤ۔ کیا تجھے میری جانب سے ظلم کا اندیشہ تھا؟ چیونٹی نے کہا نہیں بلکہ مجھے ڈر تھا کہ کہیں چیونٹیاں آپ کے لشکر آپ کے جاہ و جلال اور حسن و جمال کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منہ نہ موڑ لیں یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرنے لگیں۔ ثعلبی اور دیگر اہل علم نے کہا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے کلام کرنے والی چیونٹی کا جسم بھیڑیئے کی مانند تھا اور وہ لنگڑی تھی۔ نیز اس چیونٹی کے دو پر بھی تھے۔ مقاتل نے کہا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس چیونٹی کی گفتگو تین میل (کی دوری) سے سن لی تھی۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ چیونٹی نے دس مختلف انداز میں چیونٹیوں کو پکار کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر سے متنبہ کیا تھا اور انہیں حکم دیا تھا کہ اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر بے خبری میں تمہیں مسل ڈالے۔ مشہور یہی ہے کہ وہ چھوٹی چیونٹیاں ہی تھیں۔ چیونٹی کے نام میں اختلاف ہے۔ پس کہا گیا ہے کہ (وہ چیونٹی جس نے حضرت سلیمانؑ سے گفتگو کی تھی) اس کا نام "طاحیۃ" تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نام "حزمی" تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس وادی کی چیونٹیاں بھیڑیئے کی طرح تھیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس وادی کی چیونٹیاں بختی اونٹوں کی طرح تھیں۔ سہیلیؒ نے "التعریف والاعلام" میں لکھا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ چیونٹی کیلئے کسی خاص نام کا کیسے تصور کر لیا گیا؟ حالانکہ چیونٹیاں ایک دوسرے کا نام نہیں رکھتیں اور نہ ہی کسی

آدمی کیلئے ممکن ہے کہ وہ کسی چیونٹی کا نام رکھ سکے کیونکہ آدمی چیونٹیوں میں امتیاز نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ دوسری جنسوں میں بھی نام رکھنا ممکن ہے جیسے بجو کے ناموں میں ثعالۃ' اسامۃ اور ''بعار'' وغیرہ۔ پس اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بجو کی چھ قسمیں ہیں نہ کہ ان کے شخصی اور امتیازی نام' کیونکہ اس قسم کے ہر بجو کو ثعالۃ یا ''اسامۃ'' کہتے ہیں۔ اسی طرح بجوؤں کی ایک قسم کو ''بعار'' کہتے ہیں اور اس قسم کے بہت سے نام ہیں جیسے ابن عرس' ابن آوی وغیرہ لیکن چیونٹی کے لئے اس قسم کے نام کا ذکر یہاں نہیں چل رہا ہے کیونکہ شخصی اور امتیازی نام کا ذکر ہے۔ اس کے باوجود اگر ان کی بات کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو یہ احتمال ہے کہ تورات یا زبور یا دوسرے آسمانی صحیفوں میں اس چیونٹی کا ذکر آیا ہو اور وہاں اسے اس نام سے ذکر کیا گیا ہو جس سے یہ مشہور ہوگئی۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا (یعنی چیونٹی کا) یہ نام رکھ دیا ہو جس کی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام سے قبل مبعوث ہونے والے انبیاء کرام نے اس (یعنی چیونٹی) کے نام کو جان لیا ہو اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد مبعوث ہونے والے انبیاء کرام نے بھی اس کے (یعنی چیونٹی کے) نام کو پہچان لیا ہو۔ یہ بھی احتمال ہے کہ چیونٹی کا خاص نام یعنی ''نملہ'' اس کی (حضرت سلیمان علیہ السلام سے) گفتگو اور اس کے (یعنی چیونٹی کے) ایمان کی وجہ سے رکھ دیا گیا ہو۔ ہمارے قول ''ایمانُھا'' (یعنی چیونٹی کا ایمان) کی دلیل چیونٹی کا قول ''وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ'' ہے (جو قرآن مجید میں نقل کیا گیا ہے) چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں کو متنبہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ تم اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ کہ کہیں سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر بے خبری میں تمہیں مسل نہ ڈالے۔ یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کے عدل اور ان کے لشکر کی شرافت کا تقاضا تو یہی ہے کہ چیونٹی یا اس سے برتر کسی جاندار کو اذیت نہ پہنچائیں لیکن شاید بے خبری میں وہ تمہیں روند نہ ڈالیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی بات سنی تو خوشی سے مسکرائے۔ اسی لئے تبسم کی تاکید (قرآن مجید میں) ''ضَاحِكًا'' سے کی گئی ہے۔ ورنہ تبسم کبھی خوشی کی وجہ سے' کبھی غصہ کی بناء پر اور کبھی مذاق اڑانے کے لئے ہوتا ہے اور جو تبسم خوشی کی بناء پر ہو وہ تبسم ''ضحک'' کہلاتا ہے اور کوئی بھی نبی کسی دنیاوی چیز سے خوش نہیں ہوسکتا بلکہ وہ دینی امر سے خوش ہوتا ہے۔ پس چیونٹی کے قول ''وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ'' میں دین اور عدل کی طرف اشارہ ہے (جس سے اس چیونٹی کا ایمان ثابت ہوتا ہے)۔

فائدہ ابوداؤد اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے شفاء بنت عبداللہ سے فرمایا کہ حفصہ کو ''رقیۃ النملۃ'' کی بھی تعلیم دے دو جیسے تم نے اس کو تعویذ لکھنا سکھایا ہے۔

''النملۃ'' سے مراد پہلو میں نکلنے والی پھنسیاں ہیں جن کے جھاڑ پھونک کے لئے عورتیں کچھ کلمات پڑھتی تھیں جنہیں ہر سننے والا جانتا تھا کہ ان کلمات سے کوئی ضرر و نفع نہیں ہوسکتا۔ وہ کلمات یہ ہیں ''العروس تحتفل وتختضب وتكتحل وكل شيء تفتعل غير أن لا تعصي الرجل'' نبی اکرم ﷺ نے یہ کلمات فرما کر ان کلمات سے جھاڑ پھونک کی رخصت دی ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے بعض حفاظ ائمہ کی کتب میں یہ تحریر دیکھی (یعنی پڑھی) ہے کہ ''رقیۃ النملۃ'' (پھنسی کی جھاڑ پھونک) کا ایک عمل یہ بھی ہے کہ جھاڑ پھونک کرنے والا آدمی تین دن تک مسلسل روزہ رکھے۔ پھر وہ ہر روز صبح طلوع شمس کے وقت یہ کلمات کہہ کر جھاڑے۔ ''قسطری وانبرجی فقد نوہ بنوہ بربطش دیبقت اشف ایھاالجرب بألف لاحول ولا قوۃ

الا باللہ العلی العظیم" وہ شخص (یعنی جھاڑ پھونک کرنے والا) اپنے ہاتھ میں کوئی خوشبودار تیل لے کر پھنسیوں پر مل دے اور جھاڑ پھونک پڑھنے کے بعد خوشبودار تیل (پھنسیوں) پر ملنے سے پہلے پھنسیوں پر تھوک دے۔

دار قطنی اور حاکم نے حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم چیونٹی کو قتل نہ کرو کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک دن استسقاء کے لئے نکلے۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک چیونٹی اپنی گردن کے بل اپنے پاؤں کو اٹھا کر کہہ رہی ہے "اے اللہ ہم تیری مخلوق ہیں اور ہم تیرے احسان سے مستغنی نہیں رہ سکتے۔ اے اللہ ہمیں اپنے گناہگار بندوں کے گناہوں کی وجہ سے سزا نہ دیجیے۔ (اے اللہ) ہمارے لئے بارش برسا۔ ہمارے لئے اس بارش کے ذریعے درخت اُگا دے اور ہمیں ان درختوں کے پھلوں سے رزق عطا فرما۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم لوٹ جاؤ۔ پس تحقیق تمہیں دوسروں کی (دعا کی) بدولت بارش مل جائے گی۔

فوائد خلال نے کہا ہے کہ ہمیں عبداللہ بن احمد حنبلؒ نے خبر دی۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی۔ وہ کہتے ہیں ہمیں عبدالصمد بن عبدالوارث نے خبر دی۔ وہ کہتے ہیں ہمیں ابوعبداللہ الکواز نے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ مجھے حبیبہ نے خبر دی جو احنف بن قیس کی لونڈی ہے۔ (حبیبہ کہتی ہیں کہ) ایک دن احنف بن قیس نے ان کو (یعنی حبیبہ کو) دیکھا کہ وہ چیونٹی کو قتل کر رہی ہیں۔ پس احنف بن قیس نے کہا کہ تم اس کو (یعنی چیونٹی کو) قتل نہ کرو۔ پھر (احنف بن قیس نے) ایک کرسی منگوائی۔ پس وہ اس پر بیٹھ گئے۔ پس (اس کے بعد) اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد یہ کلمات پڑھے "**انی احرج علیکن الاخر جتن من داری فاخر جن فانی اکرہ أن تقتلن فی داری**"

راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد چیونٹیاں وہاں سے نکل گئیں۔ پس اس دن کے بعد وہاں کوئی چیونٹی نظر نہیں آئی۔ حضرت عبداللہ ابن امام احمدؒ نے فرمایا کہ میں نے بھی اپنے والد محترم کو دیکھا کہ وہ بھی یہی عمل کرتے تھے اور میرے والد محترم کرسی پر بیٹھ کر اسی طرح کے کلمات پڑھتے تھے۔ میرے والد محترم کرسی پر بیٹھنے سے پہلے وضو کیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے دیکھا کہ بڑی بڑی سیاہ چیونٹیاں بھی (اس عمل کے بعد) وہاں سے فرار ہو جاتی تھیں۔ پس اس کے بعد وہ وہاں نظر نہیں آئیں۔

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے بعض مشائخ کی تحریروں میں چیونٹیوں کو بھگانے کے لئے یہ عمل دیکھا (یعنی پڑھا) ہے کہ مندرجہ ذیل ناموں کو ایک صاف برتن میں لکھ کر پانی سے دھولیا جائے اور پھر پانی چیونٹیوں کے گھر (یعنی بل) میں چھڑک دیا جائے تو چیونٹیاں بھاگ جائیں گی اور ان کا پتہ بھی نہ چلے گا۔ وہ اسماء یہ ہیں۔ "**الحمدللہ باھیا شراھیا سأریکم باھیا شراھیا**"

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے یہ عمل بھی بعض تصنیفات میں دیکھا (یعنی پڑھا) ہے کہ چار ٹھیکریوں پر درج ذیل کلمات لکھ کر اس مکان کے چاروں کونوں میں رکھ دیا جائے جس میں چیونٹیاں ہوں۔ پس اس عمل سے چیونٹیاں فرار ہو جائیں گی یا چیونٹیاں مر جائیں گی۔ وہ کلمات یہ ہیں "**وَ اِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ يَآ اَهْلَ يَثْرِبَ لاَ مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا لاَ تَسْكُنُوْا فِي مَنْزِلِنَا فَتُفْسِدُوْا وَاللّٰهُ لاَ يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ. اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا فَمَاتُوْا كَذٰلِكَ يَمُوْتُ النَّمْلُ مِنْ هٰذَا الْمَكَانِ وَيَذْهَبُ بِقُدْرَةِ اللّٰهِ**"

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ (چیونٹیوں کو بھگانے کا) ایک اور مجرب عمل بھی ہے جس کو ہم نے نفع بخش پایا ہے۔ وہ یہ ہے کہ بکری کی ہڈی پر درج ذیل کلمات لکھ کر اس ہڈی کو چیونٹیوں کے بلوں پر رکھ دیا جائے تو چیونٹیاں بھاگ جائیں گی۔ کلمات یہ ہیں۔

"ق و ل ہ ا ل ح ق و ل ہ ا ل م ل ک اللہ اللہ اللہ وَمَا لَنَا اَنْ لَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَا اٰذَيْتُمُوْنَا وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا اَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ. اهيا شراهيا أدونائی آل شدائی ارحل أيها النمل من هذا المكان بحق هذه الأسماء وبألف لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ف ق ج م م خ م ت"

اسی طرح یہ عمل بھی مجرب ہے کہ مٹھائی، شہد یا شکر۔ یا اسی قسم کی دوسری میٹھی چیزیں جس برتن میں ہوں اس برتن کے منہ پر یہ کلمات "هٰذَا لِوَكِيْلِ الْقَاضِي" یا یہ کلمات "هٰذَا لِرَسُوْلِ الْقَاضِي" یا یہ کلمات "هٰذَا لِغُلَامِ الْقَاضِي" پڑھ کر (برتن پر) ہاتھ پھیر دیا جائے تو چیونٹیاں اس برتن کے قریب نہیں آئیں گی۔ تحقیق اس عمل کو بار بار آزمایا جا چکا ہے اور اس کا مشاہدہ بھی کیا جا چکا ہے۔

الحکم جس چیز کو چیونٹی اپنے منہ یا ہاتھوں میں لئے ہوئے ہو اس کا کھانا مکروہ ہے۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے جو حافظ ابونعیم نے "الحلیة" میں نقل کی ہے کہ "صالح بن خوات بن جبیر اپنے والد اور دادا کے حوالہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کے کھانے سے منع فرمایا ہے جس کو چیونٹی نے اپنے منہ اور ہاتھوں میں اٹھایا ہو۔" نیز چیونٹی کا کھانا بھی حرام ہے کیونکہ اس کے قتل سے روکا گیا ہے اور چیونٹی کو بغیر مارے کھانا ممکن نہیں ہے۔ امام رافعیؒ نے چیونٹی کی بیع (خرید وفروخت) کے متعلق ابوالحسن العبادی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ چیونٹیوں کی بیع "عسکر مکرم" میں جائز ہے کیونکہ چیونٹیوں کے ذریعے "عسکر مکرم" میں نشہ آور چیزوں کا علاج ہوتا ہے اور نصیبین (ایک جگہ کا نام) میں بھی چیونٹیوں کی بیع (خرید وفروخت) جائز ہے کیونکہ "نصیبین" میں چیونٹیوں کے ذریعے ٹڈیوں کو بھگایا جاتا ہے۔ عسکر مکرم سے مراد "اہواز" کی ایک بستی ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں "أَعْرَصُ مِنْ نَمْلَةٍ" (چیونٹی سے زیادہ حریص) "اروی من نملة" (چیونٹی سے زیادہ پیاسا)۔ اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں۔ "أَضْعَفُ وَاَكْثَرُ وَأَقْوٰى مِنَ النَّمْلِ" (چیونٹی سے زیادہ کمزور، چیونٹی سے زیادہ کثیر، چیونٹی سے زیادہ طاقتور)۔

ایک حکایت سیرت ابن ہشام میں غزوہ حنین کے سلسلہ میں حضرت جبیر بن مطعمؓ کی روایت مذکور ہے۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ میں نے قوم کی شکست سے قبل جبکہ لوگ لڑائی میں مصروف تھے، دیکھا کہ کالے اور بہترین نسل کے گھوڑے آسمان سے اتر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ (گھوڑے) ہمارے اور قوم کے درمیان اتر گئے۔ پس اس کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ گھوڑے سیاہ چیونٹیوں کی شکل میں (میدان جنگ میں) پھیل چکے ہیں۔ تحقیق میدان ان سیاہ چیونٹیوں سے بھر گیا۔ (راوی کہتے ہیں) پس اس کے بعد مجھے اس بات میں کوئی شک باقی نہیں رہا کہ یہ فرشتے ہیں اور مجھے یقین ہو گیا کہ اب قوم (یعنی کفار) کی شکست لازم ہو چکی ہے۔

خواص اگر چیونٹی کے انڈے لے کر خشک کر لئے جائیں اور پھر ان کو جسم کے کسی حصہ پر لگا دیا جائے تو وہاں بال نہیں آئیں (یعنی

اگیں) گے۔ اگر چیونٹی کے انڈوں کو کسی قوم کے درمیان پھینک دیا جائے تو وہ متفرق ہو جائے گی یعنی بھاگ جائے گی۔ اگر چیونٹی کے انڈے ایک درہم کے برابر کسی چیز میں ملا کر کسی آدمی کو پلا دیئے جائیں تو وہ آدمی اپنی دبر (شرمگاہ) پر قابو نہیں پا سکے گا اور اس کی دبر سے گوز (ریح) نکلتی رہے گی۔ اگر چیونٹی کے بل کو گائے کے گوبر سے بند کر دیا جائے تو چیونٹی اسے نہ کھول سکے گی بلکہ وہاں سے بھاگ جائے گی۔ اسی طرح اگر بلی کا پاخانہ چیونٹی کے سوراخ پر رکھ دیا جائے تو چیونٹی اپنے سوراخ کو کھول نہیں سکے گی بلکہ وہاں سے فرار ہو جائے گی۔ اگر چیونٹی کے سوراخ کو مقناطیس سے بند کر دیا جائے تو چیونٹیاں ہلاک ہو جائیں گی۔ اسی طرح اگر سفید زیرہ پیس کر چیونٹیوں کے سوراخ میں ڈال دیا جائے تو چیونٹیاں اپنے سوراخ سے باہر نہیں نکل سکیں گی۔ سیاہ زیرہ بھی اگر چیونٹیوں کے سوراخ پر رکھ دیا جائے تو چیونٹیاں سوراخ سے باہر نہیں نکل سکیں گی۔ اگر چیونٹیوں کے بل میں آب سنداب (بدبودار پودے کا پانی) ڈال دیا جائے تو چیونٹیاں ہلاک ہو جائیں گی اور اگر آب سنداب کسی گھر میں چھڑک دیا جائے تو وہاں سے پسو فرار ہو جائیں گے۔ اسی طرح آب سماق (ترش پھل والے درخت کا پانی) اگر کسی گھر میں چھڑک دیا جائے تو وہاں سے مچھر بھاگ جائیں گے۔ اگر ایک قطرہ تارکول چیونٹیوں کے سوراخ میں ڈال دیا جائے تو چیونٹیوں کی موت واقع ہو جائے گی۔ اگر گندھک پیس کر چیونٹیوں کے سوراخ میں ڈال دی جائے تو چیونٹیاں ہلاک ہو جائیں گی۔ اگر کسی چیز کے پاس حائضہ عورت کے حیض کے کپڑے کو لٹکا دیا جائے تو چیونٹیاں اس چیز کے قریب نہیں آئیں گی۔

قوت باہ کا نسخہ اگر سات بڑے چیونٹوں کو پکڑ کر روغن پارہ سے بھری ہوئی شیشی میں ڈال لیا جائے اور پھر شیشی کا ڈھکن بند کر کے کسی ایسی جگہ میں جہاں کوڑا وغیرہ پڑا رہتا ہو ایک رات اور ایک دن تک گاڑ دیں۔ پھر اس شیشی کو نکال لیں اور تیل صاف کر کے اسے آلہ تناسل پر ملیں تو قوت باہ میں ہیجان پیدا ہوگا اور دیر تک امساک کرنا آسان ہو جائے گی۔ اس نسخہ کا تجربہ کیا گیا ہے۔

تعبیر خواب میں چیونٹیوں کو دیکھنا کمزور اور حریص افراد پر دلالت کرتا ہے۔ خواب میں چیونٹیوں کو دیکھنے کی تعبیر لشکر اور اولاد سے بھی دی جاتی ہے۔ نیز چیونٹیوں کو خواب میں دیکھنا زندگی پر بھی دلالت کرتا ہے۔ پس جو شخص خواب میں دیکھے کہ چیونٹیاں کسی گاؤں یا شہر میں داخل ہوگئی ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ کوئی لشکر گاؤں یا شہر میں داخل ہوگا جو شخص خواب میں چیونٹیوں کی گفتگو سنے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کو مال و دولت حاصل ہوگی جو شخص خواب میں دیکھے کہ چیونٹیاں بھاری بوجھ اپنے اوپر لاد لاد کر اس کے گھر میں داخل ہو رہی ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے بکثرت مال و دولت حاصل ہوگی جو شخص خواب میں اپنے بستر پر چیونٹیاں دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی اولاد کثرت سے ہوگی۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ چیونٹیاں کسی مکان سے اڑ کر جا رہی ہیں تو اگر اس جگہ کوئی مریض ہے تو اس کی موت واقع ہو جائے گی یا وہاں سے کچھ لوگ سفر کر کے کہیں اور چلے جائیں گے اور وہ اذیت میں مبتلا ہوں گے۔ چیونٹی کو خواب میں دیکھنا رزق کی وسعت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ چیونٹیاں صرف اسی گھر میں داخل ہوتی ہیں جہاں رزق کی کثرت ہو۔ اگر کوئی مریض خواب میں دیکھے کہ اس کے جسم پر چیونٹیاں چل رہی ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کی موت واقع ہو جائے گی کیونکہ چیونٹی زمین میں رہنے والی مخلوق ہے جس کا مزاج سرد ہے۔ جاماسب نے کہا ہے کہ جو شخص خواب میں دیکھے کہ اس کے مکان سے چیونٹیاں نکل رہی ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کو غم لاحق ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

النہار

''النہار'' اس سے مراد سرخاب کا بچہ ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں ''**احمق من نہار**'' (سرخاب کے بچے سے بھی زیادہ احمق) بطلیوسی نے ''شرح ادب الکاتب'' میں لکھا ہے کہ تحقیق اہل لغت نے ''النہار'' کے معنی میں اختلاف کیا ہے۔ پس کچھ اہل علم نے کہا ہے کہ ''النہار'' سے مراد بھٹ تیتر کا بچہ ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ ''النہار'' سے مراد ''نرالو'' ہے اور اس کی مادہ کو ''صیف'' کہا جاتا ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک ''النہار'' سے مراد ''نرسرخاب'' ہے اور اس کی مادہ کو ''لیل'' کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''النہار'' سے مراد سرخاب کا بچہ ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ یہی قول صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

اَلنُّھَاسُ

''اَلنُّھَاسُ'' (نون مشدد کے ساتھ) اس سے مراد شیر ہے۔

النہس

''النہس'' اس سے مراد ایک ایسا پرندہ ہے جو لٹورے کے مشابہ ہوتا ہے مگر یہ پرندہ لٹورے کی طرح رنگین نہیں ہوتا۔ یہ پرندہ اپنی دم کو حرکت دیتا رہتا ہے اور چڑیوں کا شکار کرتا ہے۔ اس کی جمع ''**نہسان**'' آتی ہے جیسے ''الصرد'' کی جمع ''صردان'' آتی ہے۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ ''النہس'' لٹورے کی ایک قسم ہے۔ نیز اس کو ''النہس'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ گوشت نوچ کر کھاتا ہے۔

حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت شرحبیل بن سعد کو دیکھا کہ انہوں نے ''اسواق'' میں ایک ''نہس'' کا شکار کیا اور اس کے بعد اسے اپنے ہاتھ میں پکڑ کر چھوڑ دیا (رواہ احمد و معجم طبرانی) ''الاسواق'' حرم مدینہ میں ایک جگہ کا نام ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے حرم قرار دیا ہے۔ تحقیق ''الدبسی'' کے تحت بھی اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت شرحبیل بن سعد نے شکار کو اس لئے چھوڑ دیا ہوگا کیونکہ حرم مدینہ منورہ کا شکار بھی حرم مکہ کے شکار کی طرح حرام ہے۔

الحکم امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ ''النہس'' حرام ہے جیسے درندے حرام ہیں کیونکہ ''النہس'' (درندوں کی طرح) نوچ کر گوشت کھاتا ہے۔

اَلنُّھَام

''اَلنُّھَام'' (نون کے ضمہ کے ساتھ) اس سے مراد ایک قسم کا پرندہ ہے۔ سہیلی نے حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے قصہ میں اس پرندے کا ذکر کیا ہے۔ جوہریؒ نے کہا ہے کہ ''اَلنُّھَام'' سے مراد پرندے کی ایک قسم ہے۔

اَلنَّهُسَر

''اَلنَّهُسَر'' (بروزن جعفر) اس سے مراد بھیڑیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''اَلنَّهُسَر'' سے مراد خرگوش کا بچہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''اَلنَّهُسَر'' سے مراد بجو ہے۔

النواح

''النواح'' اس سے مراد قمری کی مثل ایک پرندہ ہے۔''النواح'' اور قمری کے احوال یکساں ہیں لیکن یہ قمری سے زیادہ گرم مزاج ہوتا ہے اور اس کی آواز قمری کی آواز سے دھیمی ہوتی ہے۔ یہ پرندہ آواز کے لحاظ سے بالکل ایسا ہے گویا خوش الحان، سریلی آوازوں والے پرندوں کا بادشاہ ہو۔ یہ پرندہ اپنی (سریلی) آواز کے ذریعے تمام پرندوں کو بولنے پر مجبور کر دیتا ہے کیونکہ اس کی آواز نہایت سریلی ہوتی ہے اور تمام پرندے اس کی آواز سننے کے شوقین ہوتے ہیں۔ نیز اس پرندہ پر اپنی ہی آواز سے مستی چھا جاتی ہے۔

اَلنُّوب

''اَلنُّوب'' (نون کے پیش کے ساتھ) اس سے مراد شہد کی مکھیاں ہیں۔ اس لفظ کا کوئی واحد نہیں ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا واحد ''نائب'' ہے۔

النورس

''النورس'' اس سے مراد سفید رنگ کا آبی پرندہ ہے جسے ''زمج الماء'' بھی کہا جاتا ہے۔ تحقیق ''باب الزاء'' میں اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

اَلنَّوص

''اَلنَّوص'' (نون کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد ''حمار الوحشی'' (جنگلی گدھا) ہے۔

النّون

''النّون'' اس سے مراد مچھلی ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''نینان'' اور ''انوان'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔ جیسے ''حُوت'' کی جمع ''حِیتَان'' اور ''اَحوَات'' آتی ہے۔ تحقیق کتاب کے شروع میں ''باب الباء'' میں لفظ ''بالام'' کے تحت حضرت ثوبانؓ کی یہ روایت

گزر چکی ہے۔ حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے ایک یہودی نے اہل جنت کے تحفہ کے متعلق سوال کیا؟ پس آپ ﷺ نے فرمایا (جنتیوں کو جنت میں کھانے کے لئے بطور تحفہ) مچھلی کے کلیجہ کا ٹکڑا (ملے گا)۔ (رواہ مسلم والنسائی)

حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ پاک ہے وہ جو سمندروں کی تاریکیوں میں مچھلیوں کے اختلاف سے واقف ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے قلم سے فرمایا کہ لکھ۔ پس قلم نے کہا میں کیا لکھوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تقدیر (لکھ)۔ پس قلم نے اس دن سے قیامت تک پیش آنے والے تمام حالات اور تمام چیزیں لکھ دیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔ پس پانی سے بھاپ اٹھی اور اس سے آسمان بن کر ظاہر ہوگیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے "النون" (یعنی مچھلی) کو پیدا فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے زمین کو اس (یعنی مچھلی) پر بچھا دیا۔ پس زمین مچھلی کی پشت (یعنی پیٹھ) پر تھی۔ پس مچھلی نے کروٹ بدلنا چاہی تو زمین ہلنے لگی۔ پس اللہ تعالیٰ نے زمین پر پہاڑوں کو پیدا کر دیا۔ (رواہ الحاکم) کعب احبار نے فرمایا ہے کہ بے شک ابلیس جلدی سے اس مچھلی کی طرف گیا جس کی پیٹھ پر (اللہ تعالیٰ نے) پوری زمین رکھ دی تھی۔ پس ابلیس نے اس مچھلی کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ اے "لوتیاء" (مچھلی کا نام) کیا تو جانتی ہے کہ تیری پیٹھ پر کتنے لوگ اور کتنے جانور، درخت اور پہاڑ وغیرہ ہیں۔ پس اگر تو ان سب کو جھاڑ کر اپنی پیٹھ سے گرا دے تو تجھے ضرور آرام حاصل ہوگا۔ پس "لوتیاء" (یعنی مچھلی) نے ارادہ کیا کہ وہ ایسا کرے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کی جانب ایک کیڑا بھیجا۔ پس وہ کیڑا اس لوتیاء مچھلی کی ناک میں داخل ہو کر اس کے دماغ تک پہنچ گیا۔ پس مچھلی اس کی (یعنی کیڑے کی) شدت تکلیف سے اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری کرنے لگی۔ پس اللہ تعالیٰ نے کیڑے کو (مچھلی کے دماغ سے نکلنے کا) حکم دیا۔ پس وہ کیڑا مچھلی کے دماغ سے باہر نکل گیا۔ کعب احبار فرماتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ مچھلی اس کیڑے کو دیکھتی رہتی ہے اور وہ کیڑا اس مچھلی کو دیکھتا رہتا ہے۔ اگر مچھلی پھر اس حرکت کا ارادہ کرے تو پھر کیڑا اس طرح اس کے دماغ میں داخل ہو جائے گا جیسے کہ پہلے داخل ہوا تھا۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب نے فرمایا ہے کہ اس مچھلی کا نام (جس کی پیٹھ پر اللہ تعالیٰ نے زمین رکھ دی ہے) بہموت ہے۔

مسند دارمی میں مکحول کی یہ روایت مذکور ہے۔ مکحول فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی کہ میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت "اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا" (حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ فاطر۔ آیت 28) تلاوت فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور تمام آسمان و زمین کی مخلوقات اور مچھلیاں سمندر میں اس عالم کے لئے دعائے خیر کرتی رہتی ہیں جو لوگوں کو بھلائی کی بات بتاتا ہے۔ (رواہ الدارمی) حضرت خولہ بنت قیس زوجہ حمزہ اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ وہ دونوں فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو آدمی اپنے قرض خواہ کے پاس اپنے حق کا مطالبہ کرنے کی غرض سے جاتا ہے اس کے لئے زمین کی مخلوقات اور پانی کی مچھلیاں دعائے رحمت کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے عوض جنت میں ایک درخت لگا دیتا ہے اور جو قرض خواہ اپنے قرض دار کے حق کی ادائیگی سے قدرت کے باوجود ٹال مٹول کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کے نامہ اعمال میں ہر دن ایک گناہ لکھتے رہتے ہیں۔ (رواہ البیہقی)

ابوبکر البز ار حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے قرض خواہ کے پاس اپنے حق کا مطالبہ کرنے کی غرض سے جاتا ہے اس کے لئے زمین کی مخلوقات اور پانی کی مچھلیاں رحمت کی دعا کرتی ہیں اور اس کے لئے اس کے ہر قدم کے عوض اللہ تعالیٰ جنت میں ایک درخت لگا دیتے ہیں اور اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔

دینوری نے ''المجالسۃ'' کے چھٹے حصے کے شروع ہی میں امام اوزاعیؒ سے نقل کیا ہے کہ امام اوزاعیؒ نے فرمایا ہمارے یہاں ایک شکاری تھا جو مچھلیوں کا شکار کرتا تھا۔ پس وہ شکاری ہر روز شکار کے لئے جاتا تھا۔ پس جمعہ کے دن جمعہ کا احترام بھی شکاری کیلئے شکار سے مانع نہیں بنتا تھا۔ پس ایک دن وہ شکاری اپنے خچر سمیت زمین میں دھنس گیا۔ پس لوگ (اس کو دیکھنے کے لئے) نکلے تو خچر بھی زمین میں دھنس گیا تھا اور خچر کے کانوں اور دم کے علاوہ کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تھی۔

''المجالسۃ'' ہی کے بیسویں حصہ کے شروع میں حضرت زید بن اسلم کی روایت ہے۔ حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک آدمی بیٹھا تھا جس کا دائیاں ہاتھ اس کے کندھے سے کٹا ہوا تھا۔ پس وہ شخص رونے لگا اور کہنے لگا جو بھی میرا حال دیکھ رہا ہو۔ پس وہ کسی پر ظلم نہ کرے۔ حضرت زید بن اسلم کہتے ہیں میں نے اس شخص سے کہا تیرا کیا قصہ ہے؟ اس شخص نے کہا کہ ایک مرتبہ میں ساحل سمندر پر جا رہا تھا کہ میرا گزر ایک حبشی پر ہوا جس نے سات مچھلیاں شکار کر رکھی تھیں۔ پس میں نے اس حبشی سے کہا کہ ایک مچھلی مجھے دے دیجئے؟ پس اس نے انکار کیا۔ پس میں نے اس سے ایک مچھلی چھین لی۔ اسے ناگوار ہوا۔ پس مچھلی جو کہ زندہ تھی میری طرف بڑھی۔ پس اس مچھلی نے میرے ہاتھ کے انگوٹھے میں کاٹ لیا جس سے معمولی سی خراش پیدا ہوئی لیکن مجھے تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ پس میں وہ مچھلی لے کر اپنے گھر پہنچا۔ پس گھر والوں نے مچھلی پکائی تو ہم سب نے اسے کھایا۔ پس میرے انگوٹھے میں کیڑے پڑ گئے۔ پس میرے متعلق اطباء نے اس بات پر اتفاق کیا کہ تم اپنا انگوٹھا کٹوا دو۔ پس میں نے اپنا انگوٹھا کٹوا دیا۔ پھر اس کا علاج کرایا گیا۔ یہاں تک کہ میں نے دل ہی دل میں کہا کہ میں ٹھیک ہو گیا ہوں۔ پس (کچھ دنوں کے بعد) میری ہتھیلی میں کیڑے پڑ گئے۔ پھر میری کلائی میں کیڑے پڑ گئے۔ پھر میرے بازو میں کیڑے پڑ گئے۔ (میں نے ہتھیلی کلائی اور بازو کو کٹوا دیا) پس جو بھی میرا حال دیکھ رہا ہو۔ پس وہ کسی پر ظلم نہ کرے۔ (کتاب المجالسۃ)

''ذوالنون'' (مچھلی والے) اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت یونس بن متی علیہ الصلاۃ والسلام کا لقب ہے کیونکہ حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی نے نگل لیا تھا۔ پس حضرت یونس علیہ السلام نے تاریکیوں میں پکارا تھا۔ '' لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ '' (نہیں ہے کوئی معبود مگر تو، پاک ہے تیری ذات، بے شک میں نے قصور کیا۔ الانبیاء۔ آیت 87) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جو مستجاب الدعوات تھے، سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں تم کو ایسا کلمہ بتلاتا ہوں جو بھی مصیبت زدہ اس کلمہ کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت دور فرما دے گا اور جو مسلمان بندہ بھی اس کلمہ کے ذریعے دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا۔ وہ (کلمہ) میرے بھائی حضرت یونس علیہ السلام کی (یہ) دعا ہے '' لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ '' (رواہ الترمذی)

''الظلمات'' جمع ہے۔ اس سے مراد مچھلی کے پیٹ کی تاریکی۔ رات کی تاریکی اور سمندر کی تاریکی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ

(اس) مچھلی کی تاریکی جس کو دوسری مچھلی نے نگل لیا تھا۔ اس بات میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کتنی مدت تک رہے تھے؟ پس کہا گیا ہے کہ سات گھڑی حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ بعض کے نزدیک حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں تین دن تک رہے۔ بعض کے نزدیک یہ مدت سات دن ہے۔ بعض کے نزدیک چودہ دن تک حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ سہیلیؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے چالیس دن مچھلی کے پیٹ میں قیام کیا۔ نیز حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں دریا کے پانی کی مثل تیر رہے تھے۔ امام احمدؒ نے ''کتاب الزہد'' میں لکھا ہے کہ ایک آدمی نے امام شعبیؒ سے کہا کہ حضرت یونس علیہ السلام چالیس دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ پس امام شعبیؒ نے فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام نہیں ٹھہرے مچھلی کے پیٹ میں مگر دن کا کچھ حصہ۔ وہ اس طرح کہ دوپہر سے کچھ پہلے حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی نے نگل لیا تھا اور عصر کے بعد غروب شمس کے قریب مچھلی کو جمائی آئی۔ پس حضرت یونس علیہ السلام نے سورج کی روشنی دیکھی تو فرمایا'' لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ'' امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ مچھلی نے حضرت یونسؑ علیہ السلام کو اگل دیا اور آپ کی حالت انڈے سے نکلنے والے چوزے کی طرح ہوگئی تھی۔ پس اس آدمی نے امام شعبیؒ سے فرمایا کیا آپ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرتے ہیں؟ امام شعبیؒ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار نہیں کرتا۔ اگر اللہ تعالیٰ مچھلی کے پیٹ میں بازار لگانے کا ارادہ کرے تو وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) ضرور ایسا کرسکتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں محبوس (قید) کرنے کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے مچھلی کی طرف وحی کی (یعنی حکم دیا) کہ حضرت یونس علیہ السلام کے گوشت کو نہ کھائے اور ان کی ہڈی کو نہ توڑے۔ پس مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو نگل لیا۔ پھر سمندر میں اپنے مسکن (ٹھکانہ) کی جانب چلی۔ پس جب مچھلی سمندر کی تہہ میں پہنچ گئی تو حضرت یونس علیہ السلام نے آہٹ سنی۔ پس حضرت یونس علیہ السلام نے دل ہی دل میں خیال کیا کہ یہ کیا ہے؟ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کی طرف وحی کی اس حال میں کہ آپ مچھلی کے پیٹ میں تھے کہ یہ (یعنی آہٹ جو آپ نے سنی) سمندر کی مخلوقات کی تسبیح ہے۔ پس حضرت یونس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کی اس حال میں کہ آپ مچھلی کے پیٹ میں تھے۔ پس فرشتوں نے حضرت یونس علیہ السلام کی تسبیح سنی تو انہوں نے کہا اے ہمارے رب ہم نے دور دراز سرزمین میں ایک نہایت پست آواز سنی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ میرا بندہ یونس (علیہ السلام) ہے جسے میں نے مچھلی کے پیٹ میں سمندر کے اندر محبوس (قید) کردیا ہے۔ پس فرشتوں نے کہا وہ تو نیک بندہ ہے جس کی جانب سے ہر روز نیک عمل آپ کی خدمت میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک۔ پس فرشتوں نے اسی وقت حضرت یونس علیہ السلام کے لئے (اللہ تعالیٰ سے) سفارش کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا۔ پس مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو ساحل پر ڈال دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ'' (سو ہم نے ان کو ایک میدان میں ڈال دیا اور وہ اس وقت مضمحل تھے۔ الصافات۔ آیت 145) روایت کی گئی ہے کہ مچھلی حضرت یونس علیہ السلام کو پورے سمندر میں لے کر پھرتی رہی۔ یہاں تک کہ اس نے (یعنی مچھلی نے) حضرت یونسؑ کو موصل کے کنارے ''نصیبین'' میں ڈال دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو

''عراء'' میں ڈال دیا اور ''عراء'' سے مراد ایسی زمین ہے جو پہاڑوں' درختوں اور پانی وغیرہ سے خالی ہو۔ اس وقت حضرت یونس علیہ السلام بیمار تھے جیسے گوشت کے لوتھڑے میں جان پڑنے کے بعد بچہ ہوتا ہے جبکہ اس کے اعضاء اچھی طرح واضح نہ ہوں۔ مگر یہ کہ حضرت یونس علیہ السلام کے اعضاء میں سے کوئی عضو تلف نہیں ہوا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے (اس جگہ پر) حضرت یونس علیہ السلام کو ایک کدو کی بیل کا سایہ پہنچا دیا اور ایک پہاڑی بکری کا دودھ عطا فرمایا جو صبح و شام آ کر حضرت یونس علیہ السلام کو دودھ پلایا کرتی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کدو کی بیل ہی سے غذا حاصل کرتے تھے۔ پس حضرت یونس علیہ السلام کدو کی بیل ہی سے رنگ برنگ کے کھانے اور مختلف قسم کی چیزیں حاصل کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام پر کدو کی بیل جو اگائی اس میں حکمت یہ تھی کہ کدو کی بیل کے پاس مکھیاں نہیں جاتیں اور کدو کے پتوں کے عرق کو بھی اگر کسی جگہ چھڑک دیا جائے تو وہاں مکھیاں نہیں جاتیں۔ پس حضرت یونس علیہ السلام کدو کی بیل کے نیچے قیام پذیر رہے یہاں تک کہ آپ کا جسم درست ہو گیا کیونکہ کدو کی بیل کے پتے اس شخص کے لئے نافع ہیں جس کے بدن سے حضرت یونس علیہ السلام کی طرح کھال نکل کر گوشت ظاہر ہو جائے۔ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت یونس علیہ السلام سوئے ہوئے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کدو کی بیل کو خشک کر دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر (یعنی بیل پر) دیمک کو مسلط کیا۔ پس دیمک نے کدو کی بیل کی جڑیں کاٹ دیں۔ پس حضرت یونس علیہ السلام (نیند سے) بیدار ہوئے تو سورج کی گرمی محسوس ہوئی۔ پس حضرت یونس علیہ السلام سورج کی حرارت کو برداشت نہ کر سکے تو اظہار رنج و غم کرنے لگے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ اے یونس (علیہ السلام) آپ کدو کی ایک بیل کے خشک ہونے پر غم کا اظہار تو کرتے ہیں لیکن لاکھوں انسانوں کی ہلاکت پر غم کا اظہار نہیں کرتے حالانکہ انہوں نے توبہ کی تھی اور ان کی توبہ قبول بھی ہو گئی تھی۔

فائدہ دینوری نے ''المجالسۃ'' میں اور ابو عمر بن عبد البر نے ''التمہید'' میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ایک قصہ نقل کیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ شاہ روم نے حضرت امیر معاویہؓ کی جانب خط لکھا جس میں درج ذیل سوالات پوچھے؟ (i) سب سے افضل کلام کون سا ہے اور اس کے بعد دوسرا' تیسرا' چوتھا اور پانچواں افضل ترین کلام کونسا؟ (ii) شاہ روم نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز ترین بندہ کون ہے اور معزز ترین بندی کون ہے؟ (iii) شاہ روم نے اپنے خط میں حضرت امیر معاویہؓ سے سوال کیا کہ وہ چار نفوس کون سے ہیں جو ہیں تو روح لیکن انہوں نے اپنی ماؤں کے پیٹ میں اپنے پاؤں نہیں پھیلائے؟ (iv) شاہ روم نے خط کے ذریعے حضرت امیر معاویہؓ سے سوال کیا کہ وہ کونسی قبر ہے جو صاحب قبر کو لئے ہوئے چلتی پھرتی ہے؟ (v) شاہ روم نے خط کے ذریعے حضرت امیر معاویہؓ سے ''المجرۃ'' اور ''القوس'' اور اس جگہ کے متعلق دریافت کیا جہاں سورج صرف ایک مرتبہ طلوع ہوا ہے نہ کبھی اس سے پہلے طلوع ہوا ہے اور نہ کبھی اس کے بعد (اس جگہ) طلوع ہوگا؟

پس جب حضرت امیر معاویہؓ نے (شاہ روم کا) خط پڑھا تو فرمایا اللہ تعالیٰ اس کو رسوا کرے۔ مجھے ان باتوں کا کیا علم؟ پس آپؓ سے کہا گیا کہ آپؓ حضرت ابن عباسؓ کی طرف خط لکھ کر معلوم کر لیجئے؟ پس حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت ابن عباسؓ کی طرف خط لکھا۔ پس حضرت ابن عباسؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کو جوابی خط لکھا کہ (i) بے شک سب سے افضل کلام **''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ''** کلمہ اخلاص ہے۔ اس کلمہ کے بغیر کوئی نیک عمل مقبول نہیں ہوگا۔ اس کے بعد افضل ترین کلام **''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ''** ہے جو اللہ

تعالیٰ کی رحمت کا باعث ہے۔اس کے بعد افضل ترین کلام ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' کلمہ شکر ہے۔اس کے بعد افضل ترین کلام ''اَللّٰہُ اَکْبر'' ہے اور پانچواں افضل ترین کلام ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ'' ہے۔(ii) اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے افضل ترین بندہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور پھر ان کو تمام چیزوں کے نام سکھائے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے معزز ترین بندی حضرت مریم علیہا السلام ہیں جنہوں نے اپنی عصمت کی حفاظت کی۔پس اللہ تعالیٰ نے ان میں (یعنی ان کے شکم میں) اپنی (پیدا کردہ) روح پھونک دی۔(iii) وہ چار نفوس جنہوں نے اپنی ماں کے بطن میں پاؤں نہیں پھیلائے۔ یہ ہیں حضرت آدم علیہ السلام، حضرت حوا علیہا السلام، حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور وہ مینڈھا جسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تھا۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہے جو زمین پر گرتے ہی اژدھا بن گیا تھا۔(iv) رہی وہ قبر (جو صاحب قبر کو لئے ہوئے چلتی پھرتی ہے) پس وہ مچھلی ہے جس نے حضرت یونس علیہ السلام کو نگل لیا تھا اور وہ حضرت یونس علیہ السلام کو اپنے شکم میں لئے سمندر میں گھومتی پھرتی تھی۔(v) ''المجرۃ'' سے مراد آسمان کا دروازہ ہے اور ''القوس'' (یعنی دھنک) قوم نوح کے غرق ہونے کے بعد اہل زمین کے لئے امان کی نشانی کو کہتے ہیں۔وہ جگہ جہاں سورج ایک مرتبہ طلوع ہوا ہے نہ پہلے کبھی طلوع ہوا اور نہ دوبارہ طلوع ہوگا۔پس وہ جگہ بحر قلزم کا وہ راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے دریا کو عبور کرنے کے لئے خشک کر دیا تھا۔

پس جب یہ خط حضرت امیر معاویہؓ کے پاس پہنچا تو انہوں نے یہ خط شاہ روم کی طرف بھیج دیا۔پس شاہ روم نے (خط پڑھ کر) کہا کہ تحقیق مجھے معلوم تھا کہ حضرت امیر معاویہؓ ان سوالات کے متعلق کچھ نہیں جانتے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے ایک آدمی اب بھی موجود ہے جس نے ان سوالات کے صحیح صحیح جوابات دے دیئے۔

باب الھاء

الھالع

''الھالع'' اس سے مراد تیز رفتار شتر مرغ ہے۔ شتر مرغ کی مادہ کیلئے ''ھالعۃ'' کا لفظ مستعمل ہے۔

الھامۃ

''الھامۃ'' اس سے مراد ''طیر اللیل'' (رات کا پرندہ) ہے۔ اس پرندے (یعنی الو) کو ''الصدی'' بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع کے لئے ''ھام'' اور ھامات'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔ تحقیق یہ بات ''البوم'' (الو) کے تحت گزر چکی ہے کہ الو کے لئے ''الصدی'' اور ''الصیدح'' کے الفاظ بھی مستعمل ہیں۔ نیز یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ الو پر ان تمام اسماء (یعنی بوم' صدی' ہامۃ) کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس پرندے کو ''الصدی'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ پیاسا ہوتا ہے اور عربی زبان میں ''الصدی'' کے معنی پیاس کے آتے ہیں۔ اہل عرب کا عقیدہ ہے کہ یہ پرندہ مقتول کی کھوپڑی سے پیدا ہوتا ہے اور برابر مقتول کے خون کا پیاسا ہوتا ہے اور یہ پرندہ کہتا ہے ''اسقونی'' (مجھے پلاؤ) یہاں تک کہ قاتل سے بدلہ لے لیا جاتا ہے تو یہ پرندہ خاموش ہوجاتا ہے۔ ''الصدی'' کے معنی پیاس کے آتے ہیں اور ''الصادی'' سے مراد پیاسا ہوتا ہے۔ ''الصدی'' کا اطلاق آواز کی بازگشت پر بھی ہوتا ہے۔ اہل عرب جب کسی شخص کو بددعا دیتے ہیں تو کہتے ہیں ''**اصم اللہ صداہ**'' (اللہ تعالیٰ اس کی آواز کی بازگشت اس کے کانوں تک واپس نہ کرے) تحقیق یہ بات پہلے بھی گزر چکی ہے کہ ''الصدی'' کا اطلاق دماغ پر بھی ہوتا ہے کیونکہ دماغ میں ''الصدی'' (الو) کا تصور آتا ہے۔ اسی لئے دماغ کو ''**ھامۃ**'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ دماغ ''الصدی'' (الو) کے سر کے مشابہ ہوتا ہے۔ ''الصدی'' (یعنی الو) کا سر بڑا اور آنکھیں کشادہ ہوتی ہیں اور یہ انسان کے سر سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس لئے انسان کے سر کو بھی ''**الھامۃ**'' کہا جانے لگا جو کہ الو کا نام ہے۔ الو کو ''**الھامۃ**'' کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ''**الھامۃ**'' **ھیم** سے مشتق ہے۔ اور ''ھیم'' ایک قسم کی بیماری ہے جس میں اونٹ کو پانی پلاتے ہیں مگر وہ سیراب نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''**فَشَارِبُوْنَ شُرْبَ الْھِیْمِ**'' (پھر پینا بھی پیاسے اونٹوں کا سا۔ الواقعہ۔ آیت 55) **ھیم** کی جمع اھیم ہے۔ بعض لوگوں نے ''**الھامۃ**'' (الو) کو ''**المصاص**'' (چوسنے والا) کہا ہے کیونکہ الو کبوتر کا خون چوستا ہے۔ بعض الوؤں کو ''بومۃ'' کہا جاتا ہے کیونکہ وہ یہی لفظ ''بومۃ'' بولتے ہیں اور بعض ''الو'' ''قوق'' کا لفظ بولتے ہیں اس لئے انہیں ''قوقۃ'' کہا جاتا ہے۔ اس کی مادہ کے لئے ''ام قویق'' کا لفظ مستعمل ہے۔ یہ تمام الو کی اقسام ہیں۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''**لاصفر ولا ھامۃ**'' صفر اور ھامۃ کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ (رواہ مسلم) اس حدیث میں دو تاویلیں ہیں۔ پہلی تاویل یہ ہے کہ اہل عرب ''الھامۃ'' سے بدفالی لیتے تھے اور ''الھامۃ'' ایک

مشہور پرندہ ہے جسے طیر اللیل کہا جاتا ہے جیسے پہلے گزرا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ''البومۃ'' ہے اور یہ جب کسی کے گھر پر گر جائے تو اہل عرب کہتے ہیں کہ اس گھر کے مالک کی یا اس کے اہل وعیال کی موت کی طرف اشارہ ہے۔ یہ تفسیر امام مالک بن انسؒ کی ہے۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ اہل عرب کا عقیدہ تھا کہ اس مقتول کی روح جس کے خون کا بدلہ نہ لیا گیا ہو ''ھامۃ'' (الو) کی صورت اختیار کرلیتی ہے اور پھر وہ قبر کے قریب چلاتی رہتی ہے اور کہتی ہے ''**اسقونی اسقونی من دم قاتل**'' (مجھے پلاؤ، مجھے پلاؤ قاتل کے خون سے) پس جب مقتول کے خون کا بدلہ نے لیا جاتا ہے تو اڑ جاتی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اہل عرب کا خیال تھا کہ مردہ کی ہڈی ''الھامۃ'' (الو) کی صورت اختیار کرلیتی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مردہ کی روح ''الھامۃ'' یعنی الو کی صورت اختیار کرلیتی تھی۔ اس کو ''الصدی'' کہا جاتا تھا۔ اس حدیث کی اکثر علماء نے یہی تفسیر مراد لی ہے اور یہ مشہور ہے۔ اس بات کا بھی جواز موجود ہے کہ اس حدیث سے دونوں تفسیریں مراد لی جائیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''**لاصفر ولا ھامۃ**'' کے الفاظ فرما کر دونوں سے منع فرمایا ہوگا۔

ابونعیمؒ نے ''الحلیۃ'' میں حضرت ابن مسعودؓ کی روایت نقل کی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور وہاں حضرت کعب احبار بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ پس حضرت کعبؒ نے کہا اے امیر المومنین کیا میں عجیب وغریب واقعہ نہ سناؤں جو میں نے انبیاء علیہم السلام کی کتب میں پڑھا ہے۔ (وہ واقعہ یہ ہے) کہ بے شک ایک الو حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے پاس آیا۔ پس ''ھامۃ'' (الو) نے کہا ''**السلام علیک یا نبی اللہ**''۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا ''**وعلیک السلام یاھامۃ**'' پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے دریافت کیا کہ اے ھامۃ (الو) مجھے اس بات کی خبر دے کہ تو دانے وغیرہ کیوں نہیں کھاتا؟ ھامۃ (یعنی الو) نے کہا کہ اے اللہ کے نبی (علیہ السلام) بے شک حضرت آدم علیہ السلام کو اسی وجہ (یعنی دانے کھانے کی وجہ) سے جنت سے نکالا گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ''الو'' سے فرمایا کہ تو پانی کیوں نہیں پیتا۔ الو نے کہا کہ اے اللہ کے نبی (میں پانی اس لئے نہیں پیتا) کہ اس میں (یعنی پانی میں) حضرت نوح علیہ السلام کی قوم ڈوب کر ہلاک ہوئی تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ھامۃ (یعنی الو) سے فرمایا کہ تو نے آبادی چھوڑ کر ویران علاقے میں کیوں سکونت اختیار کرلی ہے؟ ھامۃ (یعنی الو) نے کہا کہ (میں نے ویران علاقے میں اس لئے سکونت اختیار کی ہے کیونکہ) ویران علاقے اللہ تعالیٰ کی میراث ہیں۔ پس میں اللہ تعالیٰ کی میراث میں رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''**وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ**'' (اور ہم بہت سی ایسی بستیاں ہلاک کرچکے ہیں جو اپنے سامان عیش پر نازاں تھے سو (دیکھ لو) یہ ان کے گھر (تمہاری آنکھوں کے سامنے پڑے ہیں) کہ ان کے بعد آباد ہی نہ ہوئے مگر تھوڑی دیر کے لئے اور آخر کار (ان کے ان سب سامانوں کے) ہم ہی وارث ہوئے۔ القصص۔ آیت 58) حضرت سلیمان علیہ السلام نے ''الو'' سے فرمایا کہ جب تو کسی ویران علاقے میں بیٹھتا ہے تو کیا بولتا (یعنی کہتا) ہے؟ الو نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ وہ لوگ کہاں ہیں جو اس جگہ خوشی سے رہتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے الو سے فرمایا کہ جب تو آبادی سے گزرتا ہے تو چیختے ہوئے کیا کہتا ہے؟ الو نے کہا کہ میں کہتا ہوں ہلاکت ہے بنی آدم کے لئے کہ وہ کیسے سو جاتے ہیں حالانکہ مصیبتیں ان کے

سامنے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ تو دن کے وقت کیوں نہیں نکلتا؟ الو نے کہا کہ میں بنی آدم کے ایک دوسرے پر ظلم کرنے کی وجہ سے دن کے وقت (گھونسلہ سے) نہیں نکلتا؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ تو چیختے ہوئے کیا کہتا ہے؟ الو نے کہا میں کہتا ہوں: اے غافلو! زادِراہ تیار کرلو اور اپنے سفر (آخرت) کیلئے تیار ہو جاؤ۔ پاک ہے وہ ذات جس نے نور (روشنی) کو پیدا کیا ہے۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ پرندوں میں الو سے زیادہ ابن آدم (یعنی انسان) کا خیر خواہ اور ہمدرد کوئی نہیں ہے اور جاہلوں کے نزدیک ''الو'' سے زیادہ مبغوض ترین (ناپسندیدہ) پرندہ کوئی نہیں ہے۔

ایک مسئلہ فتاوی قاضی خان میں مذکور ہے کہ جب الو چیخے اور کوئی شخص الو کے چیخنے پر کہے کہ کوئی آدمی مرجائے گا۔ پس بعض اہل علم نے ایسے شخص کے متعلق یہ فتویٰ دیا ہے کہ وہ شخص کافر ہو جائے گا لیکن بعض اہل علم نے ایسے شخص کے متعلق کہا ہے کہ اگر اس شخص نے بدفالی کی نیت سے یہ الفاظ کہے ہوں تو پھر وہ شخص کافر ہو جائے گا اور اگر یونہی کہہ دیئے ہوں تو پھر کافر نہیں ہوگا۔ ''الھوام'' سے مراد حشرات الارض (زمین کے کیڑے مکوڑے) ہیں۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک یہ سانپ جنات میں سے بھی ہوتے ہیں۔ پس جب تم میں سے کوئی اپنے گھر میں ان کو دیکھے۔ پس اسے چاہئے کہ وہ ان کو تین مرتبہ تنگی میں مبتلا کرے۔ (رواہ ابوداؤ) ''النہایہ'' میں مذکور ہے کہ تنگی سے مراد یہ ہے کہ آدمی (سانپ وغیرہ سے) یہ کہے کہ اگر تو دوبارہ ہماری طرف آیا تو تیرے لئے یہ جگہ تنگ ہو جائے گی۔ پس اگر ہم تجھے تلاش کر کے بھگائیں یا قتل کردیں تو ہمیں ملامت نہ کرنا۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو ان کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتے تھے ''اُعِیْذُ کَمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَھَامَّۃٍ وَمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّۃٍ'' (میں تم (دونوں) کو اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان اور سانپ' بچھو وغیرہ سے اور ہر قسم کی نظر بد سے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو انہی کلمات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتے تھے۔ (رواہ البخاری وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ)

خطابی نے کہا ہے کہ ''الھامۃ'' ''الھوام'' کا واحد ہے اور اس سے مراد زہریلے جانور سانپ' بچھو وغیرہ ہیں۔ پس اگر یہ کہا جائے کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ''ھامۃ'' کی کچھ نہ کچھ حقیقت ہے۔ پس اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں مذکور ''ھامۃ'' ''میم مشدد'' کے ساتھ ہے اور اہل عرب جس ''ھامۃ'' (یعنی الو) سے بدفالی لیا کرتے تھے وہ تخفیف المیم ہے اور حدیث میں مذکور ''ھامۃ'' سے مراد زہریلے جانور سانپ' بچھو وغیرہ ہیں۔ جیسا کہ خطابی نے کہا ہے یا ''ھامۃ'' سے مراد ہر وہ چیز ہے جو اذیت پہنچانے کا ارادہ کرے۔ ''ھَامَّۃٌ'' ھَمَّ یَھِمّ سے اسم فاعل ہے جس کے معنی ارادہ کرنے کے ہیں۔ گویا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ ''میں ہر اس چیز کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں جو اذیت دے سکتی ہو۔ [illegible] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ''وَمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّۃٍ'' سے مراد ہر قسم کی نظر بد ہے۔ خطابی نے کہا ہے کہ امام [illegible] بن حنبلؒ نبی اکرم ﷺ کے فرمان ''بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَۃِ'' سے اس بات پر استدلال کرتے تھے کہ قرآن

غیر مخلوق ہے اور امام احمد بن حنبلؒ فرماتے تھے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ کسی مخلوق سے پناہ نہیں مانگتے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ قرآن غیر مخلوق ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

بخاری و مسلم میں حضرت کعب بن عجرہؓ کی روایت مذکور ہے۔ حضرت کعب بن عجرہؓ فرماتے ہیں کہ میرے متعلق قرآن کریم میں یہ آیت "فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ" (پس جو شخص مریض ہو یا جس کے سر میں کوئی تکلیف ہو اور اس بنا پر اپنا سر منڈوالے تو اسے چاہیے کہ فدیے کے طور پر روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے۔ البقرۃ۔ آیت 196) نازل ہوئی تو میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا تم قریب ہو جاؤ۔ پس میں آپ ﷺ کے قریب ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم قریب ہو جاؤ۔ پس میں آپ ﷺ کے قریب ہو گیا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں (تمہارے سر کی) جوئیں تکلیف دیتی ہیں؟ (حضرت ابن عوفؒ فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ انہوں نے (یعنی حضرت کعبؓ نے) عرض کیا ہاں) حضرت کعب بن عجرہؓ فرماتے ہیں کہ پھر نبی اکرم ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ روزے کے فدیہ میں یا تو روزہ رکھ لو یا صدقہ کر دیا قربانی کرو جو بھی تمہارے لئے آسان ہو۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے (۱۰۰) رحمتیں پیدا فرمائی ہیں اور ان میں سے ایک رحمت انسان، چوپایوں، جنات اور حشرات الارض میں تقسیم فرما دی جس سے ان میں باہم مہربانی اور رحمدلی کا معاملہ ہے اور اس رحمت کی بناء پر جانور اپنے بچوں سے محبت کرتے ہیں اور دوسری ننانوے رحمتیں اللہ تعالیٰ نے باقی رکھیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (ان ننانوے رحمتوں کے ذریعے) اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔ (رواہ المسلم) علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ عنقریب انشاء اللہ "باب الواؤ" میں لفظ "الوحش" کے تحت اس کا تذکرہ آئے گا۔

"احیاء" میں جمعہ کے دن کی فضیلت کے متعلق مرقوم ہے کہ کہا جاتا ہے کہ بے شک پرندے اور دوسرے جانور ایک دوسرے سے جمعہ کے دن ملاقات کرتے ہیں۔ پس وہ ایک دوسرے کو "سَلَامٌ سَلَامٌ يَوْمٌ صَالِحٌ" (تم پر سلامتی ہو سلامتی ہو۔ آج کا دن بہت اچھا ہے) کہتے ہیں۔ "قوت القلوب" میں بھی اسی طرح کا قول مذکور ہے۔

سانپ، بچھو وغیرہ سے حفاظت کا عمل

"فردوس الحکمۃ" میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید میں ایک آیت ہے جو شخص بھی اس آیت کو پڑھ لے وہ سانپ، بچھو وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے۔ وہ آیت درج ذیل ہے "اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ" (میں نے اللہ پر توکل کر لیا ہے جو میرا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے جتنے روئے زمین پر چلنے والے ہیں سب کی چوٹی اس نے پکڑ رکھی ہے۔ یقیناً میرا رب صراط مستقیم پر (چلنے سے ملتا) ہے۔ ھود۔ آیت 56)

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ تحقیق "باب الباء" میں "البراغیث" کے تحت یہ بات گزر چکی ہے کہ ابن ابی الدنیا نے "کتاب الدنیا" میں نقل کیا ہے کہ افریقہ کے حاکم نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی جانب خط لکھا جس میں حاکم افریقہ نے شکایت کی کہ افریقہ میں سانپ و بچھو وغیرہ بہت زیادہ ہیں۔ پس حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حاکم افریقہ کی طرف لکھا کہ تم میں سے ہر

ایک صبح اور شام یہ آیت "وَمَا لَنَا اَنْ لَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا" پڑھا کرے۔

ایک واقعہ "کتاب النصائح" میں مرقوم (لکھا ہوا) ہے کہ ایک سیاح ہر خوفناک چیز کے پاس چلا جاتا تھا جس سے مسافر خوفزدہ رہتے تھے اور سانپ، بچھو اور درندوں سے اپنی حفاظت نہیں کرتا تھا۔ پس لوگوں کو اس کے اس طرز عمل کی وجہ سے اس سے تعجب ہوا اور لوگوں نے اسے ڈرایا کہ خود فریبی کی وجہ سے کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جانا۔ پس اس شخص نے کہا کہ مجھے اپنے معاملہ میں بصیرت حاصل ہے۔ دراصل واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ بطور تاجر میں نے اپنے دوستوں کے ساتھ سفر کیا۔ پس ایک جگہ دیہاتی چور ہمارے اردگرد رات کو چکر لگایا کرتے تھے اور تاک میں لگے رہتے تھے۔ پس میں اپنے ساتھیوں میں بکثرت ذکر کرنے والا اور سب سے زیادہ جاگنے والا تھا۔ پس میں ایک دیہاتی آدمی جس کا نام صلاح الدین تھا' کے ساتھ پہرہ دے رہا تھا۔ پس جب اس دیہاتی نے میری یہ کیفیت دیکھی تو اس نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سو مرتبہ درود پڑھو اور اطمینان سے سو جاؤ۔ پس میں نے اسی طرح کیا اور سو گیا۔ پس اچانک ایک آدمی مجھے جگانے لگا۔ پس میں ڈر کر گر گیا۔ میں نے کہا تو کون ہے۔ پس اس شخص نے کہا کہ میرے ساتھ رحم کا معاملہ کرو اور میری غلطی معاف کرو۔ میں نے کہا کیا ہوا؟ اس شخص نے کہا میرا ہاتھ تمہارے سامان کے ساتھ چپک گیا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے غور سے دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ اس دیہاتی چور نے وہ گٹھڑی پھاڑ دی تھی جس پر میں سر رکھ کر سویا ہوا تھا اور وہ چور اس گٹھڑی میں ہاتھ ڈال کر کپڑے نکالنا چاہتا تھا مگر اپنا ہاتھ باہر نہ نکال سکا۔ پس میں نے اپنے سردار کو نیند سے بیدار کیا اور اسے اس معاملہ کی خبر دی اور اس سے گزارش کی کہ وہ اس شخص (یعنی چور) کیلئے دعا کرے۔ پس سردار نے کہا کہ تم دعا کرنے کے زیادہ حق دار ہو کیونکہ تمہاری ہی وجہ سے اس شخص کو یہ مصیبت لاحق ہوئی ہے۔ راوی کہتے ہیں میں نے اس شخص (یعنی چور) کے لئے دعا کی تو اسے مصیبت سے نجات مل گئی اور اس آدمی کا ہاتھ چھوٹ گیا۔ پس آج بھی وہ ہاتھ میں نہیں بھول سکا جس میں دبنے کی وجہ سے خون کی سیاہی نظر آ رہی تھی۔ (کتاب ال نصائح) علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ "کتاب النصائح" میں یہ بھی مرقوم (لکھا ہوا) ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر (۸۰) مرتبہ درود بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے (۸۰) سال کے گناہ معاف فرما دے گا۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ہم کیسے کہیں؟ (یعنی ہم کس طرح درود بھیجیں) آپ ﷺ نے فرمایا تم کہو "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَحَبِيْبِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ"

غارِ ثور کا واقعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ جب وہ غار ثور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ پہنچے تو وہ (یعنی حضرت ابوبکرؓ) غار کے اندر داخل ہو گئے اور اس میں منہ کے بل گر کر لیٹ گئے۔ پس نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں نے چاہا کہ اگر غار میں کوئی موذی جانور ہو تو میں اپنی جان قربان کر کے آپ ﷺ کو بچا لوں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس ایک قیمتی چادر تھی۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے اس چادر کو پھاڑا اور اس کے ٹکڑوں سے (غار ثور میں موجود) سوراخوں کو بند کر دیا مگر ایک سوراخ باقی رہ گیا۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے اس سوراخ کو اپنی ایڑی سے بند کر دیا۔

تعبیر الو کو خواب میں دیکھنا زانیہ عورت پر دلالت کرتا ہے۔ نیز الو کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر فرمانبردار عورت سے بھی دی جاتی ہے۔

الحکم "الو" کا کھانا حرام ہے۔

اَلْھُبَع

"اَلْھُبَع" اس سے مراد اونٹنی کا آخری بچہ ہے۔ یعنی اونٹنی اس بچہ کے بعد کوئی اور بچہ نہ جنے۔ اس کی مونث "ھبعة" آتی ہے۔ اس کی جمع کے لئے "ھبعات" کا لفاظ مستعمل ہے۔

اَلْھِبْلَعُ

"اَلْھِبْلَعُ" ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد سلوقی کتا (یعنی سلوق کے علاقے کا کتا) ہے۔ تحقیق لفظ "الکلب" کے تحت "باب الکاف" میں (کتے کا) تفصیلی تذکرہ ہو چکا ہے۔

الھجاۃ

"الھجاۃ" ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد "مینڈک" ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ مینڈک کو "ھاجة" کہتے ہیں۔

الھجرس

"الھجرس" اس سے مراد لومڑی کا بچہ ہے۔ اس کی جمع "ھجارس" آتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد "ریچھ کا بچہ" ہے۔ ابوزید نے کہا ہے کہ "الھجرس" سے مراد بندر ہے۔ حدیث میں ہے کہ عیینہ بن حصن الفزاری نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنا پاؤں پھیلایا ہوا تھا۔ پس حضرت اسید بن حضیرؓ نے (یہ دیکھ کر) فرمایا "یاعین الھجرس" (اے لومڑی کے بچہ کی آنکھ) تو نے اپنا پاؤں رسول اللہ ﷺ کے سامنے پھیلایا ہوا ہے۔

"الاستیعاب" میں حضرت اسید بن حضیرؓ کے حالات میں مرقوم ہے کہ حضرت اسید بن حضیرؓ نے فرمایا کہ عامر بن طفیل اور "اربد" جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پس ان دونوں نے مدینہ کی کھجوروں میں سے اپنے حصہ کا سوال کیا؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا۔ پس عامر بن طفیل نے کہا کہ میں ضرور آپ کیلئے (یعنی آپ کے مقابلہ میں) مدینہ کو مضبوط گھوڑوں اور جری نوجوان شہسواروں سے بھر دوں گا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! عامر بن طفیل کے شر سے میری حفاظت فرما۔ پس اسید بن حضیرؓ نے نیزہ اٹھایا اور اس کے ذریعے ان دونوں (یعنی عامر بن طفیل اور اربد) کے سر میں ضرب لگانے لگے اور فرماتے جاتے تھے۔ "أخرجا ایھاالھجرسان" (اے لومڑی کے بچو تم دونوں یہاں سے نکل جاؤ) پس عامر نے کہا تم کون ہو۔ حضرت اسیدؓ نے فرمایا میں اسید بن حضیر ہوں۔ پس عامر نے کہا کہ تمہارے والد تم سے بہتر تھے۔ پس حضرت اسیدؓ نے فرمایا بلکہ میں تم سے بہتر ہوں اور میرے والد سے تم کو کیا واسطہ۔ میرے باپ کی موت کفر پر ہوئی تھی۔ (ابن) اصمعی سے کہا گیا کہ "الھجرس" کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ "الھجرس" سے مراد لومڑی ہے) پس جب

اربد اور عامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے (واپس) لوٹے اور وہ دونوں ایک راستہ میں جارہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اربد پر بجلی بھیجی (یعنی گرائی) پس اس بجلی نے اربد کو جلا دیا اور اربد کے اونٹ کو بھی جلا دیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عامر کی گردن میں طاعون کا مرض پیدا کر دیا۔ پس طاعون کے مرض نے عامر کو قتل (یعنی ہلاک) کر دیا اور عامر اس وقت (یعنی اپنی موت کے وقت) بنی سلول کی ایک عورت کے گھر میں تھا۔ پس یہ قصہ ان الفاظ ''**یا بنی عامر غدة کغدة البعیر و موتا فی بیت سلولیة**'' سے مشہور ہو گیا۔ یعنی عامر کو اونٹ کی طرح طاعون کا مرض لاحق ہوا اور اس کی موت سلولی عورت (یعنی قبیلہ سلول سے تعلق رکھنے والی) کے گھر میں ہوئی۔

(علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے) کہ مستغفری نے اپنی کتاب ''معرفۃ الصحابۃ'' میں عامر بن طفیل کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عامر بن طفیل نے اسلام قبول کر لیا تھا اور اس نے نبی اکرم ﷺ سے درخواست کی تھی کہ وہ اسے کچھ کلمات سکھا دیں تا کہ وہ ان کے مطابق زندگی گزار سکے۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا اے عامر سلام کو رواج دو' بھوکوں کو کھانا کھلاؤ اور اللہ سے حیا کرو جیسے اس سے حیا کرنے کا حق ہے جب تم کوئی برائی کرو تو اس کے بعد نیکی کرو۔ پس بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔
(علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے) کہ صحیح بات یہی ہے کہ عامر بن طفیل ایمان نہیں لایا تھا اور اس کے متعلق ''یہ قول کہ اس نے اسلام قبول کیا تھا'' محض دھوکہ ہے کیونکہ عامر نے ایک لمحہ کے لئے بھی اسلام قبول نہیں کیا تھا اور اہل نقل (یعنی صحابہ کی تاریخ کو نقل کرنے والے اہل علم) کا اس کے متعلق (یعنی عامر ایمان نہیں لایا تھا) کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اربد جس کا ذکر (حدیث میں) آیا ہے۔ یہ حضرت لبیدؓ کا بھائی تھا۔ حضرت لبیدؓ شاعر تھے اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور اسلام لانے کے بعد ساٹھ سال تک زندہ رہے لیکن آپ نے کوئی شعر نہیں کہا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت لبیدؓ سے شاعری ترک کرنے کا سبب پوچھا تو حضرت لبیدؓ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جب سے مجھے سورۂ بقرہ اور آل عمران کا علم عطا فرمایا ہے تو میں اس وقت سے شعر نہیں کہتا۔ پس (جواب سن کر) حضرت عمرؓ نے حضرت لبیدؓ کے وظیفہ میں پانچ سو درہم بڑھا دیئے۔ پس اس کے بعد حضرت لبیدؓ کا وظیفہ اڑھائی ہزار درہم ہو گیا۔ پس جب حضرت معاویہؓ کا دور خلافت آیا تو آپ نے ارادہ کیا کہ حضرت لبیدؓ کے وظیفہ میں سے پانچ سو درہم کم کر دیئے جائیں۔ پس حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت لبیدؓ سے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے آپ کے وظیفہ سے پانچ سو درہم کا جو اضافہ کیا ہے اس کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت لبیدؓ نے جواب دیا کہ اب میری موت کا وقت قریب آ چکا ہے اور میرے انتقال کے بعد میرا معمولی وظیفہ اور اس میں ہونے والا اضافہ سب آپ ہی کا ہو جائے گا۔ پس حضرت امیر معاویہؓ پر (اس جواب سے) رقت طاری ہو گئی اور حضرت معاویہؓ نے حضرت لبیدؓ کے وظیفہ میں کمی کا ارادہ ترک کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد چند ہی دن گزرے تھے کہ حضرت لبیدؓ کا انتقال ہو گیا۔ تحقیق کہا جاتا ہے کہ حضرت لبیدؓ نے اسلام قبول کرنے کے بعد صرف ایک شعر کہا ہے اور وہ یہ ہے ؎

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اِذْ لَمْ یَاتِنِی اَجَلِی   حَتّٰی لَبِسْتُ مِنَ الْاِسْلَامَ سر بالا

''تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں کہ میری موت نہیں آئی یہاں تک کہ میں نے جامۂ اسلام زیب تن کر لیا (یعنی اسلام قبول کر لیا)

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت لبیدؓ کا وہ ایک شعر یہ ہے

وَلَقَدْ سئمت مِنَ الْحَيَاةِ وَطولها — وسؤال هٰذَا النَّاس كَيْفَ لَبِيد

''اور تحقیق میں اکتا گیا ہوں (اپنی) زندگی اور اس کی طوالت سے اور لوگوں کے اس سوال سے کہ لبید تو کیسا ہے؟''

الھجرع

''الھجرع'' ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ''سلوقی کتا'' ہے۔

الھجین

''الھجین'' اس سے مراد وہ اونٹ یا آدمی ہے جس کا باپ عربی النسل اور ماں غیر عربی النسل یعنی عجمی النسل ہو۔

اَلْھُدْھُدْ

''اَلْھُدْھُدْ'' (دونوں ہاء پر پیش اور دونوں دال پر سکون ہے) اس سے مراد ایک معروف پرندہ ہے جس کے جسم پر مختلف رنگ کی دھاریاں (یعنی لکیریں وغیرہ) ہوتی ہیں۔ اس کے بہت سے رنگ ہوتے ہیں۔ اس کی کنیت کے لئے ''ابوالاخبار''، ابوثمامۃ، ابوالربیع، ابوروح، ابوسجاد اور ابوعباد'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔ اس پرندہ کو ''الھداھد'' بھی کہا جاتا ہے۔ ہدہد ایسا پرندہ ہے جو بدبودار ہونے کے ساتھ ساتھ بدبو کو پسند بھی کرتا ہے۔ اسی لئے یہ اپنا گھونسلہ گندے مقامات پر بناتا ہے۔ نیز یہ عادت اس کی تمام جنسوں میں پائی جاتی ہے۔ اہل عرب کا ہدہد کے متعلق یہ خیال ہے کہ یہ زمین کے نیچے پانی کو اس طرح دیکھ لیتا ہے جس طرح انسان گلاس کے اندر (پانی) دیکھ لیتا ہے۔ اہل عرب کا خیال ہے۔ یہ پرندہ پانی کے سلسلہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا رہبر تھا۔ اسی لئے اس کی عدم موجودگی میں اس کی تلاش کی گئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام (کی مجلس سے) ہدہد کی غیر حاضری کا سبب یہ تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو انہوں نے (حج کی نیت سے) ارض حرم (یعنی مکہ مکرمہ) کی طرف سفر کا ارادہ فرمایا۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے رخت سفر باندھا اور انسان، جنات، شیاطین، پرندے اور دیگر جانوروں کو اپنے ساتھ لیا جس کی وجہ سے آپ کا لشکر سو فرسخ کے دائرے میں پھیل گیا۔ پس ہوا نے ان کو اٹھالیا۔ پس جب آپ حرم میں پہنچ گئے تو آپ نے حرم مکہ میں قیام فرمایا جتنی دیر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام حرم مکہ میں اپنے قیام کے دوران ہر روز پانچ ہزار اونٹنیاں، پانچ ہزار بیل اور بیس ہزار بکریاں ذبح فرمایا کرتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے پاس موجود قوم کے سرداروں سے فرمایا بے شک یہ وہ جگہ ہے جہاں نبی عربی پیدا ہوں گے اور ان کی یہ صفت ہوگی اور ان کا رعب و دبدبہ ایک ماہ کی مسافت تک پہنچ جائے گا۔ حق کے معاملہ میں انکے نزدیک اجنبی اور رشتہ دار برابر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں انہیں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت نقصان نہیں دے گی۔ لوگوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے عرض

کیا اے اللہ تعالیٰ کے نبی (علیہ السلام) وہ نبی کس دین پر ہوگا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا دین حنیف پر اور خوشخبری ہے اس شخص کیلئے جو ان کے زمانے کو پائے اور ان پر ایمان لے آئے۔ لوگوں نے کہا اے اللہ کے نبی ہمارے اور ان نبی علیہ السلام کے خروج کے درمیان کتنی مدت ہے؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا ایک ہزار سال۔ پس جو لوگ یہاں موجود ہیں (ان کے لئے ضروری ہے کہ) وہ میری بات ان لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ پس وہ نبی (جن کا خروج ہوگا) تمام انبیاء کے سردار اور خاتم الرسل (ﷺ) ہوں گے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام حرم مکہ میں مقیم رہے یہاں تک کہ آپ نے مناسک حج مکمل کر لئے۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام صبح کے وقت مکہ مکرمہ سے نکلے اور یمن کی طرف چلے۔ پس آپ صنعاء کے مقام پر زوال کے وقت پہنچے۔ یہ ایک مہینہ کی مسافت تھی۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے ''صنعاء'' کی حسین و جمیل زمین دیکھی تو وہیں پڑاؤ ڈالنا پسند کیا تا کہ نماز ادا کریں اور کھانا وغیرہ کھالیں۔ پس جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے پڑاؤ ڈالا تو ہدہد نے (دل ہی دل میں) کہا کہ بے شک حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہاں پڑاؤ ڈال لیا ہے۔ پس ہدہد نے آسمان کی جانب فضا میں بلند ہو کر دنیا کے طول و عرض کا جائزہ لیا اور دائیں بائیں نظر ڈالی۔ پس ہدہد کو بلقیس کا باغ نظر آیا۔ پس ہدہد سبزہ دیکھ کر وہاں پہنچ گیا۔ پس وہاں ایک یمنی ہدہد بھی موجود تھا۔ پس سلیمانی ہدہد نے یمنی ہدہد سے ملاقات کی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہدہد کا نام ''یعفور'' تھا۔ پس یمنی ہدہد نے ''یعفور'' سے کہا تم کہاں سے آئے ہو اور کہاں جانا چاہتے ہو۔ یعفور نے کہا کہ میں شام سے آیا ہوں اور میرے ساتھ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام بھی ہیں۔ پس یمنی ہدہد نے کہا سلیمان (علیہ السلام) کون ہیں؟ یعفور نے کہا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جنات' انسان' شیاطین' پرندوں' جانوروں اور ہوا کے بادشاہ ہیں اور یعفور نے یمنی ہدہد سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی شان و شوکت اور ان چیزوں کا تذکرہ فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے مسخر کر دی تھیں۔ پس یعفور نے یمنی ہدہد سے کہا کہ تو کہاں کا رہنے والا ہے۔ پس یمنی ہدہد نے کہا کہ میں اسی شہر سے ہوں اور یہاں کی ملکہ کا نام بلقیس ہے جس کے ماتحت بارہ ہزار سپہ سالار ہیں اور ہر سپہ سالار کے ساتھ ایک لاکھ جنگ جو سپاہی ہیں۔ پھر یمنی ہدہد نے کہا کیا تم میرے ساتھ چلو گے تا کہ تم ملکہ (یعنی بلقیس) کا محل دیکھو۔ پس یعفور نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں نماز کے وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کو پانی کی ضرورت پڑے تو مجھے تلاش نہ کریں۔ پس یمنی ہدہد نے کہا کہ اگر تم اپنے صاحب (یعنی آقا) کو اس ملکہ (یعنی بلقیس) کی خبر دو گے تو وہ خوش ہو جائیں گے۔ پس یعفور یمنی ہدہد کے ساتھ چل پڑا اور اس نے بلقیس کی سلطنت کا جائزہ لیا۔ پس یعفور حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف عصر کے بعد واپس ہوا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جہاں پڑاؤ ڈالا تھا وہاں پانی نہیں تھا۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے انسانوں' جنات اور شیاطین سے پانی کے متعلق سوال کیا۔ پس ان میں کوئی بھی پانی کے متعلق نہیں جانتا تھا کہ پانی کہاں ہے۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی حاضری لی تو ہدہد کو غائب پایا۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کے سردار گدھ کو بلایا۔ پس آپ نے گدھ سے ہدہد کے متعلق پوچھا۔ پس گدھ کو ہدہد کے متعلق کچھ بھی معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں چلا گیا ہے۔ پس اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام نے غصہ کی حالت میں فرمایا کہ میں ضرور اسے (یعنی ہدہد کو) سخت سزا دوں گا۔ پھر اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے عقاب کو بلایا اور عقاب

پرندوں کا سردار ہے۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اسی وقت ہدہد کو میرے پاس لے آؤ۔ پس عقاب ہوا میں اڑا۔ پس عقاب اتنی بلندی پر گیا کہ دنیا اسے ایسے نظر آنے لگی جیسے آدمی کے ہاتھ میں پیالہ نظر آتا ہے۔ پھر عقاب دائیں اور بائیں جانب متوجہ ہوا تو اسے یمن کی طرف سے ہدہد آتا ہوا دکھائی دیا۔ پس عقاب نے ہدہد کو پکڑنا چاہا تو ہدہد نے اسے اللہ کا واسطہ دے کر کہا کہ میں تجھ سے اس ذات کے واسطے سے (جس نے تجھ کو مجھ پر غلبہ اور سرداری دی ہے) سوال کرتا ہوں کہ تو مجھ پر رحم کر اور میرے ساتھ برائی کا قصد نہ کر۔ پس عقاب نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر اس سے کہا کہ تیرا برا ہو' تیری ماں تجھ کو روئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نبی (حضرت سلیمان علیہ السلام) نے قسم کھائی ہے کہ وہ ضرور تجھے سزا دیں گے یا تجھے ذبح کر دیں گے۔ پس ہدہد نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس قسم میں استثناء نہیں فرمایا ہے؟ عقاب نے کہا کیوں نہیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ یا وہ (یعنی ہدہد) اپنی غیر حاضری کی کوئی واضح دلیل پیش کرے۔ ہدہد نے کہا تحقیق تب تو میں نے نجات حاصل کر لی۔ پھر اس کے بعد ہدہد اور عقاب اڑے یہاں تک کہ وہ دونوں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ پس جب ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کے قریب ہوا تو اس نے اپنی دم اور اپنے بازو ڈھیلے کر دیئے اور تواضع ظاہر کرنے لگا۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کا سر پکڑا اور اسے اپنی طرف کھینچا۔ ہدہد نے کہا اے اللہ کے نبی آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہی کیلئے کھڑے ہونے کو یاد کریں۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام (یہ سن کر) کانپ اٹھے اور اسے (یعنی ہدہد کو) معاف کر دیا۔ پھر اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد سے اس کی غیر حاضری کا سبب دریافت کیا؟ پس ہدہد نے بلقیس کی سلطنت کے متعلق حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر دی۔

پرندوں کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی سزا حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول "لَأُعَذِّبَنَّهُ" (کہ میں ضرور اس کو سزا دوں گا)

حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کو ان کے مناسب حال سزا دیتے تھے تا کہ ان کے ہم جنس سزا سے عبرت حاصل کریں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کو یہ سزا دیتے تھے کہ ان کے پر اور ان کی دم نوچ دیتے تھے اور ان کو دھوپ میں ڈال دیتے تھے۔ اب اس حالت میں پرندہ نہ تو چیونٹیوں سے اپنا بچاؤ کر سکتا تھا اور نہ کیڑے مکوڑوں سے اپنی حفاظت کر سکتا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ پرندے کو تارکول لگا کر دھوپ میں چھوڑ دیا جاتا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ پرندے کو چیونٹیوں کے آگے ڈال دیا جاتا تھا اور چیونٹیاں اس کو کھا جاتی تھیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ پرندے کو (بطور سزا) پنجرے میں بند کر دیا جاتا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پرندے اور اس کے ہم جنسوں میں (بطور سزا) تفریق کر دی جاتی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پرندے کیلئے (بطور سزا) دوسری جنس کے پرندوں کے ساتھ سکونت اختیار کرنا لازم قرار دیا جاتا یا غیر ہم جنس کے ساتھ پرندے کو (بطور سزا) پنجرہ میں قید کر دیا جاتا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ پرندے کے لئے (بطور سزا) اپنے ہم جنسوں کی خدمت لازم کر دی جاتی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ پرندے کا جوڑا (بطور سزا) کسی بوڑھے (پرندے) کے ساتھ لگا دیا جاتا تھا۔

ایک حکایت قزوینیؒ نے حکایت بیان کی ہے کہ (ایک دن) ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا کہ میں آپ کی ضیافت (میزبانی) کا ارادہ رکھتا ہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا صرف میری ہی ضیافت کا ارادہ ہے؟ ہدہد نے کہا نہیں

بلکہ آپ کی اور آپ کے پورے لشکر کی فلاں دن فلاں جزیرے میں میزبانی کروں گا۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لشکر کے ساتھ (اس جگہ) حاضر ہوئے۔ پس ہدہد (جو وہاں موجود تھا) نے پرواز کی۔ پس اس نے ایک ٹڈی کا شکار کیا اور اسے ہلاک کر کے سمندر میں پھینک دیا اور کہنے لگا اے اللہ کے نبی! آپ (اپنے لشکر کے ساتھ) تناول فرمائیے۔ جس کے حصہ میں گوشت نہ آئے اسے شوربہ تو مل ہی جائے گا۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام اور آپ کا لشکر اس (عجیب وغریب) مہمانی پر ایک سال تک (یاد کرکے) ہنستے رہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو کیوں ذبح نہیں کیا حضرت عکرمہؓ نے فرمایا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو (بطور سزا) اس لئے ذبح نہیں فرمایا کیونکہ ہدہد اپنے والدین کا فرمانبردار تھا۔ ہدہد (بڑھاپے میں) اپنے والدین کے لئے رزق تلاش کر کے لاتا اور ان کو بچوں کی طرح (رزق) کھلاتا تھا۔

جاحظ نے کہا ہے کہ ہدہد نہایت وفادار، وعدہ پورا کرنے والا اور محبت کرنے والا پرندہ ہے جب ہدہد کی مادہ غائب ہوجائے تو یہ (مادہ کی جدائی کے غم میں) کچھ نہیں کھاتا پیتا اور نہ ہی کھانے پینے کی چیزیں تلاش کرتا ہے اور یہ مسلسل چیختا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی مادہ اس کی طرف لوٹ آئے۔ پس اگر ہدہد کی مادہ کسی حادثہ کا شکار ہوجائے اور واپس نہ آئے تو ہدہد اپنی مادہ کے بعد کبھی بھی کسی اور مادہ سے جفتی نہیں کرتا اور پوری زندگی اپنی مادہ کی جدائی میں چیختا (یعنی روتا) رہتا ہے اور اپنی مادہ کی جدائی کے بعد کوئی چیز نہیں کھاتا مگر صرف اتنی غذا کھاتا ہے جس سے جان بچ جائے۔ مادہ کی جدائی میں بھوکا رہنے کی وجہ سے ہدہد قریب المرگ ہوجاتا ہے اور اس حالت میں ہدہد کو آسانی کے ساتھ پکڑا جاسکتا ہے۔

''الکامل'' اور بیہقیؒ کی کتاب ''شعب الایمان'' میں مذکور ہے کہ نافع بن ازرق نے حضرت ابن عباسؓ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو وسیع سلطنت سے نوازا تھا لیکن اس کے باوجود حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو پال رکھا تھا اور ہر وقت اس کا خیال رکھتے تھے؟ پس حضرت ابن عباسؓ نے اس سے (یعنی نافع بن ازرق سے) فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو (سفر میں) پانی کی ضرورت پڑتی ہے اور ہدہد پانی کو زمین کے نیچے دیکھ لیتا ہے جس طرح انسان گلاس کے اندر پانی دیکھ لیتا ہے۔ پس ابن الازرق نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا اے علم والے ٹھہر جایئے ہدہد زمین کے نیچے پانی کو کیسے دیکھ لیتا ہے حالانکہ وہ ایک انگلی کے فاصلہ پر زمین کے نیچے چھپے جال کو نہیں دیکھ سکتا۔ پس حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جب تقدیر غالب آتی (یعنی موت کا وقت آتا) ہے تو آنکھیں اندھی ہوجاتی ہیں۔ (رواہ الکامل والبیہقی فی شعب الایمان)

نافع بن ازرق خوارج کے ایک فرقہ کا بانی تھا۔ اس فرقہ کو ''ازارقہ'' کہا جاتا تھا۔ یہ فرقہ حضرت علیؓ کی تکفیر کرتا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؓ ''حکم'' بنائے جانے سے قبل امام عادل تھے۔ یہ فرقہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ کو (جو حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان ''حکم'' بنائے گئے تھے) بھی کافر قرار دیتا ہے۔ یہ فرقہ بچوں کے قتل کو جائز سمجھتا ہے اور یہ لوگ مرد پر زنا کی تہمت لگانے والے پر حد قذف جاری نہیں کرتے اور محصنہ عورت پر زنا کی تہمت لگانے والے پر حد جاری کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی ان کے بہت سے عقائد ہیں۔

امام ابوقلابہ کا واقعہ کہا جاتا ہے کہ امام حافظ ابوقلابہ جن کا نام عبدالملک بن محمد رقاشی ہے کی ماں نے حالت حمل میں ایک خواب دیکھا کہ ان کے پیٹ سے ایک ہدہد پیدا ہوا ہے۔ پس کسی نے ان کو خواب کی تعبیر بتلائی کہ اگر تم اپنے خواب میں سچی ہو تو تمہارے ہاں ایک بچہ پیدا ہوگا جو بکثرت نمازیں پڑھے گا۔ پس اس نے ایک بچہ جنا۔ پس جب وہ بچہ بڑا ہوا تو وہ ہر روز چار سو رکعتیں پڑھتا اور اس بچے نے (یعنی امام ابوقلابہ نے) اپنے حفظ سے ساٹھ ہزار حدیثیں بیان کی ہیں۔ اس بچے کی (یعنی امام ابوقلابہ کی) وفات ۲۷۶ھ میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔

الحکم صحیح بات یہی ہے کہ ہدہد کا کھانا حرام ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدہد کی بدبو کی وجہ سے اس کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہدہد کا کھانا حلال ہے کیونکہ امام شافعیؒ سے اس سلسلہ میں فدیہ کا وجوب منقول ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک فدیہ کا واجب ہونا ان شکاروں میں ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں "**أبصر من هدهد**" (ہدہد سے زیادہ قوت بصارت رکھنے والا) ہدہد کے متعلق پہلے گزر چکا ہے کہ ہدہد زمین کے نیچے پانی کو دیکھ لیتا ہے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے "**أسجد من هدهد**" (ہدہد سے زیادہ سجدہ کرنے والا)

خواص اگر ہدہد کے پروں کی دھونی گھر میں دی جائے تو وہاں سے کیڑے مکوڑے بھاگ جائیں گے۔ اگر صاحب نسیان (بھولنے والا شخص) اپنی گردن میں ہدہد کی آنکھ لٹکا لے تو اسے بھولی ہوئی چیز یاد آجائے گی۔ اسی طرح اگر ہدہد کا دل بھون کر سنداب میں ملا کر کھالیا جائے تو قوت حافظہ اور ذہن کے لئے بے حد نفع بخش ہے اور اس کے بعد مذکورہ شخص (یعنی جس نے ہدہد کا دل کھایا ہے) کچھ بھی نہیں بھولے گا۔ نیز ہدہد کا دل ذہن کو تیز کرنے والی ادویات میں سب سے عمدہ اور اس کا کھانا مضر بھی نہیں ہے۔ اگر کوئی آدمی دس ہدہد لے کر ان کے پر نوچ لے اور ان پروں کو کسی مکان یا کسی دکان میں ڈال دے تو وہ مکان یا دکان ویران ہو جائے اور ہمیشہ کے لئے غیر آباد ہو جائے جو شخص ہدہد کی آنتیں لے کر کسی ایسے شخص پر لٹکا دے جس کو نکسیر آتی ہو تو نکسیر والا شخص شفایاب ہو جائے گا جو شخص مردہ ہدہد کی چونچ لے کر ہدہد کی کھال کو چونچ پر چڑھا لے اور اس کو اپنے پاس رکھ لے تو جب تک یہ چونچ اس کے پاس رہے گی اس کی کوئی چیز بھی تلف (ضائع) نہیں ہوگی۔ نیز اگر یہ آدمی ہدہد کی چونچ کے ساتھ (یعنی گلے میں ڈال کر) کسی بادشاہ کے پاس جائے گا تو وہ اس کو خوش آمدید کہے گا اور اس کے ساتھ عزت واحترام سے پیش آئے گا اور اس کی حاجات کو پورا کرے گا جو شخص ہدہد کے گھونسلہ کی مٹی لے لے اور اسے جیل (قید خانہ) میں ڈال دے تو جیل میں موجود تمام قیدی اسی وقت باہر آجائیں گے۔ اگر ہدہد کا ایک پنجہ لے کر کسی بچہ کی گردن میں لٹکا دیا تو وہ نظر بد سے محفوظ رہے گا اور وہ ہمیشہ عافیت کے ساتھ رہے گا بشرطیکہ ہدہد کا پنجہ اس کی گردن میں لٹکا رہے جو شخص ہدہد کی دم لے کر اس پر تھوڑا سا خون لگا لے اور پھر اس دم کو کسی درخت کے اوپر لٹکا دے تو وہ درخت (جس پر ہدہد کی دم لٹکائی گئی ہے) کبھی بھی بار آور نہیں ہوگا۔ اگر (ہدہد کی دم کو خون لگا کر) کسی انڈے دینے والی مرغی کی گردن میں لٹکا دیا جائے تو وہ مرغی انڈے دینا بند کر دے گی اور اگر (ہدہد کی دم کو خون لگا کر) کسی ایسے شخص کی گردن میں لٹکا دیا جائے جسے نکسیر کی شکایت ہو تو وہ شفایاب ہو جائے گا جو شخص ہدہد کی زبان لے کر روغن کنجد میں ڈال دے اور پھر اس زبان کو اپنی زبان کے نیچے رکھ لے۔ پس مذکورہ آدمی جس آدمی سے بھی کسی ضرورت کا مطالبہ کرے تو وہ اس کی ضرورت پوری کرے۔ اگر کوئی شخص ہدہد کے پر

اپنے پاس رکھے تو لڑائی کے دوران اس کو اپنے دشمن پر غلبہ حاصل ہوگا اور اس کی تمام حاجات پوری ہوں گی اور وہ جس کام کا بھی ارادہ کرے گا اسے کامیابی حاصل ہوگی۔ ہدہد کا گوشت پکا کر کھانا قولنج کے درد میں بے حد مفید ہے۔ ہدہد کا دماغ نکال کر آٹے میں ملالیا جائے اور آٹے کو گوندھ کر اس سے روٹی بنا کر سائے میں خشک کرلی جائے اور پھر یہ روٹی کسی آدمی کو کھلا دی جائے اور روٹی کھلانے والا یہ الفاظ کہے ''اے فلاں (جس کو روٹی کھلا رہا ہے اس کا نام لے) بن فلاں (اس کی ماں کا نام لے) میں نے تجھے ہدہد کھلایا ہے اور تجھے اپنی بات سننے والا اور مطیع بنالیا ہے تاکہ تو میرے پاس اسی طرح حاضر رہے جیسے ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس حاضر رہتا تھا۔'' پس یہ روٹی کھانے والا (روٹی) کھلانے والے سے بہت زیادہ محبت کرنے لگے گا۔ اگر کوئی آدمی ہدہد کی جلد (یعنی کھال) لے کر اپنے بائیں بازو پر باندھ لے اور ہدہد کی چونچ اور زبان لے لے اور پھر ہرن کی کھال میں یہ کلمات ''**فطیطم مار نور ما نیل وصعانیل**'' لکھ کر ہدہد کی چونچ اور زبان کو اس کھال میں رکھ دے اور پھر اس کھال کو سرخ' کالے یا سرمگیں رنگ کے اون کے دھاگے سے باندھ کر جس شخص کی محبت مطلوب ہو اس کے آنے جانے والے دروازہ کے نیچے اس کو دفن کردے تو مطلوب میں اتنی ہی محبت والفت پیدا ہوجائے جتنی وہ چاہتا ہے۔ اگر ہدہد کا خون کسی سیپی وغیرہ میں ڈال لیا جائے اور پھر اس خون کے ایک قطرہ کو ایسی آنکھ میں ٹپکا دیا جائے جس میں بال اگ آیا ہو تو وہ بال زائل (ختم) ہوجائے گا۔ اگر ہدہد کو ذبح کرکے اس کا دماغ نکال لیا جائے اور دماغ کو خشک کرنے کے بعد باریک پیس کر پسی ہوئی مصطگی رومی میں ملالیا جائے اور پھر اکیس عدد ورق آس کوٹ چھان کر اس میں ملا لئے جائیں پھر اس کے بعد یہ سفوف جس شخص کو سونگھا دیا جائے گا وہ شخص سونگھانے والے آدمی سے محبت کرنے لگے گا۔ اگر کوئی آدمی ہدہد کی داہنی آنکھ کو کسی نئے کپڑے میں لپیٹ کر اپنے داہنے بازو پر باندھ لے تو مذکورہ شخص جس کے پاس بھی جائے گا وہ اس سے محبت کرے گا اور جو بھی اسے دیکھے گا وہ بھی اس سے محبت کرنے لگے گا۔ اگر تم بالوں کو سیاہ کرنے کا ارادہ کرو تو ہدہد کی آنتیں لے کر ان کو خشک کرلو اور پھر ان آنتوں کو روغن کنجد میں ملا کر اس شخص کے ڈاڑھی یا سر کے بالوں میں تین دن تک یہ تیل ملو جس کے بال سیاہ کرنے کا ارادہ ہو۔ پس اس تیل کے ملنے سے اس شخص کے بال سیاہ ہوجائیں گے۔ ہدہد کا خون بہت گرم ہوتا ہے اگر ہدہد کے خون کا ایک قطرہ ایسی آنکھ میں ٹپکا لیا جائے جس میں بیماری کی وجہ سے سفیدی غالب آگئی ہو تو وہ سفیدی زائل ہوجائے گی۔ اگر کبوتروں کے بیٹھنے والے برج میں ہدہد کے گودے کی دھونی دے دی جائے تو وہاں کوئی موذی چیز نہیں آئے گی۔ اگر ذبح کیا ہوا ہدہد کسی گھر میں لٹکا دیا جائے تو گھر کے افراد جادو سے مامون ہوجائیں گے (یعنی ان پر جادو اثر نہیں کرے گا) جو آدمی اپنے اوپر ہدہد کے جبڑے کا نچلا حصہ لٹکا لے تو لوگ اس سے محبت کرنے لگیں گے۔ اگر کسی مجنون کو ہدہد کے تاج کی دھونی دے دی جائے تو وہ شفایاب ہوجائے گا۔ اگر ہدہد کے گوشت کی دھونی کسی نامرد یا مسحور (جس پر جادو کا اثر ہو) کو دے دی جائے تو وہ شفایاب ہوجائیں گے۔ جابرؒ نے فرمایا ہے کہ اگر ہدہد کا دل بھون کر سنداب وغیرہ کے ساتھ کھالیا جائے تو حافظہ کیلئے بے حد نفع بخش ہے۔ اگر کوئی شخص ہدہد کے بائیں بازو کے تین پر لے کر کسی کے مکان کے دروازے پر تین دن تک سورج نکلنے سے قبل جھاڑو دے اور جھاڑو دیتے وقت یہ کہے ''کہ جس طرح اس مکان کے دروازے سے گرد وغبار وغیرہ دور ہوگیا ہے اسی طرح فلاں (مطلوب کا نام لے) بن فلانۃ (مطلوب کی ماں کا نام لے) اس مکان سے دور ہوجائے (یعنی کہیں اور چلا جائے) پس اس عمل کے بعد وہ شخص مکان سے نکل جائے گا اور پھر کبھی

بھی اس مکان میں واپس نہیں آئے گا۔ اگر ہدہد کے بائیں بازو کو جلا کر اس کی راکھ کسی شخص کے راستہ میں بکھیر دی جائے تو جو بھی اس راکھ پر پاؤں رکھے گا وہ راکھ بکھیرنے والے شخص سے محبت کرنے لگے گا۔ اگر کوئی شخص ہدہد کے بازو کا ایک پر اور ہدہد کی چونچ چمڑے وغیرہ میں بند کر کے اپنی گردن وغیرہ میں لٹکا لے اور لٹکاتے وقت مطلوب اور اس کی والدہ کا نام لے تو وہ شخص جس کا نام لیا گیا ہے اس شخص (سے جس نے اپنی گردن میں ہدہد کی چونچ اور پر لٹکا لیا ہے) بے حد محبت کرنے لگے گا۔ نیز ہدہد کے بائیں بازو کا سب سے بڑا پر مقبولیت کیلئے ہے۔ (یعنی اگر کوئی شخص اس پر کو اپنی گردن میں لٹکا لے تو مذکورہ شخص بے حد مقبول ہو جائے گا۔)

تعبیر ہدہد کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر ایسے مالدار عالم آدمی سے دی جاتی ہے جس کی برائیاں بیان کی جاتی ہوں۔ پس جو شخص خواب میں ہدہد کو دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے عزت و دولت حاصل ہوگی۔ پس اگر کسی آدمی نے خواب میں ہدہد سے گفتگو کی تو اسے بادشاہ کی طرف سے بھلائی حاصل ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "**وجئتک من سبأبنبأ یقین**" (میں سبا کے متعلق یقینی اطلاع لے کر آیا ہوں۔ النمل۔ آیت 22) امام ابن سیرینؒ نے فرمایا ہے کہ جس آدمی نے خواب میں ہدہد دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے آدمی کے پاس کوئی مسافر آئے گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہدہد کو خواب میں دیکھنا ایسے ہوشیار جاسوس پر دلالت کرتا ہے جو بادشاہ تک حادثات کی سچی خبر پہنچاتا ہے کیونکہ ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلقیس کے معاملہ کی سچی خبر دی تھی۔ بسا اوقات ہدہد کو خواب میں دیکھنا خوف سے امن پر دلالت کرتا ہے۔ ابن المقری نے کہا ہے کہ ہدہد کو خواب میں دیکھنا کسی آباد گھر کے گرنے یا کسی آباد چیز کے برباد ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ بعض اوقات ہدہد کا خواب میں دیکھنا سچے قاصد اور بادشاہوں سے قرب یا جاسوس یا کسی جھگڑالو عالم پر دلالت کرتا ہے۔ ہدہد کو خواب میں دیکھنا مصائب و آلام سے نجات کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات ہدہد کو خواب میں دیکھنا اللہ تعالیٰ کی معرفت پر دلالت کرتا ہے اور کبھی کبھی ہدہد کو خواب میں دیکھنا نماز، روزہ پر دلالت کرتا ہے۔ اگر کسی پیاسے آدمی نے خواب میں ہدہد کو پیاسا دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کو پانی مل جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الھدی

"الھدی" اس سے مراد وہ جانور ہیں جو حرم (یعنی مکہ مکرمہ) میں (حج کے دوران) قربانی کیلئے لے جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "**حَتّٰی یَبْلُغَ الھدی مَحِلَّهٗ**" (اور اپنے سر نہ مونڈو جب تک کہ قربانی اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے۔ سورۃ البقرۃ - آیت ۱۹۶) لفظ "ھدی" تخفیف اور تشدید دونوں طرح اسی معنی میں مستعمل ہے۔ نیز نبی اکرم ﷺ حدیبیہ کے سال جو اونٹ ھدی کے طور پر لے گئے تھے اور ان کو نحر کیا تھا ان کی تعداد ایک سو تھی۔ حضرت مسور بن مخرمہؓ اور مروان ابن الحکم نے فرمایا ہے۔ ھدی کے ان اونٹوں کی تعداد (جو حضور ﷺ حدیبیہ کے سال ساتھ لے گئے تھے) ستر تھی اور (حضور ﷺ کے ہمراہ) لوگوں کی تعداد سات سو تھی۔ پس ہر اونٹ دس آدمیوں کی طرف سے (نحر) ہو جاتا ہے۔ یہ روایت غریب ہے۔ حضرت مصعب بن ثابتؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حکیم بن حزامؓ عرفہ کے دن مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور ان کے ہمراہ سو

غلام، سو اونٹ، سو گائیں اور سو بکریاں تھیں۔ پس حکیم بن حزامؓ نے غلاموں کو آزاد کر دیا اور جانوروں کے متعلق حکم دیا کہ ان کو ذبح کر دیا جائے۔ پس جانوروں کو ذبح کر دیا گیا۔ (رواہ الطبرانی مرسلاً)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ہدی کے طور پر ایک بکری لے گئے۔ (رواہ البخاری ومسلم)

(امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ) اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بکری کے لئے قلادہ مستحب ہے۔ امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ بکری کیلئے قلادہ مستحب نہیں ہے بلکہ قلادہ صرف اونٹوں اور گائیوں کے لئے خاص ہے۔

مسئلہ: اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر ہدی نفلی ہو تو ہدی لانے والے کیلئے جائز ہے کہ وہ ہدی کے جانور کو ذبح کر کے اس کا گوشت کھالے۔ اسی طرح تمام نفلی قربانیوں کا یہی حکم ہے۔ جیسا کہ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ حجۃ الوداع میں ایک سو اونٹ بطور ھدی لے گئے اور ان میں تریسٹھ اونٹ رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے ہاتھوں سے نحر (یعنی ذبح) کئے۔ پھر حضرت علیؓ کو (دوسرے جانور ذبح کرنے کا) حکم دیا۔ پس حضرت علیؓ نے بقیہ جانور نحر (یعنی ذبح) کئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے (صحابہ کرامؓ کو) حکم دیا کہ ہر اونٹ سے ایک گوشت کا ٹکڑا کاٹ کر ایک ہانڈی میں پکالیا جائے۔ پس اس کے بعد اس ہانڈی میں سے گوشت اور کچھ شوربہ آپ ﷺ نے نوش فرمایا۔'' (الحدیث)

وہ قربانی جو شرعی طور پر (بندہ مومن پر) واجب ہے مثلاً دم تمتع اور دم قران یا حج فاسد کرنے کی بناء پر (قربانی) واجب ہو یا حج کے فوت ہونے کی بناء پر (قربانی) واجب ہو یا شکار وغیرہ کے معاوضہ کے طور پر (قربانی) واجب ہو تو اس کے متعلق اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ اس قسم کی کسی بھی قربانی میں سے قربانی کرنے والے کیلئے جانور کو ذبح کرنے کے بعد گوشت وغیرہ کھانا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح نذر کے ذریعے جو قربانی بندہ مومن نے اپنے ذمہ واجب کر لی ہو اس کا گوشت بھی قربانی کرنے والا شخص نہیں کھا سکتا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہے کہ جزائے صید (یعنی شکار وغیرہ کے معاوضہ کے طور پر کی جانے والی قربانی) اور نذر کی قربانی میں سے قربانی کرنے والا کچھ بھی نہ کھائے (یعنی گوشت وغیرہ نہ کھائے) اور اس کے علاوہ ہر قسم کے قربانی کے جانور کا گوشت کھالے۔ امام احمدؒ اور اسحٰقؒ کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ ''فدیۃ الاذیٰ'' جزائے صید اور نذر کے علاوہ ہر واجب قربانی کا گوشت کھانا قربانی کرنے والے کیلئے جائز ہے۔ اصحاب رائے (یعنی احناف) نے کہا ہے کہ دم تمتع اور دم قران میں سے کوئی کھانا اس کے لئے (یعنی دم دینے والے کیلئے) جائز ہے لیکن دوسری واجب قربانیوں میں سے قربانی کرنے والا خود کچھ بھی نہیں کھا سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اَلْهَدِيْلُ

''اَلْهَدِيْلُ'' اس سے مراد نر کبوتر ہے۔ تحقیق اس کا تفصیلی تذکرہ ''باب الحاء'' میں گزر چکا ہے۔ ''اَلْهَدِيْلُ'' کبوتر کی آواز کو بھی کہا جاتا ہے۔ قمری کی آواز کو بھی ''اَلْهَدِيْلُ'' کہا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے ''اَلْهَدِيْلُ'' حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں کبوتر کا ایک چوزہ (یعنی بچہ) تھا۔ پس کسی شکاری پرندے نے اس کا شکار کر لیا تو تمام کبوتر اس کے غم میں روتے ہیں اور قیامت تک روتے رہیں گے۔

اَلْھِرْمَاسُ

"اَلْھِرْمَاسُ" (ھاء کے کسرہ کے ساتھ) یہ شیر کا ایک نام ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہر خطرناک درندے کو "اَلْھِرْمَاسُ" کہتے ہیں۔ "اَلْھِرْمَاسُ" ابن زیاد باہلی کا نام ہے جو نبی اکرم ﷺ کے صحابہؓ میں سے تھے اور وہ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے بہت طویل عمر پائی تھی۔ نیز انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے دو حدیثیں روایت کی ہیں جن میں سے ایک حدیث ابوداؤد میں اور دوسری نسائی میں مذکور ہے۔ ابن سیدہ کے نزدیک "الھرمس" (ھاء کے کسرہ کے ساتھ) گینڈے کو کہتے ہیں کیونکہ یہ ہاتھی سے بڑا ہوتا ہے۔

اَلْھِرُّ

"اَلْھِرُّ" اس سے مراد بلی ہے۔ اس کی جمع "ھررۃ" آتی ہے جیسے "قرد" کی جمع "قردۃ" ہے۔ اس کی مونث کیلئے "ھرۃ" کا لفظ مستعمل ہے۔ شیر کے خواص میں یہ بات گزر چکی ہے کہ بلی کی پیدائش شیر کی چھینک سے ہوئی ہے۔ امام احمدؒ اور بزارؒ اور امام احمدؒ کے کچھ ثقہ شاگردوں نے حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کھڑا ہو کر پانی پی رہا ہے۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا اس طرح (یعنی کھڑے ہو کر) پانی نہ پیا کرو۔ کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تمہارے ساتھ بلی پانی پیئے۔ اس شخص نے عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا پس تحقیق تمہارے ساتھ شیطان پانی پی چکا ہے۔

"تاریخ ابن النجار" میں محمد بن عمر حنبلیؒ کے حالات میں حضرت انسؓ کی روایت مذکور ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت عائشہؓ کے پاس بیٹھا ان کو برأت کی خوشخبری سنا رہا تھا۔ پس حضرت عائشہؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! تحقیق مجھے قریب (یعنی اپنوں) اور بعید والوں (یعنی بیگانوں) نے چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ بلی نے بھی مجھے چھوڑ دیا ہے۔ مجھے کھانا اور پانی وغیرہ بھی میسر نہیں ہوتا تھا۔ پس میں بھوکی ہی سو جاتی تھی۔ پس میں نے آج ہی رات خواب میں ایک نوجوان کو دیکھا۔ پس اس نوجوان نے کہا آپ کیوں غمزدہ ہیں؟ پس میں نے کہا کہ میں اپنے متعلق لوگوں کی (بری) باتیں سن کر (غمزدہ ہوئی ہوں) پس اس نوجوان نے کہا کہ آپؓ ان کلمات کے ذریعے دعا کریں تو آپ کا غم دور ہو جائے گا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اس نوجوان سے کہا کہ وہ کلمات کون سے ہیں؟ پس اس نوجوان نے کہا کہ آپؓ یہ دعا پڑھا کریں "یَاسَابِغَ النعم وَ یَادَافِعَ النقم وَ یَا فَارِجَ الغمم وَ یَاکَاشِفَ الظُّلم وَ یَا أَعْدَلَ مِنْ حَکَمُ وَ یَاحسیب من ظلم و یاولی من ظلم وَ یَا أَول بلابدایة وَ یَا آخر بلانھایة وَ یَا مَنْ لَهُ اِسْمٌ بِلاَ کنیة اجْعَلْ لِّیْ مِنْ أَمْرِیْ فَرْجًا ومخرجًا"

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جب میری آنکھ کھلی تو میں آب و دانہ سے بالکل آسودہ تھی۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے میری برأت نازل فرمادی اور میرا غم بھی دور ہو چکا تھا۔

ایک صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ شیطان ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کی نماز کے دوران نمودار ہوا۔

عبدالرزاق نے کہا ہے کہ شیطان بلی کی صورت میں آیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شیطان نے میری نماز توڑنے کی بہت کوشش کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر غلبہ عطا فرمایا۔ پس میں نے اس کا گلا گھونٹ دیا اور تحقیق میں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ میں اسے مسجد کے کسی ستون سے باندھ دوں تاکہ تم لوگ صبح اسے اچھی طرح دیکھ لیتے۔ پس مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آ گئی (کہ اے میرے پروردگار! میری مغفرت فرما اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی دوسرے کو نصیب نہ ہو) پس اللہ تعالیٰ نے اس کو (یعنی شیطان کو) میرے پاس سے ناکام واپس کردیا۔

ابن ابی خیثمہؒ نے رسول اللہ ﷺ کی لونڈی حضرت میمونہ بنت سعدؓ سے روایت کیا ہے اور اسی کو ''الاستیعاب'' میں حضور ﷺ کے غلام حضرت سلمان فارسیؓ نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کے متعلق وصیت فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک ایک عورت کو صرف اس لئے عذاب دیا گیا کہ اس نے ایک بلی کو باندھ دیا تھا۔ امام احمدؒ کی کتاب ''الزھد'' میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اس عورت کو آگ میں (یعنی دوزخ میں) دیکھا کہ وہ اپنے جسم کے اگلے اور پچھلے حصے کو نوچ رہی تھی اور عذاب میں مبتلا کی جانے والی عورت کافرہ تھی۔ جیسا کہ بزار نے اپنی مسند میں اور حافظ ابونعیم نے تاریخ اصبہان میں اور امام بیہقیؒ نے ''البعث والنشور'' میں حضرت عائشہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ وہ عورت اپنے کفر اور ظلم کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوئی۔ قاضی عیاضؒ نے مسلم شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت (جس کو عذاب میں مبتلا کیا گیا تھا) کافرہ تھی۔ امام نوویؒ نے عذاب میں مبتلا کی جانے والی عورت کے کافرہ ہونے کی نفی کی ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ شاید دونوں حضرات یعنی قاضی عیاضؒ اور امام نوویؒ کو اس سلسلہ میں کوئی حدیث نہیں مل سکی۔

حضرت علقمہؒ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عائشہؓ کے پاس موجود تھے اور ہمارے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ بھی تھے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا اے ابوہریرہؓ آپ نے وہ حدیث بیان کی ہے کہ ایک عورت کو ایک بلی کو ستانے کی بناء پر جہنم میں عذاب دیا گیا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے عرض کیا ہاں! میں نے رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح سنا ہے۔ پس حضرت عائشہؓ نے فرمایا مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ معزز ہے کہ اس کو صرف ایک بلی کو ستانے کی بناء پر عذاب دیا جائے۔ وہ عورت (جس کو عذاب دیا گیا ہے) اس ظلم (یعنی بلی کو ستانے) کے ساتھ ساتھ کافرہ بھی تھی۔ اے ابوہریرہؓ جب آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث بیان کرنا چاہیں تو غور و فکر کرلیا کریں کہ حدیث کیسے بیان کرنی چاہئے۔ (رواہ ابوداؤد)

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں شبلیؒ کے ایک دوست سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے شبلیؒ کی وفات کے بعد ان کو (یعنی شبلیؒ کو) خواب میں دیکھا۔ پس اس شخص نے شبلیؒ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ پس شبلی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابوبکرؒ کیا تو جانتا ہے کہ میں نے کس عمل کی بدولت تیری مغفرت کی ہے؟ پس میں نے عرض کیا میرے صالح اعمال کی بدولت۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا عبادت میں میرے اخلاص کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا میرے حج، روزہ اور نماز کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے ان چیزوں کی وجہ سے تیری مغفرت نہیں کی۔ پس میں نے عرض کیا نیک لوگوں کے پاس میری ہجرت اور طلب علم کے لئے مسلسل سفر کی بدولت۔

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں۔ پس میں نے عرض کیا اے میرے رب! یہی چیزیں تو مغفرت اور نجات کا ذریعہ ہیں اور ان کو میں نے مضبوطی سے تھام رکھا تھا اور میرا گمان تھا کہ آپ انہی چیزوں کی بدولت میری مغفرت فرمائیں گے اور مجھ پر رحم فرمائیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے ان تمام چیزوں میں سے کسی چیز کی بدولت تیری بخشش نہیں کی ہے۔ پس میں نے عرض کیا میرے اللہ آپ نے کس عمل کی بدولت میری مغفرت فرمائی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تجھے یاد ہے جب تو بغداد کی سڑکوں پر چل رہا تھا۔ پس تو نے وہاں ایک بلی کا بچہ پایا (یعنی دیکھا) جسے ٹھنڈک نے کمزور کر دیا تھا اور وہ (یعنی بلی کا بچہ) ٹھنڈک (یعنی سردی) اور برف سے بچنے کے لئے ایک دیوار سے دوسری دیوار کی طرف چل رہا تھا۔ پس تو نے اس پر رحم کھا کر اسے اٹھالیا اور اسے اپنے چوغہ میں ڈال لیا تا کہ وہ سردی سے بچ جائے اور اسے تکلیف سے نجات مل جائے۔ (شبلیؒ کہتے ہیں) پس میں نے عرض کیا جی ہاں۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اس بلی کے بچے پر رحم کھانے کی وجہ سے تیری مغفرت فرمادی ہے۔ ابوبکر شبلیؒ کا نام دلف بن جحد رتھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے ان کا اصلی نام جعفر بن یونس خراسانی تھا۔ ابوبکر شبلیؒ سردار، عالم، نیک اور محدث تھے۔ نیز امام مالکؒ کے پیروکار تھے۔ ابوبکر شبلیؒ حضرت جنیدؒ کے صحبت یافتہ تھے۔ ابوبکر شبلیؒ اپنے ابتدائی دور میں ''دنباوند'' کے حاکم تھے۔ بعد میں ''خیر النساج'' کی مجلس میں جا کر توبہ کی۔ خیر النساج صاحب حال بزرگ تھے۔ ان پر اکثر وجد طاری رہتا جس کی وجہ سے ہر وقت مست اور یادِ خدا میں ڈوبے رہتے تھے اور اس وجد کی وجہ سے ان پر غشی طاری ہو جاتی تھی۔ پھر اس کے بعد ابوبکر شبلیؒ حضرت جنیدؒ کی خدمت میں کچھ دنوں تک رہے اور ان سے فیض حاصل کیا۔ ابوبکر شبلیؒ کا وصال ۳۳۴ھ کو ہوا۔ انہوں ۸۷ سال عمر پائی۔

کامل ابن عدی میں امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام ابویوسفؒ کے حالات میں حضرت عائشہؓ کی یہ روایت مذکور ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک بلی آتی تھی۔ پس آپ ﷺ اس کے لئے (پانی کا) برتن جھکا دیتے تھے۔ پس وہ بلی پانی پی لیتی تھی۔ پھر اس کے بعد آپ ﷺ اس کے (یعنی بلی کے) بچے ہوئے پانی سے وضو فرماتے تھے۔ (کامل ابن عدی) امام ابویوسفؒ اس حدیث کو بیان کر کے فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص نے عجیب وغریب حدیثیں تلاش کیں۔ اس نے جھوٹ بولا جس نے ''کیمیاء'' کے ذریعے مال حاصل کرنے کا ارادہ کیا وہ فقیر ہو گیا جس نے علم کلام کے ذریعے دین کو سمجھنا چاہا وہ زندیق (بے دین) ہو گیا۔ حاکم ابوعبداللہ کی کتاب ''مناقب شافعیؒ'' میں مذکور ہے کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم نے کہا ہے کہ میں نے امام شافعیؒ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دو آدمیوں نے ایک بلی کا مقدمہ کسی قاضی کے پاس پیش کیا۔ ہر فریق یہ دعویٰ کر رہا تھا کہ بلی اور اس کے بچے میرے ہیں۔ پس قاضی نے اس مقدمہ کا فیصلہ یہ کیا کہ دونوں کے گھر کے درمیان میں بلی اور اس کے بچوں کو چھوڑ دیا جائے تو بلی اور اس کے بچے جس کے گھر میں داخل ہو جائیں وہی ان کا مالک ہوگا۔ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ میں وہاں سے بھاگ نکلا اور دوسرے لوگ بھی وہاں سے بھاگ نکلے لیکن بلی ان دونوں میں سے کسی ایک کے گھر میں بھی داخل نہیں ہوئی۔

ایک عجیب وغریب واقعہ کہتے ہیں کہ مروان جعدی جو ''حمار'' کے لقب سے مشہور تھا بنوامیہ کا آخری خلیفہ تھا جب کوفہ میں سفاح (بنوعباسیہ کے پہلے حکمران) کا ظہور ہوا اور اس کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت خلافت کی۔ اس کے بعد سفاح نے مروان کے مقابلہ کیلئے ایک لشکر تیار کر کے روانہ کیا۔ پس مروان کو شکست ہوئی یہاں تک کہ وہ (بھاگ کر) ابوصیر پہنچ گیا۔ ابوصیر ایک گاؤں ہے جو

''باخوم'' کے قریب واقع ہے۔ مروان نے کہا کہ اس بستی کا کیا نام ہے؟ اس سے کہا گیا کہ اس بستی کا نام ''ابوصیر'' ہے۔ مروان نے کہا ''فَاِلَی اللّٰہِ الْمَصِیْرُ'' (پس اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے) پھر وہ ایک گرجا میں داخل ہوا۔ پس اسے (یعنی مروان کو) معلوم ہوا کہ اس کے کسی خادم نے اس کی مخبری کر دی ہے۔ پس مروان نے (خادم کو سزا دینے کا) حکم دیا۔ پس خادم کا سر قلم کر دیا گیا اور اس کی زبان کھینچ کر نکال دی گئی اور زمین پر ڈال دی گئی۔ پس ایک بلی آئی۔ پس اس نے اس کی زبان کھالی۔ پھر کچھ ہی مدت کے بعد عامر بن اسمٰعیل نے اس گرجا کا محاصرہ کر لیا۔ پس مروان گرجا کے دروازہ سے باہر نکلا اس حال میں کہ اس کے ہاتھ میں تلوار تھی اور اس کو لشکر نے گھیر لیا تھا اور جنگی طبل بج رہے تھے۔ پس مروان کی زبان پر حجاج بن حکیم سلمی کا یہ شعر جاری تھا

و ھو متقلدین صفائحاً ھندیة　　یترکن من ضربوا کأن لم یولد

''اور وہ ہاتھوں میں ایسی ہندی تلواریں لئے ہوئے ہیں جن کی خصوصیت یہ ہے کہ جس پر ان تلواروں کا وار ہوتا ہے وہ ایسا ہو جاتا ہے گویا کہ وہ پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔

پھر اس کے بعد مروان لڑنے لگا یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا۔ پس عامر بن اسمٰعیل نے مروان کا سر کاٹنے کا حکم دیا۔ پس مروان کا سر کاٹ دیا گیا اور اس کی زبان کھینچ کر نکال دی گئی اور زمین پر ڈال دی گئی۔ پس وہی بلی آئی (جس نے مروان کے خادم کی زبان کھائی تھی) پس اس نے مروان کی زبان (زمین سے) اٹھائی اور کھالی۔ پس عامر بن اسمٰعیل نے کہا کہ عجائبات دنیا میں سے یہ واقعہ عبرت کیلئے کافی ہے کہ مروان کی زبان بلی کے منہ میں ہے۔ عامر بن اسمٰعیل اس کے (یعنی مروان کے) قتل کے بعد گرجا میں داخل ہوا۔ پس وہ مروان کے فرش پر بیٹھ گیا جس وقت گرجا پر حملہ ہوا تھا اس وقت مروان رات کا کھانا کھا رہا تھا۔ پس جب مروان نے محاصرین کا شور و غل سنا تو اس نے کھانا چھوڑ دیا تھا۔ پس عامر بن اسمٰعیل نے وہ کھانا کھایا (جو مروان نے چھوڑ دیا تھا) اور مروان کی لڑکی کو طلب کیا۔ یہ مروان کی سب سے بڑی لڑکی تھی۔ پس اس لڑکی نے (حاضر ہو کر) کہا اے عامر بے شک گردش زمانہ نے مروان کو اس کے فرش سے اتار دیا ہے اور تجھے اس کے فرش (یعنی مروان کے فرش) پر بٹھا دیا ہے۔ یہاں تک کہ تو نے اس کا (یعنی مروان کا) رات کا کھانا بھی کھا لیا اور تو نے مروان کے چراغ سے روشنی حاصل کر لی اور اس کی (یعنی مروان کی) لڑکی کو ہمکلام بنایا۔ تحقیق تجھے نصیحت کرنے اور خواب غفلت سے بیدار کرنے کیلئے یہی باتیں کافی ہیں۔ پس عامر لڑکی کی گفتگو سے شرمندہ ہوا اور اس نے لڑکی کو واپس کر دیا۔ مروان کا قتل ۱۳۲ھ میں ہوا۔

الحکم صحیح قول کے مطابق بلی کا کھانا حرام ہے۔ لیث بن سعد نے کہا ہے کہ بلی کا کھانا حلال ہے۔ ابوالحسن البوشنجی نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ابوالحسن ہمارے ائمہ (یعنی شوافع) میں سے ہیں۔ ابوالحسن البوشنجی کہتے ہیں کہ بلی طاہر (پاک) جانور ہے۔ اس کی دلیل حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی کچھ لوگوں نے دعوت کی۔ پس آپ ﷺ نے دعوت قبول کی (اور وہاں تشریف لے گئے) پھر دوسرے لوگوں نے آپ ﷺ کی دعوت کی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دعوت قبول نہیں کی (اور وہاں تشریف نہیں لے گئے)۔ پس آپ ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا؟ پس آپ ﷺ نے فرمایا بے شک فلاں کے گھر میں کتا ہے اس لئے میں نے اس کی دعوت کو قبول نہیں کیا (اور وہاں نہیں گیا)

پس آپؐ سے کہا گیا کہ فلاں کے گھر میں بلی ہے (تو آپ ﷺ وہاں کیوں تشریف لے گئے) پس آپ ﷺ نے فرمایا بلی نجس (ناپاک) نہیں ہے بلکہ یہ تمہارے پاس آتی جاتی رہتی ہے۔ (رواہ الامام احمد والدار قطنی والحاکم والبیہقی)

امام نوویؒ نے ''شرح مہذب'' میں لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک گھریلو بلی کی بیع بالاتفاق جائز ہے۔ مگر امام بغویؒ نے ''شرح مختصر المزنی'' میں ابن القاص سے نقل کیا ہے۔ ابن القاص کہتے ہیں کہ (بلی کی بیع) جائز نہیں ہے۔ (علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں) کہ ابن القاص کی رائے شاذ اور باطل ہے۔ مشہور یہی ہے کہ گھریلو بلی کی بیع جائز ہے اور جمہور اہل علم کا یہی قول ہے۔ ابن منذر نے کہا ہے کہ ائمہ کا بلی کو پالنے کے جواز پر اجماع ہے۔ حضرت ابن عباسؓ، حسن بصریؒ، ابن سیرینؒ، حکمؒ، حمادؒ، مالکؒ، ثوریؒ، شافعیؒ، اسحٰقؒ، ابوحنیفہؒ اور تمام اصحاب رائے نے بلی کی بیع (خرید وفروخت) کی رخصت (اجازت) دی ہے۔ اہل علم کی ایک جماعت نے بلی کی خرید وفروخت کو مکروہ قرار دیا ہے۔ ان میں حضرت ابو ہریرہؓ، طاؤسؒ، مجاہدؒ، جابر بن یزید وغیرہ شامل ہیں۔ ابن منذر نے کہا ہے کہ اگر بلی کی بیع کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے تو پھر بلی کی خرید وفروخت باطل ہے ورنہ بلی کی بیع جائز ہے۔ اہل علم کی جس جماعت نے بلی کی خرید وفروخت سے منع کیا ہے ان کی دلیل حضرت ابن زبیرؓ کی یہ روایت ہے۔ ''حضرت ابن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ سے کتے اور بلی کی قیمت کے متعلق سوال کیا؟ پس حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔''

امام مسلمؒ، امام ابوداؤدؒ، امام ترمذیؒ اور امام ابن ماجہؒ نے حضرت جابرؓ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ ''نبی اکرم ﷺ نے بلی کی قیمت سے منع فرمایا ہے۔''

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ ہمارے اصحاب (شوافع) نے اس طرح استدلال کیا ہے کہ (بلی) طاہر ہے اور اس سے نفع اٹھایا جاتا ہے اور اس میں بیع کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں۔ پس اس کی (یعنی بلی کی) خرید وفروخت جائز ہے جیسے گدھے اور خچر کی خرید وفروخت جائز ہے۔

حدیث جابرؓ کا پہلا جواب ابوالعباس بن القاص، خطابی، قفال وغیرہ کا قول ہے کہ حدیث میں جس بلی کی خرید وفروخت سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد جنگلی بلی ہے۔ پس اس کی بیع صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے نفع نہیں اٹھایا جا سکتا۔

حدیث جابرؓ کا دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث میں مذکور نہی سے نہی تنزیہی ہے۔ (علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے) کہ یہی دو جواب قابل اعتماد ہیں۔ نیز خطابی اور ابن عبدالبر کا یہ قول کہ یہ حدیث (جس میں بلی کے متعلق طاہر ہونے کا تذکرہ ہے) ضعیف ہے۔ پس خطابی اور ابن عبدالبر کا یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ یہی حدیث صحیح مسلم میں صحیح سند کے ساتھ مذکور ہے۔

ایک مسئلہ: اگر کسی شخص نے بلی پال رکھی ہے جو پرندوں کو پکڑتی رہتی ہے اور ہانڈیاں الٹ دیتی ہے تو اگر یہ بلی کسی کا کچھ نقصان کر دے تو کیا اس کے مالک پر ضمان (تاوان وغیرہ) ہوگا یا نہیں؟ اس میں دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ ہاں نقصان کی صورت میں بلی کے مالک پر ضمان واجب ہوگا خواہ بلی رات کے وقت نقصان کرے یا دن کے وقت کیونکہ جب یہ بلی نقصان کرنے کی عادی ہے تو مالک پر لازم ہے کہ وہ اس بلی کو باندھ کر رکھے۔ یہی حکم ہر اس جانور کا ہے جو نقصان کرنے کا عادی ہو۔ دوسری صورت یہ

ہے کہ اگر وہ بلی نقصان کرنے کی عادی نہ ہو تو پھر نقصان کی صورت میں بلی کے مالک پر ضمان واجب نہیں ہوگا۔ یہی قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ عام طور سے لوگ بلی وغیرہ سے اپنے سامان' کھانے وغیرہ کی حفاظت کرتے ہیں اور بلی کو باندھا نہیں جاتا۔ امام الحرمین نے بلی کے نقصان کرنے کی صورت میں مالک پر ضمان کے متعلق چار صورتیں نقل کی ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ مالک پر ضمان واجب ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مالک پر ضمان واجب نہیں ہے۔ تیسری صورت یہ ہے بلی کے مالک کو رات کے نقصان کا ضمان دینا ہوگا' دن کا نہیں۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ دن کے نقصان کا تو مالک ضمان دے گا لیکن رات کے نقصان کا ضمان مالک نہیں دے گا کیونکہ رات کے وقت لوگ اپنی چیزوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اگر بلی نے کسی زندہ کبوتر یا اسی طرح کے کسی جانور کو پکڑ لیا ہو تو بلی کا کان اینٹھنا اور اس کے منہ پر مارنا جائز ہے تاکہ وہ اس کو (یعنی کبوتر وغیرہ کو) چھوڑ دے۔ پس اگر بلی نے کبوتر کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن روکنے کی وجہ سے بلی ہلاک ہوگئی تو اس صورت میں بلی کو ہلاک کرنے والے آدمی پر ضمان (تاوان) واجب نہیں ہوگا۔ پس اگر بلی کچھ نقصان کر کے کسی کو ضرر پہنچا دیتی ہے تو اس حال میں کسی آدمی نے نقصان سے بچاؤ کرتے ہوئے بلی کو قتل کر دیا تو اس پر ضمان (تاوان) واجب نہیں ہوگا۔ جیسے کہ حملہ آور کو روکنے کے لئے قتل کرنے سے قصاص واجب نہیں ہوتا۔ پس اگر بلی کو بلاوجہ قتل کر دیا جائے (یعنی وہ نقصان وغیرہ نہیں پہنچاتی) تو اس میں دو صورتیں ہیں۔ صحیح قول یہی ہے کہ بلاوجہ بلی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور قتل کرنے والے پر ضمان (تاوان) واجب ہوگا۔ قاضی حسین نے کہا ہے کہ اس کا (یعنی بلی کا) قتل جائز ہے اور بلی کو قتل کرنے والے پر ضمان (تاوان) واجب نہیں ہے کیونکہ یہ "فواسق خمسہ" میں سے ہے۔ یعنی بلی کا شمار ان پانچ جانوروں میں ہوتا ہے جن کو حرم میں بھی قتل کرنا جائز ہے۔

ایک واقعہ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ ہمارے شیخ یافعیؒ نے فرمایا ہے کہ مجھے اہل یمن کے بعض صالحین سے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک بلی شیخ عارف "اہدل" کے پاس آتی تھی۔ پس وہ اسے اپنے رات کے کھانے میں کھلایا کرتے تھے۔ اس بلی کا نام "لؤلؤۃ" تھا۔ پس ایک رات شیخؒ کے خادم نے بلی کو مارا۔ پس وہ بلی مرگئی۔ پس خادم نے بلی (کی لاش) کو ایک ویران جگہ میں پھینک دیا تاکہ شیخؒ کو بلی کی ہلاکت کی خبر نہ ہو۔ پس جب شیخ واپس آئے تو دو یا تین رات تک خاموش رہے (یعنی بلی کے متعلق کچھ نہیں پوچھا) پھر (ایک دن) خادم سے فرمایا "لؤلؤۃ" کہاں ہے؟ پس خادم نے کہا میں اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ پس شیخؒ نے فرمایا تم بلی کے متعلق واقعی کچھ نہیں جانتے کہ وہ کہاں ہے۔ پھر اس کے بعد شیخ نے "لؤلؤۃ"، "لؤلؤۃ" کہہ کر (بلی کو) پکارنا شروع کیا۔ پس وہ بلی (جس کو خادم نے ہلاک کر دیا تھا زندہ ہو کر شیخ کے پاس) دوڑتی ہوئی آئی۔ پس شیخ نے حسب عادت اس کو (یعنی بلی کو) کھانا کھلایا۔

خواص تحقیق بلی کے خواص لفظ "السنور" کے تحت بیان کر دیئے گئے ہیں۔

تعبیر بلی کو خواب میں دیکھنا گھر کے خادم اور محافظ پر دلالت کرتا ہے۔ پس اگر کسی نے خواب میں بلی کو کوئی چیز چھینتے ہوئے دیکھا تو یہ گھریلو چور کی طرف اشارہ ہے۔ خواب میں بلی کا پنجہ مارنا اور کاٹنا گھر کے خادم کی خیانت پر دلالت کرتا ہے۔ امام ابن سیرینؒ نے فرمایا ہے کہ خواب میں بلی کا کاٹنا ایک سال بیمار ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح خواب میں بلی کا پنجہ مارنا بھی بیماری پر دلالت کرتا ہے۔ اگر کسی شخص نے بلی کو اس حال میں دیکھا کہ وہ میاؤں میاؤں نہیں کر رہی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ

خواب دیکھنے والے کوایک سال تک خوشحالی حاصل ہوگی۔ جنگلی بلی کوخواب میں دیکھنا ایک سال تک مشقت و پریشانی کی طرف اشارہ ہے جوشخص خواب میں دیکھے کہ وہ بلی کو بیچ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ اپنا مال خرچ کرے گا۔ یہودیوں نے کہا ہے کہ بلی کوخواب میں دیکھنا حملہ آور اور چوروں پر دلالت کرتا ہے۔ ارطامیدورس نے کہا ہے کہ بلی کوخواب میں دیکھنے کی تعبیر مکار اور جھگڑالو عورت سے دی جاتی ہے۔

ایک خواب کی تعبیر ایک عورت حضرت امام ابن سیرینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ پس اس عورت نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک بلی نے میرے شوہر کے پیٹ میں اپنا سر ڈال کر اس سے ایک گوشت کا ٹکڑا کاٹ لیا ہے؟ پس امام ابن سیرینؒ نے فرمایا تحقیق تمہارے شوہر کے تین سو سولہ درہم چوری ہوگئے ہیں۔ اس عورت نے کہا کہ یہ بات صحیح ہے۔ پس آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟ امام ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات بلی کے نام کے حروف ابجد کے حساب سے معلوم ہوئی ہے۔ وہ اس طرح کہ ''سین'' کے عدد ساٹھ ہیں اور نون کے عدد پچاس ہیں۔ اسی طرح واو کے عدد چھ ہیں اور ''راء'' کے عدد دو سو ہیں۔ پس یہ تمام اعداد تین سو سولہ ہیں۔ پس لوگوں نے پڑوس کے ایک غلام پر شک کیا۔ پس اس غلام کو مارا تو اس نے اقرار کرلیا (کہ اس نے مال چرایا ہے۔) (علامہ دمیریؒ نے فرمایا کہ) اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس نے بلی کا گوشت کھایا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ جادو کا علم سیکھے گا۔

الھرنصانۃ

''الھرنصانۃ'' اس سے مراد ایک قسم کا کیڑا ہے جس کو ''السرفۃ'' کہتے ہیں۔ تحقیق باب ''السین'' میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

ھَرُثَمَۃ

''ھَرُثَمَۃ'' ابن سیدہ نے کہا ہے کہ شیر کے ناموں میں سے (ایک نام) ہے۔

الھرھیر

''الھرھیر'' یہ مچھلی کی ایک قسم ہے۔ مبرد نے کہا ہے کہ ''الھرھیر'' کچھوے اور سیاہ سانپ سے مل کر پیدا ہوا ہے۔ مبرد نے کہا ہے کہ سیاہ سانپ بہت خبیث (یعنی خطرناک) ہوتا ہے۔ یہ سانپ چھ مہینے تک حالت نیند میں (یعنی سوتا) رہتا ہے۔ پھر اگر یہ سانپ کسی کو ڈس لے تو وہ شخص زندہ نہیں رہتا (یعنی ہلاک ہوجاتا ہے)

الھرزون والھرزان

''الھرزون والھرزان'' اس سے مراد ''الظلیم'' (یعنی نر شتر مرغ) ہے۔ تحقیق ''باب الظاء'' میں اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

اَلْھَزَارُ

"اَلْھَزَارُ" (ہا کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد بلبل ہے۔ تحقیق اس کا تذکرہ (باب الصاد) میں "الصعوۃ" کے تحت گزر چکا ہے۔

اَلْھِزَبْرُ

"اَلْھِزَبْرُ" (ہا کے کسرہ، زا کے فتحہ اور باء ساکن کے ساتھ) اس سے مراد شیر ہے۔ جوہری کا یہی قول ہے۔ جوہری کے علاوہ دوسرے اہل علم نے کہا ہے کہ اس سے مراد وحشی بلی کے مشابہ ایک جانور ہے جس کا قد بلی کے برابر ہوتا ہے لیکن اس کا رنگ بلی کے رنگ سے مختلف ہوتا ہے۔ اس جانور کے شکار کرنے کے دانت بھی ہوتے ہیں۔ یہ جانور ملک حبشہ میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ بعض اہل علم نے جوہری کے قول کی تائید کی ہے۔

"ابو الھزبر" یمن کے بادشاہ داؤد بن الملک المظفر یوسف بن عمر کا لقب بھی تھا۔ یوسف بن عمر نے بیس برس سے زیادہ (مدت تک) یمن پر حکومت کی۔ یوسف بن عمر عالم، فاضل اور بہادر بادشاہ تھا اور اس کے پاس ایک کروڑ کتابیں موجود تھیں۔ یوسف بن عمر کو "التنبیہ" وغیرہ زبانی یاد تھیں لیکن اس کے باوجود یوسف بن عمر کے والد الملک المظفر اور یوسف بن عمر کے بیٹے "الملک المجاہد" (دونوں) علمی اعتبار سے یوسف بن عمر سے بلند مقام پر فائز تھے اور اس سے زیادہ ذہین تھے اور لوگوں میں یوسف بن عمر سے زیادہ بلند مقام رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر رحم فرمائے۔

الھرعۃ

"الھرعۃ" اس سے مراد جوں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ملکہ بلقیس کے عرش پر یہ اشعار لکھے ہوئے تھے ؎

ستاتی سنون ھی المعضلات　　یراع من الھرعۃ الاجدل

"عنقریب مصیبتوں والے سال آئیں گے جن میں بہادر آدمی بھی جوؤں سے خوفزدہ ہو جائے گا۔

وفیھا یھین الصغیر الکبیر　　و ذو العلم یسکته الأجھل

"اور ان سالوں میں چھوٹا بڑے کو رسوا کرے گا اور علم والے کو جاہل خاموش یعنی لاجواب کر دے گا۔

اَلْھَف

"اَلْھَف" اس سے مراد ایک قسم کی چھوٹی چھوٹی مچھلیاں ہیں جنہیں "الحساس" بھی کہا جاتا ہے۔ تحقیق "باب الحاء" میں ان کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

اَلْھِقَلُ

''اَلْھِقَلُ'' اس سے مراد نوجوان شتر مرغ ہے۔ محمد بن زیاد دمشقی کا لقب بھی ''اَلْھِقَلُ'' تھا۔ یہ امام اوزاعیؒ کے کاتب تھے اور یہ بیروت میں رہتے تھے۔ پس وہاں یہ اسی لقب سے مشہور ہو گئے تھے۔ ابن معین نے کہا ہے کہ ملک شام میں محمد بن زیاد دمشقی سے زیادہ معتبر کوئی عالم نہیں تھا۔ نیز لوگوں میں سب سے زیادہ محمد بن زیاد دمشقی ہی حضرت امام اوزاعیؒ کے حالات اور فتوؤں کا علم رکھتے تھے۔ محمد بن زیاد دمشقی کا انتقال ۱۷۹ھ میں ہوا۔ امام بخاریؒ کے علاوہ محدثین کی ایک جماعت نے محمد بن زیاد دمشقی کی روایات اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں۔

الھقلس

''الھقلس'' اس سے مراد بھیڑیا ہے۔ تحقیق ''باب الذال'' میں ''الذئب'' کے تحت اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

الھمج

''الھمج'' یہ ''ھمجۃ'' کی جمع ہے۔ اس سے مراد چھوٹی مکھیاں ہیں جو مچھروں کے مشابہ ہوتی ہیں۔ یہ مکھیاں بکریوں اور گدھوں کے منہ اور آنکھوں پر بیٹھتی ہیں۔ ''الھمج'' ہی سے مشتق کر کے اس گدھے کو ''ھامج'' کہا جاتا ہے جس کے منہ پر اس قسم کی مکھی بیٹھتی ہے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے ''للرعاع من الناس الحمقی انماھم الھمج'' (بے وقوفوں کی جماعت کے رذیل لوگ مکھیوں کی طرح ہوتے ہیں) حضرت علیؓ نے فرمایا ہے ''سُبْحَانَ مَنْ ادمج قوائم الذرۃ و الھمجۃ'' (پاک ہے وہ ذات جس نے چیونٹی اور مکھی کو پاؤں کی دولت سے نوازا ہے) کسی نے کمیل بن زیاد سے کہا کہ اے کمیل دل برتنوں کی طرح ہیں اور سب سے اچھا برتن وہی ہے جس میں خیر (یعنی اچھی باتوں) کا ذخیرہ ہو۔ انسان تین قسم کے ہیں۔ پہلی قسم کا انسان وہ ہے جو عالم بھی ہو اور اپنے علم پر عمل کرنے والا بھی ہو۔ دوسری قسم کا انسان وہ ہے جو نجات دلانے والے راستے کا سیکھنے والا ہے۔ تیسری قسم کا انسان وہ ہے جو کائیں کائیں کرنے والے کی اتباع کرنے والا ہے۔ ''قوت القلوب'' کے مصنف نے حضرت علیؓ کے قول کی تفسیر میں کہا ہے کہ ''الھمج'' سے مراد وہ پروانہ ہے جو اپنی جہالت کے باعث آگ میں کود پڑتا ہے اور اپنی جان تلف کر دیتا ہے۔ ''الرعاع'' سے مراد وہ کم عقل آدمی ہے جس کی عقل نہ ہو جو لالچی ہو اور جسے جلدی غصہ آ جاتا ہو جو خود پسندی میں مبتلا ہو اور غرور کرنے والا ہو۔ قوت القلوب کے مصنف نے کہا ہے کہ حضرت علیؓ یہ فرما کر آبدیدہ ہو گئے اور پھر فرمایا کہ علم دین اسی طرح کے (یعنی اس قسم کی صفات رکھنے والے) علماء کے ساتھ ختم ہو جائے گا۔

اَلْھَمَعُ

''اَلْھَمَعُ'' اس سے مراد چھوٹے ہرن ہیں۔

اَلْهَمَل

"اَلْهَمَلُ" اس سے مراد وہ اونٹ ہے جس کے ساتھ (نگرانی کیلئے) چرواہا نہ ہو۔ اسی معنی میں "النفش" بھی ہے۔ "النفش" اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کے ساتھ رات کے وقت (نگرانی کیلئے) چرواہا نہ ہو۔

اَلْهَمَلُّع

"اَلْهَمَلُّع" اس سے مراد بھیڑیا ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

"وَالشاء لَا تَمْشٰی مَعَ الْهَمَلُّع" (بکریاں بھیڑیئے کے ساتھ نہیں بڑھ سکتیں)

یعنی اگر بکریاں بھیڑیئے کے سامنے رہتی ہوں تو ان کی تعداد میں اضافہ نہیں ہو سکتا (کیونکہ بھیڑیا بکریوں کو اپنا شکار بنا لے گا) "المشاء" سے مراد مال کا بڑھنا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے "مَشٰی الرَّجُلُ وَاَمْشٰی" (آدمی مالدار ہو گیا اور اس کے مویشیوں میں اضافہ ہو گیا) یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول "أَنْ اَمْشُوا وَاصْبِرُوا عَلٰی اٰلِهَتِکُمْ" میں "اَمْشُو"، "مَشْی" چلنے کے معنی میں نہیں ہے بلکہ یہ "مَشَاء" زیادتی اور اضافے کے معنی میں ہے۔ سہیلی نے اسی طرح نقل کیا ہے۔ یہ واقعہ نبی اکرم ﷺ کے طائف کے سفر سے پہلے کا ہے۔ سہیلیؒ نے اس کے ساتھ اضافہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے (بذریعہ وحی) مجھے اطلاع دی ہے کہ عنقریب وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) جنت میں مریم بنت عمران اور کلثم اخت موسیٰ اور آسیہ زوجہ فرعون سے میرا نکاح کرے گا۔ حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کو جنت کا انگور کھلایا۔

اَلْهُمْهُمُ

"اَلْهُمْهُمُ" ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد شیر ہے۔ تحقیق "الاسد" کے تحت اس کا تفصیلی تذکرہ گزر چکا ہے۔

الهنبر

"الهنبر" اس سے مراد بجو کا بچہ ہے۔ ابوزید نے کہا ہے کہ بنی فزارۃ کی لغت میں بجو کے لئے "ام هنبر" کا لفظ مستعمل ہے۔ ابوعمر نے کہا ہے کہ "الهنبر" سے مراد گدھا ہے۔ اسی لئے گدھی کو "ام الهنبر" کہا جاتا ہے۔ اہل عرب ضرب المثل کے طور پر کہتے ہیں "أحمق من أالهنبر" (گدھی سے زیادہ احمق)

اَلْهَودَع

"اَلْهَودَع" اس سے مراد شتر مرغ ہے۔ "النعامة" کے تحت اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

اَلْھَوذَۃ

"اَلْھَوذَۃ" اس سے مراد ایک قسم کا پرندہ ہے۔قطرب نے کہا ہے کہ اس سے مراد بھٹ تیتر ہے۔اس کی جمع کے لئے "ھوذ" کا لفظ مستعمل ہے۔اسی طرح ھوذۃ بن علی حنفی ایک آدمی کا نام بھی ہے۔ھوذۃ بن علی حنفی وہ شخص ہے جس کے پاس نبی اکرم ﷺ نے حضرت سلیط بن عمرو العامری کو اپنا نامہ مبارک دے کر روانہ کیا تھا۔پس ابن علی نے اس کو (یعنی نامہ مبارک کو) اعزاز واکرام سے لیا اور پڑھا۔پھر اس کے بعد نبی اکرم ﷺ کی طرف (خط کا جواب) لکھا کہ جس چیز کی طرف آپ ﷺ نے (مجھے) دعوت دی ہے وہ بہت اچھی ہے لیکن میں اپنی قوم کا خطیب اور شاعر ہوں۔پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکومت میں حصہ دیں۔پس نبی اکرم ﷺ نے انکار فرمایا۔حضرت سلیطؓ جس نامہ مبارک کے ساتھ ھوذۃ بن علی حنفی کے پاس گئے تھے۔اس میں یہ الفاظ درج تھے۔

"بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ مُحَمَّد رَّسُوْلِ اللهِ اِلٰی ھَوذَۃَ بْنِ عَلِیٍّ سَلاَ مٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَ اعْلَمْ اَنَّ دِیْنِی سَیَظْھَرُ اِلٰی مُنْتَھَی الخُفِّ وَالْحَافِرِ فَاَسْلِمْ تَسْلَمْ وَاَجْعَلُ لَکَ مَا تَحْتَ یَدَیْکَ" (اللہ کے نام سے شروع جو رحم کرنے والا اور حد سے زیادہ مہربان ہے۔یہ خط اللہ کے رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے ھوذۃ بن علی کے نام ہے۔سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔جان لے کہ بے شک میرا دین عنقریب اونٹوں اور گھوڑوں کے پہنچنے کے آخری حصہ تک پھیل جائے گا۔پس اگر تم اسلام قبول کرو تو مامون ہو جاؤ گے اور تمہاری حکومت برقرار رکھی جائے گی۔)

پس جب ھوذۃ بن علی حنفی نے یہ خط پڑھ لیا تو اس کو احترام کے ساتھ رکھا اور اس کا عمدہ جواب لکھا اور حضور ﷺ کے قاصد حضرت سلیط بن عمرو کو قیمتی تحائف وغیرہ دیئے اور ھجر کے بنے ہوئے کپڑوں کا ایک جوڑا بھی دیا۔نیز ھوذۃ نے نبی اکرمؐ کی جانب خط کا جواب لکھا جس کا تذکرہ پہلے کر دیا گیا ہے۔پس جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ تحقیق ھوذۃ نے نصرانیت پر وفات پائی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

اَلْھَوذَنُ

"اَلْھَوذَنُ" ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک پرندہ ہے۔نیز "اَلْھَیْزَنُ" (یعنی "و" کی جگہ "یا" آجائے تو اس) سے مراد ایک ایرانی دیہاتی ہے جس کے قول کو اللہ تعالیٰ نے (حضرت ابراھیم علیہ السلام کے قصہ میں) نقل کیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔"قَالُوْا ابنُوا لَہٗ بُنْیَانًا فَاَلْقُوْہُ فِی الْجَحِیْمِ" (وہ لوگ کہنے لگے کہ ابراھیم علیہ السلام کے لئے ایک آتش خانہ تعمیر کرو اور ان کو اس دہکتی آگ میں ڈال دو۔الصافات: آیت-۹۷) اسی شخص کے متعلق امام مسلمؒ کی وہ روایت بھی ہے جو حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی اپنے قیمتی لباس میں جا رہا تھا اور خود پسندی میں مست تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا۔پس وہ شخص اسی طرح زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔(رواہ مسلم)

اَلْھَلَابِعُ

"اَلْھَلَابِعُ" (ھاء کے پیش کے ساتھ) اس سے مراد بھیڑیا ہے۔ اہل عرب کے قول "رَجُلٌ ھُلَابِعٌ" سے مراد حریص آدمی ہے۔

اَلْھِلَالُ

"اَلْھِلَالُ" (ھاء کے کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد سانپ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد مذکر سانپ ہے۔ اسی طرح اس اونٹ کو (جو کھجلی کی وجہ سے کمزور ہوگیا ہو) بھی "اَلْھِلَالُ" کہا جاتا ہے۔ نیز "اَلْھِلَالُ" سے مراد مشہور "اَلْھِلَالُ" (یعنی چاند) بھی ہے۔

اَلْھَیثم

"اَلْھَیثم" (ھاء کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد سرخاب کا چوزہ (یعنی بچہ) ہے۔ اسی سے ایک آدمی کا نام بھی "ھیثم" ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ عقاب کے بچے کو "ہیثم" کہا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد گدھ کے بچے ہیں۔ کفایۃ المحتفظ" میں اسی طرح مذکور ہے۔

الھیجمانۃ

"الھیجمانۃ" اس سے مراد سرخ چیونٹی ہے۔ تحقیق "باب الذال" میں "الذر" کے تحت اس کا تفصیلی تذکرہ گزر چکا ہے۔

اَلْھَیْطَلُ

"اَلْھَیْطَلُ" اس سے مراد لومڑی ہے۔ تحقیق لفظ "الثعلب" کے تحت "باب الثاء" میں اس کا تفصیلی تذکرہ گزر چکا ہے۔

اَلْھَیْعَرَۃ

"اَلْھَیْعَرَۃ" اس سے مراد غول بیابانی (یعنی بھوتنی) ہے۔ نیز شریر عورت، کم عقلی اور پاگل پن کے لئے بھی "اَلْھَیْعَرَۃ" کا لفظ مستعمل ہے۔

اَلْھَیْقُ

"اَلْھَیْقُ" اس سے مراد نر شتر مرغ ہے۔

اَلْھَیْکَلُ

"اَلْھَیْکَلُ" اس سے مراد لمبا اور فربہ گھوڑا ہے۔

اَبُوھَرُوَن

"اَبُوھَرُوَن" اس سے مراد ایک ایسا پرندہ ہے جس کی آواز میں سوز و گداز پایا جاتا ہے اور کوئی بھی اس کی آواز پر فوقیت حاصل نہیں کرسکتا۔ یہ پرندہ ہر وقت چیختا رہتا ہے یہاں تک کہ رات کے وقت بھی خاموش نہیں رہتا البتہ صبح صادق کے وقت خاموش ہو جاتا ہے۔ پرندے اس کی آواز سے لطف اندوز ہونے کے لئے اس کے گرد اکٹھے ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات عاشق اس پرندے کے پاس سے گزرتا ہے تو وہ اس کی آواز سن کر چلنے کی استطاعت نہیں رکھتا (یعنی رک جاتا ہے) بلکہ وہیں بیٹھ جاتا ہے اور اس کی درد بھری آواز سن کر رو پڑتا ہے۔ واللہ اعلم۔

باب الواو

اَلْوَازِعُ

"اَلْوَازِعُ" اس سے مراد کتا ہے کیونکہ کتا بکریوں سے بھیڑیئے کو بھگا دیتا ہے اس لئے اس کو "الوازع" کہا جاتا ہے۔ تحقیق "باب الکاف" میں اس کا تفصیلی تذکرہ گزر چکا ہے۔

اَلْوَاق وَاق

"اَلْوَاق وَاق" تحقیق باب السین میں "السعلاۃ" کے تحت جاحظ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ "اَلْوَاق وَاق" ایک قسم کی مخلوق ہے جو کسی درخت اور کسی جانور سے پیدا ہوئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اَلْوَاقِی

"اَلْوَاقِی" (بروزن قاضی) اس سے مراد "لٹورا" ہے۔ اس جانور کا یہ نام اس کی آواز کی وجہ سے پڑ گیا ہے۔ نیز "اَلْوَاقِ" پانی کے پرندے کو بھی کہتے ہیں جو اسی قسم کی آواز نکالتا ہے۔

شرعی حکم | اس پرندے کی حلت میں وہی اختلاف ہے جو "طیر الماء" (پانی کے پرندے) کے متعلق ہے۔ تحقیق پہلے بھی یہ بات بیان کردی گئی ہے کہ صحیح بات یہی ہے کہ یہ پرندہ حلال ہے۔ مگر "اللقلق" حلال نہیں ہے۔ رافعیؒ کا یہی قول ہے۔

اَلْوَبْرُ

"اَلْوَبْرُ" اس سے مراد ایک ایسا جانور ہے جو بلی سے چھوٹا ہوتا ہے اور اس کا رنگ خاکستری ہے۔ اس کی دم نہیں ہوتی۔ یہ جانور گھروں میں رہتا ہے۔ اس کی جمع کے لئے "وبورو"، "وبارو" اور "وبارۃ" کے الفاظ مستعمل ہیں۔ اس کی مونث "وبرۃ" آتی ہے۔ جوہریؒ نے کہا ہے کہ "لَا ذَنَبَ لَهَا" (اس کی دم نہیں ہوتی) سے مراد یہ ہے کہ اس کی دم طویل نہیں ہوتی بلکہ اس کی دم بہت چھوٹی ہوتی ہے۔ لوگ "الوبر" کو بنی اسرائیل کی بکری کہتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ "الوبر" بنی اسرائیل کی مسخ شدہ بکریاں ہیں کیونکہ "الوبر" کی دم چھوٹی ہونے کے باوجود بکری کی چکی کے مشابہ ہوتی ہے۔ (علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ) یہ قول شاذ ہے اور نا قابل توجہ ہے۔

فائدہ | حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں خیبر فتح ہونے کے بعد نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی مال غنیمت میں حصہ عنایت فرمائیے؟ پس ابن سعید بن العاص نے کہا یا رسول اللہؐ اس کو (یعنی حضرت ابو ہریرہؓ کو) مال غنیمت میں حصہ نہ دیجئے۔ پس حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا یہ ابن قوقل کا قاتل ہے (اور مجھے حصہ دینے سے روک رہا ہے) پس ابن سعید بن العاص نے کہا تعجب ہے اس "وبر" پر جو "قدوم" پہاڑ کے پاس سے رینگتا ہوا ہمارے پاس آ گیا

ہے اور مجھ پر ایک مسلمان کے قتل کا الزام لگا رہا ہے حالانکہ اس مقتول مسلمان کو میرے ذریعے (اللہ تعالیٰ نے) عزت عطا فرمائی اور مجھے اس کے ہاتھوں رسوا ہونے سے بچالیا۔ (رواہ البخاری فی کتاب الجہاد) ابن سعید سے مراد ''ابان'' ہیں۔ شارحین بخاری نے کہا ہے کہ ''الوبر'' سے مراد ایک قسم کا جانور ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''الوبر'' بلی کے مشابہ ایک جانور ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ میرا گمان ہے کہ ''الوبر'' کھایا جاتا ہے۔ (یعنی حلال ہے) ''ضَان'' پہاڑ کا نام ہے۔ نیز ''ضَال'' لام کے ساتھ بھی مروی ہے۔ ''ینعی'' کا معنی ''یعیب'' ہے یعنی وہ عیب لگاتا ہے۔ امام بخاریؒ نے غزوہ خیبر کے تحت نقل کیا ہے کہ ابان بن سعید نبی اکرم ﷺ کے سامنے آئے۔ پس انہوں نے آپؐ کو سلام کیا۔ پس حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا یارسول اللہؐ یہ ابن قوقل کا قاتل ہے۔ پس ابان نے حضرت ابوہریرہؓ سے کہا تعجب ہے اس ''وبر'' پر جو ''قدوم'' پہاڑ کے پاس سے رینگتا ہوا ہمارے پاس آ گیا ہے اور مجھ پر ایک آدمی کے قتل کا الزام لگا رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس مقتول کو میرے ذریعے عزت بخشی اور مجھے اس کے ہاتھوں رسوا ہونے سے بچالیا۔ (رواہ البخاری) بعض شارحین نے کہا ہے کہ ''قدوم'' حضرت ابوہریرہؓ کے قبیلہ ''دوس'' کا پہاڑ ہے۔ ''البکری'' نے اپنی معجم میں اسی طرح نقل کیا ہے۔ اہل علم نے امام بخاریؒ سے ''قدوم ضان''، ''بالنون'' روایت کیا ہے مگر الھمدانی نے ''قدوم ضال''، ''باللام'' روایت کیا ہے۔ ابن اثیر نے ''النہایۃ'' میں لکھا ہے کہ ''الوبر'' ایک جانور ہے جس کی جسامت بلی کے برابر ہوتی ہے۔ اس کی جمع ''وبار'' آتی ہے۔ نیز بلی کو اس جانور سے تشبیہ دینے کا مقصد تحقیر ہے۔ بعض اہل علم نے ''وبر'' سے اونٹ کا بال مراد لیا ہے اور اس سے بھی تحقیر ثابت کی ہے مگر پہلی بات زیادہ صحیح ہے۔ ابن قوقل (بقافین مفتوحین) کا نام نعمان ہے۔ یہ مسلمان تھے۔ ان کو ابان بن سعید نے اپنے کفر کے زمانہ میں شہید کر دیا تھا اور صلح حدیبیہ اور فتح خیبر کی درمیانی مدت میں ابان بن سعید نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ ابان بن سعید ہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے صلح حدیبیہ کے دن حضرت عثمانؓ کو (مکہ مکرمہ میں) پناہ دی تھی جبکہ نبی اکرمؐ نے حضرت عثمانؓ کو بطور قاصد مکہ مکرمہ بھیجا تھا۔

''وبر'' کا شرعی حکم اس کا کھانا حلال ہے کیونکہ حرم اور حالت احرام میں ''الوبر'' کا شکار کرنے والے پر فدیہ واجب ہے۔ یہ جانور خرگوش کی طرح گھاس اور پتے وغیرہ کھاتا ہے۔ ماوردی اور الرویانی نے کہا ہے کہ یہ جانور بڑے چوہوں کے برابر ہوتا ہے مگر اس کی طبیعت میں شرافت ہوتی ہے اور یہ چوہے سے بڑا ہوتا ہے۔ اہل عرب اس جانور کو کھاتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''الوبر'' ایک سیاہ جانور ہے جو خرگوش کے برابر اور نیولے سے بڑا ہوتا ہے۔ رافعیؒ نے بھی اسی کے قریب قریب قول نقل کیا ہے۔ امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ ''الوبر'' کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ عطاءؒ، مجاہدؒ، طاؤسؒ، عمرو بن دینارؒ، ابن المنذرؒ اور ابو یوسفؒ کا بھی یہی قول ہے لیکن حکمؒ، ابن سیرینؒ، حمادؒ، امام ابوحنیفہؒ اور حنابلہ کے قاضی نے ''الوبر'' کے کھانے کو مکروہ قرار دیا ہے لیکن ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ ''الوبر'' کے شرعی حکم کے متعلق مجھے امام ابوحنیفہؒ کا کوئی قول یاد نہیں ہے۔ میرے نزدیک (یعنی ابن عبدالبر کے نزدیک) ''الوبر'' خرگوش کی طرح ہے۔ اس کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ ''الوبر'' خرگوش کی طرح گھاس اور پتے وغیرہ کھاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

الوج

''الوج'' قطا (ایک قسم کا پرندہ) اور شتر مرغ کی جماعت (یعنی گروہ) کو کہا جاتا ہے۔ تحقیق ''باب القاف'' میں قطا اور ''باب النون'' میں ''النعام'' کا تفصیلی تذکرہ گزر چکا ہے۔

اَلْوَحَرَۃُ

"اَلْوَحَرَۃُ" اس سے مراد (چھپکلی کے مشابہ) ایک سرخ کیڑا ہے جو زمین سے چمٹا رہتا ہے۔ اس کی جمع کیلئے "وَحَرٌ" کا لفظ مستعمل ہے۔ جوہری کا یہی قول ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ "اَلْوَحْرَۃُ" (حاء کے سکون کے ساتھ) گرگٹ کو کہتے ہیں جو چھپکلی کے مشابہ ہوتا ہے اور زمین سے چمٹا رہتا ہے یا اس سے مراد چھپکلی کی ایک قسم ہے۔ یہ جانور جب کسی کھانے پینے کی چیز سے گزرتا ہے تو اسے سونگھ لیتا ہے۔ یہ جانور چھپکلی کے مشابہ ہوتا ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو۔ پس ہدیہ "تَذْھَبُ وَحرالصُّدُوْرِ" سینے کے کینے کو دور کرتا ہے۔ نہ حقیر سمجھے کوئی پڑوسن دوسری پڑوسن کو اگرچہ وہ اسے (یعنی اپنی پڑوسن کو) بکری کا ایک کھر ہی بطور ہدیہ کیوں نہ بھیجے۔ (رواہ الترمذی)

امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔ حدیث میں مذکور "وَحُرُالصدور" کے اہل علم نے مختلف معانی بیان کئے ہیں۔ ایک معنی یہ ہے کہ "وَحُرُالصدر" دل کے وسوسے کو کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ "وَحُرُالصدور" سے مراد حسد اور غصہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ "وَحُرُالصدر" سے مراد دشمنی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ "وَحُرُالصدر" تیز غصہ کو کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ "وَحُرُالصدر" سے مراد دل کا کینہ ہے جو دل کے ساتھ اس طرح چمٹا رہتا ہے جیسے گرگٹ زمین سے چمٹا رہتا ہے۔ اسی طرح امام بخاریؒ اور بیہقیؒ نے اچھی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ "نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو کیونکہ اس سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور اس سے سینہ (یعنی دل) کے کینے دور ہو جاتے ہیں۔ (رواہ البخاری والبیہقی) "حدیث الملاعنۃ" میں یہ الفاظ مذکور ہیں "کہ اگر وہ سرخ ٹھگنے بدن کا بدن ہے جیسے گرگٹ ہوتا ہے۔ پس تحقیق اس کے (یعنی عورت کے) شوہر نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے۔ حدیث میں مذکور ہے کہ جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ اس کے دل کے کینے دور ہو جائیں تو اسے چاہئے کہ وہ صبر کے مہینے (یعنی رمضان) کے روزے رکھے اور ہر ماہ تین روزے رکھے۔

اَلْوَحْشُ

"اَلْوَحْشُ" اس سے مراد وہ تمام چوپائے (یعنی جانور) ہیں جو خشکی پر رہتے ہیں اور انسان سے مانوس نہیں ہوتے۔ اس کی جمع "وحوش" آتی ہے۔ کہا جاتا ہے "حمار وحش" (وحشی گدھا) "ثور وحش" (وحشی بیل) ہر وہ چیز جو انسان سے مانوس نہ ہو وہ "وحش" کے حکم میں داخل ہے۔ تحقیق پہلے باب میں حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث گزر چکی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے سو رحمتیں پیدا کی ہیں اور ان میں سے ایک رحمت تمام مخلوقات میں تقسیم فرمائی ہے جس کی وجہ سے وہ آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔ نیز اسی رحمت کی وجہ سے وحشی جانور اپنی اولاد کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔ پس باقی جو ننانوے رحمتیں ہیں ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔ (رواہ مسلم)

روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم! میری عزت اور میرے جلال کی قسم اگر تو اس دنیا سے راضی ہوگا جو میں نے تجھے دے رکھی ہے تو میں تجھے راحت عطا فرماؤں گا اور تو (میرے نزدیک) محمود ہوگا اور اگر تو میری دی ہوئی چیزوں سے راضی نہیں ہوگا تو میں تجھ پر دنیا کو مسلط کردوں گا۔ پھر تو اس دنیا میں لاتیں چلاتا پھرے گا جیسے وحشی جانور لاتیں چلاتے ہیں۔ پھر تیرے لئے وہی ہوگا جو میں تجھے عطا کروں گا اور اس حال میں تو (میرے نزدیک) مذموم ہوگا'' ترمذی شریف میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی مرفوع روایت میں ہے کہ ابن آدم کی سعادت مندی یہ ہے کہ اللہ کی تقسیم پر راضی ہوجائے۔ ''احیاء العلوم'' میں یہ روایت مذکور ہے کہ ''بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی۔ اے داؤد! تو بھی چاہتا ہے اور میں بھی چاہتا ہوں لیکن ہوتا وہی ہے جو میں چاہتا ہوں۔ پس اگر تو میری چاہت پر راضی ہوجاتا ہے تو میں تیری چاہت بھی پوری کردیتا ہوں اور اگر تو میری چاہت پر راضی نہیں ہوتا تو میں تجھے تیری چاہت میں تھکا دیتا ہوں۔ پھر اس کے بعد ہوتا وہی ہے جو میں چاہتا ہوں۔'' ابوالقاسم اصبہانیؒ نے ''الترغیب والترہیب'' میں لکھا ہے کہ قیس بن عبادہ نے کہا ہے کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ بے شک وحشی جانور عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ فتح بن سحرب (جو بہت بڑے زاہد ہیں) نے فرمایا ہے کہ میں روزانہ چیونٹیوں کے لئے روٹی کے ٹکڑے بکھیرتا تھا۔ پس جب عاشوراء کا دن آتا تھا تو چیونٹیاں اسے (یعنی روٹی کے ٹکڑوں کو) نہیں کھاتی تھیں۔

اختتامیہ شیخ الاسلام محی الدین نوویؒ نے ''الاذکار'' میں ''باب اذکار المسافر'' عند ارادۃ الخروج من بیتہ'' کے تحت لکھا ہے کہ مسافر کے لئے مستحب ہے کہ وہ سفر کیلئے گھر سے نکلتے وقت (اپنے گھر میں) دو رکعت (نفل) پڑھے۔ اس کی دلیل مقطم بن قعدامؒ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص سفر کے لئے جاتے وقت ان دو رکعتوں سے افضل کوئی چیز اپنے گھر والوں کے لئے چھوڑ کر نہیں جاتا جو وہ (سفر کیلئے) جاتے وقت اپنے گھر میں پڑھ کر جاتا ہے۔ (رواہ الطبرانی) علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ ہمارے بعض اصحاب (یعنی شوافع) نے کہا ہے کہ مسافر کے لئے مستحب ہے کہ وہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ'' پڑھے اور دوسری رکعت میں ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ'' پڑھے اور جب سلام پھیر لے تو پھر آیۃ الکرسی پڑھے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص (سفر کیلئے) اپنے گھر سے نکلتے وقت آیۃ الکرسی پڑھ لے گا تو اسے کوئی ناگوار چیز پیش نہیں آئے گی یہاں تک کہ وہ واپس لوٹ آئے۔ نیز یہ بھی مستحب ہے کہ مسافر ''سورۂ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ'' پڑھ لے کیونکہ صاحب کشف و کرامت فقیہ شافعی سید ابوالحسن قزوینیؒ نے فرمایا ہے کہ ''سورۂ قریش'' ہر برائی سے حفاظت ہے۔ ابوطاہر بن جحشویہ نے کہا ہے کہ میں نے سفر کا ارادہ کیا لیکن میں سفر سے خائف تھا۔ پس میں قزوینیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ ان سے دعا کی درخواست کروں۔ پس قزوینیؒ نے فرمایا کہ تم اپنے لئے خود دعا کرو۔ (نیز فرمایا) جو بھی سفر کا ارادہ کرے اور وہ دشمن یا کسی وحشی جانور سے خائف ہو تو اسے چاہئے کہ وہ ''سورۂ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ'' پڑھے۔ پس یہ ہر برائی سے حفاظت ہے۔ ابوطاہر کہتے ہیں کہ میں نے سورۂ قریش پڑھ لی۔ پس مجھے آج تک کوئی خطرہ پیش نہیں آیا۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ ''المقطم الصحابی'' کے الفاظ جو شیخ الاسلام محی الدین نوویؒ نے نقل کئے ہیں یہ ان کا وہم ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ میں سے مقطم نام کا کوئی صحابی نہیں ہے۔ طبرانیؒ نے ''مقطم بن مقدام صنعانی'' سے روایت

نقل کی ہے لیکن شاید طبرانی کے نسخہ میں کتابت کی غلطی کی بناء پر مقطم کو صحابی لکھ دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔ علامہ دمیری نے فرمایا ہے کہ ''الصنعانی'' کی نسبت ''صنعاء الیمن'' کی بجائے ''صنعاء الشام'' ہے۔

قولہ تعالیٰ "وَاِذَ الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ" (اور جب جنگلی جانور سمیٹ کر اکٹھے کر دیئے جائیں گے۔ سورۃ تکویر۔ آیت ۵) وقولہ تعالیٰ "وَمَا مِنْ دَآ بَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلاَ طٰئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَا حَيْهِ اِلاَّ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَافَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ" (زمین میں چلنے والے کسی جانور اور ہوا میں پروں سے اڑنے والے کسی پرندے کو دیکھ لو یہ سب تمہاری ہی طرح کی انواع ہیں' ہم نے ان کی تقدیر کے نوشتے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے' پھر یہ سب اپنے رب کی طرف سمیٹے جاتے ہیں۔ الانعام آیت ۳۸)

اہل علم کا اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا چوپاؤں' وحشی جانوروں اور پرندوں کو قیامت کے دن جمع کیا جائے گا۔ پس حضرت عکرمہؓ نے فرمایا ہے کہ جانوروں کا حشر ان کی موت ہے۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے "حُشِرَتْ" کا معنی "اختلطت" کیا ہے یعنی تمام جانور ایک دوسرے کے ساتھ مل جائیں گے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ ہر چیز کا حشر اس کی موت ہے سوائے جنات اور انسان کے۔ پس ان دونوں (یعنی جن اور انسان) کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔ جمہور اہل علم کا قول یہ ہے کہ تمام جاندار قیامت کے دن زندہ کر کے اٹھائیں جائیں گے یہاں تک کہ مکھی بھی (زندہ کی جائے گی) اور ایک کو دوسرے سے قصاص (یعنی بدلہ) دلوایا جائے گا۔ پس بے سینگ کے جانوروں کو سینگ والے جانوروں سے قصاص دلوایا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا "كُوْنِي تُرَابًا" (تم مٹی ہو جاؤ) پس اس وقت کافر تمنا کرے گا کہ وہ بھی مٹی ہو جاتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے کافر کی اس حالت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے "يٰلَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا" (اے کاش میں مٹی ہو جاتا۔ النبا۔ آیت ۴۰) حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عمرو بن عاصؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حسن بصریؒ اور مقاتل نے "حُشِرَتْ" کی یہی تفسیر بیان کی ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے بعض تفاسیر میں دیکھا ہے کہ "وَيَقُوْلُ الْكَافِرُ" سے مراد کافر (شخص) نہیں بلکہ ابلیس ملعون ہے۔ وہ اس طرح کہ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام پر عیب لگایا تھا کہ ان کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور اس بات پر فخر کیا تھا کہ اس کو (یعنی ابلیس کو) آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ پس جب ابلیس قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام اور تمام مومنین کو آرام و راحت' رحمت اور عمدہ جنت میں دیکھے گا اور اپنے آپ کو شدید عذاب میں دیکھے گا تو اس وقت وہ تمنا کرے گا کہ وہ مٹی ہو جاتا جیسے کہ چوپائے' وحشی جانور اور پرندے مٹی ہو گئے ہیں۔ لوگوں کی ایک جماعت نے حضرت رافع بن خدیجؓ سے یہ روایت کی ہے۔ حضرت رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ پس ہم سے چھوٹ کر ایک اونٹ بدک کر بھاگنے لگا۔ پس ایک آدمی (یعنی صحابیؓ) نے اس کو (یعنی اونٹ کو) تیر مارا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا بے شک ان چوپاؤں میں بھی بعض چوپائے جنگلی جانوروں کی طرح وحشی ہوتے ہیں۔ پس جس پر تم غلبہ نہ پا سکو تو اس کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ کرو۔ (یعنی تیر مار کر زخمی کرو اور پھر قابو کر لو)۔

اختتامیہ شیخ قطب الدین قسطلانیؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنی والدہ ''ام محمد آمنہ'' (جن کی وفات ۶۵۶ھ میں ہوئی) سے یہ دعا یاد کر لی تھی اور یہ دعا دشمنوں اور شریروں کے شر سے محفوظ رہنے کیلئے نافع ہے۔ (دعا یہ ہے) "اَللّٰهُمَّ بِتَلاَ لُؤُ نُوْرِ بَهَاءِ

حَجُبِ عَرْشِکَ مِنْ اَعْدَائِی اِحْتَجَبتُ وَبِسَطْوَۃِ الْجَبُرُوْتِ مِمَّنْ یَکِیْدُنِی اِسْتَتَرْتُ وَبِطُولِ حَوْلِ شَدِیْدِ قُوَّتِکَ مِنْ کُلِّ سُلْطَانٍ تَحَصَّنْتُ وَبِدَ یمُوْم قیوم دَوَام أَبْدِیَتِکَ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ اِسْتَعَذْتُ وَبِمَکْنُوْنِ السِّرِّ مِنْ سِرِّ سِرِّکَ مِنْ کُلِّ هَمٍّ وَغَمٍّ تَخَلَّصْتُ یَاحَامِلُ الْعَرْشِ عَنْ حَمَلَةِ الْعَرْشِ یَا شَدِیْدُ الْبَطْشِ یَا حَابِسَ الْوَحْشِ اِحْبِسْ عَنِّی مَنْ ظَلَمَنِی وَاغْلُبْ مَنْ غَلَبَنِی کَتَبَ اللّٰهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِی اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ‘‘

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ تحقیق میں نے ’’یَاحَابِسَ الْوَحْشِ‘‘ کے معنی پر غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اس سے نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کی طرف اشارہ ہے جو آپ ﷺ نے قصہ حدیبیہ کے موقع پر فرمایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ’’حَبَسَهَا حَابِسَ الْفِیْلِ‘‘ قصہ فیل (ہاتھی والوں کا قصہ) مشہور ہے۔ تحقیق اس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ شیخ قطب الدینؒ نے یہ دعا بھی اپنی والدہ محترمہ سے یاد کرلی تھی اور یہ وہ دعا ہے جو دشمن کی نگاہوں سے روپوش ہونے کے لئے پڑھی جاتی ہے۔ ’’اَللّٰهُمَّ اِنِّی أَسْأَلُکَ بِسِرِّ الذَّاتِ بِذَاتِ السِّرِّ هُوَ أَنْتَ أَنْتَ هُوَ لاَ اِلٰهَ اِلَّا أَنْتَ اِحْتَجَبْتُ بِنُوْرِ اللّٰهِ وَ بِنُوْرِ عَرْشِ اللّٰهِ وَبِکُلِّ اِسْمٍ مِنْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ مِنْ عَدُوِّی وَعَدُوِّ اللّٰهِ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ خَلْقِ اللّٰهِ بِمِائَةِ أَلْفِ أَلْفِ لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ خَتَمْتُ عَلٰی نَفْسِی وَدِیْنِی وَاَهْلِی وَمَالِی وَوَلَدِی وَجَمِیْعُ مَا أَعْطَانِی رَبِّی بِخَاتَمِ اللّٰهِ الْقُدُّوْسِ الْمَنِیْعِ الَّذِی خَتَمَ بِهٖ اَقْطَارُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ‘‘ اسی طرح یہ دعا بھی دشمن کی نگاہوں سے روپوش ہونے کے لئے مجرب ہے اور ہر بادشاہ، شیطان، درندہ، سانپ اور بچھو کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے یہ دعا پڑھنا بے حد نافع ہے۔ درج ذیل دعا سورج نکلتے وقت سات مرتبہ پڑھے۔ ’’اَشْرَقَ نُوْرُ اللّٰهِ وَظَهَرَ کَلاَمُ اللّٰهِ وَاَثْبَتَ اَمْرُ اللّٰهِ وَنَفَذَ حُکْمُ اللّٰهِ اِسْتَعَنْتُ بِاللّٰهِ وَتَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ مَاشَاءَ اللّٰهُ لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ تَحَصَّنْتُ بِخَفِیِّ لُطْفِ اللّٰهِ وَ بِلَطِیْفِ صُنْعِ اللّٰهِ وَبِجَمِیْلِ سِتْرِ اللّٰهِ وَبِعَظِیْمِ ذِکْرِ اللّٰهِ وَبِقُوَّةِ سُلْطَانِ اللّٰهِ دَخَلْتُ فِی کَنَفِ اللّٰهِ وَاسْتَجَرْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَرِئْتُ مِنْ حَوْلِی وَقُوَّتِی وَاسْتَعَنْتُ بِحَوْلِ اللّٰهِ وَقُوَّتِهٖ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْنِی فِی نَفْسِی وَدِیْنِی وَاَهْلِی وَمَالِی وَوَلَدِی بِسَتْرِکَ الَّذِی سَتَرْتَ بِهٖ ذَاتَکَ فَلاَ عَیْنٌ تَرَاکَ وَلاَ یَدٌ تَصِلُ اِلَیْکَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ اَحْجِبْنِی عَنِ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ بِقُدْرَتِکَ یَا قَوِیُّ یَا مَتِیْنُ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا دَائِمًا اَبَدًا اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَالْحَمْدُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ‘‘

اَلْوَدَعُ

’’اَلْوَدَعُ‘‘ اس کے واحد کے لئے ’’ودعۃ‘‘ کا لفظ مستعمل ہے۔ اس سے مراد ایسا حیوان ہے جو سمندر کی تہ میں رہتا ہے۔ اگر اس

جانور کو (سمندر سے نکال کر) خشکی پر ڈال دیا جائے تو اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ یہ جانور چمکدار اور خوبصورت ہوتا ہے اور یہ پتھر کی طرح سخت ہوتا ہے۔ اس جانور (یعنی سمندری گھونگھے) میں سوراخ کر کے عورتیں اور بچے (اس کو) زینت کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

اَلْوَرَاءُ

''اَلْوَرَاءُ'' اس سے مراد گائے کا بچہ (یعنی بچھڑا) ہے۔ تحقیق ''باب الباء'' میں ''البقرۃ'' کے تحت اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

اَلْوَرْدُ

''اَلْوَرْدُ'' اس سے مراد شیر ہے۔ شیر کو ''اَلْوَرْدُ'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ شیر کا رنگ ''اَلْوَرْدُ'' (گلاب) کے مشابہ ہوتا ہے۔ اسی مشابہت کی بنیاد پر اس رنگ کے گھوڑے کو بھی ''اَلْوَرْدُ'' کہا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک موضوع حدیث مروی ہے جس کو ابن عدی اور دیگر لوگوں نے حسن بن علی بن زکریا بن صالح عدوی بصری (جن کا لقب ''ذئب'' (بھیڑیا) ہے کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ ''حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات مجھے آسمان پر لے جایا گیا میرے پسینہ کا ایک قطرہ زمین پر گر گیا۔ پس اس سے گلاب پیدا ہوا۔ پس جو میری خوشبو سونگھنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ پس اسے چاہئے کہ وہ گلاب (کا پھول) سونگھ لے۔''

اَلْوَرْدَانِی

''اَلْوَرْدَانِی'' اس سے مراد قمری اور کبوتر سے پیدا شدہ ایک پرندہ ہے جس کا رنگ بہت عجیب اور مضحکہ خیز ہے۔ جاحظ نے اسی طرح کہا ہے۔

اَلْوَرْشَانُ

''اَلْوَرْشَانُ'' اس سے مراد قمری ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''اَلْوَرْشَانُ'' سے مراد فاختہ اور کبوتر سے پیدا شدہ ایک پرندہ ہے۔ بعض اہل علم اس پرندہ کو ''الورشین'' کہتے ہیں۔ اس کی کنیت کیلئے ''ابوالاخضر، ابوعمران اور ابوالنائحہ'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔ اس پرندے کی کئی اقسام ہیں جن میں سے ایک قسم ''النوبی'' ہے اور دوسری قسم کو ''حجازی'' کہتے ہیں۔ مگر ''النوبی'' کی آواز ''حجازی'' کی آواز سے زیادہ دلکش ہوتی ہے اور ''النوبی'' کا مزاج حجازی کے مزاج کی بہ نسبت سرد اور مرطوب ہوتا ہے۔ ''النوبی'' کی آواز دیگر اقسام سے اس طرح عمدہ ہوتی ہے جیسے سارنگی کی آواز دیگر باجوں سے عمدہ ہوتی ہے۔ ''اَلْوَرْشَانُ'' کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ اپنی اولاد پر نہایت مہربان ہوتا ہے یہاں تک کہ بسا اوقات جب یہ اپنے بچوں کو شکاری کے ہاتھ میں دیکھتا ہے تو غم کی وجہ سے اپنے آپ کو ہلاک کر دیتا ہے۔ عطاءؒ نے فرمایا ہے کہ ''اَلْوَرْشَانُ'' بولتے وقت یہ الفاظ کہتا ہے ''لِدُوْا لِلْمَوتِ وَابْنُوا لِلْخَرَابِ'' شاعر نے کہا ہے کہ

لَہٗ مَلَکٌ یُّنَادِیْ کُلَّ یَوْمٍ لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَابْنُوْا لِلْخَرَابِ

''اس کا (یعنی اللہ تعالیٰ کا) فرشتہ ہر روز منادی کرتا ہے کہ دنیا میں جتنی چاہو اولاد پیدا کرلو اور محلات تعمیر کرلو بالآخر سب کا انجام موت ہے''

قشیریؒ نے اپنے رسالہ کے ''باب کرامات الاولیاء'' میں لکھا ہے کہ عتبہ غلام بیٹھ جاتے۔ پس وہ کہتے ''یَاوَرْشَانُ'' (اے ورشان) اگر تو مجھ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا مطیع ہے تو آ، میری ہتھیلی پر بیٹھ جا۔ پس ''الورشان'' آجاتا اور ان کی (یعنی عتبہ غلام کی) ہتھیلی پر بیٹھ جاتا۔

شرعی حکم ''اَلْوَرْشَانُ'' کا کھانا حلال ہے کیونکہ یہ طیبات میں سے ہے۔

اختتامیہ حضرت عثمان بن سعید ابوسعد المقری المصریؒ (یعنی مصری قاری) ''الورش'' کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان کا قد چھوٹا اور بدن موٹا تھا اور آنکھیں سرخ اور نیلی تھیں۔ نیز ان کا رنگ بہت سفید تھا۔ حضرت عثمان بن سعید ابوسعدؒ بڑی عمدہ آواز سے قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ اسی لئے ان کے شیخ (یعنی استاد) حضرت نافعؒ نے ان کا (یعنی عثمان بن سعید ابوسعدؒ کا) لقب ''اَلْوَرْشَانُ'' رکھ دیا تھا۔ پس حضرت نافعؒ ان سے فرمایا کرتے تھے ''اِقْرَاءْ یَاوَرْشَانُ'' (اے ورشان پڑھو) ''اِفْعَلْ یَاوَرْشَانُ'' (اے ورشان یہ کام کرو) حضرت عثمان بن سعید ابوسعدؒ اپنے استاد حضرت نافعؒ کے اس طرز عمل پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کرتے تھے بلکہ اسے پسند کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میرے استاد نافعؒ نے میرا یہ نام (یعنی ورشان) رکھا ہے۔ پس اس کے بعد وہ (یعنی عثمان بن سعید ابوسعدؒ) اسی نام (ورشان) سے مشہور ہوگئے تھے۔ پھر کثرت استعمال سے ''الورشان'' کے آخر سے الف اور نون حذف ہوگیا اور ان کا نام ''ورش'' پڑھ گیا۔ ورشؒ کہتے ہیں کہ میں مصر سے نکلا تاکہ حضرت نافعؒ سے قرأت سیکھوں۔ پس جب میں مدینہ منورہ داخل ہوا (یعنی پہنچا) تو میں نے دیکھا کہ حضرت نافعؒ کے پاس طالب علموں کی اتنی زیادہ تعداد ہے کہ وہ اب مزید کسی اور طالب علم کو پڑھانے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔ نیز ہر طالب علم تیس آیتوں سے زیادہ قرأت نہیں کرتا تھا۔ ورشؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت نافعؒ کے ایک دوست سے رابطہ کیا۔ پس میں ان کو لے کر حضرت نافعؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس اس شخص نے (حضرت نافعؒ سے) کہا یہ آدمی مصر سے اس لئے آیا ہے تاکہ یہ آپ سے قرأت سیکھ سکے۔ یہ تجارت اور حج کے ارادہ سے مدینہ منورہ نہیں آیا۔ پس حضرت نافعؒ نے اس شخص سے فرمایا کہ آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ مہاجرین وانصار کے بیٹے کثیر تعداد میں قرأت سیکھنے کے لئے میرے پاس آئے ہیں۔ پس اس شخص نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس مصری آدمی کیلئے کوئی وقت نکال لیں۔ ورشان کہتے ہیں کہ حضرت نافعؒ نے مجھ سے فرمایا اے بھائی کیا تم مسجد میں رات گزار سکتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ پس میں نے رات مسجد میں گزاری۔ پس جب فجر کا وقت ہوا تو حضرت نافعؒ (مسجد میں) آئے۔ پس حضرت نافعؒ نے فرمایا مسافر کہاں ہے؟ پس میں نے کہا جی ہاں میں حاضر ہوں اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ پس حضرت نافعؒ نے (مجھ سے) فرمایا پڑھو۔ پس میں نے پڑھا اور میری آواز خوبصورت اور بلند تھی۔ پس میری آواز سے رسول اللہ ﷺ کی مسجد گونجنے لگی۔ پس جب میں نے تیس آیتوں کی قرأت مکمل کرلی تو حضرت نافعؒ نے مجھے اشارہ کیا کہ میں خاموش ہوجاؤں۔ پس میں خاموش ہوگیا۔ پس حلقہ درس میں سے ایک نوجوان (طالبعلم) کھڑا ہوا۔ پس اس نے کہا اے خیر وبھلائی سکھانے والے ہم مدینہ منورہ ہی میں آپ کے ساتھ مقیم ہیں اور یہ مہاجر ہے صرف اس لئے آپ کے پاس

آیا ہے تاکہ آپ سے قرأت سیکھ سکے۔ پس میں اپنی باری میں سے دس آیتیں اسے ہبہ کرتا (یعنی دیتا) ہوں اور بقیہ بیس آیتیں اپنے لئے رکھتا ہوں۔ پس حضرت نافعؒ نے (مجھ سے) فرمایا پڑھو۔ پس میں نے (قرآن کریم) پڑھا۔ پھر دوسرا نوجوان کھڑا ہوا اور اس نے بھی پہلے اپنے ساتھی کی طرح کہا (یعنی دس آیتیں اپنے حصہ سے مجھے دے دیں) پس میں نے دس آیتیں اور تلاوت کیں اور بیٹھ گیا یہاں تک کہ تمام طالب علموں نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ پس جب تمام طالب علموں نے قرأت مکمل کر لی تو استاذ نے مجھ سے فرمایا پڑھو۔ پس میں نے پچاس آیتیں پڑھیں یہاں تک کہ میں نے مدینہ منورہ سے واپسی سے پہلے پورے قرآن کریم کی قرأت سیکھ لی۔ ''ورش'' کی وفات ۱۹۷ھ کو مصر میں ہوئی اور ان کی ولادت ۱۲۰ھ میں ہوئی۔

خواص ورشان کے خون کا قطرہ آنکھ میں ٹپکانے سے (چوٹ یا بیماری کی وجہ سے) آنکھ کا جما ہوا خون تحلیل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کبوتر کا خون بھی آنکھ کے جمے ہوئے خون کو تحلیل کر دیتا ہے۔ ہرمس نے کہا ہے کہ جو شخص ہمیشہ ''ورشان'' کے انڈے کھاتا رہے گا اس کی قوت جماع میں اضافہ ہوگا اور اس میں عشق کا مادہ پیدا ہوگا۔

تعبیر ورشان کو خواب میں دیکھنا مسافر اور حقیر آدمی پر دلالت کرتا ہے۔ نیز ورشان کو خواب میں دیکھنا خبروں اور قاصدوں کی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے کہ ''الورشان'' نے حضرت نوح علیہ السلام کو جب وہ کشتی میں سوار ہوئے تھے پانی کی کمی کی خبر دی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''ورشان'' کو خواب میں دیکھنا سچی عورت کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

اَلْوَرْقَاءُ

''اَلْوَرْقَاءُ'' اس سے مراد وہ کبوتر ہے جس کا رنگ مائل بہ سبزی ہو۔ ''الورقة'' سے مراد وہ سیاہ رنگ ہے جو خاکی رنگ سے ملتا جلتا ہو۔ اسی مناسبت سے راکھ کو ''اورق'' اور بھیڑیے کو ''ورقاء'' کہا جاتا ہے۔ صحیحین (صحیح مسلم وصحیح بخاری) اور دیگر کتب احادیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ بنی فزارة کا ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس اس شخص نے کہا بے شک میری عورت (یعنی بیوی) نے ایک سیاہ رنگ کا لڑکا جنم دیا ہے۔ پس نبی اکرم ﷺ نے اس شخص سے فرمایا کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس شخص نے کہا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان (اونٹوں) کا رنگ کیسا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا ان اونٹوں کا رنگ سرخ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا ان اونٹوں میں کوئی اونٹ خاکستری رنگ کا بھی ہے؟ اس شخص نے کہا ان اونٹوں میں بھی خاکستری رنگ کے اونٹ بھی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا (تم مجھے بتاؤ) کہ سرخ اونٹوں میں یہ خاکستری رنگ کا اونٹ کہاں سے آ گیا؟ اس شخص نے کہا کہ شاید کسی رگ نے اسے کھینچ لیا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے بیٹے کا بھی یہی معاملہ ہے۔ (رواہ البخاری ومسلم)

سہیلیؒ نے سواد بن قارب کے قصہ میں لکھا ہے کہ سوداء بنت زهرة بن کلاب کا رنگ خاکستری تھا۔ اس عورت کا قصہ یوں ہے کہ جب یہ پیدا ہوئی اور اسے اس کے والد نے دیکھا کہ اس کا رنگ خاکستری ہے تو اس کے والد نے حکم دیا کہ اسے زندہ درگور کر دیا جائے کیونکہ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کا دستور تھا کہ جب کوئی لڑکی اس طرح کی پیدا ہوتی تو اس کو ''حجون'' (ایک قبرستان) میں لے جا کر

دفن کر دیتے تھے۔ پس سوداء بنت زہرة کو بھی زندہ درگور کرنے کے لئے ''حجون'' لے جایا گیا۔ پس جب قبر کھودنے والے نے اس کے لئے (یعنی سوداء بنت زہرہ کیلئے) قبر کھود ڈالی اور اسے دفن کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے کسی پکارنے والے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا کہ اس بچی کو دفن نہ کرو بلکہ اس کو جنگل میں چھوڑ دو۔ پس قبر کھودنے والے نے ادھر ادھر دیکھا لیکن اسے کوئی نظر نہیں آیا۔ پس اس نے لڑکی کو دفن کرنے کا ارادہ کیا۔ پس اس نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی۔ پس وہ (یعنی قبر کھودنے والا) لڑکی کے والد کے پاس پہنچا اور جو کچھ اس نے سنا تھا اس کی خبر دی۔ پس لڑکی کے والد نے کہا بے شک اس میں ضرور کوئی اہم بات ہے۔ پس لڑکی کو زندہ چھوڑ دیا گیا۔ پس یہی لڑکی (بڑی ہوکر) قریش کی کاہنہ (مستقبل کی خبریں دینے والی عورت) بنی۔ پس اس لڑکی نے ایک دن کہا کہ اے بنی زہرة بے شک تمہارے درمیان (یعنی تمہارے قبیلہ میں) ایک نذیرہ (یعنی ڈرانے والی عورت) ہوگی جو ایک نذیر (ڈرانے والے) کو جنم دے گی۔ پس تم اپنی لڑکیوں کو مجھ پر پیش کرو (یعنی میرے سامنے لاؤ) پس قبیلہ والوں نے اپنی اپنی لڑکیاں اس کاہنہ کے سامنے کھڑی کر دیں۔ پس کاہنہ نے ان لڑکیوں کو دیکھنے کے بعد ہر ایک کے متعلق کچھ نہ کچھ پیشین گوئی کی جو ایک عرصہ کے بعد ظاہر ہوئی۔ یہاں تک کہ جب کاہنہ کے پاس حضرت آمنہ بنت وہب کو پیش کیا گیا۔ پس کاہنہ نے کہا یہ نذیرہ ہے اور عنقریب یہ ایک نذیر کو جنم دے گی۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ ایک طویل قصہ ہے۔ زبیر بن بکار نے اس کو نقل کیا ہے اور امام غزالیؒ نے بھی ''احیاء العلوم'' میں اس قصہ کو نقل کیا ہے۔

اَلْوَرَلُ

''اَلْوَرَلُ'' (واؤ اور راء پر زبر کے ساتھ) اس سے مراد گوہ کی شکل کا ایک چوپایہ ہے مگر یہ چوپایہ جسامت میں گوہ سے بڑا ہوتا ہے۔ ''اَلْوَرَلُ'' کی جمع ''اورال'' اور ''ورلان' آتی ہے اور مونث کے لئے ''وَرَلَةٌ'' کا لفظ مستعمل ہے۔ ابن سیدہ کا یہی قول ہے۔ قزوینیؒ نے کہا ہے کہ ''اَلْوَرَلُ'' سے مراد گرگٹ اور چھپکلی سے بڑا ایک جانور ہے جس کی دم لمبی ہوتی ہے اور یہ تیز چلنے والا جانور ہے لیکن چلتے ہوئے اس کے بدن میں بہت کم حرکت ہوتی ہے۔ عبداللطیف بغدادیؒ نے کہا ہے کہ ''اَلْوَرَلُ''، گوہ، الحرباء، شحمۃ الارض (کیچوا) اور گرگٹ یہ تمام ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ پس ''اَلْوَرَلُ'' سے مراد ''الحرذون'' (سوسمار) ہے۔ جانوروں میں ''اَلْوَرَلُ'' سے زیادہ جماع کرنے والا کوئی جانور نہیں ہے۔ ''اَلْوَرَلُ'' اور گوہ کی آپس میں دشمنی ہے۔ پس جب ''اَلْوَرَلُ'' گوہ پر غالب آجاتا ہے تو اس کو قتل کر دیتا ہے لیکن اس کو کھاتا نہیں ہے جیسے سانپ گوہ کو قتل کر دیتا ہے لیکن کھاتا نہیں ہے۔ ''اَلْوَرَلُ'' اپنی سکونت کے لئے نہ تو گھر بناتا ہے اور نہ ہی سوراخ کھودتا ہے بلکہ وہ گوہ کے سوراخ میں گھس جاتا ہے اور اسے ذلت کے ساتھ وہاں سے نکال کر خود اس سوراخ میں رہنے لگتا ہے۔ ''اَلْوَرَلُ'' کے پنجے گوہ کے پنجوں کی بہ نسبت کمزور ہوتے ہیں لیکن یہ گوہ پر غلبہ پالیتا ہے اور ''اَلْوَرَلُ'' ظالم ہوتا ہے اس لئے اس کا ظلم اسے اپنی سکونت کے لئے سوراخ وغیرہ کھودنے سے روکتا ہے۔ ''اَلْوَرَلُ'' کے ظالم ہونے کے لئے یہ مثال کافی ہوگی کہ یہ سانپ کے بل (یعنی سوراخ) پر قبضہ کر لیتا ہے اور اسے نگل جاتا ہے۔ بسا اوقات ''اَلْوَرَلُ'' کو شکار کر لیا جاتا ہے اور جب اس کے پیٹ کو چاک کیا جاتا ہے تو اس میں سے ایک بڑا سانپ نکلتا ہے۔ ''اَلْوَرَلُ'' سانپ کو نہیں نگلتا۔ یہاں تک کہ اس کا

سرنوچ کر جسم سے الگ نہ کر دے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ "اَلْوَرَلُ" کی گوہ سے لڑائی ہوتی ہے۔ جاحظ نے کہا ہے کہ "حرذون" الورل نہیں ہے بلکہ یہ ایک دوسرا جانور ہے جو مصر میں پایا جاتا ہے۔ "حرذون" بہت خوبصورت ہوتا ہے اور اس کے جسم پر مختلف قسم کے رنگوں کا نقش ونگار ہوتا ہے۔ حرذون کا ہاتھ انسان کے ہاتھ کی طرح ہوتا ہے اور اس کی انگلیوں پر پورے ہوتے ہیں جیسے انسان کی انگلیوں پر پورے ہوتے ہیں۔ "الحرذون" سانپوں کو پکڑنے میں ماہر ہوتا ہے اور ان کو بڑے مزے سے کھاتا ہے۔ "الحرذون" سانپوں کو ان کے بل سے نکال دیتا ہے اور پھر ان کے بلوں میں خود سکونت اختیار کر لیتا ہے۔ یہ (یعنی حرذون) بڑا ظالم جانور ہے۔

الحکم "الورل" کے متعلق یہ بات گزر چکی ہے کہ یہ سانپ کھاتا ہے۔ اس کا تقاضا تو یہی ہے کہ (سانپ کھانے کی وجہ سے) یہ جانور حرام ہو اور متقدمین کے قول سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے (یعنی "الورل" حرام ہے) لیکن رافعی نے اس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ ہم اہل عرب کا عمل دیکھیں گے (آیا وہ "الورل" کو طیب سمجھتے ہیں یا نہیں) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

"یَسْأَلُونَکَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ" (لوگ پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا حلال کیا گیا ہے کہو تمہارے لئے ساری پاک چیزیں حلال کردی گئی ہیں۔ المائدہ آیت ۴) اس آیت میں "اَلطَّيِّبَات" سے مراد "حلال" نہیں ہے بلکہ "اَلطَّيِّبَاتُ" سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ چیز تمہارے لئے حلال ہے جس کو اہل عرب طیب سمجھ کر کھاتے ہیں کیونکہ دین عربی ہے اور نبی اکرمؐ بھی عربی ہیں۔ مگر اس میں معیار شہروں اور بڑی بڑی بستیوں میں رہنے والے لوگ ہوں گے نہ کہ دیہاتی اور خانہ بدوش لوگ' کیونکہ وہ زندہ' مردہ سب کھا جاتے ہیں اور ان میں حلال' حرام' اچھے اور برے کی تمیز نہیں ہوتی نیز وہ (یعنی دیہاتی اور خانہ بدوش) تنگی اور فراخی کی حالت کا لحاظ کئے بغیر سب کچھ کھا لیتے ہیں اگرچہ حالت اضطرار میں بھوک کی شدت کی وجہ سے بقدر ضرورت حرام بھی کھا لینا جائز ہے۔ بعض اہل علم نے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک کے اہل عرب کے مزاج کا اعتبار کیا ہے اور انہی کے مزاج کو (حلت اور حرمت کے متعلق) معیار ٹھہرایا ہے کیونکہ قرآن کریم کا خطاب براہ راست انہی سے تھا۔ ابن عبدالبر نے "التمہید" میں لکھا ہے کہ عبدالرزاق نے کہا ہے کہ مجھے سعید بن مسیبؒ کے قبیلہ کے ایک آدمی نے خبر دی ہے وہ شخص کہتا ہے کہ مجھے یحییٰ بن سعید نے خبر دی ہے کہ میں سعید بن مسیب کے پاس بیٹھا ہوا تھا پس ان کے (یعنی سعید بن مسیبؒ کے) پاس قبیلہ غطفان کا ایک آدمی آیا۔ پس اس آدمی نے ان سے (یعنی سعید بن مسیبؒ سے) "الورل" کے متعلق سوال کیا؟ پس حضرت سعید بن مسیبؒ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں (یعنی "الورل" کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں) اور اگر تمہارے پاس اس کا (یعنی "الورل" کا) گوشت ہو تو اس میں سے ہمیں بھی کھلاؤ۔ عبدالرزاق نے کہا ہے کہ "الورل" (جانور) گوہ کے مشابہ ہوتا ہے۔ تحقیق "رفع التمویه فیما یرد علی التنبیه" نامی کتاب میں "الورل" کے متعلق جو بحث کی گئی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ "الورل" مگرمچھ کا چوزہ ہے کیونکہ مگرمچھ خشکی پر انڈے دیتا ہے۔ پس جب ان انڈوں سے بچے نکلتے ہیں تو کچھ بچے سمندر میں گر جاتے ہیں اور کچھ بچے خشکی پر ہی رہ جاتے ہیں۔ پس جو بچے سمندر میں گر جاتے ہیں وہ مگرمچھ بن جاتے ہیں ورخشکی پر باقی رہنے والے بچے "ورل" بن جاتے ہیں۔ اس تفصیل کی بنیاد پر "ورل" کی حلت وحرمت کے متعلق دو قول ہو جائیں گے جیسے مگرمچھ (کی حلت وحرمت) کے متعلق دو قول ہیں۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ میں اس قول کی صحت پر یقین نہیں رکھتا کیونکہ "الورل" میں مگر

مچھ کی صفات نہیں پائی جاتیں کیونکہ اس کی (یعنی الورل کی) جلد مگر مچھ کی جلد کے برعکس نرم ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر "الورل" مگر مچھ سے ہوتا تو وہ جسامت میں مگر مچھ کے برابر ہوتا لیکن "الورل" ڈیڑھ یا دو گز سے زیادہ لمبا نہیں ہوتا اور مگر مچھ دس گز یا اس سے بھی زیادہ لمبا ہوتا ہے۔

ایک اہم وضاحت جان لو کہ اس کتاب میں بہت سے ایسے حیوانات کا تذکرہ گزر چکا ہے جن کی حلت وحرمت کے متعلق گفتگو نہیں کی گئی جیسے "الدوبل" (چھوٹا گدھا) "القرعبلان" (ایک قسم کا لمبا کیڑا) "القرز" (درندے کی ایک قسم) "القنفشۃ" (ایک معروف کیڑا) "الورل" (گوہ کے مشابہ ایک جانور) اور اسی قسم کے دیگر جانور مگران جانوروں (کی حلت وحرمت) کے متعلق اہل علم نے کچھ عام کلی قاعدے اور کچھ خاص کلی قاعدے بیان کئے ہیں کہ ہر کچلی والا درندہ ' ہر پنجہ سے کھانے والا پرندہ' ہر وہ جانور جو گندگی اور پاخانہ وغیرہ کھاتا ہو' ہر وہ جانور جس کے قتل سے (صاحب شریعت نے) روکا ہو یا ہر وہ جانور جس کے قتل کرنے کا (صاحب شریعت نے) حکم دیا ہو۔ ہر وہ جانور جو ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم کی جوڑی سے پیدا ہوا ہو' ہر نوچ کر کھانے والے جانور' گوہ' یربوع' سیہہ' نیولا اور تمام حشرات الارض (کیڑے مکوڑے) وغیرہ حرام ہیں۔

اسی طرح حلت کے متعلق بھی کچھ خاص قواعد ہیں وہ یہ ہیں کہ ہر طوق والا پرندہ' ہر دانہ چگنے والا پرندہ' "اللقلق" (سارس) اور پانی کے تمام پرندے حلال ہیں۔ ان قواعد کے پیش نظر "الورل" حرام ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ "الورل" "حشرات الارض" میں سے ہے اور اس کو مستثنٰی بھی نہیں کیا گیا۔ اسی طرح دیگر حشرات الارض جیسے "الخلد" (چھچھوندر) حرام ہونا چاہیے اگرچہ امام مالکؒ سے اس کے کھانے میں رخصت منقول ہے۔ یہ تمام دلائل "الورل" کا گوشت کھانے کی ممانعت پر دلالت کرتے ہیں۔ اسی طرح جاحظ اور دیگر اہل علم کا قول بھی "الورل" کا گوشت کھانے کی ممانعت پر دلالت کرتا ہے کہ "الورل" سانپ کے بل (سوراخ) میں گھس جاتا ہے اور اس کو (یعنی سانپ کو) مزے سے کھالیتا ہے۔ بسا اوقات "الورل" سانپ کو اس کے سوراخ سے نکال دیتا ہے اور خود اس کے (یعنی اس سانپ کے) سوراخ میں سکونت اختیار کر لیتا ہے۔ اہل علم نے اس بات کو بیان کیا ہے کہ ہر وہ جانور جس کے قتل کا شریعت میں حکم وارد ہوا ہے وہ حرام ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس جانور کے اندر کسی خباثت کی بنیاد پر اسے قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ورنہ خارجی عارض کی بناء پر اگر جانور کو قتل کرنے کا حکم ہو تو پھر وہ جانور حرام نہیں ہوگا۔ جیسے اگر "ماکول اللحم" (جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہو) جانور کے ساتھ کسی نے وطی کر لی ہو تو اس جانور کو ذبح کرنا واجب ہے اور صحیح قول کے مطابق اس جانور کا کھانا حرام نہیں ہے (یعنی حلال ہے) اور اس کے قتل کا حکم دینے میں مصلحت پوشیدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اس جانور کو (یعنی جس جانور سے وطی کی گئی ہے) زندہ چھوڑ دیا جائے تو اس سے غلط کاری کی شہرت ہوگی اور جس شخص نے اس جانور کے ساتھ زنا کیا ہے اس کی رسوائی بھی ہوگی۔ اسی طرح اہل علم نے اس اصول کو بھی بیان کیا ہے کہ ہر وہ جانور جس کو قتل کرنے کی شریعت میں ممانعت آئی ہے اس سے مراد جانور کی شرافت ہے (یعنی جانور کی کسی شرافت کی وجہ سے شریعت میں اس کے قتل کرنے کی ممانعت کی گئی ہے) خطابی نے کہا ہے کہ نبی اکرمؐ نے ہدہد کو (اس کی شرافت کی بناء پر) قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس لئے کہ ہدہد اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کا مطیع تھا۔ ہدہد کے قتل سے منع کرنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ہدہد حرام ہے نیز ہدہد کے متعلق یہ حکم "الصرد" (لٹورے) کے شرعی حکم کو بھی واضح کر دیتا ہے کیونکہ مدینہ منورہ میں "الصرد" کو قتل کرنے کی ممانعت وارد ہے لیکن یہ ممانعت کسی خارجی سبب کی بنیاد پر ہے نہ کہ لٹورے

کے اندر پائی جانے والی برائی کی بنیاد پر۔ پس لٹورے کی حلت کا قول راجح قرار پائے گا۔ ان اصول وقواعد کے تحت ہر قسم کے جانور داخل نہیں ہو سکتے۔ اصحاب (شوافع) نے ایک عمومی قاعدہ بیان کر دیا ہے (جس سے کسی جانور کی حلت یا حرمت کو جانا جا سکتا ہے) اور وہ قاعدہ ''استطابہ'' اور ''استخباث'' ہے۔ یعنی اہل عرب کا کسی جانور کے متعلق ذوق وشوق' ان کی رغبت یا بے رغبتی اور ناپسندیدگی' یہ کسی جانور کی حلت اور حرمت کا معیار بنے گی اور اسی پر جانور کی حلت وحرمت کا دارو مدار ہوگا (لیکن اہل عرب کا اطلاق اہل عرب کے عقلمند لوگوں پر ہوگا نہ کہ اہل عرب کے دیہاتی اور بے وقوف لوگوں پر) رافعی نے کہا ہے کہ حلت وحرمت کے بنیادی اصول ''الاستطابۃ'' اور ''الاستخباث'' ہے۔ امام شافعیؒ کی بھی یہی رائے ہے نیز حلت وحرمت کا یہ بنیادی اصول قرآن کریم کی اس آیت سے اخذ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَ یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا اُحِلَّ لَھُمْ قُلْ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبَاتُ '' (لوگ پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا حلال کیا گیا ہے' کہو تمہارے لئے ساری پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں۔ المائدہ: آیت ۴) اس آیت میں ''اَلطَّیِّبُ'' سے مراد حلال نہیں ہے بلکہ ''اَلطَّیِّبُ '' سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ چیز تمہارے لئے حلال ہے جس کو اہل عرب (کے عقلمند لوگ) طیب (پاک) سمجھ کر کھاتے ہوں اور وہ چیز حرام ہے جس کو اہل عرب (کے عقلمند لوگ) خبیث (ناپاک) سمجھتے ہوں۔ نیز اہل عرب کی رائے کو ترجیح اس لئے دی گئی ہے کیونکہ قرآن کے مخاطب اہل عرب ہی تھے اور دین عربی (زبان میں نازل ہوا) ہے اور نبی اکرم بھی عربی تھے مگر اس میں معیار شہروں اور بڑی بڑی بستیوں میں سکونت اختیار کرنے والے لوگ ہوں گے نہ کہ دیہاتی اور خانہ بدوش لوگ' کیونکہ وہ زندہ' مردہ سب کو کھا جاتے ہیں اور ان میں حلال وحرام' اچھے اور برے کی تمیز نہیں ہوتی۔ نیز دیہاتی اور خانہ بدوش لوگ تنگی اور فراخی کی حالت کا لحاظ کئے بغیر سب کچھ کھا لیتے ہیں اگرچہ حالت اضطرار میں بھوک کی شدت کی بناء پر بقدر ضرورت حرام بھی کھا لینا جائز ہے۔ بعض اہل علم نے صرف رسول اللہ ﷺ کے دورِ مبارک کے اہل عرب کے مزاج کو (حلت وحرمت میں) معتبر قرار دیا ہے کیونکہ قرآن کریم کے مخاطب براہ راست یہی لوگ تھے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ ''باب العین'' میں گزرا ہوا قصہ بھی اس قاعدہ کی صحت پر دلالت کرتا ہے۔

وہ قصہ کچھ یوں ہے کہ ابو العاصم عبادی' شیخ ابو طاہر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم ''العصاری'' (ٹڈی کی ایک قسم ہے جس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے) کو حرام سمجھتے تھے اور اس کی حرمت کا فتویٰ دیتے تھے یہاں تک کہ ایک مرتبہ شیخ ابو الحسن الماسر جینی ہمارے یہاں تشریف لائے۔ پس انہوں نے فرمایا کہ ''العصاری'' حلال ہے۔ شیخ ابو طاہر کہتے ہیں کہ ہم نے ایک تھیلے میں ''العصاری'' بھر کر دیہات میں بھیجا اور ہم نے اہل عرب سے اس کے متعلق (یعنی ''العصاری'' کے حلال اور حرام کے متعلق) سوال کیا؟ پس انہوں نے (یعنی اہل عرب نے) کہا یہ مبارک ٹڈیاں ہیں۔ پس ہم نے ''العصاری'' کی حلت وحرمت کے متعلق اہل عرب کے قول کی طرف رجوع کر لیا (یعنی اہل عرب کے قول کو اختیار کر لیا)

چنانچہ جب ''استطابت'' اور ''استخباثت'' کے متعلق اہل عرب کا اختلاف ہو جائے اور اہل عرب کی ایک جماعت ''استطابت'' اختیار کرے اور دوسری جماعت ''استخباثت'' کو اختیار کرے تو اس صورت میں ہم اکثر کی پیروی کریں گے (یعنی جس حکم کی طرف اہل عرب کے افراد کی اکثریت ہوگی اسی کو اختیار کریں گے) پس اگر دونوں فریق برابر ہو جائیں تو اس سلسلہ میں الماوردی اور ابو الحسن

عبادی نے کہا ہے کہ پھر قریش کی پیروی کی جائے گی (یعنی قریش کے قول کو اختیار کیا جائے گا) کیونکہ وہ (یعنی قریش) عرب کی بنیاد ہیں اور نبوت کا سلسلہ بھی قریش پر ہی منقطع ہوا ہے۔ پس اگر قریش میں بھی (استطابت اور استخباثت کے سلسلہ میں) اختلاف ہو تو پھر اس جانور (یعنی جس کی حلت وحرمت معلوم کرنی ہے کے) قریب قریب شکل وصورت یا عادات ومزاج میں جو جانور مشابہ ہوگا اسی کے حکم کو اختیار کیا جائے گا۔ یعنی اگر وہ جانور حلال ہے تو اس جانور کو بھی حلال قرار دیا جائے گا اور اگر وہ جانور حرام ہے تو اس جانور کو بھی حرام قرار دیا جائے گا۔ نیز یہ مشابہت کبھی تو شکل وصورت میں ہوگی کبھی مزاج وعادات میں اور کبھی یہ مشابہت محض گوشت کے ذائقہ میں معتبر ہوگی۔ پس اگر اس جانور کے (یعنی جس کی حلت وحرمت معلوم کرنی ہے کے) مشابہ جانور حلال وحرام دونوں ہوں یا اس جانور کے مشابہ کوئی جانور ہی نہ ہو تو ایسی صورت میں دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ یہ جانور حلال ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ جانور حرام ہے نیز اس جگہ اختلاف کا مدار اس بات پر ہے کہ اشیاء کی حلت وحرمت کے سلسلہ میں شریعت کا حکم وارد ہونے سے قبل کیا وہ چیز مباح تھی یا نہیں؟ اس کے متعلق فقہاء شوافع میں اصولی اختلاف ہے۔ اس لئے یہاں بھی اختلاف پیدا ہوگیا ہے وہ یہ کہ اصحاب شوافع کی ایک جماعت نے ایسی اشیاء کو مباح قرار دیا ہے اور دوسری جماعت نے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ ابوالعباس نے کہا ہے کہ جب ہمیں کسی جانور کی حلت وحرمت کا حکم معلوم نہ ہوسکے تو ہم اس جانور کے متعلق اہل عرب سے معلوم کریں گے۔ پس اگر وہ (یعنی اہل عرب) اس جانور کو کسی ایسے جانور کے نام سے موسوم کردیں جو ان کے نزدیک حلال ہو تو پھر یہ جانور بھی حلال ہوگا اور اگر وہ اس جانور کو کسی ایسے جانور کے نام سے موسوم کریں جو ان کے نزدیک حرام ہو تو پھر یہ جانور بھی حرام ہوگا۔ اگر اہل عرب کے یہاں اس جانور کا کوئی نام معلوم نہ ہوسکے تو یہ جانور حلال یا حرام جانوروں میں سے جس جانور کے مشابہ ہوگا اسی کا حکم اس جانور کا بھی ہوگا یعنی اس کے مشابہ جانور اگر حلال ہے تو یہ جانور بھی حلال ہوگا اور اگر اس کے مشابہ جانور حرام ہے تو یہ جانور بھی حرام ہوگا۔ امام شافعیؒ کا بھی یہی قول ہے۔ رافعیؒ نے فرمایا ہے کہ کسی جانور کے متعلق ہماری شریعت سے پہلی شریعتوں میں اگر حرمت کا حکم موجود ہے تو اس حکم کو اسی حالت میں برقرار رکھا جائے گا یا نہیں؟ اس کے متعلق دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ جب تک ہمیں اس حکم شرعی کے خلاف کوئی اور حکم شرعی معلوم نہ ہو تو (پہلی شریعتوں) کے اسی حکم شرعی کو (یعنی حرمت کو) برقرار رکھا جائے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ پہلی شریعتوں کے شرعی حکم (یعنی حرمت) کو برقرار نہیں رکھا جائے گا بلکہ حلت کی مقتضی آیت کے ظاہر کا لحاظ کرتے ہوئے جانور کو حلال قرار دیا جائے گا۔ یہ اختلاف جو ہم نے ذکر کیا ہے اس کی بنیاد ابن طاہرؒ کی اس عبارت پر ہے کیا پہلی شریعتوں کا قانون ہمارے لئے بھی ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اصولی اختلاف ہے لیکن فقہاء کے قول سے قریب تر بات یہی ہے کہ پہلی شریعتوں کا حکم باقی رکھنا ہمارے لئے ضروری نہیں ہے۔ پس جب کتاب وسنت (یعنی ہماری شریعت) سے بھی یہ بات ثابت ہوجائے کہ یہ جانور حرام ہے اور اس کو پہلی شریعتوں میں بھی حرام قرار دیا گیا ہو اور اس پر اہل کتاب میں دو ایسے افراد جو (تورات وانجیل) کی تحریف کے متعلق جانتے ہوں اور مسلمان ہوچکے ہوں وہ اس بات کی گواہی دیں کہ یہ جانور پہلی شریعت میں بھی حرام تھا جیسے اب دین اسلام میں اس کو حرام قرار دیا گیا ہے تو ان کے قول کو تسلیم کرلیا جائے گا لیکن اس سلسلہ میں اہل کتاب کے قول کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

الماوردی نے ''الحاوی'' میں لکھا ہے کہ اگر کوئی جانور بلاد عجم (عجمی ملک) سے ہو تو اس جانور کے مشابہ قریب تر عربی ملک میں

جو جانور ہوگا اسی کا حکم اس جانور کا بھی ہوگا۔ یعنی قریب تر عربی ملک کا جانور جو اس جانور کے (یعنی جس کی حلت وحرمت معلوم کی جارہی ہے کے) مشابہ ہے حرام ہے تو یہ جانور بھی حرام ہوگا اور اگر قریب تر عربی ملک میں کوئی ایسا جانور موجود نہ ہو تو اسلامی شریعتوں سے قریب تر ممالک میں اس جانور کے مشابہ جانور تلاش کیا جائے اور اگر ان ممالک میں بھی اس جانور کے مشابہ کوئی جانور نہیں ملتا تو پھر پہلے دو قول جو ہم نے پہلے ذکر کئے ہیں ہی معتبر ہوں گے یعنی پہلی شریعتوں کے حکم کو باقی رکھا جائے یا باقی نہ رکھا جائے۔ میں (یعنی دمیریؒ) کہتا ہوں کہ یہاں دو باتوں کا جاننا ضروری ہے۔ پہلی بات یہ کہ پہلی شریعت کا حکم دو شرائط پر باقی رکھا جائے گا۔ پہلی شرط یہ ہے کہ اس متعین چیز (یعنی جس کی حلت وحرمت معلوم کرنا مقصود ہے) کے متعلق دو شریعتوں میں حکم مختلف ہو یعنی ایک شریعت میں اس متعین چیز کو حرام قرار دیا گیا ہو اور ایک شریعت میں اس متعین چیز کو حلال قرار دیا گیا ہو مثلاً اگر ایک متعین چیز کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں تو حلال قرار دیا گیا ہو لیکن اس کے بعد کسی اور (نبی) کی شریعت میں اسی متعین چیز کو حرام قرار دیا گیا ہو تو اس صورت میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ شریعت متاخرہ (یعنی آخری شریعت) کے حکم کو اختیا کرلیا جائے۔ دوسرا یہ کہ ہمیں دونوں میں اختیار ہو اس صورت میں کہ ہمیں یہ بات معلوم نہ ہو کہ دوسری شریعت پہلی شریعت کے لئے ناسخ ہے۔ پس اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ دوسری شریعت پہلی شریعت کے لئے ناسخ ہے اور اس سے پہلے یا بعد کی کسی شریعت میں اس کا (یعنی متعین چیز کا) حرام ہونا معلوم نہ ہو تو اس میں توقف کیا جائے گا اور اشیاء کی اباحت اصلیہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے دونوں صورتیں (یعنی حلت وحرمت) ثابت ہو جائیں گی۔ دوسری بات جس کا جاننا بھی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اس متعین چیز کے متعلق (یعنی جس کی حلت وحرمت معلوم کرنا مقصود ہے) تحریم وتحلیل کا حکم ان کی تحریف اور تبدیل (یعنی اہل کتاب کی تحریف و تبدیل) سے قبل ثابت ہو اور جب وہ شریعت منسوخ ہو چکی ہو اور اہل کتاب اب بھی اس متعین چیز کو حلال یا حرام سمجھتے ہیں تو ان کے اس قول کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

الخواص اگر ''الورل'' کے بال کسی عورت کے بازو پر باندھ دیئے جائیں تو جب تک یہ بال اس عورت کے بازو پر موجود رہیں گے وہ عورت کبھی بھی حاملہ نہیں ہوگی۔ ''الورل'' کا گوشت اور اس کی چربی کھانے سے عورتیں موٹی ہو جاتی ہیں نیز ''الورل'' کی چربی میں جسم میں چھپے ہوئے کانٹوں کو کھینچ کر نکالنے کی زبردست قوت موجود ہوتی ہے۔ اگر ''الورل'' کی کھال کو جلا کر اس کی راکھ کو تیل کی تلچھٹ میں ملا کر کسی بے حس وحرکت عضو پر مل دیا جائے تو اس عضو میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر ''الورل'' کی لید کو چہرے پر لگایا جائے تو چہرے کے داغ اور چھائیوں کیلئے نافع ہے۔

تعبیر ''الورل'' کو خواب میں دیکھنا کسی خسیس، کم ہمت اور بزدل دشمن پر دلالت کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اَلْوَزَغَۃُ

''اَلْوَزَغَۃُ'' (واؤ، زا، غین کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد ایک معروف چوپایہ ہے اور وہ گرگٹ ہے۔ گرگٹ اور چھپکلی کی جنس

ایک ہی ہے لیکن چھپکلی گرگٹ سے بڑی ہوتی ہے۔ اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ گرگٹ موذی جانوروں میں سے (ایک جانور) ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''وزغ، اوزاغ، وزغان اور ازغان'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔ ابن سیدہ نے اسی طرح بیان کیا ہے۔

حضرت ام شریکؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے گرگٹوں کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی۔ پس نبی اکرمؐ نے اجازت دیدی۔ (رواہ البخاری ومسلم وابن ماجہ)

نبی اکرم ﷺ نے گرگٹ کے قتل کا حکم دیا اور اس کا نام ''فوسیق'' (یعنی شریر) رکھ دیا اور فرمایا کہ یہ (یعنی گرگٹ) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلاف آگ میں پھونکیں مار رہا تھا (رواہ البخاری ومسلم) امام احمدؒ نے بھی اپنی مسند میں اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔ ایک صحیح حدیث حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے پہلے وار میں گرگٹ کو قتل کر دیا۔ پس اس کے لئے اتنی اتنی نیکیاں ہیں اور جس نے دوسرے وار میں گرگٹ کو قتل کیا۔ پس اس کے لئے اتنی اتنی نیکیاں ہیں پہلے کے علاوہ (یعنی پہلے وار کی نیکیوں سے کچھ کم) اور جس نے تیسرے وار میں گرگٹ کو قتل کیا۔ پس اس کے لئے دوسرے وار کی نیکیوں سے کچھ کم اتنی اتنی نیکیاں ہیں اور اسی روایت میں یہ وضاحت بھی ہے کہ جس نے گرگٹ کو پہلے وار میں قتل کیا۔ پس اس کے لئے سو نیکیاں ہیں اور دوسرے وار میں قتل کرنے پر اس سے کم اور تیسرے وار میں قتل کرنے پر اس سے کم (نیکیاں ہیں)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم گرگٹ کو قتل کر دو اگرچہ وہ کعبہ کے اندر بیٹھا ہو۔ اس حدیث کو طبرانیؒ نے نقل کیا ہے لیکن اس کی سند میں عمر بن قیس مکی ضعیف ہیں۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ان کے گھر میں ایک نیزہ رکھا ہوا تھا۔ پس حضرت عائشہؓ سے کہا گیا کہ آپ اس نیزہ کو کیا کریں گی؟ پس حضرت عائشہؓ نے فرمایا میں اس نیزہ کے ساتھ گرگٹ کو قتل کروں گی کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے کہ بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو گرگٹ کے علاوہ زمین میں موجود ہر چوپایہ آگ کو بجھا رہا تھا۔ پس گرگٹ آگ میں پھونک مار کر اسے بھڑکا رہا تھا۔ پس آپؐ نے گرگٹ کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ (رواجہ ابن ماجہ)

تاریخ ابن نجار میں فقیہ شافعی عبدالرحیم بن احمد بن عبدالرحیم کے حالات میں حضرت عائشہؓ کی یہ روایت مذکور ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس آدمی نے گرگٹ کو قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اس کی سات خطائیں مٹا دیں گے یعنی معاف فرما دیں گے۔

''الکامل'' میں وہب بن حفص کے حالات میں حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''جس شخص نے گرگٹ کو قتل کر دیا گویا اس نے شیطان کو قتل کر دیا۔'' حاکم نے اپنی مستدرک میں ''کتاب الفتن والملاحم'' میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی روایت نقل کی ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ (نبی اکرمؐ کے زمانے میں) کسی کا جب بھی کوئی لڑکا پیدا ہوتا تو اس کو نبی اکرمؐ کے پاس لایا جاتا تھا۔ پس آپ ﷺ اس کے لئے دعا فرماتے۔ پس جب مروان بن الحکم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''ھو الوزغ ابن الوزغ'' (یہ گرگٹ کا بیٹا گرگٹ ہے) ''الملعون ابن الملعون'' (ملعون کا بیٹا ملعون ہے) حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ حاکم نے اس کے بعد لکھا ہے کہ محمد بن زیاد سے روایت ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کیلئے بیعت لینا چاہی تو مروان نے کہا یہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی سنت ہے۔ پس حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ نے فرمایا کہ یہ ہرقل اور قیصر کی سنت ہے۔ پس مروان نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ سے فرمایا کہ تم ہی وہ شخصیت ہو جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے "وَالَّذِی قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّکُمَا" (اور وہ شخص جس نے اپنے والدین سے کہا تمہارا برا ہو) نازل کیا ہے۔ پس اس واقعہ کی خبر حضرت عائشہؓ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ مروان نے جھوٹ کہا ہے۔ اللہ کی قسم اس سے وہ (یعنی عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ) مراد نہیں ہیں۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ پر لعنت فرمائی تھی اور اس وقت مروان اپنے باپ کے صلب میں تھا۔

حاکمؒ نے حضرت عمرو بن مرۃ جہنیؓ سے روایت کی ہے اور عمرو بن مرۃ جہنیؓ کے پاس (مروان کے باپ) حَکَمْ کا اٹھنا بیٹھنا تھا۔ حضرت عمرو بن مرۃ جہنیؓ فرماتے ہیں کہ حَکَمْ بن عاص نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آواز پہچان لی اور فرمایا اس کو اجازت دے دو (یعنی اندر آنے دو) اللہ تعالیٰ کی اس پر اور اس کے صلب سے نکلنے والے (یعنی اولاد) پر لعنت ہو مگر مومن اس سے مستثنیٰ ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں دنیا میں اعلیٰ مرتبہ حاصل ہوتا ہے لیکن آخرت میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ وہ چالاک' مکار اور دھوکہ باز ہوتے ہیں اور ان کو دنیا میں بکثرت مال و دولت حاصل ہو جاتا ہے اور آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ (رواہ الحاکم)

ابن ظفر نے کہا ہے کہ حکم بن عاص لاعلاج مرض میں مبتلا ہو گیا تھا اور اسی طرح ابوجہل بھی لاعلاج مرض میں مبتلا ہو گیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کو "فُوَیْسِقًا" کہا ہے۔ اس کی نظیر وہ پانچ جانور بھی ہیں جن کو آپؐ نے حل و حرم میں قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ فسق کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جانا۔ یہ جانور دوسروں کو اذیت و نقصان پہنچانے میں حد سے تجاوز کر گئے ہیں اس لئے ان کو "فاسق" یا "فویسق" کہا گیا ہے۔ حدیث میں گرگٹ کو پہلے وار میں قتل کرنے پر سو نیکیوں کا حاصل ہونا اور دوسرے وار میں قتل کرنے پر ستر نیکیوں کا حاصل ہونا اور اسی طرح دوسری روایات میں بھی آیا ہے کہ گرگٹ کو قتل کرنے پر اتنی اتنی نیکیاں ہیں؟ پس اس کا جواب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان (کہ گرگٹ کو پہلی ضرب میں قتل کرنے پر سو نیکیاں ہیں اور دوسری ضرب پر قتل کرنے پر ستر نیکیاں ہیں) اس فرمان کی طرح ہے کہ باجماعت نماز ادا کرنے والے کو اکیلئے نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ ثواب ملتا ہے۔ (الحدیث)

پس یہاں قید اور حصر مراد نہیں ہے کہ اتنی ہی نیکیاں ملیں گی بلکہ یا تو مراد یہاں صرف کثرت ہے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے نبی اکرم ﷺ کو گرگٹ کو قتل کرنے پر ستر نیکیوں کی خبر دی اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان نیکیوں میں اپنی طرف سے اضافہ فرمایا۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اختلاف (ثواب اور اس کی کمی و زیادتی) مارنے والوں کے اخلاص اور نیتوں کے اعتبار سے ہے اور ان کے حالات کے کمال اور نقص کی وجہ سے ہے۔ پس کامل لوگوں کے لئے سو نیکیاں ہیں اور دوسرے لوگوں کے لئے ستر نیکیاں ہیں۔ یحییٰ بن یعمر نے کہا ہے کہ میرے نزدیک سو گرگٹوں کو قتل کرنا سو غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ عمل ہے۔ یحییٰ بن یعمر نے یہ اس لئے کہا ہے کیونکہ گرگٹ ایک خبیث جانور ہے۔ لوگوں کا اس کے متعلق خیال ہے کہ یہ سانپوں کا

زہر پی کر برتن میں قے کر دیتا ہے۔ پس انسان اگر اس برتن میں موجود کسی چیز کو استعمال کرلے تو وہ بڑی مصیبت میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ گرگٹ کو پہلی ضرب کے ساتھ قتل کرنے پر نیکیوں کی کثرت کا سبب غالباً یہ ہے کہ گرگٹ کو مارنے میں کئی وار کرنا اور ایک ہی وار میں کامیاب نہ ہونا صاحب شریعت (یعنی محمد ﷺ) کے حکم کو بجالانے میں بے پرواہی کی دلیل ہے ورنہ اگر پوری قوت اور پختہ ارادہ کے ساتھ وار کیا جائے تو پہلے ہی وار میں انسان گرگٹ کو قتل کرڈالے گا کیونکہ گرگٹ ایک چھوٹا سا جانور ہے جس کے قتل کے لئے ایک ہی وار کافی ہے۔ اسی لئے پہلے وار کے ذریعے گرگٹ کو قتل کرنے پر زیادہ ثواب ہے اور دوسرے وار کے ذریعے گرگٹ کو قتل کرنے پر ثواب میں کمی واقع ہوجاتی ہے۔ عزالدین بن عبدالسلام نے گرگٹ کو پہلے وار کے ذریعے قتل کرنے پر نیکیوں کی کثرت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ قتل میں بھی احسان کرو کہ کئی وار میں مارنے سے جانور کو تکلیف زیادہ نہ ہو اور اس مطلب کی صورت میں یہ حکم نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان (کہ جب تم کسی کو قتل کرو تو اچھے طریقہ پر قتل کرو) کے تحت داخل ہوجائے گا۔ پس اچھے کام میں جلدی کرنی چاہئے اور اس صورت میں یہ اللہ تعالیٰ کے قول "فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ" (نیکیوں میں جلدی کرو) کے حکم میں داخل ہوجائے گا۔ عزالدین بن عبدالسلام نے کہا ہے معنی کوئی بھی لیا جائے گرگٹ کا قتل مطلوب ہے اور سانپ، بچھو وغیرہ کو ان کے ضرر اور فساد کی زیادتی کی وجہ سے قتل کرڈالنا اس سے (یعنی گرگٹ کے قتل سے) بھی زیادہ ضروری ہے۔ بعض حضرات نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ گرگٹ بہرا ہوتا ہے۔ انہوں نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ گرگٹ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلاف آگ بھڑکائی تھی۔ پس اس کو بہرہ کردیا گیا اور اس کا رنگ سفید کردیا گیا۔ گرگٹ کی ایک عادت یہ ہے کہ جس گھر میں زعفران کی خوشبو ہو وہاں یہ داخل نہیں ہوتا۔ گرگٹ سانپوں کو پسند کرتا ہے جیسے بچھو گبریلے کو پسند کرتا ہے۔ گرگٹ منہ کی طرف سے بارآور ہوتا ہے۔ گرگٹ انڈے دیتا ہے جیسے سانپ انڈے دیتا ہے۔ گرگٹ موسم سرما میں چار ماہ تک اپنے بل میں بیٹھا رہتا ہے اور اس دوران کوئی چیز نہیں کھاتا۔ تحقیق "باب السین" میں گرگٹ کا شرعی حکم اور اس کے خواص کا تذکرہ ہوچکا ہے۔

تعبیر گرگٹ کو خواب میں دیکھنا ایسے معتزلی آدمی پر دلالت کرتا ہے جو برائی کا حکم دیتا ہو اور نیکی سے روکتا ہو۔ چھپکلی کو خواب میں دیکھنے کی بھی یہی تعبیر ہے۔ بسا اوقات گرگٹ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر بدکلام اور فحش گو دشمن سے دی جاتی ہے اور کبھی گرگٹ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر سفر سے دی جاتی ہے۔

اَلْوَصَعُ

"اَلْوَصَعُ" (واؤ اور صاد کے فتحہ کے ساتھ) تحقیق باب الصاد میں اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ اس سے مراد چڑیا کی قسم کا ایک چھوٹا پرندہ (یعنی ممولا) ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ بے شک حضرت اسرافیل علیہ السلام کا ایک بازو مشرق اور دوسرا بازو مغرب میں ہے اور عرش الٰہی حضرت اسرافیل علیہ السلام کے کندھے پر ہے اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کی عظمت سے سکڑ جاتے ہیں یہاں تک کہ (سکڑ کر) "الوصع" (ممولے) کے برابر ہوجاتے ہیں۔

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ "الوصع" سے مراد چھوٹی چڑیا ہے۔ اس کی جمع "وصعان" آتی ہے۔ سہیلی کی کتاب "التعریف والاعلام"

میں مذکور ہے کہ فرشتوں میں سے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو حضرت اسرافیل علیہ السلام نے سجدہ کیا تھا۔ محمد بن حسن نقاش نے کہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے سجدہ کرنے کی وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت اسرافیل کو لوح محفوظ کا سرپرست (نگران) بنایا ہے۔

اَلْوُطْوَاطُ

"اَلْوُطْوَاطُ" اس سے مراد چمگادڑ ہے۔ تحقیق "باب الخاء" میں "الخفاش" کے تحت اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حماد بن محمد کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ حماد بن محمد کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عباسؓ سے خط لکھ کر ان چیزوں کے متعلق سوال کیا؟

(۱) وہ کونسی چیز ہے جس میں نہ گوشت ہے اور نہ خون لیکن اس کے باوجود وہ کلام کرتی ہے؟

(۲) وہ کونسی چیز ہے جس میں نہ گوشت ہے نہ خون لیکن اس کے باوجود وہ دوڑتی ہے؟

(۳) وہ کونسی چیز ہے جس میں نہ گوشت ہے نہ خون لیکن اس کے باوجود وہ سانس لیتی ہے؟

(۴) وہ کونسی دو چیزیں ہیں جن میں نہ گوشت ہے نہ خون لیکن اس کے باوجود جب ان سے خطاب کیا گیا تو ان دونوں نے جواب دیا؟

(۵) وہ کونسا فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے مگر نہ تو وہ جن ہے نہ انسان اور نہ ہی فرشتہ؟

(۶) وہ کونسا جاندار ہے جو مر گیا پھر اس کی وجہ سے دوسرا جاندار (جو مر چکا تھا) زندہ ہو گیا؟

(۷) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں ڈالنے سے قبل کتنی مدت تک دودھ پلایا تھا اور وہ کونسا دریا ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ڈالا گیا اور وہ کونسا دن ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں ڈالا گیا؟

(۸) حضرت آدم علیہ السلام کے قد کی لمبائی کتنی تھی۔ آپ کتنے سال زندہ رہے اور آپ کا وصی کون تھا؟

(۹) وہ کونسا پرندہ ہے جو انڈے نہیں دیتا اور اسے حیض آتا ہے؟

(۱) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا پہلی چیز آگ (یعنی جہنم) ہے جو (اللہ تعالیٰ سے) "هَلْ مِنْ مَزِيْدٍ" (کیا کچھ اور بھی ہے) کہے گی۔ (۲) دوسری چیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہے۔ (۳) تیسری چیز صبح ہے۔ (۴) چوتھی چیز آسمان و زمین ہیں جو اللہ تعالیٰ سے کہیں گے ہم خوشی سے حاضر ہوتے ہیں۔ (۵) پانچویں سوال کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث کیا جانے والا فرشتہ کوا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے (قابیل) کی طرف بھیجا تھا۔ (۶) چھٹے سوال کا جواب یہ ہے کہ وہ (بنی اسرائیل کی) گائے ہے جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کیا ہے۔ (۷) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ نے دریا میں ڈالنے سے قبل تین ماہ دودھ پلایا تھا اور جس دریا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ڈالا گیا تھا اس کا نام بحر قلزم ہے اور جس دن ان کو دریا میں ڈالا گیا وہ جمعہ کا دن تھا۔ (۸) حضرت آدم علیہ السلام کے قد کی لمبائی ساٹھ ذراع تھی اور آپ کی عمر نو سو چالیس برس تھی اور آپ کے وصی حضرت شیث علیہ السلام تھے۔ (۹) وہ پرندہ (الوطواط" (یعنی

چمگادڑ) ہے۔ یہ وہ پرندہ ہے جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا اور پھر اس میں روح پھونکی تھی۔

شرعی حکم چمگادڑ کا کھانا حرام ہے۔ تحقیق اس کا تذکرہ ''باب الخاء'' میں گزر چکا ہے۔

تعبیر چمگادڑ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر حق سے ہٹ جانے اور گمراہ ہو جانے سے دی جاتی ہے۔ بسا اوقات چمگادڑ کو خواب میں دیکھنا ولد الزنا (حرامی لڑکے) پر دلالت کرتا ہے کیونکہ چمگادڑ کو پرندہ کہا جاتا ہے حالانکہ یہ پرندہ نہیں ہے اور یہ اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے جیسے عورت اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے۔ بسا اوقات چمگادڑ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر زوال نعمت اور اپنی من پسند چیزوں سے دوری پر دلالت کرتا ہے کیونکہ چمگادڑ مسخ شدہ قوم ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ بات کہ چمگادڑ مسخ شدہ قوم ہے عقل سے بالاتر ہے۔ بعض اوقات چمگادڑ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر کسی چیز کی دلیل ثابت ہونے سے دی جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

اَلْوَعْوَعُ

''اَلْوَعْوَعُ'' اس سے مراد ''ابن آوی'' (گیدڑ) ہے۔ تحقیق ''باب الہمزہ'' میں ''ابن آوی'' کے تحت اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

اَلْوَعِلُ

''اَلْوَعِلُ'' (واؤ کے فتحہ اور عین کے کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد پہاڑی بکرا ہے۔ اس کا تذکرہ ''باب الہمزہ'' میں گزر چکا ہے۔ ''اروی'' کے مونث کے لئے ''اروية'' کا لفظ مستعمل ہے۔ ''اَلْوَعِلُ'' کی جمع ''اوعال'' اور ''وعول'' آتی ہے۔ ابن عدی نے اپنی کتاب ''الکامل'' میں محمد بن اسماعیل بن طریح کے حالات میں لکھا ہے اور محمد بن اسماعیل نے اپنے والد اور دادا کی روایت ذکر کی ہے کہ میرے والد امیہ بن ابی الصلت کی وفات کے وقت اس سے ملنے گئے تو دیکھا کہ اس پر بے ہوشی طاری ہے۔ پھر جب افاقہ ہوا تو امیہ نے سر اٹھا کر گھر کے دروازے کی جانب دیکھا اور کہا میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں، میں تو یہیں آپ دونوں کے پاس موجود ہوں۔ میرا خاندان نہ میری مدد کر سکتا ہے اور نہ ہی میرے مال کو فدیہ میں دے کر مجھے چھڑایا جا سکتا ہے۔ پھر اس (یعنی امیہ بن ابی الصلت) پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ پھر جب اسے افاقہ ہوا تو اس نے اپنا سر اٹھایا اور کہا

کل حی وان تطاول دھرا آیل امرہ الی ان یزولا

''ہر شخص کا انجام یہی ہوگا کہ وہ فنا ہو جائے گا اگرچہ وہ لمبی عمر پالے۔''

لَیْتَنِی کُنْتُ قَبْلَ ما قد بدالی فِی رُؤُسَ الْجِبَالِ أَرْعی الوعولا

''کاش کہ میں اس حادثے کے رونما ہونے سے قبل پہاڑوں کی چوٹیوں پر بکریاں چرایا کرتا۔''

پھر اس کے بعد اس کی (یعنی امیہ بن ابی الصلت کی) روح قبض کر لی گئی یعنی اس کی موت واقع ہو گئی۔ حضرت شہر بن حوشبؒ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرو بن عاصؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کے صاحبزادے (عبداللہ بن عمرو

نے آپ سے عرض کیا اے اباجان آپ ہم سے اس بات کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں کسی عقلمند اور سمجھدار آدمی کی موت کے وقت اس سے ملاقات کرتا۔ یہاں تک کہ وہ مجھے موت کی سختیوں سے آگاہ کرتا جسے وہ محسوس کر رہا ہو۔ (اے اباجان) آپ ہی ایسے شخص ہیں جو حالت نزع میں ہیں۔ پس آپ مجھے موت کی کیفیت کے متعلق بتایئے؟ پس حضرت عمرو بن عاصؓ نے فرمایا! اے میرے بیٹے! بخدا مجھے اس وقت یوں محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے آسمان وزمین آپس میں مل گئے ہیں اور میرا پہلو کسی تخت میں ہے (یعنی تخت کے نیچے دبا ہوا ہے) اور میں سوئی کے ناکہ میں سانس لے رہا ہوں اور مجھے یوں محسوس ہوتا ہے گویا ایک کانٹے دار شاخ میرے پاؤں سے کھوپڑی کی طرف کھینچی جا رہی ہے۔ پھر حضرت عمرو بن عاصؓ نے یہ شعر پڑھا ؎

لَيْتَنِي كُنتُ قَبْلَ ما قد بدالي فِي رُؤُسِ الْجِبَالِ أَرْعى الوعولا

''اے کاش میں اس حادثے (یعنی موت) کے آنے سے قبل پہاڑوں کی چوٹیوں پر بکریاں چرایا کرتا۔''

ایک عجیب وغریب حکایت عبدالملک بن مروان کی موت کا وقت قریب آیا تو اس کا محل چونکہ ایک نہر کے کنارے پر واقع تھا۔ پس عبدالملک بن مروان نے دیکھا کہ ایک دھوبی (نہر پر) کپڑے دھو رہا ہے۔ پس عبدالملک نے کہا اے کاش! میں بھی اس دھوبی کی مثل ہوتا کہ ہر روز مزدوری کرتا اور اس سے زندگی بسر کرتا اور یہ خلافت کی ذمہ داری مجھے نہ ملی ہوتی۔ پھر امیہ بن ابی الصلت کا شعر پڑھا ؎

کل حی وان تطاول دھرا آیل امرہ الی ان یزولا

''ہر شخص بالآخر فنا ہو جائے گا۔ اگرچہ وہ لمبی عمر پالے۔''

پس اس کے بعد خلیفہ کو بھی وہی حادثہ پیش آیا جو امیہ کو اس شعر کے پڑھنے سے پیش آیا تھا یعنی شعر پڑھتے ہی خلیفہ کی موت واقع ہوگئی۔ پس جب ابو حازم کو خلیفہ کی موت کی اطلاع ملی تو اس نے کہا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی جَعَلَهُمْ فِی وَقْتِ الْمَوْتِ یتمنون مانحن فیه ......'' (ساری تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے بادشاہوں کو موت کے وقت اس بات پر مجبور کر دیا کہ وہ اس حالت کی تمنا کرتے ہیں جس حالت میں ہم ہیں اور ہمیں اس حالت کی تمنا کرنے سے روکے رکھا جس میں یہ بادشاہ ہیں)

فارعہ بنت ابی الصلت کا قصہ ''الاستیعاب'' میں امیہ بن ابی الصلت کی بہن فارعہ بنت ابی صلت کے حالات میں مرقوم (لکھا ہوا) ہے کہ وہ فتح طائف کے بعد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ فارعہ بنت ابی صلت نہایت ہوشیار، باکباز اور حسین وجمیل عورت تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ عورت پسند آئی۔ پس ایک دن آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کیا تمہیں اپنے بھائی کے اشعار میں سے کچھ حصہ یاد ہے؟ پس فارعہ نے اپنے بھائی کے یہ اشعار سنائے ؎

مَا اَرْغَبُ النَّفْسَ فِی الْحَیٰوۃِ وَاِنْ تحیا طویلاً فالموت لاحقها

''میں اپنے نفس کو زندگی کی طرف راغب نہیں کرتا (اور میں اپنے نفس سے کہتا ہوں) اگر تو طویل عرصہ تک زندہ رہے گا تب بھی موت کا سامنا کرنا پڑے گا۔''

یُوشِکُ مَنْ فَرَّ مِنْ مَنِیَّتِهٖ یَوْمًا عَلٰی غَرَّةٍ یُوَافِقُهَا

''جو شخص موت سے راہ فرار اختیار کرتا ہے ایک دن اسے موت کا سامنا کرنا ہی پڑے گا۔''

مَنْ لَمْ يَمُتْ غَبْطَةً يَمُتْ هَرما　　لِلْمَوتِ كَأسٍ وَالْمَرْءُ ذَائِقُهَا

''جو شخص قابل فخر موت نہیں چاہتا وہ بڑھاپے کی حالت میں ضرور مرے گا اور موت کی شراب کا جام ہر شخص پیئے گا۔

پھر فارعہ نے یہ شعر پڑھا

کل حی وان تطاول دھرا　　آیل امرہ الیٰ أن یزولا

''ہر شخص بالآخر فنا ہو جائے گا اگرچہ وہ لمبی عمر پالے۔''

فارعہ نے کہا یہ شعر پڑھنے کے بعد میرے بھائی کی موت واقع ہوگئی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیرے بھائی کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کے پاس اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیاں بھیجیں مگر اس نے ان سے روگردانی کی ''فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِيْنَ'' پس شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور اس کا شمار گمراہوں میں ہونے لگا۔

الوعل کی خصوصیات پہاڑی بکریاں کنکریلی اور پتھریلی زمین کو اپنی سکونت کیلئے اختیار کرتی ہیں۔ پہاڑی بکریاں ایک ہی جگہ اکٹھی رہتی ہیں لیکن جب بچہ جننے کا وقت قریب آتا ہے تو ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جاتی ہیں جب پہاڑی بکری کے تھنوں میں دودھ جمع ہو جاتا ہے تو وہ (خود ہی) اسے چوس لیتی ہے۔ پہاڑی بکرے کی قوت جماع جب کمزور ہو جاتی ہے تو وہ ''بلوط'' کے درخت کے پتے کھاتا ہے تو اس کی شہوت میں اضافہ ہو جاتا ہے جب جفتی کیلئے پہاڑی بکرے کو کوئی بکری نہیں ملتی تو یہ اپنے آلہ تناسل کو منہ سے چوس کر منی خارج کر دیتا ہے جب پہاڑی بکرے کو جسم کے کسی حصہ پر زخم ہو جاتا ہے تو یہ ایک بوٹی تلاش کرتا ہے جو پتھروں میں اگتی ہے۔ پس یہ اپنے زخموں پر اس بوٹی کا لیپ کر دیتا ہے تو اس کے زخم ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ پہاڑی بکرا جب کسی بلند جگہ سے شکاری کی آہٹ محسوس کر لے تو یہ چت لیٹ کر اپنے سینگوں کو سرین کے ساتھ ملا لیتا ہے اور سانس روک کر (بلند جگہ سے) نیچے کی طرف پھسل جاتا ہے۔ بکرے کے سینگ پتھروں سے بکرے کی حفاظت کرتے ہیں اور چکنے ہونے کی وجہ سے پھسلنے میں اس کے مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

حدیث میں ''الوعل'' کا تذکرہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ فحش گوئی اور بخل کا ظہور ہو جائے اور امانتدار لوگ خیانت کرنے لگیں اور خائن کو امین سمجھا جانے لگے وعول ہلاک ہو جائیں اور تحوت کا ظہور ہو جائے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول ﷺ ''الوعول'' اور ''التحوت'' کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''الوعول'' سے مراد قوم کے شرفاء ہیں اور ''التحوت'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو شریف لوگوں کے قدموں کے نیچے (یعنی ماتحت) تھے لیکن انہیں کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔ (رواہ الترغیب والترہیب)

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ قوم کے شرفاء کو ''الوعول'' سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ پہاڑی بکریاں پہاڑ کی چوٹیوں پر رہتی ہیں اس لئے قوم کے شرفاء کو حدیث میں ''الوعول'' سے تشبیہ دی گئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

امام احمدؒ، امام ابوداؤدؒ اور امام ترمذیؒ نے حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کی یہ روایت نقل کی ہے۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ہماری ایک جماعت کے ساتھ وادی بطحاء میں تشریف فرما تھے۔ پس ایک بادل آیا۔ پس آپ ﷺ نے اس

کی (یعنی بادل کی) طرف دیکھا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو اس (بادل) کا کیا نام ہے؟ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں ہم نے کہا جی ہاں یہ ''السحاب'' (بادل) ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا نام ''المزن'' اور ''العنان'' ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ آسمان وزمین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا آسمان وزمین کے درمیان ''اکہتر'' یا ''بہتر'' یا ''تہتر'' سال کی مسافت کا فاصلہ ہے اور پہلے آسمان اور اس کے اوپر دوسرے آسمان کے درمیان بھی اسی قدر فاصلہ ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے ساتوں آسمان شمار کئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ساتویں آسمان کے اوپر ایک سمندر ہے جس کے اوپر اور نیچے کے حصہ کے درمیان بھی اسی قدر فاصلہ ہے جتنا کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان فاصلہ ہے اور سمندر کے اوپر آٹھ پہاڑی بکرے ہیں اور ہر بکرے کے کھروں اور رانوں کے درمیان بھی اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان فاصلہ ہے۔ (پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ) ان بکروں کی پیٹھ پر عرش ہے اور عرش کے اوپر والے حصہ اور نچلے حصہ کے درمیان بھی اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان فاصلہ ہے یعنی اکہتر، بہتر، تہتر سال کی مسافت کا فاصلہ ہے۔ (رواہ احمد وابوداؤد والترمذی) امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عرش الٰہی کو اٹھانے والوں میں سے ایک انسان کی صورت میں، دوسرا بیل کی صورت، تیسرا گدھ کی صورت میں اور چوتھا شیر کی صورت میں ہے۔ (رواہ ابن عبدالبر فی التمہید) ثعلبیؒ کی تفسیر میں مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا حاملین عرش چار ہیں لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اور چار کو ان کے ساتھ بڑھا دے گا۔ سنن ابی داؤد میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ میں تمہارے سامنے ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کا حال بیان کروں جس نے عرش الٰہی کو اٹھایا ہوا ہے۔ ان فرشتوں میں سے ہر ایک فرشتہ کے کان کی لو سے اس کے کندھے کے درمیان سات سو برس کی مسافت کا فاصلہ ہے۔

''الوعول'' کا شرعی حکم پہاڑی بکرے کا کھانا بالاتفاق حلال ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی محرم پہاڑی بکرے کو قتل کردے یا کوئی ایسا آدمی جس نے حج کے لئے احرام نہیں باندھا اور وہ حرم میں پہاڑی بکرے کو قتل کردے تو دونوں پر یعنی محرم پر بھی اور غیر محرم پر بھی ایک بکری بطور فدیہ واجب ہوگی۔ قزوینیؒ نے ''الاشکال'' میں ابن الفقیہ کا قول نقل کیا ہے۔ ابن الفقیہ کہتے ہیں کہ میں نے ''جزیرۂ رانج'' میں عجیب وغریب شکل کے جانور دیکھے جن میں پہاڑی بکرے کے مشابہ بھی ایک جانور تھا جس کا رنگ سرخ تھا اور اس کے جسم پر سفید نشانات تھے۔ نیز یہ بات بھی مجھے معلوم ہوئی کہ اس جانور کا گوشت کھٹا ہوتا ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ اگر ''ابن الفقیہ'' کی بات صحیح ہے تو پھر یہ جانور بھی حلال ہی ہوگا کیونکہ یہ ایسے جانور کے مشابہ ہے جو ''ماکول اللحم'' ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواص پہاڑی بکرے کے خواص ''باب الھمزۃ'' میں ''الاروی'' کے تحت گزر چکے ہیں۔ البتہ پہاڑی بکرے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کی ہڈیوں کا گودا اس عورت کیلئے نافع ہے جو سیلان الرحم کے مرض میں مبتلا ہو۔ وہ اس طرح کہ عورت پہاڑی بکرے کی ہڈیوں کے گودے کو کسی کپڑے میں لپیٹ کر اپنی اندام نہانی میں رکھ لے۔ اگر پہاڑی بکرے کے گوشت اور اس کی

چربی کو خشک کر کے اس پر ایلوا' موتھا' لونگ' زعفران اور شہد ڈال کر سب کو اتنا ملائیں کہ یک جان ہو جائیں پھر اسے ایک مثقال کے برابر عرق اجوائن میں ملا کر اس شخص کو پلایا جائے جس کے مثانہ میں پتھری ہو گئی ہو تو وہ شخص اللہ تعالیٰ کے حکم سے شفایاب ہو جائے گا۔

اَلْوَقْوَاقُ

"اَلْوَقْوَاقُ" (بروزن فطفاط) ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک قسم کا پرندہ ہے۔ شاید اسے "القاق" بھی کہتے ہیں جس کا تذکرہ "باب القاف" میں گزر چکا ہے۔

بَنَاتُ وَرْدَان

"بَنَاتُ وَرْدَان" (واؤ کے زبر کے ساتھ) اس سے مراد ایک قسم کا کیڑا ہے جو نمی والی جگہ میں پیدا ہوتا ہے اور اکثر غسل خانوں اور حوض وغیرہ کے پاس رہتا ہے۔ اس کو "فالیۃ الافاعی" بھی کہا جاتا ہے۔ اس کیڑے کی اقسام میں کالا' سرخ' سفید اور سرخ وسیاہ کیڑا شامل ہے۔ جب یہ کیڑا نمی سے پیدا ہو جاتا ہے تو پھر یہ جفتی بھی کرتا ہے اور یہ کیڑا سفید لمبے انڈے دیتا ہے۔ یہ کیڑا گندگی سے مانوس ہوتا ہے۔ جاحظ نے کہا ہے کہ "الحش" کا معنی نخلستان ہے لیکن یہاں اس سے مراد بیت الخلاء ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل مدینہ قضائے حاجت کیلئے نخلستان میں جایا کرتے تھے۔ پس جب انہوں نے اپنے گھروں میں بیت الخلاء تعمیر کر لئے تو وہ قضائے حاجت کے لئے نخلستان کی بجائے بیت الخلاء میں جانے لگے۔ پس اہل عرب قضائے حاجت کیلئے جانے والے کیلئے صریح الفاظ کی بجائے کنایہ کا استعمال کرتے ہیں۔ لہٰذا بیت الخلاء کو بطور کنایہ **"الحش"** (نخلستان) **"الخلاء"** (میدان) **"المخرج"** (نکلنے کی جگہ) **"المتوضأ"** ، **"المذهب"** (جانے کی جگہ) **"الغائط"** (نشیب' گڑھا) **"قضاء الحاجة"** (حاجت پوری کرنا) وغیرہ کہتے ہیں۔ اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں **"ذَهَبَ يَنْجُو"** (وہ نجات حاصل کرنے گیا) **"ذَهَبَ يتغوط"** (وہ فارغ ہونے گیا) یہ تمام الفاظ قضائے حاجت کیلئے جانے والے شخص کے لئے بطور کنایہ بولے جاتے ہیں تاکہ صریحاً گندی اور ناقابل ذکر چیز کا نام نہ لینا پڑے۔

شرعی حکم اس کیڑے کی گندگی کی بناء پر اس کا کھانا حرام ہے اور اس کی بیع (خرید وفروخت) بھی حشرات الارض کی طرح جائز نہیں ہے کیونکہ اس کی خرید وفروخت نفع بخش نہیں ہے۔ اگر یہ کیڑا پانی میں گر جائے تو پانی نجس نہیں ہوگا۔ نیز اس قدر بات شریعت میں معاف ہے۔ اسی طرح وہ کیڑے جن کے اندر بہنے والا خون نہیں ہے ان کے پانی میں گر جانے سے بھی پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

فرع علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ اصحاب شوافع نے کہا ہے کہ جس جانور کے ہلاک کرنے میں نہ کوئی نفع ہو اور نہ نقصان جیسے بنات وردان (ایک قسم کا کیڑا)' **"الخنافس"** ، **"الجعلان"** ، **"الدود"** (کیڑا) **"السرطان"** (کیکڑا)

''النعامة'' (شترمرغ) ''العصافیر'' (چھوٹی چڑیاں) ''الذباب'' (مکھیاں) ان کو قتل کرنا مکروہ ہے مگر حرام نہیں ہے۔ رافعیؒ نے ایسے کتے کو بھی اس میں شمار کیا ہے جو کاٹتا نہ ہو۔ رافعیؒ نے مزید فرمایا ہے کہ چیونٹی' شہد کی مکھی' شکرہ اور مینڈک وغیرہ کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

خواص ارسطاطالیس نے کہا ہے کہ اگر ''بنات وردان'' کو تیل میں بھون کر اس تیل کو انسان کے کان میں ڈال دیا جائے تو کان کا درد ختم ہو جائے گا۔ یہ تیل پنڈلیوں پر زخم اور جسم کے تمام اعضاء کے زخم کے لئے نفع بخش ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب الیاء

یَاجُوْج وَمَاجُوْج

"یَاجُوْج وَمَاجُوْج" یہ دونوں لفظ ہمزہ کے ساتھ اور بغیر ہمزہ دونوں طرح پڑھے جاتے ہیں۔ پس جو ہمزہ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ وہ ان دونوں الفاظ (یعنی یاجوج و ماجوج) کو "اُجَّۃُ الحر" (گرمی کی شدت) سے مشتق مانتے ہیں اور اسی سے "اجیج النار" بھی ہے۔ "یاجوج و ماجوج" گرم مزاج مخلوق ہے۔ ازہری نے کہا ہے کہ "یاجوج" یفعول کے وزن پر ہے اور "ماجوج" مفعول کے وزن پر ہے جبکہ ان دونوں میں ہمزہ ترک کر دیا جائے۔ نیز یہ بھی احتمال ہے کہ یہ دونوں لفظ (یعنی یاجوج ماجوج) مفعول کے وزن پر ہی ہوں کیونکہ یہ دونوں لفظ غیر منصرف ہیں اور اس میں تانیث اور علم (نام) دو سبب پائے جاتے ہیں کیونکہ یہ (یعنی یاجوج و ماجوج) دو قبیلوں کے نام ہیں۔ اکثر اہل علم نے کہا ہے کہ یہ یعنی یاجوج و ماجوج دو عجمی نام ہیں جو مشتق نہیں ہیں۔ اسی لئے نہ تو ان میں ہمزہ ہے اور نہ ہی یہ منصرف ہیں کیونکہ ان میں عجمہ اور علم دو سبب موجود ہیں۔ سعید اخفش نے کہا ہے کہ "یاجوج" یج سے اور "ماجوج" مج سے مشتق ہے۔ قطرب نے کہا ہے کہ جو لوگ "یاجوج" کو ہمزہ کے بغیر پڑھتے ہیں وہ یاجوج کو فاعول کے وزن پر داؤد، جالوت کی مثل پڑھتے ہیں اور "یاجوج" کو یج سے مشتق مانتے ہیں اور اسی طرح "ماجوج" کو مَجَّ سے مشتق مانتے ہیں۔ اس کی (یعنی یاجوج وماجوج کی) مثل دوسرے عجمی نام بھی بغیر ہمزہ کے پڑھے جاتے ہیں جیسے "ھاروت، ماروت، جالوت، طالوت اور قارون وغیرہ" قطرب کہتے ہیں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ اصل میں تو ہمزہ ہی ہو لیکن تخفیف کر کے بغیر ہمزہ بھی پڑھ لیا جاتا ہو۔ یہ بھی جائز ہے کہ یہ دونوں (یعنی یاجوج و ماجوج) اَجَّۃ سے مشتق ہوں جس کے معنی "اختلاط" (یعنی مل جانے) کے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے کہ وَ تَرَکْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ "(اور ہم اس روز ان کی یہ حالت کریں گے کہ ایک میں ایک گڈمڈ ہو جاوینگے۔ الکھف - آیت ۹۹) اس کی تفسیر میں آیا ہے "اَیْ مُخْتَلِطِیْنَ" (یعنی ایک دوسرے سے مل جائیں گے) شاید لفظ "یَجَّ" (جس کے متعلق اخفش اور قطرب نے ذکر کیا ہے کہ یاجوج اسی لفظ (یَجَّ سے مشتق ہے) اصل میں اَجَّ ہی ہو کیونکہ کلام عرب میں یا اور جیم کے ساتھ (یَجَّ کا) تلفظ مشکل ہے۔ اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ "یاجوج وماجوج" کو ہمزہ کے ساتھ پڑھنا اور ہمزہ کے بغیر پڑھنا دونوں طرح جائز ہے۔ جیسا کہ پہلے گزرا ہے۔ قراء سبعہ اور اکثر اہل علم نے "یاجوج وماجوج" کو ہمزہ کے بغیر پڑھا ہے ان کا (یعنی یاجوج وماجوج کا) نام شدت حرارت کی وجہ سے (یاجوج وماجوج) پڑ گیا کیونکہ یہ گرم مزاج مخلوق ہے۔ مقاتل نے کہا ہے کہ یہ یاجوج و ماجوج یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ ضحاک نے کہا ہے کہ ترک (سے) ہیں۔ کعب احبار نے کہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو احتلام ہو گیا تھا جس کی وجہ سے آپ کا نطفہ مٹی میں مخلوط ہو گیا۔ پس اس پر آپ کو (یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو) افسوس ہوا۔ پس اس سے (یعنی اس مٹی سے جس میں حضرت آدم علیہ السلام کا نطفہ مخلوط ہو گیا تھا) اللہ تعالیٰ نے "یاجوج وماجوج" کو پیدا فرمایا۔ میں (یعنی دمیریؒ) کہتا ہوں کہ یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو احتلام نہیں ہوتا۔ طبرانیؒ نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ کی حدیث نقل کی ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا یاجوج ایک امت ہے جس کے چار سو امیر ہیں۔ اسی طرح "ماجوج" بھی ہیں۔

ان میں کوئی فرد اس وقت تک نہیں مرتا جب تک وہ اپنی اولاد میں سے ایک ہزار فارس (یعنی شہسوار) نہ دیکھ لے۔ ان کی ایک قسم (لمبائی میں) صنوبر کے درخت کی طرح ہے۔ ان کی لمبائی ایک سوبیس ذراع (گز) ہے اور ان میں سے ایک قسم ایسی ہے جو اپنے ایک کان کو بچھا لیتے ہیں اور دوسرے کان کو (اپنے اوپر) اوڑھ لیتے ہیں۔ نہیں گزرتا ان کے سامنے کوئی ہاتھی اور نہ کوئی خنزیر مگر یہ اس کو کھا جاتے ہیں۔ نیز یہ (یعنی یاجوج و ماجوج) اپنی قوم میں سے مرنے والے کو بھی کھا جاتے ہیں۔ (یہ اتنے تیز رفتار ہیں کہ) اگر ان کا اگلا قدم شام میں ہو تو پچھلا قدم خراسان میں ہوگا۔ وہ (یعنی یاجوج و ماجوج) مشرق کی نہروں اور دریائے طبری کا پانی پی جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو (یعنی یاجوج و ماجوج کو) مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس (میں داخل ہونے سے) روک دے گا۔ وہب بن منبہ نے کہا ہے کہ "یاجوج و ماجوج" گھاس پھوس، درخت اور لکڑی وغیرہ کھاتے ہیں نیز یہ (یعنی یاجوج و ماجوج) انسانوں میں سے جس انسان پر غلبہ پالیں اسے بھی کھا جاتے ہیں لیکن یہ (یعنی یاجوج و ماجوج) مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس میں داخل ہونے کی قدرت نہیں رکھتے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ "یاجوج و ماجوج" کی ایک قسم ایسی ہے جس کی لمبائی ایک بالشت کے برابر ہوتی ہے اور ایک قسم ایسی ہے جو بہت زیادہ لمبی ہوتی ہے اور ان کے پرندوں کی طرح پنجے بھی ہوتے ہیں اور ان کے انیاب (دانت) بھی ہوتے ہیں جیسے درندوں میں دانت ہوتے ہیں۔ یہ کبوتر جیسی آواز نکالتے ہیں اور چوپاؤں کی طرح جفتی کرتے ہیں اور بھیڑیئے کی طرح چلاتے ہیں، ان کے بال ان کو گرمی اور سردی سے محفوظ رکھتے ہیں، ان کے کان بھی ہوتے ہیں۔ ایک کان روئیں دار ہوتا ہے جس کو وہ (سردی میں) اپنے اوپر اوڑھ لیتے ہیں اور دوسرا کان کھال کا ہوتا ہے جو گرمی میں ان کے کام آتا ہے۔ وہ (یعنی یاجوج و ماجوج) اس دیوار کو کھودتے ہیں جو حضرت ذوالقرنین نے بنائی ہے یہاں تک کہ جب وہ (یعنی یاجوج و ماجوج) کوشش کر کے اس دیوار میں سوراخ کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو (یعنی دیوار کو) درست کر دیتا ہے یعنی سوراخ ختم کر دیتا ہے اور یہ معاملہ اسی طرح رہے گا کہ یاجوج و ماجوج دیوار کو کھودیں گے اور پھر محنت و مشقت سے اس میں سوراخ کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ اس دیوار کو اس کی پہلی حالت کی طرف لوٹا دے گا یہاں تک کہ وہ (یعنی یاجوج و ماجوج) کہیں گے کہ "ان شاء اللہ" (اگر اللہ نے چاہا تو) ہم کل اس دیوار میں سوراخ کر لیں گے۔ پس اس وقت "یاجوج و ماجوج" اس دیوار میں سوراخ کر لیں گے اور وہ (یعنی یاجوج و ماجوج) باہر نکل پڑیں گے۔ نیز لوگ ان سے (یعنی یاجوج و ماجوج سے) بچنے کے لئے قلعوں میں پناہ لے لیں گے۔ پس وہ (یعنی یاجوج و ماجوج) آسمان کی طرف تیر پھینکیں (یعنی چلائیں) گے۔ پس وہ تیر ان کی طرف اس حال میں واپس آئیں گے کہ وہ (یعنی تیر) خون آلود ہوں گے۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو (یعنی یاجوج و ماجوج کو) "النغف" کے ذریعے ہلاک کر ڈالیں گے جو ان کی گردنوں کے ساتھ چمٹ جائے گا (اور ان کو ہلاک کر دے گا) "النغف" سے مراد ایک قسم کا کیڑا ہے جیسے کہ پہلے بھی گزر چکا ہے۔

فائدہ شیخ الاسلام محی الدین النوویؒ سے "یاجوج و ماجوج" کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا وہ (یعنی یاجوج و ماجوج) حضرت آدم علیہ السلام و حوا کی اولاد ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی کتنی عمر ہوتی ہے؟ پس انہوں نے (یعنی محی الدین نوویؒ نے) جواب دیا کہ اکثر اہل علم کے نزدیک وہ (یعنی یاجوج و ماجوج) حضرت آدم و حوا کی اولاد ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ (یعنی یاجوج و ماجوج) حضرت حوا کے علاوہ صرف حضرت آدم کی اولاد ہیں۔ پس یوں وہ ہمارے باپ شریک بھائی ہوگئے۔ نیز ان کی (یعنی یاجوج و ماجوج) کی عمر کے متعلق کوئی صحیح بات منقول نہیں ہے۔ تحقیق "الکرکند" کے تحت ہم نے حافظ ابو عمر بن عبدالبر کے قول کو نقل کر دیا ہے کہ اس بات پر اہل علم کا اجماع ہے کہ

''یاجوج وماجوج'' حضرت یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ نیز یہ بات بھی پہلے گزر چکی ہے کہ ''نبی اکرم ﷺ سے (یاجوج وماجوج) کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا آپؐ نے اپنی دعوت ان (یعنی یاجوج ماجوج) تک پہنچائی ہے۔ پس آپؐ نے فرمایا لیلۃ الاسریٰ (یعنی شب معراج) میں میرا گزر ان پر (یعنی یاجوج وماجوج پر) ہوا۔ پس میں نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ پس انہوں نے اس کو (یعنی دعوت اسلام کو) قبول نہیں کیا''۔ شیخان (یعنی بخاریؒ ومسلمؒ) اور نسائیؒ نے حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت نقل کی ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے ''یا آدم'' (اے آدم) پس وہ (یعنی حضرت آدم علیہ السلام) عرض کریں گے ''لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ فِی یَدَیْکَ'' پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے (اے آدم) ''بعث النار'' (دوزخی لشکر) کو نکالو؟ حضرت آدم عرض کریں گے (اے اللہ) ''بعث النار'' (دوزخی لشکر) کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے آگ (یعنی جہنم) کی طرف اور ایک جنت کی طرف جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی وقت ہوگا جبکہ بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا اور لوگ تم کو مدہوش نظر آئیں گے' حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے' بلکہ اللہ کا عذاب ہی کچھ ایسا سخت ہوگا۔ راوی کہتے ہیں یہ بات نبی اکرمؐ کے صحابہ کرامؓ پر گراں بار ہوئی۔ پس انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہم سے وہ کون آدمی ہے جو جنت میں داخل ہوگا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں بشارت دیتا ہوں وہ ننانوے (جو آگ میں داخل ہوں گے وہ) ''یاجوج وماجوج'' میں سے ہوں گے اور وہ ایک آدمی جو جنت میں داخل ہوگا تم میں سے ہوگا۔ (رواہ البخاری ومسلم والنسائی) اہل علم نے کہا ہے کہ اس کام کیلئے (یعنی دوزخی لشکر کو نکالنے کیلئے) حضرت آدم علیہ السلام کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ (یعنی حضرت آدم علیہ السلام) تمام انسانوں کے باپ ہیں۔ حضرت امام ابوداؤدؒ کے علاوہ محدثین کی ایک جماعت نے حضرت زینب بنت جحشؓ کی روایت نقل کی ہے۔ حضرت زینب بنت جحشؓ فرماتی ہیں ایک دن رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اس حال میں کہ گھبراہٹ کی وجہ سے آپ کا چہرۂ مبارک سرخ ہو رہا تھا اور آپؐ فرما رہے تھے ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' عرب کیلئے اس شر سے ہلاکت ہے جو قریب ہو گیا ہے' آج کے دن ''یاجوج وماجوج'' کو روکنے والی دیوار میں اس کے برابر سوراخ ہو گیا ہے اور پھر آپؐ نے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے گول دائرہ بنا کر دکھایا۔ حضرت زینبؓ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم صالحین کے ہونے کے باوجود ہلاک کر دیئے جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں اگر ''خبث'' (برائی) غالب ہو جائے گی تو (صالحین کی موجودگی میں بھی تم کو ہلاک کر دیا جائے گا) علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہؐ نے ''یاجوج وماجوج'' کو روکنے والی دیوار میں قلیل سوراخ ہونے کا ذکر فرمایا ہے اور یہ سوراخ اس وقت ہوگا جب اللہ تعالیٰ ''یاجوج وماجوج'' کے دلوں میں یہ بات ڈال دے کہ ''انشاء اللہ'' ہم کل اس کو فتح کر لیں گے یعنی دیوار میں سوراخ کر لیں گے۔ پس جب وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہونے والی یہ بات کہیں گے تو وہ باہر نکل آئیں گے (یعنی دیوار توڑ کر باہر نکل آئیں گے) اسی طرح حدیث میں موجود نبی اکرمؐ کا یہ فرمانا کہ ''وَیْلٌ لِلْعَرَبِ'' (عرب کیلئے ہلاکت ہے) اس کلمہ ''وَیْل'' کو اہل عرب ہلاکت کے معنی میں استعمال کرتے ہیں لیکن مسند امام احمدؒ میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت نقل کی گئی ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''وَیْل'' جہنم میں ایک وادی ہے جس میں کافر کو ڈالا جائے گا اور کافر کو اس وادی کی تہہ تک پہنچنے کیلئے

چالیس سال لگ جائیں گے۔ (رواہ احمد) یہ بھی کہا گیا ہے کہ "الویل" سے مراد "الشر" (شر) ہے۔ اسی طرح نبی اکرم کا یہ فرمان "اِذَا کثر الخبث" (جبکہ برائی غالب ہوجائے) جمہور نے "الخبث" کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ اس سے مراد فسق و فجور ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ "الخبث" سے مراد زنا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ "الخبث" سے مراد اولاد زنا ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ "الخبث" سے متعلق گناہ مراد ہیں تو حدیث کا معنی یہ ہوا کہ جب فسق و فجور کی کثرت ہوجائے گی تو اس کا نتیجہ عام ہلاکت کی صورت میں رونما ہوگا اگر چہ (ان کے درمیان) صالحین بھی موجود ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

"البزار" نے یوسف بن مریم حنفی کی ایک روایت نقل کی ہے۔ یوسف بن مریم حنفی کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی آیا۔ پس اس نے سلام کیا۔ پھر کہا کیا آپ نے مجھے نہیں پہچانا؟ پس حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تو کون ہے؟ اس آدمی نے کہا کیا آپ اس آدمی کو جانتے ہیں جو نبی اکرمؐ کے پاس آیا تھا اور اس نے آپ کو اس بات کی خبر دی تھی کہ اس نے "الردم" (یعنی ذوالقرنین کی بنائی ہوئی دیوار) دیکھی ہے۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے اس سے فرمایا تو وہی آدمی ہے؟ اس آدمی نے کہا ہاں۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور ہمیں بھی اس دیوار کا حال سناؤ؟ پس اس آدمی نے کہا کہ میں ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں کے لوگ لوہار (یعنی لوہے کا کام کرتے) تھے۔ پس میں ایک گھر میں (بطور مہمان) داخل ہوا اور دیوار کی جانب پاؤں کر کے لیٹ گیا۔ پس جب سورج کے غروب ہونے کا وقت آیا تو میں نے ایک آواز سنی جو اس سے قبل میں نے نہیں سنی تھی۔ پس (آواز سن کر) میں مرعوب ہوگیا۔ پس گھر کے مالک نے مجھے کہا کہ خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہاں تجھے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچے گا اور یہ آواز ایک قوم کی ہے جو اس وقت اس دیوار سے واپس جارہے ہیں۔ کیا آپ آسانی کے ساتھ (یعنی بغیر کسی تکلیف کے) اس دیوار کو دیکھ سکتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں میں نے کہا ہاں۔ راوی کہتے ہیں کہ دوسرے دن میں دیوار کو دیکھنے کیلئے گیا تو میں نے دیکھا اس دیوار میں لوہے کی اینٹیں لگی ہوئی ہیں اور وہ یوں معلوم ہوتی ہیں گویا کہ وہ چٹانیں ہیں اور ان کے درمیان گاڑی گئی کیلیں کڑیوں کی طرح دکھائی دیتی تھیں۔ اس دیوار کو دور سے دیکھا جائے تو یوں محسوس ہوتا تھا گویا کہ وہ یمنی چادر ہے۔ پس اس کے بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور ان کو اس واقعہ کی خبر دی۔ پس آپؐ نے فرمایا کہ مجھے دیوار کی کیفیت بتلاؤ؟ پس میں نے عرض کیا وہ دیوار ایسی ہے گویا کہ وہ یمنی چادر ہو۔ پس آپؐ نے فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ اس شخص کو دیکھے جس نے ذوالقرنین کی بنائی ہوئی دیوار کو دیکھا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اس (آدمی) کو دیکھ لے۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے (یہ سن کر) فرمایا تم نے سچ کہا ہے۔ "الردم" سے مراد وہ دیوار ہے جس کو اسکندر ذوالقرنین نے "یاجوج وماجوج" کو روکنے کے لئے بنایا تھا جیسے پہلے گزرا ہے۔ وہ اس طرح کہ اسکندر ذوالقرنین (اپنی سلطنت کا دورہ کرتے ہوئے) جب دو پہاڑوں کے درمیان (ایک جگہ) پہنچے تو انہوں نے وہاں ایک قوم کو پایا۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لَا یَکَادُوْنَ یَفْقَھُوْنَ" (وہ قوم آپ کی بات سمجھنے پر قادر نہ تھی۔ الاعراف۔ آیت ۹۳) جو آپ کی (یعنی اسکندر ذوالقرنین کی) گفتگو سمجھنے سے قاصر تھی (لیکن انہوں نے کسی نہ کسی طرح) آپ سے شکایت کی کہ "یاجوج وماجوج" نے زمین میں فساد پھیلا رکھا ہے اور "یاجوج وماجوج" ان مساکین کی بستیوں میں داخل ہو کر گھاس، پتے اور سبزیاں کھا جاتے ہیں اور خشک گھاس، پتے اور سبزیاں اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس قوم نے شکایت کی کہ وہ (یعنی یاجوج وماجوج) لوگوں کو بھی کھا جاتے ہیں۔ پس قوم

کے لوگوں نے حضرت ذوالقرنین سے کہا کہ ہم آپ کو خراج (ٹیکس وغیرہ) دے دیتے ہیں۔ آپ ہمارے اور ان (یعنی یاجوج وماجوج) کے درمیان ایک (مضبوط) دیوار بنا دیں۔ پس حضرت اسکندر ذوالقرنین نے ان کے مال کی پیشکش کو رد کر دیا اور ان سے جسمانی کام کرنے کی مدد طلب کی۔ پھر اس کے بعد حضرت اسکندر ذوالقرنین نے دو پہاڑوں کے درمیان ۔ کے فاصلہ کا اندازہ لگایا تو انہوں نے اس فاصلہ کو ''سو فرسخ'' پایا۔ پس حضرت ذوالقرنین نے لوگوں کو بنیادیں کھودنے کا حکم دیا اور اتنی گہری بنیادیں کھدوائیں یہاں تک کہ زمین سے پانی نکلنے لگا۔ پھر چوڑائی میں پچاس فرسخ تک بنیادیں کھودی گئیں اور ان بنیادوں کو بڑی بڑی چٹانوں سے بھر دیا گیا اور پگھلے ہوئے تانبے کو بطور گارا استعمال کیا گیا۔ چنانچہ وہ دیوار ایسی تیار ہوگئی گویا وہ زمین کے اندر سے نکلا ہوا پہاڑ ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بنیادوں اور دیوار میں پتھروں کی بجائے لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے لگائے گئے تھے۔ پھر ان لوہے کے ٹکڑوں کے درمیان لکڑیاں اور کوئلے چن دیئے گئے تھے اور بھٹی جلا دی گئی تھی یہاں تک کہ جب لوہے کے ٹکڑے بالکل سرخ ہوگئے تو ان کے اوپر پگھلا ہوا تانبا ڈال دیا گیا جس کی وجہ سے لوہے کے ٹکڑے ایک دوسرے سے جڑ گئے اور یوں محسوس ہونے لگا کہ گویا لوہے کا کوئی ٹھوس پہاڑ ہو اور اس پر لوہے اور تانبے کی کیلیں گاڑ دی گئی ہوں۔ نیز دیوار کے درمیان میں پیتل بھی لگایا گیا تھا جس کی وجہ سے وہ دیوار یوں دکھائی دیتی تھی گویا کہ ایک ایسی چادر ہو جس پر نقش و نگار کیا گیا ہو۔ پس دیوار میں موجود چکناہٹ کی وجہ سے یاجوج وماجوج اس دیوار پر چڑھنے کی قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہی اس دیوار میں سوراخ کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ پس ''یاجوج وماجوج'' دیوار اور سمندر کے درمیان محصور ہیں (یعنی ان کے آگے سمندر ہے اور ان کے پیچھے یہ دیوار ہے) وہ (یعنی یاجوج وماجوج) ان مچھلیوں کو کھاتے ہیں جو موسم ربیع میں بارش کی طرح ان پر برستی ہیں۔ نیز پورا سال ''یاجوج وماجوج'' یہی مچھلیاں کھاتے ہیں لیکن ''یاجوج وماجوج'' کی کثرت کے باوجود ان کی غذا میں کمی نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اَلْیَامُور

''اَلْیَامُور'' ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد پہاڑی بکروں کی ایک قسم ہے یا اس کے مشابہ کوئی حیوان ہے۔ اس کا ایک سینگ ہوتا ہے جو اس کے سر کے درمیان ہوتا ہے۔ اس کے سینگ کی مختلف شاخیں ہوتی ہیں۔ بعض دوسرے اہل علم نے کہا ہے کہ ''الیامور'' سے مراد مذکر بارہ سنگھا ہے جس کے سینگ آرے کی مانند ہوتے ہیں۔ یہ جانور اکثر عادات میں گورخر کے مشابہ ہوتا ہے۔ یہ جانور ایسی جگہ رہتا ہے جہاں درختوں کی کثرت ہو جب یہ جانور پانی پی لیتا ہے تو اس میں پھرتی پیدا ہو جاتی ہے اور یہ درختوں کے درمیان اچھلنے کودنے لگتا ہے۔ بسا اوقات اس جانور کے سینگوں کی شاخیں درختوں کی شاخوں میں پھنس جاتی ہیں۔ پس یہ اپنی سینگوں کی شاخوں کو درختوں کی شاخوں سے چھڑا نہیں سکتا۔ پس یہ جانور چیختا ہے۔ (شکاری) لوگ جب اس جانور کی چیخ سنتے ہیں تو اس کی طرف آتے ہیں اور اس کا شکار کر لیتے ہیں۔

یامور کا شرعی حکم یہ جانور بارہ سنگھا کی طرح حلال ہے۔

خواص اس جانور کی کھال کی خاصیت یہ ہے کہ اگر بواسیر کا مریض اس پر بیٹھ جائے تو اس کا مرض ختم ہو جاتا ہے۔

الیؤیؤ

"الیؤیؤ" یہ ایک پرندہ ہے۔ اس کی کنیت ابوریاح ہے۔ یہ ایک شکاری پرندہ ہے جو شکرہ کے مشابہ ہوتا ہے۔ تحقیق "باب الصاد" میں "الصقر" کے تحت اس کا ذکر گزر چکا ہے۔ اس کی جمع "الیایٔی" آتی ہے۔ محمد بن زیاد زیادی بھی "الیؤیؤ" کے لقب سے مشہور تھے۔ محمد بن زیاد زیادی اہل بصرہ کے امام تھے۔ انہوں نے حماد بن زید اور دیگر اہل علم سے حدیث روایت کی ہے۔ ابن ماجہؒ اور بخاریؒ نے ذیلی طور پر ان سے روایت کی ہے۔ محمد بن زیاد زیادی کا انتقال ۲۵۰ھ میں ہوا۔ ابن مندہ نے محمد بن زیاد زیادی کو ضعیف قرار دیا ہے جبکہ ابن حبان نے ان کو ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔

"الیؤیؤ" کا شرعی حکم اس کا کھانا حرام ہے جیسے پہلے گزرا۔

خواص اس پرندے کا دماغ اگر خشک کر کے کوزہ مصری میں ملا کر اس میں گوہ کا پاخانہ ملالیا جائے اور اسے بطور سرمہ آنکھوں میں لگایا جائے تو آنکھ کی سفیدی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ختم ہو جائے گی۔ اس پرندے کا پتا شہدانہ (ایک قسم کی بوٹی) میں ملا کر ناک میں ٹپکانے سے سر کے درد کے لئے نافع ہے۔

الیحبور

"الیحبور" اس سے مراد سرخاب کا بچہ ہے۔ تحقیق "الحباری" کے تحت "باب الحاء" میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

اَلْیَحْمُوْر

"اَلْیَحْمُور" ایک جنگلی چوپایہ (جانور) ہے جو انسانوں کو دیکھ کر بھاگ جاتا ہے۔ اس جانور کے دو لمبے سینگ ہوتے ہیں گویا کہ وہ دو آرے ہوں۔ وہ ان سینگوں کے ذریعے درختوں کو کاٹتا ہے۔ پس جب یہ پیاسا ہوتا ہے تو پانی پینے کیلئے نہر کے پاس جانا چاہتا ہے لیکن راستے میں گھنے درخت حائل ہو جاتے ہیں یہ جانور ان گھنے درختوں کو اپنے سینگوں سے کاٹتا ہے اور پانی پینے کے لئے نہر کی طرف چلا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ "الیحمور" سے مراد "الیامور" (بارہ سنگھا کے مشابہ ایک جانور) ہی ہے۔ اس کے سینگ بارہ سنگھا کے سینگ کی طرح ہوتے ہیں۔ یہ جانور ہر سال بچے دیتا ہے۔ اس جانور کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ یہ جانور بارہ سنگھا سے زیادہ پھرتیلا ہوتا ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ "الیحمور" سے مراد جنگلی گدھا ہے۔

یحمور کا شرعی حکم اس جانور کی ہر قسم کا کھانا حلال ہے۔

خواص اس جانور کی چربی کو روغن بلسہ میں ملا کر فالج کے مریض کے جسم پر مالش کی جائے تو اس کے لئے بے حد نافع ہے۔

فائدہ علامہ ابوالفرج ابن الجوزی نے "کتاب العرائس" میں لکھا ہے کہ ایک طالب علم تحصیل علم کے لئے اپنے ملک سے کہیں جا رہا تھا۔ پس راستے میں اس کی ملاقات ایک آدمی سے ہوئی جو اس کے ساتھ چل پڑا۔ پس جب طالب علم اس شہر کے قریب پہنچا جس کے ارادے

سے وہ اپنے ملک سے آیا تھا تو اس آدمی نے طالب علم سے کہا تحقیق ہم سفر ہونے کی بناء پر تجھ پر میرا حق رفاقت لازم ہو گیا ہے اور میں ''قوم جن'' کا ایک آدمی ہوں اور مجھے تم سے ایک کام ہے؟ پس طالب علم نے کہا تیرا کیا کام ہے؟ اس آدمی نے جو دراصل جن تھا کہا کہ جب تو فلاں جگہ پہنچے گا تو وہاں تو چند مرغیاں پائے گا اور ان مرغیوں کے درمیان ایک مرغا بھی ہوگا۔ پس تو اس مرغ کے مالک کو ڈھونڈ کر اس سے وہ مرغ خرید لینا اور پھر اس مرغ کو ذبح کر دینا۔ پس میری تجھ سے یہی حاجت ہے۔ پس طالب علم نے اس جن سے کہا: اے میرے بھائی میرا بھی تجھ سے ایک کام ہے؟ جن نے کہا وہ کیا ہے؟ طالب علم نے کہا جب کوئی شیطان (یعنی سرکش جن) کسی انسان پر مسلط ہو جائے اور اس پر کسی عمل کا اثر نہ ہوتا ہو تو اس کی دوا کیا ہے؟ جن نے کہا اس کی دوا یہ ہے کہ ''یحمور'' کی کھال کا ایک گز لمبا تانت لے کر اس سے آسیب زدہ آدمی کی شہادت کی انگلی خوب جکڑ کر باندھ دی جائے۔ پھر سنداب بری کا تیل لے کر چار قطرے آسیب زدہ آدمی کے داہنے نتھنے میں اور تین قطرے اس کے بائیں نتھنے میں ٹپکا دیئے جائیں تو اس سے آسیب کی موت واقع ہو جائے گی اور پھر اس کے بعد کوئی دوسرا آسیب (سرکش جن وغیرہ) اس آدمی پر مسلط نہیں ہوگا۔ طالب علم نے کہا کہ جب میں شہر کی اس جگہ پر پہنچا (جس کی خبر مجھے جن نے دی تھی) تو میں نے وہاں ایک مرغا دیکھا جو ایک بڑھیا کی ملکیت میں تھا۔ پس میں نے اس بڑھیا سے وہ مرغا مانگا۔ پس بڑھیا نے مرغا فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔ پس بہت زیادہ اصرار کے بعد میں نے وہ مرغا دوگنی قیمت میں بڑھیا سے خرید لیا۔ پس جب میں نے مرغا خرید لیا اور میں مرغا کا مالک بن گیا تو جن نے مجھے اشارہ کے ذریعے مرغ کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔ پس میں نے اس کو (یعنی مرغ کو) ذبح کر دیا۔ پس اسی وقت کچھ مرد اور عورتیں ایک گھر سے نکلے۔ پس وہ مرد اور عورتیں مجھے مارنے لگے اور وہ کہنے لگے اے جادوگر۔ پس میں نے کہا میں جادوگر نہیں ہوں۔ پس انہوں نے کہا بے شک جب تو نے مرغ ذبح کیا اسی وقت ہماری جوان لڑکی پر جن مسلط ہو گیا ہے اور وہ اس سے الگ ہونے کے لئے تیار نہیں ہے۔ (طالب علم کہتا ہے) پس میں نے ان سے (یعنی مردوں اور عورتوں سے) ایک گز لمبی ''یحمور'' کی کھال اور سنداب کا تیل طلب کیا۔ پس وہ یہ دونوں چیزیں میرے پاس لے کر آئے۔ پس میں نے تانت کے ذریعے آسیب زدہ لڑکی کی انگلی خوب جکڑ کر باندھ دی۔ پس جب میں نے یہ عمل کیا تو جن چیخنے لگا اور کہنے لگا کیا میں نے تجھے اس عمل کی تعلیم دی اس لئے دی تھی کہ تو مجھ پر ہی اس عمل کو آزمانا شروع کر دے۔ پھر میں نے سنداب کے تیل کے چار قطرے آسیب زدہ لڑکی کے داہنے نتھنے میں اور تین قطرے اس کے بائیں نتھنے میں ٹپکا دیئے۔ پس اسی وقت جن مردہ ہو کر گر پڑا اور نوجوان لڑکی کو اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرمائی۔ پھر اس کے بعد اس پر کوئی بھی جن مسلط نہیں ہوا۔

الیحموم

''الیحموم'' اس سے مراد ایک خوبصورت رنگ والا پرندہ ہے۔ یہ پرندہ حجاز کے نخلستانوں میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ میرا (یعنی دمیریؒ کا) گمان یہ ہے کہ یہ تیتر کی قسم کا پرندہ ہے۔

یحموم کا شرعی حکم اس پرندے کا کھانا حلال ہے کیونکہ یہ طیبات میں سے ہے۔ ''الیحموم'' نعمان بن منذر کے گھوڑے کا نام بھی تھا۔ ''الیحموم'' سے مراد ''الدخان الاسود'' (سیاہ دھواں) بھی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا قول ''وَظِلٍّ مِنْ يَحْمُوْمٍ'' (اور کالے دھوئیں کے سایہ میں ہوں گے۔ الواقعۃ - آیت ۴۳) بھی ہے۔ اہل عرب جب کسی ایسی چیز کو جو

انتہائی سیاہ ہو بتانا چاہتے ہیں تو "اسود یحموم" کے الفاظ استعمال کرتے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ "الیحموم" سے مراد جہنم کا ایک پہاڑ ہے جس کے سائے میں جہنمیوں کو بٹھایا جائے گا اس حال میں کہ نہ تو اس پہاڑ کی مٹی میں ٹھنڈک ہوگی اور نہ ہی اس کا منظر حسین ہوگا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ "الیحموم" سے مراد جہنم کا ایک نام ہے۔ ضحاک نے کہا ہے کہ جہنم سیاہ ہے اور اس میں داخل ہونے والے بھی سیاہ ہوں گے اور ہر وہ چیز جو جہنم میں ہوگی وہ سیاہ ہوگی۔ ہم جہنم کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

الیراعة

"الیراعة" اس سے مراد ایک چھوٹا سا پرندہ (یعنی جگنو) ہے جب یہ دن کو پرواز کرتا ہے تو عام پتنگوں کی طرح دکھائی دیتا ہے اور جب رات کو پرواز کرتا ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے۔ گویا کہ چمکنے والا ستارہ ہو یا کوئی چراغ اڑ رہا ہو۔ ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ "الیراع" سے مراد مچھر اور مکھی کے درمیان کی ایک مخلوق (یعنی مکھی) ہے جو منہ پر سوار ہو جاتی ہے (یعنی منہ پر بیٹھ جاتی ہے) لیکن ڈستی نہیں۔ اسی طرح "الیراعة" سے مراد شتر مرغ بھی ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں "اخفّ من یراعة" (یراعة سے زیادہ ہلکا)۔

الیربوع

"الیربوع" (یاء کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد ایک ایسا حیوان ہے جس کی ٹانگیں لمبی اور ہاتھ (یعنی اگلی ٹانگیں) بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔ اس کی ایک دم "الجرذ" (چوہے کی ایک قسم) کی دم کی مثل ہوتی ہے اور یہ اپنی دم ایک طرف اٹھا کر رکھتا ہے اور یوں دکھائی دیتا ہے گویا کہ کلی (کھلی ہوئی) ہو۔ اس کا رنگ ہرن کے رنگ کی طرح ہوتا ہے۔ حیوانات کی نفسیات کے ماہرین نے کہا ہے وہ تمام چوپائے جن میں اللہ تعالیٰ نے خباثت کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے وہ "قصیرۃ الیدین" (چھوٹے ہاتھوں والے) ہوتے ہیں کیونکہ وہ جب کسی چیز سے خطرہ محسوس کرتے ہیں تو چھلانگ کے ذریعے اپنی حفاظت کرتے ہیں (یعنی چھلانگ لگا کر فرار ہو جاتے ہیں) یہ حیوان زمین کے اندر سکونت اختیار کرتا ہے تاکہ زمین کی رطوبت (یعنی نمی) اس کیلئے پانی کا کام دے۔ یہ حیوان ہوا کو پسند کرتا ہے اور اسے دریاؤں سے کراہت ہوتی ہے اسی لئے یہ اپنا سوراخ اونچی جگہ پر بناتا ہے۔ پھر یہ اپنا گھر (یعنی بل) ایسی جگہ بناتا ہے جہاں چاروں طرف سے ہوا لگے۔ اسی لئے یہ جانور اپنے بل میں سوراخ رکھتا ہے تاکہ ہوا اس کے بل میں داخل ہو سکے۔ اس حیوان کے بل میں بنائے جانے والے سوراخوں کو النافقاء القاصعا اور الراھطاء کہتے ہیں۔ پس جب شکاری اس جانور کی تلاش میں ایک سوراخ کے پاس پہنچتا ہے تو یہ جانور دوسرے سوراخ سے نکل کر فرار ہو جاتا ہے۔ اس حیوان کے گھر کے باہر مٹی ہوتی ہے لیکن اس کے اندر گڑھا ہوتا ہے۔ اسی طرح منافق ظاہری طور پر مومن ہوتا ہے لیکن اس کے باطن میں (یعنی دل میں) کفر ہوتا ہے۔ جاحظ اور دیگر اہل علم نے کہا ہے کہ "المنافق" نام زمانہ جاہلیت کا کوئی اسم (یعنی نام) نہیں ہے کہ جس نے اپنے دل میں کفر کو چھپا رکھا ہو اور ظاہری طور پر ایمان کا دعویٰ کرتا ہو بلکہ یہ اسم یعنی (المنافق) دراصل "النافقاء" سے (یربوع کے گھر میں بنائے گئے سوراخ کے نام سے) مشتق ہے

کیونکہ ''النافقاء الیربوع'' کا معنی (یربوع کی چھپی ہوئی بل ہے) اسی طرح منافق ظاہری طور پر ایمان کا دعویدار ہوتا ہے لیکن اس کے دل میں کفر ہوتا ہے۔ اس جانور کی فطری خاصیت یہ ہے کہ یہ نرم زمین پر چلتا ہے تا کہ اس کے قدموں کی آہٹ کو شکاری سن کر اسے شکار نہ کر لے۔ خرگوش بھی اسی طرح کرتا ہے۔ یہ جانور جگالی بھی کرتا ہے اور مینگنی بھی کرتا ہے اس جانور کے منہ میں اوپر اور نیچے دانت اور ڈاڑھ بھی ہوتی ہے۔ جاحظ اور قزوینی نے کہا ہے کہ ''الیربوع'' چوہے کی ایک قسم ہے۔ قزوینی نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ حیوان ان حیوانات میں سے ہے جن کیلئے ایک سردار ہوتا ہے جس کے حکم کی تعمیل کی جاتی ہے چنانچہ جس وقت ان حیوانات کا سردار ان کے ساتھ ہوتا ہے تو وہ سردار کسی چٹان وغیرہ پر کھڑا ہو کر ہر طرف دیکھتا رہتا ہے۔ پس اگر وہ سردار کسی ایسی چیز کو دیکھ لے جو ان کیلئے خطرہ کا باعث ہو تو اپنے دانتوں کو کٹکٹاتا (یعنی بجاتا) ہے جس سے ایک خاص قسم کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ پس جب اس قسم کے تمام حیوانات اس آواز کو سن لیتے ہیں تو وہ اپنے بلوں کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ پس اگر اس قسم کے حیوانات کا سردار خطرے سے ان کو آگاہ نہ کرے۔ یہاں تک کہ ان میں سے کوئی حیوان شکار کر لیا جائے تو یہ تمام حیوانات مل کر اپنے سردار پر حملہ آور ہو جاتے ہیں اور اسے قتل کر دیتے ہیں اور اس کی جگہ کسی اور کو والی (یعنی سردار) بنا لیتے ہیں۔ جب اس قسم کے حیوانات معاش کی تلاش میں باہر نکلتے ہیں تو سب سے پہلے ان کا سردار باہر نکلتا ہے اور صورتحال کا جائزہ لیتا ہے۔ پس جب اسے کوئی خطرناک چیز دکھائی نہیں دیتی تو وہ اپنے دانتوں کو کٹکٹاتا ہے جس کی آواز اس قسم کے دوسرے حیوانات تک پہنچتی ہے تو وہ بھی اپنے بلوں سے باہر نکل آتے ہیں۔ ''الیربوع'' میں واؤ اور یاء زائد ہیں۔ پس ضروری تھا کہ ہم اس جانور کا تذکرہ ''باب الراء'' میں کرتے لیکن بہت سے لوگوں سے یہ بات مخفی ہے کہ ''الیربوع'' میں واؤ اور یاء زائد ہیں۔ اس لئے ہم نے اس کا تذکرہ یہاں کر دیا ہے۔

الحکم ''الیربوع'' کا کھانا حلال ہے کیونکہ اہل عرب اس کو حلال سمجھتے تھے اور اس کا گوشت کھاتے تھے۔ عطاء، احمد، ابن منذر اور ابو ثور کا یہی قول ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ ''الیربوع'' نہیں کھایا جاتا (یعنی حرام ہے) کیونکہ یہ حشرات الارض میں سے ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''اضل من ولد الیربوع'' (یربوع کے بچہ سے بھی زیادہ گمراہ)

خواص ''الیربوع'' کا خون لے لیا جائے اور پپوٹوں کے اندر کے بال اکھاڑ کر پپوٹوں پر ''الیربوع'' کا خون مل دیا جائے تو پپوٹوں پر دوبارہ بال نہیں اگیں گے۔

تعبیر ''الیربوع'' کو خواب میں دیکھنا ایسے آدمی پر دلالت کرتا ہے جو جھوٹی قسمیں کھاتا ہو۔ پس اگر کوئی آدمی خواب میں ''الیربوع'' سے جھگڑا کرے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کا کسی ایسے انسان کے ساتھ جھگڑا ہوگا جس میں ''الیربوع'' جیسی عادات پائی جاتی ہوں گی۔

الیرقان

''الیرقان'' اس سے مراد ایک کیڑا ہے جو کھیتی میں پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کی شکل تبدیل ہو جاتی ہے۔ پھر اس کے بعد وہ پرواز کرنے لگتا ہے۔ اس کیڑے کو ''زرع میروق'' بھی کہا جاتا ہے۔ ابن سیدہ نے اسی طرح کہا ہے۔

الیسف

''الیسف'' اس سے مراد ''مکھی'' ہے۔ تحقیق باب الذال میں اس کا تفصیلی تذکرہ گزر چکا ہے۔

اَلْیُعْرُ

''اَلْیُعْرُ'' (یاء کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد بکری کا وہ بچہ ہے جو شیر اور بھیڑیئے کی کچھار کے قریب باندھ دیا جاتا ہے اور اس کے سامنے ایک گڑھا کھود کر اسے گھاس وغیرہ سے چھپا دیتے ہیں۔ پس جب اس بکری کے بچہ کی آواز بجو سنتا ہے تو اس کی تلاش میں اس کی جانب آتا ہے۔ پس وہ گڑھے میں گر جاتا ہے۔ ''اَلْیُعْرُ'' سے مراد ایک چوپایہ ہے جو خراسان میں پایا جاتا ہے۔ یہ چوپایہ محنت و مشقت کے باوجود فربہ ہوتا ہے۔

الیعفور

''الیعفور'' اس سے مراد ہرن یا نیل گائے کا بچہ ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس سے مراد نر ہرن ہے۔ ''حضرت سعد بن عبادہؓ کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے یعفور نامی گدھے پر سوار ہو کر ان کی عیادت کیلئے تشریف لائے۔'' (الحدیث) یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس گدھے کو اس کے خاکستری رنگ کی وجہ سے ''یعفور'' کہا جاتا تھا جس طرح سبز رنگ کے جانور کو ''یخضور'' کہا جاتا ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ نبی اکرمؐ کے گدھے کو ''یعفور'' اس لئے کہا جاتا تھا کیونکہ اس کی چال ہرن کے مشابہ تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الیعقوب

''الیعقوب'' اس سے مراد مذکر (یعنی نر) چکور ہے۔ جوالیقی نے کہا ہے کہ اس معنی میں یہ لفظ ''الیعقوب'' صحیح عربی کا لفظ ہے۔ رہا اللہ کے نبی کا نام یعقوب (علیہ السلام) تو یہ عجمی لفظ ہے جیسے یوسف' یونس اور الیسع (علیہم السلام) عجمی نام ہیں۔ جوہری نے کہا ہے کہ اگر کسی آدمی کا نام ''یعقوب'' ہو تو یہ عجمہ اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف پڑھا جائے گا لیکن ''الیعقوب'' چکور کے معنی میں منصرف پڑھا جائے گا کیونکہ اس معنی میں یہ خالص عربی لفظ ہے اور اس میں غیر منصرف ہونے کیلئے (اسباب منع صرف میں سے) کوئی سبب موجود نہیں ہے۔

چکور کا شرعی حکم رافعی نے کہا ہے کہ مرغی اور چکور سے پیدا شدہ کسی پرندہ کو اگر کوئی محرم حالت احرام میں قتل کر ڈالے تو اس پر جزاء واجب ہوگی۔

الیعملة

''الیعملة'' اس سے مراد کام کرنے والا اونٹ یا اونٹنی ہے۔ اس کی جمع ''یعملات'' ہے۔

الیمام

''الیمام'' اصمعی نے کہا ہے کہ اس سے مراد جنگلی کبوتر ہے۔ اس کا واحد ''یمامة'' ہے۔ کسائی نے کہا ہے اس سے مراد وہ پرندہ

ہے جو گھروں میں رہتا ہے اور ''الیمامۃ'' ایک لڑکی کا نام بھی ہے جس کی آنکھیں کرنجی ہوتی ہیں۔ یہ لڑکی تین دن کی مسافت کے فاصلہ سے کسی چیز کو دیکھ لیتی تھی۔ جاحظ نے کہا ہے کہ یہ لڑکی لقمانؑ بن عاد کے قبیلہ سے تھی اور اس کا نام ''عنز'' تھا۔ اس کی آنکھیں کرنجی تھیں۔ اسی طرح ''الزباء'' نامی عورت بھی کرنجی آنکھوں والی تھی اور ''البسوس'' نامی عورت بھی کرنجی آنکھوں والی تھی۔ یہ (یعنی یمامۃ نامی لڑکی) پہلی لڑکی ہے جس نے ''اثمد'' سرمہ استعمال کیا تھا۔

فائدہ ''اِبْتِلاءُ الْاَخْیَارِ بِالنِّسَاءِ الْاَشْرَارِ'' میں مرقوم ہے کہ وہ عورتیں جو عرب میں ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکی تھیں۔ پانچ ہیں۔ وہ پانچ عورتیں درج ذل ہیں۔ زرقاء الیمامۃ، البسوس، دغۃ، ظلمۃ اور ام قرفتہ۔ رہی زرقاء جسے اس کی بصارت کی بناء پر زرقاء الیمامۃ کہا جاتا تھا اور یہ بنی نمیر کی ایک عورت تھی جو یمامہ میں مقیم تھی۔ یہ عورت تاریک رات میں سفید بال اور تین دن کی مسافت کی دوری سے گھوڑسوار کو دیکھ لیتی تھی۔ یہ عورت اپنی قوم پر حملہ آور ہونے والے لشکر کو دیکھ کر قبل از وقت اپنی قوم کو آگاہ کر دیتی تھی اور وہ لوگ لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاری کر لیتے تھے۔ پس کسی لشکر کے امیر نے اس قوم کے خلاف یہ حیلہ کیا کہ اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ ہر شخص درخت کی ایک شاخ کاٹ کر اپنے ہاتھ میں لے لے اور اس کی آڑ میں آگے بڑھے۔ پس زرقاء نے انہیں دیکھا تو کہنے لگی بے شک میں ایک درخت کو دیکھ رہی ہوں جو تمہاری طرف بڑھ رہا ہے۔ پس اس کی قوم نے زرقاء سے کہا کہ تحقیق تیری عقل ماری گئی ہے۔ بھلا درخت کیسے چل سکتا ہے؟ زرقاء نے کہا میں نے جو تمہیں کہا ہے وہی درست ہے۔ پس اس کی قوم نے اس کی تکذیب کی؟ پس قوم نے اس حال میں صبح کی کہ دشمن ان پر حملہ آور ہوا اور اس نے زرقاء کو قتل کر دیا۔ دشمن نے جب زرقاء کی آنکھیں چیر کر دیکھیں تو اس کی آنکھوں کی رگوں میں اثمد کی کثرت تھی کیونکہ زرقاء بکثرت اثمد سرمہ استعمال کرتی تھی۔ رہی بسوس۔ پس اس کے متعلق کہا جاتا تھا ''أشام من البسوس'' (بسوس سے زیادہ منحوس) یہ عورت جساس بن مرۃ بن ذھل بن شیبان کی خالہ تھی۔ اس کی ایک اونٹنی تھی جس کی وجہ سے کلیب بن وائل کو قتل کر دیا گیا تھا۔ کلیب بن وائل کے قتل کے باعث قبیلہ بکر اور قبیلہ تغلب میں جنگ چھڑ گئی تھی جسے جنگ بسوس کہا جاتا ہے۔ رہی ''دغۃ'' تو اس کے متعلق یہ ضرب المثل مشہور ہے ''احمق من دغة'' (دغۃ سے زیادہ احمق) یہ وہ عورت ہے جس کا تعلق بنو عجل سے تھا۔ اس کا نکاح ''قبیلہ بنی العنبر'' میں ہوا تھا۔ رہی ''ظلمۃ'' تو اس کے متعلق اہل عرب میں یہ ضرب المثل مشہور ہے ''ازنی من ظلمة'' (ظلمۃ سے زیادہ زانی) یہ قبیلہ ھذیل کی عورت ہے جس نے چالیس سال زنا کرایا اور چالیس سال تک حکمران رہی۔ پس جب یہ عورت بڑھاپے کی بناء پر زنا اور حکومت سے معذور ہوگئی تو اس نے ایک بکرا اور ایک بکری خریدی۔ پس وہ عورت بکرے کو بکری پر (جفتی کیلئے) چھوڑ دیتی تھی۔ پس اس سے کہا گیا کہ تو ایسا کیوں کرتی ہے؟ اس عورت نے کہا کہ میں ان دونوں کے درمیان جماع سے پیدا ہونے والی آواز کو سننے کیلئے ایسا کرتی ہوں۔ رہی ''ام قرفة'' اس کے متعلق یہ ضرب المثل مشہور تھی ''امنع من قرفة'' (ام قرفتہ سے زیادہ محفوظ) یہ عورت مالک بن حذیفہ بن بدر الفزاری کی بیوی تھی۔ اس عورت نے اپنے گھر میں پچاس تلواریں لٹکائی ہوئی تھیں جن میں سے ہر ایک تلوار اس کے کسی ذی محرم کیلئے تھی۔

تحقیق ابن سیرینؒ سے عورتوں کے متعلق سوال کیا گیا؟ پس ابن سیرینؒ نے فرمایا عورتیں فتنوں کے دروازوں کی کنجیاں ہیں، غم کا خزانہ ہیں، اگر عورت تیرے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرے گی تو تجھ پر احسان جتلائے گی اور تیرے راز کو فاش کر دے گی۔ تیرے حکم کو ٹال دے گی اور تیرے غیر کی طرف مائل ہوگی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عورتیں رات کے وقت خوشبو ہیں اور دن کے وقت کانٹا ہیں۔ یہ بھی

کہا گیا ہے کہ کسی عقلمند آدمی کو کہا گیا کہ تیرا دشمن مر گیا ہے۔ پس اس عقلمند آدمی نے کہا کہ مجھے یہ بات پسند تھی کہ تم مجھ سے یہ کہتے کہ (اس نے (یعنی میرے دشمن نے) نکاح کرلیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آدمی تین باتوں سے مجبور ہوتا ہے۔ ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ آدمی اپنی مصلحت کے کاموں میں بیدار رہنے میں کوتاہی کرنے سے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آدمی خواہشات نفسانی کی مخالفت کرنے سے مجبور ہوتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ آدمی عورت کی وہ بات قبول کرلے جس کا اسے علم نہ ہو۔ بعض حکماء نے کہا ہے کہ جہالت سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں اور عورت سے بڑھ کر کوئی شر نہیں۔

الیھودی

''الیھودی'' اس سے مراد ایک مچھلی ہے جو سمندر میں پائی جاتی ہے۔ تحقیق ''باب الشین'' میں اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

اَلْیُوَصِّی

''اَلْیُوَصِّی'' (یاء اور واؤ کے فتحہ کے ساتھ اور صاد مشدد کے کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد باز کے مشابہ ایک عراقی پرندہ ہے جس کے باز و ''الباشق'' (باز) سے لمبے ہوتے ہیں اور یہ پرندہ شکار کرنے میں بہت تیز ہوتا ہے۔

یَوَصِّی کا شرعی حکم یہ پرندہ حرام ہے جیسے ''باب الحاء'' میں گزر چکا ہے۔

اَلْیَعْسُوْب

''اَلْیَعْسُوْب'' یہ ایک مشترک اسم ہے جس کا اطلاق ''طائر'' (پرندے) پر ہوتا ہے جیسے ٹڈی کے برابر ایک کیڑے کو بھی ''اَلْیَعْسُوْب'' کہتے ہیں جس کے چار پر ہوتے ہیں لیکن یہ کبھی بھی اپنے پروں کو نہیں سمیٹتا اور یہ کبھی بھی چلتا ہوا دکھائی نہیں دیتا (یعنی نظر نہیں آیا) بلکہ یہ کیڑا کسی درخت کی شاخ پر بیٹھا ہوا دکھائی دے گا یا اڑتا رہے گا۔ جوہری نے کہا ہے کہ یہ ٹڈی سے بڑا ہوتا ہے اور جب یہ گر پڑتا ہے تو اپنے پروں کو نہیں سمیٹتا۔ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ''الیعسوب'' سے مراد ایک سبز رنگ کا کیڑا ہے جو موسم ربیع میں اڑتا رہتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ٹڈی سے بڑا ایک پرندہ ہے۔ اگر کہا جائے کہ ''الیعسوب'' سے مراد شہد کی (رانی) مکھی ہے تو یہ (کہنا) بھی جائز ہے۔ ''الیعسوب'' نبی اکرم ﷺ کے گھوڑے کا نام بھی تھا۔ اسی طرح حضرت زبیرؓ کے گھوڑے کا نام بھی ''الیعسوب'' ہی تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''الیعسوب'' ان تین گھوڑوں میں سے ایک گھوڑا ہے جو غزوۂ بدر کے دن مسلمانوں کی فوج میں موجود تھے۔ ''الیعسوب'' کا اطلاق گھوڑے کی پیشانی میں پائی جانے والے سفیدی پر بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح ''الیعسوب'' کا اطلاق چکور کی ایک قسم پر بھی ہوتا ہے۔ جاحظ نے کہا ہے کہ ''الیعاسیب'' سے مراد بڑی مکھیاں ہیں۔ اسی طرح ''الیعسوب'' شہد کی مکھیوں کے بادشاہ کو (یعنی رانی مکھی کو) کہتے ہیں۔ یہ مکھی تمام مکھیوں کی امیر (سردار) ہے اور ہر کام اسی کے حکم پر ہوتا ہے۔ مثلاً چھتہ میں آنا جانا، چھتہ تیار کرنا اور شہد چوس کر لا کر اس میں (یعنی چھتہ میں) اکٹھا کرنا۔ ہر حال میں مکھیاں اپنے سردار کی اطاعت

کرتی ہیں۔ یہ (یعنی رانی مکھی) اپنے ماتحت مکھیوں کا انتظام اسی طرح کرتی ہے جیسے کوئی بادشاہ اپنی رعایا کا انتظام کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جب مکھیاں اپنے گھر (یعنی چھتہ) میں واپس آتی ہیں تو یہ (یعنی رانی مکھی) دروازے پر کھڑی ہوجاتی ہے۔ پس کوئی بھی مکھی دوسری مکھی سے آگے بڑھنے کیلئے مزاحمت نہیں کرتی بلکہ تمام مکھیاں ایک ایک کر کے اپنے گھر (یعنی چھتہ) میں داخل ہوجاتی ہیں اور کوئی بھی مکھی دوسری مکھی کے ساتھ مزاحمت اور تصادم نہیں کرتی۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک امیر تنگ گزرگاہ پر ایک ایک کر کے اپنا لشکر گزارتا ہے۔ شہد کی مکھیوں میں ایک عجیب وغریب خصوصیت یہ بھی ہے کہ ایک ہی چھتہ میں دو امیر جمع نہیں ہوسکتے اور کبھی ایسی صورتحال پیش آجائے تو شہد کی مکھیاں دو امیروں میں سے ایک امیر کو قتل کر دیتی ہیں اور پھر ایک امیر پر اکٹھی ہوجاتی ہیں۔ ایسا کرنے (یعنی ایک امیر بنانے) کی وجہ سے ان میں (یعنی شہد کی مکھیوں میں) کسی قسم کی عداوت نہیں پھیلتی اور نہ ہی اس وجہ سے ایک مکھی دوسری مکھی کو کسی قسم کی تکلیف پہنچاتی ہے (بلکہ دو امیروں کا ہونا ہی شہد کی مکھیوں کے لئے اذیت کا باعث ہوتا ہے) نیز شہد کی تمام مکھیاں ایک ہی امیر پر جمع ہوجاتی ہیں۔ ابن سنی نے اپنی کتاب ''عمل الليوم والليلة'' میں حضرت ابوامامہ باہلیؓ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی آدمی یہ ارادہ کرے کہ وہ مسجد سے باہر نکل جائے تو ابلیس اپنے لشکر کو پکارتا (یعنی آواز دیتا) ہے تو اس کا لشکر اس کے گرد جمع ہوجاتا ہے جیسے شہد کی مکھیاں ''یعسوب'' (رانی مکھی) کے گرد جمع ہوجاتی ہیں۔ پس جب تم میں سے کوئی شخص مسجد کے دروازے پر (مسجد سے نکلنے کیلئے) کھڑا ہوتو اسے چاہئے کہ وہ یہ کلمات کہے ''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ اِبْلِیْسَ وَجُنُوْدِهٖ'' (اے اللہ میں ابلیس اور اس کے لشکر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں) پس جب کوئی آدمی یہ کلمات پڑھ لے گا تو اس کو (ابلیس اور اس کا لشکر) ضرر نہیں پہنچائے گا۔ لفظ ''الیعسوب'' سردار کے لئے بھی مستعمل ہے۔ حضرت علیؓ نے جب حضرت عبدالرحمٰن بن عتاب بن اسید کو جنگ جمل کے دن مقتول کی حالت میں دیکھا تو فرمایا یہ قریش کے ''یعسوب'' (یعنی سردار) تھے۔ کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے جنگ جمل کے دن زبردست قتال کیا تھا اور اس دن آپ کا ایک ہاتھ بھی کٹ گیا تھا جس میں آپ نے انگوٹھی پہنی ہوئی تھی۔ پس ایک گدھ اس ہاتھ کو (انگوٹھی سمیت) اٹھا کر لے گیا اور اس نے اس ہاتھ کو ''یمامہ'' میں گرا دیا۔ پس اس انگوٹھی کی وجہ سے لوگوں نے پہچان لیا کہ یہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عتاب بن اسید کا ہاتھ ہے (اور انہیں معلوم ہوگیا کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ شہید ہوچکے ہیں) پس لوگوں نے حضرت عبدالرحمٰنؓ کی نماز جنازہ پڑھی۔ پس تمام اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جنگ جمل کے دن اس ہاتھ کو ایک پرندہ اٹھا کر لے گیا تھا اور اس نے اسے (یعنی ہاتھ کو) حجاز میں گرا دیا تھا۔ پس نماز جنازہ پڑھ کر اس کو (یعنی حضرت عبدالرحمٰنؓ کے ہاتھ کو) دفن کر دیا گیا تھا۔ لیکن اہل علم کے درمیان اس بات میں اختلاف ہے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ کے ہاتھ کو اٹھا کر لے جانے والا پرندہ کونسا تھا اور اس پرندے نے اس ہاتھ کو کس جگہ گرایا تھا۔ پس کہا جاتا ہے اس ہاتھ کو گدھ نے اٹھایا تھا اور اس نے اسی دن (یعنی جنگ جمل کے دن) ''یمامہ'' میں اس کو (یعنی ہاتھ کو) گرا دیا تھا۔ جیسے پہلے گزرا۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ اس ہاتھ (یعنی حضرت عبدالرحمٰنؓ کے ہاتھ) کو عقاب نے اٹھایا تھا اور پھر اسی دن (یعنی جنگ جمل کے دن) ہی عقاب نے اس ہاتھ کو ''یمامہ'' میں گرا دیا تھا۔ حافظ ابوموسیٰ اور دیگر اہل علم نے کہا ہے کہ پرندے نے اس ہاتھ کو مدینہ منورہ میں گرایا تھا۔ شیخ نے ''شرح مہذب'' میں لکھا ہے کہ پرندے نے اس ہاتھ کو (یعنی حضرت عبدالرحمٰنؓ کے ہاتھ کو) مکہ مکرمہ میں گرایا

تھا۔ صحیح مسلم میں نواس بن سمعان کی طویل حدیث میں مذکور ہے کہ دجال کے ساتھ ساتھ زمین کے خزانے چلیں گے اور یہ زمین کے خزانے دجال کے اردگرد اس طرح جمع ہو جائیں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سردار (یعنی رانی مکھی) کے اردگرد جمع ہو جاتی ہیں جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات ہوگئی تو حضرت علیؓ اس گھر کے دروازے پر کھڑے ہوگئے جہاں آپؓ کو (یعنی حضرت ابوبکرؓ کو) کفن دیا گیا تھا اور فرمایا: اللہ کی قسم آپؓ (یعنی حضرت ابوبکرؓ) مومنین کے سردار تھے اور ایک پہاڑ کی طرح (مضبوط) تھے جس کو خشکی کی زبردست آندھیاں اور تند و تیز سمندری ہوائیں بھی متحرک نہیں کر سکتیں۔ پس حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے "الیعسوب" قرار دیا ہے کیونکہ "الیعسوب" (یعنی رانی مکھی) دوران پرواز شہد کی مکھیوں کے آگے ہوتا ہے جب "الیعسوب" (یعنی شہد کی مکھیوں کا سردار رانی مکھی) پرواز کرتا ہے تو شہد کی مکھیاں اس کے پیچھے پرواز کرتی ہیں۔ نیز "العواصف" سے مراد خشکی کی مہلک ہوا ہے اور "القواصف" سے مراد سمندر کی مہلک ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "وَ لِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَةً" (اور سلیمان علیہ السلام کے لئے ہم نے تیز ہوا کو مسخر کر دیا۔ الانبیا: آیت-۸۱) اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "فَیُرْسِلَ عَلَیْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْحِ فَیُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ" (اور تمہاری ناشکری کے بدلے تم پر سخت طوفانی ہوا بھیج کر تمہیں غرق کر دیا۔ بنی اسرائیل: آیت-۶۹) کامل ابن عدی میں حضرت عبداللہ بن واقد الواقفی اور عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن علی بن ابی طالب کے حالات میں مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ آپ مومنین کے سردار ہیں اور "مال" کفار کا سردار ہے۔ ایک روایت ہے "یعسوب الظلمة" اور ایک روایت میں "یعسوب المنافقین" کے الفاظ مرقوم ہیں۔ یعنی مال کے ذریعے کفار، ظالم اور منافق لوگ مومنین کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت علیؓ کو "امیر النحل" بھی کہتے ہیں۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ کتاب کا (یعنی حیوٰۃ الحیوان کا) اختتام ہے۔ اس کتاب کی شان یہ ہے کہ اس کا اختتام "ملک النحل" (شہد کی مکھیوں کے بادشاہ) پر ہوا جس کے لعاب سے اللہ تعالیٰ نے موم اور شہد نکالا (یعنی پیدا فرمایا) ہے کہ ایک (یعنی موم) روشنی کا کام دیتا ہے اور دوسرے میں (یعنی شہد میں) شفاء ہے اور اس کتاب کی ابتداء "ملک الوحش" (جنگلی جانوروں کے بادشاہ) "یعنی شیر" سے ہوئی جو شجاعت میں ضرب المثل ہے۔ "وصلى الله على سيدنا محمد المصطفى و رضى الله عن آله وعترته وصحبه اهل الفضل والوفا"

مؤلف (یعنی علامہ دمیریؒ نے کہا ہے کہ میں اس کے (یعنی حیوٰۃ الحیوان کے) مسودہ سے رجب ۷۷۳ھ میں فارغ ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس کو (یعنی حیوٰۃ الحیوان کو) اپنی رضا حاصل کرنے کا اور اخروی کامیابی کا ذریعہ بنائے۔ "وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ" (اور نہیں ہے پھرنا اور طاقت مگر اللہ کے ساتھ جو بلند عظمت والا ہے۔)

(۱۵-۲-۲۰۰۴ بروز ہفتہ بوقت ۱ بجے دن بفضلہ تعالیٰ کتاب کا ترجمہ ختم ہوا۔ مترجم)

تمت بالخیر